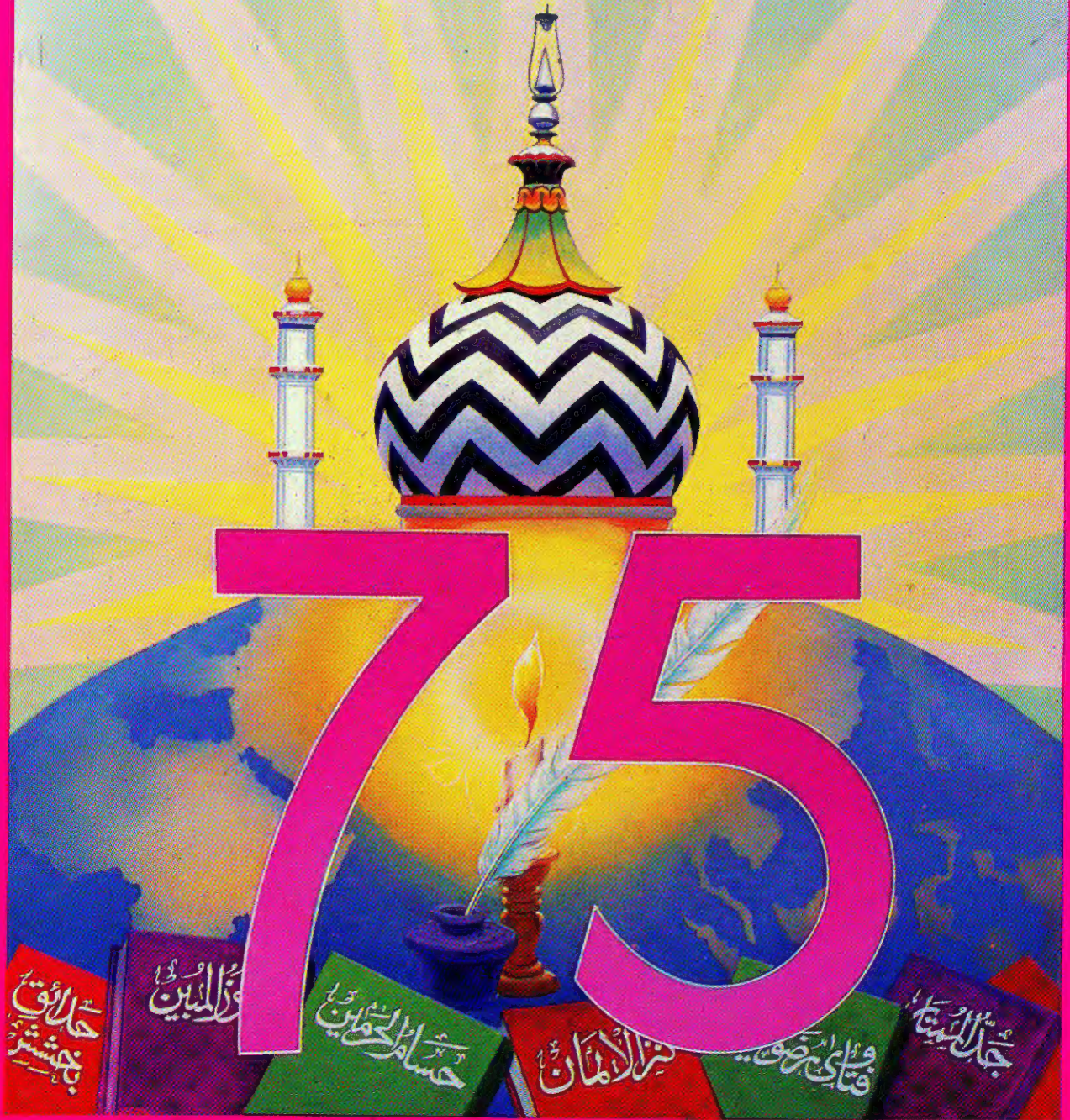


العظايا بوفيتا البرصوة



اعلى حضرت امام احمد رضا كا ٥٠ واسالانه عرس ٢٥ صفر ١٤٢٥ هـ - رضا اكيدي ببي



۷۸۶/۹۲

# العظایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد سوم

مصنف کا  
مجددین و ملت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بفیض

تاجدار اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت

مفتی اعظم علامہ الحاج الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خان قادیانی نورانی رضی اللہ عنہ

ناشر

رضا اکیڈمی ممبئی



۱۳۰، علی عمر اسٹریٹ، ممبئی ۳



نام کتاب \_\_\_\_\_ العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية جلد سوم

تصنيف لطيف \_\_\_\_\_ سيدنا اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ

سن طباعت \_\_\_\_\_ ۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء

ناشر \_\_\_\_\_ رضا اکیڈمی ممبئی ۳

مطبوعہ \_\_\_\_\_ رضا آفیسٹ ممبئی ۳

سول ایجنٹ

نیوسلور بک ایجنسی

۱۳ محمد علی بلڈنگ، بھٹ ڈی بازار، ممبئی ۳

ٹیلیفون: ۲۷۱ ۵۸ ۶۸ / ۳۷۱ ۸۹۷۰

Rs.



## فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶	غیر مکہ معظمہ میں اتنا اخراج کہ جہت سے باہر نہ ہو مضر نہیں۔	ق	عرض حال
۱۷	سمت قبلہ میں علم ہیئت و اصطلاح وغیرہ آلات و قیاسات کا اعتبار نہیں۔	۷	مصنف علیہ الرحمہ نے تیرہ سال کی عمر سے فتویٰ نویسی شروع کی۔
۱۸	علی گڑھ کا خط قبلہ نقطہ مغرب سے ۱۰ درجے جانب جنوب	۸	مصنف کی تصنیفات چھ سو سے زائد ہیں۔
۱۹	جھکا ہوا ہے۔	۹	طباعت کا کام کیسے شروع ہوا۔
۲۰	صحیہ کرام نے بلاد متعارفہ بلکہ ملک بھر کیلئے ایک ہی قبلہ قرار دیا۔	۱۰	سنی دارالاشاعت کا قیام۔
۲۱	فرمان فاروقی میں عراق کا قبلہ مابین المشرق والمغرب قرار پایا۔	۱۱	مسودہ کس حال میں تھا اور کتنی پریشانیوں اٹھانی پڑیں۔
۲۲	بخارا سے قندھار تک ترنہ سرخس کا قبلہ راس المغرب کا مسقط ہے۔	۱۲	کافی اہتمام اور احتیاط سے جلد سوم کی تصحیح کی گئی۔
۲۳	جنت المقدس حلب دمشق و مدینہ منورہ اور تمام ملک شام کا قبلہ قطب تارے کو پس پشت لینا ہے۔	۱۳	سرما یہ کیسے فراہم ہوا۔
۲۴	کوہ ہندو ہند میں طبرستان جرجان میں ہرشاش ملک قطب کو دہنے کان کے پیچھے، ملک عراق میں سیدھے شانے، ملک مصر میں بائیں، ملک یمن میں موخہ کے سامنے بائیں کو ہٹا ہوا قبلہ ہے۔	۱۴	جورسائل نے مل کے ان کی تعداد اور نام۔
۲۵	خراسان، ہندوستان وغیرہ بلاد شرقیہ کا قبلہ بین المغربین ہے۔	۱۵	کرم خوردہ مقامات جہاں انداز سے عبادتیں لکھی گئی ہیں۔
۲۶	قبلہ کے بارے میں مشائخ کرام کے چھ اقوال۔	۱۶	بیاض کے صفحات۔
۲۷	ہندوستان میں قطب تار دہنے شانے پر کیوں لیا جاتا ہے۔	۱۷	انعام جواب۔
۲۸	ہندوستان کا عرض شمالی ۸ درجے سے ۳۵ درجے اور طول مشرقی ۶۶ سے ۹۲ تک ہے۔	۱۸	کاپیوں سے نقل کئے ہوئے رسائل کی تفصیل۔
۲۹	افادہ اولیٰ - جہت قبلہ کی حد کیا ہے اس کے بارے میں مختلف اقوال اور مصنف کی تحقیق۔	۱۹	باب شروط الصلوٰۃ
۳۰	افادہ ثانیہ - علی گڑھ میں انقلاب بین کی سمت المغرب کتنی ہے۔	۲۰	از مل تا مل
۳۱	افادہ ثالثہ - علی گڑھ کی عید گاہ نقطہ مغرب سے کس قدر منحرف ہے۔	۲۱	ایسے باریک کپڑوں میں جن سے اعضا ظاہر ہوں نماز نہیں ہوتی۔
۳۲	افادہ رابعہ - علی گڑھ کا قبلہ تقریباً۔	۲۲	مردوں کے نوائے اعضا عورت کا شمار اور مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق۔
۳۳	افادہ خامسہ - علی گڑھ کا قبلہ تحقیقی۔	۲۳	چارم عضو کھلنے کی مختلف صورتیں۔
۳۴	باب اماکن الصلوٰۃ	۲۴	عورتوں کے تیسرا عضو مستور کا شمار۔
۳۵	از مل تا مل	۲۵	"میں نماز خدا کے تعالیٰ کے لئے پڑھتا ہوں" اس طرح نیت کرنے سے نیت ہوگی یا نہیں۔
۳۶	بے ضرورت محراب یا در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔	۲۶	نیت دل سے ہونی چاہئے زبان سے ضروری نہیں قلبی نیت کی حد کیا ہے۔
۳۷	بلند جگہ پر امام کھڑا ہو تو نماز باطل ہوگی یا مکروہ۔	۲۷	تمام بلاد کے لئے جہت قبلہ کا ایک خاص تخمینہ ممکن نہیں۔
۳۸	قطع صفت حرام ہے۔	۲۸	نقطہ مغرب سے ۴۵ درجے کے اندر اخراج مفید صلوٰۃ نہیں۔
۳۹	فرض واجب اور فخر کی سنتیں چلتی ریل میں نہیں ہو سکتیں اور اگر وقت نکل رہا ہو تو پڑھ لے پھر عادیہ کرے۔	۲۹	رسالہ ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال
۴۰		۳۰	(از مل تا مل سمت قبلہ کے بیان میں)
۴۱		۳۱	بعض صاف کے بعد ایک خاص حد کے اندر اخراج بھی جہت قبلہ سے اخراج نہ ہوگا۔
۴۲		۳۲	جہت قبلہ سے اخراج مفید صلوٰۃ ہے۔
۴۳		۳۳	آفاق کا قبلہ جہت ہے۔
۴۴		۳۴	ترک مسجد مستلزم کراہت تنزیہی ہی نہیں۔



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵	مجدوری کے سبب جو نمازیں بیٹھ کر پڑھی گئی ہوں انکا اعادہ نہیں۔	۴۵	رد شہادین کی تکرار کرے
	<b>باب صفة الصلوة</b>		بیٹھ کر نماز پڑھنے میں جہدے کرے میں پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	<b>از منہ ۳۱</b>		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۴۶	عورتیں سینہ پر ہاتھ باندھیں یہ ہی ان کے لئے واجب ہے۔	۴۶	رد شہادین کی تکرار کرے
۴۸	انتخابات میں انکشت شہادت سے اشارہ کرنے کا ثبوت	۴۸	بیٹھ کر نماز پڑھنے میں جہدے کرے میں پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۴۹	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین نہیں فرمایا بلکہ	۴۹	پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	فعلی و ترک دونوں حدیثوں میں وارد ہیں اور ترک رائج۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۵۱	نماز میں قیام کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلی کا		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	فاصلہ رکھنا مسنون ہے۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	بیٹھ کر نماز پڑھنے میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلی کا		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	اس سے زیادہ چھکانا واجب ہے۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۵۲	صرت بکیر تحریر کی قدرت ہوتا اس پر فرض ہے کہ کھڑے ہو کر گھیرے پیر		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	بیٹھ جائے اور نہ نماز نہیں ہوگی اس کے بارے میں مصنف کی تحقیق۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۵۳	ابتداء سورت میں بسم اللہ شریف پڑھنا مستحب ہے اختلاف صرت اہل		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	مسنونیت میں ہے۔ یہاں سورت سے کیا مراد ہے		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	اصناف صحیحین کی تحقیق۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۵۵	تور و جہلہ کے اذکار طویلہ و اقل پر محمول ہیں فرائض میں مسنون نہیں۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۵۷	شا پڑھنا مستحب ہے امام کے قرائت بالآخر سے پہلے پڑھی جاسکتی ہے		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۶۱	الحکم اخروی کہنا امام مقتدی اور مفرد سب کے لئے مستحب ہے اور طویل تھا		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۶۲	سب کے لئے مکروہ۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۶۲	رد شریف پڑھنے کی تفصیل اور افضل اردو کا بیان		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۶۳	مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں۔ آمین بالآخر مکروہ ہے		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	۲۰ رکعت تراویح سنت ہو کہ وہ ہے ایک رکعت نماز و تراویح اقل باطل		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	محض ہے۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۶۴	انتخابات میں اشارہ برسا بر مسنون ہے۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۶۵	سلام کے بعد امام کی اطاعت مقتدی سے ختم ہو جاتی ہے بکیر احکام		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	کئے کا طریقہ۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۶۶	سلام کے بعد امام کو قبلہ رو بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۶۷	انتخابات میں اشارہ کرنے کا طریقہ۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	جمہد کی میت کرنے کا طریقہ۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	سورتوں کی ابتدا میں بسم اللہ شریف طویلہ افضل ہے۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
	بے نمازیوں کو سمجھانے کا طریقہ اور ان میں تو ان سے قطع کلمن کر لیا جائے۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۶۸	نماز میں قرآن شریف پڑھنا فرض سے تصور کا نہیں۔		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
۶۹	مسنون انتخابات کو تحریر سے پڑھے تاکہ امام کے سلام کے وقت ختم ہو		پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے
			پاؤں سے سرین کو جہد کرنا جائز ہے



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۰	سورتوں کو مکہ میں پڑھنا جائز ہے۔	۱۰۰	دوسری رکعت میں پہلی سے طویل قرات مکروہ ہے
۱۰۱	نذر دینے کی ایک صورت	۱۰۱	ضاد کو کھانا دیا دوا پڑھنا غلط ہے۔ ضاد کے مخارج کا بیان
۱۰۲	قرآن پاک کو اتنی توجہ سے پڑھنا جس سے حروف کی تصحیح ہو فرض میں ہے	۱۰۲	ناز میں کھانسنے اور گھٹکیا کرنے کا حکم۔
۱۰۳	چند آیتوں کی قرات کے متعلق سوال و جواب۔	۱۰۳	حرف ش اور ف مشتبہ الصوت ہیں۔
۱۰۴	آیت بجز زبہ الصلاۃ کی مقدار کیا ہے۔	۱۰۴	ترتیل کی تین حدیں ہیں۔
۱۰۵	ہر ایت پر وقت جائز ہے اگرچہ ایت ۵ ہو	۱۰۵	رسالہ نعم الزاد لروم الضاد (ناقص)
۱۰۶	قرآن پاک ترتیب سے پڑھنا فرض ہے اور پڑھنا حرام۔	۱۰۶	(از م ۱۰۵ تا ۱۰۹ حرف ضاد کی تحقیق)
۱۰۷	ناز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے	۱۰۷	رسالہ الجام الصالحین سنن الضاد
۱۰۸	نذر دینا جائز ہے	۱۰۸	(از م ۱۰۹ تا ۱۱۵ حرف ضاد کے احکام اور اسکے لکھنے کا طریقہ)
۱۰۹	قل هو اللہ احدہ میں ما بعد سے وصل جائز ہے۔	۱۰۹	تجوید سے انکار کفر ہے
۱۱۰	سورہ تراویح میں سورہ رحمان پڑھنے کا طریقہ۔	۱۱۰	غیر عربی میں قرآن شریف پڑھنے سے ناز نہیں ہوگی۔
۱۱۱	ناز میں کتنی آیتیں فرض ہیں اور کتنی واجب اور کتنی سنہ اکثریٰ مستحب۔	۱۱۱	حضر میں مقدار قرات کا بیان
۱۱۲	ناز میں بسملہ اللہ شریف کہاں کہاں پڑھنا چاہیے۔	۱۱۲	ناز میں کسی سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ناز ہوگی یا نہیں۔
۱۱۳	ناز میں جس سورہ کا ایک کلمہ سو گھٹے نکل آئے اسی کا پڑھنا فرض ہے	۱۱۳	لفظ اللہ کے الف کو حذف یا پڑھنے سے ناز ہوتا ہے یا نہیں۔
۱۱۴	فساد معنی اگرچہ ہزار آیت کے بعد ہو ناز جاتی ہے گی	۱۱۴	کسی سے چار رکعت والی ناز میں سورہ یسین پھر دخان پھر تنزیل پھر
۱۱۵	مقتدی کو قرات ناجائز ہے۔	۱۱۵	سورہ ملک پڑھی جائے
۱۱۶	اللہ اکبر کی رے کو دال پڑھنے سے ناز فاسد ہوگی	۱۱۶	قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنا فرض ہے سورہ فاتحہ کی ہو خواہ کسی
۱۱۷	صلوات ترتیب سے متعلق چند سوال	۱۱۷	اور سورت کی۔
۱۱۸	بلادہ لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں	۱۱۸	طوال مفصل اوسط مفصل قصار مفصل کن نازوں میں پڑھی جائیں
۱۱۹	درمیاں سورت سے کچھ چھوٹ جائے تو ناز ہوگی یا نہیں	۱۱۹	آمین آہستہ کہنا چاہیے۔
۱۲۰	بھولنے کی حالت میں ایک لفظ کو بار بار پڑھنے سے ناز فاسد نہیں ہوتی	۱۲۰	نوحہ میں بارہو ہو سبکی حالت میں ناز نہ کر دہ ہوگی۔
۱۲۱	وقف و وصل میں اتباع بہتر ہے مگر اس کے ترک کرنے سے ناز میں خلل نہیں آتا۔	۱۲۱	ایک آیت پڑھنے کے بعد دوسری آیتوں کی طرف منتقل ہونا یا نہ
۱۲۲	تہجد میں چھوٹی سورت چھوڑ کر پڑھنا مکروہ ہے	۱۲۲	چھوڑ دینا اگر تجوری سے ہو ناز ہو جائیگی۔
۱۲۳	امام سے جہاں غلطی ہو مقتدی قمر دے سکتا ہے اگرچہ ہزار آیت کے بعد	۱۲۳	سورت کے اخیر کو تکبیر رکوع سے ملانا کہاں کہاں سبب ہے۔
۱۲۴	چند آیتوں کی قرات کے متعلق سوال۔	۱۲۴	صبح کی ناز میں چالیس سے ساٹھ آیت تک پڑھنا چاہیے اور وقت کم
۱۲۵	باب الامامۃ	۱۲۵	ہو تو بقدر کجائش۔
۱۲۶	از م ۱۲۶ تا ۱۳۳	۱۲۶	سورہ العصر میں کلمہ الا پر وقف کرنے سے ناز ہو جاتی ہے۔
۱۲۷	بن بلاد میں آمین بالجہر دفعہ بہرہ کرنے والے عموماً غیر قلم ہیں۔	۱۲۷	ض کو ناک سے مشابہ پڑھنے کا حکم۔
۱۲۸	دعا کلمہ پڑھنے والے کے لیے ناز ہوگی یا نہیں؟	۱۲۸	چند آدمیوں کا ایک جگہ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا منوع ہے
۱۲۹	پورا اللہ اکبر بلند آواز سے کہنا مستحب ہے۔	۱۲۹	صحت صلاۃ کے لیے فن خارج جاننا ضروری نہیں حروف صحیح ادا ہوئے
۱۳۰	چار رکعت والی ناز میں اخیر کی ایک رکعت کسی کو ملی تو وہ امام کے سلام	۱۳۰	چاہیے
۱۳۱	کے بعد دوسری رکعت میں تھک کرے۔	۱۳۱	تبدیل حروف یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے ناز
۱۳۲	مسائل ناز و کھارت سے جو زیادہ واقف ہو وہ مستحق الامت ہے اگرچہ	۱۳۲	



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۰	فوجی گرافر بوا سیر والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم -	۱۳۸	نامینا ہو۔
۱۹۱	تجوید نہ جاننے والے کے پیچھے تجوید جاننے والے کی نماز ہوگی یا نہیں -	۱۳۹	امام کو درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ عراب اور درکار فرن
۱۹۲	مقدمہ لڑا لے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں -	۱۴۰	تجوید نہ جاننے والا امام نہیں ہو سکتا
۱۹۳	ایک مصلیٰ پر مایاں بی بی نماز پڑھیں اور شوہر امام ہو الخ	۱۵۰	امام قدیم کو حق امامت حاصل رہے گا اگرچہ بعد میں کوئی عالم فاضل آجائے
"	سود خوار یا جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہو۔ الخ	"	عورتوں کو سیدیں بچانے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں
"	مکن کن لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہے۔ اندے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں	۱۵۱	سبوں کی اقتدا صحیح نہیں -
۱۹۵	امامت سے متعلق ایک سوال -	"	سود خوار کے پیچھے نماز مکروہ ہے -
"	دیوبند کی امامت کیسی ہے -	۱۵۲	امام کو درمیں کھڑے ہونے کا حکم -
۱۹۶	خیر مقدموں کی امامت ناجائز ہے	"	ایک شخص مثلاً یہ کہے جو اپنی بی بی کے قربت کرے اور الخ
۱۹۷	عرفی شریف وغیرہ شریف ہیں امام ہونے کا زیادہ مقدار کون سے	۱۵۳	بیر کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں
"	میلا دمیں شریک نہ ہونے والا یا قیام کو نہ کھنے والے کی امامت کا حکم	"	احسان کو ذریعہ الشیطان وغیرہ کھنے والے کی امامت کا حکم
۱۹۸	مقررہ امام کی اجازت کے بغیر دوسرا امامت نہیں کر سکتا	۱۵۶	حنفی مسلک میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ پر عمل کرے تو کیا
"	امردوں سے ناجائز تعلق نہ کھنے والے کی امامت ناجائز ہے	۱۵۷	حکم ہے -
۱۹۹	صحیح صلاۃ کے لیے تجوید کی مقدار - حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے صحیح	۱۵۸	نارنج وغیرہ دیکھنے والے کی امامت کا حکم
"	ہونے کے شرائط -	۱۵۹	بے روزه دار کی امامت مکروہ ہے
۲۰۱	سنت نوکدہ چھوڑنے والے کی امامت مکروہ ہے -	"	حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے کب جائز ہے؟
"	دیوبند کی امامت مکروہ ہے -	۱۶۱	اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے
۲۰۲	کلوخ سے استنجہ کرنے والے کی امامت کا حکم	۱۶۲	نارنج دیکھنے والے - دیوتاؤں پر بھینٹ چڑھانے والے غیبت کرنیوالے
"	حنفی اگر عیسیٰ ہو جائے تو اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں	"	کی امامت کا حکم -
"	شرعی فتوں کی توہین کر کے والے کی امامت ناجائز ہے -	۱۶۳	تجوید دار امام کے پیچھے نماز جائز ہے -
۲۰۳	فصل حرام میں سہی کرنے والا فاسق ہے	"	تجوید سے متعلق چند احکام
۲۰۴	امامت میں وراثت نہیں ملتی - حق امامت کس کو حاصل ہے عالم کے	۱۶۸	امام کے ہر فعل و ترک کا اعتبار مقتدری پر واجب نہیں
"	مقلد ہیں جاہل کو امام مٹانا ناجائز ہے - جبہ عیدین کو ف وغیرہ میں امام	۱۷۰	دایہ - دافض اور حواسل نماز سے واقع نہیں انکے پیچھے نماز جائز نہیں -
"	کون ہو سکتا ہے - صلوات خلف کئی بدو فاجر سے کیا مراد ہے -	۱۷۱	جس کا ہاتھ ٹوٹا ہو جس کی عورت بے پردہ باہر نکلتی ہو - ہنگام - توکار -
۲۰۵	اندھے کی امامت کا حکم -	۱۷۲	ایونی خائن و ثروت لینے والے یا جے برص ہو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم
۲۰۸	سود کے شکات کھوانے والا فاسق ہے -	۱۷۳	سلام کے بعد دہنے بائیں پھر نے کا بیان
"	آیت میں تقدیم و تاخیر مہو ہونے پر حرج نہیں - بے نمازی اور	۱۷۴	دلدار امام - زانی - بہرے - کریم الصوف - ایونی کی امامت کا حکم
"	دوافض سے میل جول نہ رکھنے والا فاسق ہے -	۱۸۱	اولی امامت کس کی ہے - دلدار امام اور جس امام سے لوگ ناراض ہیں
۲۰۹	زانی فاسق ہوتا ہے اور اس کی امامت مکروہ	"	ان کی امامت کا حکم - امام الحی سے افضل کون ہے -
"	بلا عذر جماعت چھوڑنے والا فاسق ہے	۱۸۵	چراغے کو بانٹے ہونا ظاہر کرے اس کے قول کو قبول کرنا واجب ہے -
۱۱۰	دارج البقر کی امامت جائز ہے	۱۸۶	فاسق کو امامت سے معزول کرنا واجب ہے
"	حیات اسبی کے منکر کی امامت مکروہ ہے	۱۸۷	فسق کی ایک صورت
"	دیوبند کی امامت مکروہ ہے	۱۸۸	جس کی عورت بے پردہ باہر نکلتی ہو یا سود کھاتا یا مردہ ہٹلانے کا پیشہ
۲۱۱	سلمانوں سے بلا وجہ شرعی بغض دیکھنے والا فاسق ہے	"	کرتا ہوا ان کی امامت کیسی ہے -
"	جوراضیوں میں لافضی اور سٹیوں میں سنی بنے وہ منافق ہیں اس میں	۱۸۹	بولوی محمد اسماعیل دہلوی کو حق پر جاننے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳۵	دوبندوں کے پیچھے نماز باطل ہے۔	۲۱۳	بالین کا امام نابالغ نہیں ہو سکتا۔
۲۳۶	صدقہ فطر۔ مال زکوٰۃ۔ قبرستان میں غلہ کٹوری وغیرہ لینا جس کا پیشہ ہو اس کی امامت کیسی ہے۔	۲۱۴	سنی غیر فاسق کو امام بنانا چاہیئے۔
"	عقائد یا سنت کرنے پر جو نہ تاملے یا مقررہ وقت کا پابند نہ ہو یا جس کی امامت سے کچھ لوگ ناراض ہوں یا جس کا دہنا ہٹا کر رکھو ایسے کی امامت کیسی ہے۔	۲۱۵	جذامی کی امامت کا حکم
۲۳۷	جس کے اہل میں تہجد پر وہ امام ہو سکتا ہے یا نہیں	۲۱۶	رافضیوں میں سیاہ شادی کرنے والے کی امامت کا حکم
"	ایک عالم شریف ہے سید نہیں ہے یا صرف عالم وہ جاہل یا کم سنجاب احمدین سید کی موجودگی میں امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔	۲۱۷	بلادہ شرعی مسلمانوں کو چاہی دینا صحت حرام ہے
۲۳۸	ایک امام کا بھلہ دوسرے امام کے بھلے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں	۲۱۸	اگر کہیں ولد احرام امام کی وجہ سے جماعت میں ہی ہو تو اس کی امامت کر دے
"	خفی کی خاطر شافعی امام رنہ میں وغیرہ چھوڑے یا نہیں	۲۱۹	علم خبیث، فاجر وغیرہ کے منکر کی امامت کا حکم
"	حردہ بنلانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔	۲۲۰	غنی امام صدقہ فطر لے یا قرآن مجید غلط پڑھے یا فاسق ملین ہو اس کی امامت
۲۳۹	دہائیہ کی امامت ناجائز ہے۔	۲۲۱	مکر وہ ہے۔ مقتدیوں کے گناہ کے سبب ترک جماعت جائز نہیں امام ہونے کے شرائط۔
۲۴۰	جس کی آنکھ میں پھولی ہو وہ امام ہو سکتا ہے یا نہیں	۲۲۲	ڈونٹھی حرثانا، نماز قضا کرنا فاسق ہے۔
"	خدا کے تعالیٰ کو مجسم ماننے والے کی اقتدا حرام ہے۔	"	خوبصورت اردکی امامت خلاف اولیٰ ہے۔
۲۴۱	بلادہ شرعی امام کو معزول کرنا حرام ہے۔	۲۲۳	شرعی امام کے پیچھے براہ نفسانیت نماز پڑھنا گناہ ہے۔
۲۴۲	دیوث کی امامت مکروہ ہے۔	"	سودی دستا دین لکھانے والا فاسق ہے۔
۲۴۳	عورت کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ ہے۔ باپ پر نہیں۔	"	ملازمان کو رشتہ مثلاً تھانہ دار وغیرہ اور ملازمان چوگی کی امامت کا حکم
"	سودخوار اور سود دینے والے دونوں کی امامت مکروہ ہے۔	"	امام اور جامعہ کے مابین فاصلہ کی مقدار۔
"	سیلا و شریف کو بجماعت کئے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔	۲۲۴	حاق اور جس سے چارہ جھوٹ گئے ہوں اس کی امامت کا حکم۔
۲۴۴	نصاری کی تابعداری کرنے والے مسلمانوں میں تفاق ڈالنے والے	"	ولد الاراکے لڑکے کی امامت کا حکم۔
۲۴۵	چوری کرنے والے اور غیر مقلدین ان کی امامت کیسی ہے۔	"	بلا ضرر دینا بشرعیہ سودی قرض لینے والا فاسق ہے۔
۲۴۶	رنڈی زادہ کی امامت کیسی ہے۔	۲۲۵	میلا و شریف یا ختم تراکیج کی شیرینی تقسیم کرنے کو جو بجماعت گئے اس کی امامت کیسی ہے۔
"	کا زدنوں کی امامت کیسی ہے۔	"	رشتہ لینے والے۔ جو ملے مقدمہ کرنے والے فاسق ہیں۔
۲۴۷	دوبندی مدرسوں میں پڑھنے والوں کی امامت کا حکم۔	۲۲۶	چو اپنے جرائم سے توبہ کرے اس کی امامت جائز ہے اب اس پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔
۲۴۸	بد مذہبوں کی جماعت وغیرہ میں شریک ہونے کا حکم۔	"	اتہام اور بدگمانی ناجائز ہے۔
"	چوڑی پہنانے یا طابوت کا پیشہ کرنا ہو اس کی امامت کا حکم۔	۲۲۷	لنگڑے کی امامت کیسی ہے۔
۲۴۹	حرمین طیبین کے علما کو بدعتی کئے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔	۲۲۸	مخاز اگر ایک جہت سے فاسد ہو تو وہ فاسد ہی ہوگی اگرچہ دوسری جہتوں سے صحیح ہو۔
۲۵۰	جوسو میں بچنے یا دیوں امام افسی کو پڑھے بشرط کھیلنا فاسق ہے۔	"	فسق کی ایک صورت۔
"	بے ضرورت سوال حرام ہے۔ جنازہ کی نماز پڑھانا امام پر لازم نہیں۔	۲۲۹	خفی شافیوں کی جماعت میں شریک ہو یا نہیں۔
"	نماز پڑھنے کے لئے امام کے متعلق تحقیق کرنا ضروری نہیں۔ وہابی کے پیچھے نماز باطل ہے۔ عاق کی تعریف اور حکم۔	۲۳۰	جس لڑکے سے اس کے والدین نے نکد یا جو کہہ کر جنازہ پڑھنا۔
۲۵۱	مزامیر حرام ہیں ان کا سنا فسق۔	۲۳۱	امام کسی سے دینی کدورت رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔
"	دہائیہ کی بڑائی بیان کرنا فرض ہے یا نہی فاجر وغیرہ کی۔	۲۳۲	لوٹی فاسق ہے۔
۲۵۲	بلادہ شرعی مسلمانوں سے عداوت رکھنا فسق ہے۔	۲۳۳	معذور کی امامت کا حکم۔
۲۵۳	کسین فاسق کے علاوہ کوئی دوسرا نماز پڑھانے والا نہ ہو سکے پیچھے	۲۳۴	سجدہ پر وقت شدہ جائے نمازوں پر نماز پڑھنے کا حکم



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۳	جو شرط امامت کا جامع ہو اسے امام بنایا جائے اگرچہ اپنے کو نااہل کہے۔ گنہگار کھلی رہیں تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔	۲۵۳	نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ماہی گیری امامت کا حکم فاسق و فاجر کی تعریف اور حکم۔
۲۶۵	دہاویہ کے پیچھے نماز جائز نہیں خواہ نفلی نماز ہو۔ نماز چارہ میں عورت امام اور مرد مقتدی ہوں تو فرض ادا ہو جائے گا۔	۲۵۴	قیوم کو ستائش غیبت کرنا جھوٹی قسم کھانا فسق ہیں زانی اور شرابی کی امامت مکروہ ہے۔
۲۶۶	بخمی رمال اور خال ناموں کے پیچھے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں انقصید مبتدع و بد مذہب ہیں۔	۲۵۵	دارمعی ترشوائے والا فاسق ہے۔ غنازجہ جس کی قضا ہو گئی ہو وہ ظہر وغیرہ کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں بہرے کی امامت کیسی ہے
۲۶۷	دو کا مدار امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔	۲۵۶	گالی گلوچ کرنے والے کی امامت مکروہ ہے تصاب کی امامت کا حکم۔
۲۶۸	جو تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگنے کا پیشہ کرے اس کی امامت مکروہ ہے۔	۲۵۷	زانی تو بکرے تو اس کی امامت میں حرج نہیں اور اگر لوگ اس کی توبہ پر اعتقاد نہ کریں گندگار ہوں گے۔ شریعہ زبان عورت ہو تو شوہر پر اسے طلاق دینا واجب نہیں۔
۲۶۹	چودہ برس کا بڑکا اپنے کو بالغ ہونا ظاہر کرے اسے بالغ مانا جائے گا۔ بد مذہبوں کے ساتھ کھانا میل جول رکھنا فسق ہے۔	۲۵۸	دوٹ کی امامت مکروہ ہے۔ جو بیہوش حرام کا مرتکب ہو اس سے بیعت کرنا میلاد پڑھوانا ناجائز ہے۔
۲۷۰	بکن کن لوگوں کی امامت جائز ہے اور کن کی ناجائز۔ امام کا وسطی مسجد میں کھڑا ہونا سنت ہے۔	۲۵۹	ایونی اور روزہ چھوڑنے والے فاسق ہیں۔ خزامیر حرام ہیں۔
۲۷۱	غلط مسئلہ بتانے والے قابل امامت نہیں۔ دارمعی منڈانے والوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔	۲۶۰	عورت کے افعال قبیحہ سے شوہر راضی نہ ہو اور باز رکھنے کی کوشش بھی کرتا ہو اور عورت باز نہ آتی ہو تو شوہر بد مذہب کو فی الزام نہ اس کی امامت میں حرج۔
۲۷۲	امامت بدستور یعنی جائز ہے۔ قرآن خوانی کی اجرت حرام ہے۔ سارک جماعت کی امامت مکروہ ہے۔	۲۶۱	سینک بال رکھنا مرد کو حرام ہے۔ امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو امام آگے بڑھے یا مقتدی پیچھے ہٹے۔
۲۷۳	امام کے لئے معصی ہو اور مقتدی کے لئے نہ ہو تو نماز میں حرج نہیں غیر مقتدوں کے پیچھے نماز ایسی ہی ہے جیسے یودی کے پیچھے مقررہ امام کی اجازت کے بغیر دوسرا نماز نہیں پڑھا سکتا۔	۲۶۲	امرد کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ فسق کی ایک صورت۔
۲۷۴	مقتدی کے سر پر عمامہ ہو اور امام صرف ٹوپی پہنے ہو تو نماز میں حرج ہے یا نہیں۔	۲۶۳	شب سے چوری ثابت نہیں ہوتی۔ طلاق دے کر بی بی رکھ لے اور اس سے لڑکا پیدا ہو اس لڑکے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔
۲۷۵	دہابی کے پیچھے نماز ناجائز ہے اگرچہ استاد ہو بلکہ اسے استاد بنا لیا گیا ہو۔ زانی فاسق ہیں انھیں امام بنانا مکروہ تعلیم و توبہ کا مدار عورت ہے۔	۲۶۴	امام معزول کرنے کی ایک صورت۔ استاد کا تصور کرنے والے شاگرد کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔
۲۷۶	جسے صرف جمعہ کا امام بنایا گیا ہو وہ صرف جمعہ پڑھانے کا پابند ہے دوسری نمازوں کا نہیں۔	۲۶۵	بلادہ شرعی امام کو معزول کرنا جائز نہیں۔ بہرے کی امامت جائز ہے۔
۲۷۷	نماز کوئی خانگی معاملہ نہیں جسے چاہا امام بنالیا۔ تائینا کی امامت جائز ہے۔	۲۶۶	سفر میں امام کے عقائدہ یافتہ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ غیر مقتدین کے پیچھے نماز باطل ہے۔ جماعت میں غیر مقتدہ شریک ہو تو نماز ناقص ہوگی۔
۲۷۸	سنی دہابی علما کو یکساں جاننے والا کا فرض ہے۔ کثرت اختلاف یا کسی دوسرے اخص کے سبب بجائے غسل نیم کرے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔	۲۶۷	جو دار اس اہل سنت کے خلاف ہیں ان کے طلبہ کو امام بنانا حرام نہیں۔
۲۷۹	امامت کی اجرت دلائل یا صراحت طے ہو گئی ہو تو اجرت لینا امامت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲۲	ایسی جماعت جو کراہت قریہ پیش ہو اس میں شریک ناجائز ہے یا نہیں	۲۷۸	ناز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔
۳۲۳	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو مقتدی کو پیچھے لائے	"	امامت کی تنخواہ یعنی جائز ہے مگر بجا بہتر۔
	خواہ نیت باندھنے کے بعد یا پہلے۔	"	سلام کے بعد امام دعا میں تاخیر کرے تو مقتدی بر ضروری نہیں کہ بیٹھا رہے ضرورت ہو تو چلا جائے سلام کے بعد امام کی دلائل ختم ہو جاتی ہے۔
	رسالہ القلاذۃ المروصۃ فی شخراۃ الجوبۃ الاربعہ (از ۳۲۴ تا ۳۳۹ مولوی اشرف علی کے چار فتوؤں کا رد)	۲۷۹	ضرر واجب سنت ہو کہ مستحب مباح کے احکام۔
	رسالہ القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ (از ۳۳۹ تا ۳۴۴ جماعت ثانیہ کے ثبوت میں)	"	سورت سوچنے میں اتنی دیر ہو جائے کہ تین بار سخن اللہ کہ لیا جائے تو سجدہ سہو واجب ہے۔
۳۲۴	جماعت ہو رہی ہو تو الگ ناز پڑھنا گناہ ہے۔	۲۸۰	صرف پانچ سو پہن کر ناز پڑھنے سے ناز مکروہ ہوتی ہے۔
۳۲۵	امام کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں		رسالہ الذمی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی الثقلید (از ۲۷۸ تا ۳۱۳ غیر مقلدین کے پیچھے ناز ناجائز ہونیکے بیان میں)
۳۲۶	جماعت کا تارک کون؟		<b>باب الجماعت</b>
"	حلال خود جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور جہاں جگہ ملے کھڑا ہو سکتا ہے اسے جماعت سے روکنا گناہ ہے۔		(از ۳۱۳ تا ۳۱۷)
۳۲۸	جو بلا غرض شری جماعت میں شریک نہ ہو سکتا گناہ ہے		امام کے لئے وسط مسجد میں کھڑا ہونا سنت متواتر ہے۔ محراب حقیقی
	(یہ جواب امام دہلوی کا ہے)	۳۱۳	محراب صوری مسجد پشتوی مسجد صغیری کا بیان
۳۲۹	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو بہتر تو مقتدی پیچھے ہے	۳۱۴	امام کو درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔
۳۳۰	امام کا اصلی صفت سے طار ہے یا الگ اور الگ رہے تو کتنا؟	"	مشغول اور مصروف طلبہ کو احیاناً بشرط ترک جماعت کی اجازت ہے۔
"	جماعت ہونے سے پہلے کچھ لوگ ناز پڑھ لیں تو ان کا کیا حکم ہے۔	"	مسجد کی تنگی کی وجہ سے صف اول کے مقتدی امام سے متصل ہوں تو کراہت ہے یا نہیں۔
۳۳۱	جماعت جتنی کثیر ہو ثواب زیادہ ہوگا۔	۳۱۵	صف میں فرج ممنوع ہے اس کے متعلق احادیث
۳۳۲	جماعت ثانیہ سے متعلق سوال	۳۱۸	آٹھ ڈبرس کا لڑکا مردوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے جبکہ اکیلے ہو اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے کا کھڑا ہونا گناہ ہے۔
۳۳۳	وقت ضرورت محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں	۳۱۹	کسی وجہ سے ناز کا اعادہ کیا جائے تو نیا آدمی شریک ہو سکتا ہے یا نہیں۔
۳۳۵	غیر مقلدین صف میں ہوں تو قطع صفت ہوگا		سبوت اپنی فوت شدہ ناز جہر سے پڑھے یا آہستہ نفساً علی کے ادا کرنے کا ایک اختراعی طریقہ کار۔ شہد میں سلام سے پہلے شریک ہو جانے سے جمعہ مل جاتا ہے۔
۳۳۶	امام آمین بالجہر اور رخ یمن کرے تو خفی اس کی اقتدار میں ناز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	"	مقتدی نے التحیات پوری نہیں کی تھی کہ امام کھڑا ہو گیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات ضرور پوری کرے۔
"	جماعت ثانیہ سے متعلق سوال	"	ایک شخص تنہا فرض پڑھ رہا ہے اور دوسرا آئے تو اس کے ساتھ اسے ملنا ضروری ہے یا نہیں۔
۳۳۷	حدیث اذا جمعت الصلوۃ فوجدت الناس فضل معہم	۳۲۰	کوئی بد مذہب ایک مصلے پر ناز پڑھ رہا ہو تو دوسرا اسی مصلے پر فوراً ناز شروع کر سکتا ہے۔
	کے متعلق ایک علمی سوال		جماعت ثانیہ جائز ہے۔
۳۳۸	محل اختلاف علما میں خلافت کی مراعات بلا جماع مستحب ہے جبکہ مکروہ کا ارتکاب نہ ہو۔		
	حدیث دان کنت قد صلیت ادایہ کریم من تطوع خیرا۔		
	فہو خیر لہ کی بحث۔		
۳۴۰	غیر کی جماعت ہو رہی ہے اور کوئی آئے تو سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو یا بغیر پڑھے۔		
"	جماعت کے اکثر لوگوں کو کوئی ضرورت ہو تو سب وقت سے پہلے جماعت کی جاسکتی ہے۔		



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸۰	جماعت ثانیہ کے متعلق سوال ایک مسئلے پر چند آدمی فرداً فرداً فرض پڑھیں تو فرض ادا ہوگا یا نہیں۔ عورتوں کا امام مرد پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور عورتیں نعت دے سکتی ہیں یا نہیں۔	۳۸۱	جماعت ثانیہ کے متعلق سوال متون شروع کرنا دس سے حوالے دیے جاسکتے ہیں
۳۸۱	جماعت ثانیہ کے متعلق سوال امام کے لیے مصلے ہونا اور مقتدیوں کے لیے نہ ہونا اگر اس لیے ہے کہ دونوں میں امتیاز ہے تو برا ہے اور اگر امام کے اکرام کے لیے ایسا ہے تو ٹھیک ہے	۳۸۲	جماعت ثانیہ کے متعلق سوال امام کے لیے مصلے ہونا اور مقتدیوں کے لیے نہ ہونا اگر اس لیے ہے کہ دونوں میں امتیاز ہے تو برا ہے اور اگر امام کے اکرام کے لیے ایسا ہے تو ٹھیک ہے
۳۸۲	ایک ایسی صورت کا بیان جس میں کسی شخص پر کسی جماعت کا دار و مدار ہو صف کے سلسلہ میں باتوں کا حکم دیا گیا جس کو لوگوں نے آج کل چھوڑ رکھا ہے	۳۸۳	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
۳۸۴	مکملہ کے چار مصلوں کو ناجائز بتانے والے کا حکم۔ امام پر مقتدی حکم نہیں کر سکتا۔	۳۸۵	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
۳۹۰	کھانا تیار ہوا اور جماعت بھی تیار تو پہلے کیا کرے جماعت کا وقت ہو گیا ہے ابھی کچھ لوگوں نے وضو نہیں کیا ہے تو انکے انتظار میں جماعت میں تاخیر کی جاسکتی ہے یا نہیں	۳۸۶	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
۳۹۱	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو اسے پیچھے چھیننا چاہئے یا نہیں مسجد کا نچلا حصہ مردوں کے لیے اور چھت عورتوں کے لیے مخصوص کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔	۳۸۷	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
۳۹۲	فصل المسبوق جس کو سب کی تعمیری رکعت ملی ہو وہ جب چھوٹی ہوئی نماز پڑھے تو دوسری رکعت میں قعدہ کرے بھی صحیح ہے۔ جو رکوع میں شامل ہو وہ نیت کے بعد بغیر رکعت باندھے جماعت میں شریک ہو جائے۔	۳۸۸	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
۳۹۳	سبوق چھوٹی ہوئی نماز کس ترتیب سے پڑھے سبوق جماعت میں شامل ہو جائے اگرچہ امام سجدہ ہو میں ہوا اقتدار است ہوگی۔	۳۸۹	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
۳۹۴	امام التیحات میں جو اس وقت سنتیں پڑھنا اور جماعت میں شریک نہ ہونا کیسا ہے۔ امام کے قعدہ اخیرہ میں سبوق قشہ کی تکرار کرے اور اگر اسلام علیک سے تکرار کرے تو کوئی ممانعت نہیں۔	۳۹۰	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
۳۹۵	سبوق سجدہ ہو میں امام کی تلبیہ کرے گا سلام میں نہیں درج ناؤ فاسد ہوگی۔ امام مسافر ہو اور مقتدی یقیم اور مقتدی ایک یا دونوں رکوع نہ پائے تو امام کے سلام کے بعد مقتدی کس طرح نماز پوری کرے۔	۳۹۱	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
		۳۹۲	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
		۳۹۳	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
		۳۹۴	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
		۳۹۵	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
		۳۹۶	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
		۳۹۷	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
		۳۹۸	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
		۳۹۹	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔
		۴۰۰	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۶	تین گروہ ادائیگی ہو تو کیا حکم ہے۔ سجدہ جلتے ہوئے پانچوں کو کھٹنے سے ادھر چڑھا لینا یا کہنیاں کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے نماز میں ٹوپی گرجائے تو ادھا لینا افضل ہے۔ کسی کے واسطے امام نے قرأت یا رکوع دراز کی تو کیا حکم ہے۔ دھوبی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو اغنیس ہیں کرنا جائز نہیں۔ جوڑا باندھ کر عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔ چادر سر سے اڑھ کر نماز پڑھنی چاہئے صرف کندھے سے جو تو نماز مکروہ ہوگی۔ نماز میں سر سے ڈھلک کر کندھے پر آجائے تو اشارہ سے سر پر رکھ لینا چاہئے۔ سر پر رومال یا بلا ٹوپی کے دھال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔ جبکہ دخول ہو نہ سنی نکلے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کر سکتا ہے۔ پتلون پہننا مکروہ اور نماز بھی مکروہ ہوگی یونہی نکلے بند رومال پڑھی وغیرہ جس سے پیشانی چھپی ہو نماز مکروہ ہوگی۔ درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ جراب یا موزہ میں نماز جائز ہے مزار کے روضہ کا دروازہ بند ہو تو اسکے سامنے نماز پڑھنے میں حرج نہیں۔ فرض واجب، سنت، مکروہ وغیرہ کے احکام۔ پاس میں تہا کو جو تو نماز ہو جائے گی اور اگر اس میں بدبو ہو تو مکروہ ہوگی۔ چادر وغیرہ کی گھوکی بنا کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی۔ ریشمی کپڑے مردوں کے لئے حرام ہیں اور ان میں نماز مکروہ اور اگر امام ہو تو سب کی مکروہ۔ انگریزی وضع کے کپڑے حرام اور ان میں نماز مکروہ۔ کتنی تھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ساری یا دھونی پیچھے سے بندھی ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ جہاں ان کا پہننے کا رواج نہ ہو وہاں ان کا پہننا بھی مکروہ۔ گتے سے نیچے تہ بند رکھنا مکروہ ہے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنا تکبیر جائز ہے۔ جوتیاں سامنے رکھ کر نماز پڑھنا منع ہے۔ جوئے کہاں رکھے جائیں۔ دردی میں نماز مکروہ ہے یونہی دھونی میں۔ چشمہ لگا کر نماز پڑھنا دے تو کیا حکم ہے۔ در کے متعلق مفصل بیان۔ رسالہ تمییزان الصواب فی قیام الاماہ فی المحراب (از مشہور علماء محراب کے معانی اور اس میں کھڑے ہونے کی تحقیق) ردائے مختل میں نماز صحیح ہے۔ قرآن مجید قصہ اُظہار تہیب پڑھنا صحیح گناہ ہے لیکن ظنن تہیب نہ سجدہ سہو واجب ہو گا نہ نماز کا اعادہ۔	۳۱۷	سبق اپنی فوت شدہ نماز میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے گا مگر نماز امام کا مقتدی اپنی فوت شدہ نماز میں ساکت رہے گا سبق جس کی زمین رکعتیں چھوٹ گئی ہوں صرف ایک رکعت ملی ہو وہ کس طرح نماز پوری کرے۔ اقتدائے عقیقہ بالاسافر پر ایک شبہ کا ازالہ فصل الاستخلاف امام کا وضو جانا ہے تو کیا کرے امام نے ایک امی کو خلیفہ کیا اور اس نے دوسرے کو نماز درست ہوئی یا نہیں۔ امام جو سورت پڑھ رہا تھا خلیفہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھی نماز ہوگی یا نہیں۔ امام وضو کرنے کے بعد خلیفہ کی اقتدا میں نماز پڑھے خلیفہ کو ہٹا کر خود امام نہیں ہو سکتا۔ باب مفسدات الصلۃ (از ص ۳۱۷ تا ۳۱۸) نمازی کو کوئی پچھلا سے ہو کر سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز میں خلل نہیں آتا اگر نہ والہ گنہگار ہو تا ہے۔ نمازی کے آگے سے کتنے فاصلہ تک گزرتا منع ہے قدہ اولیٰ میں عادت سے زیادہ امام دیر لگا دے اور مقتدی اس خیال سے کہ امام کو سہو ہو گیا ہے تکبیر کے مقتدی کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں تہا فرض پڑھنے والے اگر اتنا انقلاب بند آواز سے اس سے کہتا ہے کہ دوسرے لوگ اس کے ساتھ شامل ہو جائیں یا کسی نمازی کے پاس کوئی اس خیال سے کھڑا ہو جائے کہ تکبیر بانگ کرے تو وہ شریک ہو اور نمازی نے اطلاع کے لیے جہر سے تکبیر کی تو ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ امام کے رکوع یا سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی رکوع سجدہ کرے تو اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ آیہ یا یھا الذین آمنوا صلوا علیہ امام نے پڑھی اور مقتدی کے موخر سے عادۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل گیا تو عارفانہ میں ہوگی اسی غلطی جس سے معنی فاسد ہوں اس پر لقمہ دینا فرض کفایہ ہے۔ لقمہ دینے کے کچھ اصولی۔ لقمہ دینا جائز ہے خواہ کوئی نماز ہو۔ باب مکروہات الصلۃ (از ص ۳۱۸ تا ۳۲۲) ستون کے درمیان الم کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ امام کی جگہ مقتدیوں سے



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵۳	گئے میں جوتے مانع نہ ہوں۔ رمضان شریف میں دتر باجماعت مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا گھر میں پڑھنا اس میں عل کا اختلاف ہے۔	۴۳۸	دلانی چادر وغیرہ خلاف معتاد از ڈھ یا پن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔
۴۵۳	عشا جماعت سے پڑھی ہو تو دتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	۴۳۹	بغیر ٹوپی کے گلو بند سر پہ باندھ کر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے۔
۴۵۴	تہجد سنت مستحب ہے اور تمام سبب نمازوں سے افضل۔	۴۴۰	مسجد کے اندر اور اس کے صحن دونوں میں جماعت کرنی جائز ہے۔
۴۵۵	تراویح و تحیمہ المسجد کے علاوہ تمام نوافل خواہ راتہ ہوں یا غیر راتہ گھر میں پڑھنا افضل ہے۔	۴۴۱	جوتے پن کر نماز پڑھنے کی تحقیق (یہ جواب پروردستاب نہ ہو سکا)
۴۵۹	نفل کی جماعت تجمعی کے ساتھ مکروہ ہے کسوت وغیرہ کا بھی یہ حکم ہے۔ رمضان شریف کے اخیر حصہ میں نضائے عمری کے لئے جو طریقہ اختراع کیا گیا ہے وہ غلط اور بکثرت تشدید ہے۔ ایام عاشورہ میں نماز پڑھنا ہر ترین عبادت ہے۔	۴۴۲	حقہ، بیڑی وغیرہ کی بدبو کو گھن میں ہو تو نماز مکروہ ہوگی ایسی حالت میں مسجد میں جانا بھی حرام۔
۴۶۰	دتر کی نیت کس طرح کی جائے۔	۴۴۳	نماز میں کھلی معلوم ہو تو ضبط کرے ورنہ ایک یا دو بار کھلائے اس سے زیادہ نہیں۔
۴۶۱	طویل قیام کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں دوم ہونا حدیثوں سے ثابت ہے۔	۴۴۴	تہجد کے نیچے انگوت ہو یا نماز میں ڈاٹ ہو یا جیب میں روپیہ پیسہ ہو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ گرمی میں چٹکا ہو تو نماز صحیح ہے
۴۶۱	عشا کی آخری نفل تہجد کر پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔	۴۴۵	مشروانی، انگریز وغیرہ کے بدن گھنڈی نہ لگے ہوں تو نماز ہوئی ہے یا نہیں اس کا مفصل بیان۔
۴۶۱	تہجد پڑھنے والا تراویح کے بعد دتر پڑھ سکتا ہے۔ تراویح کی کچھ رکعتیں جماعت سے چھوٹ گئی ہوں تو ان کو وتر سے پہلے یا بعد پڑھ لے۔	۴۴۶	جہاں تصویریں ہوں وہاں نماز پڑھنے کا حکم۔ کس تصویر سے کراہت پیدا ہوتی ہے۔
۴۶۱	جمہ سے پہلے کی سنتیں چھوٹ جائیں تو جمہ کے بعد وقت کے اندر پڑھے اور ادا میں شمار ہوں گی نضا میں نہیں۔	۴۴۷	سنگے سے نیچے ازار ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔
۴۶۲	فجر کی فرض پڑھ لے اور سنتیں رہ جائیں تو سورج بلند ہونے کے بعد پڑھے اس سے پہلے نہیں۔	۴۴۸	سنگے سر نماز پڑھنے کا حکم۔
۴۶۲	فجر کی جماعت پوری ہی ہے اور سنت پڑھنے کا موقع نہ ہو تو جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے۔	۴۴۹	آیا کریم محمد رسول اللہ والذین معہ کوشن کر مقتدی نے قصہ آیا سہو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا تو نماز کا کیا حکم ہے۔
۴۶۳	نفل اور سنتیں جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ رمضان شریف کے علاوہ دتر کی جماعت اجماعاً ہو جائے تو حرج نہیں۔	۴۵۰	جوتے پن کر مسجد میں جانا خلاف ادب ہے۔ ادب کی بنا عرف پر ہے۔
۴۶۳	تراویح، کسوت اور استسقا کے علاوہ تمام نوافل جماعت سے جائز ہیں جبکہ تجمعی کے ساتھ نہ ہو ورنہ مکروہ۔ تجمعی کے معنی۔	۴۵۱	کسی نے پہلی رکعت میں لم یکن الذین کفروا اور دوسری میں ملکہم پڑھی تو اس سے دو کراہتیں پیدا ہوں گی۔
۴۶۹	صلوۃ التنبیج پڑھنے کی ترکیب اور وقت۔	۴۵۱	مسجد کے چوہ میں نماز جائز ہے۔ جو بلا عذر شرعی مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو وہ فاسق اور مردود الشہادۃ ہے۔
۴۷۰	تراویح یا نوافل ایک نیت سے چار رکعت اقدہ اولیٰ میں درود شریف دعا وغیرہ اور تیسری میں شتا پڑھنا جائز ہے۔	۴۵۲	مسروقہ کپڑوں میں نماز مکروہ ہوگی۔
۴۷۰	بلوغ کی نماز تا بلوغ کے نیچے جائز نہیں خواہ نفل ہی ہو۔	۴۵۳	امام عامہ باندھے اور مقتدی بلا عامہ کے ہوں تو نماز میں کوئی بخوابی نہیں۔
۴۷۰	نماز صغی اور نماز چاشت ایک ہی ہے۔ شرعی منوں میں جہ بھی نہیں۔	۴۵۳	نماز جنازہ پڑھانے میں جو جائے لازمی ہے اس کو کو تا وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اس میں نماز مکروہ۔
۴۷۰	تہجد کم از کم دو رکعت ہے۔ کچھ سونے کے بعد تہجد پڑھنا چاہئے صلاۃ التنبیج وتر اور سنت فجر میں کون کون سورتیں پڑھی جائیں۔		

## باب الوتر والنوافل

(از ۴۵۲ تا ۴۵۵)

جو فرض پڑھ چکا ہے اور اسکی فرض کی جماعت قائم ہوئی تو وہ نیت  
نفل شریک ہو جائے۔  
نئے کپڑے یا نئے جوتے میں نفل جائز ہے جبکہ انگلیوں کے پیت زمین سے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۸۷	بے اصل ہے بلکہ محدثات عوام سے ہے۔	۴۸۷	سنتیں پڑھنے کے بعد اور فرض پڑھنے سے پہلے باتیں کرنے سے سنتوں کا ثواب تو کم ہو جاتا ہے مگر باطل نہیں ہوئیں نہ فرض میں نقصان آتا ہے
۴۸۸	جو شخص یہ کہے کہ تراویح میں قرآن شریف سننے سے بہتر ذکر ولادت مشرف سننا ہے ایسے کا کیا حکم ہے۔	۴۸۸	ہاں سنتوں کا اعادہ بہتر ہے۔
۴۸۸	دترکی جماعت چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے۔	۴۸۸	مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلا جانا منع ہے۔
۴۸۸	دترکی تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورت ملائی جاسکتی ہے سورہ اخلاص ہی کا ملانا ضروری نہیں۔	۴۸۸	تراویح کی دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا جائز ہے مگر مکروہ۔
۴۸۸	دعائے قنوت میں سوہوئے سے سجدہ سہوگ ہوتا ہے۔	۴۸۸	صبح یہ ہے کہ بالغوں کی نماز نا بالغوں کے پیچھے صحیح نہیں۔
۴۸۸	دترکی مسنون اپنی قوت شدہ نماز میں دتر پڑھے یا نہیں۔	۴۸۸	تراویح سنت مؤکدہ ہے اس کو سنت عمری کہہ کر بعت کنا جواز ہے
۴۸۸	دعائے قنوت یاد نہ ہوا اور سورہ اخلاص تین بار پڑھ لیا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔	۴۸۸	تراویح میں ایک بار پورا قرآن مجید پڑھنا سنت مؤکدہ ہے ختم قرآن کے بعد بھی تراویح پڑھتے رہنا سنت مؤکدہ ہے۔
۴۸۸	رسالہ اجتناب العمال عن فتاوی الجہال (از ۱۳۸۹ تا ۱۳۹۵ قنوت نازل کے بیان میں)	۴۸۸	صرف سورہ فاتحہ اور اخلاص سے تراویح پڑھنا بھی جائز ہے مگر سورہ فیل سے پڑھنا بہتر ہے جیسا کہ عام طور پر رائج ہے۔
۵۰۷	فجر کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد دعائے قنوت یاد دوسری دعائیں یا تھراٹھا کر بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں	۴۸۸	تراویح میں ختم قرآن میں ایک بار جہر سے بسم اللہ پڑھنا چاہئے۔
۵۰۸	کے علاوہ فجر میں دعائے قنوت پڑھنا مکروہ ہے۔	۴۸۸	الم ترکیب سے تراویح جائز ہے ہر ترویج کے بعد دعائے تھراٹھا بھی جائز۔ ایک حافظ ایک مسجد میں بارہ رکعت اور دوسری میں آٹھ رکعت پڑھاوے ایسا جائز ہے یا نہیں۔ بلا عذر شرعی تراویح کی جماعت چھوڑنا منع ہے۔
۵۰۸	نازلہ مثلاً طاعون و وبا وغیرہ میں دعائے قنوت پڑھنا جائز ہے۔	۴۸۸	ایک شخص ایک جگہ میں رکعت پڑھاوے اور دوسری جگہ بھی
۵۰۹	زمانہ نازلہ میں فجر میں دعائے قنوت پڑھی جائے بانی نمازوں میں نہیں۔	۴۸۸	میں رکعت پڑھاوے ایسا جائز ہے یا نہیں۔
۵۰۹	قنوت نازلہ کے متعلق چند سوال۔	۴۸۸	شبینہ کا حکم۔
۵۱۳	مسنون و ترکس طرح پوری کرے۔	۴۸۸	عشا کی نماز نہ پڑھنے والا و ترکی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔
۵۱۳	تراویح ہمد ہی ہے اور کچھ لوگ آئے جنہوں نے عشا نہیں پڑھی ہے یہ لوگ عشا کی جماعت کر سکتے ہیں اس حکم پر ایک شبینہ اور اس کا ازالہ۔	۴۸۸	ایک مسجد میں دو حافظ دس دس رکعتیں تراویح پڑھاویں اور پہلے نے جو پارے پڑھے ہیں وہی دوسرا بھی پڑھے ایسا جائز ہے یا نہیں۔
۵۱۶	جس نے عشا تنہا یا جماعت سے پڑھی ہو مگر تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے عشا نہ پڑھی ہو وہ تراویح کے امام کی اقتدار رکھتا ہے یا نہیں۔ و ترکی جماعت، جماعت فرض کی تابع ہے یا نہیں اس کا مفصل بیان۔	۴۸۸	عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا تراویح کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے لیکن و ترکی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔
۵۲۰	تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھا بھول گیا اور تیسری میں بیٹھا اور سجدہ سہو کیا نماز ہوئی یا نہیں ان رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا ان کا اعادہ ہے یا نہیں۔	۴۸۸	ختم قرآن کے دن بیسویں رکعت میں الم تا مفلحون اور چند دوسری آیتیں مثلاً ما کان محمد و غیرہ پڑھ کر تراویح ختم کرنے میں حج نہیں تراویح بلا عذر شرعی چھوڑنے والا فاسق ہے جبکہ اس کا عادی ہو۔
۵۲۰	تراویح کی جماعت ہو رہی ہے وہاں عشا کی جماعت کی جاسکتی ہے۔	۴۸۸	ختم قرآن پر اجماع کی ایک صورت۔ شبینہ مکروہ ہے۔
۵۲۰	رسالہ انہار الانوار میں صلاۃ الاسرار (از ۱۳۵۲ تا ۱۳۵۹ نماز غزیر کے ثبوت میں)	۴۸۸	تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعائے تھنے کا حکم۔
۵۲۰	رسالہ ازہار الانوار میں صلاۃ الاسرار (از ۱۳۵۲ تا ۱۳۵۹ نماز غزیر کے ثبوت میں)	۴۸۸	تراویح کے متعلق ایک شبہ کا ازالہ۔
۵۲۰	۵۵۵ نماز غزیر کے کات اور طریقہ	۴۸۸	تراویح میں ہر سورہ پر جہر سے بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم۔
		۴۸۸	سورہ تراویح پڑھنے کا ایک طریقہ۔
		۴۸۸	شبینہ کے متعلق ایک سوال
		۴۸۸	سورہ توبہ یا عوذ باللہ من النار ومن شر الکفار الخ پڑھنا



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۹۰	سود کی مخلوط آمدنی سے مسجد کے فرش کتواں وغیرہ بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا۔	۵۸۵	رسالہ وصاف الرحیم فی بسملۃ التواویج (از ۱۵۵۵ء تا ۱۵۵۷ء) ختم تراویح میں بسم اللہ ایک بار پڑھنا چاہیے
۵۹۱	مسجدوں میں پاک چیزیں لگائی جائیں مٹی ہوں یا پانی۔	۵۸۶	باب احکام المسجد (از ۱۵۵۷ء تا ۱۵۶۱ء)
۵۹۲	مسجدوں کی آواز جائز ہے۔	۵۸۷	بلا ضرورت مسجد کی بھٹ بر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔
۵۹۳	کسی نے مسجد پر غلطاً قبضہ کر لیا اور حصول یابی کی کوئی صورت نہ ہو اور وہ دوسری جگہ مساویہ میں دینے کے تیار ہو تو وہ جگہ لیکر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔	۵۸۸	رسالہ التبصیر المہجد بان صحن المسجد صحن (از ۱۵۶۱ء تا ۱۵۸۱ء) صحن مسجد کے مسجد ہونے کے بیان میں)
۵۹۴	مسجد میں متکلف کو سونا جائز ہے اور غیر متکلف کے بارے میں علماء اختلاف ہے صنف کی تحقیق۔	۵۸۹	نمازیوں کو تکلیف دینے والے، بد مذہب اور جن کے بدن سے بدبو نکلتی ہو مسجد آنے سے انھیں روکا جائے۔
۵۹۵	مسجدوں کو چرواہا بنانا جائز نہیں۔	۵۹۰	مسجد کا صحن مسجد ہی ہوتا ہے اس میں نذر اذان دی جاسکتی ہے نہ جنازہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔
۵۹۶	صحیح یہ ہے کہ متکلف کے سوا دوسروں کو کھانا پینا مسجد میں جائز ہے۔	۵۹۱	مسجد کی بغیر خارج از مسجد ہوتی ہے۔
۵۹۷	مسجد کا صحن میں گالی گلوچ وغیرہ لنویات جائز نہیں ایسے کو بھروسہ نہ لانا چاہیے۔	۵۹۲	بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد آنے سے روکا نہیں جاسکتا۔
۵۹۸	مسجد کا حجرہ اور فنا مسجد کے حکم میں ہیں۔ مسجد کے حجرہ میں تہذیب لکھ کر اجرت پر دینا جائز نہیں۔	۵۹۳	ختم نبوت کا انکار کفر ہے۔ غیر مقلدین زمانہ پر حکم کفر ہے۔
۵۹۹	متکلف مسجد میں احتیاط سے کھائے پئے۔ مسجد میں اوگلا لان رکھنا یا سمنہ سے ٹیک لگانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔ بہت احکام سائلین ٹیٹ کے فرق سے بدل جاتے ہیں۔	۵۹۴	مسجدوں پر کسی کا کوئی حق نہیں ہو پختہ کسی کو نماز پڑھنے سے روکا جاسکتا۔
۵۹۰	مسجدوں میں درود، وظائف، تلاوت وغیرہ چہرے کرنا جس سے نمازیوں یا سمنے والوں کو تکلیف ہو منع ہے۔	۵۹۵	سینوں کی مسجدوں پر روافض کا کوئی حق نہیں۔
۵۹۱	سافر مسجد میں ٹھہر سکتا ہے جبکہ مسجد کے اسباب کو اس سے ہندو نہیں ہو۔	۵۹۶	مسجد ضرار کی تعریف۔
۵۹۲	مسجدوں میں مٹی کا تیل جلانا جائز نہیں اور اگر بدبو زائل کر دی جائے تو اس کا جلانا جائز ہے۔	۵۹۷	ایک مسجد ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنائی جائے تو یہ مسجد ضرار ہوگی یا نہیں۔ ضرورت ہو تو ایک مسجد کو دو کیا جاسکتا ہے۔ اگر باہمی رنجش کی بنا پر دوسری مسجد بنائی جائے تو یہ مسجد ضرار نہیں۔
۵۹۳	نماز کے اوقات میں مسجدوں کے دروازے بند رکھنا منہب ہے۔ بلا ضرورت مسجد میں چراغ جلانا منع ہے۔	۵۹۸	صغیر و کبیر مسجدوں میں فرق۔
۵۹۴	مسجد کے سامان میں گیلے وغیرہ لگانا جائز ہے جبکہ نمازیوں کی نگاہ کے سامنے نہ ہوں۔	۵۹۹	مسجد سے متصل کوئی مکان مسجد سے بلند ہو تو حرج نہیں اور یہ خیال کہ جس مسجد سے متصل کوئی بلند مکان ہو اس میں نماز نہیں ہوتی محض غلط ہے۔
۵۹۵	مسجد کی دیواروں پر طے وغیرہ لگانا جائز ہے جبکہ بلند کیا پر ہوں۔	۶۰۰	مسجد ضرار کی ایک صورت۔
۵۹۶	مسجدوں میں نقش و نگار کرنے کا حکم۔	۶۰۱	ضرورت پر متعدد مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں۔
۵۹۷	کسی پر مٹی کر مسجد میں وعظ لگانا جائز ہے جبکہ نمازیوں کو کوئی خلل نہ ہو۔	۶۰۲	مسجد مہدم کر کے دوکان وغیرہ بنا لینا حرام ہے نئی مسجد بنانے میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ پرانی مسجد ویران نہ ہو جائے ورنہ گناہ ہوگا۔
۵۹۸	قوی و فنی حدیثوں میں تعارض ہو تو قوی پر عمل ہوگا۔	۶۰۳	حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک روایت کی تردید ہر شہر میں ایک جامع مسجد بنانا واجب ہے اور محلوں میں بھی مسجدیں بنانے کا حکم ہے۔ بلند مسجدیں بنائی جائز ہے۔
۵۹۹	مسجدوں میں جوئے کہاں رکھے جائیں		
۶۰۰	بلا ضرورت سامنے جوتے نہ رکھے جائیں		
۶۰۱	مسجد کے کتوں سے لوگوں کو پانی بھرنے سے منع نہیں کیا جاسکتا		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۱۹	طہر آفتاب سے پہلے پڑھنا منع ہے۔ صاحب حریب خطبہ کے وقت بھی قضا پڑھنے سے روکنا اس کا حجت نہیں ہوگا اور جو صاحب حریب نہ پڑھ وہ مان خطبہ میں قضا نہیں پڑھ سکتا۔	۶۰۲	اللہ مسجد کی رسی اور دول سے غیر نماز کے لیے پانی پھرنا منع ہے۔ طہر میں ادھام کو دخل نہیں۔ بے ضرورت مسجد میں درخت لگانا منع ہے۔ مسجد کے درخت کے پھل پھول بلا قیمت لینا جائز نہیں۔ مسجدوں میں دنیا کی باتیں یا شور و شب حرام ہے ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہیے۔
۶۱۸	سنت فجر بلا عذر پیچ کر صحیح نہیں ہوگی اور سنت فجر قضا ہو جائے تو اس کے پڑھنے کا وقت۔	۶۰۳	مسجد تہمید ہو گئی اور اس کے متعلق دو کام ہیں ہوں تو ان کے کرایہ سے مسجد تعمیر کی جائے کرایہ کی آمدنی کو دوسری مسجد یا امام پر خرچ کرنا حرام ہے۔
۶۱۷	عشاء سے پہلے والی سنت فجر پڑھنے کو اس کی قضا نہیں ہاں عشاء کے بعد دو رکعت سنت کے بعد اسے پڑھنے کو کوئی مانعت نہیں۔	۶۰۴	قبروں کو ہزار کر کے مسجد میں شامل کر لینا حرام ہے۔
۶۱۶	سنت فجر اور فجر پڑھنے کو طلوع شمس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے۔	۶۰۵	مسجدوں میں درخت قائم کرنے کے شرائط۔
۶۱۵	حجت کی سنت چھوٹ گئی ہے تو جمعہ کے بعد اس کو بہ میت لٹا دینا سنت فجر قضا ہو جائے تو طلوع شمس کے بعد زوال سے پہلے تک پڑھنے کو زوال کے بعد اس کی قضا نہیں۔	۶۰۶	مسجدوں میں کندہ چھڑ لگانے کا حکم۔
۶۱۴	میت کی جانب سے قضا عری ادا کر نیکی ایک صورت۔	۶۰۷	مسجدوں پر جھنڈے لہرانے کا حکم۔
۶۱۳	قضا عری کا ایک غلط طریقہ۔	۶۰۸	مسجدوں میں سیلا و شریف یا وعظ کتنا کیسا ہے
۶۱۲	قضا عری کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کی نیت	۶۰۹	مسجدوں میں علما اور مشائخ کے لیے قیام کیا جاسکتا ہے
۶۱۱	جس کے ذمہ قضا نمازیں ہوں وہ غفلوں کی جگہ بھی قضا نمازیں پڑھے	۶۱۰	قبر پر پاٹ کر مسجد بنانا کیسا ہے
۶۱۰	قضا نمازوں کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں اور ہو سکتی ہے تو کہاں مسجد یا مکان میں۔	۶۱۱	مسجد کی تعمیر کے لیے زمین کیسی ہوں
۶۰۹	قضا عری ادا کرنے کا طریقہ۔	۶۱۲	مسجد میں جمعہ کے لیے دریاں دی گئیں اور وہاں جمعہ پڑھنا بیگناہ تو ان دریاؤں کو دوسری مسجد میں دینا جائز نہیں۔
۶۰۸	نماز روزہ حج وغیرہ کے چھوڑنے سے آدمی کا فر نہیں ہوتا البتہ اگر قضا اس پر فرض ہے۔ جب تک کھڑے ہو چکی طاقت ہو بیٹھ کر نماز نہیں ہوگی۔		<b>باب ادراک الفریضة</b> (از منہ ۱ تا ۶۱۳)
۶۰۷	فجر کی نماز قضا ہو جائے وہ جمعہ اور عید کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	۶۱۰	کوئی نفل یا سنت پڑھ رہا ہے اور جماعت قائم ہوئی تو پوری کر کے جماعت میں شریک ہو یا چھوڑے؟
۶۰۶	نیت کے ذمہ نماز روزہ کا کفارہ ہو اور کفارہ میں قرآن شریف کا ہر یہ سکین کو دیا جائے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں۔	۶۱۱	امام قعدہ اخیرہ میں ہو تو فجر کی سنتیں پڑھ کر شریک ہونا چاہیے یا نہیں پڑھے۔
۶۰۵	میت کے کفارہ ادا کرنے کیلئے مان نہ ہو یا کم ہو تو کفارہ کیسے ادا ہو	۶۱۲	فرض پڑھ رہا ہے اور جماعت کھڑی ہوئی تو کیا کرے
۶۰۴	قضا نماز کے کفارہ کا مستحق کون ہے۔	۶۱۳	امام فجر کے قعدہ اخیرہ میں ہو اور سنت پڑھ کر شریک ہو سکتا ہے تو
۶۰۳	میت کی جانب سے کفارہ ادا کرنے کا طریقہ۔	۶۱۴	سنت پڑھے ورنہ شریک ہو جائے اور آفتاب بلند ہونے کے بعد نیت پڑھے
۶۰۲	کفارہ میں قرآن شریف دینے سے پورا کفارہ ادا نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریف جس پر یہ کہ ہے اتنی ہی ادا ہوگا۔	۶۱۵	فجر کی جماعت ہو رہی ہے تو سنت کہاں پڑھی جائے
۶۰۱	<b>باب سجد السهو</b> (از منہ ۱ تا ۶۰۳)		<b>باب قضاء الفوائت</b> (از منہ ۱ تا ۶۱۴)
۶۰۰	سورت سوچنے میں بقدر ادائیے رکن یعنی تین بار سبحن اللہ کہنے کی مقدار دید ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہے۔	۶۱۲	فجر کی فرض پڑھ لی ہو اور سنت پڑھ گئی ہو تو زوال سے پہلے تک پڑھ سکتا ہے
		۶۱۳	نمازیں کچھ چھوٹی ہوں اور کچھ بڑھی ہوں تو کس ترتیب سے پڑھی جائیں
		۶۱۴	فجر کی سنت رہ گئی ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال تک پڑھ سکے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۳۰	دلانے کے لئے آدمی مقرر کرنا جائز نہیں۔	۶۳۰	بھول کر کھڑا ہو جائے یا کھڑے ہونے سے قریب ہو تو کیا کرے
۶۳۱	تین سجدے کرنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔	۶۳۱	قدہ اخیرہ کو قدہ اولیٰ سمجھ کر کھڑا ہو گیا اور سجدہ کرنے سے پہلے
۶۳۲	سجدہ سہو واجب ہو اور سجدہ نہ کرے تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔	۶۳۲	لوٹ آیا تو بیٹھے ہی سجدہ سہو کرے دوبارہ التحیات نہ پڑھے۔
۶۳۳	تیسری یا چوتھی رکعت میں سہو فاتحہ کے بعد آیت چھ دی یا رکوع	۶۳۳	قدہ اولیٰ میں کھڑے ہونے کے قریب تھا کہ بیٹھ گیا تو سجدہ سہو
۶۳۴	کی نسبت یا سجدہ میں یا سجدہ کی رکوع میں یا مقتدی نے تہود	۶۳۴	واجب ہوگا یا نہیں۔
۶۳۵	پڑھایا امام نے تہجد کے بجائے تکبیر کہا تو سجدہ سہو نہیں۔ قدہ	۶۳۵	امام پر سجدہ سہو نہیں تھا اور سجدہ سہو کیا تو اس کے بعد جو لوگ
۶۳۶	اخیرہ میں بھول کر کھڑا ہو جائے تو کیا کرے۔	۶۳۶	اس نماز میں شریک ہوں گے ان کی نماز نہیں ہوگی۔
۶۳۷	کسی کو نسیان ہو اور دوسرے کے بتانے پر وہ نماز پڑھے تو نماز نہیں	۶۳۷	سجدہ سہو کے لئے امام سلام کرے تو سب کو بھی سلام کرنے میں
۶۳۸	ہوگی ایسا شخص نماز کس طرح پڑھے۔	۶۳۸	شریک ہو یا نہیں۔
۶۳۹	بغیر قنوت پڑھے رکوع چلا جائے تو پلٹے نہیں اور اگر پلٹا تو نماز	۶۳۹	قدہ اولیٰ میں اھم صل علی محمد تک پڑھے گا تو سجدہ سہو
۶۴۰	تو ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا پلٹنے کے لئے مقتدی نے لغو دیا تو	۶۴۰	واجب ہوگا۔ سب کو سجدہ سہو کا سلام نہ کرے۔
۶۴۱	اس کی نماز فاسد ہوگی۔	۶۴۱	قدہ اولیٰ میں شک ہو اور سجدہ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی۔
<b>باب سجود التلاوة</b>		۶۴۲	فاتحہ کے بعد بسم اللہ شریف ترتیل سے پڑھی جس سے کافی دیر
(از ۶۴۹ تا ۶۵۵)		۶۴۲	ہوگئی تو سجدہ سہو واجب نہیں سکوت یا سورت سوچے میں پر
		۶۴۳	ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔
۶۴۹	کتاب وغیرہ میں آیات سجدہ ہوں تو ان کے پڑھنے سے سجدہ	۶۴۳	چار رکعت والی نماز میں پچھلی دو رکعتوں میں سورت کا ضم کرنا
۶۵۰	واجب ہوگا یا نہیں۔	۶۴۳	کیسا ہے۔
۶۵۱	آیت سجدہ پڑھنے کے بعد فوراً سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے یا نہیں۔	۶۴۴	سجدہ سہو کے لئے ایک طرف سلام چاہئے دونوں طرف نہیں۔
۶۵۲	امام نے سجدہ تلاوت کی نیت رکوع میں کیا تو امام اور مقتدی	۶۴۴	فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں ملائی اور رکوع میں چلا گیا تو یاد
۶۵۳	سب کا سجدہ ادا ہوگا یا نہیں۔	۶۴۵	آنے پر فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کرے۔ اور اگر
۶۵۴	آیت سجدہ کے ترجمہ پڑھنے سے سجدہ ہوتا ہے یا نہیں۔	۶۴۵	رکوع کے بعد یاد آئے تو سجدہ سہو کرے۔
۶۵۵	سجدہ تلاوت کے لئے طہارت اور نیت ہونا ضروری ہے۔ سجدہ	۶۴۶	مقتدی سے سہو ہونے پر نہ اعادہ صلوٰۃ ہے نہ سجدہ سہو کیوں
۶۵۶	کرنے میں قرآن شریف سامنے ہو تو حرج نہیں۔	۶۴۶	اس کے متعلق ایک علمی بحث۔
۶۵۷	آیت سجدہ تلاوت کو نے کے بعد سجدہ کرنا واجب قرار دیا ہو	۶۴۷	امام کے سہو سے لاحق پر بھی سجدہ واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ
۶۵۸	یا کوئی دوسری نماز۔	۶۴۷	نہ کرے اپنی نماز پوری کرنے کے بعد کرے۔
<b>باب صلاة المسافر</b>		۶۴۸	سجدہ سہو کا سلام دہنی طرف ہے دونوں طرف نہیں در سجدہ سہو
(از ۶۵۵ تا ۶۶۰)		۶۴۸	ساقط اور گناہ لازم۔
۶۵۵	حکام سرکاری دوروں میں مسافر ہوں گے یا نہیں۔	۶۴۹	قدہ اولیٰ میں امام عادت سے زیادہ دیر لگا دے تو مقتدی
۶۵۶	مسافر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ذہن تصرف مسلسل	۶۵۰	لغو دے سکتا ہے۔
۶۵۷	جانے کا ارادہ ہو ورنہ مسافر نہیں ہوگا۔	۶۵۱	بغیر قنوت پڑھے رکوع میں چلا جائے تو پلٹے نہیں سجدہ سہو کرے۔
۶۵۸	منزل، کوس اور فرسنگ کی مسافتوں کا بیان بصرہ میں منزل	۶۵۲	قدہ اولیٰ میں امام سہو کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے لغو دیا تو نماز
۶۵۹	سے کم میں نہیں ہوتا۔ مسافر جس راستے سے سفر کرے گا قصر میں ہی مجبور ہوگا۔	۶۵۲	ہوگی یا نہیں۔
۶۶۰	دو مسافروں کے درمیان ایک مشترک غلام ہو اور ایک نے اقامت	۶۵۳	امام کو قدہ سے سہو ہو تو اشد کبریا التحیات سے بھی لغو دیا جاسکتا
۶۶۱	کی نیت کر لی اور دوسرے نے نہیں کی تو غلام قصر کرے یا نہیں۔	۶۵۳	ہے مگر سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔
۶۶۲		۶۵۴	نسیان کی وجہ سے رکعت وغیرہ کی تعداد یاد نہ رہتی ہو تو یاد



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۸۷	تعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے مگر ایک جگہ پڑھنا افضل ہے۔	۶۸۲	ایک آدمی سے باہر نکلنے کی سزا ہو جاتا ہے اور جب تک وطن واپس نہ آجائے یا کہیں آگاہ کی نیت نہ کرے مسافر رہے گا۔
۶۸۸	جہاں صحت جمعہ کے شرائط میں اشتباہ ہو تو وہاں خواص کے لیے چار رکعت احتیاطی پڑھنے کا حکم ہے۔	۶۸۳	جنگلات میں جو ملازمین ہوتے ہیں وہ مسافر کہلاؤں گے یا نہیں۔
"	جمعہ کس سال فرض ہوا۔	۶۸۴	جو سببیں جنگلات میں ہوتے ہیں ان کے ملازمین مسافر ہیں یا نہیں۔
۶۸۹	جمعہ عیدین وغیرہ میں کثیر جماعت ہو تو مسجد کا مسجد چھوڑا جاسکتا ہے۔	"	مسفر میں تاخیر پوری پڑھنا قصر نہ کرنا گناہ ہے۔
"	ایک مسجد میں جمعہ ہو جائے تو دوسرے لوگ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	"	۵۰ میل کے ارادہ سے سفر کرنے سے آدمی مسافر ہوتا ہے دس دس بیس بیس میل ادھر ادھر چلنے سے شرعی مسفر نہیں ہوگا۔
۶۹۱	ایک مسجد میں دوبار جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں یا ایک وقت میں جمعہ کی دو جماعتیں ہو سکتی ہیں یا نہیں۔	"	جنگلات کے ملازمین کے متعلق ایک سوال۔
۶۹۲	عربی میں خطبہ پڑھنا پھر اردو میں ترجمہ کرنا یا اردو میں پڑھنا یا کچھ عربی اور کچھ اخبار میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔	۶۹۸	سسرال میں مسافر ہو تو وہاں جائے نماز میں قصر ہوگا۔
۶۹۳	جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے دو رکعت پڑھنا جائز نہیں۔	۶۹۹	۵۰ میل کے فاصلہ پر علی الاطلاق جانا ہو تو قصر ہے۔
۶۹۴	خطبہ کے متعلق دوسروں کے وقتوں اور صفت کی تحقیق	"	مسافر امام نے پوری نماز پڑھائی تو معیم کی نماز نہیں ہوگی کہیں لوکان ہو تو وہ وطن اصل نہیں بن جاتا۔
۶۹۹	خطبہ میں دینے والی باتیں مؤخر پھر نابے اصل ہے۔ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں خطبہ پڑھنا خلاف سنت ہے۔ منبر کے کتنے دینے چوں اور کس زینہ پر خطبہ ہو اور منبر کا رواج کب سے ہے۔		<b>باب الجسعة</b> (از مشاف تا ۵۵)
۷۰۰	احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔	۶۸۸	جمعہ کے لیے شہر شرط ہے۔ شہر کی تعریف
۷۰۱	جسوں آبادی اتنی ہو کہ وہاں کی ٹہنی مسجد میں آسکیں، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی بنا پر وہ شہر ہے متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے اس روایت پر وہاں جمعہ اور عیدین ہو سکتے ہیں۔	۷۰۰	دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔ شہر کی یہ تعریف کہ جمعہ مکان جن پر جمعہ فرض ہے آجائیں تو مسجد میں نہ آسکیں۔ ظاہر الرودیت کے خلاف ہے۔
"	شہر اور دیہات کا فرق۔ (افسوس کہ پورا جواب نہ مل سکا)	۷۰۱	جمعہ کے متعلق ایک شہر کا ازالہ احتیاطی ظہر خواص کے لیے ہے۔
۷۰۳	شوکت اسلامی کے خیال سے جمعہ اور عیدین کا گواہی میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔	۷۰۲	فتاویٰ ابوالبرکات کے ایک فتویٰ کا رد۔ خطبہ کے الفاظ کے معانی کا سمجھنا صحت جمعہ کے لیے شرط نہیں۔
"	لازمیہ وغیرہ خطبہ کے وقت پڑھنا جائز نہیں۔	۷۰۳	خطبہ میں خطبہ کا ترجمہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔
"	جمعہ ہو چکنے کے بعد دوسرے لوگ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	"	قلعہ وغیرہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ صحت جمعہ کے لیے اذن عام ضروری ہے۔ جمعہ کی سنتوں کی تعداد کتنی ہے
۷۰۵	جامع مسجد تنگ پڑتی ہو تو عید گاہ میں جمعہ پڑھا جائے احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ۔	۷۰۴	جمعہ سے متعلق چند سوال۔
۷۰۶	جمعہ اور ہر نماز کے بعد قبلہ سے انحراف امام کے لیے سخت ہے۔	۷۰۵	اذان ثانی کا جواب زبان سے دینا یا اذان کے بعد زبان سے دعا کرنا منع ہے دل سے کر سکتا ہے۔
"	قبلہ رو بیٹھا رہنا بالاجماع مکروہ ہے۔ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں طویل دعا بہتر نہیں اور یونہی جبکہ مقتدیوں پر گراں گزرے دعا کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں۔	۷۰۶	مقنن سے خطبہ شروع کرنا چاہیے۔
"	جمعہ، عیدین اور کسوف میں امام کیسا ہو۔	"	اردو کے قصائد وغیرہ خطبہ میں پڑھنا خلاف سنت ہے۔
۷۰۷	ایک مسجد میں جمعہ کی نماز دوبارہ پڑھنا جائز نہیں۔	"	عصائیکر خطبہ پڑھنا کیسا ہے۔
		"	عربی، فارسی اور اردو استعارہ میں خطبہ جو کیسا ہے
		"	نابالغ خطبہ پڑھنے اور بالغ نماز پڑھنے کو کیا حکم ہے۔
		"	احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۲۸	شافعی امام کے پیچھے خفی کا جمعہ ہوگا یا نہیں۔	۷۰۹	جمعہ کے لیے شہر یا فنائے شہر شرط ہے جہاں شہر نہ ہو وہاں فنائے شہر کافی ہے۔ فنائے شہر کس کو کہتے ہیں۔ مالک، یسوع، اکبر مساجد اہلہ مصر کو علمائے رد کر دیا ہے۔
۷۲۹	بے اذن امام معین کے دوسرے نے خطبہ پڑھا اور نماز پڑھائی۔ جمعہ نہیں ہوگا یا امام معین نماز میں شریک ہو جائے تو ہو جائیگا۔ مسجد سے باہر کوئی ایسی جگہ نہ ہو جہاں مؤذن خطیب کے محاذی میں اذان دے سکے تو وہاں کیا کیا جائے۔	۷۱۰	احتیاطی ظہر عوام کیلئے نہیں ہے۔ خطبہ میں حضور کا نام پاک آئے تو دل میں درد پڑے زبان سے سکوت فرض ہے۔
۷۳۱	جمعہ کے دونوں خطبے فرض ہیں یا ایک فرض دوسرا سنت؟ رسالہ موقاة الجہان فی الصیوط عن المنابر ملحد السلطان (از مولانا محمد عثمانی خطیب میں ایک خطبہ میں اترنے پر چڑھنے کے بارے میں)	۷۱۱	بصر، قری اور شہر کا فرق۔ متصل بستیاں ہوں اور کثیر مسکن آباد ہوں کہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔
۷۳۲	المصی مالاً یسوع اکبر مساجد اہلہ یہ مذہب امام اور نہ صاحبین کا قول۔	۷۱۲	تحقیق یہ ہے جمعہ کے لئے شہر شرط ہے ہم اسی پر فتویٰ دیتے ہیں لیکن دیہات میں جمعہ پڑھنے سے عوام کو نہ منع کرتے ہیں اور نہ منع کرنا پسند کرتے ہیں ایک روایت پر جمعہ صحیح ہو جاتا ہے عوام جس طرح بھی خدا و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔
۷۳۸	دیہات کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں۔	۷۱۳	جہاں تین چار مسلمان آباد ہوں منصفی داک خانہ شفا خانہ بازار وغیرہ ہوں وہ شہر ہے یا دیہات۔
۷۴۰	اذان ثانی کا جواب امام دے سکتا ہے مقتدی نہیں مگر مقتدی دے تو اس سے نزاع نہیں کرنا چاہئے۔ تو دسے خطبہ شروع کرنا چاہئے اور کوئی بسم اللہ سے شروع کرے تو جواز میں شک نہیں۔	۷۱۸	جمعہ کی امامت کے لئے سلطان یا ماذن کی شرط کوئی بنیادی شرط نہیں۔
۷۴۱	خطبہ میں اسم جلال یا حضور کا اسم مبارک آئے تو دل میں جل جلالہ یا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زبان سے نہیں۔ خطبہ کے وقت سنتیں پڑھنا ممنوع ہے۔	۷۱۹	نماز پنجگانہ جمعہ عیدین اور کسوف کی امامت میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔
۷۴۱	خطبہ زبانی اور دیکھ کر دونوں طور پر پڑھا جاسکتا ہے اور زبانی پڑھنا افضل ہے۔	۷۲۰	دیہات میں جمعہ عیدین جائز نہیں عوام پڑھیں تو انہیں منع کرنے کی ضرورت نہیں۔
۷۴۲	نہم دیہات میں جمعہ پڑھیں گے اور جہاں قائم نہ ہو نہ وہاں قائم کریں گے مگر عوام کو منع بھی نہ کریں گے۔	۷۲۱	خطبہ میں غیر عربی کا غلط کمرہ تنزیہی اور خلاف سنت ہے۔
۷۴۳	امام قابل امامت نہ ہو اور اسے بدل بھی نہ سکتا ہو تو تنہا ظہر پڑھے۔	۷۲۲	خطبہ اولیٰ میں اوصیکم بقوی اللہ نہ پڑھا جائے تو شوافع کی نماز ہوگی یا نہیں۔
۷۴۳	خطبہ سننے کی حالت میں کوئی حرکت کرنا منع ہے اور ولید کو اللہ اعلیٰ پر نماز کے لئے کھڑے ہونا حرام ہے۔	۷۲۳	ایک مسجد میں اذان و اقامت اور خطبہ کے ساتھ جمعہ ہو چکے گے بعد پھر دوسروں کو چند بار ایسے ہی جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔
۷۴۴	امام نے جمعہ پڑھا کر دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز میں شریک ہو گیا یہ کیسا ہے۔	۷۲۴	دونوں خطبہ کے مابین دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔
۷۴۵	ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے۔ جمعہ کا امان کون ہو۔ میدان میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے اس کے لئے مسجد یا عمارت ہونا ضروری نہیں۔	۷۲۵	جیل خانوں میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔
۷۴۶	جمعہ کے شرائط۔	۷۲۶	جہاں جمعہ صحیح ہونے میں اشتباہ نہ ہو وہاں احتیاطی ظہر منع ہے۔
۷۴۷	خطبہ میں آیت شروع کرنے سے پہلے تلوذ پڑھنا جائز ہے اور وہ آیت سورہ کی ابتدا میں ہو تو بسم اللہ بھی پڑھ لینے میں حرج نہیں۔	۷۲۷	امام میں شرعی عیب ہو اور اسے معزول نہ کر سکیں تو دوسری جگہ جمعہ کے لئے جانا واجب ہے۔
		۷۲۸	جہاں لوگ عربی نہیں سمجھتے ہیں ان کی رعایت میں اردو میں خطبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔
		۷۲۹	مسجد میں اذان ثانی دینا مکروہ ہے۔ جمعہ کی پہلی اذان کب سے شروع ہوتی۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں اذان ثانی کہاں سے پڑھتے تھے۔
		۷۳۰	سارے جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵۹	جوشاہی زمانہ سے خطبہ اور امامت کے منصب پر مقرر ہوا اسکے خطبہ سننے کو ناجائز کہنا منع ہے۔	۴۴۸	جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے۔ مختصر خطبہ ہونا چاہئے۔ علی خطبہ کے مصنف سنی تھے۔
۴۶۰	اذان خطبہ کا جواب دینا اور دعائے انگنا اور نام پاک پر انگوٹھا چومنا نہیں چاہئے۔ درود شریف دل میں پڑھے زبان سے نہیں اُردو میں خطبہ خلافت سنت ہے۔	۴۴۹	بن میں جمعہ حرام اور گاؤں میں ناجائز۔
۴۶۱	امام جمعہ مقرر کرنے کا حق بادشاہ یا نائب کو ہے۔ سنت پڑھنے میں خطبہ شروع ہو تو کیا حکم ہے۔	۴۵۰	جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے مسجد محلہ کا حق نماز پنجگانہ میں ہے۔
۴۶۲	رسالہ رعایۃ المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین (از ۱۳۷۷ تا ۱۳۷۸) ما بین الخطبتین دعا کرنے کے بارے میں (از ۱۳۷۷ تا ۱۳۷۸) دو دنوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعائے انگنا جائز ہے یا نہیں۔	۴۵۱	جہاں متصل بستیاں ہوں وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔
۴۶۳	نماز جمعہ میں قراۃ کی مقدار	۴۵۲	الوداعی خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہاں وہ فی نفسہ مباح ہے۔
	رسالہ اوفی الموعود فی اذان الجمعة (از ۱۳۷۷ تا ۱۳۷۸) اذان ثانی مسجد سے باہر ہو چکے بیان میں	۴۵۳	چھوٹے چھوٹے گاؤں متصل ہوں تو وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔
	باب العیدین (از ۱۳۷۷ تا ۱۳۷۸)	۴۵۴	غیر عربی میں خطبہ نہیں ہونا چاہئے۔ مختصر خطبہ پڑھنا عقلمندی کا ثبوت ہے۔ الوداع کوئی حکم شرعی نہیں اور نہ اس کا التزام اچھا۔ جمعہ میں قراۃ کی مقدار کس ہے۔
۴۴۵	عید کے خطبہ میں بلیک یا درود پڑھنا کیسا ہے۔	۴۵۵	دیہات میں جمعہ جائز نہیں اور جہاں قائم ہو بند کرنا جاہلوں کا کام ہے۔
	رسالہ سرور العید فی حل الدعاء بعد صلاة العید - (از ۱۳۷۷ تا ۱۳۷۸) نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعائے انگنے کے ثبوت میں)	۴۵۶	باب جمعہ میں قاضی سے مراد والی قاضی ہے نکاح کا قاضی نہیں۔ مجلس خاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ دھوپ کی وجہ سے چھتری لگا کر خطبہ سننا جائز ہے یا نہیں۔
۴۹۷	عید صحرا میں پڑھنی چاہئے یا مسجد میں۔	۴۵۷	جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے سفر کرنا جائز ہے جمعہ کا وقت ہو جانے کے بعد سفر کرنا گناہ ہے۔
۴۹۹	خطبہ میں یا نماز سے پہلے چندہ کی تحریک کیسی ہے۔ جمعہ وعیدین اور نماز پنجگانہ کی امامت میں فرق۔ قاضی کی تفریق اور شرائط۔	۴۵۸	گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مقرر کر لی جائے تو وہ مسجد کے حکم میں نہیں۔ جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔
۸۰۱	جامع مسجد میں عید پڑھنی جائز ہے اور عید گاہ میں بہتر۔	۴۵۹	حضور کی تبعیت میں حضرت عوف الاعظم پر درود پڑھنا جائز ہے۔
۸۰۲	قصداً نماز عید چھوڑنا گناہ ہے۔ عید کس پر واجب ہے۔	۴۶۰	ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے۔ احتیاطی ظہر خواص کے لئے ہے۔ جہاں جمعہ صحیح ہو گا ظہر سا قضا ہوگی لوگوں کے مقرر کردہ امام کے پیچھے جمعہ صحیح ہے۔
۸۰۳	تکبیرات زوائد کب سے شروع ہوئیں۔	۴۶۱	در یا سمندر وغیرہ میں جمعہ جائز نہیں نہ دارالحرب میں۔
۸۰۴	بلا عذر پہلے روز عید نہیں پڑھی گئی دوسرے روز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں۔	۴۶۲	ایک زینہ آترنے پھر چڑھنے کو علانے ایک مصلحت سے خطیب کے لئے رکھا تھا وہ اب نہیں۔ سلاطین کے لئے مبالغہ آمیز الفاظ ممنوع ہیں۔
	ایک عید گاہ میں دوبار عید پڑھی گئی پہلی خطبہ کے ساتھ اور دوسری بلا خطبہ نماز ہوئی یا نہیں۔	۴۶۳	جمعہ کا اول اور آخر وقت۔
	خواجی ذہن میں عید گاہ بنی ہو وہ عید گاہ ہوگی یا نہیں۔ نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے۔	۴۶۴	خطبہ میں کیا ہو خلفائے راشدین کے نام نہ لئے جائیں تو کیا حرج ہے۔
۸۰۴	دن پڑھنے کے بعد چاند کی تحقیق ہو اور شدید بارش ہو اور کچھ لوگ پہلے روز پڑھ لیں دوسرے روز باقی لوگ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	۸۵۸	قادیانیوں کی نماز باطل ہے۔
			بجائے خطبہ کے وعظ و نصیحت ہو تو کیا حرج ہے۔ غیر عربی میں خطبہ کیسا ہے۔



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۱۱	بقر عید میں ناز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور ناز کے بعد قربانی کا گوشت کھانا سنون ہے۔	۸۰۵	حکام کی اجازت سے عید گاہ بنی ہو اس میں عید پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ گورنمنٹ کی زمین پر بلا اجازت عید پڑھنی کیسی ہے عید گاہ کے لئے عمارت ہونا ضروری نہیں۔
۸۱۲	چاند میں اختلاف ہو تو قربانی کے ایام میں احتیاط چاہئے۔	۸۰۶	عید کے امام کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے امام کیلئے ہیں۔
۸۱۳	چاند میں تردد ہوتے ہوئے عید پڑھ لی گئی تو ناز ہوگی یا نہیں۔	۸۰۷	ناز عید سے پہلے مزدوری وغیرہ کرنا جائز ہے۔
۸۱۴	نیت میں صلاۃ عید الاضحیٰ کے بجائے عید الفصحیٰ کما جائے ناز ہوگی یا نہیں۔	۸۰۸	عید پڑھنے والا عید کی امامت نہیں کر سکتا۔
۸۱۵	عید گاہ کے احکام مسجد کے احکام ہیں۔	۸۰۹	لوگوں کو جمع کرنے کے لئے صرف الصلاۃ جامعہ کہنے کی اجازت ہے اس کے لئے بنگلہ جلانا یا گھنٹا بجانا حرام ہے۔
	تجکیرات میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کیا حکم ہے۔	۸۱۰	مسجد کا فرش وغیرہ عید گاہ لے جانا جائز نہیں۔ ناز کے بعد دعا مانگنا جائز ہے۔
	دوران خطبہ میں خطیب سامعین سے سبحان اللہ وغیرہ پڑھوائے تو کیا حکم ہے۔	۸۱۱	چاند کے بارے میں تاویز وغیرہ معتبر نہیں۔
		۸۱۲	مسجد میں عید پڑھی جاسکتی ہے اور عید گاہ میں سنت ہے۔ ایک شہر میں متعدد جگہ عید کی ناز ہو سکتی ہے۔
		۸۱۳	ایک شہر کے لئے دو عید گاہ نہیں چاہئے۔
		۸۱۴	
		۸۱۵	
		۸۱۶	
		۸۱۷	
		۸۱۸	
		۸۱۹	
		۸۲۰	
		۸۲۱	
		۸۲۲	
		۸۲۳	
		۸۲۴	
		۸۲۵	
		۸۲۶	
		۸۲۷	
		۸۲۸	
		۸۲۹	
		۸۳۰	
		۸۳۱	
		۸۳۲	
		۸۳۳	
		۸۳۴	
		۸۳۵	
		۸۳۶	
		۸۳۷	
		۸۳۸	
		۸۳۹	
		۸۴۰	
		۸۴۱	
		۸۴۲	
		۸۴۳	
		۸۴۴	
		۸۴۵	
		۸۴۶	
		۸۴۷	
		۸۴۸	
		۸۴۹	
		۸۵۰	
		۸۵۱	
		۸۵۲	
		۸۵۳	
		۸۵۴	
		۸۵۵	
		۸۵۶	
		۸۵۷	
		۸۵۸	
		۸۵۹	
		۸۶۰	
		۸۶۱	
		۸۶۲	
		۸۶۳	
		۸۶۴	
		۸۶۵	
		۸۶۶	
		۸۶۷	
		۸۶۸	
		۸۶۹	
		۸۷۰	
		۸۷۱	
		۸۷۲	
		۸۷۳	
		۸۷۴	
		۸۷۵	
		۸۷۶	
		۸۷۷	
		۸۷۸	
		۸۷۹	
		۸۸۰	
		۸۸۱	
		۸۸۲	
		۸۸۳	
		۸۸۴	
		۸۸۵	
		۸۸۶	
		۸۸۷	
		۸۸۸	
		۸۸۹	
		۸۹۰	
		۸۹۱	
		۸۹۲	
		۸۹۳	
		۸۹۴	
		۸۹۵	
		۸۹۶	
		۸۹۷	
		۸۹۸	
		۸۹۹	
		۹۰۰	
		۹۰۱	
		۹۰۲	
		۹۰۳	
		۹۰۴	
		۹۰۵	
		۹۰۶	
		۹۰۷	
		۹۰۸	
		۹۰۹	
		۹۱۰	
		۹۱۱	
		۹۱۲	
		۹۱۳	
		۹۱۴	
		۹۱۵	
		۹۱۶	
		۹۱۷	
		۹۱۸	
		۹۱۹	
		۹۲۰	
		۹۲۱	
		۹۲۲	
		۹۲۳	
		۹۲۴	
		۹۲۵	
		۹۲۶	
		۹۲۷	
		۹۲۸	
		۹۲۹	
		۹۳۰	
		۹۳۱	
		۹۳۲	
		۹۳۳	
		۹۳۴	
		۹۳۵	
		۹۳۶	
		۹۳۷	
		۹۳۸	
		۹۳۹	
		۹۴۰	
		۹۴۱	
		۹۴۲	
		۹۴۳	
		۹۴۴	
		۹۴۵	
		۹۴۶	
		۹۴۷	
		۹۴۸	
		۹۴۹	
		۹۵۰	
		۹۵۱	
		۹۵۲	
		۹۵۳	
		۹۵۴	
		۹۵۵	
		۹۵۶	
		۹۵۷	
		۹۵۸	
		۹۵۹	
		۹۶۰	
		۹۶۱	
		۹۶۲	
		۹۶۳	
		۹۶۴	
		۹۶۵	
		۹۶۶	
		۹۶۷	
		۹۶۸	
		۹۶۹	
		۹۷۰	
		۹۷۱	
		۹۷۲	
		۹۷۳	
		۹۷۴	
		۹۷۵	
		۹۷۶	
		۹۷۷	
		۹۷۸	
		۹۷۹	
		۹۸۰	
		۹۸۱	
		۹۸۲	
		۹۸۳	
		۹۸۴	
		۹۸۵	
		۹۸۶	
		۹۸۷	
		۹۸۸	
		۹۸۹	
		۹۹۰	
		۹۹۱	
		۹۹۲	
		۹۹۳	
		۹۹۴	
		۹۹۵	
		۹۹۶	
		۹۹۷	
		۹۹۸	
		۹۹۹	
		۱۰۰۰	

### باب الکسوف والاستسقاء

استسقاء دعا ہے یا ناز اور یہ کب ہو۔

# عرض حال

تَحْمِيْلًا وَتَفْصِيْلًا عَلٰی سُبُوْلَةِ الْكَلِمَةِ

مجدد مائے حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ دنیا کے ایک بڑے مفکر، شراغ اسلام کے منفرد ماہر، فقہ کی جزئیات کے عبقری اور بی شمار ستون و شروح کا مبصرانہ اختصار رکھتے تھے تیرہ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اور اخیر عمر تک پینٹل جاری رہا۔ دنیا اور دنیا داروں سے بے نیاز رہ کر جس دل سوزی اور اچھا لک سے انھوں نے حیات دین اور نشر علوم میں پوری زندگی صرف کی ہے۔ اسے خود ہی بڑے پیارے انعام میں بیان فرماتے ہیں۔

دراوش زحمیں درایش ز طعن در آگوش بدوے در آگوش دے

منم دمنج غولی کہ گنجد در دے جزمین و چند کتا بے درد و آتے قلعے

تہا ان کے علمی کارنامے اپنی دست، تنوع، مضامین کی بوندی اور تعداد کی کثرت کے لحاظ سے ایک پوری ایکڑی کی صد سالہ محنت کاوش پر بھاری ہے۔ مختلف علوم و فنون کی چھ سو سے زائد بلند پایہ کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں جن میں بہت سی اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے تخلیقی ہیں۔

زہد اشاعت کتاب "فتاویٰ رضویہ" بارہ جلدوں میں ہے جس کی ہر جلد تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل ہے جن میں فقہ کے ہزار ہا مسائل ایسی تحقیق سے بیان ہوئے جو اپنی آپ مثال ہیں۔ اور ضما مختلف علوم کے مسائل محققانہ ذکر کئے گئے ہیں۔ آپ کے بیشتر فتاویٰ کثیر التعداد آیات قرآنی، احادیث کریمہ، اور روایات اصول و فروع کی بوجھل شہادتوں سے گراں بار ہوتے ہیں۔ مثلاً صرف ایک مسئلہ حزبہ سجدہ ختمہ کے ثبوت میں متعدد آجین "چالیس حدیثیں اور ڈیڑھ سو نصوص فقہ پیش فرمائیں خود ان کے افاضات و معارف مزید براں ہیں۔ لیکن اختصار اس بلا کا تھا۔ کہ سب کچھ زبانی ہی بیان فرما دیتے۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی فتویٰ نویسی بیشتر املا کی صورت میں ہوتی تھی۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے سوال پڑھ کر سنا دیئے جاتے تھے پھر جوابات ارشاد فرماتے اور لکھ لیا جاتا کبھی ایسا ہوا کہ سوالوں کے متعدد نمبر ایک ساتھ سنا دیئے اور سب کے جوابات سلسلہ وار اور نمبر وار املا فرماتے۔

ایک انتہائی حیرت انگیز منظر کی شہادت مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی دیتے ہیں۔

میں اعلیٰ حضرت سے ملنے اس وقت بریلی گیا جب آپ ایک دفعہ عیال کے سلسلہ میں شہر سے باہر ایک مکان میں قیام فرماتے۔

ڈاکٹروں نے لکھنے چڑھنے اور لوگوں سے ملنے جلنے سے روک دیا تھا اس وقت میں نے دیکھا کہ چار لکھنے والوں نے استفتا سنائے اور آپ نے بیک وقت چاروں کو جوابات لکھوائے شروع کئے اس طرح کہ ایک فقہ ایک لکھنے والے کے جواب میں ارشاد فرمایا جب تک یہ اسے لکھ دوسرے کو اس کے جواب کا ایک فقرہ مرحمت ہوا۔ اس نے لکھنا شروع کیا۔ پھر تیسرے کو اور آپ جب چوتھے کو جواب کا ایک فقرہ بول چکے تھے تو پہلا اپنا فقرہ لکھ چکا تھا۔ آپ نے دوسرا فقرہ اسے ارشاد فرمایا۔ پھر اسی طرح بیک وقت چاروں کو جواب لکھوائے۔

فتاویٰ رضویہ آپ کی زندگی کا ایک عظیم و گرانقدر علمی سرمایہ ہے۔ پھر افادیت کے لحاظ سے ہندوستان گیر ہی نہیں عالم گیر بھی ہے اس لیے مدت سے اس کی اشاعت کی منتہی کہ علما و عوام دونوں ہی اس سے مستفید ہوں جس کے لیے بیشتر احباب اہلسنت کو آمادہ بھی کرتے رہے۔ لیکن وہ جو کہا گیا ہے کُلُّ اَمْرِ مَزْهُوٌّ باوقاف تھا وہ مبارک گھڑی اس وقت آئی جب ایک دفعہ شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب دام ظلہم الاقدس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور تشریف لائے ان سے عرض کی گئی فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا کوئی انتظام ہوا۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں کے سوا کس سے اس کی توقع ہو سکتی ہے؟ اس کراست آثار جملے نے دلوں میں ہمت اور عزم میں استواری پیدا کی اور دارالعلوم اشرفیہ کی رہنمائی میں کام شروع کیا اور سی دارالافتاء کی بنیاد رکھی گئی۔

ابتدائی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس لیے تیسری جلد (کتاب الصلوٰۃ) کی اشاعت کا پروگرام تیار ہوا۔ سو وہ مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم کے پاس بریلی تھا۔ اس کے بیضہ کے لیے مولانا مجیب الاسلام صاحب نسیم اعظمی کی خدمات حاصل کی گئی۔ جس طرح فتاویٰ رجسٹروں کا حامل ہوتا ہے کہ ایکارڈ کے دفتر میں سوال و جواب دونوں درج کر لیے جاتے ہیں اور اصل سائل کو بھیج دی جاتی ہے۔ وہ ہی فتاویٰ رضویہ کا بھی حال تھا۔ کہ سائل مبہوب اور مفصل نہ تھے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ وہی نقل ہو جو پہلی دفعہ تیار ہوئی تھی۔ بلکہ نقل و نقل ہوتے ہوتے موجودہ رجسٹر چھٹی نقل ہے۔ مزید ہاں کچھ اور ان کی کتابت بھی ہو چکی تھی جس کی طباعت کی نوبت نہ آ سکی۔ اسکی اصل مفقود صرف کاپیاں موجود ہیں۔ ہم مولانا موصوف کے بڑے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے بڑی عرق ریزی سے اس کتاب کو اپنی بساط بھر مبہوب و مفصل کر کے بیضہ کیا۔ لیکن یہ روداد الم ہی نہیں ختم ہو جاتی زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ اگر یہ کتاب ہمیں مکمل حالت میں دستیاب ہو جاتی تو اس کی شان اور ہوتی۔ دس رسالے اور تھے جن کو اس کتاب میں شریک ہونا تھا۔ جو متعدد کرم فرماؤں کی چابک دستیوں سے فی الحال مفقود ہیں۔ حضور مفتی اعظم کی نشان دہی پر ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو لکھا بھی لیکن کوئی جواب نہیں کعلل الله یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ط = ۛ

کچھ رسالے اور جوابات ناقص ملے جنہیں ہم نے اس خیال سے نامکمل ہی شائع کر دیا کہ مَا لَا یُذْنُکَ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ بعض اور ان کیڑوں نے بری طرح چاٹ لیا تھا۔ ان میں جہاں جہاں اور کتاب کی عبارت سے تصحیح ممکن تھی کر دی گئی۔ جہاں تک ماسبق و لاحق سے عبارت بن سکتی تھی بنا دی گئی۔ اور جہاں مجبوری تھی بیاض چھڈ دی گئی ہے۔ ان سب باتوں کی تفصیل ہم شریک عرض حال کر رہے ہیں۔



مبیضہ کا اصل سے مقابلہ۔ پھر مبیضہ سے کاپی کی تصحیح۔ بعدہ ہزوت کی مطابقت میں پوری عرق ریزی اور نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ مزید براں پوری کتاب میں جہاں جہاں عربی عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان کی تصحیح متعلقہ کتابوں سے حتی الامکان کر لی گئی ہے۔

**الغرض** نقطہ شوشہ شوشہ کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اور بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ کتاب صحیح اور سودہ کے عین مطابق شائع ہو پھر بھی اگر کہیں کوئی کمی رہ گئی ہو تو یہ ہماری نظر کی کوتاہی اور بصیرت کی کمی ہوگی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اس سے پاک ہوگا۔

طباعت کے سلسلہ میں سب سے اہم اور بنیادی سوال سرمایہ کا تھا۔ اور عوام اہلسنت کی غربت کی وجہ سے نہایت مشکل بھی اس لیے اراکین سنی دارالاشاعت کو بے حد جدوجہد کرنی پڑی۔ اور یوپی۔ بہار۔ بنگال بھی جگہ جگہ کرنا پڑا تب جا کر رقم فراہم ہوئی۔

بریلی میں محترم ساجد علی خاں صاحب۔ مولانا شریف الحق صاحب اور مولوی مجیب الاسلام صاحب حبشید پور میں علامہ رشید القادری صاحب ضلع گونڈہ میں تنشی پور۔ لوکھوا۔ براہمپور۔ اوڈا بھار۔ علاقہ بھانپور میں بچپٹر دا۔ رامنگر۔ ناوڈیہ۔ بستی میں۔ خلیل آباد۔ براؤں امرڈو بھا۔ نہند اول ضلع اعظم گڑھ میں مبارکپور۔ خیر آباد۔ ابراہیم پور۔ محمد آباد۔ سگھری۔ منو۔ ادھی۔ گھوسی وغیرہ مختلف دیار و امصاد کے احباب اہل سنت نے ہماری ہر طرح مدد کی جس کے لیے ہم بھی احباب کے شکر گزار ہیں۔

اس طرح بہت سارے مشکل مرحلوں سے گزر کر یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ اگر قوم نے ہماری ہمت افزائی اسی طرح جاری رکھی تو نہ صرف فتاویٰ رضویہ بلکہ سنی تصنیف و تالیف کے ایک عظیم ادارے کی داغ بیل انشاء اللہ پڑھکی ہے۔

السعی منی ولا تملأ من الله

عبدالرؤف خفر

ناظم سنی دارالاشاعت مبارکپور ضلع اعظم گڑھ

۱۱ رصفہ الثانی ۱۳۸۱ھ

۲۶ جولائی ۱۹۶۱ء

## مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتاب میں شامل نہ ہو سکے

شمارہ	نام	زبان	مضمون
۱	حسن البراعہ فی تنقید حکم الجماعہ	عربی	جماعت اولیٰ کے بیان میں
۲	جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال	"	نیا یا استعمالی جوئے میں ناز پڑھنا یا مسجد میں مانع ہے
۳	ازیں کافل لحکم القعدة فی المكتوبة والنوافل	"	قعدہ فرض ہے یا واجب
۴	الطہرۃ فی سترۃ العورة	"	مستورہ اعضا کے بیان میں
۵	شامة العنبر فی النداء بازاء المنبر	"	اذان جمعہ بیرون مسجد محاذی منبر چاہئے
۶	لوامع البہا فی المصالح للجمعة والاربع عقیدہا	فارسی	جمعہ کیلئے شرط ہونے اور احتیاطی طور کے بیان میں
۷	احسن المقاصد فی بیان ما تنزه عنه المساجد	اردو	مسجد میں کیا کیا کام نارداد ہیں
۸	رعایۃ المنہ فی ان التہجد نقل اوسنہ	"	تہجد نقل ہے یا سنت
۹	ما یجلی الاصر عن متحد ید المص	"	شہر کی تقریف، جمعہ وعیدین کہاں جائز ہیں
۱۰	الرد الاشد البہی فی ہجرا الجماعۃ علی الکفہکی	"	جماعت ثانیہ کے بیان میں

## کرم خوردہ جگہوں میں اندازہ سے جو عبارتیں لکھی گئی ہیں وہ ذیل میں درج ہیں

صفحہ	سطر	عبارت کی مقدار	صفحہ	سطر	عبارت کی مقدار	صفحہ	سطر	عبارت کی مقدار
۱۵	۲۴	کریں اور نماز کے بعد	۳۶۹	۳	سے نیت کرتا ہے	۳۳۱	۱۳	خود بخندہ
"	"	حرج ہے	۳۷۹	۱۰	نادانستہ ہو یعنی ایک شخص	۴	۱۳	وعلتش
۳۵۳	۹	اس قبیل	۳۸۳	۹	اُسے	۳۳۲	۵	نادر تر
۳۵۵	۲	میں مذکور ہوئے آپ پر	۳۸۳	۱	مخالفت	"	"	ادا فرمود
"	۳	من ہنا یعلم جمل بعض مدرسی	۳۲۶	۵	اذا	۳۳۳	۱۰	مصنف
"	۴	سمعت من بعضهم	۳۲۶	۵	تنزل علیہم	۳۳۴	۱۳	نام معین برائے معین سرست
۳۶۵	۱۳	ہے تو ماضی کے لئے	۳۶۸	۲۰	بادائے وسط	۳۳۵	۲۴	چوں در سوالیکہ
"	۱۴	قدیم متاخر الذکر	۳۳۰	۸	کہلا لا باس لہے	"	۲۵	اور محراب صوری گشتند
۳۶۸	۱۶	نفل میں	"	۲۲	ادائل ادراک	۳۶۸	۱۰	یر محض

## بیاض کے صفحات

صفحہ	سطر	صفحہ	سطر
۳۶۸	۳	۳۶۹	۲۰
۳۹۹	۴	۳۳۳	۱۰
۴۰۷	۱۷	۳۳۳	۲۴
۴۶۷	۱۱	۳۳۶	۱۵
۴۲۸	۱۲	"	۱۶
"	۱۳	۵۰۱	۱۰

## اتمام جوابات

- ۱۔ رسالہ نعم الزاد ۱۰۵ سے شروع ہوتا ہے  
 ۲۔ جواب اگر امام میں کوئی نقص الخ ۳۳۵  
 ۳۔ جواب ..... ۳۳۵  
 ۴۔ جواب ہندوستان اصل الخ ۵۰۲

جو مسائل کا یہوں سے نقل ہوئے اور اصل مفقود ہے

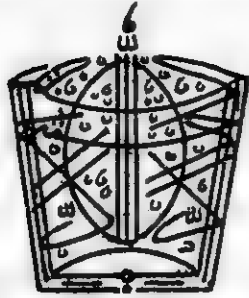
ان کی تعداد ۱۱۷ ہے۔ ذیل میں تفصیل درج ہے

باب شرط الصلوۃ میں صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۱ کے مسائل (۲)

باب صلوۃ الصلوۃ ۵۳ اور صفحہ ۵۴ تا صفحہ ۵۵ کے مسائل (۲۲)

باب القراءۃ ۵۵ اور صفحہ ۵۶ تا صفحہ ۵۷ کے مسائل (۶۶)

باب الامامت ۱۳۶ اور صفحہ ۱۳۷ و ۱۳۸ تا ۱۳۹ کے مسائل (۲۵)



## شُرُوط الصَّلَاةِ

**مسئلہ۔** از کلکتہ و حرم تلہ ۱۷ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۴  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تہنہ اگر ایسے باریک کپڑے کا ہے کہ اُس میں سے بدن کی سرخی یا سیاہی نمایاں  
ہے تو اُس تہنہ سے نماز جائز ہو جائے گی یا نہیں۔

### الجواب

نہ۔ فی الدر المختار ما تروا لیصف ما تحته فی رد المحتار بان لا یرى منه لون البشرة یہاں سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا  
وہ دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی بچے مفید نماز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** مسئلہ مرزا باقی بیگ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۰۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کے بدن میں کئے عضو عورت ہیں۔ بینوا قوجروا

### الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔ یہ تو معلوم ہے کہ مرد کے لیے ناف سے زانو تک عورت ہے ناف خارج گھٹنے داخل مگر جُزْءِ اعضاء  
اعضایان کرنے میں یہ نفع ہے کہ اُن میں ہر عضو کی چوتھائی پر احکام جاری ہیں مثلاً (۱) اگر ایک عضو کی چارم کھل گئی اگرچہ اُس کے  
بلا قصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا تو نماز بالاتفاق جاتی رہی (۲) اگر صورت مذکورہ میں  
پورا رکن تو ادا نہ کیا مگر اتنی دیر گزر گئی جس میں تین بار سجدہ شد کہ لیت تو بھی مذہب بخار پر جاتی رہی (۳) اگر نمازی نے بالقصد ایک عضو کی  
چارم بلا ضرورت کھولی تو فوراً نماز جاتی رہی اگرچہ معاً چھپا لے یہاں ادا کے رکن یا اُس قدر دیر کی کچھ شرط نہیں (۴) اگر تکبیر ثانیہ اسی  
حالت میں کہی کہ ایک عضو کی چارم کھلی ہے تو نماز سرے سے منقذ ہی نہ ہوگی اگرچہ تین قبضوں کی دیر تک کشوف نہ رہے (۵) ان سب  
صورتوں میں اگر ایک عضو کی چارم سے کم ظاہر ہے تو نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے اگرچہ بعض  
صورتوں میں گناہ و سوئے ادب بیشک ہے (۶) اگر ایک عضو دو جگہ سے کھلا ہو مگر جمع کرنے سے اس عضو کی چوتھائی نہیں ہوتی تو



نما ہو جائے گی اور چوتھائی ہو جائے تو بقا صیل مذکورہ نہ ہوگی (۷) متعدد عضوں مثلاً دو میں سے اگر کچھ کچھ حصہ کھلا ہے تو جب مکشوف ملانے سے ان دونوں میں جو چھوٹا عضو ہے اگر اُس کی چوتھائی تک نہ پہنچے تو نماز صحیح ہے ورنہ بتفصیل سابق باطل مثلاً ران و زینات سے کچھ کچھ کپڑا لگ ہے تو دونوں کی قدر مکشف اگر زینات کی چارم کو پہنچے نماز نہ ہوگی اگرچہ مجموعہ بلکہ صرف ران کی چوتھائی کو بھی نہ پہنچے کہ ان دونوں میں زینات چھوٹا عضو ہے اور سرین اور زینات میں انکشاف ہے تو مجموعہ سرین کے ربع تک پہنچنا چاہیے اگرچہ زینات کی چوتھائی نہ ہو کہ ان میں سرین عضو اصغر ہے اسی طرح تین یا چار یا زیادہ اعضا میں انکشاف ہو تو بھی اُن میں سب سے چھوٹے عضو کی چارم تک پہنچنا کافی ہے اگرچہ اکبر یا اوسط یا خفیف حصہ ہو۔ هذا الصحيح الذي نص عليه محمد في الزيادات فلا عليك من بحث التبیین وان تبعه الفتح والبحر واختاره البهان الحلی فی الصغير وتمام الكلام بتوفيق الملك العلام فی رسالتنا الطرة فی ستر العودة التي الفتھا بعد ورود هذا السؤال لازاحة ما فی المسائل من وجوه الاشكال والحمد لله المهيمن المتعال - یہ سب مسائل در مختار و رد المحتار وغیرہما اسفار سے استفادہ و ہذا نصہما ملقطاً و مختلطاً و یمنع کشف ربع عضو قد راداء رکن (سبنتہ منیۃ قال شارحہا و ذلک قدر ثلث تسبیحات و اعتبر محمد اداء الرکن حقیقۃ و الاول المختار للاحتیاط شرح المذنیۃ و اقل من قدر رکن فلا یفسد اتفاقاً لان الانکشاف اکثر فی الزمان القلیل عفو کالاتکشاف القلیل فی الزمان الكثير و ہذا فی الانکشاف الحادث فی الصلاۃ اما المقارن لا ابتداء فیمتنع انعقادھا مطلقاً اتفاقاً بعد ان یکون المكشوف ربع عضو بلا صنعہ (فلو بہ فسدت فی الحال عند ہم قنیہ ای وان کان اقل من اداء رکن الالحاجۃ کرفع فعلہ لحفوف الضیاع ما لو یؤد رکناً کما فی الخلاصۃ) و تجتمع بالاجزاء (وہی النصف والرابع والثلث) لو فی عضو واحد والا فبالقدر (ای المساحۃ) فان بلغ (المجموع بالمساحۃ) ربع ادناھا (ای ادنی الاعضاء المنکشف بعضها) منع (کما لو انکشف نصف ثمن الفخذ ونصف ثمن الاذن من المرأة فان مجموعھما بالمساحۃ اکثر من ربع الاذن التي هی ادنی العضوين المنکشفین میں نے ان مسائل میں ہر جگہ اقویٰ و ارجح و احوط قول کو اختیار کیا کہ عمل کے لیے بس ہے اما ذکر الخلاف و بسط التعلیل فذاع الی تفصیل یفصی الی الطویل بالجملہ ان احکام سے معلوم ہو گیا کہ صرف اجمالاً اس قدر سمجھ لینا کہ یہاں سے یہاں تک ستر عورت ہے ہرگز کافی نہیں بلکہ اعضا کو جدا جدا پہچانا ضروری ہے اور وہ علامہ حلی و علامہ محمد طائی علامہ شامی محشیان در مختار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے مرد میں آٹھ گنے (۱) ذکر کر کے اپنے سب پر زور دینی حشفہ و قصبہ و قلفہ کے ایک عضو ہے یہاں تک کہ مثلاً صرف قصبہ کی چوتھائی یا فقط حشفہ کا نصف کھلنا مفسد نماز نہیں اگر باوجود علم و قدرت ہو تو گناہ و بے ادبی ہے اور ذکر کے گردے کوئی پارہ جسم اُس میں شامل نہ کیا جائے گا یہی صحیح ہے یہاں تک کہ صرف ذکر کی چوتھائی کھلنی مفسد نماز ہے و سب ذلک و تمام التحقیق فی سالتنا المذكورۃ (۲) اثنین یعنی بیٹھنے کے دونوں مل کر ایک عضو ہے یہی حق ہے یہاں تک کہ اُن میں ایک کی چارم بلکہ تہائی کھلنی بھی مفسد نہیں و قد ذلت ہنا قد ام العلامة البرجدی فی شرح النقایۃ کما نبہنا علیہ فی الطرة فلیتنبہ پھر یہاں بھی صحیح یہی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے حول سے کچھ ضم نہ کیا جائے گا یہ دونوں تہا عضو مستقل ہیں (۳) دُبْر یعنی پاخانہ کی جگہ اس سے بھی صرف اُس کا حلقہ مراد یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد (۴ و ۵) ایتین یعنی دونوں چوڑے چوڑے سب صحیح میں جدا عورت ہے کہ ایک کی چوتھائی کھلنی

باعث نساد ہے ( ۷ و ۸ ) فخذین یعنی دونوں رانیں کہ ہر ران اپنی جڑ سے جسے عربی میں ركب و رفع و مغین اور فارسی میں پیچولہ ران اور اُردو میں چڑھا کہتے ہیں گھٹنے کے نیچے تک ایک عضو ہے ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع اور اُس کے ساتھ مل کر ایک عورت ہے یہاں تک کہ اگر صرف گھٹنے پر سے کھلے ہوں تو صحیح مذہب پر نماز صحیح ہے کہ دونوں مل کر ایک ران کے رجب کو نہیں پہنچتے ہاں خلاف ادب و کراہت ہونا جادات ہے ( ۸ ) کرماندہ سے کی جگہ ناف سے اور اُس کی سیدھ میں آگے پیچھے دہنے بائیں چاروں طرف پیٹ کر کولہوں کا جو ٹکڑا باقی رہا وہ سب مل کر ایک عورت ہے ردالمحتاد میں ہے اعضاء عورة الرجل ثمانية الاول الذن کو وما حوله الثاني الكفتان وما حوله الثالث الدبر وما حوله الرابع والخامس الكلبتان السادس والسابع الفخذان مع الكلبتين الثامن ما بين السرة الى العانة مع ما يحاذي ذلك من الجنبين والظهر والبطن اقول وبالله التوفيق

یہاں دو مقام تحقیق طلب ہیں مقام اول آیا عورت ہشتم میں پیٹ کا وہی نرم حصہ جنات کے نیچے واقع ہے جسے ہندی میں پیٹرو کہتے ہیں تینوں طرف باقی یعنی کروٹوں اور پیٹھ سے اپنے محاذی بدن کے ساتھ صرف اسی قدر داخل ہے اور ذکر کے متصل وہ سخت بدن جو بال اُگنے کا مقام ہے جسے عربی میں عانة کہتے ہیں اس میں شامل نہیں یہاں تک کہ صرف مقدار اول کی چوتھائی اُکھلتی مفسد نماز ہو اگرچہ عانة کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو چارم سے کم رہے یا عانة بیست ناف سے نیچے جس قدر جسم رانوں اور ذکر اور چوڑوں کے شروع تک باقی رہا سب مل کر ایک عورت ہے یہاں تک کہ افاد نماز کے لیے اس مجموعہ کی چوتھائی درکار ہو اور مقدار اول کا رجب کفایت نہ کرے عینی کتب فقہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں اُن میں کہیں اس تنقیح کی طرف توجہ خاص نہ پائی اور بنظر ظاہر کلمات علما مختلف سے نظر آتے ہیں مگر بعد غور و تمین الظروا شبہ امر ثانی ہے یعنی یہ سب بدن مل کر ایک ہی عورت ہے تو یوں سمجھیے کہ چار اطراف بدن میں اس سے ملے ہوئے جو عضو ہیں مثلاً ران و سرین و ذکر اُن کا آغاز تو معلوم ہی ہے اُن سے اوپر اور پرفات کے کنارہ زیریں اور سارے دُور میں اس کنا سے کی سیدھ تک جتنا جسم باقی رہا اُس سب کا مجموعہ عضو واحد ہے اور اسی طرف علامہ حلبی و علامہ طحاوی و علامہ شامی رحمہم اللہ تعالیٰ کا کلام مذکور ناظر کہ اُنھوں نے عانة عضو جدا گانہ نہ ٹھہرایا ورنہ تقدیر اول پر اس قدر ٹکڑا اُس میں داخل نہ تھا اور اُس کا ران و ذکر میں داخل نہ ہوتا خود ظاہر تو واجب تھا کہ اس پارہ جسم یعنی عانة کو ذرا عضو شمار فرماتے اس مقام کی تحقیق کامل بقدر قدرت فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے رسالہ مذکورہ الطرة فی ستر العورة میں ذکر کی یہاں انشاء اللہ تعالیٰ اسی قدر کافی کہ عانة اور عانة سے اوپر بات تک سارا جسم جسم واحد ہے کہ حقیقتہً وحشا و حکماً سب طرح متصل تو اُسے دو عضو مستقل ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہدایہ میں ہے عندنا ہما ( یعنی اللحمین و ہما العظمان الذان علیہما منابة الاسنان من الوجه لا تقصا لهما بہ من غیر فاصلة یہ تو بھلا شد دلیل فقہی ہے اور خاص جزئیہ کی تفسیر کہ وہ ہے کہ جواہر الاخطا طبعی میں فرمایا اذا انکشف ما بین سرتہ و عورتہ و کان ربعا فسدت صلوتہ لان ما بینہما عضو کامل اريد منه حول جميع البدن فاذا انکشف ربعہ کان فاحشا و یحیونات کے نیچے سے ذکر کے آغاز تک سارے بدن کو ایک عضو ٹھہرایا یا فیض علی ہے اور باقی عبارات علما محتمل تو اسی پر اعتماد اسی پر عمل مالم یظہر لا قوسی فی فی المحل والعلم بالحق عند الملك الاجل مقام دوم فقیر غفر اللہ لہ نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے جامع صغیر امام محمد

قدوسی امام ابو الحسن و فتاویٰ امام حافظ الدین نسفی و کثیر الدقائق و فتاویٰ الروایہ امام تاج الشریعہ و فتاویٰ امام صدر الشریعہ و مینہ المصلیٰ و اصلاح علامہ ابن کمال باشا و ملحقی البحر علامہ ابراہیم حلبی و استنباط علامہ زین العابدین مصری و تنویر الابصار علامہ عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی و نور الایضاح علامہ حسن شرنبلالی و ہدایہ امام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی و کافانی امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد سفدی و شرح وقایہ امام عبید اللہ بن سعد مجوبی و تبیین الحقائق امام فخر الدین زلیعی و فتح القدر امام محقق علی الاطلاق محمد بن الامام وحید امام محمد بن محمد بن محمد بن امیر الحاج حلبی و ایضاح علامہ احمد بن سلیم و زیہ رومی و ذخیرۃ العقبیٰ علامہ یوسف بن بنید حلبی و غنیۃ علامہ برہان الدین حلبی و صغیرتہ شرح مینہ المصلیٰ و شرح نقایہ علامہ عبد اللعلیٰ رجندی ہروی و جامع الرموز علامہ شمس الدین محمد قسطنطنی و بحر الرائق علامہ زین بن ابراہیم مصری و مرآۃ الفلاح علامہ ابو الاخلاص ابن علامہ مصری و مختار محقق محمد بن علی دمشقی و غرر الیقون علامہ سیدی احمد حموی و مجمع الانہر علامہ شیخ زائدہ قاضی رومی و حاشیہ مرآۃ للعلامہ السید احمد المصری و حاشیہ درمختار للعلامہ السید الطحطاوی و رد المحتار علامہ محقق سیدی امین الدین محمد بن عابدین شامی و فتاویٰ خانہ امام اجل ابو المحاسن فخر الدین اوز جندی و خلاصۃ امام طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری و جواهر الاخلاص علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر محمد سینی و خزانۃ المفتیین و فتاویٰ خیرہ و عقود الدرہ و فتاویٰ رکنیہ و فتاویٰ ہندیہ و غیرہ کتب نفیہ متون و شروح و فتاویٰ جس قدر فقیر کے پاس ہیں سب کی مراجعہ کی سوا و حاشیہ طحطاوی و شامی کے اس تعداد ہشت میں حصر کا نشان کہیں نہ پایا علما نے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ہدایت و نہایت عورت کی حدیں بتا گئے اور بعض بعض اعضا کو جدا جدا بھی ذکر فرما گئے پھر کسی کتاب میں صرف دو تین عضو ذکر کیے کسی میں چار پانچ کسی میں کوئی عضو کسی میں کوئی مگر استیعاب نہ فرمایا دیوار شمار بتایا ہاں اس قدر ضرور ہے کہ متفرق کتابوں سے سب کو جمع کیجیے تو بیان میں ہی آٹھ آئے ہیں غالباً اسی پر نظر نہ کرنا کہ علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آٹھ میں حصر فرمادیا اور سیدین فاضلین نے ان کا اتباع کیا خود عبارت علامہ شامی قدس سرہ مالامی دلیل ہے کہ یہ تعداد علامہ حلبی کی استخراج کی ہوئی ہے یعنی ان سے پہلے علمائے ذکر نہ فرمائی حیث قال بعد تمام الکلام بتعداد اعضاء العورة فی الامۃ والحجۃ کذا احروہ ح اہ مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کہ اس شمار میں کلام ہے کہ وہ بدن جو دبر و انشیں کے درمیان ہے اس گنتی میں نہ پایا اُسے عورت شہم کے خارج سے قرار دے سکتے ہیں کہ بیچ میں مستقل عورتیں یعنی ذکر و انشیں فاصل ہیں ہدایہ میں فرمایا لا وجه الی ان یکون (یعنی الساعد) تبعاً للاصابع لان بینہما عضوا کا ملام امام نسفی نے کافی شرح کافی میں فرمایا اما الساعد فلا یتبعہا (یعنی الاصابع) لان غیر متصل بھانہ یہ صحیح کہ اسے دو حصے کر کے دبر و انشیں میں شامل مانے کہ مذہب صحیح پر تھا انشیں عضو کامل ہیں یونہی صرف حلقہ دبر عضو مستقل ہے کہ ان کے گرد سے کوئی جسم ان کے ساتھ نہ ملایا جائے گا ملحق البحر میں کشف رجب عضو ہو عورۃ یمنع کالذکر بمغدة والانشیں و حدهما وحلقۃ الدبر بمغدة الخزانۃ المفتیین میں ہے الذکر عضو بانفادہ و کذا الانشیان و هذا هو الصحیح صغیرتہ شرح مینہ میں ہے انکشاف رجب الذکر وحده اور بعد الانشیں بمغدة و ہا یمنع جوازہا اسی میں ہے حلقۃ الدبر عضو بمغدة و کلاھا لاتزید علی قدر الدبر و غنیۃ شرح کبیر مینہ میں ہے القبیل والدبر اذا انکشف من احدہما رجبہ وان کان اقل من قدر الدبر یمنع جواز الصلاۃ اہ ملخصاً کافی میں ہے کشف رجب سا قہا یمنع جواز الصلاۃ و کذا الدبر والدبر الذکر

والانثیان حکمها حکم الساق والکفرخی اعتبار فی الدبر قد رالد رهم والد بولا یكون اکثر من قد رالد رهم فهذا یقتضی جواز الصلاة وان کان کل الدبر مکشوفاً وهو متناقض ام ملتقطاً حلیہ میں ہے غلطوہ بان هذا تغلیط یؤدی الی التخیف او الاسقاط لان من الغلیظة ما لیس بالاکثر من قد رالد رهم فیؤدی الی ان کشف جمیعہ لا یمنع وقد اجیب عنه بانه قد قیل بان الغلیظة القبل والدبر مع حولهما فیجوز کونه اعتبار بذلک فلا یرد علیہ ما قالوا ویدفعہ ما تقدّم من ان الصحیح ان کلام من الذکر والخصیبتین عضو مستقل وکذلک الصحیح ان کلام من الایتین والدبر عضو مستقل فلا یتّم ذلك الا اعتباراً بمختصّی اس طرح جمیعین غیرہ میں تصریح فرمائی فقیر غفر اللہ نے اپنے رسالہ مذکورہ میں اس بحث کی بحوالہ تفتیح بالغ بما لا یرید علیہ ذکر کی اور اُس میں ثابت کر دیا کہ افضل ثلثہ قدس اسرارہم کا ذکر دو برائشیں کے ساتھ لفظ حول زائد کرنا بیکار بلکہ مبہم واقع ہوا اور جب ثابت ہو گیا کہ یہ جمیع مابین الدبر والا نثیین اُن اُنھوں عورتوں میں کسی سے شامل اور کسی کا تابع نہیں ہو سکتا اور وہ بھی قطعاً ستر عورت میں داخل تو واجب کہ اُسے عضو جدا گانہ شمار کیا جائے مرد میں عدد اعضاء عورت فوّ قرار دیا جائے اور کتب مذکورہ میں اُس کا عدم ذکر ذکر عدم نہیں کہ آخر اُن میں نہ استیعاب کی طرف ایمان کسی تعللاً ذکر وہ ستر عورت کی دونوں حدیں ذکر فرما چکے اور اتنے اعضا کے استقلال و انفراد پر بھی تصریحیں کر گئے تو جوابی رہا لاجرم عضو مستقل قرار پائے گا فلیفہم ولیتامل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے سہولت حفظ کے لیے اس مطلب کو چار شعر میں نظم کیا اور ذکر اعضا میں ترتیب بھی وہی ملحوظ رہی۔ ان اشعار میں مرد کے لیے ستر عورت کی حدیں بھی بتائی گئیں وہ بھی اُس تصریح سے کہ ناف خارج اور زانوا داخل اور وہ مقدار بھی بتادی گئی جس قدر کا کھلنا مذہب مختار پر مفید ہے پھر یہ تفرقہ بھی کہ ہا قصہ کھولنے میں فوراً نماز فاسد ہوگی اور بلا قصد میں مقدار ادا سے رکن تک کھلنا چاہیے اس میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ مذہب مختار پر حقیقہ ادا سے رکن شرط نہیں پھر اس مذہب صحیح کی طرف بھی ایمان ہے کہ ذکر و انثیین و دبر و ہر سرین تنہا تنہا عضو کامل ہیں اور یہ مذہب صحیح بھی ظاہر کر دیا گیا کہ ہر کھٹنا اپنی ران کا تابع ہے اور جو عضو فقیر نے زائد کیا اُس میں یہ اشارہ بھی کر دیا کہ اس کی جزئیہ کی تصریح نہ پائی اور عورت زیر ناف میں یہ بھی مصرح ہو گیا کہ سب جوانب بدن سے مراد ہے اور نیز یہ بھی کہ عانہ اس میں داخل ہے و لہذا اسے بھی لفظ ظاہر کے نیچے رکھا بحوالہ مختصر بکر کی چار بیتوں میں اس قدر فوائد کثیرہ کے ساتھ لطف یہ ہے کہ بنائیت الہی کوئی حرج و حشو مصرح پر نہیں نہ کہیں ادا سے مطلب میں بیکار مخل واقع ہوا والحمد للہ رب العالمین وہ اشعار آبدار یہ ہیں سے ستر عورت مردہ خصوصاً و از تر نان تامة زانوبہ ہر چہ ہمیش بقدر رکن کشود یا کشودی دے نماز مجوز ذکر و انثیین و حلقہ بس و دوسری ہر فخذ بزانوبہ و لہذا ظاہر افضل انثیین و ہر باقی زیر ناف از ہر سو و گویا یہ سارا فتویٰ ان چار شعر کی شرح ہے واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - سؤلہ مرزا باقی بیگ صاحب لاہوری ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت آزاد کے بدن میں کے عضو عورت ہیں۔ بدینوا توجرو

**الجواب**

زن آزاد کا سارا بدن سر سے پاؤں تک سب عورت ہے مگر مونہ کی ٹکلی اور دونوں ہتھیلیاں کہ یہ بالاجماع اور عبادت خلاصہ سے مستفاد



کہ ناخن پا سے ٹخنوں کے نیچے جوڑ تک پشت قدم بھی بالاتفاق عورت نہیں تلودوں اور پشت کف دست میں اختلاف صحیح ہے اصل مذہب یہ کہ وہ دونوں بھی عورت ہیں تو اس تقدیر پر صرف پانچ ٹکڑے ششٹی ہوئے سونہ کی ٹکلی دونوں ہتھیلیاں دونوں پشت پا ان کے سوا سارا بدن عورت ہے اور وہ تیس عضوں پر مشتمل کہ ان میں جس عضو کی چوڑائی کھلے گی نماز کا وہی حکم ہوگا جو ہم نے پہلے فتوے میں اعضاء عورت مرد کی نسبت لکھا وہ تین عضو یہ ہیں (۱) سر یعنی طول میں پیشانی کے اوپر سے گردن کے شروع تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک جتنی جگہ پر عادتہ بال جمتے ہیں (۲) بال یعنی سر سے نیچے جو ٹکے ہوئے بال ہیں وہ جدا عورت ہیں (۳ و ۴) دونوں کان (۵) گردن جس میں گلا بھی شامل ہے (۶ و ۷) دونوں شانے یعنی جانب پشت کے جوڑ سے شروع بازو کے جوڑ تک (۸ و ۹) دونوں بازو یعنی اس جوڑے کھینچوں سمیت شروع کلائی کے جوڑ تک (۱۰ و ۱۱) دونوں کلائیوں یعنی کسی کے اس جوڑے گتوں کے نیچے تک (۱۲ و ۱۳) دونوں ہاتھوں کی پشت (۱۴) سینہ یعنی گتے کے جوڑ سے دونوں پستان کی زیریں تک (۱۵ و ۱۶) دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اٹھ چکی ہوں یعنی اگر ہنوز بالکل نہ اٹھیں یا خفیف و خاصہ ہیں کہ ٹوٹ کر سینہ سے جدا عضو کی صورت نہ بنائی تو اس وقت تک سینہ ہی کے تابع رہیں گی الگ عورت نہ گنی جائیں گی اور جب ابھار کی اس حد پر آجائیں کہ سینہ سے جدا عضو قرار پائیں تو اس وقت ایک عورت سینہ ہوگا اور دو عورتیں یہ۔ اور وہ جگہ کہ دونوں پستان کے بیچ میں خالی ہے اب بھی سینہ میں شامل ہے گی (۱۷) پیٹ یعنی سینہ کی حد نہ کرے ناف کے کنارہ زیریں تک ناف پیٹ ہی میں شامل ہے (۱۸) پیٹ یعنی پیٹ کے مقابل پیچھے کی جانب محاذات سینہ کے نیچے سے شروع کر تک جتنی جگہ ہے (۱۹) اس کے اوپر جو جگہ پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے جوڑوں اور پیٹ کے بیچ میں سینہ کے مقابل واقع ہے ظاہر ا جدا عورت ہے ہاں بغل کے نیچے سے سینہ کی حد زیریں تک دونوں کر دوں میں جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ سینہ میں شامل ہے اور کچھ اسی سترھویں عضو یا شانوں میں اور زیر سینہ سے شروع کر تک جو دونوں پہلو ہیں ان کا اگلا حصہ پیٹ اور کچھ پیٹ میں داخل ہے (۲۰ و ۲۱) دونوں سُرین یعنی اپنے بالائی جوڑے رانوں کے جوڑ تک (۲۲) فرج (۲۳) دبر (۲۴ و ۲۵) دونوں رانیں یعنی اپنے بالائی جوڑے رانوں کے نیچے تک دونوں رانوں میں شامل ہیں (۲۶) زیر ناف کی نرم جگہ اور اس کے متصل و مقابل جو کچھ باقی ہے یعنی ناف کے کنارہ زیریں سے ایک سیدھا دائرہ کر کے نیچے اس دائرے کے اوپر اوپر تو سینہ تک اگلا حصہ پیٹ اور کچھ پیٹ میں شامل تھا اور اس کے نیچے نیچے دونوں سُرین اور دونوں رانوں کے شروع جواو دبر و فرج کے بالائی کنارے تک جو کچھ حصہ باقی ہے سب ایک عضو ہے عادتہ یعنی بال جمتے کی جگہ بھی اسی میں داخل ہے (۲۷ و ۲۸) دونوں پنڈلیاں یعنی زیر زانو سے ٹخنوں کے نیچے تک (۲۹ و ۳۰) دونوں تلوسے فی تنویر الابصار والدر المختار بعورة (للحرة) ولو خنثی (جميع بدنها) حتی شعرها النازل فی الاصل (خلا الوجه والكفین فظهر الکف عورة علی المذهب والقدمین علی المعتمد) وفي الخلاصة المرأة اذا لم تستر ظهر قد مها تجوز صلاحها بطن الکف والوجه علی هذا الان هذه الثلثة منها ليست بعورة وبطن قد مها هل هي عورة ذیہ روایتان والتقدیر فیہ بریم بطن القدم فی رواية الاصل وفي رواية الكونخی لیس بعورة ام ملخصا وهذا التقصیل بین ظهر القدم و بطنها جزم المحقق علی الاطلاق فی مقدمته زاد الفقیر قال العلامة الغزی صاحب التنبیر فی شرحها اعانة الحقیر اقول فاستفہد

من کلام الخلاصة ان الخلاف اما هو في باطن القدم واما ظاهره فلا فليس بعورة بلا خلاف الخ وفي الهندي عن الخلاصة  
 ثدي المرأة ان كانت صغيرة ناهضة فهو تتبع لصدرها وان كانت كبيرة فهو عضو على حدة **اقول** اما ما بين الثديين  
 فقد كان هو موضع الثديين جميعا من الصدر قبل انكسارهما اما ما فقد انحازنا بالانكسار فبقى ما بينهما واخللا  
 في الصدر كما كان وهو ظاهر اما تبعية السرة للبطن فلانا نرغها تتبعه في شمول حكم السترو عدمه فبطن الرجل لما لم  
 يكن عورة لم تكن عورة من الامة ظهرها وبطنها ما نصه البطن ما لان من المقدم والظهر ما يقابله من المؤخر كذا في  
 الخزانة وقال الحمقي الظهر ما قابل البطن من تحت الصدر الى السرة جوهره اى فما حاذى الصدر وليس من الظهر الذي  
 هو عورة اه وفي حاشية الطحاوى على مراقي الفلاح اما الجنب فانه تبع للبطن كذا في القنية والا وجه ان ما يلي البطن  
 تبع له كما في البحر معني وما يلي الظهر تبع له كما في تحفة الاخيار اه وفي ط على الدر المختار ان كانت امة فاعضاء عورتها ثمانية  
 ايضا الفخذان والاليتان والقبل والدبر وما حولهما والبطن والظهر وما يليهما من الجنبين ويزاد في الحرة الساقان  
 مع الكعبين والثديان المنكسران والاذنان والعضدان مع المرفقين والذراعان مع الرسغين والكتفان وبطنها قد ميهما  
 في رواية الاصل والصدر والرأس والشعر والعنق وظهر الكفين ففي ثمانية وعشرون عضوا اه قال ش كذا احرة ح اه  
**اقول** فانه رجمهم الله تعالى عضوان الاول ما تحت السرة الى العانة وما يحاذيه من كل جانب فان هذا غير داخل  
 في البطن والظهر لانه عورة من الرجل ودونها ولا في الفرجين ولا لليتئين لانه عورة بمحاله في الرجل فكيف فيها فهاذا فاقم  
 في الامة والحرة جميعا والاخر ما يحاذى الصدر من خلف الى مبتدأ الظهر فان الظهر كما علمت لا يشمل ولا الكتفان  
 ولا العنق كما لا يخفى ولا شك انه عورة من الحرة فوجب ان يكون عضوا مستقلا منها فتمت لها ثلثون وبالله التوفيق  
 تبليغ ملاحظ عليه وغنية وبخورد المختار وغيره اسے ظاہر کہ قدم حرہ میں ہمارے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اختلاف شدید مع اختلاف تصحیح  
 ہے بعض کے نزدیک مطلقاً عورت ہے امام اقطع نے شرح قدوری اور امام قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں اسی کی تصحیح اور حلیہ میں بدلیل  
 احادیث اسی کی ترجیح کی امام اسبیجانی و امام مرغینانی نے اسی کو اختیار فرمایا بعض کے نزدیک اصلاً عورت نہیں امام برہان الدین نے ہدایہ  
 اور امام قاضی خاں نے شرح جامع صغیر اور امام نسفی نے کافی میں اسی کی تصحیح فرمائی اسی کو محیط میں اختیار کیا اور درمختار میں معتاد و مرقی اطلاق  
 میں اصح الروایتیں کہا کنز وغیرہ اکثر متون کتاب الصلاة میں اسی طرف ناظر ہیں بعض کے نزدیک بیرون نماز عورت ہیں نماز میں نہیں یعنی ہنہما کو  
 ان کا دیکھنا حرام مگر نماز میں کھل جانا منفسہ نہیں اختیار شرح مختار میں اسی کی تصحیح فرمائی پھر کلام خلاصہ وغیرہ سے استفادہ کہ یہ اختلاف صرف  
 تلوں میں ہیں پشت قدم بالاتفاق عورت نہیں مگر کلام علامہ قاسم و حلیہ وغیرہ اسے ظاہر کہ وہ بھی مختلف فیہ ہے اور شک نہیں کہ  
 بعض احادیث اس کے عورت ہونے کی طرف ناظر کہا بظہر بمراجعة الحلیہ وغیرہا تو اگر زیادت احتیاط کی طرف نظر کی جائے تو صرف  
 تلوں بلکہ ٹخنوں کے نیچے سے ناخن پائیک سارے پاؤں کو عورت سمجھا جائے یوں بھی شمار اعضائیش ہی رہے گا اور اگر آسانی پر عمل کریں تو  
 سارے پاؤں عورت سے خارج ہو کر اعضائیش ہی رہیں گے آدمی ان معاملات میں محتار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے تبلیغ دوم

پشت دست اگرچہ اصل مذہب میں عورت ہے مگر من حیث الدلیل یہی روایت قوی ہے کہ کٹوں سے نیچے تا خن تک دونوں ہاتھ اصلاً عورت نہیں بظہر ذلک بمراجعة الحلیۃ والغنیۃ وغیرہما ونص فیہ ما عند ابی داود ورسلا من قول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الجارية اذا حاضت لم یصلح ان یری منها الا وجهها ویدھا الى المفضل قال فی الغنیۃ وکن لک الایۃ لان المراد من الزینۃ بالنظر الی الید هو الخاتم وهو غیر مختص بباطن الکف بل زینۃ فی الظاہر اظہر لانه موضع الفض والنقش قال ولان الضرورة فی ابدائه اشد قال فکان هذا هو الاصح وان کان غیر ظاہر الروایۃ الخ وکن لک قال فی المراتی وحاشیتہا للطحطاوی (جسیم بدن الحرة عورة الا وجهها وکفہا باطنہما وظاہرہما فی الاصح وهو المختار) وان کان خلاف ظاہر الروایۃ ام قال الشامی وکن الیدۃ فی الحلیۃ وقال مشی علیہ فی المحيط وشرح الجامع لقاضی خاں ام تو روایت اقویٰ پر ہر دو پشت دست نکال کر اٹھائیں ہی عضو عورت رہے اور اگر بنظر آسانی اس قول مصحح پر عمل کر کے تلوے بھی خارج رہیں تو صرف چھتیں ہی ہیں اور اصل مذہب پر تین و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** — از کلکتہ نل موتی گلی ۱۵۱۱ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الاخرہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہ کہنا کہ نماز خدکے تعالیٰ کی پڑھتا ہوں جائز ہے یا نہیں ایک صاحب اس کہنے کو منع کرتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

## الجواب

بلاشبہ جائز ہے اُن صاحب کے منع کے اگر یہ معنی ہیں کہ نیت کرتے وقت زبان سے یہ الفاظ نہ کہے جائیں تو ایک قول ضعیف نامعتبر ہے عامۃ کتب میں جواز تلفظ بہ نیت بلکہ اُس کے استحباب کی تصریح فرمائی در مختار میں ہے التللفظ بها مستحب ہوا لمختار وقیل مسندۃ یعنی لجنہ السلف اوسنۃ علماء نا اور اگر یہ مراد کہ نماز کو اللہ عز وجل کی طرف اضافت کرنا منع ہے تو سخت جہل اشع ہے یہ صاحب بھی ہر نماز میں التحيات لله والصلوات کہتے ہوں گے کہ سب مجھے اور سب نمازیں اللہ کی ہیں بظاہر کہ یہاں اضافت بھی لامیرہ ہے باجہلا اس منع کی کوئی وجہ اصلاً نہیں۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** — از بدایوں قاضی محلہ مکان مولوی بقاء اللہ رئیس مرسلہ مولوی عبد الحمید صاحب ۲۲ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ

جناب علی القاب بخندوم و منظم بندہ جناب مولینا صاحب دام فیوضہ خادم بیر یا عبد الحمید بعد بجا آوری آداب گزارش کرتا ہے کہ ایک فتویٰ اپنا لکھا ہوا حسب ہدایت اپنے اتا و جناب مولینا حافظ بخش صاحب کے واسطے تصدیق جناب والا کے بھیجتا ہوں ملاحظہ فرما کر فرماتے فرماتے فرمادیں گے اور اگر کوئی غلطی ملاحظہ سے گزرے تو درست فرما کر نمونہ فرمائیے زیادہ ادب۔ سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فرائض اور واجبات کی نیت میں وقت کے نام میں لفظ ”آج“ یا ”اس“ کا اضافہ کرنا چاہیے یا نہیں مثلاً یوں کہنا کہ نیت کرتا ہوں فرض آج کے ظہر یا عصر یا اس ظہر یا عصر کی اور اگر نہیں کہے گا تو نماز ادا ہوگی یا نہیں۔ خلاصہ جواب صورت مستفسرہ میں فقہا کا اختلاف ہے چنانچہ قاضی خاں نے بلا لفظ آج یا اس کے نیت کو جائز ہی نہیں رکھا ہے کہنا فی فتاواہ وھکذا

فی العلم لکیر یہ اور در مختار میں ہے کہ تعیین ضروری نہیں پس بموجب قولین اولین کے بلا لفظ آج یا اس کے مطلق نیت سے نماز ادا نہ ہوگی اور بموجب قول صاحب در المختار کے ادا ہو جائے گی لیکن چونکہ خروج عن الخلاف بالا جماع مستحب ہے اور اسی در مختار میں نسبت تعیین کی اولویت ظاہر فرمائی ہے اور بلفظ و ہوا المختار ارشاد کیا ہے پس اولیٰ اور مختاریہ ہی ہے کہ تعیین وقت کی لفظ آج یا اس سے ضرور کرے ورنہ تارک اولویت ہوگا اور جب شناخت وقت کی نہیں رکھتا اور یہ بالعموم ہے کہ اس عہد میں اکثر لوگ وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں تو عذر اشد مواخذہ دار ہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بیّنوا توجروا۔

## الجواب

نیت قصد قلبی کا نام ہے تلفظ اصلاً ضرور نہیں نہایت کا مستحب ہے تو لفظ اس یا آج در کنار سرے سے کوئی حرف نیت بان پر نہ لایا تو ہرگز کسی طرح کا حرج بھی نہیں قصد قلبی کی علمائے کرام نے یہ تحدید فرمائی کہ نیت کرتے وقت پوچھا جائے کہ کون سی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو فوراً بے تامل بتادے کما ذکرہ الامام الزیلعی فی التبیین وغیرہ فی غیرہ اور شک نہیں کہ جو شخص نماز وقتی میں یہ بتادے گا کہ مثلاً نماز ظہر کا ارادہ ہے وہ یہ بھی بتادے گا کہ آج کی ظہر شاید یہ صورت کبھی واقع نہ ہو کہ نیت کرتے وقت دریافت کیے سے یہ تو بتادے کہ ظہر پڑھتا ہوں اور یہ سوچتا ہے کہ کب کی تو قصد قلب میں تعیین نوعی نماز کے ساتھ تعیین شخصی بھی ضرور ہوتی ہے اور اسی قدر کافی ہے ہاں اگر کوئی شخص بالقصد ظہر غیر تعیین کی نیت کرے یعنی میں کسی خاص ظہر کا قصد نہیں کرتا بلکہ مطلق ظہر پڑھتا ہوں چاہے وہ کسی دن کی ہو تو اب بلاشبہ اس کی نماز نہ ہوگی فان التبعین فی الفرض فرض بالوفاء وانما الخلف فی عدم المحاظ لا لحاظ العدم اس طور پر تو یہ مسائل اصلاً محل خلاف نہیں۔ لہذا محقق اکمل الدین بارتی نے عنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا اقول الشرط المتقدم وهو ان يعلم بقلبه ای صلاة یصلی یحسم مادة هذه المقالات وغیرہا فان العمدۃ علیہ لحصول التمییزہ وهو المقصود اہ کما نقلہ فی رد المحتار واقرہ ہمناء فی منحة الخالق وایدا العلامة اسمعیل مفتی دمشق کما فی المنحة البتہ تعدد فوائت خصوصاً کثرت کی حالت میں یہ صورت ضرور ہو سکتی بلکہ بہت عوام سے واقع ہوتی ہے کہ ظہر کی نیت کر لی اور تعیین کچھ نہیں کہ کس دن تاریخ کی ظہر یہاں باوصف اختلاف تصحیح مذہب اصح و احوط یہی ہے کہ دن کی تخصیص نہ کی تو نماز ادا ہی نہ ہوگی مگر طول مدت یا کثرت عدد میں تعیین و رکماں یاد رہتی ہے لہذا علمائے اس کا سہل طریقہ یہ رکھا ہے کہ سب سے پہلی یا سب سے پہلی ظہر یا عصر کی نیت کرتا رہے جب ایک پڑھ لے گا تو باقی میں سب سے پہلی یا پچھلی ہے وہ ادا ہوگی و علی هذا القیاس آخر تک فی التنبیہ لا بد من التبعین لفرض ولو قضاء قال فی الدلائل لکنہ یعین ظہر یوم کذا علی المعتد والا سہل نیت اول ظہر علیہ واخر ظہر و فی القہستانی عن المنیۃ لا یشترط ذلك فی الاصح وسمیٰ اخر الکتاب قال الشامی نقل الشارح هناك عن الاشباہ انه مشکل ومخالف لہما ذکرہ اصحابنا القاضی خاں وغیرہ والا صحیح الا اشتراط قلت وکذا صحیحہ فی متن الملتقی هناك فقد اختلف التصحیح والا اشتراط احوط وبہ جزم فی الفتح ہما اور اگر فائزہ ایک ہی ہے تو نیت فائزہ کرنے ہی میں تعیین یوم خود ہی آگئی کما لا ینحفی فی رد المحتار عن الحلۃ لو کان فی ذمتہ ظہر واحد فائزہ فائزہ یکفیه ان ینوی ما فی ذمتہ من الظہر الفائز وان لم یعلم انه من ای یوم بالمجلد نماز وقتی میں صورت واقعہ معلومۃ الوقوع



موقع خلاف و نزاع نہیں خلا فیہ علی اس صورت مفروضہ میں ہے کہ کوئی شخص نماز امروزہ میں تعیین نوعی تو کر لے اور تعیین شخصی سے اصلاح  
ذہل و غافل ہو کہ بحال شعور تصدیق تعیین شخصی کا لزوم اور عدم لحاظ مفقود و معدوم اور بقصد خلاف عدم لحاظ نہیں لحاظ عدم ہے اور وہ  
بلاشبہ نافی نماز و منافی جواز تو غفلت و بے خبری ایسی چاہیے کہ سوال پر یہ تو بتا دے کہ مثلاً ظہر پڑھتا ہوں اور یہ بے تامل و فکر نہ بتا سکے کہ  
آج کی ظہر ایسی حالت میں اس سوال کا محل نہیں کہ مجھے نیت میں کیا پڑھانا چاہیے کہ وہ تو حال ذہول و عدم شعور میں ہے بلکہ بحث یہ ہوگی  
کہ ایسی نیت سے نماز ہوگئی یا نہیں اس میں تین صورتیں ہیں اگر وقت بالی سبب تو روایات مختلف تصحیحات مختلف کہا بینہ فی رد المحتار  
وغیرہ من الاسفار غرض توسیع سلم اور احتیاط اسلم ہو میں اگر وقت جاتا رہا اور اسے معلوم نہیں اس صورت میں اختلاف تصحیح ہے فی  
البحر الرائق شمل ما اذا نوى العصر بلاقيد وفيه خلاف ففي الظهيرية لو نوى الظهر لا يجوز وقيل يجوز وهو الصحيح هذا اذا كان  
مؤد يا فان كان قاضيا فان صلى بعد خروج الوقت وهو لا يعلم لا يجوز وذكر شمس الائمة ينيى صلاة عليه فان كانت وقتية ففي  
عليه وان كانت قضاء ففيه عليه ايضا اهـ وهكذا الصحيح في فتح القدير معزيا الى فتاوى العتباتي لكن جزم في الخلاصة بعدم الجواز وصححه السراج الهندي  
في سراج المغنى فاختلفت التصحيحة كما ترى اهـ ملخصا وفي رد المحتار في النهران ظاهر ما في الظهيرية انه يجوز على الاربع اهـ  
**اقول** بل لعل ظاهرا ما فيها انه لا يجوز على الاربع حيث جزم به ولم يذبل ما ذكر عن شمس الائمة بما يدل على ترجيحه و  
انت تعلم ان اماما من الائمة اذا قال لا يجوز ذلك وقال فلان يجوز فان المتبادر منه ان مختار نفسه الاول بل الظاهر انه  
الذي عليه الاكثر خلافا لمن ذكر اور اگر یہ بھی خروج وقت پر مطلع ہے تو ظاہر جواز ہے محضمان در مختار سادات اہل حلی و طہطادی و شامی  
رحمہم العزیز الغفار نے اس مسئلہ میں روایت نہ پائی علامہ ح نے عدم جواز کا خیال اور علامہ ط نے ان کا خلاف اور علامہ ش نے ان کا  
وفان کیا قال ط الظاهر الصحة عند العلم بالخروج لان نيته حينئذ القضاء خلافا لما في الحلبي اهـ وقال ش مجتوح انه لا يصح  
وخالفه ط قلت وهو لا يظهر لما مر من العناية اهـ **اقول** نعم هو لا يظهر لما مر عن الجوع عن الظهيرية من تفقيده عدم الجواز  
بقوله وهو لا يعلم اما الاستنباد بما مر عن العناية فتدري غير واقع في محله لما علمت ان محل هذه المقالات ما اذا همل و  
غفل وكلام العناية فيما هو المعتاد والمعهود من ان من شعر بالتعيين النوعي شعرا ايضا بالشمسي و رأيتني كتبت ههنا على هامش المشامي  
ما نصه **اقول** ما مر عن العناية فيما اذا علم بقلبه التعيين ولا ينبغي لاحد ان يخالف فيه وهو جار في كل صورة من الصور التسع بل  
لا تسع عليه ولا ثمان انما هي صورة واحدة لا غير وانما الكلام فيما اذا نوى ذلك ذاهلا عن تعيين اليوم والوقت وح لا استظهارا بتأخر  
عن العناية غرض اس صورت مفروضہ کی تینوں شکوں میں جواز کی طرف راہ ہے ولذا ارسل فی الدرر رسالا وقال انه الاصح اور ارجمادات  
خصوصا نماز میں حکم احتیاط معروف و معلوم ہکذا ینبغي تحقیق المقام والله ولی الفضل والا نعام والله سبحانه وتعالى اعلم۔

## بَابُ الْقِبْلَةِ

مسئلہ چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ۔ نقشہ نظری بالا درگاہ حضرت مخدوم سید نظام الدین صاحب الدہ دیا خیر آبادی عرف حضرت چھوٹے مخدوم صاحب قدس سرہ کا ہے اس احاطہ میں ایک مسجد سرہ دری تعمیر شدہ ہے جس کے اندر دو صف کی گنجائش تھی ان صفوں کا جہت قبلہ موافق رخ مسجد قریب ثلث شمالی بین المغربین تھا اور تحقیقاً آخر صدی دوازدهم تک اسی رخ نماز ادا ہوتی رہی تاں بعد فرشی مسجد و صحن مسجد کو بوجہ شکستہ ہو جانے کے مرمت ہوئی چونکہ رخ روضہ شریف کا جو تعمیر کردہ صناعتان دہلی تعمیر شدہ ۱۷۹۹ء ہے ایسا تھا جس کا جہت قبلہ وسط مغربین ہوتا تھا فرش جدید میں نشان صفوں میں موافق رخ روضہ قائم ہو کر اب تک نماز اس رخ ادا ہوتی اس کا ردائی سے اندر مسجد کے بجائے دو صفوں کامل کے ایک صف میں کامل کے گنجائش رہے اور وقت ضرورت اگر اندر مسجد صف دوم قائم کی گئی تو کامل نہ ہو سکی ناقص رہی اب پھر فرش مذکورہ خراب ہو کر مرمت ہو رہی ہے بصورت ضرورت نشانات صفوں جدید قائم کیے جائیں گے چونکہ اکثر مساجد بلاد و اقصاء ہند قطب رخ ہیں جن کا جہت قبلہ ثلث جنوبی مغرب میں ہے نیز عبارت کتب فقہ سے اس کی تائید حسب ذیل معلوم ہوتی ہے فی تجنیس الملتقط القبلی فی دیارنا بین مغرب الشتر و مغرب الصیف فان صلی الی جہت خرجت من المغربین فسدت صلاتہ قال الامام ابو منصور بنظر الی اقصر ایام الشنا و الی اطول ایام الصیف فیتعرف مغربہا ثم یترک الثلثین عن یمنہ و ثلثا عن یسارہ و یصل ما بین ذلک قال الامام السید ناصر الدین الاول للجواز و الثاني للاستحباب کما فی جامع المضمرات۔ عبارت بالا کی متعلق تو یہ بات دریافت طلب ہے کہ صیف مضارع بنظر فیتعرف یترک یصلی لمعروف یا مجهول اور فاعل یا مفعول الم السیم فاعلہ کون ہے اور لفظ عن یمنہ و عن یسارہ کی ضمائر کا مرجع مصلی ہے یا قبلہ لہذا عبارت عربیہ پر احزاب قائم فرمائے جائیں اور فاعل و غیرہ و مرجع ضمائر کی تشریح اور ہدایتا امور ذیل کی ہدایت مطلوب ہے۔ مسجد موجودہ ٹکڑہ مخصوصہ کا جہت قبلہ مسجد ہی کے رخ ہونے دینا اور ہر دو صفوں کامل کی بدستور گنجائش قائم رکھنا افضل و اولیٰ ہے یا نشانات قائم کر کے جہت قبلہ بدل دینا افضل ہے تو قطب رخ جس میں صف واحد بھی کامل نہیں رہتی ہے افضل و اولیٰ ہے یا روضہ کے مطابق جس سے ایک صف کامل قائم رہ سکتی ہے حد مکان اس مسجد خاص میں لحاظ تکمیل صفوں کی تصریح مستحب ہے یا تبدیل جہت قبلہ کی مغربین شمس و مغربین قمر ایک ہی ہیں یا جدا گانہ جواب استفتا و ہذا کی نہایت مجمل ہے کہ مرمت قریب الاغتنام ہے اور یہ پوشیدہ نہیں کہ بجائے نوی فرش کے نشانات جیسے پائیدار قائم ہو سکیں بعد شکلی ممکن نہ ہوگا لہذا توجہ خاص کا محتاج ہے اور چونکہ یہ استفتا و خاص متعدد علوم و فنون سے تعلق رکھتا ہے بدین وجہ باوجود آگاہی عدم الفرصتی بندگان ذات بابرکات سے رجوع کی گئی کہ حسب مراد دوسرے کی دوسری جگہ حصول جواب کی پوری امید نہ تھی لہذا اس تکلیف دہی بلکہ ازخیر آباد ضلع سیتا پور محلہ انسرائے درگاہ حضرت مخدوم صاحب خرد قدس سرہ مرسلہ نووی سید عظیم الدین صاحب خادم آستان مقدسہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ

حاصل کی نسبت مترصد معافی ہو کر توجہ خاص سے مستفید ہونے کا بواہی امید وار ہوں۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔

## الجواب

علائک کرام نے جو خاص تخمینے جہت قبلہ کے لیے ارشاد فرمائے وہ خاص اپنے بلاد کے لیے ہیں نہ کہ حکم عام دہندہ تخمینے بہت مختلف آئے ہیں جن کا بیان ہمارے رسالہ ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال میں ہے علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں اسی عبارت تخمین الملتقط کی نسبت فرمایا انما یصح فی بعض البقاع خیر آباد جس کا عرض شمالی ستائیس درجے اکتیس دقیقہ اور گریخ سے مشرقی اسی درجے اڑتالیس دقیقہ ہے اس کا قبلہ تقریباً ٹھیک نقطہ مغرب الاعتدال ہے یعنی وسط مغربین صیف و شتا وسط حقیقی سے جنوب کی طرف ایک خفیف مقدار جھکا ہوا کہ پاؤں درجہ تک بھی نہیں پہنچتی نہ وہ محسوس ہونے کے قابل ہے وذلک لان عرض مکہ المکرمۃ شرفہما اللہ تعالیٰ کمالہ و طولہما می فبا بین الطولین ۴۷۰ و طولہما می فبا بین الطولین ۴۷۰ و عرض مکہ ۲۳° ۵۹' ۵۹"۔ لوجہ ما بین الطولین ۸۰۲' ۵۸" = ۹۱۶۱۳۶۲۰ قوسہ فی جدول الظل و بط نہ لوجہا ۵۸° ۵۸' ۵۹" محفوظ اول ثم فضل عرض البلد علی ہذہ القوس ما قد لوجہا بالتدقیق ۵۸° ۵۸' ۵۹" محفوظ ثانی فلوظل ما بین الطولین ۹۱۹۳۳۵۴۲۶ + محفوظ اول - محفوظ ثانی = ۱۲۳۳۶۳۶۲۸ قوس ہذا الظل فسطحہ الیہ الی نقطۃ المغرب من نقطۃ الجنوب لان عرض البلد الشمالی اکثر من القوس المذکورة فالانحراف من المغرب الاعتدال الی الجنوب مذکور و هو المقصود۔ سوال میں وسط مغربین کو جہت قبلہ وضع رخ لکھا اس سے معلوم ہوا کہ مرزا مبارک کا مومنہ صحیح جانب قبلہ تحقیقی ہے تو لازم تھا کہ سرہانا تقریب سیدھا جانب قطب ہو کہ وسط مغربین و وسط قطبین شئی واحد ہے مگر نقشہ میں قطب شمالی کا خط دیوار وضع مبارک سے جانب مغرب منحرف بنایا ہے اگر واقعی اتنا انحراف ہے تو وسط مغربین کا ہرگز بہت قبلہ وضع رخ ہونا متصور نہیں پھر یہاں امر اہم اس کی معرفت ہے کہ دیوار محراب مسجد کو قبلہ تحقیقی سے کتنا انحراف ہے اگر وہ انحراف ثلث دور یعنی ۴۵ درجے کے اندر ہے تو نماز محراب کی جانب بلا تکلف صحیح و درست ہے اس انحراف قلیل کا ترک صرف مستحب ہے خود سوال میں تخمینہ ملقط سے گزرا قال الامام السید ناصح الدین الاول للجواز والثانی للاستحباب اسی طرح اس سے اور نیز ملقط سے علیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے شرح زاد الفقیر للعلامة الغزالی و شرح الخلاصہ للقمستانی پھر رد المحتار میں وہی دو ثلث جانب راست اور ایک ثلث جانب چپ رکھنا بیان کر کے فرمایا ولو لم یجتہد ہکذا و صلی فیما بین المغربین یجوز۔ تو ایک امر مستحب کے لیے مسلمانوں کو تردد میں ڈالنا اور ہرگز مسجد کو ناقص و ناتمام کر دینا ہرگز مناسب نہیں۔ بشرع مطہر میں تکلیف نہایت اہم مہتمم بالشان ہے جس کا پتہ اس حدیث سے چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطعہ قطعہ اللہ۔ یہاں اگر قطع صفت موجود نہیں صفت روجہ قطع ہے کہ دیواریں حائل ہو کر تکمیل نہ کرنے دیں گی نکان کا لصف بین السواری وقد نھی عنہ ليجوز ذلک کما ذکرنا فی فتاوانا بیان سوال اگر صحیح ہے تو یہ انحراف میں ثابت کر چکے ہیں کہ جب تک ۴۵ درجے انحراف نہ ہو نماز بلا شائبہ جائز ہے اور یہ کہ قبلہ تحقیقی کو مومنہ کرنا نہ فرض نہ واجب صرف سنت مستحب ہے لہذا مسجد میں نماز بلا شائبہ جائز ہے اور اس میں اصلاً نقصان نہیں نہی

دیوار سیدھی کرنا فرض البتہ بہتر و افضل ہے ردالمحتار میں ہے لو ان حروف عن العین ان حوافلا تزول منه المقابلة بالکلیۃ جاز و یؤیدہ ما فی الظہیریۃ اذ اتیان من او تیان من یجوز علیہ میں منقطع سے ہذا استجاب و الاول للجواز ام یرید ان عدم الانحراف مہما قدر مستحب والانحراف مع عدم الخروج عن الجہۃ بالکلیۃ جائز پھر اگر اس افضل کو اختیار کرنا چاہیں تو دیوار سیدھی قطب سے مشرق کو مٹھی ہوئی بنائیں اور اسکا وہ طریقہ جس میں زاویہ ناپنے کی حاجت نہ پڑے یہ ہے کہ اس دیوار قبلہ کا جنوبی گوشہ جس پر حرف (ب) لکھا ہے قائم رکھیں اور صحیح قطب نما سے ایک خطب سے سیدھا قطب کو اتنا بڑا کھینچیں جس کا طول اس دیوار کے برابر ایک رستی لیں اور اس کا ایک سر حرف ب پر خوب جمائے رہیں کہ سر کے نہیں اور دوسرا سر حرف ح سے ملا کر مشرق کی طرف اس طرح کھینچیں کہ رسی میں جھول نہ پڑنے پائے اس کی کشش سے کمان کی شکل میں زمین پر بن جائے اور پھر ایک سیدھی لکڑی سناچہ قبضہ کی ناپ کر اس کا ایک سر حرف ح پر رکھیں اور دوسرا اس کمان سے ملا دیں جہاں ملے اس ملنے کی جگہ کا نام حرف ۶ رکھیں ۶ سے ب تک سیدھا خط ملا دیں یہ ٹھیک دیوار قبلہ ہوگی و ذلک لان فی مثلث ح ب ۶ ساق ح ب ۶ ب کل ۱۰۶ و زاویۃ ب = ح = فی کل من زاویۃ القاعدۃ مح حل فلو حبیبھا ۱۰۶ - ۹۹۹۹۸۱۰۶ = ۹۹۹۹۸۱۰۶ و لو حبیب ح = ۱۰۶ - ۱۰۶ = ۲۵۳۰۲۵۳۰۵۹ مجموع ہذا بن = ۱۰۶ - ۹۹۹۹۸۱۰۶ = ۹۹۹۹۸۱۰۶ و ذلک ما اردناہ اور اگر پہلے صحیح جانچ کر لی ہو تو دوبارہ قطب نما لگانے اور بیچ کا خط یعنی ح ب بنانے کی حاجت نہیں بلکہ دیوار کے ناپ کی رستی لیں اور اس کا ایک سر حرف ب کی جگہ پر خوب جما کر رستی میں بے خم پڑے دوسرا سر دیوار کے حرف ا پر رکھ کر دوسرا سر جہاں ملے کمان سے ملا دیں اس ملنے کی جگہ سے دیوار کے کنارہ ب تک سیدھا خط کھینچ دیں دیوار قبلہ اس خط پر اٹھائیں کہ صحیح ہوگی لان زاویۃ ا ب ۶ = و لہر کما تقدم فکل زاویۃ القاعدۃ و مال حبیبھا ۱۰۶ - ۹۹۹۹۸۱۰۶ = ۹۹۹۹۸۱۰۶ و حبیب و لہر ۱۰۶ - ۹۹۹۹۸۱۰۶ = ۹۹۹۹۸۱۰۶ و ذلک ما اردناہ مگر ان صورتوں میں ایک لحاظ لازم ہے جبکہ مسلمان اُسے مسجد کر چکے تو یہ گلی جو دیوار سیدھی کرنے میں چھوٹے گی اُسے ضائع چھوڑ دینا جائز نہیں کہ وہ مسجد ہی کا ٹکڑا ہے اور اُس کی بے حرمتی حرام۔ تو یا تو سیدھی دیوار ہی اور چن کر اس سے ملا دیں کہ زمین چھوٹی نہ ہے یا ممکن ہو تو دیوار کا گوشہ الف برقرار رکھیں اور گوشہ ب سے سوا بارہ قبضہ زمین مغرب کو حرف س تک بڑھا کر الف اور س میں خط ملا کر دیوار جدید اٹھائیں کہ اگلی دیوار کی زمین شامل مسجد نہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۔ از حیات نگر ڈاک خانہ سرانے ترین ضلع مراد آباد مرید حبیب شاہ صاحب ۸۔ جمادی الاخرہ ۱۳۳۷ھ ہادی مراقل تحقیق جناب مولانا صاحب دامت برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ جناب عالی اس قبضہ حیات نگر کی مسجد سمت مغرب سے متجاوز ہے اُس کا نقشہ علیحدہ ایک پرچہ کاغذ کی پشت پر اور اس کا تمام حال کاغذ کی پیشانی پر لکھ کر حضور کے ملاحظہ کے واسطے ارسال کرتا ہوں باعث اس کا یہ ہے کہ یہاں چند اشخاص ایسے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں سیدھے مسجد کے رخ نماز نہیں ہوتی کترین نے ایک صاحب کے پاس مسجد کا نقشہ بھیج کر اُن سے دریافت کیا تھا انہوں ردالمحتار سے یہ نشان دے کر (ج ۱ ص ۴۶۶) کچھ عربی کی عبارت لکھ کر اُس کا



خلاصہ اُردو میں کیا تھا کہ انحراف قلیل جانب کعبہ سے مصل کو مفسر نہیں ہے اور اس انحراف قلیل کی حد یہ ہے کہ چہرہ اور چہرے کے اطراف میں کوئی جزو کعبہ کے مقابل باقی رہے اسی طرح کہ چہرہ یا اُس کے بعض اطراف سے کعبہ تک خط مستقیم کھینچا جاسکے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ یہ خط مستقیم پیشانی سے ہی خارج ہو بلکہ عام ہے خواہ پیشانی سے خارج ہو یا اُس کے دونوں طرف میں سے کسی طرف سے خارج ہو اور اس صورت میں بہت بڑی وسعت ہے جو نقشہ مسجد کا آپ نے بھیجا ہے اس مسجد میں مسجد کے رخ پر نماز پڑھنا بے مشبہ جائز ہے لہذا مسجد کے رخ پر نماز پڑھائیے بعض صاحب اس جواب کو پذیرا نہیں کرتے اور وہ حضور ہی پر اس کا انحصار رکھتے ہیں لہذا گزارش یہ ہے کہ حضور اس کاغذ کو جس پر مسجد کا نقشہ ہے ہر دو جانب سے ملاحظہ فرما کر اگر ممکن ہو تو کاغذ مذکور کے ذیل ہی میں جو دریافت مطلب گزارشیں کاغذ کی پیشانی پر عرض کی گئی ہیں اُن کا جواب ارقام فرما کر کترین کو معزز فرمایا جاوے۔ واجباً گزارش ہے۔ اس مسجد کا رخ نقشہ مذکور سے بخوبی نمایاں ہے یہ قصبہ حیات نگر ۲۸ درجے ۳۰ دقیقے عرض شمالی پر واقع ہے اور مکہ معظمہ ۲۱ درجے ۴۰ دقیقے عرض شمالی پر لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مسجد میں جماعت سیدھی مسجد کے رخ پر کی جاوے یا مسجد کا خیال چھوڑ کر اور کعبہ شریف کا خیال کر کے ٹیڑھی اور اگر مسجد کے رخ پر سیدھی جماعت کی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔

### الجواب

آب ۱۔ مثلث قائم الزاویہ ہے ب موضع قیام مصل و سمت نقطہ مغرب کہ سمت قطب شمالی ہے نقطہ ب سے مسجد کی دیوار قبلہ اور عمود ب ح قائم کیا تو مثلث اب ۱ کا مشابہ ہوا اُس کا زاویہ ب اُس کے زاویہ ا کے مساوی ہے کہ ہر ایک زاویہ ۷۰ سے مل کر قائمہ کے برابر ہے تو زاویہ ا زاویہ انحراف یعنی اس کے مساوی ہوا یہ وہ مقدار ہے کہ مسجد نقطہ مغرب سے جس قدر شمال کو ٹھکی ہوئی ہے یہ زاویہ پیمائش میں ۱۸ درجے ہے اب یہ معلوم کرنا ہے کہ حیات پور میں قبلہ نقطہ مغرب سے کتنا جدا ہے اس کے لیے صرف عرض بلد کافی نہیں ہوتا طول بھی درکار ہے وہ سوال میں نہ لکھا نہ یہاں اطالس میں حیات پور کا نام نکلا مگر ضلع مراد کی عام آبادیاں ۷۸۔۷۹ درجے کے اندر ہیں ۲۸ درجے عرض برابر اگر طول ۷۸ درجے پر ہو تو عمود قبلہ سمت البراس سے جنوب کو تین درجے ٹھکے گا دوسری میں دو درجے ستائیس درجے بہر حال حیات پور میں قبلہ جنوب کو تقریباً ۱۸ درجے مائل ہے اور مسجد اٹھارہ درجے شمال کو ہے تو مسجد قبلہ واقعہ سے حیات پور سے اکیس درجے کم شمال کو ٹھکی ہوئی ہے اور ہم نے اپنے رسالہ ہدایۃ المنعالم فی حد الاستقبال میں ثابت کیا ہے کہ جب تک پیمنائش درجے انحراف نہ ہو سمت قبلہ باقی رہتی ہے عبارت رد المحتار وغیرہ عبارات کثیرہ مختلفہ اسی طرف راجع ہیں نہ وہ اطلاق کہ سوال میں کسی سے حکایت کیا تو یہ مسجد ضرور حد قبلہ کے اندر ہے بلکہ اس سے دو چند ٹھکی ہوئی تب بھی حد سے نہ ٹھکتی تو اگر مسجد ہی کے رخ پر نماز پڑھی جائے ضرور صحیح ہو جائے گی مگر بعد اطلاع قبلہ سے اتنا انحراف مکروہ و خلاف سنت ہے لہذا سمت مسجد کا خیال نہ کریں بلکہ سمت قبلہ کا یعنی خطاب ۷ کی سیدھ سے بھی پونے تین درجے جنوب کی جانب اور ٹھکیں لیکن یہ انحراف ضعیف ہوگا اگر خطاب ۷ ہی کی سیدھ پر پڑھیں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## هَدَايَةُ الْمُتَعَالِ فِي حَدِّ الْإِسْتِقْبَالِ

مسئلہ - از علی گڑھ معرفت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ المسنن ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

شہر علی گڑھ کی عید گاہ کہ صد ہا سال سے بنی ہوئی ہے اور حضرات علماء و متقدمین جو کراہت اس میں عیدین کی نمازیں پڑھتے پڑھاتے رہے آج کل کی نئی روشنی والوں نے اپنے قیاسات اور نیز آلات انگریز سے یہ تحقیق کیا ہے کہ سمت قبلہ سے نہ صرف ہے اور قطب شمالی دہانے کھوسے کی پشت پر واقع ہے کہ جس سے نوے فٹ کے قریب مغرب سے پھری ہوئی ہے لہذا اس کو توڑ کر سمت ٹھیک کرنا مسلمانان شہر پر تقدیر استطاعت کے لازم اور فرض ہے ورنہ نماز اس میں مکروہ تحریمی ہے اور ۱۰ دسمبر ۱۳۲۲ء کو اس میں ایک فوجی چھا پا جس کی وجہ سے جواب یہ ہے "اگر وہاں کے مسلمانوں میں اس قدر مالی طاقت ہے کہ اس کو ٹھیک کر کے ٹھیک سمت قبلہ پر بنا سکتے ہیں تو ان کے ذمے فرض ہے کہ وہ ایسا ہی کریں اور اگر ان میں اسے ٹھیک سمت قبلہ کی طرف بنانے کی طاقت نہیں تو ان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ اس مسجد یا عید گاہ میں ٹھیک سمت قبلہ کی طرف خطوط کھینچ لیں اور ان خطوط پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا کریں چنانچہ ہادیہ میں مذکور ہے ومن کان غائباً فليضضه اصابتہ جھٹھا ہوا الصیحح لان التکلیف بحسب الوسع انھی کتب معبرہ سے یہ ارشاد ہو کہ اب ہندوستان کا قبلہ مابین المغربین ہونا چاہیے یا کیا اور اس کا سمت قبلہ کرنا ضرور ہے یا کیا - بینوا توجروا

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل لنا الكعبة قبله وامانا والصلوة والسلام على من الى افضل قبله ولا نارسول الثقلين وامام القبلتين جعل الله تعالى باب الكرم في الدارين قبله اماننا وكعبتنا منانا وعلى آله وصحبه وسلواتهم قبلته الذين ولوا اليه وجوههم تصديقا واما انا آمين اللهم هداية الحق والصواب - فتوای مذکورہ محض باطل اور حلیہ صدق و صحت عاقلانہ منصب افتا پر نرا اجتران بلکہ شریعت مطہرہ پر کھلا افترا ہے - اولاً اگر فرض باطل یہ عید گاہ بہت قبلہ سے بالکل خارج ہوتی بلکہ مشرق و مغرب بدل گئے ہوتے جب بھی یہ جبروتی حکم بحال استطاعت اسے توڑ کر ٹھیک سمت قبلہ پر بنانا فرض ہے دل سے نئی شریعت ایجاد کرنا تھا اس حالت پر غایت یہ کہ اگر بے اندام کوئی چارہ کار ممکن نہ تھا منہدم کرنا مطلوب ہوتا ٹھیک سمت پر بنانا کس نے فرض مانا عید گاہ میں کوئی عمارت ہونا ہی سرے سے خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرض کیا نہ واجب نہ سنت نہ زمانہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلائے عید کف دست میدان تھا جس میں اصلاً کسی عمارت کا نام نہ تھا جب حضور ہر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید کو تشریف لے جاتے مواجہ اقدس میں سترہ کے لیے ایک نیزہ نصب کر دیا جاتا زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں بھی یہ نہیں رہا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے سب مواضع میں تبرک کے لیے

مسجد میں بنا کیں ظاہراً انہیں کے وقت میں مصلائے عید میں بھی عمارت بنی کما استظہرہ السید نور الدین السمهودی قدس سرہ  
 فی تاریخ المدینۃ الکرمیۃ صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان  
 ترکز لہ الحربة قد امہ يوم الفطر والحرم یصلی انہیں کی دوسری روایت میں ہے قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعد والی  
 المصطفیٰ والعزۃ بین یدایہ تحمل وتنصب بالمصلیٰ بین یدایہ فیصلی الیہا سن ابن ماجہ وصحیح ابن خزمیہ مستخرج اسمعیلی میں زیادہ  
 کیا وذلک لان المصلیٰ کان فضاء لیس فیہ شیء یستتر بہ افسوس کہ نئی روشنی کا یہ فرض زمانہ رسالت و زمانہ خلافت سب میں متروک  
 زمانہ ثانیاً اس عید گاہ کی عمارت موجودہ سے دین اتنی کو کوئی ایسا ضرر نہ پہنچتا ہے جس کے سبب اس کا ڈھانا فرض ہو یا نہیں اگر  
 نہیں تو بحال استطاعت مالی اس کا ہم کیوں فرض ہوا اور اگر ہاں تو بحال عدم استطاعت مالی کیوں فرض نہیں استطاعت مالی بنائے کو  
 چاہیے ڈھانے میں کیا ایسا درکار ہے جس سے مسلمانان شہر عاجز ہوں ثالثاً خطوط سمت قبلہ ڈال لینے سے کارباری ممکن اور وہ ضرر  
 مندفع ہے یا نہیں اگر نہیں تو بحال عدم استطاعت یہ نحو حرکت کیوں فرض ہوئی اور کس نے فرض کی اور اگر ہاں تو بحال استطاعت عیدوں کا بارباری  
 کس نے حرام کی کہ بالتیین ڈھانا یا ہی فرض ہو گیا کیا یہاں متعدد ضرر مفترض الازالہ مختلف الحال ہیں کہ توزیع ممکن ہو یا بجایہ عید گاہ  
 سمت سے یکسر خارج ہے یا حدود جہت کے اندر ہے اگرچہ محاذات عین سے منحرف ہے بر تقدیر اول اس میں نماز مکروہ تحریمی کیوں ہوئی  
 باطل محض ہوئی لازم تھی بر تقدیر ثانی اس کا ڈھانا کیوں فرض ہوا جبکہ وہ حدود شرع کے اندر ہے خامساً علمائے کرام کا حکم تو یہ ہے  
 کہ جہت سے بالکل خروج ہو تو نماز فاسد اور حدود جہت میں بلا کراہت جائز کہ آفاقی کا قبلہ ہی جہت ہے نہ کہ اصابت عین برآجہ امام مالک علیہ  
 ابوبکر مسعود کا ثانی پھر حلیہ امام ابن امیر الحاج حلبی میں ہے قبلتہ حالۃ البعد جہۃ الکعبۃ وہی المحادیب لا عین الکعبۃ جامع الروزی میں  
 امام زہد ویسی سے ہے الجہۃ قبلۃ کا لعین ہاں حتی الوسع اصابت عین سے قرب مستحب۔ اس بارے میں لمقطع وحلیہ وغیرہما کے نفوس  
 بوندہ تعالیٰ آگے آتے ہیں اور خیر یہ میں فرمایا ہوا افضل بلا ریب ولا مین در ربولی خسرو و المہتمار میں ہے لوانحوت عین العین انخرفا  
 لا تزول منہ المقابلة بالکلیۃ جازو یویدہ ماقال فی الظہیریۃ اذا یتامن او یتاسر یجوز اور ترک مستحب مستلزم کراہت تنزیہ  
 بھی نہیں کراہت تحریم تو بڑی چیز کج الرائن باب العیدین میں ہے لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراہۃ اذ لا بد لہا من دلیل  
 خاص تو اس میں نماز مکروہ تحریمی شہر ثانی روشنی کی محض ظلماتی ساخت ہے سادساً عمارت ہدایہ کہ فتویٰ مذکورہ نے نقل کی اس کے  
 مدعا سے اصلاً سن نہیں رکھتی بلکہ حقیقت وہ اس کا رد ہے عمارت کا مطلب یہ ہے کہ غیر کمی کو ہرگز ضرور نہیں کہ اس کی توجہ عین کعبہ معظمہ کی  
 طرف ہو بلکہ اس جہت کی طرف منحرف ہونا بس ہے جس میں کعبہ واقع ہے کہ تکلیف بقدر وسعت اور طاعت بحسب طاقت ہے اس سے خود  
 ثابت ہوا کہ غیر مکرمہ میں اتنا انحراف کہ جہت سے خارج نہ کرے مضر نہیں اور اس کی تصریح نہ صرف ہدایہ بلکہ عامہ کتب مذہب میں ہے  
 پھر سافت مبیدہ میں ایک حد تک کثیر انحراف بھی جہت سے باہر نہ کرے گا اور در حق نماز قلیل ہی کہلائے گا اور جتنا بُد بڑھتا جائے گا  
 انحراف زیادہ گنجائش پائے گا بحر الرائن و طحاوی علی الدرد و غیر ہما میں ہے المسامتۃ النقریبیۃ ہوان یکون منحرفا عن القبلة  
 انحرافاً لا تزول بہ المقابلة بالکلیۃ والمقابلة اذا وقعت فی مسافة بعیدۃ لا تزول بما تزول بہ من الانحراف لو كانت فی

مساافت قریبہ معراج الدرایہ و فتح القدیر و علیہ شرح فیہ و بحر شرح کنز و فتاویٰ خیر و غیرہ میں ہے و تباہات ذلک بحسب تفاوت البعد و تبقی المسامتہ مع انتقال مناسب لذلك البعد فتویٰ میں عبارت ہدایہ سے استناد کے لیے یہ ثبوت دینا کہ مکہ معظمہ سے علی گڑھ کو یہ ہزاروں میل کا بُعد نقطہ مغرب سے تیس گز آنکرات کی گنجائش نہیں رکھتا اتنا تفاوت جہت سے باہر لے جائے گا بے اس ثبوت کے ذکر عبارت محض تغلیط عوام ہے اور حقیقت امر دیکھیے تو عبارت متدل کے لیے صرف نامفید ہی نہیں بلکہ صاف مضر ہے ہم عنقریب بعونہ تعالیٰ ثابت کریں گے کہ عید گاہ مذکور ضرور جہت کے اندر ہے سابعاً ہمارے بعض علمائے تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس باب میں ہیائے قیاسات و آلات کا اعتبار ہی نہیں جامع الرموز نے اسی بحث سمت قبلہ میں لکھا منہم من بناہ علی بعض العلوم الحکمیۃ الان بالعلامۃ البخاری قال فی بحث القیاس من الکشف ان اصحابنا لم یعتبروہ و بہ یشرع کلام قاضی خاں ام وایدہ فی النہایان علیہ اطلاق المتون ام و ردہ فی رد المحتار قائل المر فی المتون ما یدل علی عدم اعتبارہا ولنا تعلم ما تھندی بہ علی القبلة من النجوم و قال تعالیٰ والنجوم تھتد و ابھا الخ واستظهر ان الخلاف فی اعتبارہا انما ہو عند وجود المحاریب القدیمہ بخلاف ما اذا کان فی المفافۃ فینبغی وجوب اعتبار النجوم ونحوها لتصویر علمائنا بکونھا علامۃ معتبرۃ فینبغی الاعتماد فی اوقات الصلاۃ و فی القبلة علی ما ذکرہ العلماء الثقات فی کتاب المواقیف و علی ما وضعوہ لہا من الآلات کالربع والا صطرلاب فانہا ان لم یفید یقین تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن للعالم بھا کافیۃ فی ذلك الخ اقول وہو کلام نفیس واین تحریر جزاف لا یکاد یرجع الی اثارۃ علم من الظن الغالب الحاصل بتلك القواعد ولولا مکان اطوال البلاد وعروضھا فی امر یقین القبلة و مجال الظنون فی اکثرھا لکان ما یحصل بھا قطعاً لا مسامحاً لریبہ فیہ بل لو حققت کافیت جل المحاریب المنصوبۃ بعد الصحابۃ والتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم انما بنیت بناءً علی تلك القواعد وعلیہا استیست لہا القواعد فکیف یحل اعتماد تلك المحاریب دون الذی بنیت علیہ نعم عند التعارض ترجع القدیم خلافاً للشافعیۃ لئلا یتلزم تخطیۃ السلف الصالح و جماعہ المسلمین کما ذکرہ الشافعی وغیرہ و لکان علم الجسیم اقوی من علم الاحاد و للسلف مزیدہ جلیۃ علی الخلف ولربما یخطئ النظر فی استعمال القواعد والآلات کما ہو مرئی شاہد فہو اولی بالخطا منہم ولذا قال فی الفتاویٰ الخیریۃ و اما الاجتہاد فی محاریب المسلمین بالنسبۃ الی الجھۃ حیث سلت من الطعن لانہا لم تنصب الا بحضور جمیع من المسلمین اہل معرفۃ بسمت الکواکب و لا دلۃ تجزی ذلک مجزی اخیر فنقلد تلك المحاریب ام

**اقول** و بہ ظہران الحکم لا یختص بالمفاوز فانہما انما نصبوا فی الامصار بناءً علی تلك الادلۃ لاجرم ان قال العلمائہ البرجندی فی شرح النقایۃ ان امر القبلة انما یتحقق بقواعد الهندستہ والحساب بان یعرف بعد مکہ عن خط الاستواء عن طرف المغرب ثم بعد البلد المقروض کذلک ثم یقاس بتلك القواعد لتحقيق سمت القبلة ونحن قد حققنا بتلك القواعد سمت قبلہ ہر اۃ الی آخر ما سیاقی ونقلہ الفتال فی حاشیئہ مقروا علیہ اور اتنا تو کا بر نے بھی فرمایا کہ جو مسجد مدین سے بنی ہوا اور اہل علم و عامر مسلمین اس میں بلائیکہ نمازیں پڑھتے رہے ہوں جیسا کہ عید گاہ مذکور کی نسبت سوال میں مسطور ہے اگر کوئی فلسفی اپنے آلات و قیاسات کی رو سے اس میں شک والا چاہے اس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کہ صد ہا سال سے علماء و سائر مسلمین کو غلطی پر مان لینا نہایت سخت بات ہے



بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ ایسی قدیم محرابیں خود ہی دلیل قبلہ ہیں جن کے بعد تخری کرنے اور اپنا قیاس لگانے کی شرعاً اجازت نہیں ایسی شکل کی بعض مدعیان ہیئت نے بعض محرابوں کو نصب کر دیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی پیش کی حالانکہ با یقین صحابہ کرام کا علم زائد تھا اُس کے بعد فلسفی ادعا کا سنا بھی حلال نہیں ہاں تحقیق معلوم ہو کہ فلاں محراب کسی جاہل نادان نے یونہی جزاً قائم کر دی ہے تو البتہ اُس پر اعتماد نہ ہوگا علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار رحمہما اللہ تعالیٰ فتاویٰ خیرہ میں فرماتے ہیں نحن علی علم بان الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم اعلیٰ من غیرہم فاذا علمنا انہم وضعوا محراباً لا یعارضہم من ہود و نجر و اذا علمنا ان محراباً وضع من غیرہم بغیر علم لا نعتمدہ فاذا لم نعرف شیئاً و علمنا کثرة المادین و توالی المصلدین علی مردود السنین عملنا بالظاهر و هو الصحیحہ اسی میں ہے مذہب الخفیۃ یعمل بالمحارب المذکورہ ولا یلتفت للطعن المذکور اسی میں ہے نہایت الفکلی المذکور ان یطعن بالانحراف الیسیر الذی لا یجاوز الحد المذکور و هو علی تقدیر صدقہ لا یمنع الجواز ولہذا قال الشارح الزلیلی لا یجوز التخری مع المحارب اسی میں ہے الکلام فی تحقیق ذلک یعنی الانحراف اکثر ولا یقع علی وجہ الیقین مع البعد باخبار المیقانی کمالاً یخفی عند الفقہاء حلیمہ میں ہے المحارب فی حق المصلیٰ فاصار کعین الکعبۃ ولہذا لا یجوز للشخص ان یجتہد فی المحارب فایاک ان تنظر الی ما یقال ان قبلۃ اموی دمشق و اکثر مساجدھا المبینۃ علی سمت قبلتہ فیہا بعض الانحراف اذ لا شک ان قبلۃ الاموی من حین فتح الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و من صلی منہم الیہا و کذا من بعد ہما اعلیٰ و اوثق من فنکی لا نداری ہل اصاب امی اخطأ بل ذلک یرجع خطا و کل خیر من اتباع من سلف پھر علماء کے یہ ارشادات اُس کے بارے میں تھے جو فن ہیئت کا ماہر کامل عالم فاضل ثقہ عادل ہو یہ نئی روشنی والے ذفقہ سے مس نہ ہیئت سے خبر اور دین و دیانت کا حال روشن تر ان کی بات کیا قابل التفات ان کی ہیئت دانی اس اعتراض ہی سے پیدا ہے کہ قطب شمالی شاذ راست سے جانب پشت مائل ہونے کو دلیل انحراف بتایا اور دیوار توڑ کر ٹھیک محاذات قطب میں بنانا چاہتے ہیں علم ہیئت میں دو رک سمت قبلہ کے لیے دو طریقے ہیں ایک تقریبی کہ عام کتاب متداولہ میں مذکور دوسرا تحقیقی کہ زیچا میں سطور یہاں سے واضح کہ یہ حضرات اُن دونوں سے محجور اگر وہ طریقہ تقریبی جانتے اُن پر معترض نہ ہوتے کہ اُس کی رو سے سمت قبلہ علی گڑھ کا لیں تو ضرور قطب شمالی شاذ راست سے جانب پشت ہی پھرا ہے گا کہ اس طریقہ پر علی گڑھ کا خط قبلہ نقطہ مغرب سے ساڑھے دس درجے جانب جنوب جھکا ہوا ہے ظاہر ہے کہ نقطہ مغرب کی طرف موڑ کر تھوڑے تھوڑے محاذات شانہ پر رہتا اب کہ مغرب سے دس درجے جنوب کو پھرے قطب ضرور جانب پشت میلان کرے گا اور اگر طریقہ تحقیقی سے آگاہ ہوتے ہرگز دیوار جدید محاذی قطب بنانی نہ چاہتے کہ طریقہ تحقیقی میں بھی خط قبلہ علی گڑھ نقطہ مغرب سے جنوب ہی کو مائل ہے اگرچہ نہ اتنا کہ طریق تقریب میں تھا ہم دونوں طریق تقریب و یقین انشاء اللہ آخو کلام میں ذکر کریں گے تاہنا محاذات قطب چاہنا بھی ان صاحبوں کے خیال میں علمائے اسلام رحمہما اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے جن کا نشانہ اگر ان کے خیال میں ہوتا مسجد کا ڈھانافرض نہ کرتے زمانہ اقدس صحابہ کرام بلکہ حضور پر نور سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے غیر کی کے لیے جہت کعبہ قبلہ قرار پائی ہے اصابت عین کی ہرگز تکلیف نہیں ولہذا صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بلاد شقاربہ بلکہ ملک بھر کے لیے ایک ہی قبلہ قرار دیا ملک عراق کے واسطے باتباع ارشاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فرمان فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ نے بین المشرق و المغرب قبلہ مقرر نہ فرمایا

اللہ کرام نے بخارا سمرقند سغدیہ مرو سرخس وغیرہ کا قبلہ مسقط راس العقرب بنایا بیت المقدس حلب دمشق و مدینہ منورہ وغیرہ  
تمام ملک شام کا قبلہ ستارہ قطب کو پس پشت لینا ٹھہرایا۔ کوہ بغداد ہمدان قزوین طبرستان جرجان وغیرہ میں ہر شام تک قطب کو  
دہنے کان کے پیچھے ملک عراق میں سیدھے شانے ملک مصر میں بائیں کندھے ملک یمن میں موخہ کے سامنے بائیں کو ہٹا ہوا فرمایا امام فقیہ  
ابو جعفر ہندوستان نے بغداد مقدس و بخارا شریف کا قبلہ ایک بتایا علمائے خراسان و سمرقند وغیرہ بلاد مشرقیہ کے لیے جن میں ہندوستان بھی  
داخل بین المغربین قبلہ ٹھہرایا امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے دربارہ قبلہ چھ قول نقل فرمائے  
بنات نعش صغریٰ کو جس کی نعش کا سب سے روشن ستارہ قطب ہے دہنے کان پر لے کر قدرے بائیں کو پھرنا ستارہ قطب کو سیدھے کان کے  
پیچھے لینا مسقط راس العقرب کی طرف موخہ کرنا آفتاب جب برج جوزا میں ہو آخر وقت ظہر میں اُس کی سمت دیکھ کر طوطا رکھنا مسقط و سرطاد  
واقع کے درمیان بین المغربین کے فاصلے سے دو ٹکٹ دہنے ایک بائیں کو رکھنا اور فرمایا کہ یہاں اقوال باہم قریب ہیں ان تمام احکام کا  
بنی وہی ہے کہ اعتبار جہت میں بڑی وسعت ہے فلسفی، پیچارہ آلات کا پٹا راخیالات کا پشتار اھول کر بیٹھے تو ہرگز نہ ان شہروں کا قبلہ ایک  
پاسکتا ہے نہ ملک بھر کی ایک سمت ٹھہرا سکتا ہے مگر وہ نہیں جانتا کہ یہ دین تدقیر آلات پر مبنی نہیں یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا  
دین صحیح سہل ہے واللہ رب العالمین قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا امتہ امیتہ لا تکتب ولا تحسب فتاویٰ خانیہ میں ہے  
جہۃ الکعبۃ تعرف بالدلیل والدلیل فی الامصار والقری المحاریب البی نصیبہا الصحابة والتابعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم فحين  
فتحو العراق جعلوا قبلۃ اهلها بين المشرق والمغرب ولذلك قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کان بالعراق جعل المغرب  
عن یمینہ والمشرق عن یسارہ وهكذا قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وانما قال ذلك لقول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا جعلت  
المغرب عن یمینک والمشرق عن یسارک فما بینہما قبلۃ لاهل العراق وحين فتح خراسان جعلوا قبلۃ اهلها ما بين مغرب  
الصيف ومغرب الشتاء فعلمنا اتباعهم عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ قال فی قبلۃ اهل الری اجعل الجدی علی منکبک  
الايمن واختلف المشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ فیما سوی ذلك من الامصار قال بعضهم اذا جعلت بنات نعش الصغری علی یمینک  
وانحرف قليلا الی شمالک فتلك القبلة وقال بعضهم اذا جعلت الجدی خلف اذنک الیمنی فتلك القبلة عن عبد اللہ للبارک  
وابی مطیع وابی معاذ وسلم بن سالم وعلی بن یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ انہم قالوا قبلتنا العقرب وعن بعضهم اذا کانت الشمس  
فی برج الجوزا فقی اخرج وقت الظہر اذا استقبلت الشمس بوجهک فتلك القبلة عن الفقیہ ابی جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ قال اذا  
قمت مستقبل المغرب فالنسر الواقع سقوطہ یکون بحداء منکبک الايمن والنسر الطائر سقوطہ فی وجهک بحداء عنینک الیمنی  
فالقبلة ما بینہما قال قبلۃ بخارا علی قبلتنا وعن القاضی الامام صدر الاسلام قال القبلة ما بین النسرین وعن الشیخ الامام  
ابی منصور الماتریدی رحمہ اللہ تعالیٰ انظر الی مغرب الشمس فی اطول ايام السنة ثم فی اقصر ايام السنة دع الثلثین عن یمینک  
والثلث عن یسارک فالقبلة عند ذلک وهذه الاقوال بعضها قریب من بعض او فحصى معراج الدراية وفتح القدر وحلیہ میں ہے

عہ بعضہ الجیم وفتح الدال وفتح الیاء ای حیث فی الفرقۃ اسم النجم الثاقب السابع فی آخر النعش الصغری ۱۲ العلامة حامد وناظر رحمہم اللہ تعالیٰ

ولہذا وضع العلماء قبلۃ بلد وبلدین وبلاد علی سمت واحد فجعلوا قبلۃ بخاری وسمرقند وشف وترمذ وبلخ و مرو و سمرقند موضع الغروب اذا كانت الشمس فی آخر المیزان او اول المغرب کما اقتضت الدلائل الموضوعۃ لمعرفۃ القبلة ولم یخبروا کل بلد سمتا ببقاء المقابلة والتوجه فی ذلک القدر ونحوہ من المساقۃ متقی وحلیہ وکجور ووالحمار وغیرہا میں ہے الجہدی اذا جعلہ الواقع خلف اذنی الیمنی کان مستقبل القبلة بناحية الکوفة وبغداد ووهمدان وقزوین وطبرستان وجوجان وما والاہ الی غیر الشاش ویمجدل من بمصر علی عاقبۃ الایس وبالعراف علی کتف الیمنی وبانمن قبالة المستقبل مما یلی جانبہ الایس وبالشام وراءہ فتاویٰ خیرہ میں ہے و ذکر بعضہم ان اقوی الادلۃ القطب فیجعلہ من بالشام وراءہ والرملة وناہلس وبيت المقدس من الشام کما مشق وحلب وجوز للکل الاعتماد علی القطب وجعلہ خلفہ ولا بد فی ذلک من نوع انحراف لاهل ناحیۃ منها لکنہ لا یضر کما قمرناہ اسی حکم کی بنا پر ہندوستان میں سارہ قطب دہنے شانے پر لیا گیا اور قدیم سے عام ساجد اسی سمت پر بنیں کہ بین المغربین کا اوسط مغرب اعتدال تھا اور اُس کی طرف توجہ میں قطب سیدھے ہی شانے پر جوتا ہے اور اُس کی پہچان آسان اور اُس میں انحراف بقدر مضر نہیں دہنا اسی پر تعامل ہوا یہ مدعیان ہیئت سمجھے کہ عام بلاد ہندیہ یا شاید خاص علی گڑھ کا یہی قبلہ تحقیقی ہے حالانکہ وہ محض ناواقفی ہے ہندوستان آٹھ درجے عرض شمالی سے سینتیس درجے تک آباد ہے اور طول شرقی چھیاسٹھ درجے سے بانوے تک یہ بھی ہندوستان کی خوش نصیبی ہے ۶۶ عدد ہیں اہم جلالت اللہ کے اور ۹۲ نام پاک محمد کے جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے اپنے رسالہ کشف العلین تحت القبۃ میں براہین ہندسیہ سے ثابت کیا ہے کہ شروع جنوبی ہند جزیرہ سرندپ وغیرہ سے تیس درجے چونتیس درجے دقیقے عرض تک جتنے بلاد ہیں جن میں مدراس حاطہ بمبئی حیدر آباد کا علاقہ وغیرہ داخل ہیں سب کا قبلہ نقطہ مغرب سے شمال کو کھکا ہوا ہے سارہ قطب دہنے شانے سے سامنے کی جانب مائل ہوگا اور آئیسویں درجہ عرض سے اخیر شمالی ہند تک جس میں دہلی بریلی مراد آباد میرٹھ پنجاب بلوچستان فکا پور قلات پشاور کشمیر وغیرہ داخل ہیں سب کا قبلہ جنوب کو کھکا ہوا ہے قطب سیدھے کندے سے پشت کی طرف میلان کرے گا دلیل کی رو سے یہ عام حکم ساڑھے تیس درجے سے ہوتا تھا مگر ۲۸ کے بعد سے ۳۲ تک عدم انحراف کے لیے جتنا طول درکار ہے ہندوستان میں اُس عرض و طول پر آبادی نہیں ۲۳ - ۳۴ سے ۲۸ تک جتنے بلاد کثیرہ ہیں ان میں کسی کا قبلہ مغربی جنوبی کسی کا خاص نقطہ مغرب کی طرف علی گڑھ اسی قسم دوم میں ہے جس کا قبلہ جنوب کو مائل ہے ہم نے اُس رسالے میں عرض التول سے عرض تھہ ہاتھ ایک ایک دقیقے کے فاصلے سے ایک جدول دی ہے کہ اتنے عرض پر جب اتنا طول ہو تو قبلہ ٹھیک مغرب اعتدال کی طرف ہوگا اُس کے ملاحظہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں کتنے شہروں کا تحقیقی قبلہ اس حکم مشہور کے مطابق ہے بالیہ عام عملہ آہ اسی حکم دا جہ پر ہے اور کچھ مضر نہیں کہ حدود شرع سے باہر نہیں بالحد یہ ناواقف لوگ اگر سمت حقیقی چاہتے ہیں تو محاذات قطب چاہنا باطل اور جہت پر قانع ہیں توجہ اب بھی حاصل بہر حال مسجد شہید کرنے کی فرضیت باطل اُس میں نماز کی تحریمی کراہت باطل غرض اُس بے معنی فتوے کی جہالت کہاں تک گنیے ہم اصل حکم شرع بتوفیق اللہ تعالیٰ واضح کریں کہ عید گاہ مذکور ضرور حدود

شرعیہ کے اندر ہے اس کا بیان چند افادوں پر موقوف فاقول وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ  
 انیب افادہ اولیٰ جہت قبلہ کی حد کیا ہے کہ جہاں سے بہرہ جہت کاہر ہو اس بائیں میں عبارات علی متعدد وجہ پراپی گئیں  
 اول جب تک مشارق مغارب نہ بدلیں جہت نہ بدلے گی فتح القدر و بحر الرائق وغیرہ و مخطاوی و رد المحتار وغیرہ کتب کثیرہ میں بیان اور  
 نیز مسئلہ اقتداء بالشامی میں ہے الا نحن ان المفسدان یجادوا المشارق الی المغارب و فی الخیرۃ بعد ما قلدنا مناعنہ و فی  
 الایواد السامع و عند تحقیقہا بالخطا زوال الغطاء و ہو فی اختلاف الجہۃ بحدیث یکون متجاوذا مشارق الی المغارب اور اسکی  
 تائید اس حدیث سے کی گئی کہ ترمذی و ابن ماجہ و حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے  
 حاکم نے کہا بشرط بخاری و مسلم صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ما بین المشرق والمغرب قبلۃ مشرق و مغرب کے  
 درمیان قبلہ ہے امام مالک مؤطا اور ابو بکر ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق مصنفات اور بیہقی سنن اور ابوالعباس اہم اپنے جز حدیثی میں  
 راوی امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ما بین المشرق والمغرب قبلۃ جامع ترمذی میں یہ قول متعدد صحابہ کرام  
 مثل امیر المؤمنین ہول علی کرم اللہ وجہہ و حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہونا بیان کیا اور کہا عبداللہ بن عمر  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اذا جعلت المغرب عن یمینک والمشرق عن یسارک فما بینہما قبلۃ اذا استقبلت القبلة  
 جب تو مغرب کو داہنے ہاتھ پر لے اور مشرق کو بائیں پر تو ان دونوں کے اندر قبلہ ہے اس وقت رو بہ قبلہ ہو یا **اقول** عبارات مذکورہ  
 علمائے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک موخہ کرنے کے عوض پیٹہ کرنا نہ ہو کہ قبلہ مغرب کو ہے یہ مشرق کو موخہ کرے یا بالعکس اس  
 وقت تک استقبال فوت نہ ہو گا یہاں تک کہ اگر مغربی قبلہ والا جنوب یا شمال کو موخہ کرے کھڑا ہو یعنی کعبہ منظمہ کو ٹھیک دہنی یا بائیں کر وٹ  
 پڑے تو جہت ہنوز باقی رہے اور یہ ظاہر الفساد ہے پہلو کرنے کو کوئی موخہ کرنا نہ کہے گا یہ **قول وجہک** کے عوض **ول جنتک**  
 رہے گا اور وہ بالا جماع باطل ہے و ہذا قول ظہیر یہ اذا تیمن او تیسرے یحوز کی تاویل کی طرف در مختار میں اشارہ فرمایا رد المحتار میں اسکی  
 شرح کی پہلی لیس المیزان یجعل الکعبۃ عن یمینہ او یسارہ اذا شک حیثئذ فی خروجہ عن الحجۃ بالکعبۃ بل المراد الانتقال  
 عن عین الکعبۃ الی الیمین او الیسار اہ اگرچہ یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ اپنے یہاں کے نقاط اربعہ جہات اربعہ کے اعتبار سے افق بلد  
 کے دو نصف کیے جائیں قبلہ اگر وہاں سے جنوب یا شمال کو ہے (جیسے مدینہ طیبہ کہ اس کا قبلہ میزاب رحمت ہے) تو جنوبی شمالی  
 اور مشرق یا غرب کو ہے (جیسے ہندوستان میں کہ اس کا قبلہ باب کعبہ و مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے) تو مشرقی غربی پھر  
 جس نصف میں کعبہ ہے مصلیٰ اس میں کسی طرف موخہ کرے استقبال ہو جائے گا اور دوسرے نصف کی طرف نہ کیا تو جہت سے  
 نکل جائے گا یہ پہلے سے بھی زیادہ ظاہر البطلان ہے کہ

صحیح ٹھہرتی ہے فرض کرو اب حء شہری کا ط  
 تب ا ح تو س غری ہوئی مس کعبہ منظمہ اسی نصف میں ب  
 اسی نصف کی طرف واقع ہوئی مگر قطعاً اس کی پشت کعبہ کو ہے اور ح کی طرف استقبال کرے تو نماز نہ ہو کہ نصف بدل گیا حالانکہ وہ قطعاً

اس پر استقبال قبلہ میں نماز فاسد اور استدبار قبلہ میں  
 دائرہ افق ہے جس میں ا نقطہ مغرب و نقطہ مشرق ہے ح  
 واقع تو مصلیٰ نقطہ ط کی طرف موخہ کرے تو اس کی وجہ

استقبال میں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ایک خط مستقیم موضع مصلیٰ و محل کعبہ میں وصل کیا جائے اور دوسرا خط کہ اس پر عمود ہو جانبین میں دائرہ افق تک ملا دیا جائے اس عمود سے جوافق کے دو نصف ہوئے اُن میں قبلہ اُس حصہ میں ہے جس کے ٹھیک وسط میں کعبہ ہے پس صورت مفروضہ میں تصویر سمت یہ ہے خطی ک

خط قبلہ تحقیقی اور ح ط اُس پر عمود قوس ح ط کے ایراد اول ہنوز باقی ہے کہ ظاہر یہ کہ نقطتین ح ط کے درکار اہل کی طرف مومنہ کرنا بھی یقیناً تیسرے

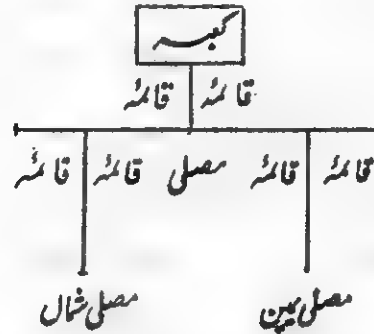
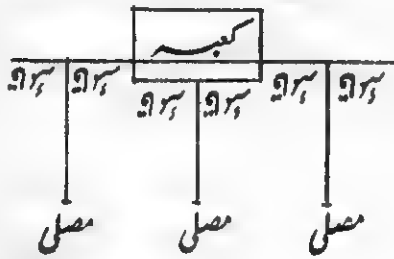
تقلید کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس سے مراد صرف وہ حصہ قوس ہے جس کی طرف توجہ میں ہوئے کعبہ سے کچھ بھی محاذات و مسامتہ باقی ہے اگرچہ تقریباً نہ یہ کہ جس نقطے کو چاہو مومنہ کرلو منہ الخالق میں ہے قولہ فی الفتاویٰ الانحراف المفسدان تبجاوالمشارك الی المغرب کذا نقلہ فی فتح القدیر و هو مشکل فان مقتضاہ ان الانحراف اذا لم یوصلہ الی ہذا القدر لا یفسد الخ حلیہ میں فرمایا مرقبلہ اہل المشرق المغرب عندناش ہذا فی الذخیرۃ (الی ان قال) ثم الظاہر ان ہذا انما یستقیم فیما اذا کان التوجہ من المشرق الی المغرب وبالعکس مسا متا لہواء الکعبۃ اما تحقیقا او تقریبا وعلی ما ذکرنا لا علی ای وجہ کان ذلک التوجہ من احدی الجہتین الی الاخری فتنبیہ لہ وکانہ للعلم بہ لہر یفصحوا بہ یوہیں ردالمحتار میں اُسے مؤول کیا کما سیاقی وللعبد الضعیف فیہ کلام ستقر فیہ انشاء اللہ تعالیٰ دوم کہ عامہ کتب میں نہرت وافیہ رکھتا ہے کہ اتنا پھرکتا ہے جس میں مومنہ یعنی وجہ کا کوئی حصہ مقابل کعبہ منظر رہے دو سطح چیزوں میں مقابلہ تھوڑے انحراف سے زائل ہو جاتا ہے مگر قوس کا مقابلہ بے انحراف کثیر زائل نہ ہوگا اور حق جل جلالہ انسان کا چہرہ مقوس بنایا ہے توجہ تک کوئی حصہ رخ مقابل رہے گا استقبال بالوجہ حاصل رہے گا اور قول وجہک شطر المسجد الحرام کا امثال ہو جائے گا اقول اُس کی وجہ یہ ہے کہ سطح مستوی پر جتنے خط عمود ہوں گے سب کی سمت ایک ہوگی جب اُن میں ایک مقابلہ سے منحرف ہو اسب منحرف ہو گئے بخلاف قوس کہ اُس کے ہر نقطہ کے خط ماس ہر نقطہ ماس سے جو عمود قائم ہوگا جدا ہوتے رکھے گا تو اس کا مقابلہ زائل ہوگا دوسرے کا ہوگا اُس کا نہ ہوگا اور کا ہوگا یہاں تک کہ قوس ختم ہو جائے معراج الدرایہ و فتح القایر و زاد الفقیہ و حلیہ وغنیہ و بحر الرائق و فتاویٰ خیر یہ و درمختار و ردالمحتار وغیرہا میں ہے و ہذا اللفظ الاخیر ثلثہ اعلم انہ ذکر فی المعراج عن شیخہ ان جہۃ الکعبۃ ہی الجانب الذی اذا توجہ الیہ الانسان یكون مسا متا للکعبۃ او ہواء تحقیقا او تقریبا ومعنی التقریب ان یكون منحرفا عنها وعن ہوا تھا بما لا تنزل بہ المقابله بالکلیہ بان یبقی شیء من سطح الوجہ مسا متا لہا و ہوا جا مع الرموز میں ہے لا باس بالانحراف الا انحرافا لا تنزل بہ المقابله بالکلیۃ بان یبقی شیء من سطح الوجہ مسا متا للکعبۃ درر میں ہے فیعلم منہ انہ لو انحراف عن العین انحرافا لا تنزل بہ المقابله بالکلیۃ جاز یؤید ما قال فی الظہیریۃ اذا تیا من او تیا من یجوز لان وجہ الانسان مقوس فعد التیا من او التیا من یكون احد جانبه الی القبلة ردالمحتار میں ہے فاعلم ان الانحراف الیسیر کا یضد و ہوالذی یبقی معہ الوجہ او شیء من



جوانبہ مسامتہ العین الکعبیۃ و هواء ہا بان یخرج الخط من الوجه او من بعض جوانبہ الی القبلة او هواء ہا مستقیما ولا یلزم ان یکون الخط الخارج علی استقامة خارجا من جهة المصل بل منها او من جوانبہا کما دل علیہ قول الدرس من جبین المصلی فان الجبین طرف الجبۃ و ہما جبینان و علی ما قررناہ یجمل ما فی الفتیۃ و البحر عن الفتاوی من ان الانحراف المفسدان یجاول المشارق الی المغارب **اقول** وباللہ التوفیق تمام کتب مذکورہ میں شیء من سطح الوجه کا لفظ ہے اور ہمارے مذہب میں ایک کان سے دوسرے تک سب سطح وجہ ہے و لہذا ما بین العذار والافن کا وہونا بھی وضو میں فرض ہوا اور قطعاً معلوم ہے کہ جب کوئی کسی نقطہ افق کی محاذات پکڑے تو اس کی سطح وجہ کی محاذات نصف الارض کی گویا لگی تو بیچ سے تک پھر تاروا ہوگا اور ٹھیک جنوب یا شمال کو موڑ دیکھے سے مستقبل کعبہ قرار پائے گا کہ کان کے متصل جو سطح وجہ یعنی کپٹی کا حصہ ہے ضرور محاذی کعبہ ہے حالانکہ وہ بدایہ متیاسر نہ کہ مستقبل تو اس قول کے ظاہر پر بھی وہی استبعاد شدید لازم جو جہات اولیٰ پر تھا اور علیہ رد المحتار کا اول کو اس دوم کے ساتھ تاویل کرنا حیث قال فی الحلۃ او تقریباً علی ما ذکرناہ وما ذکرہ و ہذا القول الثانی من بقاء شیء من سطح الوجه مسامتا و سمعت أفتا قول الشامی اصلاً نافع نہ ہوا کہ یہ کلام بھی اپنے ظاہر پر آتا ہی وسیع ہے جتنا قول اول تھا اور یہ دنہار قابل اعتبار نہ مراد علی ہونے کا سزاوار مثلاً جہاں کعبہ خاص سمت قبلہ مغرب ہو اگر کوئی شخص ٹھیک نقطہ جنوب و شمال کو موڑ کرے یا نہ سہی بلکہ دو تین درجے مغرب کو پھر اسی مانے کہ مسافات بعیدہ میں اتنا انحراف فرق محسوس نہیں دیتا تو یقیناً یہی کہا جائے گا کہ اس کا موڑ جنوب یا شمال کو ہے نہ کہ کعبہ منظر کو حالانکہ اس کی سطح کی وجہ سے بعض جز بلا شبہ مسامتہ کعبہ ہے نعم رأیت الفاضل عبد الحلیم الرومی من علماء الدولة العثمانیۃ ذکر فی حاشیئہ علی الدرس تفسیر عبادتہا حیث قال **قول** یکون احد جوانبہ الی القبلة لا یدید بہ زوال الطرف الاخر عن المقابله بالکلیۃ کما ظن بل المراد منہ مقابله طرف بکلبہ و مقابله شیء من سطح الاخر مسامتا کما ہوا المفہوم من المذبح **اقول** لم یدکر عبارة المنہج حتی ینظر فیہا و ہومع مخالفتہ لظاهر الدرس لا یلائمہ نص عامۃ الکتب المذكورۃ من الاجتزاء ببقاء شیء من سطح الوجه مسامتا فانہ صریح فی عدم الحاجة الی مسامتہ ما فی الباقی اصلاً بل **اقول** لعلک ان امعنت النظر لم ترہ یرجع الی صحیحۃ فان المسامتہ لا بد لہا من مقابله حقیقیۃ فی الحقیقیۃ لوسط الجبۃ و فی التقریبیۃ شیء من الاطراف اما اذا قامت المقابله الحقیقیۃ اصلاً فلا مسامتہ فلا استقبال فلا صلوۃ و المقابله انما تكون باتصال الخط علی قوائم لا تری **ج ۵** ان سطح ایقابل ب و ح یواجہ اما فلا یسامت سر لعدم الاتصال علی قوائم ب و ح و ہو لا یکون لقوس قطع مع سطح الا من نقطۃ واحده تحقیقا و بعض نقاط مجاورۃ اخرى تقریباً **قال** لا امکان لمقابله طرف بکلبہ لا مجازاً و ثانیاً اذا تقابل طرف من قوس مسطحا استحال ان یقابله شیء من طرفہا الاخر لما قد منان الاعمدة الخارجۃ من مساسات القوس لا یکون اثنان منها الی جهة واحده قط الم تعلم ان تلك الاعمدة کلہا ہی الخطوط الخارجۃ من المکرز الی نقاط القوس و علی سموھا و کلہا التلتقی علی المکرز فان اتصل اثنان منها بمقابل کالکعبۃ او الخط المار بجماع ضا الی الافق و احداث کل علیہ قائمتین و وصلنا بینہما اجتمع فی مثلث قائمتان و ہو محال فبقی سوم و سطر اس مقابل ہر دو چشم سے ایک زاویہ بناتے آنکھوں پر گذرتے دو خط نکلیں

یہ جہاں تک پھیلیں کعبہ جب تک ان کے اندر رہے جہت باقی ہے اور دونوں سے باہر واقع ہو تو نہیں۔ یہ امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی پھر علامہ تفتازانی نے شرح کشاف پھر علامہ مولیٰ خسرو نے درمیں افادہ فرمایا ان دونوں نے اُس زاویہ کی مقدار بتائی جو وسط سر میں التقائے خطین سے بنے گا اور امام حجۃ الاسلام نے تصریح فرمائی کہ قائمہ ہو درمیں ہے اصابت جہت کی ایک وجہ بیان کر کے فرمایا و نقول ہوان تقع الکعبۃ فیما بین خطین یلتقیان فی الدماغ فیخرجان الی العینین کساقی مثلث کذا قال الخوارزمی التفتازانی فی شرح الکشاف شرح نقایہ علامہ رجنیدی میں ہے معنی التوجہ الی جہۃ الکعبۃ ہوان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین یلتقی طرفاهما داخل الرأس بین العینین علی زاویۃ قائمۃ کذا ذکرہ الامام الغزالی فی الاحیاء بشرح البرجنیدی فعلى هذا الوصول الحظ الخارج من العين الی جدار الکعبۃ یقع علی حادۃ او منفرجۃ لم یکن مقابلاً للکعبۃ وهو لا یخلو عن بعدا **اقول** هذا عجیب من مثل ذلك الجہد المبرز فی الفنون الهندسیہ فالانما قال الامام ان تقع الکعبۃ بین الخطین لان یصلی شئی منهما الی جدار الکعبۃ وثامناً انما قال یلتقیان بین العینین علی قائمۃ لان یصل حدیہما بالکعبۃ فیحدث هنالك قائمتین ولذا کافرد القائمۃ **اقول** وبما قررنا ظهر قلنا ما قال الفاضل الحلیمی اخذنی فی حاشیۃ الدرر ان حاصلہ ان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین وان کان احدا الخطین طویلاً کما هو المشاهد عند انحراف التوجہ اہ فان الخطین یمتدان الی الافق فلا مسانغ ثم لعل وقصر ولا داعی الی قطعہما علی حد طائما النظر الی الفضاء الحاصل بینہما ان تقع الکعبۃ فیہ **اقول** اس قول پر یہ خط جو وسط دماغ محاذی عینین سے زاویہ قائمہ بناتے تھے ان کے اندر کعبہ کسی طرح واقع ہونا مطلقاً حصول جہت کو کافی ہے اگرچہ ایک خط کعبہ سے ملا ہوا گذرے اب اگر یہاں یہ معنی لیے جائیں کہ یہ دونوں خط جہاں تک پھیلیں ان کے اندر اندر جو کچھ ہے جہت کعبہ ہے اُس کی طرف توجہ توجہ جہت کعبہ ہے جیسا کہ احیاء امام حجۃ الاسلام سے نقل کیا گیا ولہذا راہ فیہ ولا فی شرحہ التحاف السادۃ فی کتاب اسرار الصلاۃ کہ ان دونوں خطوں کا بیان کر کے فرمایا فہما یقع بین الخطین الخارجین من العینین فہو داخل فی الجہۃ تو اس تقدیر پر یہ قول بھی مثل دو قول پیشیں اتنی ہی وسعت بعیدہ رکھے گا کہ جب زاویہ قائمہ ہے اور اُس کے ایک خط سے کعبہ متصل ہو سکتا ہے تو دونوں طرف تقریباً نوٹے درجے انحراف جائز ہوا اور وہی ایک خفیف ناقابل احساس مقدار کم ایک شواشی درجے تک جہت پھیل گئی اور وہی مخالفت نفس واجماع لازم آئی یہ لاجرم مراد ہے کہ وقت نماز جب تک کعبہ مغربہ ان دونوں خطوں کے اندر ہے وہاں تک انحراف میں جہت باقی ہے تو یہ نہ ہوگا مگر عین کعبہ سے دونوں طرف ۴۵ - ۴۵ درجے انحراف تک کہ ٹھیک جہت توجہ کا خط اس زاویہ قائمہ کی تصفیہ کرتا ہے تو اگر نصف قائمہ سے زیادہ انحراف ہو کعبہ دونوں خطوں سے باہر ہو جائے گا کما لا ینحی بالجملہ حاصل یہ کہ آدمی ٹھیک محاذی کعبہ کھڑا ہو اُس وقت جو یہ خطوط نکل کر پھیلیں اُن کے اندر اندر دونوں طرف کو انحراف روا ہے اب یہ عبارت آئندہ پنجم کی طرف راجع ہو جائے گا اور طرفین میں بینا لیش بینا لیش درجے تک انحراف جائز ہوگا اور یہ صاف و صحیح بے غبار ہے چہارم کہ نہایت تحقیق طلب ہے قال فی الدرر جہتان یصل الخط الخارج من جبین المصلی الی الخط المار بالکعبۃ علی سنیۃ بحیث یحصل قائمتان اہ و هذا اہو الوجہ الاول واختلاف الانظار فی محلہ **فحملہ** العلامة الشامی فی رد المحتار علی بیان المسامۃ

الحقيقية حيث ذكرنا ولا عن المعراج عن شيخه ان معنى التحقيق انه لو فرض خط من تلقاء وجهه على زاوية قائمة الى الافق يكون ما را على الكعبة او هو انما هو ثم نقل كلام الدرر ثم قال قوله في الدرر على استقامته متعلق بقوله يصل لانه لو وصل اليه معوجا لم تحصل قائمتان ثم الطريقة التي في المعراج هي الطريقة الاولى التي في الدرر الا انه في المعراج جعل الخط الثاني ما را على المصلى على ما هو المتبادر من عبارته وفي الدرر جعله ما را على الكعبة اتم صور الذي في المعراج هكذا



## قلت وقد يؤيد

هذا الحمل ان اصل الكلام للإمام  
هجة الاسلام وهو

والذي في الدرر من الوجه الاول هكذا

كما في شرح النقاية هكذا معنى التوجه الى عين الكعبة هو ان يقف المصلي بحيث لو خرج خط مستقيم من جهته بمحيط يتساوى بعده عن العيدين الى جد الكعبة تحصل من جانبيه زاويتان متساويتان اتم ذكر معنى التوجه الى الجهة بما قد منافي القول الثالث **اقول** اولاً لكن يلزم العلامة المحشى بهذا الحمل حمل الجبين في عبادة الدرر على الجهة ولا غرو ففى تاج العروس عن شيخه قد ورد الجبين بمعنى الجهة لعلاقة المجاورة في قول زهير كما صرحوا به في شرح ديوانه ثم ذكر شعرا مثله للمعنى لكن العلامة المحشى رحمه الله تعالى قد استدلل بوقوع لفظ الجبين في عبادة الدرر على انه لا يلزم خروج الخط من وسط الجهة فان الجبين طرفها وهما جبينان كما تقدم فيكون هذا مناقضا لذلك **واقول** ثانياً زاد في التصويرين مصليين عن يمين وشمال غير محاذيين للجدار الذي بازائه المصلى الوسطاني واقام اعمدتهما في التصوير الاول على المار بذلك المصلى عن ضا ولا شك انهما لا يتجهيان الى الكعبة بل تبتازوران عنها ذات اليمين وذات الشمال كما صوروا وانما كان شرط في المعراج ان يمر الخط بالكعبة وفي التصوير الثاني اقامهما على الخط المار في امتداد الكعبة غير واقعين على نفس البيت بل متزاورين عنها كما هو لم يرهم الدرر خطا يمر على الكعبة مستدا عن جنبها الى الافق انما اراد خطا مقتصوا عليها يقع مرور خط الجبين على نفس الكعبة كما في المعراج والا كيف تكون مسامحة حقيقية مع كون المصلى بمعزل عن محاذاتهما فهذان المصلبان لا مدخل لهما في تصوير الحقيقية وكان رحمه الله تعالى اراد ان يزيد مع تصوير الحقيقية تصويرا تقريديا وقد كان سهلا علينا ان نفرض المصلين المزيدين منقلبين بعدة فرائخ بحيث لا تنزل المقابلة لكن رحمه الله تعالى سبق الى خاطرة ان الشرط في التقريب ان يقف المصلى على ذلك الخط المار عن ضا بالمصلى الوسطاني او نقول يقوم بمحاذة ذلك الخط العرضي المار

فی امتدادہ بالکعبۃ بحيث یكون خط جہتہ عمودا علی احدہما ای فی التصوير وعلیہما جمیعاً فی التقدير وبعد تحقق  
 هذا الشرط لا تقدیر بمسافة فلیحفظا وجہتہما وینتقل ما بد الہما فاذا ین الخط القائم علیہ او الیہ المصلیان  
 غیر محمد ود علی ما زعم کما یأتی تفضیصہ وهاتان زلتان عظیمتان یجب التنبیہ لہما فان الامر ین وحاش لله  
 لا یرى بالعلماء وقوع بعض زلات من اقلامہم لاسیما مثل هذا المحقق الذی استنار مشارق الارض ومغاربہا  
 بنور تحقیقاتہ السنیۃ وتطفل الوف مثلی علی موائد عوائد فرائد الہنیۃ جزاء اللہ تعالیٰ جزاء العز والاکرام جمع  
 بنینا وبنینہ فی دار السلام بفضل رحمۃ بہ وبما اثر العلماء الکرام علی سیدہم ومولاہم وعلیہم ود علیہ وعلینا  
 الصلاۃ والسلام امین امین یا بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاکرام فاننا ذکر فی سیاق ذلك ما عرض  
 للبحثین من الوہم والایہام فی فہم کلام المدق العلا فی العلام لیتضح المرام وینبغی بد السداد من تحت انعام  
**فَاعْلَمُ** ان الجہت المدق الذی قلما اکتفی عین الزمان بمثلہ فی الاخیرین اعنی العلامة علاء الدین محمد  
 الحصفی عاملہ اللہ تعالیٰ بلطفہ الوفی اثرہما عن المنح کلاما قصیر مبناہ واستتر معناه فقال اصابتہ جہتہا بان تبقی  
 شیء من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ اولہا ہا بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ  
 قائمۃ الی الافق ما را علی الکعبۃ وخط اخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین بمنۃ ویرۃ منہ قلت فہذا معنی التیسا من  
 والیتاسر فی عبارۃ الدرر فبتصرہ **اقول** اراد العلامة الغزی من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی ای بلد کان فہو  
 ہذا التکثیر بتکثیر بعض ولو قال کقول المعراج فی ہذا البلد ای البلد والمطلوب الجہۃ لکان اولی قال العلامة السید احمد  
 المصوی الطحطاوی فی حاشیۃ **قول** منج اختصر عبارتہا وہی فلو فرض خط من تلقاء وجہ المستقبل للکعبۃ علی التحقيق فی  
 بعض البلاد وخط اخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین من جانب عین المستقبل وشمالہ لا تزول تلك المقابله بالانتقال علی  
 ذلك الخط بفراسخ کثیرۃ ولہذا اوضح العلماء قبلہ بلد وبلدین وبلاد علی صمت واحد **قول** قلت فہذا معنی الخ لیس  
 کما فہمہ فان المتیامن والمتیاسر فی عبارتہ ہوا الخط وفی عبارۃ الدرر الشخص الخ وعزایہ للعلامة السید ابراہیم الحلبي  
 محتشی الدرر وقال السید العلامة محمد الشامی فیہ ان عبارتہ المنحہی حاصل ما قد مناعہ عن المعراج ولیس فیہا قولہ  
 ما را علی الکعبۃ بل ہوا المذکور فی صورۃ الدرر ویکن ان یزاد انہ ما علیہا طولاً لاعراضاً فیکون ہوا الخط الخارج من جبین  
 المصلی والخط الاخر الذی یقطعہ ہوا المارض ضا علی المصلی او علی الکعبۃ فیصدق بما صورناہ اولاً وثانیاً ثم ان اقتصارہ  
 علی بعض عبارتہ المنحہی الی قصور بیانہ علی المسامتۃ تحقیقا وہی استقبال العین دون المسامتۃ تقدیرا وہی استقبال  
 الجہۃ مع ان المقصود الثانیۃ لکان علیہ ان یحذف قولہ من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد اہ فہذا اجل ما  
 اورادہ وتسام ما ارادہ **اقول** وباللہ التوفیق شرح نظم الدرر ہکذا (یفرض من تلقاء وجہ) ای وسط جہتہ  
 (مستقبلہا حقیقۃ) بحیث لورفت الحج لوثبت الکعبۃ بین عینہ (فی بعض البلاد) ای ای بلد یزاد (خط) مستقبلہا

(على) الخط المار بمجبهة معترضاً من وسطه الى يمينه او شماله بحيث يحدث معه (زاوية قائمة) عند المجبهة ولم يقل قائمتين لانه لا يجب فرض المعتراض ماراً الى المجبنتين بل يكفي ادنى خط الى اية جهة منهما فلا يحدث بالفعل الا قائمة واحدة وذلك من ايجازات هذا الفاضل المدقق فان زاوية قائمة اخصر من زاويتين قائمتين وفيها الكفاية فاختر ما قل وكفى (الى الا ف) مقابل من في قوله من تلقاء وجهه اى يبتدئ من وسط المجبهة وينتهي الى (الاق) ويكون في امتداده هذا (ماراً على) نفس (الكعبة) الى ههنا ثم بيان المسامحة الحقيقية ثم شرع في بيان التقريب فقال (و) يفرض (خط آخر) مستقيم (يقطعه) عند جهة المستقبل (على زاويتين قائمتين) ماراً بالعرض (يميناً ويسرة) اى يمين المستقبل ويساره ولم يكتف بالخط الاخر المشار اليه في قوله على زاوية قائمة لان ثمة كان يكفي ادنى ما ينطق عليه اسم الخط في احد الجانبين وان لم يستوعب نصف جبين ذلك الجانب ولا ربه والآن يحتاج الى خط مستد يميناً وشمالاً الى فراخ كثيرة ليكون محل الانتقال يميناً ويسرة ولذا اتي ههنا بتثنية القائمة فاذا انتقل المصل على هذا الخط في اى جهة الى فراخ كثيرة حسب ما يقتضيه بعد البلد من الكعبة لا يخرج عن الجهة وشار الى ذلك بقوله (قلت فهذا معنى التيامن والتياسر) المسوغين للمصلى (في عبارة الدرر) فان الدرر انما ذكر تيامن المصلى وتياسره وكان يحتمل ان معناه يجعل الكعبة على يمينه او يساره وليس مراد اقطاعاً فرسم الخط يميناً ويسرة وشار بطرف خفي كعادته رحمه الله تعالى في غاية الاجازة الى ان ذلك التيامن والتياسر للمصلى انما هو على هذا الخط المخرج يميناً ويسرة لا ما يتوهم (فتبصر) كيلا تزل وقد ظهر لك من هذا الشرح بتوفيق الله تعالى **اولاً** سقوط ما زعموا ان بيانه قاصى على الحقيقة كيف ولو كان كذلك لما احتاج الى قوله وخط آخر لان بيان الحقيقة قد تم الى قوله ماراً على الكعبة **وثانياً** سقوط ما اعترض به العلامةان الحلبى والطحطاوى من التخالف بين كلامى الدرر والدر في معنى التيامن والتياسر كما علمت **وثالثاً** سقوط ما زعم العلامة الشامى من التغاير في تصويره وتصوير المنج ومن العجب انه رحمه الله تعالى معترف بان عبارة المنج حاصل ما قد ساء عن المعراج وقد تقدم في المعراج مروية على الكعبة فعن اين نشأ التغاير واما عبارة عين عبارة المعراج لا تفاوت بينهما الا بان المعراج ذكر المرور على الكعبة في الجزء والدرر اوردته حالاً لان كان بصد د بيان المقريضية فاخذ الحقيقة في الفرض والتصوير **ورابعاً** اعجب منه قوله كان عليه ان يحدث قول من تلقاء وجهه الى آخره ولا ادري كيف يتم بيان التقريب باسقاط هذه الكلمات مع عدم ذكره عند كمال انتقال على ذلك الخط يميناً وشمالاً وان استنبط هذا من قوله فهذا معنى التيامن كما فعلت فليت شعري ماذا يضرك ذكر الاخراج من تلقاء وجهه المستقبل حقيقة فليس الا بفرض التحقيق اولا ثم تقدير الانتقال عنه **وخامساً** لئن اسقط هذا كله لبقى مخرج الخط مهمل لا لميتين ولميتعين فلا تقرب ولا تحقيق والله الهادى الى سواء الطريق قال الشامى قوله قلت الخ



قد علمت ان لو فرض شخص مستقبلاً من بلدة لعين الكعبة حقيقة بان يفرض لخط الخارج من جهة واقفاً على عين الكعبة فهذا الساعة لها تحقيقاً ولو انه انتقل الى يمينه او شماله بفراسخ كثيرة فرضنا خطأ ما را على الكعبة من المشرق الى المغرب **قلت قال** بالنظر الى بلدة الشامي لان قبلة الشام الجنوب ويقال في بلادنا من الشمال الى الجنوب وبالحمل المراد الخط المعترض قال وكان الخط الخارج من جبين المصل يصل على استقامته الى هذا الخط المار على الكعبة فانه بهذا الانتقال لا نزول المقابلة بالكلية لان وجه الانسان مقوس فمهما تاخر يمينا او يساراً عن عين الكعبة يبقى شيء من الوجه مقابلاً **اقول** فهم رحمه الله تعالى ان وصول خط الجبهة عموداً على الخط المعترض المار بالكعبة عند الانتقال لليمين والشمال شرط بقاء الجهة عند هم وقد افصح عنه بعيداً هذا حيث قال بل المفهوم مفاقد مناه عن المعراج والدر من التقييد بحصول زاويتين قائمتين عند انتقال المستقبل لعين الكعبة يمينا او يساراً لا يصح لو كانت احدهما حادة والاخرى منفرجة بهذا الصورة **كعبه**  اه وفيه **اولا** ليس في عبارة الدر ذكر الانتقال ههنا اصلاً فضلاً عن حصول قائمتين بعد الانتقال وما ذكر بعد في التفريع من التيامن والتياسر فليس فيه ايضاً اثر من ذلك بل ولا هو يستلزم الانتقال يحصل لك بالانحراف عن المحاذات وانت قائم مقامك وبعبارة في الدر حيث قال فيعلم منه ان لو انحراف عن العين انحرافاً **ثانياً** المعراج وكل من ذكرنا من متابعيه انما فرضوا خطاً من جبين مستقبل العين ماراً الى الكعبة - واخر قاطعاً على قائمتين ثم فرضوا الانتقال يمينا او يساراً بفراسخ كثيرة على هذا القاطع ولم يشترط هو ولا احد منهم حدوث القائمتين بعد الانتقال **وثالثاً** لشرط ذلك لم يصح لان الانتقال لا يمكن على خط مستقيم فان القاطع انما يمر في جانبي المستقبل بعد موضع قدمه في الهواء لكون الارض كرة وانما ينتقل المنتقل على دائرة فهو ان حفظ توجه حين استقبال عين الكعبة وانتقل على تلك الدائرة يمينا او شمالاً فلا شك ان الخط الخارج من جهة لا يقطع الخط المار بالكعبة عرضاً على قائمتين كما لا يخفى **ورابعاً** يصح ذلك او لا يصح فلن يصح قولهما تاخر يمينا او يساراً وانما ذكر المعراج من مع بقاء الجهة بالانتقال عليه بفراسخ كثيرة وهذا صحيح ولم يدعوا ان مهما انتقل ثم يتبدل كيف والواغل في الانتقال عليه لا يبقى مواجهاً للكعبة لا شك وسيستبين لك **وخامساً** لما ارتكز في ذهنه رحمه الله تعالى ان شرط بقاء المواجاة وصول خط الجبهة الى ذلك الخط المعترض بالكعبة عموداً او هم ان لو ترك المنتقل تلك الوجهة وانحرف قليلاً يمينا او شمالاً لم يصح لكون الزاويتين اذ ذاك حادة منفرجة كما قد مر من عمران كلام المعراج والدر هذا مخالف لاجازة الانحراف القليل لمصرح بها في غير ما كتب وصرح به اذ قال والحاصل ان المراد بالتيامن والتياسر الانتقال عن الكعبة الى جهة اليمين او اليسار لا الانحراف لكن وقع في كلامهم ما يدل على ان الانحراف لا يضر ثم نقل كلام القهستاني وشرح العلامة الغزالي لزاد الفقير ومنية المصل عن امالي الفتاوى والعجب ان منى ما نقل بنفسه من الدر فان الذي نقل ههنا عن القهستاني عين ما قدما عن الدر من ان الانحراف اليسير الذي لا نزول به بالمقابلة بالكلية لا يضر فكيف يكون كلام الدر مخالفاً وسلاماً ليس الا كما فهم بل انحراف وسط جهة المستقبل عن مسامتة الكعبة لازماً للانتقال والخروج عن سطح الجدار الشريف ولو حفظ في انتقاله تلك الوجهة



اصلا ومقصودهم ان ينهوا على جواز الانحراف اليسير ففرضوا الخط كما مر وذكروا انه لا يجاوزا للجهة بالا انتقال عليه الى فراسخ كثيرة وقد صدقوا في ذلك ولم يقدروا الفراسخ لانها تتبدل بتبدل البعد كما تقدم ولولا مواساة الانتقال مطلقا لما قدموا الفراسخ وقالوا لا يزول بالا انتقال كما كان قلتم فهذا ما كان يجب التنبيه له وبالله التوفيق وليرجع الى ما كنا فيه **فاقول ثالثا** بقى في شرح عبارة الدرر شئ وهو جعل على استقامته متعلقا بصل وانت تعلم انه كما يجب الاستقامة بهذا المعنى في الخط الخارج من الجهة كذا في الخط المار باللكبة عرضا وعلى جده متعلقا بصل لا يبقى اجماع الى استقامة المار ويصير قوله بحيث تحصل قائمتان مجروبيان لقوله على استقامة فالاصوب عندي جده متعلقا بالمار ليتدر البنيان وليصير تاسيسا وليتعلق بالقريب هذا ما كان يتعلق بالحمل الاول وحمله الفاضل الحليمي في حواشي الدرر على بيان التقريبية حيث قال قوله بحيث تحصل قائمتان اطلقه فشمع ان تينب القائمتين يتساوى بعدهما عن العينين الى جدار الكعبة او لا فالاول هو المراد في التوجه الى العين والثاني في التوجه الى الجهة وهو المراد هنا فقط ثم قال حاصله ان تقع الكعبة بين خطين الى اخر ما قد منعنا فصرح بالمراد وجعل حاصل الوجهين واحدا اقول وهذا اولى بوجه لقوله في صدره استقبال عين الكعبة للمكي وجهتها لغيره ان يصل الى افاد انه لا كان يصدد بيان التقريبية لا الحقيقية الواقعة على العين ولانه قال بعده او نقول هو ان تقع الكعبة الى اخر ما تقدم في القول الثالث ولا شك انه التقريب وظاهر قوله او نقول ان محصلهما واحد ولان الجبين يكون على هذا بعناة الحقيقي وكذا فهم العلامة الطحطاوى فصور بيان الدرر هكذا

حتى يرد عليه انه مع حمل الجبين على طرفي الخطين الى الكعبة عمودين وانه قد علمت مما الجهة بل منحرفا من الجبين الايمن يميننا و الخارجين من الجبين عمودا على خط مستقيم

**الكعبة**

**اقول** وليس المراد حدوث الخطين في حالة واحدة

الجهة عدل الى جده لبيان التحقيق حيث وصل

قد منا ان الخط الخارج من الجبين لا يخرج على استقامة

من الايسر يسارا وانه لا يمكن ان يكون كلا الخطين

بل المراد عندي تصوير النيام والتباسه فالاول مثلا

الكعبة

اقول

الجهة عدل الى جعله لبيان التحقيق حيث اوصل  
قد منان الخط الخارج من الجبين لا يخرج على استقامة  
من الايسر يسارا وانه لا يمكن ان يكون كلا الخطين  
بل المراد عندى تصوير التيامن والتياسر فالاول مثلا

جبین المصلیٰ

تبيين المصلي

جبين المصلى الايمن عند الخرافه عن الكعبة يسارا والثاني جبينه الايسر حين

المخوف يميننا وايضاح تصويره هكذا ينبغي ان يفهم هذا المقام اما قوله رحمه الله

تعالى في بيان تصويره نقلا عن بعض الافاضل فقد حصل من الخط المار باللعبة

قائمة ومن الخط الخارج من جبين المصل قائمة اخرى وحدث منهما زاويتان متساويتان اه فاقول هذا وان كان في  
حكايته غنى عن نكايته لكن لا اذراء فيه بهم فانهم رحمهما الله تعالى لم يكن لهما اشتغال بتلك الفنون وقد كانوا  
معنيين بما يحرم ويعنى فوحهما الله تعالى ورحمنا بهم رحمة تكفى وتغنى امين **ثما** علما ان الجبينين منهيان في  
الجانبيين الى محاذة الحاجبين قال في القاموس الجبينان حرفان مكتفا للجهة من جانبيهما فيما بين الحاجبين مصعدا

الی قصاص الشعرة بالجملۃ ہماری تحقیق پر قول چارم کا حاصل یہ ہوا کہ محاذات حقیقیہ سے دونوں طرف جھک سکتا ہے کہ چین یعنی  
کنرہ پیشانی محاذی کنارہ بیرونی ابرو سے جو خط اس کی استقامت پر افق کی طرف جائے سطح کعبہ منظمہ پر زاویہ قائمہ بنا لگدے **اقول**  
ظاہر ہے کہ اس معنی پر چین سے دوسری تک یعنی ماہین دو اہم اگر سر کو مدور فرض کیا جائے تقریباً ربع دور ہوگا تو وسط جہ سے ہر طرف  
شش دور ہے صفت مذکورہ پر خط اگر وسط پیشانی پر جاتا تو محاذات حقیقیہ ہوتی اب اس سے شش دور پھر نا صحیح ہوا تو وہی جانبین کعبہ میں  
۴۵-۴۵ درجے آئے قول سوم کا بھی یہی محصل تھا اور کیوں نہ ہو کہ عبارت در سے ان کا ایک محصل ہونا ظاہر کما قد منا و باللہ  
التوفیق **پنجم** اہل مشرق کا قبلہ مغرب ہے اہل مغرب کا مشرق اہل جنوب کا شمال اہل شمال کا جنوب تو جب تک ایک جہت  
دوسری سے نہ بدلے مثلاً ربع مغرب میں قبلہ ہے یہ ربع شمال یا ربع جنوب کی طرف موڑ کرے جہت قبلہ باقی رہے گی **اقول** اس قول کا  
حاصل یہ ہے کہ موضع مصلیٰ سے محاذات حقیقیہ کا خط کعبہ منظمہ پر گزرتا ہوا دونوں طرف کر کے افق تک ملا دیں اور وہیں سے دوسرا خط  
اس پر عمود گرائیں کہ افق کے چار حصے مساوی ہو جائیں پھر ہر حصے کی تنصیف کر کے ہر دو نصف متجاور میں خط وصل کر دیں ان اخیر خطوط سے  
جو چار ربع افق حاصل ہوں گے وہی اربعہ جہات اربعہ ہیں ان میں وہ ربع جس کے منتصف پر کعبہ منظمہ ہے جہت استقبال ہے اور اس کے  
مقابل جہت استدبار اور باقی دو ربع جہات بین و شمال بایں صورت

محاذات حقیقیہ ۴۵-۴۵ اس پر عمود ان نقاط اربعہ نے ربع افق کی

تنصیف کر کے خط ح ط ملا دیا ہوا ہیں ط ک = ک ی - ی

اوری ب ک جہت استدبار ی ح جہت بین ک ط ب جہت شمال - ۴۵ اگر ا کی طرف موڑ کرے عین

کعبہ کی طرف متوجہ ہے اور وہاں ہے کہ دہنی جانب ح یا بائیں طرف ط کے قریب تک پھرے جہت قبلہ باقی رہے گی جب قوس ح

ابط سے باہر گیا جہت نہ رہی تو وہی دونوں جانب ۴۵-۴۵ درجے تک انحراف روا ہوا یہ قول نفیس خود امام مذہب سینا امام عظیم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول فتاویٰ خیرہ میں ہے عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ المشرق قبلۃ اہل المغرب والمغرب قبلۃ

اہل المشرق والجنوب قبلۃ اہل الشمال والشمال قبلۃ اہل الجنوب شرح نقایہ علامہ قسستانی میں ہے قال الزند و یسی ان

المغرب قبلۃ اہل المشرق وبالعکس والجنوب لاهل الشمال وبالعکس فالجہۃ قبلۃ کالعين حلیہ میں ہے قد قطع الزند و یسی

فی روضتہ بالتقریر المذکور الخ قالہ بعد ما ذکرنا ہ بناء علی کون الکعبۃ وسط الارض وتورد فی ثبوتہ ثمرایۃ بکلام

الامام الرازی فی التفسیر و اذہ من القضايا المتفقۃ بالقبول اقول لا محل لتورد فان الارض کرة فک ان تقدرا یتوقف علیہ انما صورناہ

بفرض موضع المصلیٰ وسطا نظیر زند و یسی پھر ذخیرہ پھر حلیہ میں ہے قبلۃ اہل المشرق الی المغرب عندنا و قبلۃ اہل المغرب

الی المشرق و قبلۃ اہل المدینۃ الی یمن من توجہ الی المغرب و قبلۃ اہل الحجاز الی یسار من توجہ الی المغرب اہ

**اقول** کا نہ ارادہ الحجاز نحو الیمین والا فالمدینۃ السکینۃ سیدۃ الحجاز و سیدۃ بلاد العالم ثمر من المعلوم قطعاً ان

قبلتها الی یسار من توجه الی المغرب اعنی الجنوب فکانہ انقلب فی البیان الیمین والیسار او تبدل المشرق بالمغرب ولعل من هذا القبیل والله تعالی اعلم ما وقع فی الخانیة من ان القبلة لاهل الهند ما بین الرکن الیمانی الی الحجر وکتبت علیہ **اقول** هذا جهة الجنوب ولا یصح الا لبعض بلاد الهند الی عرض الی تقریباً الا ان یقرء الحجر بالکسر وهو الحطیم ویراد بالرکن الیمانی الحد الیمانی ثماط ویمخرج الغایتان فیمقی الحد الشرقی الذی فیہ الباب الکریم او یقر الرکن علی معناه ویدخل الغایتان ویراد التوزیع ای قبلۃ الهند متوزعة بین الجنوب والشرق والشمال وهذا البعد بعد قولہ ثم تعین کل قوم منها ای من الکعبة مقام فلاهل الشام الرکن الشامی ولاهل المدینة موضع المحطیم والیزاب لاهل الیمین الرکن الیمانی ولاهل الهند الح فلیتامل والله تعالی اعلم **اقول** ہی قول نقل وعقل وشرع وعرف سے مؤید ادیسی اضبط الاقوال واعدل واصح واظهر واسد **اولایہ** خدا نام مذہب سے منقول وکلام الامام امام الکلام سے اذا قال الامام فصد قوة فان القول ما قال الامام **ثانیاً** امام احمد وبخاری و مسلم و ابو داود وترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہم حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اتی احدکم الغائط فلا یسقبل القبلة ولا یؤلفها ظہرہ ولا یکن شراً وادعی بواجب تم میں کوئی شخص پاخانے کو جائے تو نہ قبلہ کو مونہ کرے نہ پیٹھ ہاں پر رب پچھم مونہ کر دمدینہ طیبہ کا قبلہ جانب جنوب ہے لہذا شرقاً غرباً مونہ کرنا فرمایا ہمارے بلاد میں جنوباً شمالاً ہوگا حدیث میں جنوب شمال کے کسی حقے کو رو یا پشت کرنے کی اجازت ارشاد نہ ہوئی اور مشرق و مغرب کے کسی حقے کا استثناء فرمایا تو دائرہ افق کے صاف چار حقے ظاہر ہوئے جن میں ایک جہت استقبال ہے **ثالثاً** عرف عام میں بھی یہ دائرہ چار ہی ربع پر منقسم شرق غرب جنوب شمال اور بدن انسان بھی چار ہی رخ و پہلو رکھتا ہے قدام خلف یمین شمال انھیں میں فوق و تحت ملا کر تمام جہان میں جہات ستہ مشہور ہیں ان چاروں میں ایک کو دوسری پر کوئی ترجیح نہیں کوئی وجہ نہیں کہ مثلاً ایک کا اتساع ۱۴۰ درجے تک لیا جاوے اور دوسری کا صرف ۹۰ تک تو دائرہ افق چار ربع مساوی ہی پر منقسم ہونا چاہیے **رابعاً** دائرہ افق میں چار نقطے مفروض ہوئے ان میں ایک نقطہ استقبال حقیقی ہے دوسرا استدبار حقیقی دو باقی یمین و شمال حقیقی تو جوان میں کسی نقطہ کا ٹھیک محاذی نہ ہو اُس کی تقریب لاجرم لاج بقریب ہوگی بعید کی طرف نسبت تبعد ہے نہ کہ تقریب لاجرم ہر ایک کے پہلو پر وہی ثن ثن دور اُس کا حقہ پڑے گا **خامساً** تمام اقوال مذکورہ میں یہ ایسا نص ہے کہ دوسری طرف راجع نہ ہوگا اور بقیہ اقوال سب اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں اور قاعدہ سمرہ ہے کہ توفیق البقائے خلاف سے اولیٰ ہے اور تحمل جانب مفسر رد کیا جاتا ہے قول سوم وچہام کا یہی محصل ہونا تو ہم ادبہ بیان کر چکے ہیں اور قول اول میں عبارت منیۃ قبلۃ اهل المشرق المغرب عندنا کی شرح امام ابن امیر الحاج نے اسی عبارت ذخیرہ عن نظم الزندویسی سے فرمائی جس میں تقسیم رباعی مذکور قول دوم وجہ سے جہہ سے مراد لینا چاہیے کہ موضع سجود ہونے کے سبب اشرف اجزائے وجہ ہے اوپر گزرا کہ وجہ کو مطلق چھوڑیں تو جہتین یمین و شمال بھی داخل استقبال ہوئی جاتی ہیں کہ کان کے نزدیک کپٹیوں کی جہت یقیناً جہت چپ و راست ہے دو شخص کہ برابر برابر ایک سمت کو جا رہے ہوں کوئی نہ کہے گا کہ ان میں ایک کا مونہ دوسرے کی



طرف ہے غرض کہ جس کو اپنی دہنی یا بائیں کپٹی پر لینا لفظ عرفاً کسی طرح استقبال نہیں سادسا یہ تو قطعاً معلوم کہ قول اول و دوم اور ایک تو ہم پر سوم کا جواب سال و اطلاق ہے ہرگز مراد نہیں ہو سکتا اب اگر تقيید میں اسی تریج جہات کی طرف رجوع کیجیے تو عین مطلوب ہے ورنہ بیچ میں کوئی حد فاصل معین و مرجع لا اعتبار نہیں اور ترجیح بلا مرجع باطل تو حد نہ بندھ سکے گی کہ یہاں تک انحراف روا اور اُس کے بعد فساد تو یہی قول اضبط الاقوال ہے تو اسی طرف رجوع بلکہ اُن سب کا بھی ارجاع مناسب سا بیجا اس میں وسعت جہت اُن سب سے تنگ تر تو یہی احوط ہے کہ جہاں تک اُس کا مفاد ہے وہ تمام اقوال مذکورہ پر یقیناً جہت قبلہ ہے اور جو اُس کے مفاد سے باہر ہے وہ مختلف فیہ و مشکوک و نامضبط ہے تو اخذ متقن و ترک شبہ و اختلاف ہی مناسب لاجسرم اسلامی علمائے ہیئت نے بھی شرع سے ان ذکر کے جہت قبلہ کے لیے یہی ضابطہ باندھا فتاویٰ خیرہ کے ایک سوال میں ہے من القواعد الفلکیہ اذا کان الانحراف عن مقتضى الادلة اکثر من خمس واربعین درجة بمنة او میراة یكون ذلك الانحراف خارجاً عن جهة الربع الذی فیہ مکة المشرقة من غیر اشکال علی ان الجهات بالنسبة الی المصلحة الاربعة اقول اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ قول امام زہدوسی ہرگز ایسی وسعت نہیں رکھتا کہ اسے قول دوم سے مقید کیجیے بلکہ وہی اتنا وسیع ہے کہ اُسے اس سے مقید کرنا چاہیے فہما وقع من الامام الحلبي فی الحلیة مما قد منا نقلہ لیس فی موضعہ و هذا تمام انجاز ما وعدناک فی القول الاول رہی حدیث مرفوعہ ما بین المشرق والمغرب قبلۃ اور اُس کے مثل ارشادات امیر المومنین فاروق عظیم و عبد اللہ بن عمر وغیرہا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اقول اُس کا یہ مفاد ہونا ہرگز مسلم نہیں نہ ممکن التسليم کہ شرق سے غرب تک نصف دور میں قبلہ پھیلا ہوا ہے ورنہ لازم کہ نصف دیگر میں استدبار پھیلے کہ استقبال و استدبار دو جہت مقابل ہیں سارا دائرہ انھیں دو جہتوں نے گھیر لیا اب ارشاد اقدس و لکن شرقاً و غرباً بواک کیا عمل رہے گا مگر یہ کہیں کہ خاص نقطتین مشرق و مغرب مستثنیٰ ہیں تو لازم ہوگا کہ ہر شخص جو پیشاب کو بیٹھ یا پاخانے کو جائے صحیح آلات معرفت نقاط سناہ لیتا جائے حالانکہ آلات بھی حقیقی تیسین نقاط سے قاصر ہیں اگر کہیے عرفاً جہاں تک جہت مشرق و مغرب پھیلے گی وہ سب مستثنیٰ ہے فان بین اذا الضیف الی غیر الاعداد لم یدخل فیہ الغایتان کما فی الفتیۃ اقول اب ٹھکانے سے آگے عرف میں جہتیں چار ہی سمجھی جاتی ہیں اور جو ایک سے قریب ہے وہ اُسی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس نصف دور کے ۱۸۰ درجے سے ۴۵ - ۴۵ درجے کہ مشرق و مغرب سے قریب ہیں اُن کے حصے میں رہ کر مستثنیٰ ہوں گے بیچ کے ۹۰ درجے جن کے وسط میں کعبہ واقع ہے جہت قبلہ رہیں گے وہو المطلوب معہذا ایک جماعت علمائے یہاں بین معنی وسط یا یعنی مشرق و مغرب کے اندر جو قوس جنوبی ہے اُس کے وسط و منتصف کی طرف قبلہ مدینہ سکینہ ہے اقول اور اُس کے مؤید قول مذکور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے کہ جب تو مغرب کو اپنے دہنے بازو اور مشرق کو بائیں بازو پر لے تو اُس وقت تیرا مونہ قبلہ کو ہے وکانہ رضی اللہ عنہ لہذا زاد قولہ اذن استقبلت بعد قولہ فہما بینہما قبلۃ لکون هذا محتملاً لخلاف المواد هذا وحملہ الامام الاجل عبد اللہ بن المبارک علی ان هذا لاهل المشرق وکن اقال الشیخ البغوی فی المعالم انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اراد بقولہ ما بین المشرق والمغرب قبلۃ فی

حق اهل المشرق اه ولا ادرى ما الحامل على ذلك بل لا يظهر كما افاد الامام الحلبى في الحلبى وعلى القارى في المرقاة ان المراد لاهل المدينة ما والاها **اقول** ومعلوم ان للمدينة السكنية على شمليتها من مكة المكرمة ماثلة قليلا الى المغرب دون المشرق ثمران البغوى في التفسير والرازى في الكبير والمناوى في التيسير حملوا المشرق على اقصى يوم في الشتاء قال في المناوى وهو مطلع قلب العقرب **اقول** ولا يستقيم الا بفرق عدة درج ولا في زمانه اذ كان اذ كان بعد القلب لله لوجنوبيا والمغرب على مغرب طول يوم في الصيف قال وهو مغرب السماك الراجح **اقول** هذا البعد وابتعد فان بعد السماك اذ كان ثوبه شمالا زائد على الميل الكلى بنحو ١٣ درجة قال البغوى فمن جعل مغرب الصيف في هذا الوقت عين يمينه ومشرق الشتاء عن يساره كان وجهه الى القبلة اه قال الرازى وذلك لان المشرق (الشتوى) جنوبي متباعد عن خط الاستواء بقدر الميل والمغرب الصيفى شمالى متباعد عن خط الاستواء بمقدار الميل والذى بينهما هو سمت مكة اه **اقول** ولا ادرى كيف يحمل المطلقان على هذين المقيدىن واى قرينة عليه بل واى حاجة اليه فان الظاهر من الاطلاق ارادة مغرب الاعتدال ومشرق ولا شك ان بينهما قبلة المدينة السكنية وما يليها بل ان اريد زيادة التقريب كان العكس اولى وهو اخذ مغرب الجدى ومشرق السرطان لان القبلة المدينة الكريمة على جوبيتها ميلا ما عن نقطة الجنوب الى المشرق بعدة درج ثمر **اقول** في قول الامام الرازى متباعد عن خط الاستواء بمقدار الميل تسامحا ظاهرا فان ذلك انما هو فى الافق المستوى اما فى غير افق المشرق والمغرب لراسى الجدى والسرطان اكبر دلتا من الميل الكلى كيف وهى وترالقائمة من مثلث كروى يحدث من قوس المعدل بين الافق والميلية وقوس من الميلية واخرى من الافق كلتا هما بين المعدل والجزؤا وبيتا الباقيتان حادثان اما كون هذه قائمة فلا منها من ميلية وقعت على المعدل واما حادثة البواقي فلان وترالقائمة وهى السعة والميل كلاهما اقل من الربع واحدى الزوايا غير حادة فتمت شرائط ١ من اولى اكثر وجب اعظيمه و ترالعظم بالسابع منها وهى السعة فهى اعظم من الميل الاعظم ومن قوس المعدل الباقية ايضا اما فى افق المستوى فنطبق الميلية على الافق فلا مثلث ولم يكن بين الجزء ونقطة الاعتدال حينئذ الا ميله وذلك ما امرنا به

له طول القلب كان فى زمان المناوى ح ٤ تقريبا فالبعد عن الاعتدال الاقرب منه جيبه فى اللوغاريتميات ٩٤٥٥٢٤٥٤ x ظل الميل الكلى ذاك الى الط تقريبا ٩٤٦٣٤٩٥٦٣ = ٩٤٥٩٥٢٣٢٠ قوسه كالطول هو الميل الثانى للقلب ثم بعد درجة القلب عن الانقلاب الاقرب الى جيبه ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ + جيب الميل الكلى الى الط ٩٤٦٠٠٢٠٩٠ = ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ قوسه ط ما هو الميل الكلى المنكوس له وعرضه ٢٤ كميله الثانى جنوبى فجمعوهما الى نطل حصه البعد جيبه ٩٤٦٢٤١٢٢ + جيب تمام الميل المنكوس ٩٤٦٢٤١٢٢ = ٩٤٦٢٤١٢٢ قوسه اى ميله الاول ومعلوم ان الميل الاعظم كان اصغر منه بالكثير من درجتين فكيف يتساوى مقامه قوما ١٢ منه ط طول السماك اذ كان ونظ تقريبا بعدة عن الاعتدال الاقرب بط جيبه ٩٤٦٢٢٦١٩ + ظل الميل الاعظم ٩٤٦٢٢٦١٩ = ٩٤٦٢٢٦١٩ قوسه ح هو ميله الثانى وبعد درجته عن راس الجدى عما جيبه ٩٤٦٢٢٦١٩ + جيب الميل الاعظم ٩٤٦٢٢٦١٩ قوسه الح ميل المنكوس وعرضه ٢٤ شماليا ح ح = لط مو حصة البعد جيبه ٩٤٦٢٢٦١٩ + جيب مشرق ٩٤٦٢٢٦١٩ = ٩٤٦٢٢٦١٩ قوسه لوكى بعد السماك

واللہ تعالیٰ اعلم تمہیں میل کتب مذہب میں یہ پانچ عبادتیں ہیں کہ افادہ حکم عام کرتی ہیں اور یہاں ایک عبارت اور ہے جسے بعض کتب میں صوریۃ بطور عموم ظاہر کیا اور حقیقۃً اصلاً صالح عموم نہیں بلکہ انہیں علامات خاصہ سے ہے جو بلاد مخصوصہ کے لیے اقوال فقیہ ابو جعفر وغیرہ مشائخ سے گزریں وہ یہ کہ بین المغربین قبلہ ہے یعنی گرمیوں میں سب سے بڑے دن مثلاً ۲۲ جون اور جارتوں میں سب سے چھوٹے دن مثلاً ۲۱ دسمبر میں آفتاب جہاں ڈوبے اُن دونوں موضع غروب کے اندر سمت قبلہ ہے رد المحتار میں بحوالہ شرح زاد الفقیر للعلامة الغزالی بعض کتب معتدہ سے اور شرح الخلاصہ للعلامة القسستانی میں ہے منظومغرب الصیف فی اطول ایامہ ومغرب الشتاء فی اقصر ایامہ فیدع الثلثین فی الجانب الایمن والثلث فی الایسر والقبلة عند ذلک ولولم یجتهد بکذا وصلی فیما بین المغربین یجوز حلیہ میں ملقط وتجنیس ملقط سے ہے وقال ابو منصور ینظر الی اقصر یوم واطول یوم فیعرف مغربہما ثم یرک الثلثین عن یمین فقال صاحب الملقط هذا استجاب والاوّل للجواز وھذا ما وعدناک صدرا لکل عام فی الایراد الخامس ظاہر ہے کہ جو بلاد مکہ معظمہ سے خاص جنوب یا شمال کو ہیں یہ بیان ان سے تو اصلاً متعلق نہیں ہو سکتا آخر نہ دیکھا قبلہ مدینہ سکینہ قبلہ طعیہ یقینیہ ہے بین المغربین در کنار خود جمع جہت مغرب سے بہت بعید ہے اور بلاد شرقیہ وغربیہ کو بھی عام نہیں ہو سکتی آخر نہ دیکھا کہ ابھی بحث چارم مکاتم علامہ شامی میں جو شہر مکہ معظمہ سے پانچ درجے طول شرقی زاد خاص خط استوا پر لیا اُس کا قبلہ بین المغربین ہے چونکہ درجے شمالی کو ہٹا ہوا ہے لان السعة العظمی فی الافق المستوی الم الرود قد کان انحراف قبلۃ عن نقطۃ المغرب ستر السعۃ قبلہ تقریبی نانوتے درجے مغربین سے باہر ہوگا جو ربع دور سے بھی زیادہ ہے لاجرم امالی الفتاویٰ میں اس قول کو اپنے بلاد مرقند وغیرہ سے خاص کیا منیہ میں ہے ذکر فی امالی الفتاویٰ حد القبلة فی بلادنا یعنی فی سمرقند ما بین المغربین مغرب الشتاء ومغرب الصیف انہیں بلاد شرقیہ سے ہر اہل علم علامہ برجندی فرماتے ہیں ہم نے اُس کا قبلہ تحقیق کیا بین المغربین سے باہر جنوب کو ہٹا ہوا پایا اور اُسی کے مطابق امام عبداللہ بن المبارک مروزی و امام ابو طیح لجنی کا ارشاد آیا شرح نقایہ میں ہے نحن قد حققنا بتلك القواعد سمت القبلة ہر اہل فظہر لنا انہ یقع عن یسار مغرب اقصى ایام السنة حیث تغرب کواکب العقرب وهو الموافق لما ذکرہ عبد اللہ بن المبارک والابو مطیع فما وقع فی تجنیس الملقط انہ لوصلی الی جہت خرجت مما بین مغرب الصیف ومغرب الشتاء فسدت صلاتہ انما یصح فی بعض البقاع **اقول** حقیقت امر یہ ہے کہ منظم مسمورہ میں اکثر بلاد شرقیہ کا قبلہ تحقیقی مغرب سلطان سے مغرب جدی تک ہے اور نسبت درجات ادراک مغربین ہر شخص پر آسان اور اُن بلاد کثیرہ میں اگرچہ جہت قبلہ مغربین سے باہر تک ممتد مگر امر محدود و سہل الادراک کی تعیین جو حدود قبلہ کے اندر داخل ہے مضائقہ نہیں رکھتی بلکہ بارہا اُس میں زیادہ تقریب ہے جس سے سہولت و قرب بحقیقت دونوں منافع حاصل لہذا علما نے اُن بلاد میں عامہ کو ما بین المغربین کی تحدید بتائی اُس کے معنی یہ نہ تھے کہ اس سے باہر جہت اصلاً نہیں اور مغربین سے تجاوز ہوتے ہی نماز فاسد ہو مگر شرح خلاصہ قسستانی اور شرح زاد الفقیر میں بحوالہ بعض کتب معتدہ کہ شاید وہی شرح خلاصہ ہو کہ وہ تمام عبارت بعینہا فقیر نے اُس میں پائی بعد عبارت مذکورہ ہے واذا وقع توہمہ خارجا منها لا یجوز بالاتفاق دونوں کتابوں میں یہ عبارت بلفظ منها بغیر موزن ہے نہ منها بغیر تثنیہ کہ جانب مغربین راجح اور فکر نہیں کہ

جہت سے خروج مفسد صلاۃ ہے اور لفظ بالاتفاق اس معنی پر صریح دال کہ خروج عن الجہت ہی کا مفسد ہونا متفق علیہ ہے نہ کہ یہ تحدید خاص جو اقوال خمسہ مذکورہ المذکورہ دوارہ فی کتب المذہب سب کے خلاف ہے لیکن منہ میں امالی سے یوں ہے فان صلی الی جہت خروجت من المغرب بین فساد صلاۃ اور تحنیں الملقط کی نقل گزری علامہ برجنڈی کا ارشاد سن چکے کہ انھوں نے ہرۃ کے لیے حکم نہ مانا بلکہ اُس کا قبلہ تحقیقی مغربین سے باہر ہے اور اس حکم کو صرف بعض مقامات سے مخصوص کیا **اقول** بلکہ اصلاً کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار نامہ مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں جن کا قبلہ نقطہ اعتدال ہو اور عرض تقریباً چھپٹ درجے کہ اُن کی سعت المغرب ۴۵ درجے ہوگی ورنہ اگر عرض اس سے کم ہو تو سعت المغرب ۴۵ درجے سے کم ہوگی اور باجماع اقوال خمسہ بین المغربین سے کما بیش خروج روا ہوگا اور اگر قبلہ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے تو ضرور احد السعین کی طرف جھکے گا تو جس سے جتنا قریب ہے اُس سے اُسی قدر باہر جانا بھی روا ہوگا اور جس سے بعید ہے اُس کے اندر بھی بعض اخراجات مفسد نماز ہوگا کما لا یخفی پھر یہ بھی زیادہ بین الفساد پھر تمام دنیا چھوڑ کر گنتی کے چند مواضع کا حکم لینا اور اُسے صورت عام میں بیان کرنا کیونکر رو بھرت ہوگا خصوصاً وہ مواضع بھی اتنے دور دراز عرض کے جو اگر آباد بھی ثابت ہوں تو شک نہیں کہ اُس زمانے میں معمرہ سے باہر سمجھے جاتے اور خارج الاقالیم کہلاتے تھے کہ اُن کی تقسیم میں ساتوں اقلیمیں ۵۰۰ ہاں تک ختم ہو گئیں ہماری اس تقریر سے متفطن نکال سکتا ہے کہ اُس قول پر کتنے نقص وارد ہیں **اولاً** عرب و عجم و ہند و سندھ غرض ایشیا افریقہ کے عام شہر بلکہ تمام ہفت اقلیم میں کہیں سعت المغرب ۴۵ درجے نہیں اور ادھر واضح ہو چکا کہ یہاں تک اخراجات باجماع جمع اقوال مذکورہ روا ہے کہیں سب سے تنگ تر قول ہے تو عام معمرہ کے جملہ بلاد جن کا قبلہ نقطہ مشرق یا مغرب ہو باتفاق اقوال مزبورہ ان میں ما بین المغربین سے بھی اخراجات روا ہوگا اور نماز فاسد نہیں ہو سکتی جب تک ۴۵ درجے سے زائد نہ ہو **ثانیاً** وہ بلاد کم ہیں جن کا قبلہ خاص نقطہ اعتدال ہو اکثر میں کم یا زیادہ اخراجات ہے اب بین حال سے خالی نہیں یا تو اخراجات اعلیٰ تمامہ اسی من نقطۃ الاعتدال الی الجنوب والشمال سعت المغرب سے کم ہوگا یا برابر یا زائد بر تقدیر اول جس سمت اخراجات ہے اُدھر کی سعت المغرب کے اندر بھی باہر جانا روا ہوگا مثلاً ۴۴ درجہ سعت ہے اگر اخراجات نہ ہوتا تو اُس سے ۲۱ درجے خروج جائز ہوتا اب فرض کیجیے ۲۰ درجے اخراجات ہیں تو بین المشرقین ۴۴ درجے عدول صحیح ہوگا **ثالثاً** جس سمت سے اخراجات ہو اگر اخراجات وسعت کا مجموعہ ۴۵ درجے سے زائد ہے تو بین المغربین ہی وہ جگہ پائی جائے گی جب تک اخراجات مفسد نماز ہے حالانکہ اس قول پر جواز ہوگا **رابعاً** فرض کیجیے ۲۰ درجے جانب جنوب اخراجات ہے اور سعت ۴۴ تو اس قول پر قبلہ تحقیقی سے جنوب کو صرف چار درجے اخراجات جائز ہوگا کہ بین المغربین سے خروج نہ ہو اور شمس ان کو ۴۴ درجے تک اخراجات روا ہوگا یہ بدیہی البطلان اور بالا جماع غلط ہے قبلہ تحقیقی سے جس قدر ایک طرف پھرنے میں مواجہ نہیں جاتا اور جب کہ دوسری طرف بھی اُس قدر میں زوال نہ ہو کہ چہرہ انسان کے دونوں رخ یکساں ہیں یہ چار چالیس کا تفرقہ کدھر سے آیا خاصاً و سادساً بر تقدیر ثانی استحالیٰ ظاہر تر ہیں فرض کیجیے سعت و اخراجات جنوب دونوں رخ یکساں ہیں (اور یہ کوئی فرض ناواقعی نہیں ہیأت دان کو عمل تکلیس کا اجرا بتادے گا کہ فلاں فلاں مقام ایسے ہیں) اب اس صورت میں حکم شرعی تو یہ ہے کہ بین المغربین سے جانب جنوب ۴۵ درجے تک باہر جانا روا ہے اور جانب شمال سعت کے صرف تک جھک سکتا ہے نصف شمال کی طرف جھکنا مفسد نماز ہوگا

اور اس قول پر اس کے برعکس حکم یہ نکلے گا کہ ایک پہلو پر تو ساٹھ درجے تک انحراف روا اور دوسرے پہلو پر قدم بھرنا اور نماز گئی کیا یہ حکم شریعت مطہرہ کا ہو سکتا ہے ہرگز نہیں سابعاً تقدیر ثالث تو خود استحالة حاضرہ ہے کہ جب انحراف سمت سے زائد ہے تو جو قبلہ حقیقی چاہے واجب ہے کہ بین المغربین سے باہر جائے اس قول پر خود استقبال حقیقی مفید نماز ہوا تاہم دنیا میں کوئی سمت سے زائد ہے طرفین کا مجموعہ ۴۴۶ ۵ ہوا تو بین المغربین یقیناً وہ انحراف ہے جسے قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے زائد اختلاف ہے تو جوفنا زنا کی صورت تھی وہ اس پر جواز کی ہوئی اور جواز بلکہ اعلیٰ استحباب کی تھی وہ فساد کی ٹھہری اس سے بڑھ کر اور کیا استحالة ہوگا تا سماعاً فرض کیجیے ایک شہر مکہ معظمہ سے قریب اور کثیر العرض ہے اور دوسرا بہت بعید اور قلیل العرض یا بے عرض تو قطعاً اول کی سمت المغرب دوم سے زائد ہوگی جس کی زیادت چھٹیا سٹھ درجے تک پہنچ سکتی ہے تو اس قول پر لازم کہ قریب شہر کی سمت قبلہ بہت دو دانے شہر کی سمت سے ہزار ہا میل زیادہ دور تک پھیلی ہوئے عکس قضیہ معقول و منقول ہے **عاشراً** ناواقف گمان کرے گا کہ اس قول میں نسبت دیگر اقوال کے قضیہ ہے کہ معظم ممورہ میں سمت ۴۵ درجے سے بھی کہے مگر یہ خیال باطل ہے ہم بھی ثابت کر آئے کہ اس میں قبلہ حقیقی سے ساٹھ درجے انحراف روا ٹھہرتا ہے اور تنقیح کیجیے تو اس کی سمت ظاہر قویں اولین سے کچھ کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ ۶۶-۳۳ کے عرض مجموعہ سمتین کے پورے ایک شواستی درجے ہیں **اقول** والبرہان علیہ تساوی المیل النکلی وتمام عرض البلد فلتساوی جوبہما فی المثلث الکرودی نسب جیوب الزوایا الی جیوب اوتارہا متساویۃ فیتساوی جیوب السعۃ والفاثمۃ وب یظہر فی الکلام المدق الرومی فی شرح المجمعینی حیث قال سعة المشرق والمغرب تزيد بزيادة العرض الى ان تبلغ قریباً من الربع ما لم يبلغ العرض ربعاً او بلکہ قسم منافقہ کے لیے ساٹھ ہی درجے کا عرض لیجیے کہ وہاں سمت ۴۵ ۴۶ ہوا اور فرض کیجیے کہ انحراف جنوبی ۴۴ ۱ ہو کہ اس سے زیادہ کا انحراف ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں اب اگر مصلی نقطہ مغرب سے ۴۵ ۲ شمال کو پھر کر کھڑا ہو اس قول پر نماز صحیح ہوگی کہ بین المغربین کے اندر ہے حالانکہ قبلہ حقیقی سے پورا ایک سو تیس درجے پھرا ہوا ہے تو لین ادلین کے ظاہر پر تو قبلہ کو کروٹ ہی ہوتی تھی یہاں اُس سے بھی گزر کر بیٹھ کا حصہ ہے اور استقبال موجود بانجھ اس پر وہ استحالات ہالہ وارد ہیں جن کا شمار دشوار تو یہ قول اس طور پر نقل عقلاً اصلاً قابل قبول نہیں اور خدا اسی قدر اُس کی عزت و ناموس کی کو بس تھا کہ تمام کتب بعدہ کے پانچوں اقوال سے صریحاً مناقض ہے ہاں اُس وجہ پر کہ فقیر نے تقریر کی ضرورت صحیح و منجج ہے وباللہ التوفیق الحمد للہ کہ جہت قبلہ کا کافی دانی ثانی صافی بیان اُس جلالت شان وایضاح صواب و احاطہ تحقیق و کشف حجاب کے ساتھ واقع ہوا کہ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولكن اکثر الناس لا يشکرون رب اوزعنی ان اشکرو نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعلم صلحاً تواضعاً واجعلنی من التائبین وادخلنی برحمتک فی الصالحین امین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین امین **افادہ ثانیہ** علی گڑھ میں انقلاب میں کی سمت المغرب کیا ہے الحمد للہ کہ جہت قبلہ کے معنی آفتاب کی طرح واضح ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ جب تک حدود جہت کے اندر ہے جواز و اباحت ہے حتیٰ الوسع اصابت عین صریح سبب ہے اب یہ دیکھنا رہا کہ ایام عید گاہ متنازعہ فیہ کا انحراف حدود جہت کے اندر ہے یا نہیں اس کے لیے اُس ظاہری سمت



اقوال سابقہ کی تکلیف دینی درکنار قول نجم جسے ہم محقق و منع کرائے اُس سے بھی تنزل کریں اور اس میں المغربین ہی کی تحدید کو لیں کہ  
 ہمارے بلاد میں واقعی یہی سب سے تنگ تیس ہے تاکہ نادانفت فتویٰ دہندوں کو کوئی شکایت نہ رہ جائے اس کے لیے اولاً علی گڑھ میں  
 راس الجدی یا راس السرطان کی سمت المغرب معلوم کرنی ضرور ہے **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**

جانب غرب سے ہے اتنا ہی اس کی سمت قبلہ کو نقطہ مغرب سے جانب جنوب ہوگا کہ دیوار مثلاً۔  
 اُس کے سمت ح ب اور ح ب خط جنوب و شمال پر سب خط اعتدال عمود ہے تو اب ح ب ساقائین  
 سے اب س مشترک ساق کیا ح ب س برابر اب ح کے رہا پس دلائل ساطعہ سے ثابت ہوا کہ سب سے تنگ تر  
 قول پر بھی عید گاہ مذکور پونے چھ درجے سے زیادہ حدود قبلہ میں داخل ہے اور قول محقق و منقح پر ۲۶ درجے سے بھی زائد اندرون  
 حد ہے کما سیظہر انشاء اللہ تعالیٰ یعنی شرعاً جہاں تک انحراف کی اجازت ہے اُس کا نصف بھی اس میں نہیں اتنا ہی  
 انحراف اور ہوتا جب بھی سات درجے زائد حد میں رہتی تو روشن ہوا کہ نئی روشنی والوں کے بیان و فتوے سب ظلت جمل و اہوا ہیں  
 والعیاذ باللہ تعالیٰ **افادۃ رابعہ علی گڑھ کا قبلہ تقریبی** کتب متداولہ ہیأت میں جو طریقہ معرفت سمت کا  
 لکھا جسے سید المحققین علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف نے تحقیقی گمان فرمایا اور عند المحققین تحقیق نہیں تقریب ہے اُس طریقہ پر  
 یہاں معرفت سمت یوں ہے۔

۱۔ مرکز دائرہ ہندیہ ہے افق علی گڑھ میں ۱۴ خط اعتدال ل ب خط جنوب و شمال اُس آنگارہ علی گڑھ  
 مکہ معظمہ سے شرقی شمالی ہے اور طول مکہ معظمہ مصری طول علی گڑھ ۷۷ و مابین الطولین کرون عرض مکہ  
 ب کا لہ عرض علی گڑھ ۲۷ مابین العرضین و لہذا نقطین جنوب و شمال سے نقطہ مغرب کی طرف  
 ل ب ح بقدر کرون لے کر ۷۷ وصل کیا اور نقطین مشرق و مغرب سے نقطہ جنوب کی طرف ا  
 بقدر و لہ سراج ملایا جس نے ۷۷ کو ط پر قطع کیا ۷ سے ط پر گذرنا خط ۷ سے کہینچا کہ سمت قبلہ ہے  
 یعنی نقطہ مغرب سے بقدر قوس ا سے جانب جنوب پھرے تو مواجہ کعبہ معظمہ ہو کتب ہیأت کا عمل یہاں تک تمام ہوا کہ اُن کا مقصود  
 دائرہ ہندیہ میں خط قبلہ نکالنا تھا وہ اس قدر سے حاصل۔ ظاہر ہے کہ جب ۷ سے سمت قبلہ ہوئی ۷ ف اُس پر عمود گرایا یہ  
 شانہ راست کی جہت ہوگی تو ۷ کہ قطب شمالی ہے دہے شانے سے جانب پشت ہی مائل ہوگا یا یوں سمجھیے کہ ۷ دیوار قبلہ بحالت  
 موجودہ ہے اور قہ صدر محاذات قطب سے تقاطع کے فیث۔ خیر یہ تو استخراج خط تھا اگر ہم کو یہ معلوم کرنا ہے کہ درجن دقیقوں میں  
 اس انحراف کی مقدار کیا ہوئی اقول س یعنی یکم نوازی صراط جب تفاضل عرض ہے اُس کی مقدار و ح لد ط مربع  
 موالہ ناب ا ح ا ح ی یعنی مر ۷ جب تفاضل طول مقدار تو ۷ مد مربع الی ح ی والدہ نو مجموع  
 مربعین الی ل و ۷ مط مع ب س اس کا جذر ل ل ح ل ط کہ یکم عوسی ثلث قائم الزاویہ ۷ صط میں مقدار و تر ۷ ط ہے  
 اب یکم شکل ناخ ۷ ط : ع :: عط : جیب مو ط مجول : و ص ل د مط : ل ل ح ل ط منحنط = ی فی الخ لہ قوسہ  
 ی ل ح یعنی دس درجے اٹھائیس دقیقے جانب جنوب پھرنا چاہیے وبالو غار ثمیمات خط مر ۷ یعنی فرق طول ۷۶۳ کی جیب  
 لوگاریتمی ۹۵۸۸۶۹۳۲۲ : لو مربع ۹۵۸۸۶۳۸۸۸ یعنی ۵۷۷۷۷۷۷۷ : مربع ۷۶۳۷۷۷۷۷۷ : خط مط یعنی فرق عرض  
 ۱۶ کی جیب لوگاریتمی ۵۷۷۷۷۷۷۷ : لو مربع ۸۵۱۰۹۹۳۲۲ یعنی ۲۵۱۰۹۹۳۲۲ : مربع ۵۷۷۷۷۷۷۷ : مجموع مربعین

۰۳۹۰۴۹۳۸ لوگارثم ۲۵۹۱۹۴۶ لو جذر ۴۹۵۹۴۳۸ : لومط ۹۶۵۲۹۶۶۱ - ۹۶۵۲۹۶۶۱ = ۹۶۵۲۹۶۶۱

۰۳۹۰۴۹۳۸ قوس دہی ۲۸۹۰ افادہ خامسہ علی گڑھ کا قبلہ تحقیقی اقول اب ح ۶۰ فی شمال

علی گڑھ ب نقطہ مغرب ۶۰ معدل النهار ح قطب شمالی ط ب ل سمت راس مکہ مکرمہ ح ط ک نصف نهار ہا ح س  
نصف نهار علی گڑھ ۶۰ سمت راس شلیگ گڑھ ط ل خط سمت قبلہ علی گڑھ ل ب تمام انحراف یعنی انحراف  
از نقطہ مغرب بجوب اُس کی معرفت مقدار کے لیے اولاً نقطہ مغرب سے سمت راس مکہ مظہر پر گذرتا  
ہو نصف النهار علی گڑھ پر عمود ب ط مر ڈالا کہ سمت راس  
علی گڑھ ۶۰ سے جنوب گذرنا مستعارفہ انشاء اللہ



تعالیٰ مں عرض موقع العمود ہوا مثلث ط ک ب قائم الزاویہ ہے لحدوث ک بین میلۃ والمعدل اور ب ضلعین  
ربع سے کم ہیں لان کلا قطعۃ من ب س ب م ح ک الادباع اور زاویہ ب کا قیاس قوس مں ہے خان کل زاویۃ  
علی کرة من عظمتین قیاسھا قوس غایۃ الفصل بینہما اور ط ک عرض مکہ ب ک تمام فرق طول ہے تو حکم ظلی  
ظل ب مجہول : ظل ط ک :: ع : جیب ب ک : لو ظل عرض مکہ ۲۳۵۹۳۵۹۶۵ - لوجم ما بین الطولین لرونو  
۰۳۹۰۴۹۳۸ = ۰۳۹۰۴۹۳۸ قوس این ظل الوالو ح عرض موقع العمود ظاہر ہے کہ عرض علی گڑھ لرونو سے بقدر الط  
لب کم ہے لہذا سمت راس سے جنوب کو واقع ہوا لاجرم قبلہ مغرب سے جنوب کو ہے گا اور از انجا کہ علی گڑھ بھی شمالی العرض ہے  
لوجیب تفاضل لیں اور از انجا کہ اتنی چھوٹی قوسوں میں تفاضل لوگارثم شدت ہے محض تعدیل ما بین السطریں مساہلت کثیرہ لاتی ہے  
اُسے بطریق دقیق نکالیں ۱۸۵۶۶۱۸ یا اسے محفوظ رکھیں ثانیاً مثلث ح م ط قائم الزاویہ میں زاویہ ح کا قیاس قوس  
کے س ما بین الطولین ہے اور ح م تمام عرض عمود سے لے لب : ظل ح : ظل ط م مجہول :: ع : جیب ح م : لو ظل  
تفاضل طول ۰۳۹۰۴۹۳۸ + لوجم عرض عمود ۲۳۵۹۳۵۹۶۵ = ۰۳۹۰۴۹۳۸ = ظل ط م ثالثاً مثلث ط م ک  
قائم الزاویہ میں زاویہ ک کا قیاس قوس ال ہے کہ مقدار انحراف ہے نقطہ جنوب سے غروب کو اور ظل زاویہ ک مجہول : ظل ط م ::  
ع : جیب ک م محفوظ :: ۰۳۹۰۴۹۳۸ - ۱۸۵۶۶۱۸ = ۱۱۵۲۸۱۱۹۵ = جدول ظل میں اس کی قوس ثوبہ اُس کا  
تمام ب ح کہ مقدار قوس ب ل مطلوب ہوئی یعنی دو درجے آٹھ دقیقہ نقطہ مغرب سے جانب جنوب جھکیں تو عین کعبہ مظہر  
کے مواجہوں و بوجہ آخر فرق طول لرونو کی جیب ۰۳۹۰۴۹۳۸ + لوجم عرض ح م محترم فتح ۰۳۹۰۴۹۳۸ =  
۰۳۹۰۴۹۳۸ قوس لرونو کے تمام ہائے ک الہ محفوظ اول جیش ۰۳۹۰۴۹۳۸ لوج عرض مکہ مکرمہ ۰۳۹۰۴۹۳۸ -  
لوج محفوظ اول = ۰۳۹۰۴۹۳۸ قوس الوالو ح محفوظ دوم + تمام عرض علی گڑھ سمت ۶۰ = مح ل کے محفوظ سوم جیبہ ۰۳۹۰۴۹۳۸  
۰۳۹۰۴۹۳۸ لوج محفوظ اول = ۰۳۹۰۴۹۳۸ قوس نہ ح م محفوظ چارم تمام لرونو ح بعد علی گڑھ از مکہ مظہر یعنی تقریباً ۲ ہزار چار سو میل کا  
فاصلہ ہے اس مسافت کی جیب ۰۳۹۰۴۹۳۸ لوج محفوظ اول ۰۳۹۰۴۹۳۸ - لوج بعد = ۰۳۹۰۴۹۳۸ قوس فرقت  
تمام ب ح دہی دو درجے آٹھ دقیقہ جنوب کو اُسے وذلك ما اردنا ہ ان کو انحراف دیوار کے رخ سے قرین کیا تو قبلہ تحقیقی سے



## الجواب

فی الواقع امام کا بے ضرورت محراب میں کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہوں یہ بھی مکروہ (ہاں پاؤں باہر اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو کراہت نہیں) اور امام کا درمیں کھڑا ہونا یہ بھی مکروہ مگر اسی طرح کہ پاؤں باہر اور سجدہ درمیں ہو تو کراہت نہیں بشرطیکہ در کی کرسی بلند نہ ہو ورنہ اگر سجدہ کی جگہ پاؤں کے موضع سے چار گروہ سے زیادہ اونچی ہوئی تو سرے سے ناز ہی نہیں ہوگی اور چار گروہ یا کم بلند یا ممتاز ہوئی تو کراہت سے خالی نہیں اور بے ضرورت مقتدیوں کا درمیں صف قائم کرنا یہ سخت مکروہ کہ یہ باعث قطع صف ہے اور قطع صف ناجائز ہاں اگر کثرت جماعت کے باعث جگہ میں تنگی ہو اس لیے مقتدی درمیں اور امام محراب میں کھڑے ہوں تو کراہت نہیں یہ ہیں اگر عینہ کے باعث پچھلی صف کے لوگ دروں میں کھڑے ہوں تو یہ ضرورت ہے والضرورات تبیح المحظورات رہا اکیلا اس کے لیے ضرورت بے ضرورت محراب میں درمیں سجدہ کے کسی حصہ میں کھڑا ہونا اصلاً کراہت نہیں رکھتا در مختار میں ہے کہ قیام الامام فی المحراب لا یجوز فیہ وقد ماہ خارجہ لان العبرة للقدم رد المحتار میں بحر الرائق سے ہے فی الولو الجحیۃ وغیرہا اذا لم یضن المسجد بمن خلف الامام لا یبغی لہ ذلک لانه یشبه تباین المکانین انتہی یعنی وحقیقۃ اختلاف المکانین تمنع الجواز فشبہة الاختلاف توجب الکراہة والمحراب وان کان من المسجد فضرورۃ وھیأتہ اقضت شبہة الاختلاف ام ملخصاً اسی میں معراج الدرایہ سے ہے حکى الحلوانی عن ابی الیث لا یکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورة بان ضاق المسجد علی القوم اسی میں کتاب مذکور سے ہے الاصح ما روی عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال اکوہ للامام ان یقوم بین الساریتین تنویر الابصار میں ہے لو کان موضع سجودہ ارفع عن موضع القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جازوان اکثر لا در مختار میں ہے مقدار ارتفاعہما نصف ذراع ثنتا عشرة اصبعاً ذکرہ المجلس رد المحتار میں ہے قولہ جاز سجودہ الظاہر انہ مع الکراہة لمغا لفتہ الماثور من فعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنن ابن ماجہ میں ہے عن معویۃ بن قرۃ عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا معی ان نصف بین السواری علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونظرہ عنہا طردا یعنی قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں دو ستونوں کے بیچ میں صف باندھنے سے منع فرمایا جاتا اور وہاں سے دھکے دے کر ہٹائے جاتے تھے۔ سند امام احمد و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و سنن نسائی و صحیح حاکم میں ہے عن عبد المجید بن محمود قال صلینا خلف امیر من الابرار فاضطربا للناس فصلینا بین الساریتین فلما صلینا قال انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنا نقتی هذا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی ایک تا ہی کہتے ہیں ہم نے ایک امیر کے پیچھے ناز پڑھی لوگوں نے ہمیں مجبور کیا کہ ہمیں دو ستونوں میں ناز پڑھنی ہوئی انس بن مالک نے فرمایا ہم زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس سے بچتے تھے حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں قبیل باب الصلاة الی الراحۃ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ انہوں نے فرمایا لا تصفوا بین الاساطین واما الصفون ستونوں کے بیچ میں صف نہ باندھو اور صفیں پوری کرو اور اسکی



وجہ قطع صفت ہے اگر تینوں دروں میں لوگ کھڑے ہوئے تو ایک صفت کے تین ٹکڑے ہوئے اور یہ ناجائز ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قطع صفا قطعہ اللہ جو کسی صفت کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے اور اگر بعض دروں میں کھڑے ہوئے بعض خالی چھوڑ دیے جب بھی قطع صفت ہے کہ صفت ناقص چھوڑ دی کاٹ دی پوری نہ کی اور اس کا پورا کرنا لازم ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اتوا الصفوف اور اگر اس وقت اور زمانہ لوگ نہ ہوں تو آنے سے کون مانع ہے تو یہ ممنوع کا سامان ہیا کرنا ہے اور وہ بھی ممنوع ہے قال اللہ تعالیٰ تلک حدود اللہ فلا تقربوها اور دروں میں مقتدیوں کے کھڑے ہونے کو قطع صفت نہ سمجھنا محض خطاب ہے علمائے کرام نے صاف تصریح فرمائی کہ اس میں قطع صفت ہے صحیح بخاری میں ہے الصلاة بین السواری فی غیر جماعۃ امام علامہ محمود عینی کہ اجل المذخفہ سے ہیں اس کی شرح میں فرماتے ہیں قید بغیر جماعۃ لان ذلک یقطع الصفوف وتسویۃ الصفوف فی الجماعۃ مطلوبۃ بعینہ اسی طرح فتح الباری امام ابن حجر عسقلانی پھر ارشاد الساری امام احمد قسطلانی وغیرہا میں ہے نیر فتح الباری میں محب طبری سے ہے محل الکراہۃ عند عدم الضیق عمدة القاری میں ابن حبیب سے ہے لیس النہی عن تقطیع الصفوف اذا ضاق المسجد وانما غی عنہ اذا کان المسجد واسعا اسی میں ہے قال مالک فی المدونة لا یاس بالصلاة بینہما لضیق المسجد اھ ثم ذکر قول ابن حبیب اقول ولا یخفی انه مسقیم علی قواعد مذہبنا در مختار میں ہے هذا کلمہ عند عدم العذر کجمعة وعید فلو قوا مواعلی الرفوف والا ما مر علی الارض او فی المحراب لضیق المكان لم یکرہ عمدة القاری میں ہے اذا کان منفردا لا یاس فی الصلاة بین الساریتین اذا لم یکن فی جماعۃ اس بیان سے واضح ہوا کہ زید و عمرو دونوں کے کلام میں دو دو غلطیاں ہیں زید نے در میں نماز ناجائز بتائی یہ زیادت ہے ناجائز نہیں ہاں امام کو مکروہ ہے یہ ہیں منفرد کا اس حکم میں شریک کرنا ٹھیک نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ منظرہ میں تشریف لے گئے دوستوں کے درمیان نماز پڑھی کما ثبت فی الصحاح عن ابن عمر عن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم عمرو کا امام کو در میں کھڑا ہونا بلا کراہت جائز مانا صحیح نہیں یہ ہیں منفرد کا محراب میں قیام مکروہ جاننا کہ یہاں جو وجہ کراہت علمائے کلمے ہیں یعنی شبہ اختلاف مکان امام و جماعت یا اشتباہ حال امام یا شبہ اہل کتاب ان میں سے کوئی وجہ منفرد کے لیے متحقق نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل جلالہ اتم وحکمہ عز شانہ احکم

**مسئلہ**۔ از دہلی فراش خانہ مدرسہ نعمانیہ اسلامیہ مسئلہ محمد ابراہیم الاحمد آبادی غفرلہ الہادی، شعبان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل پر نماز کس طرح ادا کی جائے گی ایک شخص نے سوال کیا کہ چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے یا نہیں مولوی کفایت اللہ صاحب نے تعلیم اسلام ص ۷۷ کے صفحہ پر جواب منقولہ ذیل لکھا ہے صحیح ہے یا نہیں اور جہاز یا کشتی اور ریل کا ایک ہی حکم ہے یا غیر غیر میں اس میں تفصیلی بحث چاہتا ہوں آج کل اس کی جہد مسائل کی اہل اسلام کو سخت ضرورت ہے جواب مولوی صاحب موصوف کا یہ ہے ج چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے اگر کھڑے ہو کر پڑھ سکے چکر کھانے یا گرنے کا ڈر نہ ہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے اور کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر درمیان نماز میں ریل یا جہاز گھوم جانے سے نماز کی

موجود قبلہ کی طرف نہ ہے تو فوراً قبلہ کی طرف پھر جانا چاہیے ورنہ نماز نہ ہوگی بلفظہ اور یہ بھی فرمایا جاوے کہ فرض نفل سب کا ایک حکم ہے یا فرق ہے بینہما تو جروا

## الجواب

فرض اور واجب جیسے وتر و نذر اور طحی بر یعنی سنت فجر چلتی ریل میں نہیں ہو سکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے پڑھ لے پھر بعد استقرار اعادہ کرے تحقیق یہ ہے کہ استقرار بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تاج زمین پر کہ زمین سے متصل باتصال قرار ہوا نماز میں شرط صحت ہے مگر یہ تقدیر و لہذا دایہ پر بلا عذر جائز نہیں اگرچہ کھڑا ہو کہ دایہ تاج زمین نہیں و لہذا گاڑی پر جس کا جوابیلوں پر رکھا ہے اور گاڑی ٹھہری ہوئی ہے جائز نہیں کہ بالکلیہ زمین پر استقرار نہوا ایک حصہ غیر تاج زمین پر ہے و لہذا چلتی کشتی سے اگر زمین پر اترتا متین کشتی میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ عند تحقیق اگرچہ کشتی کنارے پر ٹھہری ہو مگر پانی پر ہوز زمین تک نہ پہنچی ہو اور یہ کنارے پر اتر سکتا ہے کشتی میں نماز نہ ہوگی کہ اس کا استقرار پانی پر ہے اور پانی زمین سے متصل باتصال قرار نہیں جب استقرار کی حالتوں میں نماز میں جائز نہیں ہوتیں جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت میں کیسے جائز ہو سکتی ہیں کہ نفس استقرار ہی نہیں بخلاف کشتی رواں جس سے نزول متین نہ ہو کہ اسے اگر روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر لہذا سیر و وقوف برابر لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو منع من بہت عباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے در مختار میں ہے لوصلی علی الدابة فی شق محمل و هو یقدر علی النزول بنفسه لا تجوز الصلاة علیها اذا كانت واقفة الا ان تكون عیدان المحمل علی الارض بان سارکن تحته خشبة واما الصلوة علی العجلة ان کان طرف العجلة علی الدابة وھی تسیر و لا تسیر فھی صلاۃ علی الدابة فتجوز فی حالة العذر المذكور فی التیمم لا فی غیرھا وان لم یکن طرفه العجلة علی الدابة جاز لو واقفة لتعلیلهم بانھا کالسیر یہذا کلمہ فی الفرض والواجب بانواعه وسنة الفجر بشرط ایقافھا للقبلة ان امکنہ والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیرھا المکان واما فی النفل فتجوز علی المحمل والعجلة مطلقا خود روا المختار میں ہے الحاصل ان اتحاد المکان شرط فی صلاۃ غیر النافلة عند الامکان لا یسقط الا بعد زوال امکنہ الا یقاف فلا کلام فی لزوم سیرھا ذکرہ الشارح من العلة اسی میں ہے الغرض والواجب بانواعه لا یصح علی الدابة الا ضرورة فیومی علیھا بشرط ایقافھا ان امکنہ و اذا كانت تسیر لا تجوز الصلاة علیھا اذا قدر علی ایقافھا والا بان کان خوفه من عدو ویصلی کیف قدر کما فی الامداد وغیرہ اہ اقول فثبت ان المانع شیئان الاول کون الصلاۃ علی الدابة ولو واسطه عجلہ طرفھا علی دابة والثانی السیر واختلاف المکان الا ترى انھما وجبا للایقاف وابطلوا بالسیر کالامن یخاف فلو لم یکن المانع الا الاول فقد وجد عذرا ینتجھ الصلاۃ علی الدابة لکان واجبا ان تجوز من دون فرق بین سیر و وقوف لکنھم فرقوا فقیین ان السیر بنفسه مفسد الا بعد ریمع الایقاف ولا ینفی مجرد عن ریمع النزول لا الایقاف فان كانت العجلة کھا علی الارض وجرتھا دابة بمحمل فھما

انما فقد المانع الاول دون الثاني فوجب الفساد لا بعد فلا نظر الى ما اراد من استنباطه من مفهوم ليس على عادة ذلك الزمان بمفهوم فافهم وتثبت نیز اسی میں غنیہ سے ہے ہذا بناء على ان اختلاف المكان مبطل ما لم يكن لاصلاحها اسی میں بحر الرائق فتاویٰ ظہیر سے ہے ان جذبتہ الدابة حتى اذا لمت عن موضع سجوده تفسد اسی میں ہے ظاہر ما فی الہدایہ وغیرہا الجواز قائماً مطلقاً ای استقرت على الارض اولاً وصرح فی الايضاح یستقر فی الثاني حيث امکنه الخروج الحاقاً لها بالدابة نحر واختاره فی المحيط والبدایہ بحج وعزاه فی الامداد ایضاً الى مجمع الروایات عن المصنفی وجزم به فی نور الايضاح وعلى هذا ينبغي ان لا تجوز الصلاة فيها مطلقاً مع امكان الخروج الى البر وهذه المسألة الناس عنها غافلون شرح المیزان فتح القدير میں ہے فی الايضاح فان كانت موقوفة فی الشط وهي على قرار الارض فضلى قائماً جاز لانها اذا استقرت على الارض فحكمها حكم الارض فان كان صریقاً ویکنہ الخروج لم تجز الصلاة فيها لانها اذا لم تستقر فهي كالدابة انتهى بخلاف ما اذا استقرت فانها حينئذ كالسیر محیط ام سرخی پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے لو صلی فیہا فان كانت مشدودة على الجهد مستقرة على الارض فضلى قائماً اجزاء وان لم یکن مستقرة ویکنہ الخروج عنہا لم تجز الصلاة فیہا امام اقول واطلاق الہدایہ واجب الحمل على هذه النصوص الصریحة المقيدة وکملہ من نظیر مکاتیب بہ الحجب الغفیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو نمازیں حالت مجبوری و معذوری میں بیٹھ کر پڑھی گئیں جیسے سفر جہاز کے اندر کہ سخت حالت طغیانی میں تھا اور تین دن تک برابر طغیانی عظیم میں رہا ایسی حالت میں قیام نہایت دشوار اور غیر ممکن تھا اور نیز خون جان تھا پس ایسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ حالت قرار و اقامت میں واجب و لازم و ضروری ہے یا نہیں نیز وہ نمازیں کہ اونٹ پر شتد و غیرہ میں قافلہ کے چلنے کی حالت میں بیٹھ کر پڑھی گئی ہیں کیونکہ بڑھے آدمی کو اتارنے چڑھانے والا نہ تھا اور اُترنے کی صورت میں قافلے سے پیچھے رہ جانے کا اندیشہ تھا جس سے خون جان و مال ہوتا ہے پس ان صورتوں میں جو نمازیں اونٹ کی سواری پر اور حالت طغیانی میں جہاز پر بیٹھ کر مجبوراً پڑھی گئیں ان سب کا اعادہ بصورت اقامت و اطمینان کرنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

اُن کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



وضعها حال قصد التعظیم فی القيام والمعہود فی الشاہد منہ تحت السرة پس در بارہ مردان روایت ابن ابی شیبہ راجع  
 ترا آمد و در زمان شرع مطہرا کمال نظر بر شر و حجاب است و لهذا فرمودند خیر صفوت الرجال اولہا و شرہا اخوہا و خیر صفوت  
 النساء اخوہا و شرہا اولہا اخرجہ السنۃ الا البخاری عن ابی ہریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ وعن ابن عباس  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم و فرمودند صلاۃ المرأة فی بیتہا افضل من صلاتہا فی حجرہا و صلاتہا فی محضہا افضل من صلاتہا فی  
 بیتہا اخرجہ ابوداؤد عن ابن مسعود والحاکم عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صالح و عبد اللہ بن مسعود فرمودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخرجہ  
 و من من حیث اخرہن اللہ اخرجہ عبد الرزاق فی المصنف و من طریقہ الطبرانی فی المعجم و زنان را حکم شد کہ بچہ بزرگ چہند بآنکہ سنت  
 و مردان خلاف آنست ابوداؤد فی المراسیل عن یزید بن حبیب ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال  
 اذا سجدتا فاضما بعض اللحم الی بعض الارض فان المرأة لیست فی ذلک کالرجل و یروی موصولا بوجہین قال البیہقی ہی  
 احسن منہما و سنت مرایشان را تو رک شد رواہ الامام ابو حنیفہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و فی الباب  
 عن علی کہ مر اللہ تعالیٰ وجہہ قال اذا صلت المرأة فلتحفظ قال الجوہری تنضام اذا جلست و اذا سجدت و اگر جماعت  
 خواہند امام آنہا میان آنہا ایستد قال الامام محمد فی الاثار اخبارنا ابو حنیفہ عن حماد بن ابی سلیم عن ابراہیم النخعی  
 ان عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا كانت تومر النساء فی شہر رمضان فتقوم وسطا عبد الرزاق فی المصنف والدار  
 قطنی ثل البیہقی فی سنہما واللفظ لعبد الرزاق عن ریطۃ الخنفیۃ ان عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امتحن و  
 قامت بینہن فی صلاۃ مکتوبۃ و فی الباب عن ام سلمۃ و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم و یروی فیہ حدیث  
 مرفوع لیس بذالک بالجملۃ زنان را عورتی ستورہ داشتہ اند بمنائے کار آنہا بر سر نہادہ الترمذی بسند حسن عن ابن  
 مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المرأة عورة و شک نیست کہ در حق آنہا دست بر سینہ بستن  
 است و اقرب بحیاست از دست زیناف نہادن و تنظیم نیرد اینان ہم تشر و احتجاب باشد اذلا تعظیم الا بالادب و کلا ادب الا بالاحیاء  
 و الاحیاء الا بالتستر پس در باب زنان حدیث ابن خزیمہ از حج برآمد و ثابت شد کہ ہر دو مسئلہ بحدیث جید استناد دارد و محابا ہر  
 دو جا بحدیث و ترجیحی عمل فرمودہ اند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نظیرش مسئلہ قعود است کہ بر دو وجہ از نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 منقول علمائے ماور مردان نصب مینی و جلوس علی سیری اختیار کردند لآنکہ اشق و افضل الا اعمال احمرہا و در زنان بتورک  
 رفتہ لآنکہ استروا لیسر و مبنی امرہن علی الستر و الکیسر بخلاف مسلاک شافعیۃ و من وافقہ کہ دست بر شکم بستن  
 است نہ بر سینہ کما فی المنہاج والمیزان وغیرہما کہ ہرگز دریں باب حدیثی یافتہ نمی شود و خود امر ایشان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم  
 در خلاصہ و منہاج و امام و بلوغ المرام حدیثی موید مذہب خودشان نیارند و نہ جز حدیث ابن خزیمہ و من فقیر در عجم از استلال ایشان  
 با بچہ ساسے نذر دہ مذہب ایشان کہ در تحت الصد و علی الصدر فرقی ہست کہ پیدا است و قد فصلنا الکلام فی محل اخرو فی  
 ما ذکرنا کفایت لمن امعن النظر واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مثلاً - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگشت شہادت سے التحیات میں اشارہ کیا ہے اور ہمارے فقہائے ثابت ہے یا نہیں - بلیغاً و جبراً

### الجواب

اخرج مسلم في صحيحه عن سيدنا عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال فيه وضع رير يد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كف اليمنى على فخذه اليمنى وقبض اصابعه كلها وأشار باصبعه التي تلى الابهام يعني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے اپنا دہنا ہاتھ دہنی ران پر رکھا اور سب انگلیاں بند کر کے انگوٹھے کے پاس کی انگلی سے اشارہ فرمایا و اخرج ابن السكن في صحيحه عن رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الاشارة بالاصبع اشد على الشيطان من الحديد يعني فرمایا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے انگلی سے اشارہ کرنا شیطان پر دھار دار ہتھیار سے زیادہ سخت ہے وعن رضي الله تعالى عنه ايضاً عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال هي مذسورة للشيطان يعني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے فرمایا وہ شیطان کے دل میں خوف ڈالنے والا ہے و اخرج ابوداود والبيهقي وغيرهما عن سيدنا واثل بن حجر رضي الله تعالى عنهما عن النبی صلى الله تعالى عليه وسلم عقد في جلوس الشهد الخضر والبصر ثم حلق الوسطى بالابهام وأشار بالسبابة يعني نبی صلى الله تعالى عليه وسلم نے اپنے جلسہ تشہد میں چھوٹی انگلی اور اُس کی برابر والی کو بند کیا پھر بیچ کی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنایا اور انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا و بمعناه اخرج ابن حبان في صحيحه اور اس باب میں احادیث و آثار کثرت وارد ہمارے محققین کا بھی یہی مذہب صحیح و معتد علیہ ہے صغیری میں ملقط و شرح ہدایہ سے اُس کی تصحیح نقل کی اور اسی پر علامہ فہامہ محقق علی الاطلاق مولینا کمال الدین محمد بن الہمام و علامہ ابن امیر الحاج حلبی و فاضل بہنسی و باقانی و ملا خسر و علامہ حسن شرنبلالی و فاضل ابراہیم طرابلسی وغیرہم اکابر نے اعتماد فرمایا اور انھیں کا صاحب درمختار و فاضل مدق علاء الدین حصکفی و فاضل اجل سید احمد طحاوی و فاضل ابن عابدین شامی وغیرہم اجلہ نے اتباع کیا علامہ بدر عینی نے تحفہ سے اس کا استحباب نقل فرمایا اور صاحب محیط و ملا قسسانی نے سنت کہا فقیہ الحدیث المتأخر لکن المعتمد ما صححه الشراح ولا سيما المتأخرون كالكمال والحلبی والبهنسی والباقانی وشيخ الاسلام الجرد وغيرهما انه يشير لفعله عليه الصلوة والسلام ونسبوه لمحمد ولا ما ربل في متن درالنجاء وشرح غرر الافكار المفتی بہ عندنا انه يشير الخ وفي الشرنبلالیہ عن البرهان الصحيح انه يشير الخ واحترز بالصحيح عما قيل لا يشير لانه خلاف الدراية والرواية الخ وفي العيني عن التحفة الاصح انما مستحبة وفي المحيط سنة اتمی ملقطاً اور اس مسئلہ میں ہمارے تینوں المذہب کرام سے روایتیں وارد ہیں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اُس میں عدم روایت یا روایت عدم کا زعم کیا محض نادان قضا یا خطائے بشری پر مبنی تھا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الشیخہ میں دربارہ اشارہ ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کہہ کے فرماتے ہیں ففعل ما فعل النبي صلى الله عليه



وسلم و نضع ما صنعہ و هو قول ابی حنیفہ و قولنا ذکرہ العلامة الحلبی فی الحلیۃ عن البدائع یعنی پس ہم کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور عمل کرتے ہیں اس پر جو حضور کا فعل تھا اور وہ مذہب ہے ابو حنیفہ کا اور ہمارا ویروی عنہ رحمہ اللہ تعالیٰ ثم قال هذا قولی و قول ابی حنیفہ اثرہ العلامة عن الذخیرۃ و شرح الزاہدی صاحب لقتنیۃ یعنی پھر امام محمد نے فرمایا اشارہ کرنا میرا قول ہے اور قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا حلیہ مذکورہ اندکیری اور رد المحتار میں اسے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا یہاں تک کہ شامی نے اس حاشیہ میں تصریح کی ہو منقول عن اثمتنا الثلثۃ اور اسی میں ہے ہذا ما اعتمدہ المتأخرون بشوۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالاحادیث الصحیحۃ و لصحۃ نقلہ عن اثمتنا الثلثۃ فلذا قال فی الفتح ان الاول (یعنی عدم الاشارة) خلاف الدرایۃ والروایۃ و فیہ عن القہستانی وعن اصحابنا جمیعاً انہ سنۃ فینقل ابہام الیمنی و وسطاھا ملصقا راسھا بولسھا ویشیر بالسبابۃ کبیری میں ہے قبض الاصابع عند الاشارة و هو المروی عن محمد فی کیفیۃ الاشارة وعن کثیر من المشائخ انہ لا یشیر اصلاً و هو خلاف الدرایۃ والروایۃ فمن محمد ان ما ذکرہ فی کیفیۃ الاشارة ہو قولہ و قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ملخصہ اور اسی طرح محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا بالجملہ اشارہ مذکورہ کی خوبی میں کچھ شک نہیں احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اقوال ہمارے مجتہدین کرام کے اسی کو مفید بعد اس کے اگر کتب متاخرین مثل تنویر البصار والواجبہ و تجنیس و خلاصہ و یزازیہ و واقعات و عمدۃ المفتی و منیۃ المفتی و تبیین و کبری و مضمرات و ہندیہ و غیر ما عنہ فتاویٰ میں عدم اشارہ کی ترجیح و صحیح منقول ہو تو قابل اعتماد نہیں ہو سکتی علمائے اُن اقوال پر التفات نہ فرمایا اور خلاف عقل و نقل ٹھہرایا کما سمعت مراراً و الحمد للہ لیلۃ و نهاراً و جہاداً و اسراراً و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - محرم الحرام ۱۳۸۷ھ -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ رفع یدین حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا یا نہیں و کب تک کیا۔ یہ بات ثابت ہے کہ ہمیشہ آپ نے فرمایا اور مسلمانوں کو کرنا چاہیے یا نہیں مکمل ارشاد فرما کر شکور و ممنون فرمائیے۔ فقط

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہرگز کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے نہ احادیث میں اس کی مدت مذکور ہاں حدیثیں اس کے فعل و ترک دونوں میں وارد ہیں سنن ابی داؤد و سنن نسائی و جامع ترمذی و غیرہ میں ایسی سند سے ہے جس کے رجال صحیح مسلم ہیں بطریق عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قال الا اخبرکم بصلاة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیه اول مرۃ ثم لم یعد یعنی انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے یہ کہہ کر

نماز کو کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے ترمذی نے کہا حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث حسن وہ یہ یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمتابعین وهو قول سفیان واهل الکوفۃ یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے اور یہی مذہب تھا متعدد علماء ومجملہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتابعین کرام و امام سفیان و علمائے کوفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا۔ مسند امام الائمہ مالک الاثر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے حدیثنا حماد عن ابراہیم عن علقمہ والا سود عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یرفع یدہ الا عند افتتاح الصلوۃ ثم لا یعود لشیء من ذلك یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں حدیثنا ابو بکرۃ حدیثنا مؤمل ثنا سفیان عن المغیرۃ قال قلت لابراہیم حدیث وائل انہ رأى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یرفع یدہ اذا فتحت الصلاۃ واذ رکع واذ رفع راسہ من الركوع فقال ان کان وائل رآہ مرة یفعل ذلك فقد رآہ عبد اللہ خمسین مرة لا یفعل ذلك یعنی منفرہ کہتے ہیں میں نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دریافت کیا کہ انھوں نے حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا ابراہیم نے فرمایا وائل نے اگر ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا کہ حضور نے رفع یدین کیا صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مالی اراکمہ دفعی ایدیکم کانیھا اذ ناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ کیا ہوا کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمھارے ہاتھ جھل گھوڑوں کی دُمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے مخصوص سبب کا اور حاضر بیع پر مقدم ہے۔ ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے احادیث ترک پڑھ کر فرمایا خفیہ کو ان کی تقلید چاہیے شافعیہ وغیرہم اپنے ائمہ رحمہم اللہ کی پیروی کریں کوئی محل نزاع نہیں ہاں وہ حضرات کہ تقلید ائمہ دین کو ترک و حرام جانتے ہیں اور بآئمہ علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نصیب اعدا اپنے لیے منصب اجتہاد مانستے اور خواہی خواہی تفریق کلمہ مسلمین و ائارت فتنہ بین المؤمنین کرنا چاہتے بلکہ اسی کو اپنا ذریعہ شہرت و ناموری سمجھتے ہیں ان کے راستے سے مسلمانوں کو بہت بُد رہنا چاہیے مانا کہ احادیث رفع یدین ہی مرجع ہوں تاہم آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امر متبطل ہے کہ کیا تو اچھا نہ کیا تو کچھ بُرائی نہیں مگر مسلمانوں میں فتنہ اٹھانا اور گمراہ کر دینا نماز کے مقدسے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا شاید ہم واجبات سے ہوگا اللہ عزوجل فرماتا ہے والفتنة اشد من القتل فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے خود ان صاحبوں میں بہت لوگ صدائے گداز کبیرہ کرتے ہوں گے انھیں نہ چھوڑنا اور رفع یدین نہ کرنے پر ایسی شوشیں کرنا کچھ عجیب معلوم ہوتا ہوگا اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہدایت فرمائے آمین واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از زمین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شافعیہ ایک ہاتھ کے فرق سے نماز میں پاؤں کشادہ رکھتے ہیں یہیں نے کعبۃ الشریعہ میں دیکھا اس کی کیا وجہ ہے اور مذہب حنفیہ میں چار انگشت کے فاصلہ پر ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں رکھتے ہیں کس طرح کرنا چاہیے بینوا توجروا۔

### الجواب

چار ہی انگل کا فاصلہ رکھنا چاہیے یہی ادب اور یہی سنت ہے اور یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے قال فی رد المحتار ینبغی ان یکون بینہما مقدار اربع اصابع الیہذا لانه اقرب الی الخشوع ہکذا اروی عن ابی نصر الدبوسی انه کان یفعلہ کذا فی الکبریٰ ام **اقول** بل فی نور الايضاح وشرحہ مراقی الفلاح للعلامة الشرنبلالی بسین تفریح القدمین فی القیام مقدار اربع اصابع لانه اقرب الی الخشوع اه قال السید الطحطاوی فی حاشیہ نص علیہ فی کتاب الاشرع عن الامام ولم یجک فیہ خلافاہ امام علامہ ابو یوسف اور بیہ شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی کتاب الاوار میں کہ اجل معتدات مذہب شافعی سے ہے اسی چار انگل فصل کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی حیث قال ینکرہ الصاق القدمین ولستحب التقیین بینہما بقدر اربع اصابع ہاں سیدی علامہ شیخ زکریا انصاری شافعی قدس سرہ نے شرح روض الطالب میں بالشت بھر کا فاصلہ تحریر فرمایا حاشیہ الکشری علی الاوار میں ہے قوله بقدر اربع اصابع لعلہما متفرقة لان فی شرح الروض بقدر شبر مگر ایک ہاتھ کا فرق نہ کسی مذہب کی کتاب میں نظر سے گذرے کسی طرح قابل قبول ہو سکتا ہے کہ براہتہ طرز و روش ادب و خشوع سے جدا ہے جن شافعیہ نے ایسا کیا غالباً کوئی عذر ہوگا یا شاید نادان قضا کی بنا پر کہ مکہ معظمہ کا ہر متنفس تو عالم نہیں اعتبار اقوال وافعال علی کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفل نماز بیٹھ کر ادا کرے تو رکوع کس طرح ادا کریں یعنی سرین اٹھیں یا نہیں در صورت مخالفت نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا فاسد۔ بینوا توجروا۔

### الجواب

رکوع میں قدر واجب تو اسی قدر ہے کہ سر ٹھکائے اور بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کا درجہ کمال و طریقہ اعتدال یہ ہے کہ پیشانی ٹھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے اس قدر کہ لے سرین اٹھانے کی حاجت نہیں تو قدر اعتدال سے جس قدر زائد ہوگا وہ عیب و بیجا میں داخل ہو جائے گا فی الحاشیہ الشامیۃ فی حاشیۃ الفتنال عن البرجدی ولو کان یصلی قاعدا ینبغی ان یجاذی جہتہ قدر اربع رکبتیہ لیحصل الركوع اه قلت ولعلہ محمول علی تمام الركوع والا فقد علمت حصولہ باصل طائفة الراس ای مع الخناء الظہور تامل اتھی اور نماز میں جو ایسا نفل کیا جائے گا لا اقل ناپسند و مکروہ تنزیہی ہوگا و فی الدال المحتار ویکرہ ترک کل سنة انتھی ملقطا واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ مسئلہ محمود حسین ۵ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز کھڑے ہو کر بوجہ عذر بیماری کے نہیں پڑھ سکتا لیکن اس قدر قوت اس کو ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر باندھ لیوے اور باقی نماز بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ ادا کر سکتا ہے تو اس صورت میں آیا اس کو ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہو کر کہے اور پھر بیٹھ جائے یا سرے سے بیٹھ کر نماز شروع کرے اور ادا کر لے دوسری شق میں نماز اُس کی ادا ہو جائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

### الجواب

صورت مستفسرہ میں بیشک اُس پر لازم کہ تحریمہ کھڑے ہو کر باندھے جب قدرت نہ رہے بیٹھ جائے یہی صحیح ہے بلکہ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس کا خلاف اصلاً منقول نہیں۔ تو بالابصار و درمختار میں ہے ان قدر علی بعض القیام ولو متکثراً علی عصا و حائط قام لزوماً بقدر ما یقدر و لو قدر اُیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للعلامة الزیلعی میں ہے و لو قدر علی بعض القیام دون تمامہ بان کان قدر علی التکبیر قائماً او علی التکبیر و بعض القراءة فانه یومر بالقیام و یاتی بما قدر منه ثم یقعد اذا عجز خانیہ میں ہے و لو قدر علی ان یکبر قائماً ولا یقدر علی اکثر من ذلك ینکبر قائماً ثم یقعد غنیہ شرح المنیۃ للعلامة ابراہیم الحلی میں ہے و لو قدر علی بعض القیام لاکلہ لزومہ ذلك القدر حتی لو کان لا یقدر کلا علی قدر التحریمة لزومہ ان یحرم قائماً ثم یقعد خلاصہ وغیرہ میں ہے قال سراج الانباء الحلواتی هو المذہب الصحیح بحر الرائق پھر حاشیہ طحاوی علی الدر میں ہے لا یروی عن اصحابنا خلافہ پس اگر اس کا خلاف کیا یعنی باوجود قدرت تحریمہ بھی بیٹھ کر باندھی نماز نہ ہوئی لقول الغنیۃ لزومہ و قول الدر لزومہ مع قول العلامۃ الشرنبلالی عبرت بالزوم لکونه اقوی لان هذا یعزّی الجواز بفوقہ الخ و لقول المحقق النعلانی وغیرہ ان البعض معتبر بالکل۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ رحمۃ حق الفاکرے علی تصریح فرماتے ہیں کہ تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے اگر بیٹھ کر بلکہ اتنا جھکا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچیں تحریمہ باندھے ہرگز صحیح نہ ہوگی اور تحریمہ شرط نماز ہے کہ بے اس کے نماز باطل تو جبکہ تحریمہ کے لیے قیام کر سکتا ہے اور نہ کیا شرط تحریمہ فوت ہوئی تو تحریمہ صحیح نہ ہوئی تو نماز ادا نہ ہوئی اذا فاق الشرط فاق الشرط درمختار میں شرح الوہابیۃ للعلامة حسن بن عمار سے ہے شروط التحریم خطیت بجمعہا و مہذبۃ حسنا و دی اندھرتزہر و دخول الوقت و اعتقاد دخول و ستر و طہر و القیام المحذور۔ ردالمحتار میں ہے المحذور بان لا تنال یداً او رکبتہ کما مر فلو ادرك الامام واکفا فکبر مفتحیاً لم یصح تحریمتہ اھ شرح التویر للنعلانی میں ہے من فرائضہا التي لا تصح بدوھا التحریمة قائماً حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے قوله قائماً هو احد شروطها العشرین الآتیۃ آج کل بہت بھال و بے طاقتی مرض یا کبر سن میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ اولاً ان میں بہت ایسے ہیں کہ بہت کریں تو پورے فرض کھڑے ہو کر ادا کر سکتے ہیں اور اس اداسے ذان کا مرض پڑھے نہ کوئی نیا مرض لاحق ہو نہ گہر پڑے نہ کی حالت جو نہ دوران سر وغیرہ کوئی سخت الم شدید ہو صرف ایک گونہ مشقت و تکلیف ہے جس سے بچنے کو ضرورت نمازیں کھوتے ہیں ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ وہی لوگ جنہوں نے بحیلہ ضعف و مرض فرض بیٹھ کر پڑھے وہی باتوں میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ

اُمتی دیر میں رکعت دس بارہ ادا کر لیتے ایسی حالت میں ہرگز قنود کی اجازت نہیں بلکہ فرض ہے کہ پورے فرض قیام سے ادا کریں۔  
 کافی شرح والی میں ہے ان لحقہ نوع مشقۃ لم یجز ترک القیام ثانیاً مانا کہ انھیں اپنے تجربہ سابقہ خواہ کسی طبیب مسلمان حاذق  
 عادل مستور الحال غیر ظاہر الفسق کے اخبار خواہ اپنے ظاہر حال کے نظر صحیح سے جو کم ہمتی و آرام طلبی پر مبنی نہ ہو بطن غالب معلوم ہے کہ  
 قیام سے کوئی مرض جدید یا مرض موجود شدید و مدید ہوگا مگر یہ بات طول قیام میں ہوگی تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقیناً طاقت رکھتے ہیں  
 تو ان پر فرض تھا کہ جتنی قیام کی طاقت تھی اتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اللہ اکبر کھڑے ہو کر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں  
 ادا کرتے جب وہ غلبہ ظن کی حالت پیش آتی بیٹھ جاتے یہ ابتداء سے بیٹھ کر پڑھنا اب بھی ان کی نماز کا مفید ہوا۔ ثالثاً ایسا بھی ہوتا  
 ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدر تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار پر تکیہ لگا کر کل یا  
 بعض قیام پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکیہ کے ذریعے سے کر سکے بجائے کل توکل یا بعض تو بعض نہ  
 صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی فقد عزم من الدسر ولو متکئا علی عصا و حائط تبیین الحقائق میں ہے لو قدر علی القیام  
 متکئا الصحیح انہ یصلی قائما متکئا ولا یجزیہ غیر ذلک و کذلک لو قدر علی ان یعتمد علی عصا و علی خادم لہ فانہ  
 یقوم و یتکئی برب سائل خوب سمجھ لیے جائیں باقی اس مسئلہ کی تفصیل تام و تحقیق تمام ہمارے فتاویٰ میں ہے جس پر اطلاع نہایت ضرور  
 و اہم کہ آج کل نادانانہ سے جاہل تو جاہل بعض مدعیان علم بھی ان احکام کا خلاف کر کے ناحق اپنی نمازیں کھوتے اور صراحتہ مرکب گناہ و ناکارہ  
 ہوتے ہیں و باللہ العصمة و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علہ جملہ جیدہ ائمہ و احکم۔

مسئلہ - ۱۱۔ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ الحمد للہ کے بعد جو سورۃ پڑھی جائے اُس پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیے یا نہیں بعض  
 لوگ کہتے ہیں یہ ناجائز ہے اس لیے کہ ضم سورۃ واجب ہے اور بسم اللہ شریف پڑھنے سے ضم نہ ہوا فصل ہو گیا یہ قول ان کا کیسا ہے۔

الجواب

ہمارے علمائے محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کتب مستندہ میں رد و ثبوت تصریحیں فرما رہے ہیں کہ ابتدائے سورۃ پر بھی بسم اللہ شریف  
 پڑھنی مطلقاً مستحب و مستحسن ہے خواہ نماز سر یہ ہو یا جبرئہ اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا ناجائز ہونا درکنار ہمارے اللہ مذہب رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہم میں کوئی اس کی کراہت کا بھی قائل نہیں بلکہ سب ائمہ کرام بالاتفاق اسے خوب و بہتر جانتے ہیں اختلاف صرف نسبت میں ہے  
 کہ جس طرح سرفاتحہ پر بسم اللہ شریف بلاشبہ سنت ہے یوں ہی سر سورۃ پر بھی سنت ہے یا مستحب امام محمد کے نزدیک سر یہ میں سنت کے  
 محیط و ضمیرات و عتابیہ و تنصیفی و غیرہ میں اسی کی نصیح فرمائی اور مذہب امام نفعی استئذان ہے اور اسی پر فتویٰ اور یہی کلمات متون  
 لایاقی و لایسمی سے مراد بہر حال اس کی خوبی و حسن پر ہمارے سب ائمہ کا اتفاق ہے پھر اس کے بعد زید و عمرو کو اپنی رائے  
 لگانے اور اتفاق ائمہ کرام کے خلاف اجتہاد کرنے کی گنجائش اور وہ بات بھی تو کچھ ٹھکانے کی ہو جس نے چند حرف فقہ کے پٹھے یا  
 کسی عالم کی صحبت پائی وہ خوب جانتا ہے کہ ضم سورۃ جو واجب ہے اس کے پیمانی نہیں کہ خاص سورۃ ہی ملانی واجب ہے یہاں تک کہ

بعد فاتحہ وسط سورت سے کسی رکوع کا پڑھنا جائز و موجب ترک واجب ٹھہرے کہ سورت بمعنی معروف کا ملانا اس پر بھی صادق نہیں بلکہ اس سے مراد قرآن عظیم کی بعض آیات ملانا ہے کہ خواہ سورت ہو یا نہ ہو بسم اللہ شریف خود ایک آیت قرآن عظیم ہے تو اس کا ملانا قرآن عظیم ہی کا ملانا ہوا نہ کسی غیر کا جو صاحب اتنا بھی خیال نہ فرمائیں انھیں احکام شریعت میں رائے زنی کیا مناسب ہے۔ اب تصریحات علمائے کرام سنئے درمختار میں ہے (لا تسن بین الفاتحۃ و السورۃ مطلقا) ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا رد المحتار میں ہے صرح فی الذخیرۃ والاحتیاج بانہ ان سنی بین الفاتحۃ و السورۃ المقرؤۃ سررا و جہرا کان حسنا عند ابی حنیفۃ و رحمہ المحقق ابن الہمام و تلمیذہ الحبیبی لشبہۃ الاختلاف فی کونها آیۃ من کل سورۃ بحر طحاوی میں ہے قولہ ولا تکرہ اتفاقا بل لا خلاف فی انہ لو سنی لکان حسنا غیر۔ امام ابن امیر الحاج نے علیہ میں عن الذخیرۃ عن المعلی عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت فرمایا انہ اذا قرأ بها مع کل سورۃ فحسن بکراۃ میں ہے لا تسن التسمیۃ بین الفاتحۃ و السورۃ مطلقا عندہما وقال محمد تسن اذا خافت لا ان تجر و صحیح فی البدائع قولہما والخلاف فی الاستئذان اماعد مکرہا فتفق علیہ و لہذا صحیح فی الذخیرۃ والاحتیاج الی آخر ما مر علامہ حسن شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں المراد نفی سنۃ الایتان بما بعد الفاتحۃ و هذا عندہما وقال محمد یسن الایتان بما فی السریۃ بعد الفاتحۃ ایضا للسورۃ و اتفقوا علی عدم کراہۃ الایتان بما بل ان سنی بین الفاتحۃ و السورۃ کان حسنا سواء كانت الصلاۃ جہریۃ اوسریۃ مراقی الفلاح میں ہے لا کراہۃ فیہا ان فعلہا اتفاقا للسورۃ سواء جہرا او خافت بالسورۃ رحمانیہ و جہدی و غیرہما میں محیط سے ہے ذکر الفقیہ ابو جعفر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ اذا قرء مع کل سورۃ فحسن و هو قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از اٹاؤہ متصل کچھری منصفی مسئلہ مولوی محمد حبیب علی صاحب علوی ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

حامدا و مصلیا مخلص نواز زاد کم اللہ مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس طرف جو رسائل شریفہ آنجناب مثل جیات الموت و شاح البید النسی الحاجز۔ ازالۃ العار و غیرہ کے مطالعہ سے شرف اندوزی حاصل ہوئی۔ شکریہ اس کا خوالہ قلم نہیں ہو سکتا ہے واقعی آپ کا طرز ایسے مسائل میں تحقیق کا ادروں سے نرالا ہے اور ہمہ وجہ سب سے اعلیٰ ہے آپ نے پائے تحقیق مسائل نزاعیہ میں مراتب عالیہ کو پہنچا دیا ہے جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ اس عریضہ کی تسطیر کی بالفعل یہ ضرورت درمیش ہے کہ وقت رکوع درمختار میں الصائت کبیین کو مسنون دو مقام پر تحریر کیا ہے شامی ثبوت سنونیت میں کوئی حدیث تحریر نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ تعرض اور لحاظ نہیں منہ مایا صاحب مفتاح الصلوۃ نے احادیث اور ظاہر الروایہ میں وارد ہونا تحریر کر کے الصائت کو بمعنی قرب و اتصال تصریح کر کے زیادہ تحقیق کا حوالہ اپنے حواشی پر لکھ دیا دریافت طلب امر صرف امور ذیل ہیں (۱) سنونیت الصائت کبیین فی الركوع کہاں سے ثابت ہے کون حدیث دلیل قول صاحب درمختار ہے اور وہ کہاں تک قابل عمل اور اعتماد ہے۔ صاحب مفتاح الصلوۃ کا بیان نسبت اس مسئلہ کے مجبیہ صحیح ہے یا کیا۔ دیگر متون معتدہ فقہ مذہب حنفی میں اس سنت رکوع کا بیان کیوں نہیں درج ہوا ہے تساہل



بعض فقہائے کیوں گوارہ فرمایا۔ عبارت فتاویٰ در مختار ہر دو مقام سے اور عبارت مفتاح الصلوٰۃ بقید صفحہ ذیل میں درج ہے  
غایۃ الادوار ترجمہ در مختار صفحہ ۱۳ سنن نماز و طریق ادا اے نماز و تکبیر الکرکوع و کذا الرفع منہ بحيث یستوی قائما و السبیم فی ثلاثا و الصاق  
کعبیہ و ینصب ساقیہ مفتاح الصلوٰۃ صفحہ ۹۲ مجتبیٰ کہ تصنیف امام ناہی است از سننات کوکع الصاق کعبین باستقبال انگشتاں بپوئے قبلہ  
سنون گفتہ است لیکن در حدیث صحیح در کتب ظاہر الروایہ ظاہر نمی شود ظاہر مراد امام کہ کعب بپوئے کعب دیگر باشد چنانکہ صاحب قاموس معنی الصوق گفتہ  
زیرا اگر الصاق در وقت کوکع کند حرکت کثیر لازم می آید یا آنکہ استقبال انگشتاں نمی ماند و سنت قیام می رود کہ فرج چہار انگشت سنون است و موبد امامہ قول  
نحوین است الباء لا لاصاق یعنی القرب و در حدیث نیز الصاق الکعب یعنی القرب و المقابلہ واقع است پس مقابلہ کعب کعب  
نیز ارادہ می توان نمود چنانکہ تحقیق این مسئلہ در حواشی بحر الرائق کاتب تفصیل مذکور نموده واللہ اعلم

### الجواد

مکرمی کرم فرمایا اکرم اللہ تعالیٰ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خاتمۃ المدققین علامہ علائی دمشقی صاحب در مختار اعلیٰ اللہ تعالیٰ بقا  
اس مسئلہ میں متفرق نہیں اُن سے بھی پہلے علمائے اس کی تصریح اور ان کے بعد ناقصین و ناظرین نے تقریر و توضیح فرمائی۔ علامہ ابراہیم  
جلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں السنۃ ایضا فی الکرکوع الصاق الکعبین واستقبال الاصابع القبلیۃ شرح نقایہ للعلامة  
الشمس القسستانی میں ہے ینبغی ان یزاد مجافا عضدیہ ملصقا کعبیہ مستقبلا اصابعہ فانہا سنۃ کما فی الزاہدی  
بعینہ اسی طرح علامہ سید ابوالسعود ازہری نے فتح اللہ العین میں علامہ سید حموی سے نقل کیا علامہ بحر الفقہ زین الفقہا بحر الرائق میں شرح  
قدوری سے نقل فرماتے ہیں والسنۃ فی الکرکوع الصاق الکعبین واستقبال الاصابع القبلیۃ طحاوی علی مرا فی الفلاح میں ہے  
ومن ابعاد مرفقیہ عن جنبیہ والصابع کعبیہ فیہ واستقبال اصابعہ القبلیۃ ای اصابع رجلیہ کذا فی الفہستانی  
عن الزاہدی طحاوی علی الدر میں ہے والصابع کعبیہ حالۃ الکرکوع هذا ان تیسرہ والا فکیف تیسرہ علی الظاہر  
رد المحتار میں ہے والصابع کعبیہ ای حیث لا عند رؤس ظاہر الروایہ میں محصور نہیں نہ ظاہر الروایہ خواہ متون میں عدم ذکر ذکر  
عدم متون مختصرات ہیں اور غالباً نقل ظاہر پر مقتصر زیادت۔ بترجیح معتمدین اگر مسلم نہ ہوں تو مذہب کا ایک حصہ قلیلہ ہاتھ میں رہ جائے  
نتیجہ بتائے گا کہ سنن در کنا بعض واجبات و فرائض و منہات و نواہی تک عامہ متون میں نہیں۔ رہی دلیل وہ مجتہد کے پاس ہے نہ ہلکا  
عدم وجہان و وجہان عدم ہمارے لیے نصوص فقہیہ ہیں اور نصوص حتی الامکان ظاہر پر محمول اور جب تک حقیقت بنے مجاز کی طرف عدول  
نامقبول الصاق کے معنی حقیقی وصل و چسپانیدن چیز سے بچیز ہے نہ مجرد محاذات یا امامہ قاموس میں فقیر نے اس معنی کا نشان نہ پایا و ان  
کان فہوم من المجاز وقد عدوا من عیوب القاموس کا ذکرۃ العلامة الزرقانی فی عدۃ مواضع من شرح المواہب وغیرہ فی  
غیرہ انہ یندکرو المعانی المجازیۃ ای فیوہم الوضع لہا الان موضوع کتب اللغۃ بیان المعنی الموضوع لہ اللفظ زبان عرب میں استعمال  
(ب) مواضع الصاق حقیقی سے مختص نہیں وہ جس طرح۔ و اسمعوا برؤسکم میں اپنی حقیقت ہے یہیں مررت بزیہ میں تو الباء لا لاصاق کا  
بطریق محمول مجاز معنی قرب پر حمل واجب ہو ہیں حدیث صحیح نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لہایت الرجل منا یلزم کعبہ بکعب صاحبہ

وحدیث اصح انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان احدنا یلزم منکبہ بمنکب صاحبہ وقد مر بقدمہ میں در بارہ کعبہ و اقدام ارادہ معنی حقیقی پر اقدام نہیں ہو سکتا کہ قیام میں سنت تقریب قدیم ہے خود صاحب مفتاح رحمہ اللہ مفتاح کو سلم کہ فرجہ چار انگشت سنون است اگر اس تجدید کی بھی سند پوچھے تو کتاب الاثر میں امام سے روایت ملے گی یا امام قطع کا قول نہ بالخصوص حدیث صحیح یا ظاہر الروایۃ و سنون کی تصریح بہر حال ایسی تصریح کہ زید کا کعبہ ادرہ علم و ادرہ بکر کے کعب سے ملحق ہو صراحتہ شان ادب کے بھی خلاف و مستبعد ہے تو قیام دلیل کے باعث مجاز پر حمل ہرگز تجویز بے دلیل کے دستاویز نہیں ہو سکتا یہاں مجرد محاذات مراد لینے کا تو کوئی محل ہی نہیں یہ علماء سے خاص سنت رکوع بتاتے ہیں اور محاذات ہرگز اس سے خاص نہیں قیام خواہ سجود میں کب چاہیے کہ ایک پاؤں آگے یا پیچھے ہو اور صرف مالہ مراد ہونے پر بھی اصلاً کوئی دلیل نہیں الصاق کو مستلزم حرکت کثیرہ ماننا سخت عجب ہے بالفرض اگر قیام میں تفریح تام سنون ہوتی جب بھی الصاق میں کثیرہ نہ تھی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایک صفت کی قدر چنان بھی حرکت قلیلہ ہے نہ کہ صرف قدیم کا ملائین کثیرہ ہو ہذا عجیب جدا درمختار میں ہے مشی مستقبل القبلۃ هل نقصد ان قدر صفت ثم وقت قدر رکن ثم مشی و وقت کذا و کذا لا نقصد ان کثر مالہ مختلف المکان الخ و تمام تفصیلہ و تحقیقہ فی رد المحتار اور اگر کثیرہ سے کثیرہ فقہ مراد نہ لیجیے تو وہاں ہرگز کثیرہ لغویہ بھی نہیں اور ہوتی بھی تو نفی سنت پر اس سے استدلال از قبیل مصادرہ ہوگا کہ تحصیل سنت کے لیے حرکت قلیلہ قطعاً مطلوب اگرچہ بالاضافۃ لغت کثیرہ ہو تو اس فعل پر بوجہ لزوم حرکت اعتراض اس پر موقوف کہ سنت مصرحہ فقہاً باطل ہو کر فعل عبث و خارج عن افعال الصلوۃ قرار پائے اور حقیقت امر پر نظر کیجیے تو نہ یہاں اقدام کو ان کے مواضع سے تحریک کی ضرورت ہوتی ہے نہ انگلیوں کے استقبال میں فرق آتا ہے نہ فرجہ چار انگشت ہاتھ سے جاتا ہے یہ تو ہرگز نہ سنون نہ مطلوب کہ پاؤں اپنی وضع خلقی کے خلاف رکھے جائیں اور ان کی سطح طولاً ہرگز ہمہ ارا نہیں تو پنچوں سے ایڑیوں تک ہر جگہ چار انگشت کا فرجہ ہونا غیر تصور بلکہ قطعاً مقصود یہ ہے کہ صدور اقدام میں اتنا فرجہ رکھے اور پاؤں کو اپنے حال فطری پر چھوڑے نہ یہ کہ ایڑیوں میں بھی اس قدر فرجہ حاصل کرنے کے لیے اُنھیں دہنے بائیں ہٹائے پاؤں کی تخلیق اس طرح واقع ہوئی ہے کہ صدور یعنی پنچوں میں فضل زائد اور اعقاب یعنی ایڑیوں میں کم ہے جتنا فضل پنچوں میں رکھیے اور پاؤں وضع فطری پر رہنے دیجیے تو ایڑیوں میں یقیناً اس سے فضل کم ہوگا اور کعبین میں کہ بلند و برآمدہ ہیں اور بھی کم ہوگا تو دونوں تلوے بجائے خود جے رہنے کے ساتھ ایک خفیف اما لکعبین میں ٹخنے ملا کھٹل جائیں گے جس پر کم ادم ہر روز بتیس بار کا تجربہ شاہد ہے کہ آخر قصر سجا مذکورہ علماء دیکھیے کہ الصاق کعبین اور ان کے ساتھ ہی استقبال اصابع کی سنت لکھ رہے ہیں ان میں متانی ہوتی تو کیا متناہیین کو سنون سنون بتاتے ہاں جسے فرجہ ہی مفرد وغیرہ کوئی عذر ایسا ہو کہ سرے سے پنچوں ہی میں چار انگل فضل نہ رکھ سکے بلکہ معتد بہ زیادت پر مجبور ہو مثلاً بالشت بھر کا فاصلہ تو وہ بیشک کعبین نہ ملا سکے گا جب تک پنچوں کو دہنے بائیں اور ایڑیوں کو اندر کی جانب حرکت نہ دے اور اب بیشک تحریک بھی پائی جائے گی اور استقبال اصابع بھی نہ رہے گا غالباً ہی صورتہ خاصہ اس وقت صاحب مفتاح کے خیال مبارک میں ہوگی ایسا شخص نہ اس سنت قیام یعنی فرجہ چار انگشت پر قادر نہ ہم اس کے لیے الصاق کعبین سنون کہیں علامہ طحاوی کا ارشاد سن چکے کہ ہذا ان تیسرے علامہ شامی کا افادہ گزرا کہ اسی حیث لا عذر اس قدر کلام کا جواب تو یہ توفیقہ تعالیٰ بنگاہ اولیں معا حاضر خاطر

قاتر ہوا باقی ان کا حاشیہ بجا کر لے دیکھنا رہا مگر بعد تعالیٰ امید یہ ہے کہ اس بیان کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش نہیں وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۵ھ بعض مقلدین اور غیر مقلدین عموماً قومیہ جلسہ میں دیر تک ٹھہرتے ہیں یہ کیسا ہے۔

### الجواب

قومیہ جلسہ کے اذکار بطولہ نوافل پر محمول ہیں ولہذا ہمارے ائمہ فرائض میں انہیں سنون نہیں جانتے اور شک نہیں کہ فرائض میں تطویل فاحش خلاف سنت ہے اور امام کے لیے قطعاً ممنوع جبکہ مقتدیوں میں کسی پر بھی گراں ہواں منفرد بعض کلمات ماثورہ بڑھائے تو حرج بھی نہیں یوہیں امام بھی جبکہ مقتدی محصور اور سب راضی ہوں رہا مقتدی وہ آپ ہی اتباع امام کرے گا اگر امام کہے کہ ورنہ نہیں فی الدار المختار مجلس بین السجدتین مطمئنا والیس بینہما ذکر مسنون وکذا الیس بعد رخصت من الکوع دعاء و کذا الایاتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التبییح علی المذہب وما ورد محمول علی النقل محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جامع صغیر میں فرماتے ہیں قال ابو یوسف سألت ابا حنیفۃ عن الرجل یرفع رأسہ من البرکوع فی الفریضۃ یقول اللہم اغفر لی قال یقول ربنا لک الحمد ویسکت و بین السجدتین یسکت حلیہ میں زیر قول متن ولا یزید علی هذا فرمایا ان اراد الزیادۃ فمما ورد فی السنۃ فینبغی ان یکون هذا فی حق الامامۃ اذا حاث التثقیل علی القوم و فی حق المقتدی اذا لم یفعل الامام ذلك اما المنفرد او الامام اذا کان لا یثقل علی القوم اتیانہ بذلك او المقتدی اذا کان امامہ قد اتی بہ فلیسوا بممنوعین من زیادۃ تعمر بہ علی ذلك ولا سیما المنفرد فی النوافل ومن ادعی ذلك فعلیہ البیان اسی میں دو ورق بعد ہے صرح مشائخنا بحمل ما فی حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی النوافل علی انہ ثبت فی المکتوبۃ فلیکن فی حالۃ الانفراد فی حالۃ کونہ اماما والما مومون محصورون لا یتقلون بذلك کما نصت علیہ الشافعیۃ ولا ضیعی التزامہ الخ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از مدرسہ مصباح التہذیب سولہ مولوی محمد سلطان الدین صاحب بنگالی ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ نماز میں دو نوبتیں سجدے فرض ہیں یا ایک فرض اور دوسرا واجب اگر یہ مسئلہ اختلافیہ ہے تو قول قوی اور راجح کون ہے اور اس کی دلیل کیا ہے اور دوسرے کے مرجوح و ضعیف ہونے کی کیا دلیل مع دلائل معتبرہ بحوالہ کتب بیان فرمایا جاوے۔ بینوا قوجروا عند الجلیل۔

### الجواب

باجماع امت دونوں سجدے فرض ہیں اصلاً اس میں کسی عالم کا خلاف نہیں کہ قوی و راجح بتایا جائے اس کا منکر اجماع اسکا منکر ہے۔ در ذہن ہوئے ایک طالب علم نے فقیر سے یہ مسئلہ پوچھا تھا فقیر نے عرض کی دونوں فرض ہیں بات مسموع ہو کہ مدرسین مذہبین

مصباح التہذیب و اشاعت العلوم سے مولوی محمد عثمان صاحب ولایتی تو ایسا ہی بتاتے ہیں باقی سب خلاف پر ہیں سجدہ اولیٰ کو فرض اور ثانیہ کو واجب کہتے ہیں اور اس کی سند شرح وقایہ و ہدایہ کی عبارت بتاتے ہیں بلکہ ایک نئے مولوی صاحب محمود نام کہ دیوبند ہی تعلیم کے فاضل ہیں فقیر کے قول کو محض بے دلیل فقیر کا اپنا اجتہاد دلیل قرار دیتے ہیں یہ سن کر نہ صرف تعجب بلکہ نام علم پر سخت افسوس انا شہد انا الیہ راجعون فقیر غفرلہ اللہ بلا مبالغہ دوسو کلیات علمائے کرام سے اس کی سندیں پیش کر سکتا ہے جن سے ثابت ہو کہ مخالفین مسئلہ کو فقہ سے کس قدر غفلت ہے مگر مسئلہ نہایت وضوح سے واضح ہے اور اطالت موجب ملالت لہذا صرف دس نصوص صریحہ پر قناعت نص اول بحر الرائق میں کنز الدقائق کے قول فرضها التعمیۃ والقیام والقراءة والركوع والسجود کی شرح میں فرمایا اركعوا واسجدوا ولاجماع علی فرضیتہما و رکبیتہما والمراد من السجود السجدة تان فاصله ثابت بالكتاب والسنة والاجماع وكونه مثنی فی کل رکعة بالسنة والاجماع نص ثانی امام محمد محمد بن امیر الحاج علیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں م والخاصة السجدة مثنی ای والفريضة الخامسة من الفرائض الست المضمنة علی فرضیتہما الصلاة السجدة والاولی السجدة تان فی کل رکعة ثم اصل السجدة ثابت بالكتاب والسنة والاجماع وكونه مثنی فی کل رکعة بالسنة والاجماع ولا خلاف فی کوفہما من ارکان الصلاة ایضاً یہاں تصریح ہے کہ فرضیت درکار دونوں سجدے بالاجماع رکن ناز ہیں نص ثالث مبوط امام شیخ الاسلام پھر حلیہ میں دو سجدے فرض ہونے کی حکمت بیان فرمائی ہذا ما روئی فی الاخبار ان اللہ تعالیٰ لما اخذ الميثاق من ذرية آدم علیہ الصلاة والسلام حيث قال عز وجل واخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریعتهم الا یتہم الا یتہم بالسجود تصدیقا لما قال فنجحد المسلمون كلهم وبقي الكفار فلما رفع المسلمون رؤسهم رأوا الكفار لم يسجدوا وسجدوا ثانياً شكوا لما وفقهم الله تعالیٰ علی السجود الاول فصار المفروض سجدتين لهذا والركوع مرة نص رابع رائق الفلاح میں تھا یفترض السجود علامہ طحطاوی نے حاشیہ میں فرمایا المراد منه الجنس ای السجدة تان نص خامس درالحکام شرح غرر الاحکام للعلامہ مولیٰ خسرو میں ہے فان قيل فرضية الركوع والسجود ثبتت بقوله تعالى اركعوا واسجدوا والا مالا يوجب التكرار ولذا لا يجب تكرار الركوع فماذا ثبت فرضية تكرار السجود قلنا قد تقرر ان آية الصلاة مجملة وبيان المجمع قد يكون بفعل الرسول صلى الله عليه وسلم وقد يكون بقوله وفرضية تكراره ثبت بفعله المنقول قوا تواتر اذ كل من نقل صلاة الرسول صلى الله عليه وسلم نقل تكرار سجوده نص سادس نقایہ میں تھا فرضها التعمیۃ (الی قولہ) والسجود جامع الرویز میں ہے ای السجدة تان فان اسما الجنس يدل علی العدد الخ نص سابع اسی کے واجبات میں ہے (ورعاية الترتیب) بین ارکان کل رکعة فوجب ان يكون السجود بعد الركوع والسجدة الثانية بعد الاولى یہاں سے بھی ظاہر کہ دونوں سجدے رکن ہیں نص ثامن فتح اللہ المعین للعلامة السيد ابی المسعود الازہری میں ہے السجدة تان فرضان فی کل رکعة نص تاسع علامہ شرنبلالی اپنے مستن نور الابصار اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں (و) يفترض (العود إلى السجود) الثاني لان السجود الثاني كالاول فوجب باجماع الامة نص عاشر تجتبی شرح قدوری پھر مندیہ میں ہے السجود الثاني كالاول باجماع الامة - ہدایہ کی طرف اس زعم باطل و

وہم عاقل کی نسبت تو محض غلطوبے منشا ہے اور شرح وقایہ سے یہ مطلب سمجھنا عدم تدبیر و سورنہم سے پیدا امام صدر الشریعہ کی عبارت یہ ہے فی اہدایۃ و مراعاة الترتیب فیما شرع مکررا من الافعال و ذکر فی حواشی الہدایۃ نقل عن المبسوط کا لہجہ ثانیہ فانه لو قام الی الثانیۃ بعد ما سجد سجدۃ واحدة قبل ان یسجد الاخری یقضیہا و یكون القیام معتبرا لانه لم یرک الالوا جب قلت فہم نے یہ سمجھا کہ لم یرک الالوا جب میں واجب سے سجدہ ثانیہ مراد ہے حالانکہ یہ واضح الفادہ ہے سجدہ ثانیہ کو تو فرما دیا یقضیہا آگے فرمایا و یكون القیام معتبرا جب سجدہ ثانیہ مراد ہے حالانکہ اس کی قضا کر چکا سجدہ متروک کب ہوا موخر ہوا ترک و تاخیر میں جو فرق ہے ہر عامی پر روشن ہے ترک فرض مبطل صلاۃ ہے اور تاخیر موجب سجود بلکہ واجب سے مراد ترتیب ہے کہ بوجہ تاخیر سجدہ ثانیہ و تقدیم قیام ثانیہ متروک ہوئی یہ خود نفس کلام سے واضح ہے کہ یہاں گفتگو واجب ترتیب میں ہے ابتدا میں بشمار واجبات فرمایا تھا رعایۃ الترتیب فیما تکرر کلام مذکور کے بعد فرمایا اقول قولہ فیما تکرر لیس بقید یوجب نفی المحکمہ عداۃ فان مراعاة الترتیب فی الارکان الی لم تکرر فی رکعۃ واحدة کالروکوع و نحوه واجبہ ایضا اخیر میں اس تام کلام پر تفریع فرمائی فعلما ان رعایۃ الترتیب واجبہ مطلقا دیگر علما نے کرام نے مراد کو خوب واضح کر دیا کہ ترتیب ہی کو واجب کہا گیا نہ کہ سجدہ ثانیہ کو علامہ اکمل الدین بابر نے شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں مراعاة الترتیب فیما شرع مکررا یعنی فی الركعة الواحدة كالسجدة الثانية من الركعة الاولى فان من تركها ساهيا وقام و اتم صلاته ثم تذكر فان عليه ان يسجد السجدة المتروكة ويسجد للسجدة التي ترك الترتيب عليه من ہے لو ترك السجدة الثانية من الركعة الاولى سهوا وقام الى الركعة الثانية ثم تذكرها في آخر صلاته لم يقصد صلاته بل يسجد المتروكة ثم يسجد للسجدة التي ترك الترتيب لان ترك الواجب الاصلی ساهیا یوجب سجود السهو بالاتفاق جوہرہ پیرہ میں ہے لو ترك السجدة الثانية من الركعة الاولى ساهيا وقام و صلى تمام صلاته ثم تذكرها فلي عليه ان يسجد المتروكة ويسجد للسجدة التي ترك الترتيب فيما شرع مكررا فتح القدیر وغیرہ شرح منہ و بحر الرائق وحاشیۃ الشبل علی تبیین الحقائق وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے وهذا اللفظ الغنیة مخفوضا علما ان المشرع فرضا فی الصلاۃ اربعۃ افاع ما یتمجد فی کل الصلاۃ کالقعدة او فی کل رکعۃ کالقیام والروکوع وما یعتقد فی کلھا کالركعات او فی کل رکعۃ کالسجود فالترتيب شرط بین ما یتمجد فی کل الصلاۃ و بین جمیع ما سواہ من الثلثۃ الاخری حتی لو تذكر بعد القعدة قبل السلام او بعده قبل ان یاتی بمناد رکعۃ او سجدة صلیبۃ او سجدة تلاوة فعلھا و اعاد القعدة و سجد للسهو والترتيب بین ما یتکسر فی کل رکعۃ کالسجود و بین ما بعده واجب حتی لو ترك سجدة من رکعۃ ثم تذكرها فیما بعدھا من قیام اورکوع او سجود فانه یقضیہا ولا یقضی ما فعلہ قبل قضا ثلثھا ما ہو بعد رکعتھا من قیام اورکوع او سجود بل یلزمہ سجود السهو فحسب لکن اختلف فی لزوم قضاء ما تذكر فقضاھا فیہ کما لو تذكر و هو راكع او ساجد انه لم یسجد فی الركعة التي قبلھا فانه یسجدھا و هل یعيد الروکوع او السجود المتذكر فیہ ففی الہندیۃ انه لا یجب اعادته بل تستحب معللا بان الترتیب لیس بفرض بین ما یتکسر من الافعال و فی فتاویٰ قاضی خان انه یعبدا و لو لم یعبدا فشدت صلاتہ معللا بانہ ارقتض بالعود الی ما قبلہ من الارکان لانه قبل الرفع منه یقبل الرفض بخلاف ما لو تذكر السجدة بعد ما رفع من الروکوع لانه بعد ما تم بالرفع

لا یقبل الوض ان عبارات میں اس فائدے کے علاوہ دو فائدہ زائدہ ہیں ایک سجدہ کو فرض مکرر کہنا معلوم ہوا کہ دونوں سجدے فرض ہیں دوم تعلیل کہ جب پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا اور مثلاً دوسری کے رکوع میں یاد آیا کہ مٹا اس کی قضا کر لی تو اس رکوع کا پھر اعادہ کرے کہ رکن سابق کی طرف عود کرنے سے یہ رکوع کان لم یکن ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ سجدہ ثانیہ صرف فرض ہی نہیں بلکہ رکن ہے اور ہدایہ میں جو اس رکوع کا اعادہ صرف سجدہ جانا اور یہی رائج ہے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ جو فرض ایک رکعت میں مکرر رہے یعنی سجدہ اس میں اور اس کے بعد فرض مثلاً قیام و رکوع و سجود رکعت آئندہ میں ترتیب فرض نہیں صرف واجب ہے کہ اس کے ترک کی تلافی سجدہ ہو حاصل غرض مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہے مقدس مدرسین سے بنظر خیر خواہی گزارش کہ فرض قطعی و اجماع امت کا انکار ہرگز نہیں لہذا اگر مناسب جانیں کلمہ اسلام و نکاح کی تجدید فرمائیں آئندہ اختیار و ما التوفیق الا باللہ العزیز الغفار واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** مسئلہ منظر حسین امام مسجد گول بازار ضلع بلاسوری۔ پی۔ دوکان شیخ سلیمان عمر صاحب جنرل مرحیٹ، ۲۲ محرم ۱۳۳۷ھ زید نماز میں صرف بحالت رکوع و سجود الصاق کعبین کرتا ہے عمر دکتا ہے کہ یہ فعل وہابیوں کا ہے حرام ہے اور واجب التکرار ہے تخی لوگ اس فعل کو جائز سمجھیں یا مکروہ تحریمی۔

### الجواب

حاشا سدہ یہ فعل وہابیہ کا ہے نہ حرام نہ واجب التکرار بلکہ رکوع میں الصاق کعبین غنیہ شرح منیہ و جامع الرموز و مجتبیٰ شرح قدوری و بحر الرائق و در مختار و حاشیہ حموی و فتح اللہ المعین و طحاوی علی مرقا الفلاح و علی در مختار و غیرہ میں سنت لکھا وقد ذکرنا تفصیلاً جمیعاً فی فتاویٰ در مختار میں ہے سننھا تکبیر الکرکوع و التبیہ فیہ ثلاثاً و الصاق کعبیہ اسی کی صفۃ الصلاۃ میں ہے یشراج اصابعہ و لیس ان یصلن کعبیہ اور سجدہ میں الصاق کعبین کو علامہ سید ابوالسعود ازہری نے حواشی کثیر میں سنت بتایا سنن میں فرمایا (الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ) صفۃ الصلاۃ میں فرمایا کما یسن الصاق الکعبین فی الکرکوع فکذا فی السجود ایضاً ہاں در بارہ سجود یہ صرف انھیں کا بیان ہے اگرچہ علامہ طحاوی نے اُن کا اتباع کیا اور شرح علانی کا حوالہ سہواً واقع ہوا اُس میں صحت در بارہ رکوع مذکور ہے اور علامہ شامی نے جو اس کی توجیہ فرمائی محل کلام ہے طحاوی علی الدر میں ہے قولہ لیس ان یصلن الخ ای فی الکرکوع و السجود ابوالسعود رد المحتار میں ہے قال السید ابوالسعود کذا فی السجود و سبت فی السنن الہ۔ والذی سبت ہو قولہ الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ و اہ ولا یحفی ان ہذا سبت نظر فان شارحنا لمدین کذلک لا فی الدر المختار ولا فی الدر المنقہ و لہ اربع لغیرہ ایضاً فافہم نعم بما یفہم ذلک من انہ اذا کان السنۃ فی الکرکوع الصاق الکعبین و لہ یدکروا تقر یجہما بعدہ فالاصل بقاء ہما ملتصقین فی حالۃ السجود ایضاً تأمل اہ ما فی الشامی و رأیتی کتبت علیہ ما فیہ راقول) تا ملتا فلم یجدہ و افینا فان الحریکہ الا تنقل لیت الی السجود ان خلی فیہا الطبع اتی بالتقریج الا ان یحافظ علی الا لصاق بالمقلد الخاص و مثل ہذا الایحتاج الی البیان بل الاقتصار علی ذکرہ فی الکرکوع دلیل علی انہ لا یطلب الا فیہ والا لذلک و فی السجود ایضاً فاعرفہ فان الامر واضح و بعض متأخرین علما نے در بارہ رکوع بھی سنت میں کلام کیا ولہ فی ذلک



رسالة عندي واقصى ما يقال هنا ان عامة الكتب المذهبية مخالفة عنه وانما انه للزاهدي والباقون انما تبعوه وقد  
بليت في كتابي كفل الفقيه الفاهم ان الغرابة لا تندفع بكثرة الناقلين اذ الممكن مرجعهم الا واحدا لا سيما مثل الزاهدي  
بهر حال اسے حرام وفضل وہابیہ کہنا نادانی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** مسئلہ از نجیب آباد ضلع بجنور، رازی الحجہ ۱۲۹۰ھ

نماز میں سبحانک اللہم پڑھنا فرض ہے یا واجب مقتدی سبحان ختم کرنے نہ پایا تھا کہ امام نے قرات شروع کر دی اس کو ناتمام  
چھوڑ کر خاموش ہو جانا پڑے یا فوراً ختم کر کے خاموش ہو جانا چاہیے ایک وہابی واعظ نے سبحان کے بارہ میں ایک شخص سے یہ مسئلہ بیان  
کیا کہ اگر امام نے قرات شروع کر دی ہو اور اب کوئی شخص اگر جماعت میں شامل نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ سبحان اللہ اس طرح پڑھے کہ جہاں جہاں  
امام سانس لینے کی غرض سے ذرا بھی رُکے اس وقت ایک ایک بول کر کے سبحان کو پڑھ لیا جائے مثلاً جب اول مرتبہ رکا تو فوراً کہے سبحانک  
اللہم پھر جب دوسری مرتبہ پڑھنا تو کہے و بجزک پھر جب تیسری بار سانس لیا تو کہنا چاہیے و تبارک اس کے غرض اسی طرح ختم کر لیا جائے  
ایسا ہر نماز میں کر سکتے ہیں مگر مغرب میں خواہ پہلی رکعت میں شامل ہو یا دوسری میں سبحان تیسری رکعت میں اور عشا میں تیسری یا چوتھی رکعت  
میں بھی پڑھ سکتے ہیں خواہ دوسری ہی رکعت میں شامل ہوں کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے بغیر سبحان کے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔

**الجواب**

سبحانک اللہم اُسی وقت تک پڑھ سکتے ہیں کہ امام قرات با آواز نہ شروع کر لے جب قرات جہری شروع کر دی اب خاموش رہنا  
اور سننا فرض ہے وہ جو وہابی نے بتایا کہ امام کی ٹھہرنے کی جگہ ایک ایک دو دو لفظ کہہ کر پورا کرے ضعیف وغیر مختار اور وہ جسے  
استثنا کیا کہ ایسا ہر نماز میں کر سکتے ہیں مگر مغرب میں نہیں یہ محض باطل اور اس کا اپنا ایجاد ہے جس روایت ضعیفہ میں یہ طریقہ ہے  
اس میں مغرب میں بھی ایسا ہی ہے اور مذہب صحیح میں کہ اُس کی اجازت نہیں فجر و مغرب و عشا کسی میں ایسا نہیں اور اس کا یہ کہنا  
بھی محض غلط ہے کہ جو دوسری رکعت میں شامل ہو اور وہ تیسری یا چوتھی میں سبحانک پڑھ سکتا ہے سبحانک اللہم کی جگہ ابتدائے نماز  
ہے جب دوسری میں ملا تو تیسری یا چوتھی ابتدائے نماز تک ہے کہ اُس میں سبحانک پڑھے ہاں وہ جو ایک رکعت اس کی رہ گئی بعد  
سلام امام جب اُسے پڑھنے کھڑا ہو اس کی ابتدا میں پڑھے کہ یہ اُس کی پہلی رکعت ہے سبحانک پڑھنا سنت ہے بغیر اس کے نماز  
ہو جاتی ہے مگر بلا ضرورت ترک سنت کی اجازت نہیں اور عادت ڈالنے سے گناہگار ہوگا اور جو مثلاً پہلی رکعت جہریہ میں ملا اور  
قرات شروع ہو جانے کی باعث سبحانک نہ پڑھ سکا اُس پر الزام نہیں کہ اُس نے یہ ترکا دائے فرض خاموشی کے لیے حکم شرع کیا واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گردہ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ دونوں سجدوں کے درمیان میں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ  
وَأَسْأَلُكَ حَسْبِيْ وَأَهْدِيْ نِيْ پڑھنا چاہیے امام کو یا مقتدی کو یا دونوں کو یا امام و مقتدی بلا اس کے پڑھے دونوں سجدے  
ادا کریں۔

## الجواد

اللهم اغفر لی کنا اماماً ومقتدی ومفرد سب کو مستحب ہے اور زیادہ طویل دعاسب کو مکروہ ہاں مفرد کو نوافل میں مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔ از ام ترسد دفتر لیس مرسلہ عبد العزیز ہیڈ کانسٹبل ۲۷ صفر المنظر ۱۳۳۲ھ

بعد سلام علیک حضور کی خدمت میں میری عرض یہ ہے کہ مجھے درود شریف جو نمازیں پڑھا جاتا ہے اُس کی یا کسی دوسری درود شریف کی جو سب درودوں سے افضل ہوا اجازت فرمائیں مجھے درود شریف یا کلمہ شریف یا استغفار پڑھنے کا نہایت شوق ہے خدا حضور کو اجر دے گا میں عام طور پر راستہ میں چلتا ہوا دیگر بازار وغیرہ جگہ میں بھی پڑھتا ہوں مجھے عام طور پر درود شریف ہر جگہ پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں حضور برائے مہربانی تحریر فرمائیں میں ہر وقت وظیفہ رکھنا چاہتا ہوں یا آیت کریمہ کا یا کوئی دوسرا یہ اس لیے کہ محبت خدا و رسول کی پورے طور پر حاصل ہو جائے جناب مہربانی کرے ضرور بالضرر جلد مجھے آگاہ کہ دیویں درود شریف یا کلمہ شریف استغفار کی نسبت ضرور بالضرر درود تحریر فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ تحریر حضور پر عمل درآمد ہوگا۔

## الجواد

سب درودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے جہاں نجاست پڑی ہے وہاں رک جائے اور بہتر یہ ہے کہ ایک وقت معین کر کے ایک عدد مقرر کر کے کہ اُس قدر با وضو دو زانو ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کے طرف منہ کر کے روزانہ عرض کیا کرے جس کی مقدار سو بار سے کم نہ ہو زیادہ جس قدر زیادہ سکے بہتر ہے علاوہ اس کے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے وضو بہ وضو ہر حال میں درود جاری رکھے اور اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ ایک صیغہ خاص کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے عرض کرتا رہے تاکہ حضور قلب میں فرق نہ ہو درود شریف اور کلمہ طیبہ اور استغفار ان سب کی کثرت نہایت محبوب مطلوب ہے کلمہ طیبہ کو افضل الذکر فرمایا اور یہ کہ اللہ عزوجل تک اُس کے پہنچنے میں کوئی رک نہیں اور استغفار کے لیے فرمایا شادمانی ہے اسے جو اپنے نامہ اعمال میں استغفار بکثرت پائے اور اپنے تمام اوقات کو درود شریف میں صرف کر دینے کو فرمایا کہ ایسا کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔ از کاہنور ضلع روہتنگ محلہ سیمان مرسلہ بھورے خاں ۱۲ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ ہجری

امام کے پیچھے مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے (۲) آمین با واز بلند کہنا درست ہے یا نہیں (۳) بجائے میں کثرت تراویح کے آٹھ رکعت پڑھے تو درست ہے (۴) بجائے تین وتر کے ایک وتر پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

## الجواد

مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا مطلقاً جائز نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما جعل الامام لیؤتیبہ فاذا کبر فکبروا واذ اقرأ فانصتوا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے تمنا ہے کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اُس کے منہ میں آگ ہو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں قدرت پاتا تو اس کی زبان کاٹ دیتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) آمین باد از بلند کتنا نمازیں مکروہ و خلاف سنت ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے وادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃً نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں واذ اقال ولا الضالین فقولوا آمین فان الامام یقولہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) تراویح میں رکعت سنت ہو کہہ۔ سنت ہو کہہ کا ترک بد ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدين عضوا علیہا بالنواجذ۔ دوسری حدیث میں ہے انہ سیحدث بعدی اشیاء وان من اجہالی لما حدث عمرو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) ایک رکعت و تراویح نفل باطل محض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخر فعل تین رکعت وتر ہے وانما یؤخذ بالآخر فالآخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اتنا یاد رہے کہ یہاں ان مسائل میں مخالفت کرنے والے غیر مقلدین و تابعین ہیں جن پر بوجہ کثیرہ ان کے ضالہ کے سبب کفر لازم جس کی قدرے تفصیل ہمارے رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ میں ہے وہ کہ مسلمان ہی نہیں انھیں ایسے فرعی مسائل اسلامی میں دخل دینے کا کیا حق ان سے تو اصول پر گرفت کی جائے گی کہ مقتدی فاتحہ پڑھے نہ پڑھے آمین جہر سے کہے یا آہستہ تراویح آٹھ رکعت ہوں یا بیس و تراویح ایک رکعت ہو یا تین۔ یہ تو سب اس پر موقوف ہیں کہ نماز بھی صحیح ہو جس کا اسلام صحیح نہیں اُس کی نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے وہ ان مسائل میں اس طرف عمل کرے تو اُس کی نماز باطل اُس طرف عمل کرے تو باطل پھر لایینی فضول زق زق سے کیا فائدہ اور مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ نہ ان سے ملنا جائز نہ ان کی بات سننی جائز نہ ان کے پاس بیٹھنا جائز اللہ عزوجل فرماتا ہے واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکر کرمع القوم الظالمین نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از زسنگدہ سنٹرل انڈیا براہ سہوہ مدرسہ میرزا محمد بیگ عرف محمد میاں صاحب وکیل ۸ شبان ۱۳۳۷ھ  
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلياً و مسلماً۔ ہر تسلیم بالوت التظیم قبول ہوا مزاج عالی۔ الحمد للہ  
علی احسانہ راقم بخیریت دعا گوئے عافیت مزاج سامی ہے زسنگدہ میں انگریزی تعلیم کے محاذ نہ اڑ کو بڑھتا ہوا دیکھ کر نیاز مند نے  
اور یہاں کے مسلمانوں نے ایک مدرسہ اسلامیہ جاری کیا ہے فی الحال بیس روپے ماہوار کا ایک مدرسہ نوکر رکھا ہے جس وقت

بہت سے لوگ کی درخواست آئی تھیں میں نے دیوبند کے متعلق کی درخواست بالکل نامنظور کی ایک صاحب مولوی شفاعت رسول خلعت مولوی عنایت رسول جو خود کو جناب کا شاگرد اور مرید کہتے ہیں صرف جناب سے نسبت رکھنے کے سبب یہاں مقرر کیے گئے ہیں مگر حیرت ہے ان کی بعض باتوں پر قرآن شریف بالکل صحیح نہیں پڑھ سکتے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ اشارہ بہ بابہ التختات میں نہیں کرتے میں نے کہا ہاں میں اشارہ نہیں کرتا ہوں فرمانے لگے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی تو اشارہ کرتے ہیں میں نے کہا کہ مجھ کو یقین نہیں آسکتا کیونکہ الکو کتبہ الشہابیہ میں اس کی مفصل بحث بحوالہ کتب امام ربانی موجود ہے چنانچہ جناب والا نے مجھ کو جب میں ۱۹۹۹ء میں حاضر خدمت ہوا تھا دو رسالہ عطا فرمائے تھے اور میں نے وہ رسالہ مولوی شفاعت رسول کو دکھایا و شافی ریاض الدین جو ماہرہ شریف کے رہنے والے ہیں کہنے لگے بڑی حیرت کی بات ہے اگر مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی انجلی سے اشارہ کرتے ہوں چنانچہ جناب والا کی خدمت اقدس میں مکلف ہوں کہ اس باب میں جناب والا کا کیا معمول ہے وہی مستفید فرمائیں میں نے اس باب میں مولوی عبدالحی مرحوم کا رسالہ نفع المفتی والمسائل اور دیگر کتب مشکوٰۃ شریف و ہدایہ سب دیکھا ہے لیکن میں تو مقلد ہوں اور جمہور امت کا جس پر اجماع و اتفاق ہے وہی میرا مسئلہ مختار ہے جناب والا کے ارشاد سے اور مضبوطی ہو جائے گی اور پیغمبر جو اجتماع نقیضین کے قیل سے ہے رفع ہو جائے گا کہ جناب والا کتابوں میں ایسا لکھیں اور عمل اس کے خلاف ہو۔

### الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اشارہ ضرور سنت ہے۔ محدث مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنصنع کما صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو قول ابی حنیفہ واصحابنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تو ہم بھی اشارہ کرتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب امام اعظم ابو حنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے امام ملک العلانی نے بدائع اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور دیگر ائمہ کبار نے اس کی تحقیق فرمائی۔ فقیر اور فقیر کے آبا و اساتذہ و مشائخ کرام قدس سرہم سب اس پر عامل رہے ماہر دی صاحب نے زیادہ نہیں تو حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ کو ضرور دیکھا ہوگا۔ کو کتبہ شہابیہ میں مسئلہ اشارہ کی بحث نہیں بلکہ اس بات کی کہ اسمعیل دہلوی نے معاذ اللہ حضرت شیخ مجدد کو بھی مشرک ٹھہرا دیا ہے جو وجوہ انھوں نے یہاں لکھے اسمعیل کہتا ہے کہ ان کا قائل مشرک ہے اس کو تناقص سے کیا علاقہ مولوی شفاعت رسول صاحب میرے ایک خالص دوست مرحوم و مغفور کے صاحبزادے ہیں ان کو یہاں بیعت ہے میرے مدرس میں پڑھا ہے اگرچہ مجھ سے نہ پڑھا نہ میں نے ان کا قرآن مجید سنا لیکن کہ جس طرح آج کل اکثر علماء و حفاظ غلط پڑھتے ہیں ان پر بھی اسی عالمگیر بلا کا اثر ہو وحبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مسئلہ سید محمد عبد الکریم صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ ہجری

کیا فرمانے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیش امام صاحب نماز کی حالت میں جب رکوع سے فارغ سمع اللہ لمن حمدہ کو سجدہ کے قریب جا کر ختم کر کے بوصل اللہ اکبر کہتا ہے اور جگہ جو اماموں کو دیکھا ہے وہ سمع اللہ لمن حمدہ کو قیام میں ختم کرتے ہیں اور

وہاں سے اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں۔ اب جو امام سجدہ کے قریب سمع اللہ من حمدہ کو ختم کرتا ہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہاں کہیں کھڑے رہیں یا امام کے ساتھ سجدے میں جا کر کہیں اگر اسی طرح کریں گے تو ان جاہلوں کی عادت پڑ جائے گی اور اب سوال یہ ہے کہ نماز میں تو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

## الجواب

سنئے یہ ہے کہ سمع اللہ کا سین رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ کہیں اور حمدہ کی یاد سیدھا ہونے کے ساتھ ختم اسی طرح ہر تکبیر انتقال میں حکم ہے کہ ایک فعل سے دوسرے فعل کو جانے کی ابتدا کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع ہو اور ختم کے ساتھ ختم ہو امام مذکور جو اس طرح کرتا ہے دو باتیں خلاف سنت ہے سمع اللہ من حمدہ کا سجدہ کو جاتے ہوئے ختم کرنا اور سجدہ کو جانے کی تکبیر سے پہلے جھکنے کی ابتدا سے شروع نہ کرنا ان وجوہ سے نماز دو کراہتوں سے مکروہ ہوتی ہے اُسے سمجھایا جائے کہ خلاف سنت نہ کر اگر نہ مانے اور اس سے بہتر امام مبنی صحیح العقیدہ صحیح القراءة صحیح الطہارۃ مل سکے تو اس کو بدل دیا جائے مقتدی خلاف سنت میں اس کی پیروی نہ کریں بلکہ رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ اللھم ربنا لک الحمد کا الف اور جو صرف ربنا لک الحمد پڑھتا ہو وہ ربنا کی تس شروع کریں اور سیدھے ہو جانے کے ساتھ حمد کی دال ختم ہو جائے پھر سجدہ کو جانے کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع کریں اور اللہ کے لام کو بڑھائیں جب سر رکھنے کے قریب پہنچیں اللہ کی کا اور عین سر زمین پر پہنچتے وقت اکبر کی س ختم کریں۔ لام کو بڑھانا اس لیے کہ یہ راستہ ملے کرنے میں اگر لام کو نہ بڑھایا تو یا تو اکبر سجدے میں پہنچنے سے پہلے ختم ہو جائے گا اور یہ خلاف سنت ہے یا راستہ پورا کرنے کو اکبر کا الف یا ب بڑھائیں گے اور اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا س بڑھائیں گے اور یہ غلط و خلاف سنت واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از موضع میونڈی بزرگ مسؤلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ نماز فرضیہ جماعت جو شخص ادا کرے تو اس پر لازم ہے کہ جب تک امام بعد سلام کے دعا نہ مانگے تب تک مقتدی بھی دعا نہ مانگے اگرچہ کیسا ہی ضروری کام ہو خواہ نماز فجر ہو یا ظہر ہو یا عصر ہو یا مغرب یا عشاء اگر امام سے پہلے دعا مانگ کر مقتدی اٹھ جائے گا تو وہ گناہگار ہو جائے گا اور امام کی اطاعت سے نکل جائے گا عمر و کہتا ہے کہ اگر امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی امام کی اطاعت سے نکل گیا اب مقتدی کو اختیار ہے کہ وہ انتظار دے امام کہے یا نہ کہے اگر انتظار کیا تو فیما در نہ چلے آنے سے گناہگار نہ ہوگا اور نہ اطاعت امام سے دور اب علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کا پورا پورا ثبوت کیوں نہ دیا جائے کہ زید کا قول ثابت ہے یا عمرو کا اور اس کا بھی ثبوت دیا جائے کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں اور غیر مقلد و دباڑا و تعلیم یافتہ مدرسہ دیوبند یہ کہ پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں بینوا وجودا۔

## الجواب

عمرو کا قول صحیح ہے ہاں جماعت کے ساتھ دعا میں برکت ہے اُس کے لیے انتظار بہتر ہے اور اگر کوئی ضرورت جلدی کی ہو تو جاسکتا ہے کوئی حرج نہیں در نہ مسلمانوں کی جماعت کے خلاف بات پسندیدہ نہیں کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے اس میں کئی ہیں تصنیف چکیں

جو نادرست کہے وہ بتائے کہ اللہ و رسول نے اسے منع فرمایا یا تم منع کرتے ہو اگر اللہ و رسول نے منع فرمایا تو بتاؤ اور اگر تم منع کرتے ہو تو تم شارع نہیں اپنا سر کھاؤ۔ غیر مقلد و باہنی و دیوبندی سب اسلام سے خارج ہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض و المفصیل فی حجام الحرمین والنفی الاکید وغیرہا واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کتا ہے کہ عورتوں کو نیت نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھنا چاہیے اور بوقت قعدہ التحیات میں دونوں پاؤں بچھا کر بیٹھنا چاہیے اور پاؤں کی گرہ بھی ڈھکی رکھنا چاہیے اور بعض کہتے ہیں کہ گرہ نہ ڈھکی جائے اب علمائے دین فرمادیں کہ عورتوں کی نیت نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور قعدہ التحیات میں پاؤں بچھا کر بیٹھنا جائز ہے یا نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی نماز پڑھنا چاہیے جس طرح مرد ایک پاؤں بچھا کر قعدہ میں بیٹھے اور زینت ہاتھ باندھتے ہیں اور پاؤں کی گرہیں کھلی رہتی ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی چاہیے یعنی جو قاعدہ مردوں کی نماز کا ہے وہی عورتوں کا ہے اب حضور سے امیدوار ہیں کہ اس کا پورا پورا ثبوت حوالہ کتب و آیت و حدیث کے کیوں نہ دیا جائے کہ عورتوں کو کس طرح اور کس قاعدے سے نماز پڑھنا چاہیے۔

### الجواب

زید کا قول صحیح ہے سب کن بوں میں اسی طرح ہے اُن بعض کا قول محض باطل ہے اور عورت کے گٹے ستر عورت ہیں اُن کا کھلنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از گورٹا ضلع راولپنڈی مکان حضرت پیر صاحب مدرسہ حمید اللہ صاحب پیر المعروف بہ نعمان ملا۔ ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ رفق سبایہ کے بارے میں جناب کا کیا عمل ہے۔

### الجواب

فقیر اور فقیر کے آبائے کرام و مشائخ عظام و اساتذہ اعلام قدس سرار ہم کا ہمیشہ معمول باتباع احادیث متواترہ و ارشادات کتب متکاثرہ و رفق سبایہ رہا اور اسے سنت جانتا ہے تفصیل کلام بدائع امام ملک العلما و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق وغیرہما کلمات شراح محققین و فتاویٰ فقیر میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولوی عبداللہ صاحب بنگالی ۱۴ صفر ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد چاروں جہات میں کسی ایک جہت کو متوجہ ہو کر دعا کرنا درست ہے یا نہیں اور ہندوستان کے لیے ان چاروں جہت میں سے کوئی جہت مخصوص ہے یا نہیں۔

### الجواب

جہت قبلہ ہر جگہ افضل ہے مگر امام کے لیے کہ بعد سلام اُسے قبلہ رو رہنا مکروہ ہے دہنے یا بائیں پھر جائے یا مقدموں کی طرف مومنہ کرے اگر سوائے کوئی نماز پڑھنا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



**مسئلہ**۔ از قلعہ لنڈی کوئل ڈاکخانہ خاص ضلع پیشاور معرفت شیر جان صوبیدار میجر خیر رائف نقل مرسلہ اد خان شوری ۱۴ صفر ۱۳۳۵  
۰ بخد مت جناب مولوی صاحب دام اقبالہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ التحیات میں انگلی کی اشارت کرنا منع ہے یا جائز ہے آپ ہرمانی کر کے  
بندے کو تحریر کریں کہ نماز میں انگلی کا اشارہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور کس کس طریقہ پر جائز ہے۔

### الجواب

التحیات میں انگلی کا اشارہ سنت ہے جب اٹھد پر پہنچے چھٹکیا اور اس کے برابر کی انگلی کی گرہ باندھے اور انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا  
حلقہ بنائے اور آٹھ پر کلے کی انگلی اٹھائے اور آٹھ پر اگر ہاتھ کھول دے مگر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں صنم  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنصنع کما صنع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو قول ابی حنیفہ و اصحابنا  
یہ اشارہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تو ہم کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب  
امام ابو حنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ مرسلہ سید احمد حسین صاحب الامقام سید پور ڈاکخانہ وزیر گنج بدایوں بتاریخ ۹ جمادی الآخر ۱۳۳۵  
آپ ان مسئلوں میں کیا فرماتے ہیں ۱۔ جمعہ کے فرض کی نیت کس طرح کرنا چاہیے اور بعد نماز جمعہ دو رکعت کے کیا کیا نماز پڑھنا  
چاہیے کل مفصل نماز کھنا ۲۔ اور درمیان نماز میں ہر الحمد شریف سے پہلے اور قل ہو اللہ شریف سے بسم اللہ شریف پڑھنا  
چاہیے؟ الحمد شریف سے پہلے کی بسم اللہ کافی ہوگی یا قل ہو اللہ سے پہلے بھی پڑھنا چاہیے۔

### الجواب

(۱) اتنی نیت کافی ہے کہ آج کے فرض جمعہ اور چاہے دو رکعت بھی کہے اور بعض یہ بھی پڑھتے ہیں کہ واسطے ماقط کرنے  
ظہر کے اس میں بھی نہ حرج نہ حاجت فرض جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت پڑھیں چار پھر دو اور ان میں سنت بعد جمعہ کی نیت کریں اور  
پہلی چار میں قبل جمعہ کی۔ بعد کی سنتیں پڑھ کر دو یا جتنے چاہیں نقل پڑھیں ان سے زائد عام لوگوں کو حاجت نہیں (۲) سورہ  
فاتحہ کی ابتدا میں تو تسمیہ پڑھنا سنت ہے اور بعد کو اگر کوئی سورت یا شروع سورت کی آیتیں ملائے تو ان سے پہلے تسمیہ پڑھنا  
ستحب ہے پڑھے تو اچھا نہ پڑھے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از شہر گلی ملا ناں محلہ ذخیرہ مسئلہ سید مشتاق علی صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۵  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم جلد اہل اسلام محلہ ذخیرہ ساکنان بریلی گلی ملا ناں نے تارکان صلاۃ کی تہدید و  
تاکید کے لیے اصحاب ذیل کو منتخب کیا اور ممبر بنایا ہے ان حضرات کو تارکان صلاۃ کے ساتھ ان کے عذرات پورا کرنے کے بعد کسی  
قسم کی کارروائی از روئے شرع مطرعل میں لانا چاہیے۔ اسمائے گرامی ممبران۔ ہادی حسین۔ شیخ مختار احمد۔ قرب محمد مجید حسن۔ مشتاق علی  
سید حسین۔ عنایت حسین۔ سید اظہر علی ہر شخص کے نام کے نیچے انگوٹھے کا نشان ہے۔

**الجواب**۔ ہر نرمی سمجھائیں ترک نماز ترک جماعت و ترک مسجد پر قرآن عظیم و احادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار متنائیں

جن کے دلوں میں ایمان ہے انھیں ضرور نفع پہنچے گا اللہ عزوجل فرماتا ہے و ذکوفان الذکری تنفع المؤمنین اللہ کے کلام و احکام یاد دلاؤ کہ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا اور جو کسی طرح نہ مانیں اُس پر اگر کسی کا دباؤ ہے اُس کے ذریعے سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام و کلام میل جول یک بخت ترک کر دیں قال اللہ تعالیٰ واما یسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از فیض آباد محلہ کو کی علی بیگ سولہ سید عبد اللہ صاحب سب انسپکٹر ۱۳ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی نماز پنج وقتی و دیگر نوافل مثل تہجد وغیرہ میں زبان سے قرات نہیں کرتا بلکہ اپنی کل نمازوں میں زبان کو تالو سے لگا کر دلی خیال کے ساتھ ادا کرتا ہے قرآن شریف و کتاب درود شریف وغیرہ سب دل و حیاں سے ادا کرتا ہے کہتا ہے کہ قرآن شریف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب پر القا ہوا تھا بایں وجہ بقابلہ زبانی پڑھنے کے دل میں خیال کرنا زیادہ افضل و موجب مزید ثواب ہے زید اپنی زبان کو تالو سے لگا کر بالکل سطل اور بیکار کر دیتا ہے زید کہتا ہے کہ یہ مسائل اہل ذوق اور اصفیائے کرام کے ہیں۔ ظاہر میں ان مسائل کو نہیں سمجھ سکتے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس طریقہ مذکورہ بالا پر زید کی نماز صحیح اور اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے یا نہیں اگر اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے تو ہم لوگ بھی اس طریقہ سے کیوں نہ پڑھا کریں کہ مستحق ثواب عظیم کے ہوں۔ اور اگر زید کی اس طریقہ مذکورہ پر صحیح نہیں ہوتی ہے اور فاسد ہوتی ہے تو زید کو اپنی ان نمازوں کی بابت جن کو وہ ادا کر چکا ہے کیا کرنا چاہیے زید اگر امامت بھی کرتا ہے بس ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور آئندہ زید کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں اور جو مقتدی زید کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہیں ان کو اپنی نمازوں کی بابت کیا کرنا چاہیے کیا لوٹنا واجب ہے؟

**الجواب**

زید نے شریعت پر انفر کیا صوفیہ کرام پر انفر کیا اپنی نماز میں سب برباد کیں اُس کی ایک نماز بھی نہیں ہوئی اُس کے پیچھے دو رکعت کی ہوئی اُس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں سب کی قضا کرے اور جتنی نمازیں اوروں نے اس کے پیچھے پڑھی ہیں ان پر فرض ہے کہ ان کی قضا کریں۔ مسلمان عظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ضرور قلب مبارک پر نازل ہوا مگر پڑھنے کے لیے قال اللہ تعالیٰ وقرأنا فرقناه لتقرأہ علی الناس علی مکنت۔ اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا کہ تم لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو نماز میں قرآن عظیم کا پڑھنا فرض ہے قال اللہ تعالیٰ فاقرأوا ما نزلنا من القرآن نماز میں قرآن پڑھو جتنا آسان ہو اس کا نام پاک ہی قرآن ہے قرآن قرات سے اور قرات پڑھنا اور پڑھنا نہ ہوگا مگر زبان سے دل میں تصور کرنے کو پڑھنا نہیں حالت جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے اور تصور منع نہیں۔ نماز میں قرات کلام مجید پر اجماع مسلمین کا خلاف جنم کا خیال ہے قال اللہ تعالیٰ و من یشاق الرسول من بعد ما تبیین لہ الہدیٰ ویشیع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما ولیٰ و نصلہ جہنم و ساءت مصیرا واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از شہر محلہ ٹوکپور سولہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو آخری رکعت کے قعدہ میں کیا پڑھنا چاہیے۔

## الجواب

التحیات ، درود ، دعا اگر اسے اول سے نماز ملی ہو اور اگر کسی رکعت کے پڑھنے کے بعد شامل ہو تو امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں التحیات ٹھہر ٹھہر کر اس قدر تریل کے ساتھ پڑھے کہ اس کی التحیات امام کے سلام کے وقت ختم ہو اور اگر یہ التحیات پڑھ چکا اور امام نے ابھی سلام نہ پھیرا تو پچھلے دونوں کلہ شہادت بار بار پڑھتا ہے یہاں تک کہ امام سلام پھیرے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از دہور راجی کا ٹھیا دار مدرسہ سرمایہ فخر عالم مدرسہ مولینا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ، صفر ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر نماز فرض یا نفل بیٹھ کر پڑھے جائے تو سجدے میں پاؤں سے سُرنِ کو نہ اٹھائے ورنہ نماز ٹوٹ جائے گی چنانچہ طحاوی و عینی و ہدایہ و جواہر نفیسیہ کنز العباد و غنایہ و کفایہ نے اس کو ذکر کیا ہے بینوا تو جہودا

**الجواب وهو الموفق للصديق والصواب والى المرجع والمآب**

طحاوی و عینی ، ہدایہ و کفایہ و غنایہ میں تو یہ مسئلہ بالکل نہیں غلط مشہور ہے ناقل پر تصحیح نقل ضروری ہے۔ جواہر نفیسیہ و کنز العباد دونوں ضعیف کتابیں ہیں اور اول غیر مشہور بھی ہے اور اس کا مصنف بہت ہی کم علم ہوا ہے چنانچہ اس کے دیکھنے سے پورا حال اس کا معلوم ہوتا ہے اس میں بڑے ضعیف و خلاف تحقیق و غلط مسائل ہیں ایک ہی جگہ میں بلا وجہ ترجیح مجوز و کلام مجوز کو جمع کیا ہوا ہے یہ چھوٹا سا رسالہ ہے عربی زبان میں جنازہ کے غسل و کفن و دفن و غیرہ کے متعلق مسائل بیان کیے ہیں اور دوسری کا مصنف علی بن یقینوری ہے اس کو ضعیف کہا ہے علامہ ملا علی قاری نے و جمال الدین مرشدی نے مفید المفتی ص ۱۹۴ اور علامہ شامی نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے بعض کتابوں کے بیاض یا وقایہ پر یہ عبارت اس طور پر ہے من صلی قاعد السجود لا یرفع الیتیہ وان رفع الیتیہ فسدت صلاتہ فلذا الیتیہ کذا فی المحيط الجلیلی والاصل ان المریض او غیرہ اذا صلی قاعدا لا یرفع الیتیہ کما لا یرفع رجلہ فی السجود و اذا رفع رجلہ واحدا والیتیہ واحدة لا تقصد کذا فی جلیلی ابن الملک و المختار ان یقعد کما یقعد فی حالة التشہد و هو الذی اختارہ الفقہ ابو اللیث و شمس الائمہ السرخسی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ اذا حان وقت الركوع والسجود یقعد کما یقعد فی التشہد کذا فی العینی شرح الہدایۃ ص ۱۸۸ حالانکہ عینی و جلیلی میں اس عبارت کا پتہ بھی نہیں اور محیط متعدد ہیں معلوم نہیں کہ کون سی محیط ہے وہ خود موجود نہیں جو دیکھی جائے معلوم ہوتا ہے یہ عبارتیں مصنوعی ہیں کہ جن کتابوں کا ذکر کرتے ہیں اُن میں ان کا نشان تک نہیں ایضاً یہ عبارت اگر کسی معتبر کتاب میں مل بھی جائے تو اس مطلب سے اُس کو ساس بھی نہیں کیونکہ عبارت اولیٰ میں جو دلیل بیان کی ہے لان الیتیہ فی صلاۃ القاعد الخ وہ دعویٰ مذکور پر نطبق نہیں ہوتی کیونکہ اگر یہ حالت سجدہ کا بیان ہوتا تو دلیل میں بجائے و اذا رفع قدمیہ فی صلاۃ القاعد کے رفع قدمیہ فی السجود ہوتا ورنہ قید فی صلاۃ القاعد سے لازم آتا ہے کہ صلاۃ قاعد میں رفع قدمین فی السجود صلاۃ نہ ہو اور صلاۃ قائم میں ہو حالانکہ اطلاق دلائل مبطل تفاوت ہے اس سے غالب ظن یہ ہوتا ہے کہ اس عبارت میں لفظ سجدہ ناقل

یا کاتب کی غلطی ہے پس جبکہ اس لفظ کو غلط مانا جائے تو اس عبارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حالت قیام حکمی میں رفع الیتین نہ کرے ورنہ وہ ایسا ہوگا جیسے قیام حقیقی میں کوئی شخص رفع قد میں کرے کہ وہ مفید صلاۃ ہے پس اس تقریر پر یہ عبارت سائل کے مطلب سے جدا ہے اور عبارت ثانیہ میں لا یرفع الیتین کے ساتھ قید فی السجدة کی بھی مذکور نہیں لہذا اس سے بھی وہی مراد ہوگی کہ لا یرفع الیتین فی القیام الحکمی اور آگے جو مشتبہ ہے کہ ساتھ فی السجدة مذکور ہے سو وہ متحمل ہے کہ صرف لا یرفع رجلیہ کے ساتھ متعلق ہو اور تشبیہی مضامین ہو اگر یہ احتمال متعین بھی نہ ہوتا ہم مترک کو مضر ہے لہذا اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال **ایضاً** متون و شرح و فتاویٰ مشہورہ متداولہ بین یدیہ العلما میں جو مطلقاً سجدہ رجال کی ہیئت لکھی وہ اس کے خلاف ہے اور بقاعدہ رسم المفتی وہ مقدم ہیں۔ اس قدر کتب معتبرہ کا خالی ہونا ای پر شرع ہے کہ یہ مسئلہ عدم الوجود ہے یا غیر معتبر ہے۔ شامی جلد اول صفحہ ۱۵۱ میں ہے عدم الذکر لشرع باختیار عدمہ اہ اسی جلد میں ہے عدم الذکر کذا لعدم **ایضاً** سلف کا عمل اس پر نہیں پایا گیا لہذا اگرچہ صحیح بھی ہو اس پر عمل نہ ہوگا شامی جلد اول صفحہ ۳۰ طبع خورد میں ہے هذا یعلم ولا یعمل علیہ لما فیہ من مخالفة السلف **ایضاً** جو اہر نفیسہ اور دوسری بعض کتابوں میں جو یہ مسئلہ بتایا جاتا ہے کتب غیر معتبرہ مجملہ ہیں اور جو معتبرہ ہیں ان کا حوالہ غلط ہے اور ظاہر ہے کہ علم فقہ کا ایسے غیر مشہور و مجہول حواشی و فتاویٰ سے نہیں لیا جاتا اسی شامی اسی جلد میں ہے الغفلة لا یفعل من الہو امش المجہولۃ وان قال معتمد انه بخط ثقة اہ بر خلاف استصحاب کے کہ وہ نقل کرتا حواشی مجملہ سے بھی درست ہے لہذا لتأیید ابقاء ما کان علی ما کان فیکفی للدفع وان لم یکن الموقوف فان الرفع اتھل من الدفع فافهم وثبت ولا تھت **ایضاً** یہ قول مخصوص کا ہے اور یہ معتبر نہیں شامی جلد اول صفحہ ۱۵۱ میں تخصیص القول بفیدان خلاف المعتمد اہ **ایضاً** اس طرح سجدہ کرنے سے متعدد دستوں کا ترک لازم ہوتا ہے پس من حیث الدلیل بھی ضعیف ہے اگرچہ اس پر عمل و فتویٰ بھی ہو نہ ایک فقیہ و امام بلکہ بہت اماموں کا اسی شامی جلد اول صفحہ ۱۵۱ میں المرجح بقوة الدلیل ہو الارجح وان صرح بان الفتویٰ علی غیرہ **متنبہ** میں ہے لیس للفتی الافتاء بالضعیف ولا ینفی الضعف بان اکثر من المئۃ خوارزم **ایضاً** اس میں احتمال ہے کہ یہ امر بدعت ہو اذ اتروا بالحکم بین سنة و بدعت کان ترکہ اولی۔ شامی جلد اول صفحہ ۳۲ بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۱۵۱ میں ہے ما ترد بین بدعت و واجب یوقی بہ اوبین سنة و بدعت فلا یوقی بہ اہ اور ظاہر کہ اس طور پر سجدہ کرنا معتبر ہے پس اگر یہ مسئلہ درست ہونے کی تقدیر پر جبکہ لوگوں سے نہ ہو سکے گا تو لوگ گنہگار ہوں گے اور اس میں حرج عظیم ہے شامی جلد ثالث صفحہ ۲۳۹ میں ہے فیہ حرج عظیم لانه یلزم منه تافیر الامة اہ لوگوں کے ساتھ ہی ارفق و ادنی ہے کہ سجدہ میں سرین کو بلند کریں تاکہ سجدہ آسانی سے ادا ہو جائے شامی جلد پنجم صفحہ ۳۳۶ میں ہے وھو اسرفی باھل الزمان لسلا یقع فی العصیان اہ اسی جگہ میں ہے یقدم اطلاق المتون لموافقتہ لاطلاق الادلۃ و لکونہ اسرفی بالناس اہ فقہ کی معتبر کتابوں میں یہ مسئلہ بالکل نہیں ہے اور تصوف و اہل کتب کی کتابوں میں سے ناقل نے نقل کیا ہے کیونکہ کثر العباد اور دو وظائف کی کتاب ہے اور تکلیفیہ کا محل و باب کتب فقہ ہیں اور یہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ جو مسئلہ مذکور ہوئی یا یہ وہ اولیٰ بالعمل ہوتا ہے اس سے جو کہ مذکور فی غیر بابہ ہو شامی جلد ثالث میں ہے المسئلة المذكورة فی بابہ هو اولیٰ من المذكورة فی غیر بابہ اہ مسائل فقہ کے یہ کثر العباد کی مثل کتابیں غیر مظنہ ہیں قال الحموی ما فی غیر المظنۃ و الکتاب الحنبیۃ یتوہمان یکون ضعیفا ۳۱ کلام ائمہ بھی اسی کا مقتضی ہے

کہ سجدہ میں رفع الیتین کا کیا جائے ابراہیم حاشیہ مسکین علی اکثر میں ہے مایقظنیہ کلام الائمة یوخذ بلا توقف ۳۲۲ مسئلہ کسی فقہ کا قول نہیں اگرچہ بھی تو بمقتضائے کلام الئمہ کے متروک ہو جائے گا المسک المتقط میں ہے مقتضی کلام الئمہ المذہب اولیٰ من کلام بعض المشائخ یہ مسئلہ کسی صورت سے ثابت نہیں ہوتا اور جب تک ثابت نہ ہو سکے تو عمل اصل ہی پر ہوگا اور وہ نفی ہے یعنی نفی عمل اسی مسک المتقط میں ہے الاصل ہو نفی مالم یثبت اور غرض کہ مسئلہ غلط ہے آداب نماز سے بھی نہیں ہو سکتا ہے اور ذکر بھی اس کا ایک آدھ رسالہ بے سرو پا میں ہے اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ بہت سی جگہوں میں مذکور ہے تو بھی کثرت نقول مستلزم صحت کو نہیں پہلے ایک شخص کی غلطی ہو جاتی ہے اور بعد کے لوگ اس کی غلطی نظن صحت نقل کرتے چلے جاتے ہیں مثالی جلد ۴ ص ۳۵ میں ہے یقع کثیرا ان یخطئ مولف خیتدا اولہ الناس فیکثرون اور اگر مدعی اس امر کا بعد غرق یریزی کے ثابت بھی کر دے کہ یہ ہی مطلب ہے اور فلاں فلاں کتاب میں اس کو لکھا ہے تو بنا تسلیم یہ جواب ہے کہ یہ قول غلطی کا ہے جبکہ شرح وقایہ کے متفرق الحواشی میں ہے قال الشیخ الامام الفاضل المحقق ابو عبید اللہ فی صلاة النافلة قاعدة ثلثة اقال - قول الروافض وقول اهل السنة والجماعة وقول المخطئ اما قول الروافض فہم یقولون ان المصلی اذا صلا النافلة قاعدة افضل ان کصلاة القائم الا اذا رکع وسجد یرفع الایتین فی الركوع والسجود ولا ینہم قالوا اصلہ علی صلاة القائم واما قول المخطئ فہو یقول لا یرفع الایتین لا فی الركوع ولا فی السجود لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل کذاک واما قول اهل السنة والجماعة فہم یقولون بعد ما یرفع فی حال الركوع وبالرفع فی حال السجود والمخطئ راى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من بعد ولم یقف بحالہ علیہ الصلوۃ والسلام اولعلہ صلی فی حالة المرض بالایماء کما ہو شان الركوع والسجود للومی فی الصلاة وسجدا خفض قریبا من الركوع قریبا من الارض ولم یرفع الیتی لان فی هذه الصلاة لا یمتاج المصلی الی رفعهما فظن الرائی انه علیہ الصلاة والسلام صلی فی حالة الصلۃ قاعدة وسجدا بوضع الجبهة علی الارض ولم یرفع الیتی فحکمہ علی الاطلاق کما فی مسیح العمامة اخطا الرائی حیث مسح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی راسہ ثم وضع العمامة علی الراس وظن ان مسح العمامة یجوز بدلا عن مسح الراس والحال انہ علیہ الصلاة والسلام لم یمسح علی العمامة هذا کتبہ العبد المذنب الجانی القاضی غلام گیلانی السنی الحنفی النقشبندی الرضوی کان اللہ لہ ولہم شاکھ امین بحرمۃ النبی الامین۔

## الجواب

الحمد للہ وحدہ فاضل سلمہ القریب الحبيب نے جو حکم تحقیق فرمایا وہی صحیح وحق صریح ہے اور سجدہ قاعد میں رفع الیتین مفسد صلاة ہونا زعم باطل و مردود و قبیح ہے اور جن معتبر متہد کتابوں کا معنی نے نام لیا ان سب پر محض افتراء ہے اور جو ہم ذیل بنام دلیل ذکر کیا یکسر با در ہوا ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و نسائی و ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبهة والیدین والکبتین و اطراف القدمین مجھے میرے رب نے حکم فرمایا کہ سات استخوانوں پر سجدہ کروں پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کے نیچے ان میں

دونوں سرین ملا نا زیادت فی الشرع ہے اور زیادت فی الشرع حرام قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہو داخر جہ البخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ عن اما المومنین الصدیقۃ رضی اللہ عنہا اور زیادت بھی اس ادعا سے کہ فرض ہے اور اس کا ترک مفسد نماز اس کے ثبوت کو تو احادیث آحاد بھی ناکافی ہوتیں کما تقر فی مقراءہ وعلم من صنیع اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی سورۃ الفاتحۃ وغیرہا نہ کہ وہ کہ جس کا پتانہ حدیث میں نہ فقہ میں جس پر دلیل درکنار شہد تک نہیں ایسی جگہ غیر فرض کو فرض بتانا بہت سخت حکم رکھتا ہے فہل انتہ منہ یون اول تو الیتین کے بجائے قدیم ہونے پر کیا دلیل اور بفرض غلط ہو بھی تو قنود میں کہ صلاۃ القاعد میں بجائے قیام ہے اور مفہوم قنود میں کہ الصاق الیتین داخل کما فی بدائع ملاک العلماء سجود کہ نہ قیام ہے نہ قنود نہ الصاق مذکور اس سے مفہوم نہ اس میں مقصود بلکہ سجدہ رجال میں احادیث متواترہ قولیہ وفیلیہ ونصوص متظاہرہ متون وشرح وفتاویٰ فقہیہ میں صراحتہ اس کی نفی موجود اس میں الصاق مذکور سے نفی کراہت و مخالفت سنت بھی قطعاً مردود نہ کہ اعلیٰ فرضیت کہ اشغ باطل و انسخ مطرود و سأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العفو والودود واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ رکوع کرتے وقت نظر کس جگہ رکھنا چاہیے۔

### الجواب

رکوع میں قدموں پر نظر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

**مسئلہ -** از کلکتہ بلکھیہ مدرسہ عظیمہ مسئلہ تصدق حسین صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فریضہ نمازوں کے بعد دعا مانگ کر ہاتھوں کو موخہ پر ملتے ہوئے زور کی آواز کے ساتھ چنکنا کیسا ہے بینوا تو جوا

### الجواب

نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور بعد دعا موخہ پر ہاتھوں کو پھیر لینا یہ بھی سنت سے ثابت ہے مگر چونکہ ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از مدرسہ منظر الاسلام بریلی مسئلہ مولوی عبداللہ بہاری ۱۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ الحمد شریف کچھ بعد آئین آہستہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ امام سورۃ فاتحہ پڑھ کر آئین کے یا نہیں اور جماعت کے ساتھ مقتدی بھی کہے یا نہیں منفرد کو تیسری چوتھی رکعت میں آئین کہنا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں اور زبان سے نکل جائے تو سجدہ ہو ہوگا یا نہیں۔ بینوا تو جوا۔

### الجواب

نماز کی ہر رکعت میں امام و منفرد کو ولا الضالین کے بعد آئین کہنا سنت ہے۔ ہر نماز میں مقتدی بھی ہر رکعت ہر نماز میں کہیں اور غیر ہر رکعت یا سری نماز میں اگر نماز میں ولا الضالین ایسی خفی آواز میں کہ اس کے کان تک پہنچی تو اس وقت بھی یہ آئین کہے در نہ



نہیں اور آئین سے سجدہ سو کسی وقت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از شہر محلہ گڑھیاسولہ مولوی حشمت علی صاحب بریلوی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ ہجری  
عالی جاہ دام ظلم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر کوئی شخص ٹھہری ہوئی ریل میں قبلہ رخ ہو کر اس طرح نماز پڑھے کہ ریل کی  
دونوں پٹلیوں کے درمیان جو جگہ خالی ہے اس میں کھڑا ہو کر رکوع کرے اور کوتاہی جگہ سے ایک پٹلی پر سرسین رکھ کر دوسری پٹلی پر سجدہ  
کرے اور پاؤں اسی خالی جگہ میں قائم رہیں تو یہیں پیچھے کی پٹلی پر بیٹھ کر اور آگے پاؤں نکا کر حلبہ قعدہ کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں بلینا تو جروا

### الجواب

مولینا اگر کم اللہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس طرح سجدہ ہرگز ادا نہ ہوگا نماز نہ ہوگی اور ایسا قعدہ بھی محض خلاف سنت  
اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔ قعدہ میں پاؤں سمیٹ کر اسی خالی جگہ میں بیٹھ سکتا ہے اور سجدہ کے لیے سر زانم کر کے سامنے کی پٹلی کے نیچے  
داخل کر کے بخوبی ادا کر سکتا ہے میں نے بارہا اس طرح ادا کی ہے۔ جب مولانا عبدالقادر رحمۃ تعالیٰ کی ہمراہی میں تیسرے درجے میں  
سفر کرتا ہوتا تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ مرسلہ مولوی سید غلام انام صاحب سہوانی ۳ جمادی الاخرہ ۱۳۰۵ھ

بخدمت مولوی صاحب سرجمع اہل فضل وکمال سلم الشرف والعلا ابقاہم اللہ وائم البقا علی الطریق المسنون۔ السلام علیکم  
و بطریقہ و مراد سے ہزاروں دعا و ثنائے خلق عالم نواز و سلام مخلصانہ کے بعد کچھ تصدیق ہے آپ کے روبرو ایک جمعہ کی نماز کے بعد  
میں نے ذکر فضیلت عمامہ کا جو آپ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے اور کچھ عربی فقرہ بھی پڑھا تھا لہذا میں چاہتا ہوں کہ اگر میری یاد صحیح  
ہے تو اس کو لکھ کر عنایت فرمائیں میں نہایت ممنون و مودئی کے ساتھ شکر عنایت عالی کو اچھا ضمیمہ کر دوں گا۔ فقط

### الجواب

جناب من ادام اللہ تعالیٰ کرمتکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فضل صلاۃ بالعمامہ میں احادیث مروی وہ اگرچہ ضعات ہیں مگر دربارہ فضائل  
ضعات بقول اہل عند التیقن ان یر حکم بالوضع محل کلام حدیث اول اخراج الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال  
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وملکت یرسلون علی اصحاب العمامۃ یوم الجمعۃ یعنی بیشک اللہ عزوجل  
اور اس کے فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھے ہوئے پرورد بھیجتے ہیں اقصر الحافظان العراقی والعسقلانی فی تخریج احادیث الاحیاء والرافعی  
علی تضعیفہ قال السیوطی فی الاذنی واورد الحدیث فی جامعہ الصغیر ملتزمان لایوسر ذیہ موضوعا حدیث دوم ابن عساکر  
والدیلی وابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول صلاۃ تطوع  
او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمساً وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ یعنی ایک نماز نفل ہوا فرض  
عمامہ کے ساتھ پچیس نماز بے عمامہ کی برابر ہے اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر جمعہ بے عمامہ کے ہر فیہ مجاہل قلت ولس فیہم کذاب  
ولا دضع ولا متعہ بہ ولا فیہ ما یردہ الشرع او یجملہ العقل وقد اوردہ السیوطی فی الجامع الصغیر حدیث سوم الحدیثی

عن النبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلوة فی العمامة تعدل بعشرة الف حسنة یعنی عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کی برابر ہے ہذا ضعیف جدا فیہ ابان مازوک واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از پٹنہ مسئلہ ابوالساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد سلام امام کو بخجوتہ نماز میں داہنے بائیں پھر کے دعا مانگنا چاہیئے یا صرف فجر و عصر میں -

### الجواب

کسی نماز میں امام کو ہرگز نہ چاہیئے کہ رو قبلہ بیٹھا رہے انصراف مطلقاً ضرور ہے صحیح بہ فی الذخیرۃ والحلیۃ وغیرہما البتہ ظہر و مغرب و عشا کے بعد دعائیں زیادہ اطالت نہ ہو اور جبکہ معمول مقتدیان ہے کہ تا فراغ دعا پابند امام رہتے ہیں ایسی تطویل کسی مقتدی پر ثقیل ہو مطلقاً منع ہے و تحقیق المسألة فی فتاویٰ الفقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از بریلی محلہ ذخیرہ مسئلہ شیخ محمد حسین ربیع الآخر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ ہر ایک مسلمان مرد و عورت عاقل بالغ پر جیسے کہ نماز کا پڑھنا فرض ہے ویسے ہی نماز کے معنی اپنی زبان میں یاد کر لینا بھی فرض ہیں پھر وقت نماز کے جو لفظ زبان عربی میں پڑھا جاوے اُس کے معنی بغور دل میں سمجھ لینا بھی فرض ہے پس باوجود طاق ہونے کے سیکھنے سکھانے میں سستی کرے یا معنی جانتا ہے اور وقت پر بے غوری کرے ایسے شخص کی نماز کا پھل کیا ہوگا دنیا و آخرت میں - بینوا توجروا

### الجواب

ان دونوں باتوں کے کچھ فرض ہیں بغیر ان کے بھی سر سے فرض اُتر جانے کا پھل حاصل ہے فی الاشبہاء لا تستحب اعادة الترتیب الخشوع فی الغمز عن الملتقط قول بعض الزهاد من لم یکن قلبہ فی الصلوة لا یقیمہ لصلواتہ لیس بشیء الزہاں نماز کا کمال نماز کا نور نماز کی خوبی فہم و تدبر و حضور قلب پر ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از غازی پور محلہ میاں پورہ مسئلہ منشی علی بخش صاحب محرد دفتر تحفی غازی پورہ ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر فرض پانچ گانہ کے بعد امام کو شمال یا جنوب کی طرف پھر جانا دعا کے واسطے واجب یا مستحب ہے یا نہیں اور سوائے عصر و فجر کے فرض پانچ گانہ کے بعد اگر نہ پھرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں -

### الجواب

بعد سلام قبلہ رو بیٹھا رہنا ہر نماز میں مکروہ ہے شمال و جنوب و مشرق میں مختار ہے مگر جب کوئی مسنون اُس کے محاذات میں اگرچہ انہیں صرف میں نماز پڑھ رہا ہو تو مشرق کو یعنی جانب مقتدیان موافقہ ذکر سے بہر حال پھرنا مطلوب ہے اگر نہ پھرے اور قبلہ رو بیٹھا رہا تو مبتلائے کراہت و ناک سنت ہوگا - واللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ -** ازاد وہ نگہ ڈاک خانہ اچھیرہ ضلع اگر ہر سال جناب محمد صادق علی صاحب رمضان شریف ۱۳۳۱ھ اکثر دیہات میں نماز پڑھ کر جب اُٹھتے ہیں تو نماصل کا اُلٹ دیتے ہیں اس کا شرعاً ثبوت ہے یا نہیں۔

**الجواب**

ابن مساکر نے تاریخ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الشیاطین یستعملون ثیابکم فاذا نزع احدکم ثوبہ فلیطوہ حتی ترجع الیہا اھما سھافان الشیطان لایلبس ثوباً مطویاً شیطان تمحکے کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو کپڑا اُٹا کر شہ کر دیا کرو کہ اس کا دم راست ہو جائے کہ شیطان تم کیے کپڑے کو نہیں پہنتا معجم اوسط طبرانی کے لفظ یہ ہیں اطووا ثیابکم حتی ترجع الیہا اھما رواحھا فان الشیطان اذا وجد ثوباً مطویاً لم یلبسہ وان وجدہ منشوراً لبسہ کپڑے پھیٹ دیا کرو کہ ان کی جان میں جان آجائے اس لیے کہ شیطان جس کپڑے کو لپٹا ہوا دیکھتا ہے اُسے نہیں پہنتا اور جسے پھیلا ہوا پاتا ہے اُسے پہنتا ہے ابن ابی الدنیاء نے قیس ابن ابی حازم سے روایت کی قال ما من فراش یكون مغروشا لا ینام علیہ احد الا نام علیہ الشیطان جاس کوئی بھونکا بچھا ہو جس پر کوئی سوتا ہو اُس پر شیطان سوتا ہے ان احادیث سے اُس کی اصل نکل سکتی ہے اور پورا پیٹ دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** ازاد وہ ضلع میرٹھ مرسلہ مید صاحب رجیلانی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیروں کے نیچے کپڑا نہ ہو اور صرف زانو اور سجدہ کی جگہ ہو تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔

**الجواب**

نماز ہو جائے گی اور بہتر اس کا عکس ہے پاؤں کی احتیاط پیشانی سے زیادہ ہے ولہذا اگر انگر کھایا کرتا بچھا کر نماز پڑھے تو چاہیے کہ گریبان کی جانب پاؤں رکھے اور دامنوں پر سجدہ کرے کہ گریبان بہ نسبت دامن احتمال نجاست سے زیادہ دور ہے۔

**مسئلہ -** ۲۵ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و اہل دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام کو قبلہ کی طرف دعا مانگنا مطلقاً مکروہ ہے تو اس کی کراہت کا کیا اثر پڑتا چاہیے اور درحالتی کہ دل آدمی سے زیادہ ہوں مقتدی میں سے اگر اخیر صفوں تک کوئی نماز میں نہ ہو بشرط محاذات تو امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو پیٹھ دکھے لیکن اس صورت میں اگر مقتدیوں کی مقتدیوں کو پیٹھ ہو تو اس کا کیا جواب ہے اور ایضاً مطلقاً مکروہ کے کیا معنی ہیں بینوا تو جبراً

**الجواب**

کراہت کا اثر ناپسندی اور اُس کا اوسط درجہ اس بات ہے یعنی برا کیا اور اعلیٰ درجہ کراہت تحریم اُس کا اثر گنہگار و مستحق عذاب ہونا مطلق مکروہ غالباً کراہت تحریم کا افادہ کرتا ہے اور بلکہ خاص معنی کراہت تنزیہ بھی مستعمل ہوتا ہے مقتدیوں کے لیے شرعاً اتنا مستحب ہے کہ نقص صفوں کریں اور نماز کے بعد اُس انتقام پر بیٹھے ہیں جیسے نماز میں تھے پھر بھی سب کو پھر کر بیٹھنے کا حکم نہیں کہ اُس میں حرج ہے اور مقتدی سب ایک حالت پر شریک نماز ہوئے تھے اُن میں کسی کا آگے پیچھے ہونا کوئی بالخصوص مقصود و مطلوب و لازم نہ تھا بلکہ اتفاقی طور پر

واقع ہوا جو پہلے پہنچ گیا اُس نے پہلی صف میں جگہ پائی اور جو بعد کو پہنچے انھوں نے بعد کی صف میں اگر یہ بعد والے پہلے پہنچتے تو یہی پہلی صف میں ہوتے اور وہ کہ اگلی صف میں ہیں بعد کو آتے تو وہی بعد کی صف میں ہوتے اُن کا بیٹھنا ایسا ہے جیسا مجلس کثیر میں لوگوں کا بیٹھنا کہ ایک دوسرے کی طرف بیٹھ ہوتی ہے مگر وہ سب ایک حالت میں ہیں قصد والتزام اُن میں ایک دوسرے پر تقدم نہیں۔ بخلاف امام کہ وہ بالقصد آگے ہوتا اور انھیں پیٹھ کرتا ہے اور یہی واجب و لازم اور متعین ہے تو اُسے اس قصدی پشت کرنے سے انحراف کا حکم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از پہلی بحیثیت مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۴ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

حدیث صلاۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمساً وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ و جمعة بعمامۃ تعدل سبعین جمعة بلا عمامۃ صحابین کے نزدیک موضوع یا ضعیف ہے؟ اور اگر کوئی شخص سبب نفس پروری کے اس حدیث کو موضوع سمجھے اور کتب معتبرہ نقیہ کی عبارات جو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کے ثواب پر دال ہیں مثل علی گیریہ و کنز و فتاویٰ حجب و آداب اللباس مولفہ شیخ محدث دہلوی و قینہ و غیرہ تسلیم نہ کرے اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعن و طعن کرے اور نفتری علی الاحادیث تصور کرے اور لوگوں کو تباہید اس امر کی کرے کہ عمامہ باندھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور قصداً عمامہ اتروا ڈالے اور عمامہ باندھنے کو باوجود تائید احادیث ثواب نہ جانے تو وہ شخص قابل الزام شرعی ہوگا یا نہیں جامع الرموز میں الفاظ ذیل کی حدیث ملی ونص عبارتہ ینبغی ان یصلی مع العمامۃ فی الحدیث الصلاۃ بالعمامة خیر من سبعین صلاۃ بغیر عمامۃ کما فی المنیۃ اس حدیث کے حال سے بھی آگاہ فرمائیے اور یہ منیہ جس کا حوالہ جامع الرموز نے دیا ہے یہی منیۃ المصلیٰ مردج ہے یا اور کوئی منیہ ہے۔ بینوا و تجربوا

**الجواب**

عمامہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات دین تک پہنچا ہے ولذا علمائے کرام نے عمامہ تو عمامہ ارسال عذ بہینی شملہ چھوڑنا کہ اُس کی فرع اور سنت غیر محکمہ ہے یہاں تک کہ مرقاۃ میں فرمایا قد ثبت فی السیر بروایات صحیحۃ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یرخی عمامۃ احیاناً بین کفقیہ و احیاناً ینلبس العمامۃ من غیر علامۃ فاعلم ان الاتمان بكل واحد من تلك الامور سنة اس کے ساتھ استہزاء کو کفر ٹھہرایا کما نص علیہ الفقہاء الکرام و اموراً بہ ترک حدیث يستهزئ بہ العوام کیلایقعو فی الهلاک بسوء الکلام تو عمامہ کہ سنت لازمہ دائرہ ہے یہاں تک کہ علمائے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا اور حدیث آتی رکاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر حمل کیا علامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا لہر یروانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبس القلنسۃ بغیر العمامۃ فیتعین ان یکون هذا زی المشتاکین یعنی اصلاً مروی نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے اسی میں بعد ذکر بعض احادیث تفصیل عمامہ ہے ہذا اکلہ بدل علی فضیلۃ العمامۃ مطلقاً نعم مع القلنسۃ افضل و لبسها وحدها مخالفت للسنۃ کیف وھی زی الکفرۃ و کذا المبتدعۃ فی بعض البلدان یعنی ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ بے ٹوپی ہواں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے

اور خالی ٹوپی خلاف سنت ہے اور کیونکہ نہ ہو کہ وہ کافروں اور بعض بلاد کے بد مذہبوں کی وضع ہے اس کا انکار کس درجہ اشد و اکبر ہوگا اُس کا سنت ہونا متواتر ہے اور سنت متواترہ کا استحقاق کفر ہے و جیز کر درمی پھر نہ الفائق پھر ردالمحتار میں ہے لو لم یزالسنة حقا کفرا لانه استحقاق عمارہ کی فضیلت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں بعض اُن سے کہ اس وقت پیش نظر ہیں مذکور ہوئی ہیں حدیث اول سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں رکاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں فرق ما بیننا و بین المشرکین العمامۃ علی القلائش ہم ہیں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں علامہ مناوی تفسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں فالمسلمون یلبسون القلنسوة و فوقها العمامة اما لبس القلنسوة وحدها فری المشرکین فالعمامة سنة مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامہ باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ سنت ہے یہی حدیث باوردی نے ان لفظوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا العمامة علی القلنسوة فصل ما بیننا و بین المشرکین یعطی بکل کورة ید و رہا علی راسہ نوراً ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر بیچ کہ مسلمان اپنے سر پر ڈنکے گا اُس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا حدیث ۲ و ۳ قضاعی شہاب میں امیر المومنین مولیٰ اعلیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اور دلی سند الفردوس میں مولیٰ علی و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العمامۃ تیجان العرب عمامے عرب کے تاج ہیں حدیث ۴ سند الفردوس میں انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العمامۃ تیجان العرب فاذا وضعوا العمامۃ وضعوا عزمہم و فی لفظ وضع اللہ عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامہ چھوڑیں تو اپنی عزت اُتار دیں گے حدیث ۵ ابن عدی امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایوا المساجد حساً و معصبین فان العمامۃ تیجان المسلمین مسجدوں میں حاضر ہو سر پہنہ اور عمامے باندھے اس لیے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں حدیث ۶ طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اعتموا تزادوا و احملوا عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا صحیح البخاری حدیث ۷ ابن عدی کامل و یقی شعب لایان میں اسامہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اعتموا تزادوا و احملوا العمامۃ تیجان العرب عمامہ باندھو و قار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں و روی عنہ الطبرانی صمدہ و اشار المناوی الی تقویۃ حدیث ۸ دلی عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ان اسلم حصین فعنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العمامۃ وقار المؤمن و عز العرب فاذا وضعت العرب عمامتہا وضعت عزہا عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عرب عمامے اُتار دیں اپنی عزت اُتار دیں گے حدیث ۹ وہی رکاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تزال امتی علی الفطرة ما لبسوا العمامۃ علی القلائش میری امت ہمیشہ دین حق پر ہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں حدیث ۱۰ ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد طیالسی و ابن منیع مسانید اور بیہقی سنن میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ امدنی یوم ید و حنین بملئکۃ یعمتون هذه العمامۃ حاجزة بین الکفر و الایمان بیشک اللہ عز و جل نے بد و حنین کے دن ایسے ملائکہ سے





ابی حبیب عن میمون بن مهران قال دخلت علی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فحدثنی ملیا ثم التفت الی فقال یا ابا ایوب الا خبرک بحديث تحبہ وتحملة عنی وتحدث بہ قلت بلی قال دخلت علی ابی عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما وهو یعمم فلما فرغ التفت فقال احبب العمامة قلت بلی قال احببها تکرماً ولا یراک الشیطان الاولی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول صلاة تطوع او فريضة بعمامة تعدل خمساً وعشرين صلاة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة ای بنی اعمق فان المملوكة یشهدون یوم الجمعة معتمین فیسلمون علی اهل العمامة حتی تغیب الشمس یعنی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا اور وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کر کے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو میں نے عرض کی کیوں نہیں فرمایا اُسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیرے گا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نماز نفل خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جموں کی برابر ہے پھر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں اُس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متم بالوضع نہ کوئی کذاب نہ متم بالکذاب نہ اُس میں عقل یا نقل کی اصلاحات لافٹ لاجرم اُسے امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملو والدین سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں ارشاد کیا ترک القشرا واخذت اللباب وصنعت عمامة نقیذہ وضاع او کذاب میں نے اس کتاب میں پوسٹ چھوڑ کر فالص مغز لیا ہے اور اُسے ہر ایسی حدیث سے بچایا جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے اما ابن النجار فاخرجه من طریق محمد بن مہدی المروزی انبانا ابو بشیر بن سيار الرقی حدثنا العباس بن کثیر الرقی عن یزید بن حبیب قال قال لی مہدی بن میمون دخلت علی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وهو یعمم فقال لی یا ابا ایوب الا حدیثک بحديث تحبہ وتحملة وترویہ فذکر مثله وقال لا یرالون یصلون علی اصحاب العمامة حتی تغیب الشمس قال الحافظ فی اللسان هذا حدیث منکر بل موضوع ولما راہ للعباس بن کثیر ذکرہ فی الغرباء لا بن یونس ولا فی ذیلہ لابن الطحان واما ابو البشیر بن سمار فلم ینکرہ ابو احمد الحاکم فی الکنی وما عرفت محمد بن مہدی المروزی ولا مہدی بن میمون الراوی لهذا الحدیث من سالم وليس هو البصري المخرج فی الصحیحین ولا ادری ممن لافہ اما قول رحمہ اللہ الحافظ من این یا تہیہ الوضع وليس فیہ ما یحیلہ عقل ولا شرع ولا فی سندہ وضاع ولا کذاب ولا متهم ولا مجرد جمل الراوی لا یقضی بالسقوط حتی لا یصلہ للمساع بہ فی الفضائل فضلاً عن الوضع ولما اورد الحافظ ابو الفرج ابن الجوزی حدیث قزعة بن سوید عن عاصم بن مفضل عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قرض بیت شعر بعد العشاء الاخرة لم تقبل له صلاة ثلاث الليلة فی الموضوعات واعلم بان عاصم فی عداد المجہولین وقزعة قال احمد مضطرب الحدیث وقال ابن حبان کان کثیر الخطاء فاحش الؤھم فلما کثر ذلك فی روايته سقط الاحتجاج بما رواه قال الحافظ



قبل اس کے ایک عریضہ دربارہ حصول فتویٰ مسئلہ ذیل روانہ کیا تھا جواب سے مشرف نہیں ہوا منہم ہوں امید کرتا ہوں کہ امر حق ظاہر کرنے میں توقف نہ فرمائیے گا اور بندہ کے استقامت و حسن خاتمہ کی واسطے داعی برکاد خدا ہو جیسے گا۔ مسئلہ پاک (جس کی طہارت میں قطعی یقین حاصل ہو جیسے نیا) جو تاہن کر کوئی سی نماز داخل یا فرائض ادا کرنا جائز ہے یا نہیں فقہ و حدیث کی مطہرات کا حوالہ دینی بہت بڑے

## الجواب

جناب من و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس سے پہلے کا گنج سے یہ سوال بصورت دیگر مرسل عباد اللہ خدا کا آیا اور جواب گیا اب اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر جو بالکل غیر استعمالی ہو کہ صرف مسجد کے اندر پہنا جائے اور پتہ اتنا سخت نہ ہو کہ مسجد میں انگلیوں کی پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے تو اس سے نماز میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے اور یہی امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی سنت ہے کہ دو جوتے رکھتے ایک راہ میں پہنتے اور جب کنارہ مسجد پر آتے اُسے اتار کر غیر استعمالی کو پہن لیتے اور اگر استعمالی ہو تو اُسے پہن کر مسجد میں جانا بے ادبی ہے اور غیر مسجد میں بھی نماز میں اتار دیا جائے اور اگر پتہ اتنا سخت ہے کہ کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے گا تو نماز ہی نہ ہوگی کماحقہ قنہ فی فتاویٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از رام نگر ضلع نمنی تال مرسلہ عنایت اللہ خاں ڈپٹی پوسٹ ماسٹر ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

قبلہ و کعبہ دارین دام ظلم کلہ طیبہ شریف جب ورد کر کے پڑھا جائے تو اس میں ہر جگہ پر جب نام نامی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آوے درود پڑھنا چاہیے یا ایک مرتبہ جبکہ وہ جلسہ ختم کرے۔ البینا تو جو روا

## الجواب

جواب مسئلہ سے پہلے ایک بہت ضروری مسئلہ معلوم کیجیے سوال میں نام پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بجائے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلعم لکھا ہے یہ جالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی صلعم کوئی ۳۱ اور یہ سب بیہودہ و مکروہ و سخت ناپسند و موجب محرومی شدید ہے اس سے بہت سخت احتراز چاہیے اگر تحریر میں ہزار جگہ نام پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے ہر جگہ پورا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا جائے ہرگز ہرگز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو علما نے اس سے سخت مانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ بعض کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے علاوہ طحاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں ویکرہ الرموز بالصلوة والتوضی بالکتابۃ بل بکتب ذاک کلہ بکمالہ فی بعض المواضع من التتارخانیۃ من کتبہ علیہ السلام بالہمزۃ والمیہ بکفر لا نہ تخفیف و تخفیف الا نبیاء کفر بلا شک ولعلہ ان صح النقل فهو مقید بقصد والا فالظاهر انہ لیس بکفر وکون لازم الکفر کفر البعد تسلیم کونہ مذہباً مختاراً محلاً اذا کان اللزوم بیننا نعم الا حقیاط فی الاحتراز عن الایہام والشبہۃ۔ اب جواب مسئلہ کیجیے نام پاک حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختلف جلسوں میں جتنے بار لے یا سنے ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے گا گناہ ہوگا اور سخت سخت وعیدوں میں گرفتار ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک ہی جلسہ میں چند بار نام پاک لیا یا سنا تو ہر بار واجب ہے یا ایک بار کافی اور ہر بار مستحب ہے بہت علما قول اول کی طرف گئے ان کے نزدیک تو ایک جلسہ میں ہزار بار کلمہ شریف پڑھے تو ہر بار درود شریف بھی پڑھنا جائے

اگر ایک بار بھی چھوڑا گنگنا رہا مجتنبہ و درمختار وغیرہ میں اسی قول کو مختار و اصح کہا فی الدال المختار اختلف فی وجوبها علی السامع والذکر کما ذکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والمختار تکرار الوجوب کما ذکرہ لو اتحد المجلس فی الاصح ام بتلخیص دیگر عمل نے نظر آسانی امت قول دوم اختیار کیا ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ایک بار درود ادائے واجب کے لیے کفایت کرے گا زیادہ کے ترک سے گنگنا رہے ہو گا مگر ثواب عظیم و فضل جسیم سے بیشک محروم رہا کافی وقینہ وغیرہ میں اسی قول کی تصحیح کی فی رد المحتار صحیح الزاہدی فی المجتنبہ لکن صحیح فی الکافی وجوب الصلاۃ مرة فی کل مجلس کسجود التلاوة للمحج الا انه یندب تکرار الصلاۃ فی المجلس الواحد بخلاف السجود فی القنیتہ قیل بکفی فی المجلس مرة کسجدة التلاوة وبہ یفتی وقد جوزہ بهذا القول المحقق ابن الہمام فی زاد الفقیر اھ ملحق طابہر حال مناسب یہی ہے کہ ہر بار اصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتا جائے کہ ایسی چیز جس کے کرنے میں بالاتفاق بڑی بڑی محبتیں برکتیں ہیں اور نہ کرنے میں بلاشبہ بڑے فضل سے محرومی اور ایک مذہب قوی پر گناہ و مصیبت عاقل کا کام نہیں کہ اسے ترک کرے وبالله التوفیق۔

### مسئلہ - ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وظیفہ پڑھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا یا جانہے یا نا جائز۔ بینوا و جبروا

### الجواب

جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے فاسق و فاجر مرکب کہا ہے اس کا وظیفہ اس کے مونہ پر مارا جائے گا ایسوں ہی کو حدیث میں فرمایا رب تالی القرآن والقرا ان یلعنہ بہیرے قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انھیں لعنت کرتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

### مسئلہ - از ملک بنگالہ وار محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد ہ و فضلی علی رسولہ الکریم رجی می فرمائیے علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ در ملک بنگالہ یک گروہ نوپیداشدہ کہ اس را جہاد می گویند و ایشان یک شاخ غیر مقلدین اند لیکن ازاں طائفہ در چند امور زائد اندیکہ ایک گروہ می گویند کہ بعد نماز مناجات خواستن درست نیست بلکہ نسبت بدعتش می کنند علم فقہ و اصول وغیرہ میں قوم تسلیم نمی کنند بلکہ دشنام می ہند و بخش نام سرائی گویند و می گویند کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گاہے دعا نہ کردہ پس اگر ایشان از قرآن شریف و صحاح ستہ استخراج مسائل کردہ فرستند نہایت خوب خواهد شد۔ والسلام

### الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد اللہ اللہم یا عظیم صل علی نبیک الکریم و آلہ و صحبہ اولی انت کریم و مجتہدی دینہ القویم امین الحمد للہ سلسلہ سخن درازست و فیض الہی باز خامہ اگر تفصیل گراید ہماناں نامہ گروہ آور دن باید لاجرم ایک آیت ہفت حدیث بسندہ می نماید آیت قال اللہ عزوجل فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب ہ قول اصح تفسیر کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ست کہ فراغ فراغ از نماز و نصب نصب در دعاست یعنی چل

از نماز فارغ شوی در دعا حمد و مشقت نما و سبوحے پروردگار خود بزاری و تضرع گرافی تفسیر الجلالین فاذا فرغت من الصلاة فاقب  
 اقرب فی الدعاء والی ربك فارغب تضرع ہمد خطبہ اوست هذا تکملة تفسیر الامام جلال الدین المحلی علی منظر من الاعتقاد  
 علی ارجح الاقوال وترك التطویل بذکوا قول غیر مرضیۃ ام ملخصا علامہ رقانی در شرح مواہب لدنیہ فرماید ہو الصحیح فقد  
 اقتصر علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال حدیث اول مسلم ابو داؤد وترمذی و نسائی وابن ماجہ و احمد و دارمی  
 و یزار و طبرانی وابن السنی ہر ہمہ از ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولاے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کنند قال  
 کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثا وقال اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت  
 یا ذا الجلال والاکرام یعنی چون حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وسلم اجمعین از نماز برگشتے وسلم دادے سے بار از حق سبحانہ  
 و تعالیٰ مغفرت خواستے و این دعا گفتے خدا یا توئی سلام (کہ پیچ عیب و نقصے را گرد سرا پرده عز و جلال تو باز نیست) و از دست سلام  
 (کہ سلامت مابندگان از ہمہ آفات و بلیات ہیں بقدرت و ارادت و لطف رحمت تست) برکت و عظمت مرزا است لے صاحب  
 بزرگی و بزرگی دہے یا رب گمراہیں حدیث در صحاح مشہور و متداول نیست یا از خدا طلب مغفرت و سوال سلامت دعا نباشد آئے جمل  
 بلا نیست نہ سہل و چون مرکب شود و آئے ندارد و العیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ حدیث دوم و سوم و چہارم بخاری و مسلم و ابو داؤد  
 و نسائی و ابوبکر ابن اسنی و ابوالقاسم طبرانی از مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و یزار و طبرانی از عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہما و نیز یزار از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کنند و هذا حدیث المغیرۃ و اللفظ للنسائی قال کتب معویۃ  
 الی مغیرۃ بن شعبۃ اخبرنی بشئ سمعته من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم اذا قضی الصلوة قال لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ المملک ولہ الحمد و هو علی کل شئ قدیر اللهم لا مانع لما  
 اعطیت ولا معطى لما صنعت ولا یمنع ذالجد منك المجدی یعنی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ را  
 نوشت کہ مرا آگاہی دہ بچیزے کہ از رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شنیدہ باشی مغیرہ گفت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چون نماز  
 ختم نمودے چنان فرمودے پہنچیں سزائے پرستش نیست جز خداے یکتائے بے ہمتا مرا در است پادشاہی و مرا در است ستایش و او بہر چہ کہ خواہ  
 توانست خدا یا پیچ باز دارندہ نیست چیزے را کہ تو دہی و پیچ دہندہ نیست چیزے را کہ تو باز داری و سودمند خداوند بخت و دولت را از تو در  
 عذاب تو آن بخت و دولتش اللهم لا مانع لما اعطیت الخ اگر دعا نیست آخر چیست بکہ لہ الحمد خود بہترین دعاست ترمذی و نسائی و ابن  
 حبان و حاکم اول تجسین و آخر تصحیح از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آورند کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ افضل الذکر  
 لا الہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد لله بہترین ذکر لا الہ الا اللہ و بہترین دعا الحمد لله گفتن ست حدیث پنجم در سنن نسائی از عطاء ابن  
 ابی مروان از پدرش مروی است ان کعبا حلفت لہ باللہ الذی فلق الجبل موسیٰ انا لنجد فی التوراة ان داؤد بنی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم کان اذا انصرف من صلاته قال اللهم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمة و اصلح لی دنیاہ الذی جعلت فیہا معاشی اللهم  
 انی اعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بعبودک من فقتک و اعوذ بک منک لا مانع لما اعطیت ولا معطى لما صنعت ولا یمنع

ذالجد منك الجدد قال وحدثنی كعب ان محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم كان يقولهن عند انصرافه من الصلاة یعنی كعب اجار پیش ابی مروان بجلت گفت که سوگند بخدا نیکو دریا را بر موسی علیه الصلاة والسلام تنگ گفت هر آئینه ما بتوریت مقدس می یابیم که داود بنی الله علیه الصلاة والسلام چون نماز بر گشته ای دعا کردی الهی بیا را بر من دین مرا که اورا پناه من کرده و بیا را بر من دنیا و مرا که در و سامان زندگی من بناده خدا یا پناه می برم بخوشنودی تو از خشم تو و پناه می برم (و این جا کلمه گفت که معنیش چنین باشد) به درگزشتن تو از سخت گرفتن تو و پناه می برم تو از تو میج باز دارنده نیست داده ترا و نه دهنده باز داشته ترا و سود نکند بخود را از تو بخت و ابومروان گوید کعب بن حدیث گفت که صیب رضی الله تعالی عنه اورا تحدیث کرد و خبر داد که محمد صلی الله تعالی علیه وسلم نیز این دعا دوم بر گزشتن از نماز میکرد حدیث ششم در صحیح مسلم از ابرا بن عازب رضی الله تعالی عنهما روایت است گفت کما اذا صلینا خلف رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم اجبتنا ان نكون عن یمینه یقبل علینا بوجهه قال فسمعتہ یقول رب قنی عذابك یوم تبعث و تجمع عبادك بودیم که چون پس بنی صلی الله تعالی علیه وسلم نماز می گزاردیم دوست می داشتیم که از دست راست او باشیم تا پس از سلام دادن روئے مبارک بسوئے ما کند پس شنیدم اورا که می گفت صلی الله تعالی علیه وسلم اسے بدردگار من گاهدار مرا از عذاب خودت روزی که براگیری یا فرمود گرد آری بندگان خود را حدیث هفتم بر اثر درسند و طبرانی در معجم اوسط و ابن اسنی در کتاب عمل الیوم و اللیلۃ و خطیب بغدادی در تاریخ از انس رضی الله تعالی عنه روایت دارند کان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم اذا صلی و فرغ من صلاته مسح بیمینہ علی راسہ و قال بسم الله الذی لا اله الا هو الرحمن الرحیم اللهم اذهب عنی الهم والحزن بنی صلی الله تعالی علیه وسلم چون از نماز فارغ شد دست راست بر سر مبارک خودش سوسه و این دعا نموده بنام خدا نیکو جزا میبخشد سزائے پرستیدن نیست بخشاید همراہ خدا یا پریشانی و غم از من دور کن طرفہ تر آنکه این ہوشندان را از قول امام وقت و مجتہد العصر و صاحب الزمان خودشان خبر ہے نیست تا بدرک اطمینان و ادراک دلائل چه رسد مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی ہمیں در ثبوت دعا بلکہ در اثبات رفع یدین از برائے دعا بعد از نماز فوائے نداشت امام ایناں میاں نذر حسین دہلوی کہ بر قولش ایمان آورده انما دین خدا را بجوئے فخرند و فقہ و فقہارا دشنام دہند تصدیق و تائید او کرد حدیثی عجیب لکھنوی آہدہ بود حدیثی دیگر این کس افزو و فتویٰ اینست چہ می فرمایند علمائے دین نذرین شد کہ رفع یدین در دعا بعد نماز چنانکہ معمول انما دیا دست ہر چند فقہا سخن می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز دارد درین خصوص ہم حدیثی واردست یا نہ بینوا تو جروا ۱۱۱ هو المصوب درین خصوص نیز حدیثی واردست حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحق ابن اسنی در کتاب عمل الیوم و اللیلۃ می نویسند حدثنی احمد بن الحسن حدثننا ابواسحق یعقوب بن خالد بن یزید البالیسی حدثننا عبد العزیز بن عبد الرحمن القرظی عن خصیف عن انس عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم انه قال ما من عبد بسط کفیه فی دبر کل صلاة ثم یقول اللهم الھی والہ ابراہیم واسحق و یعقوب والہ جبرئیل و میکائیل واسرافیل استسک ان یتجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسک الاکان حقاً علی الله عزوجل ان لا یرددہ خائبین و الله تعالی اعلم **ابو الحسنات محمد عبدالحی** حاصل این حدیث کہ





فی الحدیث خیر الذکر الخفی - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از میرٹھ دفتر طلسمی پریس مسئلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۱۳ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ادھر کے لوگ صبح اور عصر میں بعد سلام اول تسبیحات پڑھ کر دعائے مانگتے ہیں اور وہاں بعد سلام فوراً دعا ان میں کون سا طریقہ سنت ہے اور کیا ثبوت ہے -

**الجواب**

نازک کے بعد دعائے ثابت ہے اور تسبیح حضرت بول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی صحیح حدیثوں میں آئی ہے صبح اور عصر کے بعد سنتیں نہیں اُن کے بعد ذکر طویل کا موقع ہے مگر مسلمانوں میں رسم یہ پڑ گئی ہے اور ضرور محمود ہے کہ بعد سلام امام کے ساتھ دعائے مانگتے ہیں اور اگر وہ دعائیں دیکر مئے منتظر رہتے ہیں اُن کے ساتھ دعائے مانگنے کے بعد متفرق ہوتے ہیں اس حالت میں تسبیحات کی تقدیم اگر خوب تحقیق ثابت ہو کہ اُن میں کسی ایک فرد پر بھی ثقیل نہ ہوگی تو کچھ حرج نہیں ورنہ یہی طریقہ بہتر ہے کہ خفیف دعائے مانگ کر فارغ کر دے پھر جس کے جہی میں آئے تسبیحات میں شامل رہے - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از راموچیکل کون ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیز یہ مسئلہ ریغیض الرحمن ۱۰ جمادی الاخرہ ۱۳۲۶ھ

درود شریف بالجہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں بر تقدیر ثانی مطلقاً ناجائز ہے یا جواز مع الکراہت اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی -

**الجواب**

درود شریف ذکر ہے ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی مصلحت شرعیہ کا خلاف ہو یہیں درود شریف بھی جہراً جائز و مستحب ہے جس کے جواز پر دلیل اجماع کقراءت حدیث و ذکر نام اقدس میں سلفاً خلفاً تمام اللہ و علیا و مسلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی آواز سے کہتے ہیں حتیٰ آواز سے قراءت حدیث و کلام کر رہے ہیں اور یہ جہر ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از بریلی محلہ بہاری پور جناب نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۴ صفر المظفر ۱۳۳۳ھ

جس فرض کے بعد سنت ہے اُس کے فرض کے بعد مناجات کرنا درست ہے یا نہیں یا بغیر مناجات کے سنت ادا کرے یا مختصر مناجات کے بعد سنت شروع کرے دلیل حدیث یا فقہ کی کتاب سے مع عبارت ہونی چاہیے مع نشان باب و نام کتاب - بینوا توجروا

**الجواب**

جائز و درست تو مطلقاً ہے مگر فضل طویل کردہ تنزیہی و خلاف اولیٰ ہے اور فضل قلیل میں اصلاً جرج نہیں در مختار فصل صفة الصلاة میں ہے بیکرہ تاخیر السنة لا یقصد الا بعد انکراہت السلام الخ قال الحلواني لا یاس بالفصل بالاوراد واختاره الکمال قال الحلبي ان یزید بالکراہة التزہیة ارتفع الخلاف قلت وفي حفظی محلہ علی القلعة فتح القدر میں ہے قول الحلواني لا یاس المشہور ہی ہذا العبادۃ کون خلاف لولی فكان معناها ان لا ولی ان لا یقرأ (ای الاوراد) قبل السنة ولو فعل لا یاس اہ محضو الفقہاء ثم قال وتبعہ علی ذلك تلخیصہ فی الحلیمہ قال فتمثل انکراہة علی التزہیة لحد ملیل التحریمية حتی لو صلاھا بعد الاوراد تقع

سنۃ مؤادۃ لکن لانی وقتھا المسنون رد المحتار میں ہے مسلم والترمذی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقعد الا بمقدار ما یقول اللہم انت السلام الخ قال وقل عائشۃ بمقدار لا یقعد انہ کان یقول ذلک بعینہ بل کان یقعد بمقدار ما یسعه ونحوہ من القول تقریباً فلا ینافی ما فی الصحیحین من انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول دبر کل مکتوبۃ لا الہ الا اللہ وحدۃ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیر اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطى لما منعت ولا ینفع ذلک الجدمنک الجدمنک فی شرح المنیۃ وکن فی الفتح من الوتر والنوافل ام مختصراً غنیہ میں ہے وکن اماروی مسلم وغیرہ عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سلم من صلاتہ قال بصوتہ الا الہ الا اللہ وحدۃ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا الہ لا نعبد الا الہ لا نعبد الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کراہ الکافرون لان المقدار المذکور من حیث التقرب دون التحدید قد یصح احد من ہذا الاذکار لعدم التقاوت اکثر بینہما الخ اشعۃ المبعات شرح مشکوٰۃ باب ذکر ربط الصلوۃ میں ہے باید دانست کہ تقدیم روایت منافی نیست بعدیتے را کہ در باب بعض ادعیہ واذکار در حدیث واقع شدہ است کہ بخواند بعد از نماز فجر و مغرب دہ بار لا الہ الا اللہ وحدۃ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیر یہاں سے ظاہر ہوا کہ آیۃ الکرسی یا فرض مغرب کے بعد دس بار کلمہ توحید پڑھنا فصل قلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از شہر کتبہ محلہ روہیلہ ٹولہ مسئلہ مولوی رحیم اللہ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ ہجری  
زید بعد ہر نماز جماعت فریضہ قبل از مانگنے دعا روز ایک مرتبہ کلمہ توحید روز بعد مانگنے دعا کلمہ طیبہ تین مرتبہ اور ایک مرتبہ کلمہ شہادت باوازا  
بلند بیت مع حاضرین جماعت پڑھا کرتا ہے یہ فعل اس کا جائز ہے یا نہیں۔

**الجواب**

جائز ہے مگر حاضرین کو ان کی خوشی پر رکھا جائے مجبور نہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## بابُ الْقِرَاءَةِ

**مسئلہ -** از بریلی مسئلہ سید احمد علی ساکن زادہ شیخان ۳ صفر ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تلاوت کلام مجید صلی یا غیر صلی پر یا ترتیب پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب  
اور امام نماز میں بے ترتیب سورہ پڑھے تو اس پر کیا حکم ہے۔

**الجواب**

نماز ہو یا تلاوت بطریق معہود ہو دونوں میں کاظم ترتیب واجب ہے اگر عکس کرے گا گنہگار ہوگا سیدنا حضرت محمد اللہ بن معہود

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ عزوجل اس کا دل اُٹ دے۔

ہاں اگر خارج نماز ہے کہ ایک سورت پڑھ لی پھر خیال آیا کہ دوسری سورت پڑھوں وہ پڑھ لی اور یہ اس سے اوپر کی تھی تو اس میں حرج نہیں۔ یا مثلاً حدیث میں شب کے وقت چار سورتیں پڑھنے کا ارشاد ہوا ہے یسین شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح کو بخنقا ہوا اُٹھے گا۔ سورہ دخان شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح اس حالت میں اُٹھے گا کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہوں گے۔ سورہ واقعہ شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا۔ محتاجی اس کے پاس نہ آئے گی۔ سورہ تبارک الذی شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

ان سورتوں کی ترتیب یہی ہے۔ مگر اس غرض کے لیے پڑھنے والا چار سورتیں متفرق پڑھنا چاہتا ہے کہ ہر ایک مستقل جدا عمل ہے۔ اسے اختیار ہے جس کو چاہے پہلے پڑھے جسے چاہے پیچھے پڑھے۔ امام نے سورتیں بے ترتیبی سے سوا پڑھیں تو کچھ حرج نہیں۔ قصداً پڑھیں تو گنہگار ہوا۔ نماز میں کچھ خلل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام والحکم۔

**مسئلہ**۔ کیا فراتے ہیں علما دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرات سورہ فاتحہ یا اور کسی سورت کی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب

مذہب حنفیہ در بارہ قرات مقتدی عدم اباحت و کراہت تحریر ہے۔ نماز سری میں روایت استحباب کہ حضرت امام محمد بن شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف نسبت کی گئی محض ضعیف کما بسط المحقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولانا کمال الملک والدین محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کما قالہ فی الدار المختار خود تصانیف امام محمد میں جا بجا عدم جواز مصرح آثار میں فرماتے ہیں یہی مذہب ہمارا مختار اور اسی پر عامہ حدیث و اخبار دار و اور فرمایا ایک جماعت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قرات مقتدی کو مفسد نماز کہتی ہے اور اقوی الدلیلین پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔ موطا میں بہت آثار روایت فرمائے جن سے عدم جواز ثابت قالہ الشیخ المحقق مولانا عبدالحق المحدث الدہلوی قدس اللہ تعالیٰ سرک العزیز فی اللغات بایں ہمہ خلاف تصریحات امام ایک روایت مروجہ مجروحہ سے نماز سری میں جواز خواہ استحباب قرات ان کا مذہب ٹھہرانا اور فقہ حنفی میں اس کا وجود سمجھنا محض باطل و وہم عاطل۔ ہمارے علمائے مجتہدین بالاتفاق عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی مذہب جمہور صحابہ و تابعین کا ہے حتیٰ کہ صاحب ہدایہ امام علامہ برہان الملک والدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دعویٰ اجماع صحابہ کیا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ احادیث و آثار کہ اس باب میں وارد و سجد و شمار یہاں بخوف طوالت بیان بعض پاقصا صیح سلم شریف میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذ اصلیتہم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا و اذا قرأ فاضتوا یعنی جب تم نماز پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امام

کرے پس جب وہ تکبیر کے تم بھی تکبیر کو اور جب وہ قرات شروع کرے تم چپ رہو۔ ابو داؤد و نسائی اپنی اپنی سنن میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الامام لیؤتہ تعربہ فاذا کبر فکبر واذا قرأ فانصتوا هذا لفظ النساء یعنی امام تو اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کے تو تم بھی کو اور جب قرات کرے تم خاموش رہو امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی صحیح میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ ترمذی اپنی جامع میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی من صلی رکعة لم یقرء فیہا بام القران فلم یصل الا ان یکون وراء الامام یعنی جو کوئی رکعت بے سورہ فاتحہ کے پڑھے اس کی نماز نہ ہوئی مگر جب امام کے پیچھے ہو۔ ہکذا رواہ مالک فی موطاۃ موقوفہ اور امام ابو جعفر احمد بن سلام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معانی الآثار میں اسے روایت کیا اور ارشادات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرار دیا اللہ تعالیٰ اعلم۔ حافظ ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے سیدنا امام الائمہ مالک الازہر سراج الائمہ کا شف النعمہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن مقلدہ یہ باحسان روایت فرماتے ہیں حدیثنا ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن الہادی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال من صلی خلف الامام فان قراۃ الاصل لم یقرأ یعنی حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے فقیر کہتا ہے یہ حدیث صحیح ہے رجال اس کے سب رجال صحاح ستہ ہیں و رواہ محمد ہکذا مرفوعاً عن طریق اخر حاصل حدیث کا یہ ہے کہ مقتدی کو پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں امام کا پڑھنا اس کے لیے کفایت کرتا ہے ہکذا راوی عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ مختصراً و رواہ الامام تارۃ اخرى مستوعباً قال صلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالناس فقرا رجل خلفه فلما قضی الصلاۃ قال ایکم قرا خلفی ثلاث مرات قال رجل انا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراۃ الامام لم یقرأ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھانی ایک شخص نے حضور کے پیچھے قرات کی یہ ایک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا کس نے میرے پیچھے پڑھا تھا گوگ سبب خوف حضور کے خاموش ہوئے یہاں تک کہ تین بار بتکراری یہی استفسار فرمایا آخر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے۔ ارشاد ہوا کہ جو امام کے پیچھے ہو اس کے لیے امام کا پڑھنا کافی ہے ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایضاً عن حماد عن ابراہیم بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لم یقرأ بخلف الامام لا فی الركعتین الاولیین ولا فی غیرہما یعنی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام کے پیچھے قرات نہ کی نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ ان کے غیر میں فقیر کہتا ہے عبد اللہ بن مسعود اور کون عبد اللہ بن مسعود جو افاضل صحابہ و مومنین سابقین سے ہیں حضور و انفر میں ہمراہ رکاب سعادت انساب حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہتے اور بارگاہ نبوت میں بے اذن لیے جانا ان کے لیے جائز تھا بعض صحابہ فرماتے ہیں ہم نے راہ و روش سرور انبیاء علیہ النعمۃ والثناء سے جو چال ڈھال ابن مسعود کی ملتی پائی کسی کی نہ پائی حدیث میں ہے خود حضور اکرم الاولین والاخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں رضیت لامتی ما رضی لہا ابن ام عبد و کوہت لامتی ما کرہ لہا ابن ام عبد میں نے اپنی امت کے لیے وہ پسند کیا جو عبد اللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کرے اور اپنی امت کے لیے ناپسند کیا جو اس کے لیے عبد اللہ بن مسعود

ہم پسند کیے گویا ان کی رائے خود حضور والا کی رائے اقدس ہے اور معلوم ہے کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ہوتے فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے اور ان کے سب شاگردوں کا یہی وتیرہ تھا محمد فی موطاۃ من طریق سفیان بن عیینہ منصور بن المعتمر و قال الثوری نامنصور و هذا لفظ ابن عیینۃ عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل قال سئل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن القراءۃ خلف الامام قال النصب فان فی الصلاۃ لشغلا سیکیفیک ذلک الامام خلاصہ یہ کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوبارہ قرأت مقتدی سوال ہوا فرمایا خاموش رہ کہ نماز میں مشغولی ہے یعنی بیکار باتوں سے باز رہنا عنقریب تجھے امام اس کام کی کفایت کرنے لگے گا یعنی نماز میں تجھے لاطائل باتیں روا نہیں اور جب امام کی قرأت بعینہ اس کی قرأت ٹھرتی ہے تو پھر مقتدی کا خود قرأت کرنا محض لغو ناشائستہ ہے فقیر کہتا ہے یہ حدیث اعلیٰ درجہ صحاح میں ہے اس کے سب رواۃ المرکب اور رجال صحاح ستہ ہیں و اما حدیث الامام عن ابن مسعود فوصلہ محمد انا محمد ابن ابان بن صالح القشیری عن حماد عن ابی ابراہیم النخعی عن علقمہ بن قیس ان عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجھد فیما یخاف فیہ فی الاولیین ولا فی الاخریین و اذا صلی وحدہ قرأ فی الاولیین بقاۃ کتاب و سورۃ و لم یقرأ فی الاخریین شیئاً۔ حاصل یہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ہوتے تو کسی نماز میں ہر یہ ہو یا سر یہ کچھ نہ پڑھتے تھے نہ پہلی رکعتوں میں نہ پچھلی میں۔ ہاں جب تنہا ہوتے تو صرف پہلیوں میں الحمد و سورت پڑھتے ابو حنیفہ عن حماد عن ابی ابراہیم انہ قال لم یقرأ علقمہ خلف الامام حرفاً لا فیما یجھد فیہ القراءۃ ولا فیما لا یجھد فیہ ولا قرأ فی الاخریین بام الكتاب ولا غیرہا خلف الامام ولا اصحاب عبد اللہ جسیعاً یعنی علقمہ بن قیس کہ کبار تابعین و اعظم مجتہدین اور افقہ تلامذہ سیدنا ابن مسعود ہیں امام کے پیچھے ایک حرف نہ پڑھتے چاہے ہر کی قرأت ہو چاہے آہستہ کی اور نہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ پڑھتے اور نہ اور کچھ جب امام کے پیچھے ہوتے اور کسی نے حضرت کے اصحاب عبد اللہ بن مسعود سے قرأت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین محمد فی الموطا اخبارنا بکیر بن عامر ثنا ابی ابراہیم النخعی عن علقمہ بن قیس قال کان اعض علی جمرۃ احب الی من ان اقرأ خلف الامام یعنی حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں البتہ آگ کی چنگاری ہونے میں لینا مجھے اس سے زیادہ پیاری ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کروں۔ محمد ایضا اخبارنا اسرائیل بن یونس ثنا منصور عن ابی ابراہیم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل متهم یعنی ابراہیم بن سید النخعی نے کہ رؤساء تابعین و ائمہ دین متین سے ہیں حدیث و فقہاء ان کی آفتاب نیمروز ہے فرمایا پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ ایک مرد متہم تھا حاصل یہ کہ امام کے پیچھے قرأت ایک بدعت ہے جو ایک بے اعتبار آدمی نے احداث کی فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے رجال صحیح مسلم ہیں امام مالک اپنی موطا میں اور امام ضیل رحمہما اللہ تعالیٰ اپنی سند میں روایت کرتے ہیں و هذا سباق مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان اذا سئل هل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسب قراءۃ الامام و اذا صلی وحدہ فلیقرأ قال و کان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لا یقرأ خلف الامام یعنی سیدنا و ابن سیدنا عبد اللہ بن امیر المؤمنین عمر فاروق عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب دوبارہ قرأت مقتدی سوال ہوتا فرماتے حب کوئی تم میں امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے قرأت امام کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قرأت کرے نافع کہتے ہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے فقیر کہتا ہے کہ یہ حدیث غایت درجہ کی صحیح الاسناد ہے حتیٰ کہ مالک عن نافع عن ابن عمر کو بہت محدثین نے صحیح ترین



اسانید کہا محمد اخبارنا عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من صلی خلف الامام کفتمہ قرأتہ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مقتدی کو امام کا پڑھنا کافی ہے فقیر کہتا ہے یہ سند بھی مثل سند سابق کے ہے اور اس کے رجال بھی رجال صحاح ستہ ہیں بلکہ بعض علمائے حدیث نے روایات نافع عن نبید اللہ بن عمر کو امام مالک پر ترجیح دی محمد اخبارنا عبد الرحمن بن عبداللہ المسعودی اخبارنا انس بن سیرین عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ سئل عن القراءة خلف الامام قال یکنیک قرأتہ الامام یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دوبارہ قرآن استفسار ہوا فرمایا تجھے امام کا پڑھنا بس کرتا ہے امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں حدثنا ابن وهب فساق باسنادہ عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعہ یقول لا یقرأ الموتم خلف الامام فی شیء من الصلوة یعنی سیدنا زید ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت ذکر کے یعنی نماز جہرہ ہو یا سر یہ محمد اخبارنا داؤد بن قیس ثنا عمر بن محمد بن زید عن موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت الانصاری یحدثہ عن جده قال من قرأ خلف الامام فلا صلاۃ لہ یعنی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کی نماز جاتی رہی فقیر کہتا ہے یہ حدیث حسن ہے اور داؤد قطنی نے بطریق طاؤس اسے مروی عار وایت کیا الحافظ بن علی بن عمرو الدارقطنی عن ابی حاتم بن جحان ثنی ابراہیم بن سعد عن احمد بن علی بن سلیمان الدوری عن عبد الرحمن المخزومی عن سفین بن عیینہ عن ابن طاؤس عن ابیہ عن زید بن ثابت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من قرأ خلف الامام فلا صلاۃ لہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی محمد ایضا اخبارنا داؤد بن قیس الفراء المدنی اخبارنا بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ یعنی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ افاضل صحابہ و عشرہ مبشرہ و مقرران بارگاہ سے ہیں منقول ہے انھوں نے فرمایا میرا چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے مونہ میں انگارہ ہو محمد ایضا اخبارنا داؤد بن قیس الفراء ثنا محمد بن عجلان ان عمرو بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لبت فی فم الذی یقرأ خلف الامام جمرۃ یعنی حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے مونہ میں پتھر ہو فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے بشرط صحیح مسلم ہیں الحاکم اصل ان احادیث صحیحہ و مستبرہ سے مذہب خفیہ بحمد اللہ ثابت ہو گیا اب باقی رہے تسکات شافیہ ان میں عمدہ ترین دلائل جسے ان کا مدار مذہب کہا جاوے حدیث صحیحین میں یعنی لا صلاۃ الا بقائتہ الکتاب کوئی نماز نہیں ہوتی بے فاتحہ کے جواب اس حدیث سے چند طور پر ہے یہاں اسی قدر کافی کہ یہ حدیث تمھارے مفید نہ ہمارے ضرر ہم خود مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع و سجود بے فاتحہ کے تمام نہیں امام کی ہوجوہ ماموم کی مگر مقتدی کے حق میں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کے لیے امام کی قرأت کافی اور امام کا پڑھنا بعینہ سکا پڑھنا ہے کما موسا بقا پس خلاف ارشاد حضور والا تم نے کہاں سے نکال لیا کہ مقتدی جب تک خود نہ پڑھے گا نماز اس کی بے فاتحہ ہے گی اور فاسد ہو جائیگی دوسری دلیل حدیث مسلم من صلی صلاۃ لم یقرأ فیہا بالقرآن ففی خدا ج ہی خدا ج حاصل یہ کہ جس نے

کوئی نماز بے فاتحہ پڑھی وہ ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے اس کا جواب بھی بیحد مثل اول کے ہے نماز بے فاتحہ کا نقصان مسلم اور قرأت امام قرأت ماموم سے معنی خلاصہ یہ کہ اس قسم کی احادیث اگرچہ لاکھوں ہوں نہیں اس وقت بکار آمد ہوں گی جب ہمارے طور پر نماز مقتدی بے ام الکتاب رہتی ہو وہ ممدوع اور آخر حدیث میں قول حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقروا بھا فی نفسک یا فارسی کہ شافیہ اس سے بھی استناد کرتے ہیں فقیر توفیق الہی اُس سے ایک جواب حسن طویل الذیل رکھتا ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں تیسری دلیل حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا تفعلوا الا بما بالقرآن امام کے پیچھے اور کچھ نہ پڑھو سوائے فاتحہ کے اولاً یہ حدیث ضعیف ہے اُن صحیح حدیثوں کی جو ہم نے مسلم اور ترمذی و نسائی و موطائے امام مالک و موطائے امام محمد وغیرہ اصحاب و محدثین سے نقل کیں کب مفادست کر سکتی ہے امام احمد بن حنبل وغیرہ حفاظ نے اُس کی تضعیف کی یہی بن معین جیسے ناقد جن کی نسبت امام مدوح نے فرمایا جس حدیث کو بخیر نہ پہچانے حدیث ہی نہیں فرماتے ہیں استثنائے فاتحہ غیر محفوظ ہے ثانیاً خود شافیہ اس حدیث پر دو وجہ سے عمل نہیں کرتے ایک یہ کہ اُس میں مادرائے فاتحہ سے نہی ہے اور ان کے نزدیک مقتدی کو ضم سورت بھی جائز صریح بہ الامام النووی فی شرح صحیح مسلم دوسرے یہ کہ حدیث مذکور جس طریق سے ابوداؤد نے روایت کی باوازا بلند منادی کہ مقتدی کو جہراً فاتحہ پڑھنا روا اور یہ امر بالاجماع ممنوع صریح بہ الشیخ فی اللغات و یفیدہ الکلام النووی فی الشرح پس جو حدیث خود اُن کے نزدیک متروک ہم پر اُس سے کس طرح احتجاج کرتے ہیں یا الجملہ ہمارا مذہب مذہب محمد اللہ حج کا فیہ ودلائل دافیہ سے ثابت اور مخالفین کے پاس کوئی دلیل قاطع ایسی نہیں کہ اُسے معاذ اللہ باطل یا مضحل کر سکے مگر اس زمانہ پُر فتن کے بعض جہال بے لگام جنہوں نے ہوائے نفس کو اپنا امام بنایا ہے اور انتظام اسلام کو درہم برہم کرنے کے لیے تقلید المذکر ام میں خدشات داہم پیدا کرتے ہیں جس ساز و سامان پر ائمہ مجتہدین خصوصاً امام الامام حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن مقلد یہ کی مخالفت اور جس بضاعت مزاجات پر ادعائے اجتہاد و فقاہت ہے عقلائے مضفین کو معلوم اصل مقصود ان کا اغوائے عوام ہے کہ وہ بیچارے قرآن و حدیث سے ناواقف ہیں جو ان مدعیان خام کار نے کہہ دیا انہوں نے مان لیا اگرچہ خواص کی نظر میں یہ باتیں موجب ذلت و باعث فضیحت ہوں اللہ سبحانہ و تعالیٰ دساوس شیطان سے امان بخشے آمین ہذا واللعلم عند واہب العلوم العالم بکل سر مکثور

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو حافظ نمازیں اس طرح قرآن مجید پڑھتا ہو کہ نہ تو صحیح اعراب کا دھیان رکھتا ہے اور نہ اوقاف لازمہ پر وقت کرتا ہے اور ماضی جمع تکلم کے صیغے ایسے ادا کرتا ہے کہ سامعین کو جمع مؤنث غائب کا شبہ ہو تو ہے اور اکثر جگہ حروف و کلمات بھی فرو گذاشت ہو جاتے ہیں تو اس کے سننے میں کچھ ثواب کی امید ہے یا بالکل نہیں اور نماز اس کے پیچھے درست ہے یا نہیں اور یہ عذر ترک جماعت کے لیے مقبول ہوگا یا نہیں یا دوسری سجد میں جماعت کے لیے جانا ضروری ہے یا صرف فرض جماعت سے ادا کرے باقی نماز مکان پر پڑھے - بینوا توجروا -

## الجواب

خطای الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا فتویٰ تو یہ ہے

کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی فی الدار المختار و زلة القاری لوفی اعراب لا تقصد وان غیر المعنی بہ یفتی بزاز یہ رد المختار میں ہے لا تقصد فی الكل، وہ یفتی بزاز یہ خلاصہ اگر علیائے متقدمین و خود ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم صورت فساد معنی فساد نماز مانتے ہیں اور یہی من حیث الدلیل اتوی اور اسی پر عمل احوط و احوی فی شریح لمنیۃ الکبیر هو الذی صحیحہ المحققون و فرعوا علیہ فاعمل بما تختار والاحتیاط اولیٰ سیما فی امر الصلاة التي هی اول ما یحاسب العبد علیہا اور وقت و وصل کی غلطی کوئی چیز نہیں یہاں تک کہ اگر وقت لازم پر نہ ٹھہرا کر کیا مگر نماز نہ گئی فی العلم لکبریہ ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لو لم یقف عند قوله اصحاب النار بل وصل بقوله الذین یحملون العرش لا تقصد لکنہ قبیح ہکذا فی الخلاصۃ حلیم میں ہے صریح غیر واحد منهم صاحب الذخیرۃ علی ان الفتویٰ علی عدم الفساد بکل حال لان فی مراعاة الوقت والوصل والا ابتداء ایقاع الناس فی الحرج خصوصاً فی حق العوم والخرج مدفوع شرعاً یوہی ضمیمہ میں الف مسموع نہ ہونا مفسد نہیں لما صرح بہ القنیۃ ان من العرب من ینکفی عن الالف بالفتح والیاء بالکسرة والواو بالضمۃ تقول اعذ بالله مکان اعوذ بالله قلت وعلیہ یخرج ما صرح بہ فی الغنیۃ ان حذف الیاء من تعالیٰ فی تعالیٰ جد ربنا لا تقصد اتفاقاً اسی طرح حروف و کلمات کا فروگذاشت ہو جانا بھی دواماً موجب فساد نہیں ہوتا بلکہ اسی وقت کہ تغیر معنی کرے کما هو ضابطۃ الاکثۃ المتقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ بالجملہ اگر حافظہ مذکور سے وہ خطائیں جو مفسد نماز ہیں واقع نہیں ہوتیں تو نماز اس کے پیچھے درست اور ترک جماعت کے لیے یہ عذرنا مسموع اور اگر خطایائے مفسدہ صادر ہوتے ہیں تو بیشک وہ نماز نماز ہی نہیں نہ وہاں ثواب کی گنجائش بلکہ العیاذ باللہ عکس کا خوف ہے نہ اہل محلہ کو دوسری مسجد میں جانے کی حاجت کہ تہی مسجد جو ان پر حق رکھتی ہے ہنوز محتاج نماز و جماعت ہے نماز فاسد کا تو عدم وجود شرعاً یکساں پس اگر ممکن ہو تو دوبارہ جماعت وہیں قائم کرے ورنہ آپ ہی مسجد میں تنہا پڑھ لے کہ حق مسجد ادا ہو کما افادہ فی الفتاویٰ الحنائیۃ و فیہا ایضاً مودن بمسجد لا یحضر مسجدہ احد قالوا ہو یؤذن ویقیم ویصلی و ذاک احب من ان یصلی فی مسجد اخر اور اگر یہ صورت ہو کہ حافظہ مذکور فرضوں میں قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے اور خطایائے مفسدہ صرف تراویح میں بوجہ غفلت و بے احتیاطی واقع ہوتی ہیں تو فرض میں اس کی اقتدا کرے تراویح میں وہی حکم ہے ورنہ صورت فساد فرضوں میں بھی اقتدا درست نہیں۔

کما لا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۴، ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام یا منفذ تیسری یا چوتھی رکعت میں کچھ قرأت جہر سے پڑھ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں۔ بنیوا توجروا۔

الجواب

اگر امام ان رکعتوں میں جن میں کھڑے پڑھنا واجب ہے جیسے ظہر و عصر کی سب رکعات اور شام کی کچھیل دو اور مغرب کی تیسری اتنا قرآن عظیم جس سے فرض قرأت ادا ہو سکے (اور وہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں ایک آیت ہے) بھول کر آباد پڑھ جائے تو بلاشبہ سجدہ سہو واجب ہوگا اگر بلا عذر شرعی سجدہ نہ کیا یا اس قدر قصداً آباد پڑھا تو نماز کا پھیرنا واجب ہے اور اگر اس مقدار سے کم مستحلاً



اپنے سر لیتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ البتہ اگر ایسا ہو کہ تاحداونی امید کہ شیخص ہمیشہ برابر ات دن تصحیح حرت میں کوشش بلنج کی جائے اور باد صفت بقائے امید واقعی محض طول مدت سے گھبر کر نہ چھوڑے اور واجب الحمد شریف کے سوا اول نماز سے آخر تک کوئی آیت یا سورۃ یا ذکر وغیرہ اصلاً ایسی چیز نام کو نہ پڑھے جس میں ح آتی اور اسے ہ پڑھنے سے نماز جاتی ہو بلکہ قرآن مجید کی وہ سورتیں اختیار کرے جن میں ح نہیں جیسے سورۃ کافرون سورۃ ناس اور ثنا و تسبیحات رکوع و سجود و تہجد و درود وغیرہ کے کلمات میں جن میں ایسی ح آئی ہے ان کے مرادفات و مقاربات سے بدل لے مثلاً بجائے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَقْدَسُكَ اللَّهُمَّ مِثْلًا عَلَيْكَ وَعَلَى هَذَا الْقِيَاسِ اور اسے کوئی شخص صحیح خواں ایسا نہ ملے جس کی اقتدا کرے اور جماعت بھر کے سب لوگ اسی کی طرح ح کو ہ پڑھنے والے ہوں تو البتہ جب تک کوشش کرتا رہے گا اس کی بھی صحیح ہوگی اور ان سب اس کے مانندوں کی بھی اس کے پیچھے صحیح ہوگی اور جس دن باد صفت امید تنگ آکر کوشش چھوڑی یا صحیح القراءۃ کی اقتدا ملتے ہوئے تنہا پڑھی یا امامت کی اسی دن اس کی بھی باطل اور اُس کے پیچھے سب کی باطل اور جبکہ معلوم ہے کہ یہ شرائط متحقق نہیں تو حکم وہی ہے کہ جمعہ وغیرہ جمعہ کسی میں نہ اس کی نماز درست نہ اس کے پیچھے کسی کی درست یہ جو کچھ مذکور ہوا یہی صحیح ہے یہی راجح یہی مختار یہی مفتی بہ اسی پر عمل اسی پر اعتماد واللہ الہادی الی سبیل الرشاد در مختار میں ہے لا یصح اقتداء غیر الا لثب بہ وحمد الجلی وابن الشننہ انہ بعد بذل جہدہ دائماً حتماً کالامی فلا یؤم الا مثلاً ولا تصح صلاتہ اذا ما مکنہ الاقتداء بمن یحسہ او ترک جہدہ او وجد قدراً لفرض مما لا یلغ فیہ هذا هو الصحیح المختار فی حکم الا لثب وکن امن لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف اء ملقطاً فتاویٰ محقق علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزالی ترمذی میں ہے الراجح المفتی بہ عدم صحیحۃ الامامۃ الا لثب لغیرہ رد المختار میں ہے من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف کالوہمن الہیثم والشیطان الرجیم والامین وایاک نابدا وایاک نستعین، السباط، انا مت نکل ذلک حکمہ ملہ من بذل الجہد دائماً والا فلا تصح الصلوۃ بہ ملخصاً حاشیہ طحاویہ میں زیر قولہ بذل جہدہ دائماً ہے قولہ دائماً ای اثناء اللیل واطراف النہار کما مر عن الفقہستان فی رد المختار میں ہے قولہ دائماً ای فی اثناء اللیل واطراف النہار فہا دام فی التصحیح والتعلم ولم یقدر علیہ فضلاتہ جائزۃ وان ترک جہدہ فضلاتہ فاسدۃ کما فی المحيط وغیرہ قال فی الذخیرۃ وانہ مشکل عندی لان ما کان خلقہ فالعبد لا یقدر علی تغییرہ تامہ فی شرح المذنیۃ غنیہ میں ہے قال صاحب المحيط المختار للفتویٰ انہ ان ترک جہدہ فی بعض عمرہ لا یسعہ ان یترب فی باقی عمرہ ولو ترک نفس صلاتہ قال صاحب الذخیرۃ انہ مشکل عندی الخ و ذکر فی فتاویٰ الحجۃ ما یوافق المحيط فانہ قال علی جواب الفتاویٰ الحسامیۃ ما داموا فی التصحیح والتعلم باللیل والنہار جازت صلاتہم واذا ترکوا الجہد فسدت ام وبعینہ فی فتاویٰ قاضی خان فالحاصل ان اللثب یجب علیہم الجہد دائماً ہذا هو الذی علیہ الاعتماد ام ملخصاً خلاصہ میں ہے اذا کان یجتہد اثناء اللیل والنہار فی تصحیحہ ولا یقدر علی ذلک فضلاتہ جائزۃ وان ترک جہدہ فضلاتہ فسدت الا ان یجعل العزم فی تصحیحہ ولا یسعہ ان یترب جہدہ فی باقی عمرہ اسی طرح فتح القدیر فضل القراءت اور اسی کے قریب مراقی الفلاح میں ہے حلیم میں ہے الا ان ہذہ الشئ الثانی کما قال صاحب الذخیرۃ مشکل لان ما کان خلقہ فالعبد لا یقدر علی تغییرہ قلت وکن اذا کان لعارض

لیس مما یزول عادة واذا كان كذلك فلا یعول فی الفتوی علی مقتضی هذا الشرط ومن ثم ذکر فی خزائن الاكمل فی سیاق النقل عن فتاویٰ ابی اللیث لو قال الھمد لله او كل هو الله احد جازاذا لم یقدر علی غیر ذلك او بلسانه عقلة قال الفقیہ فان لم یکن بلسانه عقلة ولكن جرى علی لسانه ذلك لا تقصد انتمی فلم یذکر هذا الشرط وان كان بعد ذلك ذکرة عن ابراهیم بن یوسف والحسین بن مطیع۔ اسی میں ہے قد عرفت انفا انہ لا ینبغی اشتراط الاجتہاد فی ذلك لمن ہو فیہ خلقة او لعارض لیس مما یزول عادة صحطاوی حاشیہ مرقی الفلاح میں ہے کلام ابن امیر الحاج یفید ان هذا الشرط فیہ خلاف والا کثر لم یدکر وہ لان فیہ حرجا عظیما اہ اقول ورایتنی کتبت علی هامش حاشیتہ علی المرقا ما نصہ اقول رب ما کان خلقة یتبدل بال تکلف ورب ما لا یتوقع یاتی الجھد فیہ بالفرج ولعل القول الفصل ایجاب الجھد ما کان یرجی التعلم ولورجاء ضعیفا فاذا لیس تحقیقا لا تبر ما وسعه الترتک لا یکلف الله نفسا الا وسعها وفیرعاية الجانبین ویؤید عدم اشتراط اداۃ الجھد ما فی الحلیۃ عن خزائن الاكمل اذا قرأ مکان الناء ضادا او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن ان یقال ان تعدد ذلك تبطل صلاة عالما کان او جاهلا وان جرى علی لسانہ اولم یکن یمیز بین الحرفین فظن انہ ادی الکلمۃ کما ہی جازت صلاتہ وهو قول محمد بن مقاتل وبہ کان یفتی الشیخ اسمعیل الزاهد لان السنۃ الاکراد واهل السواد والا تراث غیر طائفة فی مخارج هذه الحروف فی ذلك حرج عظیم والظاهر ان هذا المجمل ما فی جمیع الفتاوی اہ باختصار فقد عذرهم بجزهم ولم یلزمهم اداۃ جھد ولئن تثبت فضاک تجدد شواہدہ بوفرو کثر والله یحب الیسر ویقبل العذر وهو سمحہ وتعالی اعلم صغیری میں ہے لو قرأ الھمد لله بالہما مکان الحاء حکم فیہ کالحکم فی الا لئیع علی ما یاتی قریبا اہ ملخصا پھر فرمایا المختار فی حکمہ انہ یمجب علیہ بذل الجھد دائما فی تصحیح لسانہ ولا یعد فی ترکہ وان کان لا یطلق لسانہ فان لم یجد ایتہ لیس فیہا ذلک الحرف الذی لا یحسنہ تجوز صلاتہ بہ ولا یؤمر غیرہ فہو بمنزلۃ الامی فی حق من یحسن ما عجزہ عنہ واذا امکنہ اقتداء بہن یمحسنہ لا تجوز صلاتہ منفردا وان وجد قد ما تجوز بہ الصلاة مما لیس فیہ ذلک الحرف الذی عجز عنہ لا تجوز صلاتہ مع قرأۃ ذلک الحرف لان جواز صلاتہ مع التلفظ بذلک الحرف ضروری فینعدم بالغد امر الضرورة هذا هو الصحیح فی حکم الا لئیع ومن بمعناۃ مسن تقدم انفا ولوالجہ میں ہے ان کان یمکن ان یتخذ من القرآن آیات لیس فیہا تلک الحروف یتخذ الا فاتحۃ الکتاب فانہ لا یدع قرأتھا فی الصلاة انتھی اقول ولا منشأ لاستثناء الفاتحۃ الا الاختلاف فی رکنیتھا فیترا ائی لی تقيید ذلك فی المکتوبات بالاولیین حتی لو قرأ فی الاخریین فسدت والله تعالی اعلم

مسئلہ - از سہرام مرسلہ مولوی محمد نور صاحب ولایتی ۱۳۰۹ ہجری

خلاصہ فتویٰ مرسلہ مولوی صاحب مذکور کہ بہر تصدیق نزد فقیر آمدہ

ماہرین شریعت پر پوشیدہ نہ رہے کہ ضاد مشتبہ الصوت ہونا ساتھ ظلمت مجھے کے جملہ کتب تفسیر وفقہ و صرف و تجوید سے ثابت ہے بخلاف وال کے کہ ضاد اور وال میں سات صفوں کا فرق ہے اور قاعدہ کلیہ جملہ کتب فقہیہ کا یہ ہے کہ جن دونوں حرفوں میں فرق باسانی ممکن ہے اُس کے بدل جانے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اگر فرق دونوں میں مشکل ہے تو اکثر کا مذہب یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی مذہب متاخرین کا



معتدل و پسندیدہ ہے اور مذہب متقدمین کا یہ ہے کہ ضاد کے ظا پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہوتی ہے پس لفظ ولا الضالین کی جگہ  
 ذالین پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور ظا پڑھنے سے اکثر کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی اور اسی پر فتویٰ ہے۔ حاصل یہ  
 کہ جس شخص سے مخرج ضاد کا نہ آوے وہ ظا پڑھے ہذا هو الحق والصواب تو مسلمانوں کو چاہیے کہ بہت جلد اس کے عامل ہو جائیں واللہ  
 اعلم بالصواب فی الواقع یہ مذہب مختار جمہور ضاد کی جگہ ظا پڑھے گا یا ذال نماز فاسد نہ ہوگی واللہ اعلم بالاحسان محمد عبدالحی کھنوی

الجواب

### اللهم هداية الحق والصواب - بسم الله الرحمن الرحيم

اس قدر تجوید جس کے باعث حرف کو حزن سے امتیاز اور تبیس و تبدیل سے احتراز حاصل ہو و اجبات عینہ و اہم ہما نشیہ  
 سے ہے آدمی پر تصحیح مخارج میں سعی تام اور ہر حرف میں اُس کے مخرج سے ٹھیک ادا کرنے کا قصد و اہتمام لازم کہ قرآن مطہر بن  
 ما نزل اللہ تعالیٰ پڑھے و ساد اللہ مد اہنت و بے پرواہی کہ آج کل کے عام بلکہ یہاں کے کثیر بلکہ اکثر خواص نے اپنا شعار کر لیا فقیر نے  
 بگوش خود بعض مولوی صاحبوں کو پڑھتے سنا قل ہوا اللہ ابد حالانکہ نہ ہرگز اللہ احد نے ہر فرمایا نہ امین وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہد  
 پہنچا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہد پڑھایا پھر اسے قرآن کیونکر کہا جائے فان اللہ وانا الیہ راجعون حاشا فتویٰ  
 متاخرین پر دانہ بے پرواہی نہیں! باوصف قدرت تعلم تعلم نہ کرنا اور براہ سہل انگاری غلط خوانی قرآن پر مصر و تہادی رہنا کون جائز رکھے گا  
 اتقان شریف میں ہے من المهمات تجوید القرآن وهو اعطاء الحروف حقوقها وادخال الحروف الی مخرجہ واصلہ ولا شک ان  
 الامۃ کما ہم متعبدون بفہم معانی القرآن واقامۃ حدودہ ہم متعبدون بتصحیح الفاظہ واقامۃ حروفہ علی الصفتہ المتعلقۃ  
 من ائمۃ القراءۃ المتصلۃ بالحضرة النبویۃ وقد عد العلماء القراءۃ بغير تجوید لحنًا اور احسن الفتاویٰ فتاویٰ برازیہ وغیرہ میں  
 ہے ان اللحن حرام بلا خلاف غلط پڑھنا بالاجماع حرام ہے ولہذا اللہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے اگر کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہو تو  
 اُس کی تصحیح و نظم میں اس پر کوشش واجب بلکہ بہت غلبانے اس سے کہ کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ عمر بھر روز و شب ہمیشہ جد کیے جائے  
 کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں یجب علیہ بذل الجہد والٹانی تصحیح لسانہ ولا یعد  
 فی ترکہ تمنا فی وطمناوی وغیرہ میں ہے دانشا ای اثناء اللیل واطراف النہار اسی طرح اور کتب کثیرہ میں ہے تو کیونکر جائز کہ  
 جد و سعی بالانے طاق سرے سے حرف منزل فی القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمدًا اُسے شروک و ہجر۔ اور اپنی طرف سے دوسرا حرف  
 اُس کی جگہ قائم کر دیں فقیر کہتا ہے عفو اللہ تعالیٰ نہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہو چکا کہ قرآن ہم نظم و معنی جمیعاً بلکہ ہم نظم من حیث الارشاد  
 الی المعنی ہے اور نظم نام حروف علی ہذا الترتیب المعروف اور حروف باہم قیام اور تبدیل جز قطعاً مستلزم تبدیل کل کہ مولف من مباحث  
 یقیناً غیر مولف من مباحث آخر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل عمدی اور تحریف کلام اللہ میں کتنا تفاوت مانا جائے گا۔ لاجرم امام  
 اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضل و امام برہان الدین محمود بن الصدر السعید وغیرہما اجلہ کرام نے تو یہاں تک حکم دیا کہ جو قرآن عظیم میں عرض  
 کی جگہ ظ پڑھے کا فر ہے اقول ولا حاجۃ الی استثناء (وما هو علی الغیب بضنین) فان ہما لیس اقامۃ الظاء مقام الضاد

لان المقام ليس مقام الضاد خاصة بل مقامهما جميعا لان اللفظ قرئ بهما في القرآن فكان مثل صراط وسراط وبسطه وبسطه وبيسط ويبيسط ومصيطر ومسبط الى اشباه ذلك بخلاف ضالين وظالين ومجبل ومجبل فانه تبدل محيط في سئل الامام الفضلي عن يقرأ الظاء المعجمة مكان الضاد المعجمة او على العكس فقال لا يجوز امامته ولو تعدد كيف منح الروض في كونه تعدد كلف الا كلام فيه الخ پس جزا لازم کہ ہر حرف میں خاص صوت منزل من عند اللہ ہی کی ادا کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اُسے نکالنا چاہیں پھر وجہ عسرحرف وقصور لسان اگر غلط ادا ہو تو مغلض میں کہ عسرحرف ہے تیسیر اعلیٰ الامۃ فتویٰ بعض متاخرین پر عمل کر کے صحت نماز کا حکم دینا بیہودہ نہیں بلکہ محبوب ہے کہ شارع علیہ السلام کو تیسیر و آسانی مطلوب و مرغوب ہے قال المولیٰ سبحنہ و تعالیٰ یرید اللہ بکلمہ اللیس و لا یرید بکلمہ العسری وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیسوا ولا تعسروا ولا تشقوا ولا تخرجوا الا لئمة احمد والشیخان عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر ایسی حالت میں عند الانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباه اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہو سکتی کہ جو خلاف قصد ہے اختیاری نہیں اور جو اختیاری نہیں اس پر حکم جاری نہیں اور اگر اپنی طرف سے خاص مادہ اصل غلط کا حکم دیکھیے تو یہ وہی تعدد غلط ہے کہ یقیناً ممنوع و لہذا علامہ شامی قدس سرہ السامی نے عبارت تا نا رخانیہ اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قرب الا ان فیہ بلوی العامة کالذال مکان الضاد او الزاء المحض مکان الذال والطاء مکان الضاد لا تقصد عند بعض المشائخ نقل کر کے فرمایا قلت فینبغی علی هذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سینا والقات همزة کما هو لغة عوام زماننا فافهم لا یمیزون بینہما ویصعب علیہم جدا کالذال مع الزاء ولا سینا علی قول القاضی ابی عاصم و قول الصغار و هذا کلمہ قول المتاخرین وقد علمت انه اوسع وان قول المتقدمین احوط قال فی شرح المنیر وهو الذی صححہ المحققون و فرعوا علیہ فاعمل بما تختار و لا احتیاط اولی سینا فی امر الصلوۃ التی ہی اول ما یحاسب العبد علیہا اس تحقیق این سے ظاہر ہوا کہ تعدد ظاد کا جزئہ دواؤ کا کہ نہ وہ ظاہر نہ دال مغنم اور بعد قصد ض و ارادہ حرف صحیح و استعمال مخرج معین براہ غلط جو کچھ ادا ہو تیسیر صحت نماز پر فتویٰ لتعسی المرعی و نکثر البلوی ہذا ما عندی فلننظر نفس ما ذا تری ہندیہ و حلیہ و خزائنہ الا کل میں ہے ان جری علی لسانہ و لا یعرف التمییز لا تقصد هو اختار و جیر کر دی میں ہے ہو اعدل الاتاویل و هو المختار و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم عز شانہ احکم۔

مسئلہ۔ مسئلہ جناب نواب مولوی سید سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ از بریلی سہ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ در صورت ذیل حکم نماز چیست عام از انکہ فرض بود یا نقل کہ در ہر رکعت یہاں سورت تکرار کر دین۔

### الجواب

بے ضرورت در فرض مکروہ تشریحی است پس شاید در ادوی قرأت ناس را تعدد کردن تا حاجت بتکرار نیفتد اما اگر خواند سہو یا عمدنا چار دہ تا نیم تیرہ جہوں باید خواند کہ قرأت معکوسہ سخت زائد نکمار است بخلاف ختم کنندہ قرآن عظیم کہ ادا باید در رکعت اولی تا ناس خواندن و در ثانیہ از المرتبہ مغلطون محدث الحال المر تل کذا فی الخط و رد المحتار اقول و انچہ مراد نیست کہ بحالت ختم قرآن مجید میں خود نکس و عکس نیست بلکہ از سر گرفتن باشد چنانکہ لفظ حال و مر تل نیز بر آں دلیل است فافهم و اللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئله -** در یک رکعت چند سورت خواندن

**الجواب**

در رکعتی زیاده بر یک سورت خواندن در فرائض نباید اما اگر کند مکروه نباشد بشرط اتصال سورت و اگر سورت متفرقه در رکعتی جمع کند مکروه باشد کما فی الغنیه ثم رد المحتار اقول وبجالت امامت بشرط دیگر نیز است و آن عدم تشقیل بر مقتدی در ذکر اهمیت تحریمی است والله تعالی اعلم

**مسئله -** یک سورت فرو گذاشته خواندن

**الجواب**

سورت متروکه اگر مدید است که بر تقدیر قرائتش در ثانیه اطالت بینه ثانیه بر ادلی لازم آید پس ازان گذشته سورت ثالثه خواندن باک ندارد چنانکه در ادلی والیتین و در ثانیه قنار در در فرائض مکروه چنانچه نصر و اخلاص و اگر دو سورت در میان باشد مضائقه نمی بچو نصر و فلق والله تعالی اعلم -

**مسئله -** در یک رکعت یک سورت یا یک آیت چند بار خواندن

**الجواب**

چون تکرار یک سورت در دو رکعت و دو سورت در یک رکعت هر دو در فرائض نابالسته بود تکرار یک سورت در یک رکعت ادلی نباشد چنانچه تکرار آیت خاصه موجب اطالت ثانیه بر ادلی باشد و کل ذلك خلاف المأثور والمتواتر فی الفرائض فاما کراهت تحریم و حجه نیست جز در فاتحه که در رکعتین اولین پیش از قرات سورت اعاده کل یا اکثر او کند اقول لتقویت واجب الضم پس اگر عاده است اعاده نکند و اگر ساهی است سجده سهو بخلاف تکرار فاتحه در آخرین اقول لعدم الضم فیها یا بعد سورت در اولین اقول لمحصل الضم من قبل و لا یجب الركوع اثر السورة بل کل تلا من القرآن کان له ان یتکوه اقول و از صورت تشقیل بر مقتدی غافل نباید بود که همچو سورت زائد بر قدر سنون است پس اگر گرانی آورد مطلقاً ناجائز و مکروه تحریمی باشد این حکم عام است مفرضه و نافله همه را پس هر جا از صورت جواز مستثنی بایش فحمید والله تعالی اعلم

**مسئله -** از یک سورت طویل آیات متفرقه در رکعات خواندن مثلاً در ادلی آیت الکرسی و در ثانیه آمن الرسول -

**الجواب**

این چنین قرات در دو رکعت جائز است و کراهت ندارد بشرط آنکه میان هر دو موضع فصل کم زود آیت نباشد فاما بهتر آنست که بے ضرورت این هم نکند لاندیه هم الاعراض عن بعض والمعایذ بالله تعالی و اگر همین فصل یک آیت است یا در رکعت واحد بے ضرورت از کتاب این معنی کرد مکروه است اگر چه فصل چندین آیات باشد اقول و گمان دارم که نقل درین باب مخالف فرض نباشد لما ذکو فی فتح القدیر من قوله صلی الله تعالی علیه وسلم لبلال رضی الله تعالی عنه اذا ابتدأت سورة فاتمها علی نحوها قال لما سمعہ یتنقل فی التمجید من سورة الی سورة کما رواه ابوداؤد وغیره فقول صلی الله تعالی علیه وسلم هذا کما کان یفیا عن الانتقال من سورة الی سورة کذا فاد النخی عن الانتقال من آیه الی اخوی ایضاً یا ادلی و لکن لی فیہ کلام سیاقی والله تعالی اعلم

**مسئلہ -** سورت منکوس خواندن -

**الجواب**

بالقصد ناجائز و ممنوع است در حدیث بران تہدید شد یہ فرمودہ اند اگر سہواً باشد چنانکہ در اولی نصی خواندہ در ثانیہ قصد فلق داشت کہ بجائے قل اعوذ بکلمہ قل یا بر زبان رفت انگاہ ہمیں سورت کا فردن با تمام رساند و نکند ایں را گذاشتہ سورت دیگر گزشتن بے ضرورت مکروہ است پس ایں رجوع باشد از عدم کراہت بکراہت و ہو کما توی سخن گفتنی ماند از آنکہ ایں معنی در نقل ہم مکروہ باشد یا خیر در محکمہ بتبیت خلاصہ ایں را و چیزے چند از جنس ایں را کہ در فرائض کراہت داشت ذکر کردہ میگوید ولا یکدرہ فی النقل مثنی من ذلک اما امام محقق حیث اطلاق فرمودہ عندی فی ہذا الکلیۃ نظر علامہ علی محشی در ہم در مسئلہ دائرہ بریں کلیہ معترض آمد کہ قرأت منکوس بیرون نماز مکروہ و ممنوع است و نقل چہاں مکروہ نباشد **اقول** و ہو حسن ظاہر و ما اجاب عنہ العلامة الطحطاوی و اقرہ العلامة الشامی و بالجملۃ فالاحوط الاحتراز والله تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ انتم و احکم

**مسئلہ -** کسی و بیشی در قرأت رکعات کردن -

**الجواب**

اطالت ثانیہ بر اولی در فرائض مکروہ است بالاتفاق و در نوافل علی الاصح و عکس آں را در نوافل کراہت نیست و در صبح نیز جائز است بالاتفاق و الاطلاق یعنی ہر چہ تعویل کند باک نباشد و بقدر ثقت خود مستحب است و بعضے تا نصف گویند و زیادہ بر آں باوصف جواز خلاف اولی است و در غیر فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہمہ جا اطالت اولی باید و شیخین رضی اللہ تعالی عنہما یہ تسویہ رفتہ اند و فتویٰ مختلف است و باید کہ ارجح و اوجہ قول شیخین باشد فان کلام الامام امام الکلام واللہ تعالی اعلم -

**مسئلہ -** پس سورت اسائے الہی ضم کرد -

**الجواب**

در فرائض مکروہ است ہر سوال و استعاذہ نزدکات ترغیب و ترہیب و در نوافل نیز لتغییر نظم الصلاۃ و انچہ وارد و ثابت باشد کما فی صلاۃ التسبیح قال فی رد المحتار والظعن فی ندایا بان فیہا تغیر النظم الصلوۃ انما یتاقی علی ضعف حدیثہا فاذا ارتقی الی درجۃ الحسن اثبتہا وان کان فیہا ذلک لا واللہ تعالی اعلم -

**مسئلہ -** ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو متولی صاحب اور اہل محلہ نے جو نماز پڑھنے مسجد میں آئے ہیں امام کیا اللہ ریدہ حروف کو مخارج سے ادا کرتا ہے اب اُس میں چند آدمی یہ کہتے ہیں کہ تم ضاد نہیں پڑھتے بلکہ ضاد کو مشابہ ظاء کے پڑھتے ہو اور زید کہتا ہے کہ میں مخارج سے ادا کرتا ہوں اور تم لوگ زبان کو دانتوں سے لگا کر نکالتے ہو وہ (د) ہے اور میں ڈاڑھ سے زبان کی نوک لگا کر نکالتا ہوں وہ ضاد ہے اور ایک شخص کہی نماز پڑھا دیتا ہے ضاد کو مخارج دے دے اور کہتا ہے آیا ان میں کس کے پیچھے نماز جائز ہوگی صاحب

فرمائیے کلام اللہ و حدیث رسول اللہ سے - بینوا توجروا

الجواب

ظاد اور ذؤاد دونوں محض غلط ہیں اور اس کا مخرج بھی زبان کو دانتوں سے لگا کر ہے نہ زبان کی نوک کو داڑھ سے لگا کر بلکہ اس کا مخرج زبان کی ایک طرف کی کرٹ اسی طرف کی بالائی داڑھوں سے مل کر درازی کے ساتھ ادا ہونا اور زبان اور ہونٹ کو اٹھ کر تالو سے ملنا اور ادا میں سختی و قوت ہونا ہے اُس کا مخرج سیکھنا مثل تمام حرفوں کے ضروری ہے جو شخص مخرج سیکھ لے اور اپنی قدرت تک اُس کا استعمال کر لے اور ظ یا د کا قصد نہ کرے بلکہ اسی حرف کا جو عز و جل کی طرف سے اُترا ہے پھر جو کچھ نکلے بوجہ آسانی صحت نماز پر فتویٰ دیا جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نمازیں ضاۃً کو مشتبہ بظا پڑے تو اُس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں اور اُس شخص کا کیا حکم ہے - بینوا توجروا

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

یہ حرف دشوار ترین حرف ہے اور اس کی ادا خصوصاً عجم پر کہ اُن کی زبان کا حرف نہیں سخت مشکل مسلمانوں پر لازم کہ اُس کا مخرج صحیح سے ادا کرنا سیکھیں اور کوشش کریں کہ ٹھیک ادا ہو اپنی طرف سے نہ ظاد کا قصد کریں نہ ذؤاد کا کہ دونوں محض غلط ہیں اور جب اُس نے حسبِ دمع و طاقت جہد کیا اور حرف صحیح ادا کرنے کا قصد کیا پھر کچھ نکلے اُس پر مواخذہ نہیں لایکلف اللہ نفساً الا وسعها خصوصاً ظا سے اس حرف کا جدا کرنا تو سخت مشکل ہے پھر ایسی جگہ ان سخت حکموں کی گنجائش نہیں تکفیر ایک امر عظیم ہے لایخرج الانسان من الاسلام الا متعمداً ما ادخله فيه اور مجبور متاخرین کے نزدیک ضاۃً نماز کا بھی حکم نہیں رد المختار ان کا نہ الخطا ابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینہما بلا کلفة كالصاد مع الطاء فانفقوا علی انہ مفسدان لم یکن الا بمشقة كالظاء مع الصاد فاکثر هم علی عدم الفساد لعموم البلوی اھ ملخصاً وفي الدار المختار الا ما یشتق تمییزہ كالصاد والظاء فاکثر هم لم یفسدوا اور انہ مقدمین بھی علی الاطلاق حکم فساد نہیں دیتے عجب کی بات یہ ہے کہ ابنائے زمانہ ان باتوں میں بے طور جھگڑتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں حالانکہ اصول ایمان و اہمات عقائد میں جو فتنے طوائف جدید پھیل رہے ہیں اُن سے کام نہیں رکھتے اور لطف یہ ہے کہ وہ جہاں جن سے سہل حرف بھی ٹھیک ادا نہیں ہوتے ظاد اور ذؤاد پر کٹے مرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم اہل اسلام کو نیک و فقیہ عطا فرمائے - ہاں اگر کوئی معاند بد باطن بقصد تفسیر کلام اللہ و تبدیل حق منزل سے اللہ اس حرف خواہ کسی حرف کو بدلے گا تو وہ بیشک اپنے اس قصد خبیث کے سبب حکم کفر کا مستحق ہوگا اس میں ظاد و ذؤاد وسین صا د ب برابر ہیں و هذا هو المحمل التعمد الذکور فی کلام الامام الفضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مغرب میں رکوع لے کر صدق اللہ رسولہ پڑھ رہا تھا جب فی الانجیل تک پڑھ لیا آیت ہمارہ ۲۷ کا مشابہ لگا اُس کے بند یہ آیت انما یزید اللہ لہ ذلک پڑھی پھر جب یاد آیا اُسے چھوڑ کر مقام اصل سے شروع کیا

اور نماز ختم کی اور سجدہ سو نہ کیا اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں اور سجدہ سہولاً کیا تھا یا نہیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

نماز ہوگئی اور سجدہ سو کی بھی حاجت نہ تھی اگر بقدر ادائے رکن سوچتا نہ رہا ہو ہاں اگر بھولا اور سوچنے میں اتنی دیر خاموش رہا جس میں کوئی رکن نماز کا ادا ہو سکتا ہے تو سجدہ سہولاً کیا گیا کما فی الدار المختارہ وغیرہ اگر نہ کیا تو نماز جب بھی ہوگئی مگر ناقص ہوئی پھر یاد جبکہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۶ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ امام جب نماز میں کھڑا ہو کر قرأت شروع کرے اگر اس وقت بعد از پڑھنے قرأت بند ہونے کی وجہ سے گلا صاف کرنے کے لیے کھانسا تو نماز جائز ہو جائے گی عمرو کہتا ہے کہ نہیں خواہ کسی حالت میں ہو یا عذر یا بلا عذر اگر پے درپے تین مرتبہ کھانسا تو نماز باطل ہو جائے گی اس مسئلہ میں کون حق پر ہے۔ بینوا توجروا

### الجواب

صورت مذکورہ میں نماز میں اصلاً کچھ خلل نہ آیا کھانسا کھنکارنا جبکہ بعد یا کسی غرض صحیح کے لیے ہو جیسے گلا صاف کرنا یا امام کو سہو پر متنبہ کرنا تو مذہب صحیح میں ہرگز مفسد نماز نہیں فی الدار المختارہ فی المعصبات (والمتخلف بلا عذر) اما بہ بان نشأ من طبعہ فلا (لو بلا غرض صحیح) فلو لتخین صوته اولیٰ مقتدی امامہ اولاً علامانہ فی الصلاۃ فلا فساد علی الصحیح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۷ مرسلہ جناب حافظ مولوی امیر اشرف صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۱۵ھ ہجری

بیضادی میں قرأت بضنین کو بتایا اور ضاد کا مخرج اور ظا کا اس سے محشی اشارہ بتاتا ہے قرأتین واحدہ کی جائیں اس کے متعلق جو جو حاشیے یا شرح ہوں ان میں سے یہ بات بتائی جائے کہ کوئی باوجود مخرجین جدا ہونے کے اور استعلا و اطباق میں ایک ہونے کے مشتبہ الصوت کون کون بتاتا ہے اور اس قضیہ کا کیا حال ہے صرف مشتبہ الصوت مان لینے سے ظوا یا دوا صحیح ہو سکتا ہے فقہانے دوا دغیم اور ظوا دوا دستجن کا صریح حکم کیا بتایا ہے۔ بینوا توجروا

### الجواب

ض وظ کا قدرے مشتبہ الصوت ہذا یقینی ہے یہاں تک کہ تمیز و شواہد مگر نہ یہ ظ جو عامہ عوام کالتے ہیں یہ ذمغم ہے ظ جب اپنے مخرج سے صحیح طور پر بھاریت استعلا و اطباق لسان ادا کی جائے گی ضرور شاہ الصوت بعض ہوگی یہاں تک کہ اگر استعلا واقع ہو جائے دوا نہ مستحسن ہے نہ مستجن بلکہ محض غلط اسی طرح دوا د اور صحیح ظوا د بھی نہیں فقہائے کرام سب کا ایک حکم دیتے ہیں کہ بحالت فساد معنی نماز فاسد جیسے منظوب و مفدوب اور بحالت صحت معنی صحیح جیسے ظالین دوا لیں کما فی الغنیہ وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۸ از شرک رکب ضلع اڑیسہ بخشی بازار مرسلہ شیخ طاہر محمد بن عثمان صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر یری محبشریٹ کی امامت جائز ہے یا نہیں اور جو ترتیل سے پڑھے اس کی امامت جائز یا ناجائز اور نیز ترتیل کی حد معلوم ہو۔ بینوا توجروا



## الجواز

ترتیل کی تین حدیں ہیں ہر حد اعلیٰ میں اُس کے بعد کی حد ماخوذ و ملحوظ ہے **حد اول** یہ کہ قرآن عظیم ٹھہر ٹھہر کر باہستگی تلاوت کرے کہ سامع چاہے تو ہر کلمے کو جدا جدا گن سکے کما قال تعالیٰ ورتلناہ ترتیلاً ای انزلناہ نجماً فجاء علی حسب ما تجددت الیہ حاجات العباد ومثلہ قولہ تعالیٰ وقراناہ فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث وتزلناہ تنزیلاً الفاظہ تغنیم اداہوں حروف کو اُن کی صفات شدت و جہد و امثالہما کے حقوق پورے دیے جائیں اظہار و اخفا و تغنیم و ترقین و غیرہ محضات کا لحاظ رکھا جائے یہ سنون ہے اور اس کا ترک مکروہ فائید اور اس کا اہتمام فرائض واجبات میں تراویح اور تراویح میں نفل مطلق سے زیادہ جلالین میں ہے رتل القرآن تثبت فی تلاوتہ کمالین میں ہے امی تان واقراء علی تودۃ من غیر تعجل بحیث یتمن السامع من عداایاتہ وکلماتہ اتقان امام سیوطی میں برہان امام زکشی سے ہے کمال الترتیل تغنیم الفاظہ والا بانه عن حروفہ وان لا یدغم حرف فی حرف وقیل هذا قلہ اسی میں ہے لیسن الترتیل فی قراءۃ القرآن قال اللہ تعالیٰ ورتل القرآن ترتیلاً وروی ابو داؤد وغیرہ عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نعتت قرأۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مفسرۃ حروفاً الخ حدیث میں ہے لا تنثروہ نثر الدقل ولا تخذوہ هذا الشعور فوا عند عجائبتہ وحکماء بہ القلوب ولا یکن ہم احدکم اخر السورۃ یعنی قرآن کو سوکے چھو ہاروں کی طرح نہ مجاؤ (جس طرح ڈالیاں ہلانے سے خشک کھجوریں جلد جلد جھڑ جھڑتی ہیں اور شعر کی طرح سے گھاس نہ کا ڈو عجائب کے پاس ٹھہرتے جاؤ اور اپنے دلوں کو اُس سے تدبر سے جنبش دو اور یہ نہ ہو کہ سورت شروع کی تو اب دھیان اسی میں لگا ہے کہ کہیں جلد اسے ختم کریں رواہ ابو بکر الاجوی فی کتاب حملۃ القرآن وعن طریقۃ البغوی فی المعالم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قولہ والد یلی مثله عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والعسکری فی المواعظ من حدیث امیر المؤمنین علی کو ما اللہ تعالیٰ وجہہ انہ سئل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قولہ ورتل القرآن ترتیلاً قال فذکرہ ورمختار میں ہے یقرأ فی الفرض بالترتیل حروفاً و فی التراویح بین بین و فی النفل لیلالہ ان یسر ع بعد ان یقرأ کما یفہم اُس کے بیان تراویح میں ہے ویجتنب ہذا رمۃ القراءۃ **دوم** مد و وقت و وصل کے ضروریات اپنے اپنے موقع پر ادا ہوں کھڑے بڑے کا لحاظ رہے حروف مذکورہ جن کے قبل ذن یا یم ہوں ان کے بعد غنہ نہ نکلیے مثلاً انا کنا کون کن یا انا کن کنا نہ پڑھا جائے با وجیم ساکنین جن کے بعد تے ہو شدت ادا کیے جائیں کہ پ اور ج کی آواز نہ دیں ہمال جلدی میں ابر اور تہمتنوا کو ابر اور تہمتنوا پڑھتے ہیں حروف مطبوعہ کا کسرہ ضمہ کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔ جہاں جب صراط و قاطعہ میں ص و ط کو اظہار کرتے ہیں حرکت تابع حروف ہو کر کسرہ نشا پیمہ ہو جاتا ہے کوئی حروف بے محل اپنے مجاہد کی رنگت نہ پکڑے ت و ط کے اجتماع میں مثلاً سیطیون لا تطع بے خیالی کرنے والوں سے حروف تابعی مثلاً ط ادا ہوتا ہے بلکہ بعض سے عتو میں بھی بوجہ تغنیم عین و ضمہ تا آواز مشابہ طا پیدا ہوتی ہے بالجملہ کوئی حروف و حرکت بے محل دوسرے کی شان اخذ نہ کرے نہ کوئی حروف چھوٹ جائے نہ کوئی اجنبی پیدا ہو نہ محدود و مقصور ہو نہ مدود اسی زیادت اجنبی کے قبیل سے ہے وہ الف ج بعض جہال و استبقا الباب دعوا اللہ وقال الحمد للہ ذاقا النجیۃ کے قیاس پر کھٹا الجنین قبل ادخلوا النار میں نکالتے ہیں حالانکہ یہ محض فاسد اور زیادت باطل و کاسد و واجب و اجماعی متصل ہے منفصل کا ترک جائز و لہذا اُس کا نام ہی مد جائز رکھا گیا اور جس

حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو جیسے ضالین الم وہاں بھی مد بالاجماع واجب اور جس کے بعد سکون عارض ہو جیسے العالمین، الرحیم، العباد، یوقنون بحالت وقف یا قال اللهم بحالت ادغام وہاں مد و قصر دونوں جائز اس قدر ترتیل فرض واجب ہے اور اس کا تارک گنہگار نماز سے نہیں کہ ترک مفید صلاۃ ہو مدارک الترتیل میں ہے ورتل القرآن ترتیلاً ای علی قودۃ بتبین الحروف و حفظ الوقوف و اشتباع الحركات ترتیلاً تاکید فی ایجاب الامورہ وانہ لابد منه للقاری و المختار میں ہے یمد اقل مدہ قال بہ القوا والآخر ما لترك الترتیل الماموریہ شہ عاٹ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کو قرآن عظیم پڑھا رہے تھے اُس نے انما الصدقات للفقراء کو بغیر مد کے پڑھا فرمایا ماہکذا اقرأنیہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں نہ پڑھایا عرض کی آپ کو کیا پڑھایا فرمایا انما الصدقات للفقراء کے ساتھ ادا کر کے بتایا رواہ سعید بن منصور فی سننہ والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح۔ اتقان میں ہے قد اجمع القراء علی مد نوعی المتصل وذی الساکن اللزمو ان اختلفوا فی مقداره واختلفوا فی مد نوعین الاخریین وهما المنفصل وذو الساکن العارض وفی قصی ہا ہند یہ میں ہے اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتداء فی غیر موضع الابتداء ان لم یتغیر بہ المعنی تغیرا فاحشا لخوان قرأ ان الذین امنوا و عملوا الصلحت و وقف ثم ابتداء بقوله اولئك هم خیر البریۃ لا تقسدا بالاجماع بین علمائنا ہکذا فی المحيط وکذا ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لو لم یقف عند قوله اصحاب النار بل وصل بقوله الذین یحملون العرش لا تقسدا لکنہ قبیہ ہکذا فی الخلاصۃ وان تغیر بہ المعنی تغیرا فاحشا لخوان قرأ اشہد ان لا اله الا الله انه لا اله ووقف ثم قال الا هؤلاء تفسد صلاتہ عند عامۃ علمائنا وعند البعض تفسد صلاتہ والفتویٰ علی عدم الفساد بکل حال ہکذا فی المحيط جو شخص اس قسم ترتیل کی مخالفت کرے اُس کی امامت نہ چاہیے مگر نماز ہو جائے گی اگرچہ بکراہت عالمگیریہ میں ہے من یقف فی غیر مواضع ولا یقف فی مواضعه لا ینبغی لہ ان یؤمر وکذا من یتخیر عند القراءة کثیرا یسئوہم جو حروف و حرکات کی تصریح اح، ط، ث، س، ص، ح، ۵، ذ، ظ وغیرہ میں تمیز۔ غرض یہ نقص و زیادت و تبدیل سے کہ مفید معنی ہو احتراز یہ بھی فرض ہے اور علی التفصیل فالنفس نماز سے بھی ہے کہ اس کا ترک مفید نماز ہے جو شخص قادر ہے اور بے خیالی یا بے پرواہی یا جلدی کے باعث اسے چھوڑتا ہے یا سیکھے تو آجائے مگر نہیں سیکھتا ہمارے الکر کرام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اُس کی نماز باطل اور اُس کی امامت کے بطلان اور اُس کے پیچھے ادروں کی نماز فاسد ہونے میں تو کلام ہی نہیں علمائے متاخرین نے بنظر تمیز جو توسیعیں کیں وہ عند تحقیق صورت اغزش و خطائے متعلق ہیں کہ صحیح جانتا ہے اور صحیح بڑھ سکتا ہے مگر زبان سے بہا کر غلط ادا ہو گیا نہ کہ معاذ اللہ فتویٰ بے پروائی : اجازت غلط خوانی و ترک تعلم و کوشش جیسا کہ عوام زمانہ بلکہ اکثر خواص میں بھی وہائے عالمگیری کی طرح بھیلایا ہوا ہے اور نہ بھی ہسی تو وہ عوام کی نمازیں ہیں نہ کہ غلط خوانوں کی امام بنانے کے لیے وہی علماء جو وہ توسیعات کہتے ہیں بطلان امامت کی تصریح فرماتے ہیں اور جو قادر ہی نہیں کوشش کرتا ہے محنت کرتا ہے مگر نہیں نکلتا جیسے کچی زبان والے گنوار کہ قاف کو کاف، ذال کو جیم پڑھیں۔ صحیح مذہب میں صحیح خواں کی نماز ان کے پیچھے بھی نہیں ہو سکتی تفصیل اس سلسلہ جلیلہ کی جس سے آج کل نہ صرف عوام بلکہ بہت علماء و مشائخ تک غافل ہیں فقیر غفرلہ

تعالیٰ کے فتاویٰ میں ہے در مختار میں ہے لا یصح اقتداء غیر الا للثب بہ علی الاصح بحج و حور الحلبی وابن الشنہ انہ یبدل جہدہ دائماً حتی کالامی فلا یومر الامثلہ ولا تصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جہدہ او وجد قسداً و قد ر الفرض مما لا یثب بہ فیہ ہذا ہوا لصحیحہ المختار فی حکم الا لثب و کذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف او یخرج شخص خلاف شریعت مطہرہ کے فیصلہ کرے اُسے امام بنانا جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ ومن لم ینحکم بما انزل اللہ فاولئک هم المفسدون غنیہ میں ہے لو قد موافقاً یا ثبوت اور اس کے پیچھے ناز سخت مکروہ کما حققہ المحقق الحلبی فی الغنیہ والعلامۃ الشیخ ابوالانی فی المراتی وغیرہا فی غیرہما فقد بینا فی غیر موضع من فتاوانا و هو قضیۃ الذیل فعلیہ فلیکن التعویل واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وحکمہ جل مجدہ کا اتمر و احکم۔

## رسالہ نغم الزاد لروم الضاد

### بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ - از ریاست رام پور محلہ کنڈہ متصل مسجد میاں گا ماں مسئلہ مولوی محمد یحییٰ صاحب ۲۴ شوال مکرم ۱۳۱۵ ہجری  
چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں باب کہ در قرأت غیر المنضوب علیہم ولا الضالین در چند اشخاص نزاع می باشد  
و اکثر رسائل و فتاویٰ دریں باب مختلف ہستند بعضی خواندن ضاد بابت تورات بنی انسان دلیل می آرند و بعضی برائے تبدیل ظا و زائہا بہوت را  
دلیل می گنند و قاری عبد الرحمن مرحوم پانی پتی در رسائل و فتاویٰ خلاصہ تحقیق بدین پنج رقم کردہ اند کہ بجائے ضاد دال یا حرفے خواندن محض  
غلط است ہر حرف خصوصاً ضاد را از مخرج خود مع صفاتش ادا کر دن بر ہمہ شخص واجب است دریں ہنگام شور و شغب بعضی خواص و عوام  
سند خواندن دال از شرح کبیر بیان کردہ اند از استماعش در چند امور خلیجان واقع گردید ترصد از علمائے ماہرین و معبرین کہ از جواب رافع  
خلیجان احقاق حق و ابطال باطل فرمایند اجر کما اللہ تعالیٰ فی الدارین امرے چند موجب اشتباہ و خلیجان مخصوص اداے ضاد بشیر بل امل  
یا ظاہر مجمع دریافت طلب از علمائے دین - اول فصل زلتہ قاری کہ در کتب فقہ علیحدہ ذیل حکم قرأت فی الصلوۃ موضوع شدہ آیا حکم  
مسائل آن مخصوص بدان صورت است کہ از قاری بلا قصد و ارادہ حرفے بجائے حرفے فجاۃ بر زبان جاری شدہ باشد یا علی العموم است  
قاری و تالی بالقصد و ارادہ حرفے بجائے حرفے خواندہ باشد بر تقدیر تسلیم شق عموم ہر گاہ حکم قرأت بالا ارادہ نوشتہ شدہ باعث معون کردہ  
فصل بر زلتہ القاری چیست حالانکہ در زلتہ کہ عرب لغزش است ارادہ مفقود است و ووم در صورت عموم صرف بر اتحاد مخرج یا قرب مخرج  
و تشابہ صورت عموم و سہولت ادا اکتفا کردہ خواہد شد یا لحاظ معنی ہم داشتہ خواہد شد و بصورت تبدیل معنی و فساد آن حکم فساد نماز دادہ خواہد شد  
و دریں صورت کسیکہ در ابدال ضاد بابت تورات بنی انسان را مطلقاً دلیل گردانیدہ توجیہ صحت قولش چہ خواہد شد سوم چنانکہ صاحب غنیۃ علی

شرح مینہ در فصل زلہ قاری بمقام حکم ابدال حرفے بحر فے مدار بر صحت و فساد معنی داشته بصورتیکہ معنی صحیح از بدل می شود حکم صحت نماز نگاشته و جائزگی از بدل فساد معنی شده حکم فساد نماز داده ہمیں حکم در ابدال ضا و بدل ہملہ ہم جاری خواهد ماند و ہر جا کہ ضا و بدل ہملہ فساد معنی لازم است حکم فساد نماز داده خواهد شد یا نہ اگر شق اول مسلم است پس ابدال ضا و بدل ہملہ و بصوت دال خواندن عموماً و مطلقاً چگونہ صحیح خواهد شد و اگر شق ثانی است مخصوص آن دو وجوب تخصیص کدام دلیل است چہارم کسیکہ از عبارات شرح کبیر و لا الضالین بالنظار الجمعہ او الدال الہملہ لا نقصد الخ خواندن دال بجائے ضا بدون کحاظ مخالفت و تبعاً معنی علی العموم قیاس کردہ قیاس فاسد خواهد شد یا نہ زیرا کہ دریں آیہ کریمہ هل ندلک علیٰ جبل الخ صاحب شرح کبیر از بدل قرب معنی ثابت کردہ حکم صحت نماز داده و ممکن است کہ بدیگر مقام از ابدال ضا و بدل فساد معنی شود معنی آن خواهد شد تباہ شوند یا در کواکب موضوع کہ معنی بہ ترتیب چیدہ شدہ است ہر گاہ مودوع خواندہ شود معنی آن پدرو کردہ شدہ خواهد شد کہ مشعر بر انقطاع آن است علیٰ ہذا بسیاریہ آیات ہستند کہ حالش بر متعیش خیر پوشیدہ نخواہد ماند پس در آن صورت لا محالہ حکم فساد نماز داده خواهد شد و ہر گاہ مدار حکم صحت و فساد نماز بصورت ابدال ضا و بظا و دال خود حسب تحریر صاحب شرح کبیر بر صحت و فساد معنی بدل شدہ چگونہ قیاس مذکور سبیل عموم بلوی بخصوص عدم فساد صلاۃ چنانکہ در حق عوام است کہ بیچ امتیاز در صحت لفظ و فرق معنی نمیدارند ہمیناں در حق خواص کہ امتیاز ہرگونہ دارند جاری خواهد شد یا نہ بحسب ہر گاہ از عبارات تمیید جزئی و شرح شیخ الاسلام زکریا انصاری بر مقدمہ جزئی و ہم از شرح طاعلی قاری بر آن ثابت است کہ السنہ ناس در ادائے ضا مختلف است بعضی فائے مجملہ و بعضی دال ہملہ و بعضی ذال مجملہ و بعضی با شام زائے مجملہ می خوانند و این ہمہ حضرات از قرائت عرب معدودند دریں صورت دعوی توارث ادائے ضا و بصوت دال ہملہ چگونہ قابل تسلیم خواہد شد - بینوا توجروا

## الجواب

### بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذی انزل علی نبیہ ص و الصلاۃ والسلام علی اخص من نطق بضع و علی الہ و صحبہ الذین اقتدوہم لسفہا لاخرۃ زاد صلی اللہ تعالیٰ و بارک و سلم علیہ و علیہم و زاد حق جل و علا و تبارک قرآن عظیم بلسان عربی مبین بر نبی عربی قرشی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم فرستاد و برائے تلاوت و استماع و استفاضہ و انتفاع عباد آن صفت کریمہ قدیمہ خود را کسوت حروف و اصوات تجلی داد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کہما انزل الیہ البصاہیر کرام و رسانید وصاہبہ بتابعین و تابعین بہ تبع و ہمچنان قرآن بقراءنا و طبقہ نطقہ ہر ہر حرف و حرکت و ہیأت بر اقصی غایات توارث کہ مافوق آن تصور نیست بمرسید و الحمد للہ العلی المجید و ذلک قولہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون پس بجمہ اشرا چنانکہ در بیچ کلمہ از کلمات کریمہ اش اصلاح تو ہمے نیست کہ شاید بجائے الحمد الشکر نازل شدہ باشد ہمچنان بمنبت مولی عزوجل در بیچ حرفے از حروف طبیہ اش زہار جائے تردد نہ نیست کہ مگر بجل لام تعریفیم تعریف بوده باشد پس نہیکہ بقین قاطع میدانیم کہ ادع وقت در زبان عربی جدا گانہ است و در قرآن عظیم الا و علا و فلا بر معانی مختلف برہاں وجہ یقین جازم می شناسم کہ ض و ظ و د نیز در لسان عرب بہ حروف متباین است و در فرقان کریم ضل و ظل و دل بدلولات متخالفہ پس ض را ظ یاد خواندن بعینہ بہاں ماند کہ کسے اراع یا ف خواند دعائے توارث در ادائے د بجائے ض سخنی است بس غلط و پرہیزہ - توارث اگر در علیائے ستمین قرات مقصود خود باطل و مردود

و اگر در حوام ہند مراد ازین چرکشا و سکتا سورۃ فاتحہ از صد ہا سال در عاریاں رائج است و جملہ برائے توجیہ آنہا ہفت نام شیطان درک تراشیدہ اند دل ہر یک کو کنگ قعلی بلی و بعض دیگر فروزد ہما و مصراد کذا لک کان یعنی علی مزعومہ شدت تحفظ ایشان بریں سکتاں بیشتر و فروزد تراز تحفظ بر واجبات اجماعیہ تجویدی بنیم و ہر کہ مراعات آنہاں نکند این نادانان اور از تجوید قرآن جاہل و غافل دانند فانظر کہت صاف فیہم المعروف منکر و الممنکر معروفہ - این اختراعات باطلہ را حقیقت پیش ازل نیست کہ ان ہی الاسماء بمعیدتوہاء علماء این سکتاں باطلہ را تصحیح کردہ اند و بطلان آنہا تصریح علامہ ابراہیم علی در غنیۃ المستمل فرماید قال فی فتاویٰ الحجۃ المصلیٰ اذ ابلغ فی الفاتحۃ ایاک نعبد و ایاک نستعین لا یلغی ان یقف علی قولہ ایاک ثم یقول نعبد و انما الاولی والا صح ان یصل ایاک نعبد و ایاک نستعین انھی فلا اعتبار بمن یفعل ذلک المسکتہ من الجہال المتفقہین بغیر علماء علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری در منہج العلوک بعد ایراد عبارت فتاویٰ الحجۃ می فرمایند اقول و ما اشتهر علی لسان بعض الجملہ من القرآن ان فی سورۃ الفاتحۃ للشیطان کذا من الاسماء فی مثل هذه التركيب من البناء فخطا فاحش و اطلاق قبیح تمسکتہم عن نحو ال الحمد و کاف ایاک و امثالہما غلط صریح علامہ محمد عمر بن خالد قرشی حنفی در رد این مزعوم رسالہ مستقلہ نوشت کما ذکرہ کشف الظنون فی ذکر الومائل - من فقیر در عفوان امر خود پیش از وقوف بریں کلمات علی اس سکتاں باطلہ را بطلال می کردم و منشاء اختراع آنہا می دانم کہ اگر غرابت سخن مانع بودے بقلم می سپردم علی کہ اختلاف السنہ ناس در ادائے ض بیان فرمودہ اند عارف مرادہ آنست کہ این طریق ادا قرآن عرب بست بلکہ مقصود بیان غلط و خطائے حوام در ادائے این حرف و تنبیہ بر بطلان و تخدیر از آن بہت عبارت مولفنا قاری در شرح مقدمہ جزیریہ قول ماتن والضاد باستطالة و مخرج میز من الظاء و کما تجی فی الطعن ظل نظر عظم الحفظ؛ ایقظ و انظر عظم نظر اللفظ چنان است قد انفراد الضاد بالاستطالة حتی تتصل مخرج الالام فیہ من قوۃ الجھر و الاطباق والاستعلاء و لیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثله و السنۃ الناس فیہ مختلفہ فمنہم من یخرجه و الالمہملۃ او معجمۃ و منهم من یخرجه طاء مہملۃ کالمصریین و منهم من یشہہ ذالا و منهم من یشربھا بالظاء المعجمۃ لکن لما کان تمییزہ عن الظاء مشکلا بالنسبۃ الی غیرہ امر المناظر بتمییزہ عنہ نطقا ثم بین ما جاء فی القرآن بالظاء لفظا الخ این شدت تحفظ علی است بر تائید حروف و آنچه نکر امام ناظم رحمہ اللہ تعالیٰ کلمات قرآنیہ وارہہ بظائے معجمہ را ضبط فرمودہ تا بماند کہ این حرف بقرآن عظیم در ہمیں مواد اسع و آنچه غیر اینہا است ہمہ بضاد است ہچنان فاضل اویب حریری در متنامہ علیہ عامہ لغات عرب وارہہ بظا را مضبوط نمود جائیکہ فرمود - ایما التسانی علی عن الظاء والضاد و کلیلا فصلہ الالفاظ؛ ان حفظت الظاءات یغنیک فاسمعها استماع امرأۃ غیر طائفتی فی مخارج هذه الحروف و فی ذلک خرج عظیم و الظاهر ان هذا محل ما فی جمیع الفتاویٰ باز فرمود ثم فی الخزانۃ ایضا لوقرا و لا الضالین بالظاء فسدت صلاتہ و علیہ اکثر الائمۃ منهم ابو مطیع و محمد بن مقاتل و محمد بن سلام و عبد اللہ بن الازہری و علی هذا القیاس فی جمیع القرآن لوقرا بالظاء مکان الضاد تفسد صلاتہ الا فی قولہ تعالیٰ و ما هو علی الغیب بضنین بالظاء والضاد فہما قرأتان بین چہ قدر نفوس روشن است کہ این تبدیلا از کج زبانی اسے کدواں و ترکیباں و وہمانیان کوفہ و غیر ہم حوام و اعجام است و لہذا اکثر

علمائے متاخرین کہ در محل مشقت رو بہ تیسیر کرده اند ایس ترخیص را ہم بحث مایمان مقصود اشتند باز حکم جمهورائے نظر کن کہ بریں ابدال ہنگام  
فساد معنی حکم بفساد نماز فرمودند و ہمین است المذہب المثلث سیدنا الامام الاعظم والامام ابی وسعت والامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین  
علی خلاف بینہم فی ما اذا کان مثلہ فی القرآن اولاً کما فصلہ فی الغنیۃ باحسن تفصیل فاللہ یجزیہ الجواز العجیل در غانید  
خلاصہ و برازیہ وغنیہ و خزائنہ المفتین وغیرہا کتب معتدہ مذہب بکثرت فروغ دین تبدیلہا است کہ مدوے حکم بفساد نماز داده اند من  
شام فلیہر اجہا فان فی نقلہا طولاً کبیراً و خود علامہ قاری در شرح جزریہ فرمود (وان تلاقیا) ای المضاد والظاء فبیان کل منها  
لازم ولا یجوز الادغام لبعده فخرجہما قال الیمنی فلو قرأ بالاذغام نقصد الصلاة وقال ابن المصنف وتبعہ الرومی ولیقصر  
من عدم بیانہا فانہ لو ابدال ضاد ابطاء او بالعکس بطلت صلاتہ لفساد المعنی وقال مجری فلو بدل ضاد ابطاء فی  
الفاصلۃ لم یصح قرأتہ بتلك الكلمة باز کلام ابن الہمام وکلام مذکور منیہ آوردہ گفت قال الشارح وهذا معنی ما ذکر فی فتاوی الحجۃ  
انہ یفتی فی حق الفقہاء باعادة الصلاة و فی حق العوام بالجواز قول وهذا تفصیل حسن فی هذا الباب واللہ تعالیٰ اعلم  
بالصواب و فی فتاوی قاضی خاں ان قرأ غیر المفضوب بالظاء او بالذال تفسد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المجمعۃ والذال  
المهملة لا تفسد ولو بالذال المجمعۃ تفسد و در شرح امام شیخ الاسلام ذکر کیا انصاری است (وان تلاقیا) ای المضاد والظاء  
فبیان احدهما من الاخر لازم للقاری لئلا یختلط احدهما بالآخر فتبطل صلاتہ سبحن اللہ اگر ایس پنج ادا قرأے عرب را بودے  
حکم سادہ را چہ گنجائش بود بلکہ قطعاً ادا قام روا بودے و نماز مطلقاً اجماعاً صحیح ماندے چنانکہ در ماہد علی الغیب ضنین و ہمچنین در قول او  
تعالیٰ انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم حسب وحضب و حطب و خطب لعباد و ضاع و طاء و ظاء ہر چہ خواند  
نماز قطعاً صحیح است کہ ایس کلمہ ہر بار حروف مطبوعہ در قرأت آمدہ است کہافی المذہب الشکی و غیرہا **اقول** وباللہ التوفیق بتحققنا  
هذا اظهر لك انفسا و ما زعم بعض النحاة و هو ان الاعرابی الکوفی حیث کان یقول جازئ فی کلما العرب ان یعاقبوا بین الضاد  
والظاء فلا یخطئ من یجعل هذه فی موضع هذه و ینشد ھ الی اللہ انکوا من خلیل ادوہ و ثلث خصال کلہا لی غائض  
بالمضاد و یقول ہکذا سمعتہ من فصحاء العرب نقلہ ابن خلکان فی وفيات الاعیان و ذلك لانه لو کان ما زعمہ صحیحاً لہا  
حکم ائمة الفقہ و ہر ما ہم فی جمیع فنون العربیۃ و غیرہا من العلوم الدینیۃ بفساد الصلوۃ فی غیر المفضوب و امثالہ  
مما یفسد بہ المعنی و لما فرقوا بینہ و بین ضنین و ظنین فاین هذا معاً من عن الحلیۃ عن النخزانی عن الائمة ان فی  
جمیع القرآن تفسد بہ الصلاۃ ما خلا ضنین و من سوغ فاما نظر الی التیسیر علی العوام لا انہ صحیح فی قضیہ الکلام اما البیت  
فلا حجة لہ فیہ فقد یکون من غاضہ اذ القصة قال الامودین یعرف ھ اما ترینی قد فتیت و غاضنی و ما نیل من بصری  
ومن اجلادی و قال فی تاج العروس معناه نقضی بعد ما تاملی و هذا و هذا ابن العوامی قد انشد بنفسہ و لو قد عرض  
معطسہ جریری و لقد لانت عن یکندر و غاضا و و غنوة فقال اثرنی انعم حتی یزل و قد قال ابن سیدہ فی ذلك البیت یجوز  
عندی ان یکون غائضی غیر بدل و لکن من غاض ای نقض و لکن معناه حیث نہانہ و یقضی و ینقضنی نقلہا فی التاج الاضا و عن



هذا حکم علماء و فایده الفساد فيما لو قرأ لیخبط بجم الکفار بالصناد مکان النطاء كما فی الحانیة قال فی الغنیة لان معناه مناسب  
ای لینیقص بجم الکفار اه و کذا قال فی قوله تعالی قل موتوا بغيظکم و بالجملة فالغفلة لا یؤخذ من قول زحوی خالف نصوص الائمة  
بل الاضافات عند من نور الله بصیرته تقدیر قولهم علی احوال النحاة فی العربیة ایضاً فان الاجتهاد لا یتأتی الا المتضلع منها  
مقدون فی قلبه النور الالهی فاعرف ذلك فانه نفیس مهم۔ آری ما را انکار نیست کہ در کلام عرب معاقب میان ض و ظ اصلاً نیامد  
کلمات عدیده بہر دو حرف وارد شدہ چون عدا حرب والزمان وعظ زمان وجنگ گزید و گزید رسانید و تماشوا و تماشا و ابہم بچنگ افتادند و  
بریکد گر زبان گفتن کشادند و فاض فلاں و فاض بمر و بظ الضارب و تارہ بعض بچنگ زن و تار را برائے زن جنبا نید و ہیا نود و تقریظ و تقرض  
مدح و میض و بیض غایہ سور و بظ و بضر و سہ الی غیر ذلک مما عداه ابن مالک فی کتاب الاعتصاف فی معرفۃ النطاء و الضاد اما این معنی مستلزم آن نباشد  
کہ ہر جا ابدال روا بود چنانکہ میان لام و را جا ہا ماقبہ است در محج مجازاً لا نوار آورد فیدہ کان یکرہ تعطر النساء و تشبہن بالرجال اسرار  
عطر انیظہر سیمچہ کما یظہر عطر الرجل و قبل اراد تعطل النساء باللام و ہی من لاحت علیہا ولا خضاب واللام والراء یتعاقبا  
و زہار جائز بود کہ ہر جا خواہن یکجائی دیگرے خوانند علی تصریح فرمودہ اند کہ دیوم تلی السراسر سرائیل یا دیوم ترجعت الارض و الجبال  
بجائے جبال جبار خواند نماز فاسد شود کما فی الحانیة و المنیة و غیر ہما بازا این جملہ کہ گفتہ آمدیم در خصوص ظائے مجملہ است و عاشاکہ جائے  
و کینزے و دہقانے از عرب بجائے ض دیا طامعتین یا ذیارت مجتہتین بر زبان راند سخن من در عرب خالص است نہ در قسے کہ باجم  
مخالط شدہ در زبان نیز خافظ و غلط شد نہ رجعت تقری را گم گری گویند و ثنہ عشر المتعش و خذکذا خذکذا کبکس کاف و وال مملہ الی  
غیر ذلک من التیارات المملہ و بایضے از اعراب و اطراف ین ملاقی شدم کہ بکذا را ہجائی گفتند و منک خطاب بانثی را منج بحیم فارسی و  
بعضے دیگر دیدم کہ جیم را کاف فارسی مسجد را مسجد و جمال را جمال میگفتند قال الرضی الباء التی کالغاء قال السید فی ہی کثیرۃ فی لغۃ العجم  
واظن ان العرب انما اخذوا ذلك من العجم بلحاظ طہر یا ہمد بازاخراج ز مجملہ بجائے ض خالصاً یا اشماد در کلام علی نقلش از عوام جاں  
نیز یاد نیست البتہ بعض عایان زمان کہ تشاہد صوت شنیدہ اند بجائے ض ظ بر آوردن می خواہند و بعض دیگر کہ تحفظ کنند و نتوان چیزے  
بین الضاد و الظاہری آرند و اولئک امثالہم طریقاً نسأل الله ان یوزقنا الحق فی کل باب تحقیقاً۔

**بالجملہ** حق واضح ہمیں است کہ اس ہر حروف باہم متباہن است و بہرہ را مخرج جہاد ابدال ض باہر حرفیکہ باشد مردود و نامردا میں  
حرفے است کہ حق جل و علا اورا تنہا فرید و بیج حرفے را قرینش نکرد انید و لہذا سببویہ گفت و در سفت لولا الاطباق فی الصاد لکان سینا و فی الطاء  
کان ذالاً و فی الطاء لکان والا و خرجت الضاد من الکلام لانہ لیس بشی من الحروف من موضعہا غیر ہا ہ نقد الرضی و آنکہ از قاری پانی پت نقل کنند  
**اقول** تحقیق آنست کہ در صفات حروف بعضے صفات لازمہ است کہ نقد النش مستلزم نقد ان ذات باشد چنانچہ اطباق در ط و انفاج در ت  
او قطعاً واجب المراعاة است و بعضے نہ چنان است اگر بجایانہ ذات حروف در ہم مخمور و چون تنوع در ہر حرفے در شے و ہو کما فی المنہ انتشار  
الصوت عند خروجها حتی تتصل بحروف طرف اللسان منها مخرج اللسان من محاذات  
وسطہ پس مراعات صفات مطلقاً واجب نیست بلکہ از صفات حروف آنست کہ ترکش واجب است و آن صفت تکریر درائے مخفض

مطلقاً و در شغلہ پیش از یکبار معنی این صفت در آنست کہ (قابل تکرار است نہ آنکہ تکرارش باید باین معنی توفیق اللہ تعالیٰ بخاطر مخطور کردہ بود کہ تصریحش در کلام مولانا علی قاری چہرہ کشود حیث قال تحت قول الماتن والراء بتکریر جعل معنی قولہما ان الراء مکرر ہوان الراء قبول التکرار لا تعدا طرف اللسان بہ عند التلفظ کقولہم لغیر الضاحک انسان ضاحک یعنی انہ قابل للضحک و فی الجملہ اشارۃ الی ذلک و تکریرہ لحن فیجب معرفۃ التحفظ عندہ للتحفظ بہ کہ معرفۃ السحر لیتجنب عن تصریرہ و یعرف وجہ رفعہ قال الجعفی و طریقۃ السلامة ان یلصق الالفاظ ظہر لسانہ باعلیٰ حنکہ لصفاً محکماً مرۃ واحداً و متی ارتعد حدث من کل مرۃ رأو قال مکی لا بد فی القراءۃ من اخفاء التکریر و قال واجب علی القاری ان یمحی تکریرہ و متی اظهر فقد جعل من الحروف المشددة حروفاً و من المخفض حروفین اھ اھ ببعض اختصار و در وجوب ادا از مخرج بر معنی کہ سلم است جملہ حروف متساویۃ الاقدام است بیچ خصوصیت ض را نیست بلکہ توان گفت کہ چون ادائے صادق در دوسرا از جملہ حروف است حکم وجوب بعارض مشقت در دوسے نسبت سائر حروف رو بتخفیف است فان المشقة تجلب التيسير و ما ضاق امر الاتسع ولا یكلف اللہ نفساً الا وسعها و ما جعل علیکم فی الدین من حرج یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر و الحمد للہ رب العلمین آری خصوصیت ض بوجہ عسر مراد در شدت احتیاج باہتمام در آن تحفظ و یقظہ و ادائے آنست ۔

## الجام الصاد

### عن سنن الضاد

مسئلہ - از درجہ نگاہ محمد اسماعیل گنج ذاک خانہ لہری اسرئیل سرسہ مولوی محمد شہین صاحب ۱۰ جمادی آخرہ ۱۳۱۴ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ جن معجمہ کو قصد ظاہر بلکہ زہمت پڑھتے ہیں اور اسی کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حروف ادا کیا جاتا ہے جس سے بڑے دال ہملہ پیدا ہوتی ہے اُس سے نماز مطلقاً فاسد و باطل بتاتے ہیں اور اپنے دعووں کی سند میں اہل ندوہ وغیرہ ہندیان زمانہ کے چھ فتویٰ دکھاتے ہیں جن کا خلاصہ کلام و محصل مرام نماز میں ض کو مشابہ دھملہ پڑھنے پر حکم فساد اور اُس پر ان دودھ سے استناد ہے اولاً فی فتاویٰ قاضی خاں ولو قرأ الظالمین بالضاو بالذال لا تقصد صلاتہ ولو قرأ الدالین بالدال تقصد - ثانیاً ضاد مشابہ ظا کے دال کے میان ضاد و دال کے صفتوں کا فرق ہے جب ضاد و دال میں صورتاً تغایر ہے تو فصل اُن میں بلا مشقت ممکن - فتویٰ ندوہ کی عبارت یوں ہے - "ایسی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ ضاد و دال دو حروف متغایر المعنی ہیں جن میں امتیاز بلا مشقت ممکن اور ایسی صورت میں فقہاء فساد نماز کو لکھتے ہیں ضامی میں اذکر حرفاً مکان حروف وغیر المعنی ان امکان الفصل بینہما بلا مشقتہ تقصد والا کالظاء مع الضاد قال اکثرہم لا تقصد یا بیچ فتوؤں کا حاصل تو صرف اس قدر ہے اور ایک یعنی ہاتھ میں اتنا بیان اور ہے کہ ظالین پڑھنا بھی غلط ہے لیکن چونکہ ان میں

تشابہ صوتی ہے اور امتیاز متعسر اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن تعدیہاں بھی مفسد ہے یہی مذہب مختار ہے کما فی البزانیۃ ان غلوں کا کیا حال ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق دہوید ہیں یا نہیں اور جو لگ ض ہی کا قصد کریں اور ض کچھ کر پڑھیں مگر بوجہ عدم قدرت صان ادانہ ہو اور سننے میں وال سے مشابہ ہو تو ان کی نماز ہوگی یا نہیں۔ اور جو قصد اض کو پڑھے اُس کی نماز کا کیا حکم ہے اور ہنگام تغیر حروف و تفاوت معنی میں جو حکم فساد ہے وہ صرف ض و د و ظ ہی سے خاص ہے یا باقی حروف مثل ا ع ت ط س ث ص ح کا کبھی عام ہے اگر عام ہے تو آج کل یہ جھگڑا اسی حرف میں کیوں ہے جواب مختصر ہو کہ عوام مطول کو نہیں پڑھتے۔ بینوا توجروا

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم هداية الحق والصواب

الحمد لله الذي نزل سبيل الرشاد عن تحريف كل صا و ا وعد بالعذاب من حاد وضاد والصلوة والسلام على الكريم الجواد على مولی العباد مولی المراد وآله الاسیاد وصحبه الامجاد ما اهلكت صا و ا عجمت الضاد كثفت صواب واليضاح جواب کو چند محل جملے ملحوظ ہیں اول ض ظ ذ ز معجات سب حروف متباين متغايرہ ہیں ان میں کسی کو دوسرے سے تلاوت قرآن میں قصد بدلنا اس کی جگہ اُسے پڑھنا نماز میں ہو خواہ بیرون نماز حرام قطعی و گناہ عظیم افترا علی اللہ و تحریف کتاب کریم ہے فقیر نے اپنے رسالہ نعم الزاد و نور الضاد میں اس پر دلائل قاهرہ باہرہ قائم کیے ہیں یہاں تک کہ امام اجل ابو بکر محمد بن الفضل فضلی و امام برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ وغیرہ و علامہ علی قاری مکی رحمہم اللہ تعالیٰ تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصد اض کی جگہ پڑھے کا فر ہے محیط برہانی میں ہے مسئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمة مكان الضاد المعجمة او على العکس فقال لا يجوز امامته ولو تعمد يكفر من الروض الازہر میں ہے کون تعمدہ کفر الا کلامہ فیہ عالمگیری ض کی جگہ زعمًا پڑھنے کو کفر لکھا ہے حیث قال سئل عمن يقرأ الظاء مقام الضاد وقراء اصحاب الجنة مقام اصحاب النار قال لا يجوز امامته ولو تعمد يكفره في الشیخۃ الهندیۃ الضاد معجمة وفي المصنوعۃ الضاد وكلاهما محتمل والحكم واحد لا يتبدل اس طائفہ حادثہ کا حکم تو ہمیں سے ظاہر ہو گیا ووم قاری سے بے قصد تبدیل اگر ض مشابہ دیکھتے ہیں دا ہوا تو اس پر مطلقاً فساد نماز کا حکم غلط و فاسد ہے عبارت امام قاضی میں اگر ذکر ہے تو صرف ایک لفظ کا نہ کہ پر بنائے بتاین صوت و سہولت تمیز علم مطلق حقیقہ کرام کا اصل مذہب یعنی مذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جماہیر محققین نے اُس کی تصحیح کی اُس پر اعتماد فرمایا خود واضح دلائل و آثار کہ اس میں صرف صلاح و فساد معنی پر بنائے کار تو جہاں ض کی جگہ د پڑھ جانے سے معنی نہ بگڑے فساد ہرگز نہ ہوگا مثل انہیں بتضحین معنی المن ولا نعام فی قولہ تعالیٰ فیضوا علینا من المماء و مثل الکواب مودوعۃ موضع موضوعۃ و رادیۃ مردیۃ ترکان و اضیۃ موضیۃ کما بیننا فی نعم الزاد یہ علمائے متاخرین کہ عوام کی ہر آسانی کے لیے عسر و سیر تیز کا لحاظ رکھتے ہیں کیا آسانی تمیز کی حالت میں مطلقاً حکم فساد دیں گے اگر چہ تمیز نہ ہوں یہ اصل مذہب سے آسانی ہوئی یا اور شدت و گراہی نہیں۔ اُن کا حکم قطعاً اُس صورت میں مقصور جہاں معنی بگڑے اور ان حروف میں تمیز آسان ہو دیکھنے والے اگر کلمات علم پر نظر رکھتے اس امر کے خصوص واضح ملتے یہی امام اجل قاضی خاں اپنے اس فتاویٰ میں فرماتے ہیں اذا اخطأ بذكر حرف مكان حرف وله تغییر المعنی بان قوا ان الامامون

ان الظالمون وما اشبه ذلك لم تفسد صلاته لا بغير المعنى وان ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد قرأ الطالحات مكان الصلحت تفسد صلاته عند الكل وان لم يمكن الفصل الا بمشقة قال اكثرهم لا تفسد صلاته اه مخفوا اسی طرح فتاویٰ ہند یہ ہیں فتاویٰ خانیہ سے منقول ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں فی الخانیۃ والخصایۃ انہ ان لم یتغیر المعنی جاز مطلقا وان تغیر المعنی فان لم یثنی التییز بین الحرفین فسدت عند الكل وان شق فاکثرهم لا تفسد سوم قطع نظر اس سے کہ دال و مشابہ دال میں فرق بدیہی و عوامی میں یہ تھا اور سند میں وہ - اور قطع نظر اس سے کہ عبارت خبر صریحہ میں اگر دال مہملہ ہے تو مسئلہ کے صریح خلاف اور مجہول ہے تو مسئلہ کا ذکر اصلاً نہیں تو سند دعویٰ سے بے علاقہ صاف ہمیں عبارت قاضی خاں سے بحث کرنی ہے جس سے فتویٰ ندوہ نے بھی استناد کیا اس عبارت میں دال و ذال کے صرف اسمائے ہیں انہیں صفت مہملہ و مجہول سے مقید نہ فرمایا اور بقول خصوصاً مطالع میں نقاط کا تفسیر کوئی نئی بات نہیں مگر علامہ محقق ابراہیم حلی نے غنیہ شرح منیہ اور علامہ محقق بولہا علی قاری کی نے فتح فکر یہ شرح مقدمہ جزیرہ میں یہی عبارت قاضی خاں تبصریح اہمال و اعجام نقل فرمائی جس میں صراحتہ مذکور کہ ضائین کی جگہ والین بدل مل پڑے تو نماز جائے گی اور والین بدل مجہول پڑے تو باقی ہے کی اول نے فرمایا ہے ہذا فصل ابدال الاحرف التلظہ اعنی الضاء والطاء والذال من غیرہ فلو رد ما ذکرہ فی فتاویٰ قاضی خاں من ہذا القییل قرأ ولا الضالین بالطاء المعجمة او الدال المهملة لا تفسد لوجود لفظہما فی القرآن وقرب المعنی ولو قرأ بالذال المعجمة تفسد لبعید معناه ملتقطا ثانی نے فرمایا فی فتاویٰ قاضی خاں ان قرأ غیر المغضوب بالطاء او بالذال تفسد صلاته ولا الضالین بالطاء المعجمة او الدال المهملة لا تفسد ولو بالذال المعجمة تفسد اب اس سے استناد کرنے والے دیکھیں کہ عبارت قاضی خاں ان دونوں اکابر کی نقل پر ان کے صریح مخالف و عکس مراد ہے ندوے کی دارالافتاء اپنا مبلغ علم دکھائے در نہ تحقیق بالغ و نتیجہ بازغ کے لیے بھلا اللہ تعالیٰ فقیر کا رسالہ نعم الزاد ہے پھر ارم ض و ظ میں دشواری نہیں اس طائفہ حادثہ کو اصلاً مفید نہیں وہ ایک گروہ متاخرین کے نزدیک ہنگام لغزش و خطا سبیل آسانی ہے نہ کہ عاذا اللہ قصد تبدیل کلام اللہ کی دستاویز جو بالقصد مغضوب کی جگہ مغضوب مغضوب پڑے اس کی نماز بلا شبہ فاسد اور وہ پڑھنے والے مغضوب و مفسد تو یہ سب فتویٰ اس کے حق میں بیکیہ و ناموید علامہ طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں محل الاختلاف فی الخطا والنسیان اما فی العمد فتفسد بہ مطلقا بالاتفاق اذا کان مما یفسد الصلاة اما اذا کان ثناء فلا یفسد ولو تعدد ذلك افاده ابن امیر الحاج حلیہ میں ہے ثم ما سئل عن الخلاف من المتقدمین والمتأخرین فی هذا علی ما فی الخانیۃ ینبغی ان یکون محله ما اذا لم یتعمد فتنبہ نہ پانچویں فتویٰ کی عبارت سوال میں مذکور اس میں تو صراحتہ تعمد پر حکم فساد مسطور پھر اسے مفید سمجھنا کس قدر عقل و فہم سے دور اس خاص جرئیہ کی حمایتیں بکثرت ہیں حلیہ میں خزائنہ الفتاویٰ وغیرہ سے منقول غیر المغضوب بالطاء والظلمین بالذال او بالضاد قال بعضهم لا تفسد هم ابو القاسم الصفار و محمد بن سلمۃ و کثیر من المشائخ افتوا بہ لعموم المبلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف وقال الامام ابو الحسن والقاضی الامام ابو عاصم ان تعدد ذلك تفسد وان جرى علی لسانہ او لم یکن معن یمیز بین الحرفین لا تفسد وهو المختار اسی میں خزائنہ الاکمل سے ہے اذا قرأ مکان الطاء ضاد او مکان الضاد طاء فقال القاضی المحسن الاحسن ان يقال ان تعدد

ذات تبطل صلاتہ عالمًا کان او جاہلاً اما لو کان مخطئاً اراد الصواب فجرى هذا على لسانہ اولم یکن معن یمیز بین الحرفین  
 فظن انہ ادى الکلمۃ کما فی نفل طجانت صلاتہ و هو قول محمد بن مقاتل و بہ کان یفتی الشیخ اسمعیل الزاہد و هو احسن لان السنۃ  
 اکثراد و اهل السواد والا تترك غیر طائفة فی مخارج هذه الحروف و فی ذلك حرج عظیم و الظاہر ان هذا محمل ما فی  
 جمیع الفتاوی **اقول** انما یشیر الی اطلاق الفساد فی العدانہ مطمح انظار ہم جمیعاً قالاً فاطلاق عدمہ فی الخطأ لا یمکن  
 ان یحمل علیہ ما فی جمیع الفتاوی فان منهم من یفصل بعصر الفضل و منهم من یفرق بقرب مخارج منہ میں ہے اما اذا اقرأ  
 مکان الذال طاء او مکان الظاد او علی القلب تفسد صلاتہ و علیہ اکثر الائمة و روى عن محمد بن سلیة لا تفسد لان العجم  
 لا یمیزون بین هذه الاحرف و کان القاضی الامام الشیخ المحسن یقول الاحسن فیہ ان یقول ان جرى على لسانہ ولم یکن  
 ممیزاً و فی زعمہ انہ ادى الکلمۃ علی وجهها لا تفسد و کذا روى عن محمد بن سلیة و الشیخ الامام الزاہد برازیہ میں دربارہ منظوب و  
 ذالین و قالین ہے قال القاضی ابو الحسن و القاضی ابو العاصم ان تعد فسد و ان جرى على لسانہ او کان لا یعرف التعلیل لا یفسد  
 و هو اعدل الا قایل و هو المختار اسی طرح بندیہ میں اُس سے منقول **اقول** و الظاہر ان هذه الاختیارات ترجع الی شق الجواز  
 عند الخطأ اما الفساد عند العدنہ فینبغی الاتفاق علیہ کما تقدم ما یفید عن الحلیة و التصریح بہ عن الطحطاوی و هو معنی  
 استظهار الا کسل انہ محمل ما فی جمیع الفتاوی کیف و اذا جعلوا التعمد من الردۃ فما بقاء الصلوۃ هذا واضح جدا و پنجم ضاد و دال  
 میں فرق صفات کا ذکر لغو فضول اور محل بحث سے کمر معزول مقدمین کا مسلک معلوم ہے کہ ان کے یہاں تشابہ و عدم تشابہ پر اصلاً نظر نہیں اور  
 متاخرین قرب مخارج یا عسر تیز پر غاظ کرتے ہیں صفات سے انہیں بھی بحث نہیں و صفات خواہی نہ خواہی آسانی تیز کو مستلزم نہ ان کا  
 تشارک دشواری پر حاکم طہمہ دال حملہ سے سوائے اطباق کے کچھ فرق نہیں اور فرق تیز کی آسانی میں اور تائے مثناة سے متعدد صفات  
 میں تباہ تمام اور دشواری فصل منصوص اعلاط مجبورہ و مستعلیہ مطبقہ قنقلہ ہے اورت ہوسہ سقلہ منفصہ ہے قنقلہ خانیہ و خلاصہ و حلیہ و ہندیہ و  
 رد المحتار و غیرہ میں ہے ان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة كالطاء مع التاء الخ شرح جزیرہ میں ہے قال الرماني  
 وغیره لولا الاطباق لصارت الطاء والا لانه ليس بينهما فرق الا لاطباق ششم فتویٰ نہ وہ کا قول کہ ضاد و دال دو حرف  
 متغایر المعنی عجیب الفاظ متغایر المعنی ہیں اگر کسی مراد تو ان کے لیے معنی کہاں بھلا بتائیے تو کہ مجرد حرف ض کے کیا معنی ہوئے اور اگر اسما  
 مقصود یعنی حدود دال تو نہ وہ حرف نہ ان میں مقال شاید یہ کہنا چاہا اور کہنا نہ آیا کہ ض دال دو حرف جدا گانہ ہیں کسی کلمے میں ان کا تغیر  
 معنی کے لیے مستلزم تغایر معنی فی البطن اگر مقصود بھی ہوں تو اولاً اطلاق ممنوع ثانیاً ہر تغیر میں تغیر کد فساد مدفوع دیکھو ضالین و دالین  
 میں کس قدر تغایر معنی ہے مگر محقق نبی نے تغیر نہ مانا و هذا ببداہتہ عنی عن ابانہ مفتہم دو حرفوں میں تغایر صوت ہرگز سب کے لیے سہولت  
 تیز کو مستلزم نہیں ح و خ کی آوازیں کتنی جدا ہیں مگر ترک کو ان میں تیز سخت دشوار غنیہ میں ہے ذکر محمد بن الفضل فی فتاویٰ  
 ان الترتک لا یمکنہ اقامۃ الحاء الا بمشقة الخ ان سے زیادہ ہمزہ و ق کی آوازیں کا تباہی ہے مگر علامہ شامی فرماتے ہیں ہائے  
 زمانے کے عوام پر ان میں تیز کمال مشکل ہے رد المحتار میں ہے فی الفتاویٰ خانیۃ اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد الخرج ولا قربۃ

الا انه فيه بلوى العامة كالذال مكان الصاد والظاء مكان الصاد لا تقصد عند بعض المشائخ ان قلت ينبغي على هذا عدم الفساد في ابدال القاف همزة كما هو لغة عوام زماننا فانهم لا يميزون بينهما ويصعب عليهم جدا كالذال مع الزاء وهذا كله قول المتأخرين اه باختصار ان عبارات سے واضح ہوا کہ دشواری تمیز میں ہر قوم کے لیے اُس کا حال معتبر ہے۔ قرب مخرج یا تشابہ آواز وغیرہ کچھ ضرور نہیں تو عوام ہند اُرض و د میں تمیز پر قادر نہیں تو وہ اُن کے لیے اُسی مشقتِ فصل کی فصل میں ہیں جس میں ض و ظ و ط کا شمار ہوا اب عبارات شامی منقولہ فتویٰ ندوہ اور اس کے مثل تمام عبارات بحشبہ بعض بیگانہ بلکہ استناد کرنے والوں کے صریح خلاف مراد ہوں گی اور دالین پر بطور متاخرین حکم جواز دیا جائے گا اور قصداً مغضوب پڑھنے والے پر باتفاق متقدمین و متاخرین حکم بطلان نماز ہر مشتمل یہاں تک ہمارک ابنائے عصر پر کلام تھا مگر جان برادر عربی عبارات میں من علیٰ فی کا ترجمہ سمجھ لینا اور بات ہے اور مقاصد و مراد و مرام علیٰ علام تک رسائی اور سے اس سعادۂ زور بازو نیست و تا نہ بخشد ولی حمد و رضا و مشقت جس سے فتویٰ ندوہ نے استناد کیا اس بحث سوال سے اصلاً متعلق ہی نہیں علماء کا وہ قول صورتِ خطا و زلت میں ہے کہ لغزشِ زبان سے باوصف قدرت ایک حرف کی جگہ دوسرا نکل جائے اور یہاں صاف صورتِ عجز ہے کہ یہ ظالین یہ اس کے مشابہ دالین پڑھنے والے ہرگز ادا لے ض پر قادر نہیں جس طرح خزائنہ الاکل و حلیہ کی عبارت گزری کہ ان السنة لا کما دواہل السواد والا تترك غیر طائفة فی مخارج هذه الحروف فتادی امام قاضی خاں وغیرہ کی عبارت او بہ گزری کہ اس قول کو اذا خطأ بذا کو حرف مکان حرف میں ذکر فرمایا اب بحق علی الاطلاق کا ارشاد اجل واجمل سینے فتح میں فرماتے ہیں اما الحروف فاذا وضع حرفا مکان غیرہ فاما خطا و اما عجزا فالاول ان لم یغیر المعنی لا تقصد وان غیر قصدت فالعبرة فی عدم الفساد عدم تغیر المعنی وحاصل هذا ان کان الفصل بلا مشقة تقصد وان کان بمشقة قیل تقصد واكثر هم لا تقصد هذا علی رائي هولاء المشائخ ثم لم تبصبط فروعهم فاورد فی الخلاصة ما ظاهره التنافی للتامل فالاولی قول المتقدمین والثانی وهو الاقامة عجزا کالحمد لله الرحمن الرحیم بالنہاء فیہا اعوذ بالمهملة الصمد بالسین ان کان یجهد اللیل والنهار فی تصحیحہ۔ ولا یقدر فصلاته جائزۃ ولو ترک جهدا ففاسدة ولا یسعه ان یترك فی باقی عمرہ اہ مختصراً وکیون خطا و عجز کو صاف دو صورتیں متقابل قرار دیا اور وہ فرقِ مشقت کا قول صرف صورتِ خطا میں ذکر کیا صورتِ عجز میں اس تفرقے کا اصلاً نام نہ لیا بلکہ ص و د و ذ کی مثالوں سے حرفِ تشابہ الصوت وغیرہ متشابہ دونوں کا یکساں حکم ہونا صراحتہ ظاہر فرمادیا تو بحالتِ عجز مغضوب مغدوب بلکہ بالفرض منکوب منسوب سب کو قطعاً ایک حکم شامل اور حرفِ دو ن حرف کا فرق باطل نہم مانا کہ نہ ظا طائفة جدیدہ کی قصدیت پر نظر ہوئی نہ ذال عوام پر نہ اقوال علی میں فرق عجز و خطا وغیرہ پر اور یا اتباع بعض علمائے متاخرین ارشاد اقدس اصل المذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحیح و مختار جمہور محققین بھی پسند نہ آیا یہ سب سلم مگر متاخرین کا صرف ایک ہی قول تفرقہ مشقت نہ تھا متعدد اقوال تھے از انجملہ امام قاضی ابو نعیم و امام محمد ابن قاتل و امام کفیل زاہد وغیرہم اکابر اجداد کا قول بہت باقت تھا جس پر امام زاہد نے فتویٰ دیا امام محسن و صاحب خزائنہ الاکمل نے احسن کہا خزائنہ الفتاویٰ وحلیہ وغیرہما میں مختار بتایا و جبر کروری و ہند یہ وغیرہما میں اعتدال الاقاویل فرمایا کہ یہ سب عبارات زیر امر بنیام گزریں یعنی اگر خطا ایک حرف کی جگہ دوسرا زبان سے نکل گیا یا تمیز نہیں جانتا تو نماز فاسد نہیں اس قول میں مشقت وغیرہ کا کچھ تفرقہ نہ تھا صحت



خطایا عدم تیز حکم ہے اس تقدیر پر واجب تھا کہ ظ و د کا ایک حال ہو اور بحال عدم تعدد صحت نماز پر فتویٰ دیا جائے کہ کسی فقہی نظر موجب ہوئی کہ قول متا حسنین ہی لینا تھا تو یہ قول جلیل زلیا جائے حالانکہ اس کی قوت جلیلیہ شانے دارد پھر جس مصلحت کے لیے قول المہر تقدیرین سے مدول ہوا یعنی عوام پر آسانی وہ بھی اسی میں اتم و ازید ہاں اگر منظور ہی یہ ہو کہ وہابیہ غیر مقلدین مذہبی کے برادران منظمین کی نماز میں درستی پائیں اور عوام اہلسنت کی نمازیں برباد جائیں اس لیے وہ قول تفرقہ اختیار کیا تو اختیار ہے دہم بلکہ یہاں ایک اور قول باقوت تھا جسے امام ابوالقاسم صفار و امام محمد بن سلمہ وغیرہما اجلہ المہر نے اختیار فرمایا اور بہت مشائخ نے اُس پر فتویٰ دیا کہ نظر عموم بلوی پر ہے جہاں ابتلائے عام ہو صحت پر فتویٰ دیں گے اسی شامی میں ہیں تھا و فی التا تاریخانیۃ عن الحاوی حکى عن الصفار انه کان یقول الخطاء اذا دخل فی الحروف لا یفسد کان فیہ بلوی عامة الناس لانہم لا یعون الحروف الا بمشقة او فیہا اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد الخرج ولا قرۃ الا ان فیہ بلوی العامة لا تقصد عند بعض المشائخ او مختصراً وقد مر تمامہ حلیہ میں ہے قال بعضهم لا تقصد منهم ابوالقاسم الصفار و محمد بن سلمہ و اکثر من المشائخ افتوا بہ لعمومہ البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف۔ اس قول پر تو صراحتاً عکس مرلو ہوتا تھا۔ یہاں ظ خاص طائفہ قلیلہ ذلیلہ وہابیہ پڑھتے ہیں اور دیا مشابہ د میں عام ابتلا خود انہیں فتوؤں سے سائل نے نقل کیا کہ ایک بلا عام اس زمانے میں یہ ہو گئی ہے کہ جن کو بصورت د پڑھتے ہیں اب تو لازم تھا کہ ان غایوں بدویوں کے بھائیوں کی نماز فاسد کرتے اور عوام کی نماز صحیح الحمد للہ ثلاث عشرۃ کاملۃ وقد بقی خیایا فی زوایا لولا ان السائل اوصی بالاجمال لا لتینا بھا یہاں تک ان فتوؤں کی حالتیں ظاہر ہو گئیں اور یہ بھی کہ وہ اس طائفہ حادثہ کو مفید اصلاً نہیں اور مسئلہ میں صرف اس کا جواب دہا کہ یہ نزاع خاص اس حرف میں کیونکہ جل اور عوام اہلسنت کے جملہ کا علم جن کا دشوار ترین حروف ہونا تو ظاہراً نہ ہو سکے میں وہ غلط اور یہ جملہ برابر مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے عوام نے معاذ اللہ کلام اللہ و تحریف حرف منزل من اللہ کا قصد کیا وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو حرف یہاں اللہ عز و جل نے اتارا ہے اسی کو پڑھیں اسی کا ارادہ کرتے اسی کی نیت رکھتے اور اپنے زعم میں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ حرف جہاں تک ہم سے ادا ہو سکتا ہے اُس کی یہی آواز ہے۔ مگر علماے وہابیہ کو کہاں تاب کہ عجز و جہل کے طعنے سمجھیں وقتوں دشواریوں کی کشاکش میں رہیں وہاں تو مذہب کی بنا ہی آرام پروری پر ہے۔ نزاع کی آفہ نہ ترک کی ایک رکعت میں قسمت سے انہیں اوروں کے قول مل گئے ورنہ حاصل مقصود ہی آرام نفس ہے جاڑا لگتا ہے تیمم کر لو جماع میں انزال نہ ہو غسل نہ کرو سال دو سال عورت کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کر دو۔ تین طلاقیں ایک جلسہ میں کہیں بے حلائے سمجھو۔ چھ چیز کے سوا سب میں سود روا۔ خون و مردار غیر حلال۔ ایک چیزیں ناپاک باقی تمام اشیاء حتیٰ کہ شراب بھی طاہر۔ بے باک دفع ضرورت کو زنا سے خود اپنی بیٹی رضاعی۔ بیٹی بیٹی۔ سوتیل خالہ سب حلال بلکہ لگی چھو بھی کے لیے بھی یہی خیال اُنہماے آرام طلبی یہ کہ جن میں سر سے عمامہ دشوار اور یہی سے سج کر لو بولی سبحنہ تعالیٰ نے دامن حوا دوسکھ نہ نہایا۔ تم بجا تم سمجھو وہ تو مشکل یہ ہے کہ ہاتھوں کے لیے حکم غسل آیا اور ان کے دھونے سے آستینیں دھونا دشوار تر کر پنے بھی بھیکے اور کپڑا بھی تر ورنہ انہیں ایک کم کی جگہ آستینکم بنالینا کیا دشوار تھا یہاں ایک غیر مقلد صاحب کا قول تھا صاحب جو تم نے تجدید میں آپ دشواریاں لگائی ہیں ہماری تو جاڑے میں جب آنکھ کھلی تکیے پر ہاتھ مار کر بوٹھ پر پھیر لے اور چار پائی پر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھیں اور مکان میں نہک لے۔ مسلمان نہ کر یہ لم تجدوا ماء کے معنی سمجھے یعنی جب چار پائی پر رکھا ہوا کھڑا نہ لے تو تکیہ پر ہاتھ مار لو اگرچہ نام کو مٹی۔ بخار نہ تکیہ دار کو مرض نہ آزار دلا حلال

ولا قوة الا بالله الواحد القهار۔ یوں بھی جبکہ وہ قصدی تعریف ہے اور یہ عجز یا جہل یا خطا کی تصیغ تو وہی احق بالانکار ہے اور عوام کا اُنکے علم ہونا واضح و آشکار اصل اس قدر ہے آگے افراط و تفریط واجب الخذر یہ جواب امورِ مسئلہ ہے اور اس مسئلہ خاص میں حق تحقیق حقیق بالقبول و عطر تنقیح اکابرِ جنوں یہ ہے کہ مولیٰ عزوجل و تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ عظیم اتارا اور ہمیں بحمد اللہ تعالیٰ اُس کے نظم و نثر دونوں سے متعبد کیا ہر مسلمان بہ حق ہے کہ اُسے جیسا اُترا ویسا ہی ادا کرے حرف کی آواز بدلنے میں بیشمار جگہ الفاظ مائل بہتے یا معنی کچھ سے کچھ جاتے ہیں یہاں تک کہ معاذ اللہ کفر و اسلام کا فرق ہو جاتا ہے آواز صحیح سے جو معنی تھے ایمان تھے اور بدلنے پر جو پیدا ہوئے اُن کا اعتقاد صریح کفر تو معاذ اللہ وہ کلام اللہ کیونکر ہوا آج کل یہاں عوام بلکہ کثیر بلکہ اکثر خواص نے اس امرِ خطیر میں ملامت و بے پردہی اپنا شعار کر لی فقیر نے گیوش خود مولوی صاحبوں اصحاب و عطاء مدرس و فتویٰ کو خاص پنجایت میں بر ملا پڑھتے سنا قل هو اللہ اھد حالانکہ ہرگز نہ اللہ نے اھد فرمایا نہ امین وحی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اھد پہنچایا نہ صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اھد پڑھایا پھر یہ قرآن کیونکر ہوا احد کے معنی ایک اکیلا شریک و نظیر سے پاک زالا اور اھد کے معنی معاذ اللہ بذل کمزور فی القاموس اکاھد الجبان زاد فی تاج العروس و سل الضعیفہ ہمیں تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ لاجرم اس قدر تجوید کہ ہر حرف دوسرے سے ممتاز اور تبدیل و تبیس سے احتراز جو ہر مسلمان پر لازم ہے تصحیح بخارج و اقامۃ حروف کا اہتمام فرض محتم علمائے متاخرین کا فتویٰ معاذ اللہ پر دانے بے پردہ ہی نہیں کہ قرآن کو کھیل بنائے اور جملان ما انزل اللہ جو جی میں آئے پڑھ لینا مناسب باوصف قدرت تعلم تعلّم نہ کرنا اور اس امر اہم کو ہٹا سمجھنا غلط خوانی قرآن پر ہے یہاں کون جائز کہے گا اس سہل انکاری کی ایک نظیر سن چکے اللہ کو احد ماننا سن اسلام اور معاذ اللہ کنا صریح دشنام مانا کہ تمہیں قصد دشنام نہیں پھر اس سے کیا ہو کفر سے بچ گئے بات کی شاعت کیا جاتی رہے گی تعریف کیجیے اور اسی کا قصد ہوئے لفظ وہ نکلیں جو صریح ذم ہوں کیا علمائے متاخرین اسے حلال بتا گئے ہیں۔ کلام۔ واللہ حاشا بشریح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا نكس احدكم وهو يصلي فليدق حتى يذهب عنه النوم فان احدكم اذا صلى وهو ناعس لا يدري اعله يذهب يستغفر فيسب نفسه جب تم میں کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو سوراہے یہاں تک کہ نیند چلی جائے کہ اونگھتے میں پڑھے گا تو کیا معلوم شاید اپنے لیے دعائے مغفرت کرنے چلے اور بجائے دعا بد دعا نکلے رواہ مالک والبخاری ومسلم والبوداؤد والترمذی وابن ماجہ عن ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ جب اونگھتے میں نماز سے منع کیا کہ احتمال ہے شاید اپنے لیے دعائے بد نکل جائے اگرچہ قصد دعا ہے تو خود جاتے ہیں خود اللہ عزوجل کی شان میں سخت گستاخی کا کلام نہ فقط احتمالاً بلکہ تجرباً بارہا ہونے سے کان کیونکر گوارا ہو سکے اگرچہ قصد ثنا ہے اتفاق شریف میں ہے من اللحمت تجوید القرآن وهو اعطاء الحروف حقوقها و رد الحروف الى مخارجها و اصله ولا شك ان الامة كما هم متعبدون بفهم معاني القرآن واقامة حدوده هم متعبدون بتصحيح الفاظه واقامة حروفه على الصفة المتلقاة من انشاء القراء المصطفیٰ المحضرة النبویة وقد عد العلماء القراءۃ بغير تجوید لحناً و کچھ کیسی تصریح ہے کہ علمائے کرام قرأت بے تجوید کو کھن بتاتے ہیں اور احسن الفتاویٰ فتاویٰ بزاز یہ میں فرمایا ان اللحن حرام بلا خلاف لحن سب کے نزدیک حرام ہے ولہذا اللہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہے تو اُس کی تصحیح و تعلیم میں اُس پر کوشش واجب اگر کوشش نہ کرے گا معذور نہ رکھیں گے اور نماز نہ ہوگی بلکہ مجبور علمائے اس

سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ تا عمر شبانہ روز ہمیشہ جہد کیے جائے کبھی اس کے ترک میں معذرت نہ ہوگا یہی قول امام ابراہیم ابن یوسف و امام حسین بن مطیع کا ہے محیط میں اسی کو مختار الفتویٰ فرمایا خانیہ و خلاصہ : فتح القدیر و مرقا الفلاح و فتاویٰ الحجۃ و جامع الرموز و مختار ورد المحتار و غیرہ میں اسی پر جزم کیا علامہ ابن السخنی نے اسی کو محرر بتایا علامہ ابراہیم علی نے غنیہ میں اسی کو معتد فرمایا اگرچہ امام برہان محمود نے ذخیرہ میں اس کو مشکل بتایا امام ابن امیر الحاج نے اسی پر تنویل کی علامہ خطادی نے حاشیہ مرقا الفلاح میں اسی طرف میل کیا کما بینا کل ذلک فی فتاویٰ نوکیونکر جائز کہ جہد و سعی بالائے طاق سرے سے حرف منزل من القرآن کا قصہ ہی نہ کریں بلکہ عمدہ اسے ترک و مجرور اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کر دیں ہذا امما لا یبعثہ شرع ولا دین والعیاذ باللہ رب العالمین فقیر کتاب ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہو چکا کہ قرآن نظم و منی سمیما بلکہ نظم دال علی المعنی کا نام ہے اور نظم یہ حروف بہ ترتیب معروف اور باہم متبائن اور تبدیل جز مستلزم تبدیل کل فان المولف من مباحث مباحث اللوف من مباحث نہیں جانتا کہ اس تبدیل قصدی و تحریف کلام اللہ میں کیا تفاوت مانا جائے گا یہی منشا ہے امام فضل و امام محمود و علامہ قاری و غیرہ کے اس حکم کا کہ جو قرآن مجید میں ض عمدا ظ سے بدلے کا فر ہے **اقول** ولا حاجة الى استثناء وما هو على الغیب بضنین فان ههنا ليس إقامة الظاء مقام الضاد لان المكان ليس مكانا خاصة بل مكانهما جميعا على التوارد حيث قرئ بهما في القرآن فكان مثل صكاط وسراط وبسطة وبسطة ويبيسط ويصبط ومصيطر ومسيطر الى اشباه ذلك بخلاف مغضوب وبخلاف مغضوب وسجیل وصجیل تبدیل پس جزا لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من اللہ ہی کا قصہ کریں اور اسی کے مخرج سے اُسے نکالنا چاہیے

**مخرج ضاد** زبان کی دہنی یا بائیں کروٹ ہے یوں کہ اگر پہلوئے زبان حلق سے نوک کے قریب تک اسی جانب کی اُن بالائی داڑھوں کی طرف جو وسط زبان کے محاذی ہیں قریب ملاصق ہوتا ہو اچلیوں کی طرف دراز ہو یہاں تک کہ شروع مخرج لا تم تک بڑھے زبان کی کروٹ داڑھوں سے متصل ہوئی باقی زبان اس حرکت میں اوپر کو میل کر کے تالو سے نزدیکی پائے دانتوں یا زبان کی نوک کا اُس میں کچھ حصہ نہیں وہ اُن قوی حروف میں ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد قوی مانگتے ہیں جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتی ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں کہ کوئی پارہ سانس کا اُن کے ساتھ جدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک اُن کی آواز ختم نہ ہو لے سانس بند رہے گی ایسے حروف کو مجبورہ کہتے ہیں اور ان کے خلاف کو مجبورہ جن کا جامع فحشہ شخص سکت ہے یا سکتہ فحشہ مثلا ثائے مثلثہ کو مکرر کر کے بولے ثث تو آواز ثا کے ساتھ ایک حصہ ساکن کا جدا معلوم ہوگا نفس بند نہ ہوا مجبورہ میں ایسا نہیں بلکہ تمام سانس جو شروع تلفظ کے وقت موجود ہوا انہیں کی آواز سے بھر جاتی ہے اور جب تک اُس کا تلفظ ختم نہ ہو دوسری نہیں آتی جیسے ذرذ ظ ظ یوں ہی ضضض یہ امر قوت اعتماد کو لازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصے پر اعتماد قوی پائے وہ بھی حالبس دم ہے کما لا یخفی جب اس جگہ سے اس طور پر حرف نکلے گا تو وہ ض ہی ہوگا نہ اُس کا غیر فرق جو پڑتا ہے اُس کا منشا انہیں سے کسی بات کا رہ جانا ہے مثلا زبان اگلے دانتوں کو لگی یا زبان کی نوک سے کام لیا کہ وہ آغاز مخرج لام کی طرف بھی پہلوئے زبان کا وسط داڑھوں کی جانب خلاف کو چلا جائے کہ اُن کی طرف میل درکار تھا یا زبان تالو کی طرف اٹھائی یا اٹھانا چاہی مگر حرف کی



والعیاذ باللہ تعالیٰ ہاں جو اپنی نادانقی سے کسی خاص قاعدے پر انکار کرے وہ اس کا جہل ہے اُسے آگاہ و متنبہ کرنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - ادھر اہل محلہ ذخیرہ مسئلہ محبت حسین یکم ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی عینی نماز کے نہیں جانتے ہیں اور نہ کلمہ شریف کے معنی جانتے ہیں پس جاننا معنی کلمہ شریف اور نماز کے اور عمل کرنا بہت ہی ضرور ہے پس اگر اہل عرب اور عربی جاننے والے عربی میں پڑھیں اور باقی اہل زبان اپنی اپنی زبان میں عربی کا ترجمہ کر کے پڑھیں تو نماز درست اور صحیح ہے یا نہیں یعنی انگریزی خواں انگریزی میں اور ناگری والے ناگری میں اور اُردو والے اُردو میں بچکانہ نماز پڑھیں - بینوا تو جو وا

## الجواد

گمراہی کہ کرنیں آتی گمراہی کا پہلا پھانک ہی ہے کہ آدمی کے دل سے اتباع سبیل مومنین کی قدر نکل جائے تمام امت مرحومہ کو بیوقوف جانے اور اپنی رائے الگ جانے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بھی لوگ مشرف باسلام ہوئے حضرت بلال حبشی تھے حضرت صہیب رومی حضرت سلمان فارسی و ابو ہریرہ و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیعاً اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں جو ہزاروں بلا و عجز ہوئے لاکھوں عجمی مشرف باسلام ہوئے کبھی بھی حکم فرمایا کہ تم لوگ اپنی زبان میں نماز پڑھا کرو اب تیرہ سو برس کے بعد یہ صلیحت بعض ہندی بے علموں کو سوچی اس قدر کا ملاحظہ اتنا سمجھنے کو کافی ہے کہ یہ الہام رحمن نہیں بلکہ دوسرے شیطان ہے قرأت قرآن فرض ہے اور وہ خاص عربی ہے غیر زبان میں ادا نہ ہوگی اور نماز نادرست ہوگی اور اس کے ماوراء میں گنگا دی ہے ہاں جو عاجز محض ہو تو مجبوری کی باجہ جدا ہے واقعہ مسخندہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عادت ہمیشہ نماز مغرب میں باقرات ایک یا نصف رکوع یا سورۃ الضحیٰ یا الزلزلہ یا الشمس حالت امامت میں پڑھنے کی ہے بعض مقتدی اس کو پسند کرتے ہیں اور بعض اس طریقہ کو ناپسند بوجہ طوالت ایسی صورت میں امام اپنی عادت کے موافق کرے یا مقتدیوں کی تابعداری اختیار کرے اور یہ سونہیں ایسے وقت میں کچھ زیادہ تو نہیں ہیں ایک روز نماز مغرب میں زید نے ۱۶ پارہ کا ۲ رکوع انجب الدین کفر و اور دوسری رکعت میں ۲۹ پارہ کا آخری رکوع ان التقیین فی ظلل پڑھا اس سے زیادہ پڑھنے پر مقتدی نہایت شاکر ہوئے اور ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ امام گنگا رہتے ہیں اتنا بڑا رکوع پڑھنے سے ایسی صورت اور ایسے وقت میں نہیں چاہیے منع آیا ہے بہت ہمت مقتدیوں کی شکایت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور امام صاحب پر شرعاً کیا الزام اگر گناہ ہے سو آدمی کی جماعت میں مقتدی علیل پیرائے سالی کی وجہ سے زیادہ شکایت اور امام کو برا جانیں وہ بھی الزام دینے سے گنگا رہیں یا نہیں -

## الجواد

نماز حضرت یعنی غیر سفر میں ہمارے اکثر سے تین روایتیں ہیں اول فجر و ظہر میں طوالت مفصل سے دو سورتیں پوری پڑھے ہر رکعت میں ایک سورت اور عصر و عشا میں اوساط مفصل سے دو سورتیں اور مغرب میں قصار مفصل سے مفصل قرآن عظیم کے اُس حصہ کو کہتے ہیں جو سورہ حجرات سے اخیر تک ہے اس کے تین تھے ہیں حجرات سے بروج تک طوالت بروج سے لم یکن تک اوساط - لم یکن سے ناس تک قصار - دوم فجر و ظہر میں

سورہ فاتحہ کے علاوہ دونوں رکعت کی مجموعہ قرات چالیس پچاس آیت ہے اور ایک روایت میں ساٹھ آیات سے سو تک اور عصر و عشا کی دونوں رکعت کا مجموعہ پندرہ بیس آیت اور مغرب میں مجموعہ دس آیتیں۔ سوم کچھ مقرر نہ رکھے جہاں وقت و مقتدیان و امام کی حالت کا مقتضی ہو ویسا پڑھے مثلاً نماز فجر میں اگر وقت تنگ ہو یا مقتدیوں میں سے کوئی شخص بیمار ہے کہ بقدر سنت پڑھنا اس پر گراں گزرے گا یا بڑھا ضعیف ناتواں یا کسی ضرورت والا ہے کہ دیر لگانے میں اس کا کام حرج ہوتا ہے اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو جہاں تک تخفیف کی حاجت سمجھے تخفیف کرے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں ایک سہجے کے رونے کی آواز سُن کر اس خیال رحمت سے کہ اس کی ماں جماعت میں حاضر ہے طول قرات سے ادھر بچہ بھڑکے گا ادھر ماں کا دل بچپن ہوگا صرف قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سے نماز پڑھادی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَللّٰہُ وَاَصْحَابُہٗ وَاَبْرَکَ وَاَسْلَمَ اجمعین اور اگر دیکھے کہ وقت میں دسعت ہے اور نہ کوئی مقتدیوں میں بیمار نہ ویسا کامی تو بقدر سنت قرات ان روایات میں پہلی اور تیسری روایت مختار و معمول رہے وانا اقول لاحلاف بینہما وانا الثالثة تقييد الاولی کمالا یحییٰ تو حاصل مذہب متدینہ قرار پایا کہ جب گنجائش بوجہ وقت خواہ بیماری وضعف و حاجت مقتدیان کم دیکھے تو قدر گنجائش پر عمل کرے ورنہ وہی طول و اوساط و قصار کا حرج ملحوظ رکھے اور قلت گنجائش کے لیے زیادہ مقتدیوں کا ناتواں یا کام کا ضرورت مند ہونا درکار نہیں بلکہ صرف ایک کا ایسا ہونا کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہزار آدمی کی جماعت ہے اور صبح کی نماز ہے اور خوب وسیع وقت ہے اور جماعت میں ۹۹ آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بڑھا یا کسی کام کا ضرورت مند ہے کہ اس پر تطویل بار ہوگی اسے تکلیف پہنچے گی تو امام کو حرام ہے کہ تطویل کرے بلکہ ہزار میں اس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے جس طرح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اس عورت اور اس کے بچے کے خیال سے نماز فجر موزتین سے پڑھادی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک کہ رخسارہ مبارک شدت جلال سے سرخ ہو گئے اور فرمایا افتان انت یا معاذ افتان انت یا معاذ کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے اے معاذ کما فی الصحاح وغیرہاد فی الہدایۃ مرفوعاً من ائمہ قوماً فلیصل بھم صلاۃ اضعفہم فان فیہم المریض والکبیر وذو الحاجة اس بیان سے واضح ہوا کہ امام کا مغرب میں سورہ الشمس یا الضحیٰ یا اول میں انفسہم لذین کفروا دوسری میں ان المتقین یہ دونوں رکوع پڑھنا خلاف سنت اور نبیوں سے الگ ہوا کہ یہ قصار مفصل سے ہے نہ دونوں رکعت میں صرف دس آیت نہ یہی کہ مقتدیوں پر گراں نہ گزرا اسی حالت میں مقتدیوں کی شکایت بر محل ہے اور امام پر ضرور الزام ہے ہاں العلم التکاثر ایک رکعت میں اور اس سے پہلے میں القارۃ یا دوسری میں والعصر پڑھنا مطابق سنت ہے یہاں مقتدیوں کی شکایت حماقت ہے مگر اس حالت میں کہ کوئی بیمار یا بڑھا ناتواں اس قدر کا تحمل نہ رکھتا ہو تو وہاں اس کے بھی تخفیف کا حکم ہے فی فتح القدیر قد بحثنا ان التطویل هو الزیادۃ علی القراءۃ المسنونۃ فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نفی عنہ وکان قراءۃ المسنونۃ فلا بد من کون ما نفی عنہ غیر ما کان دابہ الا بالضرورة اہ و باقی ما ذکرنا من المسائل معروفۃ فی الدال المختار و رد المحتار وغیرہا من الکتب المتداولۃ فلا حاجۃ بایراد العبارات۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ — ۲۴، شوال ۱۲۸۱ھ ہجری۔



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز میں بعد الحمد شہد اور تین یا زائد آیتوں کے کہا قال رسول اللہ پھر رکوع کو کیا یا قرآن مجید اور تلاوت کی تو اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں اور سجدہ سو کی حاجت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

### الجواب

اگر اس لفظ سے اُس نے کسی شخص کی بات کا جواب دینے کا قصد کیا مثلاً کسی نے پوچھا فلاں حدیث کس طرح ہے اُس نے کہا قال رسول اللہ اور معاً نماز کا خیال آگیا خاموش ہو رہا یا ابتدا کسی سے خطاب کا ارادہ کیا مثلاً کسی کو کوئی فعل ممنوع کرتے دیکھا اُسے حدیث ممانعت سنانی چاہی اس کے خطاب کی نیت سے کہا قال رسول اللہ پھر یاد آگیا آگے نہ کہا تو ان دو صورتوں میں ضرور نماز فاسد ہو جائیگی کہما نصوا علیہ فیما ہو ذکر و ثناء محض کلا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وانا اللہ وانا الیہ راجعون وغیر ذلک اذا قصد بہ الجواب او الخطاب فکیف مالیس كذلك اور اگر یہ صورتیں نہ تھیں تو اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں اور ظاہر کلام علمائے کرام سے یہ ہے کہ اگر شخص حدیث خوانی کا عادی تھا اُس عادت کے مطابق زبان سے قال رسول اللہ نکلا تو نماز فاسد ہوگئی لانہ من کلامہ ولیس ثناء او دعاء بل اخبار اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آیت کریمہ کا ٹکڑا ہے قال اللہ تعالیٰ فقال لہم رسول اللہ نا قۃ اللہ وسيقینا بھرا لائق ودر مختار وغیرہا میں ہے لوجری علی لسانہ نعم ان کان هذا الرجل یعتاد فی کلامہ نعم تفسد صلاتہ وان لم ینک عادی لہ لا تفسد لان هذه الکلمۃ فی القرآن فتجعل منہ اور سجدہ سو کی کسی حالت میں حاجت نہیں مگر یہ کہ صورت اخیرہ پائی گئی ہو جس میں جواز نماز ہے اور بوجہ سہواً تہی دیر تک چپکا کچھ سوچتا رہا ہو جس قدر دیر میں ایک رکن ادا ہو سکے تو اس سکوت کے باعث سجدہ سو لازم آئے گا۔ کما فی التوہید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ - ۱۰۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) اللہ کے الف کو حذف کر کے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں (۲) اللہ کے لام کو پڑھ کر سنت ہے یا نہیں (۳) الف اللہ کو تکبیرات میں کچھ دراز کر کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۴) قنہ اولیٰ میں شک ہو اگر یقین نہیں اور سجدہ سو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں (۵) جس نماز میں سہو نہ ہو اور سجدہ سو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں (۶) ہاتھ لاکر دعا چاہیے یا علیحدہ علیحدہ کر کے بینوا توجروا

### الجواب

(۱) نماز جائز ہے مگر قصد اگرے تو حرام و گناہ (۲) ہاں سنت متواترہ ہے جبکہ اس سے پہلے فتح یا ضم ہو (۳) تھوڑا دراز کرنا تو مستحب سے اسے تنظیم کہتے ہیں اور زیادہ دراز کرنا کہ حد اعتدال سے خروج فاحش ہو مکروہ اور اگر معاذ اللہ ان کے طور پر ہو کہ کچھ حروف زوائد پیدا ہوں مثلاً آؤ تو قصد نماز ہے (۴) جائز ہے (۵) بے حاجت سجدہ سو نماز میں زیادت اور منوع ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ ہاں اگر یہ امام ہے تو جو مقتدی بسوق تھا یعنی بعض رکعات اُس نے نہیں پائی تھیں وہ اگر اس سجدہ بے حاجت میں اس کا شریک ہو تو اس کی نماز جاتی ہے کی لانہ اقتدی فی محل الا نفاذ (۶) دونوں ہاتھوں میں کچھ فاصلہ ہونی الدرا المختار یبسط ید یہ جذاء صد رہ نحو السماء لا تھا قبلۃ الدعاء ویکون بینہما فرجۃ فی رد المحتار ای وان قلت قنیہ۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از شہر کتبہ بانس برہی کا مکروہ ، ارشاد ۱۳۱۹ھ

ناز چار رکعت میں زید اس طرح پڑھتا ہے اول رکعت میں بعد سورہ فاتحہ سورہ یسین شریف دوسری میں سورہ دخان شریف تیسری میں سورہ تنزیل چوتھی میں سورہ ملک اس طرح سے یہ ناز پڑھنا خلاف ترتیب ہوگا یا نہیں اور تنزیل کس صورت سے مراد ہے۔ بدینا تو جودا

**الجواب**

یہ ناز اسی ترتیب سے حدیث میں حفظ قرآن کے لیے ارشاد ہوئی ہے جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے سورہ تنزیل سورہ الم تنزیل السجدہ ہے روایت ترمذی میں ہی پورا نام آیا ہے اس میں خلاف ترتیب صلا نہیں کہ نفل کا ہر شفع ناز جدا گانہ ہے اور شک نہیں کہ ترتیب قرآن عظیم میں یسین شریف حم الدخان سے مقدم ہے اور تنزیل السجدہ سورہ ملک سے تو رعایت ترتیب ہر شفع میں ہوگئی اگرچہ چاروں کے لحاظ سے سب میں پہلے تنزیل السجدہ ہے پھر یسین پھر دخان پھر ملک یہ خلاف ترتیب نہیں کہ ہر شفع صلاۃ علیحدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - ۲ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص ناز میں سورہ فاتحہ میں لفظ نستعین اور مستقیم کی جگہ تسعین اور مستقیم بدون ۳ کے پڑھے تو اس کی ناز باطل ہوگی یا مکروہ یا نہیں جواب دیجیے موجب ثواب ہے۔

**الجواب**

ناز ہو جائے گی لاجل الادغام لگ کر اہم ہے لاجل الاحداث فلا ادغام صغیرا فی الفاتحۃ کما نص علیہ فی غیث النفع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ان مسائل میں کہ سورہ فاتحہ سے ایک آیت کا تلاوت کرنا ناز میں فرض ہے یا اس کے ماسوا دوسری سورت میں سے ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً زید نے ناز پڑھی اور فقط الحمد شرب العالمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع و سجود کیا اور سجدہ سو کیا سلام پھیرا اس حالت میں ناز زید کی ہوئی یا نہیں اور نیز دوسری صورت یہ ہے کہ امام صاحب نے ناز پڑھائی اور وہ تشهد کرنا اول کا بھول گئے اور مقتدی نے دوم تہ کھڑے ہوئے امام سے پیشتر کہا التحیات شد مگر امام صاحب کھڑے ہو گئے اور قرات باجمہر پڑھی اور فقط سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع کیا اور سجدہ سو کیا اس صورت میں مقتدی کی ناز میں کوئی نقصان آیا یا نہیں اور نیز اس صورت میں کہ امام صاحب قرات میں بھول گئے اور مقتدی نے فقرہ دیا اور امام صاحب نے نہیں لیا تو ناز مقتدی میں کوئی نقصان آیا یا نہیں اور وقت ظہر میں اگر جماعت ہو رہی ہو تو مشرک ہو جاوے اور چار رکعت سنت حمد ہیں ان کا پڑھنا کس وقت اہل ہے آیا دو پہلے پڑھے یا چار۔ بدینا تو جودا

**الجواب**

قرآن مجید کی ایک آیت سورہ فاتحہ سے ہو خواہ کسی سورت سے پڑھنا فرض ہے نہ خاص فاتحہ کی تخصیص ہے نہ کسی سورت کی ....

جو فقط الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع کر دیا نماز کا فرض ساقط ہو جائے گا مگر نماز ناقص ہوئی کہ واجب ترک ہوا الحمد للہ شریف تمام و کمال پڑھنا ایک واجب ہے اور اس کے سوا کسی دوسری سورت سے ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب ہے اگر اگر بھولا تھا اور واجب اول کے ادا کرنے سے باز رکھا گیا تو واجب دوم کے ادا سے عاجز نہ تھا فقط ایک ہی آیت پر قناعت کر کے رکوع کر دینے میں قصد ترک واجب ہوا علی ما هو الظاہر و ترتیب السورۃ علی الفاتحۃ واجب ثالث کما ان ترک الفصل بینہما باجنبی واجب رابع فاسقاط وجوب السورۃ للعجز عن الفاتحۃ لا یتطہر فیما یتطہر واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور جو واجب قصد پڑھا جائے سجدہ ہوا کسی اصلاح نہیں کر سکتا تو واجب ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے ہاں اگر ایسا بھولا کہ نہ بقیہ فاتحہ یاد آتا ہے نہ قرآن عظیم سے کہیں کی آیتیں اور ناچار رکوع کر دیا اور سجدے میں جانے تک فاتحہ و آیات یاد نہ آئیں تو اب سجدہ سوگافی ہے اور اگر سجدہ کو جانے سے پہلے رکوع میں خواہ قمر بعد از رکوع میں یاد آجائیں تو واجب ہے کہ قرأت پوری کرے اور رکوع کا پھر اعادہ کرے اگر قرأت پوری نہ کی تو اب پھر قصد ترک واجب ہوگا اور نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا اور اگر قرأت بعد از رکوع پوری کر لی اور رکوع دوبارہ نہ کیا تو نماز ہی جاتی رہی کہ فرض ترک ہوا و ذلک لان الکوع یرتفع بالعود الی القراءۃ لانیفا فریضۃ و کل ما یقرأ و لو القرآن العظیم کلفا ما یقع فرضا کما فی المصنوع علیہ (۳) جبکہ امام پہلا قعدہ بھول کر اٹھنے کو ہوا اور ابھی سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا تو مقتدی کے بتانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بتانا ہی چاہیے ہاں اگر پہلا قعدہ چھوڑ کر امام پورا کھڑا ہو جائے تو اس کے بعد اسے بتانا جائز نہیں اگر مقتدی بتائے گا تو اس کی نماز جاتی رہے گی اور اگر امام اس کے بتانے پر عمل کرے گا تو سب کی جائے گی کہ پورا کھڑا ہو جانے کے بعد قعدہ اولیٰ کے لئے لاشعرا حرام ہے تو اب مقتدی کا بتانا محض بیجا بلکہ حرام کی طرف بلانا اور بلا ضرورت کلام ہوا اور وہ مقصد نماز ہے قرأت میں صحیح نغمہ دینا مطلقا جائز ہے نماز فرض جو خواہ نفل امام تین آیات زائد پڑھ چکا ہو خواہ کم تو اس صورت میں نغمہ دینے سے مقتدی کی نماز میں کچھ نقصان نہیں ہاں اگر وہ غلطی کہ امام نے کی بغیر معنی مقصد نماز نہ تھی اور مقتدی نے بتایا اور اس نے نہ لیا اُسی طرح غلط پڑھ کر آگے چلنا تو امام کی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سے سب مقتدیوں کی بھی گئی اور اگر غلطی مقصد نماز نہ تھی تو سب کی نماز ہو گئی اگرچہ امام غلطی پر قائم رہا اور نغمہ نہ لیا اور امام نے صحیح پڑھا مقتدی کو دھوکا ہوا کہ اس نے غلط بتایا تو اس مقتدی کی نماز ہر طرح جاتی رہی پھر اگر امام نے نہ لیا تو امام اور دیگر مقتدیوں کی نماز صحیح رہی اور اگر نے لیا تو سب کی گئی۔ ظہر کی پہلی سنتیں پڑھی ہوں تو علیٰ کے دونوں قول ہیں اور دونوں باقوت ہیں ایک یہ کہ فرض کے دو سنتیں پہلے پڑھے پھر وہ چار پڑھے اور دوسرے اس کا عکس کہ فرض کے بعد پہلے چار پہلی پڑھے پھر دو اور پہلا قول زیادہ قوی ہے لمطابقہ لنص الحدیث الصریح والحمد للہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۴۴ ارشوال مسئلہ ہجری -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز فجر و نماز میں سورہ طہ پڑھنا مفہون ہے یا نہیں اور اگر ایسے وقت کہ ابتدائی وقت ہو اور طہی بآسانی پڑھی جائے گی نہ پڑھے اور اللہ تو وغیرہ سے بڑھا دے اور مقتدی جماعت سے محروم رہیں تو جماعت خلاف سنت اور مخالفت سے جماعت کردہ ہوگی یا نہیں۔ جیسا تو جو دوا۔

الجواب - قرآن عظیم سورہ ہجرات سے آخر تک مفصل کہلاتا ہے اس کے تین حصے ہیں ہجرات سے شروع تک طہال مفصل

بروج سے لم یکن تک ادساط مفصل لم یکن سے ناس تک قصار مفصل سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں ہر رکعت میں ایک پوری سورت طویل مفصل سے پڑھی جائے اور عصر و عشاء میں ہر رکعت میں ایک کامل سورت ادساط مفصل سے اور مغرب کے ہر رکعت میں ایک سورت کاملہ قصار مفصل سے اگر وقت تنگ ہو یا جماعت میں کوئی مریض یا زیادہ بوڑھا یا کسی شدید ضرورت والا شریک جس پر اتنی دیر میں ایذا و تکلیف حرج ہوگا تو اس کا لحاظ کرنا لازم ہے جس قدر میں وقت مکروہ نہ ہونے پائے اور اس مقتدی کو تکلیف نہ ہو اسی قدر پڑھیں اگرچہ صبح میں انا اعطینا و قل ہوا شرا حد ہوں یہی سنت ہے اور جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس طریقہ مذکورہ کا ترک کرنا اور صبح یا عشاء میں قصار مفصل پڑھنا ضرور خلاف سنت و مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** ۲۱، ربیع الاخر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علما دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ امام کے پیچھے مقتدی لفظ آمین کو کس قدر آواز سے کہے اگر برابر والے نمازی جو اس سے دوسرے یا تیسرے درجے پر ہیں نے تو کوئی حرج ہے یا نہیں (۲) اے لفظ آمین کے اور جو کچھ پڑھے تو کس قدر آواز سے پڑھنا چاہیے (۳) حقہ۔ متبا کو پینے والے کے مومنین کی نماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوئی تو کوئی قباحت تو نہیں ہے۔ بینوا تو جروا۔

**الجواب**

(۱-۲) آمین سب کو آہستہ کنا چاہیے امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا ہی سنت ہے اور مقتدی کو سب کچھ آہستہ ہی پڑھنا چاہیے آمین و خواہ بکیر خواہ نسج خواہ التحیات و درود خواہ سبحنک الہم وغیرہ اور آہستہ پڑھنے کے معنی ہیں کہ اپنے کان تک آواز آنے کے قابل ہو اگرچہ بوجہ اس کے کہ یہ خود بہرہ ہے یا اس وقت کوئی غل شور ہو رہا ہے کان تک نہ آئے اور اگر آواز اصلاً پیدا نہ ہوئی صرف زبان ہلی تو وہ پڑھنا پڑھنا نہ ہوگا اور فرض و واجب و مستحب جو کچھ عتادہ ادا نہ ہوگا فرض ادا نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی اور واجب کے ترک میں گنہگار ہوا اور نماز پھیرنا واجب رہا اور سنت کے ترک میں عتاب ہے اور نماز مکروہ اور مستحب کے ترک میں ثواب سے محرومی۔ پھر جو آواز اپنے کان تک آنے کے قابل ہوگی وہ غالب یہی ہے کہ برابر والے کو بھی پہنچے گی اس میں حرج نہیں ایسی آواز ہونی چاہیے جیسے راز کی بات کسی کے کان میں مومنین رکھ کر کہتے ہیں ضرور ہے کہ اس سے ملا ہوا جو بیٹھا ہو وہ بھی سنے گا مگر اُسے آہستہ ہی کہیں گے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) مومنین بدلو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ اور اسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک مومنین صاف نہ کر لے اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچنی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدلو سے ملنے کو ایذا پہنچنا ہے حدیث میں ہے ان الملئکتہ تنادی بعمایتا ذی نہ بنوا دم واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** الحمد شریف قرآن شریف سے ہے نمازیں کیوں واجب کی گئی اور سورت کا ملائکیوں فرض رکھا گیا اور اگر اصل الحمد بھول جائے تو اس پر سجدہ ۳ واجب ہوتا ہے اور آیتیں پڑھنا بھول جائے تو نماز جاتی رہتی ہے اُس کے بدلے میں سجدہ ۳ ہونی نہیں لکھا گیا اس کی کیا وجہ ہے اور الحمد واجب ٹھہری اور مقتدی پیچھے امام کے الحمد نہیں پڑھتا ہے اور الحمد کے نہ پڑھنے سے سجدہ ۳ ہوا لازم آتا ہے تو اس مقتدی کی نماز بغیر سجدہ ۳ سو کیے ہوئے کیونکر صحیح ہو جاتی ہے۔

**الجواب -** سورۃ ملائکہ بھی فرض نہیں نہ اُس کے ترک سے نماز جائے وہ بھی مثل فاتحہ واجب ہی ہے اور اسکے ترک کی

بھی سجدہ سو سے اصلاح ہو جاتی ہے جبکہ بھول کر ہو یہی حال فاتحہ کا ہے تو یہ مسئلہ ہی سائل کو غلط معلوم ہے جس کی بنا پر طالب فرق ہے فرض صرف ایک آیت کی تلاوت ہے سورہ فاتحہ سے ہو یا کسی سورت سے قال اللہ تعالیٰ فاقرأوا ما تيسرون القرآن سورہ فاتحہ اور فرضوں کے پہلے دو رکعتوں میں ضم سورت کا وجوب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مواظبت اور بعض احادیث آحاد قولیہ سے ثابت ہوا یہ وجوب ہمارے ائمہ کے نزدیک صرف امام و منفرد پر ہے مقتدی پر نہیں تو لزوم سجدہ کی کوئی وجہ نہیں نہ ترک قصدی میں نہ سہو مقتدی سے اُس پر سجدہ لازم آئے اگرچہ دس واجب ترک ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ - ۲۶، صفر ۱۳۸۷ھ**

امام نے نماز جمعہ میں ایک آیت پڑھی بسبب بھول جانے کے اُس کو دوسری بار پڑھ کر دوسری آیتوں کی طرف منتقل کیا ایسی صورت میں نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا جائز بلا کراہت یا سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب**

جبکہ مجبوری اسہوفا کچھ کراہت نہیں اور اگر آیت کے یاد کرنے میں بقدر رکن ساکت نہ رہا تو سجدہ سہو بھی نہیں ورنہ سجدہ لازم ہے کہافی الدار المختار واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز میں مثل سورہ واللیل کے درمیان چھوڑ کر پڑھنا اگرچہ سہو ہو کیسا ہے مثلاً رکعت اولیٰ میں والشمس اور رکعت ثانیہ میں والضحیٰ پڑھی۔

**الجواب**

فرضوں میں تصدداً چھوٹی سورت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے اور سہواً اصلاً کراہت نہیں واللیل والشمس سے یا بیچ آیت زائد ہے ایسی صورت میں کراہت نہیں فی الدار المختار لیکرہ الفصل بسورة قصيرة اه فی رد المحتار اما بسورة طويلة بحيث يلزم اطالة الركعة الثانية اطالة كثيرة فلا يكره الشرح المنية الخ فی الدار اطالة الثانية علی الاولی یکره تنزیهاً اجماعاً ثبت ان تقارب طول وقصر ولا اعتبار بالحروف والكلمات واعتبر بالجلبي فخش الطول لاعدد الايات واستثنی فی البحر ما وردت به سنة واستظهر فی عدم الکراهة مطلقاً وان باقل لا یکره لانه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی بالمعوزتين واللہ بسبحہ وتعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** اس میں کیا حکمت ہے کہ فرضوں میں دو رکعت خالی اور دو رکعت بھری پڑھی جاتی ہے اور سخت اور نفلوں میں چاروں بھری

**الجواب**

نماز میں صرف دو ہی رکعت میں تلاوت قرآن مجید ضرور ہے سنت و نفل کی ہر دو رکعت نماز حید کا ذبہ لہذا ہر دو رکعت میں قرائت لازم ہو کر چاروں بھری ہونگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** زید نے اول وقت نماز پڑھی اور بعد فراغ سنن مغرب سے دو رکعت نفل جماعت سے یا بھر سوا پار سے سے پڑھے پھر

اُس کے متعل نماز عشا کا وقت آیا یہ دونوں نفل جو امین عشا و مغرب باجماعت ہر سے پڑھے جائز ہیں یا نہیں۔

### الجواب

اگر اس جماعت نفل میں صرف دو یا زیادہ سے زیادہ تین مقتدی تھے اور ان میں کسی پر اتنی قرائت طویل گراں تکلیف دہ نہ تھی تو یہ جماعت و قرائت جائز بلا منع و کراہت ہوئی و نہ مکروہ و ممنوع بحر الرائق میں ہے قال شمس الاثمۃ الحلوانی ان کان سوی الامام ثلثۃ لا ینکرہ بالاتفاق و فی الاربع اختلاف والاصح انہ ینکرہ اھ ہکذا فی شرح المنیۃ اسی میں ہے والظاهر انھا فی تطویل الصلوۃ کراہۃ تحویر الامر بالتخفیف وھو للوجوب الا لصارف لادخال الضرس علی الغیر اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔۔ از بنا رس نقانہ بھلو پورہ محلہ احاطہ روہیلہ مسئلہ عبد الرحمن دؤگر ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ اذا جاء کے آخر میں جو پڑھا کرتے تھے انہ کان تو ابا کے پاس پڑھا کرتے تھے مولینا امجد علی صاحب تودہ ذرا سا کھ دیجئے گا۔ فقط

### الجواب

مستحب طریقہ یہ ہے کہ آخر سورہ میں اگر نام الہی ہے جیسے سورہ اذا جاء میں انہ کان تو ابا تو اس پر وقت نہ کرے بلکہ رکوع کی تکبیر اشداً کبراً کہ ہمزہ وصل گرا کر اس سورہ کا آخری حرف لام اشتر سے ملا دے جیسے اذا جاء میں تو ابا لا اللہ اکبر کی قیام کی حالت میں کہے اور دونوں لام سے ملتا ہوا رکوع کے لیے جھکنے کی حالت میں اس طرح کہ رکوع پورا نہ ہونے تک اکبر کی دُختم ہو جائے یہیں سورہ واثین میں احکم الحاکمین کے فون کو زبردستی کر اشداً کبر کے لام میں ملا دے اور جس سورہ کے آخر میں نام الہی نہ ہو اور کوئی لفظ نام الہی کے مستحب بھی نہ ہو وہاں یکساں ہے چاہے وصل کرے یا وقف جیسے الم نشرح میں فارغب اشداً کبر اور جہاں کوئی لفظ اسم الہی کے نامناسب ہو جیسے سورہ کوثر کے آخر میں ہو لا تبرواں وصل ہی چاہیے وصل نہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صبح کی نماز طلوع آفتاب سے کس قدر پہلے ہونا چاہیے اور کتنی آیتیں پڑھنا چاہیے اور اگر کوئی خرابی نماز میں ہو جائے تو کیا اسی آیت کو جو کہ پہلے پڑھی گئی اُس کی مقدار پڑھنا چاہیے یا کم۔ بینوا تو جو روا

### الجواب

نماز صبح میں بحال گنجائش وقت و عدم عذر چالیس سے ساٹھ آیت تک پڑھنا چاہیے اور طلوع آفتاب سے اتنی پہلے ختم ہو جانا چاہیے کہ اگر نماز میں کوئی خرابی ظاہر ہو تو چالیس آیتوں سے قبل طلوع اعادہ ہو سکے اور اس کے لیے دس منٹ کافی ہیں اور اگر وقت کم رہ گیا اور خرابی ظاہر ہوئی تو بقدر گنجائش وقت آیت پڑھے اگرچہ سورہ کوثر و اخلاص ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز پڑھائی والعصران الانسان لغی خسر اللہ فیہ میں الاثر ہو کہ وقت کیا پھر الا الذین آمنوا سے آخر تک ختم کیا نماز درست ہے یا نہیں وقیل من (سکتہ) راق وطن انہ الفراق میں سکتہ کیسا ہے اور لفظ من کے فون کو راق کی را میں ادغام نہ کرنا کیسا ہے۔

## الجواب

نماز ہوگئی ہر آیت پر وقت جائز ہے اگرچہ آیت لا ہو ہماری یعنی امام غصص کی قرأت میں فون پر سکتے ہے کہ ادغام سے کلمہ واحد نہ معلوم ہو۔ مراق بر وزن براق اور تمام باقی قراء ادغام کہتے ہیں۔ تو دونوں میں گریباں عوام کے سامنے ادغام نہ کرے کہ وہ معترض نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع گھوڑی ڈاکخانہ کرشن گڑھ ضلع ندیا ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ض راجا بہ صوت ظ مجھے باید خواند یا مائل صوت دال ہملہ و ہر کہ دال محض خواند نمازش روا بود یا نہ و دریں ملک یا تقریباً ہمہ خواص و عوام مشابہ دال می خوانند و خوانندہ ض مشابہ ظ از بس قلیل بینوا توجروا

## الجواب

صوت این حرف را خالق عزوجل از ہر حروف جدا آفریدہ است حقیقتہً بیچ حرف با و اما نیست فرض قطعی آنست کہ مخربش آموزد طرز ادائش یا دیگر دو قصد حرف منزل من اللہ کند و از پیش خویش نہ ظا خواند نہ دال کہ ہر دو میان این دوست و شبانہ روز سعی مؤخر بجائے آمد و تا آنکہ می گوشت ہرچہ بر آید روا باشد لایکلف اللہ نفساً الا وسعها فاما اگر صحیح قادر نہ شود اما مست صحیح نتوان کہ در قادی خیر است اما مست اشع بالصحیح فاسد فی الراجح الصحیح و بر او فرض باشد کہ تاپس صحیح خواندن نماز توان یافت تنہا نہ گزارد کہ در اقتدا از قرأت بے نیاز باشد و آنکہ مخرج نیاموخت یا در صحیح او سعی نہ کرد اگر از زبانش ظا یا دال ادا شود ہرچہ با فساد معنی شود نماز فاسد شود ورنہ نے و اگر بہر دو فساد معنی رود نماید چنانکہ مغلوب و مغدوب بہر دو فساد شود این ہم آنگاہ هست کہ قصد حرف منزل من اللہ کنند زبان یاوری دہ ظا یا دال ادا شود چنانکہ صورت اخیرہ در عوام ہند و بنگالہ است و اگر بالقصد بجائے او حرفی دیگر نشانند خواہد حکم او سخت شود زیرا کہ تبدیل کلام اللہ میکنند چنانکہ بعض نامقلدان تصریح کردہ اند کہ ضا نتوان ظا خواند امام اجل ابوبکر محمد ابن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ دریں صورت حکم کفر فرمودہ است کما فی منہج الروض الا از ہر دو را دریں مسئلہ رسالہ است مختصرہ جامعہ الحجام الصاد عن سمن الضاد آنجا این را رنگ تفصیل دادہ ایم و باللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از رادھن پور گجرات قریب احمد آباد مسئلہ حکیم محمد میاں صاحب ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

جمعد کی اذان کے بعد بہت آدمی مسجد میں جمع ہو کر سورہ کہف پڑھتے ہیں بلند آواز سے اور بغیر پڑھے جو لوگ ہیں یعنی ان پڑھ نمازی بھی ہوتے ہیں جن کو کلام مجید پڑھنا ہی نہیں آتا وہ نمازی سورہ کہف شوق سے سنتے ہیں اور بعض نمازی جو دیر سے آئے ہیں وہ نفل پڑھ کر سنتے ہیں نفل پڑھنے والے کہتے ہیں سورہ کہف بلند آواز سے مت پڑھو ہمارے نفل میں خرابی آتی ہے نفل کا ثواب زیادہ ہے یا سورہ کہف پڑھنے کا بعد ختم ہونے سورہ کہف کے تمام نمازی سنتیں پڑھتے ہیں مذکور مولوی صاحب فرماتے ہیں زور سے ہرگز مت پڑھو نفل نماز میں خرابی آتی ہے آیا سورہ کہف کو بلند آواز سے پڑھیں یا نہیں یا نفل نماز کو چھوڑ دیں۔

## الجواب

مدیر صحیح میں قرآن مجید با واز ایسی جگہ پڑھنے سے جہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں مانعت فرمائی ہے اور قرآن عظیم حکم فرمایا



کہ جب قرآن پڑھا جائے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تو ایسی جگہ ہر سے پڑھنا ممنوع اور دویا زیادہ آدمیوں کا آواز پڑھنا اور شدید ممنوع کہ مخالف حکم قرآن اور قرآن عظیم کی بے حرمی ہے ان لوگوں کو چاہیے کہ آہستہ پڑھیں اور نفل پڑھنے والے نفل سے نہیں روکے جاسکتے نفل نماز مستحب تلاوت سے افضل ہے کہ اُس میں تلاوت بھی رکوع سجود بھی واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از کھنڈہ ڈاکخانہ خاص ضلع ہوشیار پور مدرسہ امجد علی خاں صاحب معرفت مولوی شفیع احمد صاحب متعلم مدرسہ اہلسنت ۱۲۰۲ جادی الاولیٰ ۱۳۲۲  
زید کہتا ہے کہ مخارج حروف معلوم کرنا اور ان سے حروف نکالنا فرض ہے ہاں باوجود کوشش کے اگر مابین ادا نہ ہوئے تو اس قدر میں معذور رہے گا اور اگر مخارج ہی نہیں معلوم یا معلوم ہیں نکالتا نہیں تو نماز ہرگز نہ ہوگی اگر صحیح ہے تو اکثر مسلمان فرض کو چھوڑ دیا یا کسی حرام کے مرتکب ہوں تو ان کے اس فعل سے ساقط یا حلال نہ ہو جائے گا یوں تو اکثر مسلمان نماز ہی نہیں پڑھتے اور ج پڑھتے ہیں ان میں کثیر مواظبت نہیں کرتے سو میں ننانوے یا اس کے قریب غیبت سے پرہیز نہیں کرتے تو قول زید صحیح ہے یا نہیں۔

### الجواب

زید کے اقوال مذکورہ سب صحیح ہیں سوائے لفظ کے کہ اگر مخارج معلوم نہیں تو نماز صحیح نہ ہوگی مخارج معلوم ہونا ضرور نہیں حروف صحیح ادا ہونا ضرور ہے بہتر ہے کہ سن سن کر صحیح پڑھتے ہیں اگر ان سے پوچھا جائے تو مخارج بتا نہیں سکتے اردو زبان والا ہر جاہل اپنی زبان کے حروف ٹھیک ادا کرتا ہے اور نخرج نہیں بتا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از بریلی مدرسہ حضرت محمد میاں صاحب مدظلہ العالی

یہ ارشاد فرمائیں کہ قرآن کریم کی اس قدر تجوید کہ ہر حرف اپنے غیر سے ممتاز ہے فرض عین ہے کتب فقہ میں مذکور ہے اگر ہے تو کس کتاب میں کس جگہ جناب کی نظر میں اس بارہ میں صریح تصریح کس کتاب کی ہے اور اگر کوئی حدیث اس بارہ میں اس وقت پیش نظر ہو تو اسکا ارشاد فرمادیں

### الجواب

تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتد میں اور خطاً ہو تو ہمارے المذہب کے نزدیک مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے نزدیک جبکہ وہ کلمہ قرآن کریم میں نہ ہو اور اس سے بچنا بے تعلیم تائید حروف ناممکن اور فساد نماز سے بچنا فرض عین ہے قال تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم مقدمہ امام جزری میں ہے اذ واجب علیہم محتمل قبل الشروع ادلائان یعلموا مخارج الحروف والصفات لينطقوا با فصحة اللغات۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از مارہرہ مطرہ ضلع ایٹہ درگاہ شریف مدرسہ صاحبزادہ حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب دامت برکاتہم

والا نامہ میں متعلق تجوید ارشاد جناب ہے دو ایک حرف کے دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتد میں مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے الحجتی اس میں یہ تامل ہے کہ الشغ کی نماز صحیح ہے جبکہ وہ اپنی سعی و کوشش اور صحیح حروف نکالنے میں کوتاہی نہ کرتا ہو اس کوشش کے بعد کوئی تعلیق مفسد معنی یا غیر مفسد معنی کی خود جناب نے بھی اپنے اصلاح رسالہ مباحث امامت میں نہیں مذکور فرمائی۔

**الجواب** - الشغ کی نماز جمعی تو صحیح ہے کہ وہ تصریح حرف میں کوشش کیے جائے یہ بھی بے تعلیم صحیح ناممکن ہی تعلیم تجوید ہے تو اسکی

فرضیت قطعاً ثابت اگر صحیح کو نہ دیکھے یا سیکھے اور اس کے ادا کرنے کی کوشش نہ کرے تو نماز ضرور باطل ہوگی تو علم و عمل دونوں فرض ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ** - از اردہ نگلہ ڈاکا نہ اچھیزہ ضلع اگرہ

حرف ضاد کو بصورت دواو یعنی دال بد پڑھتے ہیں یہ صحیح ہے یا غلط اگر غلط ہے تو نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں اور اکثر لوگ ض اور ط ہیں سبب ہونے مشابہت کے فرق نہیں کر سکتے ان کی غلطی درست ہوتی ہے یا نہیں۔

### الجواب

یہ حرف نہ د ہے نہ ظ صورتیں تین ہیں (۱) قصد حرف منزل من اللہ کی تبدیل کرے یہ دواو والوں میں نہیں وہ اپنے نزدیک ضاد ہی پڑھتے ہیں نہ کہ اُس سے ہٹ کر دال مخم اُس کی جگہ بالقصد قائم کرتے ہیں البتہ ظ والوں میں ایسا ہے اُن کے بعض نے تصریحاً لکھ دیا کہ ض کی جگہ ظ پڑھو اور سب مسلمانوں اس پر عمل پیرا ہو جائے حرام قطعی ہے اور انداخت کبیرہ بلکہ امام اجل ابو بکر فضل وغیرہ اکابر اُس کی تصریح سے کفر ہے کما فی منہ الروض الاذہر والفتاویٰ العلمگیریہ وغیرہا ان کی نماز پہلی ہی بار منقوط پڑھتے ہی ہمیشہ باطل ہے دوم خطا تبدیل ہو یعنی ادائے ض پر قادر ہے اُسی کا قصد کیا اور زبان بہک کر دال یا ظ ادا ہوئی اس میں متاخرین کے اقوال کثیرہ مضطرب ہیں اور ہمارے امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر فساد معنی ہو تو نماز فاسد در نہ صحیح سوم یہ کہ عجزاً تبدیل یعنی قصد وض کا کرتا ہے مگر ادا نہیں کر کا د یا ظ ادا ہوتی ہے اور ہندوستان میں اکثر ذوالے ایسے ہی ہیں ان پر فرض عین ہے کہ ض کا مخرج اور اس کا طریقہ ادا یکھیں اور شبانہ روز حد درجے کی کوشش اُس کی تصحیح میں کریں جب تک کوشاں رہیں گے اُن کی نماز صحیح کہی جائے گی۔ جبکہ صحیح خواں کے پیچھے اقتدا پر قادر نہ ہوں اور اس وقت تک مثال کی اہمیت بھی ہو سکے گی اور جب کوشش اُن کر چھوڑیں یا سرے سے کوشاں نہ ہوں اُن کی اپنی بھی باطل اور اُن کے پیچھے اوڑوں کی بھی باطل یہی حکم ظاہریوں کا ہے جبکہ قصداً تبدیل نہ کرتے ہوں یہ خلاصہ حکم ہے اور تفصیل ہمارے رسالہ الحام الصاد عن سنن الضاد میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ** - از جڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید صابر جیلانی صاحب -

کیا سورہ تبت کا نماز میں پڑھنا بہتر ہے۔

### الجواب

سورہ تبت کے پڑھنے میں استغفر اللہ اصلاً کوئی حرج نہیں۔

**مسئلہ** - از شہر بریلی محلہ سوداگران مدرسہ منظر الاسلام مولوی محمد افضل صاحب ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۳ھ ہجری  
 چرمی فریاد عطاء دین دریں مسئلہ کہ در لکناؤ تہجیر منہ الا نھر خواندہ شد لکناؤ نماز شد بغیر کراہت یا نہ

### الجواب

نماز درست باشد و بحال ہو و زلت کراہت نیست و حدیث جز برائے دلالت بر عظم شائش شائع است قال تعالیٰ فلما اسلما وتلا للبحین نادینہ جزا ذکر نفوسہم پچنان ایں جا تا دلی شود کہ وان منها ما یكون منہ شئ عجیب لہما یتفجر منہ الاخر با بحدہ بصورت فساد معنی نیست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - ازالہ آباد محلہ نخاس کہنہ برکمان دھوم شاہ صاحب مسئلہ محمد ناظم آزاد حقانی مظفر پوری مقیم حال الہ آباد از رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں احمد کی تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو اور قرأت سے رک گیا ہو  
 پیچھے سے کسی مقتدی نے لقمہ دیا اُس نے بجائے لقمہ لینے کے خود سورت کو اعادہ کیا جس آیت پر رکھا تھا اُس آیت کو نکال کر سورت کو پورا کیا بعد ازاں  
 رکوع و سجود وغیرہ کیا بعد میں لقمہ دینے والے مقتدی سے امام نے کہا کہ تمہاری نماز باطل ہو گئی اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں مقتدی کو  
 لقمہ دینا چاہیے یا نہیں اور ایسی صورت میں امام کو لقمہ لینا جائز ہے یا نہیں اور صورت مسئلہ میں مقتدی کی نماز ہو گئی یا نہیں۔

**الجواب**

مقتدی و امام سب کی نماز ہو گئی مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اگرچہ امام سوائے تین پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے امام نے جس خیال پر نماز مقتدی پڑھ  
 مانی امام کی خود کب ہوئی اگر وہ خیال صحیح ہو تو امام کی بھی باطل ہوئی کہ لقمہ دینا کلام ہے اور وہ باجائز شرع جائز رکھا گیا اگر تین آیتوں کے  
 بعد اجازت شرع مستحی تو مقتدی کی نماز گئی اور اس کے لقمہ دینے سے امام کو یاد آ گیا تو اس نے خارج از نماز سے تعلیم پاکر آیت پڑھی اور  
 اور شروع سورت سے اعادہ کرنا اس یا دہانی کو باطل نہیں کر سکتا تو امام کی اپنی بھی گئی اور اس کے سبب سے سب کی گئی رہا یہ کہ صرف  
 اُس مقتدی کی نماز باطل ہوئی امام و جماعت کی ہو گئی یہ محض باطل ہے اور صحیح وہ ہے کہ سب کی ہو گئی درمختار میں ہے فتح علی امامہ  
 لا یفسد مطلقاً لفتح و أخذ بکل حال الا اذا سمعہ المومنین غیر مصل ففتح بہ تفسد صلاۃ الكل رد المحتار میں ہے قولہ  
 بکل حال ای سواء قرأ الامام ما تجوز بہ الصلاۃ امر لا انتقل الی آیتہ اخرى امر لا تکرر الفتح امر لا یصح قولہ الا  
 اذا سمعہ المومنین فی الجموعۃ القنیۃ بحب ان تبطل صلاۃ الكل لان المتلقین من خارج امر و اقراء فی الخبر واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ** - از ضلع سیونی چھپرہ محلہ قاضی قریب مسجد خفیہ مسئلہ محمد طور احسن طالب علم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرأت بدعت ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ تجوید سے پڑھنا فرض ہے  
 کیونکہ قرآن کا صحیح طور سے پڑھنا فرض ہے تو صحیح پڑھنا بغیر تجوید کے آہی نہیں سکتا تو اس وجہ سے تجوید بھی فرض ہے بنائے کہ کون حق پر  
 ہے۔ فقط محمد طور احسن طالب علم۔

**الجواب**

بلاشبہ اتنی تجوید جس سے تصحیح حروف ہو اور غلط خوانی سے بچے فرض عین ہے بزاز یہ وغیرہ میں ہے اللحن حرام بخلاف جوائے بدعت کتا  
 ہے اگر جاہل ہے اُسے سمجھا دیا جائے اور دانستہ کتا ہے تو کفر ہے کہ فرض کو بدعت کتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ** - جو شخص حافظ ہو قاری نہ ہو اعراب میں غلطی کرنا ہو یعنی زیر کا زیر جیسے غیر المغضوب کے غ پر زیر پڑھتا ہو اور ایاک  
 کے کاف پر زیر پڑھتا ہو نماز مکروہ تحریمی ہو سکتی ہے یا نہیں اور معنی بدلتے ہیں یا نہیں اور دائمی بھی کتر داتا ہے اور مغرور و تکبر ہو  
 جس کا پرکھنا زیر ہو جیسے رتبہ اس کو آیت آجائے پر ہاد کے وقت ربہ پڑھے یا رتبہ۔

**الجواب** - ایاک فعبدا و ایاک نستعین میں اگر کاف کو زیر پڑھے گا معنی فاسد ہوں گے اور نماز باطل غیر المغضوب کے

غین کو لوگ زیر پڑھتے بلکہ صحیح ادا پر قادر نہ ہونے کے سبب بوئے کسرہ پیدا ہوتی ہے اور یہ مفید نماز نہیں۔ دُرُہی کُتروائے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور مغرور تکبر اس بھی بدتر جبکہ وہ علی الاعلان تکبر سے معروف و مشہور ہو۔ وقت کی حالت میں ربہ پڑھا جائے گا اور ربہ کوئی بجز نہیں اور ربہ میں سنت یہ ہے کہ نصف کسرہ نہ ہو بلکہ تخفیف ہو سیکر پیدا ہو نہ یہ کہ بالکل سی اس کا فرق ادا زبان سے سن کر معلوم ہو سکتا ہے تحریر میں آنے کا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از شہر مسئلہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۵ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پارہ دوم نواں رکوع تیسری آیت یعنی کَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً میں واحدۃ کو باظهار تنوین پڑھنا چاہیے یا وقت کے ساتھ یعنی واحدۃ یا واحدہ

(۲) اول رکعت میں ایک بڑی آیت اور دوسری رکعت میں دو تین چار چھوٹی آیتیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں جیسے آیت مذکورہ کو پوری اول رکعت میں پڑھی اور دوسرے میں اور حسبہما ان تدخلوا الجنة سے دو آیتیں وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیہ تکم توجاؤر نہ ہے یا نہیں۔ بلیوا توجروا۔

**الجواب**

دونوں صورتیں جائز ہیں یہاں علامت قف ہے اور وصل اولیٰ ہے (۲) بیشک جائز بلکہ اہمیت ہے اور یہ صورت خاصان خاص آیتوں سے کہ سورۃ میں لکھی عین عدل ہے کہ یہ دو آیتیں اس آیت کے تقریباً بالکل سادی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مولوی احسان علی صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت مایحوز بہ الصلاة کتنی مقدار ہے۔

**الجواب**

وہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو تو ان کے نزدیک مد ہا مشن اگرچہ پوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے جواز نماز کو کافی نہیں اسی کو منینہ و ظہیریہ و سراج و ہاج و فتح القدیر و بحر الرائق و در مختار و غیرہ میں اصح کہا اور امام اجل السیجانی و امام ملک العلماء ابو بکر مسود کا شانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف مد ہا متن سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا در مختار میں ہے اقلہا ستۃ احرف ولو تقدیراً کلمہ یلدا الا اذا كانت کلمۃ فلا صحیح عدم الصحۃ ہندیہ میں ہے الا صحیح انہ لا یجوز کذا فی شرح المبجم لابن ملک وکلذا فی الظہیریۃ و السراج الوہاج و فتح القدیر۔ فتح القدیر میں ہے لو كانت کلمۃ نحو مد ہا متن ص و فان هذه آیات عند بعض القراء الاصح انہ لا یجوز لانه سیمی عاد الا قارئاً بحر الرائق میں اسے ذکر کر کے فرمایا کذا ذکرہ الشارحون و هو مسلمہ فی ص و نحو الامانی مد ہا متن فذاکر الاسبیجانی و صاحب البدائع انہ یجوز علی قول ابی حنیفۃ من غیر ذکر خلاف بین المشارع و باریع میں ہے فی ظاہر الروایۃ قدر ادنی المفروض بالآیۃ التامۃ کقولہ تعالیٰ مد ہا متن و ما قالہ ابو حنیفۃ اقیس اقول انہ سیمی

مگر جبکہ ایک جماعت اُسے ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے خصوصاً اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدریہا جب سے کم رہا ہو ایسے وقت شرعاً نظر کہ بالاجماع ہمارے امام کے نزدیک ادا اُسے فرض کو کافی ہے مدہامتن سے جلد ادا ہو جائے گا کہ اُس میں حرف بھی نائد ہیں اور ایک متصل ہے جس کا ترک حرام ہے ہاں جسے یہی یاد ہو اُس کے بارے میں وہ کلام ہوگا اور احوط اعادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** سئلہ ان علی مظفر پوری طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی بتاریخ سور ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیت ۵ پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقت کرنا کیسا ہے کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر ۵ ہے اُس پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا نہیں مثلاً اوپر سے پڑھتا آیا اور ہم کلم عسی فہم لایرجون پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا کچھ حرج بھی ہے۔

**الجواب**

ہر آیت پر وقت مطلقاً بلا کراہت جائز بلکہ سنت سے مروی ہے ہر رکوع اگر معنی تام ہو گئے جیسے آیت مذکورہ میں کہ اس کے بعد دوسری مستقل مثیل ارشاد ہے جب تو اصلاً حرج نہیں اگر معنی بے آیت آئندہ کے ناتمام ہیں تو نہ چاہیے خصوصاً امثال فویل للصلین ۵ میں کہ نہایت قبیح ہے اور ثم رووناہ اسفل سافلین ۵ میں قبیح اُس سے کم ہے نماز بہر حال ہو جائے گی۔

**مسئلہ۔** ازمانیہ والہ ڈاکخانہ قاسم پور گدھی ضلع مجبورہ مسئلہ کفایت علی صاحب ۵ رجب الاول شریف ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھائی دوسری میں قل اعوذ برب الفلق پڑھائی اور آخر میں سجدہ سو کیا اس مسئلہ کا حکم بیان فرمائیے۔ بینوا تو جروا

**الجواب**

اگر بھول کر ایسا کیا نماز میں حرج نہیں اور سجدہ سو نہ چاہیے تھا اور قصداً ایسا کیا تو گنہگار ہوگا نماز ہوگئی سجدہ سو اب بھی نہ چاہیے تھا توبہ کرے پہلی میں اگر سورہ ناس پڑھی تھی تو اُسے لازم تھا کہ دوسری میں بھی سورہ ناس ہی پڑھتا کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورہ پڑھنا صرف خلاف اولیٰ ہے اور ترتیب اُن کا پڑھنا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** ازبیکا نیراد وار محلہ ہما دتان مسئلہ قاضی تیز الدین صاحب ۹ رجب الاول شریف ۱۳۳۸ھ میں نے ایک معلم صاحب کی رہائی سنا ہے کہ نماز میں تین آیت شریف سے کم مضمون پڑھا جاوے گا یعنی دو آیت شریف پڑھی جائے گی تو نماز نہیں ہوگی اگر غلطی سے پڑھی گئی تو نماز کو دہرانا چاہیے ایک امام نے پہلی رکعت میں ایک رکوع پڑھا دوسری رکعت میں وان بیکم الذین کفروا لیزلنک بالبصار ہر لما سمعوا الذکر ویقولون انه لجنون وما هو الا ذکر للعلین توبہ وکبر یہ دوسری رکعت میں جو پڑھا گیا وہ میں نے کھا ہے یہ صرف دو آیت شریف ہیں آیا نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا دہرانا پڑے گی۔ بینوا تو جروا

**الجواب**

نماز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً الحمد شرب العلین اس کے ترک سے نماز نہ ہوگی اور پوری سورہ فاتحہ اور اس کے بعد

متصل تین آیتیں چھوٹی چھوٹی یا ایک آیت کہ تین چھوٹی کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے اگر اس میں کسی کرے گا نماز ہو تو جائے گی یعنی فرض ادا ہو جائے گا مگر وہ تخریمی ہوگی بھول کر ہے تو سجدہ سو واجب ہوگا اور قصد ہے تو نماز پھیرنی واجب ہوگی اور بلا عذر ہے تو گنگنا رہی ہوگا مثلاً تین آیتیں یہ ہیں ثم نظر ثم عبس ثم ادبر واستکبر یا یہ الرحمن ۵ علو القرآن ۵ خلق الانسان ۵ ظاہر ہے کہ وہ دو آیتیں دان یکا الذین کفروا بلکہ اس میں کی پہلی ہی آیت ان تین چھوٹی آیتوں سے بڑی ہے تو نائزغ واجب ادا ہوگی دوسرے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ - ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) امام کو قرأت میں مغالطہ لگا اور امام ایک آیت کلاں یا ایک چھوٹی تین آیت سے زیادہ پڑھ چکا ہے باوجود اس کے کوئی مقتدی امام کو لقمہ دے اور بتائے تو امام کو لقمہ دینے میں یا مقتدی کو لقمہ دینے میں کوئی ناز میں فساد یا نقصان نہ آئے گا (۲) امام کو مستجاب لگا اور ادپر کی دو ایک آیت کو لوٹا اور دوسرا یا تو اس صورت میں دوسرے سے نماز میں کچھ خلل تو نہ آئے گا اور آئے گا تو کیا سجدہ سو کرنے سے جبر نقصان ہو جائے گا یا نہیں۔

### الجواب

(۱) کسی کے ناز میں صحیح بتانے سے کچھ فساد نہ آئے گا اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو دوسرے سے کچھ نقصان نہیں ہاں اگر تین یا دو سجدہ سو کرنے کی قدر چکا کھڑا سوچتا رہا تو سجدہ سو آتا واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ - از ریاست راپور دوکان ملاحمید محلہ کندہ مرسلہ محمد اسد الحق صاحب ۱۳ رمضان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قل ہو اللہ احد میں دال بر تنوین ہے اس کو حرکت کسرہ دے کر ابعد سے وصل کر کے نماز میں پڑھے ہوگی یا نہیں اور گناہ تو نہیں ضروری ہے با جائز یا منع۔

### الجواب

نون تنوین کو کسرہ دے کر لام میں ملا کر پڑھنا جائز ہے کوئی حرج نہیں نہ اس سے نماز میں کوئی خلل اور یہاں وقت بھی جگہ ہے وصل کی اجازت دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

### مسئلہ - از سرانے چبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت الشہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام قرأت میں معاقلا وادکان عند اللہ وجیہا کی جگہ وکان الخ پڑھ جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں مگر اول معاقلا پڑھا پھر خیال ہوا کہ کا نواسے۔

### الجواب

ناز ہر طرح ہوگی کہ فساد معنی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ماجکوث میں الرحمن پڑھتے ہیں اور رکعت تہجد سورہ الرحمن میں ہی ختم

کرتے ہیں پہلی رکعت میں چار آیات اور دوسری میں دو آیات تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں۔

### الجواب

یوں سولہویں رکعت میں یہ دونوں آیتیں واقع ہوں گی قبائی الاور بکنا کذبان ذواتا افان بہتر یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک آیت اور ملائی جائے کہ ان میں صرف ستائیس حرف ہیں اور ردالمحتار میں ہے کم از کم تیس حرف درکار بتائے و ان کا ان فیہ کلام بیجا علی ہامشہ مع ان المقررات فیہما ثلثون واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از نو شرع تحصیل جا پور ضلع دیرہ غازی خان سولہ عبد الغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز ظہر و عصر میں جو قرات بالبحر نہیں پڑھی جاتی باقی شام اور عشا اور فجر کی نماز میں بالبحر پڑھی جاتی ہے اس کی وجہ اور رموزات سے مطلع فرمائیے۔

### الجواب

یہ احکام ہیں ہندی کو حکم ماننا چاہیے حکمت کی تلاش ضرور نہیں اس کے دو سبب بتائے جاتے ہیں ایک ظاہری کہ کفار قرآن عظیم سن کر یہودہ بکا کرتے ظہر و عصر دونوں وقت اُن کی بیداری و بیکاری کے تھے اس لیے ان میں قرات خفی ہوئی کہ وہ سن کر کچھ کیکن نہیں فحشو عشا کے وقت وہ سوتے ہوتے تھے اور مغرب کے وقت کھانے میں مشغول لہذا ان میں قرات بالبحر ہوئی مگر یہ سبب چنداں قوی نہیں دوسرا سبب صحیح و قوی باطنی وہ ہے جو ہم نے اپنے رسالے انہار الاخوان میں ذکر کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از شہر کمنہ محلہ کانکر ٹولہ سولہ نسخے خاں صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ قرات کتنی فرض ہے اور واجب اور سنت اور مستحب کہاں تک۔

### الجواب

قرات ایک آیت فرض ہے اور الحمد اور اس کے بعد اس کے متصل ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب اور فجر و ظہر میں حجرات سے بروج تک دونوں رکعتوں میں دو سورتیں اور عصر و عشا میں بروج سے لم یکن تک اور مغرب میں لم یکن سے ناس تک سنت یا ان کی مقدار دوسرے مقام سے اور جماعت میں کوئی مریض یا ضعیف وغیرہ ایسا ہو کہ تطویل سے مشقت ہوگی تو اس کے حالت کی رعایت واجب اور نوافل میں جس قدر تطویل اپنے اوپر شاق نہ ہو مستحب ہے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از شہر محلہ ٹوکپور سولہ ثقیف احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر نماز میں کتنی مرتبہ اور کس کس مقام پر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیے۔

### الجواب

سورہ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سنت ہے اور اس کے بعد اگر کوئی سورت اول سے پڑھے تو اس پر بسم اللہ مستحب ہے اور کچھ آیتیں کہیں سے پڑھے تو اس پر بسم اللہ مستحب نہیں اور قیام کے سوا کوئی دعا و دعا و قعود کسی جگہ بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں کہ وہ آیت قرآنی ہے



اور نماز میں قیام کے نوا اور جگہ کوئی آیت پڑھنی ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از شہر محلہ سوداگران مسئلہ مولوی احسان علی مرحوم طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۸ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی دوسری رکعت میں اگر اس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان برسمو اجاری ہو جائے تو اس کو پڑھے یا موخر کی سورہ یا رکوع پڑھے اُس کو چھوڑ کر اگر پڑھ کر نماز تمام کر لی تو ہوئی یا نہیں۔ بینوا تو جو را

**الجواب**

زبان سے سو اُجس سورہ کا ایک کلمہ نکل گیا اُسی کا پڑھنا لازم ہو گیا مقدم ہو خواہ کمرہاں قصداً تبدیل ترتیب گناہ ہے اگرچہ نماز جب بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از تحصیل اترونی ضلع علی گڑھ مسئلہ محمد حسین محمد جوڈیشی ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک مسئلہ پر بحث درپیش ہے اور آپس میں مباحثہ لفظی ہو رہا ہے وہ یہ کہ امام نے بوقت نماز مغرب رکعت اول میں سورہ دھر قرأت کی اور اس قدر پڑھا اور سو ہو گیا پھر رکوع کر دیا ویطاف علیہم بانیۃ من فضۃ واکواب کانت قواریراۃ قواریراۃ من فضۃ شانی آیت پر حوت لا موجود ہے امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس قدر قرأت پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں۔

**الجواب**

نماز بے تکلف بلا کراہت ہو گئی تین آیات کی قدر سے واجب ادا ہو جاتا ہے اور یہ تو پندرہ آیتیں ہو گئیں بلکہ مغرب میں اتنی تطویل مناسب بھی نہ تھی کہ اُس میں قصار مفصل یعنی لم یکن سے آخر تک ہر رکعت میں ایک سورت پڑھنے کا حکم ہے یہ اُس سے ناہم ہو گیا تنویر و درمختار میں ہے یسن فی الحفی و طوال المفصل فی الفجر و الظهر و واسطہ فی العصر و العشاء و قصارہ فی المغرب فی کل رکعۃ سورۃ درمختار میں ہے من الحجرات الی آخر البروج و منها الی آخر لم یکن واسطہ و باقیہ قصارہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از شہر محلہ سوداگران مدرسہ منظر الاسلام ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے تین آیتوں کے بعد غلطی ہوئی معنی بگوا گیا جبکہ سورہ یوسف شریف میں چار آیات کے بعد رَأٰی نٰہُمْ کٰی جگہ رَأٰی نٰہُمْ پڑھا اس حالت میں نماز ہو گئی یا نہیں۔

**الجواب**

فساد معنی اگر ہزار آیت کے بعد جو نماز جاتی رہے گی مگر بیاں رَأٰی نٰہُمْ میں ت کا زبر پڑھنا مفید نماز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از بروگ مسئلہ محمد علی ۶ رجب المرجب پنجشنبہ ۱۳۳۹ھ

قبلہ و کبیر جناب مولوی صاحب دام ظلہم السلام علیکم بعد ادا سے آداب دست بستہ تسلیمات گزارش خدمت میں یہ ہے کہ نماز ظہر و عصر کے وقت امام کے پیچھے مقتدی کو حسب معمول پڑھنا چاہیے یا سکوت واجب ہے (۲) نماز مغرب و عشا کے فرضوں کے ادائیگی میں مقتدی کو چاروں

رکعتوں میں سکوت لازم ہے یا اول کی دو میں اور آخر کی دو میں نہیں۔ بدینوا توجروا

### الجواب

مطلقاً کسی نماز کی کسی رکعت میں مقتدی کو قرائت اصلاً جائز نہیں قطعاً خاموش کھڑا رہے صرف بخف الخف شامل ہوتے وقت پڑھے جبکہ امام نے قرائت بکسر شروع نہ کی ہو درمختار میں ہے الموت لا یقرأ مطلقاً ولا الفاتحة فی السریة اتفاقاً بل یستمع اذا جہرا ویصمت اذا سراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از ہزار ضلع بلڈان ایشیئن بسوہ متعلق ملک پور مسئلہ سراج الدین ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) آیت قرآن شریف کے ٹکڑے کر کے نماز میں پڑھنے کے متعلق مشروع شریف میں کیا حکم ہے (۲) سورہ یسین شریف میں سلمہ قول کی جگہ سلام قول پڑھنا یا سلام پد آیت کرنا صحیح کس طرح پر ہے۔

### الجواب

(۱) سائل نے صاف بات نہ لکھی کہ ٹکڑے کرنے سے کیا مراد ہے اگر آیت بڑی ہے اور ایک سانس میں نہیں پڑھ سکتا تو جہاں سانس ٹوٹ جائے مجبوراً وقف کرے گا موقع موقع پر پڑھتا ہوا چلا جائے گا ہاں بلا ضرورت بے موقع ٹھہرنا خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) دونوں صحیح اور دونوں جائز ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از جے پور بیرون اجیری دروازہ مکان عبدالواحد خاں مسئلہ حامد حسن قادری ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا خیال ہے کہ عام لوگ تکبیر انتقال نماز میں اللہ اکبر کی آواز کو اس قدر کھینچتے ہیں کہ اس کی وجہ سے نماز میں نقصان واقع ہوتا ہے اللہ اکبر کی آواز کو اس طرح خارج کرنا کہ عام لوگ بجائے اس کے دال محسوس کریں کیسا ہے۔

### الجواب

اکبر میں اس کو دال پڑھنا مفید نماز ہے کہ فساد معنی ہے اور یہ بات کہ وہ اس پڑھتا ہے اور سب سننے والے د سنتے ہیں بہت بعید ہے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از شہر ممبائے ضلع مشرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئلہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں سورہ کفن دن پڑھی دوسری میں کوثر کی ایک آیت پڑھی پھر اس کو چھوڑ کر اخلاص پڑھی ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اور نماز میں کچھ خلل واقع ہوگا یا نہیں۔ بدینوا توجروا

### الجواب

نماز تو ہو گئی مگر ایسا کرنا جائز تھا جس سورت کا ایک لفظ زبان سے نکل جائے اسی کا پڑھنا لازم ہو جاتا ہے خواہ وہ قبل کی ہو یا بعد کی واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از مانادوار کاٹھیا داڑ مرسلہ ماسٹر اسماعیل صاحب ۲۷ شوال ۱۳۳۹ھ

قرآن شریف اس طرح پڑھنا کہ اول میں الم تر۔ دوسری میں قل ہو اللہ تیسری میں لا یطیع جوتھی میں پھر قل ہو اللہ کردہ تنزیہی ہے

یا نہیں حالانکہ اتم تر کے بعد لایف اور پھر ترتیب وار بھی پڑھ سکتا ہے۔

### الجواب

نوافل میں مکروہ نہیں کہ اس کی ہر دو رکعت نماز علیحدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از دھمی پور ضلع بہیڑی مسئلہ ستیم خاں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حافظ مسجد میں تراویح میں کلام مجید صحیح پڑھتا ہو اور اچانک اس کے پیچھے دوسرا کوئی حافظ اس کو بھگانے کو آجائے تو ایسا کرنا اور نماز میں آکر فساد ڈالنا جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا

### الجواب

اگر فی الواقع اُس نے دھوکہ دینے اور نماز خراب کرنے کے لیے قصد غلط بتا تو سخت گناہ عظیم میں مبتلا ہوا اور شرعاً سخت سزا کا مستحق ہے ایسے لوگ جو مسجد میں آکر فساد ڈالیں اور ناجائز غل جچائیں اور بلا وجہ فوجداری پر آمادہ ہوں جیسا کہ سائل نے بیان کیا تو مذی ہیں اور مذی کی نسبت حکم ہے کہ اُسے مسجد میں نہ آنے دیا جائے کما نص علیہ العلامة البدر العینی فی عمدة القاری شرح صحیح البخاری وعنه فی اللہ المختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

### مسئلہ -

چہ می فرماید جو ہر شمسان نکات فرقانی ودقیقہ رسان علم حبیب رحمانی اندرین باب کہ امام در قرأت نماز مغرب و عشاء و فجر و جمعہ و عیدین و ریحان قرأت سہا یہ یا زائد از سہا یہ ہو کرد و مقتدی ادا میان نماز مذکورہ بالا القمہ داد و اولقمہ مقتدی خود گرفت نماز امام و مقتدی درست شد یا نہ۔ بینوا توجروا

### الجواب

صحیح است مطلقاً در ہر نماز و ہر حال اگرچہ بعد سہایت باشد ہمین است قول صحیح فی الدر المختار فتی علی امامہ لا یفسد مطلقاً بفتح و اخذ بكل حال الحفی رد المختار ای سواء قرا الامام قد دما یجوز بہ الصلاة ام لا انتقل الی آیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا هو الا صحیح۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ان شانٹک کو نماز میں انا شانٹک یا لا کو لاہ یا لہم کو لاہم مغفلة باشباع فتح یا الحمد لله کو الحمد لیلہ باشباع کسرہ یا قل کو قول باشباع ضمہ پڑھنا عمد یا سہواً مفسد صلاہ ہے یا نہیں بینوا توجروا

### الجواب

عمداً گناہ عظیم ہے اور سہواً معاف اور فساد نماز کسی حالت میں نہیں لان الاشباع لغت معروفہ من العرب کا لا کتفاء عن المدة بالحركة کما نص علیہ فی الغنیۃ وغیرہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسئلہ احمد شاہ صاحب از موضع نگر یا سادات ضلع بریلی یکم ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

اگر امام نماز پڑھاتا ہو اور وہ کسی سورت میں درمیان کے دو ایک لفظ چھوڑ گیا ہو تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ بینوا تو جروا

## الجواب

اگر ان کے ترک سے معنی نہ بگڑے تو صحیح ہوگی ورنہ نہیں پھر اگر یہ سورۃ سورۃ فاتحہ ہے تو اس میں مطلقاً کسی لفظ کے ترک سے مجددہ سہو واجب ہوگا جبکہ سہو ہو ورنہ اعادہ۔ اور اگر کسی سورت سے اگر لفظ یا الفاظ متروک ہوئے اور معنی فاسد نہ ہوئے اور تین آیت کی قدر پڑھ لیا گیا تو اس چھوٹ جانے میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسؤلہ مولوی عبد الجلیل صاحب متوطن بنگال ۱۵ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو رکعت فجر کی فرض پڑھائی بعد الحمد شریف کے ضم سورت میں کسی لفظ کو تین مرتبہ تکرار کیا بوجہ مشتبہ ہونے کے اب اس کی نماز شرعاً درست ہے یا نہیں اگر اس کو بقول شخصے اعادہ کیا جائے اگر اور لوگ اگر اقتدا کریں بعد والوں کی نماز درست ہے یا نہیں۔

## الجواب

لفظ کے تکرار کرنے سے نماز میں فساد نہیں آتا اعادہ میں جو نئے لوگ ملیں گے ان کی نماز نہ ہوگی لانہم مفترضون خلف مقتفل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جنوبی افریقہ ٹرنسوال مقام کروگرس ڈروپ کس ۳۳ مسئلہ ایم ایم داؤد احمد مونی جی سالوی ۱۴ رمضان ۱۳۳۲ھ

اولاً تحریر حال ملک ٹرنسوال کرتا ہوں کہ اسولہ ذیل کے جواب میں سہولت ہو یہاں پر حکومت کفار ہے اور یہاں کے باشندے بھی کفار ہیں ہاں کچھ لوگ مسلمان شافعی المذہب بھی ہیں باقی مسلمان انڈیا کے تاجرو وغیرہ ہیں مگر مجموعہ مسلمان کفار کی نسبت بہت کم ہیں گاؤں کا تو میں ذکر نہیں کرتا مگر اس ملک کے شہروں میں تحیناً مفصلہ ذیل تعداد ہوگی کسی جگہ دس بیس کسی جگہ تیس چالیس کسی جگہ اسی تیس سو ایک شہر کے میرے خیال کے موافق کہیں چار سو پانچ سو کا مجمع نہ ہوگا مساجد کا یہ حال ہے کہ کہیں تو گراہ میں مکان لیا ہوا ہے اور اس میں نماز جمعہ وعید ادا کی جاتی ہے اور کسی جگہ ایک مسجد ہے مگر بوجہ قلت وہ بھی نہیں بھرتی البتہ ایک جگہ تین مسجدیں ہیں اور مسلمانوں کی جماعت بڑی ہے تحیناً پانچ سو سے کم نہ ہوگی نماز جمعہ وعید سب جگہ ادا کی جاتی ہے عید کے موقع پر گاؤں کے مسلمان وہ شریک نماز ہو کر تعداد بڑھائیے ہیں میرے علم میں یہاں کبھی اسلامی حکومت نہیں ہوئی اور حکام کی طرف سے کوئی حکم شرعی یہاں جاری نہیں مگر نماز جمعہ وعید کو منع نہیں کرتے جس جگہ کے لیے یہ تحریر کی جاتی ہے وہ بھی شہر ہے اور ایک مسجد بھی ہے تعداد مسلمانان ساٹھ ستر سے زیادہ نہیں مسجد نہیں بھڑکتی مگر عید کے موقع پر گاؤں والے شریک ہوتے ہیں اور مسجد بھر جاتی ہے (۱) جمعہ کی ادا کے لیے شہر شرط ہے یا نہیں (۲) شہر کس کو کہتے ہیں اکبر مساجد کی تعریف روایت مذہب ہے یا نہیں (۳) جب قدرت اجرائے حدود شرط ہے اور بالفعل ضرور نہیں۔ تو توانی کی وجہ سے تعریف مذکور کو اختیار کرنا اور ظاہر مذہب کو ترک کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے (۴) علمائے خفیہ کے اختلاف کی وجہ سے حقیقی تجویز ہوئی مگر جہاں حنفی مذہب کے موافق محقق مشروط نہ ہو اور دیگر مذاہب کے موافق ہو وہاں کیونکر جائز نہیں۔ خروج اختلاف کی علت

دونوں جگہ موجود ہے اُنی وہاں بھی جمعہ اور احتیاطی پڑھ لینا چاہیے (۵) کل موضع لہ امیر وقاض الخ سے استدلال عدم جواز جمعہ دارحرب پر ہو سکتا ہے یا نہیں (۶) کیفیت مذکور کی رو سے کہاں جمعہ جائز ہے اور کہاں نہیں (۷) جہاں ناجائز ہے انھیں منع کیا جائے یا نہیں اور ان کی نظر کا کیا حکم ہے (۸) جہاں بادشاہ مسلمان نہ ہو وہاں جمعہ کا کیا حکم ہے اور حکومت کفار میں جمعہ کیوں جائز (۹) یہ ملک دارحرب ہے یا نہیں (۱۰) دارحرب کی کیا تعریف اور کس طور سے دارحرب دار اسلام بنتا ہے اور دار اسلام دارحرب (۱۱) جہاں مشروطہ نہ پائے جائیں وہاں عید کی نماز کا کیا حکم اگر جائز نہیں تو پڑھ لینے سے کیا خرابی ہے اگر اپنے مذہب کے طور پر واجب نہیں تو دوسرے مذہب مثل شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تو واجب ہے اور خروج عن الاختلاف ہو جائے گا (۱۲) ہماری جگہ شہر گنا جاتا ہے اور ایک مسجد ہے اصلی باشندے اسے بھرنیں سکتے یہاں جمعہ کا کیا حکم ہے۔ بینوا تو جوہا

### الجواب

جمعہ کے لیے ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اتفاق و اجماع سے شہر شرط ہے شہر کی صحیح تعریف مذہب خفی میں یہ ہے جو خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمائی۔ وہ آبادی جس میں مقعد و محلے اور دواخی بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو اسکے متعلق دیہات ہوں اور اُس میں کوئی حاکم با اختیار ایسا ہو کہ اپنی شوکت اور اپنے یا دوسرے کے علم کے ذریعہ سے مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اور امام ملک العلماء ابوبکر مسعود نے بدائع میں اسی کی تصحیح فرمائی غنیہ شرح منیہ میں ہے صرح فی تحفۃ الفقہاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ ببلد کبیرۃ فیہا سبک و اسواق و لہا رساتین و فیہا و ال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمۃ و علمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الاحداث و هذا هو الاصح کتب جلیلہ متبعہ میں ظاہر المراد یعنی مذہب مذہب خفی سے بالفاظ مختلفہ جتنی نقول ہیں سب کا مال ہی ہے مثلاً ہدایہ و مستن کنز میں فرمایا ہو کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقید الحد و اس میں سبک و اسواق و رساتین کا ذکر نہیں اور عبارت آخرہ خیال میں بجائے سبک جماعات ہیں اور رساتین مذکور نہیں اُسی کی دوسری عبارت میں فتاویٰ سے رساتین کا ذکر فرمایا سبک و اسواق کو ترک کیا کہ فی الفتاویٰ لوصلی الجمعة فی قریۃ بغیر مسجد جامع و القریۃ کبیرۃ لہا قری و فیہا و ال و حاکم جازات الجمعة بنوا المسجد اولم ینبوا و ان کان بخلاف ذلك لا یجوز فی قول ابی القاسم الصفار هذا القرب الاقارب الی الصواب او یحصل ایک ہے کہ عادۃ والی وقاضی ایسی ہی جگہ ہوتے ہیں جس میں آبادی کثیر ہو اور اسے تعدد محلہ و وجود اسواق لازم اور ہر گاؤں میں نیا حاکم مقرر کرنا نہ معہود ہے نہ متیسر بلکہ گرد و پیش کے دیہات آبادی کبیر کے حاکم کے متعلق کر دیے جاتے ہیں اُسے ضلع یا کم از کم پرگنہ ہونا لازم غنیہ میں ہے صاحب الہدایۃ ترک ذکر السبک و الرساتین بناء علی الغالب اذا غالب ان الامیر و القاضی شانہ القدرة علی تنفیذ الاحکام و اقامة الحد و لا یكون الا فی بلد کذا لک فالجواب ان اصحاب الحد و ما ذکرہ فی التحفۃ لصد قد علی مکة و المدینۃ و انما هما الاصل فی اعتبار المصویۃ پھر ظاہر ہے کہ ان کتب میں تنفیذ و اقامت سے قدرت مراد ہے کہ حاکم کا خلاف حکم حکم کرنا شہر کو شہر ہونے سے خارج نہیں کرتا و لہذا علامہ محقق ابراہیم حلی نے اسی سے پہلے غنیہ میں فرمایا الحد الصحیح ما اختارہ صاحب الہدایۃ انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقید الحد و المراد القدرة علی ما صح بہ

فی تحفۃ الفقہاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اہل نے عنایہ میں فرمایا المراد بالامیر وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم اسی طرح در مختار میں بلفظ یقدر تعبیر کیا اور خود نص امام مذہب سے اُس کی تصریح گزری لہذا امام شمس الدائرہ سرخی نے مبسوط میں یہ تعبیر فرمایا فی ظاہر المذہب عندنا ان یکون فیہ سلطان وقاضی لا قامتہ الحدود وتنفیذ الاحکام پھر ہدایہ وغیرہ میں امیر وقاضی اور مبسوط میں سلطان وقاضی دو لفظ ہیں کہ عادتہ والی شہر اور ہوتا ہے اور وہ قاضی مقرر کرتا ہے اور مقصود فیصلہ مقدمات ہے لہذا امام مذہب نے ذکر والی پر اقتصار فرمایا اور وہی سلطان سے مراد اس پر اس حدیث سے استناد ارجح الی الولاۃ منها الجمعۃ جو اہر اخلاطی وغیرہ میں نائب والی بھی اضافہ فرمایا کہ وہیہا وال او نائبہ یقدر علی انصاف المظلوم الی قولہ وهو الاصح اور علامہ قاسم نے تصحیح القدوری پھر علامہ حصکفی نے در مفتی پھر علامہ شامی نے رد المحتار میں کہا ینتفی بالقاضی عن الامیر یہاں قاضی کے ساتھ مفتی کی شرط نہ کی کہ ان زمانوں میں قاضی نہ ہوتے مگر علماء رد المحتار میں ہے لہذا ذکر المفتی کتفاء ذکر القاضی لان القضاء فی الصدراۃ الاول کان وظیفۃ المجتہدین اور بعض نے شرط مفتی اضافہ کی جامع الرموز میں ہے ظاہر المذہب انہ ما فیہ جماعات الناس وجامع واسواق ومفتی و سلطان او قاض یتقیم الحدود وینفذ الاحکام وقویب منہ ما فی المضمرات وفيہا الاصحح اکابر نے اس کی یہ توجیہ فرمائی کہ حاکم عالم نہ ہو تو عالم کا ہونا بھی لازم غیاثیہ میں ہے قال شمس الانۃ السرخسی ظاہر المذہب ان المصالح جامع ما فیہ جماعات الناس واسواق التجارات و سلطان او قاض یتقیم الحدود وینفذ الاحکام ای یقدر علی ذلک ویکون فیہ مفتی ان لم یکن القاضی او السلطان بنفسہ مفتیا امام طاہر بخاری نے فرمایا قال امام السرخسی فی ظاہر المذہب عندنا ان یکون فیہ سلطان وقاض لا قامتہ الحدود وتنفیذ الاحکام ویشتروط المفتی ان لا یکن القاضی او والی مفتیا امام مذہب نے اس طرف خود ہی اشارہ فرمایا تھا کہ علما و علم غیرہ فتح میں فرمایا اذا کان القاضی یفتی ویقیم الحدود واعنی عن التعدد بالجملہ عبارات مختلف ہیں اور مقصود واحد ان تمام عبارات اہل ان کے امثال صدہا اور خود نص صریح امام مذہب سے جس طرح جمعہ کے لیے اشتراط مصر ظاہر ہے احکام و حدود مفتی کے الفاظ اور ان کی تفایع مذکورہ کتب مذہب سے روشن کہ شہر سے یقیناً اسلامی شہر مراد ہے نہ یہ کہ مثلاً بت پرستوں کا کوئی شہر ہو بادشاہ بت پرست اور دس لاکھ کی آبادی سب بت پرست۔ چار پانچ سہان وہاں تاجرانہ جائیں اور پندرہ بیس دن ٹھہرنے کی نیت کریں اور ان پر وہاں جمعہ قائم کرنا فرض ہو جائے جبکہ وہ بادشاہ مانع نہ آتا ہو مگر شرع مطہر سے اُس کا کوئی ثبوت نہیں عموماً قطعاً اجماعاً مخصوص ہیں اور ظاہر المراد یہ واصل مذہب کی تعریفات یقیناً اسلامی شہر سے خاص بلکہ وہ ضعیف روایت نادرہ مرجحہ جو رد مالایسم اکبر مساجدہ اہلہ کہ تحقیق کے نزدیک اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتی اور بعد از قوتانی فی الحدود اُس کے اختیار کی راہ اُسی ارادہ قدرت سے مسدود اور ظاہر الروایۃ ونص صریح امام اعظم صحیح و مرجح کے ہوتے ہوئے روایت نوادر کی طرف رجوع بجوہ منوع و مدفوع کما حقتنا کل ذلک فی فتاویٰ ہمارے سے زیادہ اُس کی غلطی کیا ہوگی کہ اُس پر کہ معظمہ وہ مینہ طیبہ ہی گاؤں ہو جاتے ہیں اور ان میں زمانہ اقدس سے آج تک جمیع ناجائز و باطل قرار پاتا ہے مجمع الانہر میں ہے قالوا ان هذا الحد غیر صحیح عن المحققین غنیہ میں ہے الفصل فی ذلک ان مکة والمدینۃ مصلون تقام بہما الجمعۃ من زمانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الیوم فکل تفسیر لا یصدق علی احدهما فهو غیر معتبر حتی الذی اختارہ جماعۃ من المتأخرین وهو ما اکبر مساجدہ لا یصحہم کان منقوض

بھسا اذ مسجد کل منها یسمع اہلہ و زیادۃ اُسے ابن شجاع ثلجی نے امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت کیا ہدایہ میں تعریف ظاہر الروایۃ بیان کر کے فرمایا ہذا عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وعندہ انہم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد ہم لم یسمعہم ولا اول اختیار الکفری و هو الظاہر والثانی اختیار الثلجی خود امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ کہ امام ملک العلما نے برائے پھر امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ذکر کیے یہ ہیں کہ فرمایا اذا اجتمع فی قریۃ من لا یسمعہم مسجد واحد نبی لہم جامعاً ونصب لہم من یصلی بجمہ الجمعۃ بدیہی ہے کہ نبی او نصب کی ضمیریں سلطان اسلام کی طرف ہیں اور اسی پر وہ حدیث ناطق جس سے طبقۃً طبقۃً ہمارے المرء و علما اسی باب شرائط جمعۃ استدلال فرماتے رہے کہ لہ امام عادل او جائز مبسوط امام سرخسی میں ہے لہنا ما روینا من حدیث جابر رضی اللہ عنہ ولہ امام جائز عادل فقد شرط رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الامام لا لحاقہ الوعید تبارک الجمعۃ فتح القدر میں ہے الحدیث رواہ ابن ماجہ شرط فی لزومہا الامام کما یفیدہ قید الجملة الواقعة حالاً غرض بوجہ ظاہر ہوا کہ محلیت جمعہ کو اسلامی شہر ہونا لازم ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان شہر کی نسبت عرفاً بھی باعتبار آبادی ہوتی ہے یا لحاظ سلطنت مثلاً جس شہر میں زید آباد ہیں نہ اُس میں سیدوئی کی عکداری ہے نہ تھی اُسے سیدوں کا شہر نہیں کہہ سکتے یہ ہیں جبکہ وہاں عام آبادی کفار ہیں اور اسلامی سلطنت نہ اب ہے نہ کبھی تھی تو اگرچہ اس بنا پر کہ حکام کی طرف سے مسلمانوں کو پناہ اور نماز وغیرہ کی اجازت ہے انھیں امان کے شہر کہیں مگر مسلمانوں کے شہر نہ کہلائیں گے تو اعم منقہی ہے چر جائے انھیں لہذا محل جمعہ وعیدین نہیں ہو سکتے عیدین کے لیے بھی سوائے خطبہ وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے واسطے تنویر الابصار اور مختار باب العیدین میں ہے تجب صلاحاتھا علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا المتقدمۃ منوی الخطبۃ ہاں جہاں ثابت ہو کہ پہلے کبھی اسلامی سلطنت تھی مسلمانوں کا آزاد خود مختار شہر تھا اور دونوں صورتوں میں غیر مسلم نے مسلط ہو کر شہر اسلام بند نہ کیے وہ بدستور اسلامی شہر و ملک رہے گا جیسے تمام بلاد ہندوستان اور وہاں حسب سابق جمعہ فرض اور عیدین واجب رہیں گے لیکن جمعہ وعیدین کی اقامت کو یہ ضرور ہے کہ بادشاہ یا والی خود امانت فرمائے یا دوسرے کو ان نمازوں میں اپنا نائب ٹھہرا کر امام بنائے جہاں یہ صورت میسر نہ رہے وہاں بضرورت مسلمان جمع ہو کر ہے ان تین نمازوں کا امام مقرر کر لیں گے بڑھائے گا اور یہ فرض واجب ادا ہو جائے گا متن کنز میں ہے شرط ادا تھا السلطان او نائبہ غنیہ میں ہے الشرط الثانی کون الامام فیہا السلطان او من اذن لہ السلطان جامع الروایہ ہے اقامۃ الجمعۃ حق الخلیفۃ الا انہ لم یقد ر علی ذلک فی کل الامصار فیقیم غنیہ نیابۃ و مختار میں ہے ونصب العامة الخلیف غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة بائع الفضولین میں ہے کل مصر فیہ وال مسلم من حجة الکفار فیجوز فیہ اقامۃ الجمعہ والا عباد و اما فی بلاد علیہا ولا کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمعہ والا عباد ایسی جگہ جہاں تحقیق بعض شرائط میں شہر ہو احتیاطی رکعتیں رکھی ہیں نہ برائے مراعات خلاف فی المذہب کافی و محیط و علمگیریہ میں ہے فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعۃ لوقوع الشک فی المصر وغیرہ ینبغی ان یصلوا بعد الجمعۃ اربع رکعات الخ فتح القدیر و بحر الرائق میں ہے قد وقع شک فی بعض قری مصر مما لیس فیہا وال وقاض نازلان بما بل لہا قاض لسمی، قاضی الناحیۃ و هو قاض یولی باصلہا فیاتی القریۃ احياناً فیفصل ما اجتمع فیہا من التعلقات وینصرف و وال کذلک هل ہو مصر نظراً الی ان لہا والیا وقاضیا ولا نظراً الی عدمہما بھا و اذا اشتبہ علی



الانسان ذلك ينبغي ان يصلى اربعاً بعد الجمعة الخ شريعتهم متدة وجمعهم يجمعون اور سابقاً معلوم تو اس میں احتیاطی رکعات کا حکم جنہوں نے دیا وہ بھی مجرد رعایت خلاف کے لیے نہیں کہ ایک امر متحب ہے بلکہ بشرط قوت خلاف کے باعث جس کے سبب بارات عمدہ بالیقین نہیں انکے نزدیک یہاں احتیاط اسی معنی پر ہے علیہ میں ہے قد يقع الشك في صحة الجمعة بسبب فقد شروطها ومن ذلك ما اذا تعددت في المصلى الواحد وجعل السبت او عطلت المعية على القول بعد مجوز التعدد وهى واقعة اهل مؤرو فيفعل ما فعلوه قال المحسن امرا متهم باداء الاربع بعد الجمعة حتما احتیاطا غنیہ میں ہے اما من حيث مجوز التعدد وعدمه فالاولى هو الاحتیاط لان الخلاف فيه قوى اذا الجمعة جامعة للجماعات ولم تكن في زمن السلف تصلى الا في موضع واحد من المصلى وكون الصحيح مجوز التعدد وللضرورة القنوی لا يمنع شرعية الاحتیاط للقنوی من الخالفین میں ہے هو مبني على ان ذلك الاحتیاط اى الخروج عن العهدة بيقين لان العلة اختلاف العلماء في جوازها اذا تعددت وفيه شبهة قوية ظاهراً عیدین کی نماز مذہب امام شافعی میں سرے سے واجب ہی نہیں نہ شریعت کا دلوں میں اگرچہ اسلامی ہو یا سنت ہے اور غیر اسلامی آبادی ان کے نزدیک بھی محل جمعہ و عیدین نہیں اور سب سے قطع نظر ہو تو رعایت خلاف وہاں تک ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے نہ کہ فاسد و ناجائز محض۔ ایک گناہ تو یہ ہوا پھر جمعہ کہ صحیح نہیں نفل بتداعی ہوئے اور یہ بدعت ہے پھر جہاں نظر فرض ہے اور جماعت واجب اگر جمعہ کے سبب نظر اصلانہ پڑھیں تارک فرض ہوں اور تنہا تنہا مثلاً بذریعہ رکعات احتیاطی پڑھیں تو ترک جماعت کے سبب تارک واجب کہ اول ہر بار اور ثانی بعد تکرار کبیرہ ہے درختا میں ہے یندب للخروج عن الخلاف لكن بشرط عدم لزوم ارتكاب مكروه مذهبہ با این ہمہ اپنا یہ مسلک ہے کہ ایسی جگہ عوام جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں روکا نہ جائے نہ خود شرکت کی جائے اگر عدم شرکت میں فتنہ نہ ہو ورنہ بہ نیت نفل مشارکت ممکن کہ اختاروا ہونے پر درختا میں ہے کہ مکروہ تحویلاً وکل ما لا يجوز مکروہ صلاۃ مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلها لانهم یترکونها والاداء الجائز عند البعض اولی من التریک كما فی القنیۃ وغیرہا رد المحتار میں ہے وعزاه صاحب المصنف الى الامام حمید الدین عن شیخہ الامام المجوبى والى شمس الاثنیۃ الحلوانی وعزاه فی القنیۃ الى الحلوانی والنسفی نیز درختا رباب العیدین میں ہے لا یکبر فی طریقہا ولا یتنفل قبلها مطلقاً وکذا بعدھا فی مصلیھا فانه مکروه عند العامة وهذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصل لعلہ رغبتہم فی الخیرات بحروفی ہامشہ بخط ثقتہ ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ رأى رجلاً یصلی بعد العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المؤمنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالیٰ ارايت الذی ینفی عبد اذا صلی وارتحب حکومت اسلام سے دارالاسلام ہو جاتی ہے اور عیاداً باللہ عکس کے لیے فقط حکومت کفر کا فی نہیں بلکہ شرط ہے کہ وہ جگہ کسی طرف دارالحرب سے متصل ہو اور کوئی مسلم یا ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور شعار اسلام اس سے بالکل بند کر دیے جائیں والعیاذ باللہ تعالیٰ جب شعار اسلام سے کچھ بھی باقی ہے بدستور دارالاسلام رہے گی تو یہیں ہے لا نصیر دارالاسلام دار الحرب الا باجراء اجزاء الشرك و باتصالها بدار الحرب وبان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی بالامان الاول و دار الحرب تصیر دارالاسلام باجراء احکام اهل الاسلام فیہا وان بقى فیہا فواصل وان لم یصل بداد الاسلام جامع رموز میں ہے لاختلاف ان دار الحرب

تصیر دارالاسلام باجاء بعض احکام الاسلام فيها واما صيرورتها دارالحرب فعوذ بالله منه فعندة بشرط واحد هاجراء احكام الكفا اشتقار بان يحكم الحاكم بحكمهم ولا يرجعون الى قضاة المسلمين كما في الحيرة والثاني الاتصال بدارالحرب والثالث ذوالاليمان الاول وقال شيخ الاسلام ولا امام الا سبيحاني ان الدار محكومة بدار الاسلام ببقاء حكم واحد فيها كما في العمادی وغيره مخطوئی علی الدررین ہے ذکر الاستروشنی فی فصولہ عن ابی الیسر ان دار الاسلام لا تصیر دار الحرب ما لم یبطل جمیع ما به صارت دار الاسلام و ذکر الاسبیحانی فی مبسوطہ ان دار الاسلام محکومہ بكونها دار الاسلام فبقی هذا الحكم بقاء حکم واحد فيها ولا تصیر دار حرب الا بعد نوال القرائن ودار الحرب تصیر دار الاسلام بزوال بعض القرائن وهوان تجری فیها احکام اهل الاسلام و ذکر الملا مشی فی واقعاتہ انھا صارت دار الاسلام بهذه الاعلام الماثلة فلا تصیر دار حرب ما بقى شئ منها و ذکر الامام ناصب الدین فی المنشوران دار الاسلام صارت دار الاسلام باجاء احکام الاسلام فما بقيت علقه من علائق الاسلام تبرج جانب الاسلام انتهى والله الحمد والله تعالى اعلم

**مسئلہ -** از قلند چھرہ ضلع علی گڑھ مسئلہ قبول احمد صاحب ۲۷ رمضان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ صاحب نے نماز میں پڑھا ورحمة للمؤمنین ولا یزیدون کو ساکن پڑھا اور اس توڑی پورا وقف کیا یہ خیال تھا کہ یہاں آیت ہے پھر اپنے کیے پر اصرار کیا دوسرے صاحب نے کہا یہاں لا ہے وصل ضرور تھا حافظ صاحب نے خیال نہ کیا انھوں نے نماز کا اعادہ کیا حافظ صاحب نے کہا اعادہ درست نہیں گو عمد غلط پڑھا لیکن معنی میں کچھ فساد نہیں ہوا نماز صحیح ہے انھوں نے کہا عمد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کو جانکر غلط پڑھو یہ تو سخت گناہ ہوگا حافظ نے کہا گناہ ہوگا لیکن نماز صحیح ہے ارشاد فرمائیے کہ اعادہ درست ہوایا وہی نماز صحیح ہے جس کتاب سے سند ہو اُس کا پورا پتہ تحریر ہو۔ بینوا توجروا

**الجواب**

وقف و وصل میں اتباع بہتر ہے مگر اُس کے نہ کرنے سے نماز میں اصلاً کچھ خلل نہیں آتا خصوصاً ایسی جگہ کہ کلام تام ہے قصد وقف میں بھی حرج نہیں اعادہ محض بے معنی تھا ہاں قصد مخالفت البتہ گناہ بلکہ بعض صورتوں میں سب سے سخت ترک حکم کا مستوجب ہوگا مگر وہ مسلمان سے متوقع نہیں علی گریہ میں ہے اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتداء فی غیر موضع الابتداء ان لم یتغیر بہ المعنی تغیراً فاحشاً فخوان قرأ ان الذین امنوا و عملوا الصلحت و وقف ثم ابتداء بقوله اولئک ھو خیر البریۃ لا یفسد باجماع بین علما ہذا کذا فی المحیط۔ والله تعالى اعلم۔

**مسئلہ -** از کلرالہ ضلع ہمایوں مرسلہ یسین خاں، روضی الحج ۱۳۳۶ھ

در میان میں ایک سورت ترک کرنے سے نماز میں کچھ حرج ہے یا نہیں۔ انا تم نے آٹھ دس آیتیں پڑھ کر ایک یا دو آیتیں ترک کئے پھر قرأت شروع کی اور دس یا آٹھ آیتیں پڑھ کر رکوع کیا نماز میں کچھ حرج ہوا۔؟

**الجواب -** چھوٹی سورت یحییٰ میں چھوڑنا مکروہ ہے جیسے اذا جاء کے بعد قل هو الله اور بڑی سورت ہو تو حرج نہیں

جیسے والتین کے بعد انا انزلنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس سے نمازیں حرج نہیں جبکہ سہوا ہو اور قصداً دو ایک آیت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز فرض میں تین آیت کے بعد لقمہ دینا چاہیے یا نہیں اور تراویح نماز ایک مسجد میں دو مصلے پر جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو مجروا

### الجواب

امام جہاں غلطی کرے مقتدی کو جائز ہے کہ اُسے لقمہ دے اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے۔ رد المحتار میں ہے الفتوح علی امامہ غیر منہی عنہ بھی اُسی میں ہے سواء قوال الامام قد رما يجوز به الصلوة ام لا انتقل الى اية اخرى ام لا تكرر الفتوح ام لا ہوا کا صبح غصہ تراویح کی دو یا زائد جماعتیں ایک مسجد میں ایک وقت میں جبکہ ایک کی آواز سے دوسرے کو اشتباہ نہ ہو دور دور زیادہ فاصلے پر ہوں جیسی مکہ معظمہ مسجد الحرام شریف میں ہوتی ہیں جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نماز میں آخر سورہ بقرہ پڑھا اور بجائے ربنا لا توخذنا ربنا ولا توخذنا یعنی باز یاد حرفت واوسہوا پڑھ گیا تو نماز اُس کی درست ہوئی یا نہیں۔

### الجواب

ہوئی لانھا لم توثر خللا فی المعنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ امام نے غیر المغضوب پڑھا اور علیہم ازراہ سو چھوٹ گیا نماز صحیح ہوئی یا فاسد۔

### الجواب

نماز صحیح ہوگئی یعنی فرض اتر گیا لصحة المعنی فان حذف امثال اصلات شائع کثیرا ومنہ المغفور بمعنی المغفور لہ کما فی طہل رأیتہ فی حدیث عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مگر واجب کہ قرات سورہ فاتحہ بنا مہاتھی اُس کی ادا میں قصور ہوا سجدہ سوچا ہے تھا اگر نہ کیا اعادہ نماز چاہیے رد المحتار میں علامہ رحمۃ سے ہے بترك شیء منها اية او اقل ولو حرقا لا یكون اتیا بکلمها الذی هو الواجب واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس لفظ کے بارے میں کہ اگر یرزقکم یرزقکم پڑھا جائے تو کیا خرابی اور قسم کا گنہگار ہوگا خطبہ اولیٰ میں لکھا ہے یرزقکم اور قاری صاحب پڑھتے ہیں یرزقکم اس نے میں غلطی پکڑا ہوں اس میں اگر میرا قصور ہو تو میں تسلیم کروں اور قاری صاحب کی غلطی ہو تو ان پر کیا۔ لفظ فاطمہ الزہراء مدچار الف ہے قاری صاحب نے بے مد کے ادا کیا یہ لفظ نے کیا خطا کیا ہے اس کے اول لفظ شہائد میں چار الف اُس نے ہمارے نہیں کیا اس میں کیا حکم ہے۔

**الجواب**۔ اگر خطبہ میں اُس نے یرزقکم کی جگہ یرزقکم بلا تشدید کا ت پڑھا تو ضرور غلط پڑھا اور گرفت صحیح ہے مگر خطبہ میں ایسی

غلطی کا اثر نماز پر نہیں پڑتا نماز ہو جائے گی اور یوں ذکر و بندہ یکساں پڑھا تو غلطی بھی نہیں کہتے۔ تعالیٰ الم تخلقکم من ماء مہین  
واللہ تعالیٰ اعلم یہ متصل ہے اور متصل واجب ہے تلاوت میں اس کا ترک حرام ہے کما نص علیہ فی رد المحتار مگر خطبہ کا  
حکم تلاوت کا سا نہیں ہو سکتا وہ ایک بات چیت ہے کہ امام مقتدیوں سے کرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از جو ناگزیر سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۸۶ھ

ایک مسجد کا امام آیہ اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة کو جموعۃ مع الواوصاف پڑھتا ہے اور فی لیلۃ القدر کو پی لیلۃ  
الکھدر صاف پڑھتا ہے اب نماز ہوتی ہے یا نہیں اور ایسے شخص کو امام بنانا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

### الجواب

یہ سوال دو مسئلوں پر مشتمل مسئلہ اولیٰ اشباع حرکات کہ ان سے حروف پیدا ہو جائیں مثلاً فتوح سے الف ضمہ سے واو کسرہ سے یا۔  
اس میں متاخرین سے روایات مختلف ہیں عین الائمہ کرامیسی وجار اللہ زنجیری نے کہا اگر والصلوات کی جگہ والصلوات پڑھا نماز فاسد  
نہ ہوگی عین الائمہ نے کہا تو من کو نو مین پڑھنے میں فساد نہیں زنجیری نے کہا ہدیت کو ہادیت پڑھنا مفسد نہیں اور انھیں عین الائمہ  
نے کہا لم یلد کو لم یالد پڑھا تو اعادہ نماز احوط ہے انھیں نے کہا اگر نشکوک یا نکفوک یا نترک میں اشباع کر کے نشکوک،  
نکفوک، نترک پڑھا نماز کا اعادہ کرے قبیح ہے عک وجار اللہ والصلوات لا تقصد عک ولو قرأ نستعینک او تو مین  
بک لا تقصد جار اللہ قرأ فی من ہادیت لا تقصد لانه اشباع لفتح عک فی الاخلاص لم یالد فالاعادۃ احوط فی قولہ  
نشکوک و نکفوک و نترک یحید انتھی مختصراً اور ہمارے المہم تقدیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قضیہ مذہب پر تفصیل ہے اگر وہ  
محل محل اشباع ہے جیسے مقامات وقف مثلاً نعبداً کی جگہ نعبداً (اگرچہ وہاں وقف نہ ہو جیسے اللہ اکبر میں اللہ اشباع ہا کہ وقف  
و وصل کی تبدیل اصلاح مفسد نہیں کما فی الہندیۃ والدارالمختار وغیرہما یا فیہ، عنہ، منہ یدخلہ، تشکوک واثۃ میں  
اشباع ہا تو قطعاً مفسد نہیں ورنہ اگر اشباع سے معنی بتغیر فاحش متغیر ہو جائیں جیسے ربنا کی جگہ ربنا یا اللہ اکبر میں کلمہ جلالت کے  
عوض اللہ یا اکبر کی جگہ اکبر یا قول اصح میں اکبر یا کلمہ مہل ہو جائے جیسے بجائے نعبداً ناعبود یا الحمد کی جگہ الحمد  
بسکون یکم تو فساد ہے ورنہ نہیں خانیہ میں ہے لو قرأ ایاک نعبداً و اشبع ضم الدال حتی یصیر واوالم تفسد صلاۃ و جہت کردی میں  
ہے لو زاد حرقاً لا ینذر المعنی لا تقصد عندہما وعن الثانی روایتان کما لو قرأ فاحش عن المنکر بزیارۃ الباء و بتعدی حد و دہ  
یدخلہم ناراً و ان غیر افسد الخ در مختار میں ہے کبر بالحدوث اذ مند احد الهمزین مفسد و تعدم کافرو کذا الباء  
فی الاصح رد المحتار میں ہے المد فی اللہ ان کان فی اولہ لم یصیر بہ شاعراً لفسد الصلاۃ لو فی اثنا ثمان و ان فی وسطہ کذا و فی  
آخرہ خطأ ولا یفسد والمد فی اکبر فی اولہ مفسد و فی وسطہ افسد و قال صدرا الشہید رحمہ و فی آخرہ قد قیل یفسد حلیہ  
ملخصاً القول و ینبغی الفساد بہم الہاء لا نہ یصیر جمعاً کما صرح بہ بعض الشافعیۃ تامل اہ ما فی رد المحتار لخصاً وایتنی کتبت  
علی قولہ قد قیل یفسد ما نصہ اقول لا ینظر الفرق بین مد الراء من اکبر والہاء من الجلالۃ وقد قال فی البحر المنبسط

لو مدہاء اللہ فهو خطأ فذکر الومد راءہ اہ اقول و یؤیدہ ما یاقی فی المفسدات عن البرازیة شرحا ان القراءة بالالحان  
تفسد ان غیر المعنی والا لا اہ و کتبت علی قولہ تأمل ما مضی فانہ خلاف المنقول عندنا کما علمت وغایتہ ان یکون متزودا  
بین الاشباع وهو غیر مفسد للمعنی کما قد مناعن الخانیة و بین جمع الالہی وهو مغیر وبالاحتمال لم یثبت التغبیر کما تبدل  
علیہ فروغ جمہ لا نکاد تحصی و سید صرح بہ المحشی فی المفسدات حیث یقول عند الاحتمال ینتفی الفساد لعد متیقن الخطاء  
فالوجه ما هو المنقول اُس میں ہے قولہ بالالحان ای بالنغمات وحاصلہا کما فی الفتح اشباع الحركات لمراعاة النغم قولہ ان  
غیر المعنی کما لو قرأ الحمد لله رب العلمین واشبع الحركات حتی اتی بواو بعد الدال و بیاء بعد اللام والهاء و بالفت بعد الراء  
ومثلہ قول المبلغ رابن الکریم الحمد لله رب العلمین بالفت بعد الراء لان الراء ہو زوج الام کما فی الصحاح والقاموس اہ اقول ذکرنا یتان الواو بعد  
الدال والباء بعد الراء وقع فی غیر موقعہ لما علمت انہما محل الاشباع ولا یتغیر فیہ المعنی وانہما مشی المحشی رحمہ اللہ  
تعالی علی ما ظن سابقا فی اشباع ہاء الجلالة وقد علمت انہ خلاف المقصود مختار محققین قول المرء متقدمین ہے کما بینہ فی  
الغنیة اور ظاہر اللفظ جموعۃ شت ثانی سے ہے کہ اُس کے معنی معلوم نہیں واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ ثانیہ حروف کو کچی زبان سے  
اداکرنا یہ اگر ایسی جگہ ہو کہ فساد معنی لازم نہ آئے جیسے لا تقہور کی جگہ لا تکہر تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک مطلقا مفسد نہیں و یہ ممتدائد  
مذہب مطلقا فساد ہے اور پ یا ج یا گ بولنے میں فساد اظہر کہ یہ حروف کلام اللہ تو کلام اللہ کلام عرب ہی میں نہیں قبیحہ میں  
سألت استاذنا برہان الاثمة المطرزی عن قرأ فی صلاتہ کلمۃ فیہا جیم بالجیم والباء یا ہل تفسد فتأمل فیہ کثیرا  
ثم تقر رأیہ علی انہ لحن مفسد قلت ینبغی ان لا تفسد علی ما احتج بہ المتأخرون انہ اذا تقارب المخرج لا یکون لحن  
مفسدا الخ ملخصا یہ مسئلہ الشہ ہے اور اُس کی تفصیل و تحقیق ہمارے فتاویٰ میں ہے اور عامۃ المرء کا فتی بہ یہی ہے کہ اُس کی امامت  
صحیح نہیں اور نماز اُس کے پیچھے فاسد ہے فی الجبیریۃ امامۃ الالغ بالفضیح فاسدة فی الراجح الصحیح تو پی لیلۃ الکھدر پڑھنے  
والے کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل ہے اور اُسے امام کرنا حرام ہذا اجملة الکلام وللتفصیل غیر ذلک من المقام واللہ سبحنہ  
وتعالیٰ اعلم۔

## بَابُ الْإِمَامَةِ

مسئلہ۔ اگر امام رفع یدین کرتا ہے اور آئین بکارتا ہے اور ب مقتدی خفی المذہب ہیں کہ آئین بالجہر اور رفع یدین نہیں کرتے  
اور مقتدی اُس کی امامت سے پناہ مانگتے ہیں مگر وہ نماز جبر پڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس فعل کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا خواہ میرے پیچھے  
کوئی نماز نہ پڑھے اور وہ علم بھی رکھتا ہے پس ایسے امام کے واسطے کیا حکم ہے اُس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں کیا حکم شرع شریف دیتی ہے۔  
الجواب۔ ان بلاد میں آئین بالجہر و رفع یدین والے غیر مقلدین ہیں اور غیر مقلدین گمراہ بدین اور ان کے پیچھے نماز ناجائز کما حقنا

فی النہی الاکید عن الصلاة وراعی التعلید اور اگر بالفرض کوئی سنی صحیح العقیدہ شافعی المذہب بھی آگیا ہو تو اُسے ہرگز حلال نہیں کہ کراہت جمیع جماعت و نفرت جملہ مقتدیان کے ساتھ بالجبر ان کی امامت کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخصوں کی نماز اُن کے کانوں سے بالشت بھرا دیں انہیں اُتھتی یعنی مردود ہے قبول بارگاہ کی طرف بلند نہیں کی جاتی واحد منهم من امر قوما وھولہ کادھون اُن میں ایک وہ جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ ناراض ہوں۔

**مسئلہ**۔ ایک شخص حافظ قرآن ہے مگر آدھا کلہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے اور خود ولی بن کر جو رتوں مردوں کو نصف کلہ پڑھاتا ہے اور محمد رسول اللہ بظاہر اس کی زبان سے نہیں سنا جاتا ہے اور وہ امامت بھی کرتا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز امامت محمدیہ حنفیہ علی صاحبہا الصلاة والسلام کی درست ہے یا نہیں۔

### الجواب

صوفیہ کرام نے تصفیہ قلب کے لئے ذکر شریف لا الہ الا اللہ رکھا ہے کہ تصفیہ حوائت پہنچانے سے ہوتا ہے اور کلہ طیبہ کا یہ جز گرم و جلالی ہے اور وہ سر اجزا کریم سرد خشک جلالی ہے اگر ایسے ہی موقع پر صرف لا الہ الا اللہ کی تلقین کرتا ہے تو کچھ حرج نہیں اور اگر خود کلہ طیبہ پڑھنے میں صرف لا الہ الا اللہ کافی سمجھتا ہے اور معاذ اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے احتراز کرتا ہے تو اس کی امامت ناجائز ہے کہ یہ ذکر پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاذ اللہ بیپرہا ہی پر دلیل ہے اور اگر واقعی اُسے محمد رسول اللہ کہنے سے انکار ہے یا یہ ذکر کریم اُسے مکروہ و ناگوار ہے تو صریح کافرو مستوجب تکفیر فی النار والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ ۴۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اگر امام نماز پڑھائے جماعت کی اور اللہ آواز سے کہے اور اکبر نہ کہے کسی مقتدی کو نہ سالی اُسے جائز یا ناجائز

### الجواب

اللہ اکبر پورا آواز کہنا سنون ہے سنت ترک ہوئی نماز میں کراہت تنزیہی آئی مگر نماز ہو گئی واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از در ذیل فی نی تال ڈاکخانہ کچھا مرسلہ عبد العزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے رباعی نماز سے ایک رکعت آخری پائی اور وہ شخص قعدہ اولیٰ کے واسطے دوسری رکعت میں قعدہ کرے گا یا اُس کو چاہیے کہ دوسرے میں قعدہ کرے یا تیسری میں اور اگر تیسری میں قعدہ اولیٰ کیا تو اُس پر مجبہ ہوا اُسے گا یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

### الجواب

قول ارجح میں اُسے ہی چاہیے کہ سلام امام کے بعد ایک ہی رکعت پڑھ کر قعدہ اولیٰ کرے پھر دوسری بلا قعدہ پڑھ کر تیسری پر قعدہ اخیرہ کرے در مختار میں ہے یقضی اول صلاتہ فی حق قراۃ و آخرھا فی حق تشهدہ فند رکعتہ من غیر فخر بانی برکعتین بغایتہ وسورۃ ولشہد بینہما وبراۃ للرباعی بغایتہ فقط ولا یقعد قبلہا مگر اس کا عکس بھی کیا کہ دو پڑھ کر بیٹھا پہلی پقعدہ

ذکیا پھر تیسری پر قعدہ اخیرہ کیا تو یوں بھی نماز جائز ہوگی سجدہ سہولاً زم نہ آئے گا ردالمحتار میں ہے قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جاز استحسانا لا قیاسا ولم یلزمہ سجدہ السنہ لکون الركعة اولی من وجہ اقول یہ فیصلہ بعینہا فتویٰ سیدنا عبد اللہ بن سعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کما ذکرہ محرم المذہب محمد رحمہ اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۷، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اندھا ہے لیکن حافظ قرآن اور قاری ہے اور مسائل روزہ نماز سے بھی اچھی طرح واقف ہے اور نیز آیات قرآن مجید کا ترجمہ کر سکتا ہے اور بہت سی حدیثیں بھی جانتا ہے اور اس لیاقت کا کوئی شخص اس محلہ میں نہیں ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہر جماعت میں سب سے زیادہ سخت امامت وہی ہے جو ان سب سے زیادہ مسائل نماز و طہارت جانتا ہے اگرچہ اور مسائل میں بہ نسبت دوسروں کے کم علم ہو مگر شرط یہ ہے کہ حروف اتنے صحیح ادا کرے کہ نماز میں فساد نہ آنے پائے اور فاسق و بد مذہب نہ ہو جو شخص ان صفات کا جامع ہو اس کی امامت افضل اگرچہ اندھا ہو کہ زیادہ علم کے باعث کراہت ناجائز زائل ہو جاتی ہے ہاں فاسق و بد مذہب کی امامت بہر حال مکروہ اگرچہ سب حاضرین سے زیادہ علم رکھتے ہوں یا ہیں اگر حروف ایسے غلط ادا کیے کہ نماز گئی تو امامت جائز ہی نہیں اگرچہ عالم ہی ہو درختار میں ہے الاحق بالامامۃ الاعلم بالحکام الصلۃ فقط صحیحہ و فساد البشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرة ام ملخصا کافی میں ہے الاعلم بالسنة اولی الان یطعن علیہ فی دینہ بخرالرائی میں ہے قید کراہت امامۃ الاعلیٰ فی المحیط وغیرہ بان لا یکن افضل القوم فان کان افضلہم فہو اولی ردالمحتار میں ہے اما الفاسق فقد عللوا کراہتہ تقدیمہ فانہ لا یحتمل لامردینہ و بان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیہ وقد وجب علیہما ہانتہ شرعا ولا یخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لا تنزل العلة فانہ لا یومن ان یصلی بہم بغير طہارة فہو کا المبتدع تکرر امامت بکل حال الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از چھائی کا مٹی صنلع ناگپور مسئلہ حافظ محمد یقین الدین صاحب رضوی ۱۹ شعبان ۱۳۳۸ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جن مسجدوں میں کئی درجے ہوں اور ہر درجہ سہ درہ پچہ درہ تو امام کو ان کی ہر محراب و در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے یا صرف اندرونی محرابوں یا وسطانی دونوں میں۔ بینوا توجروا

الجواب

محرابیں وہی ہیں جو وسط میں قیام امام کی عطا مست کے لیے بنائی جاتی ہیں باقی جو فرجے دوستوں کے درمیان ہوتے ہیں درہیں اور امام کو بلا ضرورت تنگی مسجد ہر محراب و در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے پھر اطراف کے دروں میں قیام ناجائز کراہت نہیں بلکہ با اوقات اور کراہتوں کا باعث ہوگا کرامام رات کو محراب چھوڑ کر اندر آدھر کھڑا ہو نا مکروہ ہے اور اگر مسجد کی صف پوری ہوئی تو اس صورت میں امام وسط صف کے محاذی نہ ہوگا یہ ہر امام کے لیے مکروہ ہے اگرچہ غیر راتب ہو تو یہ الا بصار میں ہے کہ قیام الامام فی المحراب مطلقا ام ملخصا بخرالرائی میں ہے مقتضی ظاہر الروایۃ الکراہتہ مطلقا



ردالمحتار میں ہے فی معراج الدرایۃ من باب الامامة الاصح ما روی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکوۃ للامام ان یقوم بین السائتین  
او زاویۃ او ناحیۃ المسجد والی ساریۃ لانہ بخلاف عمل الامة اه و فیہ ایضا السنۃ ان یقوم الامام ازاع وسط الصف الا تری  
ان المحارب ما نضبت الا وسط المساجد وہی قد عینت لمقام الامام اه و فی التاتارخانیۃ و بکرۃ ان یقوم فی غیر المحراب الا ضرورت  
اه و مقتضاہ ان الامام لو ترک المحراب وقام فی غیرہ بکرۃ ولو کان قیامہ وسط الصف لانہ خلاف عمل الامة و هو ظاہر فی الامام  
الراقب دون غیرہ و المنفرد فاعتنہ هذه الفائدة اه اسی میں ہے عن المعراج عن الحلواتی عن ابی الیث لایکرۃ قیام الامام  
فی الطاق عند الضرورة بان ضاق المسجد علی القوم اه واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پیل بحیث مسجد جامع مسئلہ مولوی احسان صاحب سہر جوب مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہ نہ حافظ قرآن ہے نہ مسائل داں نہ علم قرأت سے واقف ایک معمولی اردو خاں بلکہ  
بازار میں کتب فروش و خلیں فروش کی دوکان کرنے والا ہے ایک مسجد کا امام بننا چاہتا ہے حالانکہ دو عالم متقی و محتاط اسی مسجد میں اور بھی موجود ہیں اور تمام  
مسجد و اکثر نمازی اس شخص کی امامت سے راضی نہیں اس صورت میں ایسے امام کے حق میں کیا حکم ہے اور ان علماء کی اقتدا کی نسبت کیا ارشاد ہے بیدنا و جورا

الجواب

صورت مسئلہ میں اس شخص کو امام بننا جائز نہیں اگر امامت کرے گا گنہگار ہوگا کہ جب لوگ اس کی امامت اس وجہ سے ناپسند رکھتے ہیں کہ اس  
زیادہ علم والے موجود ہیں تو اسے امامت کرنا شرعاً منع ہے و مختار میں ہے لوامر قوما دھم لہ کارہون ان الکراہۃ لفساد فیہ اولانہما حق  
بالامامة منذ کرۃ لہ ذلک تحویا الخ پس شخص مذکور ہرگز امامت نہ کرے بلکہ جو سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق کہ حرمت بقصد صحت نماز ٹھیکہ دار کرتا  
اور وہاں کے نمازیوں میں سب سے زیادہ مسائل نماز کا علم رکھتا ہو اسی کو امام کیا جائے کہ حق صاحب حق کو پہنچے اور مقتدیوں کی نماز بھی خرابی و  
خوش اسلوبی پائے حدیث میں ہے ان سرکم ان تقبل صلاکم فلیؤکم علماءکم اگر تعین اپنی نماز مقبول ہونا منظور ہے تو چاہیے کہ تمہارے علم و تعانی  
امامت کریں رواہ الطبرانی فی الکبیر عن مرشد الغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فی الباب عن ابی عمرو عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا یہ شخص جس کے  
جمل کے باعث اکثر نمازی اس کی امامت سے ناراض ہیں ان سخت و عیدوں سے خون نہیں کرتا جو ایسے امام کے حق میں آئیں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لئن لا یقبل اللہ منہم صلاۃ من تقدم قوما دھم لہ کارہون انہم جن کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ایک وہ  
جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند رکھتے ہوں اخبرہ ابو داؤد و ابن ماجہ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فی الباب عن ابن عباس  
و عن عمرو بن عارث و عن جنادة بن امیہ و عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم دوسری حدیث میں ہے من ام قوما و فہم اقرؤ منہ لکتاب اللہ و علم  
لم یزل فی سفال الی یوم القیامۃ جو کسی قوم کی امامت کرے اور ان میں وہ شخص موجود ہو جو اس سے زیادہ قاری قرآن و ذی علم ہے وہ قیامت تک  
پستی و خواری میں رہے گا اخبرہ العقیلی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیادہ ایک مسجد میں ہمیشہ سے امامت کے واسطے معین ہے اور ایک شخص اس سے افضل

کسی شہر سے آیا چند آدمیوں نے چاہا کہ شخص فاضل ہے اس وقت کی نماز میں پڑھائے امام قدیم سے پوچھا کہ آپ کی اجازت ہے یا نہیں اُس نے انکار کیا مگر چند آدمیوں نے اس مسافر کو کھڑا کر دیا یہ لوگ اور مسافر امام قدیم کے مواخذہ دار ہوئے یا نہیں۔ بنیوا توجروا

### الجواب

اگر امام قدیم میں مثل غلط خوانی قرآن بعد از افساد نماز یا بد مذہبی مثل دہا بیت وغیرہ قلعہ یا فسق ظاہر مانند شراب خواری و زنا کاری کوئی خلل ایسا نہ ہو جس کے باعث اُسے امام بنانا شرعاً ممنوع ہو تو اس مسجد کی امامت اُسی کا حق ہوتی ہے اُس کے ہوتے دوسرے کو اگرچہ اُس سے زیادہ علم و فضل رکھتا ہو بے اُس کی اجازت کے امام بنانا شرعاً ناپسندیدہ و خلاف حکم حدیث و فقہ ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یؤمن الرجل فی سلطانہ رواہ احمد و مسلم عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں ہے من زار قوما فلا یومہم و لیومہم رجل منہم رواہ احمد و ابوداؤد و الترمذی و النسائی عن مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ در مختار میں ہے صاحب البیت و مثله امام المسجد الراجح اولی بالامامة من غیرہ مطلقاً الخ و المختار میں ہے اسی و ان کان غیرہ من الحاخوین من ہوا علم و اقوامہ پس صورت مستفسرہ میں اگر اُس امام قدیم میں اس قسم کا کوئی خلل نہ تھا تو بلاشبہ باوصف اُس کی مانفت کے اس مسافر کا امام بنانا حق اُس کے حق میں دست اندازی کرنا ہوا اور یہ خود اوردہ چند آدمی جنہوں نے ایسی حالت میں اُسے امام بنایا مبتلائے کراہت و مخالف حکم شریعت ہوئے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سیتا پور محلہ تاس گنج مرسلہ حضور نور العارفین صاحب باطمینان المعین ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ ھ ہجری

بخدمت علمائے متبحرین متمسک ہوں مثلاً کوئی لڑکا کہ عمر اُس کی تیرہ یا چودہ برس کی ہے اور وہ قرآن شریف پڑھا ہے لیکن کبھی نماز نہیں پڑھتا اور باوجود ہونے متصل مسجد مکان کے بیٹھا رہتا ہے اور نماز جمعہ کی قصد نہیں پڑھتا اور نابالغ ہے اور اپنے گھر کی عورات کو لے کر میلہ ہنود میں جے کر میلہ کنبہ اور میلہ ردنا وغیرہ میں جاتا ہے اور عورتیں اُس کے گھر کی دھوبلا پوش ہیں اور پریش دم ہنود کی کرتی ہیں اُس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور اگر ایسا لڑکا نماز جنازہ پڑھائے تو درست ہے یا ناجزست۔ بنیوا توجروا

### الجواب

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیر خدا کو پوجتی ہیں یعنی حقیقتہً دوسرے کی عبادت کہ شرک حقیقی ہے (نہ صرف و بعض رسوم جاہلیت یا افعال جہالت کہ حدیث و گناہ سے متجاوز نہیں گواہل تشدد انھیں بنام شرک و پریش غیر تعبیر کریں) اور وہ اس شرک حقیقی پر مطلع اور اس پر راضی ہے تو خود کا فرو مرتد ہے فان الرضا بالكفر کفر اس تقدیر پر وہ بالغ ہو خواہ نابالغ کسی بچے کی بھی کوئی نماز اس کے پیچھے صحیح نہیں ہو سکتی نہ اُس کے پڑھے سے نماز جنازہ کا فرض ماقط ہو فان الکافر لیس من اهل العبادۃ اصلاً اور اگر ان عورات کے افعال حد کفر تک نہیں یا ہیں مگر یہ اُن پر راضی نہیں تو مسلمان ہے پس اگر فی الواقع نابالغ ہے تو بالغین کی نماز اُس کے پیچھے صحیح نہیں اگرچہ نماز جنازہ ہی ہو یاں جنازہ میں امامت کرے گا تو ظاہراً نماز فرض کفایہ یعنی ادا ہو جائے گی کہ گواہوں کی نماز اُس کے پیچھے نہ ہو اس کی اپنی تو ہونگی سقوط فرض کیلئے اسی قدر میں ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں و لہذا اس میں عورت کی امامت سے بھی فرض ماقط ہو جاتا ہے فی الدار المختار لا یصح

اقتداء رجل بامرأة وصبي مطلقاً ولو جنازة أُنسى کے صلاة الجنازہ میں ہے لو امر بلا طهارة والقوم بها اعيدت وبالعكس لا  
 كما لو امت امرأة ولو امرأة لسقوط فرضها بواحد رواه المختار میں ہے صرح الاستروشنی ان الصبی اذا غسل الميت جازاً  
 ای یسقط به الوجوب فسقوط الوجوب بصلاة على الميت اولى لا تخادعاء وهو اقرب للاجابة من المكلفين اُسی میں ہے نقل فی  
 الاحکام عن جامع الفتاوی سقطها بفعله كروا السلام وتمام تحقیقہ فیہ من الامامة ومن الجنائز اور اگر باغ ہے تو ہر نماز یہاں تک  
 کہ فرائض پنجگانہ ہی اُس کے پیچھے ہو تو جائیں گے کہ دائرہ میں ہو پھر شرط صحت امامت نہیں بلوغ درکار ہے اور وہ ظہور آثار مثل احتلام وغیرہ سے لڑکوں  
 میں بارہ برس کی عمر سے ممکن لیکن جبکہ وہ اُرک الصلاة اور بلا تاویل تارک جمہ ہے بعید عذر صحیح ترک جماعت و ترک مسجد اور ہنود کے میلوں میں جانے  
 اور اپنی عورت کو لے جانے کا عادی ہے تو بوجہ کثیر فاسق ہے کہ ان میں سے ہر امر فسق کے لیے کافی تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ پڑھی جائے  
 تو شرعاً اُس کا اعادہ مطلوب لما صرحوا به من کراهة الصلاة خلف الفاسق وان کل صلاة اذیت مع کراهة فاختارنا دعاء وجوباً ولو تخویمہ  
 وند بالوتنویہ وقد اختار المحقق الحلبي کراهة التحريم في الفاسق وهو قضیة الدلیل لا سيما اذا كان معلناً اور نماز جازہ میں اسے  
 امام کرنا اور بھی زیادہ میسبب کہ یہ نماز بضرر دعا و شفاعت ہے اور فاسق کو شفاعت کے لیے قدم کرنا حماقت تاہم اگر پڑھا دے گا تو جواز نماز و  
 سقوط فرض میں کلام نہیں۔ کہا لا یخفی والله تعالی اعلم بالصواب۔

مسئلہ - ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس نے امام کے ساتھ کچھ رکعتیں نہ پائیں بعد سلام امام وہ اپنی رکعات باقیہ ادا کرتا ہے اس  
 صورت میں کسی نے اس کی اقتدا کی تو اس اقتدا کرنے والے کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ن۔ فی تنزیل البصار المسبوق منه وفيما يقضيه الا في اربع لا يجوز الاقتداء به والله تعالی اعلم

مسئلہ - یکم جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود خوار کے پیچھے نماز کیا حکم ہے اور اسے امام مقرر کرنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

سود خوار فاسق ہے اہ فاسق کے پیچھے نماز ناقص و مکروہ اگر پڑھ لی تو پھیری جائے اگرچہ مدت گزر چکی ہو و لہذا اُسے ہرگز امام نہ کیا جائے  
 جہاں امامت کرتا ہو بشرط قدرت معزول کر کے امام متقی صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ مقرر کریں اگر قدرت نہ پائیں تو جمعہ کے لیے دوسری مسجد میں جائیں  
 یہ ہیں پنجگانہ میں خواہ اپنی دوسری جماعت یہیں کر لیں صغیری میں ہے لیکرہ تقدیر الفاسق کو اہتہ تحویم راقی الفلاح میں ہے کراہۃ امامۃ  
 الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فحجب اهانتہ شرعاً فلا یُعظم بتقدیمہ للامامة و اذا تعدد منعه ینقل عنه الی غیر مسجدہ  
 للجمعة وغیرہا لمطوایر میں ہے تبع فیہ الذلیلی ومفادہ کون الکراهة فی الفاسق تحویمیۃ حاشیہ در مختار میں فرمایا فی تقدیمہ تعظیہ  
 وقد وجب علیہم اهانتہ شرعاً ومفادہ کراهة التحویم فی تقدیمہ اہل السوء کبیری میں ہے لو استویا فی العلم والصلاح واحدہما

اقرأ فقد موا الاخراساء دا ولا ياثون فالاساءة لترك السنة وعدمه الا ثمر لعدا ترك الواجب لا نعم قد موا جلا صالحا كذا  
فی فتاویٰ الحجۃ و فیہ اشارۃ الی اعمد لو قد موا قاسقیا ثمنون بناء علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریر لعدا ما اعتناہ با موردینہ و  
تساہلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ما ینافیہا بل هو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم  
تجز الصلوۃ خلفہ اصلا عند مالک وروایۃ عن احمد النخول واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ سئلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو درمیں یعنی دوستوں کے بیچ میں کھڑا ہونا کیسا ہے۔ بینوا تو جبروا

**الجواب**

مکروہ ہے فی مکروہات الصلاۃ من رد المحتار عن معراج الدرایۃ باب الامامۃ الاصح ما روی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکوہ للامام  
ان یتقدمین الساریتین (الی قولہ) لانہ خلان عمل الامامۃ انھی واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از امین گوالیار مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں صاحب ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ زید سائل فقہ سے محض ناواقف اور زبور حدیث و تفسیر باوجود ان وصفا  
کے بلا دلائل شرعیہ بیان کرے کہ جو مردم اپنی بی بی سے قربت کرے اور جب تک نہ نمازے ہو دلعنت ہے اور کہے کہ جو شخص دروازہ مسجد کو بحفاظت  
مسجد بعد نماز عشا مقفل کرے اس مسجد میں نماز قطعی حرام ہے وہ آدمی سنگسار کیا جاوے اور بغیر علم حدیث و تفسیر ترجمہ قرآن مجید کرے اور فرض کو سنت  
اور واجب کو مستحب بیان کرے جھوٹے حوالے کتاب کے دے اور بعد ہونے نماز جنازہ بارہ دوم تکبیر پانچ منوخر سے نماز جنازہ پڑھائے اور بلا  
دقیقت سائل وارکان نماز پیش امامی کرے نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں اور جائز کو ناجائز کہے اس کے حق میں اور اس کے مدد و معاون کے  
حق میں شرعا کیا حکم ہے۔ احکموا للہ بحوالۃ الکتاب۔

**الجواب**

زید جاہل سخت جری، بیباک ہے اولاً اس کا علی الاطلاق کتنا کہ جوابی بی بی سے قربت کرے جب تک نہ نمازے معاذ اللہ اور دلعنت ہے  
شرعیہ بطورہ پر سخت اقرار ہے ناپاک ہے حکم صرف اس قدر ہے کہ مہمما ممکن، نہانے میں تعمیل مندوب و محبوب ہے اگر نہ نمازے تو وضو کر رکھے  
کہ جہاں جنب ہوتا ہے وہاں فرشتے آنے سے احتراز کرتے ہیں مگر غسل میں تعمیل نہ کرنے والا معاذ اللہ اور دلعنت ہونا درکنار سرے سے گنہگار بھی نہیں  
جب تک تاخیر باعث فوت نماز یا دخول وقت کراہت تحریمی نہ ہو خود صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم جواز کے لیے بعض اوقات بلکہ خاص  
شبہائے ماہ مبارک رمضان میں صبح تک تاخیر غسل فرمائی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فعل سے امت کو دوسلہ تحقیق و رحمت  
معلوم ہوں ایک یہی کہ غسل میں تعمیل گو بہتر ہے پر واجب نہیں نماز تک تاخیر کا اختیار رکھتا ہے دوسرے یہ کہ بحالہ جنبات صبح کرنے سے روزے  
میں کوئی غفل یا نقص نہیں آتا۔ احمد و بخاری و مسلم ام المونین صدیقہ دام المونین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ان النبی صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کان یصبح جنباً من جماع ثم یغتسل ویصوم واد فی روایۃ فی رمضان ثانیاً وثالثاً سئلہ مسجد میں خدا و رسول پر

دو افترا اور کیے ایک یہ کہ اس مسجد میں نماز حرام دوسرا یہ کہ وہ آدمی سنگسار کیا جائے پہلے افترا سے وہ ان لوگوں میں داخل ہوا جنہیں قرآن عظیم نے فرمایا ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان ینذکوفیہا اسمہ وسعی فی خراجہا اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو ان میں یا د الہی الخ سے روکے اور ان کی دیرانی میں کوشش کرے۔ اور دوسرے سے وہ یگناہ سلم کے ناحق قتل کا فتویٰ دینے والا ہوا علما صاف اجازت دیتے ہیں کہ حاجت کے وقت غیر اوقات نماز میں حفاظت کے لیے دروازہ مسجد بند کرنا جائز ہے کہ غلق باب المسجد الا لحوث علی متاعہ بے یغنی در مختار ہذا الصبیح تبیین الحقائق والمسألة فی الفتح والبحر والنہر وغیرہا عامۃ کتب المذہب ہاں بے حاجت یا غیر حاجت خصوصاً اوقات نماز میں بند کرنا ممنوع اور بند کرنے والا گناہ مکرر ایسا کہ سنگسار کرنے کے قابل اور یہ سخت جہالت فاحشہ دیکھیے کہ اس مسجد میں نماز حرام۔ سخن اللہ اس نے تو ایک آدمی کو وقت دروازہ بند کیا یہ ہمیشہ کو تینا کیے دیتا ہے وہ سنگسار کرنے کے قابل ہوا کیس سزا کے لائق ہو گا رابعاً بے علم و فہم ترجمہ قرآن مجید میں دخل دینا گناہ کبیرہ ہے خود قرآن مجید فرماتا ہے ام تقولون علی اللہ مالا تقولون حدیث میں ہے یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قال فی العشر ان ینیر علم فلیتبا مقعدہ من النار جو بغیر علم کے قرآن میں زبان کھولے وہ اپنا گھر جہنم میں بنائے رواہ الترمذی وصحیح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا خامساً سادساً سابعاً بے سمجھے بوجھے مسائل شرعیہ میں خلعت کرنا غلط سلط جو موخر پر آیا فرض کو سنت واجب کو مستحب ناجائز کو جائز بتا دینا بھی گناہ عظیم ہے حدیث میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اجروکم علی الفتیانہ اجروکم علی النار جو تم میں فتویٰ پر زیادہ بیباک ہے آتش دوزخ پر زیادہ جری اخراج الدار من عن عبد اللہ بن ابی جعفر خلا ثامناً تاسعاً عاشرًا کتابوں کے جھوٹے حوالے دینا کذب و افترا اور وہ بھی علما پر اور وہ بھی امور دین میں یہ سب سخت گناہ ہیں مسائل میں علما پر افترا شرع پر افترا اور شرع پر افترا خدا پر افترا قال اللہ تعالیٰ لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذاب ہذا حلال و هذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذاب ان الذین یفترون علی اللہ الکذاب لا یفلحون اور جنازہ کی نماز جب ایک بار ہو چکی تو ہمارے علمائے کرام کے نزدیک اس کا اعادہ جائز نہیں مگر یہ کہ صاحب حق یعنی ولی میت کے بے اذن دے عام لوگوں کے کسی نے پڑھا دی اور ولی شریک نہ ہوا تو اسے اعادہ کا اختیار ہے پھر بھی جو پہلے پڑھ چکے اب نہیں کہ اس کی تکرار شروع نہیں فی الدار المختار فان صلی غیر الولی ممن لیس له حق التقدم علی الولی ولم یتابع الولی اعادہ ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا اقلنا لیس من صلی علیہا ان یمید مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع فان صلی من له حق التقدم او تابعہ الولی لا یمید وان صلی الولی بحق بان لم یخبر من تقدم علیہ لا یصلی غیرہ بعدہ او ملخصاً اور پانچ نکیریں تو ہمارے اللہ بلکہ اللہ ربہ بلکہ جمہور اللہ کے نزدیک منسوخ ہیں بلکہ امام ابو عمر سعید بن عبد البر ہاگی نے فرمایا چار براجع منقذ ہو گیا و امنا ہمارے علما کرام حکم فرماتے ہیں کہ امام پانچویں تکبیر کے وقت ہرگز ساتھ نہ دیں خاموش کھڑے رہیں یہی صحیح ہے اور بعض روایات میں تو بیان تک ہے کہ وہ تکبیر پنجم کے تو یہ سلام پھر دیں کہ اتباع منسوخ کا رد خوب واضح ہو جائے فی الدار المختار لو کبر امامہ خمساً لم یتبع لانه منسوخ فیکف الموت حق یتبع معہ اذا سلمو بہ یفتی رد المختار میں ہے درود عت الامام ابہ وسلم للمحال ولا ینظر تحقیقاً للمخالفة زید کی یہ حرکت بھی وہی جہل و جرات ہے یا غیر قلعہ کی آفت و علت۔ بہر حال اس کے اقوال منکرہ و اطل شاہ عدل کہ وہ فاسق و بیباک ہے اور فاسق کے پیچھے نماز کر وہ عاقبتی و خواب ہوتی ہے صحیح بہ فی الغنیۃ شرح المنیۃ والیہ اشارہ

فی فتاویٰ الحجۃ درہما جنح الیہ فی رد المحتار و اوضحناہ فی رسالتنا النہی الاکید عن الصلاۃ و راء عدی المتقلید پس حتی الامکان ہرگز اسکی اقتدا کریں اور جتنی نمازیں اُس کے پیچھے پڑھ چکے ہوں سب پھیریں اور ان باتوں پر جو اس کے مدد و معاون ہیں وہ بھی جرم و گناہ میں اُس کے شریک ہیں قال اللہ تعالیٰ لا تعاونوا علی الاثم و العدون گناہ اور مدد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ جملہ اہل حق و احکام مسئلہ - ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید حافظ قرآن ہے مگر نوکری خانہ سال (بیرا) گیری کی کرتا ہے اب اس نوکری سے اس نے توبہ کی اور اب اُس کے پیچھے لوگ نماز پڑھنے سے کراہت کرتے ہیں آیا کراہت کرنا اُن لوگوں کا جاسے ہے یا بجائے صحت صاف کتابت و حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمائیے - بینوا تو جروا -

### الجواب

اگر صرف اس وجہ سے کراہت کرتے ہیں کہ اس نے وہ نوکری کی تھی اگرچہ اب توبہ کر لی تو اُن کی کراہت بجائے کہ کوئی گناہ بعد توبہ باقی نہیں رہتا حدیث میں ہے حضور ید فالصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں التائب من الذنب کما لا ذنب لہ واللہ سمیعہ و تعالیٰ اعلم و علیہ جملہ مجدہ ائمہ و احکامہ -

مسئلہ - از علی گڑھ کارخانہ منور مسلہ حافظ عبد اللہ صاحب ٹھیکیدار ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی مولوی مقلدین حنفیہ کو ذریعہ الشیطان اور کتاب و سنت کا منکر کہے نہ وغیرہ مقلدی کی اشاعت میں مہم تن مصروف ہو اور رسائل خلا فیہ مقلدین کا سخت مخالفت اور غیر مقلدین کا حامی اور معاون ہو اور رسائل حنفیہ کو مثلاً آمین یا نعمت کا اپنی تحریرات میں خرافات کہے اور بعض اوقات کسی مصلحت دنیوی سے اپنے آپ کو حنفی المذہب ظاہر کرے ایسے شخص کی اقتدا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور ایسے شخص کو حنفی کہا جائے گا یا نہیں دوم جس امام شریعت شہر کے مسلمان ہو جو شرعی ناراض ہوں اور اُس کے پیچھے نماز پڑھیں تو اس حالت میں اس کا امام ہونا جائز ہے یا نہیں - بینوا تو جروا -

### الجواب

اللہم انا نفوذ بك من الشیطان الرجیم

جو ذریعہ الشیطان کتاب و سنت کا منکر حنفیہ کلام خصم اللہ تعالیٰ بالطف والا کریم کا نام رکھتا ہے بظاہر کہ وہ گمراہ خود کا ہے کہ حنفی ہونے لگا اگرچہ کسی مصلحت دنیوی سے براہ نقیہ شیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اُس کے افعال و اقوال منکرہ سوال اُس کی صریح تکذیب پر وال منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے نشہد انک لرسول اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں مگر ان کے گفثار و کردار اس جھوٹے اقرار کے بالکل خلاف تھے قرآن عظیم نے اُن کے اقرار کو اُن کے ہونے پر مارا واللہ جملہ انک لرسولہ واللہ لیثہد ان المتفقین لیکن ہونہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم بیشک اُس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں ایسے شخص کی اقتدا اور اسے المم بتانا ہرگز روا نہیں کہ وہ بتدرج گمراہ بد مذہب ہے اور بد مذہب کی بضرعاً تو ہیں واجباً اندام کرنے میں عظیم تعظیم تو اُس سے احتیاج لازم علامہ طحطاوی حاشیہ مدح میں نقل فرماتے ہیں





بلکہ بحال ہی امامت بنظر تعقب و عداوت اس کا خلاف ہی منظور ہے۔ پھر جمہور ائمہ کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ شافعی المذہب کی اقتدا بھی اسی حالت میں صحیح ہو سکتی ہے کہ مواضع خلاف میں مذہب حنفیہ کی رعایت کرتا ہو حنفیہ سے بغض نہ رکھتا ہو ورنہ اصل جائز نہیں تو یہ بد مذہب کہ چاروں مذہب سے خارج و مجرور اور رعایت مذہب حنفیہ سے سخت نفور اور بغض و تعصب میں معروف و مشہور ان کے پیچھے نماز کیونکر روا ہو سکتی ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے الاقتداء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان الامام یتجانی مواضع الخلاف بان یتوضاً من الحاج الخبس من غیر السبیلین کالغسل ولا یكون متعصباً ولا یتوضاً فی الماء الراكد القلیل ویفضل ثوبه من المنی ویفرک الیابس منه ویسجود ربع راسه هكذا فی النهایة والکفاية ولا یتوضاً بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسة کذا فی فتاویٰ قاضی خاں احمد ملخصاً اسی طرح جامع الرموز و مجمع الانوار و حاشیہ طحاوی علی مرقی الفلاح وغیرہ میں ہے والتفصیل فی رسالتنا المذكورة والله الموفق سبحانه وتعالى اعلم۔ جواب سوال دوم صورت سوال میں اُسے امام ہونا حلال نہیں جو اسے امام بنائے گا گناہ ہو گا حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثة لا یقبل الله منهم صلاة من تقدم قوماً وهم له کادھون میں غصوں کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کئے اور وہ اُسے ناپسند رکھتے ہوں رواہ ابو داؤد وابن ماجہ عن ابن عمر وابن خزیمہ عن انس والترمذی وحسنہ عن ابی امامہ وابن ماجہ وابن حبان عن ابن عباس وفي الباب عن طلحة التیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم عند الطبرانی فی الکبیر در مختار میں ہے لو امر قوما وهم له کادھون ان الکراهة لفساد فیہ اولا نعم احق بالامامة منه کرہ له ذلک تحریراً وافتقاراً لعلہ علمہ وعلیہ جملہ ائمہ و احکم مسئلہ۔ از ہلالوں مروجی محلہ مسئلہ شیخ محمد حسین صاحب ۹ جمادی الآخرہ سال ۱۲۸۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص حنفی ہو کہ مسیح میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ عمل میں لائے یعنی چند بالی چھو لینے پر اکتفا کرے اُس وقت میں کہ گپڑی باندھے ہو تو اُس کی نماز اور اُس کے نماز کیسی ہے۔

### الجواب

صورۃ مستفسرہ میں اگر شخص واقعی شافعی ہوتا تاہم حنفیہ کی نماز اُس کے پیچھے محض باطل تھی ذکر ایسے آزاد لوگ کر کہن ہی میں نہیں فی الہندیۃ الاقتداء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان الامام یتجانی مواضع الخلاف بان یمسح ربع راسه هكذا فی النهایة والکفاية ولا یتوضاً بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسة کذا فی فتاویٰ قاضی خاں ولا یطلوہ المستعمل هكذا فی السراجیۃ او ملخصاً اور اس کی اپنی نماز بھی ہٹا دے، ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طہر پر تو ظاہر کہ محض باطل ہے اور ہم بلاشبہ ہی حکم دیں گے فانا انما نفق بمن ہبنا وان کان مذہب غیرہا ما کان کما نص علیہ فی الخلاصة والاشباہ وفي الدار المختار و سرد المختار وغیرہا من الاسفار گریباں اور مذہب پر بھی خیر نہیں سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ہماری ہی طرح باطل ہی فرمائیں گے کہ ان کے یہاں پورے سر کا مسح فرض ہے یہ ہیں سیدنا امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ان سے بھی انظار الیہا مات فرضیت استیعاب ہے کما نقلہ الامام المولی الاجل القطب سیدی عبد الوہاب الشعرائی قدس سترۃ الوبانی فی المیزان رہا مذہب سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس پر صحت نماز کچھ لینا زری ہوس ہی ہوس ہے ایک اس مسئلہ میں ان سے توافق ہی پھر کیا ان کے یہاں ایک ہی مسئلہ ہے حدیث مسائل طہارت و صلاۃ و خلافہ میں جن پر اطلاع تمام اُسی مذہب کے عالم متبحر کا کام خصوصاً ان

بلادیں کہ اس مذہب کے علماء نے کتب بھلائیوں نہ مانے تو بتائے تو کہ مذہب شافعی میں نواقص و فراغ وضو و غسل و فراغ داخل و خارجی و مفصلات نماز بتفصیل صورت و شقوق و تنقیح احوال قدیم و جدید و نصوص و وجوہ و تصحیح و ترجیح شیخین و غیر ہا کبرائے مذہب کس قدر ہیں اور جب نہیں بتا سکتا اور بیشک نہ بتا سکے گا تو مجہول شئی کی مراعات کیونکر ممکن پھر کہاں سے اطمینان پایا کہ ان کے مذہب پر نماز صحیح ہی ہوگی نہیں نہیں بلکہ بوجہ کثرت خلاف و کثرت حوادث موقعہ فی الاختلاف عادیہ کہیں نہ کہیں وقوع مخالفت ہی منظور کمالا یخفی علی المتدرب ومن لم یقنع فلیجرب اور جب ایسا ہوا اور کیوں نہ ہوگا تو بیٹھے بٹھائے ازیں سورا ندہ ازاں سومان دہ نہ ادرہ کے ہوئے نہ ادرہ کے ہوئے ایک مذہب پر بھی نماز صحیح نہ ہوئی درمختار میں ہے لا باس بالاعتقاد عند الضرورة لکن لبس ط ان یلتزم جمیع مایوجبہ ذلک الامام لما قد منان الحکمہ الملقب باطل بالاجماع غرض لا اقل اس یہاں کی کاتنا حاصل کہ تین مذہب پر تو دانستہ نماز باطل کر لی اور چوتھے پر صحت کی خبر نہیں فانا نشر وانا انیر راجون مولیٰ تعالیٰ جنہیں توفیق خیر رفیق فرماتا ہے وہ ہر امر میں جہاں تک اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے بقیہ مذاہب کا بھی لحاظ رکھتے ہیں مثلاً محتاط حقیقی و شافعی ہرگز مسح کل راس و اولاً و ذلک ترک نہ کریں گے کہ آخر مسنون تو ہم بھی جانتے ہیں اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ان کے بغیر طہارت و نماز ہی باطل تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ سنت چھوڑے اور ایک امام دین کے نزدیک نماز ہی سے مؤخر ہوئے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ولسنا علمائے مذاہب اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ تصریح فرماتے ہیں کہ الخروج عن الخلق بالاطماع مستحب مگر بے باک لوگوں کے نزدیک سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک اپنے امام مذہب کی مخالفت تین مذاہب حق پر نمازین کا بطلان چوتھے پر صحت میں شک و جہالت یہ سب بلائیں آسان ہیں اور بندھی ہوئی پکڑی کے بیچ ذرا سست ہو جانا دشوار۔ اللہ عزوجل ہدایت بخشنے آمین۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و حکمہ عز شانہ احکم۔

### مسئلہ - از شر کہنہ بر علی السلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو شوق قرآن و حدیث کا نہایت درجہ کا ہے مگر بسبب فکر معاش کے نہیں ہو سکتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ اگر خداوند کریم میری اس فکر کو دور کر دے تو میں اس شوق کو عمر بھر نہیں چھوڑوں گا اور کبھی بچپن سے شوق راگ وغیرہ کا اس نزدیک نہیں تھا اور اب جس وقت سے ایک بزرگ کامل یعنی مولوی فضل الرحمن صاحب سے مرید ہوا ہے اس درجہ کا شوق راگ وغیرہ کا اس کو ہو گیا ہے کہ بیان سے باہر یعنی زبڈی اگر ناچتی ہو تو وہاں کھڑا ہو جاتا ہے اور تار کا اس قدر شوق ہے کہ رات کے ۹ بجے فرصت ہوتی ہے فکر معاش سے تو اس وقت سے لے کر دو بجے رات تک بلکہ بعض روز تمام رات تار بجاتا ہے اور اگر منع کرو تو کہتا ہے میرے واسطے دعا کرو تاکہ خداوند کریم مجھے اپنی محبت عنایت کرے اور اگر دریافت کرے کہ جناب مولوی صاحب نے ان چیزوں کا حکم تم کو دیا ہے تو کہتا ہے کہ نہیں مہ سباد ایچ دل بے عشق بازی ہے اگر باشد حقیقی یا مجازی۔ اور قرآن مجید اچھا جانتا ہے عمدہ جاننے میں شک نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں اس جگہ پر نوگ غلط پڑھتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں۔ بیٹو! توجروا۔

### الجواب

نماز اس شخص کے پیچھے اگرچہ بلاشبہ صحیح ہے لہذا تقریباً و حدیثاً و کلاماً من جواز الصلاة خلف کل برود فاجو مگر اگر ہر کھتی ہے

لہذا دوسرے شخص کو جو ایسے امور سے خالی ہو اور باوجود اس کے سنی صحیح العقیدہ و قاری صحیح القرات ہو امام مقتدی کہیں ہاں اگر یہ بیان سچ ہے کہ وہاں اس شخص کے علاوہ سب غلط خواں ہیں یعنی حروف میں تیز نہیں سمجھتے اور قرات میں وہ غلطیاں کرتے ہیں جن سے نماز فاسد ہوتی ہے جب تک کوئی سنی صحیح القرات نہ ملے اسی شخص کی اقتدا کریں فان تصحيح الصلاة اهم من ومنع المكراهة والله تعالى اعلم

### سوال مکرر

مکرر یہ کہ چونکہ سائل نے یہ سوال اپنے ہاتھ سے لکھا ہے لہذا بعض امر پوشیدہ کیا وہ یہ کہ اس شخص کے عقائد کا بھی کچھ ٹھیک نہیں یعنی عقیدہ غیر مقتدی وغیرہ کا رکھتا ہے سنی صحیح العقیدہ نہیں ہے اس میں جو حکم ہو قرآن فرمائیے کہ نماز اس کے پیچھے پڑھیں یا نہیں اور یہ جو اس نے لکھا ہے ہاں لوگ قرآن غلط پڑھتے ہیں تو ایسے سب نہیں ہیں کہ اتنی غلطی کریں کہ نماز نہ ہو ہاں قاری پورے پورے نہیں جیسا کہ حق قاری ہونے کا ہے۔

### الجواب

فاسد العقیدہ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے خصوصاً غیر مقتدی کہ ان کی طہارت وغیرہ کسی بات کا کچھ اعتبار نہیں تو ان کے پیچھے نماز محض ناجائز ہے کما حقناہ فی رسالتنا النہی الالکید عن الصلاة وراہی عن التقلید پس اگر حال یوں ہے تو صورت تفسیر میں مسلمانوں پر واجب قطعی کہ اس شخص کو امانت سے معزول کریں اور اس کے پیچھے ہرگز ہرگز اپنی نمازیں برباد نہ کریں واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از موضع بکہ جیبی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور کا کھانا کوٹہ غیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیعہ محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مولوی حافظ ہو کر روزہ نہ رکھے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

### الجواب

جو بے عذر شرعی روزہ نہ رکھے فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تو اگر دوسرے شخص متقی کے پیچھے نماز مل سکے تو اسکے پیچھے نہ پڑھے یہاں تک جمیع لان بسبیل من النحول کما افادہ العولی المحقق حیث اطلق فی الفتح ورد پڑھ لے فاناہ اولی من الانفاذ کما فی رد المحتار عملاً بقول من يقول ان الکراهة فيه تنزيحة او پڑھ کچھ پڑھ لے لہذا ذہب الیہ کثیر من العلماء ان الکراهة فيه تحریمیة وهو الذی حققہ فی الغینة وغیرہا وهو الاظهر کما بینناہ فی فتاوانا واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** اذ کلکے دھرم تہہ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۸۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام شافعی المذہب ہو لہذا مقتدی حنفی تو ان امور میں حنفی کو جائز نہیں جیسے آمین بکھر کرنا اور رفع یدین اور قمر میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا امام کی متابعت کرے یا نہ کرے اور ایسے مقتدی شافعی المذہب کو اپنے مذہب کے خلاف امور میں امام حنفی المذہب کی متابعت چاہیے یا نہیں اور اگر متابعت کرے تو اس کی ناکذا کیا حال - بینوا توجروا۔

### الجواب

حنفی جب دوسرے مذہب والے کی متابعت کرے تو اس کی متابعت جائز نہیں اگر امام ایسے کسی امر کا مرتکب ہو جو ہمارے مذہب میں ناقض طہارت یا معذنا ہے جیسے آب قلیل متنجس یا استعمل سے طہارت یا چٹائی سر سے کم کا سج یا خون نصہہ دریم زخم دق و غیرہ نجاسات غیر سبیلین پر وضو

ذکر نایا قدر درم سے نامدنی آلودہ کپڑے سے نماز پڑھنا یا صاحب ترتیب ہو کر باوصف یا وفائستہ وسعت وقت بے قضاۃ فائزہ نماز قبی مشروع  
 کر دینا یا کوئی فرض ایک بار پڑھ کر پھر اسی نماز میں امام ہو جانا تو ایسی حالت میں تو حنفی کو سرے سے اس کی اقتدا جائز ہی نہیں اور اس کے پیچھے  
 نماز محض باطل کما نص علیہ فی عامۃ کتب المذہب بل فی الغنیۃ اما لاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز مالہ یعلم منہ  
 ما یفسد الصلاۃ علی اعتقاد المقندی علیہ الاجماع انما اختلف فی الکواہت اہ غرض جب وہ ایسے امور سے بری اور اس کی اقتدا صحیح ہو  
 اس وقت بھی ان باتوں میں اس کی متابعت نہ کرے جو اپنے مذہب میں یقیناً ناجائز و نامشروع قرار پا چکی ہیں اگر متابعت کرے گا تو اس کی نماز اس  
 نامشروع کی مقدار کراہت پر مگر وہ تحریمی یا تنزیہی ہوگی کہ پیروی مشروع میں ہے نہ غیر مشروع میں ردالمحتار میں ہے تھوکن المتابعۃ غیر جائزۃ اذا  
 كانت فی فعل بدعۃ او منسوخ او ما لا تعلق لہ بالصلوۃ عنایہ پھر خزائن الاسرار پھر حاشیہ شامی میں ہے انما یقتبعہ فی المشروع دون  
 غیرہ مجمع الانر و حاشیہ طحاویہ میں ہے ما کان مشموعاً یا تابعہ فیہ وما کان غیر مشروع لا۔ اسی طرح ترک سنت میں امام کی پیروی نہیں بلکہ  
 موجب اساءت و کراہت ہے اگر وہ چھوڑے مقتدی بجا لائے جبکہ اس کی بجا آوری سے کسی واجب فعل میں امام کی متابعت نہ چھوڑے و لہذا علما فرماتے  
 ہیں اگر امام وقت تحریر رفع یدین یا تسبیح رکوع و سجود یا تکبیرات محال یا ذکر قمر ترک کرے تو مقتدی نہ چھوڑے کما نص علیہ فی نظام الزند و لیسوی و الخانیۃ  
 و الخلاصۃ و البزازیۃ و الہندیۃ و خزائۃ المفتین و فتح القدیرو الغنیۃ و الدر المختار و حاشیۃ الدرر للعلامة الشرنبلالی وغیرہا و هذا  
 نصہ البزازیۃ ملخصاً تسعة اشیاء اذا ترک الامام اتی بما الامام مرفع الیدین فی التہنئة و تکبیرۃ الركوع او السجود و التسبیح فیہما او  
 التسبیح الخ یہیں تکبیرات عیدین میں رفع یدین فی الدرس رفع یدین فی الزوائد ان لم یامامہ ذلك الخ اور اگر رکوع و سجود میں ایک ہی تسبیح کہہ کر  
 سرٹھائے تو مقتدی بھی ناچار سنت ثلثیت ترک کرے و رد قمر و جلسہ کی متابعت میں خلل آئے گا ہوا تصحیح کما فی الخانیۃ و الخلاصۃ و الخزائۃ  
 و الوجیز و الفتح و البہر و غیرہا من الاسفار الغر و هذا اعظم الدرانہ معایبتی علی لزوم المتابعۃ فی الادکان انہ لورفع الامام راسہ من  
 الركوع او السجود قبل ان یتلم المعلوم التسبیحات الثلث و جب متابعتہ شرح منیہ علامہ ابراہیم حلیمی و حاشیہ سید ابن عابدین میں ہے الاصل  
 عدم وجوب المتابعۃ فی السنن فعلاً فلذا ترکوا و کذا الواجب القولی الذی لا یلزم من فعلہ المخالفة فی واجب فعلی کالتشہد و تکبیر  
 التثنوی و بمختلف الفترات و تکبیرات العیدین اذ یلزم من فعلہا المخالفة فی الفعل و هو القیام مع رکوع الامام الخ اہ ملخصاً جب یہ  
 اصول معلوم ہو لیے تو ان تینوں فروع کا حکم بھی انہیں سے نکل سکتا ہے رکوع وغیرہ میں رفع یدین ہمارے المکرر امضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک  
 منسوخ ہو چکا ہے اور منسوخ پر عمل نامشروع تو اس میں متابعت نہیں امام ملک العلما ابو بکر سعید کا ثانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں  
 لو اقتدی بمن یرفع یدین عند الركوع او بمن یثبت فی الفجر او بمن یری تکبیرات الجنائزۃ خمساً لا یتابعہ بظہور خطیئۃ بیقین لا  
 ذلک کلمہ منسوخ اہ نقلہ فی عید رد المحتار۔ حطالی پھر شرح مقدمہ الکیانیۃ للقمستانی پھر جنازہ حاشیہ شامی میں ہے لا یجوز المتابعۃ  
 فی رفع الیدین فی تکبیرات الركوع قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شافعیہ کے نزدیک نماز فجر کی رکعت اخیرہ میں ہمیشہ اور ترک تیسری میں صرف  
 نصف اخیر شرفضان المبارک میں ہے کہ وہ ان میں دھائے قوت پڑھتے ہیں قوت فجر تو ہمارے اللہ کے نزدیک منسوخ یا بدعت بہر حال یقیناً نامشروع  
 ہے لہذا اس میں پیروی مشروع اور جب اصل قوت میں متابعت نہیں تو ہاتھ اٹھانے میں اس کی فرع ہے اتباع کے کوئی معنی نہیں مگر اصل قمر

رکوع فی نفسہ شروع ہے لہذا وہ جب تک نماز فجر میں قنوت پڑھے مقتدی ہاتھ چھوڑے چپکا کھڑا ہے درمختار میں ہے یا قی الامام و یقنوت الوتر ولولبشا فعی یقننت بعد الركوع لانه مجتہد فیہ لا الفجر لانه منسوخ بل یقنن سالتا علی الاظهر مرسلاید یہ علامہ ترمذی نے نور البیان میں فرماتے ہیں اذا قننت فی الفجر قام معہ فی قنوتہ سالتا علی الاظهر ویرسل یدایہ فی جنبیہ اور نماز وتر میں اگر شافعی کے پیچھے اقتدا باقی رہے کہ وہ وتر کے دو ٹکڑے کرتے ہیں پہلے تشہد پر سلام پھیر کر اخیر رکعت اکیلے پڑھتے ہیں اگر امام نے ایسا کیا جب تو رکعت قنوت آنے سے پہلے ہی اُس کی اقتدا قطع ہوئی اب نہ وہ امام نہ یہ مقتدی نہ اس کے وتر صحیح کہ اُس کی وسط نماز میں عہد اسلام واقع ہوا فی الدار المختار صبح الاقتداء فیہ بشافعی لہ فیصلہ بسلام لان فصلہ علی الاصح اہ ملخصا جب ایسا نہ ہو اور اقتدا قائم رہے تو اگرچہ شافعیہ قنوت وتر میں پڑھتے ہیں اور ہمارے مذہب میں اُس کا محل قبل رکوع مگر ہمارے علمائے نام متون و شرح و فتاویٰ میں مقتدی کو حکم دیا کہ یہاں قنوت میں متابعت کرے اور اس کا مشا وہی کہ اسے بالکل نامشروع نہیں ٹھہراتے والمسئلة منصوص علیہا بدلیلہا فی الہدایۃ والکافی وسائر الشروح رہا یہ کہ مقتدی اس حالت میں اتباع امام مذہب کرے یا اتباع مذہب امام یعنی ہاتھ باندھے چھوڑے دعا کی طرح ہاتھ اٹھائے کیا کرنا چاہیے اس کی تصریح نظر فقہ سے نہ گذری نہ اپنے پاس کی کتب موجودہ میں اس سے تعرض یا اظہار یہ ہے کہ نفل قیام ہاتھ باندھے گا کہ جب اسے قنوت پڑھنے کا حکم ہے تو یہ قیام ذی قرار و صاحب ذکر شروع ہوا اور ہر ایسے قیام میں ہاتھ باندھنا نقلاً و شرعاً سنت اور عقلاً و عرفاً ادیب حضرت اور ترک سنت میں امام کی پیروی نہیں بقدر یؤید ذلك اطلاقهم قاطبة سننية الوضع في حالة القنوت كما في عامة الكتب المنهية فيكون مقنونا لهذا القنوت المنصوص ايضا بکے درمختار میں ہے هو ای الوضع سنة قوام له قرار فیہ ذکر مسنون فیضع حالۃ الثناء و فی القنوت لانی قیام بین رکوع و سجود و تکبیرات العبد ما لم یطل القیام فیضع سراجیۃ اہ ملخصا حاشیہ علامہ طحاوی میں ہے ظاہرہ یعمای قیام طال وعلیہ فیضع فی قیام صلاۃ التسبیح الذی بین الركوع والسجود یوں ہی ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ آئین میں سنت اخفا ہے اور اس کی بجائے آدمی میں امام کے کسی واجب فعلی میں مخالفت نہیں تو کیوں ترک کی جائے **اقول** و تحقیق المقام علی ما علمنی الملک العلما ان السان لاحظ لها فی المتابعة الابالبع وذلك لان معنى متابعتك غيرك جعلك نفسك تابعاله والتبعية انما تصور بشيئين احدهما في نفس اتیان شیء بمعنی انه ان فعله فعلت وان تركه تركت والاخر في وقت فلا تتقدم عليه ولا تسبقه اليه وان لم يكن فعلك متوقفا على فعله ولا متقيدا بتقدمه بل تفعله وان لم يفعل وتبادر اليه وان لم ياخذ فيه بعد ففيم انت تابع له بل انت مستقل بنفسك غير تابع ولا متابع وهذا ظاهر جدا واذ قل علمت ان ايتان الماموم بالسنة غير متقيد بايتان الامام بل ياتي بما وان تركها كما اسمعناك عليه نصوص الائمة ومن لازم ذلك جواز التقدم عليه مع الندب اليه لجواز ان يرجع الامام بعد الترتك الى الفعل كما اذا ركع نضوب راسه وطبق الكفة او ضم اصابعه او بقي صامتا غير مسبح والماموم قد فعل كل ذلك بطالب الشرع ثم عاد الامام فسوى واخذ وخرج وسمع فقد تقدم فعل الماموم وهو فيه غير مملوم بل اليه مندوب وهو منه معتمد محسوب فقد ثبت ان لا مدخل للمتابعة في السنن والمستحبات بل الماموم مستبد فيها غير داخل تحت حكم الامام ولم يتناولها تحكيمه اياه على ذاته والقرامة ان يصلي بصلاة فيم هو محجور فيه عن التقدم عليه وكما سبق ادوونه وما هو حقيقة الا الواجبات الفعلية اذ هي موضوع الاقتداء اصالة كما نص عليه في الغنية واما الرأية في المراقبة تحت قوله صلى الله

تعالیٰ علیہ وسلم انما جعل الامام ليوث قربة فيها القدوة حقيقة ومنها يسرى الى غيرها وان يسرى كوجوب ترك سنة يلزم من فعلها مخالفة الامام في واجب فعل فليس ذلك للمتابعة في ترك السنة بل في الواجب المذكور كعدم جواز ان ياتي بسنن الركوع قبل ركوع الامام فانه لا يفعلها الا في الركوع ولا ركوع له قبل ركوعه فغن هذا امتنع تقدیمها على ركوعه لاعلى فعليه السنن كما علمت وهذا معنى قولنا لاحظ لها من المتابعة الا بالتبع واذ قد تبين هذا والله الحمد ظهر ان المقتدى ياتي بالسنن على مذهب نفسه دون مذهب الامام فان المستبد انما يعمل برأى نفسه هكذا ينبغي التحقيق والله تعالى ولي التوفيق اتقن هذا فانك لا تجد في غير هذا التحويل وهو علم عزيز في كلام يسير ولما حرمين طيبين زاد بها الله تعالى شرفا وكراما في مرقى دشا ہے کہ ایک امام کے پیچھے چاروں مذہب والے نماز پڑھتے اور ان احمد میں سب اپنے اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں خفی امام خفی کے پیچھے زیرات ہاتھ باندھے ہے اُس کے دہنے بازو پر شافعی سینے پر ہاتھ رکھے ہائیں بازو پر مالکی ہاتھ کھولے ہوئے ہے کوئی کسی پر انکار نہیں کرتا اور کیوں ہو کہ محمد اللہ ہم چاروں حقیقی بھائی ایک ماں باپ کی اولاد ہیں باپ ہمارا اسلام ماں ہماری سنت سیدہ الانام علیہ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام انکار تو ان گمراہوں پر ہے جو تقلید المکرہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاذ اللہ شرک و حرام بتاتے اور مذہب فقہ راشدہ اہل حق کا نام چوراہہ رکھتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد والہ وصحبہ وعلیٰ اجمعین رہا یہ کہ ایسی صورت میں شافعی کو کیا چاہیے یہ علی راشدہ سے پرچھا جائے خلاصہ در مختار میں ہے ولوقیل للحنفی ما مذهب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا **اھ اقول** ولا شک ان الرجل بمن ذہبہ ادری و امرالفتیاء امر و اذہنی فترك اجترأ علی مذهب غیرہ احق و احرى والله تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

**مسئلہ -** از ملک اسام ضلع جواٹ ڈاکخانہ گنگا مقام سرانے ہی مرسلہ سید محمد صفاء الدین صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدیم البصر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بدینا توجروا

### الجواب

بلاشبہ جائز ہے مگر اولی نہیں مگر وہ تنزیہی ہے جبکہ حاضرین میں کوئی شخص صحیح العقیدہ غیر فاسق قرآن مجید صحیح پڑھنے والا اس سے ناٹھیا اس کے برابر اسل نماز و طہارت کا علم رکھتا ہو ورنہ وہ عدیم البصر ہی اولیٰ و افضل ہے جو باوصف صفات مذکورہ باقی حاضرین سے اُس علم میں زائد ہو ہند یہ میں ہے الاولیٰ بالامامۃ اعلمہم باحکام الصلاۃ ہکذا فی المصنوعات و هو الظاہر ہکذا فی البحر الرائق ہذا اذا علم من القراءۃ قدس ما تقوم بہ سنة القراءۃ ہکذا فی التبیین ولم یطعن فی دینہ کذا فی الکفایہ و ہکذا فی النہایہ و یجتنب الفواحش الظاہرۃ وان کان غیر اوسع منه کذا فی المحیط و ہکذا فی الزاہدی وان کان متبحرا فی علم الصلاۃ لکن لم یکن له حظ فی غیرہ من العلوم فہو اولیٰ کذا فی الخلاصۃ اسی میں ہے تجوز امامۃ الاعرابی والاعشی والعبدا الا انها تکرہ اہل ملخصا بحر میں ہے کراہتہ تنزیہی غانیہ میں ہے غیر ہمد اولیٰ حضرت عثمان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجارت حضور پرورید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قوم کی امامت فرماتے فی الصحیحین واللفظ المسلم عن ابن شہاب ان محمود بن الربیع الانصاری حدثہ ان عثمان بن مالک و هو من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممن شہد بد رامن الانصار انہ انما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی قد انکرت بصری

وانا اصل القوی الحدیث فی اتیانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی بلینہ وصلاتہ فیہ لیتخذہ مصلی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر کو تشریف لے جاتے دو بار مدینہ طیبہ پر نبیاً رب عطا فرمائی کہ باقی ماندہ لوگوں کی امامت کرتے عزاۃ فی البحر الی صحیح ابن جہان قلت اخرج احمد وابوداؤد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استخلف ابن ام مکتوم علی المدینۃ مرتین یصلی بجمہ وھو اعمی علماء فرماتے ہیں انھیں امام مقرر کرنے کی یہی وجہ ہے کہ حاضرین میں سب سے یہی افضل تھے بحر الرائق میں ہے قید کراۃ امامۃ الاعمی فی الحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولیٰ وعلیٰ ہذا حمل تقدیر ابن ام مکتوم لانہ لم یبق من الرجال المصلحین للامامۃ فی المدینۃ احداً افضل منہ حیثئذ ولعل عقبان بن مالک کان افضل من کان یومہ ایضاً قلت وقد سمعت انہ کان من اصحاب البداء رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین فان لم یکن فی من کان یومہم من شہد بداء کان افضلھم بالیقین واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شاہجہانپور محلہ بابوزئی مرسلہ شاہ فرماں صاحب قادری ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ مسجد میں حکم والی ملک (زید) جو حافظ قرآن و متشرع ہے قدیم سے خدمت امامت بجالاتا ہے اور اس کی تنخواہ پاتا ہے لیکن بکرم و دوسرے سرشتہ کا ملازم ہے اور اس کے پاس باوجودیکہ کوئی حکم نسخ امامت زید کا نہیں ہے اور نہ بکر کو حکم امامت کا والی ملک کے یہاں سے ملا اور عموماً مقتدیان بکر کی امامت سے بوجہات ذیل ناراضا ہوں (۱) یہ کہ بکر بعض اوقات رقص طوائف دیکھ لیتا ہے (۲) کفار و مشرکین کے سیلوں ٹھیلوں اور دیوالی کی شب جو ہنود میں صورت پھمن کی ہوتی ہے اور خباثت دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے شریک ہو کر وہ بھی سب کے ساتھ صورت کار دہ پیہ چڑھاتا ہے اور علاوہ تنخواہ اپنی مقررہ کے خلاف حکم لوگوں سے نذرانہ بھی لیتا ہے (۳) محفل میلاد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور قیام کو بدعت سیئہ بتلاتا ہے اور محفل یا زہم حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی کرنے اور پڑھنے والے کو بدعتی اور گنہگار کہتا ہے اور شیرینی محفل میلاد کو بُرا جانتا ہے (۴) شرفاء و نجباء کی توہین اور غیبت کو فخر سمجھتا ہے اور مولوی ابوالمنصور صاحب ہلوی کی نسبت جو امام وقت کہے جاتے ہیں ان کی کسی تصنیف ہر جو سب علماء دیکھ چکے ہیں اور کوئی حرف زن نہیں ہوا مگر بکر نے فتویٰ کفر کا دیدیا ہے پس مقتدیان وغیرہ کے دلوں میں جو بکر کی طرف سے بوجہات بالا کراہت آگئی ہے اس واسطے بکر کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور بکر اپنی امامت کے باعث مقتدیان وغیرہ کو تارک جماعت دیکھتا مگر پھر بھی اپنی امامت نہیں چھوڑتا ہے اور اس کے امام مکی کو جس کا ذکر اوپر آچکا امام کرنے کا موقع نہیں آنے دیتا پہلے خود امام بن جاتا ہے تو بکر کس گناہ کا مرتکب کہا جائے گا۔ فقط بینوا توجروا

الجواب

صورۃ مستفسرہ میں بکر کا فاسق فاجر مرتکب کبار بدعتی گمراہ خائب و خاسر ہونا تو بدایت ظاہر ادا اگرچہ کچھ کورو پیہ معاذ اللہ بطور عبادت بعینہ چڑھاتا ہے تو قطعاً یقیناً مرتد کا فرد اس فعل ملعون کے بدترین فسق و فجور قریب بکفر ہونے میں تو کلام ہی نہیں بہر حال اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کیا حرج ہوتا بلکہ اقتدا میں حرج اور سخت حرج ہے جو اسے امام کرے گا گنہگار ہوگا مسلمان اس فاسق بدوین کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھیں جہاں تک قدرت ہو اسے امامت سے دفع کریں قدرت نہ پائیں تو اپنی جماعت جدا کریں اور جبکہ امام حسین یعنی زید اور عامل ہل مسجد انھیں کے ساتھ



ہیں تو جماعت اولیٰ انہیں کی جماعت ہوگی اگرچہ وہ پہلے پڑھ جائے بلکہ جبکہ اُس کے اسلام میں شک ہے تو انہیں بدرجہ اولیٰ جائز ہے کہ جس وقت امامت کر رہا ہو اسی وقت اسی مسجد میں اپنی جماعت قائم کریں اور اگر یہ ایسا کریں تو اس جماعت کے مقتدیوں کو چاہیے فوراً نیت توڑ کر اس میں آجلیں اگر ایسا نہ کریں گے تو انہیں اپنی نماز پھیرنی ہوگی یہ ہیں آج تک جتنی نمازیں لوگوں نے دانستہ و خواہ نادانستہ اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب پھیریں اور اگر مسلمان نہ اُسے امامت سے دفع کر سکتے ہیں نہ اُس مسجد میں اپنی جماعت اُس سے پہلے یا ساتھ یا بعد کر سکتے ہیں تو انہیں روا ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھیں دوسری مسجد میں جا کر شریک جماعت ہوں مراقی الفلاح میں ہے کہ امامۃ الفاسق العالم لعدماہتمامہ بالمدین فتجب اہانتہ شرعاً فلا یُعظم بتقدیمہ للإمامۃ وإذا تعدد منعه یتقل عند الی غیر مسجدہ للجمعة وغیرہا غنیریں ہے فی فتاویٰ الحجۃ اشارۃ الی انہم لو قد موافقاً یا ثمن اہم ملخصاً وراحتار میں ہے بقی لوکان مقتدیاً بمن ینکوا الاقتداء بہ ثم شرع من لا کراہۃ فیہ ہل یقطع ویقتدی بہ استظہر ان الاول لو فاسقاً یقطع ولو محالاً فادشک فی مواعاة یقطع اقول والاظهر العکس لان الثانی کراہۃ تنزیہۃ کالاعسی والاعرابی بخلاف الفاسق فانہ استظہر فی شرح المنیۃ انھا تحریم قبلہ لولہم ان فی تقدیمہ للإمامۃ تعظیہم وقد وجب علینا اہانتہ بل عند مالک وروایۃ عن احمد لا تصح الصلاۃ خلفہ اہ قلت والحکم فیما نحن فیہ ابین واظهر علی کلا الاستظہارین کمالاً ینقص من حال ذلک الا فسن الاطنی در مختار میں ہے کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ التخریم تجب اعادتها بکرمیا کہ اپنے دیگر اقوال وافعال مذکورہ سوال کے باعث غلطی ویزہ کا در اس بھینٹ کے سبب بدترین وناپاک ترین اشراروں ہی اس امامت میں بھی کر بنا راضی مقتدیان ہے مخالف شرع وگنہگار ہے حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لعنہما اللہ من تقدروما وھملہ کارھون وامرأۃ بانت وزوجھا علیھا ساخط ورجل مع حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح فلہم یجب تین شخص ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایک وہ کہ لوگوں کی امامت کو کھڑا ہو جائے اور وہ اس سے ناخوش ہوں دوسری وہ عورت کہ کفار سے اس حالت میں کہ اُس کا شوہر اُس سے ناراض ہے تیسرا وہ شخص کہ حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح سنے اور نماز کو حاضر نہ ہو رواۃ الحاکم فی المستدرک خصوصاً ایسی امامت تو اور بھی سخت ہے کہ بلا وجہ شرعی امام معین کا منصب چھین کر جبراً لوگوں کی امامت کرے اللہ دین نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ابن حجر مکی زواج من اکثر ان اکبائر میں فرماتے ہیں الکبیرۃ السادسة والثمانون امامۃ الانسان لقوم وھملہ کارھون عدھذا من الکبائر مع الجزم بہ وقع لبعض ائمتنا وکانہ نظراً لی ما فی ہذہ الاحادیث وھو عجیب منہ فان ذلک مکروہ نعم ان حملت تلك الاحادیث علی من تعدی علی وظیفۃ امام راتب فیصلۃ فیہا فقہر اعلیٰ صاحبھا وعلی المامومین امکن ان یقال حیث ان ذلک کبیرۃ لان غضب المناصب اولیٰ بالکبیرۃ من غضب الاموال المصحح فیہ بانہ کبیرۃ اہم ملخصاً واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کلمتہ دہم تلازمہ مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام نماز پڑھانے پر نکر ہے اُس کی اقتدا کی جائے یا جماعت ترک کی جائے۔ بینوا تو جروا

الجواب

قطعاً اقتدا کی جائے اس عذر پر ترک جماعت ہرگز جائز نہیں تقدیر کے نزدیک جو اجرت لے کر امامت کرنے والے کے پیچھے نمازیں پڑھیں

تھی اس بنا پر کہ ان کے نزدیک امامت پر اجرت لینا ناجائز تھا وہ بھی ایسی نہ تھی جس کے باعث ترک جماعت کا حکم دیا جائے اب کہ فتویٰ جواز اجرت پر ہے تو وہ کراہت بھی نہ رہی طحاوی میں زیر قول در مختار تکرر خلف من امر باجرة قہستانی فرمایا ہذا مبنی علی بطلان الاستیجار علی الطاعات وہی طریقۃ المتقدمین والمفتی بہ جوازہ خوف تعطیل الشعائر حلی و ابوالسعود اسی طرح رد المحتار وغیرہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از ماہرہ مطرہ ضلع ایٹہ مرسلہ حضرت سیدہ طور جیدہ میاں صاحبہ ارجامی الآخرہ سلمہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو بہت رکوع اور سورتیں یاد ہیں جن سے وہ نماز پڑھتا ہے مگر اسے کھڑے پڑے مدد شد وقت رہاؤ پر چند خیال جو رہنمائی اپنے نسیان کی وجہ سے مجبور ہے کہ حافظہ یا قاری کو نسا کر صاف بھی کرتا ہے تاہم پڑے رکوع یا سورت نقصان حافظہ یا کمی علم عربی و قواعد قرأت کے سبب امور مذکورہ کا خیال نہیں رہتا ہاں چھوٹے رکوعوں سورتوں پر اکتفا کرے تو کسی قدر عبور رہ سکتا ہے مگر صبح و عشا وغیرہ میں جو طویل اوساط کا حکم ہے اس کی رعایت نہ ہوگی زید سین و صا د میں بھی غلطی کرتا ہے اس صورت میں زید کی امامت درست ہے یا مکروہ اور کھڑا پڑا ادا نہ ہونے سے نماز تو مکروہ نہ ہوگی اور اگر ہر نماز میں قصار پر قناعت کرے تو کیا حکم ہے دوسرا شخص بکر ہے جو تمام امور قرأت حسب قواعد ملحوظ رکھتا ہے مگر بوجہ اپنے کسی فعل ناجائز مثل نشہ ممنوع شرعی میں ملوث ہونے کے امامت سے انکار کر کے زید کو جو بوجہ غلطی سین و صا د عدم رعایت امور مذکورہ متعدد ہے امام کرنا چاہتا ہے اور خود انکار کرتا ہے ایسی صورت میں اس کا اپنی امامت سے انکار اور زید کو امام کرنا درست ہے یا نہیں اور ان دونوں میں لائق امامت کون ہے۔ بینوا توجروا

## الجواب

اس مسئلہ میں جواب سے پہلے چند مسائل کا معلوم کرنا ضرور (۱) وقت کی غلطی کہ وصل کی جگہ وقت کی جگہ وصل کرے یہ اصلاً مفسد نماز نہیں اگرچہ وقت لازم پر نہ ٹھہرے کما فی النقص علیہ فی الہندیۃ وفی المنیۃ وشرحہ للعلامة الحلی الوقف فی غیر موضعہ والابتداء من غیر موضعہ لا یوجب فساد الصلاۃ عند عامة علماء ائمان لان قال بعد ذکر الامثله) فالصحیح عدم الفساد فی ذلك کلمہ ولما تقدّم لا نہ نظم القرآن اہ ملخصاً (۲) جن حروف مدہ پر مدہ جیسے جاء۔ تنوء۔ جائی۔ یا آہا۔ قالوا انا۔ فی آیامہ۔ وآبہ۔ آمین وہاں مد نہ کرنا بھی اصلاً مفسد نہیں فان ذلك من محسنات التجوید ولا دخل له فی المعنی بل فی اللفظ ایضاً بحیث یتغیر بترک اللفظ ففساد عن المعنی (۳) جن حروف مد یا لین پر مد نہیں مثلاً قال یقول قیل قول خیر ان پر مد کرنا بھی موجب فساد نہیں جبکہ حد سے زیادہ مد ہوں ہاں حد سے تجاوز ہو جیسے گانے میں زمر کہنیچا جاتا ہے تو آپ ہی مطلقاً مفسد ہے اگرچہ مد ہی کی جگہ ہو فی الخانیۃ لوقرأ القرآن فی صلاۃ بالحنان ان غیر الکلمۃ ففساد صلاۃ لما عرفت فان کان ذلك فی حروف المد واللين وهي الیاء والالف والواو لا یغیر المعنی الا اذا فحش اھ فی رد المحتار قوله بالا لحن ای بالنغمات وحاصلہا کما فی الفتح اشباع الحركات لمراعاة النغم (۴) کھڑے کو پڑا پڑھنا بھی مفسد نہیں فی الفتیۃ قح حرقاً وتعالیٰ جددک بغیر باء لا تقصد وعن جلالہ مثلاً لان المعرب یتکفی بالفتحة عن الالف اکتفاء هم بالکسرۃ عن الیاء ولوقرأ الحمد بالله لا تقصد صلاۃ ایضاً لا کتفاءهم بالفتحة عن الواو۔

عکس وجار الله والصلوات لا تقصد ولكن الوقراً وطور سنين بحذف الياء لا تقصد عكس ولو قرأ استوتك اودؤمئذ بك لا تقصد اھ وفي الغنية اذا كان الحذف على وجه الترخيم الجائز في العريضة نحو ان يقرأ يا مالك بحذف الكاف فلا تقصد اجماعاً وكذا اذا لم يكن من اصول الكلمة كما اذا قرأ الواقعة بغير هاء وكذا ان كان من الاصول ولم يتغير المعنى كان يقرأ تعالى حيد ربنا باللام مع حذف الياء في تعالى لا تقصد بالاتفاق اھ ان چاروں باتوں سے اگرچہ سنو نماز نہیں مگر کراہت مندرجہ کے آخر قرآن عظیم کا غلط پڑھنا ہے یہاں تک کہ علمائے کرام نے فرمایا مذکور حرام ہے تو کھڑے کو پڑھنا بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا کہ اس میں توجہ ہر لفظ میں کی ہوگی بجلالت مکر امرئائہا فی الدرعن الحجة فی النفل لیلالہ ان یسمع بعد ان یقرأ کما یفہم اھ قال السیدان العلامتان الطحطاوی والناسخی قوله کما یفہم ای بعد ان یمد اقل مد قال بہ القراء والاحول لترك الترتیل للمامور بہ شی عایوں ہی تصریح فرماتے ہیں کہ جو شخص وقت وصل کی رعایت نہ رکھتا ہو اسے امام نہ ہونا چاہیے فی الہندیۃ عن المحیط من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لا ینبغی لہ ان یؤمر (۶) پڑے کو کھڑا پڑھنے سے اگر معنی فاسد نہ ہوں جیسے اتل ادع یرضہ لم یخش وانہ لاتأثم علیہ لا تمش یعباد کو اتل ادع یرضہ لم یخش وانہ لاتأثم علیہ لا تمش یعباد پڑھنا تو نماز فاسد نہ ہوگی فی الغنیۃ ان زاد حرفاً ان لم یغیر المعنی بان قرأ وامر بالمعروف واخفی عن المنکر بزيادة الالف فی اللفظ بعد الهاء لا تقصد اھ ملخصاً ورنہ فاسد کما قد مناعن الخانیۃ فی الدس ومنها ای من المفسدات القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی الخ فی رد المحتار قوله ان غیر المعنی کما لو قرأ الحمد لله رب العالمین و اشبع الحركات حتى اتى بواو بعد الدال و بیاء بعد اللام والهاء وبالف بعد الراء ومثله قل المبلغ وابنک الحمد بالف بعد الراء لان الراء هو زوج الامر كما فی الصحاح والقاموس وابن الزوجة یسمی ربیباً اھ **قول** هذا هو الموافق لکلام اصحابنا المتقدمین وقاعدتهم الغیر المنخرمة المختارة للمحققین فلا علیک مما یوجد من خلاف ذلك فی بعض الفروع المنقولة عن المتأخرین نعم ما ذکر فی الراء عندی فیہ وقفة فانه القیاس فی اسم فاعل الربوبیۃ وان کان فی الاستعمال بمعنی اخرواھل اللغة لا ینذکرون المشتقات القیاسیۃ ولاھی موقوفة علی السماع والالہ تکن قیاسیۃ والقیاس لا یرد الا بالنص علی مجرأ نہ لاجرم قال فی تاج العروس هو اسم فاعل من ربه یربہ ای تکفل بامرہ اھ وصحۃ الصلوة تعتمدا احتمال معنی صحیح ولو کان ثمر احتمالات فاسدة کما نص علیہ ہو وغیرہ ففی رد المحتار عند الاحتمال یفتی الفساد لعدم یتیقن الخطأ اھ فی الغنیۃ التحقیق فیہ العبل بصیحة المعنی بوجه محتمل وعدمہا کما قررنا انہ قاعدتهم الغیر المنخرمة اھ فافہم (۷) یوں ہی شد کو مخفف کو شد پڑھنا فاسد معنی میں فساد لازم ہے جیسے ظلمنا تخفیف لام ایاک بتشدید کا نہ نہ نہیں جیسے ما دد عک بتخفیف وال اکبر بتشدید فی الغنیۃ تخفیف الشد والاصل فیہ انہ ان کان لا ینغیر المعنی کان قواً وقتلوا تعقیلاً لا تقصد وان غیر بان ترک الشد ید فی رب الفلن ونحوہ فاخترار عامۃ المشائخ فیها تقصد کذا فی الخلاصۃ وذلك التفصیل علی قول المتقدمین وتقدم انہ الاحوط وحکم تشدید المخفف حکم عکسہ وکذا لک اظہار المسند غم وعکسہ فالجیم فصل واحد اھ ملخصاً **قول** هکذا فی کتب اخرى حکم الفساد بتخفیف الرب وعندی فیہ وقفة فقد قال فی القاموس قد یخفف اھ ونقلہ الصاعانی عن ابن النہاری وانشد المفضل ھ وقد علم الاقوام ان لیس وقفاً

رب غیر من یعطی المخطوط ویرث نقلہ فی لسان العرب وغیرہا کما فی التاج (۸) س ص وغیرہا حروف کی باہم تبدیل میں بھی فساد  
 معنی ہی پر لحاظ ہے بحالت عدم فساد نماز فاسد نہیں خصوصاً جب خاص لفظ زبان عرب میں دونوں طرح ہو جیسے صراط و سراط وہ تبدیل کسی قاعدہ عرب  
 کے موافق ہو جیسے ہر وہ کلمہ جس میں سین کے بعد ط م ل یا غین مجہ یا ن یا خ مجہ واقع ہو اُس میں سین کو ص پڑنا صحیح ہے بعض نے قبل و بعد  
 کی قید نہیں لگائی اورت کی میت میں بھی سین اور صاد کی باہم تبدیل دونوں جانب سے جائز بتائی بعض نے کہا جس کلمہ میں ص کے بعد ط  
 م ل یا غ مجہ یا سین کے بعد ق یا خ مجہ ہو وہاں ان میں ہر ایک کے عوض دوسرا اور ز مجہ بھی جائز اور جس ص کے بعد د م ل ہو اگر  
 ص ساکن ہے تو اس کی جگہ س یا ز و اور مُحرک ہے تو نا جائز و فسد نماز قیہ میں ہے متی سألت جارا لله عن قراء صطا اصبح واصق  
 ومصخرات بالصاد مکان السین فقال لا تفسد لان کل کلمة وقع فیها بعد السین طاء او غین اوقات او خاء جازان یبدل  
 السین صا دا اھ اسی طرح علیہ میں اُس سے نقل فرمایا وضبط الحروف فقلل کل کلمة وقع فیها بعد السین طاء مہملہ او غین معجمة  
 اوقات او خاء معجمة جازان یبدل فیها السین صا دا اُسی میں ہے وفي المبتغی ومن قرأ مکان الصاد سینا ینظر ان کان صاد یعدا  
 طاء کالصراط و بعد ہا غین کقولہ واصبح او سین بعد ہا قان کقولہ سلقوکم او بعد ہا خاء کقولہ لیخرون یجوز مکان السین  
 صا دا او زاء واما التی بعد ہا دال انکانت الصاد ساکنۃ کقولہ یصدر یجوز بالسین والزاء واما التی تکلون متحرکۃ کقولہ الصمد لا یجوز  
 قوائۃ بالسین ولوقرأ بالسین تفسد صلاتہ وعلیٰ هذا یمتدح کثیر من المسائل النقی خانہ میں ہے عن ابی منصور العراقی کل کلمة  
 فیہا عین او خاء اوقات او طاء او تاء و فیہا سین او صاد فقرا السین مکان الصاد والصاد مکان السین جازا م اقول ہکذا  
 ہو فی الخانیۃ طابع کلکتہ ۱۳۳۵ھ المیلادیۃ باہمال العین والحاء جمیعاً وکذا ہو فی الغنیۃ طابع استامبول ۱۲۹۵ھ المجہد ومثلہ  
 فی البرزازیۃ طابع مصر ۱۳۳۵ھ و فی الخانیۃ طابع مصر من تلك السنة باعجماء الخاء واهمال العین وهو الموافق لما فی غنیۃ القاضی  
 حاشیۃ العلامة الخفاجی علی البیضا و فی طبع مصر ۱۳۳۵ھ تحت قولہ تعالیٰ الصراط المستقیم حیث قال لغۃ قریش ابدال السین  
 صا دا و ہذا فی کل موضع بعد ہا عین او خاء اوقات باطراد اھ والظاہر مما مر عن القنیۃ والحلیۃ مفسر ااعجماء جمیعاً فلیحسب  
 پچھلے تین رسائل میں کہ بحالت فساد معنی فساد نماز کا حکم مذکور پہلے امام اعظم صاحب مذہب اہل ان کے اتباع ائمہ متقدمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا  
 مذہب تھا اور وہی احوط و مختار ہے اجلہ محققین نے اُسی کی تصحیح فرمائی و معلوم ان الفتویٰ متی اختلفت وجب الرجوع الی قول الامام کما  
 نص علیہ فی البحر والدرو حواشیہ وغیرہا من اسفار الکرام غنیہ میں ہے الاولی الاخذ فیہ بقول المتقدمین لان تضبط قواعدہم  
 وکون قولہم احوط و اکثر الفروع المذکورۃ فی کتب الفتاویٰ منزلة علیہ اُسی میں ہے ہذا بناء علی غمنا المتقدمین وهو المختار  
 اُسی میں ہے ہذا ملخص قاعدۃ المتقدمین وهو الذی صححہ المحققون من اهل الفتاویٰ کقاضی خاں وغیرہ وفعوا علیہ  
 الفروع فافہم توشد اگرچہ علمائے متاخرین ان تین میں بھی کہیں بعض کہیں اکثر بغرض آسانی جانب جواز ناز گئے اور بکثرت فروع میں ان کے  
 اقوال خود مختلف و مضطرب رہے کما ینظر بالرجوع الی الغنیۃ والنظرا الی اقولہم المنقولۃ فی الفتاویٰ مع سیر الفروع و ردھا الی  
 الاصول (۹) س ص وغیرہا حروف کی تبدیل جس میں آج کل اکثر عوام مبتلا ہیں جب بطور مجز ہو یعنی ص کتا چاہیں تو س ہی ادا ہو

ص ذکال میکن جیسا کہ یہاں عوام کا جنہوں نے قواعد مذکورہ دیکھے اور اس فرض عین کے تارک رہے یہی حال ہے تو اس صورت میں اگرچہ ان کی اپنی نماز ہو جانے پر فتویٰ ہے جبکہ سیکھنے پر کوشش کیے جائیں اور جو حق نہیں نکال سکتے اُس سے خالی کوئی سورت یا آیت پاتے تو سوائے فاتحہ ایسا کلام جس میں وہ حرف آئے ہیں نہ پڑھیں اور صحیح خوان کی اقتدا ملتے ہوئے جدا نماز ادا نہ کریں مگر یہ حکم صرف اُن کی اپنی نماز ان شرطوں کے ساتھ جائز ہو جانے کے لیے ہے صحیح خوان کی امامت نہیں کر سکتے اُس کی نماز اُن کے پیچھے ہوگی یہی مذہب صحیح ہے اور یہی قول جمہور ائمہ ہے جن میں متاخرین بھی شامل ہیں۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے۔ الراجح المفتی بہ عدم صحۃ امامۃ الا لشیخ الغیرہ ممن لیس بہ لثغۃ اسی میں ہے امامۃ الا لشیخ الغیرہ کی فاسدۃ فی الراجح الصحیح اسی میں ہے قد اباه اکثر الاصحاب، لہذا الغیرہ من الثواب۔ بڑا یہ میں ہے ان املکنہ ان یخذ آیات خالیۃ عن تلك الحروف فعل والاسکت وان وجد آیات خالیۃ عن لثغۃ ومع ذلك قرأ ما فیہا لثغۃ لا یجوز وعلی قیاس ما ذکرنا فی المسئلۃ الاولی ان بدل حرفا بحرف ولم یقدر لا یفسد۔ بہ ناخذ، وکن المسقین مکان المتقید الا ان غیرہ لا یقتدی غنیہ میں محیط، فتاویٰ مجہ، فتاویٰ غانیہ وغیرہ کی عبارات لکھ کر فرمایا الحاصل ان اللغۃ یجب علیہما الجہد دائما وصلوا تہم جائزۃ ما داموا علی الجہد ولكنہم بمنزلۃ الایسین فی حق من یصح الحرف لذلک عجز واعنہ لا یجوز اقتداء بجمہور لا تجوز صلا تہم اذا ترکوا الاقتداء بہ مع قدر تہم وانما تجوز صلا تہم مع قراءۃ تلك الحروف اذا لم یقدروا علی قراءۃ ما تجوز بہ الصلاۃ مسالین فیہ تلك الحروف واما لو قدروا مع هذا اقرأوا تلك الحروف فصلا تہم فاسدۃ ایضاً ہذا هو الذی علیہ الاعتماد (۱۰) مجر و تہم میں طو ال بفضل، عصر و غنار میں اوساط کا بڑھنا اگرچہ سنت ہے کما فی علیہ فی المتن مگر ایسا ضروری کہ عذر سے بھی ترک نہ کیا جائے۔ صحیح حدیث سے ثابت کہ ایک بچہ جس کی ماں شریک جماعت تھیں۔ اس کے رونے کی آواز سن کر حضور پر نور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر کی نماز صرف موزتین سے پڑھائی۔ علماء یہاں بخجہ اعذار طال قوم و بہ آواز ہی امام تک شمار کرتے ہیں کہ کریمہ الصوت ہو تو پھولی سورتوں پر قناعت کرے تاکہ مقتدیوں کو ناگوار نہ ہو۔ در غنار میں ہے۔ اختار فی البدائع عدم التقدید و انہ یختلف بالوقت والقوم والا مام رہا المختار میں ہے قولہ والا مام ای من حیث حسن صوتہ و قبحہ تو قرآن عظیم کو اپنے اغلاط اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کو فساد سے محفوظ رکھنا تو عظم اعذار اور اہم کار ہے۔ (۱۱) فاسق کے پیچھے نماز کرو ہے بحر الرائق و در غنار و معراج الدرایہ و مجتبیٰ وغیرہ میں اس کراہت کو تنزیہی اور غنیہ و فتاویٰ مجہ و مراقی الفلاح و فتح اللہ المعین وغیرہ میں تحریری ٹھہرایا۔ اور یہی کلام امام زہبی کا مفاد کما بیانا فی رسالۃ النہی الاکید عن الصلاۃ و راء عدی التقليد، وغیرہا من تحریراتنا رد المختار میں ہے ہو کالمبتدع تکرہ امامۃ بكل حال بل مشی فی مشرَح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحویر لہذا ذکرنا (۱۲) جماعت اہم واجبات اور عظم شائر اسلام سے ہے۔ توفیق امام کے سبب ترک جماعت نہ چاہیے۔ ادائیگی جماعت کے لئے اس کے پیچھے پڑھ لیں۔ اور دفع کراہت کیلئے اعادہ کر لیں فی الفتح عن المحیط و فی المجموع عن الفتاویٰ و فی الدرر عن النہج عن المحیط، صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اھ فی رد المختار لقاد ان الصلاۃ خلفہما اولی من الانفراد الخ، ومثلہ فی البحر عن السوایج فی الفاسق و فی الفتح، الحق التفصیل بین کون تلاصا لکراہۃ تحویر فیتجب الاعادۃ او تنزیہ فیتستحب بلکہ جب اس کے سوا

نہ کوئی امامت کے قابل ہو نہ دوسری جگہ جماعت ملے تو اس کے پیچھے کراہت بھی نہ ہے گی فی الدردھذا ان وجد غیرہم ولا فلا کراہۃ، بحوینثا اھ قال الشامی قد علمت انه موافق للنقول عن الاختیار وغیرہ جب یہ مسائل معلوم ہو گئے۔ تو حکم مسئلہ مشکف ہو گیا۔ زید و بکر دونوں کے پیچھے نماز کم سے کم مکروہ تو ضرور ہے، پس اگر کوئی تیسرا قابل امامت خالی از کراہت ملے تو اس کی اقتدا کریں، اور اگر کوئی نہ ہو تو اگر چھوٹی چھوٹی بعض سورتیں جو زید کو خوب صاف و صحیح یاد ہوں۔ انہیں پر اکتفا کرنے میں زید سے وہ خرابیاں واقع نہ ہوتی ہوں، ان سین و صد و غیر ہما حروف بھی ٹھیک ادا کر لیتا ہو۔ تو واجب بلکہ لازم ہے کہ ہمیشہ انہیں سورتوں پر قناعت کرے ان کے سوا اور ہرگز ہرگز نہ پڑھے۔ جن میں کراہت درکنار نوبت تا بہ فساد نماز پہنچے، اور جب اس تدبیر سے وہ خرابیاں زائل ہوں تو اس تقدیر پر زید ہی کی امامت دیکھیں کہ ہر نماز میں چھوٹی سورتوں پر اقتصار ترک سنت سہی مگر بعد زوری ہے۔ اور عذر دافع کراہت، بخلاف بکر کہ اس کے پیچھے بسبب فسق کراہت بلکہ سخت کراہت ہے۔ تو زید ہی اولیٰ امامت ہے۔ اور اگر کوئی سورت زید کو صاف نہیں یاد قصار پر اقتصار میں بھی وہی خرابیاں پیش آتی ہیں۔ اگرچہ کم ہوں تو اسے ہرگز امام نہ کیا جائے۔ کہ جب پڑے کہ کھڑا محففت کو مشد، مشد کو محففت، ص کو ص، ص کو ص پڑھنے کی عادت ہے۔ تو یہ امور ایسی جگہ بھی ضرور واقع ہوں گے جن سے ہمارے اللہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نماز بالکل باطل ہو جائے گی۔ اس کے کوئی معنی نہیں کہ اغلاط کا عادی وہیں غلطی کرے جہاں معنی نہ بدلیں۔ اور جہاں فساد معنی ہوتا ہو وہاں نہ کرتا ہو، غلطی اپنے قصد و اختیار کی نہیں کہ جہاں چاہی کی جہاں نہ چاہی نہ کی، نہ بے علم آدمی یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ کہاں معنی بگڑیں گے کہاں نہیں۔ خصوصاً جبکہ ص و ص کی تبدیلی بربنائے عجز ہو کہ عاجز لاجرم کہیں ٹھیک نہ پڑے گا۔ اس تقدیر پر اس کے پیچھے نماز اصل مذہب اور تصحیح اللہ محققین پر فاسد و باطل ہے۔ اور بحالت عجز و جہول اللہ کے نزدیک امامت صحیح خواں کی اس میں اصل لیاقت نہیں۔ بلکہ صحیح کے ہوتے ہوئے اس کی خود اپنی نماز نہ ہوگی کہ باوصف قدرت اس نے اس کی اقتدا چھوڑ دی، بخلاف بکر کہ اگرچہ فاسق سہی مگر جبکہ صحیح خواں ہے تو اس کے پیچھے نماز با اتفاق اصحاب صحیح ہے۔ رہی کراہت اس کا مروج اعادہ سے ممکن بلکہ جب دوسرا کوئی قابل امامت نہیں تو کراہت بھی نہیں کہ عذر و ضرورت نافی کراہت ہیں۔ اور اسی سبب سے احسن و اہم یہ کہ بکرا اپنے رب جل و علا سے ڈرے اپنے حال پر دم کرے ضن و نافرمانی بادشاہ قمار سے تاب ہو کہ اس کے پیچھے نماز بے وقت مجبوت مناسب ہو اگر روز قیامت کا اندیشہ نہیں تو اس مجلس اسلام میں صدرت نہ ملنے کی غیرت چاہئے۔ آدمی اگر دنیا والوں کے کسی جلسہ میں جائے تو کوشش کرے گا کہ کوئی حرکت ایسی نہ ہو جو لوگ اچھی جگہ ٹھانے کے قابل نہ سمجھیں اور اگر کسی مجلس میں صدر کی جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا جائے کس قدر غیرت آئے گی نہ امامت ہوگی۔ تو یہ اللہ عز و جل کے دربار میں صدر مقام ہے۔ یہاں کیوں نہ غیرت کو کام میں لائے کہ کارکنان بارگاہ سلطانی صدر جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیں، اللہ تعالیٰ توفیق خیر فریق عطا فرمائے۔ آمین اللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از دیانت راہپور مولوی امداد حسین برادر مولانا ارشاد حسین صاحب مسئلہ ۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کوئی مستحب ترک کرے تو کیا مقتدیوں پر اس کا ترک بحکم متابعت واجب ہوتا ہے اور دلیل یہ کہ متابعت فرض ہے اور وہ فعل مستحب اور قاعدہ کلیہ ہے کہ مستحب مزاحم فرض نہیں ہو سکتا۔ بیہوا تو جو روا

**(الجواب۔** متابعت امام ہر فعل و ترک میں علی الاطلاق فرض و واجب کی معنی سنو اور مستحب بھی نہیں بلکہ بعض سورتیں بخلاف دلی

اور بعض میں محض ناجائز موقوفی ہے فی الدار المختار والمتابعہ لیست فرضا بل تكون واجبة فی الفرض والواجبات الفعلية وتكون سنة فی السنن وکذا فی غیرہا عند معارضة سنة وتكون خلاف اولی اذا عارضها واجب آخر او كانت فی ترک لا یلزم من فعله مخالفة الامام فی واجب فعلی کرفع الیدین للتحريمة ونظائره وتكون غیر جائزة اذا كانت فی فعل بدعة او منسوخ او مالا تعلق له بالصلاة اصلا الخ پھر اگر اس سبب ترک الامام کے فعل کے کسی واجب فعلی میں مخالفت امام لازم نہ آئے۔ تو اس کا فعل ہی اولیٰ اور انسب ہوگا۔ اور وہ سبب درجہ اعتبار کے بھی نہ کرے گا۔ چر جائیکہ سبب ترک متابعت احرام یا ہلکے درجے کا مکروہ ہی ہو جائے۔ کیا اگر امام ادب نظر کی مراعات نہ کرے۔ تو مقتدی بھی آنکھیں پھاڑے دیوار قبلہ کو دیکھتے رہیں کیا اگر امام بحالت قیام پاؤں میں فصل زیادہ رکھے تو مقتدی بھی ٹانگیں چیرے کھڑے رہیں۔ کیا اگر ایسا نہ کریں تو حکم متابعت تارک واجب و آثم و گنہگار ہوں گے۔ لایقول بد عاقل فضلا عن فاضل اسی قبیل سے ہے عمار باندھنا مسواک وغیرہ کرنا وغیر ذالک من الادب والחסنات التي لا یستلزم فعلها مخالفة الامام فی واجب فعلی اور ہمیں سے ظاہر ہوگئی اس دلیل کی شاعت اور یہ قاعدہ مسلمہ تعارض واجب و فرض و مستحب مانحن فیہ سے محض بیگانہ اور اس کلیہ دلیل کی صریح ناقص، نظم زندگی کی وہ روایت ہے، جیسے علامہ ابن میر الحاج حلبی نے شرح منیر میں نقل فرمایا حدیث قال تسعة اشياء اذا لم یفعلها الامام لا یترکها القوم رفع الیدین فی التحريمة والثناء ما دام الامام فی الفاتحة وتکبیر الركوع والسجود والتسبیح ویهما وسمیع وقرأة الشهد والسلام وتکبیرات الثنات اھ (ملخصاً) اگر ہر فعل ترک میں متابعت امام فرض ہو تو جس طرح مستحب مزاحم فرض ہیں ہو سکتا۔ سفر بھی ملکہ واجبات کلی صلاحیت مزاحمت نہیں رکھتے تو ان فوجیوں میں ائمہ کا یہ حکم کہ اگر امام ذکرے جب بھی مقتدی نہ چھوڑیں کیونکر صحیح ہوتا، قلت والاستقراء يمنع المحصر والعدد ولا یفی الزائد وعبارة اخرى متابعت امام صرف افعال نماز میں منظور ہے یا وجبات نماز سے کچھ علائقہ نہیں رکھتی اس میں بھی ضرور ہے۔ بر تقدیر ثانی اگر امام مجھلائے تو مقتدیوں میں بھی غارش مچ جائے، یا اگر امام اچھا ٹھنڈی سانس لے تو مقتدیوں کو بھی دھونکنی لگ جائے۔ اور بر تقدیر اول کیا ترک مستحب بھی افعال نماز میں معدوم ہے جس میں متابعت حتماً مقصود ہے۔ ثم اقول بلکہ اگر نظر دقیق کو رخصت تدقین دی جائے۔ تو اس لزوم متابعت کی سبب کلیت درکنار کلیت سلب واضح اور آشکار لما ذکرنا من انه لا متابعة فی مالا تعلق له بالصلاة وترك المستحب لذالك وما یترائی من النقص بما اذا استلزم فعله مخالفة الامام فی واجب فعلی فانه یجب متابعة الامام فی ترکہ كما صحیح به العلماء فلیس بنقص فی الحقیقة لانها انما هی فی فعل ذالک الواجب ولزوم من ایتانہ ترک هذا المستحب فالامام ترک مقصداً او سهواً والمقتدی لا یترکہ لمحض ان الامام ترکہ بل لانه لو فعله فانه ما هو اھم والزم فصیح قلنا لا یلزم متابعة فی ترک المستحب مطلقاً ای من حیث هو هو فافهم فانه احرى به والله سبحانه وتعالى اعلم۔

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی مسجد کا امام وہابی المذہب ہو تو اس کی اقتدا کرنا بہتر ہے یا اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا۔ بینوا توجروا

**الجواب**

ان دیار میں دلی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اسمعیل دہلوی کے پیرواؤں کی کتاب نقویۃ الایمان کے منقہ ہیں یہ لوگ مثل شیوخ خارجی معتزلہ



وغیر ہم اہلسنت وجماعت کے مخالف مذہب ہیں ان میں سے جس شخص کی بدعت حکم فرما نہ ہو یہ اس وقت تک تھاب کبرائے وہابیہ سے کھلے کھلے ضروریات دین کا انکار کیا اور تمام وہابیہ اس میں ان کے موافق یا کم از کم ان کے حامی یا انہیں مسلمان جاننے والے ہیں اور یہ سب صریح کفر ہیں تو اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد نسأل اللہ العفو والعافیۃ نماز اس کے پیچھے کردہ تحریمی ہے اور جو اس حد تک پہنچ گئی تو اقتداء اس کی اصلاح صحیح نہیں شرح عقائد نسفی میں ہے ما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلاة خلف المبتدع فعموم علی الکراہۃ اذلا کلام فی کراہۃ الصلاة خلف الفاسق والمبتدع هذا اذا لم یؤد الفسق والبذعة الی حد الکفر اما اذا دی الیہ فلا کلام فی عدم جواز الصلاة خلفہ اور اسی طرح بحر الرائق میں محیط اور خلاصہ اور محبت سے منقول ہے حیث قال وقیدہ فی المحیط والخلاصۃ والمحبتۃ وغیرہا بان لا تكون بدعة تکفیر فان كانت مکفرة فالصلاة خلفہ لا تجوز اور جب امام مسجد وہابی المذہب ہو اور اسے منع کرنے اور امامت سے باز رکھنے پر قدرت حاصل نہ ہو تو اس مسجد کو چھوڑ کر چلا جائے اور دوسری مسجد میں جس کا امام ایسے جراثیم سے پاک ہو نماز پڑھے بحر الرائق میں ہے وذكر المذبح وغیرہ ان الفاسق اذا تعدد منعه یصلی الجمعة خلفہ وفي غیرہا ینتقل الی مسجد اخر وعلل له فی المعراج بان فی غیر الجمعة یجد اماما غیرہ فقال فی فتح القدیر یکرہ الاقتداء به فی الجمعة اذا تعددت اقامتہا فی المصروعی قول محمد هو المفتی بہ قلت فاذا کان هذا حکم الفاسقین فی الاعمال فما ظنک بالفاسقین فی العقائد والله تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از شہر کتبہ بریلی مرسلہ مولوی غلام مصطفیٰ صاحب پنجابی ۸ شعبان المنظم ۱۳۱۲ھ

ایک جنازہ وقت غروب شمس کے پاس مسجد کے موجود ہوا اور وہ جنازہ اہل سنت وجماعت کا تھا حال یہ ہے کہ وارث میت کے من کل الوجوہ جاہل تھے حتیٰ کہ نماز سے اور امام اس مسجد کا پانچوں وقت نماز تاکید سے پڑھاتا ہے اور کتب درسیہ متداولہ میں بھی تعلیم و تعلم رکھتا ہے اور خلاصہ سنت وجماعت ہے اور خلاصہ حنفی ہے اور اس امام کا یہ عقیدہ منعقد ہوا ہے خدا ایک ہے مثل اس کے تصور نہیں ہو سکتا ہے اور سب انبیاء علیہم السلام صادق ہیں خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بزرگی میں سب سے زیادہ ہیں اور بعد سب انبیاء علیہم السلام کے بزرگی میں سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر ہیں پھر حضرت عثمان ہیں پھر حضرت علی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کرامت اولیاء اللہ کی بھی برحق ہے خلاصہ جو طریقہ اہلسنت وجماعت کا ہے وہ اس امام میں موجود ہے اور ایک شخص اور ہے کتب درسیہ پڑھے ہے یا نہیں واللہ اعلم بالصواب مگر دعویٰ ہے اور تعلیم و تعلم بھی کسی کتاب کا نہیں ہے اور اس شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ بزرگی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب آدمی سے زیادہ ہے مگر حضرت علی اور ابی بنی فاطمہ اور حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ یہ سب پانچ تن بزرگی میں برابر ہیں اور بزرگی حضرت علی کی سب اصحاب سے زیادہ ہے اور وہ شخص نماز پانچ وقت جماعت سے نہیں پڑھتا ہے بلکہ محض جمعہ کے دن جماعت سے پڑھتا ہے اور تعزیر بنائے کو بھی اچھا لگتا ہے وقت جنازہ کے یہ دونوں مولوی مذکور موجود تھے اور دونوں کو دلائل و ثبوت سے بھلا یا تھا اور دونوں کو حکم جنازہ پڑھانے کا کیا اور سو امام کے دوسرا مولوی امام بن گیا اس وقت امام سنگھ لائے امامت کے میں ہوں چونکہ سلطان اور قاضی اس وقت میں تھے ایسا اور یہی بات شرح دقا یہ اور ہلایہ اور سب کتب میں موجود ہے عبادت مسئلہ مذکورہ کی ہے والا حق بالامامة السلطان لہذا القاضی شہر

امام اہل حق والی کما فی العصبیات اندوہ مولوی اس مسئلہ کو نہ مانا اور امام بنا اور امام اہل حق نے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی اس وجہ سے کہ اُس نے اس مسئلہ محررہ کو نہ مانا اور بلحاظ عقائد مذکورہ محررہ کے امام اہل حق نے اس کے پیچھے نماز ترک کی۔ آیا امام ہونا نماز جنازہ کا امام اہل حق مولوی کو لائق تھا یا دوسرے مولوی کو اور نماز کا ترک کرنا امام اہل حق کا ایسے شخص کے پیچھے مناسب تھا یا نہ اور سب نماز میں یعنی نماز ہائے فقیہ اور جمعہ کی اور جنازہ کی ان سب نمازوں میں امام ہونا ان دونوں میں سے کون لائق ہے۔ بینوا تو جو دا

### الجواب

فی الواقع جبکہ ان بلاد میں حکام اسلام سلطان والی و قاضی مفقود ہیں اور جب وہ نہیں تو ان کے نائب کہاں اور اولیائے بیت حسب تصریح سائل محض جاہل تھے تو صورت سفیرہ میں امام مسجد کو سب پر تقدیم اور اسی کو امام کرنا مستحب و بہتر تھا تنویر الابصار و سر والحمات رقیقہ فی الصلا علیہ السلطان (ثمنا ثبہ کما فی الفتح) ثم القاضی (فی الفتح ثم خلیفۃ الوالی ثم خلیفۃ القاضی و مثله فی الامداد عن الزیلعی) ثم امام اہل حق ملتقطا و فی الدردقہ الیہ الولاۃ واجب و تقدیم امام اہل حق مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولی الخ شخص دیگر کا ترک جماعت تو صرف گناہ تھا کہ بعد توبہ گناہ کبیرہ موجب فسق ہوا اور تعزیر راجع بنانے کو اچھا جانا بدعت شیعہ کی تحسین اور حضرت اہل حق سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بنانا فرض و بدعت ہی بدعت اس شخص کے پیچھے نماز کے سخت مکروہ ہونے کو کافی تھے خلاصہ و فتح القدیر دہندہ یہ وغیرہ میں ہے ان فضل علیا علیہما فمبتدع ارکان اربعہ میں ہے اما الشیعۃ الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیہما اصلا کالزیدیۃ ففیجوز خلفہم الصلاۃ لکن تکرہ کراہۃ شدیدۃ۔ مگر یہاں سائل اگر سچا ہے تو حضرات اہل جہاد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاذ اللہ ہمسرد ہم مرتبہ بنانا تو خود کفر صریح اور دوسرے کفر صریح یعنی آل عبا کو انبیاء سابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم تفضیل کو مستلزم اس تقدیر ہے تو امامت کیسی وہ شخص اصلا و قطعا کسی نماز میں یا عبادت یا نیک کام کی خود یا قوت نہیں رکھتا کہ کفار کا کوئی حسنہ مقبول نہیں بلکہ حقیقتہً اُن سے صدور عبادت مقبول نہیں اس صورت میں اُس کے پیچھے ترک نماز نہ صرف مناسب بلکہ فرض قطعی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سائل نماز سے جاہل اور مخارج و صفات و قواعد قرأت سے محض نادان واقف اور اس پر بغیر عامل ایک بڑی مسجد کی امامت کرتا ہے عقیدہ کا بھی سنی نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی ترویج مذہب میں مصروف رہتا ہے جن میں تقیہ ہے اور ان کے مذہب کی ترویج میں ہر قسم کی چالاکی و بیباکی اور عوام کو مغالطہ دہی گوار تکاب حرام ہو بے تکلف کرتا ہے اور اس مذہب کے علماء و علماء کی مدح و ستائش اور عوام کو ہر طرح اُن کی طرف متوجہ اور مائل کرتا ہے اور اُن کے مذہبی مشوروں میں شریک ہوتا ہے اُس مذہب کے کیسی ہی بات کہہ دیں گو حد کفر تک پہنچی ہو اُس کو مقبول و مسلم اور اس کی ترویج میں بجان و دل ساعی اور اس مذہب کے اہل علم کے پاس مسافت دور و داز قطع کر کے جاتا ہے اور اگر کوئی سنی عالم مسجد میں وعظ کے تو ناخوش ہوتا ہے اور اکثر اوقات شریک نہیں ہوتا اور علماء اہل سنت کی امامت اور ان پر افتراء بہتان اور خلق کو اُن کی عقیدت سے باز رکھنا اُس کا شیوہ ہے کہ ان حالات سے رفتہ رفتہ صد ہا ہزار اہل سنت واقف ہو گئے ہیں بایں ہمہ اس غرض سے کہ امامت اور جو منافع دنیویہ اُس سے حاصل ہوتے ہیں قائم رہیں اور نیز اس خیال سے کہ سنیوں میں

ملا کر عوام کو بتدریج دام میں لائے اور اپنے مذہب کو خفیہ طور پر پھیلائے اس درجہ تغیر کرتا ہے کہ سنیوں کے جماع و مجالس میں بظاہر شریک ہوتا ہے اور سنیوں کے سامنے دوسرے مذہب پر تبرا اور ان کے علما و علماء کو خاص مسجد میں فحش گالیاں بربلا دیتا ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ اگر تو فی الواقع اس مذہب میں نہیں تو ان کے مسائل مجھے کیوں معلوم ہیں اور ان کے بیان کے عوام کے سامنے کیوں تعریف اور ان کی طرف راجب اور متوجہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے مجھے تو قال اللہ و قال الرسول سے غرض ہے ان کے مسائل سے گو یا اُس کے نزدیک سنی علما جو مسجد میں وعظ کتے ہیں وعظ ان کا قال اللہ و قال الرسول کے خلاف ہے جو اُسے نہیں سنتا اور جب ان کے جماع میں شریک ہونے اور اس مذہب کی تائید و تقویت سے تعرض کیا جاتا ہے تو کبھی انکار کرتا ہے اور جب انکار سے چارہ نہیں پاتا تو توبہ کرتا ہے مگر افعال مذکورہ بدستور رکھتا ہے چنانچہ ایک سال میں تین بار توبہ کی اور ہر بار انھیں افعال کا مرتکب رہا تیسری بار توبہ کے بعد ایک سنی واعظ کو کہ بعد نماز جمعہ کے وعظ کے لیے منبر پر بیٹھ لیے تھے وعظ سے روکا اور مذہب کے ایک عیار کو ایک مثنوی پڑھنے کو بٹھا دیا جس کی تصنیف کا باعث عوام کو مغالطہ دی اور انھیں دام فریب میں لینا اور اپنے مذہب کی طرف گرویدہ کرنا ہے اور اُس میں وہ عیاری و دھال کی کہ جس کی حقیقت عوام اور نادانوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی مگر مصنف مثنوی کو سب اہلسنت پہلے سے اپنا مخالف مذہب جانتے تھے لہذا وعظ سنی کو، خاک کو اُس شخص کو بٹھانا اور وعظ سے روک کے اسی کی مثنوی پڑھنا باعث نبی اہلسنت کا ہو اور جو لوگ اس کی ظاہری باتوں اور بار بار کی توبہ کے فریب میں تھے ان پر حال اس کا منکشف ہو گیا اور نماز اُس کے پیچھے چھوڑ دی اور جو واقف ہوتا جاتا ہے اس مسجد میں نماز کو نہیں آتا بدزبر و زجاعت میں کی اور مسجد کی دیرانی اور زبانی ہوتی جاتی ہے ہر وہ لوگ کہ احوال واقعی سے آگاہ اور اُس کی چالاکیوں اور عیاریوں سے واقف نہیں اُس کے پیچھے نماز پڑھتے آتے ہیں اور بعض اشخاص جنہیں نماز سے کام نہ دین سے غرض بعض وجوہ نفسانی سے سبیلوں کی نماز اور مسجد کی خرابی گوارا کر کے اُس کی حمایت بجا اور امامت قائم رہنے پر اصرار کرتے ہیں آیا اس شخص کو سنی کہا جائے گا یا دوسرے مذہب میں شمار کیا جائے گا یا کسی میں نہیں اور باوجود ان سب احوالات کے اُس کی توبہ کا اعتبار ہوگا یا نہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اُسے امامت سے موقوف کر کے کسی شخص سنی صحیح العقیدہ واقف مسائل و قواعد فرائض کو جس کی امامت پر کوئی فتنہ اور اختلاف اور جماعت کی کمی اور مسجد کی دیرانی نہ ہو اُس کی جگہ مقرر کرنا اور اُس کی حمایت کرنے والوں کو حمایت سے باز آنا ضروری ہے یا نہیں بدینا و توجروا

## الجواب

جو شخص مسائل نماز سے جاہل ہو اُس کی امامت میں احتمال قوی نماز کے فساد و خرابی کا ہے کہ اس سے اکثر باتیں ایسی واقع ہوا گی کہ جو نماز فاسد ہو جائے گی یا اُس میں نقصان آئے گا اور وہ سبب جماعت کے ان پر مطلع نہ ہوگا اور ان کی اصلاح ذکر سکے گا اسی طرح جو شخص مخالف و صفات حروف و قواعد تجوید سے آگاہ نہ ہو عیب نہیں کہ اُس کے پڑھنے میں قرآن میں ایسا تغیر واقع ہو جائے جو بالاتفاق یا ایک مذہب پر موجب فساد نماز کا ہو کیا بلا ضرورت ایسے شخص کو امام کرنا نماز میں کرماء اسلام و افضل اعمال ہے بے احتیاطی اور امر شرع میں ممانعت و سہل انگاری نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان سرکمہ ان یقبل اللہ صلا تکم فلیؤمکم خیارکم فانہم وفدکم فینما بئیکم و یبیتکم رواہ الحاکم فی المستدرک اگر انھیں خوش آئے کہ خدا تعالیٰ نماز کو قبول کرے تو چاہیے کہ تمھارے بہتر تمھاری امامت کریں کہ وہ تمھارے سفیر ہیں تمھارے رب کے درمیان دیکھ کے اکثر افعال مذکورہ فی السوال فسق و گناہ کبیرہ ہیں اور خدا و رسول کی نافرمانی و

ناراضی کے باعث خلق خدا کو گمراہ کرنا راہ حق سے پھیرنا علمائے اہلسنت کی اعانت و تحقیر اُن پر افتراء و بہتان خدا و رسول جن کی تعظیم کا حکم دین  
 خلق خدا کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا فحش گالیاں و کبیرہ ہیں موجب فسق مسقط شہادت خصوصاً جبکہ مسجد میں ہوں جہاں دنیا کا مباح کلام  
 بھی نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاد و رافنی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعظ علی سے ناخوش  
 ہوتا اور انھیں وعظ سے منع کرنا ظلم عظیم ہے حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ ومعنی فی خرابھا  
 کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو روئے کے خدا کی مسجدوں کو اس بات سے کہ اُن میں ذکر کیا جائے اُس کا نام اور کو بخش کرے اُن کے دیران  
 ہونے میں اسی طرح وعظ علی کو مکروہ سمجھ کے نہ مننا اور وہاں سے چلا جانا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن ذکر بایات ربہ واعرض  
 عنہا ونسی ما قد مت ید انا جعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقهوہ وفی اذانہم وقرآ اور کون زیادہ تنگ رہے اس سے جو نصیحت کیا گیا  
 اپنے رب کی آیتوں سے تو اُن سے موند پھیر لیا اور بھول گیا جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے بیشک ہم نے کر دیے ہیں ان کے دلوں پر پرے  
 اُس کے سمجھنے سے اور ان کے کانوں میں ٹینٹ مسلمانوں کے ساتھ عیاری و چالاکی اور انھیں دھوکے دینا فریب میں ڈالنا ایسے افعال کر کے  
 جن کے سبب لوگوں کی ناز اُن کے پیچھے خراب ہو اُن کی تسکین کے لیے بظاہر توبہ کرنا اور انھیں باتوں کا ترک رکھنا فتنہ ہے کہ اللہ کے  
 نزدیک قبل ناحق سے زیادہ سخت ہے اور عذاب جہنم کا موجب قال اللہ تعالیٰ والفتنۃ اکبر من القتل وقال تعالیٰ ان الذین فتنوا  
 المؤمنین والمومنات ثم لم یتوبوا فلہم عذاب جہنم ولہم عذاب الحریق حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے  
 ہیں جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے عرش خدا کا نپ جاتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ اس کی طرف سے موند پھیر لیتا ہے رواہ ابن ابی الدنیانی  
 ذوالغلیبۃ وابویعلیٰ فی مسندہ والبیہقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک وابن عدی الکامل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہما جب فاسق کی مدح خدا کو اس قدر ناپسند ہے تو دوسرے اہل بدعت کی تعریف کس قدر موجب اس کی ناراضگی کی ہو گی بدل  
 اہل بدعت سے محبت و عقیدت دور دور سے ان کے پاس جانا اُن کی ترویج مذہب میں ساعی رہنا اور سنیوں کی تخریب کو انھیں گالیاں دینا  
 اُس مذہب پر تبرک کرنا ذوالوجہین ہونا ہے جس پر وعید شدیدہ وارد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ذوالوجہین کو قیامت  
 میں دو زبانیں آگ کی دی جائیں گی۔ قرآن مجید اس حرکت شنیعہ کی مذمت سے مٹھون ہے قال اللہ عن وجہ یخدعون اللہ والذین امنوا  
 وما یخدعون الا انفسہم وما لیشعروہ یعنی دھوکا دینا چاہتے ہیں خدا اور مسلمانوں کو اور حقیقت میں نہیں فریب میں دلتے مگر اپنی جانوں کو  
 اور انھیں خبر نہیں اور فرماتا ہے اذ القوا الذین امنوا قالوا امنوا فاذا دخلوا الی شیطین ہمہم قالوا انا معکم انما نحق مستہزؤن جب مسلمانوں  
 سے ملیں گے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں ہم تو یہ ہیں ٹھٹھا کرتے ہیں الغرض  
 زید کے فاسق ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور ناز فاسق کے پیچھے کردہ ہے۔ علما حکم دیتے ہیں کہ اُس کے پیچھے ناز نہ پڑھے بلکہ دوسری مسجد  
 میں چلا جائے اور جن لوگوں کے نزدیک جمعہ چند مسجدوں میں جائز نہیں ہوتا وہ بضرورت جمعہ میں اُس کی اقتدار رکھتے ہیں اگر کسی طرح  
 اُس کا امامت سے روکنا نہ بن پڑے امام علامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جبکہ قول مفتی  
 یہ ٹھٹھا کر جمعہ میں چند مسجدوں میں نہ جانا ہے تو ناز جمعہ میں بھی اُس کی اقتدار کردہ ہے کہ دوسری مسجد میں چلا جانا میرے فی الجواب

وذكر الشراح وغيره ان الفاسق اذا اعتد رمنعه بصلی الجمعة خلفه وفي غيرها يفتل الى مسجد اخر وعلل له في المعراج بان  
 في غير الجمعة مجبدا اما ما غيره فقال في فتح القدير وعلى هذا فيكرة الاقتداء به في الجمعة اذا تعددت اقامتها في المعصر  
 على قول محمد وهو المفتي به لانه مبطل من التحول - وهذا كثير جماعت شرع كالمطلوب ہے اسی واسطے جن کی امامت میں احتمال ہوگوں  
 کی قلت وعت وکی جماعت کا تھا ان کی اقتدا کر وہ ٹھہری مثل اعرابی و غلام و ولد الزنا پس جس شخص سے لوگ اپنے دین کی وجہ سے تفرام  
 رکھیں اور جو اس کے حال سے آگاہ ہوتا جائے نماز چھوڑنا جائے اس کی امامت شرع کو کیونکر پسند آئے گی فی البحر الرائق واما الکواحة  
 فمبينة على قلة رغبة الناس في الاقتداء بآبائهم فيؤدى الى تقليل الجماعة المطلوب تكثيرها لتكثير الاجود علاوة بری انفال  
 مذکورہ زید مجر دفسق ہی نہیں بلکہ دلیل واضح ہیں اس پر کہ وہ سخت بدعتی غالی مکلب اور مذہب حق کا دشمن اور خلق خدا کو گمراہ کرنے والا ہے تو اب  
 کراہت نسبت پہلے کے بہت زائد ہوگئی کہ فسق فی الاعمال وفسق فی العقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے کبیری شرح منیہ میں ہے ویکوہ  
 تقدیر المبتدع لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حيث العمل لان الفاسق من حيث العمل يعترف  
 بانه فاسق ويخاف ويسنغف بخلاف المبتدع والمواد بالمبتدع من يعتقد شيئا بخلاف ما يعتقد اهل السنة والجماعة  
 یہاں تک تو مجر د کراہت تھی اب جبکہ اس کے حالات سے معلوم ہوا کہ اپنا وہ کوئی عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ بعض اہل بدعت جو بات کہہ دیں وہ اس کے  
 نزدیک سلم ہوتی ہے حتیٰ کہ ان کے کفریات کو مسلم رکھتا ہے اور اس کی ترویج میں بجان و دل ساعی ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ بدعت اس کی حد کفر تک  
 پہنچی ہے اور انتہا اس کے عقیدہ رائے کی نہیں معلوم ہو سکتی بلکہ جب اپنے ان پیشواؤں کو بھی گالیاں دیتا اور ان کے مذہب سے تبرک کرتا ہے  
 تو ظاہر اس کے حال سے یہ ہے کہ وہ محض زندقہ لمحہ بے دین ہے جسے خاص کسی مذہب سے غرض نہیں بلکہ مجرد مخالفت دین اسلام و مذہب  
 اہل سنت منظور ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً باطل و حرام ہے فی البحر الرائق قیدہ فی المحیط والخلاصة والتجلی وغیرہ بان لا یكون  
 بدعة تكفيرة فان كانت مكفرة فالصلاة خلفه لا تجوز کبیری میں ہے وانما يجوز الاقتداء مع الکواحة ان لم یکن  
 ما یعتقد مؤدیا الى الکفر اما لو کان مؤدیا الى الکفر فلا تجوز اصلا اور بعد امتحان و تجربہ کے ظاہر کہ فریب مسلمانوں کے لیے  
 توہر کرتا ہے اومان عقائد و مکائد سے باز نہیں آتا ہرگز اس کی توبہ پر اعتبار نہ ہوگا خصوصاً امر نماز میں کہ تمام اعمال سے افضل و اتم ہے۔  
 جو لوگ ایسی توبہ پر اعتماد کرتے ہیں ان سے پوچھا جائے اگر کسی شخص کے چور ہونے کا یقین یقین ہو گیا ہو اور وہ بار بار توبہ کر کے پھر چوریاں کرتا ہو  
 آیا اس کی توبہ پر مطمئن ہو کر پھر بھی اپنا مال اسے سپرد کر دو گے انہوں نے مال دینوی کہ اللہ کے نزدیک محض حقیر و ذلیل ہے تھاری نگاہ میں ایسا  
 عزیز غلہ کر کہ جس امر میں اس کے نقصان کا وہم بھی ہو اس سے پرہیز کر دو اور نماز کہ اللہ کو نہایت محبوب اور اس کے نزدیک بس عظیم ہے اس میں  
 یہ ممانعت اگر بالفرض اس کی توبہ سچی اور صدق باطن سے ہوتا ہم جب حال اس کا مشتبہ ہو چکا تو خواہ مخواہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کس نے  
 فرض و واجب کیا۔ کیا ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو ان محائب سے بری اور اس کے پیچھے نماز بلا اشتباہ درست ہو اور جو لوگ ایسے شخص کی حمایت  
 کرتے ہیں نماز کے دشمن اور مسجد کی دیرانی اور اہل اسلام کے عمدہ شعار یعنی نماز کی بربادی چاہنے والے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از رنگون مرسلہ سید نظام علی صاحب ۱۵ رذی الحج ۱۳۱۵ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان دو مسئلوں مندرجہ ذیل میں (۱) ایک شخص کا دہنا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اس وجہ سے نیت باندھنے وقت ہاتھ بنا گوش تک نہیں پہنچتا کہ اس کو مس کرے اس سبب سے بعض لوگ اس کے پیچھے اقتدا کرنے سے انکار کرتے ہیں کیا موافق خیال ان لوگوں کے اس کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔

### الجواب

خیال مذکور غلط ہے اس کے پیچھے جواز نماز میں کلام نہیں ہاں غایت یہ ہے کہ اس کا غیر اولیٰ ہے وہ بھی اس حالت میں کہ یہ شخص تمام حاضرین سے علم مسائل نماز و طہارت میں زیادت نہ رکھتا ہو ورنہ یہی احق و اولیٰ ہے فی رد المحتار تحت قول تکرہ خلف امر و وسفیہ و مغلوب و ابوصالح و كذلك اعرج يقوم ببعض قدمه فالأقتداء بغیره اولیٰ تا تاریخانیہ و كذلك الاجتہاد برجندی و محبوب و حاقن و من له ید و احدة فتاوی الصوفیة عن النحفة امد فی الدریکة امامة الاعصی الان بکون اعلی القوم فهو اولی اھ ملخصاً والله سبحانه و تعالی اعلم۔

مسئلہ - ایک شخص کی جوان بی بی بے پردہ باہر نکلتی ہے بلکہ بازا میں بیٹھ کر کچھ سودا بیچا کرتی ہے پس اس شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔

### الجواب

اگر باہر نکلنے میں اس کے کپڑے خلاف شرع ہوتے ہیں مثلاً باریک کہ بدن چمکے یا اوچھے کہ ستر عورت نہ کریں جیسے اونچی کرتی پٹیاں کھلا ہوا یا بے طوری سے اوڑھے پہنے جیسے دوپٹے سر سے ڈھلکا یا کچھ حصہ بالوں کا کھلا یا زرق برق پوشاک جس پر نگاہ پڑے اور احتمال فتنہ ہو یا اس کی چال ڈھال بول چال میں آثار بد وضعی پائے جائیں اور شوہران باتوں پر مطلع ہو کر باوصف قدرت بند و ست نہیں کرتا تو وہ دہشت ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ فان الدیوث من لا یغار علی امرأته او محرمہ کما فی المدرا المختار و هو فاسق واجب التعزیر فی الدرر الوافر علی نفسه بالدیانة او عرف بها لا یقتل مالم یستحسن و یبالغ فی تعزیرہ الخ و الفاسق تکرہ الصلاة خلفہ اور اگر ان شناعین سے پاک ہے تو اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں فان المرأة نفسها لا تقسق بمجرد کونها بوزة تمخالط الرجال حتی اغما تصلم مزکیة معدلة للشہود فلا شنته بذلک علی زوجھا فی الھند یتقبل تعادیل المرأة لزوجھا وغیرہ اذا كانت امرأة بوزة تمخالط الناس و تعاملھم کذا فی محیط السخسی والله سبحانه و تعالی اعلم

مسئلہ - ازارہہ مطرہ مرسلہ حضرت میاں صاحب قبلہ حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں ظلیم الاقدس ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) توتے کے پیچھے نماز کیسی ہے (۲) ہکے کے پیچھے نماز کیسی ہے (۳) ایک شخص تھوڑی سی اینٹوں بغرض دوا کھاتا ہے اور اس کے سبب اسے نشہ نہیں ہوتا ایسے کی امامت مکروہ ہے یا نہیں۔

### الجواب

(۱) مذہب صحیح میں غیر توتے کی نماز اس کے پیچھے باطل ہے خیر یہ میں ہے امامۃ الاثنی عشر للنصیم فاسدة فی الراجح العیض (۲) اگر ہکے نماز میں نہ ہکے جیسے بعض لوگوں کا ہکے نا وقت غضب سے مخصوص ہوتا ہے صرف غصہ میں ہکلانے لگتے ہیں ویسے ممان

بوتے ہیں یا بعض کا ہکلا نا بے پردہ ہی کے ساتھ ہوتا ہے اگر تحفظ و احتیاط کریں تو کلام صاف ادا ہوا ایسے لوگوں کو دکھایا گیا ہے کہ باتوں میں ہکلاتے ہیں اور اذان و نماز و تلاوت میں اس کا کچھ اثر نہیں پایا جاتا ایسی صورت میں تو کلام ہی نہیں کہ وہ حق نماز میں خود فصیح ہے اور جہر جبکہ ہکلائے اس کی تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ ان کی تکرار میں بعض حروف معین ہیں مثلاً کاف یا ج یا پ کہ جہاں رکیں گے ان ہی حروف کی تکرار کریں گے یا گھبرا کر اس میں کرنے لگتے ہیں ان کے پیچھے تو فساد نماز بدیہی ہے دوسرے وہ کہ جس کلمہ پر رکتے ہیں اسی کے اول حرف کی تکرار کرتے ہیں اس صورت میں اگرچہ حرف خارج نہیں ہوتا بلکہ اسی کلمہ کا ایک جزو تکرار ہوتا ہے مگر انا بخاک حرف بوجہ تکرار لغو و حمل و خارج عن القرآن رہ گیا ان کے پیچھے بھی نماز فاسد ہے درختار میں تو تلے کے پیچھے فساد نماز کا حکم لکھ کر فرماتے ہیں ہذا هو الصحیح المختار فی حکم الالتماع وکن امن لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف الا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار نور لا یضاح و مراقی الفلاح میں ہے لا یصح اقتداء من نہ الفاء فاءة بتکرار الفاء والتممة بتکرار التاء فلا یتکلم الا بهاء۔ ہ انحصار تیسرے وہ کہ ہکلاتے وقت کوئی حرف غیر نکالتے ہیں نہ اسی حرف کی تکرار کرتے ہیں بلکہ سرت، رک جاتے ہیں اور جب ادا کرتے ہیں تو ٹھیک ادا کرتے ہیں ایسوں کے پیچھے نماز صحیح ہے ہند یہ میر ہے الذی لا یقدر علی اخراج الحروف الا بالجهد ولم یکن له تممة او فاءة فاذا اخرج الحروف اخرجها علی الصحیحة لا یکرہ ان یکون اما ما هکذا فی المحيط رہا یہ کہ کوئی کراہت بھی ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر ان کا رکنا اتنی دیر نہ ہوتا جس میں ایک رکنا ادا کر لیا جائے جب تو کراہت کی کوئی وجہ نہیں اور اگر اتنی دیر ہو تو اگرچہ بوجہ سہو اس قدر سکوت موجب سجدہ سہو ہے اور بلا عذر کراہت تحریم کما یظہر من التثویر والدرو الغنیہ ورد المختار اور اگر ان کا رکنا بعد ہے جس طرح جما ہی یا چھینک یا کھانسی وغیرہا اعذار کے باعث بعض اوقات سکوت بقدر ادائے رکنا ہو جاتا ہے تو ظاہر یہاں وہ حکم نہیں ہاں اس میں شک نہیں کہ ان کا غیر ان سے اولیٰ ہے جبکہ سبب حاضرین سے علم باحکام طہارت نماز نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۳) نشہ جو ہمارے محاورہ میں سکرو تقیر دونوں کو عام ہے اور بنص حدیث دونوں حرام اس کے یہی معنی نہیں کہ زمین و آسمان یا مرد و عورت میں اختیار نہ رہے یہ تو اس کی انتہا ہے اور نشہ کی ابتدا انتہا دونوں حرمت میں یکساں پس اگر اس ایفون کے سبب کچھ بھی اس کی عقل میں فتور یا حواس میں اختلال پیدا ہوتا ہو تو کسی وقت بینک آتی ہو بیٹھے بیٹھے اُدنگھ جاتا ہو یا کسی وقت گردن دھلتے یا آنکھیں چڑھ جاتیں اُن میں لال ڈورے پڑتے ہوں جسے یہ لوگ اپنی اصطلاح میں کیف و سرور کہتے ہیں تو یہ صورتیں حرام ہیں اور ان کا مرتکب فاسق اور اس کے پیچھے نماز مکروہ بلکہ اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ جس دن کھائے جائیاں آئیں اعضا شکنی ہو دوران سر ہوتا ہم حرمت میں شک نہیں کہ ترک پر خمار پیدا ہونا صاف تباہ ہے کہ استعمال بطور دوا نہیں نفس اس کا خوگر ہو گیا ہے اور بلا غرض مرض اپنی طلب و شوق سے اُسے مانگتا ہے اور یہ صورت خود ناجائز ہے اگرچہ نشہ نہ ہو بلکہ حقیقتہً یہ حالت اُسی کو پیدا ہوگی جس داغ میں ایفون اپنا عمل ناجائز کرتی ہو ورنہ مجرب دوا کا ترک خمار نہیں لاتا ہاں اگر ان سب حالتوں سے پاک ہے اور واقعی صرف حالت مرض میں بقصد دوا اتنی قلیل مقدار پر استعمال کرتا ہے کہ نہ اس کے کھانے سے سرور آتا ہے اور نہ چھوڑنے سے خمار تو اس کے پیچھے نماز مکروہ نہیں رد المختار میں ہے البنج والا فین استعمال الکثیر المسکومنه حرام مطلقا واما قلیل فان کان للهو حرم و



ان للتداوی فلا انھی ملقطا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۴ صفر المظفر ۱۳۱۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے ایک زمین اپنی بنام مسجد قن کی ایک نانے تک ہتم مسجد کے قبضہ میں رہی اور کراہ مسجد میں خرچ ہوتا رہا پھر باغوالے بعض ہنود زید نے ایک کچری میں کرایہ دار پر خود کرایہ پانے کا دعویٰ کیا ہتم مسجد جس کے تعلق اس زمین کا ہتم تھا اور وہی مسجد کا امام ہے مسجد کے نام کے کرایہ نامہ وغیرہ کاغذات اس کے پاس تھے اس کچری میں موافق مسجد رہا کہ دعویٰ خارج ہوا زید نے پھر دوسری کچری میں دعویٰ مالکیت کیا اب وہ ہتم زید سے مل گیا مقدمہ کی پیروی نہ کی نہ مسجد کی طرف سے کاغذات ثبوت پیش کئے عدم پیروی کی وجہ مقدمہ خلاف سبب بخیز ہوا مسلمانوں نے مسجد کی طرف سے اپیل کیا اس کچری میں کاغذات سے ہتم نے صاف انکار کر دیا کہ زمین قبضہ مسجد سے نکل گئی اس صورت میں ہتم مذکور مسجد کا ہتم یا امام رکھے جانے کے قابل ہے یا نہیں اسے امام مقرر کرنا کیسا ہے اور اب کہ مسلمان اس کی اس حرکت کے باعث ناراض ہیں اسے امام بننا کیسا ہے۔ بینوا تو جو را

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ ہتم خائن مجرم فاسق ہے اسے ہتم رکھنا حرام امام بنانا گناہ اسے امام بنانا جائز اگر امامت کرے گا اس کی نماز قبول نہ ہوگی درمختار میں ینزع وجوباً بوازیہ لما لو اوافق درسا ففیہ ادلی غیر مامون غنیہ میں ہے لو قد موافقاً یا ثمنون رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی من امر قوما دھملہ کارھون ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کی امامت سے راضی نہ ہوں یعنی جبکہ یہ ناراضی اس میں کسی نقض شرعی کی وجہ سے ہو جیسا کہ یہاں ہے کما فی الدر وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازبوندیاضلع بریل غرہ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ جو شخص رشوت لیتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور جو شخص اپنی زوجہ کو باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا اور پردہ نہیں کراتا اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

رشوت لینا حرام ہے اور رشوت لینے والے کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے اور اگر عورت بے شرکتی ہے جیسے بلاد ہند یہ کے ننگے کپڑے اور شوہر اس کا باوصف اطلاع و قدرت باز نہیں رکھتا تو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ درجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازپہلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ

میں بعد فرض ظہر و مغرب و عشا کے سلام پھیرتے ہی یمین یا بائیں کی جانب رخ کر کے اللھم انت السلام ومنک السلام پڑھ کر منین پڑھا کرتا ہوں بولوی حبیب الرحمن سہارنپوری نے مجھ سے کہا کہ فقہا بعد ان فرضوں کے جن کے بعد تطوع ہے ترک استقبال قبلہ کو منع لکھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان فرضوں کے بعد اسی بیات پردہ ہے اور فوراً تطوع میں مصروف رہے اس پر خلیل الرحمن نے یہ کہا کہ تعامل حرمین میں بھی دلیل ہی ہے میں نے کتابوں میں دیکھا تو کہیں مانعت ذلی صرف اتنا ملا کہ جن فرضوں کے بعد تطوع ہے مقدار اللھم انت السلام سے زیادہ توقف

ذکرے اس مسئلہ میں جو حضور کے نزدیک صواب ہوا فادہ فرمائیے تاکہ میں اُس کے مطابق عمل کروں بلکہ مناسب تو یہ ہوگا کہ عربی عبارت میں بطور اختصار اس کو قلمبند فرمائیے۔

### الجواب

الحمد لله وحده السنة المتوارثة للامام من لدن امام الانام سيد الرسل الكرام عليه وعليهم افضل الصلاة والسلام هو الاضواء من القبلة من اراد مكثا ما بعد السلام كل الصلوات في ذلك متساوية الا قد امر وصرح بذلك وبكراهة بقائه مستقبل القبلة بعد التمام غير واحد من العلماء العظام فالحق محكم وما زعم مخالفكم فقد افترى فيه على الفقهاء الغفام قال المولى المحقق محمد بن محمد بن محمد الشهير بابن امير الحاج في الحلية شرح المذنية ناقلا عن الذخيرة اذا كان فرغ الامام من صلاته اجمعوا على انه لا يمكث في مكانه مستقبل القبلة سائر الصلوات في ذلك على السواء قال وقد صرح غير واحد بان يكره له ذلك امر وقد اخرج الامام ابو داود في سننه والحاكم في المستدرک عن ابی رزمة رضي الله تعالى عنه قال صليت هذه الصلاة او مثل هذه الصلاة مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال وكان ابو بكر وعمر يقيومان في الصف مقدم عن الامام وكان رجل قد شهد التكبيرة الاولى من الصلاة يشفع فوثب اليه عمر فاخذ بمنكبيه فهزه ثم قال اجلس فانه لم يهلك اهل الكتاب الا انهم لم يكن بين صلاتهم فصل فرفع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بصره فقال اصاب الله بك يا بن الخطاب قلت فهذا الضمن صاحب الشريعة صلى الله تعالى عليه وسلم في انفتاله عن القبلة بعد صلاة يتبعها تطوع فلا وجه للنهي عنه وان خص بعض كراهة المكث مستقبلا بما لا تقوى بعده كما في الغنية عن الخلاصة والله سبحانه وتعالى اعلم

مسئلہ - از تحصیل جل گاؤں جامود ضلع آوارہ ماگ برادر مسلہ حاجی شیخ عبدالرحیم ولد تاج مخیر صاحب ۲۱ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مبروص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں یعنی جس کا تمام جسم عارضہ برص سے سفید ہو گیا ہو اس کی امامت کے لیے کیا حکم ہے اور اس ملک کن میں اکثر لوگ ماہ حرم الحرام میں سواری اپنے مکان پر بٹھالینے ہیں اور اس کو نعل صاحبہ کی سواری کہتے ہیں اکثر لوگ اس سے سنتیں مانگتے ہیں اور بچہ عا واد وغیرہ بہت کچھ چڑھاتے ہیں کیا ایسے شخص کے پیچھے جو اپنے مکان پر سواری بٹھائے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بدینوا توجروا

### الجواب

ایسے برص والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے فی الدائم المختار نکرہ خلف ابرص شلع برصہ سواری مذکور بٹھانا اور اس سے سنتیں مانگنا بدعت چال ہے کہ فسق عقیدہ یا فسق عمل سے خالی نہیں اور اہل بدعت و فسق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے فی رد المختار الفاسق کا لمبتدع نکرہ امامتہ بكل حال الخ والله تعالى اعلم

مسئلہ - از بیداویں مدرسه قادریہ ۶ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرمایا ہے شرع مطہرنے اس مسئلہ میں کہ بخشش و لہا حرام المؤمن کی ہوگی یا نہیں اور بشرط قابلیت امامت کے نمازیں امام بنایا جائیگا

یا نہیں اور طریقہ از روئے قواعد طریقت کے بانسبت اور مرتبہ عرفان پاسکتا ہے یا نہیں اور اختلاف اس کا طریقہ جائز ہے یا نہیں یعنی شیخ اپنے کا در صورت حصول قابلیت جانشین ہو سکتا ہے یا نہیں اور شیخ کو سند خلافت اُس کو دینا جائز ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

ہر مومن جس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور مومن عند اللہ وہی قابل مغفرت ہے اور اُس کا انجام یقیناً جنت کما نطقت بہ النصوص اجمعت علیہ علماء السنۃ والجماعۃ ولد الزنا کی امامت مکروہ تشریفی یعنی خلاف اولیٰ ہے جبکہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت و نماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو فی الدار المختارہ کمرہ امامتہ عبد و اعرابی و ولد الزنا الی قولہ الا ان یكون اعلو القوم پھر بھی اس صورت میں ہے کہ دوسرا قابل امامت موجود ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائق امامت ہے تو اُسے امام بنانا واجب ہوگا مرتبہ عرفان اہل حق کے نزدیک ہی ہے واللہ ینخص برحمۃ من یشاء ولد الزنا پر خود اس گناہ کا الزام نہیں الزام زانی اور زانیہ پر ہے وقد سئل سید الطائفہ جنید البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ هل یزنی العارف فاطرق ملینا شر قال وکان امر اللہ قد راعا مقدرا اس کا اختلاف جبکہ وہ اس کا اہل ہو نظر شیخ عارف بصیر پر ہے اگر مصلحت دیکھے تو ممنوع نہیں اگر حال اس کا مشہور اور عامہ خلافت اُس سے نفور ہوں اور سمجھے کہ تار دعوت الی اللہ اور ہدایہ خلق اللہ سبب تفراس متکلم ہوگا تو احتراز فرمائے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک بی بی زینب غیر منکوحہ اور دو بیبیاں صغریٰ و کبریٰ منکوحہ ہیں بی بی عرصہ آٹھ سال سے بی بی زینب غیر منکوحہ سے بلا لحاظ و پاس اس کی عدم منکوحیت اور بلا شرم و حجاب اپنے ہمسروں اور بچپنوں کے مباشرت اور ہم صحبت رہتا ہے اس صورت میں زید کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

اگر اس کا زانی ہونا ثابت و محقق ہو جب تو اُسے امام بنانے کی ہرگز اجازت نہیں کہ زانی فاسق ہے اور فاسق کو امام کرنا منع ہے غرض میں یہ لو قد موافقا یا ثمن بناء علی ان الکواہۃ تقدیمہ کواہۃ تحویم لعدم اعتنائہ بامور دینہ و تساہلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاۃ و فعل ما ینافیہا بل هو الغالب بالنظر الی تنفکہ اور اگر وہ لوگوں میں عام طور پر زانی مشہور ہو جب بھی اس کے امام بنانے سے احتراز چاہیے کہ اس صورت میں لوگ اس کی امامت سے نفرت کریں گے یہ امر باعث تقلیل جماعت ہوگا کہ مقاصد شرع کے خلاف ہے کما کہو امامتہ ولد الزنا لاجل ذلک وان لم یکن الا شرمہ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از گورکھ پور محلہ شاہ معروف، مکان مولوی محمد سعید العاقیہ محمد عبد القیوم صاحب مرحوم ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۵۷ھ

برے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں حیث لا مانع ہاں غیر ہر کہ مرجحات راجحات امامت میں برے سے کم نہ ہو افضل و اولیٰ ہے کہ نماز میں جس طرح حفظ طہارت بدن و ثوب و مصلیٰ و تصحیح جہت قبلہ کے لئے حارہ بصر کی حاجت ہوتی ہے جس کے سبب بینا کو اندھے بلکہ ضعیف البصر پر ترجیح دی گئی

فی الدرر لیکرہ امامۃ الاعلیٰ ونحوہ الاعشیٰ غری فی سرد المختار ہو سچی البصر لیلاد غمارا قاموس فہذا ذکرہ فی النہج بحثا اخذنا  
من تعلیل الاعشیٰ بانہ لا یتوفی الخیاستہ یول ہی حاسہ سمیع کی بھی ضرورت پڑتی ہے اگرچہ نہ دوا مگر نادر بھی نہیں کہ انسان سے نسیان نادر  
نہیں اور وقت سہوا امام اصلاح مقتدیوں کے بنانے سے ہوتی ہے اور وہ سمیع پر موقوف جب اس کا حس سامعہ موقوف ہے تو ان صورتوں کا  
وقوع متوقع جن میں اس کے نہ سننے کے سبب نماز فاسد یا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو جائے مثلاً قعدہ آخرہ چھوڑ کر اٹھا مقتدیوں کا بتانا نہ سنا  
زائد کا سجدہ کر لیا فرض باطل ہو گئے یا ادلی چھوڑا اور بتانے پر مطلع نہ ہو کر سلام پھیر دیا سجدہ سو کے لیے بتایا گیا تو سمجھا کہ کوئی کچھ بات کرتا ہے تکلم  
کر بیٹھا نماز بوجہ ترک واجب واجب الاعادہ رہی یا قرأت میں وہ غلطی کی جس سے معنی میں تغیر اور نماز میں فساد ہو فوج مقتدین سن کر صحیح کارادہ کر لیتا  
تو اصلاح ہو جاتی علی ما ذکر فی الحلیۃ من احد قولین وهو لا ییسر الامر فی کمالا یخفی اس نے نہ سنا اور نماز فاسد کر لی الی غیر ذلک من  
وجوہ کثیرہ تو امامت کے لیے اصلح و ادلی وہی ہے جو وجوہ نقص سے خالی ہو لاجرم امام زمینی نے تبیین الحقائق میں فرمایا کل من کان  
اکمل فہو افضل واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ ایک شخص کر یہ صورت اور برابر ہے دوسرا شخص کلام شریف اس سے اچھا پڑھتا ہے اور کر یہ الصوت نہیں ہے اور برابر بھی  
نہیں ہے یعنی جو اس خمسہ اس کے صحیح نایں تو بحالت مساوی العلم ہونے کے ان دونوں میں شرعا مرجح لائق امامت کون ہو سکتا ہے۔ بینوا  
بالبراہین والکتاب توجروا یوم الحساب۔

### ترجمہ

اگر اس شخص کے اس سے قرآن مجید اچھا پڑھنے سے مراد کہ یہ حروف مخارج سے صحیح ادا کرتا ہے اور وہ نہیں جیسے آج کل عالمگیر و با  
پھیلی ہے ا۔ ع۔ ہ۔ ح۔ ت۔ ط۔ ث۔ س۔ ص۔ ذ۔ ز۔ ظ میں تیز نہیں کہتے جب تو اس ہرے کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی اگر با وصف  
قدرت کے سکے تو ادا کر سکے مگر نہ یکھا غلط پڑھتا ہے جب تو نہ اس کی اپنی نماز ہوئی نہ اس کے پیچھے کسی دوسرے کی اور اگر عاجز ہے جیسے تو تلامذہ وغیرہ  
تو اس کی اپنی ہو جائے گی جبکہ کسی صحیح خواں کے پیچھے اقتداء پاسکے۔ ایسی کوئی آیت ملے جسے وہ صحیح پڑھ سکے اور یہ دونوں بہت نادر ہیں تاہم  
صحیح مذہب ہر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے کسی طرح صحیح نہیں کما حقیقہ فی فتاویٰ در مختار لا یصح صلاۃ اذا امكنہ الاقتداء بمن  
یحسنہ او ترک جملہ او وجد قدر الفاضل مما لا یلغ فیہ هذا هو الصحیح المختار فی حکم الالغ وکذا من لا یقدر علی التلفظ  
بحرف من الحروف خیرہ وغیرہ میں ہے الواجح المعنی یہ عدم صحۃ امامۃ الالغ لغیرہ معن لیس بہ اللغة اور اگر یہ معنی کہ صحیح وہ بھی  
پڑھتا ہے مگر اس کی قرأت و تجوید اس سے بہتر ہے تو اس صورت میں اگر اس کی کراہت اس حد تک ہے کہ لوگوں کو نفرت پیدا کرے تو  
اس کی امامت مکروہ ہے فان من المسائل کراہۃ الامام مفرغۃ علی هذا الاصل وهو ان من کان فیہ تغیر الناس وقلة غنمہ  
فامامۃ مکروہۃ کولد بنی و ابرص شاع برصہ وغیرہما ولہذا تبیین میں فرمایا کل من کان اکمل فہو افضل لان المقصود  
کثرة الجماعۃ ورغبۃ الناس فیہ اکثر اور اگر یہ بھی نہیں تاہم بحالت تساوی علم یہ غیر برابر اس سے احق و ادلی ہے اور تجوید قرأت میں  
اس سے زائد ہے در مختار میں ہے الاحق بالامامۃ تقدیم بالفضا لا علمہ باحکام الصلوۃ ثم الاحسن تلامذہ و تجوید للقرآن

**ثانیاً** اُس کا بہرہ ہونا بھی اس کی ترجیح کی ایک وجہ ہے کما بینا فی المسئلہ الاولی ثالثاً نسبت اسکے خوش آوازی اور زیادہ موید ہے و لہذا وہ بھی مرجحات امامت سے شمار کی گئی فوراً الايضاح مرقی الفلاح میں ہے ثم الاحسن صوتاً للرجبة فی سماعہ للخصوع لوک اگر اسکے ہوتے ہوئے اُس بہرے کو امام کریں گے شرعاً بڑا کریں گے درمختار میں ہے لو قد مواعید الاولی ساء وابل انتم والله تعالی اعلم

**مسئلہ -** از براہم پورا ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایفونی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور اگر اس نماز کے پھیرنے کا حکم ہو تو نقطہ ظہر و عشا کی پھری جائے گی یا فجر و عصر و مغرب کی بھی اور ایفونی کھانی کیسی ہے ایفونی فاسق و مستحق عذاب ہے یا نہیں - بینوا توجروا

**الجواب**

ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے صحیح حدیث میں ہے بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہر چیز کربشہ لائے اور ہر چیز کہ عقل میں فوراً لے حرام فرمائی رواہ الامام احمد دا بودا و عن امر المؤمنین ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح۔ اگر ایفونی پینک کے زور میں ہو جب تو اُس کی خود نماز باطل اور اُس کے پیچھے اوروں کی بھی محض باطل - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تقربوا الصلوة وانتم سکرى حتی تعلموا ما تقولون اور اگر ہوش میں ہو جب بھی اُس کے پیچھے نماز ممنوع ہے لان الصلوة خلف الفاسق تکرہ کراہۃ فحرمہ کما حققہ فی الغنیۃ وغیرہا اگر پڑھ لی ہو تو نماز پھیرنی ضرور ہے اگرچہ فجر خواہ عصر خواہ مغرب کا وقت ہو فان کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ تخریم تعداد وجوباً کما فی الدرر وغیرہ بل وکن اعلی قول من قال بالتزہ فان الاعسارۃ اکمال لا تنقل کما لا یخفی واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

**مسئلہ -** از کلتہ مسجد و ہرم تلامسہ حافظ محمد عظیم صاحب ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۱۵ھ

تسلیم بصدت کریم کے بعد خدمت عالی میں عرض رساں ہوں آپ کے اوصاف حمیدہ کی تحریر سے بندہ قاصر ہے جناب کے خدمت میں نہ عرض کے لائق نہ طاقت چونکہ اس وقت ایک فتویٰ پر آپ کے دستخط اور ہر کی اشد ضرورت ہوئی خدمت عالی میں عرض رساں ہوں کہ عند اللہ وعند الرسول اپنے خاص دستخط اور ہر سے زینت بخشیں اس عاجز کو آپ کی قدسی کی از حد متناہی دعا فرمائیں فتویٰ یہ ہے: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندر میں کہ بامامت کد ام شخص ادلی است و امامت حرامزادہ مکروہ تحریمی است یا نہ و امامت شخص بدینداشتہ قوم مکروہ تحریمی است یا چہ و اگر کئے در مسجد از امام حی افضل باشد بامامت کد ام ادلی است - بینوا توجروا

**الجواب**

(۱) ہر کہ عالم تردد سنت نماز بود در امامت آن ادلی است پس از آن اقرآن ثم ادرع ثم ممر است کما فی الہدایۃ والعلمگیریۃ و ملتی الامور و جامع الرموز (۲) امامت حرامزادہ مکروہ تحریمی است لما فی الہدایۃ بکوة تقدیم العبد والاعرابی والفاسق والاعسی و ولد الزنا لانه لیس له اب یشفقہ فیغلب علیہ الجہل ولان فی تقدیم ہولاء ینتفیوا الجماعۃ فیکروہ فی العلمگیریۃ و یجوز امامۃ الاعرابی والاعسی والعبد و ولد الزنا والفاسق کذا فی الخلاصۃ الا انها تکرہ و فی شرح الوقایۃ امامۃ بندہ و

اسی ابی و فاسق و مبند ع و ولد الزنا جائز بود مکرره باشد و فی جامع الرموز فان امر عبد او اسر ابی او فاسق او اعسی او  
مبند ع و ولد الزنا (ای ولد میحصل من حرام لعین) کره و فی ملتقى الابحی نکره امامة العبد و الاعرابی و الاعسی و الفاسق  
والمبند ع و ولد الزنا الخ (۳) اگر بدینداشتن بیاعتش امر شرعی باشد امامت شخص بدینداشته قوم مکروه تحریمی است لہذا فی العلمگیریہ  
وقاضی خاں رجل امر قوما و ہم لہ کارہون فان كانت الکراہة لفساد فیہ اولاً فہما حق بالامامة منکره لہ ذلك (۴) امامت  
امام حی اولی بود اگرچہ غیرش در مسجد افضل است لہذا فی العلمگیریہ دخل مسجد امن ہو اولی بالامامة من امام المسجد فامام المحلة  
اولی و فی المصیة لو دخل فی المسجد من ہو اولی بالامامة فامام المحلة اولی ہکذا حکم الکتاب والیہ المرجع والمآب واللہ اعلم  
بالصواب المستخرج المذنب ابو نعیم محمد نفی عنی عنہ اسلام آبادی۔ المحیب المصیب فقیر محمد امامت اشرف غازی پوری۔ الجواب صحیح  
بندہ رشید احمد عنی عنہ اصواب من اجاب محمد قادر بخش سہرامی عنی عنہ۔ صحیح من اجاب حرر الفقیر ابو البرکات غازی پوری۔ ما فیہ  
حق امام الدین عنی عنہ۔

## الجواب

اولی بامامت کسے است کہ مسائل نماز و طہارت و اناتراست در تویہ است الحق بالامامة الاعلم باحکام الصلاة در مختار  
است بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرة در رد المحتار از کافی وغیرہ است الاعلم بالسنة اولی الا ان یطعن علیہ فی دینہ  
**جواب سوال دوم** پنجین غلام و دہقان و کور اگر در حاضرین غیر ایناں کسے صالح امامت نیست خود واجب بود تقدیم ایناں  
زیرا اگر کنند جماعت از دست رود واجب فوت شود و ایس ناروا بود اگر دیگرے نیز حاضر است اما ایناں در علم مسائل نماز و طہارت برو  
رجحان و زیادت دارند ہم ایناں حق و اولی بامامت باشند چہ جائے کہ امامت بلکہ کراہت در تقدیم دیگرے باشد کہ کمتر از ایشان است  
آرے اگر آں دیگر از ایشان و اناترا ہر دو در علم مذکور ہمسو و برابر اند آں گاہ امامت ایشان مکروه باشد و از مکروهے تنزیہی نہیں نیست  
یعنی خلاف اولی است و اگر امام نایند روا باشد و پاک ندارد در تویہ الابصار در مختار است یکوہ تنزیہ امامة عبد و اعرابی و اعسی  
الا ان یکون غیر الفاسق و اعلم القوم فہو اولی (و ولد الزنا) ہذا ان وجد غیرہم فلا کراہة بحی مجتہد۔ در بحر الرائق از مجتہبی  
شرح قدوری و معراج الدرایہ شرح ہدایہ است ہذا الکراہة تنزیہیہ لقولہ فی الاصل امامة غیرہم احب الی ہمدواں باز در فتاوی  
اسعدیہ وغیرہ است فالاصل انہ یکوہ لہولاء التقدم و یکوہ الاقتداء بجمہ کراہة تنزیہیہ ان وجد غیرہم والا فلا کراہة  
در رد المحتار از اختیار شرح مختار و شرح الملتقى للہنسی و شرح در البحار است لو عدمت ای علة الکراہة بان کان الاعرابی  
افضل من الحضوی و العبد من الحر و ولد الزنا من ولد الرشدة و الاعسی من البصیر فالحکم بالعد در جامع الرموز است  
فان امر عبد او اعرابی او ولد الزنا کره ذلك کراہة تنزیہیہ و فی الاختیار لو کانوا افضل من صدہم فالحکم بالعد در خانہ  
است تمجوز امامة الاعرابی و الاعسی و العبد و ولد الزنا و غیرہم اولی در شرح نقایہ علامہ برجندی است المراد بالکراہة  
المتنزیہة علی ما صحیح بہ فی الزہدی و معاشیہ دروغر العلامة الشرنبلالی است و کره امامة ولد الزنا قول الکراہة

تنزیہیہ کما فی البحر حاشیہ علامہ سید احمد طحاوی بر مرقی الفلاح از شرح علامہ سید محمد ازہری از علامہ سید احمد حموی است کراہۃ  
الافتداء بالعبد وما عطف علیہ تنزیہیہ ان وجد غیرہم والا فلا با وصف این تصریحات جلیبہ بکراہت تحریم چنانکہ  
از دو ملایان گنگوہی وغاری پوری برخلاف رشد امامت سرزده باطل محض است واصلے ندارد و کما اغترابا بطلاق الکراہۃ فی الہدایۃ  
و غیرہا جاہلین بما صرح بہ الشراح فی خصوص المسالۃ و غیرہا من ان حمل المطلق علی المنع غیر کلبی بل کثیرا ما یطلقون  
و المراد خصوص التنزیہ و بما یطلقون المقصود الاعراض عن ما یشتمل النوعین الاتری انہم لیسردون مکروہات الصلاۃ  
سردا ویدا خلون الکل تحت قولہم مکروہ و فیہا من کلا النوعین و لذا قال فی الدر المختار ہذہ قعمہ التنزیہیۃ الی مرجعہ  
خلاف الاولی فالفارق الذلیل فان نہیما ظنی الثبوت و لا صدف فتوحیمیۃ و الا فتزیہیۃ اہ قال الشامی نقلا عن البحر  
المکروہ تنزیہا مرجعہ الی ما ترکہ اولی و کثیرا ما یطلقونہ کما ذکرہ فی الحلیۃ فحینئذ اذا ذکرہا مکروہا فلا بد من النظر  
فی دلیلہ الخ جواب سوال سوم کراہت قوم اگر بلا وجہ شرعی است چنانکہ امامت عالمی صالح را بسبب بعض منازعات دنیویہ خودشان  
مکروہ دارند یا امامت عبد داعی و امثالہا را بانکہ افضل و اعلم قوم باشند بدیندازند نگاہ کراہت ایشان باشد و در حق امامت اثری ندارد  
و اگر بوجہ شرعی است چنانکہ امام فاسق یا مبتدع است با جہال عدم علیت کیے از اربعہ مذکورین اعنی عبد داعی و ولد الزنا و داعی است یا  
آنکہ در قوم کسی است بوجہ مرجحات شرعیہ مثل زیادت علم و جودت قرأت و غیر بہا حق و اولی از دست دین حالت ہجکس را با وصف مکروہ  
داشتن قوم با امامت پیش رفتن ممنوع و مکروہ تحریمی است در متن محقق غری و شرح مدققی علائی است و لو امر قوما و ہم لہ کارہون  
ان الکراہۃ لفساد فیہ اولا انہم احن بالامامت منہ کمرہ لہ ذلک تحویما لحديث ابوداؤد ولا یقبل اللہ صلاتہ من  
تقدم قوما و لہم لہ کارہون وان ہوا حق لا و الکراہۃ علیہم و مرقی الفلاح علامہ شرنبلالی از کتاب التہنئیس و التذیہ للامام  
صاحب الہدایۃ است - لو امر قوما و ہم لہ کارہون فهو علی ثلثۃ اوجہ ان کانت الکراہۃ لفساد فیہ او کافوا حق بالامامۃ منہ  
یکرہ وان کان ہوا حق ہما منہم ولا فساد فیہ و مع ہذا یکرہ لا یکرہ لہ التقدم لان الجاہل و الفاسق یکرہ العالم و الصالح  
اقول تحقیق مقام آنست کہ ایجاد و چیز است یکے فعل آنکس کہ بخودی خود بنا گوازی قوم پیش رفت و ایشان را مکروہانہ برافزائے خود داشت  
دوم نماز واپس او علم کہ در صورت مذکورہ حکم بکراہت تحریم فرمودہ اند بر اطلاق خودش ناظر بہ اول است یعنی آنکس را این چنین کردن روا نیست اگر  
میکند گنہگار می شود و نماز خود او خالی از ثواب رود و ہذا معنی قولہم کمرہ لہ ذلک و یکرہ لا التقدم و امثالہا فی پس تالیخ آن وجہ شرعی است کہ در آنکس  
خاصل و اینان را بوجہ حق بر کراہت حامل است کما بعد و نہا بعضہ آن وجہ اگر در نماز موجب کراہت تحریم است کالمنع و البدنہ و غیرہما  
نماز نیز مکروہ تحریمی باشد و نہ مجرد تنزیہی کما فی العبد و نظرائہ الاتوی انہم یصحون بکراہۃ امامتہ ہولاء تنزیہا و یسلون  
ذلک ارسالاً ولا یقیدونہ بقتد مهم برضی القوم بل یعللونہ بان فیہ تنفیذا لجماعۃ و انما النفرۃ تنشوعن کراہتہم ذلک  
فذل ان الصلاۃ لا تکرہ الا تنزیہا وان کان التقدم مکروہا لہ تحویلا لہم لہ کارہون و لو ان التنزیہ کان مقیداً برضاہم  
حق لو کرہوا کرہت الصلاۃ ایضا تحویلا لہا لکانت کراہتہم التي نشأت عن وجہ شرعی ایضا عائدۃ علیہم بالوبال حیث



وقعتہم فی الزکاب ما ثم لم یکن لولہ تکلن وھو کما توی وانما العود علیہم فی کراہۃ لاسن مستند صحیح کما علمت بالجملہ موجب کراہت دوگونہ است یکے ذاتی کہ خود در آنکس وجہ باشد کہ شرعا امامت او مطلقاً یا در جماعت حاضرہ ممنوع یا خلاف اولی بود چنانکہ امثالہ اش گزشت دوم خارجی دآن مکروہ پنداشتن قوم است مرقدہم او را باز ذاتی بر دو صنف است یکے لمحۃ الشرع چون فسق و ابتداء و جہل دوم لمحۃ الخیر چون حضور صاحب البیت یا امام الہی یا قاضی یا سلطان کہ خلوا اینکس از مزیتہ کہ دیگرے دار و حامل بر کراہت شد ازین بود ذاتی است و وجہ او مراعات حق غیر است پس گو یا این صنف بزرخ است میان ذاتی و خارجی و نسبت میان اینہا یعنی ہر دو قسم تقسیم اول عموم و خصوص من وجہ است جائے ذاتی یافتہ شود نہ خارجی چون رضائے قوم بقدم غلامے عامی و جائے بالعکس چون کراہت قوم بقدم علماے ققی را بعد اوت نفسانی وجاہا ہم آیند و تاثیر ذاتی نفس نماز است و اثر خارجی بر ذات امام یا قوم نہ بر نماز و وقوع اثرش بر امام مشروط بوجود اول است ورنہ خود رقوم باز کرد و بخلاف اول کہ تاثیرش در نماز موقوف بر وجہ ثانی نیست اگر قوم بقدم فاسق و ولد الزنا جاہل راضی شوند نماز از کراہت بری نشود بچنان اگر یہما ناں رضائے خود شال یکے از ایشان را با امامت برگزید بے رضائے صاحب خانہ کراہت نہ رود و حکم اول متنوع بتحریم و تنزیہ است و حکم دوم در حق امام دائماً تحریم و ادمند ف میشود رضائے قوم لا تقارع العلما بخلاف اول کہ در صنف اول اورضائے و عدم رضائے کسے را دخل نیست لکن حقاً للشرع المظهر کرے در صنف ثانی رضائے صاحب حق نافی کراہت شود کہ رضائے دیگران نباشد لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الاباذنہ و فی رد المحتار عن اللہ از خانیتہ اضیاف فی دار یرید ان یتقد و احدہ یلغی ان یتقد و المالك فان قدام واحد امنہم لعلمہ و کبرہ فہو افضل الخ اغتتمہ هذا التحییر فاعلمک لا تجدد ہذا التحییر غیر ہذا التحییر پس اعمی مثلاً اعلم قوم نباشد دوم ہم بقدم اوراضی نے نگاہ تقدم مراد از مکروہ تحریمی بود و نماز پس او مکروہ تحریمی و اگر قوم بقدم اوراضی کراہت اولی مرتفع شود و ثانیہ باقی و اگر اعلم قوم است پس بحال رضائے قوم بھی کراہتہ نیست و حال کراہت خود بر کار ہیں است و امام و امامت بری مثله فی ذاک نظائرہ الثلاثۃ علی ما بحث فی الجہود اختارہ فی الدرر وقد ثبت منصوصاً فی الاختیار و غیرہ کما مر و ان خالفہ فی النہر فلیس مع النص لاحدہ قال واللہ تعالی اعلم بحقیقۃ الحال جواب سوال چہارم اگر امام الہی از وجہ خلل خالی است ہموں اولی است مگر در حضرت سلطان سلیم و قاضی شرح دولی اسلام کہ اینانی را بر تقدیم است فی الدر المختار اعلم ان صاحب البیت و مثله امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقاً الا ان یکون معہ سلطان او قاضی فقدم علیہ لمعموم ولا یقہا و صرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اہ قال العلامة الطحطاوی فی حاشیۃ المراقی قال فی السناۃ هذا فی الزمن الماضي لان الولاۃ كانوا علماء و غالبہم كانوا صلحاء و اما فی زماننا فاکثر الولاۃ ظلمۃ جملۃ اہ و رأیتنی کتبت علی ہامشہ ما قصہ

**اقول** نعم و لکن الغفۃ اکبر من القتل بل ان رضا بقدم غیرہم فلا کلام وان كانوا علماء صلحاء کما اذا اذن

صاحب البیت لغیرہ واللہ تعالی اعلم اہ ما کتبت علیہ واللہ معہ و تعالی اعلم

مسئلہ - مرسلہ حافظ مولوی امیر الشہ صاحب مرشدان شمسہ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے خط قرآن شریف لکھا اور عراس کی تقریباً ۱۵ برس کے سبب یعنی ۳۴ ماہ کم ہیں اور خط

نہ ہونا ظاہر کرتا ہے وللاکثر حکم اکل حد بلوغ میں داخل ہو کر امامت تراویح بغرض ختم رجال کی کر سکتا ہے اور بالغین کی در صورت عدم بلوغ امامت تراویح کر سکتا ہے مثلاً زید مذکور کے ولی نے کسی حافظ بالغ کو نوکر رکھا اور بعد کو کہا کہ اس نابالغ کا قرآن شریف تراویح میں سن اس اجیر نے بوجہ اقتدا اس نابالغ کے قصد کیا کہ میں تراویح کا اعادہ کروں گا اس جیلہ سے اس فاعل پر کوئی کراہت ہے یا نہیں اکثر نابالغین امامت تراویح حسب تجویز مشائخ بلخ کرتے ہیں در صورت عدم جواز کیا ان کا حکم یعنی ان رجال کا جو تراویح باقتدائے نابالغ ادا کریں اعادہ ہے یا نہیں در صورت اعادہ ان پر کوئی اسارت ہے یا نہیں خصوصاً یہ مقتدی حافظ ہو کر جماعت نابالغ کرے بوجہ استاد ہونے کے اور اعادہ کرے تو اس پر کیا بحث جنت

## الجواب

جبکہ ہنوز پندرہ سال کامل نہیں اور وہ احتلام ہونا ظاہر کرتا ہے تو اس کی کذب کی کوئی وجہ نہیں قول اس کا واجب القبول ہے اور تحدیث میں وللاکثر حکم اکل نہیں کہہ سکتے ورنہ تحدید باطل ہو جائے اور اگر اس میں بھی حکم بلوغ ہو کہ پندرہ کا اکثر وہ بھی ہے غرض پورے تمام پندرہ دہکار ہیں ایک ان بھی کم ہو تو بے اقرار یا ظہور آثار حکم بلوغ نہیں ہو سکتا فی الدار المختار فان لم یوجد فیہا شئ فحتی یتم اکل منها خمس عشرة سنة بہ یفتی نابالغوں کی امامت تراویح درکنار فرض میں بھی کر سکتا ہے فی رد المحتار وغیرہ بالغ ان کا ذکر تصحیح امامت ملئلہ من ذکر وائشی وحنثی مگر بالغوں کی امامت مذہب اصح میں مطلقاً نہیں کر سکتا حتیٰ کہ تراویح و نافلہ میں بھی فی رد المحتار لا یصح اقتداء الرجل بصبی مطلقاً ولو فی نفل علی الاصح ہذا یہ میں ہے المختار انہ لا یجوز فی الصلوات کلمہا اس حافظ بالغ پر اس جیلہ میں برائے مذہب اصح ضرور کراہت ہے لاشتغالہ بما لا یصحہ ودر مختار میں ہے صلاة العید فی القری تکرہ تحریم لان اشتغال بما لا یصحہ مذہب اصح میں ان بالغین پر اعادہ میں اسارت کیا ہوتی بلکہ ترک اعادہ میں اسارت ہے استاذ وغیرہ اس مذہب اصح میں برابر ہیں ہاں اگر حافظ صحیح خواں سوانا بالغ کے نہ ملتا ہو تو اتباع مشائخ بلخ سنت ختم حاصل کریں فان الاداء علی قول خیر من الترتک مطلقاً در مختار میں ہے الاداء الجائز عند البعض اولی من الترتک کما فی القنیۃ وغیرہا پھر مناسب یہ ہے کہ لمحاظ مذہب اصح اعادہ تراویح کر لیں لیجصل الاحتیاط بالمقدار المیسور واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ زید کی بیوی کچھ روز غلیجہ رہی اب اس نے زید کو چھوڑ کر کب سے نکاح کرنا چاہا اور اب ہندہ زید کے پاس جا کر دو چار روز رہی اس سے طلاق نامہ لکھو لائی اس جگہ کے جو صاحب پیش امام ہیں اور وہی قاضی بھی ہیں ان کو طلاق نامہ دکھایا پیش امام صاحب نے خود بھی پڑھا اور لوگوں نے بھی پڑھ کر پیش امام صاحب کو سنایا اور سب نے مع مادہ ہندہ پیش امام صاحب سے کہا جب تک عدت کے دن پورے نہ ہوں نکاح نہیں ہو سکتا پیش امام صاحب نے فرمایا کہ تم لوگ نہیں جانتے ہو ضرور نکاح ہو جائیگا چنانچہ رات کو مولوی صاحب پیش امام نے بکر کے خود گھر جا کر نکاح پڑھ دیا بلکہ ہندہ کی والدہ اس نکاح میں بلائے سے بھی نہیں آئی نکاح طلع نفسانی پڑھایا گیا اور پہلے بھی اس قسم کے دو چار نکاح امام صاحب اور پڑھ چکے ہیں امام صاحب مولوی ہیں اور اکثر اس قسم کے فتویٰ بھی دیتے رہتے ہیں مسجد کے اندر بوجہ پپ ہونے کے پانی کی کثرت ہے بازار اور محلہ کے آدمی اپنے گھروں کے کپڑے دھوتے ہیں پاک ناپاک چھینٹیں مسجد کے گھر سے لے کر فرش مسجد پر پڑتی ہیں دوسرا آدمی کپڑے دھونے والوں کو منع کرتا ہے تو مولوی صاحب منع کرنے والے کو برا کہتے ہیں اور مارنے کو

اُس آدمی کے آمادہ ہوتے ہیں مسجد میں روزمرہ دھوبی گھاٹ رہتا ہے اکثر لوگ مسجد کے اندر خط یعنی حجامت بھی بنواتے ہیں مگر مولوی صاحب کسی کے مانع نہیں آتے دو برس سے مولوی صاحب اس مسجد میں مقرر ہیں چار مہینے اس جگہ رہتے ہیں باقی آٹھ ماہ باہر اور شہروں میں وعظ کتے ہیں اور اپنی اوگھائی کرتے ہیں غرض یہاں سے بھی اپنی تنخواہ سال تمام کی لیتے ہیں جو کوئی ان سے کہتا ہے کہ مولوی صاحب پیچھے آپ کے یہاں پر نماز پڑھانے والا میسر نہیں آتا ہم لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے تو فرماتے ہیں ہم تو ایسے ہی رہیں گے اس مسجد کی تنخواہ میں بشم پر مارتا ہوں اور جن لوگوں کی عزتیں باہر کی پھرنے والی ہیں ان کو مولوی صاحب نماز پڑھانے کی اجازت فرماتے ہیں فقط جواب سے مشرت فرمائیے۔

### الجواب

جس شخص کے وہ حالات و عادات و افعال ہوں وہ بڑا فاسق ہی نہیں بلکہ گمراہ بدین ہے عدت کے اندر نکاح ناجائز و حرام قطعی ہے جس کی حرمت پر خود قرآن عظیم ناطق قال اللہ تعالیٰ والمطلقت یتوبصن بانفسھن ثلثہ قروء مسلمانوں پر فرض ہے کہ اُس کو مسجد سے معزول کریں اُسے امام بنا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز کم از کم سخت مکروہ جب اس کے فسق و بیباکی کی حالت یہ ہے تو کیا اعتبار کہ بے وضو نماز پڑھا دیتا ہو یا جاڑے کے دفن میں خواہ ویسے ہی نہانے کی کاہلی سے بے نہائے امامت کر لیتا ہو آخر بے غسل کے نماز پڑھنا عدت میں نکاح جائز کر دینے سے زیادہ نہیں ہے غنیہ شرح منیہ میں ہے انھم لو قد موافقا سقایا ثمن بقاء علی ان کرکھتہ تقدیمہ کراہتہ تحرمیہ لعدم اعتناہ باموردینہ وتساھلہ فی الایمان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاة وفعل بما ینافیہا بل هو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم تجز الصلاة خلفہ اصلا عند مالک وھو روایۃ عن احمد اور خود معاملہ نماز میں اُس کی بیباکی اور طہارت نجاست سے بے پرواہی اُسی بیان سے ظاہر ج سائل نے کچھ کہنا پاک کپڑے مسجد میں دھونے والوں کو منع نہیں کرتا بلکہ منع کرنے کو بڑا کتا ہے اور لڑنے پر آمادہ ہوتا ہے تو جس کی یہ حالت ہے اُس کے پیچھے نماز کی اصلا اجازت نہیں ہو سکتی واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از بنا رس محلہ کنڈی گر ٹولہ مسجد بی بی راجی متصل شفا خانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر بنارس میں ایک مسجد متصل کچری دیوانی جس میں نماز و قیہ وجنبہ ہوتا ہے عرصہ دراز سے ایک جلسہ بایامائے حاکم ضلع بغرض انہدام مسجد مذکور اہل اسلام نے کیا سنجملہ اور باتوں کے بیان کیا گیا کہ مسجد کا کھودنا بمعاضہ مکان دیگر اڑنے کتب فقہ جائز ہے تو یہ مسجد کھود ڈالی جائے بیوض اُس کے دوسری مسجد سرکار کی جانب سے تیار کر دی جائے گی حالانکہ مسجد کا کھودنا اڑنے فقہ جائز نہیں ہے عالمگیریہ میں ہے لو کان فی المسجد فی محلۃ ضاق علی اھلہ ولا یسعھم ان یزیدوا فیہ فسا لھم بعض الحیران ان یحعلن ذلک المسجد لیدخل ہونی دارہ ویعطیہم مکانا عیضا ما ہو خیر لھم فیسفع فیہ اھل المحلۃ قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا یسعھم ذلک اُس جلسہ میں بعض وہ بھی شریک تھے جو بنارس کے مولوی صاحب کہلاتے ہیں انھوں نے معلوم نہیں کس غرض سے مسجد مذکور کے کھودنے کے واسطے رائے دی اور دستخط بھی کیے بلکہ مولوی صاحب بیوض سے لوگوں نے دریافت کیا تو مولوی صاحب نے جواب دیا کھودنے کے واسطے رائے دینا تو کیا بیٹریاں اپنے پیروں میں ڈالتا حالت اکراہ میں تو دو خدا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دینا جائز ہیں حالانکہ کسی قسم کا اکراہ حاکم ضلع کی جانب سے نہ تھا صرف اہل اسلام سے امر مذکور الصدر میں رائے طلب کی گئی تھی

مولوی صاحب نے اکراہ کو قطعاً اذ قتل کے ساتھ مقید نہیں کیا اور نہ توریہ کو کہا جس کی قید کتب فقہ میں ہے الغرض ایسی ایسی باتیں مولوی صاحب نے بیان کیں جس سے عوام کے گمراہ ہو جانے کا خیال ہے خفیوں پر اکثر طعن بھی مخالفین کے ہونے لگے کہ تمہارے یہاں ایسے ایسے گندے مسائل ہیں مولوی صاحب کو امام نماز کا اذوئے شرع و صلحت بنانا چاہیے یا نہیں۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

### الجواب

یہ شخص منصف قطعی قرآن شریف فاسق و فاجر ہے قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن صنع مساجداً لله ان ینکر فیہا اسمہ و سعی فی خواجھا اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو بار نکھے خدا کی مسجدوں کو ان میں نام خدا لیے جانے سے اور کوشش کرے ان کی دیرانی میں عذر اکراہ محض جھوٹا ہے جو کیٹیاں رائے زنی کے لیے مقرر کی جاتی ہیں ہرگز حکام کی طرف سے گلے پر پھری نہیں رکھی جاتی کہ اگر تم نے یوں رائے زنی یوں دی تو قتل کر دیے جاؤ گے یا زبان کاٹ لی جائے گی یا ماتم قلم کر دیے جائیں گے بلکہ رائے زنی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہر شخص آزادانہ اپنی رائے ظاہر کرے ہاں دنیا پرست جیفہ خورشاد میں اگر دین و ایمان گنوا کر حکام پر جبر و اکراہ کا طوفان اٹھا کر بحیلہ کا ذبہ اکراہ چاہیں مسجد ڈھائیں چاہے خدا و رسول کو گایاں سنائیں چاہے دو کے آتے تین گائیں وسیع علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵ ایسے لوگ نہ عن لدنہ معذور ہو سکتے ہیں نہ عندا حکام مجبور نہ

باد دل آں نہ دمایہ شاد کہ از بہر دنیا دہدیں بباد

خود من انصاف پسند حاکموں کی نگاہ میں بھی دین فردش نہایت ذلیل و خوار ہوتا ہے کہ جس نے ذرا سی خوشامد کے لیے دین جیسی عزیز چیز کو خیر باد کہی اُس سے جو ہو جائے تمہارا ہے جس نے ادنیٰ طمع کے واسطے حاکم حقیقی جل جلالہ سے روگردانی کی اُس سے حاکم دنیوی کے ساتھ خیر خواہی کی توقع کیا ہے خسر الدنیا والآخرة ذلک ہوا خسران المبین اور مسئلہ اکراہ میں یوں بے قید الفاظ جو خدا و رسول کی جناب میں مومنہ بھرا کر اس شخص نے کہے وہ بھی اس کے سوائے ادب و وقت دین پر دال ہیں شرع مطہر میں خوف جان کے وقت بھی حکم عزیمت ہی ہے کہ کسی طرح اصلاً کلمہ کفر زبان سے نہ نکالے اور رخصت یہ کہ حتی الامکان توریہ کر کے چلو در بات سے جان بچائے اگر توریہ پر قادر تھا اور اُسے چھوڑ کر صریح کلمہ کفر بولا قطعاً یقیناً کافر ہو جائے گا در مختار میں ہے ان اکوۃ علی الکفر باللہ تعالیٰ اوسب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقطع او قتل شخص لہ ان ینظہر ما امر بہ علی لسانہ و یوری و قلبہ مطمئن بالایمان وان خطر ببالہ التورۃ ولہ یورکھ دیانۃ وقضاء فوازل و جلالیہ و یوجو لصبر لدنکہ الاجراء المحمداً باختصار ایسے شدید فاسق کا فضل الاعمال نماز و مناجات بارگاہ بے نیاز میں اپنا امام بنانا سخت حماقت اور دین میں بے احتیاطی و جرات ہے جب وہ ادنیٰ طمع یا خوشامد کے لیے مسجد ڈھانے کے لیے موجود ہے تو ادنیٰ تکلیف یا کابلی کے باعث بے ہمتائے یا بے وضو نماز پڑھاتے اسے کیا گفتا ہے ایسے کو امام بنانے والے گنہگار ہوں گے مسلمانوں کو چاہیے ہرگز ہرگز اُس کے پیچھے ناز نہ پڑھیں اگر نادان فی میں پڑھ لی تو اعادہ کریں غنیہ مخرج منیہ میں ہے لو قد موا فاسقا یا ثمنون بناء علی ان کراہتہ تقدیمہ کراہتہ تحریمہ لعدو معتدائہ باموردینہ و تساہلہ فی الایمان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاحلال ببعض شروط الصلاة وفعل ما ینافیہا بل هو الغالب بالتخلیٰ ہنقہ امام بنانا در کنار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایسے کی صحبت سے دور بھاگو اُسے اپنے سے دور رکھو کہیں وہ نہیں

ہکا دے فتنہ میں نہ ڈال دے صحیح مسلم شریف میں ہے ایا کم وایا ہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت و توفیق بخنے آمین - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم -

**مسئلہ -** از ملک ابرہہ چھاؤنی مشکینہ مسئلہ حاجی ہادی یار خاں ۶ صفر ۱۳۱۶ ہجری  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان دین اس مسئلہ میں کہ اس ملک میں رسم ہے کہ عورتیں بازار میں دوکان کرتی ہیں اور باہر تھکتی ہیں سر کھول کر اور بجائے پاجامہ کے تہہ باندھتی ہیں چلتے ہیں ان کا جسم ران تک معلوم ہوتا ہے مردوں کو - اور مردان کے منع نہیں کرتے اور جب ان کے شوہروں سے کہا گیا کہ شرع کے خلاف ہے ایسی عورتوں سے پرہیز کرو تو وہ کہتے ہیں ہم جوان ہیں جب ہم کو شہوت ہوتی ہے تو ہم کیا کریں نکاح پڑھا لیتے ہیں اور وہاں اکثر آدمی اسی کے موافق پڑے ہوئے ہیں جن کی عورتوں کا ذکر ہو چکا اس کے پیچھے نماز اور امامت اس آدمی کی کیسی ہے -

### الجواب

ران کھولنا حرام ہے اور اس آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے وہ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا قوا انفسکم والبلکم نارا اے ایمان والو بچاؤں اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے روز قیامت اس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا تو یہ مرد کہ انھیں منع نہیں کرنے خود فاسق ہیں اور ناسق کے پیچھے نماز کر وہ ہے اور اسے امام بنا نا گناہ ہے غنیہ میں ہے لو قد موا فاسقا یا ثمنون بلکہ جب اس کی عورت بازار میں ران کھولے پھرتی ہے اور وہ منع نہیں کرتا تو دیوث ہے فی الدرا المختار دیوث من کلا یغادر علی امواتہ او محرمہ ہاں اگر یہ منع کرے روکے جس قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے ہے صرف کرے اور پھر عورت نہ مانے تو مرد بہ الزام نہ رہے گا قال اللہ تعالیٰ لاتزودہ وازناتہ وازرا حوی واللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ -** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک مسجد کا امام ہے اور وہ کارہائے مندرجہ ذیل سے روزی پیدا کرتا ہے - مردہ کا ہٹلانا اور اس کی اجرت لینا سوم میں قرآن مجید پڑھنا اور ناخواندہ لوگوں سے قرآن مجید پڑھوانا اور اس کی اجرت لینا مردے کے کپڑے وغیرہ لینا اور فروخت کرنا اور سود کھانا خفیہ طور سے - اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز اور دوسرا شخص جس کو عام لوگ جانتے ہیں کہ اس کی روزی ناجائز ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں - بینوا توجروا

### الجواب

سود لینا گناہ کبیرہ ہے یوں ہی جس ناجائز طریقہ سے روزی حاصل کی جائے وہ یا تو سرے سے خود ہی کبیرہ ہوگا یا بعد عادت کے کبیرہ ہو جائے گا ناخواندہ لوگوں سے بڑھو اگر اجرت لینا ہے کے معنی سائل نے یہ بیان کیے کہ بے پڑھوں کو بلوا تا ہے اور براہ فریب ان کی قرآن خوانی ظاہر کر کے اجرت لینا ہے یہ صورت خود کبیرہ کی ہے اور تلاوت قرآن کریم پر اجرت لینا ہی ناجائز ہے کما

حقیقہ السید المحقق الشامی فی رد المحتار وشفاء العلیل اور مردے کو نہلانے یا اٹھانے یا قبر کھودنے کی اجرت لینے میں دو صورتیں ہیں اگر فیصل اسی شخص پر موقوف ہو اور لوگ بھی ہیں کہ یہ نہ کرے تو وہ کر سکتے ہیں جب تو ان پر اجرت لینے جائز ہے اور اگر خاص یہی شخص یا جنازہ اٹھانے کو یہی دو چار اشخاص ہیں کہ یہ نہ کریں تو کام نہ ہوگا تو اجرت لینے حرام ہے فی الہندیۃ عن الخلاصۃ رجل استاجر قوما یحملون جنازة او یغسلون میتا ان کان فی موضع لا یجد من یغسلہ غیر ہولاء ومن یحملہ غیر ہولاء فلا اجر لہم وان کان ثمراناس لہم لا اجر وحضر الحفار علی هذا و فی موضع لا اجر لہم لو اخذوا الاجر لا یطیب لہم اور مردے کے کپڑے وغیرہ جو بہ نیت تصدق دیے جاتے ہیں اگر یہ لینے والا محتاج ہے یا غنی ہے اور دینے والے کو اس کا غنی ہونا معلوم ہے یا وہاں بطور رسم امام نماز یا ملائے مسجد کو یہ چیزیں دی جاتی ہیں خواہ وہ محتاج ہو یا نہیں تو لینا جائز ہے اگر چہ غنی کے لیے کراہت سے خالی نہیں اور اگر شخص غنی ہے اور دینے والا محتاج کو دینا چاہتا ہے اور اس نے اپنے آپ کو محتاج جاکر اس سے لے لیے تو حرام ہے کما لا یخفی وقد نبہ فی الحدیقة النندیۃ شرح الطریقة المحمدیۃ علی ادق من هذا اور ہر گناہ کبیرہ خواہ ابتدا کبیرہ ہو یا بعد عادت کبیرہ ہو جائے موجب فسق ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اسے امام بنانا گناہ ہے کما حقیقہ المحقق الحلبی فی الغنیۃ ہاں گناہ کبیرہ خفیہ ہو یا علانیہ فاسق کر دینے میں برابر ہے مگر ایسا خفیہ جس پر بندے مطہر نہ ہوں بندے اس پر حکم نہیں کر سکتے کہ بے جانے حکم کیونکر ممکن کما اوضحہ فی الدر المختار من الشہادۃ فی بیان تقييد هم شرب الخمر بالادمان اور مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوت شرعی نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اسمعیل دہلوی مصنف تقویت الایمان کو حق جانتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں۔ بینا تو جروا

**الجواب**

اگر اس کے ضلالت و کفریات پر آگاہی ہو کما سے اہل حق جانتا ہو تو خود اس کی مثل گمراہ بدین ہے اور اس کے پیچھے نماز کی اجازت نہیں اگر تادانتہ پڑھ لی ہو تو جب اطلاع ہو اعادہ واجب ہے کما ہوا للحکم فی سائر اعداء الدین من المبتدعین الفسقة المردۃ المفسدین اور اگر آگاہ نہیں تو اسے اس کے اقوال ضالہ دکھائے جائیں اس کی گمراہی بتائی جائے رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ بطور نمونہ مطالعہ کرایا جائے اگر اب بعد اطلاع بھی اسے اہل حق کہے تو وہی حکم ہے اور اگر توفیق پائے حق کی طرف فاخوانکم فی الدین۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جلمجدۃ الترواحکم۔

**مسئلہ**۔ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ ہجری

کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بغرض پیشہ کے جو شخص تصادیر دیتا ہے اہل ہندو کی مثل ٹیسو و رادن و رام چندر ویتا وغیرہ کی بناتا ہے اور نوٹو گراف اور منظم اور حرامی اور علی العموم جن اشخاص کی عورات بے پردہ سر بازار پھرتی ہیں تو اس حالت میں اشخاص مذکورین کے پیچھے پڑھنا نماز کا جائز ہے یا نہیں اور اگر پڑھ لی ہو تو عادی اس کا چاہیے یا نہیں۔ بینا تو جروا

## الجواب

جاندار کی تصویر بنانی دستی ہو خواہ عکسی حرام ہے اور عبودان کفار کی تصویریں بنانا اور سخت تر حرام و اشد کبیرہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اشد الناس عذاباً یوم القیۃ المصورون بیشک سب سے زیادہ سخت عذاب روز قیامت مصوروں پر ہوگا رواۃ الاثمة والشیخان عن عبد اللہ بن مسعود عن ام المومنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یوں ہی غلم فاسق فاجر ترکیب کیا ہے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ملعون من یعمل عمل قوم لوط ملعون ہے جو قوم لوط کا کام کرے رواۃ احمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کی عورت بے ستر باہر پھرتی ہے کہ بازو یا گلاب پیٹ یا سر کے بال یا پٹنڈی کا حقہ غرض جس جسم کا چھپانا فرض ہے کھلا ہوا ہے یا اس پر ایک باریک کپڑا ہو کہ بدن چمکتا ہو اور وہ اس حالت پر مطلع ہو کہ عورت کو اپنی حد مقبوضہ تک نہ روکتا ہو بندوبست نہ کرتا ہو وہ بھی فاسق و دیوث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا یدخلون الجنة العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء یمین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کو ایذا دینے والا اور دیوث اور مردوں کی صورت بننے والی عورت رواۃ الحاكم والبیہقی بسند صحیح عن بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما در مختار میں ہے دیوث من لا یغار علی امرأۃ او محرمہ جو اپنی عورت یا اپنے کسی محرم بد غیرت نہ رکھے وہ دیوث ہے اسی طرح اگر عورت جوان اور محل فتنہ ہے اور اس کے باہر پھرنے سے فتنہ اٹھتا ہے اور یہ مطلع ہو کہ باز نہیں رکھتا جب بھی کھلا دیوث ہے اگرچہ پورے سر کے ساتھ باہر نکلتی ہو ان سب لوگوں کو امام بنا نا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام ہے نہ پڑھی جائے اور پڑھ لی تو اعادہ ضرور ہے کما حققہ فی الغنیۃ وفصلنا فی فتاونا اور حرامی کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی اور خلاف ادنیٰ ہے جبکہ وہ سب حاضرین سے زیادہ سائل نماز و طہارت نہ جانتا ہو اگر امام اور نہ ملے تو ضرور اس کے پیچھے پڑھی جائے اس عذر سے ترک جماعت جائز نہیں فان الواجب لا یتک لاجل خلاف اولیٰ اور دفع کراہت کے لیے اعادہ مستحب کما بدینہ فی الدر المختار واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض بواسیر کا ہے اور متے کثرت سے ہو گئے ان میں سے آلائش رنگ زردی مائل خارج ہوتی ہے و نیز کثرت متوں سے اخراج ریح فضلہ براز کا دھبہ بھی کپڑے پر آجاتا ہے کہ جو عجم سوں کی چیز سے وقت اجابت کسی جگہ اندر الجھا ہوا رہ جاتا ہے ان دونوں حالتوں میں کپڑا ہر وقت نجس رہتا ہے زید مذکور ہر طرح انتظام مثل لنگوٹ باندھنا دیا تین پاجامے رکھنا اور ان کا وقتاً فوقتاً دھو کر پاک رکھنا یہ سب کچھ کر چھوڑا مگر کچھ نہ ہو سکا خاص کر سفر میں اس سے زیادہ دقتیں پیش آتی ہیں اور خصوصاً امامت کرنا اگرچہ وہ امامت سے مد گذر کرتا ہے مگر اس صہت میں وہ کیا کر سکتا ہے کہ ادائے نماز فرض کے واسطے کھڑا ہوا اور بعد کو اور نمازی اگر مقتدی بن گئے بجز اس کے کیا چارہ کہ نماز ادا کرے ان دقتوں کی حالت میں زید مذکور کو کیا کرنا چاہیے کہ جس سے بے کراہت نماز ادا کرے اور وہ کپڑا حکم پاکی کا رکھے۔ بینوا توجروا

الجواب - اگر حالت ایسی ہے کہ کپڑا پاک کرے یا بے تو فرض نہ پڑھنے پائے گا کہ پھر نجس ہو جائے گا یعنی باز ساڑھے چار ماشہ سے



نائد یا وہ زرد پانی رو پیہ بھر کی مساحت سے زیادہ آجائے گا تو دھونے کی کوئی ضرورت نہیں ورنہ بے دھوئے خود اس کی اپنی نماز نہ ہوگی اور جبکہ وہ حلیت معذوری میں ہے یعنی کسی وقت کامل نماز کا ایسا کر گیا شروع سے ختم تک کہ اُسے دھو کر کے فرض پڑھ لینے کی فرصت نہ ملی اور جب سے برابر ہر وقت نماز میں یہ نجاست آتی رہتی ہے اگرچہ وقت میں ایک ہی بار تو وہ ایسی حالت میں امامت نہیں کر سکتا لوگ اگر اگر شامل ہوں ہر نہ کہے بکیر آواز سے نہ کہے وہ لوگ خود الگ ہو جائیں گے اور اس پر بھی حیدانہ ہوں تو بعد سلام اطلاع کر دے کہ میں معذور ہوں میرے پیچھے نماز جائز نہیں تم اپنی پھر پڑھ لو فی الدال المختار ان ساعلی ثوبہ فوق الدرہم جازلہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ یغنی قبل الفراغ منها الی الصلاة والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ہوا المختار للفتویٰ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از دلیر گنج پدگنہ جہاں آباد ضلع پبلی بحیث مرسلہ خلیفہ الہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۸ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص قواعد تہجد سے ناواقف ہو اُس کو امام کیا جائے یا نہیں اور اگر کیا جائے تو اس کے پیچھے قواعد داں کی نماز ہوگی یا نہیں اور عام لوگوں یعنی غیر قواعد داں کی نماز بھی اس کے پیچھے ہوگی یا نہیں - بینوا توجروا

### الجواب

اگر ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ معنی میں فساد آتا ہے مثلاً حروف کی تبدیل جیسے ع ط ص ح ظ کی جگہ ا ت س ذ پڑھنا کہ لفظ حمل رہ جائے یا معنی میں تغیر فاحش راہ پائے یا کھڑا پڑا کی بدتمیزی کہ حرکات بڑھ کر حروف مدہ ہو جائیں اور وہی قباحتیں لازم آئیں جس طرح بعض جہال مستعین کو نشا عین پڑھتے ہیں کہ بے معنی ہے یا لا الہ الا اللہ تحشرون بلام تاکید کو لا الہ الا اللہ تحشرون بلام تاکید کہ تغیر معنی ہے تو ہمارے ائمہ متقدمین کے مذہب صحیح و معتد متحققین پر مطلقاً خود اس کی نماز باطل ہے کہما حقیقہ و رجحہ المحقق فی الفتح والحبلی فی الغنیۃ وغیرہما فی غیرہما اور جب اُس کی اپنی نہ ہوگی تو قواعد داں وغیرہ قواعد داں کی اس کے پیچھے نہ ہو سکے گی فان صلاة المأموم مبتنیۃ علی صلاة الامام اور اگر وہ غلطیوں ہے کہ حرف بروج صحیح ادا نہیں کر سکتا جس طرح آج کل عام دہقانوں اور بہت شہریوں کا حال ہے تو اب جمہور متاخرین کا بھی فتویٰ اسی پر ہے کہ اس کے پیچھے صحیح غواں کی نماز باطل کہما افادہ العلامة الغزی والعلامة الخیر المصلی وغیرہما اور جب اُس کی اپنی نہ ہوگی اور اگر غریبوں ہے کہ سیکھنے کی کوشش نہ کی یا کچھ دنوں کے چھوڑ دی اگر لپٹا رہتا تو امید تھی کہ آجاتا جب تو ایسی غلطی ان کے نزدیک بھی خود اس کی اپنی نماز کو بھی باطل کرنے کی کما فی الخلاصۃ والفتیہ وغیرہما عامۃ الکتب غرض ایسا شخص امام بنانے کے لائق نہیں وقد فصلنا القول فی تلك المسائل فی عدة مواضع من فتاونا اور اگر ایسی غلطی نہیں کرتا جس سے فساد معنی ہو تو نماز خود اس کی بھی صحیح اور اس کے پیچھے اور سب کی صحیح پھر اگر حالت ایسی ہے کہ تہجد کے امور ضروریہ واجبات شرعیہ ادا نہیں ہوتے جن کا ترک موجب گناہ ہے جیسے متصل بقدر ایک الف وغیرہ فہما فصلنا فی فتاویٰ لنا فی خصوص الترتیل - جب بھی اُسے امام نہ بنایا جائے گا نماز اس کے پیچھے بشارت مکروہ ہوگی لا شتما لہا علی امر مؤثم وکونہ فاسقا بتادیہ علی ترک واجب محتتمہ اور اگر ضروریات سب ادا ہو لیتے ہیں صرف محنات زائدہ مثل اظہار اخفا وروم و اشام و تغیم و ترقیق وغیرہ میں فرق پڑتا ہے تو حرج نہیں ہاں قواعد دین کی امامت اولیٰ ہے لان الامام کلما کان اکمل کان افضل واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ -** از بنگالہ سلٹ موضع پیام مرسلہ جناب سورج میاں صاحب معرفت مولوی سلطان الدین صاحب ۱۳ شعبان ۱۳۸۵ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو سے زید نے دربارہ جائیداد مشترک فیہ بینہما نزاع مقدمہ کچری کیا عمرو فتحیاب ہوا زید اس  
گواؤں کا امام ہے اب عمرو نے بوجہ تعصب و مخالفت کے تمام اس کے مقتدیوں کو کہا کہ زید نے کچری میں واسطے فتحیابی اپنے مقدمہ کے جھوٹ  
بولام لوگ اب اُس کے پیچھے نازست پڑو وہ اب امامت کے قابل نہیں رہا تب مقتدیوں نے عمرو سے کہا کہ تم اُس کے جھوٹ بولنے کا  
کوئی ثبوت پیش کرو ہنوز کوئی شاہد نہیں پیش کیا گیا ہے دعویٰ بلا دلیل ہے اور آج تک کبھی زید نے جھوٹ کلمہ اپنی زبان سے نہ نکالا اور  
نہ کسی نے اُس پر دروغ گوئی کا کبھی شک کیا اگر بالفرض اُس کی گذب گوئی پر کوئی گواہ ثابت ہو جائے تو زید قابل امامت رہے گا یا نہیں  
اُس کے پیچھے ناز ہوگی یا نہیں - بینوا توجروا -

### الجواب

ناز اس کے پیچھے ہو جانے میں تو اصلاً شریہ نہیں بحدیث صلاک برود فاجرا اور کچری میں مقدمہ ارجائے سے جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا  
کچریوں میں ہزاروں بار جھوٹے پتے اور پتے جھوٹے ٹھہرتے ہیں انگریزی کچریاں تو شرع مطر سے علاوہ رکھتی ہی نہیں بلکہ یہاں کے اسلامی  
محکمے ہی پوری پابندی شرع سے صراحتہً کنارہ گزین ہماں کامل شرعی عدالتیں تھیں وہاں بھی با آنکہ قاضی شرع جس کے خلاف حکم فرماتے  
اُسے فتادع تناقض کے لیے صراحتہً با شرعاً لکھتے ہیں مگر کسی مدعی یا مدعا علیہ کو صرف اس بنا پر کاذب و فاسق و مرتکب کبیرہ نہیں کہہ سکتے  
کہ حکم حاکم بنظر ظاہر ہوتا ہے اُس سے واقع میں کذب لازم نہیں آتا رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما انا بشر وانکم تختصمون  
الی ولعل بعضکم ان یکون الحق بحجتہ من بعض فاقضی له علی شحوما سمع منه فمن قضیت له بشی من حق اخیه فلا یأخذنه  
فالما قطع قطعة من الناس واه الشیخان عن امر مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علاوہ بریں بعض وقت آدمی کسی شبہ یا سہو یا جہل کے باعث  
اپنے آپ کو حق پر جان کر دعویٰ یا جوابدہی کرتا ہے تو بات واقع میں اگرچہ خلاف ہے مگر اس نے قصہ کذب نہ کیا حکم من اس پر نہ ہوا و مثل  
ذلک کثیر فی خصوصات الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم بل هو الملتعین فیہم علاوہ بریں جب آدمی کا حق مارا جاتا ہو اور وہ بغیر کسی  
ایسے اظہار کے جو بظاہر خلاف واقع ہے حاصل نہ ہو سکتا ہو تو اپنے اچائے حق کے لیے ایسی بات کا بیان شرعاً جائز ہے اگرچہ سامع اُسے  
کذب پر محمول کرے در مختار میں ہے الکذب مباح لاجیاء حق و دفع الظلم عن نفسه الخ و تمام تحقیقہ فی مراد المختار عن تبیین  
المجادع عن الامام حجتہ الاسلام با محصور مذکورہ میں صرف بیان مدعا علیہ کوئی چیز نہیں اگر کسی گواہ سے بھی ثابت ہو کہ زید نے اپنے  
دعویٰ یا تائید دعویٰ میں کوئی بات خلاف کسی تو اُس سے واقعی کاذب و فاسق ہونا ثابت نہیں ہوتا ہاں اگر شہادت شرعیہ سے زید کا کذاب  
فاسق بے حرم ہونا یا ثبوت کو پہنچے تو بیشک اُسے امام بنانا ممنوع اور اُس کے پیچھے ناز پڑنا مکروہ ہوگا کہما ہو حکم الفاسق واللہ  
سبحنہ و تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ -** از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد متراوی ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۸۵ھ

عورت کا اپنے خاندن کے ساتھ ایک ہی محلے پر فرض ناز پڑھنا بایں صورت کہ خاوند امام ہو اور عورت مقتدی کی کیا حکم رکھتا ہے -

## الجواب

اگر عورت اس قدر پیچھے کھڑی ہے کہ اس کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی نہیں تو اقتدا صحیح ہے اور دونوں کی نماز ہو جائے گی اور اگر برابر ہے کہ نیچ میں کوئی حائل ہے نہ کوئی اتنا فاصلہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے اور عورت کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی ہے تو اس صورت میں اگر مرد نے اس کی امامت کی نیت نہ کی تو مرد کی نماز صحیح ہے اور عورت کی فاسد اور اگر مرد نے وقت تحریم نیت امامت زن کی تھی تو دونوں کی گئی فتاویٰ امام قاضی خاں ہیں ہے الامراة اذا صلت مع زوجها في البيت ان كان قد مہاجذاء قدم الزوج لا تجوز صلاتهما بالجماعت وان كان قد مہا خلف قدم الزوج الا انها طویلة تقع راس المرأة في السجود قبل راس الزوج جازت صلاتهما لان العبرة للقدم والمختار میں ہے الزلیعی قالی المعتبر فی محاذاة الساق والکعب فی الاصح وبعضهم اعتبر القدم مہا فعلى قول البعض لو تاخرت عن الرجل ببعض القدم تفسد وان كان ساقها وكعبها متاخرا عن ساقه وكعبه وعلى الاصح لا تفسد وان كان بعض قدمها محاذيا لبعض قدمه الخ در مختار میں ہے حاذیہ مشتملة ولا حائل بينهما قلہ قد ردہا عا فی غلط اصیغ او فوجہ تسع رجلا فی صلاة مطلقة مشتركة تحريمية واداء واتحدت الجهة فندت صلاته لو مکلفان نوى الامام وقت شرعه لا بعدة امامتها والا ينها فندت صلاتها م مختصرا والله تعالى اعلم

مسئلہ - ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فراتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود خوار اور رشوت خور اور جس شخص کی بی بی بے حجاب رہتی ہے اور جو شخص جھوٹی گواہی دیتا ہے اور جو شخص بعض اوقات نماز بڑھتا ہے ان سب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں جواز و عدم جواز کی کیا دلیل ہے۔

## الجواب

سود خوار اور رشوت خور اور جھوٹی گواہی دینے والا اور قصد البعض اوقات نماز چھوڑنے والا یہ سب فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کما فی الغنیة عن الحجة واقرة فی مراد المختار وتفصیله فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلاة وروائی عدی القلید اور جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہے اسی طرح کہ جن اعضا کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ ظاہر ہوتا ہے مثلاً سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پنڈلی کا حصہ خواہ یوں کہ ان مواقع پر کپڑا ہی نہ ہو یا ہو تو باریک کہ ستر نہ کر سکے یا باہر نہیں نکلتی مگر گھر میں غیر محرم بکثرت آتے جاتے ہیں اور وہ ایسی ہی حالت میں رہتی ہے اور شوہران امور پر مطلع ہے اور منع نہیں کرتا تو وہ خود ریوٹ ہے فاسق ہے فان الذی ریوٹ کما فی الحدیث وکتب الفقہ کالمد و غیرہ من لا یغار علی اہلہ اور اگر ایسا نہیں بلکہ تمام بدن کے پورے ستر عورت کے ساتھ گھر میں کسی نامحرم مثلاً جیٹھ دیور ہنوی یا اپنے چچا خال ماموں چھوچی کے بیٹوں کے سامنے ہوتی ہے یا کم قوم لوگوں کی عورت جو خوب بوٹے اور ڈھیلے کپڑے پہنے سارا بدن ڈھانکے اپنی ضرورتوں کے لیے باہر آتی جاتی ہے یا عورت تو بے حجابی اسی طرح کرتی ہے مگر مرد اسے اپنی حد قدرت تک روکتا ہے منع کرتا ہے اور وہ نہیں مانتی تو ان صورتوں میں شوہر پر کچھ الزام نہیں اور اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز میں کراہت نہیں ہو سکتی۔ قال الله تعالى لا تؤنسوا ذرۃ وزرا اخوی والله تعالى اعلم۔

**مسئلہ -** از بسوی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل الرحمن صاحب ۹ شعبان المعظم ۱۳۱۹ ھجری  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) وہ کون کون شخص ہیں مسلمانوں میں جن کے پیچھے نماز درست نہیں (۲) کوئی  
صورۃ میں نابینا کے پیچھے نماز درست ہے یا بالکل ناجائز۔

**الجواب**

(۱) بہت لوگ ہیں از انجملہ غیر مقلدین اور رافضی اور وہ وہابی جن کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
فرماتے ہیں الصلاة خلف اهل الاهواء لا تجوز جو قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے فساد معنی ہو جس کی طہارت صحیح نہ ہو اگرچہ  
معذوری کے وجہ مثلاً جیسے معاذ اللہ سلس البول یا ہر وقت ریح خارج ہونے کا عارضہ ہے یا زخم یا پھوڑے سے خون یا زرد آب بہتا ہے  
اسی طرح وہ شافعی المذہب مثلاً جس نے اپنے طور پر طہارت صحیح کی مگر مذہب حنفی میں صحیح نہ ہوئی مثلاً سر کے صرف ایک بال کا مسح کر لیا  
یا نہ دلوں کو وضو کا اعادہ نہ کیا کہ حنفی کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی ان کے سوا اور بکثرت صورتیں ہیں کہ کتب مذہب میں اس کی تفصیل ہے (۲) نابینا  
کے کپڑے پر اگر نجاست بقدر منع نماز لگی ہے اور اسے خبر نہیں یا اس کے زخم یا پھوڑے سے خون بہا اور اس نے نہ دیکھا تو اس صورت میں اسکے  
پیچھے نماز ناجائز ہے ورنہ صرف کردہ تنزیہی اور خلافت اولیٰ ہے جبکہ سب حاضرین سے علم زیادہ نہ رکھتا ہے ورنہ وہی امام کیا جائیگا واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ -** از گور بازار ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ ھ

**نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حافظ کریم بخش امام مسجد گور بازار یتیموں کا مال پوشیدہ لے جانے  
میں شریک ہوئے اور اقرار بھی کیا اور اسوا اسکے اور کچھ بھی اس سب سے مقتدیوں نے اقتدا کرنا چھوڑ دیا اور امام دوسرے کی اقتدا کی تب  
امام اول ایک مولوی کو بلا کر لایا اور کچھ دے کر ادھر یہ بھی منگایا کہ آٹھ آنہ ماہواری بھی دینے کا اقرار کیا مولوی صاحب سے کچھ بیان کرایا اور اس میں  
کچھ حق بھی بیان کیا اور کچھ طرداری بھی کی آیا مولوی صاحب اس آیت کے حکم میں داخل ہوئے یا نہیں ولا تشتروا بآبائی ثنا قلیلا اور  
مولوی صاحب نے مقتدیوں کو سمجھایا اور ان کی امامت قائم کرادی اور امام نے مقتدیوں سے معافی چاہی مقتدیوں نے دونوں اماموں کو قائم رکھا  
اور امام اول کی خطا مقتدیوں کے معاف کرنے سے یتیموں کی حق تلفی جو کہ وہ بھی معاف ہوئی یا نہیں یا امام اول کو یتیموں کا حق دینا پڑے گا  
اور دلوں کا پڑے گا یا نہیں اور ایک آدمی خوش الحانی کو ضروریات سے جاننے والا ہے امام کی آیا یہ شرط ہے از روئے شرع شریعت کے یا نہیں  
اور ایک شخص پابندی نماز کی نہیں کرتا ہے فاری میں دخل بہت ہے وہ امام اول کو چاہتے ہیں کہ یہ ہے اور دوسرے کو نہیں چاہتے اور امام دوسرے  
کی حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث و تفسیر و فقہ و اصول عربی میں دخل ہے اب اقتدا واسطے مقتدیوں کے کس کی امامت افضل اور بہتر ہے اور عالم  
کے پیچھے نماز پڑھنا ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی آیا اس کا ثبوت شرع شریعت میں ہے کہ نہیں اور امام اول کی اقتدا  
ابھی تک بعض لوگ کمرہ جاتے ہیں - بینوا توجروا مع حوالہ کتاب -

**الجواب -** پرایا مال بے اذن شرعی خفیہ لینا چوری ہے اور چوری گناہ کبیرہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یسرق

السارق حين يسرق وهو مومن چور چوری کرتے وقت ایمان سے الگ ہوتا ہے اور یمیں کا مال ناحق لینا سخت ترکیرہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یا کلون اموال الیتامی ظلما انما یا کلون فی بطونہم ناراً ویصلون سعیراً جو لوگ یمیں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ کھاتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں جائیں گے یمیں کا حق کسی کے معاف کیے معاف نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ خود یتیم کا دادا یا ماں یا کسی نابالغ کے ماں باپ اس کا حق کسی کو معاف کر دیں ہرگز معاف نہ ہوگا فان الولایۃ للنظر لا للضوء بلکہ خود یتیم و نابالغ بھی معاف نہیں کر سکتے نہ ان کے معافی کا کچھ اعتبار ہے للہجرا التام عما ہو ضرر محض یمیں کا حق ضرر دینا پڑے گا اور جو نکلوا سکتا ہے اسے چاہیے کہ ضرر دلا دے ہاں یتیم بالغ ہونے کے بعد معاف کرے تو اس وقت معاف ہو سکے گا مقتدیوں نے کہ ایسی حرکات ناشائستہ کے باعث امام اول کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی بہت اچھا کیا انھیں اسی کا حکم تھا کما حقہ فی الغنیۃ عن فتاویٰ الحجۃ واقربہ فی رد المحتار وقد تکرر بیانہ فی فتاویٰ منا جس شخص نے کچھ کے کہ بعض ناجن باتیں امام اول کی طرفاری کے حق میں ملا دیں وہ ضرر آریہ کریم لا تشتر و آیاتی ثنا قلیلا اور آریہ کریم لا تلبسوا الحق بالباطل کا مورد ہوا امام کے لیے خوش الحانی کچھ ضرر نہیں جو اسے ضروری و شرط بتائے شروع مطہر پافرا کرتا ہے بلکہ خوش الحانی بعض وقت مضر ہوتی ہے کہ اس کے سبب آدمی اترا تا ہے یا کم سے کم اتنا ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع و خضوع کے بدلے اپنے الحان بنانے کا خیال رہتا ہے فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا یبغی للقوم ان یقدموا فی التواضع الخوشخوان و لكن یقدموا للدرستخوان فان الامام اذا قرأ بصوت حسن یشغل عن الخشوع والتدبر والتفکر امامت عالم کا خاص حق ہے اس کے ہوتے دوسرے کو ترجیح نہیں جبکہ وہ عالم صحیح خواں و صحیح العقیدہ ہو فاسق نہ ہو حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان سرکہم ان تقبل صلا تکر فلیؤمکم علماء کھر فانہم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم اگر تمہیں اپنی نمازوں کا قبول ہونا پسند ہو تو چاہیے کہ تمہارے علماء تمہارے امامت کریں کہ وہ تمہارے واسطہ و سفیر ہیں تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے درمیان۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن مرشد بن ابی مرثا الغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاص یہ لفظ کہ عالم کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کسی حدیث میں نظر سے نہیں گزری ہاں یہ صحاح کی حدیث ہے کہ العلماء و رثۃ الانبیاء و علماء انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وارث ہیں اور ہلایہ میں ہے من صلی خلف عالم تقی کا نماصلی خلف نبی جس نے کسی عالم متقی کے پیچھے نماز پڑھی گویا نبی کے پیچھے پڑھی لکن لم یعرفہ الخ چون وقال الزبلی ہو عن رب امام اول اپنی اس حرکت سے ضرور فاسق ہوا اور فاسق کے پیچھے نماز ضرور مکروہ ہے جبکہ سچی توبہ کرے اور مال لینے کی توبہ بنیر مال واپس دے ہرگز صحیح نہیں تو جب تک وہ یمیں کا حق نہ پھیرے نماز اس کے پیچھے بیشک مکروہ مسئلہ - ۳۰ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ

ندویوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ندویوں میں کچھ نجری ہیں کچھ منکران ضروریات دین رافضی یہ بالاجماع کا فرم تہ ہیں اور ان کے پیچھے نماز محض باطل کچھ غیر کافر رافضی و ابائی تفضیلی غیر مقلد و غیر ہم بد مذہب ہیں کچھ وہ نئے بگڑے گمراہ ہیں جنہوں نے اب ندوہ جماع کے اپنے دین کی بیج کنی کی ندوہ کی

رودادوں کچھوں میں جن کے کلمات ضلالت چھاپے گئے یہ سب ضال مضال گمراہ بددین ہیں اور ان کے پیچھے نماز پانا جائز جیسے عام غیر مقلدین کماحققناہ فی النہی الاکید عن الصلاة وراعی العدی التقليد یا گناہ وکروہ تحریمی کما بینناہ فی غیر موضع من فتاوانا یوں ہی وہ خود پہلے بد مذہب تھے اور نہ اب کلمات بد مذہبی کے گمراہ کچھاروں کے اقوال ضلالت سے پسند کیے اور ان پر راضی ہوئے ان کی اشاعت کی حمایت کی یہ سب کل بوجہ رضا و نصرت باطل اہل باطل و ارباب ضلال اور اسی حکم میں ان کے شریک حال ہو گئے کچھ وہ ہیں جن بیچاروں کو اطلاع نہیں کہ ان ظلمہ نے کیا کیا ہے صرف مولویوں کا جلسہ سن کر شریک ہو گئے جب تک مطلع نہ ہوئے معذور ہیں بعد اطلاع پھر شریک رہے تو اقل درجہ فاسق ضرور ہیں اور فاسق کے پیچھے بھی نماز مکروہ فتاویٰ حجہ وغیرہ شریعہ وغیرہ میں تصریح فرمائی کہ یہ کراہت تحریم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از بریلی محلہ سرخہ ۲۴، محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

علمائے دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ گروہ دہا میں یعنی فرقہ غیر مقلدین داخل ہے اہل سنت و جماعت میں یا خارج ان سے اور فرقوں ضالہ سے اور ہم مقلدوں کو ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی مساجد میں باوجود خوف فساد کے آنے دینا درست ہے یا نہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجرا الجزیل

**الجواب**

فی الواقع فرقہ غیر مقلدین گمراہ بددین ضالین مفسدین ہیں انھیں امام بنانا حرام ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے ان سے مخالطت آگ ہے صورتہ مذکورہ سوال میں انھیں مساجد میں ہرگز ہرگز نہ آنے دیا جائے قال اللہ تعالیٰ و عہدنا لابی ابراہیم و اسمعیل ان طہرا بیتی حدیث میں ہے امور النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور وان تنظف و تطیب بخاتم کما قاذورات مثل آب دہن و آب بینی با آنکہ پاک ہیں مسجد سے ان کا دور کرنا واجب تو بد مذہب گمراہ لوگ کہ ہر شخص سے بدتر شخص ہیں حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اہل البدع ش الخلق و الخلیفۃ بد مذہب تمام مخلوق سے بد تمام جان سے بدتر ہیں دوسری حدیث میں ہے اصحاب البدع کلاب اہل النار بد مذہب لوگ جنہوں کے کتے ہیں تو ایسے لوگوں کو خصوصاً بحال فتنہ و فساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصف قدرت مساجد میں کیونکر آنے دیا جاسکتا ہے قال اللہ تعالیٰ و الفتنۃ اشد من القتل فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے عینی شرح بخاری و در مختار وغیرہ میں تصریح ہے کہ مسجد سے موزی نکال دیا جائے ولو بلسانہ اگرچہ صرف زبانی ایذا دیتا ہے نجاستیں دھونے سے پاک ہو جاتی ہیں اور بد مذہب ہرچہ شوئی پلید تر باشد اذاذنا اللہ منهم ومن حالہم وعقائدہم و اعمالہم بجاہ نبیہ الکریم علیہ و علی آلہ افضل الصلاۃ و التسلیم واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از جالس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی محمد ابراہیم مرسلہ حاجی ولی اللہ صاحب ۲، ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کی عورت بے پردہ عوام عورتوں کی طرح پھرتی ہو اور اس کا شوہر اس کو منع نہ کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو دیوث کہنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

## الجواب

عورت اگر باہر بے پردہ باریک کپڑوں میں پھرتی ہو کہ ان سے بدن چمکے یا گلے یا بازو یا پیٹ یا پنڈلیوں یا سر کے بالوں کا کوئی حصہ کھولے پھرتی ہے اور شوہر مطلع ہے اور باوصف قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از جالش ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۷ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص ہیں اور دونوں عالم اور پابن صوم و صلاۃ کے ہیں مگر ایک رذیل ایک شریف دونوں میں سے کس کو ترجیح ہوگی مرتبہ اور امامت وغیرہ میں۔ بلیذا توجروا

## الجواب

امامت میں بعد اس کے کہ دو شخص جامع شرائط امامت سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق محارب ہوں قرآن عظیم صحیح پڑھتے حدیث بخارج سے بقدر تمایز ادا کرتے ہوں سب سے مقدم وہ ہے کہ نماز و طہارت کے مسائل کا علم زیادہ رکھتا ہو پھر اگر اس علم میں دونوں برابر ہوں تو جس کی قرأت اچھی ہو پھر جو زیادہ پرہیزگار ہو شہادت سے زیادہ بچتا ہو پھر جو عمر میں بڑا ہو پھر خوش خلق ہو پھر جو تہجد کا زیادہ پابند ہو یہاں تک شرف نسب کا لحاظ نہیں جب ان سب باتوں میں برابر ہوں تو اب شرافت نسب سے ترجیح ہے فی التوزید والد والاحق بالامامة الا علمہ بالحکام الصلاۃ لبشط اجتنبہ للفواحش الظاہرة ثم الاحسن تجویدا ثم الاولوع ثم الاسن ثم الا حسن خلقا بالضم والفة بالناس ثم اکثرہم تہجدا ثم الاشرف نسباً ثم اخصراً ہاں اگر رذیل اس درجہ کا ہے کہ اسکی امامت سے عام لوگ نفرت کرتے ہیں جماعت میں خلل پڑتا ہے تو اس کی امامت نہ چاہیے لان التنفیر من اشد ما یجتزئ عنہ ہہنا وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً لبش واولا تنفوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## مسئلہ - ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ میلاد شریف کی مجلس کے حاضر نہ ہونے والے کے پیچھے اور قیام سے کراہت کرے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

## الجواب

مجلس مبارک کی عدم حاضری اور قیام سے کراہت اگر بر بنائے وہابیت نہ ہو مثلاً اس وقت حاضری کی فرصت نہیں کسی امر اہم میں مصروف ہے یا دہاں پڑھنے والا روایات بے اصل یا نظم و شریعت پر ٹھٹھے کا یا صاحب مکان سے دینی یا دنیوی مخالفت ہے جس کا الزام شرعاً اسی صاحب مکان پر ہے وغیر ذلک من العوائع اور قیام سے کراہت صرف اس سلسلے میں کہ خطا کے باعث ہے نہ اصول و ہابیت مان کر تو ان صدقوں میں اُس کے پیچھے نماز درست بلا کراہت ہے مگر ان بلاد میں صورت انکار و کراہت بے ضلال اصول و ہابیت پائی نہیں جاتی مجلس مبارک و قیام مقدس سے یہاں وہی منکر ہیں جو دہاں کی گمراہ خاسر ہیں اور وہاں یہ کے پیچھے نماز ناجائز و گناہ۔ کما حققنا فی عدة مواضع من فتاونا و رسالتنا النہی الالکید وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم۔



## مسئلہ - ۲۰۷ بیع الاخر شریف مسئلہ ۲۰۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ ذر بات نماز کے چند مسائل جانتا ہے چند مدت سے ایک مسجد کا امام ہے لوگوں نے اُسے تعزیوں میں مرثیے پڑھتے دیکھا ہے دوسرا حافظ شیخ صدیقی پنجابی کل مسائل نماز سے واقف ہے مگر وہ گاہ گاہ مسجد میں آتا ہے اس کی موجودگی میں اسی امام معین کے پیچھے نماز میں کچھ قصور تو نہ ہوگا اور دونوں ہوں تو کون امامت کرے۔

## الجواب

تعزیوں کی تنظیم اور آج کل کے ناجائز مرثیوں کا بڑھنا بدعت یا فسق سے خالی نہیں اور دونوں صورتوں میں ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور وہ دوسرا حافظ اگر بلا عذر شرعی جماعت مسجد میں کبھی آتا ہے کبھی نہیں تو ترک جماعت بھی فسق ہے اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ ایسی صورت میں تیسرے شخص کو امام کیا جائے جو عقیدہ بدعتی ہو قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو فاسق نہ ہو مسائل نماز و طہارت سے خوب واقف ہو اور اگر یہ دوسرا حافظ سنی صحیح العقیدہ صحیح خواں غیر فاسق ہے جماعت کو جس وقت اس مسجد میں نہیں آتا دوسری مسجد میں جاتا ہے یا کسی عذر شرعی کے سبب ترک کرتا ہے تو اس کی اقتداء میں حرج نہیں اُس کے ہوتے ہوئے وہ امام مقرر نماز نہ پڑھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۰۸ شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں امام مقرر ہو اس کی بغیر اجازت دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں بینوا تو جروا

## الجواب

جے اُس کی اجازت کے دوسرے کو امامت نہ چاہیے جبکہ وہ امام معین صالح امامت ہو یعنی سنی صحیح العقیدہ کہ قرآن عظیم صحیح پڑھے اور اس کا فسق ظاہر نہ ہو درمختار میں ہے امام للسجد للراتب اولی بالامامة من غیرہ مطلقا الخ و فی رد المحتار من التمسار خاتمة ما یفید المنع ان امداد الله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۰۸ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں رہتا ہے اور امامت پر مقرر ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ امر و نکر کوں سے محبت رکھتا ہے اور ایک لڑکا ضرور رکھتا ہے جب اس کو چھوڑ دیتا ہے دوسرا جو بڑ کر لیتا ہے خلوت میں بھی وہ لڑکے اس کے پاس بیٹھتے ہیں بعض وقت انھیں پیار کرتے بھی دیکھا گیا ہے اس کی شکایت میں شخص مذکور کو پولیس تک بھی پہنچا ہوا مگر پولیس کی دھمکی پر بھی باز نہ آیا آخر مسلمانوں نے اپنی مسجد سے نکال دیا کہ ہم مسجد میں ایسی ناشائستگی پسند نہیں کرتے اب دوسری مسجد میں آیا یہاں بھی وہی حال ہے یہی صورت میں اُسے امام بنانا اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

## الجواب

ایسے شخص کو کہ متمم ہے امام بنانا نہ چاہیے لان التعمد توجب تقلیل الجماعة وهو عکس مقصود الشریعة مسلمانوں کو چاہیے کہ دوسرے شخص سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق وغیر متمم کو کہ قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو اور نماز و طہارت کے مسائل سے آگاہی رکھتا ہو امام

مقرر کریں اور شخص کہ کسی طرح اس عادت سے باز نہیں آتا امامت سے جدا کر دیا جائے نہ مسجد میں سکونت کے لئے لان الخلوۃ القبیحۃ بالامور اخبت من الخلوۃ بالاجنبیۃ فیئزہ المسلمین عنہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از حیدر آباد دکن یا قوت پورہ مسجد کبیلہ مکان منقشہ ۱۹۵۸ء مسئلہ سید عبد اللطیف صاحب توسط مولوی ابوالسائین محمد ضیاء الدین صاحب متمم تحفہ خفیہ ۲، ربیع الآخر شریف ۱۳۲۶ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین محمدی و مستفیدان شریعت مصطفوی و تابعین مذہب حنفی اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب زوجان خوبصورت لائق امامت فن قرأت سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں اور مسائل ما تجوز بہ الصلاۃ سے واقف مذہب حنفی کے تابع ہیں دوسرے صاحب حال میں مذہب حنفی ترک کر کے مذہب حنبلی اختیار فرمائے ہیں فن قرأت سے بمقابلہ صاحب اول کے ناواقف ہیں مگر مسائل ما تجوز بہ الصلاۃ اور قدرے ریش بھی رکھتے ہیں پس حال مند جب بالا میں حسب قواعد خفیہ بفرض امامت بلا کسی علت و کراہت کے ہر دو صاحب میں سے کس کو ترجیح دی جاسکتی ہے جس مقام پر کثرت سے مقتدی تابعین مذہب حنفی کے بوقت جماعت موجود ہوں بہ السائل حسین خان حنفی

### الجواب

عبارت سوال ابہام و اجمال و تعدد احتمال رکھتی ہے دوسرے صاحب فن قرأت سے بمقابلہ صاحب اول کے ناواقف ہیں ممکن کہ یہ ناواقفی صرف امور زائدہ میں ہو جن پر صحت و فساد نماز مبنی نہیں اگرچہ واجبات بخود بلکہ واجبات شرع سے بھی ہوں یا شرعاً خواہ تجویزاً بھی صرف محتملات و مستحبات ہوں جیسے وقف و وصل و مد و قصر و اظہار و اخفا و تغنیم و ترقیق و روم و اشمام وغیرہ کہ اکثر ان میں واجبات بخود سے ہیں اور امثال و بدھنصل کی رعایت شرعاً بھی واجب اور ترک حرام مگر ان میں کسی کا ترک اصلاً مفسد نماز نہیں اور ممکن کہ امولاً لازمی ہو جیسے تمایز حروف جہاں تغیر موجب فساد معنی ہو صورت ثانیہ میں صاحب دوم کے پیچھے نماز باطل و فاسد ہوگی بخلاف صورت اولیٰ اور دوسرے صاحب قدرے ریش بھی رکھتے ہیں اس میں بھی دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ان کے تھوڑی تھوڑی داڑھی نکلی ہے پہلے صاحب محض امر دہیں اس تقدیر پہ پہلے صاحب کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی فی الدار المختار تکرہ خلف امر فی رد المختار الظاہر اغنا تزیحیۃ والظاہر ایضاً کما قال الرحمتی ان المراد بہ الصلیح الجہ لان محل الفتنة دوسرے یہ کہ دوسرے صاحب قدرے ریش باقی رکھتے ہیں اگرچہ زیادہ کتر و ادیتے ہیں بخلاف صاحب اول کہ اصلاً نہیں رکھتے اس تقدیر پر دونوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور انھیں امام بنانا گناہ کا دعویٰ منہ اتنا اور کتر و اگر حد شرع سے کم کرنا دونوں حرام و فسق ہیں اور اس کا فسق بالاعلان ہونا ظاہر کہ ایسوں کے مونہ پر جلی قلم سے فاسق لکھا ہوتا ہے اور فاسق ملعون کی امامت ممنوع و گناہ ہے کما نص علیہ فی الغنیۃ عن الحجۃ وحققناہ فی فتاونا اور مذہب اربعہ حقہ سے کسی دوسرے مذہب والے کے پیچھے حنفی کی اقتدا میں چند صورتیں ہیں۔

(۱) اس خاص نماز میں معلوم ہو کہ امام نے کسی فرض یا شرط وضو یا نماز یا امامت مطابق مذہب حنفی کی رعایت نہ کی وقد المسنا ببیان بعضہ مع مالہ وعلیہ فی فتاونا اس صورت میں اس کے پیچھے حنفی کی نماز محض باطل (۲) خاص نماز کا حال معلوم نہ ہو مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ غالباً امور مذکورہ میں مذہب حنفی کی مراعات نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے (۳) عادت بھی معلوم نہیں تو اس کی

امامت مکروہ ہے اور ارجح یہ کہ اب یہ کراہت تحریمی نہیں (۴۴) عادت یہ معلوم ہے کہ ہمیشہ مراعات کا التزام کرتا ہے تو صورت سوم سے حکم اخذ ہے مگر ایک گونہ کراہت سے ہنوز خالی نہیں (۵۵) خاص اس نماز کا حال معلوم ہے کہ اس میں اس نے جمیع امور مذکورہ کی رعایت کی ہے تو اب عند الجہد کراہت اصلاً نہیں اگرچہ پہلے عادت عدم مراعات رکھتا ہو پھر بھی افضل یہی ہے کہ مل سکے تو موافق المذہب کی اقتدا کرے فی الدراختار تکوہ خلف مخالفت کشافی لکن فی وترا البحر ان یقین المراءاة لم یکرہ او عدم مہالہ یصح وان شک کوہ اہ وقد فضلنا القول فیہ فیما علقناہ علی سواد المختار ودالمختار میں ہے قولہ فی وترا البحر الخ ہذا ہوا المعتمد لان المحققین جنحو الیہ و قواعد المذہب شاهدة علیہ وقال کثیر من المشائخ ان عادتہ مراعاة مواضع الخلاف جاز ولا فلا قولہ ان یقین المراءاة ای فی الفرائض من شروط و ارکان فی تلك الصلاة وان لم یراع فی الواجبات والسنن کما هو ظاهر سیاق کلام البحر و ظاهر کلام شرح المنیۃ ایضاً فی رسالۃ الملا علی قادی زہب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاج فی موضع الخلاف والا فلا و اطلعنی اندیمجوز فی المراسع بلا کراہۃ فی غیرہ معہا امم مختصراً امام بحر الرائق بحجتی سے ہے اذا کان مواجیاً فالأقتداء صحیح علی الاصح و یکرہ والا فلا یصح اصلاً اقول والتوفیق بنفی کراہۃ التخریم فی المراسع و اثبات کراہۃ التنزیہ نیز بحر میں ہے الاقتداء بالشافعی علی ثلثہ اقسام الاول ان یعلم منہ الاحتیاط فی المذہب الحنفی فلا کراہۃ الثانی ان یعلم منہ عدمہ فی خصوص ما یقتدی بہ اونی الجملة صحیح فی النہایۃ الاول وغیرہ اختار الثانی و فی فتاوی الزاہدی الزاماً نہ یصح وحسن الظن اولی الثالث ان لا یعلم شیئاً فالکراہۃ پس صورت تفسیرہ میں اگر صاحب دوم میں کوئی امر مضد نہ ہو مثلاً قرآن عظیم کی غلط خوانی بحدافہ یعنی یا اس خاص نماز کے وقت طہارت وغیرہ کسی شرط نماز یا شرط امامت کا وقت جب تو ظاہر ہے کہ اس کی امامت کے کوئی معنی ہی نہیں اب اگر صاحب اول میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بوجہ اجتماع امر دیت وحسن صورت اولی یہ ہے کہ کسی اور صحیح العقیدہ صحیح خواں کو امام کہیں جس میں اصلاً کوئی وجہ کراہت نہ ہو اور اگر صاحب اول میں کراہت تحریم ہے تو واجب کہ دونوں کو چھوڑیں اور کسی اور صالح امامت کی اقتدا کریں اسی طرح اگر صاحب دوم میں کوئی امر موجب کراہت تحریم ہے مثلاً دارمی حد شرع سے کم کرنا یا فرائض بشرائط نماز میں مذہب حنفی کی پرداہ نہ کرنا اگرچہ یہ دو ہی ایک بار اس کے افعال سے مشاہدہ ہوا ہو اور صاحب اول میں کوئی وجہ تحریم نہیں جب بھی یہی حکم ہے کہ صاحب اول سے بہتر امام نہ ملے تو اسی کو امام کرنا لازم اور دونوں میں کوئی وجہ کراہت تحریم ہے تو دونوں کے سوا تیسرا امام پیدا کریں اور اگر صاحب دوم میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہیں اور صاحب اول میں ہے تو حکم بالعکس ہوگا کہ اگر کوئی حنفی صالح امامت تطیف ملے تو اسی کی اقتدا کی جائے ورنہ صاحب دوم ہی کے پیچھے پڑھیں جبکہ اس کی عادت سے معلوم ہے کہ مذہب حنفی کی رعایت کا التزام رکھتا ہے یا معلوم ہو کہ اس خاص وقت میں جامع جملہ شرائط امامت مطابق مذہب حنفی ہے اور اگر دونوں میں کوئی کراہت تحریم نہیں تو اگر معلوم ہے کہ صاحب دوم خاص اس وقت جامع شرائط حنفیہ ہے تو اور کوئی حنفی صالح نہ ملے کی حالت میں اسی کی امامت اولی کہ اس تقدیر پر اس کی امامت بلا کراہت ہے اور اگر حنفی ہوتا تو افضل ہوتا اور صاحب اول میں بوجہ امر دیت وحسن کراہت ہے اور اگر خاص اس وقت شرائط جامعیت معلوم نہیں اور عادت مراعاة معلوم نہیں تو اور کوئی امام تطیف نہ ہونے کی حالت میں صاحب اول ہی کو ترجیح چاہیے کہ اب مذہب جمہور و مشرب منصور پر کراہت تنزیہ میں

دونوں شریک ہوئے اور مخالفت المذہب میں اس قدر زیادت ہے کہ اس کے پیچھے ایک قول پر مطلقاً ناکرہ تحریمی ہے اگرچہ مراعات شرائط بھی کرے یہاں تک کہ اُس کی اقتدار پر تنہا نماز پڑھنے اور جماعت چھوڑنے کو بعض نے ترجیح دی ردالمحتار میں ہے خالفہما العلامة الشیخ ابراہیم البیری بناء علی کراہۃ الاقتداء بجمہ لعدم مراعاتہم فی الواجبات والسنن وان الانفراد افضل ولعمدہ رت امام منہبہ وخالفہما لایضا العلامة الشیخ رحمہ اللہ السندی تلمیذ ابن الہمام فقال الاحتیاط فی عدم الاقتداء بہ ولو مراعیاً واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از ماہ گاجہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۱۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سئلہ میں کہ جمیع اہل اسلام شافعی مذہب ہیں عام جن میں ایک مرتبہ اور چند مرتبہ حج بھی کر آئے ہیں مگر تارک نماز سنت ہیں کوئی بھی کسی وقت کی نماز سنت ادا نہیں کرتا صرف فرض ادا کر لیتے ہیں ان کی امامت واسطے پیر و امام حنفی کے کیسی ہے۔

**الجواب**

شبانہ روز میں بارہ رکعتیں سنت ہو کہ وہ ہیں دو صبح سے پہلے اور چار ظہر سے پہلے اور دو بعد اور دو مغرب و عشاء کے بعد جو ان میں سے کسی کو ایک آدمہ بار ترک کرے سختی طاعت و عتاب ہے اور ان میں سے کسی کے ترک کا عادی گنہگار و فاسق و مستوجب عذاب ہے اور فاسق ملعن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کو امام بنانا گناہ ہے صحیح بہ فی الغنیۃ عن الحجۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از ماہ گاجہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۱۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سئلہ میں کہ عام دستور اور رواج اس ملک کا ہے کہ مستوراتیں باہر نکلتی ہیں ڈولی یا پالکی کا دستور ہے نہ جانتی ہیں غرض کہ پردہ قطعی نہیں ہے کسی تقریب یا عیادت یا کسی ضروریات کو یا پیادہ جانا پوشش ان کی بجائے یا جامہ ایک تہ بند مثل غلات نیکہ کر کے گھٹنوں تک بدن پر مثل ہندوستان چھوٹے کپڑے یا دو پٹے کے استعمال میں نہیں ایک چنہ کے مثل مٹھی ہیں جو نیچا پیر کے تلے تک ہوتا ہے یا سر کا پردہ جب گھر سے باہر نکلتا ہوا تو ایک تہ بند مثل بالا تحریر کے اندر جسم میں بہن لیا سر اور کمر تک کا پردہ ہو جاتا ہے مگر چہرہ کھلے رکھنے کی عادت ہے ہاتھ البتہ بحفاظت پردہ میں رہتے ہیں ان کا نکلنا عام دارتوں کی اجازت سے ہے بلکہ خاوند یا وارث ہمراہ ہوتے ہیں یہ طریقہ عام ہے خواہ نواب ہو خواہ غریب ان لوگوں کی امامت کیسی ہے۔

**الجواب**

عورت اگر کسی نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال اور گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا بادیک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اُس میں سے چکے تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع و لباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں اور ان کے شوہر اگر اُس پر راضی ہوں یا حسب مقدرت بند و بست نہ کریں تو دیوث ہیں اور ایسوں کو امام بنانا گناہ اور اگر تمام بدن سر سے پاؤں تک مٹھے کپڑے میں خوب چھپا ہوا ہے صرف مونہ کی ٹکلی کھلی ہوئی جس میں کوئی حصہ کان کا یا ٹھوری کے نیچے کا یا پیشانی کے بال کا ظاہر نہیں تو اب

فقوی اس سے بھی ممانعت پر ہے اور یہ امر شوہروں کی رضا سے ہو تو ان کی امامت سے بھی احتراز انسب کہ سد فتنہ اہم واجبات شرعیہ سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از ما نو گاجہ ملک پیراگ مسئلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ استنجا کلون سے نہیں کرتے اُسی وقت پیشاب کیا اور فوراً پانی سے استنجائے لیا ان کی امامت کیسی ہے۔

**الجواب**

اس صورت میں ترک سنت ضرور ہے مگر صرف پانی سے اگر انقطاع قطرہ ہو جاتا اور ان لوگوں کو اطمینان مل جاتا ہے تو یہ امر اس حد کا نہیں جس کے ترک بران کی امامت کو ناجائز کرنا جائے جب کہ ان کا منشا کوئی امر بیچ مثل استحقاق سنت حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - الرحید آباد دکن مسئلہ حمین خاں بواسطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مصطفوی اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نے مذہب حنفی ترک کر کے مذہب حنبلی اختیار کیا ہے اور وجہ تبدیل مذہب یہ بتاتے ہیں کہ قریب زمانہ وفات حضرت جناب سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے مذہب حنبلی اختیار فرمائے اس لیے میں نے بھی تبدیل مذہب کیا بس بصورت صحت بیان مولوی صاحب نسبت تبدیل مذہب اقتدائے مولوی صاحب حسب اصول حقیقہ درست ہے یا نہیں جبکہ وہاں کثرت سے حنفی لوگ لائق اقتدار موجود ہوں۔

**الجواب**

ان بلاد میں کہ جہاں مذہب حنبلی مذہب کے عالم ہیں نہ کتاب میں حقیقت چھوڑ کر حنبلیت اختیار کرنا ہرگز ناجائز نہیں انتقال کرنے والا اگر مذہب حنفی کا عالم تھا تو یہ انتقال صراحتہً مرد شرع کے مضاد ہو گا کہ شرع نے طلب علم کا حکم فرمایا اور یہ ترک علم و طلب جہل کرتا ہے حاشا للہ حنبلیت جہل نہیں چاروں مذہب حق و ہدی و رشاد ہیں مگر جہاں نہ جس مذہب کے عالم نہ کتابیں وہاں اس کا اختیار صراحتہً اپنے جہل کا اختیار ہے اور اگر اول سے جاہل تھا تو اپنے لیے علم و عمل کا دروازہ بند کرتا ہے احکام حقیقت سے آگاہ نہ تھا تو فاسد و اہل الذکر کے امثال پر تو قادر تھا اب کہ وہ مذہب اختیار کرتا ہے جس کے اہل ذکر بھی یہاں نہیں تو صراحتہً جہل کے ساتھ عجز ملتا اور اپنے موہ پر شرعیہ ظہر کا دروازہ بند کرتا ہے۔ واللہ الہادی۔

**مسئلہ** - از کلی ناگر پرنہ پورن پور ضلع ہلی بھیت مسئلہ اکبر علی ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ منکوحہ زید کو لفظ طلاق کہنے کا ثبوت نہ پا کر پندرہ بیس مرد و ماہل اسلام نے مشورہ کے اپنا پیش امام مقرر کیا اور مسئلہ دیکھا کہ جس پر موہیر علمائے دین چسپاں تھیں اور علمائے دین نے نماز پڑھانے کی اجازت زید کو دی اور پیش امام مذہب دراز سے امامت کرتے ہیں اور نماز جمعہ بھی پڑھاتے ہیں اور پیش امام حرام کا دوس کو بھی نصیحت کرتے ہیں اور

حرام کاروں نے نصیحت کرنے کے سبب سے دو جماعتیں کر لی ہیں اب ایک مولوی صاحب ان کے یہاں وارد حال مقیم ہیں کہ جو غیر اشترک جافور ذبح کرنے ہیں مولوی صاحب بھی ان کے یہاں کھانا کھاتے ہیں جبکہ کے روز وہ لوگ جو امام سے برگشتہ تھے مولوی صاحب کو مسجد میں لائے اور بروقت آنے مولوی صاحب کے پیش امام اٹھے اور منبر پر بیٹھ گئے اور اذان کا حکم دیا کہ اذان پڑھو اور جو لوگ کہ پیش امام سے برگشتہ تھے اور مولوی صاحب کو لائے تھے پیش امام سے کہا کہ منبر پر سے تم اترو یہ مولوی صاحب نماز پڑھائیں گے جن مردمان اہل اسلام نے کہ پیش امام اپنا مقر کیا تھا اور جو پیش امام منبر پر بیٹھے تھے اُن کے روز وہ اذان کی گئی اس پر مولوی صاحب بولے کہ یہ پیش امام طلاق ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے پیش امام نے اُسی وقت مسئلہ باجائز نماز بمواہیر علمائے دین پیش کیا مولوی صاحب نے مسئلہ دیکھ کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ مسئلہ درست نہیں یہ کلام مولوی صاحب کا سن کر جن اہل اسلام نے اپنا پیش امام مقرر کیا تھا پیش امام سے کہا کہ نماز پڑھاؤ اور مولوی صاحب سے کہا کہ ہم کو اعتبار اس مسئلہ کا ہے کہ جس پر مواہیر علمائے دین موجود اور چپاں ہیں اگر یہ مسئلہ غلط ہوتا تو مواہیر علمائے دین کیونکر اس پر چپاں کرتے اگر تمہاری نماز ان کے پیچھے نہیں ہو سکتی ہے تو نہ ہو ہادی نماز تو ہو سکتی ہے یہ کلام اہل اسلام کا سن کر مولوی صاحب مسجد سے باہر چلے گئے اور بعد ہو جانے نماز جمعہ کے پھر مسجد میں آئے اور دوسری مرتبہ مولوی صاحب نے خطبہ پڑھا اور جمعہ کی نماز پڑھائی تو حاصل کلام یہ کہ اول جمعہ کی نماز ہو جانے کے بعد دوسری نماز جمعہ کی جماعت ہو سکتی ہے اور مولوی صاحب جدید وارد حال امامت کے لائق ہیں یا نہیں - بیٹو! توجروا

### الجواب

جمعہ کے لئے امام وہی ہو سکتا ہے جس کا تقریر بادشاہ اسلام سے چلا آتا ہے یا وہ کہ جسے بضرورت عام مسلمان مقرر کر لیں نماز جمعہ قصداً چھوڑ کر چلا جانا اور پھر بعد ختم جماعت اپنے چند آدمیوں کو لا کر اُسی مسجد میں دوبارہ خطبہ و نماز قائم کرنا ہرگز جائز نہیں یہ کھلی نافرمانی ہوئی اور یہ دوسرا شخص گنہگار ہوا اور فتویٰ شرعی کو زین پر پھینک دینے سے اُس کا حکم بہت سخت ہو گیا علیگیری وغیرہ میں اسے کفر تک لکھا ہے یہ جدید شخص امام بنانے کے لائق نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از کلی ناگرہ پر گنہ پورہ ضلع پبلی بھیت مسئلہ اکبر علی صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص مدت دراز سے امامت کرتا ہے اور بشورہ اہل اسلام پیش امام ہے اور بعد اس امامت کرنے کے پیش امام نے اپنے گھر میں حرام کرایا اور ایک عورت کا حرام پیٹ اپنے گھر میں گروایا تو اب اس کو امامت کرنی چاہیے یا نہیں -

### الجواب

اگر ثابت ہو کہ اس نے حرام کرایا یا حرام کا سامان جمع کیا یا حرام میں کسی طرح سامعی ہمایا اس پر راضی ہوا تو وہ فاسق ہے اُسے ہرگز امامت نہ کرنی چاہیے اور اگر ان میں سے کچھ نہ تھا بلکہ کوئی عورت کسی طرح معاذ اللہ حرام میں مبتلا ہوئی اور اُسے حل رہا اس نے اس کی پردہ پوشی کے لیے اسقاط کرایا جبکہ بچہ میں جان نہ پڑی تھی تو اس پر الزام نہیں بلکہ پردہ پوشی امر حسن ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از کلی ناگرہ پر گنہ پورہ ضلع پبلی بھیت مسئلہ اکبر علی صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پیش امام نے اپنے نفس کے واسطے جھوٹ بولا اور یہ کہا کہ میرے گھر کو آگ لگ گئی ہے تو اس سے پیش امام کی امامت میں فرق تو نہیں آیا اور یہ پیش امام امامت کے لائق ہے یا نہیں۔

### الجواب

اگر اس نے جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکہ دیا اُن سے کچھ مال وصول کیا تو وہ فاسق ہے امامت سے معزول کیا جائے اور اگر مراد یہ نہیں تو مراد واضح کی جائے کہ اس کا جواب دیا جائے ایسے گول الفاظ سوال میں لکھنا نادانی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از پبلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان سائل میں (۱) کیا امامت میں شرعاً وراثت جاری ہے کہ امام مرجائے تو اُس کے بعد اُسی کی اولاد یا خاندان سے امام ہونا ضرور ہے غیر شخص امام ہو تو اُن کے حق میں دست اندازی ہو (۲) کیا اہلسنت کے مذہب میں امامت حق خاندانی ہے کہ امام کے بعد اُس کے خاندان سے باہر جانائے کی حق تلفی ہے (۳) امامت اصل حق علمائے دین کا ہے یا جاہلوں کا (۴) اگر امامت کے شرعاً حق والین علماء ہیں تو جو لوگ عالم دین صالح متدین جامع جملہ شرائط امامت کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امام بنائیں یا بنا نا چاہیں یا اُس میں کوشش کریں اُن پر شرعاً الزام ہے یا نہیں (۵) امامت پنجگانہ و امامت جمعہ و عیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا فرق ہے (۶) اگر کسی گھرانے میں ابن سے امامت رہی ہے پھر اُن کے ایک شخص سے مسلمانوں نے ناراض ہو کر اُسے امامت سے معزول کیا ہو اور بائیکہ اس خاندان میں دو تین شخص اور اسی کے مثل موجود ہوں اُن کے ہوتے ہوئے ایک عالم دین کو امامت کے لیے انتخاب کیا اور بیسوں اُس عالم یا اُس کے نائب نے جمعہ پڑھایا اور اس گھرانے والوں نے بھی بلا نزاع اُس کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی ہو پھر کئی سال کے بعد دفعہ وہ لوگ مدعی ہوں کہ امامت ہمارا حق خاندانی ہے اور اس بنا پر عالم کی امامت چھیننا چاہیں تو اُن کا یہ فعل محمود ہے یا مذموم و ممنوع اور یہ دعویٰ سموع ہے یا ممنوع و مدفوع اور اگر اب یہ لوگ زمانہ ریاست اسلام کی کوئی سند ہماری ظاہر کریں کہ امامت ہمارے ہی خاندان کی ہے تو وہ سند شرعاً مستند ہے یا نہیں (۷) اگر یہ لوگ اپنے اوپر علم دین کی ترجیح دینے کو حدیث صلوا خلف کل بدو فاجبر پیش کریں تو اُن کا یہ استدلال صحیح ہے یا باطل۔ بینوا تو جو دا

### الجواب

(۱) امامت میں وراثت جاری نہیں ورنہ سهام فرائض پر تقسیم ہو اور حکم آیت کریمہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الذکور مثل حظ الانثیین دوہر حصہ بیٹوں کو ملے اور اکہرا بیٹیوں کو اور حکم آیت کریمہ ولھن الثمن مما ترکتم ان کان لکم ولد انثویں دن کی امامت بی بی کو ملے بلکہ پیٹ کے بچے بھی امامت کا حصہ پائیں کہ شرعاً وراثت تو وہ بھی ہیں عورات و اطفال کا اصل اہل امامت نہ ہونا ہی دلیل واضح کہ امامت میں وراثت نہیں کہ وراثت خاندانی اُسی شے میں جاری ہو سکتی ہے جو ہر وارث کو پہنچ سکے بلکہ سب کو نہ پہنچنا لازم اور امامت میں تعدد محال تو کس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ امام کے بعد اُس کے وارثوں ہی میں امامت ضرور ہے یہ صریح جمل مبین ہے رد المحتار میں ہے اعتقاد ہم ان خبر الاب لابنہ لا یفید لمافیہ من تغیر حکم الشرع واعطاء وظائف من نذرین و امامۃ وغیرھا لی غیر مستحقھا و کذا لک اعتقاد ہم ان الارشاد ان فوض فی مرض موتہ لمن ادا وصح لان مختار الارشاد ارشاد فھو باطل لان الرشید صفة قائمة بالرشید لا تفصل



ملجود اختیار غیرہ لہٰذا کمالاً بصیر الجاہل عالمہ بجمہود اختیار الغیر لہ فی وظیفۃ التدبیر وکل ہذا امورنا شئت عن الجہل واتباع  
 عادۃ المخالفۃ لصریح الحق بجمہود حکم العقل المختل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اہلسنت کے مذہب میں  
 امامت حق خاندانی نہیں کہ یہ رافضیوں میں بھی جاہل رافضیوں کا خیال ہے اسی بنا پر ان کے نزدیک امامت بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم کے حق امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تہیٰ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عاز اللہ تاقی پہنچی کہ مولیٰ علی حضور کے خاندان اقدس میں تھے  
 نہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آج تک ان کے جہاں عوام کو یہی بہکاتے ہیں کہ خاندان کی چیز خاندان سے باہر نہیں جاسکتی صدیق و فاروق  
 کیونکہ اس کے سختی ہو گئے اور اہلسنت ہی جواب دیتے ہیں کہ یہ نبوی وراثت نہیں دینی منصب ہے اس میں وہی حق مقدم ہے گا جو افضل ہو۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم (۳) امامت اصل حق حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے کہ نبی اپنی امت کا امام ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ  
 انی جاعلک للناس اماماً اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو نبی الانبیاء و امام الائمہ ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ہر عاقل جانتا ہے  
 جہاں اصل تشریف فرمانہ ہو وہاں اس کا نائب ہی قائم ہو گا نہ کہ غیر اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علمائے دین ہی نائبان حضور سید العالمین صلی  
 تعالیٰ علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہاں تو امامت خاص حق علمائے اس میں جہاں کو ان سے منازعت کا اصلاح نہیں دہذا علمائے کرام نے تصریح  
 فرمائی ہے احق بالامامت العلم قوم ہے تویر الابصار و در مختار و غیرہ میں ہے الاحق بالامامة فقد یماہل نصبا جمیع الاھل الاعلم بالحکام  
 الصلوۃ واللہ تعالیٰ اعلم (۴) بیشک جو عالم دین کے مقابل جاہلوں کو امام بنانے میں کوشش کرے وہ شریعت مطہرہ کا مخالفت اور اللہ و رسول  
 اور مسلمانوں سب کا خائن ہے حاکم و معتلی طبرانی و ابن عدی و خطیب بغدادی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی  
 حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من استعمل رجلاً من عصابة و فہم من ہوا رضی اللہ منہ فقد خان اللہ و رسولہ  
 و المؤمنین جو کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کرے اور ان میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسندیدہ ہے بیشک اس نے اللہ  
 رسول و مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی واللہ تعالیٰ اعلم (۵) امامت جمعد و عیدین و کسوف، امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے  
 پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان صحیح القراءۃ صحیح الطہارۃ مرد عاقل بالغ غیر منذر امامت کر سکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اگرچہ وجہ فسخ  
 وغیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوز الصلاۃ خلف کل برد فاجر کے یہی معنی ہیں مگر جمعد و عیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کر سکتا اگرچہ  
 حافظ قاری متقی وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو حکم شرع عام مسلمانوں کا خدا امام ہو کہ بالعموم ان برد استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا  
 وادون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اول وہ سلطان اسلام ہوتا فی جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں  
 امامت عامہ اس شہر کے علم علمائے دین کو ہے ثالث جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بمجوری، عام مسلمان جسے مقرر کر لیں بغیر ان صورتوں کے جو  
 شخص نہ خود ایسا امام ہے نہ ایسے امام کا نائب و وادون و مقرر کردہ اس کی امامت ان نمازوں میں اصلاح نہیں اگر امامت کرے گا نماز باطل محض  
 ہوگی جمعد کا فرض سر پر رہ جائے گا ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے علم علمائے بلد کہ  
 اس شہر کے شی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل مسلمانوں کے دینی کاموں میں ان کا امام عام ہے اور حکم قرآن عظیم ان پر اسکی  
 طرف رجوع اور اس کے ارشاد پر عمل فرض ہے جمعد و عیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے اس کے خلاف یہ

عوام بطور خدا اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بمجہوری اس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو سکے ہوتے ہوئے ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں تنویر الابصار و در مختار باب الحجۃ میں ہے یفترض لصحتها سبعة اشياء الاول المصروف فناء والثاني السلطان او ما مور به باقامتها فتاویٰ امام عتباتی بجز حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۴ میں ہے اذا خلی الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلة الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیہم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطربا تباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمہم فان استوا قرع بینہما شرع وجعل فرما تا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم المہ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آپ کریم میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامة الزرقانی فی شرح المواہب وغیرہ فی غیرہ در مختار میں ہے لصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضیورۃ فتاویٰ قاضی خاں و المختار وغیرہ میں ہے خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم یجز الا ان یکون الامام امرہ بذلک واللہ تعالیٰ اعلم (۶) عالم سے ان کی منازعت لزوم و ممنوع اور ان کا دعویٰ مردود و ناسوع جوابات سابقہ میں واضح ہوا کہ امامت میں وراثت نہیں نہ وہ کسی کا حق خاندانی ہے بلکہ حق علمائے دین ہے اور انھیں کو تقدیم و ترجیح ہے خصوصاً امامت جمعد و غیر دین کہ یہاں ہے ان کے اذن کے محض باطل ہے اور سالہا سال تک عالم کا امامت کرنا اور ان کا معترض نہ ہونا دلیل واضح ہے کہ وہ عامیہ خیالات کے طور پر بھی کوئی استحقاق محکم اس کا نہ رکھتے تھے کہ ان کے خاندان سے باہر کوئی امام نہ ہو نہ اس وقت ان کے پاس کوئی سند تھی ورنہ ضرور ظاہر کرتے امامت اگر ان کا خاندانی حق ہوتی ہرگز سالہا سال دوسرے کو اس میں تصرف کرتے دیکھ کر ساکت نہ ہوتے اب کہ منازعت کرتے ہیں تا زیمت ہے جس طرح المہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک شخص کسی شے میں برسوں تصرف کرے اور دوسرا دیکھے اور مانع نہ ہو پھر دعویٰ کرے کہ میرا حق ہے تو اس کا دعویٰ ہرگز مسموع نہ ہوگا عقود الدریہ میں فتاویٰ علامہ غزالی سے ہے سئل عن رجل له بیت فی دار لیکنہ مدۃ تزید علی ثلاث سنوات ولہ جار بجانہ والرجل المذکور یتصرف فی البیت المذکور ہدما و عمارة مع اطلاع جارة علی تصرفہ فی المدۃ المذکورۃ تسمع دعواہ املا اجاب لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتویٰ اسی میں ہے مجرد الاطلاع علی التصرف مانع من الدعویٰ اور مجرد نہ اگرچہ ہری ہو کوئی حجبہ شرعی نہیں نہ ہرگز بیعت میں پیش ہونے کے قابل۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے احضروکم فیہ خطوط العدول والقضاۃ الماضیین وطلب من العاضی القضاء بذلک الصلح قالوا لیس للقاضی ان یقضی بذلک الصلح لان القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ہی البینۃ او الاقرار واما الصلح فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط اشباہ والنظائر میں ہے لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بہ فتاویٰ علیگیری میں ہے الکتاب قد یزور ویفتعل والخط یشبہ الخط والخط یشبہ الخطا تہ فی شہد الخاتم واللہ تعالیٰ اعلم (۷) زمانہائے خلافت میں سلاطین خود امامت کرتے اور حضور عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں فساد و فجار بھی ہوں گے کہ سکنون علیکم امراء یأخرون الصلاۃ عن وقتہا اور معلوم تھا کہ اہل صلاح کے قلوب ان کی اقتدا سے متفرک کریں گے اور معلوم تھا کہ ان سے اختلاف، آتش فتنہ کو مشتعل کرنے والا ہوگا اور دفع فتنہ دفع اقتداء مناسبت سے اہم و اعظم تھا قال اللہ تعالیٰ والفتح تاکبر من القتل لهذا ورازہ فتنہ بند کرنے کے لیے ارشاد ہوا۔ صلوا خلف کل بدو فاجر یہ اس باب سے ہے من ابلی ببلیتین اختاروا ہونہما

اور فقہا کا قول تجوز الصلاة خلف کل برو فاجر اسی معنی پر ہے جو اوپر گزرے کہ نماز فاسق کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اگرچہ غیر معین کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معین کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر ان مدعوں کے لیے اس حدیث و مسئلہ فقہ میں کوئی حجت و سند نہیں نفس جواز و صحت سے مساوات کیونکر نکلی کہ منافی ترجیح ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ام نجعل المتقین کالفجار ہی فقہا** برابر تصریح فرماتے ہیں کہ امامت کا احق علم قوم ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ پھر جواز بھی غیر نماز جمعہ و عیدین و کسوف میں ہے ان نمازوں کی شرط وہ تناسک کہ بے امامت عامہ معنی مذکور کسی صالح متقی کے پیچھے بھی نہیں ہو سکتی کما تقدم بیانہ پھر عجب تناقض ہے کہ اپنا استحقاق جتانے کے لیے تو امامت خاص اپنے خاندان کے لیے مخصوص کر دیں کہ خاندان سے باہر کسی عالم دین کو بھی اُس کا استحقاق نہ مانیں اور عالم دین کی ترجیح رفع کرنے کو کل برو فاجر کے عموم کا دامن تھا میں اور اسی امامت کو ہرنیک و بدکا مادی حق قرار دیں جب ہر صالح و طالع اُس میں یکساں ہیں تو تمھارے خاندان کی خصوصیت کہاں ہے اور جب ہر فاسق و بدکار کے پیچھے روا بناتے ہو تو عالم دین صالح ثقہ متقی سے کیوں ابھتے ہو معلوم ہوا کہ اپنے ہوائے نفس کے پیرو ہیں باقی بس اللہ تعالیٰ اتباع شرع و اطاعت علمائے دین کی توفیق بخشنے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ - ۲۱۔** ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

اندھے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہے یا نہیں اور یہ امامت کے واسطے سزا دار ہے یا نہیں اور مولانا روم کے اس شعر کا کیا مطلب ہے۔ در شریعت ہست مکروہ اسے کیا ہے در امامت پیش کردن کو راجہ اگرچہ حافظ با شد و چست و نیکو۔ چشم روشن ہو دگر با شد رسیفہ۔

**الجواب**

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل نماز کا جانتے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح اقوال صحیح العقیدہ غیر فاسق معین حاضر جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بد مذہب یا فاسق معین ہے اور اندھا ان سب عیبوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصلاً دوسرا قابل امامت ہی نہیں درمختار میں ہے بلکہ تنزیہاً امامتہ اعلیٰ الا ان یکون اعلم القوم فهو اولیٰ اھ مختصراً حضرت مولوی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہا بسرہ النوریؒ ان آنکھوں میں کلام فرماتے ہیں جن سے انھیں کام ہے جس کی چشم باطن روشن ہے اگرچہ علم بطور رسمی حاصل نہ کیا ہو علم رسمی کے عالم غیر عارف سے افضل و احق بالتقدیم ہے کہ علم لدنی علم رسمی سے برہما اجل و اکمل ہے قال تعالیٰ **وا تقولوا للہ وعلیہم السلام** وقال تعالیٰ **قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون واللہ تعالیٰ اعلم۔**

**مسئلہ -** ازگندہ فالہ مرسلہ وزیر احمد ۹۔ جمادی الآخرہ یوم شنبہ ۱۳۲۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیر لکات میں سود لکھوا لیتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ میں صرف

لکھو لیتا ہوں اور چار پانچ برس ہوئے کہ اُس نے مع سود نالش کر کے ڈگری کرائی تھی اس صورت میں اُسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بیلنا تو جڑا

## الجواب

ہرگز نہیں جس طرح سود لینا حرام ہے یونہی سود لکھوانا حرام ہے بلکہ حدیث میں دوسرے کے لیے سود کا کاغذ لکھنے پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ وہ اور سود لینے والا دونوں برابر ہیں تو خود اپنے لیے سود لکھوانا کیونکر موجب لعنت نہ ہوگا اور یہ زعم کہ میں لیتا نہیں محض اس کا اپنا ادعا ہے کہ قبول نہ ہوگا اور اگلی نالش مع سود اس کے کذب پر گواہ ہے غرض کہ وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ ہے یعنی نادانستہ پڑھ لی ہو تو جب معلوم ہو یعنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں سب کا دہرانا واجب ہے اور دانستہ پڑھی تو نماز دہرانا جہاد واجب اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا گناہ علاوہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## مسئلہ - ۹ رجب المرجب یوم یحیثینہ ۱۳۳۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس میں اوصاف حسب ذیل ہوں وہ شخص لائق امامت ہے یا نہیں۔ (۱) نماز میں قرآن شریف جو پڑھتے ہیں اُس میں کبھی نیچے کی آیت اوپر پڑھ جاتے ہیں کبھی آیت چھوٹ جاتی ہے (۲) فجر کی نماز اکثر قضا پڑھا کرتے ہیں (۳) ظہر کا وقت کبھی سونے میں گزر جاتا ہے ایسے تنگ وقت میں نماز پڑھتے ہیں کہ فرض پڑھتے ہی عصر کا وقت آجاتا ہے (۴) مغرب کا وقت سیر بازار میں گزرتا ہے تنگ وقت میں واپس آتے ہیں جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آپ مسجد کے امام ہیں اور نماز اور لوگوں کو بڑھانا پڑتی ہے تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نماز کا میں کچھ پابند نہیں ہوں (۵) اپنے وضو کا ٹوٹا اور گھڑا ہونے کا علحدہ رکھتے ہیں (۶) ایک راضی سے بے تکلفی ہے کہ اس کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور مسجد میں باہم دونوں کے مٹاق بے تکلفانہ اور مشوقانہ ہوا کرتا ہے (۷) نماز کے مسائل نہیں معلوم ہیں۔

## الجواب

سوائے کسی آیت میں تقدیم و تاخیر یا کسی آیت کا چھوٹ جانا اگر نادان ہو تو ضائقہ نہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے ایسے شخص کی امامت سے احتراز اولیٰ ہے جبکہ دوسرا صحیح خواں صحیح العقیدہ صحیح الطہارت غیر فاسق معن قابل امامت موجود ہو نماز فجر اتفاقاً قضا ہو جانے پر مواخذہ نہیں جبکہ اپنی طرف سے تقصیر نہ ہو مگر اکثر قضا ہونا بے تقصیر نہیں ہوتا اگر کوئی علت صحیح شرعی قابل قبول نہ رکھتا ہو تو بے پرواہی ضرور اُسے حد فسق تک پہنچائے گی اور فاسق کو امام بنانا منہج ہے جو شخص آفتاب ڈھلنے ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے سوئے اور کسی مرض یا ماندگی کے سبب اتفاقاً ایسا ہو جائے کہ ظہر کا وقت گزر جائے تو اس پر الزام نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تقرب فی النوم انما الذی یط فی البقۃ سونے میں تصور نہیں تصور جائے میں ہے اور اگر ظہر کا وقت آگیا یعنی آفتاب دائرہ نصف النہار سے ڈھل گیا اُس کے بعد سویا اور وقت بالکل گزرا دیا تو اُس پر الزام ہے کما فی فی رد المحتار اور جبکہ اس کا عادی ہو باہا ایسا واقع ہو تو ضرور فاسق ہے اور اُسے امام بنانا گناہ یوہی اگر اتنے سونے کا عادی ہو کہ فرض ظہر پڑھتے ہی وقت عصر و اتنی آجاتا ہے سنت کا وقت نہیں ملتا تو اس صورت میں بھی ترک سنت مکروہ کی عادت کے سبب آثم و گنہگار اور امام بنانے کا ناسزا دار ہے مغرب کا وقت سیر بازار میں تنگ کر دینا اگر اتنا ہو کہ چھوٹے چھوٹے تالے بھی

ظاہر ہو جائیں کہ حقیقت تنگ وقت یہی ہے جب تو اُس کا مکروہ و ممنوع ہونا ظاہر اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو اس قدر میں شک نہیں کہ جماعت یا اقل جماعت اولیٰ ضرور متروک ہوئی و قد حقیقناہ فی فتاویٰ و مسائل الواجب ہوا دراک الجماعۃ الاولیٰ تو اُس کے ترک کی عادی بھی فسق ہے اور ایسے کی امامت ممنوع اور وہ لفظ کہ میں نماز کا کچھ پابند نہیں ہوں اپنے ظاہر پر بدتر و شنیع تر فسق ہے اپنے وضو اور نہانے کے برتن علیحدہ رکھنا اگر براہ کبر ہو تو سخت کبیرہ اور براہ وہم و دوسوسہ ہو جب بھی ممنوع اس کا ترک فاسق افسق ہے یا وہی احمق دین اسلام میں نہ چھوت ہے نہ دسویں پروری۔ روافض زمانہ علی العموم کفار و مرتد ہیں کما حقیقنا فی ردالمحتضر اور مہمدین سے میل جول حرام اور مسجد میں ایسا مذاق سنی صحیح العقیدہ سے بھی حرام لاجرم شخص مذکور سخت فاسق و فاجر مرتکب کبائر ہے اور اس کی امامت ممنوع اُسے امام بنانا حرام اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ اور نماز کے مسائل ضروریہ کا نہ جانتا بھی فسق ہے بہر حال شخص مذکور کی امامت کی ہرگز اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از فیض آیاد ڈاکخانہ شہزاد پور مرسلہ عبد اللہ طالب علم ۱۳۲۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہے یہاں تک حالت گزر گئی کہ نماز جماعت میں تفرق ہو گیا ہے حدیث اور کن ب کی سند ہونا چاہیے۔ بینوا توجروا

**الجواب**

زانی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز منع ہے اُسے امام بنانا مکروہ ہے اُس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب ہے ردالمحتار میں ہے مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ یعنی الفاسق کراہۃ تحویر و تحاریر میں ہے کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ التحویر تجب اعادتها۔

**مسئلہ۔** از گوئدہ ملک اودھ مرسلہ مسلمانان گوئدہ عموماً و حافظ عبد الحفیظ صاحب مدرس مدرستہ النجمن اسلامیہ گوئدہ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ زید کہ صاحب علم متین ہے یعنی عالم ہے اور سید و معروہ پابند صوم و صلاۃ ہے مگر اکثر جماعت سے نااندا انہیں کرتا اپنے گھر پر پڑھ لیتا ہے لیکن جمعہ کے روز مسجد میں امامت کرتا ہے اور کثرت سے لوگ اُس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں مگر بعض اشخاص اُس کے پیچھے نماز پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں الاعتراض کنندہ زید سے ہر بات میں کم رتبہ ہیں اور محتاط و متقی بھی نہیں ہیں اور نفسانیت و ضد بھی ہے اور بیشتر اعتراض بھی اسکے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو پس زید کے پیچھے نماز پڑھنی ایسے اشخاص مذکورہ بالا کی درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب**

زید کا ترک جماعت کرنا اگر کسی عذر صحیح شرعی کے سبب ہے تو زید پر مواخذہ نہیں اور اس کے پیچھے ہر نماز بلا کراہت درست ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو اشخاص مذکور بن کا اُس کی اقتداء سے احتراز اس صحت میں محض جمالت و بیجا ہے اور اگر وہ بلا عذر شرعی ترک جماعت کا عادی ہے تو یہ ضرور فسق ہے اور اس تقدیر پر اُس کی اقتداء سے بچنا بجا ہے جبکہ جمعہ دوسری جگہ صالح امامت متقی کے پیچھے مل جاتا ہو ورنہ صرف اس عذر سے کہ امام تارک جماعت ہے ترک جمعہ کی اجازت نہیں ہو سکتی ردالمحتار میں ہے فی المعراج قال اصحابنا لا یبغی ان یفتدی بالاعتذار الا فی جمعة لانه فی غیرہا یجوز اماما غیرہ اہ قال فی الفتاویٰ علیہ فیکرہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی المصر علی قول محمد

المفتی بہ کانہ بسبیل الی التحول و مختار میں ہے الجماعۃ سنۃ موكدة للرجال وقیل واجبۃ وعلیہ عامۃ مشائخنا وھوالرا حج عند اھل المذھب فشن او تجب ثمرتہ تظھر فی الاثر بتركھا مرة ام ملقطا واللہ سبحنہ وتعالی اعلم ۔

**مسئلہ** - از ریاست جادوہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دارشاہجہری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذابح البقر کی امامت کیسی ہے ۔

### الجواب

جائز ہے جبکہ غلط خوانی یا بد مذہبی یا فسق وغیرہ مانع شرعیہ نہ ہوں ذبح بقر کوئی مانع نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ** - حیات النبی ہونے سے خالہ کو انکار ہے اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے بھی ، حافظ قرآن مذکور کو انکار ہے یہاں تک کہ بہت سے مسلمانوں کو خانہ کعبہ سے ٹوٹا لایا اور نہ جانے دیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں کیا حکم ہے ۔ بینوا توجروا

### الجواب

خالہ گمراہ بدین ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ جمع انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہے اور زیارت مدینہ طیبہ سے انکار رکھنا مسلمانوں کو ٹوٹا لانا کافر شیطان و خلاف رائے مسلمانان ہے قال تعالیٰ  
و یلتع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولى و فضلہ جھند و ہماء و مصیوا واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - سؤلہ عبد الرحیم صاحب ٹھلیا موہن پور ضلع بریلی ۵ محرم الحرام یوم یکشنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دونوں کانوں سے بہت برا ہے تکیڑ والی کانوں سے نہیں سنتا ہے اور قرآن شریف بھی اس کو صحیح یاد نہیں ہے بیوی اس کی بے پردہ دوکان پر چرنے فروخت کرتی ہے دوپٹہ موکم سر میں گاڑھے کا اوڑھتی ہے اور موسم گرمی میں خاصہ و تنزیب کا اوڑھتی ہے اور کڑتی دس گیارہ گرہ لانی پہنتی ہے مگر کلاٹیاں ہر دو کھلی چوڑی آستینوں کے باہر رکھتی ہے اور اُس کے شوہر کو کھلی حال معلوم ہے بہت خود دیکھتا ہے مگر کچھ ہدایت نہیں کرتا ہے اگر وہ ہدایت اپنی بیوی کو پردے کی کرے تو اُس کی حالت بہرے ہونے سے اور صحیح نہ پڑھنے سے قابل پیش امام ہونے کے ہے یا نہیں علاوہ گزارش مندرجہ بالا کے ہناریہ بد آواز بھی ہے اور جو شخص اُس کو ہدایت کرتا ہے تو اُس سے محبت و تقویٰ برجات کے ساتھ کرتا ہے ۔ بینوا توجروا

### الجواب

جب کہ اُس کی عورت کلاٹیاں کھولے باہر پھرتی دوکان کرتی ہے یا گرمیوں میں باریک کپڑے پہنے نکلتی ہے جن سے بدن چمکتا ہے اور اُس کا شوہران احوال سے واقف ہو کر حسب مقدور کامل بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیوث ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اُسے اپنا امام بنانا گناہ ہے اور اگر دو عورت کو ہدایت بھی کرے اور اس الزام سے توبہ کر کے پاک ہو جائے تو اس حالت میں بھی جبکہ وہ قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے تلاوت نامد ہوتی ہے تو اُس کی امامت بالکل باطل ہے اور اُس کے پیچھے نماز اصرار ہوگی مگر یہ الزام دہی لگا سکتے ہیں جو خود صحیح پڑھتے ہوں ورنہ اُن کی خود بھی نماز نہیں ہو سکتی وہ سب ایک سے ہمے اُن سب پر فرض ہے کہ حرفوں کی اتنی صحت کر لیں جس سے نماز صحیح ہو جائے جب تک ایسا نہ کریں گے اُن کی صحت کی

ناز باطل ہوگی اور اگر غلطی وہ ایسی نہیں کرتا جس سے نماز فاسد ہو اور اُس کے سوا اور کوئی صحیح پڑھنے والا وہاں نہیں تو لازم ہے کہ وہی امام کیا جائے اور پہلے ہونے کی پروا نہ کی جائے گی جبکہ وہ عورت کا بند و بست کر لے ادا کر اور بھی صحیح العقیدہ غیر فاسق صحیح پڑھنے والا وہاں موجود ہے تو یہ اگرچہ صحیح بھی پڑھے اور عورت کا بند و بست بھی کر لے اُس دوسرے صحیح خواں کی امامت اولیٰ ہوگی کہ جب یہ ایسا ہر اسے کہ تکبیر کی آواز نہیں سنتا تو نماز میں اگر اس سے کہیں بھول یا غلطی واقع ہوئی مقتدیوں کا بتانا نہ گئے گا واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ وجعلہ جودہ اتم و احکم

**مسئلہ** - از بھیکن پور ضلع علی گڑھ مرسلہ جعفر علی صاحب ۲۴ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین بیچ امامت اس شخص کے جو صرف حافظ قرآن و فارسی خواں ہو اور ایک مسجد کا امام تنخواہ دار لیکن بازاریں مسلمان سے لاتا اور غلطیات الفاظ زبان پر لاتا ہو اور کبھی مسجد میں ہوڈن سے سخت کلامی اور اس کی حسب و نسب پر بھی مقتدیان میں الزام لگاتا ہو ہوڈن و بعض مقتدیوں سے عرصہ سے کدورت و کینہ رکھتا ہو تنبیہ کرنے پر مقتدیوں پر الزام لگاتا ہو کہ تم میری غیبت کرتے ہو اور میری ردزی چھیننے کی کوشش کرتے ہو اور اپنے قصور کا ہنوز اعتراف نہ کرتا ہو اور ہوڈن سے سلام علیک ترک کر دی ہو ایسے امام کی اقتدار کراہت جائز ہے یا کچھ کراہت ہے۔ بینوا توجروا

**الجواب**

مسلمان سے بلا وجہ شرعی کینہ و بغض رکھنا حرام ہے اور بلا مصلحت شرعیہ تین دن سے زیادہ ترک سلام و کلام بھی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تبغضوا ولا تمسکوا ولا تباغضوا ولا تملکوا ابدا وکونوا عباد اللہ اخوانا اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یجمل المسلم ان یتبعوا اخاه فوق الثلث اور فحش بکنا خصوصاً برسر بازار و مصیبت و فسق ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس المؤمن بالطعان ولا الفحاش دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحیاء من الایمان والبلایہ من النفاق خصوصاً اگر اس فحش میں کسی مسلمان مرد یا عورت کو زنا کی طرف نسبت کرتا ہو جیسے آج کل فحش لوگوں کی گایوں میں عام طور پر رائج ہے جب تو اشد کبیر وہے قال اللہ تعالیٰ یعظکم اللہ ان تعودوا المثلہ ابدان کنتہ مومنین باجملہ شخص مذکور فاسق ملعن ہے اور فاسق ملعن کو امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی یعنی بڑھنی منع ہے اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب فتاویٰ حجبہ بغیرہ ہر رد المحتار میں ہے لو قد موافقاً یا ثعون واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از سینا پور ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پر بغض کا شبہ ہے اُس کی نشست اُن لوگوں کے پاس ہے اور ان کی خاص مجلسوں میں جاتے بھی اُسے دیکھا اور اس سے توبہ کو کہا جائے تو توبہ بھی نہیں کرتا اور حالت اس کی یہ ہے کہ رافضیوں میں رافضی شیعوں میں سُنی اور اسے بعض لوگوں نے اپنے لوگوں کا معلم اور مسجد کا امام مقرر کیا ہے اس صورت میں اس کا اور اس کے مقرر کرنے والوں کا کیا حکم ہے اور اس کا معزول کرنا بوجہ شبہ کے واجب ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کس دلیل سے حالانکہ وہ اہلسنت کے سامنے کوئی بات عقیدہ روافض کی زبان سے نہیں نکالتا اور اگر وہ توبہ کر لے تو اس کے بعد بھی رکھا جائے یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب** - جبکہ ثابت و محقق ہو کہ رافضیوں میں رافضی اور سُنیوں میں سُنی بنتا ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ رافضی بھی ہے اور منافق بھی



اور اس کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی یہودی نصرانی ہندو مجوسی کے پیچھے مکا بیناۃ فی النہی الاکید بلکہ تبرائی روافض زمانہ اُن سے بھی بدتر ہیں کہ وہ کافرن اصلی ہیں اور یہ مرتد اور مرتد کا حکم سخت تر و اشد کما حقیقۃ فی المقالة المسفرة اور اگر صرف اسی قدر ہو کہ اس کی حالت مشکوک و مشتبہ ہے جب بھی اُسے امامت سے معزول کرنا بدلائل کثیرہ واجب ہے **فاقول** وباللہ التوفیق **دلیل اول** علی تصحیح ذلک یہ ہیں کہ جب کسی امر کے بدعت و سنت ہونے میں تردد ہو تو وہاں سنت ترک کی جائے بحر الرائق پھر رد المحتار مکروہات الصلاۃ میں ہے اذا تردد بالحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجحاً علی فعل البدعة مختصراً المحیط بفتح القدر اداً و آخر سجود السہو میں ہے ما تردد بین البدعة والسنة ترکہ لان ترک البدعة لازم و اداء السنة غیر لازم ظاہر ہے کہ اگر یہ شخص واقع میں سنی ہو تو خاص اسی کو امام کرنا کچھ سنت بھی نہیں ادا راضی ہو تو اُسے امام کرنا حرام قطعی جب سنت مکروہ کے تردد میں ترک سنت کا حکم ہوا تو جائز و حرام قطعی کے تردد میں وہ جائز کیوں نہ واجب ترک ہوگا **دلیل دوم** علماً فرماتے ہیں کہ جب کسی بات کے واجب و بدعت ہونے میں تردد ہو تو وہ ترک نہ کی جائے فتح و علیہ و بحر و رد المحتار وغیرہ میں ہے واللفظ لہذا فی النوافل قد تقاربان ما دار بین وقوعہ بدعة اداً و اجبالات یترک ظاہر ہے کہ یہ شخص سنی ہو تو اس کی جگہ دوسرا امام مقرر کرنا کچھ بدعت بھی نہیں اور راضی ہو تو اُسے معزول کرنا فرض قطعی جب بدعت و واجب کے تردد میں فعل ضروری ہوتا ہے تو جائز و فرض قطعی کے تردد میں اُسے معزول کرنا کیوں نہ اشد ضروری ہوگا **دلیل سوم** شرع مطہر کا قاعدہ مقرر ہے کہ اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام جب ایک چیز میں حلت و حرمت دونوں وہیں جمع ہوں تو غلبہ حرمت کو رہے گا اور وہ شے حرام سمجھی جائے گی کما فی الاشباہ والنظائر یہ سنی ہو تو امامت حلال اور راضی ہو تو حرام تو غلبہ حرمت ہی کو دیا جائے گا **دلیل چہارم** عبادات میں اعتیاد مطلقاً واجب ہے نہ کہ نماز کہ اہم و اعظم عبادات ہے جس کے لیے علماً فرماتے ہیں کہ اگر اس کی صحت و فساد میں اشتباہ پڑے ایک وجہ سے فاسد ہونی ہو اور متعدد وجوہ سے صحیح تو اس ایک ہی وجہ کا اعتبار کر کے اُس کے فساد ہی کا حکم دیں گے فتح القدر صلاۃ المسافر میں ہے ہذا مسائل الزیادات معارف و مقیم امام احمد ہما الاخر فلما شربنا شکا فی الامام استقبلاً لان الصلوة متی فسدت من وجہ وجازت من وجہ حکم بنسناد ہا و امامۃ المقتدی مفسدة واحتمال کون کل منہما مقتدی یا فائز فقصد علیہما ظاہر ہے کہ بر تقدیر سنت اُس کے پیچھے نماز صحیح اور بر تقدیر رفض فاسد تو اُس کی امامت کیونکر جائز ہو سکتی ہے **دلیل پنجم** علماً فرماتے ہیں قاضی محض تمت و حصول ظن پر تعزیر دے سکتا ہے بحر و رد المحتار وغیرہ میں ہے للقاضی تعزیر الملتہد و ان لم یثبت علیہ جب تمت ایسی چیز ہے جسکے سبب بے ثبوت سرچ ایک مسلمان کو سزا دینے کی اجازت ہو جاتی ہے جس میں اصل حرمت ہے تو نماز کے لیے احتیاد کرنی کیوں نہ واجب ہو جائے گی جس کی اصل فرضیت ہے جس شخص نے اُس کے حال سے مطلع ہو کر اُسے مسلمانوں کا امام اپنے لڑکوں کا معلم مقرر کیا حالانکہ اہلسنت میں صاف و پاک امام و معلم بکثرت مل سکتے ہیں اُس نے اشد و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی وہ مسلمانوں کا بدخواہ ہے اُس پر اپنے فعل سے توبہ اور اپنے مقرر کیے ہوئے کو معزول کرنا لازم حاکم صحیح مستدرک میں ہے اور ابن عدی عقیلی و طبرانی و خطیب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من استعمل رجلاً من عصابة و فہم من ہوا رضی اللہ منہ فقد خان اللہ و رسولہ و المؤمنین جس نے کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کیا اعلان میں وہ شخص مجرم و تھا جو اس سے زیادہ اللہ کو پسند ہے تو اُس نے اشد و رسول اللہ مسلمانوں سب کی خیانت کی تیسیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کی

شرح میں ہے ای نضبه علیہم امیرا او قیما او عریفا او اماما بالصلاة پھر اگر شخص تو یہ بھی کر لے تو مجرد تو یہ اسے امام نہیں بنا سکتے بلکہ لازم ہے کہ ایک زمانہ امت تک اسے معزول رکھیں اور اس کے حوالہ پر نظر رہے اگر خوف و طمع و غضب و رشوا وغیرہ حالات کے متعدد تجربے ثابت کر دیں کہ واقعی یہی صحیح العقیدہ ثابت قدم ہے اور وہ شخص سے اصلا مثل قبول نہیں رکھتا بلکہ ان سے اور سب گمراہوں بددینوں سے مستقر ہے اس وقت اسے امام کر سکتے ہیں فتاویٰ قاضی خاں پیر فتاویٰ علیگیری ہے الفاسق اذا تلب لا یقبل شہادۃ ما لم یض علیہ زمان یشہر علیہ اثر التوبۃ والصیحح ان ذلک مفوض الی راء القاضی امیر المؤمنین غیظ المنافقین امام العادلین بیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب صبیغ سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بد مذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید توبہ لی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمان بھیجا کہ سلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں اس کے ساتھ خرید و فروخت نہ کریں پیار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں مر جائے تو اسکے جنازے پر حاضر نہ ہوں تبعل حکم حکم ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا سب متفرق ہو جاتے جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرضی بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہو گیا اس وقت اجازت فرمائی اخراج نضر المقدسی فی کتاب الحجۃ وابن عساکر عن ابی عثمان الخمدی عن صبیغ انه سأل عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن المرسلات والذاریت والنازعات فقال له عمر انی ما علی راسک فاذا لہ ضفیرتان فقال لو وجد تک محلو قال ضربت الذی فیہ عینک ثم کتب الی اهل البصرۃ ان لا تجالسوا صبیغاً قال ابو عثمان فلو جاء وعلمن مائۃ نفر قناعہ **واخراج** ابو بکر بن الانباری فی کتاب المصاحف وابن عساکر عن محمد بن سیرین قال کتب عمر بن الخطاب الی ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لا تجالسوا صبیغاً وان یحرم عطاء وورزقہ **واخراج** المقدسی فی الحجۃ عن اسمعی بن بشر القریشی قال اخبرنا ابن الصبیغ او ابواسمعی قال کتب الی امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی ابی موسیٰ اما بعد فان الاصبیغ بن علیہم التیمی تکلف ما کفی وضیع ما ولی فاذا جاءک کتابی هذا فلا تبأبعوہ وان مرض فلا تمودوہ وان مات فلا تشہدوہ قال نکان الاصبیغ یقول قد مت البصرۃ فاقمت بها خمسۃ وعشرین یوما وما من غائب احب الی ان القائہ من الموت ثمان اللہ المہمۃ التوبۃ وقد فہا فی قلبہ فانیت اباموسیٰ وهو علی المنبر فسلمت علیہ فاعرض عنی فقلت ایھا المعرض انه قد قبل التوبۃ من هو خیر منک ومن عمر وانی اتوب الی اللہ عزوجل مما اسخط امیر المؤمنین وعامة المسلمین فکتب بذلک الی عمر فقال صدق اقبلوا من انحیکم **واخراج** الدارمی ونضر والاصبہانی کلاهما فی الحجۃ وابن الانباری فی المصاحف واللالکائی فی السنۃ وابن عساکر فی التاریخ عن سلیمان ابن یسار ان رجلا من بنی تمیم یقال لہ صبیغ بن عسل قد مر المدینۃ وكان عندہ کتب فكان یسئل عن متشابہ القرآن فبلغ ذلک عمر رضی اللہ فبعث الیہ وقد اعد لہ اعراجین النخل فلما دخل علیہ قال من انت قال انا عبد اللہ صبیغ قال عمر رضی اللہ تعالیٰ وانا عبد اللہ عمر وادما الیہ فجعل یضربہ بتلک العراجین فما زال یضربہ حتی شجہ وجعل الدم یسیر علی وجہہ فقال حسبك یا امیر المؤمنین واللہ فقد ذهب الذی احب فی راسی **واخراج** الدارمی وابن عبد الحکیم وابن عساکر عن مولیٰ ابن عمر ان صبیغ العریقی جعل یسأل عن اشیاء عن القرآن فی اجناد المسلمین (وساق الحدیث الی ان قال)

فارس عمرانی یطلب الجریڈ فضربہ بھا حتی ترک ظہورہ و برہ ثمر ترکہ حتی بری ثمر عادله ثمر ترکہ حتی بری ثمر عادله  
لیعود بہ فقال صبغیر یا امیر المؤمنین ان کنت ترد قتل فاقتلنی قتلاً جمیلاً وان کنت ترد تداونی فقد والله برأت فاذن لہ  
الی ارضہ و کتب لہ الی ابی موسی الاشعری ان لا یجالسہ احد من المسلمین فاشتد ذلك علی الرجل فکتب ابو موسی الاشعری  
الی عمران قد حسنت ہیأتہ فکتب انا ایدن للناس فی مجالستہ بلکہ اگر اس کا مکرو زور و کذب و فریب ظاہر و مشہور ہو تو بہ  
توہ بھی کبھی امام نہ کریں کہ اُسے امام کہنا کچھ ضرور نہیں اور معروف کذاب کی توبہ پر ہمیں اعتبار کا کیا ذریعہ ہے خصوصاً وہ افضل خدام اللہ  
تعالیٰ کہ تقیہ ان کا اصل مذہب اور اس کی بنیاد کا سب سے پہلا پتھر ہے خصوصاً جہاں نوکری وغیرہ کی طمع یا کسی خون کا قدم در میان ہو۔  
امام ملک العلما ابو بکر سعد کا خانی قدس سرہ کی کتاب بدائع پھر فتاویٰ علیگیری میں ہے المعصون بالکذب لا عدالۃ لہ فلا تقبل  
شہادۃ ابدان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سکھوا و اوبتلی بہ مرۃ ثمر تاب اھ و نسأل اللہ حسن التوبۃ والعفو والعافیۃ  
بعینہ ہی حکم و ہا بیت دیوبندیہ کا ہے کہ وہ بھی مثل رفض زمانہ ارتداد میں اور اس کے اصغر مثل رد افض تقیہ گزین توجہ دیکھیں کہ اُن  
لوگوں سے میل جول رکھتا، اُن کی مجالس و عظیمیں جانا ہے اُس کا حال مشتبہ ہے ہرگز اُسے امام نہ کریں اگرچہ اپنے کو سنی کہتا ہو واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ** - زید و ہا بیہ عقیدہ رکھتا ہے اور اُس کا لڑکا نابالغ بعمرتین ۱۲ سال اسال قرآن حافظ ہوا ہے اور وہ ہم لوگ مذہب حنفیہ  
الہست و جماعت کو مجبور کرتا ہے اور زور ڈالتا ہے کہ میرے لڑکے مذکور بالا کے پیچھے قرآن شریف سن لیا جائے اس کے پیچھے تراویح وغیرہ  
درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

### الجواب

اس لڑکے کے پیچھے تراویح وغیرہ کوئی نماز جائز نہیں کہ صحیح مذہب میں نابالغ بالغوں کی امامت کسی نماز میں نہیں کر سکتا اور اگر وہ بھی عقیدہ  
و ہا بیہ رکھتا ہو جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو وہ بالی کے پیچھے ویسے بھی نماز ناجائز محض ہے اگرچہ بالغ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ** - از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ مسئلہ جناب ہدایت اللہ خاں صاحب ۱۹ سوال ۳۹  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت نماز چند اشخاص جمع ہیں لیکن کامل پابند شریعت نہیں ہیں ایک حافظ ہے اور مسائل  
سے بھی واقف ہے مگر داڑھی اُس کی کسی قدر کتری ہوئی ہے موافق شرع شریف نہیں دوسرے کا لباس وضع تو موافق شریعت ہے  
اور کچھ مسائل سے بھی کسی قدر واقفیت رکھتا ہے۔ مگر قرآن مجید بقابلہ حافظ کے صحیح نہیں پڑھ سکتا نہ خطبہ جمعہ کا یہ کوئی شخص حافظ تو نہیں  
ہے مگر مسائل نماز سے واقف ہے قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہے ملازمت پولیس کر چکا ہے پیشن پاتا ہے غرض ایسی ہی حالت ہر شخص کی ہے  
اس حالت میں کون شخص امامت کے لائق سمجھا جاوے۔ بینوا توجروا۔

### الجواب

اُن میں جو شخص وضو و غسل وغیرہ طہارت ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو قرآن مجید ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے معنی بدلیں فاسد  
ہوں اُس کے پیچھے نماز ہو جائے گی مگر امام بنانا جائز ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مذہب کا سنی خالص ہو فاسق علی الاعلان نہ ہو یعنی

کوئی گناہ کبھی اعلان کے ساتھ نہ کرتا ہو صغیرہ بھی عادت و اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے جو شخص ان سب باتوں کا جامع ہو اگرچہ قرآن عظیم حافظ کی مثل نہ پڑھ سکے یا پولیس کی پنشن پائے اُسے امام بنانے میں حرج نہیں اور جو اڑھی حد شرع سے کم کراتا ہو وہ فاسق مطلق ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے سستی ہونا جو ہم نے جواز امامت کی شرطوں میں رکھا ہے نہ صحت نماز کی اُس سے مراد یہ ہے کہ ایسا بد مذہب بھی نہ ہو جس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچے کہ ایسے کو امام بنانا گناہ اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا اور جس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچی ہو جیسے آج کل کے عام رافضی وہابی پجری قادیانی غیر مقلد کے پیچھے تو نماز محض باطل ہے جیسے کسی ہندو یا پارسی کے پیچھے والعباد باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از مورہنج ضلع بریال مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۱ رذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

جس شخص کو جذام کے گھاؤ ہو گیا ہو لیکن لنگڑا یا انگلیاں گرا نہ ہو اچھی طرح اُٹھ بیٹھ سکتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور جس کو سوزاک ہو یا مونہ بانکا ہو گیا ہو یا ضعیف اس قدر ہو کہ اُٹھنے بیٹھنے میں دیر لگتی ہو ان اشخاص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔

**الجواب**

جذام میں جب تک ٹپکنا نہ شروع ہوا ہو یہ حکم ہے کہ اگر لوگوں کی نفرت کی حد تک ہے جس کے سبب اس کی امامت میں جماعت کی کمی ہو تو اُس کی امامت مکروہ ہے ورنہ نہیں اور اگر ٹپکنے لگا تو اگر معذور کی حد تک پہنچ گیا کہ ایک وقت کامل کسی نماز کا اس پر ایسا لگنا کہ وضو کر کے فرض پڑھ لینے کی ہمت نہ تھی تو جب تک ہر نماز کے وقت اگرچہ ایک ایک ہی بار ٹپکنا یا ایجادے وہ معذور ہے اسے پانچ وقت تازہ وضو کرنا کافی ہے اور اس کے پیچھے صرف ایسے ہی عارضہ والے کی جو اُسی کی سی حالت رکھتا ہو نماز ہو جائے گی باقی لوگوں کی نماز نہیں ہو سکتی یہی حکم سوزاک کا ہے اگر پیپ بہتا ہو، اور اگر پیپ نہ نکلے تو اس کے پیچھے نماز میں کچھ حرج نہیں جس کا مونہ معاذ اللہ پٹھا ہو گیا ہو اگر اس کے سبب قرأت صحیح نہ پڑھ سکتا ہو حروف غلط ادا ہوتے ہوں تو اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اگر حروف صحیح تو نکلنے ہوں مگر پڑھنے میں بہت بد نمائی پیدا ہو گئی ہو تو اُس کی امامت اولیٰ نہیں ورنہ کچھ حرج نہیں جو ضعف کے سبب دیر میں اُٹھتا بیٹھتا ہو اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ ایسی حالت نہ ہو کہ مثلاً جب تک سجدہ سے اُٹھ کر بقدر تین بار سجدہ کرنے کے بیٹھا نہ رہے کھڑا نہیں ہوتا اور جب ایسی حالت ہو تو اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** رذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد اہلسنت و جماعت کا امام اوروہ بھی مدعی ہے کہ میں سُنی ہوں مگر اس کی رشتہ داری و قرابت روافض سے ہوتی ہے اس کی پیچھیاں بھی روافض کو منسوب ہوئیں اور اس کی ہم شیرگان کے روافض سے نکاح ہوتے اور اس نے اپنا نکاح بھی روافض میں کیا ایسی حالت میں اس کا دعویٰ قبول ہوگا یا نہیں تقیہ جو روافض کا شعار ہے اور اس کے ذریعہ سے اہلسنت کے عبادات کو ضائق کرنا باعث نجات خیال کرتے ہیں محمول ہو کہ ایسے شخص کے پیچھے اہلسنت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں بفرض محال اس کے دعویٰ کو صحیح سمجھا جائے اور اس کو سُنی خیال کیا جائے تو نکاح اُس کا اور اس کی ہم شیرگان کا صحیح ہو یا نہیں اور

جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں اُن کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں۔ بیذا وجہ واد

### الجواب

اگرچہ رافضیوں کے یہاں بیاہت کرنے سے خود اس شخص کا خواہی نہ خواہی رافضی ہونا واضح نہیں ہوتا کہ بعض احمق نادان جاہل سنی بھی اس بلائے عظیم میں محض اپنی جہالت سے مبتلا ہیں اور بعض وہ بھی ہیں کہ اسے برا سمجھتے ہیں اور پھر اپنی اگلی رشتہ داریوں وغیرہ پر ہودہ وجہ کے سبب اُس میں مبتلا ہوتے ہیں اور پھپھویں بہنوں کے نکاح میں وہ بھی عذر کر سکتا ہے کہ یہ فعل اُس کے باپ دادا کا ہے بلکہ شاید اپنے نکاح میں بھی یہی کہے کہ باپ نے کر دیا اور ایسی وجہ سے کسی کے قلب عقیدہ پر حکم نہیں لگا سکتے اور جب وہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور اُس کی کوئی بات عقیدہ اہلسنت کے خلاف نہیں تو بدگمانی کر کے رافضی ٹھہرا دینے کی اجازت نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تقولوا لمن اتقى الله لمسلم لست بمومن او من ارسل الله تعالى عليه وسلم فرماتے ہیں افلا شققت عن قلبه مگر امام بنانے کے لیے فقط سنی تصور کرنا ہی کافی نہیں بلکہ فاسق معلن نہ ہونا ضرور ہے اس کی حالت دکھی جائے اگر رافضیوں سے میل جول خلا ملا دوستی اتحاد کے برتاؤ کرتا ہے تو اگر رافضی نہیں تو کم از کم سخت فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنا نا گناہ اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں ان کا پھر نا واجب کما فی فتاویٰ الحجۃ والغنیۃ وغیرہما من الاسفار الکثیرۃ وقد حققنا فی النخی الاکید اور اگر باوصف ان بیاہتوں کے ان لوگوں سے بالکل جدا ہے تو اسے بتایا جائے کہ آج کل کے تبرائی رافضی علی العموم کا فر مرتد ہیں اور ان سے نکاح مرد کا ہو یا عورت کا محض باطل ہے اور اُس میں قربت زنائے خالص اور اولاد اولاد الزنا ہے یوں نہ سمجھے تو اسے رسالہ رد الرافضہ دکھایا جائے جس میں بکثرت کتب معتدہ کی صاف تصریحوں سے کفر ثابت کیا گیا ہے اگر پھر بھی نہ مانے تو متمدن سرکش فاسق ہوگا اور رافضیہ عورت کے رکھنے سے زنا کار ہوگا اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب ہوگا اور اگر جاہل نہیں بلکہ جانتا ہے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا پھر اس عورت کو جدا نہیں کرتا آپ ہی فاسق وزانی اور امامت سے واجب العزل ہے اور اگر رافضیوں کے عقائد کفریہ خالص پر مطلع ہے اور پھر ان کو مسلمان جانتا ہے جب تو فسق وکنا ر خود کفر ہے بزادیہ وجمع الانہر ودرمخار و غیرہ میں ہے من شک فی کفرہ وعدنا بہ نقد کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از دکان چو یکہ تحصیل و ضلع مشرور موہرہ کنہیا لال سولہ غلام محمد صاحب ۲۸ صفر ۱۳۲۱ ہجری

مند نشین شریعت غرا جناب مولانا صاحب دام ظلکم بعد حصول سعادت قدیموی عرض یہ ہے کہ جو کہ کترین کے آباؤ اجداد تھے وہ سب گاؤں کے امام تھے اور قدیم ایام سے امامت کرتے چلے آئے ہیں اور کترین کے جناب دادا صاحب بھی خود گاؤں کے استاد تھے اور کترین کے جناب والد بزرگوار بھی استاذی اور امامت کرتے تھے اور ان کے بعد میں بھی استادی طریقہ رکھتا ہوں کہ گاؤں کے بہت سے لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم اور کتابوں وغیرہ کی بھی دی ہے اور پانچ نماز بھی ہم نام ہو کہ پڑھواتے رہے ہیں اور اب گاؤں کے ایک شخص زچندار نے کہا اگر مرضی ہو تو امام رکھیں ورنہ نہ رکھیں کہ امام ذکر کی جگہ ہوتا ہے حوالہ ذکر کے پیچھے نماز ادا کریں یا نہ کریں اور غرض خدا سے بہت بیودہ گالی بھی نکالی ہیں اور بے ادب لفظ بولے ہیں اور اب کترین جناب کی جانب دراز دست ہے اس شخص کی نسبت

فتویٰ حدیث اور شریعت کے تحریر کر کے ارسال فرمادیں کہ اُس کی تفریق لگائی جاوے از حد مہربانی ہوگی اور کترین کا حق گاؤں پر ہے یا نہیں اور شریعت میں اُس کے واسطے کیا حکم ہے وہ اب امامت سے برخاست کرنا چاہتے ہیں فتویٰ مع آیات و احادیث کے ارسال فرمادیں

### الجواب

کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا حرام ہے اور گالی دینا سخت حرام ہے اور بعض گالیاں تو کسی وقت حلال نہیں ہو سکتیں اور ان کا دینے والا سخت فاسق اور سلطنت اسلامیہ میں اسی کوڑوں کا مستحق ہوتا ہے اُن سے ملکی گالی بھی بلا وجہ شرعی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور علم دین کے اُستاد کا حق باپ سے بھی زائد ہے اُسے سنانے والا عاق ہوتا ہے اور بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کے رزق میں خلل اندازی بہت سخت ہے جا اور بلا وجہ ایذا ہے ایسوں کو خوف نہیں آتا کہ وہ کسی مسلمان کے رزق میں بلا وجہ خلل ڈالیں اللہ قادر مطلق اُن کی روزی میں خلل ڈالے اُن کا رزق تنگ کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کما تدین اللہ ان جیسا تو اوروں کے ساتھ کرے گا ویسا ہی اللہ تیرے ساتھ کرے گا ان لوگوں پر لازم ہے کہ امام سے معافی مانگیں اُستاد سے خطا بخشائیں اور اگر کوئی حرج شرعی نہ ہو تو بے سبب اُسے موقوف نہ کریں ہاں اگر سبب شرعی ہو تو بہ نرمی اُس سے کہیں اگر وہ اس کا علاج نہ کرے یا نہ کر سکے تو نرمی کے ساتھ الگ کر دیں اس وقت اس امام کو بھی بیجا ہٹ مناسب نہیں امامت کسی کا حق و میراث نہیں اور وجہ شرعی کے سبب اہل جماعت جس کی امامت سے ناراض ہوں اُسے امام بننا گناہ ہوتا ہے اُس کی نافرمانی قبول نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ - ۸ - رجب الاول ۱۳۸۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنا نکاح ایک عورت سے کیا کچھ عرصہ بعد اپنی عورت کی ہمیشہ سے دوسرا نکاح کیا دونوں عورتیں اس کے پاس ہیں کچھ مدت کے بعد اس دوسری سے ایک لڑکا پیدا ہوا جب وہ بالغ ہوا اُس نے کلام مجید پڑھا اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

### الجواب

یہ لڑکا ولد الحرام ہے ولد الزنا نہیں اسے حرامی نہیں کہہ سکتے کہ عرف میں حرامی ولد الزنا کو کہتے ہیں اور یہ شرعاً اپنے اسی باپ کا بیٹا ہے اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں ہاں اگر جماعت کو اس کے ولد حرام ہونے کے باعث اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت ہو تو اُس کی امامت مکروہ ہوگی کہ وہ تقییل جماعت ہوگی مگر اس صورت میں کہ یہ لڑکا سب حاضرین سے زیادہ مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتا ہو تو اُسی کی امامت ادنیٰ ہے اور اب اگر عوام کو نفرت ہو تو انھیں سمجھا یا جائے کہ اُن کی یہ نفرت خلاف حکم و بے محل و بیجا ہے یہ تو یہ اگر کوئی ولد الزنا بھی ہو تو جب حاضرین سے علم میں زائد ہو وہی سختی امامت ہے علی گیریہ میں ہے ان تزوجہما فی عقد تین فنکاح الاخیرۃ فاسدۃ و یجب علیہ ان یتفارقا فاما ان یتفارقا بعد الدخول فعلیہا العدة و یتثبت النسب ہا یہ میں ہے بیکہ تقدیر العبد لانه لا یتفرغ للعلم والاعمال لان الغالب فیہما الجہل وولد الزنا لانه لیس له اب یشفقہ فیغلب علیہ الجہل وکان فی تقدیرہ ہولاء تنفیہ الجماعۃ فیکوہ امتیاز شرح غفران میں ہے

ان کان الاثر ابی افضل من الحضری والعبد من الحور وولد الزنا من ولد الرشدة والاعسی من البصیر فالحکم بالفضد والمختار میں ہے نحوہ فی شرح الملتقی للبنہسی وشرح درار البحار ولعل وجهہ ان تنفیذ الجماعۃ بتقدیمہ یزول اذا کان افضل من غیرہ بل التفسیر یکون فی تقدیمہ در مختار میں ہے الا ان یکون غیر الفاسق اعلم القوم نفوا ولی اسی میں ہے لو امر قوما وھملہ کارھون ان الکراۃ لفساد فیہ اولاً نہما حق بالامامۃ منہ کراۃ ذلک تحویا وان ھوا حق لا والکراۃ علیھما واللہ تعالیٰ اعلم

### مسئلہ - ۳۱۱ - سیدہ بھری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور وہ فاتحہ و علم غیب وغیرہ سے منکر ہے بلکہ سجدہ میں اور رکوع میں تسبیح اس قدر زور سے کہتا ہے کہ اگلی صفت والے بخوبی سن لیتے ہیں اور پیچھے والے بھی کچھ سن لیتے ہیں اور ایسے مقام پر کوئی دوسرا امام میسر نہیں آتا تو اس حالت میں کس طرح باجماعت نماز پڑھی جائے کہ ثواب جماعت کا ہو اور نماز میں بھی کوئی نقص نہ ہونے پائے۔

### الجواب

گر علم غیب بطلائے الہی کثیر وافر اشیاء و اسما و صفات و احکام و برزخ و معاد و اشرار ساعت و گزشتہ و آئندہ کا منکر ہے تو صریح گمراہ بدین و منکر قرآن عظیم و احادیث متواترہ ہے اور ان میں ہزاروں غیب وہ ہیں جن کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملنا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین کا منکر یقیناً کافر ہے ہی تبلیسی طور پر بعض کا اقرار کرتا اور دہا بیہ کا اعتقاد رکھتا ہے تو گمراہ بدین ہے اور جو خاص و بربندی عقائد پر ہو وہ کافر و مرتد ہے یونہی جو ان عقائد پر اپنا ہونا نہ بتائے مگر ان لوگوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو اچھا جانے یا مسلمان ہی سمجھے جب بھی خود مسلمان نہیں درمختار و مجمع الامم و بزازیہ وغیرہ میں ہے من شک فی کفرہ فقد کفر ہاں اگر تمام خباثتوں سے پاک ہو اور علم غیب کثیر وافر بقدر مذکور پر ایمان رکھے اور عظمت کے ساتھ اس کا اقرار کرے صرف احاطہ جمیع ماکان و مایکون میں کلام کرے اور ان میں ادب و حرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے مگر آج کل یہاں فاتحہ کا انکار خاص دہا بیہ ہی کا شعار ہے اور دہا بیہ اہل اہوا سے ہیں اور اہل اہوا کے پیچھے نماز ناجائز ہے فتح القدیر میں ہے لا تجوز الصلاۃ خلف اهل الاھوا و اگر امام میسر ہو بہتر درہ تنہا پڑھی جائے ہاں اگر وہاں دہا بیت نہ ہوتی تو فقط اتنی بات پر کہ تسبیحات رکوع و سجود با واز کرتا اور اس پر اصرار رکھتا ہو نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوتی کہ اگر امام نہ ملتا تو اسی کے پیچھے پڑھنے کا حکم دیا جاتا مگر بحال دہا بیت ہرگز اقتدا جائز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ - از نجیب آباد ضلع بجنور متصل تحصیل مرسلہ محمد ظفر اللہ صاحب حنفی ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(۱) ایک شخص اس مسجد کا جو امام ہے جس کی بابت یہ قصہ ہے کہ صدقہ نظر لیتا ہے حتیٰ کہ وہ خود صاحب زکوٰۃ ہے اگر اس کو صدقات سے کچھ نہ دیا جائے یا دینے میں دیر ہو جائے تو ناراض ہو جاتا ہے ایسی جگہ سے نماز ترک کرنا جائز ہے یا نہیں (۲) عالم الریضی اور جس کے وضو کا بھی کافی طور سے احتمال ہو اور قرآن شریف کو صحت الفاظی کے ساتھ نہ پڑھتا ہو بلکہ غلط پڑھتا ہو باوجود اس کے کہ وہاں قاری اور حافظ موجود ہوں تو ایسے شخص کی ثنویت جماعت سے اجتناب چاہیے یا نہیں (۳) جو اشخاص ناحق رعایت و پاسداری کرتے ہوں اور بدعتیں پس قرآنی سے حاسد ہوں اور وہ اس جماعت میں شامل ہوں اور عوام کی غیبت کرتے ہوں تو ایسے موقع پر ترک جماعت جائز ہے یا نہیں (۴) وہ



شخص اس بنائے فساد سے مخوف ہو کر اُس حجرے میں جو شارع عام سے کچھ فاصلہ مسجد سے واقع ہے نماز پڑھ لیوے تو جائز ہے یا نہیں اگر حجرہ میں جماعت علیحدہ کرتا ہے تو ناحق مفسدہ پیدا ہوتا ہے اب کیا کرنا چاہیے آیا نماز اب کس طریق پر اور کس جگہ پر ادا کرے (۵) وہ امام جو اس مسجد میں امامت کے واسطے بلائے جاتے ہوں اُس کے مقتدی ہمیشہ بخش کلامی سے یاد کرتے ہوں اور اس سے پھر مقتدی ناراض ہوں تو اُس کے پیچھے اُن کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اس کو وہاں امامت کرنا روا ہے یا نہیں (۶) اندر مسجد کے جمع ہو کر دنیا داری کی باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو کرتے ہیں وہ خطا دار ہیں یا نہیں (۷) مسجد کی امامت کے واسطے امام بے علم یا مشتبہ کافی ہے یا نہیں کہ نماز مع کل فرائض، واجبات، سنن کے پوری ہو جاوے فقط۔

### الجواب

(۱) غنی کو صدقہ، فطر لینا حرام ہے اگر امام غنی ہے اور صدقات فطر لیا کرتا ہے یہاں تک کہ ملنے میں دیر سے ناراض ہوتا ہے تو وہ فاسق ملعن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اگر اُسے معزول ذکر سکین تو وہاں ترک جماعت کا یہ عذر صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہے جس سے نماز فاسد ہوتی ہے مثلاً آیات ط یا ث س ص یا ح ۵ یا ذ ظ میں فرق نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز باطل ہے اور اس صورت میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا ترک جماعت نہیں کہ وہ جماعت کیا نماز ہی نہیں یونہی اگر اس کا وضو مشکوک رہتا ہے جب بھی اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں مواخذہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۳) مقتدیوں کے گناہ کے باعث ترک جماعت جائز نہیں اُن کے گناہ اُن کے گناہ ہیں اور ترک جماعت اس کا گناہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم (۴) اگر امام مسجد فاسق ملعن یا بد مذہب یا بے طہارت یا غلط خواں ہے اسے آگے پیچھے یا اُس سے الگ حجرہ میں جماعت پر بھی قدرت نہیں بلکہ فتنہ اُٹھتا ہے تو اس صورت میں تنہا پڑھنے کی اُسے اجازت ہوگی مگر یہ بات بہت دشوار ہے کہ حجرہ میں دو ایک شخص کے ساتھ جماعت کرنے میں بھی فتنہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم (۵) اس صورت میں مقتدی گنہگار ہیں امام پر کچھ الزام نہیں وہ امامت کر سکتا ہے اور ان کی نماز اسکے پیچھے روا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۶) مسجد میں دنیا کی بات کے لیے بیٹھنا حرام ہے اور اس میں جمع ہو کر دنیا کی بات کرنا ضرور خطا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۷) امام میں چند شرطیں ضروری ہیں اولاً قرآن عظیم ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہو جیسے وہ لوگ کہ مثلاً آیات ط یا ث س ص یا ح ۵ یا ذ ظ میں فرق نہیں کرتے دوسرے وضو غسل طہارت صحیح رکھتا ہو سوم سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علماء حرمین شریفین تفسیلی وغیرہ بد مذہب نہ ہونہ کہ وہابی خصوصاً دیوبندی کہ سرے سے مسلمان ہی نہیں یا ان کو اچھا جاننے والا کہ وہ بھی انھیں کئے شیعہ شفا شریف، بزاز یہ و جمع الانسود و مختار وغیرہ میں ہے ومن شك في كفره وعذابه فقد كفر چارم فاسق ملعن نہ ہو ہی طرح اور امور مانی امامت کا پاک ہو انکے بعد ذی علم ہو نا شرط صحت حلت نہیں شرط اولیت ہے اگر جاہل ہے اور شرط نہ کو رہ رکھتا ہے اُسکے پیچھے نماز ہو جائیگی اگرچہ اولی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - جو شخص داڑھی اپنی مقدار شرع سے کم رکھتا ہے اور ہمیشہ تر شواتا ہے اس کا امام کرنا نماز میں شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔

### الجواب

وہ فاسق ملعن ہے اور اسے امام کرنا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی غنیہ میں ہے لوقد معا فاسقا یا ثمنون

اور دلائل مسئلہ بحیرہ کی تفصیل ہمارے رسالہ لمعة الضعی فی اعفاء اللجے میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از سینا پور ضلع بریلی مسئلہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ ارشوال سنہ ۱۳۳۳ ہجری  
ایک وقت کی نماز جس شخص کی قضا ہوگئی ہو اُس کے پیچھے نماز امامت درست ہوگی یا نہیں۔ اتفاق سے قضا ہوگئی ہو۔

### الجواب

بلا قصد جس کی نماز قضا ہو جائے اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں۔

**مسئلہ** - ہر ایک آدمی کی نماز کسی کی کسی وقت کی اور کسی کی کسی وقت کی قضا ہو اور سب اپنی اپنی قضا پڑھ لیوں ایسی حالت میں امامت ہوگی یا نہیں کیونکہ بعض بعض جگہ بوجہ کاشتکاری کے کام کے اکثر لوگوں کی نماز قضا ہو جاتی ہے اور سب ایسی ہی حالت میں ہیں یہ لوگ امام کریں یا اپنی اپنی نماز علیحدہ ادا کریں یا کوئی ان میں امام ہو کر نماز ادا کریں۔

### الجواب

کاشتکاری خواہ کسی کام کے لیے نماز قضا کر دینا سخت حرام دگناہ کبیرہ ہے جو ایسا کرتے ہیں سب فاسق ہیں سب پر فوراً توبہ فرض ہے کیا نہیں جانتے کہ کھیتی بھی اُسی کے اختیار میں ہے جس نے نماز سب سے بڑھ کر فرض کی ہے اگر نماز کھونے میں تھاری کھیتی برباد کر دے تو تم کیا کر سکتے ہو نماز گھنٹوں میں نہیں ہوتی تھوڑی دیر کے لیے نماز کے واسطے کھیتی کے کام کو روک دو تو نماز اور کھیتی کا مالک تھاری کھیتوں میں بہت برکت ہے جہاں سب اسی طرح کے ہوں وہاں اُن سب پر توبہ تو فرض ہے ہی جب توبہ کر لیں اُن میں سے جو قابل امامت ہے امامت کرے اور رافضیوں کی طرح الگ الگ دپڑھیں ہاں یہ ضرور ہے کہ امام اور مقتدی سب کی قضا متحد ہو مثلاً سب کی آج کی ظہر یا سب کی کل کی عصر، تو جماعت ہو سکتی ہے اور اگر نماز مختلف ہو مثلاً امام کی ظہر اور مقتدی کی عصر یا امام کی آج کی ظہر، تو جماعت نہیں ہو سکتی اپنی اپنی الگ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - امام کی اتفاق سے ایک وقت کی نماز قضا ہوگئی ہے تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا دوسرا شخص کھڑا ہوئے۔ بینوا تو جو روا

### الجواب

وہی امامت کرے جبکہ قصداً قضا نہ کی ہو اور اگر قصداً قضا کی اگرچہ اتفاق سے تو فاسق ہو گیا اگر توبہ نہ کرے تو دوسرا شخص امامت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور حافظ ہے داڑھی نہیں ہے آیا نماز اُس کے پیچھے درست ہے یا نہیں۔

### الجواب

اگر حسین و جمیل خوبصورت ہو کہ فساد کے لیے محل شہوت ہو تو اس کی امامت خلافت اولیٰ ہے در نہ نہیں در مختار میں ہے تکرر خلعت اموء و المختار میں ہے قال الرحمتی المراد به الصبیح الوجه لانه محل الفتنة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



مقتدی اُس کے پیچھے ہے اُس کا سجدہ بطور مسنون یا سانی ہو جائے بلا ضرورت اس سے کم فاصلہ رکھنا جس کے سبب مقتدیوں کو سجدہ میں تنگی  
منع ہے یہ ہیں فاصلہ کثیر بحث چھوڑنا خلاف سنت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - سرکڑہ ضلع مراد آباد مسؤلہ سید عبد العزیز صاحب ۵ محرم شریف ۱۳۳۲ ہجری

باپ نے بیٹے کو عاق کر دیا اور پھر اُس کی خطامعات بھی کر دی تو اس کی خطامعات ہوئی یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟  
(۲) اگر کسی شخص سے چار جمعہ حالت مرض میں پے در پے سا قح ہو گئے تو باپ جو جس جمعہ میں نماز اُس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں۔

**الجواب**

ہاں اگر وہ باپ کی نافرمانی اور باپ کو ناراض کرنے سے باز آیا اور سچے دل سے توبہ کی تو خطامعات ہو گئی اور اب اُس کے پیچھے نماز جائز  
ہو جائے گی اور اگر وہ نافرمانی و ایذا سے پھر سے باز نہ آیا تو ضرور سخت اشد فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی جس کا پھر نذر واجب ہے  
اور اُسے امام بنانا گناہ اگرچہ باپ اپنی تہربانی سے ہزار بار خطامعات کر دے کہ یہ صرف باپ کی خطامعات نہیں اللہ عزوجل کا بھی گناہ اور سخت  
گناہ شدید کبیرہ ہے تو فقط باپ کے معاف کیے کیونکہ معاف ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر مرض ایسا تھا کہ قابل حاضری جمعہ نہ تھا  
تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اگر حاضر ہو سکتا تھا اور کابلی اور بے ہمتی سے نہ آیا تو فاسق ہے اسے امام کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از قبیلہ ضلع وڈا کا نہ بیٹو مرسلہ حکیم رضا حسین صاحب -

کہا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولد الزنا کا نکاح صحیح ہوا اور اُس سے اولاد ہوئی تو اس اولاد کے پیچھے اقتدا درست  
ہے یا نہیں۔ فقط

**الجواب**

ولد الزنا کا بیٹا نکاح صحیح سے پیدا ہوا ہو ولد الزنا نہیں اس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں ہاں اگر اہل جماعت اُس سے نفرت  
کریں اور اس کے باعث جماعت کی تقلیل ہو تو اسے امام نہ کیا جائے اگرچہ وہ خود بے قصور ہے جیسے معاذ اللہ برص و جذام والے کی امامت مکروہ  
ہے جبکہ باعث تنفیر جماعت ہو اگرچہ مرض میں اس کا کیا قصور ہے درختار میں ہے مگر خلف ابرص شاع برصہ رد المحتار میں ہے کذا اجزوم  
برجندی والظاہران العلة النفرة ولذا قيد الابص بالشيوع ليكون ظاهرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از قبیلہ بیٹھور ضلع بجنور مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جنت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عنایت اللہ خاں صاحب جائداد ہے اور دوسری جائداد خریدنے کے لیے  
یا کسی وارث کی جائداد اپنے نام کرانے کے لیے روپیہ سودی متک لکھ کر بقال سے قرض لیا ایسے شخص کو امام بنانا مذہب حنفیہ میں کیسا ہے خصوصاً  
حمید و عیدین کا امام بنانا۔ عنایت اللہ صاحب نصاب ہے۔ فقط

**الجواب**

شخص مذکور کو جائداد خریدنا کوئی ضرورت شرعی نہ رکھتا تھا اور بے حالت اضطراب و مجبوری محض سود دینا اور لینا دونوں یکساں ہیں

دیے لینے والے دونوں ملعون صحیح مسلم شریف میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربوا و موکلہ و کاتبہ و شاہد یہ و قال ہم صواء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سو کھانے والے اور سو کھلانے والے اور اسکا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں ایسا شخص جمعہ، عید، پنجگانہ کسی نماز میں امام بنانے کے قابل نہیں اُسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** مسئلہ علامہ الدین صاحب عرضی نویں کچری دیوانی پر تاب گدھ ۲۲، صفر ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ قیام کرنا محفل مولد خیر الانام اور نماز تراویح کے بعد ختم قرآن مجید کے اپنے پاس سے خواہ چندہ سے بخشی اپنے شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے یا بدعت اور ایسے شخص جو قیام کا منکر اور جو تراویح کے بعد ختم قرآن مجید کی شیرینی کا تقسیم کرنا بدعت سمجھتا ہو اور ناجائز کہتا ہو اُس کے پیچھے نماز کی اقتدا کرنا بروئے مذہب حنفی کیا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں یا کیا ہے۔ فقط

## الجواب

قیام وقت ذکر ولادت حضور سید الانام علیہ وآلہ افضل الصلوة والتسلیم جس طرح حرمین طیبین و مصر و شام و سائر بلاد اسلام میں رائج و معمول ہے ضرور مستحسن و مقبول ہے علامہ سید جعفر ربیع رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا رسالہ میلاد مبارک حرمین طیبین و دیگر بلاد عرب و عجم میں پڑھا جاتا ہے اُس رسالہ میں فرماتے ہیں قد استحسن القیام عند ذکر ولادۃ صلی اللہ تعالیٰ وسلم ائمة ذر وایۃ ورویۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایۃ مرامہ و مرامہ بشفک ذکر ولادت اقدس کے وقت قیام کرنا ان اماموں نے مستحسن جانا جو اصحاب روایت و اباب درایت تھے تو خوشی اور شادمانی ہو اُس کے لیے جس کی نہایت مراد و غایت مقصود محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہو یہاں آج کل اس قیام مبارک کو بدعت و ناجائز کہنے والے حضرات وہابیہ ہیں خذ لہم اللہ تعالیٰ اور وہابیہ زمانہ اب بدعت و ضلالت سے ترقی کر کے معراج کفر تک پہنچ چکے ہیں بہر حال ان کے پیچھے نماز ناجائز اور انھیں امام بنانا حرام یوں ہی ختم قرآن عظیم کے وقت مسلمانوں میں شیرینی کی تقسیم بھی ایک امر حسن و محمود ہے اُسے بدعت بتانا انھیں اصول ضالہ وہابیت پر مبنی ہے اللہ عزوجل نے تو وجوب و ممانعت کی یہ معیار بتائی تھی ما اتکم الرسول فخذوہ و ما نہکم عنہ فانہوہا رسول جس بات کا تمھیں حکم دیں وہ اختیار کرو اور جس بات سے منع فرمائیں باز رہو مگر وہابی صاحبوں نے معیار ممانعت یہ لکھی ہے کہ جسے ہم منع کر دیں اُس سے بچو اگرچہ اللہ رسول نے کہیں منع نہ فرمایا ہو غرض یہ اسکا شرک فی الرسالۃ ہے اُس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از ضلع جھنڈا رہ محلہ کم تالاب مرسلہ حکیم ہدایت اللہ خاں صاحب متولی مسجد، ۲۴، صفر المظفر ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن ہے اور جبراً پیش امام بننا چاہتا ہے حالانکہ جماعت مسلمین اس کی ذیل کی باتوں سے ناخوش ہیں اور اپنا پیش امام نہیں بننا چاہتے حافظ صاحب پہلے گورنمنٹی ملازم تھے

رشتہ کھا کر سزا پائی مگر قسمت کے زور سے اپیل میں رہائی پائی (۲) اس حافظ صاحب نے ایک سے آٹھ آنے لے کر رسید لکھ دی تھی بعد میں دھوکا دے کر رسید جلادی کچری میں انکار کیا کہ آٹھ آنے نہیں لیا جس سے اُس شخص کو بڑا بھاری نقصان ہوا حالانکہ یہ بات سچ تھی کہ پیسے حافظ صاحب لے چکے تھے اور صاف انکار کر دیا اور اسی معاملہ میں پہلے بھی قسم قرآن شریف کی کھا چکے تھے (۳) حافظ صاحب اپنے پیرومرشد پرمعن و تشنیع کرتا ہے کہ محلہ میں یا مدرسہ اسلامیہ میں جو خاص اُن کے پیرومرشد کا ایجاد کردہ ہے کہتے ہیں کہ اُن کے باپ دادا کا میراث ہے کیا اور اپنے پیرومرشد کی بات پر فتویٰ بلواتا ہے حالانکہ پیرومرحم نے ان کو اپنا خلیفہ زبانی مقرر کیا ہے نہ کہ تحریری بعد اس طعنہ تشنیع کے پیرومرحم پر حافظ صاحب کی خلافت باقی ہے یا باطل ہوئی یا خلافت سے نکل گئے۔ (۴) حافظ صاحب نے چمرہ قربانی کا جو کہ صاحب نصاب ہیں مدرسہ اسلامیہ میں دینے کو کہا تھا دھوکا دے کر اپنے صرف میں لے آئے (۵) اور سید کو زکوٰۃ کا پیسہ لینا درست ہے یا نہیں۔ اتنی باتیں حافظ بنو علی صاحب میں موجود ہیں جس کو ہر فرد بشر اس محلہ کا بخوبی جانتا ہے تیسرے بھی وہ پیش امام بننا چاہتے ہیں جبراً اور فساد برپا کرتے ہیں کہ میں حافظ ہوں خلیفہ ہوں میرا حق زیادہ ہے پیش امام میں بنوں گا اور جماعت کثیرہ کی رائے نہیں ہے کہ اس کو اپنا پیش امام بنائے اس لیے جناب والا کی خدمت میں ناقابل یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ تکلیف گوارا فرما کر اس کا جواب تفصیل وار ہر ایک سوال کا تحریر فرمائیں گے کہ ایسی زبردستی پیش امام جس سے مقتدی ناراض ہوں درست ہے یا نہیں زیادہ کیا عرض کروں زیادہ حد ادب۔

## الجواب

جس سے مقتدی اُس کے کسی عیب کی وجہ سے ناراض ہوں اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی حدیث میں ارشاد فرمایا ثلثۃ لا تقبل صلاتھم فی ق اذا نفم شبرا وعد منهم من ام قوما وھم لکاردھون تین شخصوں کی نماز اُن کے کافوں سے بالشت بھر بھی اونچی نہیں ہوتی یعنی بارگاہِ عزت تک رسائی تو بڑی چیز ہے ایک وہ جو کچھ لوگوں کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے ناراض ہوں یعنی اس میں کسی قصور شرعی کے سبب والا فالو بال علیہم کما فی الدار المختار وغیرہ اور ظاہر ہے کہ صورت مستفسرہ میں اُس شخص میں متعدد قصور ہیں رشتہ لینا اگر ثابت ہو تو وہ گناہ کبیرہ ہے حدیث میں فرمایا الراشی والموتشی کلاهما فی النار رشتہ دینے والا اور لینے والا دونوں دوزخی ہیں پیسے لے کر مکر جانا اور اُس پر قرآن عظیم کی جھوٹی قسم کھانا اور رسید جلاد کر مسلمان پر جھوٹا دعویٰ کرنا اور اُسے نقصان پہنچانا یہ سب گناہ کبیرہ ہیں ان چوہ سے حافظ مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنا نا گناہ اور جبراً امام بننے میں خود اس کی نماز بھی تباہ جب تک وہ ان تمام افعال شنیعہ سے علاوہ نہ کرے قربانی کی کھال اگر دوسرے نے اسے مدرسہ میں دینے کو دی تھی اور اس نے دھوکا دے کر اپنے صرن میں کر لی تو یہ بھی دغا اور خیانت اور گناہ کبیرہ ہے اور اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ میں دینے کو کسی تھی پھر نہ دی تو بجا ہے مگر چنداں لازم نہیں جبکہ کسی عذر شرعی سے ایسا کیا ہو ورنہ اللہ عزوجل سے وعدہ خلافی ہے چنانچہ نتیجہ بہت شدید ہے قال اللہ تعالیٰ فاعقبھم اللہ نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وما کافو ینکونون پیرو طعنہ و تشنیع ارتداد طریقت ہے اس سے خلافت ورکن رجحیت سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔ سید صاحب کو زکوٰۃ دینے میں بعض نے اجازت لکھی ہے اور صحیح و معتد ظاہر الروایہ عدم جواز کما بینا فی الزھد الباسم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گناہ کبیرہ میں مبتلا رہتا ہو اور وہ حسب ہدایت گناہ سے باز آکر اکمل الفضل دین و اسلام کے دروہ توبہ کرے اور اس گناہ سے بفضلہ تعالیٰ نجات پائے تو کیا اس کا ایمان کامل ہوا۔ (۲) اس کی امامت جائز ہے (۳) جو لوگ بعد توبہ اس پر اعتراض کریں ان کے واسطے کیا حکم ہے۔ فقط

### الجواب

اشہر عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے ہوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ اور سچی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الثائب من الذنب کمن لا ذنب لہ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے توبہ کے بعد اس کی امامت میں اصلاً حرج نہیں بعد توبہ اس پر اس گناہ کا اعتراض جائز نہیں حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں عیدوا خاہ بذنب لم یمیت حتی یعملہ وفی روایۃ بذنب تاب منه وبہ فسر ابن مینع جو کسی اپنے بھائی کو ایسے گناہ سے عیب لگائے جس سے توبہ کر چکا ہے تو یہ عیب لگانے والا نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے رواہ الترمذی وحسنہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از میرٹھ چھاؤنی ویرکلب مرسلہ عمر بخش خان ماں ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص عرصہ چند سال سے امام مسجد رہ کر بباعث وجوہات ذیل کے معزول کر دیا گیا ہے (۱) اتہام زنا (۲) اتہام سرزد رہائے مسجد وغیرہ اسباب مسجد جو متعلق مسجد اس کے ماتحت تھا (۳) لعل علی قوم لوط۔ جس کے مشاہدہ و معائنہ کے چند اشخاص معتبران شاہد ہیں وغیرہ وغیرہ اب وہ شخص بغیر اجازت بانی مبنی مسجد و متولی مسجد چند اشخاص کے کہنے پر جو ساکنان غیر محلہ اس مسجد کے ہیں امام ہونا چاہتا ہے علاوہ اس کے جو بالفعل امام مسجد بانی و متولی مسجد ہے مقرر کیا ہوا ہے اعلم بالسنۃ والحدیث ہونے پر سوا جامع عالم جید ہے اور معزول شدہ کا مبلغ علم صرف کنز الدقائق۔ ایسے شخص کا امام ہونا باوجود جمع وجوہات بالا کے جائز ہے یا نہ۔ فقط

### الجواب

اتہام اور بدگمانی تو شرعاً جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اللغو قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن الذنب الحدیث مگر جس بات کے معاینہ کے گواہان ثقات بتائے جاتے ہیں وہی مانع امامت کو بس ہیں بلکہ جو ایسے افعال شنیعہ سے متہم ہو چکا اور طبائع اس سے نفرت کرنے لگیں اگر ثبوت نہ بھی ہو تاہم اسکی امامت میں تقلیل جماعت ضرور ہے اور اسی قدر کراہت امامت کو بس ہے اگرچہ وہ واقع میں بے قصور ہو کما نصوا علیہ فی من شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالیٰ کما فی الدر وغیرہ بہر حال وہ عالم متقی صحیح خاں کے مقابل کسی طرح مستحق امامت نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ بانی مسجد و اہل محلہ کو اس سے کراہت ہے فان امر الامامۃ مغوض الی البانی ثم الی الجماعۃ ولا دخل فیہ الا جانب تو غیر اہل محلہ کا اسے مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں ہو سکتا نہ حالت مذکورہ میں کہ قوم بدوجہ شرعی اس سے کراہت رکھتی ہے خود اسے امام بننا



نا جائز۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلاثۃ لا ترفع صلاتھن فوق اذانھن شبرا وعد منھن من امر قوما وھم لہ کارھون واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ ان کا بنور توپ خانہ بازار قدیم مسجد سرہ مارہ ۲۰، ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم ہے یعنی علم فقہ و حدیث و تفسیر بخوبی جانتے ہیں مگر عالم موصوف بائیں پیر سے مجبور ہیں جس کو لشکر کہتے ہیں زمین میں پیر مذکور کا فقط انگشت لگا سکتے ہیں اور دہنا پیر درست ہے قیام رکوع سجود بخوبی کر سکتے ہیں یہ عالم مذکور پانچ وقتی نماز کی امامت کر سکتے ہیں یا نہیں اگرچہ عالم دیگر موجود ہو یا نہیں باعبارت و دلائل کے تحریر فرمائیں کہ اس میں کوئی قسم کا شبہ نہ رہے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب**

صورت مستفسرہ میں ایسے شخص کی امامت بلاشبہ جائز ہے پھر اگر وہی عالم ہے تو وہی زیادہ مستحق ہے اُس کے ہوتے جاہل کی تقدیم ہرگز نہ چاہیے اور اگر دوسرا عالم بھی موجود ہے جب بھی اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بہتر وہ دوسرا ہے یہ سب اُس صورت میں کہ دونوں شخص شرائط صحت و جواز امامت کے جامع ہوں صحیح خواں صحیح الطہارۃ سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن در نہ جو جامع شرائط ہوگا وہی امام ہوگا و مختار میں ہے صحیح اقتداء قائم باحد اب وان بلغ حدہ الکوع علی المعتمد وکن اباعوج وغیرہ اولی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از تحصیل چوئیاں ضلع لاہور مسلولہ انوار الحق صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ ہجری

اس ملک پنجاب میں دین کی بہت شستی ہے خالصکر دیہات میں تو دین مذہب کا کچھ پتا ہی نہیں چنانچہ ہر ایک دیہات میں امام مسجد سوائے چند سورتوں کے یاد رکھنے کے اور کوئی علم نہیں رکھتا اور مقتدیوں کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ امام مسجد ایسا ہو جو کہ ہماری نیت کو غسل دے سکے یا نکاح پڑھ سکے یا دو تین سورتیں نماز پڑھانے کے واسطے یاد ہوں اور کوئی شوق نہیں چنانچہ ایک گاؤں بنام تیرہ میں ایک امام مسجد ایسی ہی صفتوں والا صبح گوگیا اور وہیں وفات پائی اسی مذکورہ گاؤں میں ایک دہرکارہ جو کہ اپنے آپ کو حنفی کہتا تھا اور پھر بعد میں چند سال وہاں ہی مذہب رہا بعد ازیں چند سال سے چکرا لوی مذہب ہے اب مذکورہ امام مسجد کی فتیدگی ہر اُس نے اس خیال سے کہ میں امام مسجد بن جاؤں مسجد کے متعلق گھروں کی آمدنی میرے کام آوے یہ ظاہر کیا کہ میں نے چکرا لوی مذہب سے نویری مجھے امام مسجد مقرر کرو چنانچہ اسکے ہم خیال چند دوستوں نے اس کو پگڑی پھائی اور اس کو امام مسجد مقرر کر دیا اب چند مسلمان اُس کے مخالف اُٹھے جن کو اُس کے چند مذہب بدلنے کا رنج تھا انھوں نے اس کو معزول کرنا چاہا اب چونکہ وہ کچھ علم رکھتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے تو بر خالص کر دی ہے اور اب میں حنفی مذہب پر آگیا ہوں اگر تم اب بھی معزول کرتے ہو تو مجھے شریعت کا حکم دکھاؤ میں کہ اسے ہو جاؤں گا چنانچہ وہ کہتا ہے کہ کافر کی تو یہ منظور ہے میری کیونکر نہ منظور ہوگی پتے مسلمانوں کا خیال ہے کہ اگر یہ امام مسجد مقرر رہا تو یہ دین میں رخنہ انداز ہوگا پھر کئی آدمی اُس کے موافق ہو جائیں گے پھر ہم میں امنی طاقت نہ ہوگی کہ ان کو سیدھا کریں اس خیال سے وہ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی حکم ایسے مشکوک آدمی کے بارے میں ہو تو ہمیں فتویٰ دیا جائے کہ اس کو نکالا جاوے اور اس کے فتنہ سے بے فکر ہو جاویں۔ فقط

## الجواب

نماز اہم عبادت ہے اور اس کے لیے غایت احتیاط درکار ہے یہاں تک کہ ہمارے علمائے تصریح فرمائی کہ اگر نماز چند وجہ سے صحیح ٹھہرتی ہو اور ایک وجہ سے فاسد تو اسے فاسد ہی قرار دیں گے امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں الصلاة اذا صححت من وجہ وفسدت من وجہ حکم بفسادها جو شخص ایسا مضطرب الحال ہو کہ اتنے دنوں میں تین مذہب بدل چکا اس کی توبہ بایں معنی قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں کہ اگر تو نے دل سے توبہ کی ہے تو اللہ قبول فرمائے والا ہے نیز اسی سنت حنفیت کا اظہار کرتے ہوئے اگر وہ مرجائے گا ہم اس کے جنازہ کے ساتھ وہ طریقہ برتیں گے جو ایک متقی حنفی کے ساتھ کیا جاتا ہے لانا انما نحکم بالظاهر والله يتولى السرائر مگر اس قبول توبہ سے یہ لازم نہیں کہ ہم ایسے مضطرب شخص ایسے مشکوک حالت والے کو اپنے ایسے اہم فرض دینی کا امام بھی بنالیں اگر واقع میں وہ سچے دل سے تائب ہو اسے تو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اور اگر امامت لینے کے لیے توبہ ظاہر کرتا ہے تو وہ نماز باطل و فاسد ہوگی اور اس کی حالت شک ڈالنے والی اور نفع کی طمع اس کی تائید کرنے والی کسی طرح عقل سلیم و احتیاط کا مقتضا ہرگز نہیں کہ اسے امام کیا جاوے دوہرے کے معاملہ میں گواہی کے لیے تو علمائے کرام یہ احتیاط فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ توبہ کر لے اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی جب تک ایک نماز اس پر نہ گزرے جس سے صدق توبہ و صلاح و تقویٰ کے آثار اس پر ظاہر ہوں کہ جب وہ فاسق ہے تو ممکن کہ اس وقت اپنی گواہی قبول کر دینے کے لیے توبہ کا اظہار کرتا ہو فتاویٰ غلگیری و فتاویٰ قاضی خاں میں ہے الفاسق اذا تاب لا تقبل شهادته ما لم يمض عليه زمان يظهر عليه اثر التوبة والصحيح اذا ذلک مفوض الی راء القاضی بلکہ جو جھوٹ کے ساتھ مشہور ہے اس کی نسبت تصریح فرماتے ہیں کہ اس کی گواہی کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ سو بار توبہ کرے بدائع امام ملک العلام ابو بکر مستود کا شافی پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے والمصروف بالكذب لا عدالة له فلا تقبل شهادته ابدان تاب بخلاف من وقع في الكذب مھوا او ابتلى به مرة ثم تاب جب دوہرے کے مال میں یہ احتیاطیں ہیں تو نماز کہ بعد ایمان اعظم ارکان دین ہے اس کے لیے کس درجہ احتیاط واجب شریعت مطہرہ ہرگز ایسے مشکوک شخص کو امام بنانا پسند نہیں فرماتی جو لوگ اس کی امامت میں کوشاں ہیں وہ اللہ و رسول و مسلمانوں سب کے خائن ہوں گے حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من استعمل رجلا من عصابة وفيهم من هو ارضى الله منه فقد خان الله ورسوله والمؤمنين جو کسی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کرے اور ان میں وہ ہو جو اس شخص سے زیادہ اللہ کو پسندیدہ ہے تو بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی رواہ الحاکم وصحیحه وابن عدی والعقيلي والطبرانی والخطيب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از صدر بازار اشیشن و ڈاک خانہ دانی گنج ضلع بردوان مرسلہ مظفر حسین ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ ھ ہجری

ما فوق لکم رحمکم اللہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں مؤذن و امام نبی دونوں کام پر مہمور ہے اور زید مذکور اپنی والدہ کو زود کو بکرتا ہے اس کو چند آدمیوں نے بطور پند کے کہا کہ تم اپنی والدہ کو کس طرح مارتے ہو تو تمہاری نماز و وظیفہ کرنا تھا اللہ تعالیٰ کے روبرو کیا کام دیں گے در جواب اس کے زید مذکور نے کہا کہ جس طرح سے اور لوگ غیر عورت سے زنا کرتے ہیں شراب پیتے ہیں اسی طور سے ہمارا مسجد میں بیٹھنے کے وظیفہ و نماز کرنا ہے تو زید مذکور نے نماز و وظیفہ کو تشبیہ دیا ساتھ افعال قبیحہ کے تو اس صورت میں زید کا

مسجد میں اذان کہنا و نماز اس کے عقب پڑھنا عندالشرع جائز ہے یا نہیں بغیر توبہ کیے ہوئے، اور یہ کس درجہ میں شمار ہوگا آیا گناہ کبیرہ میں یا کہ درجہ کفر میں در صورت اگرچہ یہ گناہ داخل ہو درجہ کفر میں تو زید کی زوجہ اُس کے عقد سے خارج ہو جائے گی یا نہیں اور زید مذکور کو بعد ثواب ہونے کے زوجہ سے از سر نو ضرورت درستی عقد کی پڑے گی یا نہیں جواب بحوالہ کتب معتبر ارشاد ہو۔ بینوا و جوراً

**الجواب**

صورت مستفسرہ میں وہ شخص سخت فاسق و فاجر مرتکب کبار مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے ماں کو ایذا دینا سخت کبیرہ ہے مذکور ماں جس سے مسلمان تو مسلمان کا فر بھی پرہیز کر گیا اور گھن کھائیگا حدیث میں ارشاد ہوا ثلثۃ لا یدخلون الجنة وعد منهم العاق لوالدین تین شخص جنت میں نہ جائیں گے اُن میں سے ایک وہ جو اپنے ماں باپ کو ستائے ایسا شخص قابل امامت نہیں ہو سکتا فتاویٰ حمید و غنیہ میں ہے لوقد ہوا فاسقا یا ثون۔ تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہما اہانتہ شرعاً اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پڑھی تو پھر فی واجب جب وہ ایسا بیباک ہے کہ ماں کو مارتا ہے تو اس سے کیا تعجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا نہانے کی ضرورت ہو جاوے کے سبب بے غسل پڑھاوے اور وہ جو اس نے پند کے جواب میں کہا سخت بہودہ و بے معنی ہے مگر اُس سے تکفیر نہیں ہو سکتی اُس میں تاویل ممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ مسئلہ سید اشرف علی صاحب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حنفی شافعی کے پیچھے نماز پڑھے تو جائز ہے یا نہیں اور اگر شافعی نماز پڑھا رہا ہے اور حنفی آیا تو اُس جماعت میں شریک ہو یا نہیں۔ نقطہ

**الجواب**

اگر شافعی طہارت و نماز میں فرائض و ارکان مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے اُس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے افضل ہے اور اگر حال رعایت و عدم رعایت معلوم نہ ہو تو قدر سے کراہت کے ساتھ جائز اور اگر عادت عدم رعایت معلوم ہو تو کراہت شدید ہے اور اگر معلوم ہو کہ خاص اس نماز میں رعایت نہ کی تو حنفی کو اُس کی اقتدا جائز نہیں اُس کے پیچھے نماز نہ ہوگی صورت اول و دوم میں شریک ہو جائے اور صورت سوم میں شریک نہ ہو اور چارم میں تو نماز ہی باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ مسئلہ مخیر حسین صاحب از بدایں محلہ سرائے چودھری ۱۶ جمادی اولیٰ ۱۳۳۲ھ

جناب مخدوم مکرم بندہ مولوی صاحب دام ظلکم بعد سلام سنت الاسلام کے عرض خدمت بابرکت میں ہے کہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پڑی وہ یہ ہے کہ جس شخص کے والدین اُس شخص سے کہیں کہ میرے جنازہ پر بھی ہرگز نہ آئے اُس شخص کو امام کرنا چاہیے یا نہیں اور مقتدی اُس شخص کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں۔ زیادہ حدادب۔ نقطہ

**الجواب**

والدین اگر بلا وجہ شرعی ناحق ناراض ہوں اور یہ ان کی استرضائیں حد و قدرت تک کی نہیں کرتا تو اس پر الزام نہیں اور اسکے پیچھے

نازیں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ ان کو ایذا دیتا ہے اس وجہ سے ناراض ہیں تو عاق ہے اور عاق سخت ترک کبیرہ ہے اور اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور امام بنانا گناہ اور اگر ناراضی تو ان کی بلا وجہ شرعی تھی مگر اس نے اس کی پرواہ نہ کی وہ کھینچے تو یہ بھی کھینچ گیا جب بھی مخالف حکم خدا و رسول ہے اُسے حکم یہ نہیں دیا گیا کہ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرے بلکہ یہ حکم فرمایا گیا و اخفض لہما جناح الذل من الرحمة بکھادے ماں اور باپ کے لیے ذلت و ذفورتی کا بازو رحمت سے اس کے خلاف و اصرار سے بھی فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئلہ جناب استاذی مولوی رحمہ اللہ صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۳ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے خالد ظاہراً و باطناً کدورت رکھتا ہے حتیٰ کہ زید جس وقت مسجد میں داخل ہو کر سلام نیک کہتا ہے خالد جواب سلام بھی نہیں دیتا اور خالد ہی امامت کرتا ہے ایسی حالت میں زید کی نماز خالد کے پیچھے ہوگی یا نہیں اور زید جماعت ترک کر کے قبل یا بعد جماعت علیحدہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں جبکہ خالد دل میں کدورت رکھتا ہے اس کے واسطے کیا حکم ہوتا ہے - بینوا اتجروا

### الجواب

محض دنیوی کدورت کے سبب اس کے پیچھے نازیں حرج نہیں اور اس کے واسطے جماعت ترک کرنا حرام خالد کی زید سے کدورت اور ترک سلام اگر کسی دنیوی سبب سے ہے تو تین دن سے زائد حرام اور کسی دینی سبب سے ہے اور قصور خالد کا ہے تو سخت تر حرام اور قصور زید کا ہے تو خالد کے ذمے الزام نہیں زید خود مجرم ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از قصبہ بی یوہ ایشیشن سر بند گورنمنٹ پٹیا لہ مسئلہ شیخ شیر محمد صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۳ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر کی نسبت یہ شہر کیا گیا ہے کہ ہر دو باہم فاعل و مفعول تھے یعنی اغلام کہتے تھے زید مفعول کے دیگر رشتہ داران مثل پدر و برادر قصبہ ہذا میں امامت کرتے ہیں زید کے افعال قبیلہ کی خبر اسکے برادر اور دیگر رشتہ داران کو بھی تھی جس کی اطلاع ان کو بذریعہ تحریرات کے دی گئی مگر باہم انھوں نے کبھی زید کو اس فعل ناجائز سے نہیں روکا اور نہ کسی قسم کی زجر و توبیخ کی بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ زید کی ناجائز آمدنی سے وہ خود بھی فائدہ اٹھاتے تھے فاعل و مفعول کو ہنگام اختلاط کسی شخص نے مجسم خود نہیں دیکھا مگر واقعات اس امر کو پائے ثبوت پر پہنچا ہے ہیں مثلاً برادر بکر کا تمام شب دونوں کو ایک جا دیکھنا اور بکر کی گوشمالی کرنا اور تحریرات کا عام لوگوں میں بذریعہ ڈاک روانہ کیا جانا اور زید کا عام لوگوں میں اپنی مفعولیت کا اقرار کرنا اور رہا یہاں پولیس کے روبرو زید کا اقبالی بیان تحریر کرنا اور اس کے برادر کا تائید کرنا زید کا معمولی حیثیت کا آدمی ہونا مگر زید و زینت اس درجہ رکھنا اور اس کے بعد برادر کا اس طرف توجہ نہ کرنا پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو شخص خلاف وضع و حرام فعل کریں یا کلمے ان کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور اگر مفعول کے پدر و برادر وغیرہ کو اس امر کی خبر ہو اور وہ چشم پوشی کر کے ان کو ممتنع نہ کریں تو ان کی امامت کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے امید کہ قول مفتی بہ بحوالہ کتب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں -

## الجواب

یہ سخت شدید گناہ کبیرہ ہے اور فاعل و مفعول بھی اگر بالغ و غیر مجبور ہوں فاسق ہیں ان کی یہ حالت اگر صحیح طور پر معروف مشہور ہو یا وہ خود اقرار کرتے ہوں جس طرح یہاں زید کا اقرار مذکور ہے نہ صرف قیاسات و سوئے ظن جن کا شرع میں اعتبار نہیں بلکہ ان وجوہ پر کبیرہ کی نسبت کرنے والے خود ہی مرتکب کبیرہ ہوتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنین والمؤمنات بانفسهم خیرا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث اس پر لحاظ و کارروائی جائز نہیں بلکہ وجہ صحیح شرعی سے ثابت و معروف ہو تو فاسق معنی ہیں ان کو امام بنا گناہ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنا گناہ اور پھینا واجب اور اگر ثبوت شرعی و اقرار معروف نہ ہو مگر لوگوں میں افواہ اڑ گئی ہو جن کے سبب ان سے نفرت اور ان کی امامت میں جماعت کی قلت ہو تو اس حالت میں ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے وان لم یثبت الذنب بل لولم یکن لان المذاط المنفیة کمن شاع برصه والعیاذ باللہ تعالیٰ پدر و برادر اگر اس کے روکنے پر قادر ہیں اور نہیں روکتے یا اس فعل پر راضی ہیں تو وہ بھی فاسق ہیں قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واهلیکم ناراد قدودھا الناس والحجارة وقال تعالیٰ کانوا لا یبتاعون عن منکر فاعلوه ان کی یہ حالت اگر معروف ہو تو ان کا بھی وہی حکم ہے کہ انھیں امام بنا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی فتاویٰ حجب و فنیہ میں ہے لوقد موافقا یا شعون اور اگر اس حرام کمائی سے ان کا فائدہ لینا اسی طرح بہ ثبوت شرعی ثابت ہو نہ فقط اتنا کہ کہا جاتا ہے یہ کوئی چیز نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیش مطیۃ الرجل زعموا رواہ احمد وابوداؤد عن حفص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حرام خوار بھی ہیں اور ادا دل سے سخت تردد کرنے کے سزاوار اور اگر بقدر قدرت منع کرتے ہوں اور وہ باز نہیں آتا اور یہ اس ملعون کمائی سے فائدہ نہیں لیتے تو ان پر الزام نہیں قال اللہ تعالیٰ لا تزنا وازماء وذرنا سخوی لیکن الفہم عام کی بنا پر نفرت و تقلیل جماعت ہو تو ان کی امامت مکروہ تنزیہی اور نامناسب ہوگی اگرچہ پہلی صورت کی طرح مکروہ تحریمی اور گناہ نہیں یہاں بھلا اللہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی بفضلہ تعالیٰ تمام ہندوستان و دیگر ممالک مثل چین و افریقہ و امریکہ و خود عرب شریف و عراق سے ملتے آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں بھلا اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام سرہ العزیز کے وقت سے اس مسئلہ تک اس ردوالے سے فتوے جاری ہوئے اکانوے برس اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلے ہوئے ہونہ تعالیٰ کا دانہ برس ہونے آئے یعنی اس صفر کی ۱۲ تاریخ کو پچاس برس چھ مہینے گزرے اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھ گئے بارہ جلد تو صرف اس فقیر کے فتوے کے ہیں بھلا اللہ تعالیٰ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا دلپا جائیگا ہونہ تعالیٰ دلہ اندر معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت و فیہمت ہیں جنہوں نے یہ صیفہ کسب کا اختیار رکھا ہے جس کے باعث درد دہ کے نادان مسلمان کئی بار بوجھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی بھائیو منا استککم علیہ من اجوان اجوی الاعلیٰ رب العلمین میں تم سے اس پر کوئی بوجھ نہیں لگتا میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مبہنی محلہ قصابان پوست ۳۰ مرسلہ مولوی عبدالرزاق، ۱۴ شعبان ۱۳۳۳ ہجری



لخوامشی واللتخنج اما نفس الاستبراء حتی یطمئن قلبہ بزوال الرشح فهو فرض وهو المراد بالوجوب ولذا قال الشرنبلالی یلزم  
الرجل الاستبراء حتی یزول اثر البول ویطمئن قلبہ وقال عبرت بالزوم لکونه اقوی من الواجب لان هذا یفوت الجواز بقوته  
فلا یصح له الشرع فی الوضوء حتی یطمئن بزوال الرشح اه زید اگر ایسا ہو کہ وہیں بیٹھے بیٹھے کھٹکھارنے یا ملنے سے اسے اطمینان صحیح  
ہو جاتا ہو اور بعد استبراء صرف پانی سے استنجا کرے جب تو یہ فرض ادا اور وضو صحیح ہو جاتا ہے اور اگر مثلاً ٹٹلن وغیرہ اسے دکا رہے بے اسے  
ادا کیے پانی سے دھولیتا ہے تو فرض کا تارک ہے اور اسی حالت میں وضو کرے تو وضو ناجائز اور اس کی نماز باطل امامت تو دوسری چیز ہے تو  
حالت زید مشکوک ہوئی بلکہ دریافت کرنے پر اس کا یہ نہ بتانا کہ مجھے جتنے خفیف استبراء کی حاجت ہے کر لیتا ہوں زیادہ کی ضرورت نہیں بلکہ اپنی  
معذوری کا عذر پیش کرنا اس کی حالت کو مشتبہ ترکرتا ہے اور وہ خود حدیث پڑھ چکا ہے کہ شبہ کی بات چھوڑو اگرچہ لوگ کچھ فتویٰ دیں تو اس نے  
خود مان لیا کہ مسلمانوں کو اس کی امامت سے احتراز کا حکم ہے اور اگر کوئی مفتی اس کی امامت پر فتویٰ بھی دے تو نہ مانا جائے (۲) یہاں تک تو  
اس کی امامت صرف مشتبہ ٹھہری اور خود اس کی پڑھی ہوئی حدیث سے اس کے چھوڑنے کا حکم ہوا مگر اگلا بیان صراحۃً اس کی امامت کو باطل  
محض کر رہا ہے وہ اپنے آپ کو ڈھیلا لینے سے معذور بتانا ہے اور عادت کوئی عذر ڈھیلا لینے سے مانع نہیں مگر یہ کہ محل استنجا پر زخم ہو  
یادانے پتے یا پکنے پر ہیں جن میں دیم ہے ان کے سبب ڈھیلا کی رگڑ کی تاب نہیں زخم کی حالت تو ظاہر تھی کہ اس سے نہ وضو نہ تہانہ کپڑے  
پاک دانوں میں احتمال تھا کہ شاید ابھی آب و دیم نہ دیتے ہوں مگر اس کا کہنا کہ لنگوٹ بھی بوجہ عذر کے باندھتا ہوں مگر نماز کے وقت صرف  
کپڑے بدل لیتا ہوں صاف دلیل روشن ہے کہ وہ دالے آب و دیم دیتے ہیں اور اتنا جس سے ہر وقت کپڑا نچس ہوتا ہے جب تو ناف کے  
وقت اسے کپڑے بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اب کھل گیا کہ وہ معذور شرعی ہے اور معذور کی امامت غیر معذوروں کے لیے یقیناً  
باطل محض ہے کما نص علیہ فی الکتب کلھا (۳) اس شاعت کبریٰ کے بعد باقی امور کی طرف توجہ کی زیادہ حاجت نہیں درند  
اس میں اور بھی وجہ ہیں جن پر شرع مطہر اسے امام بنانے سے منع فرماتی ہے مثلاً فاحشہ عورتوں سے خلا ملا مزاج شہر۔ استباہ وغیرہ  
میں ہے الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام تو یہ حرام کا مرتکب پھر اس پر مضر پھر اس میں مشہر ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام  
بنانا گنہ فتاویٰ حرمہ وغنہ میں ہے لو قد موافقاً یا ثنوں تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ  
شرعاً اس کے پیچھے ناز مکرہ تحریمی کما فی الغنیۃ وغیرہا واقعہ فی رد المحتار تو جتنی نمازیں اس کے پیچھے اس حالت میں پڑھی ہوں سب  
مقتدیوں پر ان سب کا پھیرنا واجب اگر نہ پھیریں گے گنہگار ہیں گے اگرچہ دس برس کی نمازیں ہو کما حکم کل صلاۃ ادیت مع  
کراہۃ التخرید کما فی الدر المختار وغیرہ (۴) مقتدیوں کا اس کے عیوب کے باعث اس کی امامت سے ناراض ہونا۔ ایسے کی نماز  
اس کے کانوں سے ادھر نہیں جاتی یعنی آسمانوں پر جانا اور بارگاہ عزت میں حاضر ہونا تو بڑی بات ہے وہیں کی وہیں پرانے جیٹھڑے کی طرح  
پیٹ کر اس کے منہ پر مادی جاتی ہے اور اس کی امامت مکرہ تحریمی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا ترفع  
صلواتہم فوق رؤسہم شبرا رجل اذ قوما دھملہ کا دھون دامۃ بانت ذذجھا علیہا ساخطا و اخوان متصارمان رواہ ابن  
ماجہ وابن جبان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یسند حسن دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں



ثلثة لا يقبل الله منهم صلاة من تقدم قوما وهم له كارهون ورجل ياتي الصلاة دبارا والد باران ياتيها بعد ان تقوته ورجل اعتد محرابا راه ابوداؤد وابن ماجه عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما تيسري حديث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما رجل امر قوما وهم كارهون لم تجز صلاته اذنيه رواه الطبراني في الكبير عن طلحة ابن عبيد الله رضي الله تعالى عنه چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثة لا يقبل الله منهم صلاة ولا تصعد الى السماء ولا تجاوز رؤسهم رجل امر قوما وهم له كارهون ورجل صلى على جنازة ولم يوروا امرأة دعاها زوجها من الليل فابت عليه رواه ابن خزيمة عن عطاء ابن دينار وسند اخر عن انس بن مالك متصل رضي الله تعالى عنه پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثة لا تجاوز صلاتهم اذا هم العبد الابن حتى يرجع وامرأة بانت وزوجها عليها ساخط وامام قوم وهم له كارهون رواه الترمذي عن ابي امامة رضي الله تعالى عنه وقال حسن غريب تنويرا لا بصار ودر مختار میں ہے ولو امر قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة منه كره ذلك تحريما (۵) اُس کے سبب تفریق جماعت کے سوال میں ہے لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا جس کے سبب تفریق جماعت ہو اُسے امام بنانا منع ہے اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ وہ خود بے قصور ہو جیسے برص والا نہ کہ وہ خود فاسد رکھتا ہے ودر مختار میں ہے کذا تکره خلف ابرص شاع برصه اه واستظهر في رد المحتار ان العلة النفرة ولذا قيد الابص بالشيوع وليكون ظاهرا اه اقول ليس محل الاستظهار بل العلة هي هي لا شك ثم الذي يظهر لي ان كراهة الصلاة خلفه تنزيهية كما هو قضية كلام الشامي اذ يقول تحت قول الدر هذا وكذا لك اعرج يقوم ببعض قدمه فلا اقتداء بغيره اولي تا تاريخانية وكذا اجزم بوجندي اه وان لم اراه في امامة البرجندی من شريحة للنقاية لكن كراهة تقديمه اذ يبلغ التنفير الى ترك الناس الجماعة كما في السؤال ينبغي ان تكون كراهة تحريره لما فيه من النقص الصريح لمقصود الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم من شرعية الجماعة وابتجائها وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم بشر واولا تنفروا والتنفير المعلن به في الهداية كراهة تقديم العبد والاعشى والاسى الى لا يبلغ عشر هذا بل هو نادر محتمل وهذا غالب متحقق فان فرقاهما عندى والعلم بالحق عند ربى عز وجل (۶) اُس کا کہنا کہ لمبى میں کوئی مکان یا گلی کو چہ ایمان ہوگا جس میں شبانہ روز زنا نہ ہوتا ہو اگر وہ تمہیں تمہیں کرتا تو لمبى کے لاکھوں مسلمان مردوں، مسلمان پارسیبیوں پر صیح تممت ملعونہ زنا تھی جس کے سبب وہ لاکھوں قذوف کا مرتکب ہوتا اور ایک ہی قذوف گناہ کبیرہ ہے اور قذوف کرنے والے پر لعنت آئی ہے تو وہ ایک سانس میں لاکھوں گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا اور لاکھوں لعنتوں کا استحقاق پاتا ہے مگر اس نے مکان اور کوچہ میں تردید سے تمیم کو روکا اور ”نہوگا“ کے لفظ سے جزم میں فرق ڈالا پھر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ اُس نے وہاں کے عام مسلمان مردوں، بیبیوں کی حرمت پر دھبہ لگایا اور اسے خاص محل پر مقرر کیا کہ مسلمانوں کو ناحق بدنام کرنے اور اُن میں اشاعت فاحشہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھایا اور بکثرت مسلمانوں کو بلا وجہ شرعی ایذا دی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذى مسلما فقد اذانى ومن اذانى فقد اذى الله جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ عز وجل کو ایذا دی رواه الطبراني في الاوسط عن انس رضي الله تعالى عنه بسند

حسن اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین یحبون ان تنشیم الفاحشة فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں یحییٰ کی بات کا جرحا پھیلے ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے جب اُس پر دونوں جہان میں عذاب شدید کی وحید ہے تو یہ بھی کبیرہ ہوا اور مرتکب کبیرہ فاسق ہے اور یہ فسق بالاعلان برسر مجلس دغظ ہوا تو اس وجہ سے بھی وہ شخص فاسق ملعن ہوا اور اس کے پیچھے لازکر وہ تحریکی (۶) ظاہر ہے کہ وہ جاہل ہے اور باوصف جبل اُس نے فتوے پر اقدام کیا اور ارشاد اقدس حدیث کو اٹا اور مفتیان شریعت مطہرہ کے فتوؤں کو بے اعتبار کہا اور عوام جہال کو رد فتوے شریعت پر دلیک کیا تو بلاشبہ وہ ضال ضل ہوا خود گمراہ و گمراہوں کو گمراہ کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اتخذ الناس رؤسا جھالا فاستلوا فافوا بذین علم فضلوا واضلوا لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے اور ان سے مسئلہ پوچھیں گے وہ بے علم فتویٰ دیں گے آپ بھی گمراہ ہوئے اور ان کو بھی گمراہ کریں گے رواہ الامۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی وابن ماجہ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس صورت میں اس کی امامت دکنار اس کے پاس بیٹھنا منع ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لا یصلو تکم ولا یفتنوکم ان سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کر دو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی حالتوں میں جو اس کی حمایت کریں اس کی امامت قائم رکھنا چاہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں اور ان کی نازوں کی خرابی بلکہ تباہی و بربادی چاہنے والے اور اللہ و رسول کے خائن اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من منی مع ظالم وہو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام جو دانہ کسی ظالم کی مدد کو چلے وہ اسلام سے نکل جائے رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیضاوی صحیحہ المختار عن اوس بن شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من استعمل رجلا من عصابة ویفہم من ہوا رضی اللہ عنہ فقد خان اللہ ورسولہ والمومنین جو کسی جماعت میں ایک شخص کو ان پر مقرر کرے اور اس جماعت میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسند ہے بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی رواہ الحاکم وابن عدی والحقیل والطبرانی والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور اس کی حمایت سے باز آئیں اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اُسے امامت سے معزول کریں اور کسی صالح امامت کو امام بنائیں اور حدیث مجتہد کے لیے ہے جسے کسی امر میں دلائل متعارض معلوم ہوں وہ اسے ترک کرے گا اور دوسرے مجتہد کی تقلید اُس پر نہیں یا اہل ورع کے لیے ان خاص ائمہ دقیقہ میں ہے جن پر ظاہر شریعت مطہرہ سے فتویٰ جواز ہوگا اور متورع محتاط کا قلب اس پر مطمئن نہ ہوگا وہ اس کے پیچھے گا نہ اس لیے کہ فتویٰ معتبر نہیں بلکہ اس لیے کہ ایسی جگہ مقام تقویٰ فتویٰ سے اعلیٰ ہے ایک بی بی سیدنا امام احمد کے پاس حاضر ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسئلہ پوچھا بادشاہ کی سواری نکلتی ہے کیا میں اس کی روشنی میں سوئی میں ٹوڑا ڈال سکتی ہوں امام نے ان کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا آپ کو ان میں کیا میں بشرحانی کی بہن ہوں رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا ایسا ورع تھا اے گھر سے نکلا ہے وباللہ التوفیق واللہ بمعونہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از چوہرا ڈاک خانہ بانسی مرسلہ محمد کلیم الدین صاحب ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۳۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بروز جمعہ بعد نماز فجر قبل فرض جمعہ کوئی نماز پیش منیٰ پر خواہ اشراق ہو

یا قبل الجمعہ غرہ بڑھنا جائز ہے یا نہیں بعض علما فرماتے ہیں منع ہے بعض فرماتے ہیں جائز ہے۔ بینوا تو جودا

## الجواب

وہ مصلیٰ اگر واقف نے صرف امامت کے لیے وقف کیا ہے تو امام و غیر امام کوئی اُسے دوسرے کام میں نہیں لاسکتا اگرچہ صراحۃً یا وہاں کے عرف کے سبب دلالت ممانعت اور اگر صرف امام کے لیے بطور مذکور وقف ہوا ہے تو امام اس پر داخل بھی پڑھ سکتا ہے دوسرے کچھ نہیں اور اگر عام طور پر وقف ہوا یعنی صراحۃً تخصیص ہے نہ دلالت تو غیر وقت امامت میں ہر شخص اس کو فرائض و داخل سب کے کام میں لاسکتا ہے بلکہ درس و تدریس کے بھی کما فی القنیۃ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از حسن پور ضلع مراد آباد مدرسہ طفیل احمد صاحب قادری برکاتی رضوی سلمہ اللہ القدوسی ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۳ ہجری

حضور مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ دیوبندی کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی تو حضور ہم نے جو بے خبری میں ان کے پیچھے نماز میں پڑھی ہیں ان کا کیا کیا جائے اور حضور حسن پور سب مسجدوں میں وہی لوگ امام ہیں تو اب ہم کیا کریں اور اگر اپنی اپنی نماز پڑھ بھی لی تو نماز جمعہ کو کیا کیا جائے کیونکہ جہاں جہاں جمعہ ہوتا ہے وہی امام ہیں اور عیدین بھی وہی پڑھاتے ہیں اور جنازہ کی بھی اور نماز تراویح بھی پھر یہ کہ جب ہم مریں گے تو ہمارے جنازوں کی نماز بھی یہی پڑھائیں گے تو حضور ہم بے نماز ہی دفن ہوں گے کیونکہ اگر انھوں نے پڑھائی بھی تو وہ نماز ہی کیا ہوئی اور سنی بس ہم دو تین شخص ہیں اول حضور کوئی ایسی ترکیب ارشاد ہو کہ جو نماز ہم نے اُن کے پیچھے پڑھی ہیں معاف ہو جائے کیونکہ ہمارے ایمان ایسے کمزور ہیں کہ ہم سے بیچ وقت نماز بھی ادا نہیں ہوتی تو حضور ان کی ادا کی کیا صورت ہو وہ تو معاف ہونی چاہیے کیونکہ بے خبری میں ایسی خطا ہوئی اور یہ بھی ناممکن ہے کہ حسن پور چھوڑ دیا جائے حضور اس پر کچھ توجہ فرمائی جائے اور کوئی سبیل نکال دی جائے۔ اور فوراً جو مسئلہ دریافت کرنا ہو وہ کس سے دریافت کیا جائے کیونکہ وہاں جو عالم ہیں وہ وہی ہیں گو حسن پور میں میلاد شریف، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کثرت سے ہوتا ہے مگر یہ خبر نہیں کہ ان کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھی جائے۔

## الجواب

دیوبندی عقیدے والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ہونگی ہی نہیں فرض سر پہ ہے گا اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ۔ علاوہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے تینوں ائمہ مذہب امام اعظم دامام ابو یوسف دامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرماتے ہیں لا تجوز الصلاة خلف اهل الاھواء اس میں سب برابر ہیں نماز بیجا نہ ہو خواہ جمعہ یا عید یا جنازہ یا تراویح کوئی نماز ان کے پیچھے ہو سکتی ہی نہیں بلکہ اگر (ان کو قبل امامت یا مسلمان جانتا بھی درکنار) ان کے کفر میں شک ہی کرے تو خود کافر ہے جبکہ ان کے خبیث اقوال پر مطلع ہو۔ علمائے کرام حرمین شریفین بالاتفاق فرماتے ہیں من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جب وہاں میلاد شریف اور سوم وغیرہ کرنے والے بکثرت ہیں تو ضرور وہ لوگ دیوبندی نہیں انھیں علمائے کرام مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے فتوے (کہ دشمن برس سے چھپ کر تمام ملک میں شائع ہو رہے ہیں) دکھائیے اور رسالہ تہدید ایمان پڑھ کر سنائیے الحمد للہ مسلمان ایسے نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کے پیچھے نماز جائز جانیں یا اُسے مسلمان

مانیں انشاء اللہ تعالیٰ اللہ عزوجل ضرور ہدایت و اثر بخشنے گا اور مسلمان ہوشیار ہو کر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دیں گے اور سنی امام اپنے لیے پنجگانہ و جمعہ و عیدین و جنازہ سب کے لیے مقرر کریں گے اور لوگ بالفرض کوئی نہ سنے تو دو آدمی مل کر سوائے جمعہ سب نمازوں پنجگانہ و عید و جنازہ وغیرہ میں جماعت کر سکتے ہیں ایک اور ایک مقتدی بس کافی ہے اور جمعہ کے لیے ایک شخص اہل کو امام مقرر کیجیے کہ وہی عیدین کی بھی امامت کرے اور جمعہ میں کم سے کم تین مقتدی ہوں جمعہ ہو جائے گا زیادہ نہ مل سکیں تو کچھ حرج نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ جمعہ و عیدین اعلان کے ساتھ ہوں ظاہر کر دیا جائے کہ مسلمانوں کا جمعہ و عید فلاح جگہ ہوگی جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے گا شریک ہو جائے گا ان کے پیچھے جو نمازیں بے خبری میں پڑھیں ان کا علاج ایک تو توبہ ہے دوسرے یہ ضرور ہے کہ ان نمازوں کی قصا پڑھی جائے اندازہ اتنا کر لیا جائے کہ کوئی نماز باقی نہ رہ جائے زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں۔ اگر کوئی شخص دارالحرب خاص کفار کی بستی میں بے جہاں مثلاً صرف ہندو ہوں اور وہ کے کہ میں یہاں کی سکونت تو چھوڑ نہیں سکتا یہ بتاؤ کہ فوری ضرورت کے مسئلہ کس سے پوچھوں تو کیا اُس سے یہ کہہ دیا جائے گا کہ پنڈت سے پوچھ لیا کرو اناللہ وانا الیہ راجعون۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از موضع سرادک خانہ تیلو تھو ضلع شاہ آباد آ رہہ مسئلہ شیخ مدار بخش ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص معمولی اردو خواں موزنی بھی کرتا ہے اور امامت بھی کرتا ہے اور وہی شخص گھر گھر سے صدقہ فطر مال زکوٰۃ و کھال قربانی وغیرہ لیتا اور کھاتا ہے اور قبرستان میں جو غلہ اور پیسہ کوڑی خیرات کیا جاتا ہے وہ بھی لیتا ہے اور اس کا پیشہ یہی ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں امام کے لیے کون کون شرط ہے کیسے شخص کو امام ہونا چاہیے اگر بجائے شخص مذکور کے دوسرا شخص جو ان باتوں سے محتاط ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے یا نہیں۔

**الجواب**

اگر وہ فقیر ہے صاحب نصاب نہیں رسید ہاشمی ہے تو ان اموال کا لینا اُسے جائز ہے اور اس وجہ سے اُس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ امامت کے لیے صحیح الاسلام صحیح الطہارت صحیح القراءة سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق ملعون درکار ہے جس میں ان باتوں سے کوئی کم ہوگی اس کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں یا مکروہ تحریمی ہوگی اس شخص میں ان باتوں میں سے کوئی بات کم ہے تو اس کی امامت جائز نہیں۔ وجہ ہے کہ دوسرے کو جو ان باتوں کا جامع ہو امام کریں اور اگر یہ سب باتیں اُس میں ہیں تو اس کی امامت میں حرج نہیں پھر دوسرا اگر نماز و طہارت کے سائل اس سے زیادہ جانتا ہے تو وہ دوسرا ہی اولیٰ ہے اور اگر یہ زیادہ جانتا ہے تو یہی بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از کراچی گاڑی احاطہ محلہ رام باغ مسئلہ نور احمد ولیڈنہ داکانی ہمیز ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ ہجری

جس امام کو اس کے عقائد پوچھے جائیں اور وہ نہ بتائے تو اس کی اقتدا جائز ہے یا نہیں۔ (۲) جو امام وقت مقررہ کا پابند نہ ہو یعنی کہ نماز مقررہ وقت پر پڑھنا عرش اعظم پر لکھا ہوا ہے کیا حال اگر مصلیوں کی آسانی کے لیے جماعت نے وقت مقرر کیا اُس کو کیا سمجھنا چاہیے۔ (۳) جس امام سے جماعت کے بعض آدمی ناراض ہوں اور بعض اس کی خوشامد کرتے ہوں تو ایسے کی اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں (۴) جس امام کے دونوں ہاتھ ہوں مگر ایک ہاتھ یعنی سید ہاتھ نکلتا ہو اور بائیں ہاتھ سے اُبدست لیتا ہو استنجا کرتا ہو وضو کرتا ہو

اور کھانا کھاتا ہو امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔

## الجواب

(۱) اپنا عقیدہ و مذہب دریافت کرنے پر نہ بتانے سے ظاہر یہی ہے کہ اُس میں کچھ فساد ہے ورنہ دین بھی کچھ چھپانے کی چیز ہے اُس کی اقتدا ہرگز نہ کی جائے کہ بطلان نماز کا احتمال قوی ہے اور نماز اعظم فرض اسلام سے ہے اُس کے لیے سخت احتیاط مطلوب یہاں تک کہ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا اذا ضللت الصلاة من وجه وصحت من وجوه حکم بفسادها واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اس میں دونوں ہی باتیں ہیں بعض مقتدیوں کے مزاج میں تشدّد اس قدر ہوتا ہے کہ وہ چند منٹ کا آگاہی چھپا دیا نہیں رکھتے ایسی حالت میں اگر امام نے اُس پر انکار کیا بیجا نہ کیا اور اگر امام کی طرف سے بلا وجہ شرعی تکاسل ہے اور اس جماعت کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر الزام ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) رنجیدگی دیکھی جائے گی اگر اُس میں کسی قصور شرعی کی وجہ سے ہے تو اُسے امام بنانا گناہ ہے اور حکم حدیث اُنکی نماز مقبول نہ ہوگی ثلثۃ لا ترفع صلاتہم فوق اذانہم مشبرا الی ان قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن امر قوما وہملہ کارہون اور اگر اس میں کوئی قصور شرعی نہیں تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور ان رنج رکھنے والوں پر وبال ہے کما نص علیہ فی الدلائل الخاطیہ واللہ تعالیٰ اعلم (۴) ہو سکتا ہے بلکہ اگر وہی حاضرین میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہو تو وہی امام کیا جائے گا کما نصوا علیہ فی الملتون والشروح والفتاوی واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - ابراہیم بن ہدیہ صدر بازار دوکان سلیمہ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۳۲ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ امام صدر راہباعت افتادون از ستور در یک دست تشیع واقع شدہ است ازیں وجہ دست ماؤذہ ابوقت بکیر تحریر مس فرمہ گوش منی شود آیا دیریں صورت امامت او بذاکراہمت جائز است یا نہ۔

## الجواب

جائز است بلکہ اگر اعلم قوم است ہوں احق بامامت است واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از سیتا ہر محلہ قضاہ مرسلہ الیاس حسین صاحب ۳۲ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ جب ایک عالم اور شریف ہے مگر سید نہیں ایک عالم رذیل ہے جاہل یا کم نجیب الطرفین سید کی موجودگی میں ان دونوں قسموں کے عالموں سے کون زیادہ مستحق ہے صرف سید ہی کو استحقاق ہے؟

## الجواب

عالم بہر حال زیادہ مستحق امامت ہے جبکہ مبتدع یا فاسق ملعون نہ ہو اور دونوں عالموں میں جسے علم نماز و طہارت میں ترجیح ہو وہ مقدم ہے اور اس میں سادہی ہوں تو قرأت و ورع و سن و غیر ہماروحات کے بعد شریف نسب سے ترجیح دی جائے گی عالم رذیل کہنا بہت سخت لفظ ہے عالم کسی قوم کا جو اگر عالم دین ہے اللہ کے نزدیک ہر جاہل سے اگرچہ کتنا ہی شریف ہو افضل ہے قال اللہ تعالیٰ قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون مطلق فرمایا کہ جو عالم نہیں عالم کے برابر نہیں ہو سکتا اُس میں کوئی تخصیص نسب

وغیرہ کی نہ فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از ترسانی کاٹھیاواڑ مسئلہ احمد داؤد صاحب ۲، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ ہجری

ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے مقلد کی امامت یا متابعت خواہ چار اماموں سے کوئی ایک امام کا مقلد ہو یعنی شافعی حنفی امام کے پیچھے یا حنفی شافعی امام کے پیچھے یا حنبلی حنفی کے یا حنفی حنبلی کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں (۲) اگر حنفی کا شافعی امام بنے تو کیا یہ ضرور ہے کہ حنفی کی خاطر رفع یدین یا آمین بالجہ ترک کر دے یا یہ کہ ہر شخص امام ہو یا مقتدی اپنے اپنے امام کی پیروی کرے۔

**الجواب**

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس وقت امام میں وہ بات ہے جس کے سبب میرے مذہب میں اس کی طہارت یا نماز فاسد ہے تو اقتدا حرام اور نماز باطل اور اگر اس وقت خاص کا حال معلوم نہیں مگر یہ معلوم ہے کہ یہ امام میرے مذہب کے فرائض و شرائط کی احتیاط نہیں کرتا تو اس کی اقتدا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ اور اگر معلوم ہے کہ میرے مذہب کی بھی رعایت و احتیاط کرتا ہے یا معلوم ہو کہ اس نماز خاص میں رعایت کیے ہوئے ہے تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے جبکہ سنی صحیح العقیدہ ہو نہ غیر مقلد کہ اپنے آپ کو شافعی ظاہر کرے اور اگر کچھ نہیں معلوم تو اس کی اقتدا مکروہ تنزیہی واللہ تعالیٰ اعلم (۲) ہر شخص اپنے امام کی پیروی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از بریلی

زید امام مسجد ہے اور اس نے جھوٹ بولا اس پر ایک شخص نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دی اور کسی وقت کی نماز وہ شخص قبل پڑھ لیتے ہیں اور مؤذن بھی وہی شخص ہیں اور تکبیر بھی کہتے ہیں تو آیا یہ تکبیر صحیح ہوگی یا نہیں اور نماز ایسے امام کے پیچھے جائز ہے کہ نہیں اور اس وقت تک جتنی نمازیں اُن کے پیچھے پڑھی گئیں جس وقت سے اُنھوں نے جھوٹ بولا تو نمازیں ہو گئیں یا نہیں۔

**الجواب**

سائل نے یہ بیان کیا کہ امام کے ذمے یہ جھوٹ رکھا جاتا ہے کہ اُس سے پوچھا گیا کیا بجا ہے کہا سوا آٹھ بجے ہیں ادب کے تھے سوا نو یہ کوئی جھوٹ ایسا نہیں جس کے سبب اُس کے پیچھے نماز جھوٹ دی جائے سوا نو بجے ہیں تو ضرور سوا آٹھ بجے چکے علی گری میں ہے کہ اگر کوئی چیرہ دس روپیہ کو خریدی اور پوچھنے پر کہا پانچ کو لی ہے تو یہ کوئی جھوٹ قابل مواخذہ نہیں یونہی سوا نو میں سوا آٹھ داخل ہیں مؤذن کہ اتنی سی بات پر ترک جماعت کرتا ہے دُہرا گنہگار ہے ایک جماعت چھوڑنے کا گناہ دوسرا سخت گناہ یہ کہ اوروں کو اذان دے کر بلانا اور خود باز رہنا قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا الم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے اللہ کو سخت دشمن ہے یہ بات کہہو اور نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از قصبہ رنگ لاہور مسئلہ ابو رشید محمد عبد العزیز۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام گاہے گاہے مردہ شویٰ کرے تو کیا اُسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں بینوا تو جڑا الجواب۔ میت مسلم کو نہ لانا فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے میں اجر ہے اور اگر وہاں اور بھی کوئی اس قابل ہو کہ نہلا سکے تو اس کے

نہلانے پر اجرت لینا بھی جائز ہے بہر حال اس سے امامت میں کوئی خلل نہیں آتا اور اگر وہاں کوئی دوسرا ایسا نہ ہو کہ نہلا سکے تو اب اس پر نہلانا فرض عین ہے اور اس پر اجرت لینا حرام ایسا کرے گا تو فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کا امام بنانا گناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از روپٹی ڈیبر ضلع بہرائچ بازار نیپال گنج مرسلہ سید علی تاریل فروش ۸۸ محرم الحرام ۱۳۳۶ ہجری

زید نے بیکر کی زوجہ سے زنا کیا بکر یہ حالات کا حقہ معلوم کر کے زوجہ مذکور کو طلاق بائن دیا اور خود بھی تائب ہوا بکر یہاں کی جامع مسجد کا پیشانی بھی ہے اب بکر کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

### الجواب

صورت مذکورہ میں زنائے زوجہ کے سبب بکر کی امامت میں کوئی خلل نہیں جبکہ وہ بوجہ صحت مذہب و صحت طہارۃ و صحت قرآنہ وغیرہ شرعاً قابل امامت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از موضع کوتاہ ضلع میرٹھ مرسلہ شیخ وجیہ الدین احمد و محمد عبداللہ خاں و محمد اسماعیل خاں ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین محمدی و مفتیان شرع احمدی حنفی المذہب اہلسنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ڈہانی فرقہ کا حنفی المذہب اہلسنت و جماعت کے محلہ کی مسجد کا ایک ماہ و چند روز سے پیش امام ہے اور اس کے باپ دادا بھی اسی فرقہ و ہابیہ میں مرگے حسن اتفاق سے اس مسجد میں دو عالم واعظ تشریف لائے اور وعظ میں حضرت رسول مقبول مجبوب رب العالمین شفیع الذین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور امام مسجد نے ان کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کر دی اسی روز شیخ کو ایک شخص اشتہار نے اپنے مکان پر مولوی صاحبان کو ڈار دے مجلس مولود شریف کرائی امام مسجد شامل نہ ہوا صبح کو بوقت ظہر دریافت کیا کہ تم مجلس مولود شریف کے نسبت کیا کہتے ہو جواب دیا کہ اچھا کہتا ہوں پھر کہا گیا تم اچھا کہتے ہو تو تم کیوں نہیں کرتے ہو امام نے جواب دیا کہ میرے باپ دادا نے اس فعل کو نہیں کیا میں بھی نہیں کرتا پھر کہا گیا کہ شب کو جو مجلس ہوتی تھی اس میں شامل کیوں نہ ہوئے جواب دیا کہ وہاں پر قیام و نعت ہوتی ہے اس لیے میں شامل نہیں ہوا پھر کہا گیا کہ نعت کے معنی حمد و ثنا و تعریف کے ہیں حضرت رسول کریم رحمۃ اللعالمین کی تعریف سے کیوں بھاگتے ہو کچھ جواب نہ دیا سکوت کیا ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۶

مقدسہ کو بعد نماز فجر بوجہ جملہ نازیباں مسجد امام سے کہا کہ جناب مولفنا و مولوی حاجی قاری احمد رضا خاں صاحب کی تصنیفات سے یہ کتاب تجلی الیقین موجد ہے تمام و کمال انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف فرماتے ہیں تم حضرت کی تعریف و نعت سے کیوں گریز کرتے ہو جواب نہ دیا خاموش رہا اس مبارک کتاب تجلی الیقین کے چند موقع پڑھ کر منائے مگر کچھ اثر نہ ہوا یہ حضور والا مفصل و شرح تحریر فرمادیں کہ حنفی المذہب اہلسنت و جماعت کی نازیباں یہ عقیدہ و ہابی مذہب کے پیچھے جائز ہے یا ناجائز ہے یہ لائل ویران قرآن شریف و حدیث شریف جواب مرحمت فرمادیں اللہ جل شانہ تعالیٰ حضور والا کی ذات ستودہ صفات کز مثل آفتاب نہ تاب گئے روشن و مشور کہ ہے ہی طرح تا یوم القیام روشن رکھے مگر عرض ہے کہ کترین وجیہ الدین کا یا اور کسی باشندہ محلہ کا کوئی دنیاوی تعلق نہیں ہے نہ کسی کا کوئی عزیز امامت کے لائق ہے صرف بغض و شہ و حب شدہ پر عمل ہے۔

**الجواب۔** بیان سوال سے ظاہر کہ وہ شخص و ہابی بلکہ وہابیوں میں بھی اونچی چوٹی کا ہے وہابی کا اصل عقیدہ نعت و فتنہ سے جملنا ہے



مگر مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے یوں صاف نہیں کہتے جو اس نے کسی کہ ”وہاں نعت ہوتی ہے اس لیے شامل نہ ہوا“ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفرت نہ کرے گا مگر کافر اور کافر کے پیچھے نماز محض باطل اگر مسلمان ہو تانعت اقدس کو دوست رکھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من احب شیئاً اکثر من ذکرہ جو کسی سے محبت رکھتا ہے اُس کا ذکر زیادہ کرتا ہے رواہ ابو نعیمہ ثم الدلمی عن مقاتل ابن حیان عن داؤد ابن ابی ہند عن الشعبي عن اہل العومنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثلاثہم من رجال مسلم والاربعة جے محبت رکھنا نفرت ہونا ہر ہے کہ اُسے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت نہیں پھر وہ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یومن احد کفر حتی اکون احب الیہ من والدہ والدہ والناس اجمعین تم میں کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اُسے اُس کے ماں باپ اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں رواہ الاثمۃ احمد والبخاری و مسلم والنسائی وابن ماجہ عن انس رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ تجلی الیقین کے کلمات سن کر اثر نہ ہونا اور نعت شریف کے اُن سوالوں پر خاموش رہنا اُس کے دل کی دبی آگ کو اور ظاہر کر رہا ہے قال اللہ تعالیٰ قد بدت البغضاء من افواہہم وما تخفی صدورہم اکبر قد بینا لکم الایات ان کنتم تعقلون دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو گئی اور وہ جو ان کے سینوں میں چھپی ہے اور زیادہ ہے ہم نے تم پر نشانیاں کھول دیں اگر تمہیں عقل ہو یا بخل وہ یقیناً وہابی ہے اور وہابیہ قطعاً بے دین اور بے دین کے پیچھے نماز محض ناجائز فتح القدیر میں ہے دوی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان الصلاۃ خلف اہل الالہواء لا تجوز نماز درکنار نبض قرآن عظیم اس کے پاس بیٹھنا حرام قال اللہ تعالیٰ واما یسئبک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از ادبیل ڈاک خانہ خاص ضلع کھیری مرسلہ مولوی خدا بخش صاحب ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں جہلا لوگوں کو صوم و صلاۃ کی جانب رجوع کرتا ہوں اور انہوں نے خدا کے فضل سے اس جانب توجہ فرمائی لیکن بعض اشخاص بے نمازی تعزیر دار قبر پرست اور بعض صرف جمعہ کے نمازی رمضان شریف کے نمازی عید کے نمازی ان لوگوں کو میری جانب سے بدظن کرتے ہیں اور ان کے سامنے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ میری آنکھوں میں پھل ہیں لیکن پتلی پر نہ ہونے کے سبب دکھائی دیتا ہے دوسری تممت لگاتے ہیں کہ ان کے والد کے دو نکاح ہوئے ایک عورت کا نکاح نہیں ہوا بلکہ انہوں نے ویسے ہی رکھا ہے حالانکہ یہ سب محض لغو اور بھوٹ بیان ہے انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے والد کے کئے نکاح ہوئے جناب والد صاحب مرحوم کے تین نکاح ہوئے ہیں اگر یہ ثابت کر دیں تو میرا حق ترک ورنہ تممت لگانے والوں کا حق ترک ہونا چاہیے۔

## الجواب

آنکھ میں پھٹی ہونا جبکہ وہ پتیلیوں سے الگ ہو اور دیکھنے کو مانع نہ ہونا زمین اصلاً کسی کراہت کا بھی موجب نہیں اور سائل کے باپ پر یہ الزام لگانا کہ اُس کے دو نکاح ہوئے اور ایک عورت بے نکاحی رکھی اول تو ایک مسلمان کی طرف نسبت زنا بلا تحقیق ہے اور یہ سخت حرام و کبیرہ ہے اور تمت رکھنے والے پر شرعاً اشئی استی کوڑے کا حکم ہے ثانیاً سائل پر اس کا کیا الزام جب تک یہ ثبوت قطعی نہ دیں کہ اُس کی ولادت بے نکاح ہے اب طعن کرنے والے سختی مزائے شدید کے ہیں جب تک توبہ نہ کریں اُن کا حقہ پانی بند کیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از کوچین ضلع لمبار محلہ شاپخیری مکان سیٹھ سلیمان قاسم مرسلہ مین حاجی طاہر محمد مولانا ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خدا کو عجم ٹھہرا دے اُس کی اقتدا کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے

### الجواب

اُس کی اقتدا حرام ہے اور اُس کے پیچھے نماز باطل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از دہلی چاندنی چوک متصل گھٹنہ گھر مسجد باغ والی مرسلہ مولوی عبدالننان صاحب ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قدیم الایام سے ایک مسجد کا پیش امام تھا اب بعض اہل محلہ نے اس سے برخلاف ہو کر ایک دوسرے امام کو کھڑا کر دیا ہے اور اس سے پہلے امام میں کوئی عیب شرعی جس سے معزول ہو سکے نہیں پایا گیا اور پہلا امام ثانی کے کھڑا کرنے پر ناراض ہے اور کہتا ہے کہ میری اجازت کے سوا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کیا اس امام اول کا کہنا ٹھیک ہے کہ امام ثانی کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں۔

### الجواب

اگر واقع میں امام اول نہ وہابی ہے نہ غیر مقلد نہ دیوبندی نہ کسی قسم کا بد مذہب نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال وغیرہ کی وجہ سے کوئی وجہ کماہت تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے حتیٰ کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا رد المحتار میں ہے لیس للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغیر جنتہ اور اگر واقعی اُس میں کوئی وجہ کماہت ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کی نماز نامقبول صحاح احادیث میں ہے ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق اذانھم شبرا (وعد منھم) من امر قومادھملہ کارھون اور اگر اُس میں کوئی وجہ فساد نماز ہے مثلاً غیر مقلد یا دیوبندی یا غیر صحیح الطہارۃ یا غیر صحیح القراءۃ ہو تا جب تو ظاہر ہے کہ اُس کی امامت فاسد اور اُس کے پیچھے نماز باطل محض اُس کا معزول کرنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از باندی کوئی مرسلہ منشی عبدالرحمن ملازم ڈاک سفی ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سبب ہونے حافظ قرآن ایک مسجد میں بخدمت پیش امامی و برائے تعلیم قرآن طفلان اہل اسلام سنت و الجماعت کے مقرر کیا گیا چند عرصہ تک بظاہر کسی قسم کا فرق نہ معلوم ہونے سے ایک گروہ جاہلوں کی متغذ و مطیع زید ہو گئے جب زید دو تین لڑکوں کا حافظہ ختم کرا چکا اور اپنا رسوخ پورا پورا جما چکا تو اپنے منصب امامت پر فخر کرنے لگا اور مسجد کو اپنی میراث جان کر کہنے لگا کہ مجھ کو اس مسجد سے کوئی ہٹا نہیں سکتا غرض زید کا ایک شاگرد رشید بکرم نامی جس کا حافظہ ختم ہو چکا تھا اس کی شادی ہو جانے کے بعد اُس کے والد نے زید ہی کو زواج بکر کی تعلیم قرآن کے لیے مقرر کیا چند ہی عرصہ میں انگشت نمائی ہونے لگی بیان تک کہ برسوں کے بعد معاملہ طویل ہو کر ظاہر ہوا تو بکر سے طلاق دلا یا گیا اور زید نے مطلقہ کو خود نکاح میں لا کر خیرہ کہتا ہے اب تو موافق شرع کے حرام نہیں ہے چونکہ عورت جو ان زید سن رسیدہ تھا زید کے دباؤ میں نہ رہ کر آزادانہ منشا اختیار کر کے پردہ بھی بالائے طاق رکھا اور زید کے جو جوان پرانے شاگرد تھے ان سے خلا ملا رہنے لگا چونکہ زید دیکھنے والا ذاب صمدین حسن بھوپالی کا ہے ہر موقعہ پر حق کو ناحق اور ناحق کو حق بنا کر جاہلوں کو سیدھا لکھتا تھا اس پر

جو تھوڑے لوگ حق شناس تھے اُن سے الگ رہنے لگا اس درمیان ایک لڑکا ولد الزنا پیدا ہوا اُس کا حقیقہ کیا گیا یہی زید پیشاں نام صاحب شریک حقیقہ ہو کر بکری کی کھال کی غرض سے خوب بلاؤ پر ہاتھ مار کر بچا کرنے لگے کہ حقیقہ کھانا جائز تھا ہرگز حرام نہیں جب اس پر بھی لوگ لندن کی پیش امامی پر معترض ہوئے تو خود ہی زید صاحب غیظ و غضب میں آکر چلا اُٹھے کہ پیش امامی کرنے پر لعنت ہے میں تو ہرگز نماز نہیں پڑھاؤں گا جو مجھ پر اعتراض کرتے ہیں وہی بڑھاویں قرہ ویش برجان درویش ایک ہفتہ تک نماز پڑھانے سے رُکے رہے آخر جب تک مارا خود ہی نماز پڑھانے لگے اور لوگوں نے نماز پڑھی پس ان سب باتوں پر نظر ڈالتے ہوئے معلوم ہونا چاہیے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

### الجواب

اگرچہ لوگوں کی انگشت نمائی کا اعتبار نہیں اکثر محض باطل بدگمانی پر ہوتی ہے مگر زید کا بعد کاح کہنا اب تو حرام نہیں ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے حرام تھا تو یہ اقرار حرام ہوا اگرچہ یہ منی بھی ہو سکتے ہیں کہ پہلے تم مجھ پر ناحق بدگمانی حرام کرتے تھے اب تو حرام نہیں۔ زن زید کی نسبت جو لکھا گیا ہے اگر برضا زید ہے یا زید بقدر قدرت بند و بست نہیں کرتا تو دقوت ہے اور دقوت سخت اجنبت فاسق اور فاسق معین کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اُسے امام بنانا حلال نہیں اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور بڑھی تو پھر نا واجب سائل نے کچھ نہ لکھا کہ زنا سے لڑکا کس کے پیدا ہوا اگر کسی دوسرے کے یہاں کا یہ واقعہ ہے اور وہ عورت شوہر دار ہے شوہر نے اُسے اپنا بچہ ٹھہرا کر حقیقہ کیا تو بیشک اُس میں کوئی حرج نہ تھا نہ اُس کے کھانے میں کوئی حرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاهر الحجر اور عورت بے شوہر تھی اور اس نے حقیقہ کیا تو ازواجہ کہ اس سے نسب قطعاً ثابت ہے اور نسب فی نفسہ نعمت ہے جعلہ نسباً وصحاً اگرچہ وجہ سبب سے یہ صورت سخت بلا ہے اس حقیقہ کی تحریم یا اُس کے کھانے کی حرمت ظاہر نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ علمائے فقہ کج فرمائی ہے کہ شراب پینے پر بسم اللہ کہے تو کافر ادبی کر الحمد للہ کہے تو نہیں کہ شراب اگرچہ سخت بلا ہے مگر اس کا حلق سے اُتر جانا اور اسی وقت گلے میں پھنس کر دم نہ نکال دینا اس شدید عصیان کی حالت میں رب عز وجل کی نعمت ہے۔ فضول عمادی و فتاویٰ ہندیہ میں ہے من اکل طعاماً حراماً وقال عند الاکل بسم الله حکم الامام المصنفون بخواہر زادہ انہ یکلف ولو قال عند الفراع الحمد لله قال بعض المتأخرین لا یکلف البتہ اگر زانی نے حقیقہ کیا تو وجہ نعمت اصلاً منتفی ہے پھر بھی زنا پر شکر اُس سے معذور نہیں ہوتا بلکہ بہت جہاں یہ جانتے بھی نہیں کہ حقیقہ سے شکر مقصود ہے ایک رسم سمجھ کر کرتے ہیں اس صورت میں اُس میں شرکت اندر اس کا کھانا ضرور معیوب و شنیع تھا۔ امامت پر لعنت تو صریح کفر ہے مگر اُس سے یہ مقصود ہو سکتا ہے کہ اگر یہ شخص امامت کرے تو اس شخص پر لعنت ہے یہ کیا تھوڑا ناپاک لفظ ہے زید کی امامت نامناسب خصوصاً اگر صدیق حسن خاں کے مذہب پر ہو کہ ان حالات میں ضرور بددین ہے اور اُسے امام بنانا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ - زید کچھری میں جا کر مقدمہ دار کر رہا ہے اور اُس کی کوشش اور پیروی میں مصروف رہتا ہے اُس کے لڑکے کی منکوحہ بیوی یتیم ہے اور کوئی دوسرا ذریعہ معاش کا بھی نہیں ہے ایک اور اس کا لڑکا باہم کھاتے پیتے ہیں اور لڑکے کی منکوحہ بیوی کو اپنے یہاں بلاتے نہیں جس کی وجہ سے وہ سخت تکلیف میں ہے زید نے لڑکے کا نکاح ثانی بھی کر لیا آیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اُس کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے۔

## الجواب

عورت کو بلانا نان و نفقہ دینا اچھا برتاؤ کرنا شوہر کے ذمہ ہے اس کے باپ کے ذمہ نہیں اللہ تعالیٰ ایک گناہ دوسرے پر نہیں رکھتا ہاں اگر بلا وجہ شرعی باپ اسے بلانے سے منع کرتا ہے یا اس کے اس ظلم پر راضی ہے تو خود شریک ظلم ہے اگر وہ بات باعلان کرتا ہے لوگوں میں اس کے ارتکاب سے شہور ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے گا کہ فاسق معلن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از قطب پور ڈاک خانہ میر گنج ضلع رنگ پور مسؤل محمد رحمت اللہ ۵۔ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ ہجری سود کھانے والے اور دینے والے دونوں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب

سود خوار کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور سود دینے والا اگر حقیقتہً صحیح شرعی مجبوری کے سبب دیتا ہے اس پر الزام نہیں درمختار میں ہے یجوز للمحتاج الاستقراض بالوئع اور اگر بلا مجبوری شرعی سود دیتا ہے مثلاً تجارت بڑھانے یا جائداد میں اضافہ کرنے یا اونچا محل بنوانے یا اولاد کی شادی میں بہت کچھ لگانے کے واسطے سودی قرض لیتا ہے تو وہ بھی سود کھانے والے کے مثل ہے اور اسے امام بنانا بھی گناہ اور نماز کا وہی حال دھو تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از ڈوئنگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ مکان سمندر خاں جعدا مسؤل عبدالرؤف خاں ۵۔ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) کوئی آدمی عالم کے آنے سے مسجد میں آنا چھوڑ دے اور جد کرے اور وہ پیش امام بھی ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں (۲) کوئی عالم ہو اور پیش امام وقاضی شہر ہو خود سب سے سائل بیان کرے اور سب کو ٹٹائے اور سب کے پہلے جا کر بوہروں کے یہاں کا ذبح کیا ہو اگر گوشت کھا دے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں (۳) جو شخص ہمیشہ مسجد میں دنیا کی بات کرتا ہو اور وہ پیش امام ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب

(۱) ایسی اجمالی باتوں پر حکم نہیں ہو سکتا وہ کیسا عالم ہے اور وجہ جد کیا اور فتنہ تفصیل معلوم ہوا جمالی بات کا جواب نہیں دیا جاسکتا عالم علمائے دین ہیں اور دوا بیہ وغیرہم مرتدین بھی عالم کہلاتے ہیں اور وجہ منازعت بھی مختلف ہوتی ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جو شخص دانستہ بوہروں کا ذبح کھاتا ہے مردار کھاتا ہے اسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز منع واللہ تعالیٰ اعلم (۳) فقط اتنا کہ دنیا کی بات مسجد میں کرتا ہے علی الاطلاق ممانعت امامت کا موجب نہیں جب تک علانیہ حدیث کو پہنچنا ثابت نہ ہو اگر دنیا کی بات کرنے کے لیے بالقصد مسجد میں نہیں جاتا نماز کے لیے بیٹھا ہے اور کوئی آیا دنیا کی باتیں بھی کر لیں جن میں فحش وغیرہ معاصی نہ ہوں تو اگر چہ ایسا بھی نہ چاہیے مگر اس سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از موضع سہادن پور گاؤں گوپال گنج متصل ڈروہ ڈاکخانہ ڈروہ تحصیل گنڈہ ضلع پرتاب گڑھ مسؤل نیر شاہ ۵۔ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے ہو سکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے (۲) اور جو لوگ مولود شریف کو منع

کرتے ہیں اور بدعت کہتے ہیں ان کے پیچھے حنفی کی نماز ہو سکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے۔ بینوا توجروا

## الجواب

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس خاص نماز میں حنفی مذہب کے کسی فرض طہارت یا فرض نماز کا تارک ہے تو حنفی کی یہ نماز اس کے پیچھے نہیں ہو سکتی اور اگر معلوم ہے کہ وہ اس نماز میں کسی فرض و شرط مذہب حنفی کا تارک نہیں تو یہ نماز اس کے پیچھے ضرور ہو سکتی ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے اولیٰ ہے اور اگر اس نماز کا حال معلوم نہیں مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتدا میں حرج نہیں اگرچہ حنفی اولیٰ ہے اور اگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور کماہت شدیدہ ہے پھر اگر ان دونوں صورتوں میں بعد کو معلوم ہو کہ اس نماز میں اس نے رعایت نہ کی تھی تو وہ نماز پھر بڑھتی ہوگی کہ صحیح یہی ہے کہ مذہب مقتدی کا اعتبار ہے اور اگر بعد کو ثابت ہے کہ اس نماز خاص میں رعایت کی تھی تو نماز ہو گئی اعادہ کی کچھ حاجت نہیں اور اگر اس کی عادت ہی کچھ معلوم نہ ہو تو اس کی اقتدا مکروہ ہے مگر حنفی امام کے پیچھے نماز نہ ملے تو جماعت نہ چھوڑے بعد کو ظہور حال کا حکم وہی ہے جو ابھی گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) اب مجلس میلاد مبارک مطلقاً ناجائز کہنے والے نہیں مگر وہابیہ اور وہابیہ مرتدین ہیں اور مرتد کے پیچھے نماز باطل واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بھوسا دل ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسؤل حافظ امین محبوب، رمضان ۱۳۹۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین (۱) زید نصاریٰ کی تابعداری کرتا ہو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں۔ (۲) اگر ہے تو کن لوگوں کی نماز ہوتی ہے کن لوگوں کی نہیں (۳) زید مسلمانوں میں نفاق ڈالے تو وہ قابل امامت ہے یا نہیں۔ (۴) زید حاکم وقت کی چوری میں گرفتار ہوا ہو تو وہ قابل امامت ہے یا نہیں۔ (۵) زید باطنی غیر مقلد ہو اور اہلسنت کے دکھانے کو کہے کہ میں حنفی مذہب رکھتا ہوں اور اس پر یہ بھی کہ ساتھ فخر کے کہے تو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں۔ (۶) ایک مسلمان عزت دار امامت کرتا ہو مگر دو چار مسلمانوں کے مخرف کرنے سے ایک شخص اس پر الزام لگا دے کہ یہ شخص امامت کے لائق نہیں اور وہ لوگ احادیث وغیرہ سے واقف نہ ہوں اور مسلمانوں میں نا اتفاقی کرائیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے آیا وہ استغفار کے حقدار ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب

(۱) سائل نے تابعداری کا گول اور مجمل لفظ لکھا تابعداری نصاریٰ کی ہو یا ہنود کی یا مسلم کی حلال میں حلال ہے حرام میں حرام ہے کفر میں کفر۔ جو کفر میں کسی کی تابعداری کرے کا فر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل اور جو حرام میں اتباع کرتا ہو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ اور جو حلال میں اطاعت کرے اس پر الزام نہیں نہ اس وجہ سے اس کی امامت میں کچھ حرج واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جو امامت کے لائق ہے اس کے پیچھے سب کی نماز ہو سکتی ہے اس صورت میں خاصہ کہ یہاں دخل نہیں کہ آدمی ایک قسم خاص کے لوگوں کی امامت کر سکتا ہو دوسرے لوگوں کی اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہو جیسے معذور کہ اپنے مثل معذور کی امامت کر سکتا ہے اور دوسری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) مجمل سوال ہے بارہا مسئلہ حق بیان کرنے سے جاہلوں میں اختلاف پڑتا ہے اور احمق یا بد دین لوگ اسے نفاق و منافق

کہتے ہیں یہ وجہ الزام نہیں ہو سکتا۔ سائل بفضل لکھے کہ کیا کتا اور کیا نفاق ڈالتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۴) اگر توبہ کر چکا اور اس سے نفرت قلوب میں نہ رہی اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۵) غیر مقلد کی امامت باطل ہے اور اس کے پیچھے نماز محض ناجائز اور جب اس کا غیر مقلد ہونا ثابت و تحقیق ہے تو اس کا براہ تقیہ اپنے آپ کو حنفی کہنا کچھ مفید نہیں قال اللہ تعالیٰ اذا جاءك المنفقون قالوا انشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسول، والله يشهد ان المنفقين لکذبون جب منافق تمھارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور و راشد کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۶) استغفار کا حقدار ہر مسلمان ہے قال اللہ تعالیٰ واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات اگر انھوں نے بیجا الزام لگایا ہے سخت گنہگار و حق العبد میں گرفتار نفاق ڈالنے کا جواب ۳ میں ہو چکا محل باتوں پر قطعی حکم دے کر فتویٰ کو کسی غرض نفسانی کا موید نہیں کر سکتے ومن لم يعرف اهل زمانه فهو جاهل واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از تحصیل سکندرہ را وضع علی اگرہ مسئلہ محمد لطیف قرق امین ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی غیر صحیح النسل یعنی کسی کسی زادہ کے پیچھے جو حافظ قرآن ہو نماز پڑھنا اور خاص کر رائج ادا کرنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

مکروہ تنزیہی ہے اگر وہ سب حاضرین سے علم مسائل طہارت و صلاۃ میں نالید نہ ہو ورنہ وہی اولیٰ اگر جملہ شرائط امامت کا جامع ہو کما فی الدار المختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از بریلی کا نکر ٹولہ متصل چوکی پولیس پرانا شہر مسئلہ عبدالغنی صاحب ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کس کس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور کس کس کے نہیں دیگر یہ کہ گاؤں کے کارندے کے پیچھے جو حال میں کارندگی کر رہا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور حضور کو خوب روشن ہو گا کہ جس طرح کارندے اپنی گذراوقات کے ذرائع نکالتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

### الجواب

ہر سنی صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ صحیح الطہارۃ غیر فاسق معلن جس میں کوئی بات ایسی نہ ہو کہ لوگوں کے لیے باعث نفرت اور جماعت کے لیے وجہ قلت ہو اس کے پیچھے نماز بلا کر اہمیت جائز ہے گاؤں کے کارندے جن کا غبن اور سامی وغیرہم سے ناجائز پسمہ لینا ظاہر و معروف ہو ان کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ورنہ کارندگی خود کوئی گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از شرمحلہ بارغ احمد علی خاں مسئلہ نیاز علی ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پانچ آدمی باوجودیکہ مسجد میں جماعت ہو رہی ہے شامل نہیں ہونے بدست جماعت کثیر یا پنج آدمی علیحدہ جماعت پڑھتے ہیں یا مسجد میں پڑھنے آتے ہی نہیں امام مسجد جو عرصے سے امامت کر رہا ہے اور اپنا

حقیقہ ذیل بیان کرتا ہے اس کو وہ بڑا کہتے ہیں ایسے کے لیے کیا حکم ہے اور ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے (حقیقہ پیش امام مسجد کا یہ ہے) میں مذہب اہلسنت و جماعت پر عمل کرتا ہوں میرا یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہوں اللہ عزوجل کی توحید اور جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد خدا کے تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ جانتا ہوں کرامت اولیاء و بزرگان دین کا قائل ہوں ایسا امام اگر وہابی "جو فی زمانہ مشہور کر دیے گئے ہیں" کے مدرسہ میں پڑھنے کو چلا جائے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

### الجواب

صورت مسئلہ میں پیش امام موصوف کی امامت بلاشبہ صحیح و درست ہے جب پیش امام اپنا خفی ہونا بیان کرتا ہے اور حقیقہ مطابق اہلسنت و جماعت رکھنے کا مدعی ہے اور اس کے کسی قول و فعل سے اس کا خلاف ثابت نہیں ہوتا تو محض کسی وہابی کے مدرسہ میں پڑھنا یا بالفرض کسی پاٹ شالہ یا اسکول میں تعلیم حاصل کرنا ہرگز صحت امامت کے لیے قاذر نہیں ہو سکتا کیونکہ احکام شرعیہ کا مدار ظاہر پر ہے ہم مشن قلب پر مامور نہیں وہ اشخاص جو مختلف عن الجماعۃ ہیں اگر کوئی عذر شرعی رکھتے ہوں تو معذور رہیں گے اور اگر محض عصیبت و نفسانیت کی جہت سے شریک جماعت نہیں ہوتے تو وہ فاسق مردود الشہادۃ قابل تعزیر ہیں اہل محلہ کو ان سے سلام و کلام ترک کر دینا چاہیے۔

العبد الجلیب محمد عبداللہ کان اللہ - صحیح ہے محمد بنو اعلیٰ غفرلہ - الجواب صحیح محمد واحد نور عفی عنہ۔

### الجواب

یہ فتویٰ محض غلط ہے اس میں اصل بحث سے پہلو ہٹتی کی گئی ہے اور بے علاقہ روایتیں محض فضول نقل کر دیں اس پر انھیں لوگوں کے دستخط ہیں جو خود دیوبندی خیال کے ہیں یا کم از کم دیوبندوں کو کافر نہیں کہتے وہ تو ایسا کہا ہی چاہیں حالانکہ علمائے حرمین شریفین باتفاق فتویٰ نے چکے کہ گنگوہی و نانوتوی و انیسٹھی و تھانوی سب مرتد ہیں اور بحوالہ برازیہ و مجمع الانہر و درمختار تحریر فرمایا ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ عقائد اہلسنت کا مدعی ہونا یا اپنے آپ کو خفی کہنا یا توحید و رسالت افضلیت و کرامت کا اپنے آپ کو قائل بتانا ان میں سے کون سی بات کا وہابیہ و دیوبندیہ اقرار نہیں کرتے اور پھر کافر ہیں ایسے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر بلکہ ان چاروں باتوں کے نفی دیا ہی تک ہیں اور اپنے آپ کو مقلد امام ابو حنیفہ بھی کہتے ہیں کیا اس سے انکا کفر ٹھیک یا شرعیہ شریعت میں شک ظاہر ہو حکم فرماتی ہے اور ظاہر یہی ہے کہ آدمی جسے کافر مرتد جانے کا اس سے علم دین نہ پڑے گا پاٹ شالہ اور اسکول کی مثال جالت ہے کیا کوئی پندتوں، پادریوں سے قرآن عظیم و حدیث و فقہ پڑھنے جاتا ہے اور بفرض غلط اگر وہابیہ سے پڑھنے والا عقائد وہابیہ کی طرف مائل نہ بھی ہو اور انھیں کافر مرتد جانتا ہو جب بھی انھیں استاذ بنانا ان کی تعظیم کرنا تو ہے اور ان کے دین نے فرمایا جو کسی بوجہ کی تعظیما" یا استاذ" کہے وہ کافر ہو جاتا ہے فتاویٰ خمیریہ و اشباہ و النظائر و تنویر الابصار و مخ الفکار و درمختار وغیرہ میں ہے و لو قال ملجوسی یا استاذ تبجیل کفر جب صرف تعظیما یا استاذ کہنے پر حکم ہے تو مرتد کو حقیقۃً استاذ بنانا اور اقسام عظیم بجالانا کیسا ہوگا بلاشبہ ایسا شخص امام بنانے کے قابل نہیں جس کے دل میں دین کی عظمت ہے ہرگز اسے امام نہ بنائے گا نہ اس کے پیچھے ناز پڑے گا ہاں جو شخص دین کو ہنسی کھیل سمجھے وہ جو چاہے کرے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے کہ اپنی نازیں برباد نہ کریں ہم اس کی ایک آسان پہچان بتاتے ہیں اس



فتویٰ بہر جن لوگوں کے دستخط ہیں ان سے سوال کرو کہ حرام الحرمین شریف میں تمام علمائے جہین شریفین نے جن جن دہا بیوں کو نام بنام کافر و مرتد لکھا ہے اور فرمایا ہے جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر آیا تم لوگ بھی انھیں کافر و مرتد کہتے ہو دیکھو ہرگز نہ کہیں گے تو صاف معلوم ہوا کہ یہ بھی تہم ہیں تو ان سے فتویٰ لینا کس طرح حلال ہوا اور اس پر عمل کو کسی شریعت نے جائز کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از بانک مسئلہ قاضی محمد سلیم ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ ہجری

اگر حنفی مذہب کا امام اس بات اور ولیمہ میں شامل ہو جس میں مرزائی اور وہ شخص ہو جس نے کہ اپنے لڑکے کا نکاح اُس عورت پر ٹھہرایا ہو جس کے کہ طلاق ثلاثہ چھ سال دی رکھی اور بغیر حلالہ کے نکاح پڑھایا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں خلاصہ یہ کہ جو امام علم والا حنفی مذہب کا اس بات یا ولیمہ میں شامل ہو جو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں آیا اس کے لیے کوئی تعزیر وغیرہ ہے یا نہیں اور جس کے گھر شادی ہو وہ بھی اپنے عقائد کا پورا العین مرزائیوں کو اچھا مسلمان سمجھتا ہے۔ فقط

### الجواب

فقط اتنی بات کہ جس برات یا ولیمہ میں یہ شریک ہوا اُس میں قادیانی مرتد یا اپنی تین طلاق کی مطلقہ سے بے حلالہ نکاح کرنے والا فاسق بھی شریک تھا ایسا نہیں کہ اس نے اس کی امامت ناجائز کر دی ہاں اگر صاحب خانہ مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہو تو وہ خود ہی مرتد ہے اور اس کے یہاں تقریب میں جانا حرام اگر امام جانتا تھا اور پھر اس کا مرتکب ہوا تو یہ اگر اس بنا پر ہو کہ امام خود بھی مرزائی کو کافر نہیں جانتا تو وہ آپ ہی کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل اور اگر اس کو کافر جا کر ہی شریک ہوا تو گنہگار ہوا اور اس سے توبہ بی جگہ اگر توبہ سے انکار کرے یا بارہا ایسی شرکت کر چکا ہو تو اسے امام بنا ناگاہ ہے امامت سے مزل کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از ناگپور ممالک متوسطہ محلہ گانج کا کھیت مسئلہ چاند میاں محل محمد سوداگر ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص جو چڑی پہنانے کا پیشہ کرتے ہیں اُن کو امام بنا یا ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ ان کی اقتدا بوجہ چڑی پہنانے کے ناجائز اور امامت مکروہ تحریمی ہے اور خود معترض پیشہ طبابت کرتے ہیں بوجہ نباضی دس دیگر اعضائے مستورات ہی اعتراض واقع ہوگا یا نہیں بہت زیادہ حصہ جماعت کا اس امام کی اقتدا پر رضا مند ہے تو کوئی نقصان شرعی قائم رہتا ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

### الجواب

جماعت کی رضا عدم رضا کو اُس وقت دیکھا جاتا ہے جب شرعی نقصان نہ ہو جہاں شرعی عدم جواز ہے مقتدیوں کی رضا کیا کام نہی سکتی ہے بلاشبہ اجنبیات کو چڑی پہنانا اُن کی کلائی کا دیکھنا یا ہاتھ کا مس کرنا حرام ہے اور اس کا پیشہ رکھنے والا فاسق ملعون اور اسے امام بنا ناگاہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور طبیب کا اس پر قیاس صحیح نہیں صیب کا نبض دیکھنا حاجت کیلئے ہے اور ایسی حاجت و ضرورت کہ دیگر اعضا کا مس بھی جائز ہے بلکہ وہ نیت فاسدہ کرے یہ ضرور اسے حرام ہے مگر اس کا علم استدعا و جل کو ہے ہاں بلا حجت مس و نظر ناجائز کہتا ہو تو وہ بھی فاسق ہے اور اسی اعتراض کا مستحق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از جندارہ محلہ کھم تالاب مسئلہ غم الدین ریڈ زوٹی کلٹر ۱۹ رمضان ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ نماز پنجگانہ و جمعہ کے امام ہیں جن کی جسمی حالت بسبب مرض ذیل ہے آیا ان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں (۱) پیش امام صاحب ہر نماز میں سجدہ میں جاتے وقت نصف یا نصف کم ٹھیک جانے پر اللہ اکبر کی ابتدا کیا کرتے ہیں اور سجدہ سے اٹھتے وقت نصف یا زائد اٹھ جانے پر اللہ اکبر کی ابتدا کیا کرتے ہیں یہ اس لیے کرتے ہیں کہ مقتدی اُن سے پہلے سجدے سے اٹھنے یا سجدے میں جانے نہ پائیں (۲) بقاعدہ مذہب حنفی دونوں زانووں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے بعد ازاں ہاتھ وغیرہ سجدہ کے لیے مطلق نہیں رکھ سکتے اور اسی طرح کھڑے بھی نہیں ہو سکتے (۳) سجدہ میں جاتے وقت ایک دم لمبے ہو کر دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں اور پیروں کو برابر کیا کرتے ہیں اور اسی طرح سجدے سے اٹھتے وقت بھی لمبے ہو کر اٹھا کرتے ہیں کیونکہ ان کے دونوں پیر کر سے بیکار ہو گئے ہیں (۴) بایاں پیر گھٹنے کے نیچے زیادہ تربیکار ہے اس لیے ہر جلسہ وقفہ میں پیر بچھانے کے لیے اُنھیں وقت ہوتی ہے اکثر ہاتھ سے پیر اٹھا کر بچھاتے ہیں تب بیٹھتے ہیں یا بعض موقع براؤنٹ کی بیٹھک کی مانند دوسرا سجدہ کر لینے ہیں (۵) قرأت میں دم پھوٹا ہے دم بدم سوخہ سے مانس خارج کرتے ہیں بے محل وقف ہو جایا کرتا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ بینوا تو جبراً

### الجواب

یہ پانچوں باتیں کہ سوال میں لکھیں ان میں سے کوئی مانع صحت نماز نہیں نہ ان میں کمیں فعل کثیر ہے یہ محض گمان غلط ہے ان میں کمیں ترک واجب بھی نہیں سوائے صورت چارم کی اس شق کے کہ بعض وقت دو سجدوں کے درمیان سیدھے نہیں بیٹھتے صرف یہ صورت ترک واجب کی ہے اس سے اُسے مانع کی جاوے اور اگر وہی علم و تقویٰ میں زائد ہے تو اُسی کی امامت رکھیں ہاں اگر اس کا کوئی استحقاق نہیں اور دوسرے اس سے احق موجود ہیں تو جواحق ہے اُسی کی امامت اولیٰ ہے نفی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجعلوا اثمتکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم واللہ تعالیٰ اعلم اور اسے چاہیے کہ سجدہ کو جاتے یا سجدہ سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کی ابتدا کرے اور ختم انتقال پر ختم کرے مقتدیوں کی رعایت جو وہ کرتا ہے عکس مقصود شرع ہے حدیث میں فرمایا انما جعل الامام لیوتہ بہ یہ بات کہ ایسا نہ کرے تو مقتدی اُس سے پہلے سجدہ کر لیں گے اس کا لحاظ مقتدیوں پر ضرور ہے جب اسے سجدہ تک پہنچنے میں دیر ہوتی تو یہ انتظار کریں اور ایسے وقت سجدہ کو بھکیں کہ اس کے ساتھ سجدہ میں پہنچیں بئذ لك امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از ہوڑہ ڈاکخانہ سلکھیا گھڑی محمد بھولے بگان اصغر چائے والے کا بارڈا مسؤلہ شیخ سمن ۲۳ رمضان ۱۳۹۷ھ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ علمائے حرمین طہیین کو بدعتی بتائیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جبراً

### الجواب

مطلقاً علمائے حرمین طہیین کو بدعتی نہ ہی بتائے گا جو دہائی ہو اور دہائی کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از مطبع شمس المطالع فرخ نگر ضلع گڑگاؤ نان مسؤلہ حکیم شمس الدین مالک مطبع ۲۸ رمضان ۱۳۹۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ احمد ذیل کمرے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں اور اس کی بابت کیا حکم ہے۔ باوجود نہ زیادہ ہوئے

قرآن کے درمیان کلام مجید سے کچھ بکلی یاد پر نماز جمعہ میں قرأت شروع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے اکثر بلکہ عموماً نماز جمعہ میں بھول جانے کی وجہ سے نماز دہرائی جاتی ہے خطبہ بھی صحت لفظی کے ساتھ نہیں پڑھتا ہے سمجھانے پر لوگوں کو مغلفات بکنا شرط نہج سے ماہر ہونے کے سبب کھیلنے والوں کو ان کے پاس بیٹھ کر چال بتانا پچھو قسم کے لوگوں کے ساتھ کوئلے وغیرہ کی لکیروں سے طرح طرح کے پانسے بنا کر کنکریوں کے ذریعہ سے مثل قمار بازاران بغیر کسی شرط قائم کیے کھیل کا کھیلنا ایسے شخص کے ساتھ میل جول نشست برخاست اذاری رکھنی جو اپنے حقیقی پسر کی بیوہ سے اپنی زوجہ کی زندگی میں زنا کرتا ہے اور آئندہ خواہش نکاح رکھتا ہے جس کو حالات مذکورہ کی وجہ سے اہل برادری نے بھی خارج کر دیا ہے مسجد میں بیٹھ کر اپنے خانگی معاملات میں یا ناصح آدمیوں کو فحش اور مغلفات سنانا شخص مندرجہ صدر کی اعانت کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے جبکہ اُس کی اعانت محض نفسانیت سے کرتے ہوں بصورت حالات مندرجہ صدر کا منہجہ دوسری مسجد میں جائز ہے یا نہیں جبکہ ایک پُرانا قصبہ مثل شہر کے ہوجس کی بنیاد شہر اور فرد گاہ افواج توارخی حساب سے صد ہا سال سے مع آبادی اہل اسلام ثابت ہے اور نمازی بھی تہذیب شرعی سے زیادہ ہو جاتے ہوں۔ روزہ کی حالت میں ایسے شخص کا آٹھ دس دفعہ غل کرنا جو بے صبری پر دال ہے، اصلی معاملہ کو پوشیدہ رکھ کر اپنے مطلب کی تائید میں علما سے قوی حاصل کرنا۔ بینوا و جبروا

## الجواد

امام کو لازم ہے کہ نماز میں وہ سورت یا آیات پڑھے جو اسے پختہ طور پر یاد ہوں کچھ یاد ہونے کی وجہ سے اگر غلطی کرتا ہے تو یہ دیکھا جائے کہ وہ غلطی کس قسم کی ہے اُس سے فساد معنی یا کسی واجب کا ترک لازم آتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو نماز دہرائی بے معنی ہے اور اس کا الزام جہالت پر ہے نہ کہ قرأت پر اور اگر ہاں تو مشک ایسا شخص قابل امامت نہیں خطبہ میں صحت لفظی ہونا نماز کی طرح شرط نہیں ہاں ایسا خطبہ خلاف سنت ہے مغلفات بکنا فسق ہے حدیث میں ارشاد ہوا کہ فحش بکا کرنا مسلمان کی شان نہیں ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے بشرط نہج کھیلنے والوں کو چال بتانا اگر گوشہ انتہائی میں نہیں بلکہ بر ملا عام نظر گاہ میں ہے یا اس پر مداومت ہے تو یہ بھی فسق ہے۔ قمار بازوں کی طرح پانسے بنا کر ان سے کھیلنا بھی گناہ ہے اگرچہ کوئی شرط بدی جائے علمائے کرام نے فرمایا کہ شراب کے دور کی طرح پانی پینا حرام ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من تشبه بقوم فهو منهم جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ بیوہ پسر کا جو واقعہ لکھا ہے اگر واقعی ہے اور جب عادت زمانہ لوگوں کی بدگمانی نہیں جس پر وہ تہمت لگانے والے خود اسٹی اسی کوڑوں کے مستحق ہوں بلکہ ثبوت صحیح شرعی سے ثابت ہے تو ایسا شخص ہرگز میل جول کے قابل نہیں مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا منع ہے قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکوی مع القوم الظلمین اور اسے امام بنانا حرام فتاویٰ حجہ میں ہے لوقد موافاسقا یا ثمنون مسجد میں گالیاں سخت حرام اور بیت اللہ کی بے ادبی ہے اور ناصحوں کو نصیحت پر گالیاں دینا اور بھی زیادہ خبیث اور شرعی طور سے سزا پائی ہے باطل پر اعانت حرام ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ایسا شخص جس کی امامت شرعاً ممنوع ہے اگر جمعہ پڑھاتا ہو تو دوسری جگہ جمعہ پڑھیں جبکہ وہ قصبہ مصر شرعی ہو جہاں جمعہ صحیح و جائز ہے فتح القدیر میں ہے لا نہ بسبیل من التحول اور روزہ میں غل مچانا اور اظہار بے صبری کرنا مکروہ ہے حقیقتاً واقعہ چھپا کر علما سے غلط فتویٰ لینا شرعیہ کو دھوکا دینا اور سخت حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از منظر پور ضلع مظفرنگر مسئلہ عبد الصمد صاحب سنی حنفی صوفی ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) جس شخص میں بوجہ حرص کے طمع ہو اور ذلت کے ساتھ سوال کرنے کا عادی ہو باوجود معقول تنخواہ پانے کے ایسے بے حرمت آدمی کے پیچھے شرفا کی نماز کامل ہو سکتی ہے یا نہیں (۲) جو شخص یہ کہے کہ میں فلاں آدمی کا معین صورت میں محض نماز پڑھانے کے واسطے ملازم ہوں نماز جنازہ پڑھانے سے یا کسی مقتدی کی اطاعت سے مجھے کام ایسا آدمی قابل امامت ہے یا نہیں - بینوا قوجردا

**الجواب**

(۱) بے ضرورت سوال حرام ہے ایسا شخص فاسق ملعن ہے اُسے امام بنا ناگناہ ہے اس کے پیچھے عالم و جاہل سب کی نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب واللہ تعالیٰ اعلم (۲) امام پر بلا وجہ مقتدی کی اطاعت لازم نہیں نہ اُسے نماز جنازہ پڑھانا ضرر اس کہنے سے اس کی قابلیت امامت میں کوئی خلل نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام مسئلہ مولوی عبد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۳۳ شوال ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں (۱) کسی مسجد میں جماعت طیار ہے لیکن اتنا وقت نہیں کہ دریافت کیا جائے کہ امام سنی ہے یا وہابی تو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیے یا اپنی علیحدہ (۲) مسجد میں جماعت ہو رہی ہے اور امام میں نقص شرعی ہے تو جماعت چھوڑ کر فوراً ہی اپنے فرض پڑھ سکتا ہے یا نہیں (۳) عاق شدہ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں - بینوا قوجردا

**الجواب**

(۱) جبکہ شبہ کی کوئی وجہ قوی نہ ہو جماعت سے بڑھے پھر اگر تحقیق ہو کہ امام وہابی تھا نماز پھیرے - واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر امام میں ایسا نقص ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے مثلاً وہابی ہے یا قرآن عظیم غلط پڑھتا ہے یا طہارت صحیح نہیں جب تو وہ نماز نمازی نہیں اگر صحیح جماعت کر سکتا ہو تو اس جماعت کے ہوتے ہوئے اپنی جماعت قائم کرے اگر فقہ نہ ہو اور اپنی جماعت نہ مل سکے تنہا پڑھے اور اگر نقص ایسا ہے کہ اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جیسے فاسق ملعن تو دوسری جگہ جماعت کو چلا جائے ورنہ نہیں اس جماعت کے بعد دوسری جماعت کرے یا تنہا پڑھے اور اگر صورت کراہت تنزیہیہ ہے تو اس جماعت کا ترک جائز نہیں شامل ہو جائے - واللہ تعالیٰ اعلم (۳) شرعاً عاق وہ ہے جو بلا وجہ شرعی ماں باپ کو ایذا دے اُن کی نافرمانی کرے ایسا شخص فاسق ملعن ہے پھر اگر وہ یہ گناہ علانیہ کرتا ہے تو فاسق ملعن ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے - پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور اگر علانیہ نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہیہ ہے کہ پڑھنی جائز اور پھیرنی مستحب اور اگر یہ اُن کو ایذا نہیں دیتا غیر معصیت میں ان کی نافرمانی نہیں کرتا اگرچہ معصیت میں انکا کتنا ماننا ہو اگرچہ اس سے ایذا ہو تو وہ عاق نہیں اگرچہ وہ توبہ کریں کہ ہم نے تجھے عاق کیا جب اس کے ذمہ مواخذہ شرعی نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگرچہ جاہل اسے عاق شدہ سمجھیں - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از سہرام برتلہ ضلع آرمہ مسئلہ قدرت اللہ ۵ شوال ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنة عالم باعلی سماع بالمرامیر سنتا ہے اور اس کی امامت جائز ہے اور اس کی امامت میں کراہت ہے یا نہیں۔ - بینوا توجروا

### الجواب

مرامیر حرام ہیں ان کا سننا عالم باعلی کا کام نہیں کما بینا فی اجل التجید فی حکم السماع بالمرامیر اگر علانیہ اس کا ترک ہو اسے امام نہ کریں اور کراہت سے کسی حال خالی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سرکار اجیر مقدس لنگر گلی مسئلہ حکیم غلام علی ۶ ر شوال ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جامع مسجد درگاہ شریعت حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعد ہر نماز یہ کہتا ہے کہ اے خداوند کریم غیر شرع دائرہ منڈھے جھوٹے دعویداران خلافت کو سچا دعویدار خلافت بنائے اور جب کبھی وہابیوں کا ذکر آتا ہے تو ان کے مولیوں کو اور جو مولی خلافت کو اپنے پیٹ بھرنے کا پیشہ بناتے ہیں اور ان کے سب پیروں کو خوب برا کہتا ہے اس کے پیچھے بوجہ شریعت مطہرہ نماز پڑھنا جائز ہے اور جو مولی اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام بتائے اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے اگر یہ بحث مسجد میں ہو تو مسجد کی توہین ہوتی ہے یا نہیں۔ - بینوا بالتفصیل توجروا عند الرب الجلیل -

### الجواب

اس دعا میں کوئی حرج نہیں اور وہابیہ کی برائی بیان کرنا فرض ہے یہ وہیں جھوٹے مدعیان خلافت اور اس نام سے شکم پروران پر آفت کی شاعت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا ضرور ہے اور مسجد کہ مجمع مسلمانان ہونان بیانون کا بہتر موقع ہے اور اس میں مسجد کی کچھ توہین نہیں کہ مسجد ذکر اللہ کے لیے بنائی گئی ہیں اور نبی عن النکر اور بیان شاعت گراہاں اعظم طرق ذکر اللہ و اجل احکام شریعت اللہ سے ہے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اتبعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکرہم والفاجر بما فیہ یحذرہ الناس کیا فاجر کو بڑا کہنے سے پرہیز کرتے ہو لوگ اسے کب پہچانیں گے فاجر کی بڑائیاں بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مسجد کریم مدینہ طیبہ میں منبر بچھاتے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر مشرکین کا رد فرماتے ان وجہ امام مذکور کی امامت میں اصلاً کوئی خلل کیا کراہت بھی نہیں اور جو اس سبب سے اس کے پیچھے نماز حرام بتاتا ہے اللہ عز وجل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے اس پر تو یہ فرض ہے ورنہ سخت عذاب نار و غضب جبار کا مستحق ہوگا قال اللہ تعالیٰ ان الذین یفترون علی اللہ الکذاب لا یفلحون متلع قلیل ولہم عذاب الیم وہ جو اللہ پر چھوٹا افترا اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا کا تھوڑا برت لینا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے وقال تعالیٰ ویلکم لا تغتروا علی اللہ کذباً فلیستہ حکم بعد اب تمہاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ تمہیں عذاب میں بھون ڈالے گا۔ واللہ اعلم بالصواب واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از تلوٹڈی رائے ضلع لودھیانہ پنجاب مسئلہ اقبال محمد ۶ ر شوال ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک سی صاحب ہیں قرآن کریم کو کافی درست پڑھتے ہیں ایک نہایت ہی

اعلیٰ بزرگ کے مرید ہیں ان بزرگ سے ان کو خلافت کا رتبہ مل گیا ہے قرآن مجید اچھا پڑھنے کی وجہ سے اکثر مسجد میں امامت کرتے ہیں لیکن سید صاحب موصوف نے ایک شغل اختیار کیا ہے وہ یہ کہ ایک باعزت نمازی تہجد خواں پر ہیزگار جوان کا پیر بھائی ہے اور دچاویم پہلے سید صاحب نامعلوم ظاہری باطنی اس کو دوست سمجھتے تھے مگر اب لوگوں کو ان کے اور چند آدمیوں کے خلاف قطع تعلق کی ترغیب دیتے ہیں حالانکہ وہ بے قصور ہیں اور بلا وجہ سید صاحب وغیرہ نے ان کو ذلیل کرنے کے لیے یہ حرکت کی ہے کہ ایک بڑے مجمع میں سید صاحب نے بیٹھ کر قرآن شریف درمیان رکھ کر اہل مجلس کو علانیہ کہا کہ ان چند آدمیوں سے قطع تعلق کی قسم کھاؤ اور قرآن عظیم کو ہاتھ لگاؤ کہ ہمارا یہ قول تازنگی رہے گا آیا سید صاحب موصوف امامت کے قابل ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کیا وہ بھی ان کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں جن کے ساتھ خواہ مخواہ بلا وجہ ایسا سلوک کیا گیا ہے۔ بینوا توجروا

### الجواب

اگر یہ واقعی بات ہے کہ سید صاحب مذکور نے ان مسلمانوں سے بلا وجہ شرعی محض کسی خصوصیت دنیوی کے سبب اپنے پیر بھائی اور ان مسلمانوں سے قطع تعلق کیا اور ہمیشہ کے لیے کیا اور علانیہ برسر مجلس کیا تو قابل امامت نہ رہے اور ان کو امام بنانا منع ہے جب تک اس حرکت سے علانیہ توبہ نہ کریں کہ بلا وجہ شرعی تین دن سے زیادہ مسلمانوں سے قطع تعلق حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یحل للرجل ان یجھراخاہ فوق ثلث لیلال یلتقیان فیعرض ہذا ویعرض ہذا وخیر ہما الذی یدعی بالسلامہ آدمی کو حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے راہ میں ملیں تو یہ ادر موندھ پھیر لے وہ ادر موندھ پھیر لے اور ان میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے یعنی ملنے کی پہل کرے رواۃ الشیخان عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یحل لمؤمن ان یجھراخاہ فوق ثلث فان موت بہ ثلث فلیلقہ فلیسلم علیہ فان رد علیہ السلام فقد اشترک فی الاجر فان لم یرد علیہ فقد باء بالاثم وخرج المسلم من الہجۃ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ کسی مسلمان سے تین رات سے زیادہ قطع کرے جب تین راتیں گزر جائیں تو لازم ہے کہ اس سے ملے اور اسے سلام کہے اگر سلام کا جواب نہ دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوں گے اور وہ جواب نہ دے گا تو سارا گناہ اسی کے سر پر یا سلام کرنے والا قطع کے وبال سے نکلے گا رواۃ ابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یحل لمسلم ان یجھراخاہ فوق ثلث فمن جھراخاہ فوق ثلث فمات دخل النار مسلمان کو حرام ہے کہ مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے جو تین رات سے زیادہ چھوڑے اور اسی حالت میں مرے وہ جہنم میں جائے گا رواۃ احمد و ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معلوم ہوا کہ یہ کبیرہ ہے کہ اس پر وعید نازل ہے اور کبیرہ کا علانیہ مرتکب فاسق ملعون اور فاسق ملعون کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیری واجب فتاویٰ حجب میں ہے لہذا موافقا یا ثنوں میں احناف میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعا اور اس میں برابر ہیں وہ جن سے سید صاحب نے قطع تعلق کیا اور وہ جن سے قطع نہ کیا سب کی نماز ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی جب تک توبہ نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از قصبہ رچھا روڈ ضلع بریلی مسئلہ حکیم محمد احسن صاحب ۹ شوال ۱۳۳۹ھ ہجری  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں (۱) کہ فاسق فاجر کے پیچھے جب کوئی نماز پڑھانے والا نہ ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں  
(۲) ماہی گیر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں - بیدوا توجروا

### الجواب

(۱) اگر علانیہ فسق و فجور کرتا ہے اور دوسرا کوئی امامت کے قابل نہ مل سکے تو تنہا نماز پڑھیں فان تقدیم الفاسق اثم  
والصلاة خلفه مکروہۃ تھی یہاں الجماعۃ واجبة فہما فی درجۃ واحداۃ ودرء المفسد اہم من جلب المصلح اور اگر کوئی  
گناہ چھپا کر کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور اس کے فسق کے سبب جماعت نہ چھوڑیں لان الجماعۃ واجبة والصلاة خلف  
فاسق غیر معلن لا تکون الا تنزیہا واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از سینوٹوریم ضلع فیٹی تال مسئلہ سراج علی خاں صاحب رضوی بریلوی ۱۶ شوال ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) فاسق کی کیا تعریف ہے - فاسق و فاجر میں کوئی فرق ہے فاسق کے پیچھے  
نماز کیسی ہے - فاسق معلن کہ کہا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہے اُسے ایسا جان کر امام بنانے والے کا کیا حکم ہے (۲) ہاتھ  
یا پیر میں انگوٹھی چھلتے پہننا یعنی ایک انگ کی ایک انگوٹھی موافق شریعت مطہرہ سے زائد پہننے والے کا کیا حکم ہے اُس کے پیچھے  
نماز کیسی اس پر اصرار کرنے والا کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی کس درجہ مورد گناہ ہے - (۳) دو یا تین  
شخص ایسے جمع ہو کر جماعت سے نماز پڑھنا چاہتے ہیں کہ ایک بالکل جاہل مگر صورت ہیئت لباس وغیرہ سب شریعت کے مطابق  
ہے اور نمازی بھی ہے مگر قرآن پاک کی تلاوت اس کو نہیں آتی اور تلفظ بالکل ادا نہیں ہوتا دوسرا خواندہ قرآن کی قرأت کر سکتا ہے  
ضروری مسائل بھی جانتا ہے مگر فاسق ہے تیسرا مسافر ہے جس پر قصر واجب ہے بے علی میں پہلے شخص کا درجہ رکھتا ہے مگر صرف ان  
سورتوں میں معمولی طریقہ سے پڑھ سکتا ہے جو نماز میں بار بار آتی ہیں مثلاً الحمد شریف یا قل ہوا اللہ شریف وغیرہ ان میں سے کس کو امام بنایا  
جائے اور اگر کوئی بھی امامت کے قابل نہیں تو کیا علیحدہ علیحدہ پڑھیں - بیدوا توجروا

### الجواب

(۱) فاسق وہ کہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور وہی فاجر ہے اور کبھی فاجر خاص زانی کو کہتے ہیں فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے  
پھر اگر معلن نہ ہو یعنی وہ گناہ چھپ کر کرتا ہو معروف و مشہور نہ ہو تو کیا اہمیت تنزیہی ہے یعنی خلافت اولیٰ اور اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ  
کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو  
پھیرنی واجب واللہ تعالیٰ اعلم - (۲) ایک آدمہ بار پہننا گناہ صغیرہ اور اگر پہنی اور اُٹا ڈالی تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں  
اور اگر نماز میں پہنے ہوئے امام بنانا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز مکروہ یوں ہی جو پہنا کرتا ہے اُس کا عادی ہے فاسق معلن  
ہے اور اس کا امام بنانا گناہ اگر اس وقت نماز میں بھی پہنے ہوئے گناہ اگرچہ صغیرہ ہو اُسے چھوٹی بات کہنا بہت سخت جرم ہے اس



شخص پر توبہ فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) صورت مذکورہ میں اس مسافر کو امام کیا جائے کہ فاسق کو امام بنانا گناہ ہے اور غلط خواں کے پیچھے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از میٹرہ سٹی ضلع جوڈھ پور سولہ فخر الدین شاہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۳۹ ہجری  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) یتیموں کو تکلیف دینا اور غیبت کرنا اور جھوٹی قسم کھانا مسلمانوں میں نفاق ڈالنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ (۲) ایک شخص یہاں میٹرہ میں پیر زادہ کہلاتے ہیں اُس نے اپنی عورت کو طلاق دی تین روز برابر اس کو گھمایا پر نہیں مانا۔ کہا کہ ہرے۔ کہا کہ ہر میں نے معاف کروایا پھر ہم نے اس لڑکی سے تلاش کیا جواب دیا کہ ہر تو میں معاف کر دیا اور پھر اسکے چچا وغیرہ نے اُس لڑکی کو اُس کے گھر بھجوا دیا بغیر نکاح کرے طلاق ہوئی یا نہیں اس کے بچہ پیدا ہوا وہ حرام کا ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں یتیم سے بہت عداوت رکھتا ہے۔ بینوا تو جروا

### الجواب

(۱) یتیموں کو بلا وجہ شرعی تکلیف دینا سخت حرام ہے یہاں غیبت زنا سے سخت تر ہے جبکہ شرعاً غیبت ہو مثلاً فاسق ملعون کی غیبت غیبت نہیں اور بد مذہب کی برائیاں بیان کرنے کا خود شرعاً حکم ہے جھوٹی قسم گھروں کو دیران کر چھوٹی ہے اور مسلمانوں میں بلا وجہ شرعی تفرقہ ڈالنا شیطان کا کام ہے اور فتنہ قتل سے سخت تر ہے فتنہ مورہا ہے اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے جو ان افعال کا علانیہ مرتکب ہو اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) طلاق ہوگئی اور ہر عورت نے معاف کر دیا ہے معاف ہو گیا بچہ اگر طلاق سے دو برس کے اندر پیدا ہوا حلالی ہے اُسی شوہر کا ہے طلاق دینے سے نماز کی امامت میں کوئی خلل نہیں آتا یتیم سے بلا وجہ عداوت سخت گناہ ہے اگر اس کی بلا وجہ عداوت علانیہ مشہور ہے تو امام بنانے کے قابل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از چھاوئی فیروز پور کباری بازار سولہ حاجی خوج الدین ٹیلر ماسٹر ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۳۹ ہجری  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زنا کار اور شرابی کے پیچھے نماز کسی وقت جائز ہے یا نہیں جب امام مقیم ہو وہ ہر ایک کو امام مقرر کر دیتا ہے یہ جائز ہے کہ نہیں۔ بینوا تو جروا

### الجواب

زانی اور شرابی کے پیچھے کسی وقت نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مگر جہاں جمعہ وعیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور امام فاسق ہو اُس کے پیچھے پڑھنے جائیں اور جمعہ کے اعادہ کو چار رکعت نہ پڑھیں امام غیر جمعہ وعیدین میں اگر دوسرے کو کہ صالح امامت ہے اور امام کر دیتا ہے حرج نہیں بلکہ وہ اگر اس سے علم و فضل میں ناہم ہو تو اسے یہی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از علی پور ضلع پٹنہ سولہ منصب علی ۱۲ شعبان ۱۳۳۹ ہجری  
قاری مکہ معظمہ کا قرأت سکھا ہوا اور وہاں پر چند سال رہ کر مسلمی کیا لیکن دارمعی تر شواتا ہے آپا اُس کے پیچھے نماز پنجگانہ اور جمعہ

جائز ہے یا نہیں۔ - بلیوا تو جروا

**الجواب**

داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور مکہ معظمہ میں رہ کر قرأت سیکھنا فاسق کو غیر فاسق نہ کرنے کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از فقہور ضلع شاہجہاں پور مرسلہ بقبول حسن خان نائب مدرس میپل اسکول، اشعبان ۱۳۳۶ھ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کی نماز فجر قضا ہو وہ نماز ظہر یا دیگر اوقات کی نمازوں میں امام ہو سکتا ہے یا نہیں

**الجواب**

اگر صاحب ترتیب ہے تو جب تک قضاے فجر ادا نہ کر لے ظہر کی امامت نہیں کر سکتا ورنہ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از پیل ہیٹ محلہ احمد زئی مرسلہ مولوی عبدالسبحان صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) بہرے کے پیچھے تراویح یا فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۲) بہرے کی کوئی تفصیل ہے یا نہیں

**الجواب**

(۱) جائز ہے اور اس کا غیر بہتر ہے اگر یہ علم و قرأت میں اس سے افضل نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اتنی ہی ہے کہ جواب اول میں گزری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از مسوانی ٹولہ مسئلہ محمد یامین ۶ ر شوال ۱۳۳۶ھ ہجری

عمرد بہت مسخرا ہے اور بہت فحش گالی کے ساتھ مذاق کرتا رہتا ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

**الجواب**

اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از مقام چھاؤنی میرٹھ قصبہ کنکر کٹرہ مرسلہ پیر سخاوت حسین صاحب ممبر جامع مسجد ۹ ر شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن پاک ہے اور امامت جامع مسجد کی کرتا ہے اور پابند صوم و حلوۃ کا ہے اور زوجہ اس کی پردہ نشین ہے مگر قوم سے شخص مذکور قصاب ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

**الجواب**

اگر اس کی طہارت و نماز صحیح ہے اور مذہب کا دہائی یا دیوبندی وغیرہ بیدین و بدین نہیں سنی صحیح العقیدہ ہے اور فاسق معلن نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی بیشک جائز ہے قصاب ہونا کوئی مانع امامت نہیں متعدد اکابر دین نے یہ پیشہ کیا ہے ہاں اگر جماعت والے اس سے نفرت کرتے ہوں اور اس کی امامت کے باعث جماعت میں کمی پڑے اور دوسرا امام سنی صحیح العقیدہ قابل امامت

موجود ہو تو اس دوسرے کی امامت اولیٰ ہے فقد کوهوا خلت ابوص شاع برصد لاجل التفریر مع انه لا خطیئة له فیہ واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ** - از میونڈی بزرگ پرگنہ اجاؤں ڈاک خانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ ہجری  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) جو شخص زنا کرتا ہو اور اس کا ثبوت بھی ہو گیا ہو تو جو اس کے پیچھے نمازیں پڑھیں وہ  
 ہوئیں یا نہیں (۲) جب زانی ایسا شخص تو بہ کر لے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں (۳) زانی اپنے افعال سے توبہ کرتا ہے اور  
 گاؤں والے اس کی توبہ کو نہیں مانتے تو وہ گاؤں والے کس جرم کے سختی ادا کس درجہ میں شمار ہیں (۴) جس عورت نے اپنے شوہر سے  
 سرکشی کی اور اس کے حکم کو نہ مانا اور شوہر کا دل دکھایا اور شوہر پر زبان درازی کی تو ایسی عورت کو طلاق دینا واجب ہے یا نہیں اور  
 اگر شوہر اپنی بی بی کی زبان درازی اور سرکشی پر راضی ہے اور وہ امامت کرتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

### الجواب

(۱) زنا کا ثبوت سخت دشوار ہے جسے عوام ثبوت سمجھتے ہیں وہ ادبام ہوتے ہیں جب تک اس کی یہ حالت نہ تھی اس وقت تک اس کے  
 پیچھے نمازیں کوئی حرج نہ تھا ان کے اعادہ کی بھی کچھ حاجت نہیں فانہ ان کان فاسقا غیر معلن فاما الکراہۃ خلفہ الا تنزیہیۃ (۲) جب  
 بعد توبہ صلاح حال ظاہر ہو اس کے پیچھے نمازیں حرج نہیں اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو (۳) اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور  
 گناہ بخشتا ہے والذی یقبل التوبۃ عن عباده ویغفر عن السیئات جو لوگ توبہ نہیں مانتے گنہگار ہیں ہاں اگر اس کی حالت توبہ سے  
 قابل اطمینان نہ ہو اور یہ کہیں کہ تو نے توبہ کی اللہ قبول کرے۔ ہم تجھے امام اس وقت بنائیں گے جب تیری صلاح حال ظاہر ہو تو یہ بلا ہے  
 (۴) اسے جزا طلاق دینا واجب نہیں اور اس پر صبر کرنے والا نہایت نیک کام کرتا ہے اگر نیت اللہ کے لیے ہو بہر حال یہ امر امامت میں  
 خلل انداز نہیں کہ یہ اپنے حق سے درگزر ہے اور اس میں حرج نہیں اور یہاں راضی ہونا بایں معنی نہیں تھا کہ اس کے افعال خلاف شرع کو پسند  
 کرتا ہے جن سے وہ قابل امامت نہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

### مسئلہ - از میونڈی از سید صاحب

زید اپنی سوتیلی ماس سے زنا کرتا ہے اور زید کے سسر کو بھی یہ معلوم ہے لیکن اس کو منع نہیں کرتا اس خوف سے کہ یہ سسرے گھر کے کھانگی  
 تو وہ کس جرم کا سختی ہے اور زید جو اپنی ماس سے زنا کر رہا ہے وہی امامت بھی کرتا ہے تو یہ زید کس درجہ کا سختی ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا  
 یا میل جول رکھنا کیسا ہے (۲) جس کا پیر ایسا ہو کہ جملہ افعال حرام ہوں جیسے زنا وغیرہ کرنا اور سلفہ وغیرہ پینا اور اکثری فعل ناچ رنگ میں شامل ہونا  
 وغیرہ وغیرہ ہوں علمائے دین اس سے بیعت کرنا حرام فرمادیں اور جو بیعت حاصل کر چکا ہو اس کو نسخ کرنے کا حکم دیں تو اب علمائے دین فرمادیں  
 کہ جو ایسے پیر سے بیعت کئے ہوئے ہو اور ایسے پیر پر اعتقاد رکھتا ہو اور علمائے دین کے حکم کے خلاف کرتا ہو کہ علمائے دین ایسے پیر سے بچنے کا حکم  
 فرمادیں اور وہ نہ مانے اور متبع ہو اور امامت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور میلاد پڑھنا اور شریک حال ہونا کیسا ہے درست یا غیر درست اور  
 بعض کہتے ہیں کہ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ نادرست ہیں ان کا بھی پھر نادرست ہے کیونکہ اس نے اتباع علمائے دین نہیں کیا۔ بینوا تو جو  
**الجواب** - جو باوصف قدرت اپنی عورت کو اس بیچائی سے منع نہیں کرتا نہیں روکتا وہ دیوث ہے اور وہ جو زنا کرتا ہے اگر اس کا

یہ حال صحیح مشہور ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اس سے میل جول نہ چاہیے اگر عوام کے اداہام کی افواہ ہے کہ خواہی خواہی عیب لگاتے ہیں تو اس کا اعتبار نہیں پھر بھی اگر کسی سبب لوگوں کی سکی ادا سے نفرت و اسکے پیچھے جامعہ کی قلم ہوتی ہے امام نہ کریں اگرچہ وہ الزام سے بری ہے کمین مشاع بروصہ کہانی الدرد (۲) ایسا شخص ہو تو وہ فاسق ہے اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے اس سے میلاد شریف نہ پڑھایا جائے لان فی تقدیر تعظیہ وقد وجب علیہما اہانتہ شرعاً بین المحتافین وغیرہ۔ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ضرور عادیہ کی جائیں اس کا شریک حال مذکور ہونا حرام ہے اس سے میل جول نہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسؤلہ مولوی محمد طہور الحق صاحب ۳۲ رزی الحجہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کے واسطے کہ وہ حافظ قرآن ہے مگر ایفون کھاتا ہے اور رمضان المبارک کا روزہ نہیں رکھتا ہے آیا وہ اہل بیت کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بیذا بالکتاب و وجہ و ایوہ الحساب۔

**الجواب**

ایفونی اور بلا عذر شرعی تارک صوم رمضان دونوں فاسق ہیں ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ بڑھانگناہ اور پھینا دا جب جبکہ ان کا فسق ظاہر و آشکارا ہو اور اگر مخفی ہو جب بھی کراہت سے خالی نہیں اور ایفونی اگر پینک میں ہو جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض قال تعالیٰ حتی تعلموا ما تقولون واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از شہر مدرسہ اہل سنت مسؤلہ مولوی طہور الحق صاحب طالب علم ۳۲ رزی الحجہ ۱۳۳۶ھ

اس سوال میں جواب یہ مذکور ہے خلاف واقعہ محض حمد پر کیا گیا ہے ایفونی تارک صوم اور پھر اس پر بلا عذر یہ قیوں لفظ اور ان کے مصداق تحقیق طلب ہیں کیونکہ نتیجہ جواب انھیں بدیہی ہے اس جواب سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ اطباء نے امراض زلہ و جریان وغیرہ میں ایفون بقدر اصلاح تجویز فرمائی ہمد عذر شرعی کے اندر محدود ہے یا نہیں اگر نہیں تو عذر شرعی کیا ہے دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص یا عیض سرفراہ مرض روزہ رمضان قضا کرے تو تارک صوم ہوگا یا نہیں اور عذر شرعی اس کے لیے ہے یا نہیں اور حافظ کلام مجید ایوں میں اہل بیت کے لیے شرف افضل ہے یا نہیں اگر کوئی شخص ایک مدت تک مقتدی وہ کہ محض حد سے الزام لگائے ایسے کبر و گناہ کے تو وہ عذر الشیخ مستوجب کس تہذیب کا ہے۔

**الجواب**

ایفون اتنی کہ پینک لائے مطلقاً حرام ہے کسی مرض کے لیے حلال ہو سکتی ہے نہ کسی طبیب کی تجویز سے۔ اللہ و رسول کے برابر حکیم کون ہے وہ منع فرماتے ہیں ان کا منع فرمایا ہوا کسی کی تجویز سے جائز نہیں ہو سکتا عذر شرعی ہے عذر شرعی فتویٰ میں دوبارہ ایفون لکھا تھا بلکہ دوبارہ صوم و رخصت میں ہے (ظاہر المذہب المنع) بدالاحتار میں ہے اجاب الزامات الموضع فیہ الاطباء و قولہم لیس بجمہ حتی لو تعین الحوام مدافعا للہلاک بجل کالمیتۃ والخمر عند الضرورۃ بان سفاہ و مرض جس میں روزہ کا مضر ہونا ثابت و محقق ہمد روزہ قضا کرنے کے لیے عذر شرعی ہیں۔ حافظ ایوں سے جب افضل ہے کہ فاسق نہ ہو اور فاسق تو عالم بھی افضل نہیں چہ جائے حافظ و رخصت میں ہے الا ان یکون غیو الفاسق اعلم القوم فہو ادلی اگر الزام سمجھا لگائے تو سخت کبر و ہے اور اسکی

سخت سزا ہے اور اگر الزام سچا ہے تو مدت تک خاموش رہنے کا اس مقتدی پر الزام ہے اور وہ اس وجہ سے سزاوار سزا ہے مگر وہ امام اس بنا پر الزام سے بری نہیں ہو سکتا کہ اب تک مقتدی کیوں خاموش رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد اسماعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۴۴ اصفہان مظہر ۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر و تعزیہ کی نہایت عظمت کرتا ہے اور اکھاڑے میں شریک ہوتا ہے اور حضرت سید الشہداء حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی مجلس میلاد منعقد کرتا ہے اور اس میں یاحسین سلام علیک یا ذکی سلام علیک یا علی سلام علیک وغیرہ بحالت قیام پڑھواتا ہے اور مجلس میں سماع میں ہر قسم کے مزامیر یعنی انگریزی باجا روشن چوکی خدک شنائی مشکلی باجا وغیرہ بجاتا ہے اور ناز پنجگانہ وجعہ کے لیے مسجد میں نہیں آتا صرف عیدین کی امامت کرتا ہے مقتدی اس سے سبب ان افعال کے سخت نفرت رکھتے ہیں تو عمر و قابل امامت ہے یا نہیں اور عمر و کے یہ افعال شرع شریف میں کیا حکم رکھتے ہیں۔

### الجواب

مزامیر حرام ہیں صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے یستحلون الخمر والمخمر والمخمر بالمخمر والابتلاء بالمخمر لیکرہ تو مجلس مزامیر منعقد کرنا فسق اور نماز عید کو ان شیطانی باجوں کے ساتھ آنا فسق اور جماعت کے لیے بلا عذر شرعی حاضر نہ ہوا کرنا فسق اور جمعہ میں بلا مجبوری نہ آنا سخت تر فسق اور تعزیہ کی تنظیم پرعت عمر و ہرگز قابل امامت نہیں تمیین الحقائق میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شہداء حضرت سید الشہداء اور حضرت مولیٰ مشککشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس ذکر شریف منعقد کرنا اور یا علی سلام علیک یا ذکی سلام علیک کہنا کچھ حرج نہیں رکھتا جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از گونا سنٹرل انڈیا ریاست گوالیار مرسلہ محمد صدیق سکریٹری انجمن اسلامیہ ۴۴ اصفہان مظہر ۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ثانی ایک دوسرے شخص کے ساتھ فرار ہو گئی اور فسق و فجور کرتی ہے اور زید اس کو رکھے ہوئے ہے اور وہ زوجہ زید، زید پر حادی ہے زید دوسروں سے کہتا ہے کہ تم فلاں شخص کو جس کو میری زوجہ بلاتی ہے میرے گھر آنے سے روکو جب زید سے کہا جاوے کہ تم اس کو طلاق دے دو تو بہتر ہے اس پر زید غصہ کرے اور کلمات سخت کہے اور کہے کہ میری زوجہ اولی بھی تو لوگوں کو بلواتی ہے کیا اس کو بھی طلاق دیدوں ایسا ہرگز نہیں کروں گا تو ایسے اصرار سے زید دیوث ہے یا نہیں اور مسلمانوں کو، زید کو اگر وہ پیش امامی کرتا ہو معزول کرنا چاہیے یا نہیں زید نے جو پیش امام مسجد ہے اُس نے چند جاہلوں کو اپنا طرفدار بنالیا ہے ان میں سے ایک شخص بکرنے کہا کہ ہمارا پیش امام دودو بوتلیں شراب کی پیے گا اور چار رنڈیاں رکھے گا اور وہی پیش امام رہے گا پس بکرنے کی بابت شرعاً کیا حکم ہے اور جو لوگ ایسے امام کی طرفداری کریں اور اس کو پیش امام رکھنے پر اصرار کریں ان کی بابت کیا حکم ہے

بینظا تو جدوا

### الجواب

زید اپنی زوجہ کے ایسے افعال پر اگر واضی ہے یا بقدر قدرت بندوبست نہیں کرتا تو بلاشبہ دیوث ہے اور اسے امامت سے

مغزول کرنا واجب اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور اس کا بھیرنا لازم اور اسکے حامی گنہگار قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان اور اگر وہ ان افعال پر راضی نہیں اور جہاں تک اُس کا امکان ہے بند و بست کرتا ہے تو عورت کے افعال پر اس کا الزام نہیں قال اللہ تعالیٰ لا تنزلوا زمرۃ و زمرۃ اخری نہ اس پر طلاق دینا لازم حدیث میں ہے جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ان امرأتی لا ترتد یدلا میں قال فطلقها قال انی احبھا قال فاستفتح بھا رواہ ابو داؤد و در مختار میں ہے لا یجب علی الزوج تطلیق الفاحشۃ بکر جس نے وہ ناپاک کلمات کہے اُن سے صراحۃً شریعت مطہرہ سے عناد ٹپکتا ہے اُس پر تو یہ فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از ریاست جے پور گھاٹ دروازہ مدرسہ قادیانہ کیہ اعظم شاہ مسلحہ حاجی عبد المجار صاحب رضوی ۳۳ صفر ۱۳۳۱ ہجری کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا اس مسئلہ میں کہ زید امامت کرتا ہے اور اس کے سر کے بال لمبے یعنی دوش سے نیچے قریب سینہ تک ہیں عمرو یہ کہتا ہے کہ دوش سے نیچے بال بڑھا نا حرام ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے زید کہتا ہے کہ اتنے لمبے بال رکھنا یعنی دوش سے نیچے جائز ہے اور شائع و سادات کا یہ شعار ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مدظلہ نے اپنے رسالہ المحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن کے صفحہ ۱۹ سطر ۱ میں حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے دو گیسو شاد پر لٹک رہے تھے لہذا سوال یہ ہے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا عمرو کا اگر عمرو کا قول صحیح ہے تو عینی نمازیں ہم مقتدیوں نے زید کے پیچھے پڑھی ہیں حساب کر کے سب کا اعادہ کریں یا نہیں۔

### الجواب

مسلمان کو اتباع شریعت چاہیے حکم نہیں مگر اللہ رسول کے لیے رسینہ تک بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام اور عورتوں سے تشبیہ اور بحکم احادیث صحیحہ کثیرہ معاذ اللہ باعث لعنت ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اُسے لعنت کی خبر دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا ارشاد فرمایا اللہ کی لعنت اُن عورتوں پر کہ مردوں سے تشبیہ کریں اور ان مردوں پر کہ عورتوں سے مشابہت کریں حالانکہ جوتا کوئی جزو بدن نہیں جزو لباس ہے اور کمان جزو لباس بھی نہیں ایک خارج شے ہے جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جزو بدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعث لعنت ہوگی المحرف الحسن میں یہ ہے کہ شاد پر لٹک رہے تھے یا یہ کہ شاد سے اُتر کر سینہ تک پہنچے تھے۔ شاد تک لمبے گیسو کا ہونا کہ آگے اصلاً نہ بڑھیں ضرور جائز بلکہ سنن زوائد سے ہے حساب کر کے نمازوں کا اعادہ چاہیے اور امام حسن سے امید ہے کہ حکم شرع قبول فرما کر خود مصیبت سے بچیں گے اور اپنی اور مقتدیوں کی نازک راہت سے بچائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از مانیہ والا ڈاک خانہ قاسم پور گدھی ضلع بجنور مسلحہ سید کفایت علی صاحب ۳۳ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام احمد ایک مقتدی نماز پڑھتے ہوں دوسرا مقتدی آگیا تو امام کو وہیں رہنا چاہیے یا آگے چلا جاوے یا نہیں (اور آگے پڑھنے کی جگہ ہو) بینوا تو جو را

**الجواب** - اگر پہلا مقتدی مسئلوں ہے اور اسے پیچھے ہٹنے کی جگہ ہے تو وہ ہٹ جائے دوسرا مقتدی اُس کی برابر کھڑا ہو جائے

اور اگر مسئلہ دان نہیں یا اسے پیچھے ہٹنے کو جبکہ نہیں تو امام آگے بڑھ جائے اور اگر امام کو بھی آگے بڑھنے کو جبکہ نہیں تو دوسرا مقتدی بائیں ہاتھ کو کھڑا ہو جائے مگر اب تیسرا مقتدی اگر آگے بڑھے دردمند کی نماز مکروہ تحریمی اور سب کو اس کا پھیرنا واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از بریلی مسؤل محمد حسن صاحب طالب علم مدرسہ منتظر اسلام بریلی ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ ہجری

ما قول علماء اہل السنۃ والجماعۃ رحمکم اللہ تعالیٰ هل تجوز الصلاۃ خلف الکافر الذی ہوا بن ستۃ عشر سنۃ

افیدونا الجواب رحمکم اللہ الوہاب -

## الجواب

نعم تجوز ان لم یکن مانع شرعی لانه بالغ شرعا وان لم یظہر الاثار نعم تکرہ ان کان صبیحا محل لغتہ کما فی رد المحتار عن الرضوی واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از کوٹ ڈسکہ مسئلہ محمد حیات صاحب مدرس ہائی اسکول ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ایسے امام مسجد کے بارے میں جس میں مفصلہ ذیل نقص صریحاً ہوں (۱) عیال و ذان ہے اگر کسی صاحب میت سے کچھ ملے تہنکی کہتا ہے (۲) سامان مسجد کی مطلق حفاظت نہیں کرتا اور نہ ان کی مرمت وغیرہ کی لوگوں کو ترغیب دیتا ہے اس لیے ارشاد مسجد بگڑتی اور خراب ہوتی رہتی ہیں اور ضائع اور غنیمت ہوتی رہتی ہیں اور مسجد کے متعلق مکان میں رہائش رکھتے ہیں جو کہ مسجد سے بطور متصل مسجد ہیں اگر حفاظت سامان مسجد کو کہیں تو برا فروخت ہو جاتے ہیں (۳) جماعت نماز صرف مغرب کی کرتے ہیں باقی نمازیں متفرق طور پر لوگ خود بخود پڑھتے ہیں اگر کہیں تو ناراض (۴) مرض بواسیر عرصہ سے ہے تقاطر بول اور پیپ اور خون سے محفوظ رہنے کے لیے پیچھے لنگوی رکھتے ہیں پورے طور پر شکایت مرض بواسیر نہیں گئی اور نہ یہ جانے والی ہے (۵) میونسپل کمیٹی قصبہ کوٹ ڈسکہ میں ایک ادنیٰ آسافی جھماری خاکہ بان مٹے روپے ماہوار پر ملازم ہیں۔ کام اچھا نہ ہونے پر مقامی افسر اور مسلمان کمیٹی اکثر ناراض رہتے ہیں اور سخت بے حسرت کہتے ہیں جو کہ مسلمانوں کو ناگوار گزرتا ہے (۶) سیانچی کے اندرون شہر میں جو مکانات ہیں ان کے بالکل متصل ایک پرانی مسجد ہے انقلاب زمانہ سے اس محلہ میں مسلمانوں کے گھر رہے اور مسجد غیر آباد ہو گئی اب سیانچی اس مسجد کو مالی سوشی خانہ اور گوبرھینس خانہ بنا رکھا ہے طرفہ یہ کہ حق اس مسجد کا برابر لے رہے ہیں (۷) روزہ ماہ رمضان المبارک اگر سمر ہونے کی وجہ سے نہ بھی رکھتے ہوں تو نماز تراویح پڑھانے کے لیے آتے ہیں کیونکہ تراویح پڑھانے والے کی خدمت ہوتی ہے مگر نماز فرض کی جماعت سوائے مغرب نہ وارد ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے۔

## الجواب

اگر یہ بیانات صحیح ہوں تو صرف نمبر ۳، ۴، ۵، ۶ اس کے خاص مصلحت ہونے کے لیے کافی ہیں کہ چاروں نمازوں میں روزانہ تارک جماعت سے اور مسجد کو ناپاک و لوٹ کرنے والا اور خاص مصلحت کو امام بنا تاگدا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب فتاویٰ الحجہ وغیرہ میں ہے لہذا مواظقا یا ثمنون اور تقاطر بول اور جریان خون اگر لنگوٹ سے نہ نہیں ہوتے جب تو آپ ہی اس کے پیچھے نماز باطل شخص سے ہوں ہی اگر روزہ رکھ سکتا ہو اور ہر کس درکے تو سخت شدید خاص ہے ہر حال اسے اس سے سزا دل کرنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم



**مسئلہ -** از شہر سہ غلام محمد صاحب درزی مورخہ ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا قیص چوری ہوا اور بکر پر چند قرآن کی وجہ سے بطور شبہ کے چوری ثابت کیا گیا اور جس روز سے بکر پر چوری ثابت ہوا اس روز سے نام محمد والوں نے بکر کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی چھوڑ دی بھر شک کے اور اسی شک کو لے کر بکر کے پیچھے نماز پڑھنا بلا توبہ جائز ہے یا نہیں دیگر گزارش یہ ہے کہ بکر کے باپ نے کہا کہ زید اگر قسم کھائے تو مال مسروقہ ہم دیں گے اور زید نے کہا ہم قسم کھائیں گے لیکن قسم نہیں کھایا اور زید کے پیچھے بلا توبہ نماز جائز ہوگی یا نہیں - بینوا توجروا

**الجواب**

زید پر کوئی الزام نہیں اور خالی شبہ کے سبب بکر پر چوری ثابت نہیں ہو سکتی، اس کے پیچھے نماز منع ہو - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از گلکنہ ناز کل ڈانگار لندہ روگدھام مرسلہ شیخ عرفان علی صاحب ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلطہ دیا وہ مطلقہ مدت ایک سال تک بیٹھی رہی پھر اس کے شوہر نے اس کو بلا عقد شرعی اپنے زوجیت میں رکھ لیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی یہاں تک کہ لڑکی مذکورہ بالغ ہوئی پس اس لڑکی سے کسی مسلمان نے اگر عقد شادی کر لیا اور اس نسل سے اولاد جو پیدا ہو وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں - بینوا توجروا

**الجواب**

اس کی ماں و لہذا لڑنا ہوئی وہ خود ولد الزنا نہیں اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ مذہب و قرأت و طہارت وغیرہ میں قابل امامت ہو ہاں اگر عظام اس کی امامت سے نفرت کریں اور یہ امر باعث قلت جماعت ہو تو اسے امام نہ کریں - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از گلکنہ نورچیت پور روڈ مرسلہ حاجی زکریا حاجی جان محمد صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۳۵ ہجری

ایک مسجد کے متولیوں نے زید کو بچا پس رد پے ماہوار پرتین سال کے لیے ملازم رکھا یہ شرط تھی کہ ہم تین سال بعد معزول کر سکتے ہیں اسے امام نے بذریعہ تحریری اقرار نامہ کے منظور کر کے اپنے دستخط کر دیے (۲) باوجود متولیوں کے منع کرنے اور باضابطہ روکنے کے کہ جب تک ہم کو کسی داغ یا لکچر کے خیالات اور مذہب کا علم نہ ہو جائے کسی کو مسجد میں وعظ و کچر دینے کی اجازت نہ دے وہ بے اطلاع متولیوں کے خود اجازت دیتا ہے چنانچہ گزشتہ فساد کے موقع پر گلکنہ میں اسے مسجد کے اندر ہندوؤں تک کو آسنے دیا (۳) امام مذکور اکثر مسجد کی امامت سے بغیر حاضر ہوتا اور سیر یا دعوتوں میں بے اجازت متولیوں کے چلا جاتا ہے اور متولیوں کے منع کرنے کی بالکل پرواہ نہیں کرتا (۴) متولیوں نے بعد گزرنے کے بعد اقرار نامہ اور باضابطہ تحریری اطلاع دہی کے دوسرے امام کو جو مدینہ منورہ کا ساکن اور مسجد نبوی کے امام کے خاندان سے ہے اور مسجد نبوی میں امامت کر چکا ہے اب بکالے اس کے معزول کیا ہے تو وہ مزاحم و مانع ہے اور آمادہ فتنہ و فساد ہے اور متولیوں پر خلافت اقتدار میں آمین الزام و بستان مشہور کرتا ہے آیا ایسے امام کو شرعاً متولیان مسجد معزول کر سکتے ہیں یا نہیں

**الجواب** معزول معزول کر سکتے ہیں بلکہ ان حرکات پر مس و محذول کرنا ہی چاہیے لایعزل صاحب و طفلة الاب بختہ و هذه

جنحۃ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۰۔ ارشاد ۳۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ زید نے عمرو سے شلابرتاں گلستاں کے بچپن میں دو یا تین سبق پڑھے تھے اب اُن میں رنج ہو گیا اور عمرو نے اسے پاک (عان) کر دیا تو زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر شاگرد کا تصور تاحد فسق ہے اور بوجہ اعلان مشہور و معروف ہے تو اسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز گناہ اور اگر اس کا تصور نہیں یا حد فسق تک نہیں یا وہ بالا اعلان اُس کا ترکیب نہیں تو ان پہلی دو صورتوں میں اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی کوہت نہیں اور پچھلی صورت میں مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہے باقی عاق کر دینا کوئی شے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از راب گلدھ صدر بازار دروکان امیر بخش ٹیکر مسلہ شیخ طالب حسین ۱۴ ارشاد ۱۴۰۰ پخشینہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ راب گلدھ میں دو مسجدیں ہیں جس میں سے ایک مسجد کا متولی جو روزہ نماز کا پائے بند نہیں ہے اُس نے ایک پیش امام جو قوم کا صدیقی اور علم کا حافظ و مولوی حکیم مقرر تھا اس کو متولی نے بلا وجہ الگ کر دیا اور بجائے اُس کے بلا رائے مقتدیوں کے دوسرا امام جو صرف حافظ و قوم کا قصاب ہے اور ہنوز ان کے یہاں پیشہ جاری ہے مقرر کر دیا جس پر میں نے متولی صاحب سے پوچھا کہ سابق پیش امام کس تصور پر علیحدہ کیے گئے تو متولی عبدالصمد صاحب نے بہت غصہ کے ساتھ جواب دیا کہ ہمارے مسجد ہے ہم جو چاہیں سو کریں مقتدی پوچھ نہیں سکتے ایسے پیش امام کے پیچھے اور ایسی مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

اگر پہلا امام صادقاً اللہ بند مذہب ہو تو اُس کا معزول کرنا اشد ضروری تھا اور اگر دوسرا بد مذہب ہو تو اس کا مقرر کرنا حرام ہوا اور معزول کرنا لازم ہے یوں ہی اُن میں جو قرآن مجید غلط پڑھتا ہو یا طہارت صحیح نہ کرتا ہو اُس کا معزول کرنا فرض ہے ایک ہویا دونوں اور اگر صحت مذہب قرأت و طہارت میں بقدر جواز نماز ہیں اور امام وظیفہ پاتا ہے تو بلا تصور پہلے کو معزول کرنا گناہ ہوا کہ بلا وجہ ایذا سے مسلم کہ لا یعزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ اور متولی کا کہنا کہ مسجد ہماری ہے ہم جو چاہیں کریں محض باطل ہے مسجدیں اللہ عزوجل کی ہیں ان المسجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احد اُس میں وہی کیا جائے گا جو حکم شرع ہے اور اس کا یہ زعم باطل ہے کہ مقتدی پوچھ نہیں سکتے بلکہ امام و موزن مقرر کرنے میں متولی کا اختیار نہیں جبکہ خود بانی مسجد اس کے اقارب میں دہو امام و موزن کے نصب میں پہلا اختیار بانی پھر اس کی اولاد و اقارب کا ہے اور دوسرا اختیار مقتدیوں کا ہے یہ بھی جبکہ جس کو بانی مقرر کرنا چاہتا ہے اور جسے مقتدی چاہتے ہیں دونوں یکساں ہوں اور اگر جسے یہ چاہتے ہیں وہی شرعاً اولیٰ ہے تو انھیں کا اختیار مانا جائے گا متولی اس بارے میں کوئی چیز نہیں درختار البانی للسجد اولیٰ من القوم بنصب الامام والموزن فی المختار (وکن اولیٰ اللہ و عشیرتہ اولیٰ من غیرہم امثابہ اہ شامی) الا اذا عین القوم اصلہ ممن عینہ البانی (لان منفعتہ ذلک توجب الیہم النفع الوسائل اھ ض) اور اگر امامت بلا وظیفہ ہے اور پہلا امام شرعاً اس دوسرے سے

اولی تھا تو متولی نے دوسرا ظلم کیا رائج کو ہٹانا اور مرجع کو بڑھانا اور دونوں برابر ہیں جب بھی بلا وجہ پہلے کو ایذا دہی کا مرتکب ہوا اور اگر یہ دوسرا اولیٰ بایں معنی کہ پہلے کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت تھی اس کے پیچھے نہیں تو متولی نے اچھا کیا مقتدیوں کا اس پر اعتراض بجا ہے نماز اس کے پیچھے ہی مطلقاً جائز ہے جبکہ مذہب و قرأت و طہارت و اعمال صحیح ہوں اور مسجد کا تو کوئی جرم ہی نہیں اس میں ہر حال جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** اذنا تھہ دوار ریاست اودے پور ملک میواڑ سراج الدین صاحب ۲۲ جون ۱۹۲۰ء  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص مسائل نماز روزہ کے تھوڑا بہت وقیفیت ہے مگر چند عرصہ سے اس کے کانوں میں سماعت کم ہو گئی ہے یعنی اونچا سنتے ہیں تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، ہونے کا سبب خلاصہ تحریر فرمائیں اور اگر بہرے پیش امام نے نماز میں غلطی کرے اور اپنے مقتدی کا لقمہ نہ سنے تو نماز میں کوئی خلل تو نہیں آتا ہے یا آتا ہے اس کا جواب باصواب مع فقہ و حدیث اور کتب فقہ و حدیث کا حوالہ بھی ضرور تحریر فرمادیں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمادے گا۔ ۲۲ جون ۱۹۲۰ء  
اذنا تھہ دوار ریاست اودے پور ملک میواڑ سراج الدین صاحب۔

### الجواب

بہرے کے پیچھے نماز جائز ہے مگر اس کا غیر اولیٰ ہے جبکہ علم مسائل نماز و طہارت میں اس سے کم نہ ہو اور غلطی جس پر مذکور ہے مفید نماز تھی نماز جاتی رہی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از حسن پور ضلع مراد آباد مدرسہ مدرسہ مولوی عبدالرحمن مدرس ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں امام کے عقائد کی تصدیق کی ضرورت ہے یا نہیں۔

### الجواب

ضرورت ہے اگر محل شبہ ہو مثلاً کسی سے سنا کہ یہ امام وہابی ہے وہ کہنے والا اگرچہ عادل نہ ہو صورت مستور ہو تحقیق ضرور ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد قیل یا وہ بستی وہابیہ کی ہو تو تحقیق کرو اور اگر کوئی وجہ شبہ نہیں تو نماز پڑھے پھر اگر بعد کو ثابت ہو کہ مثلاً وہابی تھا اعادہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک مسجد فرقہ غیر مقلد نے سنی حنفی اشخاص کے محلہ میں کسی طرح پر آراضی کا بیٹنامہ کرا کے تعمیر کرائی اور اس کے دروازہ پر ایک پتھر جس پر لفظ اہل حدیث کندہ نصب کر دیا اور نماز پڑھنے لگے اس مسجد میں بعض ناواقف لوگ سنی حنفی ہو کر بھی اکثر اوقات ان کی جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لیتے ہیں ان کی نماز غیر مقلد امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں (۲) اگر اس مسجد میں سنی حنفی امام کے پیچھے حنفی لوگ غیر مقلدوں کی جماعت کے بعد یا اول ہر روز یا جمعہ کے روز ادا کریں تو نماز ہوگی یا نہیں (۳) اور اگر سنی حنفی امام کے پیچھے غیر مقلد شخص اسی مسجد میں جماعت میں شریک ہو کر نماز اپنے طریقہ پر پڑھے یعنی آمین یا بھم کر کے اور رفع یدین کرے تو حنفیوں کی نماز میں کوئی نقص عائد ہوگا یا نہیں۔ بینوا تو جروا

## الجواب

(۱) غیر مقلد کے پیچھے نماز باطل محض ہے ہرگز نہ ہوگی اور پڑھنے والے کے سر پر گناہ عظیم ہوگا۔ فتح القدیر میں امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے لا تجوز الصلاة خلف اهل الاھواء والله تعالیٰ اعلم (۲) سنی امام کے پیچھے نماز ہو جائے گی مگر اس مسجد میں پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہ ملے گا کہ یہ شرعاً مسجد نہیں اور بلا عذر شرعی ترک مسجد گناہ ہے حدیث میں ہے لا صلاة لجار المسجد الا فی المسجد والله تعالیٰ اعلم (۳) جماعت میں غیر مقلد کے شریک ہونے سے ضرور نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے اول تو اس کے آئین بالجہر سے طبیعت مشوش ہوگی اور دوسرا عظیم نقص یہ ہے کہ اس کی شرکت سے صف قطع ہوگی کہ اس کی نماز نماز نہیں ایک بے نمازی شخص صف میں کھڑا ہوگا اور یہ صف کا قطع ہے اور صف کا قطع ناجائز ہے صحیح حدیث میں فرمایا من قطع صفا قطعہ الله - معذرتاً ہوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے بھی حدیث میں منع فرمایا ہے لا تضلوا وامنھم والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ شاہ دانا مرسلہ جناب میر قدح حسین صاحب مورخ ۱۲ رذی الحجہ ۱۳۳۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جماعت سنی حنفی اشخاص کی طالب علمان مدرسہ داری ہوا وہ سرائے خام کے پیچھے ہوگی یا نہیں (۲) اگر کسی مسجد میں پیش امام مقرر ہو تو حاضرین مسجد کسی شخص کو اپنے میں سے منتخب کریں تو اس میں کس کس احترام و التزام اور کس کس بات کی ضرورت ہے (۳) امام ہر طبقہ کے لوگوں میں سے کہ جس وقت موجود ہوں کثرت رائے سے منتخب ہو سکتا ہے باوجودیکہ وہ منتخب شدہ شخص اپنے آپ کو امامت کا اہل نہ سمجھتا ہو مگر اجماع اس کی امامت پر ہو جائے تو وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب

جو مدرسہ خلاف مذہب اہلسنت ہو اس کے طلباء کو امام نہیں بنا سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) امام ایسا شخص کیا جائے جس کی طہارت صحیح ہو قرأت صحیح ہو سنی صحیح العقیدہ ہو فاسق نہ ہو اس میں کوئی بات نفرت مقتدیان کی نہ ہو سائل نماز و طہارت سے آگاہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) جو شخص شرط مذکور کا جامع ہے وہ امام کیا جائے اگرچہ وہ اپنے آپ کو نااہل کہے اور جو واقعی نااہل ہے وہ امام نہیں ہو سکتا اگرچہ ص ب کی رائے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسؤلہ مسلمانان شہر کہنہ رو، میل ٹولہ ۱۲ رذی الحجہ ۱۳۳۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کرتا اس طرح کا پنا کرتا ہے جس کی آستینیں کینوں کے برابر بلکہ کچھ اونچی ہوتی ہیں یعنی کُنیاں کھلی رہتی ہیں ایسا کرتا ہے ہوسے پر زید کو امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں اور کوئی نقص اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تو نہیں آتا ہے زید کو اس قدر مقدور بھی ہے کہ وہ پوری آستینوں کے کرتے بنوا کر پہن سکتا ہے اور امامت کرنے کے وقت انگرکھا وغیرہ نہیں پہنتا علاوہ اس کے زید کو علم بھی اچھا ہے اور ہر ایک مسائل سے واقفیت کافی رکھتا ہے۔

الجواب - بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ کرتے ایسے ہی آدھے آستین کے بناتا ہے اور نماز کے وقت انگرکھا پہن سکتا ہے

مگر نہیں پہنتا اور بازار کو انگرکھا پس کر جاتا ہے اس صورت میں زید کے پیچھے نماز اگرچہ ہو جاتی ہے مگر کراہت سے خالی نہیں فائدہ  
إِذَنْ مِنْ ثِيَابٍ مَهْنَةٍ وَالصَّلَاةَ فِيهَا مَكْرُوهَةٌ جب وہ ذی علم ہے اور اسے سمجھایا جائے کہ دربار الہی بازار سے زیادہ قابل تعظیم و تکرار  
ہے قال اللہ تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد وقال ابن عمر اللہ احق ان تتزین لہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از قصیدہ عمری ڈاکخانہ خاص صنیع مراد آباد مسؤلہ غلام مصطفیٰ اسرار الحق انصاری قادری ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ ہجری  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین صورتائے مفصلہ ذیل میں کہ (۱) وہابی امام کے پیچھے اہلسنت و جماعت کی اقتداء  
نماز خواہ پنجگانہ یا تراویح یا جمعہ یا عیدین یا نوافل یا نماز جنازہ میں درست ہے یا کیا حکم ہے (۲) زید مولویان فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو عالم دین  
سمجھتا ہے اور اُن کی تعظیم و تکریم بھی کرتا ہے لیکن خود عالم نہیں ہے اب زید مذکور اہل سنت و جماعت کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں اور اُس کی  
امامت سے نماز سنی کی صحیح ہے یا کیا (۳) زید فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو بُرا سمجھتا اور کہتا ہے لیکن اُن کی امامت سے نماز بلا تکلف پڑھتا ہے اور  
عمرو سنی حنفی ہے اور وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرتا ہے بخیاں نہ ہونے نماز جائز کے لہذا زید مذکور کی امامت سے عمرو مذکور کی  
نماز صحیح ہوگی یا نہیں اور کیوں (۴) امام جمعہ وہابی عقائد ہے اور صرف ایک ہی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے کیا سنی اُس کی امامت میں نماز جمعہ  
پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو کیا نماز ظہر ہی ادا کرے (۵) اگر امام جمعہ نمبران (۲) یا (۳) مذکورہ میں سے کوئی ہو تو اہل سنت و  
جماعت اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور نماز صحیح ہوگی یا کیا۔ نیز نماز عیدین کے بارے میں اسی صورت میں کیا حکم ہے (۶) امام  
سنی المذہب ہے اور چار مقتدی جن میں سے ایک سنی کامل ہے اور باقی تین صورتائے متذکرہ نمبر (۲) و (۳) کے ہیں ایسی حالت میں  
جمعہ قائم کر سکتے ہیں یا نہیں (۷) نماز مغرب یا کسی وقت کی جماعت ساتھ امام صورتائے متذکرہ نمبران (۱) یا (۲) یا (۳) کے  
ہو رہی ہے تو کیا سنی المذہب شریک جماعت ہو سکتا ہے یا نہیں اور تنہا پڑھنے کی حالت میں نماز صحیح ہوگی یا نہیں (۸) حافظ نابینا کی امامت  
جائز ہے یا نہیں نماز پنجگانہ یا تراویح میں بشرطیکہ سوائے اس کے اور کوئی حافظ قرآن موجود نہیں ہے البتہ ناظرہ خواں چند ہیں (۹) صورتائے  
مذکورہ الصدر نمبران (۲) یا (۳) میں سے اگر امام ہو تو نماز تراویح میں اُس کی اقتداء جائز ہے نہیں۔

## الجواب

(۱) وہابی کے پیچھے کوئی نماز فرض خواہ نفل کسی کی نہیں ہو سکتی نہ اُس کے پڑھے سے نماز جنازہ ادا ہو اگرچہ نماز جنازہ میں جماعت و امامت  
شرط نہیں لہذا اگر عورت امام اور مرد مقتدی ہے نماز جنازہ کا فرض ادا ہو جائے گا کہ اگرچہ مقتدیوں کی اُس کے پیچھے نہ ہوئی خود اُس کی ہوئی اور  
اسی قدر فرض کفایہ کی ادا کو کافی ہے مگر وہابی کی تو نماز خود باطل ہے لہذا لا دین لہ ولا صلاۃ لمن لا دین لہ تو نہ اُس کی اپنی ہو سکتی ہے  
نہ اُس کے پیچھے کسی کی اگرچہ اُس کا ہم مذہب ہو یا اور کسی قسم کا بد مذہب ہو سنی تو سنی واللہ تعالیٰ اعلم (۲) دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام  
حریم شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وہ مرتد ہیں اور شفاۓ امام قاضی عیاض و بزاز یہ و مجمع الانہر و در مختار وغیرہ کے حوالہ سے فرمایا  
کہ من شک فی کفرہ وعدا بہ فقد کفر جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اُن کی حالت کفر و ضلال اور  
اُن کے کفری و ملعون اقوال طشت از بام ہو گئے ہر شخص کہ تراشگی نہ ہو اُن کی حالت سے آگاہ ہے پھر انھیں عالم دین جانے تو ضرور ستم ہے

اور اُس کے پیچھے نماز باطل محض واللہ تعالیٰ اعلم (۳۳) ابھی گزرا کہ دیوبندیہ کے کافر ہونے میں جو شک کرے وہ بھی کافر ہے صرف انھیں برا جاننا کافی نہیں تو جو انھیں قابل امامت سمجھتا ہے اُس کے پیچھے نماز بیشک باطل محض ہے فانہ منہم واللہ تعالیٰ اعلم (۳۴) اہلسنت پر فرض ہے کہ اپنا امام سنی صحیح العقیدہ جمعہ وعیدین کے لیے مقرر کریں وہابی کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور شہروں میں جمعہ کا ترک حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳۵) اس کا جواب انھیں نمبروں میں گزرا۔ (۶) ایسی صورت میں جمعہ قائم نہیں ہو سکتا کہ اُس کے لیے امام کے سوا کم از کم تین مقتدی درکار ہیں اور یہاں ایک ہی ہے باقی تین مقتدی نہیں انٹ بٹھ کر کی موتیں ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۶) بارہا بتا دیا گیا کہ ان کے پیچھے نماز باطل اور خود ان کی نماز باطل وہ نماز ہی نہیں لغو حرکات ہیں مسلمان اُسی وقت اپنی جماعت قائم کریں اور جماعت نہ ملے تو اپنی تنہا پڑھے (۸) نابینا کی امامت جائز ہے ہاں اگر اُس سے افضل موجود ہو تو خلافت ادلی ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۹) کتنی بار کہا جائے کہ کسی نماز میں اصلاً جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از شہر ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ برہمان جمدار سکندر خاں مسؤلہ عبدالرؤف خاں ۱۳ محرم ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بخومی ہو یا رتال یا فال دیکھنے والا اُس پر ہجرت لینے والا ہو اور امامت کرتا ہو اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

### الجواب

بخومی و رتال قابل امامت نہیں یہ ہیں جھوٹے فالناموں والے ہاں اگر جائز طور پر فال دیکھے اور نہ اُس بدیقین کرے نہ یقین طے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از شہر کہنہ مسؤلہ سید ممتاز علی صاحب رضوی ۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ اہلسنت و جماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ سیدنا ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام افضل البشر ہیں یہ و خالد دونوں اہل سادات ہیں زید کہتا ہے کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتا ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے خالد کہتا ہے کہ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فضیلت ہے اور ہر سید تفضیلیہ ہے اور تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ہوتی بلکہ جو تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ بتائے خود اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

### الجواب

تمام اہلسنت کا عقیدہ اجماعیہ ہے کہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما مولیٰ علی کریم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم سے افضل ہیں ائمہ دین کی تصریح ہے کہ جو مولیٰ علی کو ان پر فضیلت دے مبتدع بد مذہب ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہے فتاویٰ خلاصہ و فتح القدیر و بحر الرائق و فتاویٰ علیگیرہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے ان فضل علیا علیہما و مبتدع اگر مولیٰ علی کو صدیق و فاروق پر فضیلت دے تو مبتدع ہے غنیہ و رد المحتار وغیرہ میں ہے الصلاۃ خلف المبتدع تکراہ کل حال بد مذہب کے پیچھے

ہر حال میں نماز مکروہ ہے ارکان اربعہ میں ہے الصلاۃ خلفہم تکوہ گراہتہ شدیدۃ تقضیلیوں کے پیچھے نماز سخت مکروہ یعنی مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - شہر کمنہ محلہ کانکر ڈیلہ سولہ صفحہ ۱۵، ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو کا نذر آدمی اس کی امامت جائز ہے یا ناجائز۔

**الجواب**

جائز چیز بیچنا اور جائز طور پر بیچنا کچھ حرج نہیں رکھتا اُس کے سبب امامت میں کوئی خلل آئے ہاں اگر ناجائز چیز بیچے یا مکروہ کذب یا عقوق فاسدہ مثل ربوہ وغیرہ کا ارتکاب کرے تو آپ ہی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از صدر بازار بریلی سولہ نعمت اللہ خاں محرم پونڈ ۱۶، ۱۷ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سنت جماعت ہے تو زید کی نماز وہابی کے پیچھے جائز ہے یا نہیں (۲) بکروہابی ہے اور زید سنت جماعت ہے تو بکر کی نماز زید کے پیچھے ہو سکتی ہے یا نہیں۔

**الجواب**

سنی کی نماز وہابی کے پیچھے نہیں ہو سکتی امام محمد و امام ابو یوسف و امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی لا تجوز الصلاۃ خلف اهل الاھواء بلکہ وہابی کی نماز کسی کے پیچھے ہو سکتی ہے نہ خود تنہا نہ وہابی کے پیچھے کسی کی نماز ہو سکتی ہے اگرچہ اُس کا ہم مذہب ہو کہ صحت نماز کے لیے پہلی شرط اسلام ہے اور وہابیہ تو ہیں خدا و رسول کے سبب اسلام سے خارج ہیں فتاویٰ علمائے کرام حرمین شریفین میں ہے من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از موضع برتاہور ضلع بریلی سولہ گلزار شاہ ۲۱، ۲۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند آدمی ناخواندہ قطن ہیں اور اُن آدمیوں میں ایک آدمی کچھ خواندہ عربی کا ہے لیکن پیشہ فقیری کا ہے اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

**الجواب**

فقیری کا پیشہ کہ تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں حرام ہے اور اُس کی کمائی فضیلت اور اُسے امام بنانا گناہ اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اس میں سے کسی پر ہینر گار جو سنی صحیح العقیدہ ہو وضو غسل ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو امام بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از ضلع سیونی چھپارہ محلہ قاضی مالک متوسط سولہ محمد ظہور احسن صاحب ۲۳، ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مندرجہ ذیل حدیث شریف کو جھوٹا کہتے ہیں وہ یہ ہے عن عمرو بن سلمۃ قال لما كانت وقعة الفتح بادر کل قوم باسلامہم و بدرابی قومی باسلامہم فلما قدم قال جئکم واللہ من عند اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقاً فقال صلو ا صلاۃ کذا فی حین کذا و صلاۃ کذا فی حین کذا فاذا حضرت الصلاۃ فلیؤذن



احدکم و یومکم اکثرکم قرانا فظنروا فلم یکن احد اکثر قرانا منی لما کنت اتلقى من الركبان فقد مونی بین یدیم وانا ابن ست او سبع سنین وکانت علی بردة کنت اذا سجدت تقلصت معنی فقالت امرأة من الحی الا تظنوا عنا است قارکم فاشترؤا فقطعوا لی قبصا فمما فرحت بشئ فرحی بذلک القميص رواه البخاری وفي رواية للنسائی کنت اومهم وانا ابن ثمان سنین وفي رواية لابن داود وانا ابن سبع سنین او ثمان سنین وفي رواية لاحمد وابی داود فمما شهدت مجمعا من جرم الا کنت امامهم الی یوم هذا۔ عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو ہر ایک قوم نے اسلام لانے میں جلدی کی اور میرے والد نے اپنی قوم سے اسلام لانے میں جلدی کی پس جب وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت سے واپس آئے تو انہوں نے فرمایا میں تمہارے پاس اُس بچے نبی اور حق کے پاس سے آیا ہوں پس تم لوگ نماز ایسے ایسے وقت میں پڑھا کرو پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا تمہاری امامت کراوے پس انہوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن خواں کسی کو نہ پایا کیونکہ میں سواروں سے (جو ہمارے پاس سے گزرتے تھے) سیکھ لیا کرتا تھا انہوں نے مجھ کو اپنا امام بنالیا اور میں چھوٹا سا برس کا لڑکا تھا اور مجھ پر ایک چادر ہوتی تھی جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ چادر مجھ سے ٹکرتی جاتی تھی پس قبیلہ کی ایک عورت نے کہا تم ہم سے اپنے قاری امام کے سرین نہیں ڈھانکتے پس انہوں نے کپڑا خریدا اور انہوں نے میرے لیے ایک کرتا بنایا پس میں جیسا اُس کپڑے سے خوش ہوا اور کسی چیز سے خوش نہیں ہوا بخاری اور نسائی کی روایت بھی ہے کہ میں ان کی امامت کرتا تھا اور میں آٹھ برس کا تھا اور ابی داؤد کی روایت میں زیادہ ہے کہ سات یا آٹھ برس کا لڑکا تھا اور احمد اور ابوداؤد کی ایک روایت میں زیادہ ہے کہ میں جرم قبیلہ کے کسی مجمع میں نہیں حاضر ہوا مگر وہ آج کے دن تک وہاں مجھ کو ہی امام بناتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بچہ نابالغ کی امامت جائز ہے اور امام حسن بصری اور اسحاق اور امام شافعی اور امام یحییٰ کا بھی مذہب ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بچے کی امامت کے منع میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں اور اگر کوئی شخص اس حدیث شریف کو جھوٹا کہے تو اُس کے واسطے شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے اور ایک لڑکا ہے جو دیکھنے میں بالغ معلوم معلوم ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں اور بالغ کی علامت پائی جاتی ہے اور اُس کی عمر ۱۴ برس کی ہے اور وہ قرآن شریف کو ٹھیک طور سے حمد کی ادائی کے ساتھ پڑھتا ہے لیکن بعض لوگ اس کو نابالغ کہتے ہیں اس کی بات پر یقین نہیں کرتے دریافت طلب یہ بات ہے کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں ہر دو سوالوں کے جواب باصواب سے مشرف فرمایا جاوے۔

### الجواب

بعدہ برس کی عمر کا لڑکا جب کہے کہ میں بالغ ہوں اُس کا قول واجب القبول ہے اور اُسے بالغ مانا جائے گا اور اُس کے پیچھے نماز جائز ہوگی جبکہ ظاہر حال اس کی تکذیب نہ کرتا ہو اور بالغ ہمارے ائمہ کے نزدیک بالغ کا امام نہیں ہو سکتا کہ وہ مستقل ہے اور یہ فرض و نقل متضمن فرض نہیں ہو سکتا۔ حدیث مذکور صحیح ہے اسے جھوٹا کہنا جہل یا عناد اور اُس کے جوابات فتح القدیر و بیانی شرح ہایہ میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از شہر محلہ قراولان مسؤلہ عبدالکریم خیاط قادری رضوی ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ ہجری  
کیا ارشاد ہے شریعت مقدسہ کا اس مسئلہ میں کہ زید بد مذہبوں کے یہاں کا کھانا علانیہ کھاتا ہے بد مذہبوں سے میل جول رکھتا ہے  
مگر خود سنی ہے اُس کے پیچھے نماز کیسی ہے اور اس کی تراویح سننا کیسا ہے۔ بینوا تو جو و

### الجواد

اس صورت میں وہ فاسق معین ہے اور امامت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ** - از شہر محلہ ذخیرہ مسؤلہ منشی شوکت علی صاحب محرر چنگی ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ ہجری  
کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کن کن شخصوں کی جائز ہے اور کن کن کی ناجائز اور مکروہ اور سب سے بہتر امامت  
کس شخص کی ہے۔

### الجواد

جو قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی یا رضوی  
غیر مقلد نہجری قادیانی چکڑا لوسی وغیرہم یا وہ جو ان میں سے کسی کے عقائد پر مطلع ہو کہ اُس کے کفر میں شک کرے یا اُس کے کافر کہنے  
میں تامل کرے اُن کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے  
ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابو موسیٰ اشعری وغیرہ بن شیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو  
برکتے ہیں ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمیہ مکروہہ ہے کہ انھیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جہنمی پڑھی ہوں  
سب کا پھیرنا واجب اور انھیں کے قریب ہے فاسق معین مثلاً داڑھی منڈا یا خشنی شنی رکھنے والا یا کتروا کہ حد شرع سے کم کرنے والا یا  
کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی گندھواٹے اور اُس میں نوبات ڈالے یا ریشمی کپڑے پہنے یا مغز  
نوپی یا ساڑھے چار ماتھے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ بل کر ساڑھے چار ماتھے سے کم وزن کی ہوں  
یا سود خوار یا ناچ دیکھنے والا اُن کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو فاسق معین نہیں یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز  
فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امرو یا عیدامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اس  
قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تتریبی ہے کہ پڑھنی خلاف اولیٰ اور پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں اور اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں  
سب سے زائد مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتے ہو تو انھیں کی امامت اولیٰ ہے بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے کہ اگرچہ علم متبحر ہو  
وہی حکم کراہت رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور اُن کا امام بدعتی یا فاسق معین ہے اور دوسرا امام  
نہ مل سکتا ہو وہاں اُن کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لیے جاویں بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم نہ اُن کی نماز نماز ہے نہ اُن کے پیچھے  
نماز نماز الفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے جمعہ  
کے بے تہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوغض نہیں امام اُسے کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ صحیح الطہارتہ صحیح القراءۃ مسائل نماز و طہارت کا عالم

غیر فاسق ہو نہ اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو نفرت ہو یہ ہے اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل و اطباء  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب -

**مسئلہ** - از ٹھہر یا موہن پور ضلع بریلی مسئلہ حافظ ابراہیم خاں ۲۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت کا مصلیٰ اگر در میں ڈالا جائے تو کون سے در میں ڈالا جائے اگر بائیں در میں ڈال لیا جائے تو جائز ہی نہیں

**الجواب**

سنت یہ ہے کہ امام مسجد کے وسط میں کھڑا ہو اگر مثلاً اندر کی مسجد چھوٹی ہو اور باہر کی مسجد جذب یا شمال کی طرف زیادہ وسیع ہو تو جب اندر پڑھائیں  
اُس حصہ کے وسط میں امام کھڑا ہو اور جب باہر پڑھائیں تو اس حصہ کے وسط میں خواہ وہ کسی در کے مقابل ہو یا سب دروں سے باہر ہو جائے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ** - شہر کمنہ محلہ لودھی ٹولہ مسئلہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص جھوٹے مسئلے ظاہر کرے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں -

**الجواب**

اگر قصداً جھوٹا فتویٰ دیا قابل امامت نہیں کہ سخت کبیرہ کا مرتکب ہو اور جہالت سے ایک آدھ بار فتویٰ میں دخل دیا اُسے سمجھایا جائے  
تا تب ہو اور آئندہ باز رہے تو اُس کی امامت میں حرج نہیں اور اگر عادی ہے اور نہیں چھوڑتا تو فاسق ہے اور لائق امامت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ** - از شہر محلہ بھوڑ مسئلہ حشمت علی ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دہا بیہ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اہلسنت و جماعت کا زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے  
یا نہیں - بینوا تو جروا

**الجواب**

جو دہا بی کو دہا بی جانتا اُس کے پیچھے نماز پڑھے اگر دہا بی کو قابل امامت جانتا ہے خود دہا بی ہے اور اُس کے پیچھے نماز باطل محض  
ورنہ اپنی نماز کا باطل کرنے والا اور کم از کم فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھر پنی  
واجب - واللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ** - بشارت گنج ضلع بریلی مسئلہ حاجی غنی رضا خاں صاحب رضوی ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے والے کو اول صف میں جماعت میں شریک ہونا چاہیے یا پچھلی صف میں  
زید کہتا ہے کہ اُس کی ممانعت کسی جگہ شرع میں نہیں ہے اور داڑھی منڈانے والا جماعت بھی پڑھا سکتا ہے کیونکہ نماز فاسق کے پیچھے بھی جائز ہے  
اور یہی تحریر فرمائیے گا کہ امام کی داڑھی کتنی بڑی ہونی چاہیے اور داڑھی منڈانے والے کی نماز میں تنہا پڑھنے میں کچھ فرق آتا ہے کہ نہیں -

**الجواب** - داڑھی منڈانا فاسق ہے اور فسق سے تسکین ہو کر بلا تو بڑھنا باعث کراہت نماز ہے جیسے ریشمی کپڑے پہن کر یا صرغ

پانچا مہینہ کر اور داڑھی منڈانے والا فاسق ملعون ہے نماز ہو جانا بایں معنی ہے کہ فرض ساقط ہو جائے گا ورنہ گنہگار ہوگا اُسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب باقی اگر وہ صفت اول میں آئے تو اُسے ہٹانے کا حکم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو شخص تارک الجماعة بھی ہو اور نماز پنجوقتہ پڑھانے کی اجرت یا تنخواہ بطور چندہ مسلمانوں سے طلب کرے اُس کے پیچھے نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں اور وہ قبر کی نوکری بھی کرتا ہو۔

### الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ شخص باوصف قدرت اصلا جماعت میں نہیں آتا اور اپنا آنا اس شرط پر مشروط کرتا ہے کہ مجھے تنخواہ دو تو امامت کروں اور قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی نوکری کیا کرتا ہے تلاوت قرآن مجید کی نوکری تو ناجائز و حرام ہے کماحقہ العلامة الشامی فی اجابة رد المحتار اور امامت کی نوکری اگرچہ اب جائز ہے کما صرح بہ فی الملتون مگر نہ اس طرح کہ نوکری نہ ہو تو جماعت ہی کو نہ آئے ایسا تارک جماعت باوصف قدرت بیشک فاسق مردود الشہادۃ ہے نص علیہ العلماء الکبار و شہدات بھا الاحادیث والاثار اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب مجرام ہے کماحقہ المولی المحقق ابوالہیثم الجلبی فی الغنیۃ شرح المینیۃ جہاں کہ جمعہ متعدد مساجد میں ہوتا ہے نماز جمعہ بھی ہرگز اُس کے پیچھے نہ پڑھی جائے لانه بسبیل من التحول کما فی فتح القدیر وغیرہ ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے کما افادہ فی فتاویٰ الحجۃ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از پبلی ہیٹ محلہ بھینسا بھاڑ مکان عبدالکریم صاحب زمرہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۷ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ایک شخص کو قطرہ کا عارضہ ہے مگر ہر وقت نہیں آتا ہے جس وقت پیشاب پھرتا ہے اُس کے بعد میں برابر آتا رہتا ہے اور ڈھیلے سے استنجاء نہیں سوکتا ہے مگر پانی سے استنجاء کر کے نصف گھنٹہ لنگوٹ باندھ لیتا ہے تو سوکھ جاتا ہے پھر جب تک پیشاب نہیں پھرتا ہے نہیں آتا ہے مگر کبھی دوسرے دوسرے دن پیشاب پھرے غیر وقت میں بھی آجاتا ہے ہر روز نہیں آتا ہے ایسے شخص کے پیچھے فرض پڑھنا درست ہے یا نہیں اور یہ شخص حافظ قرآن بھی ہے اس کے پیچھے تراویح بھی درست ہے یا نہیں۔

### الجواب

اُس کے پیچھے فرض و تراویح وغیرہ سب درست ہیں درمختار میں ہے یجب رد عذرة او تقلیلہ بقدر قدرته ولو بصلاۃ مؤمناً و بردہ لا یبقی ذاعذر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ امام مصلیٰ پر کھڑا ہو اور مقتدی بغیر مصلے یعنی نقطہ صحن میں کھڑا ہو اس صورت میں نماز مکروہ ہے یا نہیں۔ بیہوا توجروا

### الجواب

نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ حدیث و فقہ میں کہیں اس کی ممانعت نہیں نہ امام کی تنظیم شرعاً ممنوع ہے نہ یہ افراد علی الدکان کی قبیل سے ہے بحر الرائق میں ہے الکراہۃ لابدا لہما من دلیل خاص من الخفاء میں ہے بمثل هذا لا تثبت الکراہۃ اذ لا بد لہما من دلیل خاص

البتہ اگر امام براہ کبر و استعلا ایسا امتیاز چاہے تو اُس کی یہ نیت سخت گناہ و حرام و کبیرہ ہے قال اللہ تعالیٰ الیس فی جہنم مثویٰ للمتکبرین ۵  
اعاذنا اللہ سبحنہ و تعالیٰ بمنہ و کمال کرمہ امین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از قصبہ سردار علاقہ کشن گڑھ متصل اجیرہ ہوشیار پور کی مسجد مسئلہ جناب قاضی اکبر صاحب ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۳ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) غیر مقلدین کے پیچھے ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں (۲) غیر مقلدین کی  
ہماری مقلدین کی مسجد میں آنے دینا درست ہے یا نہیں (۳) جس کسی محلہ کی مسجد میں محلہ داران خفیہ نے متفق ہو کر اپنے محلہ کی مسجد میں ایک تو  
مؤذن اور ایک پیش امام مقرر کر رکھا ہو اور نماز کے وقت مؤذن وقت کی راہ دیکھتا ہے کہ وقت ہو جائے تو اذان کہے اور پیش امام مذکور یا وضو  
مسجد مذکور میں یا خاص مصلے پر بیٹھا ہو اس حالت میں بلا رضا مندی پیش امام مقررہ کے دوسرا کوئی مسجد مذکور میں اسی محلہ کا یا دوسرے محلہ کا  
یا دوسرے گاؤں کا اذان دے یا نماز پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں اگر بلا رضا مندی اذان دینا یا نماز پڑھنا مقرر کے سوائے ناجائز ہو اور محلہ داران  
مذکور منع کرتے ہوں اور وہ زمانے تو شرع شریف سے اُن کے لیے کیا حکم؟ فقط

### الجواب

(۱) ان کے پیچھے نماز محض باطل ہے جیسے کسی یہودی کے پیچھے فتح القدر میں ہے الصلوۃ خلف اهل الاہواء لا تجوز واللہ تعالیٰ  
اعلم (۲) یہ تو معلوم ہو چکا کہ نماز میں اُن کا کوئی حق نہیں اُن کی نماز نماز ہی نہیں تو مسجد میں اُنہیں آنے کا حق نہیں اور اُن کے آنے سے  
فتنہ ہوتا ہے اور فتنہ کا بند کرنا فرض ہے اور وہ قصد مسلمانوں کو ایذا دیتے ہیں کم از کم اپنی آئین بالجبر کی آوازوں سے جو قصد اعتدال سے بھی زائد  
نکالتے ہیں اور مؤذی کو مسجد سے روکے جانے کا حکم ہے درمختار میں ہے یمنع منه کل مؤذ ولو بلسانہ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) امام عین جب  
موجود و حاضر ہے تو بے اُس کی مرضی کے دوسرے کا زبردستی بلا وجہ شرعی امام بن جانا ناجائز و گناہ ہے حدیث میں فرمایا الا لا یؤمن الرجل  
فی سلطانہ الا باذنه اور مؤذن مقرر کیے ہوئے کے خلاف مرضی بلا وجہ شرعی اذان دینا اُس کے حق میں ناحق دست اندازی اور نفرت دلانا ہے  
اور صحیح حدیث میں اس سے منع لبتہا و لا تنفوا ایسے لوگ مفسد ہیں اگر نہ مانیں تو مسجد سے باہر کر دینے کا حکم ہے ہاں اگر امام ناقابل امت  
ہے مثلاً غلط خواں یا دیوبالی وغیرہ تو نہ وہ امام ہے نہ اُس کا پڑھنا امامت۔ یوہیں اگر مؤذن ایسی حالت پر ہو جس کی اذان کے لیے شرعاً حکم عائد  
ہے تو ایسوں کو اذان و امامت سے باز رکھنا بجا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از شہر جامع مسجد مولوی محمد افضل صاحب

چہ ہی فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ شخص امام را خوب نمی داند باعتبار خود و در خانہ نماز میگذارد رواہست یا نہ۔

### الجواب

اگر فی الواقع امام بد مذہب یا فاسق معن یا فاسد القراۃ است و تبتلیش ننہاند نہ جماعت دیگر در مسجد ہوں تو ان کو آنگاہ بخاند یا اہل خود  
اقامت جماعت باید کرد یا تنہا گزارد اگر دیگرے ندارد۔

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی عمامہ باندھے ہوں اور امام فقط ٹوپی پہنے تو نماز کر وہ ہوگی یا نہیں۔ بینوا تو جو روا

## الجواب

اس میں شک نہیں کہ نماز عمارہ کے ساتھ نماز بے عمارہ سے افضل کہ وہ اسباب مجمل ہے ہی اور یہاں مجمل محبوب اور مقام ادب کے مناسب اس لیے تلاوت قرآن کے وقت تعیم مندوب ہوا کما فی فتاویٰ قاضی اور نماز میں کہ گویا دربار عظیم الشان حضرت ملک السموات والاخرین جل جلالہ کی حاضری ہے رعایت آداب نسبت تلاوت کے اہم اور امام کہ سردار و مطاع قوم ہے اُس کے ساتھ احق والین لہذا نظافت ثوب پاکیزگی لباس وجہ تقدیم استحقاق امامت سے قرار پائی کما فی الدارالمختارہ مگر بایں ہمہ صورت مستفیدہ میں صرف ترک اولیٰ ہوا تو اُس سے کراہت لازم نہیں آتی تاوقتیکہ اُس کا ثبوت کسی خاص دلیل شرعی سے نہ ہو ورنہ نماز چاشت و اشراق وغیرہا مستحب کا ترک مکروہ ٹھہرے اور یہ صحیح نہیں حاشیہ ثانیہ میں بحر الرائق سے نقل کیا لایلیزم من ترک المستحب ثبوت الکراہۃ اذ لا بد لہا من دلیل خاص وفیہا عن تحریر الاحول خلاف اولیٰ مالیس فیہ صیغۃ علی کترک صلاۃ الضمی بخلاف المکر وہ تنزیہا انتھی وتمامہ فیہا بالجملہ جنتک اس مادہ میں نہی ثابت نہ ہوگی کراہت زمانی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ التہدوا حکم

**مسئلہ**۔ از سرکار ماہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ درگاہ کلاں سولہ حضرت صاحبزادہ والا مرتبت بالانصبت حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب پیر پیر محمد ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ۔

جامع کمالات منبع برکات مولانا المعظم زادت برکاتہم پس از سلام مسنون عارض ہوں فساد کی امامت علی المذہب المفی بہ مکروہ تحریمی قابل اعادہ یا مکروہ تنزیہی یا کچھ تفصیل اگر فساد کی امامت سے صلحا بھی اور فساد دونوں نماز پڑھیں۔ بر تقدیر اعادہ صرف صلحا کے لیے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہے یا صلحا و فساد دونوں کے لیے اور صلحا اگر من فساد عن الامامۃ سے عاجز ہوں تو صلوات خمسہ بے جماعت پڑھنا یا فساد کی امامت سے پڑھنا اولیٰ در مختار میں ہے کہ فساد داعی و عہدہ ولد الزنا وغیرہ کی امامت جب مکروہ ہے جب دوسرے ان سے اچھے موجود ہوں ورنہ نہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو لوگ مکروہ کہتے ہیں اُن کے نزدیک بھی یہی حکم ہر ایک کھادر بنیو اتوجزا

## الجواب

امامت فساد کی نسبت علما کے دونوں قول ہیں کراہت تنزیہیہ کما فی الدر وغیرہ اور کراہت تحریمی کما فی الغنیۃ وفتاویٰ الحجۃ بتیین والشرب لایۃ والی السعد والطحطاوی علی مراتب الفلاح وغیرہ اور ان میں توفیق یہ ہے کہ فاسق غیر معین کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معین کے پیچھے تحریمی مبتدع کی بدعت اگر حد کفر کو پہنچی ہو اگرچہ عند الفقہاء یعنی منکر قطعیات ہو اگرچہ منکر ضروریات نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ اُس کے پیچھے نماز باطل ہے کما فی فتحو القدیرو مفتاح السعاده والخیاتیۃ وغیرہا کہ وہ ہی احتیاطاً جو تکلیفیں کر اُس کی تکفیر سے باز رکھے گی اُس کے پیچھے نماز کے فساد کا حکم دے گی فان الصلاۃ اذا صححت من وجوہ وفندت من وجہ حکم بفساد ہا ورنہ مکروہ تحریمی جن صورتوں میں کراہت تحریم کا حکم ہے صلحا وہ فساد سب پر اعادہ واجب ہے جب مبتدع یا فاسق معین کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو منفرداً پڑھیں کہ جماعت واجبہ الہدٰی کی تقدیم ممنوع بکراہت تحریم اور واجب مکروہ تحریم دونوں ایک مرتبہ میں ہیں ودرء المفاسد اہم من جلب المصالح ہاں اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو مجبور پڑھیں کہ فرض ہے اور فرض اہم۔ اسی طرح اگر اُس کے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ہو تو پڑھیں اور اعادہ کریں کہ الفتنة اکبر من القتل واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ - ۱۲، صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر استاد وہابی ہو تو شاگرد اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

وہابی کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ اپنا استاد ہو بلکہ اُسے استاد بنانا ہی اس کے حق میں ذہر قاتل سے بدتر ہے فوراً پرہیز کرے کہ صحبت بد آدمی کو بد بنا دیتی ہے نہ کہ بد کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لا یضلوکم ولا یفتنونکم ان سے دُور بھاگو اور ان کو اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

### مسئلہ - از فیض آباد ڈاک خانہ شہزاد پور مسئلہ عبد اللہ خطاب العلم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ آیا ذاتی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہے یہاں تک حالت گزر گئی نماز جماعت میں تفرق ہو گیا ہے حدیث اور کتاب کی سند ہو یا چاہیے۔ بینوا توجروا

### الجواب

زانی فاسق ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز منع ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اُس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب ہے ودامتھاریں ہے ہنسی فی شرح المئنیۃ علی ان کو اھۃ تقدیم یعنی الفاسق کو اھۃ تحویم در مختار میں ہے کل صلاۃ ادیت مع کو اھۃ التحویم تجب اعادتها۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ - از کاسٹل ضلع ایٹھ محلہ نواب مسئلہ عباد اللہ صاحب ویکسینٹر ۱۲ شعبان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بن عمر امامت نماز فرض پنجگانہ و نماز جمعہ بجاعت کثیر معمولی جوتہ جو ہر وقت پنا کرتا ہے پن کر پڑھتا ہے وقت اعتراض بکر کو ترجمہ حدیث مشکوٰۃ شریف دکھاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے الدوام پڑھی ہے چونکہ یہاں کوئی ذخیرہ کتب دینیہ ہے جو دیکھ کر اطمینان کرایا جادے اور نہ کوئی عالم ہے جس کے ذریعہ سے پایہ ثبوت کو پہنچیں لہذا آپسے التجا کی جاتی ہے کہ براہ نوازش عالمانہ آپ مع حوالہ کتاب و باب و صفحہ و سطر حسب قاعدہ مرحمت فرمائیے۔

### الجواب

تنظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ ”تو“ ہے اور یہاں جو باپ کو ”تو“ کہے بے شک بے ادب گستاخ اور اس آئیہ کریمہ کا مخالفت ہے لا تقل لہما اف ولا تنھما وقل لہما قولا کو باہ ماں باپ کو ہوں نہ کہ نہ جھڑک اور ان سے عروت کی بات کہہ۔ صد ہا سال سے عرف عام ہے کہ استعالیٰ جوتے پن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں ائمہ دین نے اُس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی امام برہان الملئۃ والدین صاحب ہدایہ کی کتاب التخنیں والمزید اور محقق بحر زین ابن نجیم کی بحر الرائق اور فتاویٰ سرسجدیہ اور فتاویٰ علی گیریہ جلد پنجم صفحہ ۲۷۲ کتاب الکراہۃ باب خامس میں ہے دخول المسجد متنعلا مکر وہ آج اگر کسی نواب کے دربار میں آدمی جو تاپنے جائے بے ادب ٹھہرے نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے مسلمانوں کی



راہ کے خلاف چلنا اور اُن میں فتنہ و فساد پیدا کرنا اور اُنہیں نفرت دلانا قرآن عظیم و احادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از ترپول سولول ڈاکخانہ ہرول ضلع در بھنگہ بلگر چہسہ مسئلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ اگر کوئی مسلمان کا بستی سے باہر دوسرے محلہ میں مکان ہو اور وہ امام بھی ہو اور کبھی پنجوقتہ نماز میں دھوکے سے آکر نماز پڑھے اور امامت کرے اور وہ ہمیشہ اپنے محلہ میں موجود رہتا ہے اور اپنی نماز پنجوقتہ اور امامت کا خیال نہیں کرتا ہے اور مسجد میں ایک مفتہ میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے آیا کرتا ہے اور ہمیشہ امامت کا جستجو رکھتا ہے کہ ہم امام ہیں ایسے مقام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور اس امام کی شرکت کرنے والے جو لوگ ہیں اُن کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

### الجواب

جس شخص کو جمعہ کا امام مقرر کیا ہے وہ اگر فقط جمعہ ہی کو آکر امامت کرتا ہے یا اور کبھی کبھی آجاتا ہے یا نہیں آتا اور اپنے محلہ میں نماز باجماعت پابندی سے پڑھتا ہے تو اُس پر کوئی الزام نہیں نہ اُس کے شرکیوں پر کوئی الزام ہے اور وہ ضرور جمعہ کا امام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از شرفراشی محلہ مسئلہ اہل محلہ معرفت ہدایت اشہ بخار ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہ جس کی نسبت تفضیلیہ ہونا کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طوائفوں کے ساتھ علانیہ خلاف شرع راہ و رسم وغیرہ رکھتا ہے نیز جس کے سر کے بال بھی مثل عورتوں کے شانوں سے نیچے نکلے ہوں وہ کسی جائے نماز پر بلا اجازت اس موقع کے پیش امام کے اگر نماز جمعہ ادا کرنے کی غرض سے بحیثیت امام آمادہ ہوا اور ایک گروہ کثیر اس کے امام ماننے اور اتباع کرنے کے خلاف ہو اس پر وہ شخص مقدم آدمیوں کا امام بن کر نماز جمعہ ادا کر کے مع اپنے ہمراہیوں کے چلا جائے بعد اس کے باقی انہو اسی موقع اور جگہ پر وہیں مجوز امام کی تقلید سے اس کے پیچھے دوسری بار نماز جمعہ ادا کریں تو ایسی صورت میں پہلے امام کی نماز جو اس نے ادا کی ہے جائز ہوئی یا دوسرے امام کی یا دونوں نہ ہوں۔

### الجواب

مسلمان نماز حکم شرعی ہے احکام شرع کے مطابق ہی ہو سکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جس نے جب چاہا کر لیا حکم شرعی یہ ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے سلطان اسلام یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذن شرط ہے اور جہاں سلطان اسلام نہ ہو عالم دین فقیہ معتد اعلم اہل بلد کے اذن سے امام جمعہ و عیدین مقرر ہو سکتا ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو مجبوری جسے وہاں کے عامر مسلمین انتخاب کر لیں وہ امامت جمعہ یا عیدین کر سکتا ہے ہر شخص کو اختیار نہیں کہ بطور خود یا ایک دو یا دس بیس یا سو پچاس کے کہے سے امام جمعہ یا عیدین بن جائے ایسا شخص اگرچہ اُس کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور عمل میں بھی فسق و فجور نہ ہو جب بھی امامت جمعہ و عیدین نہیں کر سکتا اگر کرے گا نماز اُس کے پیچھے باطل محض ہوگی کہ اُن تین طریقوں میں سے ایک وجہ کا امام یہاں بشرط صحت نماز تھا جب بشرط مفقود و مفقود لہذا صورت مسئلہ میں پہلے لوگوں کا جمعہ باطل محض ہوا اور دوسرے لوگوں کا صحیح و مختار میں ہے بشرط لصحتها السلطان او ما مورہ باقامتها بصدق تدبیر

میں ہے اخلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موكلة الى العلماء و یلزم اکامۃ الرجوع الیہم فاذا عسر جمعہم  
لی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثیروا فالمتبع اعلمہم تنویر الابصار و در مختار میں ہے (نصب العامة)  
الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از کاہنور پرنی ناٹھ اسکول مسئلہ قاضی محمد ثمن الدین ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے بریلی اس بارہ میں کہ اگر کوئی شخص حنفی المذہب و کرامات اولیاء اللہ کا قائل علم دین و فن تجوید سے بہرہ ور  
حالت پیری میں نابینا ہو گیا ہو تو اس کی امامت کیسی ہے شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۳۳ باب الحجۃ میں مرقوم ہے کہ من صلح اماما فی غیرہا  
(فی غیر صلوۃ الجمعة) صلح فیہا ای ان ام المسافر والمريض او العبد فی الجمعة صحیح الہ کیا اس عبارت مختصرہ کا پتہ شرح وقایہ  
سے یہ تنقید شرح ہوتی ہے کہ جو نابینا متصف بہ اوصاف مذکورہ بالا ہو اس کے امام بننے سے مقتدیوں کی ناراضی نہیں ہوتی نسخہ بھار رائے  
جلد اول صفحہ ۳۶۹ کی عبارت صاف دال ہے کہ ابن ام مکتوم جو نابینا تھے امام بنائے گئے تھے بحوالہ کتب جواب مرحمت فرمائیے۔

**الجواب**

نابینا سنی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القراءة بلاشبہ امام ہو سکتا ہے صرف اس کا "غیر" اولیٰ ہے اگر یہ اس سے مسائل نماز  
وطہارت میں علم زیادہ نہ رکھتا ہو ورنہ یہی اولیٰ ہے کما فی الدرد وغیرہ عبارت مذکورہ سوال کو امامت نابینا کی نفی سے کوئی تعلق نہیں  
ہاں مجمعہ وعیدین میں بینا ہونا نابینا دہی شخص امام ہو سکتا ہے جو خود سلطان اسلام ہو یا اس کا ماذون یا وہاں کا علم اہل بلد یا اس کا  
ماذون ہو ورنہ بضرورت جسے عام مسلمانوں نے ان ماذنوں میں امام مقرر کیا نابینا اگر ان پانچ میں سے ہے تو مجمعہ وعیدین اسی کے  
پیچھے ہو سکیں گے اور بینا اگر ان میں سے نہیں تو اس کے پیچھے نہ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - ادبشارت گنج صلح بریلی مسئلہ حاجی رضا خاں صاحب ۴۴ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قوم سادات سے ہے اور امامت بھی کرتا ہے وہابیہ اور سنی عالم کو یکساں سمجھتا  
ہے مسئلہ علم غیب کا جب ذکر آتا ہے جواب میں یہ کہتا ہے یہ مسئلہ جدید نہیں ہے قدیم سے اسی طرح جھگڑا ہوتا چلا آیا ہے اور عالم باہمی  
تقریر اور حجت کرتے چلے آئے ہیں اس مسئلہ کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور مسائل ایک مفتی سنی عالم کے جو کہ واجبات سنت و مستحب سے  
تعلق رکھتے ہیں ان کے بارے میں کہتا ہے کہ کرے تو ثواب ہے نہ کرے تو حرج نہیں اور خلافت کیٹی جو علمائے وہابیہ کہہ رہے ان کی امداد  
پہنچانے کی غرض سے نہایت کوشش سے چندہ فراہم کر کے پہنچاتا ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ سنی عالم انکار کرتے تو جواب میں کہتا ہے  
کہ ہم کس کا مونہ پکڑیں لوگ تو سنی عالموں کو طرفدارانگریز و ملازم کہتے ہیں عمر و ایک سنی مفتی عالم کا مرید ہے زید کی ان باتوں سے متنفذ ہو کر  
مازجمہ ترک کر کے ظہر پڑھتا ہے آیا اس صورت میں زید قابل امامت ہے یا نہیں معتبر کتب سے ثبوت ہونا چاہیے۔ بینوا تو جھوٹا

**الجواب**

جو شخص وہابیہ اور اہلسنت علیٰ اکو یکساں سمجھتا ہے اسی قدر بات اس کے خارج از اسلام ہونے کو بہت ہے اس کے پیچھے

نماز باطل ہے جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے۔ جمعہ اگر اور جگہ نہ مل سکے نہ اُسے امامت سے جدا کر سکے تو فرض ہے کہ نظر پڑھے اُسکے پیچھے جمعہ پڑھے گا تو سخت شدیدہ کبیرہ گناہ کرے گا اگرچہ بعد کو نظر بھی پڑھ لے اور اگر نہ پڑھے تو نہ جمعہ ہوگا نہ نظر۔ فرض سر پر رہ جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے روى محمد بن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان الصلاة خلف اهل الاھواء لا تجوز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از ماہرہ شریف ضلع ایٹہ مرسلہ جناب سید ظہور حیدریاں صاحب ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہمیشہ ہمیشہ بوج کثرت احتلام یا کسی اور مرض جسمی کے بجائے غسل تیمم سے نماز ادا کرتا ہے امامت کرنا اُس کو تیمم سے بمقابلہ اور مقتدیوں کے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

کثرت احتلام تو خود کوئی وجہ جواز تیمم کی نہیں جب تک نہانے سے مضرت نہ ہو بے صحیح اندیشہ مضرت کے تیمم سے پڑھے تو اُس کی خود نماز نہ ہوگی دوسرے کی اُس کے پیچھے کیا ہو یا جسے بالفعل ایسا مرض موجود ہو جس میں نہانا نقصان دے گا یا نہانے میں کسی مرض کے پیدا ہوجانے کا خوف ہے اور یہ نقصان و خوف یا تو اپنے تجربے سے معلوم ہوں یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے بتائے سے تو اُس وقت اُسے تیمم سے نماز جائز ہوگی اور اب اُس کے پیچھے سب مقتدیوں کی نماز صحیح ہے غرض امام کا تیمم اور مقتدیوں کا پانی کی طہارت سے ہونا صحت امامت میں خلل انداز نہیں ہاں امام نے تیمم ہی بے اجازت شرع کیا ہو تو آپ ہی نہ اُس کی ہوگی نہ اُس کے پیچھے اور دل کی - تنویر میں ہے صحیح اقتداء متوضیٰ بمقیمہ بحر الرائق میں ہے ترجیح المذہب بنعل عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین صلی بقومہ بالتیمم لخوف البرد ومن غسل الجنابة وهم متوضئون ولم یأمرهم علیہ الصلاة والسلام بالاعادة حین علم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - ۲۷ شوال ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام فقط نماز جمعہ پڑھاتا ہے دیگر اوقات پنجگانہ نماز میں کبھی امامت نہیں کرتا اور اس امامت جمعہ کے عوض میں سال بھر کے بعد رمضان المبارک کے آخر جمعہ میں اور نیز عیدین کی نماز کے بعد اجرت امامت جمعہ و امامت عیدین مصلیین سے طلب کرتا ہے یہ اجرت اُس کو حلال ہے یا حرام اور باوجود منع بھی اخذ اجرت سے باز نہیں آتا ایسے شخص کے پیچھے نماز جمعہ و عیدین مکروہ ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

### الجواب

اجرت امامت اگر اس شخص سے قرار پائی ہے کہ فی جمعہ یا ماہوار یا سالانہ اس قدر دیں گے یا خاص اس سے قرار داد نہ ہوا مگر وہاں اس امامت کی تنخواہ عین ہے اسے بھی معلوم تھی یہ اُسی کے لیے امام بنا اور امام بنانے والوں نے بھی جانا اور مقبول رکھا غرض صراحتہ یا دلائل تقیین اجرت ہو لیا تو یہ اجرت اُسے حلال ہے اور اس وجہ سے اُس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ امامت و اذان و تعلیم فقرہ تعلیم قرآن پر



## الجواب

امام کو سلام کے بعد مقتدیوں پر کوئی جبر کا اختیار نہیں سلام سے تو اس کی ولایت منقطع ہو چکی عین نماز میں جب تک وہ قیوم تھا اور اس کی پیرامی مقتدیوں پر واجب تھی اس وقت بھی اسے حرام تھا کہ سنت سے زیادہ کوئی بات ایسی کرے جو مقتدیوں پر ثقیل و گراں ہو اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غضب شدید فرمایا اور ایسا کرنے والے کو فاقان بنایا یعنی سخت فتنہ گر تو بعد نماز بلا وجہ شرعی مجبور کرنا اور نہ ماننے والے کو جھوٹا اتہام لگانا۔ کیسا سخت حرام شدید اور ظلم بعید ہے۔ پھر اس ظلم و حرام کا نام معاذ اللہ سنت رکھنا نہایت سخت اللہ اور صریح گمراہی اور سنت پر اقرار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - سؤلہ کرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہردوئی۔

تارک فرض و واجب نیز سنت موکدہ اور تارک مستحب و مباح کس درجہ کا گنہگار ہے۔ تارک امور خمسہ یا تارک مستحب و مباح کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب

فرض کے ایک بار ترک سے فاسق ہے اور ترک واجب کی عادت سے سنت موکدہ حکم میں قریب واجب ہے۔ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اور فسق بالاعلان ہو تو اسے امام بنا نا گناہ۔ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ۔ اور پھر فی واجب مستحب و مباح کے ترک میں کچھ گناہ نہیں۔ نہ ان کے تارک کی امامت میں کچھ نقص۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر کہنہ ۲۴ رجب سنہ ۱۳۲۰ ہجری

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ۔ اس مسئلہ میں کہ امام ضم سورہ میں اس قدر دیر کرتا ہے کہ بعد آمین کہنے کے کلمہ طیبہ پڑھ لیا جائے۔ اس قدر دیر کرنا امام کو جائز ہے یا نہیں۔ اس کو منع کیا گیا کہ اس قدر دیر نہ کیا کرے۔ تو وہ کہتا ہے کہ سورہ سوچنے میں دیر ہو جاتی ہے اور وہ دیر کرنے کو نہیں چھوڑتا ہے۔ پس اس امام کی اقتداء سے نماز میں کسی قسم کی کراہت ہو جاتی ہے یا نہیں۔

## الجواب

سورت سوچنے سے اتنی دیر جس میں زمین بار سخن اللہ کہ لیا جاوے ترک واجب و موجب سجدہ سو ہے کما نص علیہ فی التنبیہ والدرا والغنیۃ وغیرہما تو یہ جن کی عادت ہے اس کے پیچھے نماز میں ضرور کراہت ہے عالمگیرہ محیط میں ہے من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لا ینبغی ان یؤمر وکذا من ینفخ عند القاء کثیراً جو وقت و وصل بے جا کرے یا پڑھتے وقت بار بار کھکھارے جب اسے فرماتے ہیں کہ اس کی امامت سنوار نہیں حالانکہ مراعات وقت و وصل واجبات نماز سے نہیں۔ تو جو واجب نماز یعنی وصل سورہ و فاتحہ بے اجنبی کے ترک کا عادی ہو۔ بدرجہ اولیٰ لاین امامت نہیں ہاں فاتحہ کے بعد اتنی دیر کہ دم راست کرے آمین کے۔ کوئی سورت ابتداء سے پڑھنی ہو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے کہ یہ دیر بھی تقریباً کلمہ طیبہ پڑھنے کے برابر ہو جائے گی۔ بلاشبہ مباح و سنت و مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از شہر کتبہ ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کہتا ہے کہ بعد کلمہ لا الہ الا اللہ کے محمد رسول اللہ کی کیا ضرورت ہے۔ اگر جنت نہ جائے گا تو کیا اعراف میں بھی نہ جائے گا۔ زید قیام میں نماز کے بعد رسالت بار اللہ اکبر کہنے کے ٹھہرتا ہے۔ کتاب ہے کہ صرف سبحن اللہ و بحمدہ کہنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ بے کرۃ ٹوپی۔ کہ نماز ادا کرتا ہے۔ کتاب ہے کہ صرف پانچام سے نماز ہو جاتی ہے۔ یوں بھی کتاب ہے کہ نماز میں الحمد و سورت کی کچھ حاجت نہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کو مسلمان سمجھنا چاہیے یا نہیں؟ اہل اسلام کا سا برتاؤ اس سے چاہیے یا نہیں؟ جواب بدلیل قرآن و حدیث و فقہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

**الجواب**

صرف پانچام پینے بالائی حصہ بدن کا ننگا رکھ کر نماز بائیں معنی تو ہو جاتی ہے کہ فرض ساقط ہو گیا۔ مگر مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ واجب ترک ہوتا ہے۔ فاعل گنہگار ہوتا ہے اس کا پھیرنا گردن پر واجب رہتا ہے۔ پھر رے تو دوسرا گناہ سر پر آتا ہے۔ ہاں اگر اتنے ہی کپڑے کی قدرت ہے تو ایسی محتاجی میں مجبوری و معافی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یصلین احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ منہ شیء ہرگز تم میں کوئی شخص ایک ہی کپڑا پہن کر نماز نہ پڑھے۔ کہندے ہیں اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ رواہ الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ خطیب بغدادی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے راوی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوۃ فی السراویل یعنی نقطہ پانچام سے نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ خلاصہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے لوصلی مع السراویل والقیص عند ذلک نماز میں فرضیت قرأت کا انکار احادیث کثیرہ صحیحہ صریحہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا رد اور اجماع اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خرق بلکہ بعد انقطاع اقوال شاذہ اجماع مستقر کا خلاف اور اب گمراہی و ضلالت صاف صاف ہے۔ امام عبد الوہاب شمرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں اجمع الائمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی ان الصلوۃ لا تصح الا مع العلم بدخول الصلوۃ و علی ان الصلوۃ اركان داخلۃ فیہا و علی ان النیۃ فرض و کذا لک تکیبۃ الاحرام والقیام مع القدرة والقراءة والركوع والسجود والجلوس فی التشہد الاخیر (الی ان قال) هذا ما وجدته من مسائل الاجماع التي لا یصح دخولها فی مرتبۃ المیزان۔ رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمۃ میں ہے۔ اتفقوا علی ان القراءة فرض علی الامام والمنفرد فی رکعتی الفجر و فی الركعتین الاولیین من غیرہا بلکہ امام ابن امیر الحاج علیہ میں فرماتے ہیں نسب صاحب غایۃ البیان الاصحہ الی خرق الاجماع وهو یفید سبق الاجماع علی الافتراض قبل ذهابہ الی عدمہ عالمگیری میں ہے من انکر خبر الواحد لا یكلف غیرانہ یا ثم بترك القبول هكذا فی الظہیریۃ لمطوای میں ہے۔ من كان خارجا عن هذه الاسبوعۃ فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار (یعنی جوان چاروں مذہب سے اس زمانہ میں باہر ہے وہ بدعتی جہنمی ہے) نماز میں الحمد و سورت کی حاجت نہ ماننا بھی جہل قبیح اور ارشادات حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار صریح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الكتاب یعنی بے سورہ فاتحہ کے نماز ناقص ہے۔ رواہ الائمۃ احمد و المستدرک

عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه. ووسري حديث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی صلاة لم یقرأ فیہا بفاتحة الكتاب فہی خداج یعنی جو نماز بے سورہ فاتحہ کے ہو۔ وہ ناقص ہے رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابی ہریرۃ واحمد وابن ماجہ عن ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تیسری حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یمخرج فینادی لاصلواة الا بقراءة فاتحة الكتاب فنادی بیتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ باہر جا کر نادی کرو کہ سورہ فاتحہ اور کچھ نائد قرأت کی نماز ناقص ہے ہواہ احمد وابوداؤد چوتھی حدیث میں ہے۔ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم لا یجوز فی صلاة الا بفاتحة الكتاب ومعها غیرہا نماز کام نہیں دیتی بے فاتحہ اور اس کے ساتھ اور قرأت کے رواہ الامام الاعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ عن سیدنا ابی سعید الخدری رضوان اللہ تعالیٰ علیہ ومعناہ فجوہ عند الترمذی وابن ماجہ اور ان سب سے سخت تر دنا پاک تر اس کا وہ قول مردود ہے کہ کلمہ طیبہ میں (خاکش بدہن) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے کی کیا ضرورت؟ اگر اس سے یہ مراد لیتا ہے کہ اسلام لانے کو صرف لا الہ الا اللہ ماننا کافی ہے محمد رسول اللہ کی حاجت نہیں جب تو قطعاً یقیناً ناکا فرم رہے۔ عورت اس کی اس کے نکاح سے نکل گئی پاس جائے گا تو زنا ہوگا۔ اولاد ہوگی تو ولد الزنا ہوگی۔ عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے اور اگر یہ مراد نہیں تاہم اس ناپاک کلام کی طرز سون سخت گستاخی و بے باکی سے خبر دے رہی ہے۔ اور وہ لفظ کہ جنت میں نہ جائے گا تو کیا اعتراف میں نہ جائے گا؟ دین تین کے ساتھ استہزاء کا پتہ دیتا ہے۔ بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ شخص مذکور فاسق فاجر گمراہ بد مذہب ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز و ممنوع ہے۔ کما حققناہ فی رسالتنا النخی الاکید و ذکرناہ فی عدۃ مواضع من فتاوانا سلمان اس سے تو بلیں اگر تو بہ کر لے فہا در نہ اس کے ساتھ وہ معاملہ برتیں جو گمراہوں بد دینوں کے ساتھ چاہئے واللہ العادی واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

## النَّهْيُ الْاَكِيدُ عَنِ الصَّلَاةِ وَرَاءَ عَدَى التَّقْلِيدِ

۱۳

۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذی ہدانا للسنن ۞ ووقانا المحن ۞ وجعل فینا کل امام حسن ۞ بہ يتأشی وعلیہ یؤمن ۞ واعنانا ان نفتدی باهل الفتن ۞ والصلاة الحنّانة والسلام الا حق ۞ علی الامام الامین الامان الا مقیح مرقی الروح والبدن ۞ والہ وصحبہ فی السر والعلن ۞ والائمة المجتہدین مصابیح الزمن ۞ کاشفی ما خفی ومظہری ما بطن ۞ الثقات السراة هداة السنن ۞ السقاۃ الفراءۃ من فوات السنن ۞ وعلینا بہم یا عظیم المنن ۞ واشہد ان لا الہ



الان الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله صلى عليه وسلم ومن به اما بعد یہ چند سطروں کا تقاضا  
 جلیلہ الفائدہ جمیلہ العائدہ ہیں اظہار صواب میں اس سوال کے جواب میں جو فقیرنا سزا عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری بکائی  
 بریلوی غفر انشاء اللہ واصلح عملہ کے پاس مولوی فضل الرحمن صاحب حفظ عن الشرور امام جامع مسجد فیروز پور کا بھیجا کتب  
 فیروز پور ملک پنجاب سے آیا فقیر ان دنوں ایک مبارک رسالہ بجواب سوال مونگیر بنگالہ سیمے بہ تجلی الیقین بان نبینا  
 سید المرسلین لکھنے میں مشغول اور اس کے بعد اور چند رسائل دیگر بلاد کو بسئلہ پنجاب برحق تقدم حاصل جب ان سے فرغت پائی  
 اس کی نوبت آئی النہی اککید عن الضلالتہ وراء عدنی التقليد اس تحریر کا نام اور یہی اس کی تاریخ آغاز و انجام اس  
 رسالہ میں اصل مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ غیر مقلدوں کے پیچھے نازنا رہا ہے اس کے ضمن میں ان کے بعض عقائد و احوال و مکائد و  
 دیگر فوائد بہ نہایت اجمال تحریر میں آئے مگر اس سے مسئلہ کے قبول فرمائے اہل اسلام و سنت کو نفع پہنچائے ادا بخاک موضوع رسالہ  
 رد مخالف نہیں لہذا محاذ مجادل سے کنارہ گزیر کہ وہ تو ایک فتویٰ ہے جواب مسئلہ کی حد پر مقتصر اور اپنے موافقوں پر ایک حکم کا  
 منظر ہے اس رنگ کا کلام شتاق بنائے تصانیف افاضل یا فقیر حقیر کے دیگر رسائل مندرجہ مجموعہ الباریۃ الشارقة علی  
 مآرقة المشارقة کی طرہ رجوع لائے وحسبنا الله ونعم الوکیل وفضل الضلالتہ علی الحبيب الجمیل والہ وصحبہ  
 بالوف التبعیل آمین آمین یا عزیز یا جلیل -

## نقل عبارت استفتا

باسمہ سبحانہ - بخد مت بابرکت حضرت مولینا و بالفضل و اکمال اولنا محمد مکرّم حضرت مولینا احمد رضا خاں صاحب  
 سلمہ الرحمن - سلام سنون بہ نیاز مقرون کے بعد عرض ہے کہ شد اس استفتا کا جواب مرحمت فرمادیں کہ عندا شد باجور و عند الناس مشکور  
 ہوں - مولوی غلام نبی صاحب امام مسجد قصابان خور و جوشاگرد مولویان لکھنؤ کی علاقہ فیروز پور کے ہیں اول انھوں نے رسالہ شاہ طہویر میں  
 حضرت ابن عربی اور مولینا روم و مولینا عبد الرحمن جامی علیہم الرحمہ کی تکفیر درج تھی اور وہ رسالہ مطبع فیروز پور میں حافظ محمد صاحب لکھنؤ  
 نے چھاپا تھا اس کی تصدیق پر اپنے دستخط کر دیے تھے جس کے شاہد بہت لوگ موجود ہیں اور اس کا کسی قدر ذکر رسالہ التصريح ابجاط فرید کوٹ  
 کے صفحہ ۱۸۱ کے متن و حاشیہ میں مندرج ہے - پھر جب ریاست فرید کوٹ میں علمائے مقلدین کا مناظرہ ہوا تھا تب بھی یہ مولوی صاحب  
 بشمول علمائے غیر مقلدین کے تھے اور ان کے زمرہ میں ریاست سے رخصتہ نہ لے کر واپس آئے تھے جیسا کہ اشتہار اور فروری ۱۳۸۸ء  
 مطبوعہ ریاست فرید کوٹ اس پر شاہد ہے اور رسالہ کے صفحہ ۱۸۱ میں بھی اس کا نام بزمہ غیر مقلدین شامل ہے - پھر رسائل اور واقعات  
 ان کے بھی صریح غیر مقلدی کی دلیل ہیں جس کا نمونہ ایک یہ ہے کہ سماء فاطمہ بنت امام الدین خاں کو جب اس کے شوہر نے مطلقہ کیا  
 اور طلاق نامہ تحریر ہوا تو بائیس روز بعد ازاں عدت کے اندر ہی مولوی ..... مشار الیہ نے اس مطلقہ کا نکاح باہرین ملازم  
 سکوت لال کرتی سے منع کر دیا اور اس کی دلیل مولوی جمال الدین امام مسجد بوچران کلاں کو دکھلائی کہ حدیث ترمذی سے ثابت ہے

کہ خلع کی عدت ایک حیض ہوتا ہے اس پر جواب دیا گیا کہ دینی کتابوں میں مثل فتح القدیر وغیرہ کے صریح لکھا ہے کہ خلع طلاق ہے  
بند حدیث بخاری وغیرہ کے اور جمہور امان سلف و خلف کا یہی مذہب ہے کما فضل فی باب الخلع اور باب عدت میں بھی  
مذکور ہے کہ طلاق اور خلع اور لعان سب کی عدت تین حیض ہیں اہل مترجمائیں یہ نکاح عدت کے اندر حنفی مالکی شافعی سب کے نزدیک  
ناروا ہے پس جو شخص غیر مقلد ایسے اطوار کا طور رکھے اور حرام کو حلال بنا دینے تک نوبت پہنچائے تو اس کے پیچھے اقتدار و اہمیت  
نہیں۔ بیضا تو جوا - حررہ فقیر محمد فضل الرحمن امام جامع مسجد صدر بازار فیروز پور پنجاب ۱۰ سوال ۳۰۵۰ رحمہم اللہ

اللهم هداية الحنن والصواب

## الجواب

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کو زید و عمر و کی ذات سے غرض نہیں اور حضرات اولیائے کرام قدس سرار ہم کی شان عظیم میں بعد وضوح حق  
اُس کلمہ ملعونہ کہنے کا جواب جو روز قیامت ملے گا بس ہے وہ حضرات جرات شعار جبارت و تاجرن کا مسلک عامہ المہ و علمائے کبار کو  
عیاذ باللہ مشرک بتائے اُن سے مدارک دقیقہ حقائق اولیات تک نہ پہنچنے کی کیا شکایت کی جائے علاوہ بریں مسئلہ خدا اس قابل کہ  
اُس میں ایک رسالہ مستقلاً تصنیف میں آئے اور خدا انصاف دے تو حدیث بخاری فاذا اجبنتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ  
وبصرہ الذی یشہ بہ ویداعہ الذی یبطش بہا ورجلہ الذی یمشی بہا (الی قولہ تعالیٰ) وما ترددت عن شئ انا فاعلہ  
توردی عن قبض نفس المؤمن بکرة الموت وانا اکرہ مساء تہ و حدیث مسلم یا ابن آدم مرضت فلم تعد فی یا ابن آدم  
استطعتک فلم تطعمنی یا ابن آدم استسقیک فلم تسقنی اخرجہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث  
مشہور قمی امش الیک وامش الی امرؤ الیک اخرجہ احمد عن رجل من الصحابة و البخاری بمعناه عن انس و عن  
ابی ہریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم و حدیث و اذا احب اللہ عبد الم یضربہ ذنب اخرجہ  
الدیلمی و الامام الاجل القشیری وابن النجار فی التاریخ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث الدنیا و الآخرة حرام  
علی اهل اللہ اخرجہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و حدیث انزل القرآن علی سبعة احوث  
لکل حرف منها ظہر و بطن و لکل حرف حد و لکل حد مطاع اخرجہ الطبرانی فی اکبر معاجیم عن عبد اللہ بن مسعود  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث قولہ عز وجل اعطیہم من حلی و علمی اخرجہ احمد و الطبرانی فی الکبیر و الحاكم فی المستدرک  
والبیہقی فی شعب باسناد صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث من زهد فی الدنیا علمہ اللہ بلا تعلم  
وهدایہ بلا ہدایہ وجعلہ یصیرہ وکشف عنہ العمی اخرجہ ابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء عن سید الاولیاء امیر المؤمنین  
علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و حدیث دع عنک معاذ فان اللہ یبایہ المملئکة قالہ لرجل قال لہ معاذ بن جبل رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ فقال حتی تؤمن ساعة فشکاہ الرجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال او ما نحن بمؤمنین  
فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلک اخرجہ سیدی محمد بن علی الترمذی عن معاذ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ و حدیث کان عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذ القی الرجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال تعالیٰ تو من بربنا ساعة فقال ذات يوم لرجل فغضب الرجل فجاء الى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ الا تری الى ابن رواحہ یرغب عن ایمانک الى ایمان ساعة فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یرحمہ اللہ ابن رواحہ انہ یحب الجالس الی یتباهی به المملکة رواہ احمد بسند حسن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث ابہر یرحمہ اللہ تعالیٰ عنہ حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعائین فاما احدهما فبثثہ واما الاخر فلو بثثہ قطع هذا البعث فخرجه البخاری و آیت ید اللہ فوق ایدیہم و آیت و ما یرمیک اذ رمیت و لکن اللہ معی و آیت انما تؤوؤو جوہکم فتم وجہ اللہ و آیت قل الروم من امری و ما اؤتیتہم من العلم الا قلیلاً و آیت اتینہ رحمۃ من عندنا و علمتہ من ثنائنا علماً و آیت قال انک لن تستطیع معی صبراً و کیف تصبر علی ما لم یحط بہ خبراً و آیت قال فان اتبعنی فلا تشا لئی عن شیء حتی احدث لک منہ ذکرًا و آیت فانطلقا حتی اذا ركبنا فی السفینتہ خر فہما قال اخرقنا لیتغرقا فخرقنا لیتغرقا حتی احدث لک منہ ذکرًا و آیت قال انک لن تستطیع معی صبراً و آیت فانطلقا حتی اذا لقینا علماً فقتلہ قال اقلت نفساً زکیۃ یغفر نفسی لقد جئت شیئاً نکراً و آیت قال انک لن تستطیع معی صبراً و آیت قال هذا فراؤ ینبئک سائیتک بتاویل ما لم تستطع عنہ صبراً و آیت و ما فعلتہ عن امری ذلک تاویل ما لم تستطع عنہ صبراً و غیرہ ذلک آیات و احادیث سمجھ وال کے لیے علم باطن اور اس کے رجال و مضائق مجال و حقائق اقوال و دقائق افعال کا پتہ دینے کو بہت ہیں ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور و ما ہذا اس بحر عین کے لیے ساحل تہ یہ حضرت اس کی سیر کے قابل نہ اس معنی سے اصل غرض سائل لہذا فقیر این و اس سے قطع نظر کہ نفس مرام مسؤل عنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے یعنی نماز میں حضرات غیر مقلدین کی اقتداء کا حکم کہا ہے اور اذا نجا کہ اس کی منہج ان کی کشف بعض بدعات پر موقوف لہذا اس باب سے ایک اجمالی مقدمہ لکھ کر عنان قلم جانب جواب مصروف ہر چند اس باب میں علما متعدد تحریریں کر چکے مگر امید کرتا ہوں کہ بحول اللہ تعالیٰ یہ موجود تحریر کافی و کامل وافی و ناظر صافی و واضح واقع ہو و باللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری التحقیق انہ نعم المولیٰ و نعم المعین و الحمد للہ رب العالمین۔

### مقدمتہ فی الکلام الاجمالی علی بدعتہ غیر المقلدین

یا معشر المسلمین یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید اللہ دین کے دشمن آویں پکارہ عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں اللہ ہدیٰ کو اجبار و رہبان ٹھہرائیں سچے مسلمانوں کو کافر و مشرک بنائیں قرآن و حدیث کی آپ سمجھ رکھنا ارشاد اللہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں ہے راہ چل کر پیچھا چل کر حرام خدا کو حلال کہیں حلال خدا کو حرام کہیں ان کا بدعتی بد مذہب مکرلہ بے ادب ضال مضل غوی مبطل ہونا نہایت جلی و اظہر بلکہ عند الانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہل بدعت سے اشروا ضرر و اشنع و افسح کما لا یخفی علی ذی بصیر صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً اور شرح السنۃ امام بنو ی و تہذیب الآثار امام طبری میں موصولاً واروکان

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یروی الخوارج شہرا خلق اللہ وقال انہم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤمنین  
یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین خلق اللہ جانتے کہ انہوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں اٹھا کر مسلمانوں  
رکھ دیں بعینہ یہی حالت ان حضرات کی ہے کہ یہ کہتے ہیں اَلْحَبَّارُ رُحَمَاءُ رُحَمَاءُہُمْ اَرْبَابُ بَاہِیْنِ دُوْنِ اللّٰہِ کہ کفار اہل کتاب اور ان کے  
عمائد و ارباب میں اترتی ہمیشہ یہ بیباک لوگ اہل سنت و ائمہ اہل سنت کو اُس کا مصداق بتاتے ہیں علامہ طاہر پر رحمت خاں فرماتے ہیں  
بحار الانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کر کے فرماتے ہیں قال المذنب تاب اللہ علیہ وامن منهم من يجعل آیات اللہ  
فی شرا للیہود علی علماء الامۃ المعصومة المرحومة طہر اللہ الارض عن رجسہم یعنی ان خارجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں کہ ان شرار  
یہود کے حق میں جو آیتیں اتریں انہیں اُست محفوظہ مرحومہ کے علم پر ڈھالتے ہیں اللہ تعالیٰ زمین کو ان کی خباثت سے پاک کرے آمین اصل  
اس گروہ ناحق بڑے کی نجد سے نکلی صحیح بخاری شریف میں ہے عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فقال اللہم بارک لنا فی شامنا اللہم بارک لنا فی یمنا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا قال اللہم بارک لنا فی شامنا  
اللہم بارک لنا فی یمنا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثة هناك الزلازل والفتن وبھا یطعم قرن الشیطان یعنی  
حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اُمّی ہمارے لیے برکت دے ہمارے شام میں اُمّی ہمارے لیے برکت رکھ ہمارے یمین میں  
صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں حضور نے دوبارہ وہی دعا کی اُمّی ہمارے لیے برکت دے ہمارے شام میں اُمّی ہمارے لیے برکت بخش  
ہمارے یمین میں صحابہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ  
پھر حضور نے نجد کی نسبت فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلی گی سنگ شیطانی کی اس خبر صادق مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کے مطابق عبد الوہاب نجدی کے پسر اتباع نے حکم آنکھ سے پڑا اگر تیرا نذر پسر تمام کند۔ تیرھویں صدی میں حرمین طیبین پر خروج کیا اور  
ناکردی کا موں ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ و فتنہ کا اٹھا نہ رکھا وسیع علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ○ حاصل ان کے  
عقائد ناٹنے کا یہ تھا کہ عالم میں وہی مشیت ذلیل موحّد سلمان ہیں باقی تمام مؤمنین معاذ اللہ مشرک اسی بنا پر انہوں نے حرم خدا و حرم  
مصطفیٰ علیہ افضل الصلوة والثناء کو عیاذ باللہ دار الحرب اور وہاں کے مکان کرام ہمسائیگان خدا و رسول کو (خاک بدہان گستاخان) کافر  
و مشرک ٹھہرایا اور بنام جہاد خروج کر کے لوٹے فتنہ عظمیٰ پر شیطنت کبریٰ کا پرچم اُڑایا علامہ فہامہ خاتونہ المحققین مولانا امین الدین محمد بن  
عابدین شامی قدس سرہ السامی نے کچھ تذکرہ اس واقعہ ہائے کافریا رد المحتار حاشیہ در مختار کی جلد ثالث کتاب ایحیاء باب البغاة میں زیر  
بیان خوارج فرماتے ہیں کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوہاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتقلون من  
الحنا بلة لکنہم اعتقدوا انہم ہم المسلمون وان من خالف اعتقادہم مشرکون واستحوذوا بک قتل اہل السنة و قتل  
علما تہم حتی کسر اللہ تعالیٰ شوکتہم و خرب بلادہم و ظفر بہم عسا کر المسلمین عامثلث وثلثین و ما تین و الف یعنی  
خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروان عبد الوہاب سے واقع ہوا جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پر غلبہ  
کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو صلی تھے مگر ان کا یہ عقیدہ تھا کہ بس وہی سلمان اور جو ان کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں

اس وجہ سے انھوں نے اہلسنت و علمائے اہلسنت کا قتل مباح ٹھہرایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی شوکت توڑ دی اور اُن کے شہر و دیار کیے اور لشکر مسلمین کو اُن پر فتح بخشی مسئلہ ہجری میں) والحمد للہ رب العالمین ○ غرض یہ فتنہ شیعہ وہاں سے مطرود اور خدا و رسول کے پاک شہروں سے مدفوع و مردود ہو کر اپنے لیے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس اراکین ہندوستان کی نرم زمین اُسے نظر پڑی آتے ہی یہاں اپنے قدم جمائے باقی فتنہ نے کہ اس مذہب نامذہب کا معلم ثانی ہوا وہی رنگ آہنگ کفر و شرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک یہاں یہ طائفہ حکم اَلَّذِیْنَ قَرَّؤْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوا شِیْعًا خود متفرق ہو گیا ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید اللہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے حج قدم عشق پیشتر بہتر۔ کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا چلیے آپس میں چل گئی وہ انھیں گمراہ یہ انھیں مشرک کہنے لگے مگر مخالفت اہلسنت و عداوت اہل حق میں پھر مہلہ واحدہ سب ہر چند ان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ لیکن پھر کلام الامام امام الکلام ان کے امام و بانی و ثانی کو شرک و کفر کی وہ تیز و تند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک کا فرمانے کو حدیث صحیح مسلم لایذہب اللیل والنہار حتی یصید اللات والنہی (الی قول) یبعث اللہ رجحاطیبة فوقی من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیقیقہ من لاخیر فیہ فیرجعون الی دین ابا نھم مشکوۃ کے باب لا تقوم الساعة الا علی شرار الناس سے نقل کر کے بے دھڑک زمانہ موجود پر جاری جس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات و عزی کی پھر پشنتش نہ ہو اور وہ ہوں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھالے گی جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان ہوگا اتھال کرے گا جب زمین میں نہ رہے گا فرہ جائیں گے پھر بتوں کی پوجا بدستور جاری ہو جائے گی) اس حدیث کو نقل کر کے صاف لکھ دیا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون ○ ہوشمند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے جس کی خبر حدیث میں دی ہے تو واجب ہوا کہ روئے زمین پر مسلمان کا نام و نشان باقی نہ ہو بھلے مانس اب تو اور تیرے ساتھی کہ ہر جگہ جاتے ہیں کیا تمھارا طائفہ دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستلے تم سب بھی انھیں شرار الناس و بدترین خلق میں ہوئے جن کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان کا نام نہیں اور دین کفار کی طرف پھر کرتوتوں کی پوجا میں مصروف ہیں سچ آیا حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ جبک الشئ عیمی ویصم مشرک کی محبت نے اس ذی ہوش کو ایسا اندھا بہرا کر دیا کہ خدا اپنے کفر کا اقرار کر بیٹھا غرض تو یہ ہے کہ کسی طرح تمام مسلمان معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اگرچہ پرانے شگون کو اپنا ہی چہرہ ہموار ہو جائے اور اُس بیباک چالاک کی نہایت عیاری یہ ہے کہ اُسی مشکوۃ کے اُسی باب لا تقوم الساعة الا علی شرار الناس میں اسی حدیث مسلم کے برابر متصل بلا فصل دوسری حدیث مفصل اسی صحیح مسلم کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے وہ موجود تھی جس سے اس حدیث کے معنی واضح ہوتے اور اُس میں صراحت ارشاد ہوا تھا کہ یہ وقت کب آئے گا اور کیونکر آئے گا اور آغاز بت پرستی کا منشا کیا ہوگا وہ حدیث مختصر یہ ہے وعن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخرج الدجال فی مکت اربعین فیبعث اللہ عیمی بن مریم فیھلکہ ثم یمکت فی الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداۃ ثم یرسل اللہ رجحاً باردة من قبل الشام

فلایبقی علی وجه الارض من فی قلبہ مثقال ذرۃ من خیر ادا یمان الا قبضتہ حتی لو ان واحد کمدخل فی کبد جیل لدخلتہ علیہ حتی نقبضہ قال فیبقی شرار الناس فی حفۃ الطیر واحلام السباع لا یحرفون مع وفاء ولا ینکرون منکرا فیتمثل لہم الشیطان فیقول الا شتیون فیقولون ماتنا مونا فیا مرہم لعبادۃ الاوثان ثم یفخر فی الصور (رواہ مسلم) یعنی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں دجال نکل کر چالیس تک ٹھہرے گا پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا وہ اُسے ہلاک کریں گے پھر سات برس تک لوگوں میں اس طرح تشریف رکھیں گے کہ کوئی دُورل آپس میں عداوت نہ رکھتے ہوں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا کہ روئے زمین پر جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اُس کی روح قبض کر لے گی یہاں تک کہ اگر تم میں کوئی پہاڑ کے جگر میں چلا جائے گا تو وہ ہوا وہاں جا کر بھی اُس کی جان نکال لے گی اب بدترین خلقت باقی رہ جائیں گے فسق و شہوت میں پرندوں کی طرح ہلکے بیک اور ظلم و شدت میں درندوں کی طرح گراں و سخت جو اصلاً کبھی بھلائی سے آگاہ ہوں گے نہ کسی بدی پر انکار کریں گے شیطان ان کے پاس آدمی کی شکل بن کر آئے گا اور کہے گا تمہیں مشرم نہیں آتی یہ کہیں گے پھر تو ہمیں کیا حکم کرتا ہے وہ انہیں بُت پرستی کا حکم دے گا اس کے بعد نفع صور ہوگا (عیار ہوشیار اس حدیث کو الگ بچا گیا کہ یہاں تو سارے مکر کی قلمی کھلتی اور صاف ظاہر ہوتا کہ حدیث میں جس زمانے کی خبر دی ہے وہ بعد خروج و ہلاک دجال و انتقال عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آئے گا اُس وقت کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہے گا جس طرح احمد و مسلم و ترمذی کی حدیث میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تقوم الساعة حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ قیامت نہ آئے گی جب تک کہ زمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے) اللہ اللہ یہ حدیث بھی مشکوٰۃ بحوالہ مسلم اسی باب کے شروع میں ہے مرقہ چالاک دلدادہ اشراک برابر کی حدیثیں نقل کرتا تو مسلمانوں کو کافر مشرک کیونکر بناتا اور اس جھوٹے دعوے کی گنجائش کہاں سے پاتا کہ اپنے زمانے کی نسبت کہہ دیا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا مسلمان دیکھیں کہ جو عیا و صریح واضح متداول حدیثوں میں ایسی معنوی تحریفیں کریں بے پرکی اُڑانے میں اپنے باطنی معلم کے بھی کان کتریں جھوٹے مطلب دل سے بنائیں اور انہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود ٹھہرائیں حالانکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متواتر حدیث میں ارشاد فرمائیں قَمْن کذب علی معتمد ا فلیتبتوا مقعدہ من النار جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے) ایسوں کا مذہب معلوم اور عل بالحدیث کا مشرب معلوم ص قیاس کن زگلتاں شان بہار شاں - جب اصول میں یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ فروع مسائل فقہ میں حدیثوں کی کیا کچھ گت نہ بناتے ہوں گے پھر دعویٰ یہ ہے کہ ہم تو خیر البریہ یعنی قرآن اور قول خیر البریہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یا قی فی آخر الزمان قوم حد ثاء الاسنان سفهاء الاحلام یقولون من خیر قول البریہ یہ فرقون من الاسلام کما یفوق السهم

لہ راوی نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ چالیس دن فرمایا یا سینے یا برس اتنی اور دوسری حدیث میں چالیس دن کی تصریح ہے پہلا دن سال بھر کا دوسرا ایک مہینہ کا تیسرا ایک ہفتہ کا باقی دن عام دنوں کی طرح رواہ مسلم عن النواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل ۱۲ منہ

من الرمیة لا یجادزایما نهم حنا جهم آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن سفیہ العقل آئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے منکر ہیں گے  
اسلام سے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے ایمان اُن کے گلوں کے نیچے نہ اُترے گا اخوجه البخاری ومسلم وغیرہما عن  
امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ واللفظ للبخاری فی فضائل القرآن من الجامع الصحیح واقعی یہ لوگ اُن پرانے خوارج کے  
ٹھیک ٹھیک بقیہ و یادگار ہیں وہی مسئلے وہی دعوے وہی انداز وہی وتیرے خارجیوں کا داب تھا اپنا ظاہر اس قدر مشرع بناتے کہ  
عوام مسلمین انہیں نہایت پابند مشرع جانتے پھر بات بات پر عمل بالقرآن کا دعویٰ عجب دام در بسترہ تھا اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان نہیں  
باقی سب مشرک یہی رنگ ان حضرات کے ہیں آپ موصد اور سب مشرکین آپ محمدی اور سب بدین آپ عامل بالقرآن والحدیث اور سب  
چنیں و چناں بزم خمیث پھر ان کے اکثر مکملین ظاہری پابندی مشرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں اہلسنت کان کھول کر سن لیں کہ دھوکے  
کی ٹٹی میں شکار نہ ہو جائیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا تحقیق و صلاح تکم مع صلاح تھم وصیامکم مع  
صیامہم وعملکم مع عملہم تم اپنی نماز اُن کے آگے حقیر جانو گے اور اپنے روزے اُن کے روزوں کے سامنے اور اپنے اعمال اُن کے اعمال  
کے مقابل) باہنہ ارشاد فرمایا ویقرؤن القرآن لایجادز حنا جهم یمروؤن من الدین کما یموق السهم من الرمیة ان اعمال پر  
اُن کا یہ حال ہو گا کہ قرآن پڑھیں گے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے رواہ البخاری ومسلم عن ابی  
سعید الحدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر شان خدا کہ ان مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا درکنار خارجی بالائی باتوں میں  
بھی بالکل یک رنگی ہے انہیں ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے قیل ما سیماہم قال سیماہم التحلیق عرض کی گئی یا  
رسول اللہ اُن کی علامت کیا ہوگی فرمایا سر منڈانا یعنی اُن کے اکثر سر منڈے ہوں گے رواہ البخاری ولبس بعدہ فی الجامع الصحیح  
الاحدیث واحد بعض احادیث میں یہ بھی آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا پتا بتایا مشتمی الاذ (گھٹنی ازار والے  
اوکما ورد عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بیشمار درود میں حضور عالم ماکان و مایکون پر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باجمہ یہ حضرات خوارج  
نہروان کے رشید پس ماندے بلکہ غلو و بیباکی میں اُن سے بھی آگے ہیں یہ انہیں بھی نہ سوجھی تھی کہ مشرک و کفر تمام مسلمین کا دعویٰ اس حدیث صحیح  
سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا صاع طرہ شاگردے کہ میگو یہ سبق اُستاد را۔ مگر حضرت حق عزوجل کا حسن انتقام  
لائق عبرت ہے چاہ کن را چاہ در پیش من حصہ بدو لایخہ فقد وقع فیہ حدیث سے سند لائے تھے مسلمانوں کے کافر مشرک بنانے کو اور  
بجہ اللہ خود اپنے مشرک کافر ہونے کا اقرار کر لیا کہ جب یہ وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں تو یہ متدل بھی انہیں کافروں میں کا  
ایک ہے قضی الرجل علی نفسه اقرار مرد آزار مرد الموء مواخذ باقرارہ مدہوش بیچارہ خود کردہ را علاج نیست میں گرفتار ہوا اور  
مسلمانوں کو تو خدا کی امان ہے اُن کے لیے اُن کے سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی بشارت آئی ہے کہ یہ امت مروجہ ہرگز  
مشرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی امام احمد سند اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے راوی صفیہ بن زورید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کی نسبت فرماتے ہیں اما انہم لایعبدون شمسا ولا قمرًا  
سلہ ظاہر ہے کہ علامت قوم وہ جو تمام قوم یا اکثر میں ہر ۱۲ منہ



ولا حجرا ولا وشنا ولكن يرأون اعمالهم خبر دار ہو بیشک وہ نہ سورج کو پاویں گے نہ چاند کو نہ پتھر کو نہ بُت کو ہاں ہوگا کہ دکھاوے کے لیے اعمال کریں گے) اسی لیے جب قیامت آئے گی اور شرک محض کا وقت آئے گا ہوا بھیج کر مسلمانوں کو اٹھالیں گے والحمد لله رب العالمین پھر اہل عرب کے لیے خاص خزانہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ ہرگز شیطانی پریش میں مبتلا نہ ہوں گے احمد و مسلم و ترمذی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الشیطان قد یئس ان یعبدا المصلون فی جزیرۃ العرب ولكن فی التحدیث بینہم بیشک شیطان اس سے ناامید ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب کے نمازی اُسے پاویں ہاں اُن میں جھگڑے اٹھانے کی طمع رکھتا ہے) ابویعلیٰ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الشیطان قد یئس ان یعبدا کما صنما فی ارض العرب ولكنه سیرضی منکم بدون ذلک بالمحقرات الحدیث یعنی شیطان یہ اُمید نہیں رکھتا کہ اب زمین عرب میں بُت پوجے جائیں مگر وہ اس سے کم درجہ گناہ تم سے کر دینے کو غنیمت جانے گا جو حقیر و آسان سمجھے جاتے ہیں واصلہ عنہ عند احمد والطبرانی بسند حسن یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکرہ اور حضرت عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تقریر راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وداع کرتے وقت ارشاد فرمایا ان الشیطان قد یئس ان یعبدا فی جزیرۃ العرب وذلک بطاع فیما تحقیقون من اعمالکم فقد رضی بذلک یعنی شیطان کو یہ اُمید نہیں کہ اب تمھارے جزیرے میں اُس کی عبادت ہوگی ہاں اُن اعمال میں اُس کی اطاعت کرو گے جنہیں تم حقیر جانو گے وہ اسی قدر کو غنیمت سمجھتا ہے) امام احمد حضرت عبادہ بن صامت و ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مٹا راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشیطان قد یئس ان یعبدا فی جزیرۃ العرب بیشک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پریش ہو) یہ سچے صحابیوں کی حدیثیں ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہاں انھیں سن کر مسلمان کہے کہ دیکھو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ہوا کفر و شرک جب سے جزیرہ عرب سے نکلے وہ دن اور آج کا دن پھر اُدھر کا ہونہ کرنا نصیب نہ ہوا والحمد لله رب العالمین پھر خطبہ مبارکہ حجاز یعنی حرمین طیبین اور اُن کے مضافات کے لیے اس سے اجل و اعظم بشارت تائی جامع ترمذی میں عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الدین لیا رنالی الحجاز کما تأرد الحیمۃ الی حجرھا ولیعقلن الدین من الحجاز معقل الاربۃ من الجبل بیشک دین حجاز کی طرف ایسا سٹے گا جیسے سانپ اپنی بانہی کی طرف اور بیشک دین حرمین طیبین کو ایسا اپنا مسکن و ما من بنائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو) پھر مدینہ امینہ کا کہنا ہی کیا ہے کہ وہ تو خاصوں کا خاص اور دین متین کا اول و آخر لمجا و مناص ہے صلی اللہ تعالیٰ علی من جلاھا ہکذا و باریک و سلم اُس کی نسبت بالتحصیص ارشاد ہوا ان الایمان لیا رنالی المدینۃ کما تأرد الحیمۃ الی حجرھا بیشک ایمان مدینے کی طرف یوں سٹے گا جیسے سانپ اپنی بانہی کی طرف رواۃ الائمة احمد و البخاری و مسلم و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ و فی الباب عن سعد بن ابی وقاص وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم انصاف کیجیے تو صرف یہی حدیثیں اور اُن کی امثال ان سفہاء کے ابطال مذہب میں کافی و دافی و برہان ثانی لگا کر ان کا مذہب حق ہے تو اہل مدینہ و اہل مکہ و اہل حجاز و اہل عرب و اہل تمام بلاد دارالاسلام سب کے سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں اور مسلمان صرف یہی

ہمسکے چند بے ہجام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے ہمار بقیۃ السیف انا للہ وانا الیہ راجعون ۵ اسی طرح وہ متواتر حدیثیں ان کی بطل مذہب جن میں ارشاد ہوا کہ اس امت مرحومہ کا بڑا حصہ ہرگز گرا ہی پر مجتمع نہ ہوگا میں اُن کی وفور کثرت و کمال شہرت کے سبب یہاں اُن کی نقل سے دست کشی کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تحریر جداگانہ میں اُن کی شوکت قاہرہ کو جلوہ دیا جائے گا ہر مسلمان اور یہ حضرات خود بھی جانتے ہیں کہ تمام بلاد اسلامیہ میں امت مرحومہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرداروں اربوں آدمی بادلک اللہ تعالیٰ فیہم وعلیہم اس مذہب سے مندرجہ دہری ہیں اس کے نام بوا نقطہ ہی ذلیل و قلیل مشنہ چند ہندی و نجدی ہیں عرفہ یہ کہ اُن کے بعض مکبکین اپنی اس شذوذ و قلت و مخالفت جماعت پر ناز کرتے اور احادیث جماعت و سواد اعظم کے مقابل آئید و لعجب کثرة الخبیث پڑھتے ہیں یہ کیدان صاحبین کہ تمام مذاہب باطلہ کے عطر مجموعہ میں حضرات روافض سے اڑایا وہ اپنی ذلت و قلت کو اپنی حقانیت کی حجت ٹھہراتے اور آیات قرآنیہ میں یوں تحریریں کر کے خواہی خواہی مدعا پر جاتے ہیں شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اشاعرہ یہ میں فرماتے ہیں کید یاد ہم آگاہ گیت مذہب اشاعرہ یہ حق مست زیرا کہ اشاعرہ قلیل و ذلیل اند و اہل سنت کثیر و عزیز و خدا سے تعالیٰ در حق اہل حق می فرماید و قلیل ماہم و دریں تقریر تحریف کلام اللہ است زیرا کہ حق تعالیٰ در حق اصحاب الیمین فرمودہ است ثلثہ من الاولین و ثلثہ من الاخرین و اگر قلت و ذلت موجب حجت شود باید کہ نواصب و خواجه احن و ادلی بحق باشند کہ بسیار قلیل و ذلیل اند بلکہ حق تعالیٰ جا بجا ظہور و غلبہ و تسلط در شان اہل حق می فرماید و در احادیث جا بجا اتباع سواد اعظم از امت و موافقت با جماعت تاکید فرمودہ اند اہ ملئقطا لطیف یہ ہے کہ اس کے بعد جو شاہ صاحب نے روافض کے حالات اور اُن کی بد مذہبی کے فرائٹ لکھے کہ بیچ ملک ناحیہ را از کفرایت نیارودہ و دارالاسلام نساخہ بلکہ اگر گاہے ایشان را ریاست ناحیہ بدست آمدہ با کفار و ماہمنہ نمودہ و دارالاسلام را دارالکفر ساختہ اند ہر گاہ در ملکہ تشیع راجع شد فتنہ و فساد و نفاق فیما بین فوج باریدہ حالت ہندوستان باید دید و حالات ملک عرب و شام و روم را با دے باید سنجید اہل مخصایہ سب باتیں بھی حرف بکرت اس طائفہ جدیدہ پر منطق اول تو انھیں نکلے اتیسے کئے دن ہوئے تا ہم جب سے سر اٹھا را اسارا غصہ مسلمانوں ہی پر اُتار اہمیشہ مسلمانوں کو مشرک کہا سنا نون ہی کے قتل و غارت کا حوصلہ رہا آخر کچھ دین شوکت بھی پانی فوج و جمیت بھی ہاتھ آئی پھر کونسا ملک کافروں سے لیا کونسا حملہ مشرکوں پر کیا ہاں خدا و مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہروں کو دارالحرب بتایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ماننے والوں کا خون بہایا آدمی کو جب قوت ملتی ہے دل کی دبی بھڑک کر جلتی ہے جن سے غیظ تھا انھیں بٹوٹے خدا و مصطفیٰ کے شہر ٹوٹے۔ جلتی علیہ اللہ تعالیٰ و سید المرسلین علیہم السلام جب وہاں ان کا ستارہ شکر سلطانی نے گرفتار بیت الوہاب کیا ان آزاد بلاد نے جہاں نہ کوئی پیرسان سنت نہ خبر گیران قت انھیں جلالت علی غار بک کہہ کر لیا قدموں کی برکت کہاں جائے جب نجد اُجاڑ کر ہند میں آئے یہاں ان کے دم سے جو فتنہ و فساد پھیلے باہم مسلمانوں میں نفاق و شقاق کے چشتے اُبلے غلاہر و عیاں ہیں کس پر نہاں ہیں خصوصاً اُن شہروں کی توپوری شامت جن میں اُن کے عائد کی کثرت کچھ دین قدیم جھگڑا رہے ہیں کچھ بگڑے کچھ بگڑا رہے ہیں باپ سنی ذریت دہائی شہر شتی عورت دہائی مگر گھڑتے آئے دن فساد عیش منقص چیں برباد ابتداء بانی ثانی نے بھی وہی رنگ جملے بلاد اسلام دارالکفر ٹھہرائے جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلع قمع ہوا تو پرن چکے کہ ۱۲۳۳ھ تمام اسی

سال سے انھوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتویٰ دیا امام الطائفہ نے ترغیب ہمارے ضمن میں لکھا ہندوستان دریں جزو زمان کہ  
 ۱۲۳۳ھ تک ہزار دو صدوسی و سوم ست اکثرش دارالحرب گردیدہ مگر زمانے نے زیادہ ملت ندی دل کی حسرت مل ہی میں رہی  
 اتباع میں اتنا کوئی نہ ہوا کہ ٹٹے جگ کو جوٹے ناچار زبان قلم و قلم زبان سے چلے دل کے پھپھولے پھوڑے تکفیر مسلمین اصل  
 مذہب ہے کفر و شرک تو پہلا لقب ہے ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں کہ اہل سنت کفار حربی ہیں ان کے خون مال  
 حلال بلکہ اس سے زائد شیطانی اقوال موقع پائیں تو کیا کچھ نہ کر دکھائیں قَدْ بَدَلَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ آفْوَاهِهِمْ وَمَا تَخْفَى صُدُورُهُمْ  
 أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ هُوَ الْمُسْتَعَانُ عَلَى كُلِّ ذِي شَرٍّ غَرَضُ کَیْسِ خَارِجِ کی ہنگامی کہیں ردافض سے ہرنگی مع مذہب  
 معلوم و اہل مذہب معلوم - اور شاہ صاحب کے اخیر فقرے تو موتیوں میں تولنے کے قابل کہ حالت ہندوستان باید دید و حالت

ملک عرب و شام و روم را ہادے باید سنجید واقعی دیکھیے یہاں ان کی آنادی و بے قیدی سے مذہب حق پر کتنا ضرر ہے اور وہاں جو  
 عام بلاد میں ان کا نشان نہیں اور نجد میں جو بقیۃ السیف رہے ان میں سر اٹھانے کی جان نہیں دین متین کس قوت پر ہے ماشاء اللہ  
 لا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ان صاحبوں سے پوچھیے آپ بھی شاہ صاحب کی طرح یہ عرب و روم و شام کا ہندوستان سے موازنہ مانیں گے یا  
 ان بکرت والے ملکوں کو اس سے بھی بدتر حال میں جانیں گے کہ ہاں آپ کے مذہب کو اشتہار بھی ہے اعلان مشرب کا اختیار  
 بھی ہے اور وہاں تو یہ اعزاز مذہب جدید کہ نام لیا اور آفت رسید و الحمد للہ العلی المجید غرض کہاں تک کیے کلام طویل تو  
 فرصت قلیل عرب و عجم کے علماے اہلسنت شکر اللہ تعالیٰ مساجدہم الجمیدہ نے بکرات و مرآت اس طائفہ تالفہ کے رد بلیغ فرمائے اور  
 فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے بھی متعدد فتاویٰ میں ہر بار کلام تازہ و فوائد جدیدہ بیان میں آئے یہاں سائل کا جس قدر سے سوال ہے  
 اُس کی طرف توجہ کا خیال ہے فَاُولَئِیْ مَسْتَعِیْنًا بِالْقَرِیْبِ الْمَجِیْبِ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَالِیْہِ اَنِیْبُ ۵

## الشرع فی الجواب بتوفیق الملک الوہاب

بلاشبہ غیر مقلد کے پیچھے ناز نہ کروہ و ممنوع و لازم الاحتراز انھیں باختیار خود امام کرنا تو ہرگز کسی شئی محبت سنت و کارہ بدعت کا  
 کام نہیں اور جہاں وہ امام ہوں اور منع پر قدرت نہ ہو شئی کو چاہیے دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتدا کرے حتیٰ کہ مجمعہ میں بھی  
 جبکہ اور جگہ مل سکے امام محقق ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں یکدرہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتہا فی المص  
 علی قول محمد بن الملقی بہ لانہ بسبیل الی التحول اور اگر مجبوری ان کے پیچھے پڑھ لی یا پڑھنے کے بعد حال کھلا تو ناز پھر لے  
 اگرچہ وقت جاتا رہا ہو اگرچہ مدت گزر چکی ہو کما حقہ المولی الفاضل معینی امین الدین محمد بن عابد بن الشامی رحمہ اللہ  
 تعالیٰ فی رد المحتار فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اس حکم کو پانچ دلیلوں سے روشن کرتا ہے - وباللہ التوفیق

### دلیل اول

یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابقین سے لائحہ کار طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہل بدعت سے ہے اور فاضل علامہ سیدی احمد

مصری طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ حاشیہ در مختار میں ناقلاً من شدت عن جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم فقد شد فیما یدخله فی النار فعلیکم معاش المؤمنین باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرۃ اللہ تعالیٰ وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتہم وحذرنہ وخطئہ فی مخالفتہم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت الیوم فی مذاہب اربعة وهم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمہم اللہ تعالیٰ ومن کان خارجاً عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار یعنی جو شخص جمہور اہل علم وفقہ وسواد اعظم سے جدا ہو جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تھا ہو جو اُسے دوزخ میں لے جائے گی تو اُسے گروہ مسلمین تم پر فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اُس کا حافظہ و کارساز رہنا موافقت اہلسنت میں ہے اور اُس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سینوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی مالکی شافعی حنبلی اللہ تعالیٰ اُن سب پر رحمت فرمائے اس زمانے میں ان چار سے باہر نکلنے والا بدعتی جہنمی ہے علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ انھوں نے ان کے اسلاف نجد کو خارجیوں میں شمار فرمایا۔ یہ اخلاف کے اصول میں اُن کے مقلد اور فروع میں اعلان بے لگامی سے اُن پر بھی زائد کہ وہ بظاہر دعائے صلبیت رکھتے تھے یہ اس نام کو بھی سیائے شرک اور اپنے حق میں دشنام سخت جانتے ہیں کیونکہ خوارج میں داخل اور اپنے اگلوں سے بڑھ کر گمراہ و مبطّل نہ ہوں گے ان صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس و اجتہاد کا منکر تھا جنھیں ظاہر یہ کہتے ہیں جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا داد و ظاہری و متابعانش را از اہلسنت شمر دن در چہ مرتبہ از جہل و سفاہت ست الخ۔ مگر وہ بیچارے بالانہمہ تقلید کو شرک اور مقلدان اللہ کو شرک نہ جانتے تھے جب بتصریح شاہ صاحب انھیں سُنی جاننا سخت جہالت و حماقت ہے تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں اُن سے ہزار قدم آگے کیونکہ ممکن کہ بدعتی گمراہ نہ ٹھہریں بالجلدان کا مبتدع ہونا اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے اور اہل بدعت کی نسبت تالکتاب فقہ و متون و شروح و فتاویٰ میں صریح تصریحیں موجود کہ اُن کے پیچھے ناکر وہ اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یعنی حرام کی مقارب گناہ کی جالب اعادہ نماز کی موجب کما اثبتنا علیہ عن شہ التحقیق بحول ربنا ولی التوفیق فی تحریر لنا مستقل اینق و آجبنا فیہ عما ینزای من خلاف هذا القول التحقیق بقیول اهل التدقیق ولکن کو طرفاً من الکلام ما قاده لمزید التوفیق علیاً فرماتے ہیں نماز اعظم شاعر دین ہے اور مبتدع کی توہین شرعاً واجب آداباً مست میں اُس کی توقیر و تعظیم مقصود شرع سے بالکل بجانب طبرانی معجم کبیر میں عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موصولاً اور بھی شہ الامان میں ابراہیم بن مسروق کی سے مرسل راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من و مرآہ صاحب بدعت فقد اعان علی ہدم الاسلام جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اُس نے دین اسلام کے ڈھانے پر مدد کی) **اقول** وباللہ التوفیق اوکا ظاہر ہے کہ امام سرور ہوتا ہے اور مقتدی اُس کے پیرو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما جعل الامام لیؤتمر بہ امام تو اسی لیے مقرر ہوا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے **رداۃ الائمہ** احمد والبخاری ومسلم وغیرہم عن ام المؤمنین الصدیقة وعن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلك العرش جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب تبارک و تعالیٰ غضب فرماتا ہے اور اُس کے سبب عرش الہی ہل جاتا ہے رواہ الامام ابو بکر بن ابی الدنیا فی ذم الغيبة عن انس خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابن عدی فی الکامل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام عبدالعظیم منذری زکی الدین علیہ الرحمۃ الی یوم الدین نے کتاب الترغیب والترہیب میں ایک ترہیب اس بارے میں لکھی کہ فاسق یا بدعتی کو سردار وغیرہ کلمات تعظیم سے یاد نہ کیا جائے حدیث قال الترہیب من قوله لفاسق او مبتدع یا سیدی و نحوہا من الکلمات الدالة علی التعظیم پھر اُس میں حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تقولوا للمنافی یا سید فانہ ان یکن سیداً فقد استخطت ربکم عزوجل منافق کو اسے سردار کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہوا تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا رواہ ابوداؤد والنسائی باسناد صحیحہ اور حاکم کے لفظ یہ ہیں اذا قال الرجل للمنافی یا سید فقد اغضب ربہ عزوجل جب کوئی شخص منافق کو اسے سردار کہہ کر پکارے تو بیشک وہ اپنے رب عزوجل کو غضب میں لایا قلت وھکذا اخرجه البیہقی فی شعب الایمان۔ سچن اللہ جب فاسق و بدعتی کی زبانی تعریف اور انھیں صرف محل خطاب میں بلفظ سردار نہ کرنا موجب غضب الہی ہوتا ہے تو اُسے بحالت اختیار حقیقۃ امام و سردار بنانا اور آپ اُس کے تابع و پیرو بننا معاذ اللہ کیونکر موجب غضب نہ ہوگا اور بیشک جو بات باعث غضب رحمن عزوجل ہو اُس کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے ثانیاً ابونعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اھل البدع شرا الخلق والخلق بدعتی لوگ تمام جہان سے بدتر ہیں) بہت سی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یقبل اللہ لصاحب بدعة صلاة ولا صوما ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهادا ولا صوفا ولا عدا لا یمخرج من الاسلام کما یمخرج الشعرة من العجین اللہ تعالیٰ کسی بد مذہب کی نماز قبول کرے نہ روزہ نہ زکاة نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ فرض نہ نفل بد مذہب اسلام سے پون نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال (امام دارقطنی و ابو حاتم محمد بن عبد الواحد خزاعی اپنے جزء حدیثی میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اصحاب البدع کلاب اھل النار اہل بدعت دوزخیوں کے کتے ہیں) اور ان کے سوا بہت حدیثیں بد مذہبوں کی مذمت شدیدہ میں وارد ہوئیں اور پُر ظاہر کہ نماز مقام مناجات و راز اور تمام اعمال صالحہ میں معزز و ممتاز ہے کیا لطافت ایمانی گوارا کر سکتی ہے کہ ایسی جگہ ایسے اشرار کو بلا عذر اپنا پیشوا و سردار کیا جائے جن کے حق میں مگان جہنم وارد ہوا عقل سلیم تو یہی کہتی ہے کہ اگر اہل بدعت و اہوا زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ظاہر ہوتے اُن کے پیچھے نماز سے منافقت آتی نہ یہ کہ صرف خلاف اولیٰ ہے پڑھ لو تو کچھ مضائقہ نہیں ثالثاً بدعتی مبغوض خدا ہے اور مبغوض خدا سے نفرت و دوری واجب و لہذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا وَ اَمَّا یُؤَسِّرُکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَعْتَدُ بَعْدَ الذِّکْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ ۝ اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پڑھ لو کہ پاس نہ بیٹھ) اور اسی لیے احادیث میں فرق باطلہ سے قرب و اختلاط کا منع آیا احمد و ابوداؤد و حاکم حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تجالسوا اھل القدر ولا تقاطعوا ھم قدریوں کے

پاس نہ بیٹھو ان سے سلام کلام کی ابتدا کرو) عقیلی و ابن حبان انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابا واصحابا وسیاتی ومرتسبونہم ویمنقصرنہم فلا تجالسوہم ولا تنساروہم ولا تناکحوہم بنیک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے اصحاب و اصحاب چن لیے اور قریب ایک قوم آئے گی کہ انہیں برا کہے گی اور انکی شان گھٹائے گی تم انکے پاس نہ بیٹھنا انکے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا شادی بیاہت کرنا جن کے پاس بیٹھنا خدا و رسول کو ناپسند ہو جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں امام بنا کر شیعہ کیونکر گوارا فرمائے گی والمکروہ تنزیہا لاساغ مشروع یجامع الاباحۃ کما نص علیہ العلماء الکرام و ذکرنا تحقیقہ فی رسالتنا مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ بلکہ اسی حدیث میں روایت ابن حبان ان لفظوں سے ہے فلا تناکحوہم ولا تنساروہم ولا تفصلوا علیہم ولا تفصلوا معہم یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پانی پیو نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو) رابعاً ابن ماجہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یؤمن فاجر مؤمن الا ان یفہرہ بسلطانہ یخاف سیفہ او سوطہ ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اس کو بزرگ سلطنت چھو کر رکھے کہ اس کی تلوار یا کوڑے کا ڈھو (بلکہ ابن شاہین نے کتاب الافراد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تلقی بوالی اللہ ببعض اهل المعاصی والقوہم بوجہ مکفہرۃ والتمسوا رضا اللہ بسمخظہم وتلق بوالی اللہ بالقباعد عنہم الشکر کی طرف تقرب کرو فاسقوں کے بعض سے اور ان سے ترش رو ہو کر ملو اور اللہ کی رضامندی ان کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ کی نزدیکی ان کی دُوری سے چاہو) جب فاسق کی نسبت یہ احکام ہیں تو مبتدعین کا کیا پوچھنا ہے کہ یہ تو فاسق سے ہزار درجہ بدتر ہیں ان کی نافرمانی فردع میں ہے ان کی اصول میں وہ گناہ کرتے اور اُسے برا جانتے ہیں یہ اُس سے اشد و اعظم میں مبتلا اور اُسے عین حق و ہدی جانتے ہیں وہ گاہ گاہ نادام و مستغفریہ گاہ و بے گاہ مصر و تکبر و وہ جب اپنے دل کی طرف رجوع لاتے ہیں اپنے آپ کو حقیر و بدکار اور صلحا کو عزیز و مقرب دربار بتاتے ہیں یہ اتنا غلو و تو غل بڑھاتے ہیں اتنا ہی اپنے نفس مغرور کو اعلیٰ و بالا اور اہل حق و ہدایت کو ذلیل و پُر خطا ٹھہراتے ہیں ولہذا حدیث میں ان کی نسبت بدترین خلق وارد ہوا کما روینا اور غنیہ شرح منیہ میں ہے المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد و هو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق و یخاف و یستغفر بخلاف المبتدع بالتجملہ بد مذہبی فی نفسہ ایسی ہی چیز ہے جسے امامت دینی سے مابینت یقینی ہے اور اُس کے بعد منہ پر دوسری دلیل کی چننا حاجت نہیں کس کا دل گوارا کرے گا کہ جہنم کے کوٹوں سے ایک گٹا مناجات الہی میں اُس کا مقتدا ہو علامہ یوسف چلبی ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدر الشریعۃ النظمیٰ میں فرماتے ہیں بدعة المبتدع تقضی الی عدم الاقتداء بہ سیما فی اہم الامور رد المختار میں ہے المبتدع تکرر امامت بکل حال علامہ ابراہیم علی نے تصریح فرمائی کہ فاسق و مبتدع دونوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں تو ان کے پیچھے نماز اصلاً ہوتی ہی نہیں جیسے کسی کافر کے پیچھے شرح صفیر منیہ میں فرمایا بیکرہ تقدیر الفاسق کراہۃ تحریرہ وعند مالک لا یجوز تقدیمہ و ہو رواۃ عن احمد و کذا المبتدع علامہ طحاوی حاشیہ در مختار میں فاسق و بد مذہب کے پیچھے نماز کے باب میں فرماتے ہیں الکراہۃ فیہ تحریمیۃ علی ما سبق بحر العلوم عبد العلی

لکھنوی نے ارکان اربعہ میں دربارہ تفصیلیہ فرمایا اما الشیعة الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیہما اصلا کالزینۃ  
 فتجوز خلفہم الصلاۃ لکن تکرہ کراہۃ شدیدۃ جب تفصیلیہ کہ صرف جناب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو حضرات شیخین پر فضل  
 کہنے سے مخالفت اہلسنت ہوئے باقی اُن کی سرکار میں معاذ اللہ گستاخی نہیں کرتے اُن کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہوگی یہ تو اشد  
 مبتدعین جن کی اہلسنت سے مخالفتیں غیر محصور اور محبوبان خدا پر طعن و تشنیع اُن کا دائمی دستور ان کے پیچھے کس عظیم درجہ کی کراہت  
 چاہیے ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو شخصوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا اور اُس کی وجہ یہی فرمائی کہ یہ یعنی میں فی شرح  
 الفقہ اکابر عن مفتاح السعاده عن تلخیص الزاہدی عن الامام ابی یوسف عن الامام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال  
 فی رجلین یتنازعان فی خلق القرآن لا تصلوا قال ابو یوسف فقلت اما الاول فعمد فانہ لا یقول بقدم القرآن واما الآخر فما بالہ  
 لا یصلی خلفہ قال انہما یتنازعان فی الدین والمنازعۃ فی الدین بدعۃ۔ قال القادی ولعل وجہ ذمہما اخر حجت اطلاق فانہ  
 حدث انزالہ ام **اقول** لعل الامام اطالع منہ علی انہ یرید المراء لیخجل صاحبہ لا اظہار الحق واللہ تعالیٰ اعلم بلکہ محرر المذہب  
 امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ بد مذہب کے پیچھے نماز اصلا جائز نہیں محقق  
 علام کمال الدین بن الہمام فتح میں فرماتے ہیں ردی محمد عن ابی حنیفہ وابی یوسف ان الصلاۃ خلف اہل الاہواء لا تجوز اُسی  
 میں روایت امام ابو یوسف لا یجوز الا قتداء بالمتکلم وان تکلم بحق کی شرح میں امام ابو جعفر منہ والی سے نقل کیا یجوز انیکون مراد  
 ابی یوسف من یناظر فی دقائق علما الکلام انتہی **اقول** المناظرۃ فی دقائق لا یرید علی بدعۃ اوفسق وعلی کل یفید عدم الجواز  
 خلف المبتدع کما لیس بخلاف غیاث الحق پھر مفتاح السعاده پھر شرح فقہ اکبر میں امام ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے لا یجوز خلف  
 المبتدع **اقول** وباللہ التوفیق جواز کبھی بمعنی صحت مستعمل ہوتا ہے فتقول البیع عند اذان الجمعة یجوز ویکرہ ای یصح ویمنع اور گاہے  
 بمعنی حلت لا یجوز الصلاۃ فی الارض المعصوبۃ ای لا یصل وان صحت اگر یہاں معنی اخیر مراد لیں لایسا جبکہ افعال میں اکثر وہی ہے کما  
 ان الاکثر فی العقود الاول کما صرح بہ فی رد المحتار وغیرہ تو یہ روایت بھی قول سابق کے منافی نہ ہوں گی کہ مکروہ تحریمی بھی بایں معنی  
 ناجائز ہے ومعلوم ان ابداء الوفاق اولی من ابقاء الخلاف ولذا صرحوا بانہ یوفی بین الروایات مہما امکن کما  
 فی الشامیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## دلیل دوم

غیر مقلدین بد مذہبی کے علاوہ فاسق ملعون جیسا کہ مجاہد بھی ہیں اور فاسق متشکک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کما اثبتناہ فی تحویرنا  
 ذاک **اقول** وبہ یحصل التوفیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق دلیل اول میں اس مسئلے پر بعض کلام اور ضعیفی وخطاوی کا نص گزر اور اسی طرف  
 امام علامہ زبلی نے تبیین المحتائق شرح کنز الدقائق اور علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نور الایضاح اور علامہ ابوالسعود نے حاشیہ مراقی الفلاح  
 میں اشارہ فرمایا اور یہی فتاویٰ حجاز کا مفاد اور تعلیل مشائخ کرام سے استفاد یہاں تک کہ علما نے تصریح فرمائی اگر غلام یا گنوار یا حرامی یا اندھا  
 علم میں افضل ہوں تو انہیں کو امام کیا چاہیے مگر فاسق اگرچہ سب سے زیادہ علم والا ہو امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اُس کی عظمت اور وہ شرعا



سستی اہانت مختص امداد الفتاح میں ہے کہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اہتمامہ بالمدین فتجب اہانتہ شرعاً فلا یعظم بتقدیمہ  
 للامامة واذ انقدر منعه ینقل عنه الی غیر مسجدہ للجمعة وغیرہ اسیدی احمد مصری اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں قولہ فتجب  
 اہانتہ شرعاً فلا یعظمہ بتقدیمہ للامامة) تبع فیہ المزیلعی ومفادہ کون الکراہۃ فی الفاسق تحرمیمۃ اور حاشیہ شرح علانی میں  
 فرماتے ہیں اما الفاسق العلم فلا یقد مرکان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہما اہانتہ شرعاً ومفادہ ہذا کراہتہ التحقیر فی  
 تقدیمہ البراۃ بالسعود انھی علامہ محقق حلی غنیہ میں فرماتے ہیں العالم اولی بالتقدیم اذ کان یجتنب الفواحش وان کان غیرہ اوبع  
 منہ ذکرہ فی المحیط ولو استویا فی العلم والصلاح واحدہما اقرء فقد موألاً خراساؤ اولیاً ثمنون فالاساءۃ لترك السنة وعدم الاثم  
 لعدم ترك الواجب لانہم قد موارجل صالحا کذا فی فتاویٰ الحجۃ وفيہ اشارۃ الی انہم لو قد موافقاً ثمنون بناء علی ان  
 کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحقیر لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساہلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط  
 الصلاة وفعل ما ینافیہا بل هو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم تجز الصلاة خلفہ اصلاً عند مالک وروایۃ عن احمد الخ لم یأیہ کہ  
 غیر مقلدین فساق مجاہد کونکر ہیں یہ خود واضح و بین کون نہیں جانتا کہ ان کے اکابر اصغر عموماً دواماً المہ شریعت و علمائے ملت و اولیائے  
 امت رحمہم اللہ تعالیٰ کے طعن و توہین میں گزارتے ہیں اور عام مسلمین کی سب و شتم تو ان کا وظیفہ ہر ساعت ہے جس نے جانا اُس سے عجبتا اور  
 جس نے نہ جانا وہ اب ان کے رسائل دیکھے باتیں سُنے خصوصاً اُس وقت کے مجھے خداداد سُنوائے جب یہ باہم تنہا ہوتے اور اذا خلوا کا وقت  
 پا کر آپس میں کھلتے ہیں بعض اہل حق نے جو اپنی تصانیف میں ان کے کلمات ان کی تالیفات سے نقل کیے وہی دیکھیے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ ان  
 ہفتوات مغضوبہ کا زبان قلم پر لانا پسند نہیں کرتا وہ نہ نقل کر لاتا تو ان میں فسق اول سب و دشنام اہل اسلام ہے حضور پر نور صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم حدیث مشہور میں فرماتے ہیں سباب المسلم فسوق مسلمان کو سب و شتم کرنا فسق ہے اخراجہ احمد والبخاری ومسلم  
 والترمذی والنسائی وابن ماجہ والحاکم عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عنہ وعن عبد اللہ بن مغفل وعن عثمان بن  
 النعمان بن مقرن وابن ماجہ وعن ابی ہریرۃ وعن سعد بن ابی وقاص والد ارقطنی فی الاخر اذ عن جابر بن  
 عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فسق دوم طعن علی طبرانی کبیر میں بسند حسن ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا یتخفف بہم الا منافع ذوالشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسطین شخص ہیں  
 جن کی تحقیر نہ کرے گا مگر منافق ایک وہ ہے اسلام میں بڑھاپا آیا دوسرا ذی علم تیسرا امام عادل احمد بسند حسن واللفظ لہ اور طبرانی و حاکم عبادہ  
 بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس من امتی من لم یجعل کبیرنا ویرحمہم صغیرنا  
 ویرحمہم لعالمنا میری امت سے نہیں بڑھاپا سزاؤں کے بڑے کی تعظیم اور ان کے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے منہ الفردوس  
 میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العالم سلطان اللہ فی الارض فمن  
 وقع فیہ فقد هلك عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں تو جو اُس کی شان میں گستاخی کرے ہلاک ہو جائے والیاذ باللہ تعالیٰ فسق سوم  
 عداوت عامہ اہل عرب و حجاز انھیں جو تنصب اُن کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں قد بدت البغضاء من افواہہم وما تخفی صدورہم

اکبر اور اس کی وجہ مخالفت مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علیؑ کے عرب کے فتوے ان کی تضلیل و تزییل میں آنا اور بکرات و مراتب ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا جس کی حکایات خواص و عوام میں مشہور و مذکور کچھ مدت ہوئی کہ ان کے پانچ ملکب مجاہدین ہمارے وہاں رہے اور اپنے دام بچھانے چاہے حال کھلتے ہی تعزیر پاکر نکالے گئے جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہل حرمین نے ہماروں کو نکال کر معاذ اللہ سواد الوجہ فی الدارین حاصل کیا حالانکہ علاوہ اور باتوں کے ان سفہان گستاخ نے یہ بھی نہ جانا کہ دارالاسلام سے دارالاسلام کو جانا مجاہرت نہیں یہ صورت مجاہرت ہے اور مجاہرت خود مکہ وہ تحریمی مگر افراد اولیاء اللہ کے لیے کماحقہ نہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ تو وہ جہاں مدعیان فضل و کمال اس فعل میں بھی آثم تھے خصوصاً جبکہ وہاں جا کر اشاعت بدعات چاہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُؤَدِّ فِتْرَةً يُلْحَقْ بِظُلْمٍ نُّذُرُهُ مِنْ عَذَابٍ اَلَيْسَ بِهِ عَذَابٌ كَثِيرٌ جو مکہ منظرہ میں براہ ظلم کسی بے اعتدالی کا ارادہ کرے گا اُسے دردناک عذاب چکھائیں گے اور یہ تو ابھی کی بات ہے کہ ان کے امام العصر جنھیں یہ حضرات شیخ النکل فی النکل کہا کرتے ہیں بخوف مسلمانان عرب کشتار دہلی و بیسئی کی چٹھیاں لے کر حج کو گئے وہاں جو گزری انھیں سے پوچھ دیکھے اگر ایمان سے کہیں ورنہ صد ہا حاضرین و ناظرین موجود ہیں اور خود مکہ منظرہ کے چھپے ہوئے اٹھارہ شہروں شہروں شہرت باچکے عرض کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ان کو تمام عمائد و علمائے عرب و حجاز سے سخت بغض و عداوت ہے اور طبرانی معجم کبیر میں یہ سند حسن صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بغض العرب لفاق جو اہل عرب سے عداوت رکھے منافق ہے فسق چہارم پھر یہ عداوت منجر بہ شب و دشنام ہوتی ہے جس کی ایک نظیر ہم اوپر لکھ چکے اور تہذیبی شعب الایمان میں حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سب العرب فاولئك هم المشركون جو اہل عرب کو سب و تم کریں وہ خاص مشرک ہیں فسق پنجم مدینہ طیبہ کو جزیرہ عرب پر جس قدر فضیلت ہے اُسی قدر ان کی عداوت و بدخواہی کو اہل مدینہ کے ساتھ زیادت ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایکید اهل المدينة احد الا اجماع کما ینماع الملمح فی الماء کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ بداندیشہ نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا جیسے نک پانی میں اخرجہ الشیخان عن سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اداد اهل المدينة لبسوء اخا به الله کما یندوب الملمح فی الماء جو اہل مدینہ کے ساتھ کسی طرح کا برا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اُسے ایسا گلا دے جیسے نک پانی میں گل جاتا ہے اخرجہ احمد و مسلم و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی اهل المدينة اذاه الله وعلیہ لعنة الله و الملائکة و الناس اجمعین لا یقبل منه صوت و لا عدل جو مدینہ والوں کو ایذا دے اللہ سے مصیبت میں ڈالے اور اُس پر خدا اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ دُاُس کا نفل قبول کرے نہ فرض اخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ اُن سے کہیے تعالوا الی کلمۃ سواء بیفنا و بینکم ہم اور تم سب مل کر حرمین کر دیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علیؑ حرمین طبعین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً کا ہے فریقین کو مقبول ہوگا اگر بے تکلف اس پر راضی ہو جائیں نہا ورنہ جان لیجیے کہ یہ قطعاً اہل حرمین کے مخالف مذہب اور سنیان ہند وغیرہ کے مثل اُن پاک مبارک شہروں کے علی کو بھی معاذ اللہ مشرک و گمراہ و بددین جانتے ہیں پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا سننے اور خود ان سے پوچھنے کی حاجت

کیا ہے علمائے حرمین عظیم اللہ تعالیٰ کے فتاوے ان صاحبوں کے رد میں بکثرت موجود انہیں سے حال کھل جائے گا کہ مخالفان مذہب میں جیسا ایک دوسرے کو کہتا ہے دوسرا بھی اُس کی نسبت وہی گمان رکھتا ہے عداوت ہو خواہ محبت دونوں ہی طرف سے ہوتی ہے جب وہ اکابر ان کے عمائد کو لکھ چکے کہ **أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ** ۵ تو کیونکر معقول کہ یہ ان کے دشمن نہ ہوں آخر نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے امن و امان والی حرمین کو اپنے لیے محل خوف و خطر سمجھا اور کشتن ذلی و مبہی کی چٹیوں کو سپرد لاجول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم فق ششم عداوت اولیائے کرام قدست اسرار ہم جس کی تفصیل کو دفتر دکار جس نے ان کے اصول و فروع پر نظر کی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب محبوبان خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کر دی کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے اتنی اور چوڑے چار اور ناکارے لوگ تو ناک زبان پر ہے خود حضور سید المہجوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ وہ بھی مرکز میں مل گئے **اشد مقت اللہ علی کل من عادی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ وآلہ وبادک وسلم اللہ تعالیٰ** فرماتا ہے **وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** ۵ جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دھک کی مار ہے اور فرماتا ہے **لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا** ۵ اللہ نے ان پر لعنت کی دنیا و آخرت میں اور ان کے لیے تیار رکھا ہے ذلت کا عذاب) سبح اللہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں ان اللہ حرم علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے اخراجہ احمد و ابو داود والنسائی وابن ماجہ و ابن حبان والحاکم و ابونعیم کلہم عن اوس بن ابی اوس الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وارد کرتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کلمہ روح القدس لم یؤذن للارض ان تأکل من لحمہ جس سے جبریل نے کلام کیا زمین کو اجازت نہیں کہ اُس کے گوشت پاک میں کچھ تصرف کرے اخراجہ الزبیر بن بکار فی اخبار المدینۃ وابن زبالۃ عن الحسن مرسلا امام ابو العالیہ تابعی نے کہا ان لحوم الانبیاء لا تبلیہا الارض ولا تأکلہا السباع انما کا گوشت عازمین نہیں کھاتی نہ درندے گستاخی کر سکیں اخراجہ الزبیر والبیہقی اور رب العالمین جل مجدہ ان کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرماتے **وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ** ۵ جو خدا کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں اور فرماتے **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُدْزَوْنَ فِرَاحِينَ** خبردار شہیدوں کو مردہ نہ جانیو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں شاد شاد ہیں اور ایک پیغمبر غرور مجبوبان خدا سے نفور خود حضور پر نور اکرم المہجوبین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وسلم اجمعین کی نسبت وہ ناپاک الفاظ کہے اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے کہ یعنی میں بھی ایک دن مرکز میں ملنے والا ہوں قیامت میں انشاء اللہ تعالیٰ مرکز میں ملنے کا مرا الگ کھلے گا اور یہ خدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی برہمی جو تو نے یعنی کہہ کر محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کیا حضور پر افترا خدا پر افترا ہے اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پر لا سرائے **الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُغْلِبُونَ** ۵

مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَكُفْرُهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ بھلا جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے اور حضرت حق عزوجل فرماتا ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحبوب جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دیدیا اُس سے لڑائی کا اخرجہ الامام البخاری عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ عن جبل اور حضور پر نور سید المجوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من عادی اولیاء اللہ فقد اذنتہ باللحارۃ جس نے اولیاء اللہ سے عداوت کی وہ سر میدان خدا کے ساتھ لڑائی کو نکل آیا اخرجہ ابن ماجہ والحاکم والبیہقی فی الزہد عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال الحاکم صحیح ولا علة لہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی سچی محبت پر دنیا سے اٹھائے امین بجاہم عندک یا ارحم الراحمین یا من احبہم فامرونا بحبہم حبہم الینا وحبینا الیہم یحبینا یا اھم یا اکوہم الا کوہم امین امین فسق مقہم ہم او پر بیان کر آئے کہ ان کا خلاصہ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی باقی تمام مسلمان شرک میں پڑ کر ہلاک ہو گئے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا سمعت الرجل یقول ہلک الناس فہو اھلکھم جب تو کسی کو یوں کہتے ہو گئے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے اخرجہ احمد والبخاری فی الادب و مسلم وابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث سے ثابت ہوا کہ حقیقت یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنیں و چنیں کہتے ہیں خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں اور اللہ جل جلالہ فرماتا ہے فہل یمھلک اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ کون ہلاک ہوا سو فاسق لوگوں کے پھر ان کے اشد الفاسقین سے ہونے میں کیا شبہ ہے والعیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ چہرستم برستم یہ کہ وہ ان محرمات کا صرف ارتکاب ہی نہیں کرتے انھیں حلال و مباحات بلکہ افضل حسنات بلکہ اہم واجبات سمجھتے ہیں یہ سب اگر تاویل کا قدم در میان نہ ہوتا تو کیا کچھ ان کے بارے میں کہنا نہ تھا اللہ تعالیٰ نے یہ دین پر استقلال اور کلمہ طیبہ کا ادب و اجلال بتہ و کرم ہم اہل سنت ہی کو عطا فرمایا ہے کہ بد مذہبان گمراہ ہماری تکفیر کریں ہم پاس کلمہ سے قدم باہر نہ دھریں وہ ہر حق اس فکر میں کہ کسی طرح ہم کو مشرک بنائیں ہم ہمیشہ اس خیال میں کہ جہاں تک ممکن ہو انھیں مسلمان ہی بتائیں۔ جیسے وہ بھوکے اونٹنی جس کے پیچھے ہری بولیں رہیں اور ان میں شیر اور آگے صاف میدان پھر آباد شہر وہ بولوں کی ہریالی پر ہماری توڑائی اور لٹی جاتی ہے کہ خود بھی ہلاک ہو اور سوار کو بھی حملہ میں ڈالے سوار چھینریں کرتا تا زبانی لگاتا آگے بڑھاتا ہے کہ آپ بھی نجات پائے اندر اسے بھی بچالے ۛ

ہوئی ناقصی خلطی وقد اعی الہوی وانی وایا ہا لمختلفان

منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہل حق و مبطلین کا فرق ظاہر و احمد اللہ رب العلمین ۝ قُلْ كُلٌّ یَعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ فَرَبَّکُمْ اَعْلَمُ بِعَمَلِہٖ ۝ تفسیر عبارت مذکورہ غنیہ دیکھ کر بعض اذہان میں یہ خیال گزیر سکتا ہے کہ طائفہ غیر مقلدین اگرچہ ان فسقیات کے عادی ہیں مگر وہ انھیں فسق جان کر نہیں کرتے بلکہ اپنے زعم میں کار ثواب و عین صواب سمجھتے ہیں یہ ان کی فہم کی کمی اور مذہب کی پدی ہے اس سے وہ بیباکی ثابت نہ ہوئی جس کی بنا پر امامت فاسق ممنوع ہوئی تھی کہ جب اُسے دین کا اہتمام نہیں تو کیا عجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا شرائط نماز سے کوئی اور شرط چھوڑ جائے اقول منہ امامت فاسق صرف اسی پر مبنی نہ تھا بلکہ اس کی بڑی علت وہ تھی کہ تقدیم میں علمت اور فاسق شرعاً مستحق امانت یہ بہر حال موجود بلکہ عیوب و ذنوب کو صواب و ثواب جاننے میں اور زیادہ

شدید الورد کہ اس سے شوق ہزار چند ہو جاتا ہے تو اسی قدر استحقاق اہانت ترقی پائے گا اور اس کی ترقی پر اتنا ہی شائبہ امامت میں جوش آئے گا مہذا جس نے تجربہ کیا ہے اس سے پوچھیے کہ دنیا دار کن خاص امور دین میں اصاغر بالائے طاق ان کے اکابر و محدثین میں جو شیخ بیباکیاں عظیم سفایاں پھیل رہی ہیں خدا نہ کرے کہ کسی فاسق سے فاسق کو بھی ان کی ہوا لگے کیا نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے اپنے ہمراہ فتوے میں دودھ کے چچا کو بھتیجی دلائی کیا نہ جانا کہ ان کے دشید شاگرد نے مطبوعہ رسالے میں حقیقی پھوپھی تک حلال بتائی کیا نہ کہ دوسرے شاگرد نے سوتیلی خالہ کو بھانجے کے حق میں مباح کر دیا اور اس آفت کے فتوے سے امت و صاحب نے اپنی ہر کانکاح کر دیا پھر امام العصر کا اجماع لے کر مسائل لکھا ایک ہی مقدمہ میں مدعی مدعا علیہ دونوں کے پاس حضرت کا فتویٰ ہونا کیسی اعلیٰ درجے کی دیانت ہے ان سب وقائع کی تفصیل بعض احباب فقیر نے رسالہ سیف المصطفیٰ علی ادیان الکافرا و رسالہ نشاط السکین علی حلول البقا السمین میں ذکر کی پھر بات بنانے کو اجا و اموات پر ہزاروں اقترا و بہتان کرنا فرضی کتابوں سے سند لانا خیالی عالموں کے نام گروہ لبنا نقل عبارت میں قطع بریک کرنا جرح محدثین کو نسب بدل لینا احادیث و اقوال کے غلط حوالے دینا اور ان کے سوا دیدہ و دانستہ ہزاروں قسم کی عیاریاں ان کے عمائد و متکلمین اپنی مذہبی تصانیف میں کر گزرے انہیں کھائیں الزام اٹھائے اور باز نہ آئے رسالہ سیف المصطفیٰ انھیں امور کے بیان و اظہار میں تالیف ہوا جس میں عزیزم مؤلف حفظہ اللہ نے اکابر طائفہ کی ایک سو ساٹھ دانتوں کو جلوہ دیا پھر کون گمان کر سکتا ہے کہ جرات و جبارت میں ان کا پایا کسی فاسق سے گھٹا ہوا ہے مہذا آزما لیجیے کہ یہ حضرات جس مسئلہ میں خلاف کریں گے آرام نفس ہی کی طرف کریں گے کبھی وہ مذہب ان کے نزدیک راجح نہ ہو جس میں ذمہ شقت کا پتہ جھکا تراویح میں ۲۰ رکعت چھوڑیں تو ۳۶ کی طرف نہ گئے جو امام مالک سے مروی نہ چالیس لیں جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول اور امام اسحق بن راہویہ و اہل مدینہ کا مذہب تھا آٹھ پر گئے کہ آرام کا سبب تھا اور ان کے بعض مسائل کا نوبہ انشاء اللہ تعالیٰ غریب آتا ہے مسلمان تو جب بیباکی وہ ہے کہ جو چاہا کہ دیانہ قرآن سے غرض نہ حدیث سے کام اجماع اللہ تو کس چیز کا نام ادھر آرام طلبی کا جوش تام تو کیا عجب کہ بے غسل یا بے وضو نماز جائز کر لیں خصوصاً جبکہ موسم سرما ہو اور پانی ٹھنڈا آخر یہ پھوپھی بھتیجی خالہ کی حلت سے عجب تر نہ ہو گا سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت ع آزا کہ حیائیت از ویج عجب نیست : والیاذ باللہ تعالیٰ۔

## دلیل سوم

اس کی تقریر میں اوگلا یہ سنئے کہ ان حضرات کی فقہی مسائل متعلقہ نماز و طہارت جو انھوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے کیا ہیں اور وہ علی الاطلاق مذہب راشدہ یا خاص مذہب خفیہ سے کتنے جدا ہیں مجتہد مولوی دہی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے فتوائے جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد میں عقائد غیر مقلدین نقل کر کے ان کے بعض عملیات بھی تلخیص کیے ہیں یہاں اسی کے چند کلمات بطور القاط لکھنا کافی سمجھتا ہوں مسئلہ (۱) پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ بدے نواب صدیق حسن خاں بہادر شوہر ریاست بھوپال نے طریقہ محمدیہ ترجمہ دررہیمہ مصنف قاضی

شوکانی ظاہری المذہب مطبوعہ فاروقی دہلی کے صفحہ ۶۷ پر اس کی تصریح کی اس کتاب پر مولوی نذیر حسین صاحب نے مہر کی اور لکھا اس پر موصدین بے دھڑک عمل کریں اور دیا چے میں خود نواب مترجم لکھتے ہیں متجہ سنت اس پر آنکھ بند کر کے عمل کرے اور اپنی اولاد اور بی بیوں کو پڑھائے اور یہی مضمون فتح المغنیٹ مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۵ میں ہے یہ وہی کتاب طریقہ محمدیہ ہے جس کا نام بدل کر نواب بھوپال نے دوبارہ و دوبارہ بھوپال اور لاہور میں چھپوایا اس مسئلے کا مطلب یہ ہوا کہ کوآں تو بڑی چیز ہے اگر پاؤ بھریانی میں دو تین ماشے اپنا یا کتے کا پیشاب ڈال دیجیے پاک رہے گا مرنے سے وضو کیجیے نماز پڑھیے کچھ مضائقہ نہیں مسئلہ (۲) اسی فتح المغنیٹ کے صفحہ ۵ اور طریقہ محمدیہ کے صفحہ ۱ میں ہے نجاست گوہ اور موت ہے آدمی کا مطلق مگر موت لڑکے شیر خوار کا اور لعاب ہے کتے کا اور لینڈ بھی اور خون بھی حیض و نفاس کا اور گوشت ہے سور کا

اور جو اس کے سوا ہے اُس میں اختلاف ہے اور اصل اشیا میں پاکی ہے اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو۔ یہاں صاف صاف نجاست کو ان سات چیزوں میں حصہ کر دیا باقی تمام اشیا کو اصل طہارت پر جاری کیا جب تک نقل صحیح غیر معارض وارد نہ ہو میں کہتا ہوں اب مثلاً اگر کوئی غیر مقلد مرغی کے گوہ یا سور کے موت یا کتے کی منی سے اپنے چہرہ و ریش و بدت و جامہ پر عطر و گلاب انشانی فرما کر نماز پڑھ لے یا یہ چیزیں کسی ہی کثرت سے پانی میں مل جائیں اگرچہ رنگ و مزہ و بو کو بدل دیں اور غیر مقلد صاحب اُس سے وضو کریں اصلاح حرج نہیں کہ آخر جامہ بدن پر کوئی نجاست نہیں نہ پانی کے اوصاف کسی شخص نے بدلے پھر کیا مضائقہ ہے سب مباح و روا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ثم اول آیه کریمہ قل لا اجد فیما اوحی الیّ محمداً علی طاعہ طیطیئہ الا یہ سند کافی موجود اور جس طرح نجاست بے نقل صحیح غیر معارض ثابت نہیں ہو سکتی اور اصل اشیا میں طہارت ہے یہ وہی حرمات کا ثبوت بھی ہے اس کے نہ ہوگا اور اصل اشیا میں اباحت تو غیر مقلد کو ان چیزوں کے نوش جان کرنے میں کیا مضائقہ ہے صحیح گروہ تواتر استحلالات بادا مسئلہ (۳)

نواب موصوف روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں شراب و مُردار و خون کی حرمت اُن کی نجاست پر دلیل نہیں جو انھیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے اھ ملخصاً شرعاً میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلاف شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ سُنتا ہوں کہتا ہ

چھوٹا نہیں شراب کبھی بے وضو کیے قاب میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

جس میں شریعت جدیدہ کا خلاف بھی نہ ہوتا اور زیادت مبالغہ سے حسن شعر بھی بڑھ جاتا کہ بیتا نہیں سے چھوٹا نہیں میں کہیں زیادہ مبالغہ ہے مسئلہ (۴) نواب صاحب اپنے صاحبزادہ کے نام سے نبج المقبول من شرائع الرسول مطبوعہ بھوپال کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں مشق منی از برائے استفادہ بودہ است نہ بنا برنجاست و برنجاست خمر و دیگر مسکرات دلیل کہ صالح مسک باشد موجود نیست و اصل در ہمہ چیز طہارت است و در نجاست محم خوک خلاف است و دم مسفوح حرام است نہ نجس اھ ملخصاً مسئلہ (۵) اسی فتح المغنیٹ کے صفحہ ۶ پر ہے کافی ہے مسح کرنا پگڑی بر یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجیے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجیے وضو ہو گیا اگرچہ قرآن عظیم فرمایا کرے و اَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ اپنے سروں کا مسح کرو مسئلہ (۶) مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین ہدایت قلوب قاسیہ کے صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اُس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے مسئلہ (۷) فتاویٰ ابراہیمیہ صفحہ ۱۰۷ پر ہم غیر مقلد بطور دھرم پر کاش الہ آباد کے صفحہ ۲ میں ہے وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے انھوں نے پاؤں کے مسئلے میں رافضیوں سے

بھی آگے قدم رکھا وہ بچا رہے بھی صرف جواز مانتے ہیں نہ افتراض واللہ المستعان علی شئ الرفاض وقوم شیعہ من الرفاض ثانیاً خیال کیجیے کہ انھیں اہلسنت کے ساتھ کس درجہ تعصب ہے اور تعصب وہ شے ہے کہ خواہی نخواہی آدمی نیش عقرب ہو کر بقاضائے طبع ایذا و اضرار پہ کر سکتا ہے اور جہاں تک بن پڑے شقاق و خلاف کو دوست رکھتا ہے اگر علانیہ نہ ہو سکے تو خفیہ ہی کوئی بات کر گزرے اور آپ ہی آپ دل میں منہس لے جہاں روافض کی حکایات مشہور ہیں کہ ان کی مجالس مرتبہ میں جو جاہل سُنی جا بیٹھے انھوں نے قلتین کے چھینٹے شریعت میں ملائے بعض اشقیائے اسمائے طیبہ پر چوں پر لکھ کر فرش کے نیچے رکھ دیے کہ سُنی بیٹھیں تو پاؤں کے نیچے آئیں اگرچہ نادانستہ ہی سہی پھر جہاں ایسا موقع ہاتھ لگا کہ کوئی خاص چیز کسی ہمان یا حاجتمند سُنی ناواقف کے کھانے پینے کو پیش کی ظاہری تکلف حد سے گزرا اور بعض نجاسات قطعیہ سے آلودہ کر دی یہ سب شاخیں تعصب کی ہیں پھر حضرت غیر مقلدین کا تعصب ان روافض سے کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ یہ دشمن تازہ ہیں اور ان کے حوصلوں کی نئی اٹھان ہے اب ان کی بیباکی و جرات و مسائل مسابہت و شدت عداوت دیکھ کر نہ صرف احتمال قوی بلکہ ظن غالب ہوتا ہے کہ اگر یہ امام کیے جائیں ضرور اپنے ان بعض مسائل مذکورہ پر عمل کریں گے انھیں کیا غرض پڑی ہے کہ مذہب مقتدیان کی رعایت کر کے ان امور سے باز آئیں اور تعصب برت کر دل ٹھنڈا نہ کریں پھر بعض جگہ غسل وغیرہ کی مشقت اٹھانی ہو وہ نفع میں ثالثاً اب یہ غور کیجیے کہ علمائے دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اہل حق و ہدٰی کے مذاہب مختلفہ مثلاً باہم حنفیہ و شافعیہ میں ایک کی دوسرے سے اقتدا پر کیا کلام کیا ہے یہ مسئلہ ہمیشہ سے معرکہ آرا رہا اور اُس میں تکرر شقوق و اختلاف اقوال بشت ہوا ہیں یہاں طرف اس صورت سے غرض ہے کہ دوسرے مذہب والا جو نماز و طہارت میں ہمارے مذہب کی مراعات نہ کرے اور خروج عن الخلاف کی پڑا ہ نہ رکھے اُس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے پہلے اس احتیاط و مراعات کے معنی سمجھ لیجئے بعض باتیں مذاہب راشدہ میں مختلف فیہ ہیں مثلاً فصد و حجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا ہمارے نزدیک جاتا ہے مس ذکر و مس زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا اُن کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے دو قلعہ پانی میں اگر نجاست پڑ جائے اُن کے مذہب میں ناپاک نہ ہوگا ہمارے نزدیک ہو جائے گا اُن کے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے ہمارے یہاں ربع سر کا ضرور ہمارے مذہب میں نیت و ترتیب وضو میں فرض نہیں اُن کے نزدیک فرض و علی ہذا القیاس اس قسم کے مسائل میں باجماع ائمہ آدمی کو وہ بات چاہیے جس کے باعث اختلافِ علمائے واقع نہ ہو جب تک یہ احتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے تو محتاط شافعی فصد و حجامت سے وضو کر لیتے ہیں اور مسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے اور محتاط حنفی مس ذکر و مس زن سے وضو کر لیتے ہیں اور ترتیب و نیت نہیں چھوڑتے کہ اگرچہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہ کیا منع بھی تو نہ فرمایا پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہوگی دوسرے پر نہیں اور کر لینے میں بالاتفاق طہار ہو جائیں گے اور اپنے مذہب میں وضو علی الوضو کا ثواب پائیں گے جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے اور دوسرے مذہب کے خلاف و وفای سے کام نہیں لکھتے جمہور مشائخ کے نزدیک اُن کی اقتدا جائز نہیں کہ صحیح مذہب پر رائے مقتدی کا اعتبار ہے جب اس کی رائے پر خلل طہارت یا اور وجہ سے فساد نماز کا مظنہ ہو یہ کیونکر ایسی نماز پر اپنی نماز بن کر سکتا ہے خانیہ و خلاصہ و سراجیہ و کفایہ و نظم و بحر الفتاویٰ و شرح نقایہ و مجمع الانہر و حاشیہ مرقی الفلاح وغیرہ کتب میں اس کی

لے بشرطیکہ پانی کا کوئی وصف مثلاً یارنگ یا مزہ متغیر نہ ہو جائے ورنہ بالاتفاق ناپاک ہو جائے گا۔ ۱۲



تصریح فرمائی اور اسے علامہ سندھی پھر علامہ حلبی پھر علامہ شامی نے بہت مشائخ اور علامہ علی قاری نے عامہ مشائخ کرام سے نقل کیا فتاویٰ علمگیری میں ہے الاقتداء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان اکامام یجامی مواضع الخلاف بان یتوضاً من الخارج النجس من غیر السبیلین کالفصد ولا ینکون متعصباً ولا یتوضاً من الماء الرکذ القلیل یغسل ثوبه من المنی ویفرک الیابس منه ویستحس برأسه هکذا فی النهایة والكفاية ولا یتوضاً بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسة کذا فی فتاویٰ قاضی خاں ولا بالماء المستعمل هکذا فی السراجیة ام ملخصاً فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے اما الاقتداء بشافعی المذہب قالوا لا بأس به اذا لم ینکون متعصباً ولا ینکون متوضاً من الخارج النجس من غیر السبیلین ولا یتوضاً بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسة ام ملخصاً فتاویٰ امام طاہر بن عبد الرشید بخاری میں ہے الاقتداء بشافعی المذہب ان لم ینکون متعصباً ویکون متوضاً من الخارج من غیر السبیلین ولا یتوضاً بالماء الذی وقعت فیہ النجاسة وهو قد رقتین یجوز ام ملخصاً جامع الروز میں ہے هذا اذا علم بالاحتراز عن مواضع الخلاف فلو مشک فی الاحتراز لم یجز الاقتداء مطلقاً کما فی النظم فلا بأس به اذا لم یتعصب اسی لم یغض للحنفی اوساق الکلام فی مسائل المراعاة فجمع وادعی ثم قال (اکل فی بحر الفتاویٰ شرح متقی البحر میں ہے جواز اقتداء الحنفی بالشافعی اذا کان الامام محتاط فی مواضع الخلاف علامہ احمد مصری حاشیہ نور الایضاح میں فرماتے ہیں صحۃ الاقتداء اذا کان محتاط فی مواضع الاختلاف کان یجد والوضوح بخروج فحود مردان یمسوا رأسه وان یغسل ثوبه من منی او یفرک اذا جفت الخ والاحتراز میں ہے قال کثیر من المشائخ ان کان عادته مراعاة مواضع الخلاف جاز ولا فلا ذکرہ السنندی المتقدم ذکرہ ح قلت وهذا بناء علی ان العبرة لرأی المقتدی وهو الاصح الخ اسی میں ہے فی رسالۃ الاہتداء فی الاقتداء لمن لا علی القاری ذہب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان محتاط فی مواضع الخلاف والا فلا اسی طرح اور کتب میں تصریح ہے بقی ان الشافعی نقل عن القاری بعد قوله المذکور المعنی انه یجوز فی المرعی بغیر کراہۃ وفي غیرہ معها اھ **اقول** وهذا یخالف تصریح الہندیۃ بعد الصحة لکن لا ینکر علی لانی انما عبرت بعدم الجواز الشامل للفساد وکراہۃ التحریم فینطبق علی تفسیر القاری وتصریح الہندیۃ جسیعاً والذی ینظر لی وارجوان ینکون هو الصواب انشاء اللہ تعالیٰ ان البطلان انما هو اذا علم عدم المراعاة فی خصوص الصلاة کما اختاره العلامة السفناقی وجزم بہ فی وترالدروغیرہ والا فالصواب مع القاری فتصویر عدم العلم بالمفسد وتکرر لکونہ غیر محتاط وان حملت الصحة فی کلام الہندیۃ علی الجواز وان کان فیہ بعد فیتوافق القولان ومن الدلیل علی هذا الحمل ان صاحب الہندیۃ ادخل کلام قاضی خاں تحت مسئلۃ عدم الصحة وانما نص الخانیۃ کما سمعت تعلین نفی البأس بتلك الشرائط فانما ینفید بمفہوم المخالفة وجود البأس عند عدمہا وجود البأس لا ینتزم البطلان نعم هو مساو لعدم الجواز بمعنی عدم الحل للجماع لکراہۃ التحریم ویؤید ذلك ما نص علیہ العلامة الحلبي فی الغنیۃ الاختلاف انما هو فی الکراہۃ والا ففعل الجواز یعنی الصحة الاجماع

لہ قلت ای بحث تقع المسألة فیہ بنا علی نجاسة الماء المستعمل ۱۳ من ۱۱ قلت ای اذا بلغ حد المنع ۱۶ من ۱۱ قلت ای لا یجوزی باقل من ۱۳ من ۱۱ قلت ای تفسیر غیرہ کا تخانیۃ بالقلیل ۱۳ من

تہم لا یدہبن عنک ان الکراہۃ ہہنا للتحريم اذ هو الذی یصح تفسیر عدم الجواز بہ کما فعل القاری فافہم وتثبت ہذا ما ظہر لی وقد بقی خیایا والعبد الضعیف حقق الکلام فی ہذا المرام فی فتاویٰ الملقبۃ بالعطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویۃ وباللہ التوفیق سبحن اللہ جبکہ بے احتیاط شافعی کے پیچھے نماز جمور المئہ کے نزدیک ناجائز تو ان مبتدعین تہورین کو اہل حق و ہدایت سے کیا نسبت ان کے پیچھے بدرجہ اولیٰ ناجائز و ممنوع تر ہونا چاہیے کما لا یخفی تنبیہ خانیہ و خلاصہ و نہایہ و کتایہ و بحر الفتاویٰ و شرح نقایہ و ہندیہ کے نصوص سن چکے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اس کی تفسیر گزری کہ متعصب وہ جو حنفیہ سے بغض رکھتا ہو اب غور کر لیجیے کہ غیر مقلدین کو نہ صرف حنفیہ بلکہ تمام مقلدین المئہ دین سے کس قدر بغض شدید و کین مدید ہے خصوصاً جو عنایت حضرات حنفیہ خصم اللہ بالطافۃ الحنفیہ کے ساتھ ہے بیان سے باہر تو ان روایات پر یہ جہادگانہ ذیل ہوئی ان کی اقتدا ناجائز ہونے کی لکن قتال المحقق فی الفہم لا یخفی ان تعصبہ انما یوجب فسقہ اہا قول قد علمت ان عدم الجواز بمعنی عدم الحل الصادق بکراہۃ التحريم وان الصلاۃ خلف الفاسق مکروہۃ تحریم فان اعيد الا شکل بما فی الہندیۃ اعدنا الکلام بما قد مناوح یؤول ہذا الدلیل الی الدلیل الثانی کما لا یخفی و ہذا الحمل تكون الروایات مؤیدات لما حققنا من ان الکراہۃ خلف الفاسق والمبتدع کراہۃ تحريم واللہ سبحنہ بکل شیء علیم۔

## دلیل چہارم

حضرت امام الامہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو متکلم ضروریات عقائد کی بحث میں (جن میں لغزش موجب کفر ہوتی ہے) یہ چاہے کہ کسی طرح اس کا مخالفت خطا کر جائے وہ کافر ہے کہ اس نے اس کا کافر ہونا چاہا اور مسلمان کو مبتلائے کفر چاہنا رضا بالکفر ہے اور رضا بالکفر آپ ہی کفر علماً فرماتے ہیں ایسے متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں فتح القدیر میں ہے قال صاحب المجتبى واما قول ابی یوسف لا تجوز الصلاۃ خلف المتکلم فیمجوز ان یرید الذی قدرہ ابو حنیفۃ حین رآئ ابنہ سجاداً یناظر فی الکلام فنہا فقال رأیتک تناظر فی الکلام وتنہانی فقال کنا نناظر وکان علی رؤسنا الطیر مخافۃ ان یزل صاحبنا وانتم تناظرون وتزیدون زلۃ صاحبکم ومن ازاد زلۃ صاحبہ فقد اراد ان یکفر فہو قد کفر قبل صاحبہ فہذا ہوا الخوص المنہی عنہ و ہذا المتکلم لا یجوز الا اقتداء بہ انتہی جب اس متکلم کے پیچھے نماز ناجائز ہوئی جس کے انداز سے کفر غیر پر رضا

لہ قول ایسے ہی شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ سے بغض رکھنے والا عند من راہ اللہ من التعصب کہ اجماع سے بغض نہ رکھے گا مگر بد مذہب اور بد مذہب کے پیچھے نماز ممنوع ۱۲ منہ سلمہ کافر ہے یہ را کہ اس کفر کا اندیشہ ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ فی الخلاصۃ سمعت القاضی الامام (برید الامام ابو جہل قاضی خاں) ان اراد تجیل انھم کفر قال و عندی لا کفر و یجشی علیہ الکفر اھ وقال العلامة بدر الرشید الحنفی فی رسالۃ فی کلمات الکفر فی المحيط من رشتی کفر نفسہ فقد کفر ای اجماعاً و کفر غیرہ اختلاف المشائخ و ثم ذکر عن شیخ الاسلام ما حق ان یطرح علی الصدور و حاصلہ انہ انما یكون کفراً اذا کان یستحقہ ثم قال (وقد عثرنا علی روایۃ ابی حنیفۃ ان الرضا کفر الغیر کفر من غیر تفصیل اھ قلت وہی ہذہ الروایۃ الخی ذکر فی المجتبى قال العلامة القاری بعد نقل ما فی رسالۃ البیدر الجواب ان روایۃ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اذا كانت بحملہ او بحارۃ مطلقۃ قلنا ان تفصلاً و تقيماً علی مقتضى القول عدا حقیقۃ ۱۰ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ سلمہ رہ۔



یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ سو برس کے عامہ مومنین معاذ اللہ سب کفار و مشرکین ہوئے نہ سہی آخر اتنا تو اجلہ یہ بیعت سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار کہ صد ہا برس سے لاکھوں اولیا علما محدثین فقہاء عامہ اہلسنت واصحاب حق و ہدی غاشیہ تقلید المذہب و شیوخ بہت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی کوئی شافعی کوئی مالکی کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت ان چار مذہب میں مختصر ہو گیا جیسا کہ اُس کی نقل سید علامہ احمد مصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے شروع دلیل اول میں گزری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے معتمدین و مستندین طائفہ سے ہیں تفسیر منظری میں لکھتے ہیں اہل السنة قد اختلفت بعد القرون الثلاثة او الاربعہ علی اربعہ مذاہب ولم یبق فی الفروع سوى هذه المذہب الاربعہ اہلسنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذہب پر تقسیم ہو گئے اور فروع میں ان مذاہب الاربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا (طبقات حنفیہ و طبقات شافعیہ و غیر ہما تصانیف علما دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ان چاروں مذہب کے مقلدین کیسے کیسے اللہ ہدی والا کبر محبوبان خدا گزرے جنہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو مثلاً حنفی یا شافعی کہا اور ہمیشہ اسی لقب سے یاد کئے گئے اور ہمیشہ اپنے ہی مذہب پر فتوے دیے اور ہمیشہ اُسی کی ترویج میں دُفر لکھے یہ سب تو معاذ اللہ تمہارے نزدیک چنیں و چناں ہوئے جانے دو عمل نہ سہی قول تو مانو گے اُن جماعات کثیرہ علماء کو کیا جانو گے جنہوں نے تقلید شخصی کے حکم دیے اور یہی اُن کا مذہب منقول ہوا امام مرشد الانام محمد غزالی قدس سرہ تعالیٰ احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں مخالفتہ للقلد متفق علی کو نہ منکرنا بین المحصلین تمام منتہی فاضلوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شیعہ و واجب الانکار ہے) شرح نقایہ میں کشف اصول امام بزدوی سے منقول من جعل الحق متعددہ کا لمعتزلہ اثبت للعامی الخیار من کل مذہب ما یجواہ ومن جعل واحد العلماء الزم للعامی اماما واحدا یعنی جن کے نزدیک مسائل نزاع میں حق متعدد ہے کہ ایک شے جو مثلاً ایک مذہب میں حلال دوسرے میں حرام ہو تو وہ عند اللہ حلال بھی ہے اور حرام بھی وہ تو عامی کو اختیار دیتے ہیں کہ ہر مذہب سے جو چاہے اخذ کر لے یہ مذہب معتزلہ و غیر ہم کا ہے اور جو حق کو واحد مانتے ہیں وہ عامی پر امام معین کی تقلید واجب کرتے ہیں یہ مذہب ہمارے علما و غیر ہم کا ہے (علامہ زین بن نجیم مصری صاحب بحر الرائق و اشباہ و غیر ہما رسالہ کبار و صغائر میں فرماتے ہیں اما الکبار فقالوا ہی بعد الکف الزنا واللواطہ و شرب الخمر و مخالفتہ المقلد حکم مقلدہ اہ مختصرا یعنی کبیر و گناہ علمائے یوں گناہے کہ عیاذ باللہ سب میں پہلے تو کفر ہے پھر زنا و اغلام و شراب بخاری اور مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا) ظل دخل میں ہے علماء الفریقین لم یجوزوا ان یاخذوا العامی الحنفی الا بحد مذہب ابی حنیفہ والعامی الشافعی الا بحد مذہب الشافعی و دون فروع کے علما یہ جائز نہیں رکھتے کہ عامی حنفی مذہب ابو حنیفہ یا عامی شافعی مذہب شافعی کے سوا دوسرے مذہب پر عمل کرے (شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ) میں لکھتے ہیں المرجع عند الفقہاء ان العامی المنتسب الی مذہب لہ مذہب فلا تجوز لہ مخالفتہ فقہاء کے نزدیک ترجیح اسے ہے کہ عامی جو ایک مذہب کی طرف انتساب رکھتا ہے وہ مذہب اُس کا ہو چکا اُسے اُس کا خلاف جائز نہیں) اب فرمائیے تمام منتہی فاضل جن سے امام غزالی ناقل کہ ترک تقلید شخصی کو منکر و ناجائز اتنے اکابر امام جن کے قول سے کشف کا شفع کہ تقلید امام معین کو واجب ٹھہراتے مشائخ کرام جن کے صحاب کلام سے صاحب بحر متفق کہ ترک تقلید شخصی کو گناہ کبیرہ کہتے علمائے فریقین و فقہائے عظام جن سے ظل دخل و شاہ ولی اللہ عالمی کہ تقلید معین کی مخالفت ناجائز رکھتے یہ سب تو معاذ اللہ تمہارے طور پر صریح کفار و مشرکین ٹھہرے

اس سے بھی درگزر و ان اللہ دین کی خدمات عالیہ میں کیا اعتقاد ہے جنہوں نے خود اپنی تصانیف جلیلہ و کلمات جمیلہ میں وجوب تقلید معین وغیرہ ان باتوں کی صاف صریح تصریحیں فرمائیں جو تمہارے مذہب پر خالص کفر و شرک ہیں ان سب کو تو نام بنام تبیین اسم (خاک بدمان گستاخاں) معاذ اللہ کافر و مشرک کہیے گا یہ نوجو رسالہ کو اطلاع اہل حق کے لیے ایک مختصر فتوے ہے جو اپنے منصب یعنی اظہار حکم فقی کو پہنچ احسن ادا کر چکا اور کرتا ہے اس میں ان اقوال و افروہ و نصوص مشکاثرہ کی گنجائش کہاں۔ مگر انشاء اللہ العظیم تو فتن ربانی مساعادت فرمائے تو فقیر ایک جامع رسالہ اس باب میں ترتیب دینے والا ہے جو ان اقوال کثیرہ سے جملہ صاحب کو ایک نئے طرز پر جلد دے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ غیر مقلدین کے اصول مذہبی کو ان کے مستندین ہی کے کلمات مستندہ سے ایک ایک کر کے متاصل کرے گا میں یہاں صرف ان اللہ دین و علمائے مستندین کے چند اسماء شمار کرتا ہوں جو خاص اپنے ارشادات و تقریحات کے رو سے مذہب غیر مقلدین پر کافر و مشرک ٹھہرے والیعاذ اللہ رب العالمین ان میں سے ہیں امام ابو بکر احمد بن اسحاق جوزجانی تلمیذ التلمیذ امام محمد امام ابن السمعانی امام کیا ہر اسی امام اجل امام الحرمین امام محمد محمد بن غزالی امام برہان الدین صاحب ہدایہ امام طاہرین احمد بن عبدالرشید بخاری صاحب خلاصہ امام کمال الدین محمد بن الہمام امام علی خواص امام عبدالوہاب شمرانی امام شیخ الاسلام زکریا انصاری امام ابن حجر کی علامہ ابن کمال باشا صاحب الصیاح و اصلاح علامہ علی بن سلطان محمد قاری کی علامہ شمس الدین محمد شارح نقایہ علامہ زین الدین مصری صاحب بحر علامہ عمر بن نجیم مصری صاحب نہر علامہ محمد بن عبداللہ غزالی قمر تاشی صاحب تنویر الابصار علامہ خیر الدین رملی صاحب فتاویٰ خیرہ علامہ سیدی احمد حموی صاحب غفر علامہ محمد بن علی دمشقی صاحب درو خرائن علامہ عبدالباقی زرقانی شارح مواہب علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد بن حسین حسینی صاحب جواہر اخلاطی علامہ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی علامہ احمد شریف مصری طحاوی علامہ آفندی امین الدین محمد شامی صاحب منیہ صاحب سراجیہ صاحب جواہر صاحب مصنف صاحب ادب العقال صاحب تہذیب صاحب مجمع صاحب کشف مؤلفان علیگیر کہ باقر مؤلف امداد المسلمین پانسو علمائے حق یہاں تک کہ جناب شیخ مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب قاضی ثناء اللہ بانی پتی حتیٰ کہ خود میاں نذیر حسین دہلوی اور ان کے اتباع و مقلدین گروہوں کہ اناھما اللہ من حیث کلا شیعرا و ن والحمد للہ رب العلمین ۵ اور لطف یہ ہے کہ ان میں وہ بھی ہیں جن سے خود امام العصر و دیگر متکلمین طائفے نے براہ ہجرت و تجاہل استناد کیا اور ان کے اقوال باہرہ و کلمات قاہرہ کو جو اصول طائفہ کے صریح بیلکن تھے دامن عتاری میں چھپالیا میں انشاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ میں یہ بھی ثابت کروں گا کہ علمائے سلف سے ان کے استناد محض مفالطہ و تبلیغ عوام ہیں ان کے مذہب کو ان سے اصلا علاقہ نہیں بلکہ خود ہی اقوال جنہیں اپنی سند ٹھہراتے ہیں ان کے اصول مذہب کی بنیاد گراتے ہیں مگر حضرات کو موافق و مخالف کی تیز بینی یا ہے تو قصد اغوائے جمال کو سبزاغ دکھاتے ہیں میں بحول اللہ تعالیٰ اس رسالے میں یہ بھی تنبیہ کروں گا کہ اپنے مباحثہ میں ان حضرات کا تقلید شخصی کے وجوب و عدم وجوب کی بحث چھیڑ دینا ناکید و فریب دہیسی بزدیب ہے کہ اہل تعین و اصحاب تخیر دونوں فریق جواز تعین و عدم حرج کو تسلیم کیے ہوئے ہیں جن کے نزدیک سرے سے تقلید مشرک و کفر ان کے مسلک سے اسے کیا تعلق وہ امر ابتدائی یعنی عدم شرک و جواز کو طے کر لیں اس کے بعد آگے چلیں یہ چالاک لوگ اپنے پیادہ آسان کرنے کو ادھر سے ادھر طرفہ کر جاتے ہیں اور ہماری

طرف کے ذی علم ارتقاء اللعان اُس میں گفتگو کرنے لگتے ہیں حالانکہ اگر کشتن روز اول باید ابتدائاً ان ہوشیاروں کی راہ روکا جائے کہ پہلے شرک پھر جہت سے جان بچا لیجئے اُس کے بعد آگے قصد کیجیے۔ فریقین کے اقوال کے اقوال ان حضرات کے رد میں یک دل و یک زبان اور طرفین کے علما ان کے زعم پر معاذ اللہ مشرک و گمراہ ہوتے ہیں یکساں بلکہ میں بفضلہ تعالیٰ ثابت کروں گا کہ اقوال تخییران کی رد و تکذیب میں اتم و اکمل ہیں پھر ان سے استناد دیا اُن کا تذکرہ عجب تماشا ہے میں بوند تعالیٰ یہ بھی واضح کروں گا کہ ان حضرات کو ابھی خود اپنا ہی مسلک منقح نہیں ہوا ہے متن نقض کلام متخالف احکام لکھتے اور جمل جیسا موقع پاتے ہیں ویسا ہی بیان کر جاتے ہیں دعویٰ میں کچھ دلیل میں کچھ اعتراض میں کچھ جواب میں کچھ کبھی ایک پائے پر قرار نہیں کرتے اور بیشک تمام اہل بدعت کا یہی دتیرہ ہے خصوصاً جو اس قدر نو پیدا ہو کر آخو جتے جتے ایک زمانہ چاہیے میں یہاں اصل نزاع کی بحث و تحقیق میں نہیں ان کے اقتدا کا حکم واضح کرنا ہے لہذا اُس کی طرف رجوع مناسب بالکل اصلاً محل شہ نہیں ان صاحبوں نے تقلید کو شرک و کفر اور مقلدین کو کافر و مشرک کہہ کر لاکھوں کروڑوں علما و اولیا و صلحا و اصفا بلکہ امت مروجہ محمدیہ علی مولہا و علیہ الصلوٰۃ و التیمۃ کے دین حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا وہی علامہ شامی قدس سرہ السامی کا ان کے اکابر کی نسبت ارشاد کہ اپنے طائفہ تالفہ کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے خواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر وہ خود کافر ہے اور طرہ یہ کہ اس فرقہ اظاہرہ کو ظاہر احادیث ہی پر عمل کا بڑا دعویٰ ہے امام مالک و احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی و لفظ مسلسل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما اموی قال لاخیه کافر فقد باء بها احدہما ان کان کما قال و الا رجعت علیہ یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقہ کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پڑے گا صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء بها احدہما جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک کی رجوع اس طرف بیشک ہو امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس من دعا رجلاً بالكفر او قال عدو الله و لیس کذا لک الا حار علیہ ولا یرمی رجل رجلاً بالفسق ولا یرمیہ بالكفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذا لک جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو یہ کہنا اسی پر پڑے گا اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر اڑا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہوا (ہذا مختصراً) امام ابن حبان اپنی صحیح مسے بالتقاسیم و الا نواع میں بسند صحیح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما کفر رجل رجلاً قط الا باء بها احدہما ان کان کافراً و الا کفر بتکفیرہ یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اُس سے نجات پا جائیں بلکہ اُن میں ایک پر ضرور دگر گئی اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اُسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا) علما فرماتے ہیں یوں ہی کسی کو مشرک یا زندقہ یا ملحد یا منافق کہنا علامہ عارف باللہ شہیدی عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں در حدیث ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں من دعا رجلاً بالكفر بالله تعالیٰ او بالشک بہ و کذا لک بالزندقة و الالحاد و النفاق الکفری اء ملخصاً اور زیر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کذا لک یا مشرک و نحوہ **اقول** و باللہ التوفین یعنی خود

انہیں احادیث سے ثابت کہ ہر مشرک عدو اللہ ہے اور عدو اللہ کہنے کا حکم خود حدیث میں مصرح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ فاسق کہنا بھی پلٹتا ہے تو مشرک تو بہت بدتر بلکہ اجنبی اسام کفار سے ہے تو عموماً یا کافر میں بھی داخل اولیٰ رکھتا ہے۔ والیاء باللہ بخیرہ و تعالیٰ وجہ اس پلٹنے کی جس طرح ارباب قلوب نے افادہ فرمائی یہ ہے کہ مسلمان کا حال مثل آئینہ کے ہے صبح ترک و ہند و درمن آن بندہ کہ دوست بہ المرؤۃ یفیس علی نفسه جب اس نے اسے کافر یا مشرک یا فاسق کہا اور وہ ان عیوب سے پاک تھا تو حقیقتاً یا وضاً ذمیمہ اسی کہنے والے میں تھے جن کا عکس اُس آئینہ الہی میں نظر آیا اور یہ اپنی سفاہت سے اُس کریمہ بدنامی شکل کو آئینہ تاباں کی صورت سمجھا حالانکہ دامن آئینہ اس لوٹ و غبار سے صاف و منترہ ہے یہ تو حدیث تھی جو حکم بقولون من خیر قول البریۃ ان کا زبانی وظیفہ ہے اور دل کا وہی حال جو حدیث میں ارشاد فرمایا لا یجاوز تراقیہم اب فقہ کی طرف چلے بہت اکابر ائمہ مثل امام ابو بکر اعمش وغیرہ علمائے بلخ و بعض ائمہ بخارا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم احادیث مذکورہ پر نظر فرما کر اس حکم کو یوں مطلق رکھتے اور مسلمان کی تکفیر کو علی الاطلاق موجب کفر جانتے ہیں یہی سبب التعلیل نامی شرح درر و غرر مولیٰ خسرو میں فرماتے ہیں لو قال للمسلم کافر کان الفقیہ ابو بکر الاعمش یقول کفر وقال غیرہ من مشایخ بلخ لا یکفر واتفقت ہذا المسئلۃ بخارا فاجاب بعض ائمۃ بخارا انہ یکفر فوجہ الجواب الی بلخ انہ یکفر فمن اختلفی بخلاف قول الفقیہ ابی بکر رجع الی قولہ الخ ملخصاً رسالہ علامہ بدر رشید پھر شرح فقہ اکبر لعل علی قاری میں ہے فوجہ الکمل الی فتویٰ ابی بکر النخعی وقالوا کفر الشاتم احکام میں بعد عبارت مذکورہ کے ہے ویلغی ان لا یکفر علی قول ابی الیث و بعض اثبۃ بخارا اور مذہب صحیح و معتد و مرجع فقہائے کرام تفصیل ہے کہ اگر بطور سب و دشنام بے اعتقاد تکفیر کیا تو کافر نہ ہوگا جیسے۔ یہاں کوں بے قید وں کو خربے بجام و رنگ بے زنجیر کہیں کہ معنی حقیقی مراد نہیں در نہ کافر ہو جائے گا فتاویٰ ذخیرہ و فصول عمادی و شرح درر و غرر و شرح نقایہ برجندی و شرح نقایہ قستانی و نہر القائن و شرح وہبانیہ علامہ عبدالبر و درمختار و حادیقہ ندیہ و جواہر خلاطی و فتاویٰ علیگیری و رد المحتار وغیرہ کتب معتدہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار و مختار الفتویٰ و مفتی نہ ہے علیٰ فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اُسے کافر سمجھا اور وہ کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہ وہ کافر ہے۔ اقول و باللہ التوفیق تو ضیح اس دلیل کی علیٰ حسب مرامہم یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہو سکیں فان الکفر و الاسلام علی طرفی النقیض بالنسبۃ الی الانسان لا یجتمعان ابدالاً ولا یرتفعان قال تعالیٰ اَمَّا شَاکِرًا وَاَمَّا کَفُورًا وَاَمَّا جَعَلْنَا رِجْلًا مِنْ قَلْبَیْنِ فِی جَوْفِہٖ اَب جوشخص مثلاً زید بن کافر کہتا ہے اس کے یہ معنی کہ اُس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے متصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لا جرم یہ خاص اسی دین کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید انصاف رکھتا ہے اور وہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دین اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر اب عبارات علمائے ہند یہ میں ہے المختار للفتویٰ فی جنس ہذا المسائل ان القائل بمثل ہذا المقالات انکان اراد المشتد ولا یعقده کافر الا یکفر وان کان یعقده کافر ا فحاطبہ بھذا ابتداء علی اعتقادہ انہ کافر یکفر کفائی الذخیرۃ انتھی زاد الشامی عن النہما عن الذخیرۃ لانه لما اعتقد المسلم کافر اعتقد دین الاسلام کفر و مختار میں ہے عن الشاتم



بیا کافر و هل یکفر ان اعتقد المسلم کافر انعم والا لابه یفتی علامہ ابرہیم اخلاطی نے فرمایا المختار للفتویٰ فی جنس هذه المسائل ان القائل اذا اراد به الشتم لا یکفر واذا اعتقد کفر المخاطب یکفر لانه لما اعتقد المسلم کافر ان فقد اعتقد ان دين الاسلام کفر ومن اعتقد هذا فهو کافر علامہ عبد العلی نے شرح مختصر الوقایہ میں فرمایا قد اختلفت فی کفر من ینسب مسلماً الی الکفر ففی فضول العمادیۃ اذا قال لغيره یا کافر کان الفقیہ ابو بکر الاعمش یقول یکفر القائل وقال غیرہ لا یکفر والمختار للفتویٰ فی جنس هذه المسائل الخ ذکر مثل ما مر عن الذخیرۃ بنقل الہندیہ والہم معاً سواً بسواً علامہ شمس الدین محمد نے جامع الرموز میں فرمایا المختار انہ لو اعتقد هذا الخطاب شتماً لم یکفر ولو اعتقدت الخطاب کافر ان کفر لانه اعتقد الاسلام کفر کما فی العمادی وما فی المواقف انہ لم یکفر بالاجماع اريد به اجماع المتکلمین مجمع الاثر شرح منقح الابحر میں ہے قد ن مسلماً بیا کافر و اراد الشتم ولا یعتقد کفر اذ انہ یعز رولا یکفر ولو اعتقد الخطاب کافر کفر لانه اعتقد الاسلام کفر علامہ عبد الغنی شرح طریقہ محمدیہ میں احکام سے ناقل المختار للفتویٰ (فذکر عنین ما مر عن البرجندی و زاد) ومن اعتقد ان دين الاسلام مکفر یکفر اس مذہب مفتی بہ پر بھی اس طائفہ تالفہ کو سخت دقت کہ یہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے اور اپنی تصانیف میں لکھتے اور اس پر فتوے دیتے ہیں تو باتفاق ہر دو مذہب ان کا کفر ہونا لازم اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سبحن اللہ کہ کر دیکھتے چاہ کن را چاہ در راہ مسلمانوں کو ناحق مشرک کہتا تھا احادیث صحیحہ و مذاہب ائمہ کرام و فقہائے عظام پر خود انہیں کے ایمان کے لئے بڑ گئے یہ

دیدم کہ خون ناحق پرواز شمع را      چنداں اماں ندا کہ شب را سحر کند

ماذا اخاضک یا مغرور فی الخطر      حتی هلکت فلیت النمل لم تقدر

مگر حاش شہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہیں جو چاہیں کہیں ہم زہار ان کو کفار نہ کہیں گے ہاں ہاں یوں کہتے ہیں اور خدا و رسول کے حضور کہیں یہ لوگ آثم ہیں خا طی ہیں ظالم ہیں بدعتی ہیں ضال ہیں مضل ہیں غوی ہیں مبطل ہیں مگر مہیات کافر نہیں مشرک نہیں اتنے بد راہ نہیں اپنی جانوں کے دشمن ہیں عدو اللہ نہیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کفوا عن اهل لا اله الا الله لا تکفروا و هم بذنب فمن کفر اهل لا اله الا الله فهو الی الکفر اقرب یعنی لا اله الا الله کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر نہ کہو جو لا اله الا الله کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے اخراجہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلث من اصل الایمان الکفر محض قال لا اله الا الله ولا یکفر بذنب لا یخرجہ من الاسلام بعمل الحدیث یعنی اصل ایمان سے ہے یہ بات کہ لا اله الا الله کہنے والے سے زبان روکی جائے اُسے کسی گناہ کے سبب کافر نہ کہیں اور کسی عمل پر دائرۃ اسلام سے خارج نہ بنائیں اخراجہ ابوداؤد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاسلام یعلو ولا یعلی اسلام غالب ہے مغلوب نہیں اخراجہ اللہ الا قطنی

والبیہقی والضياء عن عائذ بن عمر والمذا فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تکفر واحد من اهل القبلة اهل قبلہ سے کسی کو کہ فرزند کو یا خوجہ العقیلی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیثیں اور اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد لا تکفر احد من اهل القبلة اور اپنے علمائے محققین کا فرمانا لا یخرج الانسان من الاسلام الا بحمود ما ادخله فیہ یاد ہے اور جب تک تاویل و توجیہ کی سب قابل احتمال ضعیف راہیں بھی بند نہ ہو جائیں مدعی اسلام کی تکفیر سے عمد پھر ان چاروں حدیثوں میں بھی مثل احادیث اربعہ سابقہ صلاح و دیانت طائفہ کے لیے پورا مرثیہ اور انھیں سے ظاہر کہ یہ مدعیان عمل بالحدیث کہاں تک ہوئے نفس کو پالتے اور اُس کے آگے کیسا کیسا احادیث کو پس پشت ڈالتے ہیں هذا واقل یشہد للعبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ لہ ان ہمنا فی کلمات العلماء اطلاقی موضع التقیید کا ہو داب کثیر من المصنفین فی غیر ما مقام وانما محل الکفار یا کفار المسلم اذا کان ذلک لا عن شبهة او تاویل والا فلا فائزہ مسلم بظاہرہ ولم یؤمر بشق القلوب والتطلع الی مکامن الغیوب ولم یعثر منه علی انکار شیء من ضروریات الدین فکف یحجم علی نظیر ما یحجم علیہ ذلک السفیہ هذا التحقیق عند الفقہاء الکرام لایضایذ عن بذلک من احاط بکلامہم واطلع علی مرامہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما جمعین الا تری ان الخوارج خذ لہما اللہ تعالیٰ قد الکفر والامیر المؤمنین ومولی المسلمین علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم ہم عندنا لا یکفرون کما نص علیہ فی الدار المختار ومجوز الرائق وردا المختار وغیرہا من معتبرات الاسماء واما ما مر من تقریر الدلیل علی التکفیر فانت تعلم ان لانہ المذہب لیس بمذہب واما الاحادیث فمؤولہ عند المحققین کما ذکرہ الشراح الکرام اقول ومن ادل دلیل علیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الحدیث المار فہو الی الکفر اقرب فلم یسمہ کافرا وانما قر بہ الی الکفر لان الاجتزاء علی اللہ تعالیٰ بمثل ذلک قد یکون برید الکفر والعیاذ باللہ رب العلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

### خیر تاہم اس قدر میں کلام نہیں

کہ یہ حضرات غیر مقلدین و سائر اخلاف طوائف نجد یہ مسئلہ نوں کو ناحق کافر و مشرک ٹھہرا کر ہزار ہا اکابر ائمہ کے طور پر کافر ہو گئے اس قدر مصیبت ان پر کیا کم ہے والعیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ علامہ ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں انہ یصیر ہر تدا علی قول جماعة و کفی بهذا اخسارا و تقریطا تو حکم شرع ان پر تو یہ فرض اور تجدید ایمان لازم اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں فی الدار المختار عن شرح الوہبانیۃ للعلامہ حسن الشرنبلالی ما یکون کفر الا تقا قایبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد ذنی و ما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح المسلمت کو چاہیے اُن سے بہت پرہیز رکھیں اُن کے معاملات میں شریک نہ ہوں اپنے معاملات میں انھیں شریک نہ کریں ہم اوپر احادیث نقل کر آئے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت و مخالفت سے ممانعت آئی ہے اور بیشک بد مذہب آگ ہیں اور صحبت مؤثر اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب نقب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما مثل المجلس الصلح وجلس السوء کما مل المسک ونا فوالکیر اما ان تبترع منه واما لا

وامان تجد منه ریحاً طيبة ونا فح الکبر امان یحرق ثیابک واما ان تجد منه ریحاً خبیثة نیک ہنشین اور بد جلیس کی مثال یہ ہیں ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور وہ دوسرا دھوکنی دھونکتا ہے مشک ڈالا یا تو تجھے مشک بہہ کرے گا یا تو اُس سے خریدے گا اور کچھ نہ ہو تو خوشبو تو اُسے گی اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اُس سے بدبو پائے گا رواہ الشیخان عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور شید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مثل جلیس السوء مکمل صاحب الکبران لم یصیبک من سوادہ اصابتک من دخانہ یعنی بد کی صحبت ایسی ہے جیسے لہار کی جھٹی کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہنچے گا رواہ عنہ ابو داؤد والنسائی حاصل یہ کہ اشرار کے پاس بیٹھے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما مثل القلب مثل ریشة الفلاة تعلقت فی اصل شجرة قلبها الریاح ظہر البطن دل کو قلب اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے دل کی کمادت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پٹری کی جڑ سے ایک پڑ لپٹا ہے کہ ہوائیں اُسے پٹا دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی اُٹا رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولفظہ عند ابن ماجہ مثل القلب مثل الریشة قلبها الریاح بفلاة اسنادہ جید اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعتبار الارض باسمائہا واعتبروا الصاحب بالصاحب زمین کو اس کے ناموں پر قیاس کرو اور آدمی کو اُس کے ہنشین پر اخراجہ ابن عدی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً والبیہقی فی الشعب عنہ موقوفاً ولہ فہوا ہدھا یوتقی الی درجۃ الحسن اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاک وقرین السوء فانک بہ تعرف برے مصاحب سے بچ کر تو اُس سے پہچانا جائے گا رواہ ابن عساکر عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست برعاست ہوتی ہے لوگ اُسے جیسا ہی جانتے ہیں اور بد مذہبوں سے محبت تو زہر قاتل ہے اس کی نسبت احادیث کثیرہ صحیحہ معتبرہ میں جو خطر عظیم آیا سخت ہونا کہ ہے ہم نے وہ حدیثیں اپنے رسالۃ المقالة المستفہیۃ عن احکام بدعة للکفرہ میں ذکر کیں بالجملہ ہر طرح ان سے دوری مناسب خصوصاً ان کے پیچھے ناز سے تو احتراز واجب اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا مگر دین میں ماہن یا عقل سے بجانب امام بخاری تاریخ میں اور ابن عساکر ابوالوامانہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان منکم ان تقبل صلا تکر فلیؤمکم خیارکم اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہیے کہ تمہارا نیک تمہاری امامت کریں (حاکم مستدرک اور طبرانی معجم میں مرغ بن ابی مرغ غوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان منکم ان تقبل صلا تکر فلیؤمکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم وبن ربکم اگر تمہیں اپنی نماز کا قبول ہونا خوش آتا ہو تو چاہیے جو تم میں اچھے ہوں وہ تمہارے امام ہو کہ وہ تمہارے پیغمبر میں تم میں اور تمہارے رب میں) واطنوی وبقی ابی سنن میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور شید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اجعلوا اثنتکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم وبن ربکم اپنی نیکیوں کو اپنا امام کرو کہ وہ تمہارے دھانڈیل میں دربان تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے) (قول والا حادیث وان ضعت فقد تائیدت اذ عن ثلثة من الصحابة ورودت علیہم

جسے عارضوان المولیٰ جلّ وعلا و تقدس وتعالیٰ۔ الحمد للہ کہ یہ مؤخر تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع اور چارم ذی الحجہ ورجاں افزہ و شنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ قدریہ علی صاحبہا العتبات صلاۃ و تحیۃ کو بدر سائے انتقام ہوئی۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین بدار سماء المرسلین محمد وآلہ و الائمۃ المجتہدین والمقلدین لہم باحسان الی یوم الدین والحمد للہ رب العلمین واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ الحمد واحکم۔

## بَابُ الْجَمَاعَتِ

**مسئلہ**۔ از میرٹھ خیر نگرد و ازہ خیر المساجد مرسلہ مولوی ابوالعزت محمد حبیب اللہ صاحب قادری برکاتی ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسجد خیر نگرد و ازہ کا صحن محراب کے ہر دو جانب میں سادی نہیں ہے بلکہ دست راست کی جانب ۱۶ فٹ بڑھا ہوا ہے گرمی برسات وغیرہ میں جب نماز صحن مسجد میں پڑھی جاتی ہے تو جماعت اس سرے سے اُس سرے تک قائم ہوتی ہے جو محراب کی نسبت سے دائیں جانب ۱۶ فٹ متجاوز ہوتی ہے جس کا ایک خاکہ بھی مرسلہ خدمت ہے اب دریافت طلب ہے کہ جب صحن مسجد میں جماعت قائم ہو جائے تو امام کو رعایت وسط صفت کی لازم ہے یا محاذات محراب ضروری ہے۔ بینوا توجروا

### الجواب

امام کے لیے سنت متواترہ کہ زمانہ اقدس رسالت سے اب تک منہود ہے وسط مسجد میں قیام ہے کہ صفت پوری ہو تو امام وسط صفت میں ہوا رہی بلکہ محراب حقیقی و متواتر ہے محراب صوری کہ طاق نما ایک غلا وسط دیوار قبلہ میں بنانا حادث ہے اُسی محراب حقیقی کی علامت ہے یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنائی جائے اُس کا اتباع نہ ہوگا بلکہ مراعات توسط ضروری ہوگی کہ اتباع سنت و انتقام کراہت و اشتال ارشاد حدیث توسط الامام جو بھی مسجد میں مستقر تھے وہاں یہ محراب صوری ہوتی ہی نہیں جیسے الفضل المساجد مسجد الحرام شریف اور اس میں ہر مسجد کا صحن داخل ہے کہ باختلاف موسم مسجد متقل ہے فقہائے کرام درجہ سقف کو مسجد شتوی کہتے ہیں اور غیر سقف کو مسجد صیفی جب اُن کے وسط مطابق نہ ہوں تو ہر مسجد کے لیے اُس کا اپنا وسط معتبر ہے پس صورت مستفسرہ میں جبکہ مسجد صیفی مسجد شتوی سے سولہ فٹ جانب راست زائد ہے تو امام محراب صوری اندرونی کی محاذات سے آٹھ فٹ جانب راست ہٹ کر صحن میں کھڑا ہو کہ اس مسجد کی محراب میں قیام حاصل ہو در مختار میں ہے لیصف الامام ویقف وسطا درایہ شرح ہدایہ میں ہے السنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصفت الا تری ان المحادیب ما نصبت الا وسط المساجد وہی قد عینت لمقام الامام مبسوط امام بکر خواہر زادہ میں ہے لو قام فی احد جانبی الصفت یکرہ ولو کان المسجد الصیفی یجنب الشتوی و امتلاء المسجد یقوم الامام فی جانب المحاط لیستوی القوم من جانبہ الخاثر ہاشم) واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از اردو نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع اگرہ سولہ مرسلہ محمد صادق علی خاں صاحب۔ ۲۲ رمضان شریف ۱۳۳۲ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے باہر در میں جو مشرق کی جانب ہوتا ہے اُس میں تنہا امام کو کھڑے ہو کر نماز پڑھانی کیسے

اور اکثر صاحبیں باہر کا صحن اندر کے صحن سے بہت نیچا ہوتا ہے۔ بینوا توجروا

## الجواب

امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے فی رد المحتار عن المعراج الدرایۃ عن سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انی اکوہ للامام ان یقوم بین الساریتین پھر امام و مقتدیان کا درجہ بدلا ہوتا کہ امام درجہ مسقط میں ہے اور ب مقتدی صحن میں یہ دوسری کراہت ہے کما فی جامع الرموز پھر اگر در کی کرسی صحن سے بقدر امتیاز بلند ہوئی تو یہ تیسری کراہت ہے کما فی الدال المختار والتفصیل فی فتاویٰ و ما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ڈھاکہ بنگالہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۰۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طالب العلم پر جو طلب علم دین کرتا ہے جماعت نماز بیجا نہ واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب

علماء نے طالب و مشغل علم کو احیاناً ترک جماعت میں معذور رکھا ہے بچند شروط اُس کا اشتغال خاص علم فقہ سے ہو کہ مقصود اصلی ہے نہ نحو صرف و لغت و معانی و بیان و بدیع و غیرہ اگرچہ وجہ آیت داخل علم دین ہیں اور وہ اشتغال بدرجہ استغراق ہو جس کے سبب فرصت نہ پائے نہ یہ کہ اشتغال فقہ کا ہمارے ترک جماعت کو ترک کرے اور اپنا وقت بطالت فضولیات میں گزارے جیسا کہ بہت طلبائے زمانہ کا اندازہ ہے یا حالت ایسی ہو کہ کسی وقت اہتمام جماعت کے سبب اُس کے کام میں حرج واقع ہو جس کا بند و بست نہ کر سکے نہ دوسرا وقت اس کا بدل سکتا ہو مثلاً ایک مجمع طلبہ کے ساتھ فقہ کا درس رکھتا ہے اگر اس جماعت کو جائے یہ جماعت نہ پائے پھر بائیں ہمہ کسل نفس کے لیے اس مسئلہ کو حیلہ بنا کر ترک جماعت پر مداومت نہ کرے بلکہ احیاناً واقع ہو ورنہ معذور نہ ہو گا بلکہ سختی تعزیر پھرنے کا درختار میں دربارہ اعذار ترک جماعت لکھا کہ الاشتغال بالفقہ لا یغیرہ کذا اجزم بہ الباقی تبعاً للبهنسی الا اذا واطب تکاسلاً فلا یعذر ویعذر۔ فوراً ایضاح و مراقی الفلاح میں ہے (و تکرار فقہ) لا یخولغہ (بجماعتہ تفوتہ) ولہ ید اوم علی ترکھا قینہ کے لفظ ہیں من لا یخبرہا لاستغراق اوقاتہ فی تکرار الفقہ الخ علامہ شامی نے فرمایا ثم اشتغال لا یغیر الفقہ فی بعض من الاوقات عذر معتبر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پٹنہ عظیم آباد مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۰۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر صفت اول کے مقتدی امام کے ایسے متصل کھڑے ہوں کہ ان کے پنجے امام کی ایڑی کے برابر ہوں یا ایک بالشت امام کی ایڑی سے پیچھے ہوں اس غرض سے کہ دوسری صفت بھی مسجد کے اندر ہو جائے حالانکہ صحن میں جگہ ہے اور صفت اول کا کوئی مقتدی امام کے پیچھے نہ ہو اس صورت میں کراہت ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو کیسی کراہت ہوگی۔ بینوا توجروا

## الجواب

صورت مستفسرہ میں بیشک کراہت تحریمی ہوگی اور ایسے امر کے مرتکب آثم و گنہگار کہ امام کا صفت پر مقدم ہونا سنت دائرہ ہے جس پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ بواجبیت فرمائی اور بواجبیت دلیل وجوب ہے اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی کا

از کتاب گناہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں ترك التقدم لامام الرجال محرم وكن صرح الشارح وسماه في الكافي  
مكروها وهو الحق اى كراهة تحريم لان مقتضى المواظبة على التقدم منه عليه الصلاة والسلام بلا ترك الوجوب فلعنه كراهة  
التحريم اى میں ہے مقتضى فعله صلى الله تعالى عليه وسلم التقدم على الكثير من غير ترك الوجوب بحر الرائق میں ہے التقدم واجب  
على الامام للمواظبة من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وترك الواجب موجب كراهة التحريم مقتضية للاشراق **قول** وبالله  
التوفيق ظاہر ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ تقدم ہمیشہ یوہیں تھا کہ صفت کے لیے پوری جگہ عطا فرماتے نہ وہ ناقص وقاصر تقدم  
جو سوال میں مذکور ہوا دلیل واضح اس پر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکمیل صفت کا نہایت اہتمام فرماتے اور اس میں کسی جگہ فرج  
چھوڑنے کو سخت ناپسند فرماتے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ارشاد ہوتا اقيموا صفوكم وتراصوا فاني اراكم من وراء ظهري  
اپنی صفیں سیدھی کر و اور ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیشک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں اخوجه البخاري والنسائي  
عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه ومسلم بلفظ اقيموا الصفوف فاني اراكم خلف ظهري نہ سری حدیث میں ہے سدوا الخلل  
فان الشيطان يدخل فیما بینکم بمنزلة الخذف یعنی صفت چھدری نہ رکھو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی وضع پر اس چھوٹی ہوئی جگہ میں داخل ہوتا  
ہے رواہ الامام احمد عن امامة الباهلی رضى الله تعالى عنه اور یہ معنوں حدیث انس رضى الله تعالى عنه سے بالفاظ عدیدہ مروی ہوا امام  
احمد بسند صحیح ان سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں راضوا الصفوف فان الشيطان يقوم في الخلل یعنی صفیں خوب گھنی رکھو  
جیسے انگ سے درزیں بھر دیتے ہیں کہ فرج رہتا ہے تو اس میں شیطان کھڑا ہوتا ہے نسائی کی روایات صحیحہ میں ہے راضوا صفوكم وقاربوا بینہما  
وحاذوا بالاعتناق فالذي نفسي بيده اني لارى الشياطين تدخل من خلل الصفف كما تخال الخذف اپنی صفیں خوب گھنی اور آپس پاس  
کر و اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک میں شیاطین کو رخنے صفت میں داخل ہونے دیکھتا ہوں  
گو یا وہ بھیڑ کے بچے ہیں ابوداؤد طیالسی کی روایت میں یوں ہے اقيموا صفوكم وتراصوا فالذي نفسي بيده اني لارى الشياطين  
بین صفوكم كما نفا غنغنهف گویا وہ بکریاں ہیں بھلے رنگ کی **فائدہ** بھیڑ بکری کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اکثر دیکھا ہے کہ  
جہاں چند آدمی کھڑے دیکھے اور دو شخصوں کے بیچ میں کچھ فاصلہ پایا وہ اس فرج میں داخل ہو کر ادھر سے اُدھر نکلتے ہیں یوہیں شیطان جب  
صفت میں جگہ خالی پاتا ہے دلوں میں دوسرے ڈالنے کو آگھٹتا ہے اور بھلے رنگ کی تخصیص شاید اس لیے ہے کہ حجاز کی بکریاں اکثر اسی رنگ  
کی ہیں یا شیاطین اس وقت اسی شکل پر متشکل ہوئے۔ جو حقیقی حدیث میں اس تاکید شدید سے ارشاد فرمایا اقيموا الصفوف فانما يصفون  
بصف الملائكة وحاذوا بآئین الملائكة وسدوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم ولا تذروا فرجات للشیاطین ومن وصل صفا و  
صله الله ومن قطع صفا قطعه الله یعنی صفیں درست کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صفت بندی چاہیے اور اپنے شانے سب ایک سیدھ میں  
رکھو اور صفت کے رخنے بند کرو اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور صفت میں شیطان کے لیے کھڑکیاں نہ چھوڑو اور جو صفت کو وصل کرے اللہ  
اُسے وصل کرے اور جو صفت قطع کرے اللہ اُسے قطع کرے رواہ الامام احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر والحاکم وابن خزيمة وصحاحہ  
عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما وعند النسائي والحاکم عنه بسند صحيح الفصل الاخير اعني من قوله من وصل الخ حديث

ملائکہ کی صف بندی کا دوسری حدیث میں خود بیان آیا خراج علیہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال الا تصفون کما تصف  
 الملائکۃ عند ربھا فقلنا یا رسول اللہ کیف تصف الملائکۃ عند ربھا قال یتون الصف الاول ویتوا صفون فی الصف سید عالم صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم نے باہر تشریف لاکر ارشاد فرمایا ایسے صف کیوں نہیں باندھتے جیسے ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بستہ ہوتے ہیں ہم نے عرض کی یا رسول  
 اللہ اپنے رب کے حضور کیسی صف باندھتے ہیں فرمایا اگلی صف کو پورا کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں اخوجہ احمد و مسلم  
 و ابوداؤد و الدنمائی و ابن ماجہ عن جابر بن سمیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جانا یہ کہ اگر اگلی صف میں کچھ  
 فرج رہ گیا اور نیتیں باندھ لیں اب کوئی مسلمان آیا وہ اس فرج میں کھڑا ہونا چاہتا ہے مقتدیوں پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے تو انہیں حکم ہے کہ  
 دب جائیں اور جگہ دیدیں تاکہ صف بھر جائے فتح القدیر و بحر الرائق و مراتی الفلاح و در مختار و غیرہ میں ہے واللفظ للشیخ نبیلانی قال بعد  
 ایراد الحدیث الرابع وبهذا یعلم جمل من یستسک عند دخول احد بحجبه فی الصف یظن انه ریاء بل هو عانۃ علی ما امر بہ النبی  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نہایت یہ کہ اگر اگلی صف والوں نے فرج چھوڑا اور صف دوم نے بھی اس کا خیال نہ کیا مگر اپنی صف گھنی کر لی اور  
 نیتیں بندھ گئیں حالانکہ ان پر لازم تھا کہ صف اول والوں نے بے اعتدالی کی تھی تو یہ پہلے اس کی تکلیف کر کے دوسری صف باندھتے اب ایک شخص آیا  
 اور اس نے صف اول کا رخ نہ دیکھا اسے اجازت ہے کہ اس دوسری صف کو چیر کر جائے اور فرج بھر دے کہ صف دوم بے خیالی کر کے آپ تقصیر  
 ہے اور اس کا چیز نادرہ۔ قنیہ و بحر الرائق و شرح نور الایضاح و در مختار و غیرہ میں ہے واللفظ للشرح التوزیر لو وجد فرجۃ فی الاول لا الثانی  
 لہ خرق الثانی لتقصیرہم بھر میں ہے لاحرمۃ لہم لتقصیرہم یہیں اس رخ نہ بندی کے لیے پھیل صف کے نازیوں کے آگے گزرتا جائے  
 کہ انہوں نے خود اس اعظم میں بے پرواہی کر کے جس کا شرع میں اس درجہ اہتمام تھا اپنی حرمت ماقط کر دی۔ قنیہ میں ہے قام فی اخر صف  
 و بینہ و بین الصفون مواضع خالیۃ فللاخل ان یربین ہدایہ لوصول الصفون لانه اسقط حرمۃ نفسه فلا یانثر المار  
 بہن ید یہ حدیث میں ہے من نظر الی فرجۃ فی الصف فلیسدا ہا بنفسہ فان لم یفعل فمر مار فلیخط علی رقبتہ و نازہ  
 لاحرمۃ لہ یعنی جسے صف میں فرج نظر آئے وہ خود وہاں کھڑا ہو کر اسے بند کر دے اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو وہ اس کی گردن پر قدم  
 رکھ کر چلا جائے کہ اس کے لیے کوئی حرمت نہ رہی اخوجہ الدبلی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہیں اگر صف دوم میں کوئی  
 شخص نیچ باندھ چکا اس کے بعد اسے صف اول کا رخ نہ نظر آیا تو اجازت ہے کہ عین نماز کی حالت میں چلے اور جا کر فرج بند کر دے کہ پیش قیام  
 حکم شرع کے امتثال کو واقع ہوئی ہاں دو صف کے فاصلہ سے نہ جائے کہ مٹھی کثیر ہو جائے گی علامہ ابن امیر الحاج علیہ میں ذخیرہ سے ناقل  
 ان کان فی الصف الثانی فرأی فرجۃ فی الاول فمشی الیھا لم تفسد صلاتہ لانه ما صور بالمراصۃ قال علیہ الصلوۃ والسلام  
 تراصوا فی الصفون ولو کان فی الصف الثالث تفسد علامہ ابن عابدین رد المحتار میں فرماتے ہیں ظاہر التعلیل بالامرانہ یطلب  
 منہ المشی الیھا تامل ثم اقول و باللہ التوفیق یہ احکام فقہ و حدیث باعلیٰ نہادنا دی کہ وصل صفون اور ان کی رخ نہ بندی اہم  
 ضروریات سے ہے اور ترک فرج منوع و ناجائز یہاں تک کہ اس کے دفع کو نازی کے سامنے گزر جانے کی اجازت ہوئی جس کی بابت حدیثوں  
 میں سخت نہی وارد تھی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو یعلم العاربین یدی المصلی ما ذاعلیہ لکان ان یقف اربعین



خیر اللہ من ان یمربین ید یہ اگر نمازی کے سامنے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کتنا گنہ ہے تو چالیس برس کھڑا رہنا اس گزر جانے سے اُسکے حق میں بہتر تھا اخرجہ الاثمہ احمد والسنة عن ابی جھیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال الحافظ فی بلوغ المرام ووقع فی البزاس من وجہ اخرا ربیعین خریفا قلت والاحادیث یفسر بعضها بعضا اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو یعلم احدکم ماله فی ان یمربین یدی اخیہ معترضاً فی الصلاة کان لان یقیم ماته عام خیر له من الخطوة التي خطاها اس میں تئو برس کھڑا رہنا اس ایک کام رکھنے سے بہتر فرمایا رواہ احمد وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام طحاوی فرماتے ہیں پہلے چالیس ارشاد ہوئے تھے پھر زیادہ تعظیم کے لیے تئو فرمائے گئے تیسری حدیث میں ہے لو یعلم الماربین یدی المصلی لاحت ان یکسر فخذہ ولا یمربین ید یہ اگر نمازی کے آگے گزرنے والا دانش رکھتا تو چاہتا اس کی ران ٹوٹ جائے مگر نمازی کے سامنے سے نہ گزرے۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ عن عبد الحمید بن عبد الرحمن منقطع۔ چوتھی حدیث میں ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا صلی احدکم الی شئ یستره من الناس فاراد احد ان یجتاز بین ید یہ فلیدفعه فان ابی فلیقاتله فانما هو شیطان۔ جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور کوئی سامنے سے گزرنا چاہے تو اسے دفع کرے اگر نہ مانے تو اس سے قتال کرے کہ وہ شیطان ہے اخرجہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی سعید الحدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر ہے کہ ایسا شدید امر جس پر یہ تشدیدیں اور سخت تنہیدیں ہیں اُسی وقت رواد رکھا گیا ہے جب دوسرا اس سے زیادہ اشد اور اشد تھا کما لا یخفی ایک دلیل اس وجوب اور فرج رکھنے کی کراہت تحریمی پر یہ ہے دلیل دوم احادیث کثیرہ میں صیغہ امر کا وارد ہونا کما سمعت وما ترکک لیس باقل مما سدرت اس لیے ذخیرہ وحیدہ میں فرمایا انہ مامور بالاملاصۃ۔ فقہ القدر و بحوالائق وغیرہا میں فرمایا سدا الفرجات مأمور به فی الصف اور اصول میں برہن ہو چکا ہے امر مفید وجوب ہے الا ان یصرف عنہ صارف ولیل سوم علی تصریح فرماتے ہیں کہ صف میں جگہ چھوٹی ہو تو اور مقام بدکھڑا ہونا مکروہ ہے فی الخانیۃ والدار المختار وغیرہما واللفظ للعلاء لوصلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صفہ مکانا کراۃ لقیامہ فی صف خلف صف فیہ قرحۃ اور کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے الا اذا دل دلیل علی خلافہ کما نص علیہ فی الفقہ والبحر وحاشی الذر وغیرہما من تصانیف الکرام الغر ولیل چہارم احادیث سابقہ میں حدیث رابع کے وحید شدید من قطع صفا قطعہ اللہ علامہ طحاوی پھر علامہ شامی زیر عبارت مذکورہ درمختار فرماتے ہیں قول لقیامہ فی صف الخ لہل الکراہۃ فیہ تنزیہیۃ او تحویمۃ ویؤشد الی الثانی قول علیہ الصلوۃ والسلام ومن قطعہ اللہ انتھی فانہم جب یہ امر واضح ہو گیا تو اب صورت مذکورہ سوال میں دوسری وجہ کراہت تحریم کی اور ثابت ہوئی ظاہر ہے کہ جب امام وصف اول میں صرف اس قدر فاصلہ قلیل چھوٹا تو بالیقین صف اول ناقص رہے گی اور امام کے پیچھے ایک آدمی کی جگہ چھوٹے گی وہ بھی ایسی جسے وجہ تنگی مقام کوئی بھر بھی نہ سکے گا تو یہ فعل ایک مکروہ تحریمی کو مستلزم اور جو مکروہ تحریمی کو مستلزم ہو خود مکروہ تحریمی ہے محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد عبارت منقولہ صدر جواب کے فرماتے ہیں واستلزم معاذ ذکر ان جماعة النساء نکرة کراہۃ تحویر لان ملزوم متعلق بالحکم اعنی الفعل المعین ملزوم لذلك الحکم انتھی۔ بحکمہ اللہ اس تحقیق انیق سے چند سائل

نفیسہ ثابت ہوئے اولاً امام کا صفت بر تقدیم جو نبض ہدایہ و کافی وغیرہ واجب ہے وہ صرف تھوڑا آگے بڑھ جانے سے ادا نہیں ہوتا جب تک پوری صفت کی جگہ نہ چھوٹے ثانیاً ہر صفت میں اول سے آخر تک دوسری صفت کے لیے صفت کامل کی جگہ بچنا واجب ہے ثالثاً کسی صفت میں فرجہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے جب تک اگلی صفت پوری نہ کر لیں صفت دیگر ہرگز نہ باندھیں رابعاً صورت مذکورہ سوال دو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے ایک ترک تقدیم دوسری بقائی فرجہ خامساً اکثر واقع ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی تھا دوسرا آیا بائیں ہاتھ کو کھڑا ہو گیا یہاں تک تو کراہت تنزیہی تھی لکن السنۃ بھرا اور لوگ بھی آتے اور یہیں برابر کھڑے ہو جاتے ہیں نہ امام آگے بڑھتا ہے نہ مقتدی پیچھے ہٹتے ہیں یہ صورت مکروہ تحریمی ہے کہ اگرچہ ایسے مقتدی کے حق میں سنت یہ ہے کہ امام کے داہنی جانب بالکل اس کے محاذی کھڑا ہو نہ متاخر اور یہ سنت عوام میں صد ہا سال سے متروک ہے اکیلا بھی امام سے کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوتا ہے امام نسفی کافی شرح دانی میں فرماتے ہیں الواحد یقوم عن یمینہ۔ اسی ان کان مع الامام واحد وقف عن یمین الامام لانه علیہ الصلوۃ والسلام صلی بام بن عباس فقامہ عن یمینہ ولا یتأخر عن الامام فی ظاہر الروایۃ وعن محمد انہ یضع اصابعہ عند عقب الامام وهو الذی وقع عند العوام انقی قلت وعوام زماناً قد تعدوا حتی خرجوا عن روایۃ محمد ایضاً کما هو مشاہد۔ پھر جو بعد کو آئے وہ اس مقتدی کی محاذات میں کھڑے ہوں گے جس کے باعث امام کو قدم سے تقدیم رہے گا اس صورت میں وہ توسط جس کی نسبت درمختار میں فرمایا لو توسط اثنین کوا تنزیہاً وتجویماً لولا کذا اگر نہ بھی مانا جائے تاہم اس صورت میں کراہت تحریم ہی رہے گی کہ توسط نہ سہی فرجہ رکھنا اور صفت کامل کی جگہ نہ چھوڑنا خود موجب کراہت تحریمی ہے یہ مسائل واجب الحفظ ہیں اکثر اہل زمانہ اُن سے غافل ولعلک لا تجد هذا التحقیق الحظیر بھذا الا یضاح والفقیر فی غیر هذا التحویر والحمد للہ علی ما علمنا للہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اسے یہ حکم ہے کہ صفت دور کھڑا ہو یا صفت میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُسے صفت سے دور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے فان صلاۃ الصبی الممیز الذی یفعل الصلاۃ صحیحۃ قطعاً وقد امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسد الفرج والتراص فی الصفوف ونهی عن خلاخہ بنھی شدید اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صفت کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علیاً اُسے صفت میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کے صاف اجازت دیتے ہیں درمختار میں ہے لو واحد دخل الصف من الفلاح میں ہے ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الوجال بعض بے علم جو ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اُسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط و خطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔

فتح القدر میں ہے اما محاذاة الامور فصیح الكل بعد ما افاده الامن شذ ولا ممتسك له فی الروایة ولا فی الدرایة والله تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکمہ۔

**مسئلہ** - از ہسرام محلہ دائرہ ضلع آگرہ مسئلہ حافظ عمر جلیل ۱۶ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں (۱) اگر کوئی نماز کسی وجہ سے دہرائی جائے تو وہ شخص کہ نماز مشکوکہ میں شریک نہیں تھا وہ عبادت ثانیہ میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں (۲) امام فرض پڑھا رہا ہے ایک مقتدی دوسری یا تیسری رکعت میں ملا تو اس کا جو چھوٹ گیا ہے باواز بلند پڑھے یا آہستہ (۳) قضا عمری کو امام وداع جمعہ کو فجر سے عشاء تک بھر پڑھا دے تو سب کی عمر بھر کی قضا کیا ادا ہو جائے گی۔ (۴) نماز جمعہ میں اگر کوئی شخص تشدد میں شریک ہو تو نماز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

(۱) نماز اگر ترک فرض کے سبب دہرائی جائے یا شخص شریک ہو سکتا ہے ورنہ نہیں (۲) علم تصریح فرماتے ہیں کہ مسنون اپنی چھوٹی ہوئی رکعات میں مغفوب ہے اور تصریح فرماتے ہیں کہ مفرد کو جہری رکعتوں میں جہر جائز بلکہ افضل ہے مگر اس میں یہ دقت ہے کہ مفرد کا جہر اور کے شامل ہونے کا داعی ہوگا اور یہ دعوت خیر ہے کہ دونوں کو جماعت مل جائے گی لیکن مسنون کا جہر کہ نادانفت کو شرکت کی طرف داعی ہو امر ناجائز کی طرف داعی ہوگا اور اس کا وہ عمل باطل جائے گا لہذا یہ ہی اصوب معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہر نہ کرے۔ (۳) یہ قضا عمری کی جماعت جاہلوں کی ایجاد اور محض ناجائز و باطل ہے (۴) سلام سے پہلے جو شریک ہو گیا اُسے جمعہ مل گیا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی ابھی التحیات پوری نہ کرنے پایا تھا کہ امام کھڑا ہو گیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات پوری کر لے یا اتنی ہی پڑھ کر چھوڑ دے۔ بینوا توجروا

### الجواب

ہر صورت میں پوری کر لے اگرچہ اس میں کتنی ہی دیر ہو جائے لان الشہد واجب والواجب لا یترک لسنة والمسئلة منصوب علیہا فی الحانیتہ وغیرہا فی کتب العلماء واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از فیض آباد مسئلہ منشی احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویں اسسٹنٹ انجینیئر ریلوے ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ (۱) زید مسجد یا خلافت آں نماز فرض پڑھا رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہونے یا ہو جانے کے بکر تنہا یا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صفت پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نے نہ بنے کیا حکم ہے ان کی نماز کا۔ یا پہلے ان کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے باواز بلند کہہ دیا اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا۔ آیا وہ نماز درست ہوئی اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا پوری کر کے وہ نماز اعادہ کرے مفصل فرمائیے (۲) اگر میجر یا عورت یا تالان یا شیعیہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے آیا اُسی محلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ۔ کیا اس شخص کے نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے۔ بینوا توجروا۔

## الجواب

(۱) اگر زیہ قابل امامت تھا اور انھیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انھوں نے اقتداء کی بلکہ جہاں فرض پڑھے تو اگر جماعت اولی ہو چکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولی ہوئی تو گنگاؤ ہوئے اور اگر زیہ قابل امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابل امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں اور اگر ان میں بھی کوئی قابل امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہوا اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور نیت توڑ دینا صرف جماعت قائمہ کی تحصیل کے لیے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کیے ایک رکعت یا اُس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی نیت توڑ دے باقی جماعت معدومہ کی تحصیل کے لیے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں۔ (۲) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** ازیر ٹھکبہ دروازہ کارخانہ داروغہ یاد آگئی صاحب مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ کی نسبت کیا حکم ہے یہاں بعض لوگوں کو اس کی ممانعت میں تشدد ہے جماعت اولی کے بعد آٹھ آٹھ دس دس آدمی جمع ہو جاتے ہیں مگر جماعت نہیں کرتے برابر کھڑے ہو کر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے۔ بلیوا تو جو روا

## الجواب

(۱) مسجد اگر شارع عام یا بازار کی ہے جس کے لیے اہل معین نہیں جب تو بالاجماع اُس میں تکرار جماعت باذان جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نہایت بہ نیت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں (۲) اور اگر مسجد محلہ ہے تو اگر اُس کے غیر اہل جماعت کر گئے ہیں تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلاشبہ جائز (۳) یا اول اہل ہی نے جماعت کی مگر بے اذان پڑھ گئے (۴) یا اذان آہستہ دی تو اُن کے بعد آنے والے باذان جدید و رجعت اعادہ جماعت کریں (۵) یا اگر امام میں کسی نقص قرأت وغیرہ یا فسق یا فحش یا لغت مذہب کے باعث جماعت اولی فاسدہ یا مطلقاً مکروہہ یا باقی ماندہ لوگوں کے حق میں غیر اکل واقع ہوئی جب بھی انھیں اعادہ جماعت سے مانع نہیں یہ سب صورتیں تو قطعی یقینی ہیں اب رہی ایک صورت کہ مسجد مسجد محلہ ہے اور اُس کے اہل بروجہ سنون اذان دے کر امام تطیغ موافق المذہب کے پیچھے جماعت کر چکے اب غیر لوگ یا اہل محلہ ہی سے جو باقی رہ گئے تھے آئے انھیں بھی اُس مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے ظاہر اردیہ سے حکم کراہت نقل کیا گیا اور علامہ محقق اجل مولی خسرو نے درود غرہ اور مدق اکل علامہ محمد بن علی دمشقی حنفی نے خزائن الاسرار میں فرمایا کہ اس کراہت کا محل صرف اُس صورت میں ہے جب یہ لوگ باذان جدید جماعت ثانیہ کریں ورنہ بالاجماع مکروہ نہیں اور اسی طرف درمختار میں اشارہ فرمایا اور ایسے ہی منہج وغیرہ میں تصریح کی اور قول محقق منہج یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اذان جدید کے ساتھ اعادہ جماعت کریں تو مکروہ تحریمی ورنہ اگر محراب بدلیں تو مکروہ تنزیہی ورنہ اصلاً کسی طرح کی کراہت نہیں یہی صحیح ہے اور یہی ماخوذ للفتویٰ درمختار میں ہے یکراہ تکرار الجماعۃ باذان و اقامۃ فی مسجد محلۃ لانی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا مودن رد المحتار میں ہے عبادتہ فی الخرائن اجمع مما ہنا و نضہا یکراہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان و اقامۃ الا اذا صلی بجا فیہ ولا غیر اہلہ احدہما فتنۃ الاذان ولو کمر اہلہ بدوہا او کان مسجد طریق جازا جماعاً کما فی مسجد لبس لہ امام ولا مودن

ووصلی الناس فیہ فجاءوا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامة علیہ کہانی امالی قاضی خاں اہ و فحیہ فی الدرس  
والمراد بمسجد المحلة ماله امام وجاعة معلومون کہانی الدرس وغیرہا قال فی المنبع والتقلید بالمسجد المختص بالمحلة  
احتراز من الشارع وبالأذان الثاني احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلة جماعة بغير اذان حیث یباح اجماعا اہ ثم قال اعنی  
الشامی بعد ما نقل الدلیل علی الکراهة مقضی هذا الاستدلال لا کراهة التکرار فی مسجد المحلة ولو بدون اذان ویؤیدہ  
ما فی الظہیریہ لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلے فیہ اہلہ یصلون وحدانا وهو ظاهر الروایة اہ وهذا مخالف لحکایة  
الاجماع المارة الخ وقال قبل هذا فی باب الاذان بعد نقل عبارة الظہیریہ وفی آخر شرح المنیة وعن ابی حنیفة لو كانت  
الجماعة اکثر من ثلثة یکرہ التکرار والا فلا وعن ابی یوسف اذا لم تکن علی الھیئة الاولی لا تکرہ والا تکرہ وهو الصحیح وبالعدل  
عن المحواب فتختلف الھیئة کذا فی البرازیة اہ وفی المتأخرات عن الولوالجیة وبہ ناخذ اُسی میں ہے قد علمت ان الصحیح  
انہ لا یکرہ تکرار الجماعة اذا لم تکن علی الھیئة الاولی بالجملہ جماعت ثانیہ جس طرح عامہ بلاد میں رائج و معمول در و منبع و خزان شروح  
معتدہ کے طور پر تو بالاجماع اور عند التحق قول صحیح و مفتی بہ پر بلا کراہت جائز ہے کہ دوسری جماعت والے بتجدید اذان نہیں کرتے اور محراب سے  
ہٹ ہی کر کھڑے ہوتے ہیں اور ہم پر لازم کہ ائمہ فتویٰ جس امر کی ترجیح و تصحیح فرمائے اُس کا اتباع کریں درمختار میں ہے اما نحن فحلینا  
اتباع ما دمجوه وما صححوہ کما لو افتونا فی حیاتہم بغير خلاف صحیح مذہب اختیار کر کے اسے ناجائز و ممنوع بتانا اور اُس کے سبب  
لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو گنہگار ٹھہرانا محض بیجا ہے ثم اقول حال زمانہ کی رعایت اور مصلحت وقت کا لحاظ بھی مفتی پر واجب علم فرماتے ہیں  
من لم یعرف اہل زمانہ فهو جاہل اب دیکھیے کہ جماعت ثانیہ کی بندش میں کوشش و کاوش سے یہ تو نہ ہوا کہ عوام جماعت اولی کا التزام  
تام کر لیتے رہا وہی کہ کچھ آئے کچھ نہ آئے ہاں یہ ہوا کہ آٹھ آٹھ دس دس جو رہ جاتے ہیں ایک مسجد میں ایک وقت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر ناحق  
روافض سے مشابہت پاتے ہیں حضرات مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے زمانے میں ایسی مشابہت پیدا ہونا درکنار خود جماعت کی برکات عالمیہ  
ظاہریہ و باطنیہ سے محروم رہنا ایک سخت تازیانہ تھا جس کے ڈر سے عوام خواہی خواہی جماعت اولی کی کوشش کرتے اب وہ خون بالائے طاق اور  
اہتمام التزام معلوم۔ جماعت کی جو قدرے وقت نگاہوں میں ہے کہ اگر رہ گئے اور تنہا پڑھی ایک طرح کی غفلت و ندامت ہوتی ہے جب بغتہ  
مفتیان یہی انداز رہے اور گروہ کے گروہ اکیلے اکیلے پڑھا کیے تو ایک تو مرگ انبوہ جسٹن دار و دوسرے شدہ شدہ عادت پڑ جاتی ہے چند روز میں  
یہ رہی سہی وقت بھی نظر سے گر جائے گی اور اُس کے ساتھ ہی سستی و کاہلی اپنی نہایت پر آئے گی اب تو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ خیر اگر پہلی جماعت  
وقت ہوئی ایسی دیر تو نہ کیجیے کہ اکیلے ہی رہ جائیں اور تنہا پڑھ کر محرومی و ندامت کا صدر اٹھائیں جب یہ ہوگا کہ جماعت تو آخر ہو چکی اول ہو چکی اب  
جماعت تو ملنے سے رہی اپنی اکیلی نماز ہے جب جی میں آیا پڑھ لیں گے یا پھر مسجد کی بھی کیا حاجت ہے لاؤ گھری میں سہی یا ہذا ائمہ فتویٰ رحمہم  
تبارک و تعالیٰ کچھ سوچ سمجھ کر ترجیح و تصحیح فرمایا کرتے ہیں من و تو سے اُن کے علوم وسیعہ و عقول رفیعہ لاکھوں درجے بلند و بالا ہیں روایت و دایت  
و مصالح شریعت و زمانہ و حالت کو جیسا وہ جانتے ہیں دوسرا کیا جائے گا پھر اُن کے حضور و دخل در معقولات کیسا فائدہ الہادی و ولی  
الایادی اس مسئلہ میں کلام طویل ہے اور بعد ذیل پختہ مولیٰ عزیز و جلیل اگر تفصیل کیجیے رسالہ مبسوط ہوتا ہے لیکن عذر خدا کر کہ اس

یکھو بس است تنبیہ مگر یہ اُن کے لیے ہے جو اچانک کسی عذر کے باعث حاضری جماعت اولیٰ سے محروم رہے نہ یہ کہ جماعت ثانیہ کے بعد وہ پر قصداً بلا عذر مقبول شرعی جماعت اولیٰ ترک کریں یہ بلاشبہ ناجائز ہے کماحقہ فی فتاویٰ دینا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ: ہر رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ چرمی فریاد علمائے دین دریں مسئلہ کہ دو جماعت در یک مسجد در یک وقت بلا علیٰ پس نماز مصلین جماعت ثانیہ جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا

**الجواب**

در جواز یعنی صحت شک نیست اگرچہ باوصف علم باشد آری بحال علم جواز یعنی حل نیست مگر آنکہ امام اول ناشر یا امامت باشد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از کلکتہ دھرم تلہ نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ جماعت جو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے جیسے پانچ چھ مقتدی امام کے برابر کھڑے ہیں یا امام کی آستین کہنیوں تک چڑھائی ہوئی ہیں یا وہ کلام مجید صبح نہیں پڑھتا اُس میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب**

غلط خوانی امام اگر تاحد فساد ہے جب تو ظاہر کہ اُس جماعت میں شرکت نہ کی جائے کہ شرفا وہ جماعت و نماز ہی نہیں اور اگر صرف اس قدر کہ مثلاً حرف صحیح تو خوب ادا کر لیتا ہے مگر پورے اوصاف زائدہ مثل تعظیم و ترفیق لام و را وغیرہا نہیں ادا ہوتے یا اظہار و انخافا مد و قصر و تحقیق و تمیز وغیرہا اُن قواعد تجوید کی رعایت نہیں کرتا جس کی مراعات اگرچہ تجویداً واجب ہو فقہاً صحت نماز کے لیے کچھ ضروری نہیں تو ضرور شریک ہو کہ جماعت کا ترک یا اُس سے اعراض صرف اتنی بات پر ہرگز روا نہیں ہوگی اگر جماعت کراہت تحریم پر مشتمل ہو تو شرکت ذکر کے فان سلب المفاسد اہم من جلب المصالح اور اگر صرف کراہت تنزیہ ہو جیسے امامت فاسق غیر معلن میں تو اگر دوسری جماعت پاکیزہ ہے اُس میں بھی شرکت نہ چاہیے ورنہ شریک ہو جائے کہ ترک جماعت کراہت تنزیہی سے اشد ہے بخلاف کراہت تحریم کہ اُس کا مرتبہ قول سنیت جماعت پر ترک جماعت سے بدتر اور مسلک معتد یعنی وجوب جماعت پر ہمسو و برابر ہے فی حاشیۃ الحللی نشر الشامی علی الدر الجامعۃ واجبة فقدم علی ترک کراہۃ التنزیہ و فیہ فی المعراج قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعۃ لانه فی غیرہا یجد اماما غیرہ اھ قال فی الفتح و علیہ فیکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتھا فی المصو علی قول محمد المفتی یہ لانه بسبیل الی التحول اھ و فی الدر عن النہر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اھ فی رد المحتار افاد ان الصلاۃ خلفہما اولیٰ من کلا نفر ادا و فیہ لو انتظر امام مذبذبہ بعید عن الصفوف لم یکن اعضا عن الجماعۃ للعلم بانہ یرید جماعۃ اکمل من سدا الجماعۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از کلکتہ دھرم تلہ نمبر ۶ مرسلہ غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی برابر کھڑا ہے دوسرا اور آیا نہ وہ مقتدی اول پیچھے ہٹا ناام آگے بڑھا تو یہ اُس مقتدی کو نیت باندھ کر کہنے یا بے نیت باندھے۔ بینوا توجروا

## الجواب

دونوں صورتیں جائز ہیں فتح القدیر سے مستفاد کہ نیت باندھ کر کھینچنا اولیٰ ہے اور خلاصہ میں تصریح فرمائی کہ پہلے کھینچ کر نیت باندھنی مناسب ہے بہر حال دونوں طریقے روا ہیں فتح کی عبارت یہ ہے لواقندی واحد باخر فجاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر ولو جذبہ قبل التکبیر لا یضوہ خلاصہ کا نص یہ ہے ینبغی ان یجذب احد من الصف فی المسجد او فی الصحراء اولاً ثم یتکبر مگر میان واجب التنبیہ یہ بات کہ کھینچنا اسی کو چاہیے جو ذی علم ہو یعنی اس مسئلہ کی نیت سے آگاہ ہو ورنہ نہ کھینچے کہ مبادا وہ بسبب ناواقفی اپنی نماز فاسد کر لے تحقیق منع اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز میں جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول کے سوا دوسرے سے کلام کرنا مفید ہے یہ ہیں اللہ و رسول کے سوا کسی کا کہنا بابتنا جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس اگر ایک شخص نے کسی نمازی کو پیچھے کھینچنا یا آگے بڑھنے کو کہا اور وہ اس کا حکم ان کے ہٹا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ حکم دینے والا نیت باندھ چکا ہو اور اگر اس کے حکم سے کام نہ رکھا بلکہ مسئلہ شرع کے لحاظ سے حرکت کی تو نماز میں کچھ خلل نہیں اگرچہ اس کہنے والے نے نیت نہ باندھی ہو اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس کے کہتے ہی فوراً حرکت نہ کرے بلکہ ایک ذرا تاہل کر لے تاکہ بظاہر غیر کے حکم ماننے کی صورت بھی نہ رہے جب فرق صرف نیت کا ہے اور زمانہ پر جمل غالب تو عجیب نہیں کہ عوام اس فرق سے غفل ہو کر بلا وجہ اپنی نماز خراب کر لیں ولہذا علما نے فرمایا غیر ذی علم کو اصلاً نہ کھینچنے اور یہاں ذی علم وہ جو اس مسئلہ اور نیت کے فرق سے آگاہ ہو درمختار ہیں ہے لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فقد قدم فسدت بل یکثا ساعة ثم یقدم براہ قہستانی معزیا للزہدی رد المحتار میں ہے فی المفع بعد ان ذکر لوجذبہ اخر فتاخر الا صحیح لا یفسد صلاتہ وفي القنیۃ قبل لمصل منفرد تقدم تقدم بامور فسدت وعلاہ فی شرح القدوری بانہ امثال لغير الله تعالى اہ کلام المصنف وذكر الشربلانی ان امثاله انما هو لا مر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فلا یضراہ قال ط لوقیل بالتفصیل بین کونہ امثال امر الشارع فلا یفسد و بین کونہ امثال امر الداخل مراعاة لحاطرة من غیر نظر لا امر الشارع ففسد لکان حسنا اہ ما فی رد المحتار ملقطا **اقول** و هذا التفصیل کما تری من الحسن بمکان بل ہوا المحمل لکلمات العلماء وبہ یحصل التوفیق وبالله التوفیق درمختار میں ہے یجذب احد لکن قالوا فی زماننا تو کہ اولیٰ خزائن الاسرار میں ہے ینبغی التوفیق الی رأى المبتلى فان رأى عالما جذبہ رد المحتار میں ہے ہو توفیق حسن اختارہ ابن وہبان فی شرح منظومہ رہا یہ کہ جب نہ مقتدی ہے نہ امام بڑھے نہ وہ ذی علم ہو کہ یہ کھینچ سکے یا مثلاً امام قعدہ اخیرہ میں ہو جہاں ان باتوں کا محل ہی نہیں تو ایسی صورت میں اس آنے والے کو کیا کرنا چاہیے اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی ہو اس کے بائیں ہاتھ پر یہ مل جائے کہ امام کے برابر دو مقتدیوں کا ہونا صرف خلاف اولیٰ ہے قال الشامی الظاہر ان هذا اذا لم یکن فی القعدة الا خيرة والا اقتدی الثالث عن یسار الا امام ولا تقدم ولا تاخر اور اگر پہلے سے وہ ہیں تو یہ پیچھے شامل ہو جائے کہ امام کی برابر تین مقتدیوں کا ہونا مکروہ تحریمی ہے فی الدلو تو وسط اثنتین کرۃ تنزیہا و تنجیہا لو اکثر مراتی الفلاح میں ہے جذب علما بالحکم لا یتاذی بہ ولا قام وحده اہ **قلت** فارشد الی القیام وحده صونا لصلوة غیرہ عن الفساد المحتمل فکیف اذا کان فیہ صون صلاة نفسه وغیرہ جمیعاً عن الخلل المتیقن الموجب للاعادة والله تعالیٰ اعلم۔



# الْقِلَادَةُ الْمَرْصَعَةُ فِي نَحْرِ الْأَجُوبَةِ الرَّابِعَةِ

۱۲ ۱۳ ہجری

مسئلہ - اذکان پر بازار میدہ دکان نور بخش و محمد سلیم مرسلہ مولوی شفیع الدین صاحب نگینونی تلمیذ مولوی احمد حسن صاحب کانپوری  
۱۶ صفر ۱۳۱۲ھ

بخدمت مجمع کمالات عقیدہ و نقلیہ جناب احمد رضا خاں صاحب دامت افضالہم السلام علیکم ایک استفتا خدمت شریف میں مرسل ہے  
پہلا جواب مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا تھا دوسرا جواب مولوی قاسم علی مراد آبادی نے لکھا ہے چونکہ دونوں جوابوں میں مخالفت ہے  
لہذا ارسال خدمت شریف میں کیا گیا ہے جو جواب صحیح ہو اُس کو مہر و دستخط سے مزین فرمائیں اگر دونوں جواب خلاف تحقیق ہیں تو جناب علیحدہ  
جواب مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔ ما جوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالیٰ ان مسئلوں میں کہ (۱) ایک شخص اپنے ایک پیسے مذکور  
ہے چونکہ اُس کو شب کو دوبارہ مسجد میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ شخص مسجد میں قبل اذان و جماعت کے اپنی نماز عشا ہمراہ ایک شخص کے  
اقامت کہہ کر پڑھ لیتا ہے پس شخص مذکور کو جماعت کا ثواب ہوگا یا نہ۔ اور جو جماعت مع اذان کے بعد کو ہوگی اُس میں کچھ کراہت ہوگی یا نہ۔  
(۲) ہمراہ شخص مذکور کے جو نماز پڑھتا ہے تو وہ بعد والی جماعت بسبب فوت ہونے تہجد کے ترک کرتا ہے جائز ہے یا نہ۔ (۳) ایک شخص  
ہمیشہ قیلولہ اس طرح کرتا ہے کہ اُس کی ظہر کی جماعت اولیٰ ترک ہو جاتی ہے اور عذر اُس کا خون فوت تہجد ہے جائز ہے یا نہ۔ (۴) چند  
شخصوں کو کوئی ضرورت درپیش ہے وہ چند شخص قبل اذان و جماعت اپنی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھیں جائز ہے یا نہ۔ بلیغوا و جروا

## جَوَابِ کَانَ یَوْمَ

جواب سوال اول - نفس جماعت کا ثواب ملے گا مگر جماعت اولیٰ کی تفصیل سے محروم رہے گا جماعت اولیٰ وہی ہوگی جو اذلولیٰ اقامت  
سے اس کے بعد ہوگی اور اُس میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ جواب سوال دوم خون فوت تہجد ترک جماعت اولیٰ میں عذر نہیں ہے۔  
جواب سوال سوم یہ عذر ترک جماعت ظہر نہیں ہو سکتا۔ جواب سوال چہارم ضرورت شدیدہ میں ترک جماعت اولیٰ جائز ہے۔

اشرف علی  
الذکر وہ اولیٰ

واللہ تعالیٰ اعلم۔ مکتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

## جَوَابُ مُرَادِ أَبَادٍ

جواب سوال اول کا یہ ہے کہ شخص مندرجہ سوال کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے ثواب جماعت اصلاً نہ ہوگا اس لیے کہ اذلاً تو

مذہب جماعت ساقط ہے بلکہ بلاجماعت امید حصول ثواب بوجہ مذہبی کے ہے کما فی الہندیۃ وتسقط الجماعة بالاعتذار حتی لا تجب علی المريض والمقعد والزمن ومقطوع اليد والرجل من خلاف والمفلوج الذی لا یستطیع المشی والشیخ الکبیر العاجز او کان قیما للمریض او یحتاج ضیاع ماله انتهى ملخصا ومع هذا اس شخص کا بغیر اذان واقامت کے جماعت کرنا علی الخصوص ایسے شخص کے ساتھ کہ وہ شرعاً مذہب نہیں ہے موجب کراہت تحریم کا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے ویکرة اداء المكتوبة بالجماعة فی المسجد بغیر اذان واقامة ونیز درانت الاذان سنة لا داء المكتوبة بالجماعة وقیل انه واجب الصحیح انه سنة مؤكدة پس حصول ثواب نفس جماعت کماں بلکہ بوجہ ترک سنت موکدہ کے موجب معصیت ہے کما قال العلامة الشامی صرح العلامة ابن نجیم فی رسالته المولفة فی بیان المعاصی بان کل مکروه تحویما من الصغائر وصرح ایضا باختم شرطوا لاسقاط العدالة بالصغیرة الادمان اور جماعت بعد کوع اذان ہوگی وہ بلا کراہت ہوگی کما مر فقط۔

**جواب سوال دوم** کا یہ ہے کہ جواب سوال اول سے بخوبی مرہن ہو گیا کہ شرعاً یہ جماعت مکروہ تحریم ہے پس دوسرے شخص کا اس مذہب کے ساتھ قبل اذان کے بخون فوت نماز تہجد کے نماز پڑھنا ترک کرنا جماعت کا ہے اور ترک جماعت کہ سنت موکدہ قریب واجب کے ہے واسطے ادائے صلوٰۃ تہجد کے کہ سبب ہے درست نہیں اس واسطے کہ ترک سنت معصیت ہے برخلاف امر مندوب کہ وہ معصیت نہیں درمختار میں لکھا ہے ومن المندوبات رکعتا السفر والقنوم منه وصلوة اللیل علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں قال فی البحران الظاهر من کلامه ان الاثم منوط بترك الواجب او السنة المؤکدة لتصریحهم بان ثم من ترك سنن العمولات الخمس علی الصحیح وتصریحهم بان ثم من ترك الجماعة مع انها السنة المؤکدة علی الصحیح فقط **جواب سوال سوم** بہتر یہ ہے کہ بخون فوت تہجد کے اس قدر قیلولہ نہ کرے کہ جو موجب ترک فضیلت جماعت اولیٰ کا ہو دے و ہذا اگر کرے تو جائز ہے بشرطیکہ جماعت ترک نہ ہو جائے کہ جماعت ثانیہ ہوئے اس لیے کہ ہمارے اساتذہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قول محقق یہی ہے کہ جماعت ثانیہ بلا کراہت درست ہے اور مساوی ہے ثواب میں نفس جماعت اولیٰ کے اور جماعت اولیٰ اولیٰ ہے چنانچہ میرے استاد دو کامل ومحدث والد ماجد قدس سرہ کا اثبات جماعت ثانیہ کے بارہ میں ایک رسالہ مبوط ہے من شاء فلیطلع علیہا بناؤ علیہ واسطے ادائے نماز تہجد کے کہ اعلیٰ درجہ کی سبب ہے اس قدر قیلولہ کرنا کہ جس سے جماعت اولیٰ ترک ہو جائے مطلق جماعت بلا شہد جائز ہے اس لیے کہ فضیلت جماعت کی مساوی فضیلت تہجد کے نہیں ہے بلکہ کمتر ہے من شاء فلیطلع الاحادیث المرویة فی هذا الباب من الصحاح والاحسان فقط **جواب سوال چہارم** بحالت عذر شرعی کے بھی قبل اذان کے مسجد میں جماعت کرنا اشخاص مندرجہ سوال کا درست نہیں مگر وہ ہے البتہ بعد اذان کے درست ہے کما فی الہندیۃ ویکرة اداء المكتوبة بالجماعة فی المسجد بغیر اذان واقامة یہی حکم مورسولہ کا کہ تحریر ہوا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقط

العجوب صحیحہ والحبیب نجیب

قاسم علی خلعت  
مولانا محمد عالم علی

مظہر سنہ ۱۳۰۳  
تلفظہ محمد گل

حرره العبد المقتقر الی اللہ الغنی محمد قاسم علی عفی عنہ

## الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَدُّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى صَاحِبِ الْفَلَاحَةِ  
وَالْبَرِّ وَصَحْبِهِ أَهْلِ الْبَرَاءَةِ وَسَائِرِ أَهْلِ الشُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ۝ **جواب سوال اول و چہارم** ۝  
ہاں فعل مذکور کمرہ و محظور ہے نہ اس وجہ سے کہ محدث سے جماعت ساقط یا اسے بے جماعت ثواب ثابت کہ اولاً تطہر و جب  
نہ جواز بلکہ جماعت افضل و عزیمت و فی رد المحتار قول من غیر خروج قید لکن ہاں سنیہ موکدہ او واجباً فباخرج یرفع الائمہ  
ویرخص فی ترکہا و لکنہ یفوته الافضل الخ ثانیاً نہ بے جماعت ثواب جماعت مانع جماعت فشدان ما بین الحکم و الحقیقہ  
سورہ اخلاص ثلث قرآن عظیم کی برابر ہے کیا تین بار اسے پڑھنے والا ختم قرآن سے ممنوع ہوگا جماعت عشا قیام نصف شب اور جمعہ  
فجر قیام تمام بیل کے سادی ہے کیا یہ نمازیں جماعت سے پڑھنے والا اچھے بیل سے باز رکھا جائے گا شرع میں اس کی نظر ہزار  
در ہزار ہیں فی الحدیث المتواتر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قل هو اللہ احد تعدل ثلث القرآن اخبرہ مالک  
واحمد والبخاری وابوداود والنسائی عن ابی سعید الخدری والبخاری عن قتادة بن النعمان واحمد ومسلم عن ابی الدرداء  
ومالك واحمد ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه والحاکم عن ابی ہریرۃ واحمد والترمذی وحسنہ والنسائی  
عن ابی یزید الاضراری واحمد والنسائی والضیاء فی المختارۃ عن ابی بن کعب والترمذی وحسنہ عن انس بن مالک  
واحمد وابن ماجه عن ابی مسعود البدری فی الباب عن عبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عمرو ومعاذ بن جبل وجابر  
بن عبد اللہ وعبد اللہ بن عباس وامر کلثوم بنت عقبہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم مالک واحمد ومسلم  
عن امیر المؤمنین عثمان الغنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی العشاء فی جماعۃ  
فکانما قام نصف لیلة ومن صلی الصبح فی جماعۃ فکانما صلی اللیل کلہ ثالثاً نہ ایسی حالت میں بے ادائے جماعت ثواب جماعت  
لنا ثابت قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدر والعلامة ابراہیم الحبلی فی الغنیۃ فی مسأله الاعسی و قول النبی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم له ما اجد لك رخصة معناه لا اجد لك رخصة تحصل لك فضيلة الجماعة من غیر  
حضورها لا الايجاب علی الاعسی لانه علیہ الصلوة والسلام رخص لعثمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی ما فی  
الصحيحین **تبیین اقول** استشهدنا انما هو بجا اذا من عدم حصول الفضيلة ولو للعدو و رددون الحضور وفيه  
ايضا تفصيل يعلم بالرجوع الى المراتق وغيرها اما كون معنى الحديث هذا فعندى محل نظري فانه من جميع طرق الحديث  
ففي صحيح مسلم عن ابی ہریرۃ قال قال اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجل اعسی فقال یا رسول اللہ انه ليس لی

لہ رواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ من ۱۱۰ رواہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ من ۱۱۰ رواہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ من ۱۱۰ رواہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ من ۱۱۰  
۱۱۰ رواہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ من ۱۱۰ رواہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ من ۱۱۰ رواہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ من ۱۱۰ رواہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ من ۱۱۰

قائد یقودنی الی المسجد فسأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان يرخص له فيصلى في بيته فوخص فلما ولي دعاه فقال تسمع النداء بالصلاة فقال نعم قال فاجب واخرجه السراج في مسنده مبينا فقال اني ابن امر مكنوم الاعشى الحديث وعند الحاكم عن ابن مكنوم قلت يا رسول الله ان المدينة كثيرة الهوام والسباع قال تسمع صي على الصلوة صي على الفلاح قال نعم قال فحمد الله وعظمه وادب ابن خزيمة والحاكم عن بسند جيد ايسمعي ان رجلا صلى في بيته قال اسمع القامه قال نعم قال فالتفت في اخرى قال فاحضرها ولم يرخص له وللبيهقي عنه سأل ان يرخص له في صلاة العشاء والفجر قال هل تسمع الاذان قال نعم مرة او مرتين فلم يرخص له في ذلك وله عن كعب بن عجرة جاء رجل فخر الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فيه ايلفك النداء قال نعم فاذا سمعت اجب ولا حمد ولا بلى والطبراني في الاوسط وابن حبان عن جابر واللفظ له قال اسمع الاذان قال نعم قال فأتها ولو جوا فكان ذلك فيما نرى والله تعالى اعلم انه رضى الله تعالى عنه لم يكن يشق عليه المشى وكان يمتدى الى الطريق من دون حرج كما يشاهد الآن في كثير من العميان ثم راجعت الزرقاني على الموطأ فرأيت نص على ذلك نقلا فقال جملة العلماء على انه كان لا يشق عليه المشى وحده لكثير من العميان اروج يترج بحث العلامة الشامي حيث بحث ايجاب الجمعة على امثال هؤلاء فقد يظهر لي وجوبها على بعض العميان الذي يمشى في الاسواق ويعرف الطرق بلا قائد ولا كلفة ويعرف اي مسجد اراده بلا سؤال احدا لانه حينئذ كالمرئى القادر على الخروج بنفسه بل ربما تلحقه مشقة أكثر من هذا قائل انه شر رأيت الامام النووي نقل في شرح مسلم ما ذكره المحققان من معنى الرخصة عن الجمهور فقال اجاب الجمهور عنه بانه سأل هل له رخصة ان يصلى في بيته وتحصل له فضيلة الجماعة بسبب عذره فقيل لا قال ويؤيد هذا ان حضور الجماعة يسقط بالعذر باجماع المسلمين ودليله من السنة حديث عتب بن مالك الخ **اقول** وقد علمت ما في هذا التأييد فان الشان في ثبوت الحرج له رضى الله تعالى عنه ولعل عتب كان ممن يتخرج بالمشى وحده دون ابن امر مكنوم رضى الله تعالى عنهما ثم ان الامام النووي استشعر ورود قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فاجب فاجاب باحتمال انه يوحى نزل في الحال وباحتمال تغير اجتهاده صلى الله تعالى عليه وسلم وبان الترخيص كان بمعنى عدم الوجوب وقوله فاجب ندب الى الافضل **اقول** اما الاولان فتسليم للقول واما حصل فاجب على الندب فخلافت الظاهر لا سيما مع بقاءه على سماع الاذان فان الندب حاصل مطلقا فافهم والله تعالى اعلم رايعا سبب قطع نظر كجيء تبادر عند غفري المحضوب في عند المصنفين انهما لم يكره **اولا** وهي ايتان جماعت بے اذان کہ در باب استئذان موكده اذان اگر چه مواهب الرحمن و مراقي الفلاح و رد المحتار کے اطلاقات بہت وسیع ہیں و ببارضہا کثیر من روایات المبسوط والمحیط والحامیة والحلاصة والبرزازية والهندية وغيرها من المعبرات حتی نفس رد المحتار و مشی و حوالہ المختار کما بینا فیما علقتا علی هامشہ مگر اس قدر بلا شہر ثابت کہ نماز پجگانہ سے نماز غفري لے دخلت الجمعة وخرجت صلوة العیدین والکسوت والجنازة والاستسقاء وغيرها والفواث وجماعة النساء والعصیان والعبيد والعراة و جماعة البیوت والنساء ومستند کل ذلك مذكور فیما علقتا علی رد المحتار ۱۲ منہ غفر له

رجال احراز غیر عراۃ مسجد میں باجماعت ادا کریں اُس کے لیے سوا بعض صورتیں کے وقت میں اذان کا پہلے ہولینا سنت ہو کہہ قریب ہو اجنبی اور بے اُس کے جماعت کر لینا مکروہ و گناہ یہاں تک کہ یہ جماعت شرعاً اصلاً معتبر نہیں اس کے بعد جو جماعت باذان واقامت ہوگی وہی پہلی جماعت ہوگی بلکہ علمائے فراتے ہیں اگر کچھ لوگوں نے آہستہ اذان دے کر جماعت کر لی کہ آذان اذان اوروں کو نہ پہنچی تو ایسی جماعت بھی داخل شمار و اعتبار نہیں نہ کہ جب سرے سے اذان دی ہی نہ جائے و حیز امام کر دہی میں ہے ویکرہ للرجال اداء الصلوة بجماعة فی مسجد بلا اعلامین لا المفازة والکرم والبیوت الخ **اقول** قولہ بلا اعلامین ای بدون الجمعیۃ بینہما فیافی الکراہۃ ہوالایقان بہما لا باحدہما بدلیل قولہ لا فی المفازۃ الخ فان ترک اعلام الشرع مکروہ مطلقاً ولو فی المفازۃ وقد نص علی الاساءۃ فی ترکہما دروغر علامہ مولیٰ خسرو میں ہے (یأتی بہما) ای بالاذان والاقامۃ (المسافر والمصلی فی المسجد جماعۃ) فی بیتہ بصر وکرہ للاول) ای المسافر (ترکھا) ای الاقامۃ (وللثانی) ای المصلی فی المسجد (ترکہ) ای الاذان (ایضاً) ای کالاقامۃ علیکیر یہ میں ہے لوصلی بعض اہل المسجد باقامۃ وجماعۃ ثم دخل موزن واکامام وبقیۃ الجماعۃ فالجماعۃ المستحبۃ لہم والکراہۃ للاولی کذا فی المضمرات یہ خاص جزئیہ مسئلہ ہے خلاصہ و خانہ دہندہ وغیرہ میں ہے واللفظ للامام البخاری جماعۃ من اہل المسجد اذ فوی فی المسجد علی وجہ الخافۃ بحیث لم یسمع غیرہم ثم حضری من اہل المسجد ان یصلوا بالجماعۃ علی وجہہا وکاستبرۃ للجماعۃ الاولی اھ پس اُس معذور اور اُس کے شریک اور ان ضرورت والوں کا یہ فعل جماعت سنو نہ معتبر شرعیہ نہیں بلکہ مکروہہ ممنوعہ ہے اور جو جماعت باذان واقامت اس کے بعد ہوگی اُس میں کچھ کراہت نہ ہوگی بلکہ وہی جماعت سنو نہ وجماعت اولیٰ ہے ثانیاً جب یہ جماعت جماعت نہیں تو دقیق نظر حاکم کہ ان کا یہ فعل بعد دخول وقت مسجد سے بے نیت نہ ہو جماعت باہر جانا ہوا یہ بھی مکروہہ اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد ابن ماجہ عن امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لا یرید الرجۃ فھو منافق در مختار میں ہے کرہ تحویلاً للنہی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمواد دخول الوقت اذن فیہ اولا بھار الرئی میں ہے الظاہر من الخروج من غیر صلاۃ عدم الصلاۃ مع الجماعۃ الخ **اقول** وظاہر ان المراد بالجماعۃ ہی الجماعۃ السنونۃ المشروعة دون المکروہۃ المنعوتۃ فان النہی عن الخروج انما ھو لطلب الجماعۃ فلا یقتلوا الا الجماعۃ المطلوبۃ شرعاً کیف وقد تقدم ان الجماعۃ بلا اذان کلاجماعۃ فلا یعتد بہا اصلاً واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتروا حکم جواب سوال دوم خون وقت تہجد

لہ شلاً تہجد کے دن شریعت میں جو معذور نظر نہیں اُنہیں اذان کی اجازت نہیں اگرچہ جماعت کریں کہ اُنہیں جماعت کرنا بھی جائز نہیں تو کچھ میں عصر و عشاء کے لیے صرف تکبیر ہوتی ہے نہ اذان کما فی الہندیۃ عن الخانیۃ ولا حاجۃ ہنا الی استثناء فرائض تو دی فی المسجد کما فعل الشافعی ولا ما وراہ اول فرائض ولوا دیت فی غیر المسجد کما زناۃ علیہ لان الکلام ہنا فی الاداء ۱۲ منہ غفر لہ لہ سندہ ضعیف واقتصرنا علیہ تبعاً للبحر وغیرہ وقد ثبت بسند صحیح من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکن فیہ تخصیص مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یسمع النداء فی مسجدی هذا ثم یخرج منہ الا حاجۃ ثم لا یرجع الیہ الا منافق رواۃ الطبرانی فی الاوسط ولابی داؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یخرج من المسجد احد بعد النداء الا منافق الا بعد حاجۃ وھو یرید الرجوع منہ غفر لہ

مذکر جماعت مامور بہا کا مجوز ہو سکتا ہے نہ بعد دخول وقت بے شرکت جماعت شرعیہ مسجد سے نکل جانے کا مبیح نہ جماعت مکروہہ ممنوعہ کا داعی نہ خود اس عذر کا غالباً کوئی محصل صحیح کیا اذان موجب فوت تہجد ہے غرض یہ بہانہ ممنوع نہیں اگرچہ تہجد سنت ہی بھی کمال الیہ کلام المحقق فی الفتح و مال الیہ تلخیصہ المحقق محمد الحنبلی فی الحلیۃ قائلانہ الاشبہ کما **اولاً** وہ بر تقدیر سنت بھی مارضہ جماعت کا صلح نہیں دوبارہ تہجد صرف ترغیبات ہیں اور ترک جماعت پر سخت ہولناک وعیدیں حتیٰ کہ حکم کفر تک وارد علی تاویلات المعرفۃ فی امثال المہام و حدیث عند احمد و الطبرانی فی الکبیر عن معاذ ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسند حسن و قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المتخلفین عن الجماعات لو ترکتم سنتہ نیکم ککفرتم اور جماعت عشا کے نہ حاضر ہونے پر گھر جلادینے کا قصد فرماتا ثابت کما فی الصحیحین من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الباب غیرۃ **ثانیاً** فوت سنت آئندہ کے خون یتیقن سے فی الہ اپنے ہاتھوں سنت جلیلہ چھوڑ دینے کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص مرگ فردا کے اندیشہ سے آج خود کشی کرے **ثالثاً** یہ جاگنے میں قصد مکروہات و منہیات شرعیہ کا ارتکاب ہوگا اور تہجد نہ بھی ملا تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوم میں تفریط نہ رکھی احمد و مسلم و ابوداؤد و ابن حبان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس فی الزوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ بلکہ بنیت تہجد سونے والے کو اگرچہ تہجد پائے ثواب تہجد کا وعدہ فرمایا اور اس کی نیند کو رب العزت جل جلالہ کی طرف سے صدقہ بتایا مالک فی الموطا و ابوداؤد و النسائی عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ما من امرئ تکلن لہ صلاۃ اللیل یغلبہ علیہا نوم الا کتب اللہ لہ اجر صلاتہ وکان نومہ علیہ صدقۃ وھو عند ابن ابی الدنیا فی کتاب التہجد بسند جید النسائی و ابن ماجہ و خزیمۃ و البزار بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اتی فراشہ وھو ینوی ان یقوم یصلی من اللیل فغلبتہ عیناہ حتی اصبح کتب لہ ما نوی وکان نومہ صدقۃ علیہ من ربہ عزوجل وھو بمعناۃ عند ابن حبان فی صحیحہ عن ابی ذر و ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہکذا بالشک امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو حثمہ اور ان کے صاحبزادہ سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عجات صبح میں نہ دیکھا ان کی زوجہ اور ان کی والدہ شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سبب پوچھا کہا نماز شب کے سبب نیند نے غلبہ کیا نماز صبح پڑھ کر سو رہے فرمایا مجھے جماعت صبح میں حاضر ہونا نماز تمام شب سے محبوب تر ہے **مالک** عن ابن شہاب عن ابی بکر بن سلیم بن ابی حثمہ

لہ سیاق فی قصہ فی جواب السؤال الثالث ۱۷ من ۱۸ ہذا روایۃ ابی داؤد و الحدیث بلنظ لغتہ عند مسلم وغیرہ ۱۷ من ۱۸ بعض احادیث میں عشا بعض میں فجر بعض میں مجرب بعض میں مطلق جماعت وار ہے اور سب صحیح ہیں کما فی عمدۃ القادی للامام العینی یہاں ذکر عشا ہی تھا لہذا اس کی تخصیص کی ۱۷ من ۱۸ من غزلہ ۱۸ فانہ حدیث مشہور و من حدیث عمرو بن ام مکتوم عند احمد و عن اسامۃ بن زید عند ابن ماجہ و عن انس بسند جید و عن ابن مسعود کلہما عند الطبرانی فی الاوسط و عن جابر بن عبد اللہ عند الطحاوی فی مشکوٰۃ الاثر و قد ذکرنا احادیثہم فی رسالتنا حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ اما حدیث ابی ہریرۃ فرواہ من لا یحصى من اصحاب الصحاح و السنن و المسانید و المعاجیم و اللہ تعالیٰ اعلم ۱۷ من ۱۸ عزاء فی الجامع الصغیر لاحمد و ابن حبان قال شارحہ المنادی و رواہ عنہ ابوداؤد وغیرہ ۱۸ ولا شک انہ موجود فی صحیحہ المسلم ۱۷ من ۱۸

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقد سلیم بن ابی حثمہ فی صلاۃ الصبح وان عمرو بن الخطاب غدا الی السوق و  
 مسکن سلیم بن السوق والمسجد النبوی فمر علی الشفاء سلیم فقال لہا لمار سلیم فی الصبح فقالت انہ بات یصلی فقلبتہ  
 عیناہ فقال عمر لان اشہد صلاۃ الصبح فی الجماعة احب الی من ان اقر لیلۃ عبد الرزاق فی مصنفہ عن معمر عن  
 الزہری عن سلیم بن ابی حثمہ عن امہ الشفاء قالت دخل علی عمرو عندی رجلان ثمان ثمانی زوجا ابائہما و ابنہما  
 سلیم فقال اما صلیا الصبح قلت لم یزلا یصلیان حتی اصبحا فصلیا الصبح فاما فقال لان اشہد الصبح فی جماعة احب  
 الی من قیام لیلۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔ جواب سوال سوم۔ اقول وبالله التوفیق۔ اس مسئلہ میں جواب حق و حق جواب  
 یہ ہے کہ عذر مذکور فی السؤال سرے سے بیہودہ و سراپا اہمال ہے و زعم کرتا ہے کہ سنت تہجد کا حفظ و پاس اُسے تقویت جماعت پر باعث ہوتا  
 ہے اگر تہجد بروجہ سنت ادا کرتا تو وہ خود فوت واجب سے اُس کی محافلت کرتا نہ کہ اُلٹا فوت کا سبب ہوتا قال اللہ عزوجل ان الصلاۃ  
 تنھی عن الفحشاء والمنکر بیشک نماز بیحائے اور بری باتوں سے روکتی ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بقیام  
 اللیل فانہ داب الصلحین قبلکم وقربۃ الی اللہ تعالیٰ ومنہایۃ عن الا شہد و تکفیر للسیئات ومطرۃ للداء عن الجسد  
 تہجد کی تلازمیت کرو کہ وہ اگلے نیکوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنے والا اور گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن  
 سے بیماری دور کرنے والا رواہ الترمذی فی جامعہ وابن ابی الدنیا فی التہجد وابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک  
 وصحیحہ والبیہقی فی سننہ عن ابی امامۃ الباہلی واحمد والترمذی وحسنہ والحاکم والبیہقی عن بلال والطبرانی فی  
 الکبیر عن سلمان الفارسی وابن السنی عن جابر بن عبد اللہ وابن عساکر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجمعین  
 تو فوت جماعت کا التزام تہجد کے سر رکھنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے اگر میزان شرع مطہر کر اپنے احوال و افعال تو لے تو کھل جائے کہ  
 یہ الزام خود اُسی کے سر تھا بھلا یہ تہجد و قیلولہ وہ ہیں جو اس نے خود ایجاد کیے جب تو انہیں تقویت شعار عظیم اسلام کے لیے کیوں عذر بناتا  
 ہے اور اگر وہ ہیں جو حضور رب عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً منقول ہوئے تو بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
 کب ایسے تہجد و قیلولہ کی طرف بلایا جن سے جماعت فریضہ فوت ہو کیا قرآن و حدیث ایسے ہی تہجد کی ترغیب دیتے ہیں کیا سلف صالح نے  
 ایسے ہی قیام لیل کیے ہیں حاشا و کلاہ ترسم نہ روی کعبہ لے اعرابی کہیں رہ کہ تو میری ہرکستان است یا ہذا سنت ادا کیا چاہتا ہے  
 تو بروجہ سنت ادا کر یہ کیا کہ سنت لیجے اور واجب فوت کیجے۔ ذرا گوش ہوش سن اگرچہ حق تلخ گزرے دوسرے ڈانے والے نے تجھے یہ چھوٹا  
 بہانہ سکھایا کہ اسے مفتیان زمانہ پر پیش کرے جس کا خیال ترغیبات تہجد کی طرف جائے تجھے تقویت جماعت کی اجازت دے جس کی نظر اکید  
 جماعت پر جائے تجھے ترک تہجد کی مشورت دے کہ من ابلی مبلدین اختاروا ہونہما ہر حال مفتیوں سے ایک نہ ایک کے ترک کی  
 دستاویز نقد ہے مگر حاشا خدام فقہ و حدیث نہ تجھے تقویت واجب کا فہمی دیں گے نہ عادی تہجد کو ترک تہجد کی ہدایت کر کے ارشاد حضور سید الاسماء  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا عبد اللہ لا تکن مثل فلان کان یقوم اللیل فترک قیام اللیل کا خلاف کریں گے رواہ الشیخان عن  
 عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ اس لیے کہ وہ توفیق عزوجل حقیقت امر سے آگاہ ہیں اُن کے یہاں عقل سلیم



و نظر قویم دو عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد و جماعت میں تعارض نہیں ان میں کوئی دوسرے کی تقویت کا داعی نہیں بلکہ یہ ہوائے نفس شریر و سوئے طرز تدبیر سے ناشی ہوا یا ہذا اگر تو وقت جماعت جاگتا ہوتا اور طلب آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحتہ آشوب و تارک واجب اور اس عذر باطل میں مبتل و کاذب ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الجفاء کل الجفاء والكفر والنفاق من مع منادی اللہ ینادی الی الصلوات فلا یجیبہ ظلم پر اظلم اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو ناز کی طرف بلاتا سنے اور حاضر نہ ہو حدیث حسن قد ذکرنا تخویرہ ولفظ الطبری ینادی بالصلاة ویدعو الی الفلاح اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جا بجا کہ یہ فتنہ خواب کیونکر جاگا اور یہ فساد عجاب کہاں سے پیدا ہوا اس کی تہہ بیکر کر کیا تو قیلہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقت جماعت نزدیک ہوتا ہے ناچار ہو شیخا رہیں ہونے پاتا یوں ہے تو اول وقت خواب کرالیا اے کرام قد سنا اللہ تعالیٰ باسرا ہم نے قیلہ کے لیے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز و تلاوت نہیں یعنی صخوة کبریٰ سے نصف النہار تک وہ فرماتے ہیں چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک۔ دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہیے کہ پیش از زوال وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر وقت زوال کے ابتدائے ظہر ہے ذکر و تلاوت میں مشغول ہو امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سرور دی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوارف شریف میں فرماتے ہیں النوم بعد الفراغ من صلاة الضحی وبعد الفراغ من اعداد اخر من الركعات حسن قال سفین کان یجھم اذا فرغوا ان یناموا طلبا للسلامة وهذا النوم فیہ فوائد منها انه یعین علی قیام اللیل (الی قولہ قدس سرہ) ویفنی ان یکون انتباہہ من نوم النہار قبل الاستواء بساعة حتی یتکمن من الوضوء والطہارة قبل الاستواء بحیث یکون وقت الاستواء مستقبل قبلہ ذاکرا و امسبحا او تالیما الخ ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہو یا اس سے وقت جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں کیا اس وقت سونے میں کچھ عذر ہے اچھا ٹھیک دوپہر کو سو گزرتا کہ وقت جماعت آجائے ایک ساعت قبلہ قیلہ بس ہے اگر طول خواب سے خوف کرتا ہے تکیہ نہ رکھ بچھو نا بچھا کہ بے تکیہ بے بستر سونا بھی سنون ہے سوئے وقت دل کو خیال جماعت سے خوب متعلق رکھ کر فکر کی فیند غافل نہیں ہوتی کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقت نوم تک بخارات طعام فرو ہو لیں اور طول منام کے باعث نہ ہوں سب سے بہتر علاج تقلیل غذا ہے سید المرسلین فرماتے ہیں ماملأ آدمی دعاء شرا من بطنہ یحسب ان آدمرا کلات یقمن صلیہ فان کان لا محالة فثلث لطعامہ وثلث لشرا بہ وثلث لنفسہ آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا آدمی کو بہت ہیں چند لقمے جو اس کی پیٹو سیدھی رکھیں اور اگر یوں نہ گزرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لیے تہائی پانی تہائی سانس کو رواۃ الترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن جابر عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا بائجھ سے بچہ مانگنا ہے جو بہت کھائے گا بہت پیے گا جہت پے گا بہت سوئے گا جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات و برکات کھوئے گا سے استغفر اللہ من قول بلا عمل : لقد نسبت بہ لئلا لا یحقر و لہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کثرة الاکل شوم بیشک بہت کھانا شوم ہے رواۃ البیہقی فی شعب الایمان عن امار المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں بھی ذکر ہے تو قیام لیل میں تخفیف کر دو رکعتیں خفیف و تام بعد نماز عشا ذرا سونے کے بعد شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدمی رات سے پہلے ادا ہے تہجد کو بس ہیں مثلاً دو بجے عشا پڑھ کر سورا دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں

پڑھ لیں تہجد ہو گیا حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یحب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح نہ تہجد  
انما التہجد المرء یصلی الصلوۃ بعد رقدۃ ثم ینسج فیہ کسی کا یہ گمان ہے کہ رات کو اٹھ کر صبح تک نماز پڑھے بھی تہجد ہو تہجد صرف اس کا نام ہے  
کہ آدمی ذرا سو کر نماز پڑھے رواۃ الطبرانی عن الحجاج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن انشاء اللہ تعالیٰ سوتے وقت  
اللہ عز وجل سے توفیق جماعت کی دعا اور اُس پر سچا توکل مولیٰ تبارک و تعالیٰ جب تیرا حسن نیت و صدق عزیمت دیکھے گا ضرور تیری مدد فرمایا گیا  
من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ عوارضہ بشریف میں ہے لتتغیر العادۃ فی الوسادۃ والغطاء والطعام تاثیر فی ذلک ومن ترک  
شیئاً من ذلک واللہ عالم بنیتہ وعزیمتہ ینتخبہ علی ذلک بتیسیر ما رام اپنے اہل خانہ وغیرہم سے کسی مسئلہ کو متعین کر کہ  
وقت جماعت سے پہلے جگادے کما وکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلۃ التعمید ان باتوں  
تدبیروں کے بعد کسی وقت سوئے انشاء اللہ تعالیٰ فوت جماعت سے محفوظ ہوگی اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنکھ نہ بھی کھلی اور جگانے والا  
بھی بھول گیا یا سو رہا کما وقع لیسیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو یہ اتفاقی عذر سموع ہوگا اور امید ہے کہ صدق نیت و حسن تدبیر پر  
ثواب جماعت پائے گا وباللہ التوفیق کیا تیری مسجد میں بہت اول وقت جماعت کرتے ہیں کہ دوسرے اُس تک سونے کا وقفہ نہیں جب  
تو سب رقتوں سے چھوٹ گیا سو کر پڑھی یا پڑھ کر سوئے بات تو ایک ہی ہے جماعت پڑھ ہی کر نہ سوئے کہ خوف فوت اصلاً نہ رہے جیسے صحابہ کرام  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم روز جمعہ کیا کرتے تھے الشیخان عن یھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما کنا نقیل ولا نتغذی الا بعد الجمعة  
وفی لفظ البخاری کنا نصلی مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجمعة ثم تكون القائلۃ وعندہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کنا بنکروا الى الجمعة ثم نقیل غرض یہ تین صورتیں ہیں پیش از زوال سواٹھنا بعد جماعت سونا ان میں کوئی خدشہ ہی نہیں اور تیسری صورت  
میں وہ سات تدبیریں ہیں وہ عز وجل سے ڈرے اور بصدق عزیمت ان پر عمل کرے پھر دیکھیں کیونکہ تہجد تقویت جماعت کا موجب ہوتا ہے بالکل  
نہ ماہ نیم ماہ کہ ہر غیر روز کی طرح روشن ہو کہ عذر مذکور کبیر مدفع و محض ناسموع جماعت و تہجد میں اصلاً تقاض نہیں کہ ایک کا حفظ دوسرے کے ترک  
کی دستاویز کیجیے اور بوجہ تعدد وجع راہ ترجیح لیجیے ہذا هو حق الجواب واللہ الہادی الی سبیل الصواب بالایمنہ اگر اس تقدیر ضائع و  
فرغ خلاف واقع کا مان لینا ہی ضرور تو جماعت ادنیٰ پر تہجد کی ترجیح محض باطل و مجور اگر حسب تصریح عامہ کتب تہجد مستحب و حسب اختیار جمہور  
مشائخ جماعت واجب مانے جب تو ظاہر کہ واجب و مستحب کی کیا برابری نہ کہ اس کو اُس پر تفصیل و برتری اور اگر تہجد میں اعلیٰ الاقوال کی طرف  
ترقی اور جماعت میں ادنیٰ الاحوال کی جانب تنزل کر کے دونوں کو سنت ہی مانے تاہم تہجد کو جماعت سے کچھ نسبت نہیں جماعت بر تقدیر سنیت  
بھی تمام سنن حتیٰ کہ سنت فجر سے بھی اہم و اکمل ہے ولہذا اگر امام کو نماز فجر میں پائے اور سمجھے کہ سنتیں پڑھے گا تو تہجد بھی نہ ملے گا تو بالا جماع  
سنتیں ترک کر کے جماعت میں مل جائے والمسئلۃ منصوص علیہا فی کتب المذہب کافۃ طحاوی حاشیہ مرانی الفلاح شرح نور الایضاح  
میں زیر قول صنف الجماعة سنة فی الاصح فرمایا فی البدائع عامۃ المشایخ علی الوجوب وبہ جزم فی التحقۃ وغیرہا فی جامع  
الفقہ اعدل الاقوال واقرہا الوجوب (الی ان قال) وعلى القول بانها سنة هي آكد من سنة الفجر والاحتار بالانوافل میں ہے

سہ علق بالمشیۃ لان فیہ ابن لعیۃ والکلام فیہ معروف ولا صوب فیہ عندی ان حدیثہ حسن انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ

لیس له ترك صلاة الجماعة كما هاهنا من الشعائر ففي اكد من سنة الفجر ولذا يتركها خوفاً من الجماعة او سنت فجر بالاتفاق بغير تمام سنن من افضل ولهذا بصورت فوت مع الفريضة بعد وقت قبل زوال ان كي قضا كا حكم هه بخلاف سائر سنن كه وقت كه بعد كسى كي قضا نهين ولهذا باعذر مبيع سنت فجر كو بيكر كړهنا ناجائز بخلاف ديكر سنن كه بے عذر بهي روا اگر چه ثواب آدها ولهذا صاحبين رحمهما الله تعالى كه قائل سنيت وتر هونے سنت فجر كو اس سے اكدمانے كي طرف گئے درختا ميں هه السنن اكدها سنة الفجر اتفاقا وقيل بوجوبها فلا تجوز صلاحها قاعداً بل تعدر في الاصح ولا يجوز تركها لعالم صار مرجحاً في الفتاوى بخلاف باقي السنن وتقضى اذا فاتت معه بخلاف الباقي اه ملخصاً بحر الرائق ميں هه سنة الفجر اقوى السنن بالاتفاق الروايات لها في الصحيحين عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت لم يكن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على شئ من النوافل اشد تعاهداً منه على ركعتي الفجر اسي ميں خلاصه سے هه اجمعوا على ان ركعتي الفجر قاعد امن غير عذر ولا يجوز كذا روى الحسن عن ابي حنيفة اسي ميں قينه سے هه اذا لم يسع وقت الفجر الا الترتوا والفجر او السنة والفجر فانه يوتر ويترك السنة عند ابي حنيفة وعند هما السنة اولى من الترتوير مذ هب اصح پر سنت قبلية نظرية سنن سے اكده ميں صحیح المحسن واستحسنه المحقق في الفتنه فقال وقد احسن لان نقل المواظبة الصريحة عليها اقوى من نقل مواظبته صلى الله تعالى عليه وسلم على غيرها من غير ركعتي الفجر اه وكذا اصح في الدراية والعناية والنهاية وكذا ذكر تصحيحه العلامة نوح كما في الطحطاوى على مراقي الفلاح وكذا اصح في البحر عن القنية وعلله بوسرود الوعيد وتبعه في الدر اور امام شمس الائم حلواني كه زديك سنت فجر كه بعد افضل و اكده ركعتين مغرب ميں پھر ركعتين ظهر پھر ركعتين عشا پھر قبلية نظر كا في الفتح وغيره قُلْتُ وعليه مشي في الهندية عن تبیین الحقائق للامام الزيلعي فقال اقوى السنن ركعتا الفجر ثم سنة المغرب ثم التي بعد الظهر ثم التي بعد العشاء ثم التي قبل الظهر پھر شك نهين كه همارے الله كرام رضي الله تعالى عنهم كه زديك سب سنن روا تب تجمد سے اهم و اكده ميں اقول وكيف لا وقد ثبت استئناها موكد امن دون تردد بخلاف التهجد فان جهود العلماء بعد و نه من المنذوبات حتى جاء المحقق ابن الهمام فبحث بحثاً ولم يقطع قولاً فتردد في ندبه واستنانه مع التخصيص بان الادلة القولية انما هي عند النذوب ثم بحث تليذه المحقق ابن امير الحاج اشبهية سنيتة على ما فيه من نزاع طويل ولولا غرابة المقام ومخافة الطويل لا تينا بما فيه من قال وقيل ولهذا همارے علم سنن روا تب كي نسبت فرماتے ميں انهما لتاكدها اشبهت الفريضة كما في الدر اور يسي مذ هب جمهور وشرب منصور هه وان خالفهم الامام ابو اسحق المروزي من الشافعية فقال بتفضيل التهجد مطلقاً وتبعه الامام الاجل ابو زكريا النووي الشافعي في المنهاج مستدلاً بما لا حجة له فيه عند المتدقيق كما بيناه في بعض تعليقاتنا وقد علمت مذ هب اصحابنا واجماعهم على ان اقوى الاكده

له اخوجه الائمة احمد ومسلم والاربعة عن ابي هريرة وعمر بن هارون الروباني في مسنده والطبراني في الكبير عن جندب رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم افضل الصلاة بعد المكتوبات صلاة في جوف الليل فحمله ابو اسحق المروزي و من واقعه على ظاهره فقالوا ان صلاة الليل افضل من السنن الاربعة قال الامام النووي وقال اكثر اصحابنا الرواتب افضل لا تخالشبه الفرائض قال والاول اقوى وادق للحديث اه وتبعه العلامة ميرك فقال فيه حجة لا بي اسحق المروزي من شافعية على ان صلاة



واقع ہوتا ہے وجوب جان کر ترک پخت سخت وعیدیں سن کر تو بہت لوگ کسل و کاہلی کر جاتے ہیں کاش یہ سن پائیں کہ جماعت اولیٰ کی حاضری شرعاً کچھ ضرور نہیں ایک بہتر بات ہے کہ کی نہ کی تو ابھی جو رہا سہا انتظام جماعت ہے سب درہم برہم ہوا جاتا ہے لوگ منے سے اذان سنیں اور اپنے لہو و لب میں مشغول رہیں کہ جلدی کیا ہے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنالیں گے کیا ایسی ہی متفرق بے نظم جماعتوں کی طرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلایا کیا انہیں کے ترک پر سخت سخت جگر ٹکات وعیدوں کا حکم سنایا عاش شہرم عاش شہ ذرا نگاہ اٹھا دو کار کہ یہ قصداً تقریب جماعت و تقلیل حضار کس قدر مقاصد شرع سے دور اور نرا نیت حق و صواب سے بعید و منحور ہے نہیں نہیں بلکہ یقیناً وجوب تاکہ مذکور خاص جماعت اولیٰ کے لیے منظور اور وہی صدر اول سے محمود اور وہی احادیث وعید علی الترتیب میں مقصود اور زہار زہار ہرگز جائز نہیں کہ بے عذر مقبول شرعی جماعت ثانیہ کے بھروسے پر جماعت اولیٰ قصداً چھوڑ دیجیے اور داعی الہی کی اجابت نہ کیجیے جماعت ثانیہ کی تشریع اس غرض سے ہے کہ احیاناً بعض مسلمین کسی عند صحیح مثل ملافت انہیں یا حاجت طعام وغیرہ کے باعث جماعت اولیٰ سے رہ جائیں وہ برکت جماعت سے مطلقاً محرومی دپائیں بے اعلان و تداعی محراب سے جدا ایک گوشے میں جماعت کر لیں ذکر اذان ہوتی رہے داعی الہی پکارا کرے جماعت اولیٰ ہوا کرے منے سے گھر میں بیٹھے باتیں بنائیں یا پاؤں پھیلا کر آرام فرمائیں کہ محبت کیا ہے ہم اور کر لیں گے یہ قطعاً یقیناً بعثت سیدہ شنیعہ ہے ہذا معالایشک فیہ من دخل بستان الفقہ فشروعی فالانوارہ الفاشحة او ففتح اجفان الفکر فثام برفا من انوارہ الا شحۃ و مالنا نستمرسل فی سہ والبراہین علی مثل ہذا الواضح المبین ولكن لا باس ان نذکر شیئاً من التنبیہ لیسقطہ الفقہ ویبذلک التنبیہ **فاقول** وبہ نستعین **اولاً** فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کا ایک موجز و جامع رسالہ کسی بنام تاریخی حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ ہے جس میں بفضلہ سبحنہ و تعالیٰ حکم جماعت کی تحقیق حدیثی و فقہی اعلیٰ درجہ کمال و جمال پر مبنی ہوئی ہمارے علم سے در باب جماعت شاذ و مشہور و مقبول و مجدد چھ قول ماثور فرض عین فرض کفایہ واجب عین واجب کفایہ سنت مؤکدہ مستحب اس نفیس مبارک رسالہ نے بعونہ تعالیٰ ثابت کر دکھایا کہ ان اقوال میں اصلاً تلافی و تمانع نہیں سب حق و صحیح اور اپنے اپنے معنی پر راجع و منہج ہیں یہ جلیل تحقیق جلیل توفیق و شہ احمد والہ عجب نادر معجب و عقائے مغرب ہے جس کا نام سن کر ناظر متحیر نہ کہے ہذا الا یکن و کیف یکن اور جب اس کی زاہر و خفیہ باہر تقریر پر اطلاع پائے متعجب نہ اعتراف کرے کہ لمثل ہذا اقلیٰ العالمون اس رسالہ میں ہم نے احادیث عبد اللہ بن عباس والیہ بریرہ و بریدہ کے بیان مجرہ و انس بن مالک و عثمان غنی و عمرو بن ام مکتوم والیہ و ابوامامہ و جابر بن عبد اللہ و غیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان سن کر حاضری واجب فرمائی ادا شناس سخن انہیں احادیث سے جان سکتا ہے کہ اذان کس جماعت کے لیے بلاتی اور شرع اس کی اجابت کیوں واجب فرماتی ہے مگر میں یہاں اصرار واضح ذکر کروں حدیث حسن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ او پر گزری جس میں نہ اس نے کہ حاضر ہونے پر حکم جفا و کفر و نفاق فرمایا گیا طبرانی کے یہاں بطریق آخریوں آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بحسب العوامن من الشقاء والخبیۃ ان یسمع الموزن ینوب بالصلۃ فلا یحبیہ مسلمون کو یہ بدیہی و نامرادی بہت ہے کہ موزن کو تکبیر کہتے تھے اور اس کا بلانا قبول کرے اس روایت نے روایت سابقہ کی تفسیر کر دی کہ وہاں بھی ندا سے یہی تکبیر مراد تھی فان الاحادیث یفنی بعضها بعضها و خیر تفسیر

للحدیث ما یستبین بجمع طرقہ بلکہ عند تحقیق احادیث ایجاب اجابت فلیہ عند الاذان کا مرجح بھی اسی طرف کہ ہم نے رسالہ مذکورہ میں احادیث و آثار ابو قتادہ و جابر بن عبد اللہ و ام المؤمنین و ابو ہریرہ و جابر بن سمرہ و امیر المؤمنین فاروق اعظم و عبد اللہ بن عمرو و سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیا کہ یہ وجوب تا وقت اقامت موسع ہے اگرچہ قنیہ و مجتبیٰ میں صراحتہ تفسیق کی کہ جواز ان میں کر تکبیر کے انتظار میں بیٹھا رہے بدکار و مردود الشہادہ ہے بجز الرائی میں ہے فی القنیۃ لو انتظر الاقامۃ لدخول المسجد فهو مستیٰ اسی میں ہے فی المجتبیٰ من کتاب الشہادۃ من سمع الاذان فی بیتہ لا یقبل شہادۃ غرض حدیث سے ثابت کہ جو تکبیر سن کر حاضر جماعت نہ ہو اسے بدعت نامراد ظالم اعظم کا فرمانی فرمایا گیا اللہ انصاف کیا تکبیر کسی مطلق جماعت کی طرف ہلاتی ہے کیا اس جماعت میں بلونہ طور پر دعوت تکبیر کی اجابت ہو جاتی ہے کیا اس میں سحی علی الصلوۃ سحی علی الفلاح کے یہ معنی ہیں کہ چاہے اس نماز و فلاح میں حاضر ہو چاہے نہ ہو اپنی انگ کر لینا شاید قد قامت الصلوۃ کا یہی مطلب ہو گا کہ یہ نماز تو کھڑی ہو ہی گئی اب اس میں اگر کہا کرو گے تم اور کوئی بیٹھی ہوئی اٹھانا حاشا و کلا بلکہ تکبیر اسی جماعت کی طرف ہلاتی اور اسی کی عدم حاضری پر وہ حکم و کفر و نفاق و شقاق و غیبت ہے تو قطعاً حکم و وجوب و اذکار کی مہد آق یہی ماثور و مہود جماعت ہے

**ثانیاً** یہ توسیع تو ہمارے طور پر تھی اگر تصریح قنیہ و مجتبیٰ و تقریر پر نظر کیجیے تو امر اظہر کہاں وہ تفسیق کہ اذان کے بعد تکبیر کا انتظار بھی جائز نہیں کہاں یہ توسیع شیعہ کسر سے سے جماعت اولیٰ میں حاضر ہونا ہی کچھ ضرور نہیں **ثالثاً** روشن تر نص قاطع لیجیہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شانہ اظہر سے مسجد انور میں قریش امامت جلوہ فرما ہوتے ایک دن نماز عشا کو تشریف لائے جماعت میں قلت دیکھی کچھ لوگ حاضر نہ پائے نہایت شدید غضب و جلال محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے ظاہر ہوا ارشاد فرمایا خدا کی قسم میرے سحی میں آتا ہے کہ مؤذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو امامت کے لیے فرماؤں پھر بھڑکتی ہوئی مشعلیں لے جاؤں اور ان لوگوں پر ان لوگوں کے گھر بھونک دوں جنہیں یہ

لہ هذا ثابت فی غیر هذا الحدیث من عداۃ احادیث صحاح اور دناہا فی حسن البراءۃ ۱۲ منہ رحمہ اللہ ۱۳ هذا منصوص علیہ فی هذا الحدیث عند مسلم فی صحیحہ و عند غیرہ ۱۴ منہ رحمہ اللہ ۱۵ هذا عند احمد وغیرہ من حدیث کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عند سراج فی مسندہ فی هذا الحدیث ۱۶ هذا فی روایۃ المساجد ثم خرج الی المسجد فاذا الناس عنون واذا هم قلیلون فغضب غضباً شديداً لا اعلو انہ رأیہ غضب غضباً شديداً ثم قال لقد هممت ان امر رجلاً یصل بالناس ثم اتبع هذه الدور التي تخلفوا هلوها عن هذه الصلوة فاضرمها عليهم بالنيران ۱۷ فان قلت اليس فی نفس الحدیث ما یدل ان الاولی لا یجب عیناً والا لما هم هو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یقیم الصلوة ثم یصرف الیہم لاحراق بیوتہم قلت هذا السؤال قد ورد قبل علی الاحتجاج بالحدیث لوجوب الجماعة وقد تصدی الطمأنیۃ لوجوب الجماعة قال العلامة المبدع عمود العینی فی عمدة القاری شرح صحیح البخاری الثالث (انی من وجوه الجواب عن حدیث الباب) ماله ابن بریدۃ عن بعضہما انہ استنبط من نفس الحدیث عدم الوجوب لكونه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہما بالتوجہ الی المتخلفین فلو كانت الجماعة فرض عین ما ہما بتوہم اذا توجه قال العینی ثم نظریہ ابن بریدۃ بان الواجب یجوز ترکہ لما هو واجب منہ اہ کلام العمدۃ **اقول** فلفظ صحیح مثل ذلك عند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الجمعۃ اخرج مسلم فی صحیحہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعۃ لقد هممت ان امر رجلاً یصل بالناس ثم احرق علی وجال یتخلفون عن الجمعۃ بیوتہم **اقول** علان عبد اللہ بن وہب روى الحدیث فی مسندہ فقال حدثننا ابن ابی ذئب حدثننا عجلان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فذاکرنا حدیث وفیہ یفتقین رجال من حول المسجد لا یشهدون العشاء ولا یحرقن بیوتہم وقد قال فی حدیث سقنا عن النخاع لیس فیہ ثم اخذ شعل من نار ولا نسلم ان بین ان یدہب بعد الاقامۃ یتنقل قد اوقدت الی بیوت حول المسجد فیتقوموا علیہم وینبئ الرجوع الی المسجد ما یوجب تقویت الجماعة حتی یلزم الترتک نعم لقیوت الادراک من اول الصلوة وھولیس الا فضیلتہ ربما یترک لاقول من هذا علی السکینۃ فی المشی لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سمعتم الاقامۃ فامشوا الی الصلوة وعلیکم بالسکینۃ والوقار فما اردکم فضعوا واما قالکم قالتموا رواہ الشیخان وغیرہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسط الاشکال راساً واللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم وعلیٰ جل مجدہ فاما حکمہما منہ رضی اللہ تعالیٰ

اذان سنے یہ وقت ہو گیا اب تک گھروں سے نماز کو نہیں نکلتے **البخاری** عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس صلاۃ اقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولویعلمون ما فیہا لا توہموا ولوجبوا لقد ہست ان امرالمؤمن فیکفیر ثم امرہ جلا یوم الناس ثم اخذ شعلۃ من نار فاحرق علی من لا ینحج الی الصلاۃ بعد ینہ حدیث صحیح نص صریح ہے کہ وقت اقامت تک مسجد میں نہ حاضر ہونا وہ جرم قبیح ہے جس پر حضور اقدس صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہ وعلیٰ آلہ الکرام نے اُن لوگوں کے جلا دینے کا قصد فرمایا علی فرماتے ہیں یہ لو شائد کہ تکبیر کہلو اگر نماز شروع کراؤں اُس کے بعد تشریف لے جاؤں اُسی بنا پر تھا کہ اُن کی عدم حاضری ثابت اور الزام مختلف قائم ہو لے اس کا منشا وہی تحقیق ہے جو ہم نے ذکر کی کہ ایجاب اجابت تا وقت اقامت موسع ہے امام اجل ابو زکریا نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں انما ہر باقیا ثم بعد اقامۃ الصلاۃ لان ذلک الوقت یتحقق مخالفتہم وتخلفہم فینتوجہ اللوم علیہ الخ **اقول** یہاں سے واضح ہو گیا کہ ظاہر حدیث میں جو کلام قنیہ و مجتبے کی تائید نکلتی تھی ممنوع و ماقط ہے مہذا شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقصودہ نہیں بلکہ غرض شہود جماعت ہے اور قبل از اقامت وقت جماعت غیر مقبول تو اقامت تک وجوب موسع ماننے سے چارہ نہیں مگر بات یہ ہے کہ اقامت تک تاخیر یا تو امام معین کو میسر جس کے بن آئے جماعت قائم ہی نہوگی یا اُسے جس کا مکان مسجد سے ایسا ملاصق کہ تکبیر کی آواز اُس پر محض نہ رہے گی ان کے سوا اور نمازیوں کو انتظار اقامت کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں کہ جب نہ تکبیر اُن پر موقوف نہ اُنہیں اُس کی آواز آئے گی تو کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں ایسوں کو اُسی وقت تک تاخیر واجب تک تقویت کا خوف نہر حدیث ایسے ہی لوگوں پر محمول اور ممکن کہ کلام قنیہ و مجتبے بھی اسی معنی پر حمل کریں فیحصل التوفیق وبالله التوفیق **رابعا** اگر بفرض باطل یہ احکام مطلق جماعت کے ہوتے کہ اولی و ثانیہ دونوں جس کے فرد تو واجب تھا کہ بعد فوت اولی ثانیہ بالتعین واجب و مکہ ہوتی کہ اب براءت ذمہ اسی فرد میں منحصر ہو گئی حالانکہ ہمارے اکثر کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بعد فوت اولی وجوب مکنا نفس جواز ثانیہ میں نزاع عظیم ہے ظاہر الروایہ منع و کراہت اگرچہ ماخوذ و مخیر جواز ہے جبکہ بے اعادہ اذان ہیأت اولی بدل کر ہو گا بیناہ فی فتاونا بما یقبل المنصف وان کا بر المتعسف امام اجل ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلی فیہ اہلہ یصلون وحدانا وهو ظاہر الروایۃ وبعبارة اخرى جس جماعت کو مکنا واجب یا سنت ہو کہ وہ کہتے ہیں اُس کا تاکد متفق علیہ ہے اور ثانیہ کا بعد فوت اولی بھی نفس جواز مختلف فیہ تو ثانیہ کسی وقت اُس جماعت سے نہیں جس کا حکم وجوب و تاکد ہے لیکن ثانیہ دائما مطلق جماعت کی فرد ہے تو لا جرم یہ احکام مطلق اصولی کے نہیں بلکہ خاص اولی کے ہیں و هو المطلوب رد المحتار میں ہے قد علمت ان تکرارها مکروہ فی ظاہر الروایۃ الا فی روایۃ عن اکامام وروایۃ عن ابی یوسف کما قد مناة قویا و سیأتی ان الراجح عند اہل المذہب وجوب الجماعة وانه یا ثم یقفونہا اتفاقا بجلادہ کیا چیز ہے جس کی تقویت

لہ قولہ بعد نقیض قبل مبنی علی الضم فلما حذف منہ المضاف الیہ بنی علی الضم وسمی غایۃ لان تمام الکلام الیہا والخصۃ بعد ان یسمی الذم الی الصلاۃ احدی القادری قلت والنفی اذا لاقی زمانا استغنی عن جمیع اجزائہ فیمتد من بدء وقت المضاف الیہ الی ان التکلم ولذا یرجع حاصلہ فی امثال المقام الی قولک الی الآن نقول ما جاء فی بعد ای بعد ان ذهب الی هذا الحین وهذا معنی قولہ سمی غایۃ لان تمام الکلام الیہا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لہ یہاں کلام علی ما هو المشہور بین کثیر من الناس ہے تقریر فرما لہ پر کہ اس کی تحقیق مجمل توفیق و دلیل تطبیق فائض ہوتی خاص بابین تحریر فقیر سے دیدنی ۱۲ مہر رحمہ اللہ لہ قلت وروایۃ عن محمد کما فی البحر والمجتبی والحدیۃ وغیرہا ۱۲ منہ



بالا اتفاق گناہ ثانیہ کو تو اسی عبارت میں ردائیت مشورہ پر مکروہ بتا رہے ہیں لاجرم وہ اولیٰ ہی ہے تو ثانیہ کے اعتماد پر اُسے قوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اور گناہ کی اجابت دینی اُس سے بھی بدتر و بعبارة ثالثة دہی علیٰ کہ جماعت ثانیہ کو مکروہ بتاتے ہیں وجوب تاکد جماعت کی تصریح فرماتے ہیں کما لا یخفی علی من تتبع کلمات القوم وقد علمت الخلف والوفاء اور وجوب تاکد کا کراہت سے اجتماع بمعنی نہی عن الفعل یا نذر ترک بعد حصول المتاکد یقیناً محال اگرچہ معنی المطلوب الدفع قبل الحصول و مطلوب الفعل بعد الحصول ممکن اور شک نہیں کہ یہاں اجتماع ہوگا تو بمعنی اول فاعرف و افهم ان کنت تفهم بالیقین وہ حکم جماعی ایسی ہی جماعت کا ہے جو ثانیہ کو شامل نہیں در نہ قول مشورہ صرف مجور بلکہ قول بالاحمال اور معاذ ابشر قانون عقل و تیز سے دور ہوگا و اسی شناعة استغفر من ذلک خامساً ایک بدیہی بات سنیف کا ہے سے ثابت ہوتی ہے موافقت حضور ید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطلقاً یا منع التکرار حیثاً اور وجوب کو کیا چاہے انکار اہل التکرار بھی یا صرف موافقت دائرہ اب دیکھ لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس جماعت پر موافقت فرمائی اور کس کے ترک پر نکیر آئی ظاہر ہے کہ وہ جماعت اولیٰ ہی تھی تو وجوب یا استئذان ہو کہ اُسی کا حکم ہے نہ مطلق ثانیہ کا تنبیہ احکام افراد جانب مطلق سرایت کرتے ہیں شبہ نہیں مگر وہ مطلق مطلق منطقی ہے جس کے تحقق کو تحقق فرد واحد اور اُس پر صدق حکم کو صدق علی فرد و علی خلاف سائر افراد کا فی و لہذا بتضاد احکام افراد مورد احکام متضاد ہوتا ہے بایں معنی مطلق جماعت بیشک فرض واجب سنت مستحب مباح مکروہ حرام سب کچھ ہے کہ جماعت جمعہ جماعت پنجگانہ جماعت کسوف و جماعت و تر رمضان و جماعت نوافل بلا تداویٰ بتداعی و جماعت ظہر فی المصروع و غیرہ سب کو شامل اس معنی پر حکم فرد کی مطلق سے نفی دو بار قول بالتنافقین ہے لثبوتہ و نفیہ علیہما والمطلق کلیہما کلام اس میں نہیں مطلق اصولی یعنی فرد شائع یا ماہیت متقرہ فی اسی فرد یا د میں کلام ہے اس کی طرف احکام خاصہ فرد و دون فرد ہرگز ساری نہیں ہو سکتے اور جو حکم اس کے لیے ثابت وہ ہر فرد کو ثابت مالم یمنع مانع یہ نکتہ ضروری الحفظ ہے کہ اس سے غفلت باعث غلط و شرط ہوتی ہے وقد حققہ تاج المحققین خاتمة المدققین سیدنا والوالد قدس سرہ الماجد فی کتابہ المسماة اصول الرشاد لقطع مباحی الفساد والله الہادی الی سبیل السداد یا بکلمہ جماعت اولیٰ پر ترجیح تہجد وجہ صحت رکعتی ہے نہ حکم وجوب و تاکد جماعت اولیٰ سے متعدی ہے نہ باعتبار ثانیہ ترک اولیٰ کی اجازت ہو سکتی ہے نہ ہرگز اولیٰ و ثانیہ کا ثواب سادہ ہے بلکہ باعتبار ثانیہ تفویت اولیٰ گناہ قطعی جماعی ہے ہاں مسجد اگر مسجد شائع ہو یعنی اُس کے لیے کوئی جماعت معلوم نہیں جیسے بازاروں کی مسجدیں کہ کسی خاص محلہ و گروہ سے مختص نہیں کچھ راہگیر آئے پڑھ گئے کچھ پھر آئے وہ پڑھ گئے یہ ہیں متفرق گروہ آتے اور پڑھتے جاتے ہیں تو وہاں اس قول کی گنجائش ہے کہ ایسی مساجد کی ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے فان الاولیٰ الناہیۃ عن الثانیۃ مطلقاً و بشرطہ ہی ما فعلہا اهل المسجد باذان جہر او اقامۃ حتی لو ان مسجد من مساجد الحی اتاہ قوم من غیر اہلہ فاذا نواوا قواموا وصلوا جماعة کان لاہلہ ان یصلوا جماعة من دون حاجۃ الی العدول عن المحراب لان الحی لہم فلا یبطل بفعل غیرہم کما نصوا علیہ

لہ لانہ ان اقبل للفرد فقد اثبت للطلق بحکم السراۃ لکنہ اثبت للفرد و اثبت للمطلق وقد نفی عنہ لکنہ لم یثبت لاسطون فلم یثبت للفرد وقد اثبت لہ ۱۲ متہ

و مساجد الشوارع لا اهل لها معينا فلا يتحقق فيها الاولى بالمعنى المذكور بل الكل اولى اذ ليس بعض من بعض باولى ولهذا هرگز وہ کہ آتا جائے اپنی اپنی جدا اذان واقامت سے جماعت کرے کما فی سراج المحتار عن خزائن الاسرار عن الامام قاضی خاں و فی خانیتہ مسجد لیس لہ مؤذن امام معلوم یصلی فیہ الناس فوجا فوجا بجماعة الا فضل ان یصلی فیہ کل فریق باذان واقامة علی حدة اھ و فی الثامیة عن الطبع اما مسجد الشارع فالناس فیہ سواء لا اختصاص لہ بفریق دون فریق اھ الحمد للہ کلام اپنے ذرۃ اقصیٰ کو پہنچا اور حکم مسائل نے غایت انجلا پایا ہلکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق روشن رہے کہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کو کسی کے کلام پر اخذ مقصود نہیں بلکہ صرف الظاہ حق و ادائے واجب اکد و احق کہ بعد سہال اعانت جواب و ابانت صواب اہم واجبات شرعیہ سے ہے جس پر ہم سے حضور پر نور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عہد و اثن لیا اللہم اجعلنا من المفلحین و بعهد بنیک من الموفین علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ و التسلیم یر بنا تقبل منا اذک انت السميع العليم الحمد للہ کہ یہ ضروری و موجز جواب کا شرف صواب فرصت اختلاصی کے چند متفرق جلسوں میں ۲۴ صفر ۱۳۱۳ ہجریہ روز چان افروز و شنبہ کو وقت اشراق ہر مشرق سمائے ختام و لمحاظ تاریخ بدو و ختم القلادة المرصعة فی نخالہ الجوبۃ الاربعة اس کا نام ہوا و آخر دعوتنا ان الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین امین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ ۱۸ حکم۔

## الْقُطُوفُ الدَّانِيَةُ مَنْ أَحْسَنَ الْجَمَاعَةَ الثَّانِيَةَ

۱۳ ————— ۱۳

مسئلہ - از مراد آباد مدرسہ امدادیہ مدرسہ مولوی سید محمد حبیب الرحمن صاحب سلسلہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ ہ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ بغیر اذان واقامت در صورت بدل دینے ہیئت جماعت  
اولیٰ کی از روئے شرع شریف بلا کراہت جائز ہے یا نہیں - بینا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں جماعت ثانیہ بلا کراہت مطلقہ مطلقاً جائز و مباح عند اہل التحقیق ہے جس کی تنقیح بالغ و توضیح بازغ مع ردوائع الامام  
تبع بعض اہل انہائے زمان بوزنہ تعالیٰ رسائل فقیر سے ظاہر و عیاں ہیں نفس مسئلہ کے اجمال احکام اور ان کے متعلق نقول و نصوص علمائے کرام پر  
اقتضار کیجیے کہ شان قوی اسی کے شایاں — فَاَقُولُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ وَبِہ الوصول الی ذری التحقیق اَوَّلًا جماعت  
جواز و افضلیت کی وہ صورتیں سینے جن میں اصلاً نزاع کو گنجائش نہیں (۱) جو مسجد شارع عام یا بازار یا انجمن یا سرا کی ہے جس کے لیے  
اہل معین نہیں وقت بہر جو لوگ گزرے یا آتے یا پڑ گئے غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت ہی ہے

اوروں کا آنا اتفاقی و عارضی ہے ایسی مسجد میں بالاجماع کراہت باذان جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بوقت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں اگرچہ وقت میں دس بیس جماعتیں ہو جائیں (۲) مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص ہے اختصاص رکھتی ہے اُس میں اقامت جماعت انھیں کا حق ہے اگر اُن کے غیر جماعت کر گئے تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلاشبہ جائز ہے جیسے کہ ناجائزہ حالانکہ اُس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر غیر دلی بے اذن دلی پڑھا جائے اب دلی آئے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اس کا تھا (۳) بعض اہل ہی جماعت کر گئے مگر بے اذان پڑھ گئے (۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذان جدید بروچسنت اعادہ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ وہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو (۵) محلے میں حنفی و غیر حنفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیر حنفی امام نے جماعت کر لی اور حنفیہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہب حنفی کے کسی فرض طہارت یا فرض صلاۃ یا شرط امامت کو ترک کیا ہے مثلاً چارم سر سے کم کا مسح یا آب قلیل نخواست اُفتادہ سے وضو یا جسم یا کپڑے قدر درہم سے زیادہ مٹی یا صاحب تیب کا باد صفت یا دو وسعت وقت بے ادائے فائزہ دقیقہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیہ بلاشبہ اپنی جماعت جدا کر دیں کہ اگرچہ شرعاً اُن جماعت کرے والوں کے لیے اُسے جماعت اولیٰ مانے مگر حنفی تو اُس میں اقتدا نہیں کر سکتا اگر کرے تو نمازی ہی نہ ہو (۶) اس خاص نماز کا تو حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور فرائض میں ترک لحاظ مذہب حنفی ثابت ہے جیسے عامہ غیر مقلدین کہ خواہی خواہی اہل حق سے مخالفت اور مذہب رابعہ خصوصاً مذہب حنبلیہ کی مضادات پر حریص ہوتے ہیں جب بھی حنفیہ کو اُن کی اقتدا گناہ و ممنوع ہے اپنی جماعت جدا کریں (۷) اُس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الحال شافعی مالکی حنبلی اس صورت میں بھی اُن کی اقتدا خالی از کراہت نہیں تو جماعت ثانیہ کا فضل مبین (۸) عادت مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم تبصریح ائمہ امام موافق المذہب کے پیچھے جماعت ثانیہ ہی افضل و اکمل اور اسی پر حرمین محترمین و مصر و شام و غیرہ بلاد دارالاسلام میں جمہور مسلمین کا عمل (۹) جس نے جماعت اولیٰ کی فاسد العقیدہ بد مذہب بدعتی تھا مثلاً دہانی یا تفصیلی یا معاذ الشرا مکان کذب الہی شانہ ماننے والا یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی کو بُرا جاننے والا کہ عند تحقیق ایسوں کی اقتدا بکراہت شدیدہ سخت مکروہ ہے (۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی، زنا کار یا دارہی منڈا سود خوار کہ یہ لوگ اُن دہابیوں کذبوں و غیرہ ہم بد مذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگرچہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں پھر بھی اُن کی اقتدا شرعاً بہت ناپسند (۱۱) امام اولیٰ ترا بے علم جاہل نماز و طہارت کے مسائل سے غافل تھا جیسے اکثر گنوار غلام و غیرہ ہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انضمام (۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں مثلاً 'ع' یات، ط یا ف، ص، ص یا ح، کا یا ذ، ز، ظ میں تیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دارالافتن ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں و حسبنا اللہ و نعم الوکیل و انا للہ و انا الیہ راجعون پھر خواہ بے خیالی بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پروائی یا زبان کی نادمی کوئی سبب ہو مذہب مستعد پر صحیح حوالہ کی نماز اُس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے اگرچہ ان میں بعض صورتوں میں مذہب متاخرین خود اُس کی اپنی نماز کے لیے بہت دہشتیں نے عند تحقیق بھی بشرط معلومہ مضبوط کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیں تا قادر نا قادر کا امام ہو سکے تو اگر یہی صورت صحت واقع ہو کہ وہ جماعت اولیٰ ٹھہرے لاجرم صحیح خوانوں کو جماعت ثانیہ ہی کا حکم ملے یہ صورت صورت اولیٰ کی مانند ہے اول باخو نسبتہ وار و فرض ایسی صورتیں جماعت

ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علی الاصح اصلاً کلام کی گنجائش نہیں ضابطہ یہ ہے کہ جب جماعت اولیٰ اہل مسجد یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہ ہو تو ہمیں جماعت ثانیہ کی مطلقاً اجازت بلکہ در صورت کراہت تصدّقاً تفویض اولیٰ کی رخصت جبکہ ثانیہ نظیفہ مل سکتی ہو اور در صورت فساد تو اس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگرچہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو اب ان تمام مطالب پر نفصوص علیٰ سنیہ فقیر نے ان سب مسائل میں بتوفیقہ تعالیٰ قول منقح اختیار کیا ہے اسی کے متعلق عبارات کتب بایجاز و اختصار نقل کروں کہ ذکر اقاویل و تطبیق و توفیق و ترجیح و تحقیق و تنقیح و تدقیق محتاج تطویل محمد ابونہ تعالیٰ ان مباحث میں یہ سب مدارج فتاویٰ و رسائل و قوانین فقیر میں طے ہو چکے ہیں و باللہ التوفیق یتن غرر میں ہے لا تکرر فی مسجد محلة باذان و اقامة الا اذا صلی بہما فیہ او لا غیر اہلہ او صلی اہلہ بمخافۃ الاذان خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار میں ہے لو کان مسجد طریق جازاً جماعاً کما فی مسجد لیس لہ امام و لا مؤذن و یصلی الناس فیہ و جافا فان الا فضل ان یصلی کل فریق باذان و اقامة علی حدۃ کما فی امالی قاضی خاں دروغتاویں ہے نکرہ خلف مخالف کشافی لکن فی و ترا ببحران یقنن المراعاة لم یکرہ او عدم مہالہ یصم وان شک کمرہ بحر الزمان میں ہے حاصلہ ان صاحب الہدایۃ جوز لا اقتداء بالشافعی بشرط ان لا یعلم المقتدی منہ ما ینعہ صحۃ صلاۃ فی رائی المقتدی کا نقص و لحوہ و عدد مواضع عدم صحۃ الاقتداء بہ فی الغایۃ و غایۃ البیان بقولہ کما اذا لم یتوضأ من الفصد و الخارج من غیر السبیلین او کان شاکی فی ایمانہ بقولہ انا مومن انشاء اللہ او متوضأ من القلتین او یرفع یدہ عند الکوع و رفع الراس من الرکوع اولم یغسل ثوبہ من المنی ولم یرکہ او انخرت عن القبلة الی الیسار او صلی الوتر بتسلیمتین او اقتصر علی رکعة او لم یوتر اصلاً او حقہ فی الصلاۃ ولم یتوضأ او صلی فرض الوقت مرة ثم اقام القوم فیہ زاد فی النہایۃ وان لا یراعی الترتیب فی الفوائت وان لا یمسح برأسه و زاد قاضی خاں وان یکون متعصباً و اکل ظاہر ماعد اخمسة اشياء **الاول** مسئلۃ التوضؤ من القلتین فانه صحیح عندنا اذا لم یقع فی الماء نجاسة ولم یختلط بمستعمل مساو لہ او اکثر فلا بد ان یقید قولہم بالقلتین المنفصس ماؤہما والمستعمل بالشرط المذكور لا مطلقاً **الثانی** مسئلۃ رفع الیدین من وجہین الاول ان الفساد روایتہ شاذۃ لیسبت بصحیحہ روایۃ ولا درایۃ الثانی ان الفساد عند الرکوع لا یقضی عدم صحۃ الاقتداء من الابداء مع ان عرض البطلان غیر مقطوع بہ حتی یجعل کا لمحقق عند الشروع لان الرفع جائز الترتیب عندہم لسنیۃ **الثالث** مسئلۃ الانحراف عن القبلة الی الیسار کان المانع عندنا ان یجاوز المشارق الی المغرب و الشافعیۃ لا ینحر فون هذا الانحراف **الرابع** مسئلۃ التعصب لان التعصب علی تقدیر وجودہ منهم انما یوجب الفسق و الفسق لا ینع صحۃ الاقتداء **الخامس** مسئلۃ الاستثناء فی الایمان فان التکفیر غلط و الاستثناء قول اکثر السلف اہ ما یقطعی کلام بحر فی البحر **اقول** وقد کانت ظہرت لی بحمد اللہ الخمسة المذكورة اول ما نظرت الکلام مع زیادۃ فلنذکر ما بقی من الابحاث تنبیہاً للافادة الاول قولہم لم یوتر اصلاً لا ینظر لہ وجہ فانه بترکہ لا یفسق

لہ صادق بان لاہل لہ او صلی من لیس من اہلہ ۱۳ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فضلاً عما یوجب بطلان الاقتداء فان الوتر وان وجب عندنا فهو مجتہد فیہ ولا تفسیق بالاجتهاد یاات وان حمل علی انه ان لم یصلہ لم یصح الاقتداء بہ فی الحج بشرطہ لغوات الترتیب نافاۃ قولہ زاد فی النہایۃ وان لا یراعی الترتیب شمر ایت العلامة الشامی عللہ فی مفتح الخالق بهذا ثم اعلہ بالتکرار قال فلیتأمل بالمواد **اقول** بل هو أشد من التکرار فان قولہ زاد لا یحتملہ کما علمت الثانی **اقول** ویبغی اسقاط صلاتہ الوتر بتسلیمتین فان طریان المبطّل غیر المبطّل من رأس کما افادہ الحج ثم علی ما ذهب الیہ الامام ابوبکر الرازی لا یفسد بالمال ایضاً لان امامہ لم یخرج عنہ نفسہ بالسلام فانه یحسب ما بعدہ من الوتر وهو مجتہد فیہ نعم الاصح الفساد کما جزم بہ فی متن التنویر وهو الموثق بقول الجمهور الصحیح المشہور من ان العبرة لرائی المقتدی الثالث مثله الکلام فی اقتصارہ علی رکعة الرابع افاد الشامی قال افاد شیخنا حفظہ اللہ تعالیٰ ان المراد انهم اذا اجتهدوا فی القبلة مع وجود المحارب القدیمۃ فانه یجوز عندہم لا عندنا فلو انهم عن المحارب القدیم (ای انحرافاً جازاً والمشارق الی المغرب) لا یصح الاقتداء بہ **اقول** وهو وجہ مسقط لوجہ اسقاط عند الانحراف نعم لا بد من التقييد وهو غیر بعيد فان عدم رعایۃ الترتیب وعدم غسل المنی او فركہ كل مقید کما نبہنا علیہ ولم یوجب اسقاطہما فکذا هذا وبہ ظہر الخامس وهو عدم اسقاط التوضوء من القلتین وان کان الوجه هو التقييد الا ان یفرق بالغالب والنادر والحفی والمتبادر ولنرجع الی ما کنا فیہ من الکلام فما کان الا من تجاذب القلم عنان الرقم لمناسبة المقام نیر بحر میں ہے فصار الحاصل ان الاقتداء بالشافعی علی ثلثة اقسام الاول ان یعلم منہ الاحتیاط فی مذهب الحنفی فلا کراهۃ الثانی ان یعلم عدمہ فلا صحۃ لکن اختلفوا هل یشترط ان یعلم منہ عدمہ فی خصوص ما یقتدی بہ او فی الجملة صحیح فی النہایۃ الاول وغیرہ اختار الثانی وفي فتاوی الزاہدی الاصح انہ یصح وحسن الظن بہ اولی الثالث ان لا یعلم شیئاً فالکراهۃ رد المحتار میں ہے نقل الشیخ خیر الدین عن الرمل الشافعی انه مشی علی کراهۃ الاقتداء بالمخالف حیث أمکنہ غیرہ ومع ذلك ہی افضل من الانفراد ویحصل لہ فضل الجماعة وبہا فتی الرملی الکبیر واعتمد السبکی والاسنوی وغیرہما قال والحاصل ان عندہم فی ذلك اختلافاً وقد سمعت ما اعتمدہ الرملی وافتی بہ والفقیر اقول مثل قولہ فیما یعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقیر المنصف یسلم ذلك سے وانا رملی فقہ الحنفی ؎ لا مرا بعد اتفاق العالمین ؎ اہ ملخصاً یعنی بہ نفسہ ورملی الشافعیۃ رحمہما اللہ تعالیٰ فتحصل ان الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض افضل من الافراد اذا لم یجد غیرہ والا فلا اقتداء بالموافق افضل اسی میں مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری سے ہے لو کان کل مذهب امام کما فی زماننا فلا فضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنہ عامۃ المسلمین وعمل بہ جمهور المومنین من اهل الحرمين والقدس ومصر والشام ولا عبرۃ بمن شذ منهم بخر خود فرمایا والذي یبیل الیہ القلب عدم کراهۃ الاقتداء بالمخالف ما لم یکن غیر مراعی فی الفرائض وانه لو انتظر امام مذهبہ بعیداً عن الصفوف لم یکن اعراضاً عن الجماعة للعلم بانه یرید جماعة اکمل من هذه الجماعة اسی میں زیر سلمہ امامت عید و اعرابی

وغیرہما تبعاً للبحر ہے بیکرہ الاقتداء بہم تنزیہاً فان امکن الصلاة خلف غیرہم فهو افضل والا فلا فتداء اولی من کلا نفر ادا  
اُسی میں ہے فی المعراج قال اصحابہ الا یبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرہما یجوز ہما ما غیرہ بلکہ اُسی میں ہے  
بقی لو کان مقتدیاً بیکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من الاکراہۃ فیہ ل یقطع ویقتدی بہ استظہر ط ان الاول لو فاسقا  
لا یقطع ولو مخالفاً وشک فی مراعاتہ یقطع اول والا ظہر العکس ان الثانی کراہۃ تنزیہیۃ کالاعسی والا لابی بخلاف  
الفاسق فانہ استظہر فی شرح المنیۃ انھا تحریریۃ نقولہم ان فی تقدیمیہ للامامۃ تعظیہ وقد وجب علینا  
اھانتہ الخ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی للعلامة ابراہیم الحلی میں ہے بیکرہ تقدیم المبتدع ایضاً لانه فاسق من حیث الاعتقاد  
وہو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع تنزیلاً لالبصار ودر مختار  
میں ہے لا یصح اقتداء غیر الا لثغ بالاثغ علی الاصح کما فی البحر وحرر الحلی وابن التثنیۃ انہ بعد بذل جھدہ دائماً احتمالاً  
کالامی فلا یؤم الامثلہ ولا تصح صلاتہ اذا مکنہ الاقتداء او ترک جھدہ او وجد قدر الفرض مسا لاثغ فیہ هذا هو الصحیح  
المختار وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف رد المحتار میں ہے وذلك کالرهمن الرھیم والشیتان الرجیم والامین  
وایاک فابد وایاک نسئین السمات انا مت فکل ذلك حکمہ مامرفا وی خیرہ میں ہے سے امامۃ الاثغ للقصیح فاسدۃ  
فی الراجح الصحیح اب محل نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہل محلہ نے باذان واقامت بروجہ سنت امام موافق المذہب  
سالم العقیدہ متقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولی خالیہ عن الکرہتہ ادا کر لی پھر باقی ماندہ لوگ آئے انھیں دوبارہ اس مسجد میں  
جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں اور یہ تو بکراہت یا بے کراہت اس بارے میں عین تحقیق حق وثیق و حاصل این نظر دقیق  
وانتو فین یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت باعادۃ اذان ہمارے نزدیک ممنوع و بدعت ہے یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا  
مذہب مذہب نظام الروایہ ہے متن متین مجمع البحرین و بحر الرائق علامہ زین میں ہے ولا تکرہا فی مسجد محلہ باذان ثان در مختار و  
خزان الاسرار میں ہے والنظم لدیکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامتہ فی مسجد محلہ لا فی مسجد طریق او مسجد الامام لہ ولا  
موذن غرالا حکام اور اس کی شرح درالحکام میں ہے او تکرار الجماعۃ فی مسجد محلہ باذان واقامتہ یعنی اذا کان المسجد امام و  
جماعۃ معلومان فضلہ بعضہم باذان واقامتہ لایباح لہما فیہم تکرارہا جہما شرح المجمع للمصنف الامام العلامة ابن الساعی  
وفتاویٰ ہندیہ میں ہے المسجد اذا کان لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فی محلۃ فضل اہلہ فیہ بالجماعۃ لایباح تکرارہا فیہ بلان  
ثان وچیز کردی وغنیہ علامہ حلی میں ہے لو کان لہ امام وموذن معلوم فیکرہ تکرار الجماعۃ فیہ باذان واقامتہ عندنا ذخیرۃ البقی شرح  
صدر الشریعۃ العظمیٰ میں ہے ان کان المسجد امام معلوم وجماعۃ معلومۃ وصلوا فیہ بجماعۃ باذان واقامتہ لایباح تکرارہا جہما  
جس کا حاصل عند التحقیق کراہت اذان جدید کی طرف راجع نہ نفس جماعت کی طرف ولہذا اسی مذہب کو امام محقق محمد محمد ابن امیر الحاج  
حلی نے جلیس میں اس عبارت سے ارشاد فرمایا المسجد اذا کان لہ اہل معلوم فصلوا فیہ او بعضہم باذان واقامتہ کرہ لغیر اہلہ  
وللباقین من اہل اعادۃ الاذان والاقامتہ اور اگر بغیر اس کے تکرار جماعت کریں تو قطعاً جائز وواسے اسی پر ہماری علی کا اجماع ہے

خزان میں ہے لو کہراہلہ بد و نھما جازا جماعا در میں ہے لوکان مسجد الطریق یباح تکرارہا بھما و لو کہراہلہ بد و نھما جازا  
شرح الجمع للمصنف و علیگریہ میں ہے اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعا و کذا فی مسجد قارۃ الطریق ذخیرۃ العقبی و شرح الجمع للعلما  
میں ہے لوصلا و فیہ بلا اذان یباح اتفاقا عجیب و ملقط و شرح در البحار و رسالہ علامہ رحمۃ اللہ السندی تلمیذا لمحقق ابن الہمام و حاشیہ  
البحر للعلامہ خیر الدین الرطبی استاذ صاحب الدر المختار میں ہے یجوز تکرار الجماعۃ بلا اذان و بلا اقامۃ ثانیۃ اتفاقا و لفظ بعضہا  
اجماعا پھر یہ جواز مطلق محض و خالص ہے یا کہیں کراہت سے بھی مجامع اس میں صحیح یہ ہے کہ اگر محراب میں جماعت ثانیہ کریں تو مکروہ  
اور محراب سے ہٹ کر تو اصلا کراہت نہیں خالص مباح و ما ذون فیہ ہے بزاز یہ و شرح منیرہ و رد المحتار میں ہے عن ابی یوسف اذ لم  
تکن علی الہیئۃ الاولی لا تکرہ والا تکرہ و هو الصحیح و بالعدل عن المحراب تختلف الہیئۃ و لا یجوز تاتار خانہ و شامیہ میں ہے  
بناخذ اسی میں ہے قد قلت ان الصحیح تکرار الجماعۃ اذ لم تکن علی الہیئۃ الاولی یہ ان احکام میں اجمالی کلام تھا و بالتفصیل  
محل اخر الحمد للہ العلی اکبر و الصلاۃ والسلام علی الحبيب الاذہن و آلہ واصحابہ الا طائب الغر و اللہ سبحنہ و تعالی  
اعلم و علمہ جل مجدہ اللہ و احکم۔

**مسئلہ** - عید نے وقت مغرب ایک مسجد میں داخل ہو کر دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے اور امام قرات بچہ پڑھ رہا ہے زید نے اس امام  
کی اقتدانہ کی اور اس آن واحد میں علیحدہ اپنی قرات بچہ شروع کر دی اور دوسری جماعت قائم کی پس زید کا کیا حکم ہے اور اس جماعت ثانی کا  
جو بحالت موجودگی جماعت اول قائم ہوئی ہے کیا حکم ہے اور دو شخص ایک آن میں قرات بچہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا تو جروا

## الجواب

تفریق جماعت حاضرین حضرت حق سبحنہ و تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے حتیٰ کہ انتہا درجہ کی ضرورت میں یعنی جب عساکر مسلمین و لشکر کفار  
میں صف آرائی ہو مورچہ بندی کر چکے ہوں اور وقت نماز آجائے اُس وقت بھی نماز خوف کی وہ صورت قرآن مجید میں تعلیم فرمائی جس سے تفریق  
جماعت نہ ہونے پائے اور ایک ہی امام کے پیچھے نماز ہو ورنہ ممکن تھا کہ نصف بر سر سر کر رہیں اور نصف باقی اپنی جماعت کر لیں پھر پانصاف  
مقابلہ پر چلے جائیں اور وہ اگر اپنی نماز پڑھ لیں اتحاد جماعت کی عند اللہ ایسی ہی تو کچھ سخت ضرورت ہے جس کے لیے عین نماز میں مشی کثیر مجتہد  
صلوات ہے روا رکھی گئی علاوہ بریں صد ہا آیات و احادیث اس فعل کی مذمت پر دال ہیں اور حکمت ایک جماعت کی مشروعیت کہ ایالات مسلمین  
ہے کہ نہایت محبوب آئی ہے پھل بالکلیہ اُس کے مناقض ہے کمالا بخفی جس زمانے میں نظم خلافت تھ گسیختہ اور بنائے امامت راشدہ  
ازہم ریختہ ہو گئی تھی اور سلطنت فساد و فجار بلکہ بد مذہبان فاسد العقیدہ کو پہنچی تھی وہ لوگ امامت کرتے اور صحابہ و تابعین و کافہ مسلمین مجبور  
ان کے پیچھے نماز پڑھتے اُس وقت بھی ان اکابر و زوہدین نے تفریق جماعت گوارا نہ کی پس اس دوسری جماعت کی شاعت میں کوئی شہد نہیں  
اور فاعل اُس کا عوض ثواب کے مستوجب طعن و ملام ہوا خصوصاً جبکہ وہ اس تفریق کا سبب کسی نبض دنیاوی کے جو اسے امام اول سے  
ٹھاکر تکب ہوا یا بوجہ اپنے فاسد العقیدہ ہونے کے عناد امام اول کو بد مذہب و بدعت ٹھہرا کر اُس کی اقتدا سے استنکاف کیا کہ ان صورتوں  
میں تشیع اُس پر راشد و اکد ہے مگر یہ کہ در حقیقت امام اول سے بدعت تا بکفر و ارتداد و مرتقی ہو گئی جو مثلاً سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی



حیاءاً باشد تو ہین کرتا ہو حضور کے ختم نبوت میں کلام رکھتا ہو حضور والا کے بعد کسی کو حصول نبوت میں حرج نہ جانتا ہو حضور اقدس کی تعظیم جو بعد تعظیم انہی کے تمام معظمین کی تعظیم سے اعلیٰ و اقدم ہے مثل اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کے جانتا ہو و علیٰ ہذا القیاس دیگر عقائد زائفہ کفرہ و کھتا ہو اس تقدیر پر تو البتہ فعل زید کا نہایت محمود ہوگا اور وہ اس پر اجر جزیل پائے گا کہ صورت مذکورہ میں وہ جماعت عند اللہ جماعت ہی نہ تھی کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز رأساً باطل ہے فی التذویر و یکبرہ امامۃ المبتدع لم یکفر بھا و ان کفر بھا لم یصح الاقتداء بہ اصلاً اہ ملخصاً اور اگر صورت مرقومہ میں امام ثانی مقتدا و متبوع حضار کا ہو اور جس وقت وہ شخص امامت کر رہا ہے عین اسی حالت میں اس کا دوسری جماعت قائم کر دینا اور اس کے پیچھے نماز سے احتراز مجمع میں ظاہر کرنا باعث اس کے زجر و توبیخ یا حاضرین کی نگاہ سے اس کے گر جانے کا ہو تو اب یہ فعل ادبھی موکد و ضروری ہو جائے گا اسی طرح اگر کفر و ارتداد کے سوا اور کوئی وجہ ایسی ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز باتفاق روایات باطل محض ہوتی ہو تو جب بھی یہ جماعت ثانیہ قطعاً جائز ہوگی لہذا ذکر نان الجماعۃ الاولیٰ لیست بجماعۃ فی الحقیقۃ لبطلان الصلاۃ بالاعتداء بکلام اکادول لیکن اس فعل میں اگر کوئی غرض صحیح شرعی نہ ہو تو اس تقدیر پر اس سے احتراز اولیٰ ہے ختم جماعت کا انتظار کر کے اپنی جماعت کر لے و ہذا کلمہ ظاہر جد الاخفاء فیہ عند عقل سلیم و راء نبیہ و اللہ تعالیٰ اعلم و علیٰ جبل مجد کا اتم و حکمہ عن شانہ احکم۔

**مسئلہ۔** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک شخص واسطے امامت کے مقرر ہے اگر وہ امام قبل از نماز عشا یا کسی اور وقت میں کسی مقتدی سے یہ کہہ جائے کہ میں کسی کام کو جاتا ہوں میرا انتظار کرنا یعنی بعد پورا ہونے وقت معینہ کے میرا انتظار کرنا بعدہ سب مصلیٰ اپنے وقت معینہ پر جمع ہو گئے اور اس کے بعد انھوں نے پاؤں گھٹا وقت معمول سے دیر واسطے تعمیل حکم امام صاحب کے۔ پھر انھوں نے ایک شخص کو امام بنا کر نماز پڑھ لی آیا ان سب کی نماز درست ہوگی یا نہیں اور اگر امام صاحب پھر ان کے لوگوں سے کہیں کہ تم لوگوں کی نماز نہیں ہوئی تو یہ قول امام صاحب کا صحیح ہوگا یا نہیں اور امام صاحب کوئی فتویٰ اپنی رائے سے واسطے خواہش نفس کے دیں تو شرعاً کیا حکم ہوگا۔ بینوا توجروا

## الجواب

مقتدیوں کے ذمہ امام معین ہی کے انتظار میں بیٹھا رہنا اور جب تک وہ نہ آئے جماعت ذکرنا ہرگز ضرور نہیں بعض اوقات حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں کسی اور محلہ میں تشریف لے گئے ہیں اور واپس تشریف لےنے میں دیر ہوئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جماعت ادا کر لی ہے ایک بار صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام کیا ایک بار عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا کما ہو مصحح بہ فی الاحادیث امام کا کہنا کہ تمھاری نماز نہ ہوئی اگر صرف اسی بنا پر ہے کہ میرا انتظار نہ کرنے اور دوسرے کو امام بنالینے سے تمھاری نماز نہ ہوئی تو محض باطل اور تشریف مطہرہ پر صریح افتراء ہے اپنی خواہش نفسانی کے لیے اپنی رائے سے فتویٰ دینے والا لائن امامت نہیں ہاں جس شخص کو اس کی غیبت میں مقتدیوں نے امام بنایا وہ اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے فساد نماز ہو یا معاذ اللہ اس کے مذہب میں ایسا فساد تھا جس سے اس کی امامت صحیح نہ ہو تو اس بنا پر امام کا قتل درست ہے

کہ تمہاری نماز نہ ہوئی۔ اس تقدیر پر مقتدیوں نے سخت خطا کی انہیں تو یہ چاہیے کہ اس نماز کی قضا پڑھیں واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تارک الجماعت کس کو کہتے ہیں بینوا توجروا

الجواب

تارک جماعت وہ کہ کسی عذر شرعی قابل قبول کے قصد جماعت میں جاضر نہ ہو مذہب صحیح معتد پر اگر ایک بار بھی بالقصد ایسا کیا گنہگار ہوا تارک واجب ہوا سخت عذاب ہوا والعیاذ باللہ تعالیٰ اور اگر عادی ہو کہ بار بار حاضر نہیں ہوتا اگرچہ بار بار حاضر بھی ہوتا ہو تو بلا شبہ قاسم عاجز مردود الشہادۃ ہے فان الصغیرۃ بعد الاصل اربکبیرۃ و مختلفا میں ہے (الجماعۃ سنۃ موکدۃ للرجال) قال الزاہد فی ارادوا بالتکید الوجوب (وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ) ای عامۃ مشائخنا و بہ جزم فی الخفۃ وغیرہا قال فی البحر و هو الراجح عند اهل المذہب (فتن او تعجب) ثمرتہ تظہر فی الاندیش ترکہا مرامہ او مختصرا رد المحتار میں ہے قولہ - قال فی البحر و قال فی الخبر هو اعدل الا قال واقواہا ولذا قال فی الاجناس لا تقبل شہادۃ اذا ترکہا استخفافا و عجانۃ اما مہو او بتاویل لکون الامام من اهل الاهواء و لا یراعی مذہب المقتدی فقبل اھط واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۱۳ بلڈانہ ملک برار مرسلہ شیخ فتح محمد صاحب حلال حور ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں سلمان حلال خود جو پنجوقتہ نماز پڑھتا ہو اس طرح پر کہ اپنے پیشے سے فارغ ہو کر غسل کر کے ظاہر کپڑے پہن کر مسجد میں جائے تو وہ شریک جماعت ہو سکتا ہے یا نہیں اور اگر جماعت میں شریک ہو تو کیا پچھل صف میں کھڑا ہو یا جہاں اس کو جگہ ملے یعنی اگلی صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے اور اس طرف بعد نماز صبح و بعد نماز جمعہ نمازی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کیا وہ بھی مسلمانوں سے مصافحہ اور مسجد کے لوگوں سے دھوکہ دے سکتا ہے اور جو حلال خورینا پیشہ نہ کرتا ہو صرف جادوب کشی بازار وغیرہ کی کرتا ہو اس کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے ہر دو صورتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو اس سے اطلاع بخجی - بینوا توجروا

الجواب

بیشک شریک جماعت ہو سکتا ہے اور بیشک سب سے مل کر کھڑا ہوگا اور بیشک صف اول یا ثانی میں جہاں جگہ پائے گا قیام کرے گا کوئی شخص بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہل صف میں شامل ہونے سے ہرگز نہیں روک سکتا اور عزوجل فرماتا ہے ان المسجد للہ بیشک مسجدیں خاص اللہ کے لیے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العباد عباد اللہ بندے سب اللہ کے بندے ہیں - جب بندے سب اللہ کے مسجدیں سب اللہ کی تو پھر کوئی کسی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم اتنی کیونکر روک سکتا ہے اور عزوجل نے کہا ارشاد فرمایا من اظلم من منع مسجد اللہ ان ینذکریہا اسمہ اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روک کے ان میں خدا کا نام لینے سے اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بادشاہ حقیقی عزوجل کا یہ عام مدد باریاں صاحب - شیخ صاحب بغل صاحب یا

تجار زمیندار معافی دار ہی کے لیے ہے کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ مٹنے پائیں علماء جو ترتیب صفوں لکھتے ہیں اُس میں کہیں قوم یا پیشہ کی بھی خصوصیت ہے ہرگز نہیں وہ مطلقاً فرماتے ہیں یصف الرجال ثم الصبیان ثم الخنثاء ثم النساء یعنی صفت باندھیں مرد پھر لڑکے پھر عورتیں پھر عورتیں بیشک زبال یعنی پاخانہ کمانے والا یا کنس یعنی جاروب کش مسلمان پاک بدن پاک لباس جبکہ مرد بالغ ہو تو وہ اگلی صفت میں کھڑا ہوگا اور خانصاحب اور شیخ صاحب مغل صاحب کے لڑکے کچھلی صفت میں جو اس کا خلعت کرے گا حکم شرع کا عکس کرے گا شخص مذکور جس صفت میں کھڑا ہو اگر کوئی صاحب اُسے ذلیل سمجھ کر اُس سے بچ کر کھڑے ہوں گے کہ بچ میں فاصلہ رہے وہ گنہگار ہوں گے اور اس وعدہ شدید کے سختی کہ حضور قدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من قطع صفا قطعہ اللہ جو کسی صفت کو قطع کرے اللہ اُسے کاٹ دے گا اور جو مستواضع مسلمان دینی الایمان اپنے رب اکرم ونبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم بجالائے کو اُس سے شاذ بشاذ خوب مل کر کھڑا ہوگا اللہ عزوجل اُس کا رتبہ بلند کرے گا اور وہ اُس وعدہ جمیلہ کا سختی ہوگا کہ حضور انور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من وصل صفا وصلہ اللہ جو کسی صفت کو وصل کرے اللہ اُسے وصل فرمائے گا دوسری جگہ ہمارے نبی کریم علیہ علی آلہ الفضل الصلوۃ والتسلیم فرماتے ہیں الناس بنو آدم وادمن تراب۔ لوک سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے رواہ ابو داؤد والترمذی وحسنہ والبیہقی بسند حسن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یا ایہا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لجمعی علی جمعی ولا لاصح علی اصح ولا لاسود علی احمر ولا لالتقویٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اے لوگو بیشک تم سب کا رب ایک اور بیشک تم سب کا باپ ایک سن لو کچھ بزرگی نہیں عربی کو عجمی پر نہ عجمی کو عربی پر نہ گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر مگر ہر گزاری سے بیشک اللہ کے نزدیک تم میں بڑا تہ و تبارہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے رواہ البیہقی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہاں اس میں شک نہیں کہ زبالی شرعاً مکروہ پیشہ ہے جبکہ ضرورت اُس پر باعفاء نہ ہو مثلاً جہاں نہ کا فر بھنگی پائے جاتے ہوں جو اس پیشہ کے واقعی قابل ہیں نہ وہاں زمین مثل زمین عرب ہو کہ رطوبت جذب کر لے اسی جگہ اگر بعض مسلمین مسلمانوں پر سے دفع اذیت و تنظیف بیوت و حفظ صحت کی نیت سے اسے اختیار کریں تو مجبوری ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو بیشک کراہت ہے لتعاطی النجاسات من دون ضرورة وہ بھی ہرگز حدیث تک منہی نہیں فتح القدیر و فتاویٰ علیگیری میں ہے اما شہادۃ اہل المصانع الدنیۃ کالکساح والزبال والحائلک والحجام فالاصح انما تقبل لا تحاقد ولا تخافوم صالحون فمالہم لعلہم القاح لا مبینی عنی ظاہر الصناعة مگر ان قوم دار حضرات کا اُس سے تفرہ ہرگز اس بنا پر نہیں کہ یہ ایک امر مکروہ کا مرتکب ہے وہ تفر کرنے والے حضرات خود صدام امور محرمات و گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو اگر اس وجہ سے نفرت ہو تو وہ زیادہ لائق تفر ہیں ان صاحبوں کی صفوں میں کوئی نشہ باز یا قمار باز یا سود خوار شیخ صاحب تجارت یا رشوت خاں مرزا صاحب عمدہ دار اگر کھڑے ہوں تو ہرگز نفرت نہ کریں گے اور اگر کوئی کپتان یا کلکٹر صاحب یا جنٹ مجسٹریٹ صاحب یا اسسٹنٹ کمشنر صاحب یا جج ماتحت صاحب اگر شامل ہوں تو اُن کے برابر کھڑے ہونے کو تو غر نہیں گئے حالانکہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بدتر ہیں واللہ یعول الحق وھو یدی السبیل ویتخذہ حیوہ میں ذلیل پیشہ کا ذکر کر کے فرمایا واما اتباع الظلمۃ فاحسن من الکل تو ثابت ہوا کہ ان کی نفرت

خدا کے لیے نہیں بلکہ محض نفسانی آن بان اور رسمی تکبر کی شان ہے تکبر ہر نجاست سے بدتر نجاست ہے اور دل ہر عضو سے شریف تر عضو انوس کہ ہمارے دل میں تو یہ نجاست بھری ہو اور ہم اُس مسلمان سے نفرت کریں جو اس وقت پاک صاف بدن دھوئے پاک کپڑے پہنے ہے غرض جو حضرات اس بیہودہ وجہ کے باعث اُس مسلمان کو مسجد سے روکیں گے وہ اُس بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے جو آیت کریمہ میں گزری کہ اُس سے زیادہ ظالم کون ہے اور جو حضرات خود اس وجہ سے مسجد و جماعت ترک کریں گے وہ اُن سخت سخت ہولناک وعیدوں کے مستحق ہوں گے جو ان کے ترک پر وارد ہیں یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الجفاء کل الجفاء والكف والنفاق من سمع منادی الله ينادي ويدعو الى الفلاح فلا يجيبه ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی مؤذن کو سنے کہ نماز کے لیے بلاتا ہے اور حاضر نہ ہو رواۃ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن اور جو بندہ خدا اللہ عزوجل کے احکام پر گردن رکھ کر اپنے نفس کو دبائے گا اور اس مزاحمت و نفرت سے بچے گا مجاہدہ نفس و تواضع اللہ کا ثواب جلیل پائے گا بھلا فرض کیجیے کہ ان مساجد سے تو ان مسلمانوں کو روک دیا وہ مظلوم بچارے گھروں پر پڑھ لیں گے سب میں افضل و اعلیٰ مسجد مسجد الحرام شریف سے انہیں کون روکے گا اس مسلمان پر اگر حج فرض ہو تو کیا اُسے حج سے روکیں گے اور خدا کے فرض سے باز رکھیں گے یا مسجد الحرام سے باہر کوئی بنا کعبہ اُسے بنادیں گے کہ اُس کا طواف کرے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشنے آمین۔ اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ مسجد کے لوٹے جو عام مسلمانوں پر وقت ہیں اُن سے وضو کو بھی اسے کوئی منہ نہیں کر سکتا جبکہ اس کے ہاتھ پاک ہیں رہا مصافحہ خود ابتداء کرنے کا اختیار ہے کیجیے یا نہ کیجیے فان للمصافحة بعد الصلوات علی الاصح من المباحات والمباح لا یلام علی فعله ولا ترکہ مگر جب وہ مسلمان مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے اور آپ اپنے اس خیال بے معنی پر ہاتھ کھینچ کیجیے تو بیشک بلا وجہ شرعی اُس کی دل شکنی اور بیشک بلا وجہ شرعی مسلمان کی دل شکنی حرام قطعی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذنی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے بیشک مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے بیشک اللہ عزوجل کو ایذا دی رواۃ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شکر کنہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر جماعت نماز کی جوتی ہے اور یہ بھی نماز پڑھتا ہے اور جماعت کے وقت بھی حاضر رہتا ہے جماعت ترک کر کے اوں جماعت سے یا بعد جماعت کے نماز پڑھتا ہے اس میں کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر امام میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہو تو مثلاً قرآن عظیم غلط پڑھتا جس سے نماز میں فسادیں آئے یا وہابی رافضی یا غیر مقلد ہو یا کم از کم تفضیلیہ یا فاسق ہونا تو زیر پر الزام نہیں اور اگر بلا وجہ شرعی جماعت ترک کرتا ہے تو سخت گنہگار فاسق ہے اُس پر تو یہ واجب ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یشاق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدٰی ویبتغ غیر سبیل المؤمنین ذلہ ما تولى ونفصلہ جہنم وساء مصیرا بحکم قرآن ایسا معلن شخص کہ بلا وجہ شرعی جماعت ترک کرے سختی جہنم ہے خصوصاً ترک بھی ایسا کہ جماعت جوتی ہے اور یہ بیچارہ ہے

**مسئلہ -** از بنگالہ ضلع ڈھاکہ موضع چیتا رچ مرسلہ نواب عبدالواحد صاحب ۱۰ جمادی آخرہ ۱۳۲۰ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے مع ایک مقتدی کے نماز شروع کی بعد ایک رکعت کے دوسرا اور ایک شخص آیا  
تو اس صورت میں امام سامنے بڑھے گا یا وہ شخص مقتدی کو پیچھے کی طرف کھینچے گا اگر امام سامنے بڑھے تو قبل اشارہ کے یا بعد اشارہ کے اگر  
بعد اشارہ کے تو قبل تکبیر تحریر کے اشارہ کرے گا یا بعد اگر قبل تکبیر تحریر کے اشارہ سے امام بڑھے گا یا مقتدی کو قبل تحریر کے وہ شخص اپنی  
جانب کھینچے گا تو اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔

### الجواب

جب امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو افضل یہ ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹے ہاں اگر مقتدی مسئلہ نہ جانتا ہو یا پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو  
ایسی صورت میں امام کو بڑھنا چاہیے کہ ایک کا بڑھنا دو کے ہٹنے سے آسان ہے پھر اگر مسئلہ جانتا ہو تو جب کوئی دوسرا ملا چاہتا ہے تو خود ہی  
پیچھے ہٹنا چاہیے خواہ امام خود ہی آگے بڑھ جائے ورنہ اس آنے والے شخص کو چاہیے کہ مقتدی کو اور وہ مسئلہ نہ جانتا ہو تو امام کو اشارہ کرے  
انہیں مناسب ہے کہ نماز اشارہ کے ساتھ ہی حرکت ذکر میں کہ امتثال امر غیر کا شبہ نہ ہو بلکہ ایک تامل خفیف کے بعد اپنی رائے سے اتباع حکم  
شرع و ادائے سنت کے لئے اس کا اشارہ ماننے کی نیت سے حرکت کریں اس صورت میں برابر ہے کہ یہ آنے والا مقتدی نیت باندھ کر اشارہ  
کرے خواہ بلا نیت کے بہر حال وہ اطاعت حکم شرع کریں گے، نہ اس کے حکم کی اطاعت اور جو جاہل اس کا حکم ماننے کی نیت کرے گا تو اس کی  
تکبیر تحریر کے بعد اشارہ کرنا کیا نفع دے گا کہ امام یا مقتدی کو دوسرے مقتدی کا حکم ماننا کب جائز ہے لغیر قرأت میں یا افعال میں لینا کہ امام کو  
جائز ہے وہ بھی حکم شرع ہے نہ کہ اطاعت حکم مقتدی جو اس کی نیت کرے گا اس کی نماز خود ہی فاسد ہو جائے گی اور جب وہ امام ہے تو اس کے  
ساتھ سب کی جائے گی۔ فی الدار المختار لو امثل امر غیرہ فقیل لا تقدم فقدم او دخل فوجه الصف احد فوضع له فسدت بل یملک  
ساعة ثم یقدم برأیہ قہستانی معزیا للزہدی و فی رد المحتار عن المنہ لوجہ بہ اخر فتاخر الاصلو لا تقصد صلاتہ او وعن  
الشربلالی فی تیسیر المقاصد ان امثاله انما هو لا مرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا یضراء وعن الطحطاوی لوقیل  
بال تفصیل بین کونہ امثل امر الشارع فلا تقصد و بین کونہ امثل امر الداخل مراعاة لحظہ من غیر نظر لامر الشارع  
فقد لکان حسنا و رأی ینی کتبت علیہ مانصہ **قول** و هو من الحسن بکان بل هو مل حمل کلمات العلماء و بہ  
یحصل التوفیق و باللہ التوفیق و فی الہندیۃ رجلا ن صلیا فی الصحراء و ائتم احدہما بالآخر و قام عن یمین الامام فجاہ  
ثالث و جذب المؤمن الی نفسه قبل ان یکبر لافتناح حکى عن الشیخ الامام ابی بکر بن طرخان انہ لا تقصد صلاۃ المؤمن  
جذبہ الثالث الی نفسه قبل التکبیر و بعدہ کذا فی المحیط و فی الفتاوی العتابیۃ ہوا الصحیح کذا فی التارخانیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از فیض آباد مرسلہ احمد حسین صاحب خزندہ نقشبہ نویں سنٹ انجینیئر ریلوے ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ (۱) مسجد یا خلافت مسجد امام کا مصلی مقتدیوں کی صف سے  
ملا رہے یا علیحدہ اگر علیحدہ ہو تو کس قدر فاصلہ پر امام مصلے کے کنارہ پر کھڑا ہو یا کچھ آگے بڑھ کر تاکہ مقتدیوں کو کافی جگہ ملے فرمائیے اللہ آپ کو

اگر عظیم عطا فرمائے (۲) زید مسجد یا خلافت آں نماز فرض پڑھ رہا ہے اور اُس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت اور بکر تنہا یا شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہوئے یا ہو جانے کے تنہا بکر یا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صفت پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے کیا حکم ہے اُن کی نماز کا۔ یا پہلے اُن کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے باواز بلند کہہ دیا اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا آیا وہ درست ہوئی اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا پوری کر کے وہ نماز اعادہ کرے مفصل فرمائیے۔ بینوا توجروا (۳) اگر بھڑایا عورت یا نابالغ یا شیعیہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے کیا اُس مصلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ کیا اُس شخص کے نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے۔ بینوا توجروا

### الجواب

(۱) فصل بقدر کفایت و حاجت ہوجس میں مقتدی بخوبی سجدہ کر لیں امداد اس سے زائد فضل کثیر مکرمہ و خلافت سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر زید قابل امامت تھا اور انہیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انہوں نے اقتداء کی بلکہ جہاد فرض پڑھے تو اگر جماعت اولی ہو چکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولی ہوتی تو گنگار ہوئے اور اگر زید قابل امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابل امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں اور اگر ان میں بھی کوئی قابل امامت نہیں تو اصلاً سوج نہ ہوا اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور نیت توڑ دینا صحت جماعت قائم کی تحصیل کے لیے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کیے ایک رکعت یا اُس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو نیت توڑ دے باقی جماعت مدورہ کی تحصیل کے لیے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۳) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ - از شہر فیروز پور مجلہ پیران والا مرحلہ منشی عنایت اللہ شاکی قادری

چرمی فرما یند علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت اولیہ پڑھی نہیں گئی اور امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے وہ اپنے کام کے واسطے امام معین کا انتظار نہیں کرتے حاضرین میں سے کسی کو بغیر اجازت امام کے امام بنلاتے ہیں اور نماز جماعت ادا کر لیتے ہیں یا اگر جماعت ہو چکی ہے اور آنے والا شامل جماعت نہیں ہوا تو پھر دیکھا کہ ایک دو آدمی موجود ہیں جو شامل جماعت نہیں ہوئے ان کو ہمراہ لے کر جماعت پڑھائی یا اُن میں سے کسی کو امام بنادیا اور امام سے نہیں پوچھا بعض کی یہ عادت ہے کہ مسجد میں آئے اور امام کا مصلے لیا اور بچھایا اور اُس پر نماز پڑھی یا پوچھ گئے کیا اُن کا ایسا کرنا اور بغیر امام کے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔ بینوا بالدلیل توجروا ہا جوا الجوزیل۔

### الجواب

جو لوگ جماعت معینہ سے پہلے جماعت کر کے چلے جائیں اُس میں چند صورتیں ہیں اگر امام معین محلہ میں واقعی کوئی معذور شخص ہے مثلاً وضو طہارت ٹھیک نہ ہونا یا تجوید و قرائت میں ایسی غلطی کہ مورث فساد نماز ہو یا سدا شد بد مذہبی متلو و لا بیعت و غیر غلطی یا فسق بالامان مثلاً مذہبی حد شرع سے کم رکھنا تو ان تین صورتوں میں ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں بلکہ اُسی جماعت محلہ پر الزام ہوگا جو ایسے امام مقابل است

یا ممنوع التقدیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یہ ہیں اگر وہ مسجد کسی خاص جماعت کی مسجد نہ ہو جیسے مسجد شارع و سرا و پیش جب بھی کوئی الزام نہیں کہ وہاں امام معین ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا جو جماعت آئے جدا اذان کے اور جدا اقامت کرے اور اپنے سے ایک شخص صالح امامت کو امام بنا کر جماعت پڑھے یہ سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہوں گی ان میں کسی دوسرے پر ترجیح نہیں اور اگر مسجد محلہ ہے جس کے لیے امام و جماعت معین ہے اور امام میں کوئی محذور شرعی نہیں اور چند لوگ اپنی کسی ضرورت خاصہ شرعیہ سے پیش از جماعت نماز پڑھ کر جانا چاہتے ہیں مثلاً لیں انھیں جانے کی ضرورت جائزہ ہے اور جماعت کا انتظار کریں تو ریل کا وقت جاتا رہے گا ایسی صورت میں بھی ان کو اجازت ہوگی کہ باہم جماعت کر کے چلے جائیں کہ شرع دُان کو یہ حکم دے گی کہ جماعت کا انتظار کرو اور ریل نکل جانے دو نہ یہ حکم دے گی کہ جبکہ تم جماعت کا انتظار نہیں کر سکتے الگ الگ پڑھو اور جماعت نہ کرو نہ اس جماعت میں منصب امام معین سے کوئی منازعت ہوگی کہ وہ محلہ کی جماعت اولیٰ کا امام معین ہے اہل محلہ کے لیے جماعت اولیٰ وہی ہوگی جو وہ اپنے امام کے ساتھ اپنے وقت معین پر پڑھیں گے ان چند آدمیوں کا بصورت پہلے جماعت کر جانا ان کے ثواب جماعت میں کچھ کمی نہ کرے گا اور جب منازعت نہیں تو استیذان امام کی بھی حاجت نہیں پھر بھی احسن یہ ہے کہ محراب سے ہٹ کر جماعت کریں تاکہ صورت معارضہ سے بچیں اور باعث تغیر و وحشت امام معین نہ ہو اور اگر ان کو کوئی ضرورت شرعیہ نہیں تو ضرور مورد الزام شرعی ہیں کہ مرکب تفریق جماعت ہوئے پھر نیت کے اختلاف سے حکم اشد ہوتا جائے گا مثلاً اپنے کسی ابو و لعب مباح کی جلدی کے باعث جماعت کر گئے تو صرف تفریق جماعت کا الزام ہے اور اگر کسی ابو و لعب ناجائز کی جلدی تھی یا کسی ناجائز جگہ جانے والے تھے اور وقت ریل کے سبب جلدی کی تو الزام دو چند ہے اور اگر اپنی بد مذہبی کے باعث امام سنی صحیح العقیدہ صالح امامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہی تو الزام سب میں سخت تر ہے والکل ظاہر عندا من له ادنی مسکة فی العلمیہ صورت تقدیم کا جواب ہوا رہی صورت تاخیر اس میں بھی اگر وہ مسجد مسجد محلہ نہیں تو ہم اوپر کہ چکے کہ یہاں نہ تقدیم ہے نہ تاخیر ہے نہ معین امام کے کوئی معنی سب جماعت اولیٰ ہیں اور سب یکساں اور اگر مسجد مسجد محلہ ہے اور امام معین میں کوئی محذور شرعی تھا جس کے سبب انھوں نے قصداً تاخیر کی جب بھی ان پر کچھ الزام نہیں کہ مقصود اصلاح جماعت سے انحراف فقہ ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر یکساں اور اگر امام میں کوئی محذور شرعی بھی نہیں مگر جماعت اولیٰ بے اذان یا اذان خفی ناکافی اعلان کے ساتھ کی گئی جب بھی ان کو باعلان اذان اعادہ جماعت کی اجازت بلکہ حکم ہے کہ پہلی جماعت جماعت مسنونہ نہ ہوئی جماعت مکروہ ہوئی اور اگر یہ بھی نہیں مگر امام معین مذہب فقہی میں اس جماعت باقیہ کا مخالفت ہے مثلاً وہ شافعی الذہب ہے یہ حنفیہ ہیں اپنی جماعت جدا کرنا چاہتے ہیں تو کوئی بھی الزام نہیں کہ افضل یہی ہے کہ امام مخالف الذہب کے پیچھے نماز پڑھی جائے اگر مخالف الذہب حتی الامکان مراعات مذاہب اور رج رکھتا ہو ان سب صورتوں میں اس جماعت ثانیہ کو نہ اذان امام اول کی حاجت نہ تبدیل محراب و محلے کی ضرورت اور اگر ان سب وجوہ سے ہمارا جو تو پھر تاخیر میں نظر باعث وہی مشقوق ہو کر میں گئے جو تقدیم میں نہیں مگر باعث تاخیر کوئی ضرورت شرعیہ تھی مثلاً بھوکا ہونا یا استنجے کی ضرورت ہونا وغیرہ لکسچہ اعداء فقہانے تحریر فرمائے ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں مگر اعادہ اذان کی اجازت نہ ہوگی اور محراب نہ بدلنا مکروہ اور بعد تبدیل محراب شرعی اجازت ہے اذن امام کی حاجت نہیں نہ اس کے منصب میں منازعت نہ اس میں اس کے لیے تغیر و وحشت اور اگر ہو بھی اور وہ کہے کہ اگرچہ جماعت اولیٰ میں نے ہی کی اور میرے حق میں کوئی دست اندازی نہ ہوئی پھر بھی تم نے میری مسجد میں



بے میرے اذن کے کیسے جماعت ثانیہ کر لی تو اس وحشیانہ وحشت کا الزام خود اُس پر ہے ورنہ پر۔ اور اگر بے ضرورت شرعی کسی امر مباح کے سبب تاخیر کی تو تقریر جماعت و ترک جماعت اولیٰ کا اُن پر وبال ہے اور اگر کسی امر ناجائز کے سبب تو وبال دو چند اور اپنی بد مذہبی کے باعث امام سنی صالح الامامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہی تو وبال سب میں سخت تر ہے کما تقدم اور مصلائے امام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ خاص اُس کی بلکہ ہو کہ اُس نے اپنے لیے مسجد میں بچھا رکھا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بے اُس کے اذن کے کسی کلام میں استعمال نہیں ہو سکتا جو استعمال کرے گا گنہگار ہوگا دوسرے یہ کہ مصلے وقف ہو اس میں بھرتین صدقین ہیں ایک یہ کہ واقعہ نے صرف امام کے لیے وقف کیا تو اُسے کوئی نمازی منفرد یا مقتدی بھی نہیں لے سکتا چہ جائے کہ غیر۔ بلکہ اگر خاص امام جماعت اولیٰ کے لیے وقف کیا ہو تو امام جماعت ثانیہ بھی نہ لے سکے گا۔ دوسرے یہ کہ واقعہ نے نماز کے لیے وقف کیا تو ہر نمازی لے سکتا ہے اگرچہ منفرد ہو سوائے نماز اور جلوس کے لیے نہیں لے سکتے جبکہ واقعہ نے اسے جائز نہ رکھا ہو تیسرے یہ کہ مسجد کے لیے وقف کیا اور صراحتاً یا دلالتاً حاضرانِ مسجد کے لیے اُس کا استعمال مطلق ہے جس طرح چٹائیوں میں معروف ہے تو اُسے نماز کے لیے بھی لے سکتے ہیں اور غیر وقت نماز میں کسی ایسے جلوس کے لیے بھی کہ شرعاً مسجد میں جائز ہو پھر اتنا لحاظ رہے کہ بحال اطلاق بھی جس طرح صفیں جماعت کے لیے ہوتی ہیں مصلے میں حتیٰ امام زیادہ ملحوظ ہوتا ہے تو عین وقت امامت امام کو اُس سے محروم نہیں کیا جاسکتا ہاں خالی وقت میں لے لینا اور وقت امامت کے لیے مقام امام پر پھر بچھا دینا بھی کوئی حرج نہیں رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از کھربا پوٹہ کلاں ضلع پیل بھیت مرسلہ شرف الدین صاحب زمیندار، رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظہر کی نماز دو بجکر پچیس منٹ پر تین شخص جماعت کر لیں وہ بہتر ہے یا دو بجکر پینتیس منٹ پر پچیس آدمیوں کی جماعت ہو یہ بہتر ہے ان دونوں جماعتوں میں کون سی جماعت اولیٰ ہے۔ فقط

**الجواب**

جماعت جتنی کثیر ہوگی ثواب عظیم ہوگا اور اس دن منٹ میں کچھ وقت تنگ نہیں ہوتا اکثر جماعت ہی کے لیے شرعاً مٹھرنے نماز فجر کو آخر وقت میں پڑھنے پر ثواب زیادہ رکھا ہے اصل حکم یہ ہے اور اگر کسی جگہ کوئی خاص صورت باعثِ فتنہ ہو تو فتنہ سے بچنا لازم ہے اور وبالِ فتنہ کرنے والے پر اور مسجد محلہ میں امام معین اکثر اہل محلہ کے ساتھ جو جماعت بروجہ سنت ادا کرے وہ جماعت اولیٰ ہے اُس سے پہلے دو چار بلا وجہ یا اپنے کسی کام کے سبب جماعت کر جائیں تو وہ ان اکثرین کی جماعت کا ثواب کم ذکر ہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ توسط جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی، صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت ابھی تک نہیں پڑھی گئی امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے امام معین کی انتظامی نہیں کرتے اپنے میں سے ایک کو امام بنایا اور نماز باجماعت ادا کی اور چل دیے امام سے بھی امامت کا اذن نہیں لیا علیٰ ہذا اگر جماعت ہو چکی اور دیکھا کہ دو چار آدمی اور بھی جمع ہیں جو جماعت میں شامل نہیں ہوئے ایک کو امام بنایا اور جماعت کرائی اسی طرح بد اور آئے اور انہوں نے بھی ایسا ہی کیا بعض کی عادت ہے کہ امام کا مصلیٰ جو اُس کے نام سے نامزد ہے اور وہ اُس پر ہمیشہ

کھڑا ہو کر امامت کرتا ہے جیسا کہ دستور ہے اٹھایا اور اُس پر نماز ادا کی یا بیٹھ گئے امام سے پوچھا بھی نہیں لوگوں کو اگر منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ نیک کام ہے اس سے روکنا نہ چاہیے سابقہ الخیارات حکم ہے ضرورت کے وقت چونکہ شمولیت جماعت مقررہ سے شریعت کی جانب سے رجعت ہے اور انفرادی حالت میں بہ نسبت جماعت کے ثواب کم ہے اس واسطے شریعت کی جانب سے ایسی امامت کی نہی نہیں معلوم ہوتی اور مضمرات کی عبارت ولو صلے بعض اہل المسجد باقامۃ وجماعۃ ثم دخل المودن والا امام وبقیۃ القوم فالجماعۃ المستحبۃ لہم والکواہۃ للاولیٰ علیگیرہ کو بلا ضرورت اقامت جماعت ثانیہ للاعراض عن المقررة یا احداث فتنہ پر مجبور رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مساجد کی وضع عبادت کے لیے ہے صفیں جیسے مقعدیوں کی نماز کے لیے ہیں ایسے مصلیٰ امام کے لیے امام صف پر نماز پڑھا سکتا ہے ایسا ہی اگر مصلیٰ پر کوئی غیر امام نماز پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں بعض کا قول ہے مصلیٰ امام کی ملک نہیں فقہ کی متداولہ کتابوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معین امام کی انتظاری لازم ہے اور بغیر اجازت امام معین کے امامت نہ کرائیں اگر انتظار میں وقت مکروہ ہو یا کسی ضروری کام کے لیے جانا چاہتا ہو مثلاً ریل کا وقت جاتا رہے گا تو الگ الگ نماز پڑھ کر چلے جاویں ترک جماعت میں اُن کے حق میں امام کا اذن دینا اس قبیل سے ہو گا حدیث لا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ علی تکرمتہ الا باذنه رواہ مسلم مشکوٰۃ معناه ما ذکرہ اصحابنا وغیرہم ان صاحب البیت والمجلس وامام المسجد احق من غیرہ وان کان ذلک الغیار فقہ وافرہ واورع وافضل منہ الخ نووی شرح مسلم قوله فی سلطانہ ای موضع ملکہ وتسلطہ علیہ بالتصوف کصاحب المجلس وامام المسجد مجمع بکار الا نوار لیس للتقاضی ان یصلی بہم اذ لم یومر بہ صریحاً او دلالتہ کبیری علت نہی کی یہ ہے وھذا الثلاثی یدعی الی تھوین امر سلطنتہ وخلع ربقۃ اطاعتہ والتباغض والخلاف الذی شرع الاجتماع لرفعہ مجمع بکار الا نوار ان منقولات سے پایا جاتا ہے کہ امام کہیں ہو جہاں تک ممکن ہو امام سے اہواز کے گرامت کرائیں کہ امامت بلا اذن منع ہے امام کا جماعت میں بالفعل موجود ہونا شرط نہیں اور عموم حدیث کی دلالت بھی اسی پر ہے موض الامیر فضلی الشاطی لہ یجوز الا باذنه علیگیرہ کی عبارت کا بھی یہی مقصود ہے بعض کا خیال ہے کہ حدیث مذکورہ بالا سے یہ امر ثابت ہے کہ منع امامت امام دیگر بوقت حضور امام المحلہ ہے نزوفت عدم حضور کیونکہ مراد رجل اول سے امام دیگر ہے اور رجل ثانی سے امام المحلہ یا صاحب البیت ہے اور کہا کہ رجل اول رجل ثانی کی امامت ذکر ہے اگر رجل ثانی حاضر ہو گا تو اس کی امامت ممکن ہے اور نہی امور ممکنہ سے متعلق ہو اگر نہی ہے جماعت ثانیہ اگر تحت عموم حدیث کے ہو تو اُس کا بھی یہی حکم ہے اور یہی علت ہے اگر خارج ہے تو بھی فقہانے اسے مکروہ تحریمیہ کہا ہے اور بعض کہتے ہیں اگر ہیئت ادنیٰ کے خلاف ہے تو مکروہ نہیں جیسا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نفی جو امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مذکور ہے مراد اُس سے کراہت تحریمیہ کی نفی ہے نہ مطلق بہر حال کراہت سے خالی نہیں مصلیٰ پر امام کے نماز پڑھنا یا بیٹھنا بلا اُس کے اذن کے اسکی ممانعت بھی مذکورہ بالا کے آخری فقرہ میں ولا یعتقد فی بدینہ علی تکرمتہ الا باذنه سے پائی جاتی ہے قولہ علی تکرمتہ ہو موضع خاص لجلوسہ من فرائض اور یہ معانی بعد کا کرامہ نہ ہی بفقہ تاء وکسہا کفرائش وجمادۃ ونحو ہا مجمع مجاہد لا نوار چونکہ ہر سہ سوالات کی نسبت قول علماء و عبارات کتب مختلف ہیں اس واسطے بہت تردد رہتا ہے اور تسکین نہیں ہوتی ہے بظاہر عبارات کتب سے تو نہی الجمع معلوم

ہوتی ہے اور اقبال علمائے مخالف اس لیے ادب سے التماس ہے کہ حقیقت امر سے مفصل انداز میں طوطی پر جو الکتب اور عبارات سے آگاہ فرمادیں تاکہ شرف راج پر عمل درآمد ہو بینوا قوجروا۔

### الجواب

مسجد اگر جامع یا سرائیا بازار یا اسٹیشن کی غرض مسجد عام ہے کہ ایک جماعت خاصہ سے مخصوص نہیں جب تو اس میں ان حالات کا محل ہی نہیں اس کی سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہیں جو گروہ آئے اپنی جماعت کرے اور محراب ہی میں امامت کہے ادا افضل یہ ہے کہ ہر گروہ جلیلہ اذان واقامت کرے کہما نص علیہ فی فتاویٰ قاضی خاں وغیرہاں مسجد محلہ جس کے لیے جماعت معین امام معین ہے اس میں ضرور امام مقرر کا حق مقدم ہے جبکہ اس کی طہارت، قرات، عقیدے، عمل میں خلل نہ ہو کہما فی الدار والمختار و در المختار وغیرہا من الاستفسار اور قصداً بلا وجہ شرعی تفریق جماعت ضرور موجب ذم و شامت خواہ یوں ہو کہ امام معین سے پہلے پڑھ جائیں یا جماعت اولیٰ فوت کر کے اپنی جماعت الگ بنائیں۔ رہے اہل ضرورت وہ متشکی ہیں اور ان کی جماعت اگرچہ پہلے ہو (مثلاً جماعت معین کا ابھی وقت نہ آیا اور انتظار میں ریل کا وقت نہ رہے گا پڑھ کر چلے گئے) امام اور اہل محلہ کے حق میں جماعت اولیٰ نہ ہوگی تو اس سے حق امامت میں مزاحمت نہ ہوگی الا لا یومن الرجل الرجل فی سلطانہ کا کچھ خلاف نہ ہو کہ نہ امام معین کی امامت کی نہ اس کی امامت میں مزاحمت کی اور ہرگز شرع طہر سے کوئی دلیل نہیں کہ ایسے لوگ بے اذن امام جماعت سے ممنوع ہیں نہ اصلاً کہیں ان پر حکم ملے گا کہ مجتمع ہوتے ہوئے الگ الگ پڑھیں اور روافض سے تشبہ کریں یہ ہیں جو اتفاقاً بلا تقصیر جماعت سے رہ گئے وہ شرعاً افراد پر مجبور نہیں نہ شرع سے کوئی دلیل کہ جماعت میں اذن نام کے محتاج ہیں کہ یہاں بھی اس کے حق میں مزاحمت نہیں البتہ نیز جماعت اولیٰ واجباً بابت فرق و احترام صورت مزاحمت کے لیے محراب سے الگ ہونا چاہیے وبالعدد ول عن المحراب تختلف الهيئۃ هو الصحیح وبہ ناخذ کما اثرہ فی رد المحتار عبارات مضمرات کا محل وہی صورت تفریق بلا ضرورت ہے یہ وہی حکم انتظار محل عدم ضرورت میں ہے ما جعل علیکم فی الدین من حرج بصورت ضرورت و وجہ مذکور جماعت میں نہ امامت معین کی توہین نہ امام معین کی توہین نہ کوئی وجہ تباہی و تخلف نہ محراب علیک و علیک بکیر و دونوں دربارہ جمعہ ہیں اور جماعات کا اس پر قیاس باطل کہ جمعہ میں شرط ہے کہ امام خود سلطان ہو یا اس کا ماذن اسی کی تفریح میں دونوں کتابوں کی وہ عبارات ہیں کیری میں فرمایا الشہد للثانی کون الامام فیہا سلطاناً و من اذن له السلطان (الی ان قال) المتقلب الذی لا منشور له اذا کان سیرتہ فی الرعیۃ سیرۃ الامراء و یجوز اقامتہا لان بذلک تثبت السلطۃ فیحقق الشرط و لیس للقاضی ان یصلی بہم الخ علیکیرہ میں ہے منها السلطان حتی لا یجوز اقامتہا لغير امر السلطان او امر نائبہ موضح الامیر الخ حدیث کی عبارت النص اگرچہ صورت امامت للامام میں ہے مگر بلا وجہ شرعی اس کی امامت فوت کر کے خود امام بن جانے کو بھی دلالت شامل لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبشر واکلا تنقوا اور جو صورتیں اوپر گزریں نہ ان میں عبارتہ منصوص نہ دلالت داخل جماعت ثانیہ کی تفصیل فتاویٰ فقیر میں ہے جس کا محل یہ ہے کہ مسجد عام میں ہر جماعت اولیٰ ہے اور مسجد محلہ میں قصداً تفریق یا اولیٰ کی تفویض بلا عذر صحیح شرعی ناجائز ورنہ باعداء اذان ہو تو مکروہ تحریمی اور محراب نہ بلیس و سلطان اولیٰ ورنہ اصلاً کراہت نہیں ہو الصحیح وبہ ناخذ تاثر خانہ مصححی اگر ملک امام ہے جب تو ظاہر کہ اس کے بے اذن اس میں تصرف

حرام اور اگر واقعہ نے خاصہ امام جماعت اولیٰ کے لیے وقت کیا جب بھی اور لوگ استعمال نہ کریں لان شرط الواقف کنص الشارع ورنہ اس پر نماز میں اصلاح حرج نہیں جبکہ بلا وجہ امام سے مزاحمت یا تنفر ناحق یا اذیت فتنہ ہوا احکام کہ فقہ میں مذکور ہوئے آپ پر واضح ہیں اور بعض کی استبانت کے لیے یہ عبارت بحوالہ الزلفی پیش نظر ہونا مانع قال رحمہ اللہ تعالیٰ من ہذا یعلم جہل بعض مدرسی زمانہ ناموس منعہم من یدرس فی مسجد تقر فی تدربہما وکراہتہم لذلک لاسمین الاختصاص بما دون غیرہم حتی سمعت من بعضهم انہ یضیفہا الی نفسہ ویقول ہذا مدرستی اولا تدرس فی مدرستی وھذا کلمہ جہل عظیم فقد خال اللہ تعالیٰ واثق المسجد اللہ فلا یتعین مکان مخصوص کا حد حتی لکان للدرس موضع من المسجد یدرس فیہ فسبقہ غیرہ الیہ لیس لہ ازعاجہ واقامتہ منہ اہ مختصراً واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ الترواحکم۔

**مسئلہ۔** از شہر محلہ مسجد جامع سنوہ بولوی محمد احسان صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب ہنگام ضرورت محراب مسجد میں یعنی آثار دیوار و پھیت مسجد کے اندر کھڑا ہے اور اپنے دائیں و بائیں برابر ایک ایک یا زیادہ مقتدی کھڑے کر لیے باقی اور صفیں عقب حدود مسجد میں ہوں تو ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ بیہذا توجہ و

**الجواب**

وقت ضرورت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں اور اپنے برابر کسی مقتدی کے لینے کی حاجت نہیں بلکہ دو مقتدیوں کا امام کے برابر ہونا خود مکروہ ہے امام کا محراب میں ہونا بضرورت تھا کہ مکروہ نہ رہا یہ کس ضرورت سے ہوا اور اگر تین یا زیادہ مقتدی امام کے برابر ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداد ہو جائے گی محراب میں بلا ضرورت کھڑا ہونا بھی ایسا ہی مکروہ بلکہ یہ سخت و شدید مکروہ و ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از عبد الغفور صاحب میونسپل کمشنر کیکڑی ضلع اجیر شریف ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مذہب حنفی امامت کر رہا ہے اور اس کے مقتدی کل حنفی ہیں اور ان میں چند اشخاص غیر مقلد شریک ہو کر آئین باجمہور خیرین کریں تو اس صورت میں امام کے نماز حنفی میں نقص واقع ہوتا ہے یا نہیں کہ جس سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا فاسد۔

**الجواب**

غیر مقلد ہیں نماز بحکم فقہاء تصریحات عامہ کتب فقہیہ کافر تھے ہی جس کا روشن بیان رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ ورسالہ سل السیوف ورسالہ النہی الاکیدہ وغیرہ میں ہے اور تجربہ نے ثابت کر دیا کہ وہ ضرور منکران ضروریات دین ہیں اور ان کے منکروں کے حامی و ہمراہ تو یقیناً قطعاً اجماعاً ان کے کفر و ارتداد میں شک نہیں اور کافر کی نماز باطل تو وہ جس صفت میں کھڑے ہوں گے اتنی جگہ خالی ہوگی اور صف قطع ہوگی اور قطع صفت حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ جو صفت کو ملائے اللہ اپنی رحمت سے اُسے ملائے اور جو صفت قطع کرے اللہ اپنی رحمت سے اُسے جدا کرے تو جتنے اہلسنت ان کی شرکت پر راضی ہوں گے یا اوصاف

قدرت منع نہ کریں گے سب گنہگار سخت وعید عذاب ہوں گے اور نماز میں بھی نقص آئے گا کہ قطع صفت کردہ تحریمی ہے اور اگر صرف ایک ہی صفت ہو اور اُس کے کنارہ پر غیر مقلد کھڑا ہو تو اس صورت میں اگرچہ فی الحال قطع صفت نہیں مگر اس کا احتمال و اندیشہ ہے کہ ممکن کہ کوئی مسکن بعد کو آئے اور اُس غیر مقلد کے برابر یا دوسری صفت میں کھڑا ہو تو قطع ہو جائے گا اور جس طرح فعل حرام حرام ہے یہ ہیں وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان ہیا اور اُس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے و لہذا حدود اللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ اُن کے قرب سے بھی مانعت ہوئی کہ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا مَعَهَا ابْنِ جَابَرٍ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَقْرَبُوا عَلَیْہُمْ وَلَا تَقْلُوا مَعَهُمْ اُن کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔ بعد ازیں ہوں گے ساتھ نماز نہ پڑھو واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از نجیب آباد ضلع بجور مسلولہ احمد حسین خاں صاحب، ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

و بار دوم از قصبہ سردار علاقہ کشن گڑھ متصل اجیر شریف ہوشیارپور کی مسجد مسلولہ قاضی اکبر صاحب، ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا کسی امام کے مذہب میں آئین باؤ از بلند کنا جائز ہے اگر کوئی جماعت میں آئین زور سے کہتا ہو حنفی سنیوں کی جماعت میں شریک کرنے سے نماز میں تو کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔

## الجواب

آئین باجمہر امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں ہے اگر کوئی سنی شافعی مذہب آئین باؤ از کہے وہ بلا تکلف حنفیوں کی جماعت میں شریک ہو بلکہ بشرائط مذکورہ کتب فقہیہ امامت کرے ہم اُس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے کہ ہم اور وہ سب حقیقی بھائی ہیں ہمارا باپ اسلام ہماری ماں سنت سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مگر یہاں جو آئین باجمہر والے ہیں یہ غیر مقلد وہابی ہیں یہ اللہ و رسول کی توہین کرنے والے ہیں یہ ہمارے اللہ اکرام کو گالیاں دینے والے ہم کو شرک کہنے والے ہیں ان کی شرکت جماعت حنفی سے ضرور ضرر ہے کہ ان کے عقائد باطلہ مکذوبینہ و توہین رسول کے باعث ان کی نماز ہی نہیں تو جماعت میں ان کا کھڑا ہونا بالکل ایسا ہے کہ ایک شخص بے نازیچ میں داخل ہے اس سے صفت قطع ہوگی اور صفت کا قطع کرنا حرام۔ حدیث میں فرمایا من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ حدیث میں حکم فرمایا کہ نماز میں خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیچ میں شیطان نہ داخل ہو، یہاں آنکھوں دیکھا شیطان صفت میں داخل ہے یہ جائز نہیں تو بشرط قدرت اُسے ہرگز اپنی جماعت میں نہ شامل ہونے دیں اور جو مجبور ہے معذور ہے۔

**مسئلہ -** از ریاست اور راجپوتانہ محلہ قاضی دارہ مسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ ہجری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَامِعِ بَرَعَتِ ضَلَالَاتِ جَامِعِ مَقُولٍ وَمَقُولِ جَنَابِ مَوْلَانَا اَحْمَدِ رِضَا خَاں صَاحِبِ اَدَامِ فِیوضِہم و برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر حقیر مسکین محمد رکن الدین حنفی نقشبندی مجددی نادیدہ مشتاق زیارت دوستی خدمت شریف میں پیش کر کے امیدوار ہے کہ جناب اپنی تحقیق سے اس عاجز کو ممنون فرمادیں اللہ تعالیٰ اس کا اجر عظیم عطا فرمادے گا ایک مسئلہ تو جماعت ثانی کا ہے اس میں گزارش یہ ہے کہ رد المحتار میں جو اقوال کراہت و عدم کراہت کے نقل کیے ہیں اُن میں سے کراہت کا قول اُس محلہ کی مسجد کی نسبت کہ جس میں

امام اور مؤذن اور غازی معین ہوں ظاہر الروایۃ بیان کیا ہے اور اس کو مدلل بھی کر دیا ہے اور عدم کراہت کے قول کی صحت بھی منقول ہے کہ جو منسوب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے وہ بھی اُس میں موجود ہے اب یہ فرمائیے کہ ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں جبکہ وہ مدلل بھی جو دوسرے قول بلا دلیل کی ترجیح کس طرح ہو سکتی ہے۔ بدینوا توجروا

## الجواب

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

بلاحظہ مولانا البجلی المکرم! لکین جملہ اللہ تعالیٰ من شید ہم رکن الدین۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمارے امام ہمام سراج اللہ امام الامیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب و ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مسجد محلہ جس کے لیے اہل مین ہوں جب اُس میں اہل محلہ باعلان اذان واقامت امام موافق المذہب صالح امامت کے ساتھ جماعت صحیحہ منونہ بلا کراہت اذاکر چکے ہوں تو غیر اہل محلہ یا باقی ماندگان اہل محلہ کو اذان جدید کے ساتھ اس میں اعادۃ جماعت مکروہ و ممنوع و بدعت ہے مجمع البحرین و بحر الرائق میں ہے لا تکررہا فی مسجد محلۃ باذان ثان شرح المجمع للمصنف فتاویٰ علگیریہ میں ہے المسجد اذا کان له امام معلوم و جماعۃ معلومۃ فی محلۃ فضلی اہلہ فیہ بالجماعۃ لا یباح تکرارہا فیہ باذان ثان اسی طرح فتاویٰ بزازیہ و شرح کبیر منیہ و غرر و درر و خزائن الاسرار و در مختار و ذخیرۃ العقبی وغیرہ میں ہے اور اُس کا حاصل حقیقۃ کراہت اعادۃ اذان ہے فان الحکم المنصب علی مقید انما ینسحب علی القید کما قد عرف فی محلہ و لهذا امام محقق ابن امیر الحاج حلی ارشد ملازمہ امام ابن الہمام نے حلیہ میں اسی مذہب و مذہب کو اس عبارت سے ادا فرمایا المسجد اذا کان له اهل معلوم فضلوا فیہ او بعضهم باذان واقامتہ کفر لغیر اہلہ والباقی من اہلہ اعادۃ الاذان والاقامۃ و لهذا کتب مذہب طافح ہیں کہ بے اعادۃ اذان مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ بالاتفاق مباح ہے اُس کے جواز و اباحت پر ہمارے مجمع الامم کا اجماع ہے عجاب و ملقط و منیع و شرح در البحار و شرح مجمع البحرین للمصنف و شرح الجمع لابن ملک و رسالہ علامہ رحمت اللہ علیہ امام ابن الہمام و ذخیرۃ العقبی و خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار و حاشیۃ البحر للعلامۃ خیر الدین الرملی و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ کتب معتدہ میں اس پر اتفاق و اجماع نقل فرمایا خزائن میں ہے لو کوہا اہلہ بدو نما او کان مسجد طریق جاز اجماعا علگیریہ و شرح الجمع للمصنف میں ہے اما اذا اصلوا بغیر اذان یباح اجماعا و المختلہ میں منیع سے ہے التفتید بالمسجد المختص بالمحلۃ احتراز عن الشارع و بلا اذان الثاني احتراز عما اذا صلے فی مسجد المحلۃ جماعۃ بغیر اذان حیث یباح اجماعا حاشیہ علامہ طحاوی علی الدر المختار میں ہے اما اذا کوربت بغیر اذان فلا کراہۃ مطلقا و علیہ المسلمون یہ عبارت تو نہ صرف ہمارے ائمہ کا اتفاق بلکہ جملہ مسلمانوں کا اسی پر عمل بتاتی ہے اور خود لفظ اجماع کہ عامۃ کتب میں واقع اسی طرف ناظر توجید نہ کر سکتے کہ ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہو ظہیر یہ میں کہ تنہا پڑھنا لکھ کر اُسے ظاہر الروایۃ بتایا **اقول** واجب کہ اُس سے مراد نفی وجوب جماعت ہونہ و ثبوت نفی جماعت کہ اجماع کے خلاف پڑے اور یہ ضرور حق ہے اُس کا حاصل اس قدر کہ جس طرح عبت اولیٰ مجدد کر تنہا پڑھنا جائز و گناہ ظاہر یہاں ایسا نہیں یہ الگ الگ پڑھ لیں وہ نہیں پڑھ سکتے تھے عقل و نقل کے قاعدہ متفق علیہا سے واجب ہے کہ محکم کو محکم کی طرف رد کریں کہ محکم کو محکم سے رد کریں تو عبارت ظہیر یہ سے رد نقول متظاہرۃ اجماع نامکن ہے بلکہ اگر وہ دوسرے

مصحح نہ رکھتا نہ اصل محتمل بلکہ خلاف اجماع میں نص مفسر ہوتی تو حسب قاعدہ قاطعہ بقول عامر کے خلاف خود ہی وجہ غرابت نامقبول  
 ٹھہرتی وکرا بالکس رد المحتار باب سجدة التلاوة میں ہے ہذا اعزاء فی الجہات المضمومات وقال ان الثانی غریب اور وجہ غرابت  
 انہ انفرادی بدکرہ صاحب الظہیریۃ ولذا اعزاء من بعدہ الیہما فقط اسی کے باب الیہا مسئلہ اعتبار میں ہے قولہ فی الاصح  
 ذکرہ فی المجتبیٰ والقرتاشی والایضاح والمیتنی وعزاه فی القنیۃ الی شرح صدر القضاۃ وجمع التفاریق وهو متوغل فی  
 الاغراب مختلف لما اطلقہ جمہور الاصحاب کما فی شرح الوہابیۃ پھر جبکہ بحال اعادہ اذان اصل مذہب و ظاہر الروایۃ کراہت  
 تحریم حتیٰ لما فہد المجتہد قولہ ویکرہ ای تحویما لقول الکافی لا یجوز والجمع لا یباح اور بے اذان ثانی جواز و عدم کراہت پر اجماع و اب  
 اس میں اختلاف ہوا کہ آیا یہ جواز و اباحت محض خالص ہے یا کہیں کراہت تنزیہ سے بھی مجامع امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی  
 کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت فان المکرہ تنزیہا من قسم المباح کما فی رد المحتار و تحقیقنا فی جملہ مجملیۃ اس باب میں امام ابو یوسف  
 رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے اور اس سے ہٹ کر اصل کراہت نہیں البتہ ترجیح نے اسی کی تصحیح کی کہ لا یجوز  
 و وجہ کروری و تاتارخانیہ وغنیہ بخبر میں اسی کو ہوا الصحیح و بہ ناخذ فرمایا بعد اللہ تعالیٰ اس تقریر میر و توفیق و تحقیق سے واضح ہوا  
 کہ یہ تصحیح ظاہر الروایۃ کے خلاف ہیں نہ ظاہر الروایۃ کی حکایت اجماع کے خلاف اور مسئلے میں قول مفتوح یہ نکلا کہ مسجد محلہ میں بشرائط  
 مذکورہ (جن کے محترفات کی تفصیل جیل قنادی فقیر میں مذکور ہے) باعادہ اذان جماعت ثانیہ تا جانا نہ کر و تھوکی ہے یہی ظاہر الروایۃ  
 و مذہب امام ہے اور بے اذان ثانی بلاشبہ جائز اس پر خود اتفاق و اجماع المذہب ہے مگر محراب میں بکراہت اور اس سے ہٹ کر خالص مباح  
 بلکہ کراہت ہی صحیح و ماخذ و معتد ہے اب شبہ اصل سے منقطع ہو گیا اور بالفرض اگر براہ تنزل مان بھی لیں کہ اللہ نے خلاف ظاہر الروایۃ کی تصحیح  
 فرمائی تو ہم پر لازم کہ انہیں کا اتباع کریں ظاہر الروایۃ کی ترجیح اس وقت ہے کہ اس کے خلاف پر تصحیح صریح نہ ہو چکی ہو ورنہ ترجیح ضمنی صریح  
 تصحیح کے عارض نہ ہو سکے گی اور اسی تصحیح صریح کا اتباع ہوگا درختار میں ہے اما نحن فہمنا اتباع ما رجحہ و ما صححہ کما لو  
 اتفاقا حیثانہ مرد المحتار میں ہے ترجیح ضمنی نکل ما کان ظاہر الروایۃ فلا یعدل عنہ بلا ترجیح صریحہ مقابلہ و مختار میں ہے  
 اذا ذیلت روایۃ بالصحیح بوالماخوذ بہ لم یفت بخلافہ و مختصر ارد المحتار میں ہے اذا کان التصحیح بصیغۃ نفقۃ  
 قصو الصحیحۃ علی تلك الروایۃ فمقتضاہما صحیح و الماخوذ بہ و لم یضحا مسا یفید ضعف الروایۃ المخالفۃ لم یجوز الافتاء  
 بعینا لہا کما سیاقی ان الفنیۃ بالموجوح جمل اسی میں ہے لوزکرہ مسئلۃ فی المتون و لم یضحا صریحہا بل صریحہا  
 تصحیحہا مقابلا فقد افاد علائقہ قاسم ترجیح الثانی لانہ تصحیح صریحہ و ما فی المتون تصحیح التزامی و التصحیح بالصحیح  
 مقدم علی التصحیح الا التزامی ای التزام المتون ذکر ما ہوا الصحیح فی المذہب اب رہیں بعض تعلیقات اول تو بعد تصحیح المذہب ہمیں  
 نظر فی الدلیل کی حاجت نہیں نہ وہ ہمارا منصب پھر یہ اللہ تعالیٰ اس کا حال ملاحظہ تعلیقات سے واضح ہوگا جو فقیر نے کتاب مستطاب رد المحتار پر  
 لکھیں اسما فاللہم اس مقام سے اس کی نقل مسطور قولہ ولنا انہ علیہ الصلاۃ والسلام کان خرج لصلیہ بین قورقہ و طالی المسجد  
 وقد صلی اہل المسجد رجوع الی منزلہ فجمع اہلہ و صلی و لو جاز ذلک لما اختار الصلاۃ فی بیتہ علی الجماعۃ فی المسجد



**اقول** اولاً لا يتعمن هذا سبباً لذلك فان في اعادته صلى الله تعالى عليه وسلم الجماعة في المسجد كان اجماعاً من اهل البيت  
بجماعة القوم فلعلمنا ان ادفع ذلك الوهم وتأكيد تقريرهم على ما فعلوا وثانياً لعل الباقي من اهل البيت صلى الله تعالى عليه  
وسلم للجماعة النساء الطاهرات وحدهن فاحب الجماعة ولم يجب ان يخرجن وحدهن للجماعة للمسجد وعسى ان يراة  
الناس ممن قد صلوا فيجبوا اعادة الصلاة خلفه صلى الله تعالى عليه وسلم او يجي بعض من لم يصل بعد فيقفوا خلفهن  
فقصد صلاتهم **ثالثاً** من فاته الجماعة وحده فهو مخير في الانفراد او اتباع الجماعة وان ياتي اهل البيت فيجمع بهم  
كما نص عليه في الخانية والبرازية وغيرهما وقد نصوا كما في رد المحتار وغيره ان لا يصح ان يجمع باهله لا يكره وينال فضيلة  
الجماعة لكن جماعة المسجد افضل اهل البيت صلى الله تعالى عليه وسلم ربما يترك الافضل لبيان الجواز وكان حينئذ  
هو الافضل في حقه صلى الله تعالى عليه وسلم لما فيه من التبليغ المبعوث له من عند ربه عز وجل فكيف يهمل قوله ولو  
جاز ذلك لما اختار وفيه **رابعاً** ايضاً العلامة المحشي ان قد انعقد اجماع بلا نزاع على جواز اعادة الجماعة في  
المسجد العام بل صرحوا قاطبة انه الافضل ومعلوم قطعاً ان مسجد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ليس مسجد محلة فلو  
تم هذا الاستدلال لصادم اجماع وافي بتجريمه ما ليس في حله بل ولا فضله محل نزاع **اقول** ومثله في الضيف بل  
اضيف ما قدم في الاذان من الاستدلال بطريق عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه  
وسلم كانوا اذا قاتلهم الجماعة في المسجد صلوا في المسجد فرادى فانه ليس فيه ان الجماعة كانت تقوت جماعة منهم فكانوا  
يصلون في المسجد فرادى مجتمعين وحاش لله متى عهد هذا من الصحابة رضي الله تعالى عنهم وانما كانت تقوت نادراً  
واحداً بعد واحد منهم ولا دلالة يصنع الجميع على القرآن في الفعل فان معناه انهم كانوا كل من فاته الجماعة صلى الله تعالى عليه وسلم  
منفرداً ولم يكونوا يتبعون المساجد نفياً للخرج فكان لقول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان الجماعة افضل من فرادى  
وابي بكر وعمر وعثمان فكانوا يستفتون بالحمد لله رب العالمين رواية احمد ومسلم هل لقائل ان يقول اني في فضل الحديث  
دليلاً على هذا المعنى وذلك اننا لا نسلم ان المراد بالجماعة الجماعة الاولى عيناً بل فجرهما هي على رسالها والجماعة لا تقوت  
الجماعة الا ان يمنعوا عن تكرارها فتوقف الاستدلال به على اقباط مانعة التكرار فيعود مصادرة على المطلوب وقد  
ذكر البخاري في صحيحه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان الجماعة افضل من فرادى فاذن واقام صلى الله تعالى عليه وسلم  
تفتت الجماعة اذ لم يكن وحده وصح ان رجلاً دخل المسجد وقد صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم باصحابه فقتل  
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من يصدق على ذلك فيصلي معه فقام رجل من القوم فضلى معه رواية احمد وابو داود  
والترمذي وابو بكر بن ابي شيبة والدارقطني وابو يعلى وابن خزيمة وابن حبان وسعيد بن منصور والحاكم كلهم عن ابي سعيد  
الخدري والطبراني في الكبير عن ابي امامة وعن عصمة بن مالك وابن ابي شيبة عن الحسن البصري وموسى وعبد الرزاق  
في مصنفه وسعيد بن منصور في سننه عن ابي عثمان الهدي مرسلاً ايضاً وفي الباب عن ابي موسى الاشعري والحاكم بن عمار

كما في الترمذي رضي الله تعالى عنهم اجمعين وفي بعضهما ان ذلك المتصدق على الرجل ابو بكر الصديق رضي الله تعالى  
 عنها **قول** - وكان في اطلاق هكذا اتقليد الجماعة معنى فانهم لا يجتمعون اذا علموا انها لا تقوتهم **قول** - لسنا نبيح تعدد ترك  
 الجماعة الاولى انك لا على الاخرى فمن سمع منادى الله ينادى ولم يجب بلا عذر اثم وعز رفاين الاطلاق وانما نقول فيمن غابوا  
 فحضر او كانوا مشتغلين بنحو اكل تامة اليه انفسهم او الخلق وغير ذلك من الاعذار فتخلفهم عن الاولى قد كان باذن الشرع  
 فعلاهم يعاقبون مجرمات الجماعة وفيهم تودي الى التقليل وقد اثبتنا في رسالتنا حسن البراعة في تنقيح حكم الجماعة ان  
 الواجب هي الجماعة الاولى عينا فاذا علموا انهم لم يحضروا فاتهم الواجب فكيف لا يجتمعون اما الكسالى وقليل المبالاة  
 فلا يجتمعون وان علموا انهم تقوتهم الاولى والاخرى جميعا الا ترى ان بعض العصريين ممن يدعى العلم والدين قد شدد  
 في ذلك تشديدا بليغا وزعم ان تكرار الجماعة معصية مطلقا فتبعه بعض عوام تلك البلاد في ترك تكرار الجماعة ولم  
 يتبعوه في ايتان الاولى فاترى فوجا من الاحابيش ياتون بعد الجماعة فيصلون معا فرادى فيزيدون مشابهة بالروافض  
 والله المستعان **قول** - ويؤيده ما في الظهيرية لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه اهله يصلون وحدها وهو ظاهر  
 الرواية اهـ وهذا مخالف لحكاية الاجماع المارة **اقول** - لا تأييد ولا خلاف فان يصلون ليس نصا في الايجاب ومن  
 تتبع ابواب صفة الصلاة والحج من اى كتاب شاء وجد قاطير مقنطرة من صيغ الاخبار واردة فيما ليس بواجب بل  
 ولا سنة انما قصارة الذنب وقد قال في البحر الرائق والطحاوى في حاشية الدار ان ذلك اى دلالة الاخبار على الوجوب  
 فيما اذا صدر من الشارع اما من الفقهاء فلا يدل هو ولا الامر منهم على الوجوب كما وقع لمحمد حيث قال في صفة  
 الصلاة افترش رجله اليسرى ووضع يده وامثال ذلك كثيرة اهـ ولست انكر انه كثيرا ما يجبي للوجوب كما بيناه  
 في كتابنا فصل القضاء في رسم الافتاء وانما اريد ان المحتمل لا يقضى على المفسر فكيف يرد به الاجماع المتظافر  
 على نقله المعتمدين بل كيف يصح ان يحمل على ما يصير به مخالفا للاجماع ولو كان كذا كان هو احق بالرد من الاجماع  
 اذا لما كى الواحد عن ظاهر الرواية اقرب الى السهول من الجماعة بل لقائل ان يقول لا يمكن الحمل ههنا على الوجوب اصلا  
 وان قلنا بكراهة تكرار الجماعة في مسجد الحى مطلقا وذلك كما نصوا عليه في الوجيز والتبيين والهندية وغيرها ومياتي  
 شرحا وحاشية ان من فاتته في مسجد ذنب له طلبها في مسجد اخر الا المسجدين الملكى والمدنى كما في القنية ومختصر البحر  
 وبحث في الغنية الحاق الاقصى وذكر القندرى يجمع باهله ويصلى بهما اى وينال ثواب الجماعة كما في الفتح فاذا بالجماعة  
 معهم لا يحتاجون الى التفتيش عنها فمن ذا الذى حرم عليهم ان يذهبوا الى بعض البيوت مثلا ويجمعوا وينالوا الفضل  
**فان قلت** عاقهم عن الخروج الدخول **قلت** كلاهما المذكور مطلق فيمن دخل ومن لم يدخل والخروج لا يدرك  
 الجماعة لا يمنع الدخول الا ترى ان مقيما بالجماعة يخرج تكبيرا الجماعة الاولى باذنيه فلان يجوز لهؤلاء الخروج ولا تكبير

ولا اولى لاولى وبالحجة لا محل ههنا لايجاب وعليه كان يتوقف التأييد والخلاف **فان قلت** فاذا وجوب فما مترع الكلام **قلت** افادة جواز الانفراد لهم بلا حظر ولا حرج بخلاف ما لو لم تقم الجماعة بعد حيث لا يجوز الصلاة منفردا الا بعد رما فيه من تفويت الجماعة الواجبة على المعتمد او القرينة من الوجوب على المشهور فان كان على وزان ما قال العيني في عمدة القارى قال ابو حنيفة رضى الله تعالى عنه انها او نام او شغله عن الجماعة شغل جمع باهله في منزله وان صلى وحده يجوز له وهذا معنى صاف لاغبار عليه انشاء الله تعالى وبه يزول كل اشكال والله الحمد **قول** وعن هذا ذكر العلامة الشيخ رحمه الله السندى تلميذ المحقق ابن الهمام في رسالته ان ما يفعله اهل الحرمين من الصلاة بائمة متعددة وجماعات مترتبة مكروهة اتفاقا الى قوله واقرة الرمل في حاشية البحر **اقول** يا سبين الله اى مساس لهذا بما نحن فيه فان انكارهم على التقري بعمد كما هو الواقع في الحرمين المكرمين فانهم جزؤا الجماعة اجزاء وعينوا كل جزء اماما والتقري بالقصد حيث لا باعث عليه شرعا لا يجوز اجماعا والا لما سن الله تعالى صلاة الخوف وهذا يستوى فيه مساجد الاحياء والقوارع والجوامع والبرارى جميعا قولا فصلا من دون فصل ثم وقع الخلاف في الاقتداء بالمخالف على وجوه فصلها في الجورود المختار وغيرهما واتينا على لبابه في فتاونا ضمن لاكرهه عنده اصلا اى اذ لم يعلم ان الامام لا يراع مذهب غيره بناء على اعتبار رأى المقتدى كما هو الاصح او ولو علم انه غير مراع بل لم يراع عند من يقول العبرة برأى الامام فهذا التقري عند من دون باعث شرعى وهؤلاء هم الذين حضروا الموسم تلك السنة وانكروا ومن حكم بالكرهه عند الشك في المراعاة او اعتقد ان الفضل الاقتداء بالموافق مهما امكن وان تحققت المراعاة فهو عنده بوجه شرعى وهم الجمهور وعليه العمل فلا انكار على اهل الحرمين وليس في فعلهم خلل ولا زلل والعلامة السيد المحشى هو الناقل فيما سياتى عن الملا على القارى انه قال لو كان لكل مذهب امام كما في زماننا فالفضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر على ما استحسنه عامة المسلمين وعمل به جمهور المؤمنين من اهل الحرمين والقدس ومصر والشام ولا عبرة بمن شذ منهم اراء وعلى كل فهذا الكلام من واد اخر لا تعلق له بجواز التكرار وعدمه **قول** لكن يشك عليه ان شحا المسجد الملكى والمدنى ليس له جماعة معلومون فلا يصدق عليه انه مسجد محلة بل هو كمسجد شارع وقد مر انه لاكرهه في تكرار الجماعة فيه اجماعا قليلا مل **اقول** انما نبشأ الاشكال من حمله على مسألة التكرار وقد علمت ان لم يقصدوها وانما انكروا تعمدا والتقري وهو محذور قطعاً ولو في مسجد شارع فالعجب من السيد العلامة المحقق المحشى يورد على مسألة التكرار ما لا وركب عليها ثم يستشكل هذا الوارد بما لا اشكال به اصلا ولكن لكل جولة كسوة نسال الله سبحانه عفوئه ثم **اقول** واشد العجب من العلامة الشيخ رحمه الله رضى الله تعالى عنه حيث قال الاحتياط في عدم الاقتداء به اى بالمخالف ولو مر اعيانها سيفعله المحشى عنه ثم قال ههنا يكرهه ترتيب الجماعات وادعى الاتفاق على خلاف ما عليه الجمهور وليت شعري اذا كان هذا مكروها وفاقا فكيف يعمل بالاحتياط الذى اعترفتم به ا يجعل الناس كلهم على مذهب واحد ام سيكون مقلدا واكل امام فى بلدة يعلية او يجعل لكل منهم مسجد بجباله ويمنع اهل ثلاثة مذاهب عن الصلاة فى المسجدين الكريمين او تجعل الجماعة لمذهب واحد

و یومر الباقون بالصلاة فرادی ثم اقول ویرد مثله علی تقریر العلامة خیر الملة والدین الرملى رحمه الله تعالى لما مر وهوالاقل  
 کما سیأتی حاشیة عن العلامة الرملى الشافعى انه مشى علی کراهة الاقتداء بالمخالف حيث امکنه غیره وبه افتی الرملى الکبیر  
 واعتمدہ السبکی والاستوی وغیرہما قال والحاصل ان عندہم فی ذلک اختلافا وکل ما کان لہم علة فی الاقتداء بصحة  
 وفساد او کراهة وفضلیة کان لنا مثله علیہم وقد سمعت ما اعتمدہ الرملى وافتی بہ والفقیہ اقول مثل قوله فیما یعلق باقتداء  
 الحنفی بالشافعى والفقیہ المنصف یسلم ذلک سے وانا رملى فقه الحنفی ۛ لا مرابعد اتفاق عالمین ۛ اہ فاذا کان الفقه والفقہ  
 ہو کراهة الاقتداء بالمخالف فکیف ینکر علی ما فعلہ اهل الحرمین لا جرم رجوع العلامة نفسہ فی حاشیہ علی شرح زاد الفقیر  
 للعلامة الغزى والمتن للامام ابن الہمام الى موافقة الجمهور فقال کما نقلہ فی منحة الخاتم علی البحر الرائق بقی الکلام فی الافضل  
 ما هو الاقتداء به او الانفراد لمار من صرح بہ من علمائنا وظاهر کلامہم الثانی والذى یتظہر ویحسن عندی الاول لان  
 فی الثانی ترک الجماعة حیث لا تحصل الا بہ ولولہ لیکن بان کان هناك حنفی یقتدی بہ الافضل الاقتداء بہ الخ فقد اعترف  
 ان الافضل الاقتداء بالمحنفی اذا وجد وان کان الشافعى الذى یؤم صالحا عالما تقیا نقیا یراعى الخلاف کما وصفہ بہ فی تلاف  
 الحاشیة یہ تمام عبارت تعلیقات فقیر علی رد المحتار کی ہے اور بکدام شدہ تعالیٰ اُس سے حق واضح و جلی ہے واللہ تعالیٰ اعلم  
 مسئلہ - از سنہ صلیع مراد آباد مرسلہ از سید محمد علی مدرس فارسی مدرسہ جارج سلم اسکول -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ مسجد کے فرش پر محراب کے محاذ میں جماعت ہونا افضل ہے خواہ نمازی کم ہوں  
 خواہ کسی درخت وغیرہ کے ہونے کی وجہ سے نمازیوں کی طبیعت پر بار ہو اور دلیل اُس کی یہ ہے کہ شامی کے اندر یہ مضمون ظاہر کرتا ہے کہ محراب میں  
 امام کا کھڑا ہونا افضل ہے اسی پر قیاس کر لیا جاوے عمر یہ کہتا ہے کہ تمام فرش مسجد کا ایک حکم میں ہے کسی جگہ کے واسطے فضیلت نہیں ہو سکتی  
 اگر اس قدر نمازی ہوں کہ محراب سے راست و چپ میں جماعت ممکن ہو اور نمازیوں کو بھی وہاں آسائش ہو تو ضرور جماعت کر لی جاوے دوسرے  
 یہ کہ ائمہ مجتہدین کے قیاسات کا اختتام ہو گیا علمائے حال کا قیاس کیا ہو سکتا ہے جبکہ علمائے حال کی کیفیت ہے کہ لفظ کے لغوی معنی غلطی ہے  
 کچھ سے کچھ خیال کرتے ہیں لہذا مکلف خدمت ہوں کہ جواب مع دلیل تحریر فرمادیں۔ مکر یہ کہ زید محراب کے محاذ میں جماعت ہونے کی فضیلت میں  
 کوئی قول منقول پیش نہیں کرتا محض قیاس سے کام لینا چاہتا ہے عمر قیاس کو رد کر کے منقول دلیل مانگتا ہے۔

### الجواب

فی الواقع سنت متواترہ یہی ہے کہ امام وسط مسجد میں کھڑا ہو اور صف اس طرح ہو کہ امام وسط صف میں رہے محراب کا نشان اسی غرض  
 کے لیے وسط مسجد میں بنایا جاتا ہے اور اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر امام ایک کنائے کی طرف بھکا ہو اکھڑا ہو تو اگر جماعت زائد  
 ہے فی الحال امام وسط صف میں ہوگا اور ارشاد حدیث توسطوا الامام کا خلاف ہوگا اور اگر ابھی جماعت قلیل ہے تو آئندہ ایسا ہونے کا اندیشہ  
 ہے لاجرم خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص ہے کہ گوشہ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کنارہ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ حدیث کا  
 ارشاد ہے امام کو وسط میں رکھو یہ طاق جسے اب عرف میں محراب کہتے ہیں حادث ہے زمانہ اقدس و زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اجمعین میں نہ تھا محراب حقیقی وہی صدر مقام اس کا مسجد میں قریب حد قبلہ ہے یہ محراب صوری اُس کی علامت ہے جس مسجد کے دو حصے ہوں ایک مسقف دوسرا صحن جیسا کہ اب اکثر مساجد میں ہیں وہ دو مسجدیں ہیں مسقف مسجد شتوی ہے یعنی جاڑوں کی مسجد اور صحن مسجد یعنی گرمیوں کی مسجد ہر مسجد کے لیے وہ محراب حقیقی موجود ہے اگرچہ محراب صوری صرف مسجد شتوی میں ہوتی ہے اعتباراً اسی محراب حقیقی کا ہے یہاں تک اگر محراب صوری وسط مسجد میں نہ ہو یا جانب مسجد بنا دینے سے اب وسط میں نہ رہے تو امام اُس میں نہ کھڑا ہو بلکہ محراب حقیقی میں کہ وسط مسجد ہے اور جب یہ حکم عام ہے جملہ مساجد کو شامل اور صحن مسجد بھی ایک مسجد ہے تو وہ بھی یقیناً اس حکم منصوص میں خود داخل ہے نہ کہ یہاں کسی قیاس کی حاجت ہے صحن مسجد میں جو جگہ قریب حد قبلہ وسط میں ہے وہ خود محراب حقیقی ہے خواہ محراب صوری کے محاذی ہو یا نہ ہو یا سرے سے اُس مسجد میں محراب صوری نہ بنی ہو اس محراب حقیقی میں امام کا کھڑا ہونا سنت ہے بشرط جماعت اولیٰ لیکن جماعت ثانیہ کے لیے اسی مقام سے دہنے یا بائیں ہٹ کر امامت کرنا نافی کراہت ہے معراج الدرایہ شرح ہایہ میں ہے فی مبسوط بکوالسنة ان یقوم فی المحراب لیتقل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف یکرة ولو کان المسجد العینفی مجنب الشوی وامثلاً المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیه والاصح ما روی عن ابی حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال اکوۃ ان یقوم بین الساریتین او فی زاویۃ او فی ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانه خلاف عمل الامة۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سطوا الامام وسدوا الخلل اُسی میں ہے المحارب مانصب الا وسط المساجد وہی قد عینت لمقام الامام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** - از کان پور نئی سڑک سنوٰلہ حاجی فہیم بخش صاحب عرف چھٹن ۱۳ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید اور عمرو کے بارے میں دونوں حقیقت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ترجمہ حدیث زید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو باب من صلی الصلاۃ مرتین میں ہے حسب ذیل کرتے ہیں زید آخری حصہ حدیث اذا جئت الصلوۃ فوجدت الناس فضل معہم وان کنت قد صلیت تکن لک نافلۃ وھذہ مکتوبۃ کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ پہلی نماز جو گھر میں پڑھی گئی ہو نفل ہوگی اور جو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے وہ فرض ہو جائے گی دلیل یہ ہے وان کنت قد صلیت تکن لک نافلۃ میں ان شرطیہ ہے اور تکن جڑ ہے ان وصلیہ اس وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ وصلیہ آخر کلام میں آیا کرتا ہے اُس کے بعد مستقل جملہ اور کلام متانف ہو کرتا ہے یہاں ایسا نہیں عمر وکتا ہے کہ زید کا یہ ترجمہ مذہب حنفی کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے عمرو آخری حصہ حدیث منہ رجا بالاکا ترجمہ یوں کرتا ہے کہ گھر والی نماز جو پہلے پڑھی ہے وہ فرض ہوگی اور جو بعد میں جماعت سے پڑھی ہے وہ نفل ہوگی اس وجہ سے کہ ان وصلیہ ہے دلیل یہ ہے کہ وان کنت قد صلیت میں اول واو داخل ہے دوسرے کنت موجود ہے جو ماضی کے لیے مخصوص ہے اور قد تحقیق ماضی کے لیے نیز ھذہ اسم اشارہ قریب ذکر کے لیے ہے پس قد صلیت سے جو صلوۃ مدلول ہے وہ مشارالہ ہے اور یہ پہلی ہی ہوگی وہی فرض ہوگی اور جو صلوۃ فضل معہم سے مدلول ہے وہ بعد ذکر ہے وہ مشارالہ نہیں اگر خود کنت ماضی کو شرط بنایا جاوے تو تکن جزا مرتب کون مخاطب پر نہیں ہے نیز فضل معہم امر بھی جواب کو چاہتا ہے اور شرط بھی جزا کو علی سبیل تسلیم تب بھی تکن لک نافلۃ جواب امر کا ہے جزا نہیں بوجہ مقدم ہونے امر کے جیسے جملہ قسمیہ جب مقدم ہو بشرط پر تو جزا نہیں ہوتی بلکہ جواب قسم سے استغناء ہو جاتا ہے ان دونوں قائلوں میں کونسا قائل

لاستی پر ہے نیز او پر بیان کی ہوئی دلیلیں قابل قبول ہیں یا نہیں زید و عمرو کی دلیلوں میں سے کس کی دلیلیں زیادہ صحت کے ساتھ مانی جاسکتی ہیں اور قبول کی جاسکتی ہیں دیگر جو نماز رکوع بخود والی علاوہ مجروح و مغرب جماعت سے پڑھی یا پڑھائی ہو عام ہے کہ نماز عید و جمعہ ہی کیوں نہ ہو دوبارہ جماعت ملنے پر نفلاً تکرار نماز کر سکتا ہے یا نہیں اگر اوپر بیان کی ہوئی حدیث سے تکرار نماز پر اس طور سے کہ پہلے پڑھی ہوئی نماز فرض یا واجب اقتدا یا امامت کر کے دوسری جماعت دوسرے روز ملنے پر تکرار نماز کر سکتا ہے اور وہ نفل ہو گی استدلال لایا جاوے تو صحیح ہے یا نہیں۔ بدینوا توجروا رحمکمہ اللہ تعالیٰ

### الجواب

زید کا قول غلط اور دلیل باطل۔ اولاً ان وصیہ کا آخر کلام ہی میں آتا اور اس کے بعد جملہ اور وہ بھی کلام مستانف ہی ہونا سب باطل و بے اصل ہے وہ کلام واحد کے وسط اجزائیں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے قوله تعالیٰ وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین رضی میں ہے قد یدخل الواد علی ان المدلول علی جوابها بما تقدم ولا تدخل الا اذا كان ضد الشرط اولی بذالك المقدم والظاهر ان الواو فی مثله اعتراضیہ ونعنی بالجمله الاعتراضیہ ما یتوسط بین اجزاء الکلام متعلقا به معنی مستانفا لفظاً کقولہ ع تری کل من فیها وحاشاک فانیا ۛ وقد یجئ بعد تمام الکلام کقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اناسید ولد آدم ولا فخر فتقول فی الاول زید وان کان غنیاً بمخیل وفی الثانی زید بمخیل وان کان غنیاً والاعتراضیہ تفصل بین ای جزئین من الکلام کا نا بد تفصیل اذا لم یکن احدهما حرفاً مختصراً لاجرم صحیحین میں ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات علی ذلك الا دخل الجنة وان زنی وان سرق وان زنی وان سرق وان سرق علی رعمه ان فی ذنائبنا حدیث کی بہتر تفسیر حدیث ہے امام مالک و احمد و نسائی نے مجن بن اورع و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا حیث المسجد و کنت قد صلیت فاقیمت الصلاة فصل مع الناس وان کنت قد صلیت یہاں یقیناً وصیہ بے مرقاة میں ہے (فصل) ای نافلۃ لا قضاء ولا اعادة (مع الناس وان) وصلیۃ ای ولو (کنت قد صلیت) ثالثاً صرف ان کا وصیہ یا شرطیہ ہونا یہاں احد الغنیین کی تعیین نہیں کرتا تو اس میں بحث فضول اور اس سے استناد نامقبول ملاحظہ فرمائیے کہ مرجع اور ہذا کے مشارالیه پر ہے اگر ضمیر ثانیہ کے لیے ہے اور اشارہ اولیٰ کی طرف کہ وہی اقرب ذکر ہے کما قالہ عمرو تو اولیٰ فرض اور ثانیہ نفل ہوگی اگر چہ ان شرطیہ ہو اور عکس ہے تو عکس اگر چہ ان وصیہ پر و ہذا ظاہر جدا اشتہاعات میں ہے (وان کنت قد صلیت) و اگر کسی کو کہ تحقیق نماز گزار دہ (تکن لک نافلۃ) باشد نمازیکہ دوم باریک بینی بامردم نفل مرتباً (و ہذا مکتوبہ) و باشد اس نماز کہ نخست گزار دہ فرض و این معنی موافق است بظاہر احادیث کہ دلالت دارد بر بودن نماز دوم نفل از جهت سقوط ذمہ بادائے اولیٰ پھر طبیعی شافعی سے دوسرے معنی نقل کیے۔ دیکھو ان شرطیہ یا اور نماز دوم کو نافلہ قرار دیا مرقاة میں ہے (فصل معهم وان کنت قد صلیت) لیحصل لک ثواب الجماعة و زیادة النافلة (تکن) ای صلاتک الاولی (لک نافلۃ و ہذا) ای التي صلیتها الان قیل و یحتمل العکس (مکتوبہ) شرح میں وان کنت قد صلیت کے بعد

لیحصل لك الخ لانے سے ظاہر ہے کہ ان وصلیہ لیاور نہ شرط و جزا کے بیچ میں اس کے لانے کا کوئی محل نہ تھا فصل معہم کے بعد لکھتے  
 اور نماز دوم کو فریضہ بتایا **اقول** ولا یبعد ان یكون القدر فی ذهنہ اولاً ما هو الاوفق بالاحادیث والا لصق بالقواعد فجعل  
 ان وصلیہ و یوبدہ قولہ و زیادۃ النافلۃ وان امکن تاویلہ بان المراد بالنافلۃ ہی الاولی و تربتها علی قولہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم فصل معہم مع وقوتها سابقاً باعتبار وصفت نافلة فانه انما یظهر بصلاته معہم فافهم ثم اذا اقی علی قولہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکن حاد النظر الی حاشیۃ الطیبی فنقل ما فیہا واللہ تعالیٰ اعلم عمر و کا قول صحیح اور دلائل زائل  
**اولاً** ہم بیان کر چکے کہ ان کا وصلیہ ہونا کچھ مفید نہ شرطیہ ہونا مضر ثانیاً دخول واد وصلیہ ہونے پر کیا دلیل شرطیہ پر بھی عاطفہ آتا ہے  
 ثانیاً کنت اور قد بھی منافی شرطیہ نہیں قد کا دخول خود فعل شرط پر ممنوع ہے فلا تقول ان قد فعلت وان قد تفعل اذ ضی  
 یہاں فعل شرط کنت ہے جسے ابقائے معنی ماضی ہی کے لیے شرط کرتے ہیں کقولہ تعالیٰ عن عبدہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام  
 ان کنت قلتہ فقد علمتہ وقولہ تعالیٰ عن شاہد یوسف علیہ الصلاۃ والسلام وان کان قمیصہ قد من دبر یعنی وہ نفس  
 ماضی جسے شرط کرنا اور معنی پر بانی رکھنا منظور ہو اگر اُس پر ان داخل کرتے مستقبل کر دیتا لہذا اُسے خبر کان اور کان کو  
 شرط کرتے ہیں اب وہ فعل اپنے معنی ماضی پر بانی رہتا ہے ضی میں ہے اعلان یكون شرطها فی الاغلب مستقبل المعنی فان  
 امردت معنی الماضی جعلت الشرط لفظ کان کقولہ ان کنت قلتہ وان کان قمیصہ لان الفائدة التي لیستقا دمنہ فی الکلام  
 الذی ہو فیہ الزمن الماضی فقط ومع النص علی الماضی لا یمن استفادۃ الاستقبال اور جب وہ فعل معنی ماضی پر بحال ہے تو  
 ماضی کے لیے قد کا آنا کیا محال ہے رابعاً نماز اول اگر قریب ذکر اُسے دوم قریب وقوع ہے اور شک نہیں کہ جدید متاخر الوقوع قیوم متاخر الذکر  
 سے اقرب ہے خامساً ضمیر بھی مرجع قریب چاہتی ہے تکن سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر صلاۃ سابقہ کی طرف اور اُس کا  
 تقاضا اقضائے ہذا سے پہلے ہوا یا سا دسا شرط بلاشبہ کنت ہے مگر معنی بہیت کہ شرط میں ہیں نفس فعل شرط میں نہیں ہوتے بلکہ  
 مع جمیع متعلقات ان تلوتہ تیں فی بیتی عند رأسی ثلاث لیل مستقبلی القبلة متوضیین فانتم احرار ان ساتوں قیود کے  
 جمع ہونے سے آزاد ہوں گے مجرد تلاوت سے نہیں ہوتے خصوصاً کان جس کی دلالت حدیث مطلق وزمانہ ماضی کے سوا کسی چیز پر نہیں  
 کما قد منا انقاع الوضی تو سب کون مخاطب نہیں بلکہ کو نہ قد صلی یعنی تقدم ایقاع صلاۃ کہ اُس کا نافلہ ہونا اُس کے  
 وقوع پر موقوف سابقاً امر کے لیے جواب لا سکتے ہیں نہ یہ کہ امر طالب جواب ہے بخلاف قسم تو ناستدعی جواب کا تقدم شرط استدعی  
 جزا کے اقتضا پر مرجع نہیں ہو سکتا ثامناً اگر تکن جواب امر ہی ہو تو یہ بھی تعین احد المعنین سے عاری ہے جزائے ان کنت  
 نہ سہی اُس سے پہلے قد صلیت کلام میں تو واقع ہے رجوع ضمیر کو اتنا ہی درکار ہے بالجملہ دلائل طرفین کچھ نہیں ہیں اس تمام بیان  
 کی حاجت دہتی اگر سوال میں نہ ہوتا کہ کس کی دلیلیں قبول کی جاسکتی ہیں اور طریق صحیح یہ ہے کہ اولاً کلام اس میں ہے کہ پہلے فرض  
 بہیت فرض وقت میں باستجماع شرائط ادا کر چکا ہو ورنہ ہاہٹ پہلی نماز نماز ہی نہ تھی یا کوئی نقل تھی اگر دوسری میں شامل نہ ہوتا جب بھی وہ  
 نقل یا باطل ہی رہتی اور جب صورت یہ ہے تو قطعاً اُس وقت پڑھنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہو گیا اب نہ وہ وقت میں عود کر سکتا ہے نہ



وقت میں دو فرض ہو سکتے ہیں تو یقیناً یہ دوسری نہ ہوگی مگر نفل۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ برکت و ثواب جماعت میں حصہ ملے گا کمافی حدیث مالک و ابی داؤد عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلک لہ سهم جمع **واقول ثانیاً** اگر ثانی فرض ہو تو طلب جماعت فرض ہو حالانکہ اس حکم کو حدیث نے مصلی کے آنے پر محمول فرمایا ہے کہ اذا جئت الصلاة فوجدت الناس فصل معهم وان كنت قد صليت یہ نہیں فرمایا اذا صليت فی رحلتك افتض علیک ان تاتی الجماعة فتصلی معهم ابو داؤد و ترمذی و نسائی کی حدیث میں یزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا صليتما فی رحلتکما ثم اتیتما مسجد جماعة فصلیا معهم فانها لکما نافلة بلکہ حدیث میں تخییر کی تصریح ہے کہ جی میں آئے تو شامل ہو جاؤ سنن ابی داؤد میں عبادہ ابن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال سیکون علیکم بعدی امراء تشغلهم اشياء عن الصلاة لوقتھا حتی یدھب وقتھا فصلوا الصلاة لوقتھا فقال رجل یا رسول اللہ اصلی معهم قاتی نعم ان شئت فرض میں اختیار کیسا اقول والمراد بالوقت المستحب ای یوخر و الی وقت انکراھة اذا لم یعمدوا من اولئک الامراء لان یصلوا العصر جماعة بعد الغروب والعشاء بعد الطلوع وثالثاً و اربعاً بند صحیح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا صليت فی اهلك ثم ادرکت فصلھا الا الفجر والمغرب فجر ومغرب کا استثنا اسی بنا پر ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری نفل ہو کہ نہ فجر میں نفل ہے نہ نفل میں ایثار اگر یہ فرض ہوتی تو فجر و مغرب میں ادائے فرض سے کون مانع ہے و رابعاً حدیث بتا رہی ہے کہ ان میں ایک کا نفل ہونا اس کے شریک جماعت ہونے پر مرتب ہے ”تکن“ اگر جواب امر ہے جب تو ظاہر اور جزائے ان کنت قد صليت ہے جب بھی مطلب یہی ہے یہ ہرگز مراد نہیں کہ جس وقت فرض پہلے پڑھے تھے اسی وقت وہ نفل ہوئے تھے چاہے بعد کو جماعت ملتی یا نہیں شریک ہوتا یا نہیں اور جب ترتب نفیست شرکت پر ہے اب اگر اس ایک سے ناز دوم مراد تو ہے تکلف مستقیم ہے کہ یفل اُسے شرکت ہی سے ملیں گے اور اگر اول مراد تو معنی یہ ہوں گے کہ اب تک اُس سے فرض ادا ہوئے تھے اس جماعت کی شرکت اُن فرضوں کو نفل کی طرف منقلب کر دے گی اور یہ کہ حتماً مطلوب نہ تھی فرض واقع ہوگی ان دونوں باتوں کے لیے شرع میں نظیر نہیں و خامساً سند احمد و صحیح مسلم میں ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف انت اذا کانت علیک امراء یمیتون الصلاة او قال یوخرون الصلاة عن وقتھا قال قلت فما تأمرنی قال صل الصلاة لوقتھا فان ادرکتھا معهم فصل فانھا لک نافلة اس میں ضمیر انھا صلات نماز ثانی کی طرف راجع ہے اولی کی طرف ارجاع بعید عن الفہم ہونے کے علاوہ ارشاد اقدس صل الصلاة لوقتھا کے منافی ہے کہ پہلی کو اس کے وقت میں پڑھ کے اوقات فرائض کے لیے ہیں نہ کہ نفل کے واسطے و سادساً حدیث مذکور عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں یوں ہے کہ فرمایا واجعلوا صلاتکم معهم تطوعاً اس میں صلات تصریح ہے کہ یہ دوسری نفل ہوگی سابعاً اگر یہی مانا جائے کہ نافلہ پہلے اور مکتوبہ دوسری کو فرمایا تو فقیر کے ذہن میں یہاں ایک کلمہ بدیعہ ہے ظاہر ہے کہ نماز تہنا ناقص اور جماعت میں کامل ہے جس نے فرض اکیسے پڑھ لیے پھر نادم ہو کر جماعت میں ملا تو قضیہ اصل حکم عدل یہ ہے کہ اُس کے فرض ناقص اور نفل کامل ہوئے مگر اُس کی ندامت اور جماعت کی برکت نے یہ کیا کہ سرکار فضل نے اس

کامل کو اُس کی فرضت فرض میں داخل فرمایا اور ناقص کو نفل کی طرف پھیر دیا تو یہ نفل کامل فرض لکھے گئے اور وہ فرض ناقص نفل میں محسوب ہوئے کہ کمال فرض کا جمال فضل پائے اور یہ اُس کی رحمت سے بعید نہیں جو فرماتا ہے اذلک یبدل اللہ سینا تمہ حسنات جب اُس کا کرم گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتا ہے نفل کو فرض میں گن لینا کیا دشوار ہے اب حاصل یہ رہا کہ ہے تو پہلی ہی فرض اور دوسری نفل مگر رحمت الہی اس نفل کو فرض میں شمار فرمائے گی اسی طرف شیر ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد جب اُن سے پوچھا گیا میں اُن دونوں میں کس کو اپنی نماز یعنی فرض تصور کروں فرمایا وذلك الیک انما ذلک الی اللہ عن وجل یجعل ایتہما شاء یہ کیا تیرے ہاتھ ہے یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے اُن میں جسے چاہے شمار فرمائے گا رواہ الامام مالک هذا ما عندی - العلم بالحق عند ربی - ظہر وجمعہ وعشا نفلاً دوبارہ پڑھ سکتا ہے نماز عید کے ساتھ متقل شرع سے ثابت نہیں - حدیث دوسرے روز ملنے پر کسی طرح دلیل نہیں کہ وہ اُس صورت میں ہے کہ یہ نماز تنہا پڑھ چکا اب اُس کی جماعت قائم ہوئی حدیث بحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا کنت قد صلیت فاقیمت الصلوۃ مدیث ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے یصلی فی منزله الصلاۃ ثم یاتی المسجد فقام الصلاۃ حدیث ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا فان ادرکتھا معہم سنن ابی داود میں حدیث یزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک لفظ یہ ہیں اذا صلی احدکم فی رحلہ ثم ادرک الصلاۃ مع الامام فلیصلھا معہ فانھا لہ نافلۃ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تھا اذا صلیت فی اہلک ثم ادرکت حدیث اخیر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے اصلی فی بیتی ثم ادرک الصلاۃ فی المسجد مع الامام دوسرے روز اُس نماز کی جماعت نہیں ہو سکتی آج کی ظہر ظہر دیر روزہ کی غیر ہے ولہذا امام و مقتدی کا قضا و ادا میں اختلاف مبطل اقتدا ہے اور دوسرے دن اگر لوگ کل کی قضا بجماعت پڑھتے ہوں تو اسے ادراک نہ کہیں گے اور واجب سے تو اسے علاقہ ہی نہیں کہ وہ یا وتر ہے یا نماز عیدین اول میں متغل گناہ اور ثانی میں شریعت مظہر سے ثابت نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از کانپور محلہ بوچڑخانہ - مولوی نثار احمد صاحب ۲۰ صفحہ ۳۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم - حامداً و مصلیاً و مسلماً - حضرات علمائے کرام ادام اللہ بقائہم علی رؤس المسلمین و حامم - ان چند سوالوں کا جواب مرحمت فرمائیں (۱) یہ کہ اختلاف علما ہو یوم النحر میں تو قربانی کو احتیاطاً ایک روز مؤخر کرانے والا اختلاف علما سے بچنے کے لیے مجرم ہے یا نہیں (۲) رشتہ ۱۰ ذی الحجہ کو عید الضحیٰ کی نماز واجب کی نیت سے پڑھانے والا امامت سے بوجہ ثبوت شرعی ماننے کے اور چہار شنبہ کو اُس جگہ حاضر ہو کر جہاں عید الضحیٰ بوجہ ثبوت کامل نہ ہونے کے عید رشتہ کو نہیں ہوئی تھی بلکہ آج چہار شنبہ کو عید الضحیٰ تھی اور جماعت میں شریک ہو گیا نفلی نیت سے مجرم ہو یا نہیں (۳) رشتہ کو امامت و خطبہ کے بعد احتیاطی جملہ کا تلفظ اور دوسرے روز اُسی کا جماعت میں بہ نیت نفل شریک ہونا لوگوں کو شبہ دلاتا ہے کہ اس نے اپنی نماز دوہرائی اور ہم لوگوں کی نمازیں خراب کیں مگر امام دو شنبہ کو اعلان وقت نماز کے یقین تھا عید کا اور راضی تھا اور خود رشتہ کو وہ ایک اعلان دینے پر راضی تھا کہ میں نے ثبوت کو یقین جان کر بہ نیت واجب پڑھی اور امام ہو کر اقرار کرتا ہے اصرار ہے کہ واجب یقینی جان کر پڑھائی اور احتیاطی جملہ میں بھی یہ عرض کیا کہ دینی بھائیو آج عید ہے اور اکثر جگہ ہے نماز بھی عید کی پڑھی گئی مگر قربانی کل کرنے میں احتیاط ہے ایسی اختلافی حالت میں کس کے قول کو مانا جانا چاہئے امام کے قول کو یا مقتدیہ کے

(۴) پڑھی ہوئی نماز نفل کی نیت سے پھر پڑھنا حنفیوں کے نزدیک حدیث یزید ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب "من صلی الصلوة مرتین" میں ہے۔ سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں (۵) اس حدیث میں دان کنت قد صلیت میں ان وصلیہ ہے یا شرطیہ اولی وصلیہ ہوتا ہے یا شرطیہ (۶) آیہ کریمہ من تطوع خیرا فہو خیر لہ اور من تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم سے عبادات مالیہ اور بدنیہ جس میں نفلی نماز بھی داخل ہے کوئی ثابت کرے تو استدلال درست ہے یا نہیں اور معطوف علیہ نہ ہونے کی وجہ سے تحریریں بغیر داو کے لکھنے والا اور آیہ ثانیہ میں بغیر ترتیبیہ کے لکھنے والا غلطی کرنے والا ہے یا نہیں۔ بینوا لوجروا رحمکم اللہ تعالیٰ

## الجواب

(۱) محل اختلاف علمی میں مراعات خلاف جہاں تک ارتکاب مکروہ کو مستلزم نہ ہو بالا جماع مستحب ہے۔ مستحب جرم نہیں ہوتا بلکہ اسے جرم کہنا جرم ہے در مختار میں ہے یندب للخروج من الخلاف لا سیما للامام لکن بشرط عدم ارتکاب مکروہ مذہب (۲) جبکہ اُس نے ثبوت شرعی پایا اور روزِ شنبہ کو روزِ عید جان کر بے نیت واجب نماز عید ادا کی اور دوسرے جن کو ثبوت نہ ہو پختے کے باعث اُن پر شرعاً آج عید واجب تھی اُن کی جماعت جماعت روزِ اول تھی اور شنبہ کے دن پڑھنے والے کے نزدیک اگرچہ جماعت روزِ دوم تھی مگر اس امام صالح امامت عید اور اُس کے نقادیوں نے کل ادا نہ کی تھی اور یہاں تاخیر بالعدو بالا جماع بلا کراہت جائز ہے اور عدم تحقق ثبوت عند ہم سے بڑھ کر اور کیا عذر ہو سکتا ہے بہر حال یہ نماز امام و قوم اور اس کی پڑھنے والے سب کے نزدیک جماعت واجبہ تھی تو اس کا بے نیت نفل اُس میں مل جانا ہرگز جرم نہیں ہو سکتا جرم نہیں مگر مخالفت امر اللہ ہی ان کون سے امر اللہ کا خلاف ہوا ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون ہاں اگر ایک دن نماز عید ہو کر دوسرے دن مطلقاً ناجائز ہوتی حتیٰ کہ اُس امام صالح امامت عید و قوم کو بھی جس نے کل بعد از پڑھی تو البتہ اسے شریک ہونا جرم ہوتا اگرچہ اُن پر جرم کیسا وہ اپنا ادا ہے واجب کر رہے تھے کہ اُن کو کل کا ثبوت نہ پہنچا تھا مگر اس کے اعتقاد میں تو عید کل ہو چکی تھی آج دوسرا دن تھا جس میں نماز ناجائز تھی تو یہ اپنے اعتقاد کی رو سے ایک ناجائز نفل میں شرکت کرتا اور مجرم ہوتا فان الموءمناخذ بزعمہ مگر ایسا ہرگز نہیں بلکہ قطعاً جواز ہے کما انصوا علیہ قاطبہ ذابک جماعت جائزہ میں متغلا شریک ہونا کس نے منع کیا نماز عید نماز جنازہ نہیں جس سے نفل میں شرعاً جواز کا حکم ثابت ہے بلکہ امام ملک العلماء میں ہے لا یصلی علی میت الامرۃ واحداً لاجتماعہ ولا وحداً انا عندنا لانا ما روی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی علی جنازۃ فلما فرغ جاء عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومعه قوم فاراد ان یصلی ثانیاً فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلۃ علی الجنازۃ لا تعادولکن ادع للمیت واستغفر لہ وهذا فی الباب (الی قولہ) دلیل علی عدم جواز التکرار صلاۃ عید میں نہی کہاں ہاں ثبوت بھی نہیں پھر عدم ثبوت کو ثبوت عدم سے کیا علاقہ وهذا بحث لقد فرغنا عنہ فی الود علی الوہابیۃ مراراً غایت یہ کہ بے طلب شرع بے وجہ ہے جبکہ کوئی عارض خاص ہو مثلاً مرید یا تلمیذ یا ابن کے نزدیک کل ثبوت شرعی ہو گیا تھا پڑھ لی شیخ یا استاذ یا اب کے یہاں آج ملنے کو حاضر ہوا اُن کے نزدیک آج عید ہے یا نماز کو کھڑے ہوئے اب ان کی مخالفت اُس امر میں کہ شرعاً ممنوع و حرام نہیں میوب و قبیح ہے لہذا متغلا شریک ہو گیا تو یہ صورت بے وجہ بھی نہیں بلکہ وجہ وجہ ہے امام مجتہد مطلق عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توجہ مزار مبارک امام الامہ سیدنا

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور نماز صبح پڑھائی دعائے قنوت نہ پڑھی نہ بسم اللہ آمین جہر سے کہے نہ غیر تحریر میں رفع یدین فرمایا اعلیٰ  
 مافی الروایات خود اپنا مذہب مجتہد نے ترک کیا اور عذر بھی بیان فرمایا کہ مجھے ان امام اجل سے شرم آئی کہ ان کے سامنے ان کا خلافت  
 کروں کہا بیناہ فی حیاۃ الاموات فی بیان سماع الاموات (۳) امام اپنے قلب سے نیت کرتا ہے اور قلب غیب ہے اور زبان اس کا  
 ذریعہ بیان - ہر سلم اپنے مافی الضمیر پر امین ہے جب تک ظاہر اس کا کذب نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں  
 افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم اقاہا ام لا رواہ مسلم مقتدریں کا یہ وسوسہ بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام قال تعالیٰ یا ایہا الذین  
 امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاکم وانظن فان الظن اکذب لحدیث  
 (۴) ہاں ثابت ہے کہ ما فصلناہ فی الفتوی السابقتہ بما لا مزید علیہ فجر و مغرب کا حدیث میں استثناء فرمایا رواہ الدارقطنی  
 مسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلیل حکم نے فجر سے عصر مغرب سے  
 وتر کا الحاق بتایا اور یہی مذہب خفیہ ہے (۵) وصیہ اولیٰ ہے بدلیل حدیث محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم اذا جئت المسجد وکنت قد صلیت فاقیمت الصلاة فصل مع الناس وان کنت قد صلت یہ وہی مضمون و حکم ہے  
 اور اس میں وصیہ متقین والحدیث خیر تفسیر للحدیث (۶) ہاں درست ہے جہاں شرع طہر سے مانعت ثابت نہ ہو اور یہ عموم کریمہ  
 کی تخصیص نہیں بلکہ وہ عموم میں داخل ہی نہیں کہ من تطوع خیرا فرمایا ہے اور ممنوع خیر نہیں کہ خیر ممنوع نہیں **اقول** تحقیق نقام یہ  
 ہے کہ شے مطلوب الفعل او ترک باحد الطلبین الجازم وغیرہ ہوگی یا لا ولا ہیں سے احکام خمسہ پیدا ہوئے ان کا خاص مباح و تمام  
 الکلام فیہ مجیث کا یوجد فی شئی من الکتاب فی رسالتنا الجود الحاد فی ارکان الوضوء اربع اول کو ثبوت درکار اور عدم ثبوت  
 طرفین کا نتیجہ خاص مگر یہ خاص کسی مستحق کے نیچے اندراج اور نیت حسنہ کے اندراج سے مستحق ہو جاتا ہے جیسے نیت قبیحہ سے مستحق فعل  
 لوح سادہ ہے اور نیت نقش صورت اخیرہ میں وہ مکروہ حرام اور اس سے بدتر ہو سکتا اور اولیٰ میں تطوع ہو کر دونوں آئیہ کریمہ کے  
 عموم میں آئے گا۔ اشبلہ در المختار وغیرہ میں ہے المباحات تختلف صفتها باعتبار ما قصدت لاجله فاذا قصد  
 بها التقوی علی الطاعات او التوصل الیہا کانت عبادۃ کالاکل والنوم واکتساب المال والوطء انتھی لہذا مسئلہ دائرہ  
 میں یہ حکم نہ دیں گے کہ نماز عید دوبارہ پڑھنا مستحب ہے کہ یہ طلب شرعی سے خبر دے گا یعنی شرعاً مطلوب ہے کہ دوبارہ پڑھے  
 اور یہ باطل ہے کہ اس کو ثبوت درکار اور ثبوت نہیں ولہذا اس کا فعل بے وجہ ہوگا کہ سبب نہیں یہ اس کا فی نفسہ حکم ہے پھر اگر  
 خارج سے وجہ پیدا ہو مثلاً یہ امام متبرک بہ ہے یا اس جماعت میں وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ پڑھنے میں امید رحمت ہے کہ ہم  
 القوم لا یشقی بھم جلیس ہم یا وہ وجہ جو ہم نے نبردوم میں بیان کی کہ منظم وینی سے موافقت و محصورت مخالفت تو یہ سب نیت  
 محمودہ ہیں اور مباح نیت محمودہ سے محمود اور محمود کا ادنیٰ درجہ نفل خصوصاً نماز کہ الصلاة خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر  
 منها فلیستکثر رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 یوں تحت کر میتین داخل ہوگا کشف الغمہ میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے کان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا ینحی

احداً تطوع بشئ زائد علی السنۃ ویقول فمن تطوع خیراً فهو خیر لہ رہا کر میتین میں ترک واو وفا پر لکھنا تلاوت قرآن کا وقت نہ تھا بلکہ استدلال کا اور ترک کسی ایسے عورت کا نہ کیا جس پر نظماً یا معنی صحت کو توقف یا موجب تغیر ہو تو اسے کسی طرح غلطی نہیں کہہ سکتے ابن ابی حاتم و بیہقی نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی انہ وجلاساً لہ عن الہدیٰ فما ہو فقال من الثانیۃ الا زواج فكان الرجل شک فقال هل تقرأ القرآن قال نعم قال فسمعت اللہ یقول لیذکرُوا اللہ علی ما رزقہم من بھیمۃ الانعام ومن الانعام حمولہ وقرشاً ط قال نعم قال فسمعتہ یقول من الصائمین ومن المغرثین ومن الاییل اثنتین ومن البقر اثنتین قال نعم امیر المؤمنین نے ایک آیت ستر ہو میں پارسے کی لی ایک آٹھویں کی اور ان کو سیاق و احاطہ میں ذکر فرمایا دو بارہ سورہ انعام کی آیتوں میں خاص و مط میں سے اتنے جملے چھوڑ دیے قل والد کو بہن حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین نبشونی بعلم ان کنتہ صدقین اب یہاں کیا حکم ہوگا نبشونی بعلم ان کنتہ صدقین واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از شہر کتبہ بریلی محلہ کانکر ٹولہ مسئلہ محمد ظہور خاں صاحب ۱۳ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز امام پڑھا رہا ہے اب دوسرا نمازی آیا تو شامل جماعت ہو جاوے یا اول سنت ادا کرے اگر مسجد چھوٹی ہے یا صحن مسجد قلیل ہے اور کانوں میں امام کا آواز آ رہا ہے ایسی صورت میں لو انگی سنت کس صورت سے پونا چاہیے یا بلا ادائیگی سنت شامل ہو جاوے اور سنت بعد طلوع آفتاب ہونا بہتر ہے یا اول یعنی جماعت میں جو شامل ہو گیا تھا اس کے بعد۔

**الجواب**

اگر جانتا ہے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکے گا اور صفت سے دوسرے پڑھنے کو جگہ ہے تو پڑھ کر لے ورنہ بے پڑھے پھر بعد بلندی آفتاب پڑھے اس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے کان میں آواز آنے کا اعتبار نہیں۔ امام اندر پڑھ رہا ہو باہر پڑھے باہر پڑھتا ہو اندر پڑھے حد مسجد کے باہر پاک جگہ پڑھنے کو ہو تو سب سے بہتر واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض نمازیوں کی کسی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے مثلاً بازار کو خرید و فروخت کے لیے جانا ہوتا ہے تو اس کے لیے ان کی رعایت سے وقت مستحب نماز کو ترک کرنا اور اول وقت پڑھنے میں کچھ قیاحت تو نہیں ہے یا امام کو وقت مستحب پھر پڑھنا چاہیے مثلاً عصر کے وقت کہ بعد گزرنے و مثل سایہ کے پندرہ بیس منٹ کا وقفہ اذان و صلوٰۃ کے لیے دے کر جماعت کرنے میں افضلیت تو ترک نہ ہوگی۔

**الجواب**

عام جماعت کو ضرورت ہو تو حرج نہیں ایک کے لیے جماعت منتشر کرنا یا سب کو ترک وقت مستحب کی طرف بلانا بجا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** سکریٹری انجمن شفق المسلمین محلہ بوسیم پورہ بریلی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مبتلا ہے جذام کو جس سے طبیا اجتناب واجب ہے

اور مسلمانان محلہ اُس کے دخول مسجد واستعمال ظروف سے حذر کرنے ہیں مسجد میں بغرض شرکت جماعت وغیرہ آنے سے شرعاً بغرض فائدہ عوام روکا جاسکتا ہے یا نہیں جلیقوا توجروا

### الجواب

ہاں جبکہ اُس کے آنے سے مسجد میں نجاست کا ظن غالب ہو تو وجوباً اور ایسا نہ ہو صرف نفرت عوام و احتمال تقلیل جماعت ہو تو استحباباً واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ - حافظ نجم الدین گندہ نالہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو اس وقت اس کو کیا کرنا چاہیے (۲) جبکہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریمہ ہوئی یا مسنونہ اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہوگی یا نہیں۔

### الجواب

(۱) انہی کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے پھر اعادہ کرے (۲) اگر اُس نے تکبیر تحریمہ کہی یعنی یہ کہے ہوئے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلائے تو زائت تک نہ جائے تو نماز ہو گئی اور اگر تکبیر انتقال کہی یعنی جھکے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہوگی اُسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیر انتقال پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے درمختار میں ہے لہذا وجہ الامام را کعاً فکبر منحنیاً ان الی القیام اقرب صحیح ولغت فنیۃ تکبیرۃ الکو کوع واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - دو شخص ایک چٹائی ایک مصلے پر جدا جدا برابر کھڑا ہو کر ایک ہی نماز قریضہ قبل جماعت یا بعد جماعت پڑھ رہے ہیں ان کی نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

### الجواب

نماز تو ہر طرح ہو جائے گی لیکن قبل جماعت الگ الگ پڑھیں اور ایک کا حال دوسرے کو معلوم ہو اور ان میں ایک قابل امامت ہے اُس کو کوئی عذر شرعی نہ ہو تو ان پر ترک جماعت کا الزام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ - از شہر بریلی محلہ باغ احمد علی خاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

جماعت جمعہ کے اندر پہلی صف میں دو یا تین شخص جن کی داڑھی منڈی ہوئی اور ایک شخص کی کٹری ہوئی اُس نے یہ لفظ کہا کہ بزرگ لوگ پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں وہ اگلی صف میں آجائیں اور منڈی اور کٹری ہوئی پیچھے چلے جائیں لہذا اُس نے گناہ کیا یا نہیں اور اگلی صف میں منڈی ہوئی ہیں اور پیچھے صف میں برہمن گار اور متقی ہیں ان کو پہلی صف میں لے جائیں اور منڈی ہوئی کو پیچھے ہٹایا جائے یا نہیں اور وہ لوگ جن کی داڑھی منڈی ہوئی اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد کو نماز پڑھنے کو جاتے ہیں اور ایک کے ساتھ ایک یا دو داڑھی والے بھی جاتے ہیں اس بات کو ان لوگوں کو نہایت ناگوار معلوم ہوا

## الجواب

داڑھی کترانا منڈانا حرام ہے اور اس کے مرکب فاسق ان کو فہم ہدایت کی جائے بہتر یہ ہے کہ امام کے قریب دانشور لوگ ہوں حدیث میں فرمایا لیلینی منکم اولوا الاحلام والہی اور وہی دانشور ہے جو متقی ہو متقیوں کو چاہیے تھا کہ یہی پہلے آئے کہ سب سے اول میں جگہ پاتے اب کہ وہ دوسری قسم کے لوگ پہلے آگئے تو انہیں مناسب ہے کہ متقیوں کے لیے جگہ خالی کر دیں ورنہ انہیں ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ سب فتنہ ہوا اعمال میں ہدایت نرمی سے چاہیے کہ سختی سے ضد نہ بڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از شہر بانس منڈی مسؤلہ محمد جان بیگ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پانچوں وقت کی نازا ادا کرتا ہے اور صوم و صلاۃ کا بھی پابند ہے مگر مسجد میں تین وقت کی نمازیں ظہر و عصر و مغرب مسجد میں اور عشا و فجر کی اپنے مکان پر تنہا پڑھتا ہے اور وجہ تنہائی میں پڑھنے کی یہ ہے کہ بعد نماز عشا و فجر کے وظیفہ میں زیادہ وقت لگتا ہے اور قرآن عظیم کی تلاوت بھی کرتا ہے تنہا پڑھنے میں علیحدہ کوئی حرج تو نہیں۔

## الجواب

پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ واجب ہے ایک وقت کا بھی بلا عذر ترک گناہ ہے وظیفہ و تلاوت باعث ترک نہیں ہو سکتے فرض مسجد میں باجماعت پڑھ کر وظیفہ و تلاوت مکان پر کرے ورنہ صورت مذکورہ فسق و کبیرہ ہے فان کل صغیرۃ بالاعتقاد کبیرۃ و کل کبیرۃ فسق حدیث میں ہے ظلم اور کفر اور نفاق سے ہے یہ بات کہ آدمی اللہ کے منادی یعنی موذن کو پکارتا سنے اور حاضر نہ ہو وہ وظیفہ و تلاوت کہ جماعت و مسجد سے روکیں وظیفہ و تلاوت نہیں بلکہ ناجائز و معصیت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از اسیریاں محلہ سادات ضلع فتح پور مسؤلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ میں اقامت کی جائے یا نہیں اور جماعت ثانیہ میں امام کو زور سے جہری نماز میں قراوت کرنی چاہیے یا جماعت اولیٰ کے لوگ جو تہتیں پڑھ رہے ہیں ان کے خیال سے برائے نام آواز سے پڑھے تاکہ دوسروں کی نمازیں ذہن نہ منتقل ہو جو شرعی حکم ہوا ارشاد فرمائیں

## الجواب

جماعت ثانیہ کے لیے اعادہ اذان ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں اور اس کا امام نماز جہری میں بقدر حاجت جماعت جہر کرے گا اگرچہ اور لوگ سنتیں پڑھتے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** شہر کہنہ محلہ دومی ٹولہ مسؤلہ حبیب اللہ صاحب ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر باہم رشتہ دار ہیں دونوں میں خانگی معاملات میں محکمہ رشتہ داران زید و بکر عرصہ سے نا اتفاقی ہے اور زید و بکر دونوں شرکاء ہو کر ہو کر ایک جماعت میں ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں۔ امام صاحب سے کسی کو کچھ کدورت نہیں ہے اب اہل محلہ زید و بکر سے کہیں کہ تم دونوں باہم میل کر لو بکر یہ جواب دے کہ ہم باہم رشتہ دار ہیں ہمیں میل کرنے میں کچھ



انکار نہیں ہے مگر اس معاملہ میں دیگر رشتہ دار داماد بھائی حقیقی وغیرہ بھی شریک ہیں جن کے ساتھ زید کو مع دیگر رشتہ داران ناراضگی ہے اُن کی موجودگی کی بھی ضرورت ہے اُس وقت پورا میل ہو سکتا ہے تہا میل کرنے میں دیگر رشتہ داران کو مجھ سے رنج ہو جائے گا بغیر اُن کی موجودگی کے غیر ممکن ہے یہ جواب بکر کا چند اشخاص کو ناگوار معلوم ہوا اور اُن اشخاص نے ناخوش ہو کر بکر سے کہا کہ اگر تم اس وقت ہمارے کہنے سے میل نہیں کرو گے تو ہم جماعت میں شریک نہیں ہونے دیں گے ہر طرح پر پریشان کریں گے لہذا اس بنا پر ایک شخص نے سب میں وقت نماز اعلان کیا کہ زید و بکر میں باہم رنج ہے جب دو شخص ایسے جن میں رنج ہے وہ شریک جماعت ہوں تو پوری جماعت کی نماز نہیں ہوتی ہے اور نہ دعا اس جماعت کی قبول ہوتی ہے اور صرف بکر کو یہ کہہ کر جماعت سے علیحدہ کر دیا تو یہ عمل ان اشخاص کا جائز ہے یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو علیحدہ کر دینے والوں کو شرع شریف کا کیا حکم ہے (۲) سوال بصورت حال مندرجہ بالا جو اشخاص وقت نماز جماعت سے علیحدہ کر دیں اُن کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔

### الجواب

(۱) اس صورت میں اُس کو جماعت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں اور یہ کہنا محض باطل ہے کہ جس جماعت میں دو شخص آپس میں رنج رکھتے ہوں نماز نہیں ہوگی اور یہ بھی غلط محض ہے کہ وہاں دعا قبول نہیں ہوگی ہاں باہم اہل سنت کے اتفاق رکھنے کا حکم ہے اور دو بھائیوں میں کسی دنیوی وجہ سے قطع مراسم تین دن سے زیادہ حرام ہے اور جو باہم موافقت کی طرف سبقت کرے گا وہ جنت کی طرف سبقت کرے گا اور جس سے اُس کا بھائی معافی چاہے گا اور وہ بلا عذر شرعی معاف نہ کرے گا تو حدیث میں فرمایا کہ اُسے روز قیامت جوش کوثر پر میرے پاس حاضر ہونا نصیب ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم (۲) بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے علیحدہ کرنا ظلم شدید ہے اس میں حق کا بھی مواخذہ ہے اور حق العبد کی بھی گرفتاری تو یہ بھی کریں اور ان لوگوں سے معافی بھی چاہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر تکیہ سفر علی شاہ مسؤل مولوی احمد بخش صاحب ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشا کے واسطے (۸۰) بجے وقت مقرر کر لیا گیا بلا انتظار کیے دوسرے کے اُس وقت جماعت کھڑی ہو جائے گی کل شب میں ۱۴ آدمی دروازے پر مسجد کے کھڑے تھے پانچ سات کو وضو کرنا تھا دو تین کر چکے تھے یہ سب ایک مسئلہ پر ذکر کر رہے تھے جماعت کی تکبیر دالے نے اُن سب کو نہیں بلایا نماز شروع کر دی آیا بلانا۔ آیا انتظار واجب تھا یا نہیں۔

### الجواب

اگر اذان کے بعد انتظار بقدر سنون کر لیا گیا ہو پھر زیادہ انتظار کی حاجت نہیں اور اگر وقت میں وسعت ہو اور حاضرین پر گراں نہ ہو تو جو آگئے ہیں اُن کے وضو کا انتظار کر لینا بہتر اذان کے بعد غیر مغرب میں بحالت وسعت وقت اتنا انتظار سنون ہے کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے جسے قضا کی حاجت کرنی ہے اس سے فراغ پائے اور طہارت و وضو کر کے آجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مونڈیا جاگیر ضلع بریلی مسؤلہ عبدالصمد ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یہاں پانچ آدمی ہیں اور سب کلام مجید خواں اور نمازی ہیں ایک روز زید نے

وقت عشا بوجہ تنہائی مکان اپنے گھر نماز ادا کی بوجہ حاضر نہ ہونے مسجد کے زید کا مع اس کے برادران اور اہل خانہ حق پانی بھنگی بھشتی دھوبی جملہ کام والوں سے بند کر دیا اور پانچ دن سے بند ہے یعنی یکم صفر سے ۵ صفر تک حالانکہ زید نماز کے لیے کوئی عذر وجہ نہیں کرتا بلکہ بوجہ مجبوری کے حاضر نہیں بنایا زید اس سزا کا مستوجب تھا کہ نہیں اگر نہ تھا تو سزا دہندگان کو کیا کرنا چاہیے۔

### الجواب

اگر واقعی مکان تنہا تھا اور تنہا چھوڑ کر آنے میں اندیشہ تھا تو یہ عذر قابل قبول ہے اور ایسی حالت میں سزا دینا ظلم ہے اور اگر کوئی عذر صحیح نہ ہو بلا عذر جماعت چھوڑے تو شرعاً قابل سزا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از مؤلف یا جاگر ضلع بریلی مسئلہ ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض جذام ہے سال گزشتہ میں ڈاکٹر نے مرض مذکور کی تصدیق کر دی ہے اب زخون وغیرہ کے دیکھنے سے مرض کی شدت کا ثبوت ہوتا ہے چونکہ زید مسجد میں آکر وضو کرتا ہے جس سے بعض اشخاص تفر کرتے ہیں بلکہ مسجد میں نماز پڑھنے سے جماعت سے احتراز کرنا چاہتے ہیں اور اکثر مقتدیان کا عزم ہے کہ زید اگر جماعت میں شامل ہوگا تو ہم گھر پر نماز پڑھ لیا کریں گے دریں صورت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے آیا زید کو مسجد سے روک دینا چاہیے یا لوگوں کو گھر پر نماز پڑھ لینا اور کبھی کبھی خود بھی نماز پڑھانے کو کھڑا ہو جاتا ہے۔

### الجواب

اس صورت میں زید کو چاہیے کہ گھر میں پڑھے جماعت منتشر نہ کرے اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از محلہ سوداگراں مسئلہ شمس المدی صاحب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

حنور اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا ہو کہ دیہاتی کے مدرسہ میں پڑھتا ہو اور ان کے اقوال بھی جانتا ہے اور پھر دیہاتی کے مکان میں رہتا ہے اور اس کے یہاں کھانا کھاتا ہے تو اس صورت میں اسے اہلسنت کی غاڑ جماعت میں کھڑا ہونے دیں یا نہیں اور اگر کھڑا ہوگا تو فصل لازم آئے گا یا نہیں۔

### الجواب

اگر وہ دیہیہ کے عقائد سے واقف ہو کر انھیں مسلمان جانتا ہے تو ضرور صف میں اس کے کھڑے ہونے سے فصل لازم آئے گا اور صف قطع ہوگی اور قطع صف حرام ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قطع صفا قطعہ اللہ اور اگر وہ دیہیہ کو کافر جانتا ہے تو ان سے میل جول کے باعث جس میں سب سے بدتر ان سے پڑھنا ہے سخت فاسق ہے امامت کے قابل نہیں نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر صف میں اس کے کھڑے ہونے سے صف قطع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگراں بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جماعت میں چار صغیف ہیں صف اول میں کسی مقتدی یا امام کا وضو جاتا رہتا ہے وہ مقتدی

یا امام باہر کس طرح آسکتا ہے کیونکہ درمیان میں تیس صفیں ہیں جو شانہ سے شانہ ملائے ہیں اور مقتدی کہ جو جگہ خالی ہے اُس کے واسطے کیا حکم ہے۔

### الجواب

مقتدی جس طرف جگہ پائے چلا جائے یا وہیں امام دوسرے کو خلیفہ بنا کر اب صفوں کا سامنا سامنا نہیں کہ امام کا سرہ سب کا سرہ ہے اور مقتدی کی جو جگہ خالی رہی کوئی نیا آنے والا اُسے بھر دے یا وہیں رہنے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئلہ نیاز احمد صاحب ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک محلہ میں دو گروہ آباد ہیں دیوبندی و سنی حنفی اس محلہ کی مسجد میں دو دو جماعتیں ہوتی ہیں پہلی جماعت دیوبندی فرقہ کی ہوتی ہے وہ لوگ عداوت کی وجہ سے مغرب اور فجر کی نماز میں دیکر دیتے ہیں اس میں جماعت (نماز) قضا ہونے کا اندیشہ ہے اگر سنی اپنی جماعت پہلے کرنا چاہتے ہیں تو وہ لوگ فساد پر آمادہ ہوتے ہیں ایسی حالت میں سنیوں کو کیا کیا چاہیے۔ بینوا توجروا

### الجواب

عین اُن کی جماعت ہونے کی حالت میں سنی اپنی جماعت کر سکتے ہیں کہ اُن کی جماعت جماعت ہے نہ اُن کی نماز نماز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر مبارک ضلع مشرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئلہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نماز پڑھاتا ہے جماعت کو بعد دوسرے آدمی امام شافعی علیہ الرحمہ کے مقلد اُسے اور صحن میں جماعت پڑھانے لگے اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں ساتھ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور صحن میں ایک امام نماز پڑھا رہا ہے مقلد شافعی کے پاس سبوت کے ساتھ اقتدا کرنا جائز ہے اسی طرح نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اور امام آیا اور تکبیر ہوئی اور جماعت کھڑی ہوئی اُسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

ایک مسجد میں ایک فرض کی دو جماعتیں ایک ساتھ قصد کرتا بلا وجہ شرعی ناجائز و منوع ہے لیکن ایک جماعت خفیہ کی امام حنفی کے پیچھے ہو اور دوسری شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ کی اپنے ہم مذہب امام کے پیچھے ہو اس میں حرج نہیں جس طرح حرمین شریفین میں معمول ہے کہ یہ دو شرعی ہے سبوت کی اقتدا ہمارے مذہب میں باطل ہے اگرچہ وہ سبوت شافعی الذہب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از موضع اعرام پور ضلع بلند شہر پگنہ ڈبائی کوٹلی نواب صاحب مسئلہ عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز باجماعت ہو چکی بعد میں دو چار آدمی فراہم ہو گئے اور جماعت سے رہ گئے تو وہاں سے مل کر نماز جماعت سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ اکثر ایسا دیکھا گیا تھا اب ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول جماعت کے بعد پھر جماعت سے نماز پڑھنا بموجب ثواب نہیں بلکہ عذاب ہے لہذا جو حکم شریعت ہو اُس سے آگاہ فرمائیے۔ بینوا توجروا

## الجواب

جو مسجد کسی معین قوم کی نہیں جیسے بازار یا سرائے اسٹیشن کی مسجد میں ان میں تو ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے ہر جماعت کا امام اسی محل قیام امام پر محراب میں کھڑا ہو کر امامت کرے بلکہ افضل یہ ہے کہ ہر جماعت جدید اذان سے وہاں مسجد محلہ میں جس کے لیے امام و جماعت معین ہیں اس اعتماد پر کہ ہم اپنی جماعت دوبارہ کر لیں گے بلا عذر شرعی مثل بد مذہبی امام وغیرہ جماعت اولیٰ کا قصد ترک کرنا گناہ ہے اور اگر امام کے ساتھ اہل محلہ کی جماعت ہو گئی اور کچھ لوگ اتفاقاً یا عذر صحیح کے سبب رہ گئے تو ان کو اذان جدید کی اجازت نہیں اور محراب میں قیام امام کی جگہ ان کے امام کو کھڑا ہونا مکروہ ہے اذان دوبارہ نہ کہیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کریں یہی افضل ہے اسے جو موجب عذاب بتاتا ہے غلط کتاب ہے کما حقناہ فی فتاونا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسئلہ مولوی عبداللہ مدرس ۳۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صفت پر دو یا چار شخص علیحدہ علیحدہ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں - بینوا تو جو را

## الجواب

اگر جماعت کر سکتے ہوں تو ترک جماعت نہ کریں رافضیوں سے مشابہت نہ کریں اور اگر یہ جماعت جماعت اولیٰ ہے جب تو اس کا ترک گناہ اور ناجائز ہے مگر نماز سب کی بہر حال ہو جائے گی - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گو رکھپور محلہ دھوبی مسئلہ سعید الدین ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) جماعت کے لیے تعین وقت گھڑی سے جائز ہے یا نہیں (۲) امام کو کسی مقتدی کیلئے جو مسجد و میر محلہ ہو اور سید ہو باوجود گزر جانے وقت معین گھڑی کے جماعت کے لیے انتظار کرنا درست ہے یا نہیں (۳) امام کے نزدیک تمام مقتدیوں کی عزت برابر ہونی چاہیے یا نہیں (۴) ایک مقتدی کو جو مسجد و میر محلہ اور سید ہو دوسرے مقتدی پر فوقیت ہے یا نہیں - (۵) اگر کوئی مقتدی سنت سخت نماز پڑھتا ہو تو اس کی سنت ختم ہونے تک امام کو انتظار کرنا چاہیے یا نہیں سنت مؤکدہ کی تعریف کیا ہے (۶) کسی مقتدی کا جو جس کی امارت و اعزاز کے باوجود معین گھڑی وضو اور سنت کا انتظار کرنا جائز ہے یا ناجائز (۷) امام کا کہنا کہ ہم کو مقتدیوں کے انتظار کی ضرورت نہیں بلکہ مقتدیوں کو امام کے انتظار کی ضرورت ہے صحیح ہے یا نہیں (۸) امام کو وقت معین گھڑی پر آنا جائز ہے یا نہیں (۹) امام کا کہنا کہ گھڑی کا معین صرف مؤذن کی اذان کے لیے ہے جماعت کے لیے نہیں درست ہے یا نہیں (۱۰) باوجود تعین وقت گھڑی امام کا کہنا کہ جب امام نماز کے لیے کھڑا ہو جائے وہی وقت نماز کا ہے درست ہے یا نہیں (۱۱) مقتدیوں کا پیش امام سے جو کہ وقت معین پر نماز پڑھاتے ہوں کہنا کہ آپ وقت معین سے ۲-۴-۱۰ منٹ پہلے تشریف لائے درست ہے یا نہیں (۱۲) امام کا کہنا میں حشر تک نہ آؤں گا درست ہے یا نہیں - بینوا تو جو را

## الجواب

(۱) جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) درست ہے جبکہ حاضرین پر گراں نہ ہو اور وقت وسیع ہو - واللہ تعالیٰ اعلم (۳) جس کو دینی

عزت زائد ہے ہر مسلمان کے نزدیک زائد ہے اُس کی وہ رعایت کی جائے گی جو دوسرے کی نہ ہوگی جب تک کوئی حرج شرعی لازم نہ آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۴) ہے مگر نہ ایسی کہ اُس کی ذاتی رعایت اوروں پر باعث بار ہو اور عین نماز میں کسی معین کی رعایت جائز نہیں مثلاً امام رکوع میں ہے اور کوئی سڑیک ہونے کو کیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اُس کے لیے رکوع میں بعض تسمیہیں زائد کر سکتا ہے جس میں وہ شامل ہو جائے کہ یہ دین میں اعانت ہے لیکن اگر پہچانے فلاں ہے اور اُس کی خاطر سے زائد کرنا چاہے تو جائز نہیں دینحشی علیہ امر عظیم واللہ تعالیٰ اعلم (۵) انتظار کر سکتا ہے اگر وقت میں وصعت ہو اور اوروں پر گرانی نہ ہو۔ سنت مودکہ وہ امر دینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر نادرا کیا کبھی ترک نہ فرمایا مگر اتفاق سے کسی نے ترک کیا تو اُس پر انکار بھی نہ فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۶) اس کا جواب یہ ہے کہ مطابق ہے مگر خاص اُس کی مالدار کے سبب رعایت کی اجازت نہیں لیکن اُس حالت میں کہ رعایت نہ کرنے سے فتنہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۷) مقتدیوں کو امام کا انتظار چاہیے امام کو تا حد وصعت مقتدیوں کا انتظار چاہیے حدیث میں ہے لوگ جلد جمع ہو جاتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلد نماز پڑھ لیتے اور لوگ دیر میں آتے تو تاخیر فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۸) جائز کیا بلکہ مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۹) تعین وقت جماعت ہی کے لیے کی جاتی ہے لوگ جب وقت معین ہر آجائیں تو امام کو بلا ضرورت زیادہ دیر لگانے کی اجازت نہیں کہ وجہ نقل و باعث نفرت جماعت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰) جب وقت معین ہو چکا تو اُس کے بعد دیر کر کے امام کا نماز پڑھانا اس کا حکم ابھی سوال سابق میں گزرا اور اس سے پہلے جلدی کر کے پڑھ لینا باعث تقریب جماعت ہوگا اور بلا ضرورت جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱) پیشتر کی استدعا فضول ہے یہ استدعا کریں کہ وقت معین پر تشریف لایا کیجیے واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲) اگر پیشتر آنے سے انکار ہے تو بجا نہیں امام انتظار کے لیے نہیں بنایا گیا واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از چاند پارہ ڈاک خانہ شہر گنج ضلع بستی مسوٰلہ محمد یار علی نائب مدرس ٹریننگ اسکول ۱۸ رزی الحجہ ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو مقتدی کے صف کے آگے کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ہے تو امام صف مقتدی میں کس صورت سے کھڑا ہو آیا امام مقتدی سے کچھ امتیاز کے واسطے آگے کھڑا ہو یا مقتدی امام کی دونوں جانب یعنی دہنی بائیں امام کے پیروں کے برابر کھڑے ہوں۔ بینوا تو جو روا

**الجواب**

جب صرف ایک مقتدی ہو تو سنت یہی ہے کہ وہ امام کے برابر دہنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام نمود رکوع سجود کی حالت میں اُس کے پاؤں کا گنا امام کے گنا سے آگے نہ بڑھے اسی احتیاط کے لیے امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنا پنجہ امام کی اڑی کے برابر رکھے اور اگر دو مقتدی ہوں تو اگرچہ سنت یہی ہے کہ پیچھے کھڑے ہوں پھر بھی اگر امام کے دہنے بائیں برابر کھڑے ہو جائیں گے حرج نہیں مگر دوسے زیادہ مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا یا امام کا صف سے کچھ آگے بڑھا ہونا کہ صف کی قدر جگہ نہ چھوٹے یہ ناجائز و گناہ ہے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداد ہوگی اگر مقتدیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت ہے باہم صفوں میں فاصلہ کم چھوڑیں پچھلی صف اگلی صف کی پشت پر سجدہ کرے اور امام کے لیے جگہ بقدر ضرورت پوری چھوڑیں اور اگر اب بھی امام کو جگہ ملنا ممکن نہ ہو نہ ان میں کچھ لوگ دوسری جگہ

نماز کو جائز نہیں مثلاً عداوت کسی ایسی کوٹھری میں مجوس ہیں جس کا عرض جانب قبلہ گزرا کر ہے تو یہ صورت مجبوری محض ہے اس میں قواعد شرع سے ظاہر یہ ہے کہ جماعت کریں امام بیچ میں کھڑا ہو پھر تنہا تنہا اُس کا اعادہ کریں جماعت اقامت شعار کے لیے اور اعادہ رفع مثل کے واسطے۔ درمختار میں ہے کہ صلاۃ ادیت مع کراہۃ التحريم تجب اعادتها اسی میں ہے لو توسط اثنین کوہ تنزیہاً و تنحیاً لو اکثر اہ ولا يقال الجماعة واجبة بل قيل سنة مؤكدة وكراہۃ التحريم في جانب النهي كالوجوب في جانب الكراهي والا جتناب عن المناهي اہم من اتیان الاوامر في الحديث لترك ذرية معانعي الله خير من عبادة الثقلين لانا نقول اقامة الشعائر اہم من كل شیء حتی اباحوا للحنان وليس الا سنة صریح المحرمات من النظر والمس في الهندية عن العنابية في ختان الكبير اذا امکن ان یختن نفسه والا لم یفعل الا ان یمكن ان یتزوج اولی شری ختانة فتختنہ ذکر الکفرخی فی الجماع الصغیر ویختنہ الحماحی **اقول** ویؤدہ ما عن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہم كانوا لا یختنون اولادہم الا بعد البلوغ وقال فی الدروقتہ غیر معلوم وقیل سبع سنین وقیل عشر وقیل اقصاء اثنتا عشرة سنة زاد الشامی عن الطحطاوی وقیل لا یختن حتی یبلغ لانه للطهارة ولا تجب علیه قبله قال فی الدروقتہ العبرة بطاقتہ وهو الا شہہ قال شای بالفقہ زلیعی وھذہ من صیغہ التصحیح اہ فشمع اذا لم یطوق الا بعد البلوغ لا يقال فلیصل ثلثة ثلثة تقری یوم کل اثنین امام فالجماعة یحترزون وعن الکراہۃ یحترزون لانا نقول لا اصل فی الشریعة الطاہرۃ لفرق الجماعة الحاضرة ولم یرض الله به المسلمین وھم فی غیر العدو فما ظنک بسائر الاحوال ہذا ما ظہر لی وعند ربی علم حقیقۃ کل حال والله تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر جمعی غازی پور، ار ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین (۱) ایک مسجد میں دو تین جماعتوں کا یکے بعد دیگرے ہونا کیسا ہے چاہے یا نہیں (۲) اگر اہم جماعت ثانیہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے (۳) ایک مسجد میں ایک ہی وقت دو تین آدمیوں کا فرداً فرداً فرض پڑھنا کیسا ہے (۴) اور اگر فرداً فرداً چند شخص فرض پڑھیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

## الجواب

(۱) مسجد دو قسم ہے ایک مسجد عام جسے کسی خاص محلہ سے خصوصیت نہیں جیسے مسجد جامع یا بازار یا سرا یا اسٹیشن کی مسجد دوسری مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہو اس کی معمولی جماعت معین ہے اگرچہ کچھ داہگیر یا سافر بھی متفرق اوقات میں شریک ہو جایا کریں۔ اور یکے بعد دیگرے چند جماعتیں کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جماعت موجودہ کے دو یا چند حصے کر دیں۔ جب ایک حصہ کر لے تو دوسرا کرے۔ دوسرے یہ کہ وہ حاضر ہوا پڑھ گیا دوسرا اُس کے بعد آیا یا بجماعت کرتا ہے تعدد جماعت کی پہلی صورت بلا ضرر و ربح شرعیہ مطلقاً حرام ہے۔ خواہ مسجد محلہ ہو یا مسجد عام۔ ہاں بضرورت جائز ہے جیسے صلاۃ الخوف میں۔ یا یہ کہ مسجد میں کوئی بد مذہب گمراہ یا فاسق ملن یا قرآن مجید کا غلط پڑھنے والا امامت کرتا ہے کچھ لوگ براہ جہل یا تعصب اُس کے پیچھے پڑھتے ہیں دوسرے لوگ

اُس کے روکنے پر قادر نہیں ہیں اُس کی اقتدا سے باز رہتے ہیں اور اُس کے فراغ کے بعد اپنی جماعت جدا کرتے ہیں جس کا امام سب بلاؤں سے پاک ہے یہ صورت مطلقاً جائز بلکہ شرعاً مطلوب ہے مسجد عام ہو خواہ مسجد محلہ۔ اور تعدد جماعت کی صورت ثانیہ کہ یہ گروہ پہلی جماعت کے وقت حاضر نہ تھا یہ مسجد عام میں مطلقاً جائز و مطلوب ہے یہاں تک کہ کتابوں میں تصریح ہے کہ بازار وغیرہ کی عام مساجد میں افضل یہ ہے کہ جو گروہ آتا جائے نئی اذان نئی اقامت سے نئی جماعت کرے سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہوں گی کما فی فتاویٰ الامام قاضی خاں وغیرہ اور مسجد محلہ میں بھی اگر پہلی جماعت کسی غلط خواں یا بد مذہب یا مخالف مذہب نے کی یا بے اذان دیے ہو گئی یا اذان آہستہ دی گئی دوسری جماعت مطلقاً جائز و مطلوب ہے اور اگر ایسا نہیں بلکہ اہل محلہ و اہل المذہب سنی صالح صحیح خواں امام کے پیچھے باعلان اذان کہہ کر پڑھ گئے اب باقی ماندہ آئے تو انھیں دوبارہ اذان کہہ کر جماعت کرنی مکروہ تحریمی ہے اور بے اذان دیے محراب جماعت اولیٰ میں امامت کرنی مکروہ تنزیہی اور اگر محراب بدل دیں تو اصل کراہت نہیں اس مسئلہ کی تفصیل تام فقیر نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کی (۲) اس کا جواب جواب اول میں آگیا (۳) اگر ان میں کوئی شرعی حیثیت سے قابل امامت ہو اور دانستہ بلا وجہ شرعی ترک جماعت کریں تو گنہگار ہوں گے اگرچہ نماز ہو جائے گی۔ اور نادانستہ ہو یعنی ایک شخص فرض پڑھ رہا ہے دوسرا آیا اُسے معلوم نہیں کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اُس نے بھی فرض کی نیت الگ باندھ لی اسی طرح تیسرا آیا اُس نے بھی فرض نیت باندھ لی یا ان میں کوئی قابل امامت نہیں تو حرج نہیں (۴) نماز ہو جاتی ہے مگر ترک جماعت سے گناہ ہوتا ہے جبکہ کوئی عذر شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۹، صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں۔ بلیغاً توجروا

الجواب

وقت کراہت تک انتظار امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں اس وقت مستحب تک انتظار باعث زیادتِ اجر و تحصیلِ فضیلت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو اتنا ہی ثواب ہے کہ سارا وقت ان کا نماز ہی میں کھا جائے گا وقد صح عن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم انتظار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی مضی نحو من شطو اللیل وقد اقرہم علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال انکم لن تزالوا فی صلاۃ ما انتظروتم الصلاۃ ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر شاق نہ ہو فی الافق وید عن التا تاریخا نیت عن المنقذی للامام الحاکم الشہید ان تاخیر المؤمنین و تطویل القراءة لا یراک بعض الناس حرام هذا اذا کان لاهل الدنیا تطویلا و تاخیرا یشق علی الناس والحاصل ان التاخیر القلیل لا عانة اهل الخیر غیر مکروہ ولا باس بان ینظر الامام انتظارا و سطا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی موزن و مولوی عبد العلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی پیر یا مولوی عربی خواں مسجد کے قریب رہتا ہو اور اُس مسجد کا منتظم ہو جماعت میں شریک نہ ہو اور اذان وقت بے وقت ہو اور



کبھی نہ ہو لوگ بلا اذن نماز پڑھ جائیں ایسا شخص گنہگار ہے یا نہیں۔

### الجواب

ترک جماعت اور ترک حاضری مسجد کا عادی فاسق ہے اور فاسق قابل اتباع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از شہر جوناگڑھ محلہ کیتانہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ محمد حسین ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مستحب کہے اُس کو علمائے دین کیا کہیں گے یہاں پر ایک مدرسہ ہے اُس میں تھوڑے عرصہ سے شور و غوغا مچا ہے اور آپ علمائے دین کی نصفی پر رب کا اتفاق ہے برائے خدا ہم جاہلوں کو راہ راست بتائیں

### الجواب

جماعت کو مستحب سمجھنے کے اگر یہ معنی ہیں کہ اُسے واجب یا سنت مکرہ نہیں جانتا صرف ایک مستحب بات مانتا ہے تو سخت بطل شدید

خاص ہے اور احادیث صحیحہ اور تمام کتب فقہ کے ارشاد کا مخالف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از ترسائی کا ٹھیاواڑ مدرسہ احمد داد صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

ایک ہی مسجد میں جماعت ثانی بلا وجہ ہو سکتی ہے یا نہیں مثلاً سو سے جماعت اول کو نہ بھیج سکے اور بعد میں جماعت ثانی کر لے خواہ گاؤں ہو یا شہر شارع عام ہو یا کوچہ قائم امام ہو یا نہ ہو۔

### الجواب

جو مسجد شارع یا بازار یا سرایا ایشیون کی ہو کہ کسی محلہ یا امام سے مخصوص نہیں اُس میں سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہیں جو کہ وہ آئے نئی افان

و اقامت سے محراب میں جماعت کرے اور جو مسجد محلہ ہے جس کے لیے امام و جماعت معین ہے اُس میں جب امام پہلی جماعت باعلان اذان

مطابق سنت ادا کر چکا تو بعد کو جرائیں انھیں اعادہ اذان ناجائز ہے اور محراب میں امامت مکروہ اور بلا اعادہ اذان محراب سے ہٹ کر بے کراہت

جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از شہر کنہ محلہ مردہی ٹولہ مسئلہ بشیر الدین صاحب ۱۹ رمضان شریف ۱۳۳۶ھ

ایک مصلیٰ پر دو شخص علیحدہ نماز فرض ادا کریں تو ایسا حالت میں فرض ادا ہوتے ہیں یا نہیں۔

### الجواب

اگر اُن میں کوئی امامت کے قابل ہے اور قصد ترک جماعت کیا اور یہ مسجد محلہ نہ تھی یا تھی اور یہ جماعت جماعت اولیٰ ہوتی تو جس کی طرف

یہ ترک ہے وہ گنہگار ہوا ایک خواہ دونوں اور اگر یہ مسجد محلہ تھی اور یہ جماعت جماعت اولیٰ نہ ہوتی تو بڑا کیا رافضیوں سے مشابہت تو قدیم سے تھی

اب دیوبندیوں گنگوہیوں سے بھی ہوئی اور اگر اُن میں کوئی قابل امامت نہ تھا تو حرج نہیں بہر حال فرض ادا ہر صورت میں ہو جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از ملتان تلی تال کوہ نیلی تال مدرسہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی بریس ۵ شوال ۱۳۳۶ھ

جماعت صرف عورتوں کی جن کا محض امام مرد ہو دست ہے یا نہیں اور امام کے سو کہ وہ لڑکی یا عورت بتا سکتی ہے یا نہیں جس سے پردہ نہیں ہوتا۔

## الجواب

اگر یہ جامع مسجد میں ہو مطلقاً مکروہ ہے کہ عورات کو حاضری مسجد منع ہے اور اگر مکان ہو اور مرد کو حاضری مسجد سے کوئی عذر صحیح شرعی نہیں تو مطلقاً مکروہ ہے کہ مرد پر حاضری مسجد واجب ہے اور اگر اُسے عذر ہے اور جامعہ میں جتنی عورتیں اُس کی محرم یا زوجہ یا غیر مشتہاتہ لڑکیوں کے سوا نہیں تو مطلقاً بلاکراہت جائز ہے اور نامحرم مشتہاتہ ہیں تو مکروہ بہر حال، اگر امام کو سہو ہو تو عورت تصفیق سے اُسے متنبہ کرے یعنی سیدھی سیمیلی بائیں پشت دست پر مارے آواز سے تسبیح وغیرہ نہ کہے کہ مکروہ ہے درمختار المرأة تصفیق لا ببطن علی بطن ولو صفت او صبغت لم تقصد وقد ترکا السنۃ تا تاریخانیہ **اقول** ہاں اگر امام نے قرأت میں وہ غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو تو عورت مجبوراً آواز ہی سے بتائے گی جبکہ وہ تصفیق پر امام کو یاد دہانہ آجائے وذلک لان الضرورات تلج المخطورات واللہ تعالیٰ اعلم

## مسئلہ - یکم جمادی الاخرہ ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اسے حکم ہے کہ صف سے دور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے - بینوا توجروا

## الجواب

صورت مستفسرہ میں اسے صف سے دور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے فان صلاة الصبی المميز الذی یعقل الصلاة صحیحۃ قطعاً وقد امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسبب الفرج والتواضع فی الصفوف ونهی عن خلافہ بنھی شدید اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علماً اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں درمختار میں ہے یصف الرجال ثم الصبیان ظاہرہ تعددہم لو واحد ا دخل الصف مراقی الفلاح میں ہے ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا بر ۱ بر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط و خطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں فتح القدیر میں ہے اما معاذۃ الامرود فصرح الکل بعدم افسادہ الا من شذ ولا مقصد لہ فی الروایۃ ولا فی الدرایۃ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم -

## مسئلہ - از کلثہ دھرم تلامذہ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۶ صفر ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آپ نے پہلے سیرے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ امام کے برائے تین مقتدری ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی ایک حافظ صاحب کہ آدمی ذی علم ہیں وہ کہتے ہیں کہ جناب مولوی صاحب نے جو حوالہ دیا ہے وہ مختار کے متن سے نہیں بلکہ شرح سے ہے اور چاہتے ہیں کہ اصول سے جواب تحریر فرمادیں - بینوا توجروا

## الجواب

یہ مطالبہ سخت عجیب ہے درمختار تو شرح ہی کا نام ہے کیا شروح معتبر نہیں ہوں یا ان میں درمختار نا معتبر ہے یا میں نے راجع کے

خلاف لکھا ہے اور جب کچھ نہیں تو ایسا مطالبہ اہل علم کی شان سے بعید درمختار بحر علم کی وہ درمختار رہے کہ جب سے تصنیف ہوئی مشرق و مغرب ارض میں فتوائے مذہب حنفی کا گویا مدار اُس کی تحقیقات عالیہ و تدقیقات عالیہ پر ہو گیا۔ اللہ عز و جل رحمت فرمائے علامہ سید ابن عابدینؒ ہی پر کہ فرماتے ہیں ان کتاب الدار المختار شرح تنویر الابصار قد طار فی الاقطار و سار فی الاعصار و فان فی الاستبصار علی الشمس فی رابعة النهار حتی اکب الناس علیہ و صار مفزعهم الیہ و هو الحوی بان یطلب و یكون الیہ المذهب فانه الطراز المذهب فی المذهب فلقده حوی من الفروع المنقحة و المسائل المصححة ما لم یحیو غیرہ من کبار الاسفار و لم یتنبہ علی منوالہ پیدا افکار خلاصہ یہ کہ درمختار نے تمام عالم میں آفتاب چاشت کی طرح شہرت پائی مخلوق ہر تن اُس سے گردیدہ ہو کر اپنے نہات میں اُس کی طرف التجا لائی یہ کتاب اسی لائق ہے کہ اسے مطلوب بنائیں اور اس کی طرف رجوع لائیں کہ یہ دامن مذہب کی زرنگار گوشت ہے وہ نصیح و تنقیح کے مسائل جمع ہیں کڑی کڑی کتابوں میں مجتمع نہیں آج تک اس انداز کی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔ سبحان اللہ کیا ایسی کتاب اس قابل ہے کہ اُس کا ارشاد بلاوجہ محض قبول نہ کریں خیر فتح القدیر تو معتبر ہوگی جس کے مصنف امام ہمام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ ذہ الامام اجل ہیں کہ اُن کے معاصرین تک اُن کے لیے منصب اجہاد ثابت کرتے تھے کما ذکرہ فی رد المحتار تبیین المحتائق تو مقبول ہوگی جس کے مصنف امام اجل فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زلیعی شامی کنز ہیں جن کی جلالت شان آفتاب غیر ذر سے روشن تر یہ امام محقق علی الاطلاق سے مقدم اور اُن کے مستند ہیں کافی امام نسفی تو معتبر ہوگی جس کے مصنف امام بکر الانام حافظ الملک والدین ابوالبرکات عبد اللہ بن محمد نسفی صاحب کنز الدقائق ہیں سب جانے دو ہدایہ بھی ایسی چیز ہے جس کے اعتماد و استناد میں کلام ہو سکے یہ سب اکابر ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جماعت رجال میں امام کا قوم کے برابر ہونا حرام و مکروہ تحریمی ہے ہدایہ میں ہے محرم قیام الامام و وسط الصف فتح القدیر میں ہے صریح فی ان ترک التقدم لامام الوجال محرم و کذا صرح الشارح و سماہ فی الکافی مکروہا و ہوا لحتی اسی کراہۃ تحویم لان مقتضی المواظبۃ علی التقدم منہ علیہ الصلاة والسلام بلا ترک الوجوب فاعدا مکراہۃ التحویم فاسم المحرم مجاز بجر الرائق میں ہے محرم قیام الامام و وسط الصف کذا فی الهدایۃ و ہو یدل علی انها کراہۃ تحویم لان التقدم واجب علی الامام للمواظبۃ من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ترک الواجب موجب لکراہۃ التحویم المقضیۃ للاثم و ذکر الاحکام علامہ مولیٰ خسرو میں ہے مخطوٰر قیام الامام و وسط الصف اہم ملخصا و خیرۃ العقبیٰ میں ہے اما کراہتہا فلعدم خلوها عن المحرم مجمع الانہر میں ہے قیام الامام و وسط الصف مکروہ کراہۃ تحیم اہم ملخصا مستخلص میں ہے محرم و قوت الامام و وسط الصف فتح المعین علامہ سید ابی السعود ازہری میں زیر قول شارح والاثنان خلفہ وان کثر القوم کوہ قیام الامام و وسطہم فرمایا اسی تحیم بالترک الواجب رد المحتار میں ہے تقدم العام امام الصف واجب باہیں ہمہ اگر دلیل درکار ہو تو فتح القدیر و بحر الرائق کا ارشاد پیش نظر کہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ ہمیشہ صف پر تقدم فرمایا اور ایسی ملامت کہ کبھی ترک نہ فرمائیں دلیل وجوب ہے اقوال وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوا کما رأیتونی اصلي رواہ البخاری عن مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں امر ہے اور امر کا مفاد وجوب توجیب تک دلیل خصوص مثل ترک ایچانایا اقرار علی التکرر ثابت نہ ہو اس عموم میں داخل اور وجوب حاصل اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی

گنہ صغیرہ اور صغیرہ بعد اعتقاد کبیرہ اور کبیرہ کا مرتکب فاسق و مردود و الشہادۃ اور گناہ تو ایک ہی بار میں ثابت نہاں اللہ العفو والعافیۃ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبد العزیز صاحب مدرس مدرسہ منکوره ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۸۵ھ

سوال اول زید کی امامت سے جماعت ثانیہ مسجد، بازار یا سرے میں ہو رہی ہے اسی مسجد میں بکر بھی آیا اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ جماعت ثانیہ ہے اس نے طلوعہ و تنہا جماعت کے قریب یا کسی قدر فاصلے سے اپنی نماز ادا کی تو نماز بکر کی ادا ہو گئی یا نہیں۔

### الجواب

نماز باہن معنی تو ہو گئی کہ فرض سرے اتر گیا مگر سخت کراہت و لزوم معصیت کے ساتھ کہ بے عذر شرعی ترک جماعت گناہ و شاعت ہے نہ کہ خود بحال قیام جماعت صریح خلاف واضاعت یہاں تک کہ اگر کسی نے تنہا فرض شروع کر دیے ہنوز جماعت قائم نہ تھی اس کے بعد قائم ہوئی اور اس نے ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تو اسے شرعاً مطلقاً حکم فرماتی ہے کہ نیت توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے بلکہ مغرب و فجر میں تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو حکم ہے کہ نیت توڑ کر مل جائے اور باقی تین نمازوں میں دو بھی پڑھ چکا ہو تو انہیں نفل ٹھہرا کر جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو شریک ہو جائے فی التثویذ شرع فیہ اداء منفردا ثم اقیمت یقطعہا قائماً بتسلیمۃ واحدة ویقتدی بالامام ان لم یقید الركعة الاولى بسجدة او قیدہا فی غیر رباعیۃ او فیہا وضم الیہا اخری وان صلی ثلثا منها اثم ثم اقتدی مقتفلاً ویدرک فضیلۃ الجماعۃ الا فی العصور جب پیش از جماعت تنہا شروع کرنے والے کو حکم ہے حالانکہ اس نے ہرگز مخالفت جماعت نہ کی تھی اور نیت توڑنا بے ضرورت شرعیہ سخت حرام ہے قال اللہ تعالیٰ لا تبطلوا اعمالکم اپنے عمل باطل نہ کرو مگر شرعاً مطلقاً جماعت حاصل کرنے کے لیے نیت توڑنے کو ابطال عمل نہ سمجھا احوال عمل تصور فرمایا تو یہاں کہ جماعت قائم کے خلاف اپنی الگ پڑھنا ہے کیونکہ شرعاً مطلقاً گوارا ہو سکتا ہے بلکہ جو شخص مسجد میں نماز تنہا پوری پڑھ چکا ہو اور جب جماعت قائم ہوئی اگر نظر یا عشا ہے تو شرعاً اس پر واجب ہے کہ جماعت میں شریک ہو کہ مخالفت جماعت کی تمت سے بچے اور باقی تین نمازوں میں حکم ہے کہ مسجد سے باہر نکل جائے تاکہ مخالفت جماعت کی صورت نہ لازم آئے فی الدار المختار من صلی الظهر والعشاء وحده مرة فلا یکرہ خروجہ بل ترکہ للجماعۃ الاعد الشروع فی الاقامۃ فیکرہ لمخالفتہ الجماعۃ بلا عذر بل یقتدی مقتفلاً ومن صلی الفجر والعصر والمغرب مرة ینخرج مطلقاً وان اقیمت فی المنہ ینبغی ان یجب خروجہ لان کواہۃ مکشہ بلا صلاۃ اشد اہ مختصراً فی رد المختار تحت قولہ الاعد الشروع فی الاقامۃ لان فی خروجہ قحمة قال الشیخ اسمعیل وهو المذکور فی کثیر من الفتاوی والقمۃ ہذا فاشأت من صلاتہ منفرداً فاذا خرج یؤیدھا الخ وفیہ عن الحیظ مخالفتہ الجماعۃ ورس عظیم جب جماعت سے پہلے تنہا پڑھنے والا جماعت میں شریک نہ ہو تو متہم اور مخالفت جماعت اور ذر عظیم میں مبتلا قرار پاتا ہے تو جو باوصف قیام جماعت قصد مخالفت کر کے اپنی الگ شروع کر دے کیونکہ سخت تم و صریح مخالفت و گرفتار گناہ شدید نہ ٹھہرے گا بلکہ علماً فرماتے ہیں کہ قیام جماعت کی حالت میں اگر کچھ لوگ آکر دوسری جماعت جُدا قائم کر دیں مبتلائے کراہت ہوں گے کہ تفریق جماعت کی حالانکہ نفس جماعت کے تارک

نہ ہوئے نہ ان پر اصل جماعت سے مخالفت کی تمت آسکتی ہے تو اکیلا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنانے والا کس قدر شدید مخالفت ہوگا  
فی الخلاصة ثم الهندية قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المودن فقام امام من اهل الخارج  
فامهم وقام امام من اهل الداخل فامهم من يسبق بالمشروع فهو والمقتدون به لا كراهة فی حقهم اور اس جماعت کا جماعت  
ثانیہ ہونا ان شاعروں سے نہیں بچا سکتا اگرچہ جماعت ثانیہ کی مخالفت کا تمت سے مطلقاً بری ہونا مان بھی لیا جائے کہ جب مسجد مسجد محراب نہیں باطل  
یا سر کی مسجد ہے تو اس کی ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے کماحقہ فی فتاویٰ ہاں اگر یہ امام قرآن عظیم ایسا غلط پڑھتا ہے جو مفید نماز ہو  
یا اس کی بد مذہبی تاحسد ہے یا نقص طہارت وغیرہ کوئی اور وجہ انشاد کی ہے تو الزام نہیں کہ ان صورتوں میں وہ جماعت خود جماعت ہی  
نہیں بلکہ اب اس میں شرکت تمتع ہوگی لبطلان الصلاة خلفه والله سبحانه وتعالى اعلم سوال دوم ایک عالم صاحب فرماتے  
ہیں کہ جماعت ثانیہ کیا بلکہ جماعت اولیٰ بھی ہوتی ہو اس وقت کوئی دوسرا شخص اسی مسجد میں آئے اور تنہا اپنی نماز پڑھ لے تو اس کی نماز  
ہو جائے گی جماعت کا پچیس گنا ثواب نہ ملے گا نماز ہو جانے کا سبب یہ بتایا کہ جماعت سنت ہو کہ وہ ہے نہ فرض ہے نہ واجب اس بارے میں  
کیا ارشاد ہے۔

جواب سوال دوم اس کا جواب جواب سوال اول سے واضح ہے۔ ہو جانا بمعنی سقوط فرض مسلم مگر اس قائل کے فوائے کلام سے  
ظاہر ہے کہ صرف اس قدر اس کی مراد نہیں بلکہ اس میں فقط کمی ثواب مانتا اور بحسن اتم سے پاک جانتا ہے لہذا تعلیل میں نہ واجب کا  
لفظ پڑھا یا در سقوط فرض تو بحال ترک جمیع واجبات بھی حاصل ہے اب یہ قول محض غلط ہے اولاً مذہب معتد میں جماعت واجب ہے اور اسے  
سنت ہو کہ نہ کہنا بوجہ ثبوت بالسنۃ ہے اور نہ بھی سہی تاہم اس کے قصدی ترک میں بحسن گناہ سے مفر نہیں فی الدار المختار الجماعۃ سنۃ  
موکدۃ للرجال قال الزاهدی ارادوا بالاکید الوجوب الخ وفيه وقيل واجبة وعليه العامة ای عامة مشائخنا وہ جزم  
فی التحفة وغیرہا قال فی البحر وهو الرابع عند اهل المذهب اه وفي البحر من باب صفة الصلوة الذي يظهر من كلام  
اهل المذهب ان الاثم منوط بترك الواجب او السنة المؤکدة علی الصحيح لتصريحهم بان من ترك سنن الصلوات الخمس  
قليل لا ياء ثم والصحيح انه ياء ثم ذكره في فتح القدر وتصريحهم بانه لمن ترك الجماعة مع انها سنة مؤکدة علی الصحيح  
وكذا في نظائره لمن تتبع كلامهم فلا شك ان الاثم مقول بالنتيكة بعضه اشد من بعض فلا ثم لتارك السنة المؤکدة  
اخذ من الاثم لتارك الواجب اه وفي رد المحتار عن النهر عن الكشف الكبير عن اصول ابی اليسر حكوا السنة ان يندب الي  
تحصيلها ويلازم علی تركها مع بحق اثم يسير اه سيدنا عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه فرماتے ہیں لقد رأيت ما يتخلف عنها الا  
مناقب معلوم التفاوت یعنی ہم نے اپنے آپ کو عہد رسالت میں دیکھا کہ جماعت سے پیچھے نہ ہوتا تھا مگر کلام منافق اور فرماتے ہیں لو تركت سنة  
نبیکم لضللتہم اگر تم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ترک کرو گے گمراہ ہو جاؤ گے رواہ مسلم اور ایک روایت میں ہے لکھن تم  
تم کا فر ہو جاؤ گے رواہ ابوداؤد یعنی کفران یا یہ کہ معاصی برید کفر ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز میں امام کے واسطے مصیبت مخصوص کرنا اور مقتدی بغیر مصیبت کے قصد اکھڑے



عباد اللہ لتسون صفو فکر او لیکن اللہ بین وجوہ کہ اللہ کے بند و ضروریات تو تم اپنی صفیں سیدھی کرو گے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا جتنے اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا ملاحظہ کیا اُس پر یہ ایشاد فرمایا رواہ مسلم عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راحوا صفو فکر وقاربوا بینہما وحاذوا بالاعناق فالذی نفسی بیدہ انی لادری الشیاطین تدخل من خلل الصف کا غا الخذون اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اُس کی جس کے ہاتھ نہیں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنے صف کے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے رواہ النسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقیمو الصفوف فانما تصفون بصف الملئکة وحاذوا بین الملائک صغیر سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملئکہ کی سی صف بندی چاہیے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو رواہ احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر وابن خزیمہ والحاکم وصحاحہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوم کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مظہر کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اُس میں کہیں باقی تھی اُسے بغیر پورا کیے پیچھے اور صفیں باندھ لیں بعد کو ایک شخص اُس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اُسے حکم ہے کہ ان سب صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اُس نقصان کو پورا کرے کہ انھوں نے مخالفت حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لیے مغفرت فرمائے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الا تصفون کسا نصف الملئکة عند ربھا ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملئکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ملئکہ کیسی صف باندھتے ہیں فرمایا یتمون الصف الاول ویترصون فی الصف اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ عن جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتموا الصف المقدم ثم الذی یدلہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف الملوخر پہلی صف پوری کرو پھر جو اُس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب میں پھیلی صف میں ہو۔ رواہ الا نعمة احمد وابوداؤد والنسائی وابناحان وخزیمہ والضیاء باسانید صحیحہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اُسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کر دے رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہو من تمتہ حدیثہ الصحیح المذکور سابقا عند احمد وابی داؤد والثلثۃ الذین معہما ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من نظرالی فرجة فی صف فلیسدھا بنفسہ فان لم یفعل فمر مار ملیتھ علی رقبته فانہ لا حرمة لہ جو کسی صف میں غللی دیکھے وہ خود اُسے بند کر دے اور اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو اُسے چاہیے کہ وہ اُس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اُس غللی کی بندش کو جائے کہ اُس کے لیے کوئی حرمت نہیں رواہ فی مسند الف دو س عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ وملتکنتہ یصلون علی الذین یصلون الصفوف ومن سد فرجة دفعہ اللہ بھا درجۃ۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کا فرجہ بند کرے



اللہ تعالیٰ اُس کے سبب جنت میں اُس کا درجہ بلند فرمائے رواہ احمد وابن ماجہ وابن حبان والحاکم وصحیحہ واقوہ عن امر  
 العوین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوم تراویح یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ پھلے اللہ عز وجل فرماتا ہے صفا کا نظم  
 بنیان موصوف ۵ ایسی صف کہ گویا وہ دیوار ہے راگنگا پلائی ہوئی، راگنگ پگلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرج نہیں  
 رہتا ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اور پرگزریں اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 اقیہوا صفو فکم و تراصوا فانی ادرکم من وراء ظہری اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں  
 رواہ البخاری والنسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی اُسی اتمام صفوں کے متمات سے اور تینوں امر شرعاً واجب ہیں کما  
 حققناہ فی فتاویٰنا وکنیر من الناس عنہ غافلون اور یہاں چوتھا امر اور ہے تقارب کہ صفیں پاس پاس ہوں بیچ میں قدر سجدہ سے  
 زائد فضول فاصلہ نہ چھوئے جس کا ذکر حدیث دوم میں گزرا وہ یہاں زیر بحث نہیں صف میں کچھ مقتدری کھڑے کچھ بیٹھے ہوں تو اُس سے  
 امر اول یعنی تسویہ صف پر تو کچھ اثر نہیں پڑتا کہ قائم وقاعد بھی خط واحد تقیم میں ہو سکتے ہیں تسویہ میں ارتفاع کی برابری ملحوظ نہیں نہ وہ ملحوظ  
 ہونے کے قابل کہ ایک پیمائش کے قد کہاں سے آئیں گے ہاں جبکہ بیٹھے والے محض کسل و کاہلی کے سبب بے معذوری شرعی نہیں گے تو  
 فرائض و واجبات مثل عیدین و وتر میں امر دوم و سوم کا خلاف لازم آئے گا کہ جب بلا عذر بیٹھے تو ان کی نماز نہ ہوئی اور قطع صف لازم آیا کہ  
 نمازیوں میں غیر نمازی داخل ہیں ان بیٹھے والوں کو خود فساد نماز ہی کا گناہ کیا کم تھا مگر انہیں یہاں جگہ دینا اور اگر قدرت ہو تو صف سے نکال نہ دینا  
 یہ باقی نمازیوں کا گناہ ہو گا کہ وہ خود اپنی صف کی قطع پر راضی ہوئے اور جو صف کو قطع کرے اشتراک سے قطع کرے اُن پر لازم تھا کہ انہیں  
 کھڑے ہونے پر مجبور کریں اور اگر نہ مانیں تو صفوں سے نکال کر دُور کریں ہاں نمازی اس پر قادر نہ ہوں تو معذور ہیں اور اس قطع صف کے وبال  
 عظیم میں بھی یہی بیٹھے والے ماخوذ ہیں یہ حکم فرائض و واجبات کا تھا رہی تراویح اس میں ہمارے علما کو اختلاف ہے کہ آیا یہ بھی مثل واجبات و  
 سنت فجر بلا عذر بیٹھ کر ناجائز و فاسد ہوتی ہیں یا مثل باقی سنن جائز ہو جاتی ہیں اگرچہ خلاف توارث کے سبب کہ وہ ہوتی ہیں بعض علما حکم اول  
 کی طرف گئے اور صحیح ثانی ہے در مختار میں ہے (التراویح تکرر قاعداً) لزیادة تاکدھا حتی قیل لا تقیم (مع القدرة علی القيام)  
 کما یکبرہ تأخیرالقیام الی رکوع اکامام للتشبه بالمنافقین خانیہ وودالمختار میں ہے لوصلی التراویح قاعداً قیل لا یجوز بلا عذر  
 لساوی الحسن عن ابی حنیفہ لوصلی سنة الفجر قاعداً بلا عذر ولا یجوز فکل التراویح لان کلا منہما سنة موکدة وقیل یجوز وهو  
 الصحیح والفرق ان سنة الفجر سنة موکدة بلا خلاف والتراویح دو تخافی التاكد فلا یجوز التسوية بینہما قول اول پرکاہلوں کا  
 بلا عذر صف میں بیٹھنا ویسا ہی ناجائز و مورد گناہ و موجب قطع صف ہو گا جیسا واجبات میں کہ اس قول پر یہ لوگ بھی نماز سے خارج ہیں اور  
 قول ثانی پر مستحب ہو گا کہ ان اہل کسل کو مؤخر کیا جائے اور صفوں میں یوں داخل نہ ہونے دیا جائے کہ ایک قول پردہ گناہ و معصیت ہے اور دوسرے  
 پر محض بے ضرورت ہے تو اُس سے احتراز ہی میں فضیلت ہے علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے مذاہب جو اپنے مذہب سے بے علاقہ ہیں  
 جیسے حنفیہ کے لیے شافعیہ مالکیہ حنبلیہ اُن کے خلاف کی رعایت رکھنی بالاجماع مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آتا ہو  
 تو یہ خلاف تو خود اپنے علمائے مذہب میں ہے در مختار میں ہے لا ینقضہ مس ذکر و امراة لکن یندب للخروج من الخلاف لا مسمیاً

للاماہر لکن بشی ط عدم لزوم ارتکاب مکروه مذہبہ مگر یہاں ایک اور نکتہ واجب الالحاظ ہوگا کہ تاخیر اتنے کا ہوں کی ہوجس قدر تمام صفت سے زائد ہوں ورنہ اطراف صفت آخر میں اقامت ہو تا کہ مذہب صحیح پر قطع صفت نہ لازم آئے اُس سے تخریج مستحب تھا یہاں واجب ہوگا توضیح یہ کہ یہاں تین صورتیں ہوں گی اول یہ کہ قاضیین بقدر کمال صفت ہوں یعنی اُن سے ایک یا چند صفیں پوری کامل ہو جائیں کہ نہ آدمی زائد بچے نہ صفت میں جگہ رہے اس صورت میں صفوں سابقہ کا ملکہ قاضیین سے کر لی جائیں اور کاہلین سب سے آخر میں اپنی صفت یا صفیں کامل یا ناقص جس قدر ہیں باندھیں یہ صورت کاہلین کی تاخیر مطلق کی ہوگی دوم قاضیین سے اکمال صفت نہیں ہوتا خواہ اس قدر کم ہیں کہ پہلی ہی صفت پوری کرنے کو اور آدمیوں کی حاجت ہے یا کثیر ہیں ایک یا چند صفیں اُن سے مکمل ہو گئیں اور اب اتنے بچے جن سے بعد کی صفت پوری نہیں ہوتی اور قاصرین سے تکمیل ہو جائے گی اور زیادہ نہ بچیں گے تو لازم ہے کہ قاضیین کی اخیر صفت میں کاہلین کو ایک کنارے پر جگہ دے کر تکمیل صفت کریں حتیٰ کہ اگر صفت اول ہی ناقص تھی تو اُسی کے کنارے پراٹھیں رکھیں اس صورت میں کاہلوں نے اصلاً تاخیر نہ پائی ہاں ایک کنارے پر جمع کر دیے گئے سو تکمیل صفت میں کاہلین کی حاجت ہے اور وہ بعد تکمیل بھی بچتے ہیں تو جس قدر تکمیل کے لیے مطلوب ہیں قاضیین کی صفت آخر کے ایک کنارے پر اٹھیں رکھ کر باقی کی صفت ناقص یا کامل اخیر میں کر دی جائیں یوں بعض کی تاخیر اور بعض کی طرف پر اقامت ہوگی اور وجہ ان سب کی وہی ہے کہ جب مذہب صحیح میں کاہلین کی نازی میں صرف کراہت ہے نہ باطل محض اور قاضیین کی صفت کو تکمیل کی حاجت ہے تو اُس سے ہٹا کر کاہلین کو صفت دیگر میں رکھنا صفت اخیر قاضیین کو ناقص چھوڑنا ہوگا اور یہ جائز نہیں پھر بہر حال اگر اور قاضیین آتے جائیں یا اٹھیں میں سے بعض توفیق پاتے جائیں تو وہ بجائے کاہلین فی طرف الصفت ہوں اور کاہلین فی الطرف دیگر ہوتے جائیں یہاں تک کہ مثلاً صورت ثانیہ صورت اولیٰ کی طرف رجوع کرے اور ثالثہ ثانیہ یا اولیٰ ہو جائے الی غیر ذلک من الاحتمالات یہ سب اُس صورت میں ہے کہ کاہلین دستِ شرع میں نرم ہوں ورنہ بحال فتنہ قدر میسر پر عمل چاہیے وباللہ التوفیق هذا ما افادہ التفقہ والکتاب واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم بالصواب -

**مسئلہ -** از جان دھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی محمد جان صاحب مسئلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ رشتہ ۱۲۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کتاب میں یہ عبارت لکھی ہے البتہ چار مصلے جو کہ معظمہ میں مقرر کیے ہیں لازیب یہ امر زبون ہے کہ تکرار جماعت و افتراق اُس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت ٹھنی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرکب حرمت ہوتے ہیں مگر یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے ہے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اُس کو کوئی اہل حق پسند نہیں کرتا پس یہ طعن نہ علمائے اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرکب اس بدعت کے ہوئے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ چار مصلے کس کی سلطنت میں ہوئے اور کس امر و بنیاد پر قائم کیے گئے کہ جو زید لکھتا ہے کہ لازیب یہ امر زبون ہے صد ہا علمائے کاہلین و صلحائے مقبولین گزرے کسی نے آج تک یہ اعتراض نہیں کیا کہ جواب زید یہ اعتراض کرتا ہے اُس کا کھنا درست ہے یا خلاف اور زید کو شرعاً کیا کہنا چاہیے جواب مدلل مکمل صاف صاف تحریر فرمائیں بنیوا بالتقصیل جزاکم اللہ الوب الجلیل -

## الجواب

حقیقت امر یہ ہے کہ حرمین طیبین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً میں چاروں مذاہب حقہ اہلسنت حقہم اللہ تعالیٰ کے لوگ مجتمع ہیں اور ان میں باہم طہارت و نماز کے مسائل میں اختلاف رحمت الیگ بات ایک مذہب میں واجب دوسرے میں ممنوع ایک میں مستحب دوسرے میں مکروہ ایک کے نزدیک ایک امر ناقص طہارت دوسرے کے نزدیک نہیں ایک کے یہاں کسی صورت میں وضو تکام دوسرے کے یہاں نہیں توجہ امام کسی مذہب کا ہو اگر اُس نے دوسرے مذہب کے فرائض طہارت و صلاۃ کی رعایت اور ان کے فوائض و مفسدات سے مجاہدت نہ کی جب تو اس مذہب والوں کی نماز اُس کے پیچھے باطل و فاسد ہی ہوگی اور اگر مراعات و مجاہدت مشکوک ہو تو مکروہ و تطفیق مذاہب باجماع جمہور ائمہ حرام و باطل اور بحال رعایت بھی ہر مذہب کے مکروہات سے بچنا یقیناً محال اور بعض امور ایک مذہب میں سخت اور دوسرے میں مکروہ ہیں اگر بجالا یا تو مذہب ثانی اور تارک ہوا تو مذہب اول پر کراہت و لہذا غایت امکان قدر فرائض و مفسدات تک ہے محققین نے تصحیح فرمائی کہ ہر حال موافق المذہب کی اقتدا اکمل و افضل تو انتظار موافق کے لیے نوافل یا ذکر وغیرہ میں مشغول رہنا جماعت سے اعراض نہیں بلکہ اکمل و اعلیٰ کی طلب ہے اور یہ تفریق جماعت نہیں بلکہ تکمیل و تحسین ہے خصوصاً ان دو مسجد مبارک میں کہ مسجد محلہ نہیں ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے اس لیے آئمہ سویرس یا زائد سے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ و بیت المقدس و جدہ و مصر و شام و غیرہ بلاد اسلام میں عامہ مسلمین کا عمل اس پر جاری و ساری رہا اور بعض کا انکار شاذ و مجرور قرار پایا تو بعد و ضوح حق و استقرار امر اُسے زبون و حرام و بدعت کہنا باطل و جہل و سفاہت ہے چار مصلیٰ ہونا اسی طریقہ انیقہ سے عبارت ہے جسے علمائے مذاہب نے بنظر مصباح جلیلہ مذکورہ پسند و مقرر رکھا باقی کسی مکان یا علامت کا بننا کہ یہ بھی صد ہا سال سے معہود و مقبول ہے نہ اُس کے لیے ضرورت نہ ان میں غل بلکہ وہ بھی منافع پر مشتمل درمختار میں ہے بیکہ تطوع عند اقامۃ صلوٰۃ مکتوبۃ ای اقامۃ امام مذہبہ رد المحتار میں لو اتت نظر امام مذہبہ بعید اعن الصفوف لم یکن اعضا ضاعن الجماعة للعلم بانہ یرید جماعة اکمل من ہذا الجماعة شیخ علمائے مکہ معظمہ مولانا علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ اہتدایں فرماتے ہیں لو کان لكل مذہب امام کما فی زماننا فالفضل لا اقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنہ عامۃ المسلمین وعمل بہ جمہور المؤمنین من اهل الحرمین والقدس ومصر والشام ولا عبرۃ بمن شذ منهم علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں قد سئل بعض العلماء عن هذه المقامات المنصوبة حول الکعبة التي یصلون فیہا الآن باریۃ ائمة علی مقتضی المذاهب الاربعۃ فاجاب بانها بدعة ولكنها بدعة حسنة لاسیما لانها تدخل بدلیل السنة الصحیحۃ وتقریرہا فی السنة الحسنۃ لانها لم یحدث منها ضرر ولا حرج فی المسجد ولا فی المصلدین من المسلمین لعمامة اهل السنة والجماعة بل فیہا عمیم النفع فی المطر والحو الشدید والبرد وسیلۃ للقرب من الامام فی الجمعة وغیرہا ففی بدعة حسنة ولیمون بفعلهم للسنة الحسنۃ وان كانت بدعة اهل السنة لا اهل البدعة لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من سن سنة حسنة الى اخر ما اطلال و اطاب علیہ رحمۃ الملائک الوہاب واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از غازی پور محلہ میان پورہ مسئلہ منشی علی بخش صاحب محرد دفتر ججی غازی پور ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام پر تحکم کرنا مقتدیوں کو یا انتظار کرنا امام کو مقتدی کا بعد اوقات معینہ کے بھی بالخصوص  
ایسے مقتدی کا جو بے علم اور مشہور جھگڑا ہو درمیان میں مقتدیوں کے اور یہ چاہتا ہو کہ جب ہم کہیں جب ہی اذان ہو اور جب ہم کہیں جب  
ہی نماز ہو اگرچہ وقت کچھ ہی ہو جائے اور امام پانچوں وقت بعد اذان کے خود آکر ہمیں گھر سے بلالے جایا کرے پس ایسے شخص کا نماز کے  
باب میں انتظار کرنا اور متبع ہونا امام کو مندر ہے یا نہیں۔

### الجواب

مقتدی کو امام پر تحکم نہیں پہنچتا اور وہ خیالات جو سوال میں مذکور ہوئے محض ظلم و اثم ہیں امام کو ایسے شخص کا اتباع اور اس کی ان  
نفسانی خواہشوں کا لحاظ ہرگز نہ چاہیے مگر جبکہ شریعہ و مودعی ہو اور اس کے ترک انتظار میں مظنہ فتنہ ہو تو بجزوری تا حد امکان انتظار  
کر سکتا ہے کہ فتنہ سے بچنا ضرور ہے قال اللہ تعالیٰ العتۃ اشد من القتل بلتران جماعت جب تک حاضر نہ ہوں اور وقت میں  
کراہت نہ آئے امام انتظار کرے ورنہ نہیں وقد کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا حضر الناس عجل واذا اثاروا اخر۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از شہرکنہ مسئلہ رحیم بخش۔ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کھانا تیار ہے اور جماعت بھی تیار ہے تو اول کھانا کھائے یا نماز پڑھ لے۔

### الجواب

جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور وقت تنگ نہ ہو جائے گا اور پہلے جماعت کو جائے تو بھوک کے سبب دل کھانے میں  
لگا رہے گا یا کھانا سرد ہو کر بے مزہ ہو جائے گا یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو کر نہ چبائی جائے گی تو اجازت ہے کہ پہلے کھانا  
کھالے اور اگر کھانے میں کوئی خرابی یا دقت نہ آئے گی نہ اسے ایسی بھوک ہے تو جماعت نہ کھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ مسئلہ اصغر علی خاں۔ بریلی بانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں دس بیس شخص نمازی روزمرہ جمع ہوتے ہیں ان سب کی رائے سے  
وقت ظہر دو بجے اور عصر پانچ بجے اور عشا ۹ بجے قرار پایا ہے اذان ہوئی اور دو ایک شخص تشریف لا کر بیٹھے رہے یہاں تک کہ اور نمازی بھی  
جمع ہو گئے اور صفت بانہو کر کھڑے ہوئے تو ان صاحب نے جو پیشتر سے تشریف لائے ہیں کہا کہ ہم نے تو ابھی وضو ہی نہیں کیا ہے لہذا کچھ  
صاحبوں کی اہل جماعت سے رائے ہوئی کہ وضو کر لینے دو جملہ نمازی کھڑے رہے جب ان صاحب نے وضو کر لیا بلکہ پاؤں دھونا باقی تھے  
کہ اس عرصہ میں دو چار شخص اور آ گئے ان کو وضو سے فارغ نہ ہونے دیا اور فوراً کھڑے ہو گئے۔ دیگر یہ کہ کوئی صاحب تشریف لائے اور وضو  
کر کے جماعت میں دیر دیکھ کر اپنے مکان کو تشریف لے گئے تو ان کا انتظار کیا جائے یا نہیں اور جماعت تیار ہے۔ بینوا تو جو را

**الجواب**۔ یہ دو چار شخص جو بعد کو آئے اور ان کے وضو کا انتظار نہ کیا اور جماعت قائم کر دی اگر لوگ اہل محلہ سے نہ تھے انھیں

اُس تعین وقت پر جو اہل مسجد نے مقرر کر لی ہے اطلاع نہ تھی اور وقت میں تنگی بھی نہ تھی اور حاضرین میں کسی بلا انتظار سے کوئی ضرر حرج بھی نہ تھا تو اس صورت میں ان کے وضو کا انتظار کر لینا مناسب تھا خصوصاً جبکہ اس انتظار نہ کرنے میں اُن کی دل شکنی ہو کہ بلا وجہ کسی مسلمان کی دل شکنی بہت سخت بات ہے دو چار منٹ میں وضو ہو جائے گا اس میں ان کا ایک نفع اور اپنے تین، اُن کا تو یہ کہ تکبیر اولیٰ پالیں گے اور اپنا پہلا نفع یہ کہ اُس فضیلت کے ملنے میں مسلمانوں کی اعانت ہوئی اور اس کا اجر عظیم ہے قال اللہ تعالیٰ تعاونا علی البر والیقوی یہاں تک کہ عین نماز میں امام کو چاہیے کہ اگر رکوع میں کسی کی پچھل سنے اور اُسے پہچانا نہیں تو دو ایک تسبیح زیادہ کر دے کہ وہ شامل ہو جائے دوم اس رعایت سے اُن مسلمانوں کا دل خوش کرنا متعدد احادیث میں ہے احب الاعمال الی اللہ بعد الفرائض ادخال السرور فی قلب المسلم او كما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرائض کے بعد سب اعمال میں اللہ کو زیادہ پیارا مسلمان کا دل خوش کرنا ہے سوم صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ انکم فی صلوٰۃ ما انتظرتم الصلوٰۃ بیشک تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں ہو ورنہ انتظار نہ کرنے میں کوئی حرج نہ ہوا جو شخص جماعت میں دیر دیکھ کر چلا گیا وقت مقررہ کے بعد اس کے انتظار کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از گلزار ضلع بایوں مرسلہ نبین خاں، ۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے نماز پڑھنا شروع کیا دوسرا آیا اس کے برابر کھڑا ہو گیا تیسرا آیا وہ دوسری طرف برابر کھڑا ہو گیا چوتھا آیا اس نے دونوں مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کر کے شامل ہوا پوچھا گیا کہ نماز میں کوئی قصور تو نہ ہوا کہا حدیث میں آیا ہے کہ مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کر لیوے۔ بینوا توجروا

**الجواب**

آج کل بوجہ غلبہ جبل کھینچنا منہ ہے پھر بھی نماز ہو گئی اگر ہٹنے والے حکم شرع ماننے کے لیے بیٹھوں اور اگر کھینچنے والے کا حکم ماننے کو ہٹے یہ مسئلہ کے لحاظ سے تو ان ہٹنے والوں کی نماز نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از ڈیرہ غازی خاں بلاک ۱۲ مسؤلہ احمد بخش صاحب ۸ صفر ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلامی شمس الفضلہ مقتدائے اہل ایمان پیشوائے اہل ایقان ادام اللہ تعالیٰ فضلہم ومجدہم الی یوم الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نیاز مند مشتاق زیارت محتاج دعا ہزار ہزار نیاز کے بعد عرض کرتا ہے کہ ان ایام میں ایک مسجد جدید تیار کرائی جاتی ہے جس کے متعلق یہ ارادہ ہے کہ سقف پر عورتوں کے نماز پڑھنے کی جگہ تیار ہو اس حالت میں جماعت کی وضع اور صورت یہ ہوگی کہ بعض صفوں رجال جو نیچے زمین پر ہوں گی عورتوں کی صفوں سے مقدم اور بعض محاذی زیر و بالا اور بعض مؤخر بیرونی صف میں پس کیا ایسی جماعت اس لیے کہ عورتوں کے صفوں بعض صفوں رجال کے ابراہ بعض صفوں رجال سے جو بیرونی صف میں ہوں گی مقدم ہیں مگر وہ یا نا جائز ہوگی اس لیے کہ عورتوں کے صفوں اور صفوں رجال کے درمیان دیواریں اور پردے حائل ہوں گے یا کوئی کراہت نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب**

جبکہ بیچ میں سقف وجدار حائل ہیں باعث بطلان نماز رجال نہیں ہو سکتا کہ محاذات نہ ہوئی تو ہرالا بصار میں ہے و اذا احاذتہ

امراة ولا حائل بينهما في صلاة مطلقة فسدت صلاته مگر یہ صورت بوجہ کراہت و مانعت سے خالی نہ ہوگی **اولا** عورتوں کا مسجد میں جانا خود ممنوع ہے تو ایک امر ممنوع کے لئے سامان کرنا ہے تو نیز الا بصار میں ہے ویکرہ حضورہن الجماعة مطلقا علی المذہب ثانیاً بے ضرورت شرعیہ مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ شدت گرمی بھی اس کے لیے عذر نہ مانی گئی علیگیر میں ہے الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولہذا اذا اشتد الحر فیکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقہ ثالثاً یہ اگرچہ تقدیم محسوس نہیں مگر واقع میں بعض صفوف رجال سے تقدیم اور بعض سے معیت ضرور ہے اور حکم یہ ہے کہ اخروہن من حیث اخروہن اللہ لہذا اس سے احتراز ہی کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## فصل المسبوق

**مسئلہ**۔ از فیض آباد مدرسہ منشی احمد حسین خوسد نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینیر ریلوے ۲۱، ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ  
میں کہتا ہے جس کو مغرب کی تیسری رکعت جماعت کے ساتھ ملے وہ جب اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہو تو اپنی دوسری رکعت میں قعدہ کرے کیونکہ قاعدہ مصرح ہے نماز مسبوق درحق قرأت حکم اول نماز دارد درحق قعود حکم آخر نماز ع کہتا ہے مسبوق دوسری رکعت پر قعدہ نہ کرے کہ بعض کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور جو دوسری رکعت پر قعدہ کرے گا تو تینوں رکعات علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گی پس سوال یہ ہے کہ قول اس کا قابل عمل ہے یا ع کا۔ بینوا توجروا

### الجواب

قول اس کا صحیح ہے المذہبی سے اسی کا اختیار مفید ترجیح ہے کتب مستندہ میں اس کی تصریح ہے درمختار میں ہے یقزی اول صلاتہ فی حق قراءۃ و آخرھا فی حق تشہد فسد رک رکعتہ من غیر فجر یا قی برکعتین بقا تجتہ وسورۃ وتشہد بینہما و برابۃ الرباعی بقا تجتہ فقط ولا یقعد قبلہا خلاصہ وہند یہ میں ہے لو ادرك رکعتہ من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدۃ فتکون بثلاث فعدت یہاں تک کہ غنیہ شرح منیہ میں فرمایا اگر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو یعنی ترک واجب کے سبب ناقص و واجب الاعادہ البتہ استحساناً حکم جواز و عدم وجوب اعادہ دیا گیا کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے رد المحتار میں ہے قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جازاً استحسننا لا قیاساً ولہ یلزم سجود السہو لکون الركعتہ اولی من وجہ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ حافظ عبداللہ خاں موضع ٹھریا ضلع بریلی بتاریخ ۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ

جماعت رکوع میں ہو تو مسبوق نمازی کو نیت کر کے اور تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھنا چاہیے یا بے ہاتھ باندھے دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں جانا چاہیے یا ایک ہی تکبیر اس کے واسطے کافی ہے یا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

**الجواب**۔ ہاتھ باندھنے کی تو اصلاً حاجت نہیں اور فقط تکبیر تحریر کہہ کر رکوع میں مل جائے گا تو نماز ہو جائے گی مگر سنت

یعنی تکبیر رکوع فوت ہوئی لہذا یہ چاہیے کہ یہ ہا کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے اور سبحانک اللہم پڑھنے کی فرصت نہ ہو یعنی اتنا ہو کہ امام جب تک سر اٹھائے گا تو معاً دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور امام کا حال معلوم ہو کہ رکوع میں دیکر کرتا ہے سبحانک اللہم پڑھ کر بھی شامل ہو جاؤں گا تو پڑھ کر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا شامل ہو یہ سنت ہے اور تکبیر تحریمہ کھڑے ہونے کی حالت میں کہنی تو فرض ہے بعض اوقات جو یہ کرتے ہیں کہ امام رکوع میں ہے تکبیر تحریمہ جھکتے ہوئے کسی اور شامل ہو گئے اگر اتنا جھکنے سے پہلے کہ ہاتھ پھیلائیں تو گھٹنے تک پہنچ جائیں اللہ اکبر ختم نہ کر لیا تو نماز نہ ہوگی اس کا خیال لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از ہندی افریقہ سائل حاجی عبداللہ وحاجی یعقوب علی۔

نماز طہر کے جماعت کھڑی ہے میں نے وضو کیا تب تک تین رکعت خلاص ہو گئی چوتھی میں جا ملا اب میں تین رکعت کس ترتیب ادا کروں۔

**الجواب**

سلام امام کے بعد کھڑے ہو کر سبحانک اللہم الخ پہلے اگر نہ پڑھا تھا تو اب پڑھے ورنہ اعوذ سے شروع کرے اور الحمد و سورت پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے بیٹھ کر التحيات پڑھے پھر کھڑا ہو کر الحمد و سورت پڑھے اور رکوع و سجدہ کر کے بغیر بیٹھے کھڑا ہو جائے اور چوتھی رکعت میں فقط الحمد پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے التحيات پڑھے اور نماز تمام کرے درمختار میں ہے لقیضی اول صلاة في حق قراءة و آخرها في حق تشهد فسد ركعة من غير فجی یا فی برکتین بفاتحة وسورة ولشهادة بينهما وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط ولا یفقد قبلها۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک دربار گوالیار مدرسہ مولوی نور الدین احمد صاحب ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

مخدوم نیاز منداں بسط اللہ ظلمکم ابداً مسبوق سجدہ سو میں امام سے ملے یا نہیں یعنی اگر اُس کو علم ہو کہ امام اور اُس کے مقتدی سجدہ سو کر رہے ہیں یا تشهد بعد سجدہ سو میں بیٹھے ہیں باوجود اس علم کے اُس کی اقتدا درست ہے یا نادرست۔ بینوا توجروا

**الجواب**

ضرور مل جائے ہر حال میں اقتدا درست و صحیح ہے ردالمحتار میں زیر قول درمختار المسبوق یسجد مع امامہ مطلقاً سواء كان السهو قبل الاقتداء او بعده لکھا شمل ایضاً ما اذا سجد الامام واحدة ثم اقتدی به قال فی البحر فانه یتابع فی الاخری ولا یقضى الاولی کہا لا یقضیها لواقندی به بعد ما سجد هما انتهى۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** ۲۲ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب زید صبح کی نماز کے وقت وضو کر کے فارغ ہوا تو گمان کیا کہ امام نصف التحيات پڑھ چکا اور جماعت دوسری بھی طیار ہے اُس نے سنت پڑھنا شروع کیا بعد سنت کے جماعت ثانی ہوئی زید اُس میں شریک ہوا آیا پستین اُس کی ہوئیں یا نہیں اور زید امام اول کی التحيات میں شریک نہ ہونے سے گنہگار ہوا یا نہیں اور اُس التحيات میں شریک ہونا اُسے ضروری تھا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔



## الجواب

• سنتیں ہو تو ہر حال میں گئیں مگر زید کو حکم یہی تھا کہ امام اول کی التحیات میں شریک ہو جائے جماعت ثانیہ کے اعتماد پر اولیٰ کی شرکت نہ چھوڑے زید بالقصد بالاعتذار صحیح شرعی جماعت اولیٰ فوت کر دینے سے گنہگار ہوا درمختار میں ہے اذ اخاف فوت رکعتی الفجر کلا شتغلہ بسنتہما تو کھاردا مختار میں ہے الواحج عند اهل المذهب وجوب الجماعة وانه یا ثم بتفویثہا اتفاقا اھ وقد حققنا فی قنا ونا بتوفیق اللہ تعالیٰ ان هذا الحكم للجماعة الا ولی عینا ہاں اگر جماعت اولیٰ کا امام غلط خواں یا معاذ شریک مذہب گمراہ یا فاسق معلن تھا اور امام ثانی ان بلاؤں سے پاک تو زید نے بہت اچھا کیا ایسا ہی چاہیے تھا بلکہ اگر امام اول مثلاً ثانی مذہب تھا اور اس نے امام خفی المذہب کی اقتدا چاہی اس نیت سے تاخیر کی جب بھی گناہ نہ ہوا کما بینا کل ذلك فی قنا ونا والمسائل فی رد المختار وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از گونڈل مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب راندھیری ۱۱ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق بروقت اختتام نماز امام قعدہ اخیرہ میں تائیمت تشہد کے بعد گویا فقہی اقوال کے بموجب شہادتین کو مسبوق دوہرایا کرے تا سلام امام بجائے شہادتین کے اگر السلام علیک ایہا النبی سے دوہرایا کرے تو کچھ حرج ہے۔

## الجواب

فتحا نے تکرار تشہد ہی کو لکھا ہے اور اگر السلام سے تکرار کرے جب بھی کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس ۲۲ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق امام کی متابعت سجدہ و سلام دونوں میں کرے گا یا فقط سجدہ میں اور اگر بالفرض والتقدیر سلام میں متابعت کرے تو نماز مسبوق کی باقی رہے گی یا فاسد۔ بینوا اتوجروا جوا کما اللہ تعالیٰ

## الجواب

مسبوق صرف سجدہ میں متابعت کرے نہ سلام میں اگر سلام میں قصد متابعت کرے گا اگرچہ اپنے جہل سے یہ ہی سمجھ کر کہ مجھے شرعاً سلام میں بھی اتباع امام چاہیے تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی ہاں اگر سہواً سلام کیا تو نماز مطلقاً نہ جائے گی اور سجدہ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں کرنا نہ ہوگا اگر یہ سلام سہواً سلام امام سے پہلے یا معاً اس کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر کے تھا اور اگر سلام امام کے بعد بھول کر سلام پھیرا تو اس سجدہ سہو میں تو امام کی متابعت کرے ہی پھر جب اپنی باقی نماز کو کھڑا ہو تو اس کے ختم پر اس کے سہو سلام کے لیے سجدہ سہو کرے رد المختار میں ہے المسبوق لیسجد مع امامہ قید بالسجود لانه لا یتابعہ فی السلام بل یسجد معہ ویستشهد فاذا سلم الامام قام الی القضاء فان سلم فان کان عامداً فسدت ولا ولا یسجد علیہ ان سلم سہواً قبل الامام او معہ وان سلم بعدہ لزم لکونه منفی داً حیثئذ بحر واداد بالمعیتہ المقارنتہ وھونا درالوقوف کما فی شریع الملیۃ وفیہ لو سلم علی ظن ان علیہ ان یسلم فھو سلام عمد یمنع الذباء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقيم نے امام مسافر کی اقتدا کی اور ایک یا دونوں رکوع پائے مثلاً دوسری رکعت یا صرف التحیات میں شریک ہوا تو بعد سلام امام کے اپنی نماز کس طرح ادا کرے۔ بینوا توجروا

### الجواب

یہ صورت سبق لاحق کی ہے وہ پچھلی رکعتوں میں کہ مسافر سے ساقط میں مقيم مقتدی لاحق ہے لانه لم یدرکہما مع الامام بعد ما اقتدی بہ اور اس کے شریک ہونے سے پہلے ایک رکعت یا دونوں جس قدر نماز ہو چکی ہے اُس میں سبق ہے لانه فاتتہ قبل ان یقتدی در مختار و رد المحتار میں ہے مقيم اثم بمسافر فهو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبوقاً ایضاً کما اذا فاتتہ اول صلاة امامه المسافر اور حکم اس کا یہ ہے کہ جتنی نماز میں لاحق ہے پہلے اُسے بے قرات ادا کرے یعنی حالت قیام میں کچھ نہ پڑھے بلکہ اتنی دیر کہ سورہ فاتحہ پڑھی جائے محض خاموش کھڑا رہے بعدہ جتنی نماز میں سبق ہوا اُسے مع قرات یعنی فاتحہ و سورت کے ساتھ ادا کرے فی الدار المختار واللاحق یدو بقضاء ما فاتتہ بلا قراۃ ثم ما سبق بہ بھان کان مسبوقاً ایضاً اھ ملخصاً رد المختار میں ہے قولہ ثم ما سبق بہ بھان الخ اسی ثم صلی اللاحق ما سبق بہ بقراۃ ان کان مسبوقاً ایضاً بان اقتدی فی اثناء صلاة الامام ثم نام مثلاً وھذا بیان للقسمة الرابع وهو المسبوق اللاحق الخ پس اگر دونوں رکوع نہ پائے تھے تو پہلے دو رکعتیں بلا قرات پڑھ کر بعد التحیات دو رکعتیں فاتحہ و سورت سے پڑھے اور اگر ایک رکوع نہ ملا تھا تو پہلے ایک رکعت بلا قرات پڑھ کر بیٹھے اور التحیات پڑھے کیونکہ یہ اس کی دوسری ہوئی پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور ویسی ہی بلا قرات پڑھ کر اس پر بھی بیٹھے اور التحیات پڑھے کہ یہ رکعت اگرچہ اس کی تیسری ہے مگر نام کے حساب سے چوتھی ہے اور رکعات فاتحہ کو نماز امام کی ترتیب پر ادا کرنا ذمہ لاحق لازم ہوتا ہے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت با فاتحہ و سورت پڑھ کر بیٹھے اور بعد تشهد نماز تمام کرے فی رد المختار عن شریح الملتی والمجمع انه لو سبق بركعة من ذوات الأربع ونام فی رکعتین یصلی اولاً ما نام فیہ ثم ما ادرکہ مع الامام ثم ما سبق بہ فیصلی رکعة مما نام فیہ مع الامام ویقعد متابعاً لہ لانه ثانیۃ امامہ ثم یصلی الاخری مما نام فیہ ویقعد لانه ثانیۃ ثم یصلی التي انتبہ فیہا ویقعد متابعاً لامامہ لانه رابعۃ وکل ذلك بغیر قراۃ لانه مقتد ثم یصلی الركعة التي سبق بھا بقراۃ الفاتحة وسورة والا صل ان اللاحق یصلی علی ترتیب صلاة الامام والمسبوق یقضى ما سبق بہ بعد فراغ الامام اھ **قول** فھذا ہی الصورة المستعمل عنہا بید ان ما نحن فیہ اعنی اقتداء المقيم بالمسافر لا یتحقق فیہ الادراک بعد ما صار لاحقاً لانه انما یصیر لاحقاً فی الاخیرین وذلك انما یکون بعد سلام الامام فلا تتأخر عن صورة المتابعة بعد اداء ما هو لاحق فیہ کما لا یخفى ولذلك تغیر بعض الترتیب والله سبحانه وتعالى اعلم۔

**مسئلہ** - اگر امام ضلع ہر دہائی محلہ میدانی پورہ مدرسہ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی ۲۰ صفر ۱۳۸۷ھ

امام نماز ظہر یا عصر یا عشاء پڑھتا ہے اور ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہے کہ دوسرا شخص آکر شامل ہوا تو بعد ختم نے نماز کے یہ مقتدی اپنے رکعات باقیہ جو پڑھے تو اُس میں فاتحہ و سورت قرات کرے یا بقدر پڑھنے فاتحہ و سورت کے ساکت رہ کر رکوع و سجود

بجائے تشریحا لکھا جاوے اور اسی طرح اگر مسافر نماز میں مذکور نصف پڑھ کر ختم کرے تو مقتدی فاتحہ پڑھے یا بقدر قرات ساکت رہے۔  
 بیٹو! توجروا۔

### الجواب

صورت اولیٰ میں مقتدی کہ بعد سلام امام رکعت اولیٰ یا اولین قضا کرے فاتحہ و سورت وجوباً پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنے رکعات میں مثل منفرد اور فرد پر قرات لازم اور صورت ثانیہ میں مقیم کہ بعد سلام مسافر رکعتین اخیرتین ادا کرے بجائے قرات ساکت رہے کہ وہ ان رکعات میں لاحق ہے اور لاحق حکماً مقتدی اور مقتدی کو قرات ممنوع فی الدار المختار واللاحق من فاتتہ الركعات کلھا اور بعضہا بعد اقتدائہ لمقیم ائمتہ بمسافر وحکمہ کہ مؤخر فلا یأتی بقراءة ولا سهو والمسبقون من سبقہ الامام بھا اور بعضہا وهو منفرد حتی یثنی یتعوذ ویقرأ فیما یقضیہ فمد رک رکعة من غیر فجر یا فی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبراۃ الرباعی بفاتحة فقط اھ ملقطا واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ ائمتہ واحکم۔

مسئلہ - از پبلی بحیث و موضع بھنڈ ورہ علاقہ آٹولہ یکم شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس امام کے ساتھ چار رکعت کی نماز میں ایک رکعت ملی وہ باقی نماز کی تکمیل ادا کرے۔  
 بیٹو! توجروا۔

### الجواب

امام کے سلام کے بعد اٹھ کر ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اس کے بعد التحیات کے لیے بیٹھے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر نہ بیٹھے پھر ایک رکعت صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور قعدہ اخیرہ کہ کے سلام پھیر دے ہذا ما اعتمدہ الاثنتہ الخلة وعلیہ اقصر فی الخلاصة وشرح الطحاوی والا سیبجانی وفتح القدیر والبحر الرائق والدرر والدار المختار والھندیہ وغیرھا من معتمدات المذہب ودرختار میں ہے یقضی اول صلاتہ فی حق قراۃ واخرھا فی حق تشهد فمد رک رکعة من غیر فجر یا فی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبراۃ الرباعی بفاتحة فقط ولا یقعد قبلہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - انصہ میرزا والی ڈاکٹر نگہکر ریلوی ضلع گوجرانوالہ مسئلہ حافظ شاہ ولی اللہ صاحب، محرم الحرام ۱۳۰۸ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بخیرت عالی جناب قدسی القاب مولوی احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہ از فقیر غافل ولی اللہ شاہ بعد از تسلیات و آداب ما وجب معروض آنکہ عرصہ ایک سال کا گزر رہے کہ بندہ حضور کی قدوسی سے مشرف ہوا تھا اور ایک مسئلہ حضور سے دریافت کیا تھا کہ باب اقتدار مقیم کا مسافر کے ساتھ نماز رباعی میں اس حالت میں جو مسافر ایک رکعت ادا کر چکا ہو اور مقیم اگر ملا تو ایک رکعت مقیم نے امام مسافر کے ساتھ پائی پھر وہ تین کس طرح پرادا کرے میں نے آپ سے مسئلہ دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ ادلی و رکعت جو خالی قرات سے ہیں وہ ادا اس طرح پرادا کرے کہ بقدر الحمد کے قیام کرے اور اس میں قرات نہ پڑھے بعدہ ایک رکعت جو مسبوقانہ ہے ادا کرے

اور اس میں شاذ و فاحش و سورۃ پڑھے اور یہی مسئلہ مسافر والے کا اس جگہ تنازع دو مولوی صاحبوں کا آپس میں بڑا ہوا ہے بلکہ بہت عالموں سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا ہے سب کے سب آپ کے برخلاف بیان کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ یہ اسناد کتاب کے ہم نہیں منستے اور دوسری جگہ ہمیشہ جب امام سے علیحدہ ہو کر مسبقاً نہ ادا کرتا ہے تو پہلے ابتداء سے شروع کرتا ہے یعنی شاذ و فاحش و سورۃ شروع کرتا ہے کیا وجہ ہے کہ مقیم نماز رباعی میں امام مسافر کے ساتھ مسبق ہو جائے تو اول خالی دو رکعت ادا کرے برخلاف ترتیب معمولہ کے لہذا امر بانی فرما کر محض واسطے ثواب کے یہ مسئلہ مسافر والا مفصل مع حوالہ کتب معتبرہ کے تحریر فرمائیں تاکہ تنازع رفع ہو جائے مگر بجز حوالہ کتاب کے تسلی نہ ہوگی کیونکہ ہم نے اس جگہ بہت کتب سے معلوم کیا ہے کچھ تسکین نہیں ہوئی اور اگر پہلی خالی دو رکعت کو ادا کرے تو اس میں قعدہ ایک پر کرے یا نہ اور قرات و سجدہ سو بھی ادا کرے یا نہ کرے از جانب نیازمند امیر احمد اگرچہ ظاہر آپ سے شرف ملاقات حاصل نہیں مگر زبانی حافظہ ولی اللہ شاہ صاحب سے آپ کی تعریف سن کر شائق ہوں کہ آپ جیسا شاید ہندوستان میں کوئی عالم حنفی مذہب موجود نہیں جو مسئلہ حافظہ ولی اللہ شاہ صاحب نے ادا کر رکھا ہے آپ پورا پورا بعینہ حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان کلی حاصل ہو اور کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے اور دوسرے صرف نیازمند یہ شبہ واقع ہوا ہے کہ مسافر کے ساتھ مقیم نے نماز چار گانہ میں دوسری رکعت میں اگر اقتدار کیا تو اب پہلی رکعت جو بعد فراع امام اٹھ کر پڑھے گا کس طرح پڑھے گا کیونکہ اس کی تین رکعت باقی ہیں اور یہ جو رکعت امام کے ساتھ اس نے پائی ہے مقتدی کی کون رکعت ہوگی آیا عموم قاعدہ کے جو رکعت امام کی وہی رکعت مقتدی کی اس نماز میں تو یہ رکعت امام کی بجاۓ مسافر ہونے کے آخر کی ہے اور مقیم کی دوسری اب وہ دوسری رکعت میں الحمد و قل پڑھے گا یا نہیں ہر سر رکعت میں جیسے قرات پڑھنی کتب سے ثابت ہو تحریر فرمادیں تکلف و اوقات گرامی امیر احمد عفی عنہ مکر عرض یہ ہے کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ جو رکعت امام کی قرات والی ہے اس کی بھی قرات والی رکعت اس کے ساتھ ملحق ہو جائے یا کہ پہلی دو رکعت وہ ادا کرے جو خالی سورۃ والی ہیں فقط بنیوا توجروا

### الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم! نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم شاہ صاحب کرم فرما اگر کم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حکم مسئلہ جو کہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بیان کیا صحیح و مطابق کتاب تھا فاشتبہ ناظرین یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں یہ مقیم بھی بیوقوف ہے اور ہم مسبق کو دیکھتے ہیں کہ حق قرات میں اول نماز سے ابتدا کرتا ہے درمختار میں ہے المسبق یقضی اول صلاتہ فی حق قراۃ تو چاہیے تھا کہ یہ بھی بعد سلام امام رکعت اولیٰ ہی ادا کرتا جس میں اس کی حکم قرات ہے مگر انھوں نے یہ خیال نہ فرمایا کہ صورت مسطورہ میں مقیم تنہا مسبق نہیں لاحق بھی ہے در رکعت اخیرہ کی نظر سے لاحق اور اولیٰ کے اعتبار سے مسبق درمختار میں ہے الا لاحق من فاقته الركعات کلھا او بعضها بعد اقتدائه مکفیم انما بعد مسافر رد المحتار میں ہے ای فہو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبقا کما اذا فاته اول صلاۃ امام المسافر اور مسبق لاحق کو یہی حکم ہے کہ پہلے دو رکعت بے قرات ادا کرے جن میں لاحق ہے ان سے فارغ ہو کر رکعت مسبق ہوا کی قضا با قرات کرے درمختار میں ہے الا لاحق یبدأ بقضاء ما فاته بلا قراۃ ثم ما سبقت به بھان کان مسبقا ایضاً تو علماء کا فرمانا کہ مسبق قضا کے رکعات میں اول نماز سے آغاز کرے اس کے یہ معنی نہیں کہ سب سے پہلے رکعات مسبق ہوا کی قضا کرے

یہ تو نہ لفظوں کا مفاد نہ ان کی مراد نہ واقع میں صحیح و مضبوط بعد اتمام کتب فقہیہ جن میں خود انھیں علماء کی صاف و صریح تصریح ہے کہ مقتدی جس نماز میں لاحق ہو اسے مسنون بہا سے پہلے ادا کرے اس کے بطلان پر شاہد عدل بلکہ علماء اس حکم سے صرف رکعات مسنون بہا کی باہمی ترتیب ارشاد فرماتے ہیں یعنی چند رکعتوں میں مسنون ہو وہ ان کی قضا کے وقت الاول فالاول ادا کرے مثلاً تین میں مسنون ہو تو پہلے میں ثنا و قنود و فاتحہ سب کچھ پڑھے دوسری میں صرف فاتحہ و سورۃ تیسری میں فقط فاتحہ غرض حکم منکشف ہے اور شہد منکشف یونہی دوسرا شہد کہ قیاس چاہتا ہے کہ رکعت قرأت رکعت قرأت سے ملتی ہو اولاً نصوص صریحہ کے مقابل ہمارے خیالات کو کیا دخل ثانیاً جسے چار رکعت نماز میں صرف اخیرہ ملی بعد سلام امام دو رکعت قرأت پڑھے گا تو جیسے خالی سے خالی کا اتصال ضرور نہیں یونہی بھری سے بھری کا ثالثاً یہ دیکھنا تھا کہ وہ رکعت قرأت کون سی ہے جس سے رکعت قرأت ملتی ہوئی ہے اور وہ کون سی ہے جو اسے امام کے ساتھ ملی ہے وہ رکعت قرأت رکعت اولیٰ ہے جس کے بعد رکعت قرأت ہوتی ہے اور اس نے ہمراہ امام رکعت ثانیہ پائی اس سے رکعت بے قرأت ہی ملتی ہے غرض یونہی دیکھئے تو دوسری کے بعد تیسری کا محل ہے نہ وہ پہلی کا بخلاف مسنون کہ چوتھی تک ادا کر چکا لاہرم اب پہلی سے شروع کرے گا رہا حکم قنود و سجود جب سلام امام مسافر کے بعد مقیم قائم ہو ایک رکعت پڑھ کر اسے قنود چاہیے کہ اگرچہ اصل میں یہ تیسری رکعت ہے مگر اس کی ادائی میں دوسری ہے تو اس پر ایک شفعہ تام ہوگا اور ہر شفعہ پر قنود مطلقاً چاہیے امام مفرد مقتدی مدک لاحق مسنون اس قدر حکم میں سب شرابک ہیں مسنون کے لیے درمختار و خلاصہ و ہند یہ میں ہے واللفظ لھا تین لواد رک رکعتہ من المغرب قضی رکعتین وفضل بقعدۃ فتکون بثلاث قعدات و لواد رک رکعتہ من الرباعیۃ یقضی رکعتہ و یشہد الخ لاحق کے لیے شرح مجمع وغنیہ ورد المختار میں ہے لو سبق برکعتہ من ذوات الادب و نام فی رکعتین یصل اولاً ما نام فیہ ثم ادرکہ مع الامام ثم ما سبق بہ فیصلی رکعتہ ما نام فیہ مع الامام و یقعد متابعۃ لہ لانہا ثانیۃ امامہ ثم یصلی آخری ما نام فیہ و یقعد لانہا ثانیۃ الخ دیکھوان کی ادائی میں جو رکعت دوسری تھی اس پر قنود کا حکم دیا اگرچہ واقع میں وہ مسنون کی پہلی اور لاحق کی تیسری تھی کما لا یخفی یہ عبارت بھی نص صریح ہے کہ لاحق مسنون جس رکعت میں لاحق ہوا اسے رکعت مسنون بہا سے پہلے ادا کرے گا اور مقیم مذکور کو بعد فراغ امام جو سہو ہوا اگر وہ سہو رکعت مسنون بہا میں ہے تو بالاجماع سجدہ سہو لازم لانہ فیہا مسنون و علی المسنون السجود لبھوۃ اور اگر ان دو رکعت میں ہے جن میں اسے حکم لاحق دیا گیا تو لزوم سجدہ میں علی مختلف ہیں اور اصح لزوم ہے بحر الرائق میں ہے المقیم المقتدی بالمسافر اذا قام الی اتمام صلاتہ و تھا ذکر فی الاصل انہ یلزم سجود المسہو صحیح فی البدائع او ملخصاً واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علی جبل مجداً اتم و احکم نقذ

## فصل الاستخلاف

مسئلہ - از کب بریلی ۱۱ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر نماز پڑھاتے ہیں امام کا وضو جاتا رہے تو مقتدی کیا کریں اور انکی نماز کیونکر درست ہے۔ بلیو اتوجروا

## الجواب

یہ صورت اختلاف کی ہے کہ امام قبل اس کے کہ وضو کرنے کو مسجد سے باہر نکلے مقتدیوں میں سے کسی صالح امامت کو اپنا خلیفہ کر دے اور وہ خلیفہ نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے ایک کو امام کر دیں یا ان میں سے کوئی خود ہی آگے بڑھ جائے بشرطیکہ امام ابھی مسجد سے خارج نہ ہوا ہو کہ خلیفہ اس کی جگہ جاکھڑا ہوا ان صورتوں میں بعد لحاظ شرائط کثیرہ نماز قائم رہے گی اور اگر پانی مسجد ہی میں مل سکے کہ وضو کے لیے باہر جانا نہ پڑے تو ان باتوں کی حاجت نہیں بلکہ مقتدی اپنی حالت پر باقی رہیں اور امام وضو کر کے آجائے اور نماز جہاں سے چھوڑی تھی شروع کر دے مگر یہ مسئلہ اختلاف ایک سخت دشوار و کثیر الشقوق مسئلہ ہے جس میں بہت شرائط اور بکثرت اختلاف صورت سے اختلاف احکام ہے جن کی پوری مراعات عام لوگوں سے کم متوقع لہذا وہ ان امور کے خیال میں دبڑیں بلکہ جو بات احسن و افضل و اعلیٰ و اکمل ہے اسی پر کاربند رہیں یعنی اس نیت کو توڑ کر از سر نو نماز پڑھنا کہ جو لوگ علم کافی رکھتے اور مراعات جمیع احکام پر قادر ہیں ان کے لیے بھی افضل یہی ہے تو عام لوگ ایک خلاف فضل بات کے حاصل کرنے کو ایسے راہ دشوار گزار میں کیوں پڑیں فی الدار المختار اعلام ان لجواز البناء ثلثة عشر شہ ط الخ ثم قال سبغ الامام حدث غیر مانع للبناء استخلف ای جازلہ ذلک ما لم یجاوز الصفوف لوفی الصحیاء و ما لم یمخرج من المسجد بوفیہ ولو کان الماء فی المسجد لم یحییجہ للاستخلاف واستثنایہ افضل تمحوزا عن الخلاف اھ ملنقطار الدار المختار میں ہے ان قدم القوم واحدا او تقدم بنفسه لعدم استخلاف الامام جازان قام مقام الاول قبل ان یمخرج من المسجد ولو خرج منه فسدت صلاة الكل دون الامام کذا فی الخانیۃ انھی والله تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو حدث ہوا اس نے ایک امی مقتدی کو خلیفہ کیا اس خلیفہ نے دوسرے کو خلیفہ کر دیا آیا یہ نماز صحیح ہوئی یا فاسد - بینا توجروا -

## الجواب

اگر یہ خلیفہ فی الحقیقۃ امی ہے کہ ایک آیت بھی قرآن کی اُسے یاد نہیں اور اس نے قبل اس کے کہ امام مسجد سے باہر جاوے اور آسمان امام کی جگہ پہنچے دوسرے شخص صالح امامت کو خلیفہ کر دیا اور وہ امام کے نکلنے سے پہلے اُس کی جگہ پر پہنچ گیا تو نماز صحیح ہوگئی کہ ہر چند اُمی صلاحیت خلاف نہیں رکھتا لیکن اس حالت میں خلیفہ دوسرا شخص ہے نہ وہ فی الہندیۃ و شرط جواز صلاة الخلیفۃ والقوم ان یصل الخلیفۃ الی المحراب قبل ان یمخرج الامام عن المسجد کذا فی جمیع المائت و لو استخلف فاستخلف الخلیفۃ عنده قال الفضلی ان لم یمخرج الاول ولم یأخذ الخلیفۃ مکانہ حتی استخلف جاز یصیر کان الثانی تقدم بنفسه او قدم الاول والا لم یجزھ کذا فی الخلاصہ اور جو امام نے اُسے شہد میں یا اُس سے پہلے خلیفہ کیا اور اُس نے امام کی جگہ پر پہنچنے کے بعد دوسرے شخص کو خلیفہ کیا تو نماز فاسد ہوئی اب اصلاح اس کے دوسرے کو خلیفہ کرنے سے متصور نہیں فی الدار المختار واستخلف الامام امیا فی الاخریین ولو فی الشہد اما بعدہ فقصم لحوجہ بصنعہ نقصد صلاحہم اسی طرح دوسرا شخص امام کی جگہ پر بعد اس کے کہ امام مسجد سے خارج ہو پہنچا تو نماز فاسد ہوگئی۔ اور جو خلیفہ اول کو ایک آیت قرآن کی یاد ہے تو وہ صالح خلاف تھا اسی صورت میں دوسرے کو خلیفہ کرنے سے نماز اُس کی فاسد ہوگئی

کہ اختلاف بدون ضرورت کے نماز کو فاسد کرتا ہے کما فی الہدایۃ فی مسئلۃ من الحدث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از شہر یازار شہاست گنج مسئلہ نثار احمد صاحب ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا نماز میں وضو ٹوٹ گیا اور امام رکوع ان ابراہیمہ کان پڑھ رہا تھا اور جو خلیفہ امام نے بنایا اُس کو رکوع مذکور یاد نہیں تھا اب وہ خلیفہ کوئی سورت یعنی اخلاص یا اور کوئی سورت پڑھے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں اور وضو کے بعد امام اپنی جگہ آسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب**

نماز ہو جائے گی اور امام کے خلیفہ نے جتنی پڑھی اتنی پڑھ کر اگر خلیفہ نماز میں ملے اُس کا شرک ہو جائے یہ نہیں کر سکتا کہ باقی نماز میں اُسے ہٹا کر خود امام ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## باب مُفسدات الصلوٰۃ

**مسئلہ**۔ از بیہی مسجد قضا بان کرافٹ مارکیٹ ۲۹ شعبان ۱۳۳۹ھ مسئلہ مولوی عمر الدین صاحب

مولانا المعظم ذی الفضل الاعظم دامت برکاتہم العالیہ بتبلیغات بصیرت غیبات کے واضح رائے عالی ہو کہ زمانہ طاب علی میں کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ مصلیٰ کو غیر مصلیٰ پنکھا کرے تو مصلیٰ کو اگر اُس پر رخصا مندی ہے تو نماز اُس کی فاسد ہو جائے گی اب اس مسئلہ کو بہت تلاش کیا ہوں نہیں ملتا البتہ مولوی عبدالحی کے رسالہ نفع المفتی والسائل میں ہے قلت فہما فی مجمع البرکات من فساد صلوٰۃ من روحہ غیر مصلیٰ بمروحة معللاً بانہ وضی بفعل الغیر معتمد علیہ فانہ مخالف للدرایۃ والروایۃ وقد کان الوالد العلام افقی بہ مرۃ ثمر جمع عنہ وحکم بکونہ غلطاً وقد اغتر بہ بعض معاصریہ فاصری علی الاقتناء بہ واعتمد علیہ عملاً واقناء ولہ یدرکونہ لغواً مجمع البرکات کس کی تصنیف ہے اور حضور کی رائے عالی اس مسئلہ میں اُس کے موافق ہے یا مخالف بر تقدیر موافقت برقی پنکھا جو آدمی کی صنعت ہے اس حکم میں داخل ہے یا نہیں چارچھ سطر اس کے متعلق اگر جوابی کارڈ پر تحریر فرمائی جائے تو عین بندہ نوازی ہوگی۔

**الجواب**

مولانا البجل المکرم المعظم جیلہ المولیٰ سبحانہ تعالیٰ کا سمر عمر الدین آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مجمع البرکات مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف ہے اگر یہ عبارت اُس کے کسی نسخہ صحیحہ میں ہو تو اُس سے مراد نماز قلبی کا فساد ہوگا نہ نماز فقی کا کہ ادائے فرض و دفع کبیرہ ترک کے لیے باذنہ تعالیٰ کافی ہے ظاہر ہے کہ فعل غیر پر وضو عمل قلیل بھی نہیں کثیر درکنار تو فساد نماز فقی ناممکن ہے ہاں نماز قلبی تذل و تضرع و خشع ہے کما فی الحدیث اور یہ امر فروعی و خبری بردال ہے لہذا اُس میں مغل ہو سکتا ہے اگر اُس کی نیت خود استخدام اور نماز میں اپنا اعظام ہو تو یقیناً مفسد نماز قلب ہے درہ مفسد کی صورت ہے لہذا احتراز درکار ہے پنکھا کہ کل کے ذریعہ سے چلے اگر اُس کے



مسئلے میں مٹی کا تیل وغیرہ بدبو چیزیں ہوں تو ایسی اشیاء کا مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ کم از کم ناپسند و خلاف مصالح ہے پتکے کا مسئلہ فتاوائے فقیر میں بہت مفصل ہے۔ فلیراجع واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ مسئلہ شوکت علی۔ ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے اور اُس کی نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے اور نمازی کے آگے سے کس قدر دور تک گزر نہ کرنا چاہیے۔

### الجواب

نماز میں کوئی خلل نہیں آتا نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک زیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجد تک نکلنے کی اجازت نہیں اُس سے باہر نکل سکتا ہے موضع سجد کے یعنی کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع و خضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجد پر جمائے یعنی جہاں سجدے میں اُس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جمائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع سجد میں ہے اُس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اُس سے باہر جائز درمختار میں ہے مردہ فی الصحواء فی مسجد کبیر موضع سجدہ فی الاصحہ او مردہ بین یدین الی حائط القبلة فی بیت و مسجد صغیر فانہ کبقعة واحدة ردالمحتار میں ہے قولہ بموضع سجدہ کما فی الدرر و هذا مع القیود التي بعدہ انما هو لا نفوا کا فالفساد منتف مطلقا قولہ فی الاصحہ صحیحہ القوتاشی و صاحب البدائع و اختارہ فخر الاسلام و رجحہ فی النهاية و الفتح انہ قدر ما یقع بصرہ علی المار لوصلی بخشوع ای رامیا ببصرہ الی موضع سجدہ اہ مختصرا منہ الخائق میں تجنیس سے ہے الصحیح مقدار منتهی بصرہ و هو موضع سجدہ وقال ابو نصر مقدار ما بین الصف الاول و بین مقام الامام و هذا عین الاول و لكن بعبارة اخرى و فيما قرأنا علی شيخنا منہاج الاثمة رحمہ اللہ تعالیٰ ان یرمجیث یقع بصرہ و هو یصلی صلاة الخاشعین و هذه العبارة اوضح علامہ شامی فرماتے ہیں فانظر کیف جعل لكل قولا واحدا و انما الاختلاف فی العبارة لانی المعنی نیز ردالمحتار میں ہے (قولہ فی بیت) ظاہرہ و لو کبیر او فی القفستان فی وینبغی ان یدخل فیہ ای فی حکم المسجد الصغیر الدار و البیت رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے فاضل قسطنی نے لکھا چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس گز مگر سے کم ہو نفی ردالمحتار عنہ مسجد صغیر ہوا قل من ستین ذراعا و قل من اربعین و هو المختار کما اشار الیہ فی الجواہر **اقول** یہاں گزے گز مساحت مراد ہونا چاہیے لانہ الاولین بالمسوحات کما قالہ الامام قاضی خان فی الماء فہمنا ہوا المتعین بالاولیٰ اور گز مساحت ہمارے اس گز سے کہ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گزہ اور دو تہائی گزہ ہے کما بینناہ فی بعض فتاوانا تو اُس گز سے چالیس گز مگر ہمارے گز سے چون گز سات گزہ اور گزہ کا نواں حصہ ہوا کما لا یمحی علی المحاسب تو اس زعم علامہ پر ہمارے گز سے چون گز سات گزہ مگر مسجد صغیر ہوئی اور ساڑھے چون گز مسجد کبیر یہ ہے وہ کہ انھوں نے لکھا اور علامہ شامی نے اُس میں ان کا اتباع کیا **اقول** مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گز عبارت جواہر الفتاویٰ دربارہ دار ہے نہ دربارہ مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف

شرط ہے جیسے مسجد خاتم کربلا ہزار ستون پر ہے باقی عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز کسبوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز کما بینا فی قنادنا - واللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ** - از کلہ فوجداری بالا خانہ ۳۳۳ مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب آخر بیچ الاخر ۳۳۳  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو قعدہ اولیٰ میں اپنی عادت سے دیہ لگی اور مقتدی نے بخمال اس امر کے کہ امام کو سہو ہوا ہوگا تکبیر یا واز بلند بنا بر اطلاع امام کہی تو نماز مقتدی کی فاسد ہوئی یا نہیں - بینوا توجروا

## الجواب

ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظاً قراءت یا ذکر مثلاً تسبیح و تکبیر ہے اور یہ سب اجزاء و اذکار نماز سے ہیں مگر معنی کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب کرنا اور اسے سکھانا ہوتا ہے یعنی تو بھولا اس کے بعد تجھے یہ کرنا چاہیے پر نظام کہ اس سے یہی غرض مراد ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم تو اس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا اگرچہ صورت قرآن یا ذکر و لہذا اگر نماز میں کسی یحییٰ نامی کو خطاب کی نیت سے یہ آیہ کریمہ لیجی اخذ الکتب بقوۃ پڑھی بالا اتفاق نماز جاتی رہی حالانکہ وہ حقیقت قرآن ہے اس بنا پر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا اگرچہ بر محل ہو مفہم نماز ہو کہ جب وہ لحاظ معنی کلام ٹھہرا تو بہر حال افساد نماز کرے گا مگر حاجت اصلاح نماز کے وقت یا جہاں خاص نص وارد ہے ہمارے ائمہ نے اس قیاس کو ترک فرمایا اور حکم استحسان جس کے اعلیٰ وجہ سے نص و ضرورت ہے جواز کا حکم دیا و لہذا صحیح یہ ہے کہ جب امام قراءت میں بھولے مقتدی کو مطلقاً بتانا اور اگرچہ قدر واجب پڑھ چکا ہو اگرچہ ایک سے دوسرے کی طرف انتقال ہی کیا ہو کہ صورت اولیٰ میں گو واجب ادا ہو چکا مگر احتمال ہے کہ رکنے اُجھنے کے سبب کوئی لفظ اس کی زبان سے ایسا نکل جائے جو مفہم نماز ہو لہذا مقتدی کو اپنی نماز درست رکھنے کے لیے بتانے کی حاجت ہے بعض عوام حفاظ کو شاہدہ کیا گیا کہ جب تراویح میں بھولے اور یاد نہ آیا تو ایسے آں یا اور اسی کی شتم الفاظ بے معنی ان کی زبان سے نکلے اور فساد نماز کا باعث ہوئے اور صورت ثانیہ میں اگرچہ قراءت وائل ہے تو صرف آیت چھوٹ جانے سے فساد نماز کا اندیشہ نہ ہو مگر اس بات میں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نص وارد و هو حدیث سورۃ المؤمنین الذی ذکرہ المحقق فی الفتح وغیرہ فی غیرہ مع اطلاقات احادیث اخروار دة فی الباب کما بینہ فی الحلیۃ من المفسدات **اقول** والاحسن من کل ذلک التمسک بما اخرج ابو داود و عبد اللہ ابن الامام فی زوائد المسند عن مسود بن بزید المالکی قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فترك اية فقال له رجل يا رسول الله اية كذا وكذا فقال فھلا اذکر تنہما و ذلک لان حدیث الفتح فی ترک کلمۃ وھو انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی الصلوة سورۃ المؤمنین فترك کلمۃ فلما فرغ قال المکیں فیکم ائی قال بلی قال فھلا فتمت علی فظاھر ان حکم ترک کلمۃ اضیق من حکم الانتقال من اية الى اية و اثر علی کرم اللہ تعالیٰ و جھہ اذا استطعتم کما لامام فاطمہ روایہ سعید بن منصور فی سننہ و ذکرہ فی الحلیۃ و الفتح فیما اذا سکت الامام ینتظر الفتح و حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما نفع علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الاثمۃ روایہ الدارقطنی و الحاکم و صحیحہ معجم بخلاف ما ذکرنا ففیہ تصریح ترک اية وان کان قد یقال

علیٰ هذا وعلى ما تمسك به في الفتح من حديث الكلمة انهما من وقائع العين ليس فيهما ان ذلك كان بعد ثلاث او قبلها  
 واما اگر کوئی مکان میں آنے کا اذن چاہے اور یہ اس غرض سے کہ اُسے نماز میں ہونا معلوم ہو جائے تسبیح یا تکبیر یا تہلیل کے نماز فاسد نہ ہوگی کہ  
 اس بارے میں بھی حدیث وارد ہو و علیٰ ما ذکر علماءنا فی الهدایۃ والکافی والتبیین والفتح والحلیۃ والنعیۃ والبحر وغیرہا حدیث  
 سهل بن سعد عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من نابه شیء فی صلاتہ فلیسیم اخرجہ الشیخان وغیرہما **قول** والا قرب  
 ما اخرج احمد فی المسند عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ قال کان لی ساعة من السجود دخل فیہا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم فان کان قائما یصلی سجد لی الحدیث بس جو بتا تا حاجت ونص کے مواضع سے جدا ہو وہ بیشک اصل قیاس پر جاری رہے گا  
 کہ وہاں اُس کے حکم کا کوئی معارض نہیں اس لیے اگر غیر نمازی یا دوسرے نمازی کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا ایک مقتدی دوسرے مقتدی  
 یا امام کسی مقتدی کو بتائے قطعاً نماز قطع ہو جائے گی کہ اُس کی غلطی سے اُس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا جو اسے حاجت اصلاح ہوتی تو بے ضرورت  
 واقع ہوا اور نماز گئی بخلاف امام کہ اُس کی نماز کا خلل بعینہ مقتدی کی نماز کا خلل ہے تو اس کا بتانا اپنی نماز کا بنانا ہے تبیین الحقائق میں ہے قولہ  
 وفتحہ علی غیر امامہ لانه تعلیم وتعلم من غیر ضرورة فکان من کلام الناس وقولہ علی غیر امامہ لیشمل فتحہ المقتدی علی  
 المقتدی وعلی غیر المصلی وعلی المصلی وحده وفتحہ الامام والمفرد علی اسی شخص کان وکل ذلك مفسد الا اذا قصد بـ  
 التلاوة دون الفتح اہ ملخصا در مختار میں ہے یفسدہا کل ما قصد بہ الجواب او الخطاب کقولہ لمن اسمر یحییٰ یحییٰ خذا لکتب  
 بقوة اہ ملخصا در مختار میں ہے قولہ او الخطاب الخ هذا مفسد بالاجماع وهو مما اورد نقضا علی اصل ابی یوسف فانه  
 قرآن لم یوضع خطا بالمن خاطبہ المصلی وقد اخرجہ بقصد الخطاب عن کونہ قرآنا وجعلہ من کلام الناس علامہ ابن امیر  
 الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں الذی یفتیہ کان یقول خذ منی کذا والتعلیم لیس من الصلاة فی شیء وادخال ما لیس منها فیہا  
 یوجب فسادہا وکان قضیۃ هذا المعنی ان نقصد صلاتہ اذا فتحہ علی امامہ لکن سقط اعتبار التعلیم للاحادیث وللحاجة  
 الی اصلاح صلاة نفسه فماعداد ذلك یعمل فیہ بقضیۃ القیاس اہ ملخصا بالمعنی اُسی میں ہے ہذا اقتد استعمل فی  
 موضع الجواب وقد ارید ذلك منه وفہم فیصیر من هذا الوجه کلام الناس فیفسد وان لم یکن من حیث الصیغۃ فی  
 الاصل من کلامہم فالقیاس فساد الصلوۃ الا انا ترکناہ بالنص والمعدول بہ عن القیاس لا یقاس علیہ اہ ملخصا  
 اُسی میں ہے م ان فتحہ بعد ما قرأ قد رما تجوز بہ الصلاة نقصد ش لانه لیس فیہ اصلاح صلاتہ فلیبقى تعلیمہما  
 وجوابا لہ وان اخذ الامام بفتحہ نقصد صلاة الكل م الصحیح لا من کذا فی الخانیۃ والخلاصۃ ونص القاضی فی شروح  
 الجمع الصغیرانہ الاصحی وعللہ ہو وغیرہ بانه لو لم یفتحہ رجا جری علی لسانہ ما یكون مفسد اُنکان بمنزلة الفتح والاولی  
 فی التعلیل حدیث المسور بن یزید واطلاق ما روی عن علی وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم وان انتقل الامام الی  
 آیۃ اخرى ففتحہ علیہ بعد الانتقال نقصد ش لوجود التعلیق من غیر ضرورة کذا فی الهدایۃ وغیرہا وجعل صاحب  
 الذخیرۃ هذا محکیا عن القاضی الامام ابی بکر الزنجوی وان غیرہ من المشائخ قالوا لا نقصد کذا نقلوہ عن المحيط واخذ

من هذا صاحب النهاية ان عدم الفساد قول عامة المشائخ ووافقه شيخنا رحمه الله تعالى على ذلك وهو الا وفاق لاطلاق  
الخص الذي روينا اه ملخصا فتح القدير میں ہے خروج قصد اعلام الصلاة بالحديث لالانه لم يتغير بعزيمة فيبقى  
ما وراعه على المنع اه ملخصا جب یہ اصل مہد ہولی حکم صورت مسئلہ واضح ہو گیا ظاہر ہے کہ جب امام کو قعدہ اولیٰ میں دیر ہوئی اور  
مقتدی نے اس گان سے کہ یہ قعدہ اخیرہ سمجھا ہے تنبیہ کی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واقع میں اس کا گان غلط ہوگا یعنی امام قعدہ اولیٰ  
ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے اس بار التحیات زیادہ ترتیل سے ادا کی جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرر  
بلکہ محض غلط واقع ہوا تو یقیناً کلام ٹھرا اور مفسد نماز ہوا لقول الحلیہ ان ما وراعه ذلك يعمل فيه بقضية القياس ولقوله المعدل  
به عن القياس لا يقاس عليه ولقول الفقه يبقی ما وراعه على المنع ولقول التبيين لا يقاس عليه غيره وهذا واضح جدا  
یا اس کا گان صحیح تھا غور کیجیے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو و بے حاجت واقع ہونا اور اصلاح نماز سے اصلاح تعلق نہ رکھنا ثابت  
کہ جب امام قعدہ اولیٰ میں اتنی تاخیر کر چکا جس سے مقتدی اس کے سو پر مطلع ہوا تو لاجرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک واجب  
ولزم سجدہ سوودہ ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو فیصل کیا جائے  
کہ غایت درجہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سو کا سو رہے گا یاں جس وقت سلام شروع کرتا اس وقت حاجت  
محقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہیے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل و فساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گان میں نماز تمام کر چکا عجب نہیں کہ  
کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا اندیشہ تو سوا فضول و بے فائدہ کے  
کیا باقی رہا لہذا مقتضائے نظر فتنی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے نظیر اس کی یہ ہے کہ جب امام قعدہ اولیٰ چھوڑ کر پورا کھڑا ہو جائے تو اب  
مقتدی بیٹھنے کا اشارہ نہ کرے ورنہ ہمارے امام کے مذہب پر مقتدی کی نماز جاتی رہے گی کہ پورا کھڑے ہونے کے بعد امام کو قعدہ اولیٰ کی طرف  
عود ناجائز تھا تو اس کا بتانا محض بے فائدہ رہا اور اپنے اصلی حکم کی رو سے کلام ٹھہر کر مفسد نماز ہوا بحر الرائق میں ہے لیسبغ للامام في  
فسبغ الماموم لا باس به لان المقصود به اصلاح الصلوة فقط حكما لكلام عند الحاجة الى الاصلاح ولا يسبغ للامام اذا قام  
الى الاخيرين لانه لا يجوز له الرجوع اذا كان الى القيام اقرب فلم يكن التسبغ مفيدا كذا في البدائع وينبغي فساد الصلوة به  
لان القياس فسادها به عند قصد الاعلام وانما ترك للحديث الصحيح من نابه شيء في صلاته فليسبغ فللحاجة لم يعمل  
بالقياس فعند عدمها يبقى الامر على اصل القياس ثم رأيت في المجتبى قال ولو قام الى الثالثة في الظهر قبل ان يقعد  
فقال المقتدى سبحن الله قيل لا تقصد وعن الكرخي تقصد عندهما اه وبه انتهى ما نقلناه عن البحر قلت وقوله عندهما  
يريد به الطرفين فان مذهبهما تغیر الذکر بتغير العزيمة خلا لاجب يوسف ففقد ما كان ذكرا بصيغته لا تعمل فيه النسبة  
وكن اوله اعني المجتبى لو سبغ او هلك يريد به زجرا عن فعل او امرا به فسدت عندهما اه فانما اراد الطرفين رضي الله  
تعالى عنهما ثم اقول وبالله التوفيق لا يبعد ان يكون قام في القيل للامارة لقوله تعالى يا ايها الذين امنوا اذا قمتم الى  
الصلوة وفي رواية الكرخي للحقيقة لقوله تعالى وانه لما قام عميد الله يدعوه الابه وهذا جمع كما ترى حسن انشاء الله تعالى

و لا فلا شک ان الدلیل مع الکفی و انه ہو قضیة مذهب الامام والا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فعلیہ فلیکن التعلیل  
 فان قیل فی القیل لو ارا دلالة فمالوجہ لتخصیص المسألة بالذکر فانها معلومة من اطلاق قولہم لوعرض الامام شی الخ **اقول** بل  
 کان ملتوہم ان یتوہم عدم الجواز ہنہا مطلقا کما یتوہم من ظاہر لفظ البدائع لا یسبح للامام اذا قام الی الاخرین حیث  
 لم فیصل والحادی علی الوہم ان المقتدی لا یطلع علی قیام الامام بغورہ بل یتاخر ذلک عن افاضتہ فی القیام ولو لخطات  
 کما ہو معلوم مشاہد فعند ذلک یسبح ثلث الامام لا ینبہ بغورہ ما بدأ المقتدی بحجرات التسمیہ بل یتاخر ولو لخطۃ ثم ہو رہا  
 لا یقتد کر مجرور السماع والتنبہ علی تنبیہہ بل قد یحتاج الی فنی من التامل فہذہ ثلث وقفات والامام اذا تخض تخض ولم  
 یکن فیہ تدرج یقتضی مکثا معتد ابہ فرجا لا یتنبہ بتسمیہ الابد ما قات وقت العود لاسیما علی قول من قال بقواتہ  
 اذا قرب الی القیام کما ہو مختار صاحب البدائع والہدایۃ والوقایۃ والکنز وغیرہم من الجملۃ الکرام وان کان الاصح العبرۃ  
 بتمام القیام کما اعتدہ فی مواہب الرحمن ونور الایضاح والتنویر والفتح والدر المختار وغیرہا وجعلہ فی الدر ظاہر المذهب  
 فاذا کان الامر علی ما وصفنا لک نفسی ان یتوہم کونہ عبثا مطلقا فیحکم بفساد الصلوۃ بہ علی الاطلاق فہست الحاجۃ الی  
 التصحیح بذلک فان المسموع ہو کونہ مفید احین وقوعہ ہو کذلک فی فور القیام ولو بما یرجی العود بہ بل ربما یقع و ہذا  
 حسبہ ولا یضوہ ان تعجل الامام ولم یلتفت کما اذا فتح ولم یأخذ **فانقلت** یحتمل ان الامام لما ظن ان صلاتہ تمت  
 لعلہ یتعمد الکلام او الذہاب او الضمک قبل ان یسلم **قلت** ہذا فی غایۃ البعد ولا یتوقع من المسلم بل ہو اساعۃ  
 ظن بہ والفقر لا ینبئ علی نادر فضلا عما عساه لم یقع قط بل ہو احتمال علی احتمال لان ظن الامام تمام الصلوۃ  
 ایضا غیر معلوم کما قد منا فان شہۃ الشہۃ ولا عبرۃ بھا اصلا ہذا ما وقع فی الحلۃ نقلنا عن المحیط الرضوی اذا فتح علی امامہ  
 یجوز مطلقا لان الفتح وان کان تعلیما ولكن التعلیم لیس یعمل کثیرا و انه تلذذۃ حقیقۃ فلا یکون مفسدا وان لم یکن محتاجا الیہ  
**فاقول** یمجب ان یحتمل فیہ لام التعلیم علی العهد ای ہذا التعلیم من المقتدی للامام مکمل لام الفتح فلیس المراد الا ہذا الفتح  
 لا مطلقا ولو من غیر مقتدی علی امامہ وذلک لان کون مطلق التعلیم من العمل القلیل باطل بداہتہ وتشہد بہ فروع فی المذهب  
 متواترات بل قد نص فی الفتح فی نفس مسئلۃ الفتح ان التکوار لم یشتط فی الجامع ای ان الجامع الصغیر لم یشتط للافساد تکوار الفتح  
 بل حکم بہ مطلقا قال وہو الصحیح و کذا صحیح فی الخانیۃ وقد علم ہذا من مذهب الامام فانه اذا جعل کلاما قلیلہ و کثیرہ  
 سواء فاعرف وتثبت وبالله التوفیق ہذا ما عندی والله سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کلمتہ علی موتی گلی بہ اجاب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں اکثر لوگ بے پڑھے نماز ظہر و عصر و مغرب و عشا کے فرض تنہا پڑھنے کی حالت میں  
 تکبیرات انتقالیہ بجز اس غرض سے کہتے ہیں کہ دوسرے نمازی معلوم کر لیں کہ شیخ فرض پڑھتا ہے اور شریک ہو جائیں اس صورت میں ہر کے  
 ساتھ تکبیر کرنے سے نماز میں فساد ہوتا ہے یا نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دوسرا شخص آیا اور منتظر اس امر کا ہے کہ

یہ نازی بجز تکبیر کے تو میں شریک ہو جاؤں چنانچہ اُس نے اُس کی اطلاع کی غرض سے تکبیر ہجر کے ساتھ کہی اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا صحیح۔ بینوا تو جروا

الجواب

دونوں صورتوں میں اگر نازیوں نے اصل تکبیرات انتقال بہ نیت ادا کی سنت و ذکر الہی عز وجل ہی کہیں اور صرف ہجر بہ نیت اطلاع کیا تو نازیوں میں کچھ فساد نہ کیا ردالمحتار میں ہے وقال فی البیضی ومعالحق بالجواب ما فی المجتبیٰ لوسیج اوہلل یرید رجوعا عن فعل او الامر بمجور دفع الصوت تامل اہ اور شک نہیں کہ واقع ایسا ہی ہوتا ہے نہ یہ کہ نفس تکبیر ہی سے ذکر وغیرہ کچھ مقصود نہ ہو صرف بغرض اطلاع بہ نیت مذکورہ کہی جاتی ہو یا اگر کوئی جاہل اہل ایسا قصد کرے تو اُس کی نماز ضرور فاسد ہو جائے گی علی قول اکامام والاکامام محمد خلا لا امام ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہم **اقول** وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ ان مسائل میں حضرات طہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک اصل یہ ہے کہ نازی جس لفظ سے کسی ایسے معنی کا افادہ کرے جو اعمال نماز سے نہیں وہ کلام ہو جاتا اور فساد نماز قرار پاتا ہے اگرچہ لفظ فی نفسہ ذکر الہی یا قرآن ہی ہو اگرچہ اپنے محل ہی میں ہو مثلاً کسی موسیٰ نامی شخص سے نازی نے کہا ماتک بیمینک یا موسیٰ نماز جاتی رہی اگرچہ یہ الفاظ آپ کر یہ ہیں یا التحیات پڑھ رہا تھا جب کلمہ تشہد کے قریب پہنچا موزن نے اذان میں شہادتین کہیں اُس نے نہ نیت قرات تشہد بلکہ بہ نیت اجابت موزن اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد عبدة ورسوله کہا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ ذکر اپنے محل ہی میں تھا بجز الزان میں ہے اذ ذکر فی التشہد الشہادتین عند ذکر الموزن الشہادتین قصد ان قصد الاجابة اہ مگر جبکہ ایسا قصد بضرورت اصلاح نماز ہو جیسے مقتدیوں کا امام کو بتانا یا اُس کے جواز میں خاص نص آگیا ہو جیسے کوئی دروازے پر آواز دے یہ نماز پڑھتا ہو اُس کو مطلع کرنے کے لیے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ یا اللہ اکبر کے تو صرف ان صورتوں میں نماز نہ جائے گی اور ان کے ماورائے مطلقاً اُسی اصل کلی پر عمل ہو کر فساد نماز کا حکم دیا جائے گا فتح القدیر میں ہے قلنا خرج قصد اعلام الصلوۃ بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا ناب احدکم نائبة وھو فی الصلاۃ فلیسبح الحدیث اخرجه الستۃ لالانہ لم یتغیر بعزیمۃ فان مناط کون من کلام الناس کو نہ لفظا افید بہ معنی لیس من اعمال الصلاۃ لا کونہ وضع لا فادۃ ذلک فیبقى ما وراۃ علی المنع الخ قلت وقد اوضحنا المسألة بقولھا فیما تقدم من فتاونا اور شک نہیں کہ جب نازی نے اشہد اکبر یا سمع اللہ من حمدہ صرف اس اطلاع کی نیت سے کہا کہ میں پڑھ رہا ہوں میرے شریک ہو جاؤ تو یہ ایک لفظ ہے جس سے ایسے معنی کا افادہ چاہا جو اعمال نماز سے نہیں کہ اعمال نماز اُس کے افعال مخصوصہ معلوم ہیں کسی سے یہ کہنا کہ نازیوں میں مل جاؤ اور اس خصوص میں نص وارد ہے نہ یہ کہ کسی نہ جاننے والے کو اس کا بتانا ہے کہ میں نماز میں مشغول بلکہ اس سے اپنے فرض میں ہونے کا اعلام اور اپنی نماز کی طرف بلانا مقصود ہے یہ دونوں باتیں مجرد قصد اعلام صلوۃ سے ثابت ہیں کہ اس قدر تو وہ آنے والے خود ہی جانتے ہیں کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو یہ صورت اُن صورت استثناء میں داخل نہیں اور حکم فساد نماز ہے مگر اگر اصل لفظ سے کوئی امر بیرونی مقصود نہیں بلکہ صرف دفع صوت بقصد دیگر ہے تو یہاں کوئی لفظ ایسا نہ پایا گیا جس سے کسی خارج

بات کا قصد کیا گیا ہو اور نہ ہمارے رفع صوت کلام نہیں تو مناسط فساد متحقق نہ ہوا اور لہذا امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ نے جبکہ اُن کبیروں کی نسبت جو تکبیرات انتقالات میں گانے کے طور پر اپنی آواز بنانے کے لیے گھٹاتے بڑھاتے اور سامعین کو اپنی خوش الحانی جتانے کا قصد کرتے ہیں فساد نماز کا حکم دیا اُسے دو امر پر مبنی فرمایا ایک یہ کہ ان تکبیرات سے اُن کا قصد اقامت عبادت نہیں ہوتا بلکہ اپنی صناعت موسیقی کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو اب یہ تکبیریں خود ہی وہ الفاظ ہیں جن سے معنی خارج کا افادہ مراد ہوا دوسرے یہ کہ اس جزو دوم سے حروف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو اصل کلمات تکبیر میں نہیں تو اگرچہ نفس تکبیر سے اُن کا قصد وہ نہ ہو مگر یہ حروف تو ضرور اسی قصد سے بڑھائے گئے اور اب یہ وہ الفاظ بقصد افادہ معنی خارج ہوئے بہر صورت فساد نماز چاہیے فتح القدیر میں درایہ سے کبیرین کے لیے رفع صوت کا جواز نقل کر کے ارشاد فرمایا مقصودہ اصل الرفع لا بلاغ الانتقالات اما خصوص هذا الذي تعارفوه في هذا البلاد فلا يبعد انه مفسد فانهم يبالغون في الصياح زيادة على حاجة البلاغ والاستغفال بتجسرات النغم اظهرا للصناعة النغمية لا اقامة للعبادة والصياح ملحق بالكلام وهنا معلوم ان قصده اعجاب الناس به ولو قال اعجبوا من حسن صوتي وتحميري فيه افسد وحصول الحروف لازم من التلحين اه مختصرا وقد اقره في النهج واسمحه في الحلية فقال وقد اجاد فيما اوضح وافاد علامہ شامی تنبیہ ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام میں فرماتے ہیں ان المحقق لم يجعل مبنى الفساد مجرد الرفع بل زيادة الرفع الملحوق بالصياح المشتغل على النغم مع قصد اظهاره لذلك والاغراض عن اقامة العباد فتقول المحقق والصياح ملحق بالكلام اى الصياح المشتغل على ما ذكره دليل سواين الكلام ولو احقر الخ اُسی میں ہے فحاصل کلام المحقق ان الاشتغال بتجریہ النغم والتلحین والصياح الزائد علی قدر الحاجة لا قصد القربة بل ليعجب الناس من حسن صوته ونغمه مفسد من وجهين الاول ما يلزم من التلحين من حصول الحروف المفسد غالبا والثاني عدم قصد اقامة العبادة الخ **قول** وللعبد الضعيف في بعض كلام العلامة الشامي هنا كلام بينته على هامشه ولكن المرجح ————— بالحكمة لفظ بقصد فساد نه هو مجرد رفع صوت كسے معنی زائد کا ارادہ فساد نہیں و لہذا علامہ مرحوم نے رسالہ القول بالتبلیغ میں فرمایا فی کون الصياح بما هو ذکر ملحقا بالكلام نظر لان المفسد للصلاة المملووظ لا عزیمة القلب اه ملخصا رد المحتار میں صلاۃ میں ماشیہ علامہ ابوالسعود ازہری سے ہے ما نقل عن الطحاوی اذا بلغ القوم صوت الامام فبلغ الموزن فسدت صلاته لعدم الاحتياج اليه فلا وجه له اذ غايته انه رفع صوته بما هو ذكر بصيغته وقال الحموي اظن ان هذا النقل مكذوب على الطحاوی فانه مخالف للقواعد اه والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

مسئلہ — از کلنتہ فوجداری ۳۱۳۰ مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ رجب سنہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا بلکہ امام کے فارغ ہونے کے بعد کیا تو نماز اُس کی ہوئی یا نہیں۔ بینوا تو جرو!

**الجواب**

ہوگئی اگرچہ بلا ضرورت ایسی تاخیر سے گنگار ہوا اور بوجہ رک واجب اعادہ نماز کا حکم دیا جائے تحقیق مقام یہ ہے کہ متابعت امام جو



مقتدی پر فرض میں فرض ہے تین صورتوں کو شامل ایک یہ کہ اس کا ہر فعل فعل امام کے ساتھ کمال مقادرت پر محض بنا فضل واقع ہوا ہے  
یہ عین طریقہ مسنونہ ہے اور ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مقتدی کو اسی کا حکم دوسرے یہ کہ اس کا فعل فعل امام کے بعد بدیر واقع  
ہو اگرچہ بعد فراغ امام فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا پھر فضل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں ضرورت کی یہ صورت کہ مثلاً مقتدی قعدہ اولیٰ میں  
آکر ملا اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہو گیا اب اسے چاہیے کہ اتھمات پوری پڑھ کر کھڑا ہو اور کوشش کرے کہ جلد جاملے فرض کیجیے کہ  
اتنی دیر میں امام رکوع میں آگیا تو اس کا قیام قیام امام کے بعد اختتام واقع ہوگا مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر بضرورت شرعی تھی اور اگر بلا ضرورت  
فضل کیا تو قلیل فضل میں جس کے سبب امام سے جا ملنا فوت نہ ہو ترک سنت اور کثیر میں جس طرح صورت سوال ہے کہ فعل امام ختم ہونے کے بعد  
اس نے فعل کیا ترک واجب جس کا حکم اس نماز کو پورا کر کے اعادہ کرنا قیس ہے یہ کہ اس کا فعل فعل امام سے پہلے واقع ہو مگر امام اسی فعل میں  
اس سے آئے مثلاً اس نے رکوع امام سے پہلے رکوع کر دیا لیکن یہ بھی رکوع ہی میں تھا کہ امام رکوع میں آگیا اور دونوں کی شرکت ہوگئی یہ  
صورت اگرچہ سخت ناجائز و ممنوع ہے اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد مگر نازیوں بھی صحیح ہو جائے گی جبکہ امام سے شرکت ہوئے اور اگر  
ابھی امام مثلاً رکوع یا سجود میں نہ آنے پایا کہ اس نے سر اٹھا لیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد اس فعل کا اعادہ کیا تو مقتدی کی نماز اصلاً نہ ہوگی کہ  
اب فرض متابعت کی کوئی صورت نہ پائی گئی تو فرض ترک ہوا اور نماز باطل رہا المختار میں ہے وتكون المتابعة فضا بمعنى ان يأتي بالقرض  
مع امامه او بعده كما لو ركع امامه فركع معه مقارنا او معا قبلا وشاركه فيه او بعد ما رفع منه فلو لم يركع اصلا او ركع و رفع قبل  
ان يركع امامه ولم يعد له معه او بعده بطلت صلاته والحاصل ان المتابعة في ذاتها ثلثة انواع مقارنة لفعل الا كما هو مثل  
ان يقارن احرام احرام امامه وركوعه لركوعه وسلامه لسلامه ويدخل فيها ما لو ركع قبل امامه ودام حتى ادركه امامه  
فيه ومقارنة لابتداء فعل امامه مع المشاركة في باقية ومتراخية عنه فمطلق المتابعة الشامل لهذه الانواع الثلاثة  
يكون فرضا في الفرض وواجبا في الواجب وسنة في السنة عند عدم المعارض او عدم لزوم المخالفة كما قد مناه والمتابعة  
المقيدة بعدم التأخير والتراخي الشاملة للمقارنة والمعاقبية لا تكون فرضا بل تكون واجبة في الواجب وسنة في السنة عند  
عدم المعارض وعدم لزوم المخالفة ايضا والمتابعة المقارنة بلا تعقيب ولا الخ سنة عنده لا عندهما الى اخر ما افاد واجاد  
عليه رحمة الملك الجواد **اقول** وفي التقسيم الذي ذكره المولى المحقق الفاضل والذي ابداه هذا العبد الظلوم الجاهل  
نوع تقنين ومال الاقسام واحد فهو رحمه الله تعالى جعلها ثلثا مقارنة ومعاقبية ومتراخية وادخل المتقدمة التي الت  
الى المشاركة في المقارنة والعبد الضعيف قسم هكذا متصلة ومنفصلة ومتقدمة وادخل المتراخية والمعاقبية في المنفصلة  
وجعل المتقدمة قسما مجاليا وذلك لاني رأيت المتقدمة تبين المقارنة لانها مفاعلة من الطرفين فكسا ان تاخر المتقدمة  
ينحجب عن القران حتى جعل المعاقبة قسما للمقارنة فذلك تقدمه وايضا رأيت احكام المتابعة الجزئية ثلثة سنة وكولها  
الا لصراحة وكراهة شديدة مطلقا فاجبت ان تنفرد بالاقسام بحسب الاحكام بخلاف ما صنع هو رحمه الله تعالى فان  
المقارنة على ما افاد تشمل الكل المطلوب واشنع مهروب اعني المتصلة والمتقدمة كما سمعت وعلى كل فالاحاصل واحد

والحمد لله اُسی میں ہے قال فی شرح المنیۃ متابعة الامام من غیر تاخیر واجبة فان عارضها واجب یا فی بہ ثم یتابع کما لو قام الامام قبل ان یتلمذ المقتدی الشہد فانه یتلمذ ثم یقوم او ملخصاً در مختار میں ہے لو رفع الامام رأسه من الركوع او السجود قبل ان یتلمذ المأموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثہ قبل اتمام الموتر الشہد فانه لا یتابعہ بل یتلمذ لوجوبہ رد المختار میں ہے قوله فانه لا یتابعہ الخ ای ولو خاف ان تقوته الركعة الثالثة مع الامام كما صرح به فی الظہیریۃ رد مختار میں ہے سجود السہو یجب علی مقتد بسہو اما لا بسہوۃ اصلاً رد المختار میں ہے قال فی النہر ثم مقتضی کلامہم انه یعید ہا لثبوت الکراہۃ مع تعدد الجاہل **قلت** فاذا کان ہذا فی السہو فالعمد اولی بالاعادة مع تصریحہم بانہا ہی سبیل کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ التحریم واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولانا حسنت علی صاحب علم قادی رضوی ۲۹ محرم ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے یا یاھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً پڑھی مقتدی کے مؤرخ سے عادۃً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل گیا نماز فاسد ہوئی یا نہیں۔

### الجواب

اس میں جواب امام مقصود نہیں ہوتا بلکہ امثال امر آئی لہذا فساد نماز نہیں۔

**مسئلہ** - از میرٹھ لال کرتی کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب مسئلہ مولوی محمد احسان الحق صاحب ۲۷ رمضان ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) زید ایک مسجد کا امام تراویح میں قرآن مجید پڑھتا ہے عمرو اُسی مسجد کا مؤذن تہتمان مسجد کی طرف سے زید کا سامع مقرر کیا گیا ہے محمود ایک تیسرا شخص ہے جو ہمیشہ کبھی کبھی اُسی مسجد میں زید کے پیچھے تراویح پڑھا کرتا ہے اگر محمود کے خیال میں زید (امام) نے کچھ غلط پڑھا اور عمرو مقرر کیا ہوا سامع سو اُیعداً خاموش رہا یا یہ کہ زید نے صحیح پڑھا اور عمرو نے سو اُیعداً غلط بتایا یا یہ کہ زید نے غلط پڑھا اور عمرو نے بھی سو اُیعداً غلط بتایا تو ان تینوں صورتوں میں محمود شخص ثالث کو غلطی کی تصحیح کا اگرچہ وہ غلطی مفید نماز نہ ہو حق حاصل ہے یا نہیں اور ایسی تصحیح اُس کو حالت قرات میں کرنی چاہیے یا بعد اختتام نماز کے وجوباً کرنی چاہیے یا اختیاراً۔ قرآن مجید کے غلط پڑھے جانے کے غالب گمان ہونے کی حالت میں محمود کی خاموشی اُس کے لیے گنہگار ہونے کا باعث ہوگی یا نہیں (۲) شرع شریف میں امامت اور مؤذن کی طرح سماعت قرآن مجید کا بھی کوئی منصب مقرر ہے یا نہیں یعنی آیا یہ بات شرعاً جائز ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید سننے کے لیے کسی طرف سے ایسا سامع مقرر کیا جائے جس کی بلا اجازت و اذن دوسرا شخص امام کو فتح ذکر سکے کسی متمم مسجد کا ایک ایسی بات کہ جو شرعاً مستحسن و اولیٰ یا واجب ہو اپنے ذاتی رسوم اور تکلفات اور اعلیٰ شخصیت کی وجہ سے حکم بند کر دینا یعنی در صورت خلاف درزی حکم کے خلاف کرنے والے کو مسجد سے نکلا دینا یا آئندہ اُس مسجد میں نماز نہ پڑھنے کی ہدایت کرنا یا اور تشدد کرنا شرعاً و اخلاقاً کیسا ہے خصوصاً اُس حالت میں کہ جس فعل کے ارتکاب سے دوسروں کو تشدد کے ساتھ روکا جاتا ہو خود مانع اُس کو نہیں تفسیر کے ساتھ متعدد بار کر چکا ہو۔ ہینوا توجروا

## الجواب

۱۔ امام جب ایسی غلطی کرے کہ موجب فساد نماز ہو تو اس کا بتانا اور اصلاح کرنا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے اُن میں سے جو بتا دے گا سب پر سے فرض اتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی وذلک لان الغلط لما کان مفسدا کان السکوت عن اصلاحه ابطالا للصلاة وهو حرام بقوله تعالى ولا تبطلوا اسماءکم اور ایک کا بتانا سب پر سے فرض اُس وقت ساقط کرے گا کہ امام مان لے اور کام چل جائے ورنہ ادروں پر بھی بتانا فرض ہوگا یہاں تک کہ حاجت پوری اور امام کو وثوق حاصل ہو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتانے سے امام کا اپنی غلط یاد پر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ مقتد ضہادتیں اُس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہوگا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے وذلک لان الاصلاح هنما فرض ومالا یتم الفرض الا به فهو فرض **اقول** ونظيره ان الشهادة فرض کفایة فان علم الشاهد انه اسرع قبولاً عند القاضي وجب عليه الاداء عهنا وان کان هناك من قبل شهادته کما فی الخانیة والفقه والوهبانیة والبحر والدر وغيرها اور اگر غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اُس کا بتانا ہر مقتدی پر واجب کفایہ ہے اگر ایک بتا دے اور اُس کے بتانے سے کارروائی ہو جائے سب پر سے واجب اتر جائے ورنہ سب گنہگار رہیں گے فان قيل له مصلحه اخر وهو سجود السهو فلا یجب الفقه عینا قلت بلی فان ترک الواجب معصیة وان لم یأثم بالسهو ودفع المعصیة واجب ولا یجوز التقیر علیها بناء علی جابر یجوزها کما لا یجفی اور اگر اُس غلطی میں فساد نماز ہے نہ ترک واجب جب بھی ہر مقتدی کو مطلقاً بتانے کی اجازت ہے ہوا الصیحة کما فی فی الدر وغیرہ من الاسفار لغیر مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الموجب **اقول** مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ امام غلطی کر کے خود متنبہ ہوا اور دوسری آتیا ذکر کرنے کے لیے رکا اگر تین بار سبحن الله کسے کی قدر رکے گا نماز میں کراہت خرم آئے گی اور سجدہ سهو واجب ہوگا فی الدر المختار اذا شغله الشک فتفکر قد راداء رکن ولم یشتغل حالة الشک بقاء وجب علیه سجود السهو تو اس صورت میں جب اُسے رکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدر ناجائز تک نہ پہنچے۔ دوسرے یہ کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور دوسری آتیا تو اضطراباً اُن سے بعض کلمات بے معنی صادر ہوتے ہیں کوئی اُدں اُدں کہتا ہے کوئی کچھ اور اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو جس کی یہ عادت معلوم ہے وہ جب رکے پر آئے مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے وذلک لانه اذن یكون حیانتاً عن البطلان وهي فريضة غیران وقوعه مظنون للعادة لا مقطوع به فینزل فیما ینظر الی الوجوب حلیہ میں ہے نص القاضي فی شرح الجامع الصغیر علی انه الاصح وعلة هو وغیرہ بانه لو لم یفتح ربما یجوز علی لسانه ما یكون مفسدا **اقول** ولا یرد علیه ما فی الحلیة انه کما یرکب الامام الحياء القوم الی الفقه علیه بکرة للمقتدی ان یفتح علیه من ساعته قال فی الذخيرة لانه ربما یتذکر الامام من ساعته فیکون قراءته خلفه قراءة من غیر حاجته اھ فان هذا حیث لم یخش الفساد اما اذا خشی کما ذکرنا فحاجة وای حاجۃ **اقول** اور ان دونوں صورتوں کے سوا جب تراویح میں

ختم قرآن عظیم ہو تو ویسے بھی مقتدیوں کو بتانا چاہیے جبکہ امام سے نہ نکلے یا وہ آگے رواں ہو جائے اگرچہ اُس غلطی سے نمازیں کچھ خرابی نہ ہو کہ مقصود ختم کتاب عزیز ہے اور وہ کسی غلطی کے ساتھ پورا نہ ہو گا یہاں اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اُس وقت نہ بتائے بعد سلام اطلاع کرے امام دوسری تراویح میں اُس نے الفاظ کو میر کا صحیح طور پر اعادہ کر لے مگر ادنیٰ ابھی بتانا ہے کہ حتی الامکان نظم قرآن اپنی ترتیب کریم پر ادا ہو خانیہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے اذا غلط فی القراءة فی التراويح فترك سورة او آیتہ وقرأ ما بعدھا فامستحب له ان یقرء المتركه ذکر المقروءة لیكون علی الترتیب اور ان تمام احکام میں جملہ مقتدی یکساں ہیں امام کو بتانا کسی خاص مقتدی کا حق نہیں ارشادات حدیث و فقہ سب مطلق ہیں ابن عساکر نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی قال امرنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نرد علی الامام ہم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ امام پر اُس کی غلطی رو کر دیں ابن منبج نے مسند اور حاکم نے مستدرک میں ابو عبد الرحمن سے روایت کی قال قال علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ من السنۃ ان تفتیح علی الامام اذا استطعمک قیل لابی عبد الرحمن ما استطعم الامام قال اذا سکت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا سنت ہے کہ جب امام تم سے نعمہ مانگے تو اُسے نعمہ دو ابو عبد الرحمن سے کہا گیا امام کا مانگنا کیا کہا جب وہ پڑھتے پڑھتے چپ رہے کتب مذہب میں عموماً یجوز فتح علی امامہ فرمایا جس میں ضمیر مطلق مقتدی کی طرف ہے کہ اُسے امام کو بتانے کی اجازت ہے مسئلہ کی دلیل جو علما نے فرمائی وہ بھی تمام مقتدی کو شامل ہے بکار الائی وغیرہ میں ہے لانه تعلق بہ اصلاح صلاتہ لانه لو لم یفتح ربما یجری علی لسانہ ما یكون مفسد او لاطلاق ما روی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا استطعمکم الاحرام فاطعموہ واستطعموہ سکوتہ ولہذا الوقت فتح علی امامہ بعد ما انتقل الی آیتہ اخری لانفسد صلاتہ وهو قول عامۃ المشایخ لا لطلاق المرخص اھ مختصراً حتی کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تیز دار بچہ کا بھی اُس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سب کو حاجت ہے قنیہ پھر بکر پھر ہندیہ میں ہے وفتح المراءہن کا البالغ قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کہے بھی تو اُس کی ممانعت سے وہ حق کہ شرع مطہر نے عام مقتدیوں کو دیا کیونکہ سب ہو سکتا ہے اور اُس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد یا مسجد میں آنے سے ممانعت یا معاذ اللہ مسجد سے نکلوا دینا سخت حرام ہے اللہ عز وجل فرماتا ہے ولا تقنوا ان اللہ لا یحب المعتدین زیادتی نہ کرو اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو اور فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یدل کو فہما اسمہ اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام خدا لینے سے روکے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلماً فقد اذی من اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بیشک اُس نے اللہ عز وجل کو ایذا دی رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن اور دوسرے کو منع کرنا اور خود ترکیب ہونا دوسرا الزام ہے اللہ عز وجل فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون ہ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون ہ اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اللہ کو سخت دشمن ہے یہ کہ کہو اور نہ کرو۔ اس بیان سے جملہ راجع سوال کا جواب منکشف ہو گیا بیشک محمود کو سب صورتوں میں عین نماز میں بتانے کا حق حاصل ہے کہیں وجوباً کہیں اختیاراً جس کی تفصیل اوپر گزری اور بحال وجوب عینی خاموشی میں گناہ ہو گا خصوصاً اُس حالت میں کہ عمر و غلط بتائے کہ اب تو بہت جلد فوراً فرما دیجئے کی طرف

مبادرت واجب ہے کہ بتانا تعلیم و کلام تھا اور بضرورت اصلاح نماز جائز رکھا گیا اور غلط بتاتے ہیں نہ اصلاح نہ ضرورت۔ تو اصل پر رہنا چاہیے تو عمرو نے اگر قصد مغالطہ دیا جب تو یقیناً اُس کی نماز جاتی رہی اور اگر امام اس کے مغالطہ کو لے گا عام ازیں کہ امام غلط پڑھا ہو یا صحیح تو ایک شخص خارج از نماز کا اشتغال یا اُس سے تعلیم ہوگا اور یہ خود مقصد نماز ہے تو امام کی نماز جائے گی اور اُس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی لہذا اس فساد کا اسناد فوراً واجب ہے بحر الرائق میں ہے القیاس فسادہا بہ وانما ترک للحاجة فعند عدلھا بقی الامر علی اصل القیاس اھ مختصراً اور اگر سوء غلط بتایا تو بظاہر حکم کتاب و قضیہ دلیل مذکور اب بھی وہی ہے اقول مگر فقیر امید کرتا ہے کہ شرع مطہر ختم قرآن مجید فی التراجع میں اس باب میں تفسیر فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر نہیں اور غالباً قاری اُسے لے لیتا یا اُس کے اشتغال کے لیے اُدھر سے پھر عود کرتا ہے تو اگر ہر بار بحال سوء فساد نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کر لیں حرج ہوگا والحدیث مدفوع بالنص بہر حال یہ حکم قابل غور و محتاج فکر یہ تمام ہے تو اندیشہ فساد سے تحفظ کے لیے عمرو کے غلط بتانے کی حالت میں مطلقاً دوسروں کو صحیح بتانے کی طرف فوراً مبادرت چاہیے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از میرٹھ لال کرتی بازار مرسلہ حاجی شیخ علاؤ الدین صاحب رئیس ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک امام مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے اور ایک سامع حافظ بھی اُس کی تصحیح کے واسطے مقرر ہے امام اُس کی تصحیح سے فائدہ اٹھاتا ہے اب کوئی حافظ بھی امام کو اپنے خیال کے موافق نغمہ دیتا ہے جو کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامع اپنی یادداشت کے موافق اُس دوسرے بتانے والے کی تردید بھی کر دیتا ہے اور امام اس شش و پنج میں پڑ جاتا ہے کہ کس کا قول مانا جائے غرض کہ امام کو کئی شخصوں کے نغمہ دینے سے اور زیادہ شکوک پیدا ہوتے ہیں اور پریشان ہو کر معمول سے زیادہ غلطی کرنے لگتا ہے چنانچہ یہ بات بار بار تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے علاوہ بریں اکثر نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو محض اپنی یاد جتانے کے واسطے ذرا شبہ بر لقمہ دیتے ہیں اور قاری کو پریشان کرتے ہیں اور بعض اوقات امام اور نئے بتانے والے میں غلط بتانے پر جھگڑا بھی ہوتا ہے اور قاری ملامت کرتا ہے کہ کیوں غلط بتایا جس کے باعث نماز میں بے لطفی پیدا ہوتی ہے ان امور پر لحاظ فرما کر علمائے کرام اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اور حفاظ بعد سلام اپنے شکوک کا اظہار فرمائیں اگر فی الواقع وہ غلطی نکلے گی اور اس کی وجہ سے نماز میں نقصان کچھ واقع ہوگا تو نماز دہرائی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ فقط کراہت کی وجہ سے نماز دہرائی جائے ایسی صورتوں میں اُن حفاظ کو باوجود اپنے شک کے کہ قاری غلط پڑھتا ہے سکوت کرنے میں کچھ گناہ تو لازم نہیں آتا خصوصاً ایسی صورت میں کہ جب اُن کو ایسے شبہات کے موقع پر جس سے نماز میں قطعاً فساد پیدا ہوتا ہو رونے کی اجازت بھی دیدی جائے کیونکہ اگر حافظ عالم بھی ہو تو ایسے فساد معنی پر اُس کو کما حقہ آگاہی ہو جائے گی اور ایسے مواقع میں شبہ نہیں بلکہ یقیناً اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع فساد نماز کا ہے بینوا تو جبروا۔

**الجواب**

یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہو جائے گا (۱) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے رد المحتار میں ہے یکو ان یفتی من ساعته

ہاں اگر وہ غلطی کر کے رواں ہو جائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفید معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سماع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان عالم کا حق ہے کہ بتائے کہ اُس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفید معنی نہیں تو بتانا کچھ ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اُس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو فان الامر بالمعروف والنہی یقسط بالکلیات بحاشی کما فی الفتاویٰ العلمگیریہ وغیرہا بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ اُلجھ جاتے اور کچھ حروف اُس گھبراہٹ میں اُن سے ایسے صادر ہو جاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ اُن کا ہونا باعث فساد نماز ہوگا (۲) قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بشر وا ولا تنفروا ویسروا ولا تقصروا اور بیشک آج کل بہت حفاظ کا یہ شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقت یہود کے اُس فعل میں داخل ہے لا تسمعوا لهذا القرآن والغافیہ (۳) اپنا حفظ جتانے کے لیے ذرا ذرا شبہ پر رو کنا ریا ہے اور ریا حرام ہے خصوصاً نماز میں (۴) جبکہ غلطی مفید نماز نہ ہو تو محض شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب بعد سلام تحقیق کر لیا جائے اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فہما اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیل ختم کے لیے حافظ اُسے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کر لے گا حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقت کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفید نماز مگر ضرورت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو بیچ میں شک واقع ہوا اور محرم موجود ہے لہذا حرام ہوا جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اُس کی ادیب کی نماز فاسد ہوگی تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہو سکتا (۵) غلطی کا مفید معنی ہونا سبائے افساد نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے ہندوستان میں جو علما گئے جاتے ہیں اُن میں چند ہی شاید ایسے ہو سکیں کہ نماز پڑھتے ہیں اُس پر مطلع ہو جائیں ہزار جگہ ہوگا کہ رستہ گمان کہیں گے اور حقیقت فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاویٰ کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان امور سے حکم مسئلہ واضح ہو گیا صورت فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہ ہو تو نہ بتانا سخت ناجائز اور جریا و تشویش چاہیں اُن کو روکا جائے نہ انہیں تو ان کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے کہ موزی ہیں اور موزی کا دفع واجب درمختار میں ہے وینع منہ کل موزول ولو بلسانہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از جلال پور ڈاکخانہ خدائے صنع شاہجہاں پور مرسلہ سید مشتاق علی صاحب ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

ذات فیض سہ ماہ قبلہ از باب علم و کعبہ اصحابِ حلم کی ہمیشہ فدویوں کے سروں پر سایہ انداز رہے بعد سلام نیاز و شوق قدمبوسی کے عرض پر داز ہوں کہ ایک مسئلہ میں ضرورت جناب کے حکم کی بوجہ شرع شریف و حدیث نبوی کے ہے کہ اُس میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیے۔ ذیل کے سوال کا جواب بواپسی ڈاک ہم لوگوں کو مکرم دہیت اور گناہ سے بچائیے وہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے نماز جمعہ پڑھاتے وقت مقتدی کا لقمہ درمیان قرات کے لیا اور پھر سجدہ سہو کیا تو اُس حالت میں نماز ہوئی یا نہیں وجہ شک کے پیدا ہونے کی یہ ہوئی ہے کہ ایک دوسرے صاحب مقام کفوں میں نماز جمعہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے جو کسی اسلامیہ اسکول کے غالب منتہی طالب علم تھے اتفاق سے قرات میں بھول گئے لہذا میں نے فوراً لقمہ دیا سنا انھوں نے نماز سلام کے ساتھ ترک کر کے دوبارہ نماز پڑھائی اور یہ کہا کہ فرضوں میں لقمہ دینا ناجائز ہے فرضوں میں لقمہ دینے سے سجدہ سہو کیا جائے تو بھی نماز نہیں ہوتی ہے میری غلطی یہ ہوئی کہ میں نے اُن صاحب سے بالتشریح نہ دریافت کیا کہ اس کا

کیا ثبوت علاوہ اس کے اُن صاحب نے یہ بھی کہا کہ بجز تراویح کے دوسرے نماز فرض یا واجب کسی میں لقمہ دینا بھی جائز نہیں لہذا اسکی بابت بوالہی جواب جلد سرفراز فرمائیے۔

### الجواب

امام جب نماز یا قرات میں غلطی کرے تو اُسے بتانا لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل اور اُس میں سجدہ ہو کی بھی کچھ حاجت نہیں ہاں اگر بھولا اور تین بار سبحن اللہ کہنے کی دیر تک چپکا کھڑا رہا تو سجدہ سو آئے گا جس نے لقمہ دینے کے سبب نیت توڑ دی اُس نے محض جهالت برقی اور مبتلائے حرام ہوا کہ بے سبب نیت توڑ دینا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بنگور ڈاکٹریٹ گجادر گنج لین مین ایشیشن بکسر مسئلہ حاجی عبداللہ خاں ۲۳، محرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز امام پڑھاتا ہو اور درمیان میں رک گیا لقمہ دینا چاہیے یا نہیں اور اگر لقمہ دیا گیا تو سجدہ ۳۰ جائز ہے یا نہیں۔ بلیغوا توجروا۔

### الجواب

امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز بلکہ اگر اُس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگی تو لقمہ دینا فرض ہے نہ دے گا اور اُس کی تصحیح نہ ہوگی تو سب کی نماز جاتی رہے گی اور لقمہ دینے سے سجدہ سو نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## باب مکروہات الصلوٰۃ

مسئلہ - از مکتبہ فوجداری بالاخانہ دوکان ۳۶۱ مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا دوستوں کے بیچ میں اور مقتدیوں سے تین گروہ اونچی جگہ کھڑا ہونا کیسا ہے بلیغوا توجروا

### الجواب

امام کا دوستوں کے بیچ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے رد المحتار میں ہے فی معراج الدراية من باب الامامة الاصح ما روى عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال اکروہ للامام ان يقوم بین الساریتین او زاویۃ او ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ بخلاف عمل الامۃ اسی طرح امام کا تمام مقتدیوں سے بلند جگہ میں ہونا بھی مکروہ سنن ابی داؤد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا مال الرجل القوم فلا يقوم فی مکان ارفع من مقامہم او نحو ذلک یعنی جب کوئی شخص نمازیوں کی امامت کرے تو اُن کے مقام سے اونچی جگہ میں نہ کھڑا ہو ابو داؤد و ابن حبان و حاکم حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی و هذا الفضا الحاکم فی مستدرک ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ان يقوم الامام فوق و یبقی الناس خلفہ یعنی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ امام اونچا کھڑا ہو اور مقتدی پیچھے رہیں پھر ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے



ظاہر الروایہ میں اس کراہت بلندی و پستی کو کسی مقدار میں مثلاً ایک ذراع شرعی وغیرہ پر موقوف نہ مانا بلکہ جس قدر سے امام و قوم کا مقام میں امتیاز واقع ہو مطلقاً باعث کراہت جانا اور اسی کو امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کا ثانی قدس سرہ الربانی نے بدائع میں صحیح اور امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام صاحب فتح القدیر وغیرہ محققین نے ادب و ارجح فرمایا اور یہی اطلاق احادیث کا مفاد تو اسی پر فتویٰ اور اسی پر ائمہ دو اہل مذاہب و نقایہ و جامع الزہد وغیرہ میں حکم کراہت کو مطلق رکھا درمختار میں کمرہ انفرادی امام علی الدکان للہمی و قدر الارتفاع بذراع ولا باس بما دونہ وقیل ما یقع بہ الامتیاز وهو الاوجه ذکرہ الکمال وغیرہ رد المحتار میں قولہ وقیل الخ ہو ظاہر الروایۃ کما فی البدائع قال فی البحر والحاصل ان التصحیح قد اختلف والاولی العمل بظاہر الروایۃ واطلاق الحدیث اھو کذا رجح فی الحلیۃ امام ملک العلماء ابو بکر بدائع میں فرماتے ہیں الصحیح جواب ظاہر الروایۃ لما روی ان حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما قام بالمدائن یصلی بالناس علی دکان فحذ بہ سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم قال ما الذی اصابک اطل العہد ام نسیت اما سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لا یقوم الامام علی مکان انشز معا علیہ اصحابہ وفی روایۃ اما علمت ان اصحابک ینکھون ذلک فقال تذکرت حین جذ بتنی منیرہ میں ہے یکوہ ان ینفرد فی مکان اعلیٰ من مکان القوم اذالم یکن بعض القوم معہ نقایہ کے مکروہات الصلاۃ میں ہے وتخصیص الامام بمکان شرح علامہ شمس الدین محمد میں ہے (تخصیص الامام) ای افرادہ (بمکان) اما بان یکون مقامہ اعلیٰ و اسفل من مکان القوم الخ وایاتی تمامہ ہمارے مذہب کے قواعد مقررہ سے ہے کہ عند اختلاف الفتاویٰ ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے بحر الرائق میں ہے اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا اور علما فرماتے ہیں جب روایت و داریت متطابق ہوں تو عدول کی گنجائش نہیں علامہ حلبی نے غنیہ میں فرمایا لا یعدل عن الدراۃ ما وافقہا روایۃ یہاں جبکہ یہی ظاہر الروایۃ اور اسی کے مطابق دلیل و روایت تو لا جرم قول یہی ہے کہ ادنیٰ ما بہ الامتیاز بلندی بھی مکروہ ہے ہاں ایسا قلیل تفاوت جس سے امتیاز ظاہر نہ ہو عفو ہے فان فی اعتبارہ حرجا والحجج مدفوع بالنص یہ ہیں اگر پہلی صف امام کے ساتھ ہو باقی صفیں بھی تو بھی مذہب اصح میں کچھ حرج نہیں کما قد مناعن الطنیۃ وغیرہ وقال فی الدر المختار لم یکرہ لو کان معہ بعض القوم فی الاصحاب اقول ورجا یشیر الیہ ما فی حدیث الحاکم وبقی الناس خلفہ فافہم اور شک نہیں کہ تین گروہ بلندی قطعاً ممتاز و باعث امتیاز ہے کہ ہر شخص بنگاہ اولیں فوراً تفاوت میں جان لے گا تو مذہب ہمتہ پر اس کی کراہت میں شبہ نہیں بلکہ علی تصریح فرماتے ہیں کہ امام کے لیے تخصیص مکان کی کراہت میں یہ صورت بھی داخل کہ مثلاً وہ مکان مسقف میں ہو اور مقتدی صحن میں شرح نقایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے واما بان یکون فی صفۃ وھم فی وسط الدار مثلاً کما فی الجواہر واما بان یقوموا فی المسجد والا امام فی طاق یقتضی المحاب یہاں تک کہ امام کے مقتدیوں سے تقدیم کو فرماتے ہیں یہ بھی تخصیص مکانی ہے اگر شریعت مطہرہ میں اس کا حکم نہ آتا مکروہ ہوتا علامہ رخصدی نے شرح نقایہ میں فرمایا یدخل فی تخصیص الامام بمکان قیامہ فی الطاق ای المحاب مجتہد کیون قدر ماہ فیہ والتقدم علی القوم وان کان تخصیصا لہ بمکان لکنہ مستثنیٰ شرعاً جب اسے فرق کو بھی تخصیص مکانی ٹھہراتے ہیں حالانکہ ممکن واحد اور زمین ہمارے جس میں فی نفسہ اصلاً کوئی فرق و امتیاز نہیں تو مثلاً کسی مکان یا چوہرہ کی بلندی اگرچہ دو تین ہی گروہ ہو بدرجہ اولیٰ

تخصیص مکانی باعث کراہت ہوگی کہ یہاں نفس مکان میں تفرق و تفاوت موجود اور دالان و صحن کے فرق میں تو سرے سے درجہ ہی بدل گیا تو یہ سب صورتیں ارشاد امام علام صدر الشریعہ قدس سرہ و تخصیص الامام بمکان میں داخل ہیں جزاء اللہ خیر اجزاء کیا دو لفظوں میں تمام صورت کا احاطہ فرمایا اور بہت نزاعوں کا تصفیہ کر دیا فالحمد للہ رب العالمین پس ثابت ہوا کہ جہاں دالان مسجد کی کرسی صحن مسجد سے بلندی ممتاز رکھتی ہو جیسا کہ اکثر مساجد میں ہے وہاں امام کا دوستوں کے درمیان کھڑا ہونا جیسا کہ عوام ہند میں مشاہد ہے نہ صرف ایک کراہت بلکہ تین کراہتوں کا جامع ہوگا **اولاً** یہی بین الساریتین قیام امام **ثانیاً** مقتدیوں پر بلندی ممتاز **ثالثاً** اس کا زیر سقف اور مقتدیوں کا صحن پر ہونا **ہکذا** ایضاً بغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق وهو سبحانه وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ ۱۴۰۸ھ

**مسئلہ** - از شہزادہ بریلی مسؤلہ محمد ظہیر محمد صاحب ۱۲ رثوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) بعض شخص نماز میں رکوع کے بعد سجدہ کو جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے دونوں پانچوں کو گھٹنوں سے اوپر کو چڑھالیا کرتے ہیں یعنی ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے (۲) ہاتھوں کی کٹنی کھول کر آستین اوپر کو چڑھا کر نماز پڑھنے میں کس قدر نقصان ہے کس درجہ کی وہ نماز ہوگی زید کا خیال ہے وہ نماز مکروہ ہوئی مگر عمر و کا خیال ہے کہ مکروہ نہیں ہوئی اور عمر و کا سوال ہے کہ اگر مکروہ ہوئی تو صحت کے ساتھ بتلادیا جائے۔

**الجواب**

(۱) مکروہ ہے (۲) نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اگر نہ پھیرے گا نہ ہٹا کر رہے گا۔ درمختار علیہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسؤلہ احسان علی مظفر پوری طالب علم بتاریخ ۱۳ رثوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسائل میں کہ (۱) نماز کے اندر اگر ٹوپی گر جائے تو اٹھانا چاہیے یا نہیں (۲) امام قرائت یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے سے دراز کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ مقتدی وضو کر رہا ہو یا سجدہ میں آگیا ہو اور یہ امام کو معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب شریک ہونا چاہتا ہے بایں صورت رکوع میں کچھ دیر کر دے تو جائز ہے یا نہیں۔

**الجواب**

(۱) اٹھالینا افضل ہے جبکہ بار بار نہ کرے اور اگر تذلل و انکسار کی نیت سے سر برہنہ رہنا چاہے تو نہ اٹھانا افضل درمختار میں ہے

سقطت قلنسوتہ فاعادتها افضل الا اذا احتاجت لتکریر او عمل کثیر رد المحتار میں ہے الظاہ ان فضلیتہ اعادتها حیث لم یقصد بتزکھا تذلل (۲) اگر خاص کسی شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاص یا خوشامد کے لیے منظور تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی بڑھانے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یحشی علیہ امر عظیم یعنی اُس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اُس نے غیر خدا کے لیے کیا اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت (اور یہ اُس صورت میں واضح ہے کہ یہ اُس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اُس کا کوئی تعلق خاص اُس سے نہ ہونے کوئی غرض اُس سے اٹکی ہو) تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز بلکہ اگر حالت یہ ہے کہ یہ ابھی سر اٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑ جائے گا تو

بڑھا دینا مطلوب اور جو ابھی نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا ہے وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کرتا رہے اس کے لیے قدرِ نفوس پر نہ بڑھائے بلکہ اگر بڑھائے موجب ثقلِ حاضرین نماز ہوگا تو سخت ممنوع و ناجائز المسألة دوارة فی الکتب و بسطها الشامی من صفة الصلوة و ما قلته عطر المنحیق۔

واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** یکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے منع کرنے پر کہ آستین چڑھے ہوئے سے نماز نہ پڑھا کر د آستین اتار لیا کرو جواب دیا کہ کس کا قول ہے کس حدیث میں ہے اور اس کا راوی کون ہے۔

**الجواب**

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے صحیحین کی حدیث ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں اور جاہل کو ایسے سوالات نازیبا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از بریلی محلہ ذخیرہ مسئلہ مسعود حسین ۲۹ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر دھوپ کپڑا بدل کر لائے تو اس کو پہن کر عورتوں کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور چوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

**الجواب**

بدلا ہوا کپڑا پہننا مرد و عورت سب کو حرام ہے اور اس سے نماز مکروہ تحریمی جوڑا باندھنے کی کراہت مرد کے لیے ضرور ہے حدیث میں صاف زہی الرجل ہے عورت کے بال عورت ہیں پریشان ہوں گے تو انگشتان کا خون ہے اور چوٹی کھولنے کا اُسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کف شمر گندھی چوٹی میں ہے جب اس میں حرج نہیں جوڑے میں کیا حرج ہے مرد کے لیے مانفت میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں وہ بھی زمین پر گرے اور اس کے ساتھ سجدہ کریں کما فی المرقاة وغیرہا اور عورت ہرگز اس کے مامور نہیں لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا ہو مختص بالرجال دون النساء۔ وهو تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از موضع مانیہ والرداک خانہ قاسم پور گدھی ضلع بجنور پرگنہ افضل گڑھ مرید سید کفایت علی ولد حمایت علی ۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

حضور کی مسجد میں ایک مرتبہ نماز عشا کی پڑھ رہا تھا سر پر چادر اوڑھے ہوئے تھا وہ چادر بدن پر قائم رہی مگر سر پر اتار کر کندھے پر گر گئی تھی میں نے یہ سنا نہ ہی نہیں تھا آپ کے خلیفہ مولوی امجد علی صاحب نے یہ فرمایا اگر چادر رکوع میں یا کھڑے ہونے سے گر جائے تو ہاتھ سے اشارہ کر کے سر پر رکھ لینی چاہیے اگر نہیں رکھے گا تو نماز مکروہ ہوگی اور بھیتر چادر اوڑھنے کے ٹوپی کے ڈوپٹہ بندھا ہوا تھا جیسا کہ انھوں نے بتایا تھا دیا خاک را عمل میں لایا تھا مگر غریب خانہ آنکر جو نمازوں کو دیکھا تو وہ چادر یا رضائی سر کے اوپر سے نہیں اوڑھے بلکہ کاندھے پر اوڑھے ہیں میں نے ان سے کہا کہ چادر نماز پڑھتے ہیں سر پر سے اوڑھنی چاہیے اگر سر پر گر جائے تو ہاتھ سے سر پر رکھ لینی چاہیے ان نے کہا نماز پڑھتے ہیں چادر سر پر رکھے گا نماز نہیں ہوگی اب اس مسئلہ کا خواستگار ہوں تحریر کیجیے۔ بلیڈا تو جودا

## الجواب

ابونعیم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاینظر الله الی قوم لا یجمعون عمامہم تحت ردائهم یعنی فی الصلوۃ اللہ تعالیٰ اُس قوم کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو نماز میں اپنے علمے اپنی چادروں کے نیچے نہیں کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از سردلی کلاں ڈاکخانہ کچھا ضلع خنی تال مرسلہ محمد حسین خورد ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھی جائے تو ہو سکتی ہے یا نہیں اور بغیر ٹوپی کے رومال باندھا جائے تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

## الجواب

رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں جو سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ ہی ہو گیا اور چھوٹا رومال جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں پسینا مکرہ ہے اور بغیر ٹوپی کے عمامہ بھی نہ چاہیے نہ کہ رومال حدیث میں ہے فوق ما بیننا وبين المشرکین العمامۃ علی القلائس ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامہ ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از شہر ممباسہ ضلع مشرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو جاگتے میں کچھ غفلت ہوئی یا نماز پڑھتے میں کچھ شیطانی خیال آگیا اور آنکھوں کے سامنے عورت کی فرج کو دیکھا اور اپنا ذکر سامنے کیا لیکن دخول نہیں کیا ایک منٹ کے بعد اُس خیال کو دور کیا پھر نماز تمام کی اب اُس نے نہ دخول کیا اور نہ ذکر کھڑا ہوا تھا اور نہ منی یا ہڈی نکلی ہے ایک سذسا یہ خیال اُس کو تھا لیکن پیشاب اُس کو لگا ہے غسل کرنا ہو گا یا نہیں اور اُس کی ناکریسی ہوئی اُس کا خیال ہے کہ مجھ پر غسل نہیں اور نماز میں پڑھتا ہے قرآن مجید پڑھتا ہے اب نماز میں پڑھنا یا قرآن مجید اور دُعا پڑھنا درود پڑھنا سب کیسا ہے۔ بینوا تو جروا

## الجواب

جب نہ اُس نے دخول کیا نہ منی نکلی تو غسل واجب نہ ہوا۔ قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے اور سوائے قرآن مجید اور اذکار مثل کلمہ طہم تسبیح و تہلیل و درود شریف وغیرہ تو حالت جنابت میں بھی پڑھ سکتا ہے اور جبکہ صورت مذکورہ میں مذبی بھی نہ نکلی تو نماز بھی ہوگی بشرطیکہ اس کا پرہیز عضو عورت کی پرہیزہ شرکاء سے ملانہ ہو ورنہ وضو جائز اور نماز نہ ہوئی باقی نماز میں ایسا خیال بہت بد ہے اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا نماز سخت مکروہ ہوگی اور اگر پرہیز ایسی ہو جس سے دوسرے کی نظر سے حجاب نہ ہو تو اسی قدر سے نماز جاتی رہے گی جبکہ چارم حصہ کی قدر پر نہ کرے مگر چہ وضو نہ جائے گا جبکہ پرہیزہ شرکاء زن سے ملنا نہ ہو یہ سب اُسی صورت میں ہے کہ وہاں واقعی کوئی عورت موجود ہو ورنہ مجروح خیال سے نہ وضو جائے گا جب تک مذبی نہ نکلے نہ غسل واجب ہو گا جب تک منی نہ نکلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از حبشہ پور ڈاکخانہ خاص ضلع سنگھ بھوم آفس کارکیے مسولہ حمید اللہ ۹ رتوال ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پتلون پہن کر نماز درست ہے یا نہیں جبکہ اس میں نشست و برخاست پوری طور سے ہوتا ہے۔  
 بیٹو! توجروا -

### الجواب

پتلون پہننا مکروہ ہے اور مکروہ کپڑے سے نماز بھی مکروہ - واللہ تعالیٰ اعلم  
 مسئلہ - گلابند یا پگڑی یا رومال سے پیشانی چھپی ہے تو سجدہ درست ہوگا یا نہیں -

### الجواب

سجدہ درست ہے اور نماز مکروہ - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - مرزا اصغر علی خاں بانس منڈی بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر جماعت میں امام مسجد کے درمیں اور مقتدی باہر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اس میں کیا حکم ہے - بیٹو! توجروا

### الجواب

امام کا درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے کما فی رد المحتار من معراج الدارایہ عن سیدنا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ - واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم  
 مسئلہ - جو ایسے پن کر پاؤں میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ جبکہ ان کے پننے سے ٹخنے بند ہو گئے تو نماز مکروہ ہو گئی۔  
 بیٹو! توجروا -

### الجواب

زید کا قول غلط ہے موزی پہن کر نماز پڑھنا بہتر ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از سرکار پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری درگاہ اقدس مرسلہ امام علی شاہ صاحب ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

حق حق حق - جناب مولانا السلام علیکم مکلف ہوں کہ اس مسئلہ میں کہ آپ کیا فرماتے ہیں کسی بزرگ کے آستانہ پاک میں اسی بزرگ صاحب مزار کے روضہ منورہ کے دروازے کو بند کر کے روضہ کے آگے ہی اگر نماز پڑھ لی جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ اخبار دبہ بکندری میں لکھ دیا جائے تاکہ سب لوگ دیکھ لیں زیادہ نیاز المکلف فقیر محمد امام علی شاہ اولاد بابا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ از درگاہ حضرت جناب بابا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ گنج شکر قطب عالم اعیان ہند پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری

### الجواب

جناب شاہ صاحب علیکم السلام رحمۃ اللہ وبرکاتہ - صورت مذکورہ میں نماز جائز اور بلا کراہت جائز اور قرب مزار محبوباں کرو گار کے باعث زیادہ ثمر برکات و انوار و مورد رحمت جلیلیہ غفار خلاصہ و ذخیرہ و محیط و ہندیہ وغیرہ میں ہے واللہ اعلم ہذا قال محمد اکوہ ان تكون قبلة المسجد الى المخرج والحمام والقبر (الى قوله اعني المحيط) هذا كله اذ المكيين بين المصلحة وبين هذه المواضع

حائط اوسترة اما اذا كان لا يكره ويصير الحائط فاصلا سرکار اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علی من طیبہا وآلہ وسلم میں روضہ اقدس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے نمازیوں کی صفیں کی صفیں ہوتی ہیں جن کا سجدہ خاص روضہ اقدس کی طرف ہوتا ہے مگر نیت استقبال قبلہ کی ہے نہ استقبال روضہ اطہر کی لہذا ہمیشہ علیائے کرام نے اسے جائز رکھا ہاں بلا مجبوری مزار اقدس کو پیٹھ کرنے سے منع فرمایا اگرچہ نماز میں ہونے تک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقطلا علی قاری میں ہے (لا یستند برالقبر المقدس) ای فی صلاۃ ولا غیرھا الا بضرورة ملحۃ الیہ نیز شرح مذکور میں ہے لا تکرہ الصلوۃ خلف الحجرة المشرفة الا اذا قصد التوجه الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام اجل قاضی عیاض شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح پھر علامہ علی قاری مرقاۃ المفاتیح نیز علامہ محدث طاہر فتنی مجمع بحار الانوار نیز امام قاضی ناصر الدین بیضاوی پھر امام جلیل علامہ محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر امام احمد محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری نیز امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ شریف پھر شیخ محقق محدث دہلوی لمعات التتبع میں فرماتے ہیں وهذا لفظ الا ولین من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلے فی مقبرہ وقصد الاستظهار بروحہ او وصول اثر من آثار عبادتہ الیہ لا للتظیم لہ والتوجہ نحوه فلا حرج علیہ الا ترى ان موقدا اسمعيل عليه الصلاة والسلام في المسجد الحرام عند الحطيم ثم ان ذلك المسجد افضل مكان يقوى المسجد لصلاۃ یعنی جس نے کسی نیک بندے کے قرب میں مسجد بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کی روح سے استمداد و استعانت کا قصد کیا یا یہ کہ اس کی عبادت کا کوئی اثر اسے پہنچے نہ اس لیے کہ نماز سے اس کی تعظیم کرے یا نماز میں اس کی طرف منہ ہونا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیا دیکھتے نہیں کہ سیدنا اسمعيل عليه الصلاة والسلام کا مزار شریف خاص مسجد الحرام میں حطیم کے پاس ہے پھر یہ مسجد سب سے افضل وہ جگہ ہے کہ نمازی نماز کے لیے جس کا قصد کرے، اخیرین کے لفظ یہ ہیں خروج بذلک اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح والصلوة عند قبرہ لا لتظیمہ والتوجہ نحوه بل لوصول مدد منہ حتی تکمل عبادتہ ببرکۃ مجاورتہ لتلك الروح الطاهرة فلا حرج فی ذلک لما ورد ان قبر اسمعيل عليه الصلاة والسلام في الحجر تحت الميزاب وان في الحطيم وبين الحجر الاسود وزمزم قبر سبعین نبیا ولمدینہ احد عن الصلاۃ فیہ یعنی کسی نبی یا ولی کے قرب میں مسجد بنانا اور ان کی قبر کے حیم کے پاس نماز پڑھنا ان دونوں سے بلکہ اس لیے کہ ان کی مدد مجھے پہنچے ان کے قرب کی برکت سے میری عبادت کا مل ہو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ وارد ہوا ہے کہ اسمعيل عليه الصلاة والسلام کا مزار پاک حطیم میں میزاب الرحمة کے نیچے ہے اور حطیم میں اورنگ اسود و زمزم کے درمیان شرف پیروں کی قبریں ہیں علیہم الصلاۃ والسلام اور وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہ فرمایا شیخ محقق فرماتے ہیں کلام الشارحین متطابق فی ذلک تمام اصحاب شرح اس بارے میں یکہ بان ہیں الحمد للہ کرام کے اس اجماع و اتفاق نے جان دہا بیت پر کیسی قیامت توڑی کہ خاص نماز میں مزارات اولیائے کرام سے استمداد و استعانت کی ٹھنڈی آب تو عجیب نہیں کہ حضرات دہا بیت تمام المذہب کو گور پرست کا لقب بخشیں ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم پھر روضہ مبارک کا دروازہ مقدسہ بند کرنے کی بھی ضرورت اس حالت میں ہے کہ قبر اور نماز کی خاص سامنے ہوا اور بیچ میں چھڑی وغیرہ کوئی ستر نہ ہو اور قرب اتنی قریب ہو کہ جب یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے تو حالت قیام میں قبر پر نظر پڑے لہذا اگر مزار مبارک ایک کنارے کو ہے یا بیچ میں کوئی ستر ہے اگرچہ آدھ گز اونچی کوئی لکڑی ہی کھڑی کر لی ہو یا مزار مطہر نماز کی جگہ سے اتنی دور ہے کہ نمازی نیچی نظر کیے اپنے سجدہ کی جگہ نظر جمائے تو

مزار شریف تک نگاہ نہ پہنچے تو ان صورتوں میں دروازہ بند کرنے کی بھی حاجت نہیں یوں میں نماز بلا کراہت جائز ہے تا تاثر خانیہ پھر فتاویٰ علیگیریہ میں ہے ان کان بینه وبين القبر مقدار ما لو کان فی الصلوۃ ویعراضن لایکون ۱۲ھ ہذا ایضاً لایکون جائع مضمرات شرح قدوری پھر جائع الرموز شرح نقایہ پھر طحاوی علی مرقی الفلاح ورد المحتار علامہ شامی میں ہے لا تکرہ الصلوۃ الی جهة القبر الا اذا کان باین یدینہ بحیث لوصلہ صلاۃ الخاشعین وقع بصیۃ علیہ یہ قلب و ابیت پر کیسا شاق ہوگا کہ مزار مبارک بلا حائل بے پردہ صرف چار پانچ گز کے فاصلہ سے عین نماز میں نمازی کے سامنے ہے اور نماز بلا کراہت جائز کیا یہ فقہائے کرام کو قبر پرست نہ کہیں گے والعیاذ باللہ رب العالمین یہ سب اُس صورت میں ہے کہ وہ دونیت فاسدہ نہ ہوں یعنی نماز سے تعظیم قبر کا ارادہ یا بجائے کعبہ نماز میں استقبال قبر کا قصد۔ ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذ اللہ نہایت عجلت قبر ہو تو صریح شرک و کفر مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا اس کی نظر یہ ہے کہ کوئی ناخذ ترس کعبہ معظمہ کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ وہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا نماز تعظیم کعبہ کے لیے پڑھتا ہے ایسی نماز بیشک حرام اور نہایت عبادت کعبہ ہو تو سب اسلام مگر اس میں کعبہ معظمہ کا کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا فور ہے یوں جو مزارات کے حضور ہے اور مزار اکرم مستور ہے یا نظر خاشعین سے دور ہے تو فاسد نیت سے مانور ہے اور تبرک و استداد کی نیت سے مانور ہے کہ نماز و نیاز کا اجتماع نور علی نور ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلمہ و علیمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

**مسئلہ -** از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

(۱) وضو، نماز، غسل، جماعت، لباس، نماز جنازہ، کفن، دفن، نکاح وغیرہ میں کتنے کتنے اور کون کون سے فرض؟  
مستحب، واجب ہیں جس کے ترک سے نماز فاسد، یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا کہ بطور دوسرے کے یا مسجدہ سو کے قابل ہو جاتی ہے یا کیا چیز ترک ہو جس سے امام نے دوبارہ جماعت شروع کی اب اور نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے ہیں اور کس ترک کے سبب سے اب نئے آدمی بھی شامل ہو سکتے ہیں اسی طرح غسل، جماعت، لباس، کفن، دفن، نکاح سب کا حال علیحدہ علیحدہ ترتیب وار تحریر فرمایا جائے (۲) زید متبا کو کھانے پینے کی اکثر باندھ کر نماز پڑھتا ہے نماز ہوگی؟ (۳) زید اکثر رزائی، کمل چادر کی گھوکی ڈال کر نماز پڑھتا ہے ہوگی یا نہیں۔  
بلیوا تو جبروا۔

الجواب

(۱) اس سوال کا جواب اگر مفصل لکھا جائے تو کم از کم دو ہزار روپے ہوں گے سائل کو چاہیے علم سیکھے یہ باتیں آجائیں گی۔ فرض کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے اور واجب کے ترک سے مکروہ تحریمی اور سنت موکدہ کا ترک بہت بُرا ہے اور غیر موکدہ کے ترک سے مکروہ تحریمی اور مستحب کے ترک سے غیر اولیٰ فرض کے ترک میں پھر پڑھنا فرض ہے کہ پہلی نماز اصلاً نہ پڑھی اور اسی صورت میں نئے آدمی شامل ہو سکتے ہیں اور واجب بھول کر چھوٹا توجیدہ سو کا حکم ہے اور قصداً چھوڑا یا بھول کر چھوٹا تھا مگر سجدہ سہون کیا تو اعادہ واجب ہے اور سنت کے ترک میں سنت اور مستحب کے ترک میں مستحب اور ان سب صورتوں میں نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے۔ (۲) ہاں نماز ہو جائے گی مگر بدو آئے تو کراہت ہے (۳) نماز مکروہ ہوگی جب تک ایک تہہ اس کا دوسرے کندھے پر نہ ڈالا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



**مسئلہ -** ازنگلتہ دھرم تلامذہ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۵ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو ریشمیں کپڑا پہن کر نماز کیسی ہے اور جب امام باوصف معلوم ہو جانے حرمت کے  
لباس ریشمیں پہن کر امامت کیا کرے تو ساری جماعت کے نماز میں کراہت تحریمی کا وبال امام پر ہوگا یا نہیں۔

### الجواب

فی الواقع ریشمیں کپڑا پہن کر نماز مرد کے لیے مکروہ تحریمی ہے کہ اُسے اتار کر پھر پڑھنا واجب کہ اھو معلوم من الفقہ فی غیر ما موضع  
شرح مقدّم غزوہ پھر فتاویٰ انقرویہ میں ہے نکرہ الصلوٰۃ فی ثوب الحریر وعلیہ ایضا لانہ محرم علیہ لبسہ فی غیر الصلوٰۃ ففیہا  
اولیٰ فان صلی فیہا صحت صلاتہ لان الذمی لا یختص بالصلوٰۃ انتھی قول وقولہ وعلیہ ایضا مبتن علی قولہما من  
حرمة اختراش الحریر والا فهو جائز عند الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان المحرم لبسہ لاسائر وجوہ الانتقاع کما  
فی رد المحتار وغیرہ نعم نکرہ الصلوٰۃ علیہ وان جازا اختراشہ لان الصلوٰۃ لیست موضع التقویہ وھذا الکراہۃ تنزیہیۃ  
جبکہ اشد حر وجہل نے مرد کو ریشمیں کپڑا گھر میں پہننا حرام کیا تو خود اس کے دربار میں اُسے پہن کر حاضر ہونا کس درجہ گستاخی و بے ادبی ہوگا جو  
بات گھر بیچ کر تنہائی میں کرتا تو قانون سلطانی میں جرم ہو وہ خود بادشاہ سلطانی میں اُس کے حضور گھڑت ہو کر کرنا کیسی صریح بیباکی اور بادشاہ کا  
موجب ناراضی ہوگا والعیاذ باللہ تعالیٰ اور پڑ ظاہر کہ نماز امام کی یہ کراہت نماز مقتدیان کی طرف بھی سرایت کرے گی تو ان سب کی نماز میں خراب و  
ناقص ہونے کا یہی شخص باعث ہوا اور معاذ اللہ ارشاد حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی کا مصداق ٹھہرا ہے اے اوب تنہا ز خود راداشت بدو  
بکہ آتش در ہرہ آفاق زدو بعینہ ہی حکم ان سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا ناجائز ہے جیسے ریشمیں کمر بند یا مغز ٹوپی یا دو کپڑا جس پر ریشم یا  
چاندی یا سونے کے کام کا کوئی بیل بونا چار انگل سے زیادہ عرض کا بول ہاتھ خواہ پاؤں میں تانبے سونے چاندی پیتل لوہے کے چھلے یا کان  
میں بالی یا بندہ یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں  
اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام و ناجائز ہیں اور ان سے نماز مکروہ تحریمی اور تانبے پیتل لوہے کے زیور تو  
عورتوں کو بھی حرام ہیں انھیں پہن کر ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ان مسائل کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے اشد غزوہ جل مسلمانوں کو ہدایت  
فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از بایوں پچھری منصفی مرسلہ شیخ حامد حسین وکیل ۱۷ جمادی الاخرہ ۱۳۱۵ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا کیسا امدان پٹروں سے نماز ہوتی ہے یا نہیں اور ہوتی ہے تو  
بکراہت تحریمی یا تنزیہی یا بلا کسی فساد کے۔ بینوا توجروا۔

### الجواب

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام سخت حرام اشد حرام اور انھیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے  
پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب والعیاذ باللہ العزیز الغفار سیدی علامہ اسماعیل نابلسی شرح درر وغرہ پھر علامہ عارف باللہ عبد الغنی

نامیسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں ما فعلہ بعض ارباب الحرف بد مشق لما زینت المبلدۃ بسبب اخذ بلد من الافرنج من لبسہم زی الافرنج فی رؤسہم وسائر بد نہم وجعلہم اساری فی القیود وعرض ذلك فی البلدۃ علی زعم انہ حسن وهو العیاذ باللہ کفر علی الصحیح وخطا عظیم علی القول المرجوح اعاذنا اللہ من الجہل المورود موارد السوء علیگیری میں تاتارخانیہ سے ہے تکررہ الصلاۃ مع البرنس - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از ملک ابربرہما چھاؤنی مسکنہ مرسلہ حاجی ہادی یار خاں ۶ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے اُس کے کپڑا بہت ہے لیکن آستینیں چڑھا کر کُنی سے اوپر نماز پڑھتا ہے کچھ کراہت نماز میں آتی ہے یا نہیں اس کا جواب مع حدیث شریف تحریر فرمائیے۔

**الجواب**

مکروہ ہے نماز پھیرنے کا حکم ہے درمختار میں ہے کہ وہ سدل نو بہ وکروہ کفہ ای دفعہ ولولہ تراب کشمیر کما و ذیل رد المحتار میں ہے حور الخیر الرملی ما یقید ان الکراہۃ فیہ تحریمیۃ حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء وان لا اکفن شعرا ولا ثوبا رواہ الستۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حسین ۲ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستین کُنی تک چڑھی ہوئی نماز پڑھنی مکروہ ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب**

ضرور مکروہ ہے اور سخت و شدید مکروہ ہے صحاح ستہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء وان لا اکفن شعرا ولا ثوبا صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان لا اکفن الشعر والثیاب تمام متون مذہب میں ہے کہ کفہ نو بہ فتح القدر و بحر الرائق میں ہے یدخل ایضا فی کف الثوب تشمیر مکیہ درمختار میں ہے کہ کفہ ای دفعہ ولولہ تراب کشمیر کما و ذیل رد المحتار میں ہے حور الخیر الرملی ما یقید ان الکراہۃ فیہ تحریمیۃ غنیہ میں ہے پیکرہ ان یکف نو بہ و ہدی فی الصلاۃ بعمل قلیل بان یرفع من بین یدیه او من خلف عند السجود یدخل فیہا وهو مکفوف کما اذا دخل وهو مشغول لکما والذیل علامتین محققین جلیلین شارحین منیہ تحقیق فرماتے ہیں کہ اکثر کلائی کہہ رہے آستین چڑھی ہونا ہی کراہت کہ کافی ہے اگرچہ کُنی تک نہ غنیہ میں ہے (و) پیکرہ ایضا (ان یرفع کفہ) اسی لشعرہ (الی المرفقین) و ہذا قید اتفاقی فالہ لو شمرہ الی ما دون المرفق پیکرہ ایضا لانه کفہ للثوب وہی منہی عنہ فی الصلاۃ لہا ما و ہذا اذا شمرہ خارج الصلاۃ و شرع فی الصلوۃ و ہو کذلک اما الوشمۃ فی الصلاۃ تفہید لانه عمل کثیر علیہ میں ہے ینبغي ان یکرہ تشمیر ہما الی ما فوق نصف الساعد لصیق

کعت الثوب علی هذا تلامزم ہے کہ آستینیں اُتار کر نماز میں داخل ہو اگرچہ رکعت جاتی رہے اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھے تو اعادہ کی جائے  
کما هو حکم کل صلاة ادریت مع الکراهة کما فی الدرر وغیرہ۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** غزہ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنی المذہب ہے اور اُس نے کسی وجہ سے نماز دست کش پڑھی تو وہ اُس کی نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا اُس کا اعادہ کرنا چاہیے یا کیا۔

**الجواب**

نماز ہو جائے گی مگر کبر اہم لتؤک السنة اعادہ چاہیے علی وجه الاستحباب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از مارہرہ مطرہ ضلع ایٹہ محلہ کبوانہ مسئلہ تاج الدین حسین خاں صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۵ھ

موسم گرما میں میں ساری بہت نیچی باندھتا ہوں اکثر نماز مولوی صاحبوں کے ہمراہ پڑھی کسی نے اعتراض نہ کیا ایک سید صاحب سے دریافت کیا تو فرمایا جو اونچی دھوتی باندھتے ہیں اُن کو کاجھ کھولنی ضرور ہے کہ ستر پوشی ہو اور تم بہت نیچی باندھتے ہو اس میں ضرور نہیں کہ ستر چھپا رہتا ہے میں نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا اس پر چند آدمیوں نے اعتراض کیا کہ کھول دیا کرو ورنہ نماز میں غفل پڑتا ہے پس اُن مخدوم کو تکلیف دیتا ہوں حکم شرع بیان فرمائیے اور اگر باندھنا ساری کا داخل پوشاک مشرکین ہو تو میں موقوف کروں کیونکہ میرا اعتقاد آپ کے قول پر ہے بقابلہ آپ کے میں کسی کے قول کو ترجیح نہیں دیتا ہوں بقول مخدوم مینا صاحب قدس سرہ العزیز  
ہمد شہر پُز خواں منم و خیال ما ہے و چکنم کہ چٹم بدخونند کبکس نگا ہے و از زیادہ نیاز

**الجواب**

مکرمی سلم اللہ تعالیٰ جواب مسئلہ انھیں نفلوں میں ہے جو آپ نے تحریر فرمائے کہ اس عقدے کو حل فرمائیے واقعی ساری نیچے ہے دکھولنا کراہت نماز کا موجب ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اموت ان لا اکف شعاع اولاً و ثانیاً غنیہ شرح منہ میں ہے یکوہ ان یکف ثوبہ و هو فی الصلاة یعمل قلیل بان یرفعہ من بین ید یدہ او من خلفہ عند السجود او یدخل فیہا و هو مکفوف کما اذا دخل و هو مشمر الکم و الذیل اور ساری یا دھوتی باندھنا جہاں کے شرفا میں اس کا رواج نہ ہو جیسے ہمارے بلاد وہاں شرفا کے لیے خود بھی کراہت سے خالی نہیں کما حقیقنا لا فی کتاب الحظون فتاونا اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباس کفار سمجھتے ہوں تو احتراز تو لگد ہے حرج پیچھے گھرنے میں ہے ورنہ تہ بند تو عین سنت ہے اور گنوں سے اوپر تک ہونا چاہیے اس سے زیادہ نیچی کردہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
یہ تو آپ کے سوال کا جواب تھا اور ان سب باتوں سے زیادہ ضروری مسئلہ قیام نماز ہے فرض و تہ و سنت فجر بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت صرف اُن صاحب میں ہے کہ کھڑے ہونے پر اصلاً قدرت نہ ہو نہ دیوار کی ٹیک نہ کسی آدمی یا کڑی کے سہارے سے اور عجز بھی ایسا ہو کہ ایک بار اللہ اکبر کہنے کی دیر تک بھی کھڑا نہ ہو سکے اگر اتنی ہی دیر قیام کی طاقت ہو اگرچہ کسی سہارے سے تو فرض ہے کہ تکبیر تحریر کھڑے ہو کر کہے پھر طاقت نہ رہے تو بیٹھ جائے آج کل اکثر لوگ اس کا خلاف کرتے ہیں ذرا تکلیف ہوئی اور نماز بیٹھ کر پڑھ لی اور سید سے کھڑے ہو کر گھر کو راہی ہوئے یوں نماز میں

قطعاً باطل ہوتی ہیں بکارت جتنی دیر جس قدر اور جس طرح کھڑے ہونے کی قدرت ہو اتنا قیام ہر رکعت میں فرض ہے یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے وقد بینا فی فتاونا وبالله التوفیق ثمر السلام۔

### مسئلہ - ۲۸ جہادی الادنیٰ سلمہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وقت نماز اپنی جوتیاں سجدہ کے رو برو رکھ کر نماز ادا کرے تو نماز میں کیا شرعاً کراہت آتی ہے اور دہنے یا بائیں طرف رکھنے سے کیا نفع نقصان ہے اگر سجدہ کے برابر رکھ کر کپڑے وغیرہ سے چھپا دی جائیں تو علیحدہ ہونے کے مرتبہ میں ہوئی یا نہیں اور کس حدیث سے جوتیوں کو سجدہ کے رو برو رکھنا منع آیا ہے اور ایسے وقت میں نزول رحمت کا بند ہونا کیوں ہے معمولی جوتیاں جو ہر شخص پہنے پھرتے ہیں پہنے ہوئے مسجد میں چلائے اور پہنے ہوئے نماز ادا کرے جائز ہے یا نہیں کن بزرگان دین نے ایسا فعل کیا تھا۔ بینوا توجروا۔

### الجواب

سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیه عن یمینہ ولا عن یسارہ فتكون عن یمین غیرہ الا ان لا یکون احد ولیضع ہما بین وجلیہ جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو جوتی اپنے دہنے طرف نہ رکھے نہ اپنے بائیں طرف رکھے کہ دوسرا جو اس کے بائیں ہاتھ کو ہے اُس کے دہنی طرف ہوں گی ہاں اگر بائیں طرف کو کوئی نہ ہو تو بائیں جانب رکھے ورنہ اپنے پاؤں کے بیچ میں رکھے رواہ الحاکم ایضاً والبیہقی دوسری روایت میں اس مانعت کے لیے یوں حدیث آئی فلا یؤخذ بها احدکسی کو ایذا نہ ہو رواہ الثلثۃ المذکورون وابن حبان عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث میں اس ایذا کی یوں تصریح آئی لا تضع ہما عن یمینک ولا عن یسارک فتؤذی الملتکۃ والناس دہنے ہاتھ کو رکھے گا تو ملائمہ کو ایذا ہوگی بائیں کو رکھے گا تو جو لوگ بائیں طرف ہیں انہیں ایذا ہوگی رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمائے اس ایذا کی وجہ فرمائی یعنی نوع اہانۃ لہ جس کی طرف جوتا رکھا جائے اُس کی ایک طرح کی اہانت ہوتی ہے قالہ الطیبی ونقلہ فی الموقاة اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا کان احدکم یصلی فلا یصیب قبل وجہہ فان اللہ تعالیٰ قبل وجہہ اذا صلی جب تم میں کوئی نماز میں ہو تو سامنے کو نہ تھو کے کہ نمازی کے سامنے اللہ عزوجل کا فضل و جلال و رحمت و عظمت ہوتے ہیں رواہ مالک فی الموطا عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ومن طریقہ الشیخان فی الصحیحین اللہ دین اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں یجب علی المصلی اکرام قبلتہ بعما یکرم بہ من یناجیہ من المخلوقین عند استقبالہم بوجہ یعنی نمازی پر واجب ہے کہ معظمت کے سامنے کھڑے ہونے میں جس بات میں ان کی تعظیم جانتا ہے وہی ادب اپنی اپنی جانب قبلہ میں ملحوظ رکھے کہ اللہ عزوجل سب سے زیادہ احق بالتعظیم ہے ذکوہ ابن بطلان ونقلہ فی ارشاد السادی ان احادیث میں دہنے بائیں کا حکم صاف مصرح ہے اور سامنے کا حکم اُس حدیث صحیح کے دلائل النص اور اسی ارشاد علی کے عموم اور نیز اس قاعدہ سلمہ مرحیہ عقلیہ شرعیہ سے معلوم کہ توہین تعظیم کا مدار عرف و عادت الناس و بلاد پر ہے وقد حققہ المولی علامۃ خاتمۃ المحققین سیدنا والوالد قدس سرہ الماحجد فی اصول الرشاد اور شکتیں کہ اب عرف عام تمام بلاد یہی ہے کہ دربار شاہی میں بحضور سلطانی باتیں کرنے کھڑا ہوا اور جوتا سامنے رکھے بے ادب گنا جائے گا فقیر نے بحیث خود

دیکھا ہے کہ کعبہ معظمہ پر پھو بار برسی تھی میزاب رحمت سے بوندیں ٹپک رہی تھیں مسلمان حاضر تھے اُن بوندوں کو لیتے اور چشم و دل سے ملتے ان میں کوئی ہندی شخص جو تاہاتھ میں لیے کھڑا تھا ترکی خادم دوڑا اور اُس کی گردن دبا دی تناسی ربك و نعلك بیدك جوتیاں ہاتھ میں لیے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے بلکہ سنن ابن ماجہ میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یوں ہے فاجعلہما بین رجلین ولا تجعلہما عن یمینک ولا عن یسارک فتوزی من خلفک یعنی جوتے اپنے پیچھے بھی نہ رکھ کہ جو پیچھے ہے اُس کے آگے ہوں گے اُسے ایذا ہوگی انجاء الحاجر میں لکھا ہے اذا وضعہا و راء یکونان قد امد من کان فی الصف الموخر و رحمة اللہ تعالیٰ تنزل علیہم فیکون هذا الفعل اساءة و لهذا المکر دین نے تصریح فرمائی کہ استعمالی جوتیاں پہنے ہوئے مسجد میں جانا بے ادبی و مکروہ ہے امام برہان الدین صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید پھر علامہ برجہ الرائی میں فرماتے ہیں قد قیل دخول المسجد متعلا من سوء الادب رد المحتار میں عمدۃ المفتی سے ہے دخول المسجد متعلا من سوء الادب فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے دخول المسجد متعلا مکروہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ و جہ دو جوڑے رکھتے تھے استعمالی جوتا پہن کر دروازہ مسجد تک تشریف لاتے پھر دوسرا جوڑا پہن کر مسجد میں جاتے ذکرۃ ایضاً فی البحر عن التجنیس و اذا لامر دار علی العرف فالحکم الحظر اذن مع ثبوته عن سید المتادین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ذلك کتوک الکلاب تدور فی المسجد و وضع السیر و ادخال البعیر و ضوب الخیمۃ للرضی و غیرہم فیہ و لئلا رسالۃ فی الباب سیمنا ہا جمال الاجال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال و اخرى نفیسة حافلة فیما تصان عنه المساجد ہاں اگر بائیں جانب یا پیچھے رکھنے میں چوری کا خوف ہو اور یہاں جوتی پاؤں کے نیچ میں جو فرج نمازیں ہوتا ہے یعنی چار انگل اس قدر میں آنے کے قابل نہیں ہوتے تو کپڑے سے چھپانا کافی ہے ہذا کلمہ ملاحظہ لی تفقہا و باقرت ظہران لاوس و دلبقیۃ حدیث الخطیب المذکور و ان سلّم ان سلّم من الضعف لان الاحکام ہمہنا بالعرف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔۔ ۴۔۔۔ ریج الاخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اخاف رحم کرے اللہ آپ لوگوں پر اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے رہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ دردی جو کہ سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں اور دھوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں اُس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا مکروہ تحریمی حکم حسیت۔

الجواب

وہ دردی پہن کر نماز مکروہ ہے خصوصاً جبکہ سجدہ بردر جہ سنون سے مانع ہو فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے او الحیاط اذا استوجز علی خیاطۃ شیء من ذی الفساق و یعطی لہ فی ذلک کثیر اجر ولا یستحب لہ ان یعمل لانه اعانة علی المعصیۃ اور دھوتی باندھنا بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہنود وغیرہ نہ ہو تو کپڑے کا پیچھے گھرنے ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لیے بس ہے لہذا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کف ثوب او شعر ہاں پیچھے نہ گھریں تو وہ دھوتی نہیں تہجد ہے اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنت ہے واللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسئلہ۔۔۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عینک لگا کر نماز پڑھا تا ہے تو مقتدیوں کی نمازیں کچھ قصور تو نہیں۔۔۔ بینوا تو جروا۔

## الجواب

اگر عینک کا حلقہ یا قیاس چاندی یا سونے کی ہیں تو ایسی عینک ناجائز ہے اور نماز اُس کی اور مقتدیوں سب کی سخت مکروہ ہوتی ہے ورنہ تائبے یا اور دھات کی ہیں تو بہتر یہ کہ نماز پڑھتے میں اُتار لے ورنہ یہ خلاف اولیٰ اور کراہت سے خالی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان بشرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے در و محراب میں نماز پڑھنا و پڑھانا جائز ہے یا نہیں اور اکثر آگے در کے چوتراہ یا لکڑی کی مثل چوکی کے بنا کر اُس پر نماز پڑھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم در کے باہر نماز پڑھتے ہیں اور بعض در ایسے ہیں کہ کچھ دروازہ اُن کا عمارت میں نکال دیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دریچ کا آگے کو ان دونوں دروں سے نکال دیا گیا ہے تب ان صورتوں میں کیا حکم ہے۔ بلیغاً توجروا۔

## الجواب

اصل حکم یہ ہے کہ تنہا ایک شخص کہ نام ہے نہ مقتدی بلکہ اپنی نماز جدا پڑھ رہا ہے اُسے در میں کھڑے ہو کر اپنی نماز پڑھنے میں حرج نہیں ہے اور مقتدی کو در میں کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر بضرورت کہ جگہ نہیں ہے یا مثلاً مینہ برس رہا ہے صحیح حدیث میں ہے کہنا تنقی هذا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ہے کہما بینا ہ فی فتاویٰ ہما یہ حکم منفرد مقتدی کے لیے تھا رہا امام اُس کے لیے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ در میں کھڑے ہونا مکروہ ہے تا تار خانہ و در المختار میں امام سے ہے انی اکوہ لا امام ان یقوم بین السادیتین اور اُس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ خلاف عمل امت ہے کما فی المعراج وغیرہ اور دوسرے یہ کہ امام و مقتدی کا درجہ بدل گیا اگر امام ایک درجہ میں تھا ہے اور مقتدی دوسرے درجہ میں ہے تو یہ مکروہ ہے کما فی الفہستانی فی شرح النقایہ در کا اس پاس کے دروں سے آگے نکلا ہونا اس سے کراہت کا دفع نہیں ہو سکتا البتہ امام در کے باہر کھڑا ہو اور سجدہ در کے اندر کرے تو وہ کراہت جاتی رہے گی کہ اب امام و مقتدی ایک ہی درجہ میں ہیں لان العبرة للقدم کما فی الفہستانی وغیرہ مگر اب غالب ساجد میں ایک اور کراہت پیش آئے گی وہ یہ ہے کہ اگلے درجے کی کرسی صحن سے بلند ہوتی ہے تو کھڑا ہوا نیچے اور سجدہ بلند پر کیا یہ بلند کی اگر دو خشت بخارا یعنی ۱۲ انچ یعنی پاؤں کی قدر ہوئی جب تو نماز ہی نہ ہوگی کما فی الفہستانی فی الدال المختار اور اگر اس سے کم ہوئی جب بھی کراہت کا خالی نہیں لہذا اس کا علاج یہ ہے کہ در کی کرسی اس قدر جس میں امام سجدہ کر سکے زمین کا ٹکڑا صحن کی برابر کر دی جائے اب امام در کے باہر کھڑا ہو اور اُس کئی ہوئی زمین میں سجدہ کرے سب کما ہتیں جاتی رہیں اور وہ جو چوکی رکھ دیتے ہیں یا لکڑی وغیرہ کا چوتراہ بنا دیتے ہیں اس سے اگرچہ دو کراہتیں جاتی رہیں کہ اب امام در میں ہے نہ اُس کا سجدہ پاؤں کی جگہ سے بلند ہے مگر تیسری کراہت اور عارض ہوئی کہ امام کو مقتدیوں سے بلند جگہ بقدر امتیاز کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے کما فی الدال المختار و ہوالا صم المختار اور مشابہت یہود ہے اور حدیث میں فرمایا لا تشبہوا بالیہود وقد قالوا انھم یقیمون امامہم علی دکان ممتازا عن خلفہ تو چارہ کار وہی ہے جو اوپر بتایا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

# تيجان الصّواب

## في قيام الامام في المحراب

۲۰ — ۵ — ۱۳

**مسئلہ -** از جبل پور قریب مسجد کو توالی مرسلہ مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی ۶ جمادی الاخرہ ۱۳۲۲ھ  
اما بعد ما یقول سیدنا وسندنا ومولانا ومرشدنا والذخیر لولینا وعذنا ووسیلتنا ویرکتنا فی الدنیا والدین ایتة  
من آیات اللہ رب العلمین نعمۃ اللہ علی المسلمین اعلم العلماء المتبحرین افضل الفضلاء المتصدرین تاج المحققین  
صراج المدققین مالک ازمۃ الفتاوی والمفتیین ذوالمقامات الفاخرة والکمالات الزاہرة الباہرة صاحب الحجۃ  
القاهرة مجدد المائة الحاضرة العلامة الاجل الایجل حلال عقدۃ مالا ینحل بحی العلوم کاشف السرا المکتوم  
صدر الشریعة شی السنتۃ المحدث الفقیہ العدیم المنظیر  
التحریر لآلالت لوا مع افکارہ توضیح غوامض مشکلا

وانوار اسرارہ  
المعضلات فی هذا المرام **سوال اول** امام رتب اگر محراب راگزاشتہ در مسجد یا در صحن باز اسے وسط قیام  
نماید آیا اس ترک مقام معین ومقام در غیر محراب مکروه باشد یا نہ بر تقدیر اول ایچہ در کتاب مستطاب رد المحتار در باب الامامۃ مذکور است والظاهر  
ان هذا فی الامام الراتب لجماعة كثيرة لئلا يلزم عدم قيامه في الوسط فلو لم يلزم ذلك لايكروه فيما المراد منه وبر تقدير ثانى ایچہ  
در ہماں کتاب در مکر وہات الصلوۃ مسطور است ومقتضاہ ان الامام لو ترك المحراب وقام في غيره يكره ولو كان قيامه وسط الصف  
لانه خلاف عمل الامة وهو ظاهر في الامام الراتب دون غيره والمنفرد الخ فعمامستفاد عنه از عبارات اولی مفهوم می شود کہ  
ترک محراب سبب کراہت نیست بلکہ لزوم عدم قیام فی الوسط باعث کراہت است پس اگر امام راتب ہم ترک محراب نموده در غیر محراب بمجاذاست  
وسط صف قیام نماید در مسجد یا در صحن مسجد با جماعت قلیل کہ از عدم محاذات وسط صف لازم نیاید مکروه نباشد و از عبارات اخرى استفادہ می شود  
کہ امام راتب را ترک محراب وقیام در غیر محراب مطلقا اگرچہ باز اسے وسط صف باشد و بہر کجی کہ بود اندرون مسجد یا بیرون مسجد در صحن وغیرہ مکروه باشد  
لانه خلاف عمل الامة وظاهر هما يدل على التضارب والتناقض بينهما فكيف التطبيق **سوال دوم** قیام امام در محراب بطوریکہ  
مصرح فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالی است یعنی قیامہ خارجہ و سجودہ فیہ چہ حکم دارد مباح یا سنت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ در جامع الصغیر  
می فرماید عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لا بأس ان يكون مقام الامام في المسجد وسجوده في الطاق ويكره ان  
يقوم في الطاق اهـ هکذا فی الہدایۃ و در کتاب الآثار می نویسند واما نحن فلا نرى بأسا ان يقوم بحمال الطاق ما لم  
یدخل فیہ اذا کان مقامہ خارجا منه وسجوده فیہ وهو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ فیفہم من هذه العبارات



الاذن والخصۃ فیہ واز اکثر کتب معتدۃ فقہیہ ہم جواز مطلق مفہوم می شود کہ عبارات متون و شروح معتبرۃ مشہورہ بیکرہ قیام الامام فی الطاق لا بیکرہ سجودہ فی الطاق اذا کان قائما خارج المحراب الخ ملخصا عینی کنز لا سجودہ فیہ و قد ماہ خارج الخ مختلفا و در متنازل بیکرہ ان قام الامام فی المسجد و مسجد فی الطاق الخ مختصرا قہستانی وغیرہا من العبارات المتقابۃ لها مشعر ہین معنی خواهند شد از این تصریحات معلوم می شود کہ قیام امام در محراب بطور مذکور مباح و جائز است نہ کہ سنت و مندوب پس از ترک محراب و قیام در غیر آن بیسجہ کراہتہ لازم نیاید اما علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ در رد المحتار از معراج الدرایہ و مبسوط نقل می فرماید السنۃ ان يقوم فی المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبي الصف بیکرہ الخ ایضا السنۃ ان يقوم الامام ازاء وسط الصف الا ترى ان المحارب ما نصبت الاوسط المساجد وھی عینت لمقام الامام ایضا واکا صحیح ما روی عن ابی حنیفۃ انه قال اکرہ ان يقوم بین الساریتین او فی زاویۃ او فی ناحیۃ المسجد او فی ساریۃ لانه خلاف عمل الامۃ قال علیہ الصلوۃ والسلام توسطوا الامام الخ و از آثار خانہ می آرند و بیکرہ ان يقوم فی غیر المحراب الا بضوۃ و نیز می فرماید یفہم من قوله او الى ساریۃ کواہتہ قیام الامام فی غیر المحراب و بؤیدۃ قوله قبلہ السنۃ ان يقوم فی المحراب و کذا قوله فی موضع آخر و سنۃ ان يقوم الامام ازاء وسط الصف الى اخر ما هو المنقول و المذکور فیہ کل ذلك يدل علی ان السنۃ للامام ان یقوم فی المحراب و بیکرہ ان يقوم فی غیرہ فمما صورۃ التطبيق بین هذه الاقوال المختلفۃ او التراجع لواحده علی وجه یتبین بہ الصواب و الحكم الصحیح ای امام راتب را قیام در صحن مسجد بجای ذاء محراب در صف کما هو المعتاد فی دیارنا بنا بر اعتبار فرق مسجد صغیری و شوقی جائز داشته شدہ یا وجہ دیگر فالمستول من الحضرة العلیۃ الہیۃ السنیۃ الرضویۃ المطہرۃ القدسیۃ ان نستفیض بتحقیق المقام و توضیح الامور بحيث یدیکشف بہ المشکل و ینحل بہ المعضل فقطعتن بہ الاوهام - بینوا توجروا - فقیر حقیر مستہام غلام تراب الاقدام اذل خدم الحضور عالی مقام احقر الطالب محمد عبد السلام سنی حنفی قادری جیپوری عفی عنہ

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم - محمدہ وفضلہ علی رسولہ الکریم اما بعد برضیہ منیر ہدی تخمیر بولتنا الفاضل الکامل العالم العادل التقی النقی الحنفی اوفی الصفی الذکی الذکی السنی الجلیل الجلیل المولوی الشاہ محمد عبد السلام القادری البرکاتی السنی الحنفی سلمۃ اللہ تعالی بالغزو الاکرام والسلامۃ والسلام وحماۃ الاسلام وجعلناہ دایہ دار السلام آمین آمین یا ذوالجلال والاکرام ستر نیست کہ مسلمہ سلمہ سامی ہر چار سوال اشتمال دارد یکے تنافی از دو عبارات علامہ شامی کہ جائے منبائے کراہت در حق امام عدم توسط صفت را داشته است نہ ترک محراب را تا آنکہ اگر میانہ صفت ایستد کراہت نبود اگر چہ ترک محراب گوید و دیگر جانفس ترکش را تا آنکہ اگر در غیر محراب ایستد کراہت باشد گویم نہ صفت باش دوم دفع تداخل از تفضیصات متون وغیرہا کہ قیام بنفس محراب را مکروہ فرمودہ اند و بازائے ادوات دن را چنانکہ سجودہ در محراب افتد بہ لفظ لا باس بہ کہ مفید مجود اباحت عادی از تفضیلت بلکہ در غالب اطلاق مشعر بکراہت است تعبیر نمودہ و تصریحات مبسوط امام خواہر زادہ و معراج الدرایہ و متنازل و غیرہا کہ قیام امام در محراب سنت است و ترکش موجب کراہت و اسات سوم آنکہ امام راتب را ترک محراب باوصفت توسط صفت در مسجد صغیری خواہ شوقی مکروہ باشد

یا خیر چہ ارم آنکہ امام را بازائے محراب ایستادن چنانکہ سجده درون طاق باشد سنت و وجہ فضیلت است یا محض مباح دو سوال پیشین متشابہ و متماثل است عبارت اول شامی کہ ترک محراب را وجہ ایراث کراہت نداشت بانصوص متون موافق نمی آید کہ قیام بازائے محراب را لباس بہ گفتند پیدا است کہ ترک مباح کراہت ندارد و عبارت دومش باقوال مبسوط و مامعہ مشایعت نماید کہ قیام فی المحراب چوں مسنون است نفس ترکش ہر آئینہ مکروہ و زہون است و سوال سوم نیز از ہمیں مناشی ناشی آمدہ کہ اونیز از کراہت و عدم کراہت ترک محراب مستحسن می راندہ اگر نیکو بنگرند سوال چہ ارم نیز از ہمیں گریبان سر برزدہ زیرا کہ چوں بتصریحات المذہب قیام و نفس طاق مکروہ است لاجرم آنجا کہ حکم فضیلت یا سلب کراہت کنند مراد نباشد مگر قیام بازائے او قریباً پس سوال از دو شق فضیلت و اباحت محض راجع شود بتخالف مافی المتون و المبسوط پس گریسے کہ این جا باید کشود ہمیں است کہ معنی قیام فی المحراب و حکمش در حق امام از کراہت و اباحت و استحباب چیست و ہر چہ منفع شود در کلیات کرام این چہ تنافی است فقیر گوید یعنی فیض اللہ لہ اما دفع تدافع میان حکم سنیت و تفسیر بلا لباس بہ بنظر ظاہر خود آسان است کلمہ لا لباس گاہے برائے دفع توہم لباس آید گو آنکار خود سنت بلکہ واجب باش قال اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارش حضرت ام المومنین مجوبہ برب السلمین عائشہ صدیقہ نبی الصدیق صلی اللہ تعالیٰ علیہا و آلہا و سلم و ابیہا و علیہا وسلم را ازین بیت پرسید و گفت فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ ام المومنین فرمود ببش ما قلت یا ابن اختی ان ہذا لو کان کما اولتہا علیہ کانت لا جناح علیہ ان لا یطوف بہما ولكنہا انزلت فی الانصار کما نوا قبل ان یسلموا یملون لمناء الطاغیۃ انتی کما نوا یعبد و فہما عند الممثل فکان من اهل یتخرج ان یطوف بالصفا والمروۃ فلما اسئلوا سئلوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ذلک قالوا یا رسول اللہ انا کما یتخرج ان یطوف بین الصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الایہ وقد سن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الطواف بینہما فلیس لایحد ان یتروک الطوف بینہما نظر کردنی است ام المومنین چہاں نفی حرج را برد دفع توہم حرج فرزدادہ دوم ہر دو یکدم دلیل مایعہ کرد کہ اگر چنان بودے لاجناح علیہ ان لا یطوف بودے نہ ان یطوف یعنی منافی و وجوب نفی حرج از ترک است نہ از فعل کہ او خود لازم و وجوب است زیرا کہ واجب را در ترک حرج باشد وثبت حرج بدان مستلزم انتقالے آں از فعل است و اثبات لازم منافی ثبوت لازم نباشد بلکہ موکد و مقرر آن است یعنی شریف بالطف و اخصر لفظاً و فرمود و لہذا چون عروہ این حکایت پیش ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ابی شام برد ابو بکر گفت ان ہذا العلم و آیت الیسبب و دیگر از اہل علم آرد کہ اما ذکواللہ تعالیٰ الطواف بالبیت ولم ینذکر الصفا والمروۃ فی القرآن قالوا یا رسول اللہ کما یطوف بالصفا والمروۃ وان اللہ تعالیٰ انزل الطواف بالبیت فلم ینذکر الصفا فہل علیہما من یخرج ان یطوف بالصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الایہ قال ابو بکر فاسمع ہذا الایۃ انزلت فی الغر یقین الخ رواہ الشیخان ایں دگر نیز از ہماں دادی است کما لا یخفی در رد المحتار باب ما یکرہ فی الصلاۃ قبیل احکام المسجد است قد یقال ان لا یاس ہنا لدفع ما یتوہمان علیہ باسائیز در اوائل ادراک الغریض گوید لیس کلمۃ لا یاس ہنا بخلاف الاولی لان ذلک غیر مطرد فیہا بل قد تاتی بمعنی یجب ہم در باب العیدین فرمود کلمۃ لا یاس قد تہتص فی المندوب کما فی البحر من الجناز و الجہاد ومنہ ہذا الموضع اینجا نیز از آرد کہ قیام فی الطاق را مکروہ فرمودہ بود نہ توہم می شود کہ شاید ایر چنان قیام کہ سجده در طاق افتد نیز مکروہ باشد دفع ایں التباس را لا یاس آوردند اما نفی تنافی از دو کلام شامی فاقول بخیر

سامی علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ در ہر دو باب کلام امام امام کلام و کلمات علمائے کرام از مبسوط و درایہ و تاتار خانیہ آوردہ متفقین و النود کہ قضیہ این سخن کراہت ترک محراب است مر امام را مطلقاً اگر چه زیادہ صفت ایستہ این اطلاق را بنظر او دو تخصیص پور یکے مستفاد از حکم مخصوص و آن تخصیص امام غیر راتب است اسے در مسجد محلہ زیر کہ فرق احکام راتب و غیر او ہما نجاست اماما مسجد القواع و الجوامع العامۃ و امثالہا فلا راتب لہا وان کان بلا فضل لہ علی غیرہ بل اکل فیہا سواء ولن اکانت کل جماعۃ فیہا جماعۃ اولی و کان الافضل فی کل جماعۃ ان تقام باذان و اقامۃ جدیدین کما نض علیہ فی الخانیۃ و غیرہا و دیناہ فی فتاوتنا عن تصریح فرمودہ اند کہ بعد امام راتب یعنی بعد جماعت اولی در مسجد محلہ امام دیگر را باید کہ از محراب عدول نماید **اقول** ولعل ذلک ابانۃ لشرف الاولی و تنبیہا علی ان من تاخروا عن اشرف المقامات و ایضا قد تأدی عن المسجد فلا یکرم فی صلاۃ مرتین لحدیث لا یصلی بعد صلاۃ مثلہا رواہ ابن ابی شیبۃ عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قوله و ظاہر کلام الامام محمد انہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح و محمد اعلم بذلک من اء و قد حملہ علی الجماعۃ الثانیۃ الامامان الجلیلان فخر الاسلام و فخر الدین قاضی خان قال فی البحر فالحاصل ان تکرار الصلاۃ ان کان مع الجماعۃ فی المسجد علی ہیئۃ الاولی فمکروہ الخ و فی رد المحتار عن الغنیۃ عن البزازیۃ عن ابی یوسف اذ المکن علی الہیئۃ الاولی لا تکرہ والا تکرہ قال و هو الصحیح و بالعدول عن المحراب فختلف الہیئۃ و فیہ عن التتار خانینۃ عن الولوالجیۃ وہ ناخذہ این تخصیص چون مبنی بر تخصیص بود ہر دو جاود را بیان نمود و در مکروہات خود سخنی در آن نفرومود بلکہ در آخرش بجلد فاغتفر ہذا الفائدۃ لب کثرت دوم آنکہ از حکمت و علتش استنباط خواست و تحقیقش علی ما قول چنانست کہ معبود و متوارث الزمان برکت تو امان حضور سید الانس و الجنان و علی آلہ افضل الصلوۃ والسلام قیام امام در محراب است فاما ظاہر این سنت بقصد لعیبنا نیست بلکہ لغیرہا و اصل سنت توسط امام در صفت است لحکم بالغۃ سیأتیک بیان بعضها انشاء اللہ تعالیٰ و لہذا جائیکہ قیام در محراب با توسط صفت بر طرف اقتدا یعنی جمع میان ہر دو نتوان کرد آنجا توسط صفت اختیار کنند و قیام محراب را ترک دہند مثلاً چون مسجد صغیری در جنب شتوی باشد و مردمان بکثرت گرد آمدند کہ ہر دو مسجد بصفت ہیملۃ یکے شد آن گاہ را امام را حکم است کہ محراب گزارشتہ کنار دیوار ایستہ تا میانہ صفہا باشد فی رد المحتار عن معراج الدرایۃ عن مابوط الامام بکر خواہر زادۃ السنۃ ان یقوم فی المحراب ليعتدل الطرفان و لو قام فی احد جانبی الصف یکرہ ولو کان المسجد الصغیر الصغیر یجنب المشتوی و امتلاً المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبہ و الاصح ما روی عن ابی حلیفۃ الی قولہ قال علیہ الصلاۃ والسلام توسط الامام پس این استدلال بحدیث و آن فرع نفیس خاصہ بعد آن مقال کہ السنۃ ان یقوم فی المحراب و تعلیلش بآن کہ ليعتدل الطرفان و تعقیبش بقول او و لو قام فی احد جانبی الصف یکرہ این ہمہ ہا دلیل روشن اسعد بر آنکہ اصل مقصود توسط امام ست نہ نفس قیام فی المحراب آرسے غالب آنست کہ محراب مقام تعادل طرفین است چون صفت کامل باشد خود ظاہر است و آن گاہ بزرگ محراب ترک سنت مقصودہ بالفعل نقد وقت است ورنہ در عائدہ مساجد استکمال صفت پس آیند گاہ موجود متوقع می باشد یا زیادتش بہیکہ توسط موجود از ہم باشد پس ترک محراب فرض بزرگ سنت و مخالفت عمل است بود و احکام فقہیہ بر امور غالبہ السحاب باید ازین مخرج

پسینت قیام فی المحراب کردہ اند اما اگر مسجد در جائے خالی بعید از مرد و مورد باشد کہ ہمیں چند کساں در و حاضر اند و آن بقدر زیادت اصل متوقع نیست آنجا اگر امام راتب در گوشہ از مسجد میانه صفت موجود است ظاہر مخالفت سنت نباشد زیرا کہ سنت قولیہ وسطوا الاہام خود ادا شد و سنت فعلیہ متبنی بر ہمیں حکمت بود و این جا از عدم توقع زیادت مذکورہ خود را معرض مخالفت انگذدن لازم نیست و فعل متواتر از زمان اقدس در مسجد است کہ از اشہر و اعظم مساجد بود همچو مسجد خاں را بر آن قیاس نتوان کرد و گراہمت حکم شرعی است بے دلیل شرعی رنگ ثبوت نباشد پس ظاہر این صوت نادر تر باشد این سنت مطمح نظر علامہ شامی و این جملہ مطالب را با وجہ کلام دریں دو لفظ ادا فرمود و الظاہر ان هذا فی الامام الواتب لجماعة کثیرة فمعنی قوله الامام الواتب ای امام الجماعة الاولى دون الثانية و هو فی مسجد المحلة ظاہر و فی غیرہ کل امام لان جمیع جماعاتہ اولی فالکل فی حکم الواتب فی مسجد المحلة و معنی قوله لجماعة کثیرة ای واقعة او متوقعة و کن ا قوله لئلا یلزم ای حالا او مالاظنا و احتمالا هذا اما یعطیه الفقہ فی تفسیر کلامہ و تبیین مواہمہ واللہ تعالی اعلم با حکامہ لکن از اینجا کہ برخلاف تخصیص اول اینجا نصی کہ مفید او باشد بہت نبود باستظهار خودش بودن او تصریح نمود و در آخر امر بتأمل فرمود زیرا کہ می تواند کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام را در نفس قیام امام راتب فی المحراب حکمتی باشد پس جزم حکم نتوان نمود کما هو داب العلماء فی اینجا شہر این را تا فی توان گفت کہ جائے مخصوص و مفاد از انصوص اقتضای در زیدہ و جائے برائے خود استظهار مخصوص دیگر نموده نظر اتر این ترک و انظار و اقتضای و استظهار در کلام شرح و تحشیش و خود علامہ شامی بوفور یافتہ می شود و فانہم اذا لم یجزوا بما استظہر والمربیات لہم المشی علیہ وانما یشون علی المنصوص ویفقطون الیہ و یقفون عندہ اما تحقیق کلام در تفسیر و احکام محراب و قیام **فاقول** وباللہ التوفیق و بہ الاعتصام حضرت عرہ منزہ از صورت جلالت الالہ و توالت نعمائہ دریں عالم ہر شی را صورتی دادہ است و ہر صورت را حقیقتی نہادہ شرع مطہر در غالب احکام مطمح نظر حقیقت شی را داشت و صورت را نیز ممل نگذاشت اسے بسا احکام کہ تنہا بر صورت میرود و گاہے مجموع حقیقت و صورت ہیأت اجتماعیہ ملحوظ می شود و کل ذلک جلی عند فضلکم لا یخفی علی مثکم پس چنانکہ مسجد را حقیقتی است و آن بقعہ مخصوصہ موقوفہ للصلاۃ مفرزہ فی جمیع الجهات عن حقوق العبادت کہ بیج بنائے عمارت را در نسخ ماہیتش مدخل نیست فی الخانیہ و فی الہندیۃ عن الذخیرۃ عن الواقعات للامام الصدر الشہید رجل لہ ساحة لا بناء فیہا امر قوما ان یصلوا فیہا ابدا و امرہم بالصلاۃ مطلقا و لوی الابد صارت الساحة مسجد الوما ت لا یورث عنہ اہ مختصرا در آیت کریمہ انما یعمر مسجدا لله من امن بالله و کریمہ و لا تباشروہن و انتم عاکفون فی المسجد و حدیث خیر البقاع المساجد و شر البقاع الا سواق رواہ الطبرانی و ابن حبان و الحاکم بسند صحیح عن ابن عمر و معنای مسلم عن ابی ہریرۃ و لا حد و الحاکم عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و حدیث لا صلاۃ بجا المسجد الا فی المسجد رواہ الدارقطنی عن جابر بن ہریرۃ و فی الباب عن امیر المومنین علی و عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالی عنہم کلہم عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و اکثر اادیث و احکام فقہیہ متعلقہ بمساجد نظر اصلی یا کلی ہمیں حقیقت است و اورا صورتی است کہ عبارت از بنائے مخصوص بر وجہ مخصوص باشد در آیت کریمہ ولولادفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہم مت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یدکر فیہا اسم اللہ کثیرا و کریمہ و السدین اتخذوا مسجد اضواء و حدیث ابنو المساجد و اتخذوا حجابا رواہ البیہقی عن انس و ابن ابی شیبہ عنہ و عن ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحديث ما اوت بتشييد المساجد رواه ابو داود عن ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحيح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وُسْلَةُ نَفْسٍ وَكَجَارِ سَجْدَةٍ بِأَبِ زُرٍّ وَغَيْرِهَا مِنْ صَوَرَاتِ سِتِّ  
بُحْثَانِ مُحَرَّابٍ صَوَّرْتُهُ دَاوُدَ آسَ طَاقٍ مَعِينٍ دَرَجَاتٍ قَبْلَهُ اسْتَحْقِيقُ كَرَامَاتِ صَوَرَاتِ بَرَأْسِ عِلْمٍ بِأَشْرَفِ مَوَاضِعِ سِتِّ اِزْ سَجْدَةٍ بِأَسَى قِيَامِ اِمَامٍ مَحْفُوظٍ  
بِهِ وَحَافِظِ كَيْفِ اَنْكَمَ دَرْعُ سَجْدَةٍ كَرَكَةُ خَطِّ عُمُودِ سِتِّ بِرُخْطَامِ رَاِزِ مَصْلَةٍ قَبْلَهُ چنانکہ در دیار ما جزو کاشا (واقعه در وسط بود الحدیث و تبطوا العام  
وُسْتَقَ وَالْحَلَلِ رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّتْ دَرَأَ تَعْدِيلِ  
وَاِعْتِمَالِ دَرَقَرِبٍ وَبَعْدَ رَجَالٍ وَسَمَاعِ قَرَارَاتٍ وَاطْلَاعِ اَنْتِقَالِ وَسِرَّانِ فَيُضِ بِمِيزَانِ اِزْ اِمَامِ سِتِّ دَوُمِ اَنْكَمَ دَرَجَاتٍ قَبْلَهُ تَامِدِ تَمِيزِ شَرَعِيٍّ  
عَادِيٍّ هَرْجِجٍ تَامِزٍ قَرَبٍ قَبْلَهُ بِأَشْرَفِ لَحْدِثِ كَانِ بَيْنَ مَصْلَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْحُجْدِ اَوْ مِمَّا شَاةَ رَوَاهُ اَلْاَلْمُتَّةُ  
اَسْمَدُ وَالشَّيْخَانِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَحَدِيثُ لَا يَزَالُ قَوْمٌ بِتَأْخُرِهِ حَتَّى يُوْخِرَهُمُ اللّٰهُ عَنْ وَجَلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ  
وَاَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثُ ابْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ  
تَعَالٰی عَنْهُ لَا يَصِلُ اِلَى اَحَدٍ كَمْ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَجْوَةٌ رَوَاهُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ فِي مَصْنُفِهِ در دے توسیع برائے مقتدیان و پس  
آئینہ گان و عدم تفسیق بزرگان و گزندگان و عدم تعطیل پارہ از قبلہ مسجد باہمال آن و تفاؤل حسن بقرب رحمت و نزدیکی رحمان ست جل و علا  
قان احد کما اذا قام فی صلاتہ فانه یناجی ربہ وان ربہ بینه و بین القلۃ کما رواہ الشیخان و غیرہما عن انس رضی اللہ  
تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پیدا است و تعیین این موضع را بطاق معروف بلکہ پیچ بنا ہرگز نیاز نیست تا آنکہ اگر مسجد  
ساتھ سادہ باشد این موضع بتعین و تحدید او خود متعین می شود و در زبان عرب نیز معنی محراب با صورت طاق جفت نیست عرباں ہر مکان فنج  
و صدر مجلس و اشرف مواضع بیت را محراب نامند لکن معانی تنافس فیہ و یتنازع علیہ فرماید الی حرب و قتال و فی الحدیث  
اتقوا هذه المذابیح یعنی المحارب رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالبَيْهَقِيُّ فِي السَّنَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ  
تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَنَاقِبُ فِي التَّيْسِيرِ اَي تَجَنَّبُوا تَحْوِي صَدْرَ الْمَجَالِسِ يَعْنِي التَّنَافُسَ  
فِيهَا وَحَرَابَ مَسْجِدٍ تَصْرِيحُ الْمَلِكُ لَفَتْ وَتَفْسِيرُ اَزْ هِمْ مَعْنَى مَا خُذْتُ لِأَنَّهُ صَدْرُ الْمَقَامِ وَمَقْدَمُهُ وَاشْرَفُ مَوْضِعٍ فِيهِ لَكُونُهُ مَقَامُ  
الْاِمَامِ اَوْ سَطْرُ قِطْعَةٍ تَلِي الْقِبْلَةَ لَا جَرَمَ مُحَرَّابٍ رَا بَطْنُ مَقَامٍ فِي الْمَسْجِدِ تَفْسِيرُ كَرَدِهِ اَنْدَرُ مَجْمُوعٍ بِجَارِ الْاَنْوَارِ اَسْتَدْخَلَ مُحَرَّابًا اَلْهَمَّ هُوَ  
الْمَوْضِعُ الْعَالِي الْمَشْرِفُ وَصَدْرُ الْمَجْلِسِ اَيْضًا وَمِنْهُ مُحَرَّابُ الْمَسْجِدِ وَهُوَ صَدْرُهُ وَاشْرَفُ مَوْضِعٍ فِيهِ وَمِنْهُ ح انس  
كَانَ يَكُونُ الْمَحَارِبُ اَي لَمْ يَكُنْ يَحِبُّ اَنْ يَجْلِسَ فِي صَدْرِ الْمَجْلِسِ وَيَرْفَعُ عَلَى النَّاسِ دَرَقَامُوسَ فَرَمُودِ الْمَحَرَّابِ الْغُرْفَةُ وَصَدْرُ  
الْبَيْتِ وَاَكْرَمُ مَوَاضِعِهِ وَمَقَامُ الْاِمَامِ مِنَ الْمَسْجِدِ وَالْمَوْضِعُ يَنْفُذُ بِهِ الْمَلَأُ فَيَتَبَاعَدُ عَنِ النَّاسِ وَدَرْمُخَرَّارُ رَا زِي مَنْتَقِبُ صَحَابِ سِتِّ  
الْمَحَرَّابِ صَدْرُ الْمَجْلِسِ وَمِنْهُ مُحَرَّابُ الْمَسْجِدِ دَرْ صَرَّاحِ سِتِّ مُحَارِبٍ بِرِيشْكَاهِ اَسَى مَجَالِسِ وَمِنْهُ مُحَرَّابُ الْمَسْجِدِ دَرْ صَبَاحِ الْمُنِيرِ سَفِ  
الْمَحَرَّابِ صَدْرُ الْمَجْلِسِ وَيُقَالُ هُوَ اَشْرَفُ الْمَجَالِسِ وَهُوَ حَيْثُ يَجْلِسُ الْمُلُوكُ وَالسَّادَاتُ وَالْعُظَمَاءُ وَمِنْهُ مُحَرَّابُ ا مَصْلَعِ  
وَرَتَّاجِ الْعُرُوسِ سِتِّ اَمَّا حَرَابُ نَقْلُهُ الْهَرَوِيُّ فِي غَرِيْبِهِ عَنْ الْاَصْمَعِيِّ وَقَالَ الرَّجَاجُ الْمَحَرَّابُ اَزْ قَرَبِ بَيْتِ فِي الدَّارِ  
وَادْفَعُ مَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ وَقَالَ ابُو عُبَيْدَةَ الْمَحَرَّابُ اَشْرَفُ الْاَمَاكِنِ قَالَ ابْنُ الْاَنْبَارِيِّ سَمِيَ مُحَرَّابُ الْمَسْجِدِ لِأَنَّهُ اَدَا اَلْاِمَامَ

فیه و بعد از من القوم و فی لسان العرب المحارب صدر المجالس ومنه محراب المسجد ومنه محارب عثمان باليمن و محراب  
القبلة و محراب المسجد ایضا صدره و اشرف موضع فیه و المحراب اکرم مجالس الملوك عن ابی حنیفه و قال ابو عبیده المحراب  
سید المجالس و مقدمها و اشرفها قال و كذلك هو من المساجد اهل ملخصا و در عالم التزیل فرمود المحراب اشرف المجالس و مقدمها  
و كذلك هو من المساجد در انوار التزیل است (المحراب) ای الغرفة او المسجد و اشرف مواضعه و مقدمها سمي به لانه محل  
محاربة الشیطان کا تھا (ای سید تناموید) وضعت فی اشرف موضع من بیت المقدس و شرح ادعایه انقاضی است ذکر للمحارب  
معانی المشهور منها الاخير و لذ القصر علیه اخیر فی قوله کا تھا الخ در جلائین است (المحراب) الغرفة و هی اشرف المجالس و تفسیر کثیر  
المحارب الموضع العالی الشریف و قیل المحراب اشرف المجالس و ارفعها و رکشاف است قیل غرفة و قیل اشرف المجالس و مقدمها  
این است معظم عبارات الله فن که از همان نفس موضع نشان می دهد از صورت طاق و چپان از نشان دهند که او خود حادث است در مساجد قدیمه  
تا سال هشتاد و هشت هجری تا سال ازان بود افضل المساجد مسجد الحرام هنوز ازان خالیست و در مسجد اکرم سید عالم صلی الله تعالی علیه و سلم نیز در زمان  
اقدس بودن بعد خلفائے راشدین نه بعد امیر معاویه و عبداللہ بن زبیر رضی الله تعالی عنہم اجمعین بلکه ولید بن عبدالملک مروانی در زمان امارت  
خود احداث کرده است و اما که حامل برآں غیر زینت اعلام مقام امام بعلایه ظاهره قیمنه باشد که در توسط صفت خاصه بمساجد کبار حاجت نظر  
و آزمون نیفتد و شب نیز به روشنی بدرک شود و برآئے مقتدیان سجد امام در طاق فراخی فراخی هم نماید چون کار مثل مصالح بود و راج گرفت  
و زان باز در عامه بلاد اسلام معبود شد پس اطلاق محراب برآں نام معین برآئے معین است اعنی تسمیة الدال باسم المدلول  
سید محمودی قدس سره در خلاصه الوفا در فصل هشتم باب چهارم فرماید لیجی عن عبدالمهیمن بن عباس عن ابیه مات عثمان و لیس فی  
المسجد شرفات و لا محراب فاول من احداث المحراب و الشرفات عمر بن عبد العزيز بعد فضل دوم ازان فرمود لم یکن للمسجد محراب  
فی عهدہ صلی الله تعالی علیه و سلم و لا فی عهد الخلفاء بعده حتی اتخذ عمر بن عبد العزيز فی عمارة الولید امام عقلا فی  
در فتح الباری شرح صحیح بخاری آورد قال الکوفانی من حیث انه صلی الله تعالی علیه و سلم کان یقوم بجانب المنبر ای و لم یکن المسجد  
محراب امام عینی در عمدة القاری شرح بخاری فرمود انه صلی الله تعالی علیه و سلم کان یقوم بجانب المنبر لانه لم یکن المسجد محراب علامه  
شیخ محقق محدث دہلوی قدس سره العزیز در جذب القلوب شریف فرماید در زمان آن سرور صلی الله تعالی علیه و سلم علامت محراب که الآن در مساجد متعارف  
نمود ابتداء آن از اوقات عمر بن عبد العزيز است در وقتیکه امیر مزین منوره بود از جانب ولید بن عبدالملک اموی او بعد از آن است طول مسجد در زمان ولید  
دو بیت ذراع بود و عرض آن یکصد و شصت و هفت ذراع دوی در تکلف و تصنع عمارت با نفسی الفایده کو شید و علامت محراب که الآن در مساجد  
متعارف است او ساخت و پیش ازان نبود او مختصراً این تقریر نیز مستیز شد که هیچ مسجد شتوی خواه صیفی تا آنکه بقعه ساده موقوفه للصلاة نیز از محراب  
حقیقی حتی نتوان بود همچون است مقام امام متعارف از زمان امام الانام علیه و علی آله افضل الصلاة والسلام پس جائیکه قیام امام فی المحراب را  
سنت گفته اند مرا دهمین است و نه قیام در محراب صمدی یا باز آن که آن را خود زمان سنت بود و جائیکه کرده گفتند مراد محراب صمدی است و هیچکدام از اینها  
له بصیر کما هو الکبری رحم الله تعالی ظن ان واقع فی الفتح سال الحقیام فی الطمانه فی فی المساجد المحارب من لدن رسول الله صلی الله تعالی علیه و سلم و هو خلیفه نبیه و از غزل

او باشد بلیل دلیل و آن اشتباه حال امام است بر قولی و تشبیه به یهود و شبیه اختلاف مکان بر قول اصح و وجه اطلاق محذور **اقول** و فی تعلیل  
الاشتباه نظر و اشتباه فانه لا یحصل غالباً الا اذا زاد طول الصف و هو یحصل بدون القیام فی المحراب بل مع عدم المحراب  
و البناء اصلاً و ایضاً ان ارید اطلاع الكل بنظر نفسه فان النظر له حد لا یتجاوز فکما یجوز عند قیام الامام فی المحراب لبعده  
ما یجوز ایضاً بدونہ علی بعد اخرو ان اکتفی بالاطلاع ولو بواسطة من معه فی الصلاة فلا معنی للاشتباه بالقیام فی  
المحراب ولا شک ان الاخیر هو المعتمد والا لم یکن لكل من بعد الصف الاول يد من الاشتباه ولا لمن فی طرفی الاول  
علی بعد یمنع النظر الا بالاتفاقات عن القبلة در رد المحتار است صرح محمد فی الجامع الصغیر بالکراهة و التفضیل فاختلف  
المشائخ فی سببها فقیل کونه یصیر مستأزاعهم فی المكان المحراب فی معنی بیت آخر و ذلك صنیع اهل الکتب و اقص  
علیه فی الهدایة و اختارة الامام السرخسی و قال انه الاوجه و قيل اشتباه حاله علی من فی یمینه و یساره فعلى الاول یکره  
مطلقاً و علی الثانی لا یکره عند عدم الاشتباه و اید الثانی فی الفقه بان امتیاز الامام فی المكان مطلوب و تقدّمه واجب و  
غایة التفات الملتزمین فی ذلك و ارتضاة فی المحلية و ایدة لکن نازعه فی الجواب مقتضی ظاهر الروایة الکراهة مطلقاً و بان  
امتیاز الامام المطلوب حاصل بتقدّمه بلا وقوف فی مکان آخر و لهذا قال فی الولوالجیة و غیرها اذا لم یضق المسجد بمن  
خلف الامام لا ینبغی له ذلك لانه یشبه تباین المکانین اه یعنی و حقيقة اختلاف المكان تمنع الجواز فتشبهة الاختلاف  
توجب الکراهة و المحراب و ان کان من المسجد فضوئته و هیأته اقضت شبهة الاختلاف اه ملخصاً قلت ای لان المحراب  
انما نبی علامة لمحل قیام الامام لیکن قیامه وسط الصف کما هو السنة لا لان یقوم فی داخله فهو و ان کان من بقاع المسجد  
لکن اشبه مکاناً آخر فاورث الکراهة و لا یمحی حسن هذا الكلام فافهم لکن تقدم ان التشبه انما یکره فی المذموم و فیما قصد  
به التشبه لا مطلقاً و لعل هذا من المذموم تأمل اه کلام الشامی **اقول** ولا محل للترجی بعد ما افادنا قلا عن الولوالجیة  
و غیرها انه یشبه تباین المکانین و حقیقته نقصد فتشبهت بکراهة بل لوعده هذا دلیل براسه لکنی و شفی کما لا یمحی بدست  
که این شبهه و تشبیه و اشتباه همه با همین در محراب صوری است نه حقیقی اما قیام بمحاذات محراب صوری آنچنان که سجده در طاق افتد پس فی نفسه کراهت  
دارد و لعمری الوجوه المذکورة من التشبه و التشبه فیہ فیضیلة لما قد مناه انه لم یکن فی اصل السنة محراب صوری و لا  
محاذاته پس نظریات خودش نباشد جز مباح ازینجا است که این راست نگفته اند و چون مکروه هم نبود دفع توهم را بالا باس آوردند آری اگر این  
قیام بمحل محراب حقیقی موافق آید کما هو الغالب لاجرم سنت باشد نه ازاں رو که محاذات محراب صوری است بل ازاں جهت که موافقات محراب حقیقی  
ازین تحقیق این بگذارد روشن شد که اگر امام در مسجد صغیری بمحراب حقیقی ایستد یقیناً اصابت سنت یافته باشد و هیچ کراهت بر او نبود گو محراب صوری را محاذی  
هم باشد چنانکه صغیری در عرض ازید از شتوی باشد آنگاه باید که از محاذات طاق بجانب زیادت میل کند و بوسط صغیری بایستد تا بمحراب حقیقی قیام  
کرده باشد و بدستور دشتوی نیز اگر طاق در حاق وسط نبود امام را طاق گزاشته بوسط شتوی عدول باید که محراب حقیقی بدست آید و در ولایت افغانستان  
از علی زمان که قیام امام را در مسجد صغیری مکروه گویند دلیل بر آن از همان سنیست قیام فی المحراب چوں در سوا لیکه نزد فقیر ازاں ولایت آمده بود  
را نمود ناشی از اشتباه معنی محراب است عزیزان ادرا محراب صوری گماشتند و از حقیقی غفلت کرده اند و دانسته شد که قیام در صوری سنت نیست



بلکہ بمعنی حقیقیش خود مکر و سہ است و انکہ سنت است بسجده یعنی نیز نقد و قوت است پس کراہت از کجا امام ابن الہمام در فتح این معنی را رنگ ایضاً داد کہ فرمود لولہ تبین (ای المحادیب) کانت السنۃ ان یتقدم فی محاذاة ذلک المکان لانہ یحاذی وسط الصف وهو المطلوب اذ قیامہ فی غلبہ محاذاتہ مکروہہ اھ و اگر چنان باشد کہ صیغی مطلقاً از صلاحیت اقامت جماعت بدرود زیرا کہ آنجا محراب صوری نتوان یافت و مجرد محاذات اگرچہ از دور بندہ نیست کما علمت و قد اعترفوا بہ والا لہم یحکموا بکراہتہ قیام الامام فی الصیفی مطلقاً و این برخلاف عمل و نیست جملہ امت است سجد را برود درجہ سرما و گرما از ہمس رو بخش میکنند کہ بہر نوم اقامت جماعت بسجہ نتوانند اگر این پارہ از قیام امام مطلقاً مانع از جماعت را نیز لازم باشد ہم در پارہ شتوی صفہا بستن کہ انفراد امام بدرجہ خود مکروہ است پس از سیغی بہرہ نیابند مگر بعض قوم در بعض احوال آن گاہ کہ شتوی ہمہ آمودہ شود و این یقیناً مخالف نیست و قصد جملہ بنیان و عمل و توارث عامہ مومنان است بار در ہندیہ و بزار یہ و خلاصہ و ظہیر فی خزائن الفقیین و غیرہ کتب معتبرہ است قوم جلوس فی المسجد الداخل و قوم فی المسجد الخارج اقام المودن فقام امام من اهل الخارج فامہم و قام امام من اهل الداخل فامہم من یسبت بالشروع فهو والمقتدون بہ کراہتہ فی حقہم چہ بلائے نفی جنس مطلقاً سلب مستغرق نمایند چہ انگویند کہ امام سجد صیغی و مقتدیانش بہر حال در گرد کراہت اند زیرا کہ قیام فی المحراب را ترک گفتند بالجملہ این خطائے فاحش است کہ ولایتیان دریں جزو زمان احداث کردہ اندازیں با خبر باید بود سخن ماندن ماند از استظهار علامہ شامی عاملہ اللہ بالمطہ النامی

**اقول** انچہ بالا گفتہ ایم غایت توجیہ کلام آن فاضل علام بود و ہنوز کل نظر سے دیدن دارد و تا ثور و موروث چنانکہ دانی ہماں قیام امام در محراب حقیقی است و آن مقام اشرف موضع و صد مسجد است چنانکہ شنیدی پس ترک اوبے عذر شرعی عدول از افضل و خلاف متعارف العمل و فزع مبسوط دالت بر آن ندارد کہ اینجا فی نفسہ اصلاً منظور نیست بلکہ غایتش آنست کہ توسط صف سنت عظیمہ ہم ترا از آن ست چوں ہر دو دست و گریبان شود اختیار بہ سنت توسط رود پس انچہ بدل می سپد کلمات المہ را بر اطلاق آنہا داشتن اگرچہ در کمال خمول باشد غیر امام جماعت ثانیہ فی مسجد المحلہ را محراب حقیقی گزاشتن است ہذا اخر الکلام فی ہذا المقام و قد انضو بہ کل مرام و انکشف بہ جمیع الاوهام و الثامت کلمات الائمہ الکرام و ما توفیقی الا باللہ المملک العلم والسلام مع الکرام علی مولدنا عبد السلام واللہ سبحنہ و تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اعدوا حکمہ .

**مسئلہ** - از بنگالہ ضلع چانگام تھانہ را و جان موضع پھر ام سلمہ مولوی اسمعیل صاحب ۱۴۱۲ شوال ۱۳۲۱ھ

چہی فرمایند علمائے دین و فضلائے شرع متین اندرین صورت کہ شخص مصلی ردائے خود را بریں نوز پوشد کہ اولاً وسط را دارا بر پشت نہادہ و ہر دو سرش را تحت البطین بیرون آوردہ باز جانب چپ را بر منکب راست و طرف راست را بر منکب چپ افکند حتی کہ ہر دو سرش نیز بطرف پشت و سرین رسد این صورت در حالت صلاۃ شرعاً جائز است یا نہ .

**الجواب**

جائز است فی الصحیحین عن عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ تعالی عنہما قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و سلم یصل فی ثوب واحد مشتملاً بہ فی بیت ام سلمۃ واضعاً طرفیہ علی عاتقیہ و للبخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ

قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول من صلى في ثوب واحد فلم يخالف بين طرفيه شيخ محقق دہلوی قدس سرہ  
در اشعة اللغات می فرماید صورت اشتغال آن است کہ طرفے راست از جامہ کہ بردوش راست ست گرفته بردوش چپ بپند از دوطرف چپ کہ  
بردوش چپ ست از زیر دست چپ گرفته بردوش راست بپند از دستربند ہر دوطرف را برسیند وغالباً احتیاج بستن ہر دوطرف برسیند  
بر تفریق نیست کہ گوشتائے جامہ دراز نباشد و بیم داشتن بود و اگر دراز بسیار باشد احتیاج بستن نباشد چنانکہ از لباس فقرائے مین ظاہر  
میگردد و لہذا در عبارت بعض شارحان این قیہ واقع نشدہ - واللہ تعالی اعلم -

**مسئلہ -** از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبدالحکیم ۲۸ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوترہ جو صحن میں ملاصق بیچ کے درمیں  
۱۰ م کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس کو اگر دور کر دیا جائے تو نماز جائز ہوگی یا نہیں -

### الجواب

یہ صورت مکروہ ہے لمشاہدۃ الیہود فانہم یجعلون لامامہم دکانا دکانا لا یقبلون کل ما یقع بہ الا امتیاز بیکہ  
کما فی الدار اگر اُسے دور کر دیں تو امام اگر درمیں کھڑا ہو تو یہ بھی مکروہ ہے لقول امامنا رضی اللہ تعالی عنہ انی اکرہ للامام ان یتقوم بین  
الساہبتین کما فی المعراج اور اگر صحن میں کھڑا ہو کر کرسی کی بلندی پر سجدہ کرے تو یہ سخت ترکمزہ ہے یہاں تک کہ وہ بلندی بالشت بھر ہو تو نماز  
ہی نہ ہوگی کما فی الدار المختار وغیرہ تو جب صحن میں صفوں کے لیے زیادہ وسعت چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ در کی کرسی بقدر سجدہ کھود کر  
طاق کے مثل بنائیں اور اتنا کھڑا صحن سے ہموار کر دیں امام صحن میں کھڑا ہو کر اُس طاق نما میں سجدہ کرے اب کوئی کراہت نہیں - واللہ تعالی اعلم  
**مسئلہ -** از اترولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالحکیم صاحب مدرس ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلی رکعت میں قل یا پڑھے دوسری رکعت میں انا اعطینا پڑھے ترتیب واجب ہیں فرق آما اٹا  
قرآن پڑھنے سے - بینوا توجروا -

### الجواب

ترتیب اٹنے سے نماز کا اعادہ واجب ہو دسجدہ سہو آئے ہاں یہ فعل ناجائز ہے اگر قصد اکرے گنہگار ہوگا ورنہ نہیں اور اگر بعد کی سورت پڑھنا چاہتا  
تھا زبان سے اوپر کی سورت کا کوئی حرف نکل گیا تو اب اُسی کو پڑھے اگرچہ خلاف ترتیب ہوگا کہ یہ اس نے قصد کیا اور اُس کا حرف نکل جانے سے  
اُس کا حق ہو گیا کہ اب اُسے چھوڑنا قصد اچھوڑنا ہوگا ترتیب السور فی القراءۃ من واجبات التلاوة واما جواز للصغار تسھیلاً لضرورۃ  
التعلیم والتعکیس والفصل بقصیدۃ انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سہوا فلا شرج المندیہ واذا اتقت الکراہۃ فاجراضہ عن  
الشی شرع فیہا لا ینبغی وفي الخلاصۃ افتتح سورۃ وقصدہ سورۃ اخری فلما قرأ آیۃ او آیتین اراد ان یتروک تلك السورۃ  
ولیفتمہ التي ارادها یکرہ الخ وفي الفتمہ ولو کان ای المقروء وحرفاً واحداً الخ مرد المحتار انہم قالوا یمجب الترتیب فی سورۃ القرآن  
فلو قرأ منکوساً ثم لکن لا یلزمہ مجہول السہلان ذلك من واجبات القراءۃ لا من واجبات الصلوۃ حکما فی البیجر

باب السہو الخ شامی **اقول** وبہ یظهر ما فی افتاء الشیخ الملائک الدین والد ملک العلماء بحوالہ العلوم وجمہما اللہ تعالیٰ بالیحباب السجود فیہ بناءً علی وجوبہ فانہ خلاف المنقول المنصوص علیہ فی کتب المذہب وقد کان یتوقف فیہ المولیٰ بحوالہ العلوم قدس سرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

اگر کسی شخص نے صبح کی نماز کے وقت جلدی میں غلطی سے یا اندھیرے میں اٹنی دُلائی اوڑھ کر نماز پڑھی تو وہ نماز مکروہ تحریمی یا واجب لااعادہ ہوگی یا فاسد وغیرہ - بینوا تو جبروا

**الجواب**

واجب الاعادہ اور مکروہ تحریمی ایک چیز ہے کپڑا اٹا پہننا اور ہٹنا خلاف متاد میں داخل ہے اور خلاف متاد جس طرح کپڑا پہننا یا اوڑھ کر بازار میں یا کار کے پاس نہ جا کے ضرور مکروہ ہے کہ دربار عزت احق بادت و تعظیم ہے واصلہ کراہۃ الصلوۃ فی ثیاب مہنتہ قال فی الدر وکروہ صلاتہ فی ثیاب مہنتہ قال الشامی وفسرہا فی شرح الوقایۃ بما یلبس فی بیتہ ولا یدھب بہ الی الاکار واور ظاہر کراہت تنزیہی فان کراہۃ التحویر لا بد لہا من غی غیر مصروف عن الظاہر کما قال ش فی ثیاب المہنتہ والظاہر ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور اسے سدل میں کہ مکروہ تحریمی اور اس سے نہی وارد داخل نہیں کہ وہ بلبس خلاف متاد نہیں بلکہ کپڑا اوپر سے اس طرح سے ڈال لین کہ دونوں جانبین ٹٹکتی رہیں مثلاً چادر سر یا کندھوں پر ڈال لی اور دو بالا نہ مارا یا انگر کھانکے سے پر ڈال لیا اور آستین میں ہاتھ نہ ڈالا کما فی الدر وغیرہ اور اگر آستینوں میں ہاتھ ڈالے اور بند نہ باندھے تو یہ بھی سدل نہ رہا اگرچہ خلاف متاد ضرور ہے ہاں امام ابو جعفر ہمدانی نے اس صورت کو مشابہ سدل ٹٹھکر فرمایا کہ براکیا امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ایک قید اور بڑھائی کہ اگر بچہ کرنا نہ ہو ورنہ حرج نہیں اور اقرب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حرج ہے قال فی رد المحتار قال فی الخواص بل ذکر ابو جعفر انہ لو داخل ید یہ فی مکیمہ ولم یثب وسطہ اولہ من زرارۃ فھو مستی کا نہ یشبہ لسدل اھ قلت لکن قال فی الحلۃ فیہ نظر ظاہر بعد ان یکون تحتہ قمیص او نحوہ معایستہ البدن اھ **اقول** وفیہ نظر ظاہر فان انکشاف شی من صدر الرجل و بطنہ لا اساءۃ فیہ اذا کان عاتقہ مستورین وانما غی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عما اذ لصلی فی ثوب واحد ولبس علی عاتقہ منہ شی ولا شک ان ارسال اطراف مثل الشایۃ من دون ان یزیرا اذ راھا انما یشبہ السدل بنفس ہیأتہ ولا مدخل فیہ لوجود القمیص تحتہ وعدمہ کما ان السدل سدل وان کان فوق القمیص وراۃ یتنی کہبت علی ہامشہ مانصہ **اقول** النظر ان کان ففی کراہۃ التحویر اما التنزیہی فلا شک فی ثبوتہ - ہاں اگر قصد ایسا کیا یوں کہ نماز کو محل بے پرواہی جانا اور اس کا ادب و اجلال ہلکا مانا تو کراہت و حرمت درکنار عاذۃ اسلام ہی نہ رہے گا کما قالوا فی الصلاۃ حاسر الراس اذا کان للاستہانۃ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علما و دین اس مسئلہ میں کہ کسی نے گلوبند سر میں لپیٹ کر نماز پڑھا لی بغیر ٹوپی کے تو یہ نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوئی یا نہیں -

## الجواب

مخالفت سنت ہوا حدیث میں ہے الفرق بیننا وبين المشركين العمانہ علی القلائس وقرس الشیخہ قدس سرہ فی اللغات ان تعمید مشرک کی العرب ثابت معلوم فالمعنی انا نجعل العمانہ علی القلائس وهم یعمسون بدوئھا پھر اگر گلو بند چھوڑا ہو کہ ایکے و بیچ سے زائد ذکر کر کے تو یہ سنت عامہ کا بھی ترک ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازراہ پور مرسلہ جناب مولانا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب ۴۴ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ (مع رسالہ فہم الجواب فی مسئلہ المحراب)

## خلاصہ سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید امام مسجد کہتا ہے کہ محراب ہی کے پاس نماز پڑھنا سنون ہے باہر مسجد کے مکروہ ہے باوجودیکہ اندر مسجد کے عشا کے وقت سخت گرمی اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے زید اندر ہی محراب کے پاس پڑھتا ہے اکثر ضحفا کو اس تکلیف و گرمی سے بے بھی ہو جاتی ہے اور بیوشی ہوتی خوف ہلاکت ہوتا ہے لیکن زید نہیں مانتا۔ بینوا توجروا

## الجواب

محریر فقیر برجواب مولوی معزا اللہ خاں صاحب و تائید مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب

جزی اللہ الحبيب خیرا وینیب وایذ الفاضل المؤید بنصرہ القیاب فی الواقع زید کا قول محض باطل و جهالت اور اس پر ایسا اصرار اور اس کے سبب نمازیوں بلکہ خود نماز و جماعت نماز کو اس درجہ اصرار صریح ضلالت ہے فقیر نے اپنے فتاویٰ میں اس مسئلہ کی تنقیح تام اور محراب کی حقیقی و صوری اقسام اور حدیث و فقہاء ان کے احکام اور تحقیق مرام و ازالہ ادہام بفضلہ تعالیٰ بروجہ کافی و شافی ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ ہندیہ و برازیہ و خلاصہ و ظہیریہ و خزائنہ الفتن وغیرہ کتب معتدہ میں ہے قوم جلوس فی المسجد الداخل و قوم فی المسجد الخارج اقام المؤمن فقام امام من اهل الخارج فامهم و قام امام من اهل الداخل فامهم من یسبق بالشروع فهو المقتدون بہ لا کراہۃ فی حقہم امام ابن امیر الحاج حلبی شرح منیہ میں فرماتے ہیں المسجد الخارج حصن المسجد دیکھو کیسی تصریح ہے کہ صحن مسجد میں نماز پڑھنی جماعت کرنی امامت کرنی اصلا کسی طرح مکروہ نہیں لان السابق بالشروع فی الصلوة المذکورة انکان امام الخارج وهو الذی هو و مقتدوہ کلہم فی الصحن کان هو المحکوم لہ بقول الائمۃ هو و مقتدون بہ لا کراہۃ فی حقہم ولا ہذہ لفتی الجنس فقید نفی کل کراہۃ عنہم وهو المقصود واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازراہ ہرہ مطرہ کبہہ محلہ مرسلہ چودھری محمد طیب صاحب ۴۴ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

جو تیوں سمیت نماز پڑھنا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے کہا ہم کو ابو مسلمہ سعید بن یزید ازدی نے خبر دی کہا میں نے انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے انہوں نے کہا ہاں حد ثنا آدم بن ابی ایاس قال انا ابو مسلمة سعید بن یزید الازدی قال سألت انس بن مالک اکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی فی نعلیہ قال نعم (حاشیہ) ابن بطال نے کہا جب جوتے پاک ہوں تو ان میں نماز پڑھنا جائز ہے میں کہتا ہوں سبب ہے کیونکہ اوداود اور حاکم کی

حدیث میں ہے کہ یہودیوں کا خلعت کر وہ جو توں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں جوتے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابو عمر و شیبانی کوئی نماز میں جوتا اتارے تو اس کو مارتے تھے اور ابراہیم سے جو امام ابو حنیفہ کے استاذ ہیں ایسا ہی منقول ہے شوکانی نے کہا صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور جوتوں میں اگر نجاست ہو تو وہ زمین پر گر کر دینے سے پاک ہو جاتے ہیں خواہ کسی قسم کی نجاست ہو تو یا خشک جرم والا یا بے جرم۔

## الجواب

اللهم هداية الحق والصواب **اقول** وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق سخت اور تنگ پہنچے کا جوتا جو سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے اور اس پر اعتماد کرنے زور دینے سے مانع ہو ایسا جو تا پہن کر نماز پڑھنے صرف کراہت و اسارت و دکن رنہ مذہب مشہور و مفتی بہ کی رو سے راساً مفہ نماز ہے کہ جب پاؤں کی انگلی پر اعتماد نہ ہو اسجدہ نہ ہو اور جب سجدہ نہ ہو نماز نہ ہوئی امام ابو بکر جصاص و امام کرخی و امام قدوری و امام برہان الدین صاحب ہدایہ وغیرہم اجلہ المائے نے اس کی تصریح فرمائی مجتہد و خلاصہ و برازیہ و کافی و فتح القدیر و سرارج و کفایہ و بحیثیہ و شرح المجمع للمصنف و منیہ و غنیہ شرح منیہ و فیض المولیٰ الکریم و جوہرہ نیرہ و نور الایضاح و مرآۃ الفلاح و در منقہ و در مختار و علیگیر و فتح العین علامہ ابو السود ازہری و حواشی علامہ نوح آفندی و غیرہ کتب معتدہ میں اسی پر جزم فرمایا زہدی نے کہا یہی ظاہر الروایہ ہے علامہ ابراہیم کرکی نے فرمایا اسی پر قوی ہے جامع الرموز میں قنیہ سے نقل کیا یہی صحیح ہے رد المحتار میں لکھا کتب مذہب میں یہی مشہور ہے در مختار میں ہے فیہ (اسی فی شرح للملتقی) یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والا لم تجز والناس عنه غافلون و شرط طهارة المكان وان يجرد الارض والناس عنه غافلون اه ملخصاً اسی میں ہے منها (ای من الفرائض) السجود یجہتہ و قدمیہ و وضع اصبع واحدة منهما شرط منیہ میں ہے لو سجد ولم یضع قدمیہ علی الارض لا یجوز ولو وضع احدھا جاز غنیہ میں ہے المراد من وضع القدم وضع اصابعها قال الزاهدی و وضع رؤس القدمین حالة السجود فرض و فی مختصر الکرخی سجد و رفع اصابع رجلیہ عن الارض لا تجوز و کذا فی الخلاصۃ و البرازی وضع القدم بوضع اصابعہ وان وضع ظہر القدم بلا اصابع ان وضع مع ذلك احدي قد میہ صحیح و لا فلا و ختم من هذا ان المراد بوضع الاصابع یجہتھا نحو القبلة لیکون الاعتماد علیہا و الا فهو وضع ظہر القدم و قد جعلہ غیر معتبر و هذا مما یجب التنبیہ لہ فان اکثر الناس عنه غافلون بحر الرائق و شرہ بلایہ میں ہے السجود فی الشریعۃ وضع بعض الوجه مسالاً شحریہ فیہ و خرج لبقولنا لا شحریہ فیہ ما اذا رفع قدمیہ فی السجود فانه لا یصح لان السجود مع رفعهما بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم والاحلال و یکفیه وضع اصبع واحدة فلو لم یضع الاصابع اصلاً و وضع ظہر القدم فانه لا یجوز لان وضع القدم بوضع الاصابع اه ملقطاً جوہرہ نیرہ میں ہے من شرط جواز السجود ان لا یرفع قدمیہ فان رفعهما فی حال سجدہ لا تجزیہ السجدة وان رفع احد لهما قال فی المرتبۃ یجوز مع الکراہۃ و لوصلی علی الدکان و ادلی رجلیہ عن الدکان عند السجود لا یجوز و کذا علی السیر اذا ادلی رجلیہ عنہا لا یجوز فتح القدیر میں ہے اما افتراض وضع القدم فلان السجود مع رفعهما بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم والاحلال و یکفیه وضع اصبع واحدة و فی الوجیز وضع القدمین فرض فان رفع احد لهما دون الاخری

جائز ويكره شرح نقايه تستاني ميں ہے الصحيح ان رفع القدمين مفسد كما في القنينة فتح الله المعين ميں ہے وضع اصبع واحدة من القدمين شرط اُسي ميں ہے يفترض وضع واحدة من اصابع القدم اُسي ميں زر قول كنز وجه اصابع رجله نحو القبلة فرمايا خص اصابع الرجلين بالذكر ان اصابع اليدين كذلك حتى يكره تحويلها عن القبلة انما خصها لافتراض وضعها موجبة كما ذكره نوح افندي ونصه قال الزاهدي ووضع رؤس القدمين حالة السجود فرض وفي مختصر الكرخي سجد ورفع اصابع رجله عن الارض لا يجوز قال وفهم من هذا ان المراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها والا فهو وضع اظهر القدم وهو غير معتبر وكذا الحلبي عن المنية الخ نور الايضاح ومرآة الفلاح ميں ہے من شرط صحة السجود وضع شيء من اصابع الرجلين موجها بباطنه نحو القبلة ولا يكفي لصحة السجود وضع ظاهر القدم رد المحتار ميں ہے وكذا قال في الهداية واما وضع القدمين فقد ذكر القندوري انه فرض في السجود اه فاذا سجد ورفع اصابع رجله لا يجوز كذا ذكره الكرخي والجصاص ولو وضع احد لهما جاز قال قاضي خاں ويكره قال في المحيطة ظاهر ما في مختصر الكرخي والمحيط والقندوري انه اذا رفع احد لهما دون الاخرى لا يجوز وقد رأيت في بعض النسخ فيه روايتان اه ومشي على رواية الجواز برفع احد لهما في الفيض والخلاصة وغيرهما وذهب شيخ الاسلام الى ان وضعهما سنة واختار في العناية هذه الرواية وقال انها الحق واقرة في الدرر وجهه ان السجود لا يتوقف تحققه على وضع القدمين فيكون افتراض وضعهما زيادة على الكتاب بخبر الواحد لكن رده في شرح المنية وقال ان قوله هو الحق بعيد عن الحق وبضد احسن اذ الرواية تساعدة والرواية تنفيه لان ما لا يتوصل الى الفرض الا به فهو فرض وحيث تظافرت الروايات عن ائمتنا بان وضع اليدين والركبتين سنة ولم ترد رواية بانها فرض نعين وضع القدمين او احد لهما للفضية ضرورة التوصل الى وضع الجبهة وهذا الوجه ترد به عنهم رواية كيف والروايات فيه متوافرة اه ويؤيده ما في شرح المجمع لمصنفه حيث استدلل على ان وضع اليدين والركبتين سنة بان ما نسبته السجدة حاصلة بوضع الوجه والقدمين على الارض الخ وكذا ما في الكفاية عن الزاهدي من ان ظاهر الرواية ما ذكر في مختصر الكرخي وبه جزم في الفيض وبه يفتي هذا وقال في الحلية والاوجه على منوال ما سبق هو الوجوب لما سبق من الحديث اه اي على منوال ما حققه شيخنا من الاستدلال على وجوب وضع اليدين والركبتين وتقديم انه اعدل الاقوال فكذا هنا واختاره في البحر والشرع بلالية قلت ويمكن حمل الروايتين السابقتين عليه بمحمل عدم الجواز على عدم الحل لاعدم الصحة ونفي شيعه الاسلام فرضية وضعهما الاينافي الوجوب ونقص في القندوري بالفرضية يمكن تاويله فان الفرض قد يطلق على الواجب تامل وما مر عن شرح المنية للبحث فيه مجال لان وضع الجبهة لا يتوقف على وضع القدمين بل توقف على الركبتين واليدين بلغ قد عوى فرضية وضع القدمين دون غيرهما ترجيح بلا مرجح والروايات المتظافرة انما هي في عدم الجواز كما يظهر من كلامهم في الفرضية وعدم الجواز صادق بالوجوب كما ذكرنا والحاصل ان المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية والارجح من حيث اقواعد الوجوب والله تعالى اعلم - **قول** ولو واحدة صرح به في الفيض **قول** نحو القبلة اقول وفيه نظر فقد قال في الفيض ولو وضع ظهر القدم دون الاصابع بان كان المكان ضيقا او وضع احد لهما دون الاخرى لضيقه جاز كما اقام على قدم واحد وان لم

لیکن امکان ضعیف یکره اھ فہذا صریحاً فی اعتبار وضع ظاہر القدم وانما الکلام فی الکراہۃ بلا عذر لکن رأیت فی الخلاصۃ ان وضع  
 احد لھما بن الشرطیۃ بدن او العاطفۃ اھ لکن ہذا الیس صریحاً فی اشتراط توجیہ الاصابع بل المصرح بہ ان توجیہا نحو القبۃ  
 سنۃ تکرہ ترکھا کما فی البرجندی والقمستانی یہ ظاہر شامی کا کلام ہے کہ قدرے اختصار کے ساتھ منقول ہوا وانا **اقول** وبالله  
 العون حصل عدم الجواز علی عدم الحل فی الصلاۃ بعید ولہذا اعترفتم ان المشہور فی کتب المذہب اعتماد الفرضیۃ مع  
 قولکم ان نظائر الروایات انما ہو فی عدم الجواز فلو لا ان مرادہ الشائع الذائع ہوا الافتراض فہن ایں یکون اعتماد الفرضیۃ  
 مشہور فی کتب المذہب ڈمر المحصل منع حیث یقال لم یجوز الضمیر لرفع القدمین مثلاً اما اذا قیل لم تجزوا الضمیر للصلاۃ  
 تعین مفید عدم الصحۃ وثبوت الفرضیۃ بالمعنی المقابل للوجوب وهو کذلک فی غیر ما کتاب منها مخفی لکونہی کما تقدم  
 ہذا وجہ واثانی مثلاً اضافۃ عدم اجواز للجمود کما مضی عن الجوہرۃ والثالث اظہر منہ التعلیل بعدہ من الاجزاء کما  
 سلف عنہا ایضا فہو مفسر لا یقبل التاویل والرابع کن الحکم بالفساد کما سمعت عن جامع الرموز عن القنیۃ والخاص  
 مقابلہ عدم اجواز ہذا بحکم اجواز علی ما اذا رفع احدی القدمین کما فی الفتح والوجیز والجوہرۃ وغیرہا نص ایضا  
 فی ارادۃ الجواز بمعنی الصحۃ لا تری انہم حکمو علیہ بالکراہۃ والمراد کراہۃ التحریم کما ہوا المحمل عند الاطلاق وکما ہو قضیۃ  
 الدلیل ہذا فالجواز بمعنی الحل منقطع فیہ ایضا والسادس قد عبر فی عدۃ کتب کالخلاصۃ والہزازیۃ والغنیۃ والبحر الرائق  
 ونور الايضاح ومرآۃ الفلاح وغیرہا کما سبق بعدم الصحۃ وهو صریح فی المراد والسایع مثلاً الحکم بالشرطیۃ کما فی الدر  
 والجوہرۃ وابی السعود ونور الايضاح ومرآۃ الفلاح والثامن صریح فی شرح المجمع والکافی والفتح والبحر وغیرہا کما مر بدخول  
 ذلک فی حقیقۃ السجود شرعاً وکل قاض بالافتراض بالمعنی الخاص غیر قابل للتاویل الذی ابدی ثبوتہ فکیف یکون ارجاع جیسع  
 تلک النصائح ما تباد بالاباء الواضحات فی تائید توفیق ومن این یسوغ ترک النصوص المذہب بحث ابداء العلامة ابن  
 امیر الحاج وان تبعہ البحر والشر نبلا لی علی مناقضۃ منہما لانفسہما رحمہما اللہ تعالیٰ والبحر صریح ہذا وقبلہ بان السجود مع رفع  
 القدمین تلاعب والشر نبلا لی قد جزم فی منہ وشرحہ بافتراض وضع بعض الاصابع والمحقق علی الاطلاق اعلم وافقہ من  
 تلہذا ابن امیر الحاج وقد جزم بما جزم وقد سمعت کل ذلک ثم النظر فی دلیل العلامة ابراہیم الحلبي مد فوع بساقد منا  
 عن الفتح والبحر والشر نبلا لی ان السجود مع رفع القدمین بالتلاعب اشبہ منہ بالتعظیم ولا تسلما کذلک الیدان والركبتان  
 وكون توقف وضع الوجه علی وضع ہاتین ابلغ من توقفہ علی وضع القدمین مع ظہور ضعفہ فی الیدین فلا حاجۃ فی وضعہ الی  
 وضعہما اصلاً وکذا فی الركبتین فان الواقع ہما التساوی لا الابلغیۃ نحن لا نبنی الکلام علی توقف وضع الوجه بل علی توقف  
 وضع الوجه بل علی توقف السجود المطلوب الشرعی علیہ وهو الذی یکون علی حجتہ التعظیم والاجلال ولا تعظیماً اذا وضع الوجه ورف  
 القدمین کما اذا تحقق علی الاطلاق فہن ہذا کان وضع القدمین مما لا یتوصل الی الفرض الا بہ فکان فوضا لا یجزم لم یقف دا لعلامۃ  
 الحلبي ہذا التعلیل بل سبقۃ الیہ امام جلیل وهو الامام ابوالبرکات النسفی قال فی شرح وافیہ الکافی وضع القدمین فرض



فی السجود لانه لا يمكن تحقيق السجود الا بوضع القدمين اه فلم يقل لا يمكن وضع الوجه بل تحقيق السجود اما قول الغنية  
 نحو القبلة وقد تبعه عليه العلامة الشر بنبلالی فی مواتی الفلاح والمدقق العلائی والعلامة نوح أفندی والعلامة  
 ابو السعود الازهری وقد تلونا عليك نصوصهم جميعا **فاقول** حملة على ما فهمتم بعيد من مرامهم كل البعد وكيف  
 يروونه وهم مصرحون بانفسهم ان توجيه الاصابع سنة يكره تركه فلم يحتج عليهم بالبرجندی والقهستانی لمر لا يحتج  
 عليهم بهم قال الحلبي قبيل فضل النوافل يعني كل شيء لم يذكر انه فرض او واجب وقد ذكر في صفة مما سوى ما عيناهما  
 انه سنة فهو ادب لكن هذا التعميم فيه نظر فان من جملة ذلك وضع اليدين والركبتين في السجود وهو سنة وكذا ابدأ  
 الضبعين ومجافاة البطن عن الفخذين وتوجيه الاصابع نحو القبلة فيه فان كل ذلك سنة لما تقدم من ادلة هناك  
 وقال الشر بنبلالی متناوئاً حاكياً تحويل اصابع يديه اورجليه عن القبلة في السجود وغيره لما فيه من ازالتهما عن الوضع  
 المسنون وقال العلائی يستقبل باطراف اصابع رجليه القبلة ويكره ان لم يفعل ذلك بل انما ارادوا رحمهم الله تعالى على ما الهن  
 الملك المنعم عزجلاله ان يقولوا يفترض وضع بطن الاصبع ولا يكفي وضع ظهرها ولا رأسها الكائن عند ظفرها لان على الاول  
 يكون وضع ظهر القدم وقد اسقطوه عن الاعتبار وعلى الثاني يكون وضعها مجردا عن الاعتماد والمقصود الاعتماد وقد بين هذا  
 بقوله ليكون الاعتماد عليها والا فهو وضع ظهر القدم وقد جملة غير معتبر وانما عبر عنه بالتوجيه نحو القبلة لان المصلحة ان  
 اراد في سجوده الاعتماد على بطن اصبع قدمه لم يمكن ذلك الا بتوجيهها نحو القبلة اعني بالمعنى المفترض في الاستقبال ممتدا  
 بين الجنوب والشمال لا بالمعنى المسنون النافي للانحراف وكذلك ان اراد توجيهها للقبلة بالمعنى العام لم يأت له الا باصابعه  
 بطنها الارض وهذا ظاهر جدا فبينهما تلازم في الصلاة وان كان يمكن خارجهما من مسجد غلط او عند الغير القبلة ان يعتمد  
 على بطنها وهي على خلاف جهة القبلة فكان هذا من باب اطلاق اللازم وارادة الملزوم اما السنة فجعلها على مسامحة  
 القبلة من دون انحراف وهذا الذي ليس في تركه الا الكراهة والاساءة هكذا ينبغي ان يفهم هذا المقام والحمد لله  
 الملك المنعم وذلك ما نقل الامام ابن امير الحاج في الحلية عن التحقيق مقرا عليه بالمعتبر في القدمين بطون الاصابع الخ  
 اما ما نقلتم عن الفيض في العبادة في الخلاصة والوجيز والحلية والغنية والهندية وغيرها خلاف بان الشرطية دون او  
 العاطفة فاو في نسخة الفيض تصحيف وقد اغتربه العلامة البرجندی في شرح النقاية فليتنبه وبالجملة **فتح** رسالتكم  
 ان الاعتماد في السجود على بطن احدى اصابع القدم العشر فريضة في المذهب المعتمد المفتي به والاعتماد على بطون كلها  
 او اكثرها من كلتا القدمين لا يجب لما حورس في الحلية وتوجيهها نحو القبلة من دون انحراف سنة اغتنم هذا التحوير  
 المفرد المنير فلعلمك لا تمهده من غير الفقير والله الحمد والمنة اور شك نيس که ان بلاد میں اکثر جوئے سلیم شاہی پنجابی خیردو کے منڈے  
 گرگابی وغیرہ خصوصاً جبکہ شے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگیوں کا پیٹ زمین پر باعتماد کچھے دے دیں گے تو ان جوتوں کو پہن کر مذہب مفتی بہ  
 پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ و ناجوازی تو ضرور نقد وقت سحر شریف کے جوتوں میں صرف پاؤں کے نیچے چڑا ہوتا تھا اور اوپر بندش کے لیے

قسم جسے شرک کہتے تھے پھر عرب میں نعل کی تعریف یہ تھی کہ نرم و رفیع ہو یہاں تک کہ صرف اکبرے پرت کی زیادہ پسند رکھتے تھے بجا والا ناریں  
 زیر حدیث ان رجلا شکا الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا من الانصار فقال یا خیر من یشی بنعل فردھی الفردھی التي تحففت  
 ولم تطارق وانماھی طارق واحد والعرب یمدح برقة النعال ویجعلها من لباس الملوک تودہ کیسے ہی نئے ہوتے سجدہ میں فرض  
 و واجب کیا کسی طریقہ نسخہ کو بھی مانع نہ ہوتے اُن نعال پر یہاں کی جوتیوں کا قیاس صحیح نہیں پھر اگر اُسی طرح کے جوتے ہوں کہ سنت سجدہ میں  
 بھی خلل نہ ڈالیں تو اگر وہ نئے بالکل غیر استعمالی ہیں تو انہیں پہن کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے اگرچہ مسجد میں ہو ورنہ محرم میں ہے  
 صلاۃ فیہما افضل مگر عند التحقیق استعمالی جوتے پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اگر معاذ اللہ نماز کو کہ حاضری بازگاہ شہنشاہ حقیقی ملک الملوک  
 رب العرش عز جلالہ ہے ہلکا جان کر استعمالی جوتا پہنے ہوئے نماز کو کھڑا ہو گیا تو صریح کفر ہے پھر بے نیت استغناء دی کراہت بھی اُس حالت  
 میں ہے کہ غیر مسجد میں ایسا کرے اور مسجد میں تو استعمالی جوتے پہنے جانا ہی ممنوع و ناجائز ہے نہ کہ مسجد میں یہ جوتا پہنے شرکت جماعت نماز و دخول  
 مسجد کے یہ احکام بھلا اللہ تعالیٰ دلائل کثیرہ سے روشن ہیں تفصیل موجب تطویل ہوگی لہذا چند کلمات نافع و سود مند باذن اللہ تعالیٰ القاکرین کہ  
 بعونہ تعالیٰ احکام کا ایضاح اور اوہام کا ازالہ کریں **فاقول** وباللہ استعین افادہ اول متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب مذہب میں  
 بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ ثیاب بذلت و نہشت یعنی وہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے  
 جنہیں میل کچیل سے بچانا نہیں جاتا انہیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے تنویر البصائر و در مختار میں ہے ذکرہ صلاۃ فی ثیاب بذلت  
 یلبسہا فی بیتہ (و مہنتہ) ای خدمۃ ان لہ غیر ہادر و غر و شرح وقایہ و شرح نقایہ و مجمع الانہر و بحر الرائق و رد المحتار میں اُن کی تفسیر کی  
 مایلبسہ فی بیتہ و لایذہب بہ الی الا کا بر غنیہ میں اُن کی تفسیر کی مایلبسہ و لا یحفظ من الدنس و نحوہ اُسی میں ہے یکرہ تکیلا لرعاۃ  
 الادب فی الوقوف بین ید یدہ تعالیٰ بما امکن من تجعیل الظاہر و الباطن و فی قولہ تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد اشارۃ الی ذلک  
 وان کان المراد بها ستر العودۃ علی ما ذکرہ اہل التفسیر کما تقدم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی  
 کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھا فرمایا بھلا بتاؤ اگر میں کسی آدمی کے پاس تجھے بھیجوں تو انہیں کپڑوں سے چلا جائے گا۔ کہا نہ فرمایا تو اللہ عز و جل زیادہ  
 مستحق ہے کہ اُس کے دربار میں زینت و ادب کے ساتھ حاضر ہو حلیہ پھر بحر الرائق میں ہے احتج لہ فی الذخیرۃ بانہ زوی ان عمر رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ رأی رجلا فعل ذلک فقال ارایت لو ارسلتک الی بعض الناس اکنث تمر فی ثیابک ہذا فقال لا فقال عمر فالتہ اسحق ان  
 یتزین لہ سجن اللہ کام خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ ہو اور استعمالی جوتے کہ پاخانے میں پہنے جاتے ہیں انہیں  
 پہن کر مکروہ نہ ہو عمومی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے اُن سے نماز میں کراہت ہو اور استعمالی جوتے کہ نجاسات سے بچائے نہیں جاتے اُن سے  
 نماز میں کراہت نہ ہو یہ بدہشت عقل کے خلاف اور صریح خون انصاف ہے و لیس ہذا من باب القیاس بل کما تری استدلال بفقوی  
 الخطاب لا یحوم حولہ شک ولا ارتیاب افادہ دوم متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ مذہب  
 کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اُسے نجاست سے کامل احتیاط دشوار ہے ہایہ میں ہے یکرہ تقدیم العشی لانہ لا یتوقی النجاستہ کافی امام نسفی  
 میں ہے العشی لا یصون ثیابہ عن النجاسات فالبصیر الاولی بالامامۃ و فخرنا میں ہے و نحوہ العشی غمرہ المحتار میں ہے العشی

ہوسمی البصر لیلاد و غمارا قاموس و هذا ذکرہ فی النہر بحثا اخذ من تعلیل الاعی بانہ لا یتوقی النجاستہ ابو السعود علی الکثرین  
ہے والا عی کا نہ لایتوقی النجاستہ و هذا یقتضی کراہۃ امامۃ الاعشی لمطہادی علی المراقی میں اس کے بعد ہے و هو الذی لا یبصر  
لیلاد محل انصاف ہے کہ نمازی پر ہیز گار بننا بلکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ و مظنہ نجاست زیادہ ہے یا ان استعمالی جوتوں پر  
جنہیں پہن کر پاخانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہونا یہاں نہ ہونا صریح عکس مدعا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہوتی یہاں  
کئی حصے ہونا ہے افادہ سوم علمائے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرمائی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر  
قیاس صحیح نہیں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کون امتیاد کر سکتا ہے **اقول** اور اگر نادرا کوئی شے واقع ہو تو جبریل امین  
علیہ الصلاۃ والسلام حاضر ہو کر عرض کر دیتے ہیں جیسا کہ حدیث خلع نعال فی الصلوۃ سے ثابت ہے مجمع بحار الانوار میں بر وزن فرمایا یصل فی  
النعلین لا یؤخذ منہ لغیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لان حفظ غیرہ کا یلحق بہ افادہ چہارم بے جرم نجاست مثل رول  
وغیرہ کا مطلقاً صرف زمین پر گر کر دیسے سے پاک ہو جانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسب تصریح صریح کتب معتبرہ تمام المذہب کے خلاف  
ہے امام محمد کے نزدیک تو نعل و خف بھی مطلقاً بے دھوئے پاک نہیں ہو سکتے جیسے کپڑے کا حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک نجاست جرم دار  
اور خشک ہو گئی ہو اُس کے بعد اس قدر گر گئی کہ اُس کا اثر زائل ہو جائے اُس وقت طہارت ہوگی اور اگر نجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ  
بے دھوئے پاک نہ ہوں گے اور امام ابی یوسف کی روایت میں اگرچہ خشک ہو جانا شرط نہیں ترمیمی ملنے والے اثر زائل کر دینے سے پاک  
ہو سکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرورت قید ہے اکثر مشائخ نے قول امام ابی یوسف ہی اختیار کیا اور یہی مختار الفتویٰ ہے تو بے جرم نجاست کی  
بے دھوئے تطہیر ائمہ ثلاثہ مذہب کے بھی خلاف اور جہور مشائخ مذہب کے بھی خلاف اور قول مختار الفتویٰ کے بھی خلاف ہے وقد استحو ان  
لا عبرۃ بالمحقق علی خلاف المنقول ہدایہ میں ہے اذا اصاب الخف نجاستہ لھا جرم کالروث والعذرة والدم فنجفت  
فذلک بالارض جازوہن استحسن وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا یجوز و هو القیاس وفي الرطب لا یجوز حتی یفسلہ وعن  
ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ اذا مسحہ بالارض حتی لم یبق اثر النجاستۃ یطہر عنہم البلوی و اطلاق مایروی و علیہ  
مشائخنا رحمہم اللہ تعالیٰ فان اصابہ بول فیس لم یجوز حتی یفسلہ و کذا کل ما لا جرم لہ کالخمر فتح القدیر میں ہے و علی  
قول ابی یوسف اکثر المشائخ و هو المختار عن ابیہ میں علیہ اکثر مشائخنا قال شمس الانمۃ السرخسی و هو صحیح و علیہ الفتویٰ علیہ  
میں ہے فی الخلاصۃ و علیہ عامۃ المشائخ و هو الصحیح ونص فی الفتاویٰ الحانینۃ والکافی والحامی علی ان الفتویٰ علیہ بکراۃ  
میں ہے علی قولہ اکثر المشائخ و فی النہایۃ والعنایۃ والحانینۃ والخلاصۃ و علیہ الفتویٰ و فی فتاویٰ القدیر و هو المختار تنویر الابصار  
میں ہے یطہر خف و نحوہ تنجس بذي جرم بذاك والا فیغسل لمطہادی علی المراقی الفلاح میں ہے واحتوز بہ عن غیر ذی الجرم فانہ  
یغسل اتفاقاً ذکرہ العینی بحر میں ہے ان لم یکن لھا جرم فلا بد من غسلہ واشتراط الجرم قول الکل لانہ لو اصابہ بول  
فیس لم یجوز حتی یفسلہ لان الاجزاء تتشرب فیہ فاتفق الکل علی ان المطلق مقید بالخ مختصراً فالتحقق میں ہے المحاصل  
انہم اتفقوا علی التقیید بالجرم غنیہ میں ہے ان لم یکن لھا ای للنجاستۃ التي اصابت الخف جرم کابول والخمر و نحوہما

فلا بد من الغسل بالاتفاق رطباً كان أو يابساً واما المختار من علامہ مقدسی سے ہے البحث لا يقضى على المذهب اُسی میں ہے الفرض في اشواط الطواف اكثر السبع لا كلها وان قال المحقق ابن الهمام ان الذي ندین الله تعالى به ان لا يجوز اقل من السبع ولا يجبر بعضه بشيء فإنه من ابحاثه المخالفة لاهل المذهب قاطبة كما في الجرح وقد قال تلمیذہ العلامة قاسم ان ابحاثه المخالفة للمذهب لا تعتبر اور رشک نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جوتوں کو لگتی ہے یہی نجاست رقیقہ استنجہ کے پانی اور پیشاب کی ہوتی ہے۔

مسئلہ - ۲۱۔ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقہ تبا کو پینے والے کے مونہ کی بونماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوئی تو کوئی قباحت تو نہیں ہے۔ بینوا و جروا

الجواب

مونہ میں ہرچہ ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک مونہ صاف نہ کر لے اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے لنگہ کو ایذا پہنچی ہے حدیث میں ہے ان الملشکۃ تتاذی مسا بیتاذی بہ بنو آدم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست جادوہ مکان عبد المجید خاں صاحب سرستہ دار ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت نماز میں اگر کسی مقام پر کھجلی چلے و کجاوے یا نہیں اور اگر کجاوے تو کتنی مرتبہ۔

الجواب

ضبط کرے اور نہ ہو سکے یا اُس کے سبب نماز میں دل پریشان ہو تو کجاوے لے کر ایک رکن مثلاً قیام یا قنود یا رکوع یا سجود میں تین یا نہ کجاوے دوبار تک اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مرسلہ احمد شاہ از موضع نگریہ سادات یکم ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) اگر تہبند کے نیچے لنگوٹ بندھا ہو تو نماز جائز ہے یا نہیں (۲) تہبند کا بیچ کھول کر نماز کیوں پڑھتے ہیں (۳) دائرہ میں ڈالنا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۴) کمر میں پٹکا باندھ کر نماز درست ہے یا نہیں (۵) کسی چیز کی مورست اگر جیب میں رکھی ہو تو نماز ہوگی یا نہیں (۶) روپیہ پیسہ جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا سینے گھرنے سے منع فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) منع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں بالوں کے روکنے سے منع فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۴) درست ہے مگر دامن اُس کے نیچے نہ دب جائے واللہ تعالیٰ اعلم (۵) نماز درست ہوگی مگر یہ فعل مکروہ و ناپسند ہے جبکہ کوئی ضرورت نہ ہو روپے اشرفی میں ضرورت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۶) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شکر سنہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرمانے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کھکے کے بند یا گھنڈی بلا باندھے یا لگائے یا کرتے کے بٹن جو سامنے سینہ پر گوث میں لگے ہوتے ہیں بلا لگائے ہوئے یا کرتہ کی وہ گھنڈی جس کے کہ گوث آگے سینہ پر نہیں ہوتے بلکہ دونوں کندھوں پر ایک ایک گھنڈی لگی ہوتی ہے ایک گھنڈی لگا کر ناز بڑھے تو کوئی حرج تو نہیں ہے اگر کسی شخص کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ دو گھنڈی کرتے کے گلے میں جو ہیں ایک کھل رکھے جس سے کہ کچھ گلا کھلا ہوا ہے تو کوئی حرج ہے یا نہیں - بینوا تو جو روا

الجواب

اصل یہ ہے کہ سدل یعنی پہننے کے کپڑے کو بے پہنے لٹکانا مکروہ تحریمی ہے اور اس سے نماز واجب الاعادہ جیسے اگر کھایا کرتا کندھوں پر سے ڈال لینا بغیر آستینوں میں ہاتھ ڈالے یا بعض بارانیاں وغیرہ ایسی بنتی ہیں کہ ان کی آستینوں میں منڈھوں کے پاس ہاتھ نکال لینے کے چاک بنے ہوتے ہیں ان میں سے ہاتھ نکال کر آستینوں کو بے پہنے چھوڑ دینا یا رضائی یا چادر کندھے یا سر پر ڈال کر دونوں آنچل چھوڑ دینا یا شال یا رومال ایک شانہ پر اس طرح ڈالنا کہ اس کے دونوں پلو آگے پیچھے چھوٹے رہیں اور اگر رضائی یا چادر کا مثلاً سیدھا آنچل بائیں شانہ پر ڈال لیا اور بائیں آنچل چھوڑ دیا تو حرج نہیں اور کسی کپڑے کو ایسا خلاف عادت پہننا جسے مہذب آدمی جمع یا بازار میں نہ کر سکے اور کرے تو بے ادب خفیف اور کثرت سمجھا جائے یہ بھی مکروہ ہے جیسے اگر کھایا پہننا اور گھنڈی یا باہر کے بند لگانا یا ایسا کرتا جس کے بٹن سینے پر ہیں پہننا اور بوتام اتنے لگانا کہ سینہ یا شانہ کھلا رہے جبکہ اوپر سے اگر کھانہ پہنے ہو یہ بھی مکروہ ہے اور اگر اوپر سے اگر کھاسے یا اتنے بوتام لگالیے کہ سینہ یا شانہ ڈھک گئے اگرچہ اوپر کا بوتام نہ لگانے سے گلے کے پاس کا خفیف حصہ کھلا رہا یا شانوں پر کہے چاک بہت چھوٹے چھوٹے ہیں کہ بوتام دنگائیں جب بھی کرتا نیچے ڈھکے گا شانے ڈھکے رہیں گے تو حرج نہیں اسی طرح اگر کھے برج صدری یا چنہ پہنتے ہیں اور عرف عام میں ان کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے میسوب بھی نہیں سمجھتے تو اس میں بھی حرج نہیں ہونا چاہیے کہ یہ خلاف معتاد نہیں ہذا ما ظہری من کما تہم والعلم بالحق عند ربی ومختار میں ہے کہہ تھویما سدل ثوبہ ای ارسالہ بلا لبس معتاد وکذا القیاء بکمالی وراء ذکوة الحلی کشد ومنذیل یرسلہ من کتقیہ فلو من احدہما لیکرہ کحالۃ عذر وخارج صلاۃ فی الاصح رد المحتار میں ہے ظاہر کلامہما نہ لافرق بین ان یکون الثوب محفوظا من الوقوع ولا فعلہ ہذا لا تکرہ فی الطیلسان الذی یجعل علی الواس وقد صرح بہ فی شرح الوقایۃ ای اذا لم یدرہ علی عنقہ والا فلا سدل والا قبیۃ الرومیۃ التی یجعل لا کما مہا خروق عند العضد اذا اخرج المصلی یدہ من الخرق وارسل الکر لیکرہ لصدق السدل لانہ ارخاء من غیر لبس لان لبس الکر باوخال الید وتامہ فی شرح المنیۃ والسند شی معتاد وضعہ علی الکفتین کما فی البحر وذلك نحو الشال فانما ارسل طرفا منہ علی صدرہ وطرفا علی ظہرہ لیکرہ فی الخرائن ذکر ابو جعفر انہ لا دخل ید بہ فی کبیہ ولم یزیرا از ارادہ فہو مسمی لانہ یشبہ السدل لکن فی الحلیۃ فیہ نظر ظاہر بعد ان یکون تحت قمیص او نحوہ مما یستزید البدن او مختصراً ولنا فی ما قال فی الحلیۃ نظر قد مناہ - والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کالج علی گڑھ مکرمہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کمرہ میں یا مکان میں تصاویر مردم آدمیاں ہوں اُس میں نماز پڑھنا جائز یا ناجائز حرام ہے یا مکروہ اگر ناجائز یا مکروہ ہے تو شارع نے جو مصلحت اس میں رکھی ہے وہ برائے خوبی اور باریکی ظاہر ہونے کے بیان فرمائے جاویں دوسرے یہ کہ نماز ساتھ خیال غیر اللہ اور ہر تن مصروف ہو کر ہونا چاہیے لہذا کیا مضائقہ ہو سکتا ہے اگر تصاویر اُس جگہ ہوں یا اعتیاد کیا اس قدر کافی نہیں ہو سکتا ہے کہ صرف سامنے یا اُس حد تک کے جہاں تک نظر پڑ سکے تصاویر ہٹا دی جائیں اور پس پشت اگر تصاویر ہوں وہ رہیں اور نماز پڑھ لی جاوے تو نماز ہو جاوے گی یا کیا نقص پیدا ہو جائے گا فقط

### الجواب

جاندار کی اتنی بڑی تصویر کہ اُسے زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضا بالتفصیل نظر آئیں بشرطیکہ نہ سر بریدہ ہو نہ چہرہ محو کردہ نہ پاؤں کے پنجے نہ فرش پا انداز میں نہ مخفی پوشیدہ جس کمرہ میں ہو اُس میں نماز مطلقاً مکروہ ہے خواہ آگے ہو یا پیچھے یا دہنے یا بائیں یا اوپر یا سجدہ کی جگہ اور اُن سب میں بدتر جائے سجود یا جانب قبلہ ہونا ہے پھر ادھر بدتر دہنے بائیں پھر پیچھے اور اُس میں کراہت کے متعدد وجوہ ہیں اُس مکان کا معبد کفار سے مشابہ ہونا تصویر کا بطور اعزاز ظاہر طور پر دکھایا لگا ہونا آگے یا جلے سجود پر ہو تو اُس کی عبادت سے مشابہ ہو ملکہ رحمت کا اُس مکان میں ذات متواتر حدیثوں میں ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان المملکۃ لا تدخل بیتا فیہ کلب ولا صورة بیشک فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو یہ وجہ اُن تمام صورتوں مذکورہ کو شامل اور وہم مذکور فی السؤال کا علاج کامل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از بجندی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام ازار ٹخنوں کے نیچے تک پہن کر نماز پڑھائے وہ نماز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی قبلہ رخ ایک قدم کو نہ رکھنا یا ایک قدم پر کھڑا رہنا نماز میں جائز ہے یا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی ہے براہ ہمدردی استغنا بحوالہ عبارت کتب متداولہ مقبرہ نقیہ ارقام فرمائیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

ازار کا گٹوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبیر ہو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہ تنزیہی اور نماز میں بھی اُس کی غایت خلاف اولیٰ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرا تہبند ٹٹک جاتا ہے جب تک میں اُس کا خاص لحاظ نہ رکھوں فرمایا انت لست ممن یصنع خیلاء تم ان میں نہیں ہو جو براہ تکبیر ایسا کریں فتاویٰ علیگیریہ میں ہے اسبیل الرحیل ازادہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراہۃ تنزیہ کذا فی الغرائب واللہ تعالیٰ اعلم دونوں باتیں خلاف سنت و مکروہ ہیں ہاں تراویح بین القدین یعنی تھوڑی دیر ایک پاؤں پر زور رکھنا پھر تھوڑی دیر دوسرے پر سنت ہے کما حقہ فی الحلیۃ ویدناہ فی فتاویٰنا واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الرحمن صاحب قادر رزاقی کرمانی ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

آج کل دیار بنگال کے بعض بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سرنگا کر کے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے اگر کسی نے کہا

کہ جماعت کی اہانت ہوتی ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ عاجزی و انکساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں اسی طرح عاجزی و انکساری کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سر پر ٹوپی رکھنا چھوڑ دیا ہے تو کیا ننگا سر فرض جماعت میں نماز پڑھنے سے ناجائز ہوگی یا مکروہ ہوگی اگر جائز ہوگی تو کیا حضور سرور کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات امامین متطہرین یا حضرات صحابہ کرام یا اولیائے عظام نے کبھی فرض جماعت میں ننگا سر نماز پڑھی ہے یا نہیں اور علاوہ نماز کے بھی ان حضرات نے کبھی کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں اور صوفیائے عظام کی کتابوں میں ننگا سر رہنا تہذیب و آداب آیا ہے یا نہیں اور احادیث شریفہ و فقہ سے اس کی کراہت ثابت ہے یا نہیں۔ بینوا تو جو روا

## الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کریمہ نماز کا وہ عمامہ ہے اور فقہائے کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے اگر برنیت تو وضع و عاجزی ہو تو جائز اور بوجہ کسل ہو تو مکروہ اور معاذ اللہ نماز کو بے قدر اور ہٹکا سمجھ کر ہو تو کفر جب وہ مسلمان اپنی نیت تو وضع جلتے ہیں تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں مسلمان پر بدگمانی حرام ہے ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے اور اس حالت میں مشابہ روزہ برابر سر پہننا رہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام سب سے ثابت بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کوچہ و بازار میں اسی طرح پھرنا نہ ہرگز ثابت ہے نہ شرعاً محمود بلکہ وہ منجملہ اسباب شرت ہے اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اٹھیں شرعاً مکروہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے ال خروج عن عادة البلد شہامة و مکروہ صوفیہ کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ارشاد کرنا محلہ مسوانی و لکھنؤ حافظ رحیم اللہ صاحب ارجمادی الاخری ص ۳۳۶

بعد الحمد کے محمد رسول اللہ والذین معہ رکوع پڑھا ایک مقتدی کے ہونے سے ہوا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلا اور دوسرے مقتدی نے عمر اہلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا حضور ان دونوں مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں اور جو شخص یہ کہے کہ نماز کے اندر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوا کتنا چاہیے نہ عمر اہلی ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔

## الجواب

اللہ عز و جل کا نام پاک سن کر حکم ہے کہ عز و جل یا جل جلالہ یا اس کی مثل کلمات تعظیفی کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر واجب ہے کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا علیہ افضل الصلاۃ والسلام یا اس کے مثل کلمات درود کے مگر یہ دونوں وجوب میں نماز میں نماز میں سوائے کلمات کے جو شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے مقرر فرمادیے ہیں اور ان کی اجازت نہیں خصوصاً ہر نماز میں وقت قرات امام مقتدی کا سننا اور خاموش رہنا واجب ہے یہ وہی امام کے خطبہ پڑھتے ہیں جب اللہ عز و جل اور یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ آئیں سامعین دل میں کلمات تقدیس و درود کہیں زبان سے کہنے کی وہاں بھی اجازت نہیں نماز میں نام اسی سن کر جل و علا یا نام مبارک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا اگر بقصد جواب ہے نماز جاتی رہے گی ہوا ہو یا قصد اور اگر بلا قصد جواب تو قصد ممنوع اور ہوا پر مواخذہ نہیں درمختار ہے مع اسم اللہ تعالیٰ فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی علیہ او قراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ نفسدان قصد جوابہ اھ قال العلامة الشاشی ذکر فی البحراۃ لو قال مثل



ما قال الموزن ان ارجوابه تفسد كذا لو لم تكن نية لان الظاهر انه اراد الاجابة وكذلك اذا سمع اسم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فضلى عليه فهذا اجابة اه وليسكل على هذا كله ما مر من التفصيل فيمن سمع العاطس فقال الحمد لله تأمل استنفيد انه لو لم يقصد الجواب بل قصد الشاء والتعظيم لا تفسد لان نفس تعظيم الله تعالى والصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا ينافي الصلوة كما في شرح المنية اه كلام العلامة **ش اقول** والذي من التفصيل ان سامع عطسة غيره لو قال الحمد لله فان عني الجواب اختلفت المشايخ او التعظيم فسدت او لم يرد واحد منها لا تفسد نعم وصح في شرح المنية عدم الفساد مطلقا لانه لم يتعارف جوابا قال بخلاف جواب السار بالحمد لله للتعارف اه ش رأيي كتبت على قوله عدم الفساد مطلقا مانصه **اقول** لا بد من استثناء ارادة التعظيم كما لا يخفى والتعليل لايمس فان العلة في شئ اخر غير كونه جوابا وهو كونه خطا بهذا اما مر من التفصيل وانت تعلم انه لا مساس له بانها من الفروع فان الحمد لله ليس جوابا للعطاس وانما هو سنة العاطس فاذا لم يرد به التعظيم لم يكن الا انشاء حمد بخلاف ما هنا فكله جواب وقد عرف جوابا فقد عرف الجواب عن الاشكال - والله تعالى اعلم

**مسئلہ** - از داتا گنج ضلع بدایوں مرسلہ عاشق حسین صاحب ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

جوتہ پن کر یعنی فل بوٹ جو ٹخنوں تک بندھا ہوتا ہے خشک ہو غلاظت نہ لگی ہو خواہ نیا ہو یا پرانا نماز جائز ہے یا نہیں یہ ادیان ہے کہ مسجد میں چونکہ سب لوگ رواجاً آج کل جوتا اُتار کر جاتے ہیں ان میں ایک شخص انگشت نمائی کے خوف سے جوتا پن کر نہ جائے مگر مسئلہ کیا ہے آیا کوئی شخص اپنے مکان میں یا جنگل میں یا سفر میں بوٹ پن کر نماز پڑھ سکتا ہے ایک مولوی نے فرمایا تھا کہ بوٹ نیا ہو یا پرانا خشک ہو غلاظت نہ لگی ہو پن کر نماز جائز اور صحیح بخاری میں لکھا ہوا بتایا تھا -

## الجواب

مسجد میں جوتا پن کر جانا خلاف ادب ہے فتاویٰ <sup>ہندیہ</sup> دخول المسجد متعللاً سوء الادب ادب کی بنا عرف و رواج ہی پر ہے اور وہ اختلاف زمانہ و ملک و قوم سے بدلتا ہے عرب میں باپ سے آنت کہہ کر خطاب کرتے ہیں یعنی تُو۔ زمانہ اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی یہی خطاب ہوتا تھا یہذا اسمعيل عليه الصلاة والسلام نے اپنے والد ماجد یہذا ابراهيم شيخ الانبياء خليل كبر عليه الصلاة والسلام سے عرض کی اے میرے باپ تو کہ جس بات کا تجھے حکم دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بے ادب اسے حجت بنا کر اپنے باپ کو تو تو کہا کرے ضرور گستاخ مستحق سزا ہے نماز حاضری بارگاہ بے نیاز ہے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جوتا پن کر جائے۔ یہ تو ادب کا حکم ہے اور آج کل لوگوں کے جوتے صحابہ کرام کے جوتوں کی طرح نہیں ہوتے ردالمحتار میں ہے نعالهم المتجنسة پھر بوٹ غالباً ایسا پھنسا ہوا ہوتا ہے کہ مسجد میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے نہ دے گا تو ادب درکنار سر سے نماز ہی نہ ہوگی۔ و هو تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از کرا الضلع بدایوں مرسلہ یسین خاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے پہلی رکعت میں لم یکن الذین کفر وا پڑھی اور دوسری میں سورہ دہر اس سے کہا کہ ایک تو تم نے قرآن شریف

اُن پر تھا دوسری پہلی سورہ چھوٹی پڑھی اور بعد کی بڑی نماز میں کراہت تو نہیں آئی کہا کچھ حرج نہیں حدیث سے ثابت ہے۔ فقط

### الجواب

اس میں دو کراہتیں ہوئیں ایک دوسری رکعت کی پہلی سے اس قدر تطویل اور دوسری سخت اشکراہت ہے قرآن مجید کو معکوس پڑھا یہ گناہ سخت ناجائز ہے حدیث میں ہے ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اُس کا دل الٹ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از دھام پور ضلع بجور مسلحہ حافظ سید بنیاد علی صاحب ۸، محرم الحرام ۱۴۱۰ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں کوئی شخص علیحدہ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

مسجد کے حجرہ میں فرضوں کے سوا اور نمازیں پڑھنا بہتر ہے یہاں تک کہ فرائض کے قبل و بعد کے سنن مؤکدہ میں بھی بر بنائے اصل حکم افضل یہی ہے کہ غیر مسجد میں ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں افضل صلاة المرء في بيته الا المكتوبة مگر فرائض بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد آئے گنہگار ہے چند بار ایسا ہو تو فاسق مرد و الشہادۃ ہوگا حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا صلاة لجماع المسجد الا في المسجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوری کا کپڑا پہن کر نماز کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

### الجواب

چوری کا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے میں اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا لان الفساد مجاور مگر ناکردہ تحریمی ہوگی للاشتغال علی المحرم کہ جائز کپڑے پہن کر اس کا اعادہ واجب کا لصلوة في الارض المخصوبة سواء لبواء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے سر پر دستار نہ ہو اور مقتدی کے دستار ہو تو کسی کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے یا نہیں اور اگر کچھ خلل ہوتا ہے تو امام کے یا مقتدی کے اور اگر خلل ہے تو کس قسم کا خلل ہے۔ بینوا توجروا

### الجواب

کسی کی نماز میں کچھ خلل نہیں عامہ مستحبات نماز سے ہے اور ترک مستحب سے خلل درکار کراہت بھی نہیں آتی وذلك لان النعم من سنن الزوائد وسنن الزوائد حکمها حکم المستحب در مختار میں ہے لها ادا بترک لا یوجب اساءة ولا عتبا باکتراک سنة الزوائد لکن فعلہ افضل رد المحتار میں ہے السنة نوعان سنة الهدی وترکها یوجب اساءة وکراہة کا جماعۃ والاذان والاقامة ونحوها وسنة الزوائد وترکها لا یوجب ذلك کسیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی لباسه والنفل ومنه المنذوب یتاب فاعله ولا یسئ تارکہ کذا حقیقة العلامة ابن کمال فی تغییر التفتیح وشرحه فلا فرق بین النفل وسنن الزوائد من حیث الحكم لانه لا یکرہ ترک کل منها وقد مثلوا بسنة الزوائد بتطویلہ علیہ الصلاة والسلام القراءة والركوع والسجود ولما لم تکن من مکملات الدین وشعائره سمیت سنة الزوائد بخلاف سنة الهدی وهي السنن المؤکدة القریبة من الواجب التي

بفضل تارکھا ۱۵ ملخصا - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - مسئلہ محمد ابراہیم محلہ خواجہ قطب بریلی ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کی نماز پڑھانے کے واسطے جو جائے نماز ملتی ہے اُس سے کرنا یا کچھ اور کپڑا بنانا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں تو اُس سے جو نماز مفروضہ پڑھی گئی وہ لوٹائی جائے گی یا نہیں اور اُس کفن سے یہ جائے نماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں با دلیل و حوالہ کتب تحریر کریں - بینوا توجروا

الجواب

اس جائے نماز سے دو غرضیں لوگوں کی ہیں ایک یہ کہ اکثر نماز جنازہ راستے وغیرہ بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے مسجد کہ صاف و پاکیزہ رکھی جاتی ہے اُس میں نماز جنازہ منع ہے تو بغرض احتیاط ہام کے نیچے جائے نماز بچھا دی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لیے اُس کا جہتیا کرنا دشوار ہوتا ہے اور اگر فرض کیجیے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ سب کی نماز نظر بواقع نہ ہو سکے تو جائے نماز کے سبب امام کی نماز ہو جائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض و ابراے ذمہ کے لیے کافی ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں۔ دوسری نفع فقیر کہ وہ جانا زبید کسی طالب علم یا اور فقیر پر تصدق کر دی جاتی ہے اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اُس کے جوانوں میں کلام نہیں اور جس فقیر پر وہ تصدق کی گئی اُس کی ملک ہے کہ تا وغیرہ جو چاہے بنائے اُس میں نماز کر دہ بھی نہیں نہ اصلاً حاجت اعادہ کمالا ینفی واللہ تعالیٰ اعلم

## باب الوتر والنوافل

مسئلہ - ۲۱ ربيع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شخص نماز ظہر و عشا باجماعت پڑھ چکا خواہ امام تھا یا مقتدی اب دوسری جماعت قائم ہوئی وہ شریک جماعت ہوا تو وہ نیت نماز کی کیا کرے - بینوا توجروا

الجواب

نفل کی نیت چاہیے فان الفریضۃ فی الوقت لا تکرر فی الحدیث لا یصلی بعد صلاۃ مثاہما اور اگر فرض کی نیت کرے گا جب بھی نفل ہی ہوں گے فان الفریضۃ فی الوقت لا تکرر - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع سریناں ضلع بریلی مسئلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۲۵ھ

نیا کپڑا اور جوتا پہن کر نفل پڑھنا کیسا ہے -

الجواب

نیا کپڑا پہن کر نفل پڑھنا بہتر ہے یہ ہیں نیا جوتا بھی اگر اُس کا پنجہ اتار کر اندھو کہ پاؤں کی کسی انگلی کا پیٹ زمین سے نہ لگنے دے لیا

ہوگا تو نماز ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از بریلی مرسلہ ذاب سلطان احمد خاں صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ  
آج کل و تر با جماعت پڑھنا بوجہ فضل جماعت افضل یا بوقت تنہا بھی بہتر ہے۔ بینوا توجروا۔

## الجواب

در رمضان المبارک میں ہمارے علمائے کرام قدس اسرار ہم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا مثل نماز نفل گھر پر  
تنہا دونوں قول باقوت ہیں۔ اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح اول کو یہ مزیت کہ اب عامہ مسلمین کا اُس پر عمل ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے  
ثانی کو یہ فضیلت کہ وہ ظاہر الروایہ ہے رد المحتار میں زیر قول رد مختار الجماعت فی و تر رمضان مستحبہ علی قول فرمایا وغیر مستحبہ علی قول  
اخبر بل یصلھا وحدۃ فی بیتہ وھا قولان مصححان و سیاقی قبیل ادراک الفریضۃ تو صحیح الثانی بانہ المذہب رد مختار میں ہے  
هل الا فضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوہابیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی و اقراء المصنف وغیرہ  
رد المحتار میں ہے رجح الکمال الجماعۃ بانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان او تر بہم ثم بین العذر فی تأخرہ مثل ما صنع فی  
التراویح فالوتر کالتراویح فکما ان الجماعۃ فیہا سنۃ فکذا الک الوتر مجرور فی شرح المنیۃ الصحیحۃ ان الجماعۃ فیہا افضل الا ان  
سنیہما لیست کسنیۃ جماعۃ التراویح اھ قال الخیر الرملی وھذا الذی علیہ عامۃ الناس الیوم اھ و قواہ المحشی ایضا بانہ  
مقتضی ما مر من ان کل ما شرع بجماعۃ فالمسجد افضل فیہ اھ ما فی رد المحتار **قول** فی ہذا التقویۃ عندی نظر ظاہر  
فانہ لو کان المراد ان ما جاز بجماعۃ فالمسجد افضل فیہ فممنوع فان کل نفل یجوز بجماعۃ ما لم یکن علی سبیل التداعی مع ان  
الا فضل فیہ البیت وفاقا وان کان المراد ما ندب فیہ الشرع الی الجماعۃ فمسلم لکن ہذا اول المسئلۃ فلا استناد بہ صریح  
المصادرة فلیتأمل بالجملہ اس مسئلہ میں اپنے وقت و حالت اور اپنی قوم و جماعت کی موافقت سے جسے انسب جانے اُس پر عمل کا اختیار  
رکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از کلکتہ دھرم تلامذہ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان شریف ۱۳۱۰ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں عشا کی نماز فرض جس مصلی تہجد گزار یا غیر تہجد گزار نے جماعت کے ساتھ ادا کی ہو  
اُس کو نماز و تر جماعت کے ساتھ ادا کرنا ضرور ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب

کسی کو بھی ضرور نہیں بلکہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ ہمارے اصل مذہب میں افضل یہی ہے کہ تنہا گھر میں پڑھے۔ اور ایک قول پر  
مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ اب اکثر مسلمین کا عمل اسی پر ہے کما فی الدرر و حواشیہ و بیناہ فی فناء و اننا بہر حال ضروری کسی  
کے نزدیک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از سورت ضلع ایٹہ محمد ملک زاداں مرسلہ مرزا عابد حسین صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز تہجد واجب ہے یا سنت اگر سنت ہے تو موکدہ یا غیر موکدہ اس کا تارک گنہگار ہے یا نہیں یعنی قصد ترک کرنے والا مفصل مع احادیث ارقام فرمائیے گا۔ بینوا توجروا

## الجواب

تہجد سنت مستحبہ ہے تمام مستحب نمازوں سے اعظم و اہم قرآن عظیم و احادیث حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی ترغیب سے مالا مال۔ عامہ کتب مذہب میں اسے مندوبات و مستحبات سے گنا اور سنن موکدہ سے جدا ذکر کیا۔ تو اس کا تارک اگرچہ فضل کبیر و خیر کثیر سے محروم ہے گنہگار نہیں بجا الرأئ و علیگیری و در مختار و فتح اللہ المعین للسید ابی السعود لازم ہری میں ہے من المندوبات صلاة اللیل مرتی الفلاح میں ہے سن تھیجۃ المسجد و نذوب صلاة اللیل غنیہ شرح منیہ میں ہے من النوافل المستحبۃ قیام اللیل حلیہ میں ہے مشی صاحب الحاوی القدسی علی انہا مندوبۃ جامع الروزی میں ہے الاحسن اتمام السنن المؤقتۃ بذا کو صلاة الضحیٰ والمستحبات بذکر التہجد اہ ملخصا غرض ہمارے کتب مذہب کے احکام منصوصہ مذکورہ علی جہۃ النقل میں اس کا استحباب ہی مصرح ہاں بعض علمائے مالکیہ و شافعیہ مثل امام ابو عمر ابن عبد البر و امام ابو زکریا نووی جانب سنیت گئے۔ اور بعض ائمہ تابعین حسن بصری و عبیدہ سلمانی و محمد بن سیرین قائل وجوب ہوئے۔ کما یظہر بمطالعۃ عمدۃ القاری و شرح الموطن الزرقانی وغیرہما قول وجوب کو تو جمہور علمائے مذاہب اربعہ رد فرماتے اور مخالفت اجماع بتاتے ہیں۔ کما فیہما و فی شرح مسلم للنووی و البخاری للقسطلانی و المواہب للزرقانی وغیرہما اور ہمارے علماء وجوب و سنیت کی یکساں تضاہیف فرماتے ہیں۔ شرح نقایۃ قسطلانی میں ہے ثمان رکعات بقسبیلۃ او تسلیمتین للتہجد و قیل لہ رکعتان سنۃ و قیل فرض کما فی المحيط البیت ہمارے علمائے متاخرین سے امام ابن الہمام نے سنیت و استحباب میں تردد اور بالآخر جانب اول میل اور انھیں کے اتباع سے ان کے تلمیذ علامہ علی نے حلیہ میں اسے اشر فرمایا۔ یہ ان امام کی اپنی بحث ہے۔ نہ مذہب منصوص یا آنکہ خود اعتراف فرماتے ہیں کہ احادیث قولیہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف استحباب ہی کا افادہ فرماتے ہیں۔ مستند ان کا مواظبت فعلیہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے مگر خود فرماتے ہیں کہ مواظبت وہی مفید سنیت جو فعل نقل پر ہو تو اس مسئلہ کی بنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تہجد فرض ہونے نہ ہونے پر رہی۔ اگر حضور پر فرض نہ تھا تو جو مواظبت امت کے لیے سنت ہوگا۔ ورنہ مستحب قال قدس سرہ بقی ان صفة صلاة اللیل فی حقنا السنیۃ او الاستحباب یتوقف علی صفتہا فی حقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان كانت فرضاً فی حقہ ففی مندوبۃ فی حقنا لان الادلة القویۃ فیہا انما تنفید النذوب والمواظبة الفعلیۃ لیست علی تطوع لتکون سنۃ فی حقنا وان كانت تطوعاً فسنۃ لنا اب اسی مبنیٰ کو دیکھیے تو اس میں بھی قول جمہور مذہب مختار و منصور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرضیت ہے اسی پر ظاہر قرآن عظیم شاہد اور اسی طرف حدیث مرفوعہ وارد قال اللہ تعالیٰ نایبها المزمع قمر اللیل۔ وقال تعالیٰ ومن اللیل فتہجد بہ ان آیاتوں میں خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امر آئی ہے اور امر الہی مفید وجوب و کلا ینافیہ۔ قوله تعالیٰ نافلۃ فالنافلۃ الزیادۃ ای زائدۃ فی فوائضک او فی درجاتک بتخصیص ایجابہ بک فان الفرائض اعظم درجات و اکبر تفضیلاً بل مؤیدہ قوله تعالیٰ لک قال الامام ابن الہمام

ربما یعطی التعلیل بالمجور ذلك فانه اذا كان النقل المتعارف يكون كذلك له ولغيره اه طبرانی معجم اوسط اور بیہقی سنن میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ثلث هن علی فرائض وهن لکم سنة الوتر والسواک وقيام الليل تین چیزیں مجھ پر فرض اور تمہارے لیے سنت ہیں۔ وتر و سواک و قیام شب **اقول** والحديث ان لم یصلح حجة فقد استظهر بظاهر الكتاب العزيز وقد نص المحقق نفسه في فتح القدير مسئلة امرأة المفقود ان الحديث الضعیف یصلح مرجحاً لامثباته بالاصالة قال وموافقة ابن مسعود مرجح **اخرا قول** وظهرنا موافقة سلطان المفسرین مرجح **اخرا** وجعفر طبری حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی امیر موصی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیام اللیل وکتب علیہ دون امتہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیام شب کا حکم تھا حضور پر فرض تھا امت پر نہیں، امام مجاہد البغوی معالم میں فرماتے ہیں كانت صلاة اللیل فريضة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الابتداء وعلى الامة ثم صار الوجوب منسوخا في حق الامة وبقى في حق النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اه ملخصاً فتح القدير میں ہے علیہ کلام الاصولیین من مشائخنا شرح مواہب زرقانی میں ہے هو قول الاكثر ومالك مواهب میں ہے هذا ما صححه الراضی ونقله النووي عن الجمهور شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعة المعارف میں فرماتے ہیں محمداً آنست كما از امت منوخ شد برا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باقی ماند تا آخر عمر وقد حقق ذلك في موضعه توپوں بھی سنت تہجد ثابت نہ ہوئی۔ اور وہی مذہب واستجاب مؤید بقول جمهور وشرب ومحمداً ومنصور رہا **اقول** شک نہیں کہ تہجد ابتدائے امر میں حضور اقدس صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ اندھونہ کی امت سب پر فرض تھا۔ کما شہدت بہ سورة المزمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اب ان کی فرضیت ثبوت ناسخ پر موقوف امت کے حق میں ناسخ بدلیل اجماع امت ثابت وان لم یعلم سند الاجماع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں دعویٰ نسخ کو بھی کوئی ایسی ہی روشن دلیل چاہئے جو اپنے افادہ میں احتمالات سے منزہ ہو فان الاحتمال یقطع الاستدلال ولا یقوم بامر محتمل حجة حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان اللہ عز وجل افترض قیام اللیل فی اول هذه السورة فقام بنی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ حولاً وامسک اللہ خاتمہا اثنی عشر شهراً فی السماء حتی انزل اللہ فی اخر هذه السورة التحفیف فصار قیام اللیل تطوعاً بعد فريضة رواه مسلم وابوداؤد والنسائی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسخ میں رض نہیں ولہذا علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا دلالتہ لیست بقویۃ لاحتماله رسائل الارکان مولانا بحر العلوم میں ہے هذا لا یقنع به القائل بالفريضة لانه یقول لعل ام المؤمنین ازادت ان صلاة اللیل كانت فريضة على الامة ثم نسخها اللہ تعالیٰ عن الامة وصارت نفلاً واما علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فبقیت الفريضة كما كانت یظہر من خاتمة سورة المزمل **اه اقول** کا نہ پر بد قولہ تعالیٰ علماں لم تحصى فتاب علیکم وقوله تعالیٰ علماں سیکون منکم مرضی واخرون یضربون فی الارض یتبتغون من فضل اللہ فان الظاهر ان الخطاب فیہ للامة **ثم اقول** ہمیں احتمال کا فی خصوصاً جبکہ بوجہ عدیدہ اس کا پتہ چلتا ہوا **اولاً** اسی حدیث میں لفظ ابی داؤد یوں ہیں قال (ای سعد بن هشام قلت حدثنی من قیام اللیل قالت الست تقرؤن یا ایہا المرسل قال قلت بلی قال فان

اول هذه السورة نزلت فقام اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حتى انتفتحت اقدامهم وحلبس خاتمها في الساعات  
اثني عشر شهرا ثم نزل اخرها فضا وقيام الليل تطوعا بعد فريضة يها كلام خاص اصحاب كرام میں ہے **ثانياً** خود ام المؤمنین  
سے حدیث گزری کہ قیام لیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض امت کے لیے سنت تھا **ثالثاً** اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما نے نسخ ذکر فرمایا کہ داود ابو داؤد و حالانکہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرضیت مانتے ہیں۔ کما تقدم  
**رابعاً** جب ام المؤمنین کا ارشاد اُن تک پہنچا فرمایا صدقت کما بدینہ وسلم والنسائی اور فرمایا هذا والله هو الحدیث کما عند  
ابی داؤد اگر اس کے معنی وہ اپنے خلاف سمجھتے بیان فرماتے **ثمرا قول** بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آخر سورت نے مطلق قیام لیل نسخ و فرمایا بلکہ  
اول سورة میں جو نصف شب یا قریب نصف کے تقدیر تھی اُسے منسوخ فرما کر مطلق قیام کی فرضیت باقی رکھی لفظ تعالیٰ فتاب علیکم  
فاقرؤا ما تیسر من القرآن اس کے بعد پھر دوبارہ نسخ مطلق ہو کر استعجاب رہا ہے جلالت شریف میں ہے خفف عنهم بقیام ما تیسر  
منہ ثم نسخ ذلك بالصلوات الخمس کثات و ارشاد العقل وغیرہا میں ہے عبر عن الصلوة بالقراءة لانها بعض اركانها کما  
عبر عنها بالقيام والكوع والسجود یرید فصلوا ما تیسر علیکم ولم یعذر من صلاة الليل وهذا نسخ الاول ثم نسخا جميعا  
بالصلوات الخمس تفسیر کرخی و فتوحات النبیہ میں ہے هذا هو الاصح ام المؤمنین یقیناً نسخ اول کا ذکر فرما رہی ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ  
اُس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی داخل پھر اس سے انتقائے فرضیت کہاں حاصل نسخ ثانی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ  
وسلم کا دخل کب ثابت ہوا نہ ہرگز اُس میں کوئی نص نازل تو حدیث مذکور سے انتقائے وجوب پر تمسک سرے سے زائل دھنا تحقیقات  
اخر اجل واعز اتینا بما بتوفیق الله العلی الاکبر فی رسالة لنا صنفناها بعد ورود هذا السؤال فی تحقیق هذا المقال سینما  
رعاية المنيہ فی ان التهجد نفل ام سنہ فلینظر ثمة والحمد لله على کشف الغم **ثمرا قول** وبالله التوفیق فقیر کے  
نزدیک اسی بحث میں حق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں صلاۃ لیل و نماز تہجد صلاۃ لیل ہر وہ نماز نفل کہ بعد فرض عشاء میں پڑھی جائے  
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما کان بعد صلاۃ العشاء فهو من اللیل جو نماز بعد عشاء پڑھی جائے وہ سب نماز شبہ  
رواہ الطبرانی عن ایاس بن مغویۃ المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن یہ ہے شک سنت ہو کہ وہ ہے کہ اس میں عشاء کی سنت بعد  
بلکہ سنت فجر بھی داخل صحیحین میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کانت صلاۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی شہر  
رمضان وغیرہ ثلاث عشرة رکعة باللیل منها رکعتا الفجر اس معنی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلاۃ لیل کو بعد فرض  
ہر نماز سے افضل بتایا کہ المسلم من ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرفعہ افضل الصلاۃ بعد الفریضة صلاۃ اللیل  
ورہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ سنن راتہ سب سنن نمازوں سے افضل ہیں اور ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ سنت فجر سنن راتہ سے بھی اعلیٰ  
واجل اور نماز تہجد وہ نفل کہ بعد فرض عشاء قدرے سو کر طلوع فجر سے پہلے پڑھی جائیں طبرانی حجاج بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی  
انما التهجد الموء یصلی الصلاۃ بعد رقدۃ معالم میں ہے التهجد لا یكون الا بعد النوم علیہ میں قاضی حسین سے ہے  
انہ فی الاصطلاح صلاۃ التطوع فی اللیل بعد النوم ولهذا ارد المحتار میں فرمایا صلاۃ اللیل و قیام اللیل اعم من التهجد



یہ مستحب سے زائد نہیں در نہ سونا بھی سنت مؤکدہ ہو جائے اور شب بیداری گناہ ٹھہرے کہ تہجد سنت مؤکدہ ہوئی اور وہ بے نوم حاصل نہیں ہو سکتی اور سنت مؤکدہ کا حصول جس پر موقوف ہے وہ سنت مؤکدہ ہے لان حکم المقدمۃ حکم ماہی مقدمۃ لہ اور سنت مؤکدہ کا ترک مطلقاً یا بعد عادت گناہ اور بعد اصرار کبیرہ شب بیداری کی غایت یہ تھی کہ مستحب ہوتی مگر جب وہ ترک سنت مؤکدہ کی موجب تو مستحب کیسی مکروہ و ممنوع ہوئی لازم کوئی مستحب کیسی ہی فضیلت والا ہو جب کسی سنت مؤکدہ کے وقت کا موجب ہو مستحب نہیں ہو سکتا۔ مذموم ہوگا۔ ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینتالیس برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی کیا معاذ اللہ پینتالیس سال کامل ترک سنت مؤکدہ پر اصرار فرمایا فقد ظهر الحق واسفر الغلق وبقیۃ الکلام فی تلك الرسالۃ والحمد للہ رب الجلالۃ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کس طرح تھی یا کوئی عادت نہ تھی بلکہ کبھی گھر میں پڑھتے کبھی مسجد میں اور روافض کی مشابہت اور رافض کی تمت سے بچنے کو مسجد میں پڑھنا ضرور لازم ہے یا نہیں اور حدیثوں میں جو گھر میں پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی وہاں صرف نوافل ہیں یا سنتیں بھی۔

## الجواب

ومن اللہ سبحنہ توفیق الصدق والمصواب تراویح و تحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بالصلوۃ فی بیوتکم فان خیر صلاۃ المؤمن فی بیتہ الا المکتوبۃ تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کے لیے اُس کے گھر میں ہے سوا فرض کے رواہ البخاری ومسلم اور فرماتے ہیں صلاۃ المؤمن فی بیتہ افضل من صلاۃ فی مسجدی هذا الا المکتوبۃ نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرض رواہ ابو داؤد اور خود عادت کر یہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسی طرح تھی احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کا شاذ فلک آتا ہے میں پڑھنا ثابت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت نماز سے پہلے پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر گھر میں رونق افروز ہو کر دو رکعتیں پڑھتے اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے اور عشا کی امامت کر کے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے اخراج مسلم فی صحیحہ و ابو داؤد فی السنن واللفظ مسلم عن عبد اللہ بن سفین قال سألت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت ان یصلی فی بیتی قبل الظہر اربعاً ثم یمخر فیصلۃ بالناس ثم یدخل فیصلۃ رکعتین وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلۃ رکعتین ویصلی بالناس العشاء و یدخل بیتی فیصلۃ رکعتین ثم ذکر من صلاۃ اللیل والوتر انی ان قالت وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین زاد ابو داؤد ثم یمخر فیصلۃ بالناس صلاۃ الفجر اسی طرح سنن جمعہ کا مکان جنت نشان میں پڑھنا صحیحین میں مروی زمانہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گو یا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے ہی نہیں فی الفقہ عن السائب بن یزید قال لقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب لئذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جميعاً حتی لا یبقی فی المسجد احد کا ہم لا یصلون بعد المغرب حتی یصلیوں الی اہلہم سیدنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا یہ نماز گھر میں پڑھا کرو اور خارج ابو داؤد و الترمذی والنسائی  
عن کعب بن عجرۃ وابن ماجہ عن حدیث دافع بن خدیج والسیاق لابن داؤد قال ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتی  
مسجد بنی عبد الاشکل فصلی فیہ المغرب فلما قضاوا صلا تہم راہع لیسبحون بعدھا فقال ہذہ صلاۃ البیوت وللفظ الترمذی  
والنسائی علیکم ہذہ الصلاۃ فی البیوت وابن ماجہ ارکعوا ہاتین الرکعتین فی بیوتکم شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قس امیر  
سرہ العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ہر گاہ تمام کر دہ مردم نماز فرض را دید آئند حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایساں را کہ نماز نفل میگزارد نہ کہ مراد  
بوسے سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آئند حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایس یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ در  
خانہا باید گزارد نہ در مسجد بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ گزارند بچنین بود علی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مگر بیسیہ یا عذرے  
خصوصاً سنت مغرب کہ ہرگز در مسجد گزارد و بعضی اذ علی گفتہ اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد گزارد ہر سنت واقع ہئی شود و بعضی گفتہ اند کہ عاصی می گردد و از  
جہت مخالفت امر کہ ظاہر شد در وجوب است و جمہور بر آئند کہ امر برائے استحباب است۔ الخ گاہے اگر بعض سنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو علماء و  
فرماتے ہیں وہ کسی عذر و سبب سے تھا کما مرع عن الشیخ و بمثلہ قال العلامة ابن امیر الحاج فی شرح المنیۃ معہذا ترک ایجا ثبات فی منیۃ  
و استحباب نہیں بلکہ اُس کا مقرر و موکد ہے کہ مواظبت محققین کے نزدیک امارت و وجوب کما فی البحر و غیرہ علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے دائماً سنتیں مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرما چکے فرضوں کے سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں  
پڑھنا چاہیے اور فرمایا اور اسے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد مدینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے بلکہ مسجد میں پڑھتے دیکھ کر وہ  
ارشاد فرمایا کہ نماز گھروں میں پڑھا کرو کما مرکل ذلک تو ہمارے لیے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں رہے کہ قول نفل پر مرجح ہے۔ اور ان احادیث  
میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہو سکتی کہ اور اسے فرائض میں سنن بھی داخل اور قضیۃ مسجد بنی عبد الاشکل کا خاص سنن مغرب میں تھا  
کما سبق اسی طرح فقہا بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے ہر ایہ میں ہے و الا فضل فی عامۃ السنن والنوافل المنزل  
وہو المروی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح القدیر میں ہے عامتہم علی اطلاق الجواب بعبارة الکتاب وبہ یفتی  
الفقیہ ابو جعفر قال الا ان یحتمل ان یشغل عنہا اذا رجع فان لم یحتمل فالأفضل البیت شرح صغیر میں ہے ثم السنۃ فی  
سنۃ الفجر وکذا فی سائر السنن ان باقی بھا اما فی بیتہ و ہر الا فضل او عند باب المسجد و اما السنن التي بعد الفریضۃ  
فانہ ان تطوع بھا فی المسجد فحسن و تطوع بھا فی البیت افضل و ہذا اغیر مختص بما بعد الفریضۃ بل جمیع النوافل ماعد  
الترک و یحیۃ المسجد الا فضل فیہا المنزل لما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یصلی جمیع السنن و لو ترفی  
البیت الخ اہ ملخصاً اور جب ثابت ہو چکا کہ سنن و نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت طیبہ اور  
حضور نے یہی حکم فرمایا تو بخیاں مشابہت و انفس اُسے ترک کرنا کچھ وجہ ذکر کرتا ہے۔ اہل بدعت کا اختلاف اُن کی بدعت یا شعار خاص میں  
کیا جائے دیکھ کہ اپنے مذہب کے امور خیر سے جو بات وہ اختیار کریں۔ ہم اُسے چھوڑتے جائیں آخر اُنھی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں بالجملہ اصل  
حکم استجابی یہی ہے کہ سنن قبلہ مثل رکعتین فجر و رباعی ظہر و عصر و عشا مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں۔ اور سنن بعد یہ

مثل رکعتین ظہر و مغرب و عشا میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہو کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہو گا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر اور اس سے ایک زیادت ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قہم بارادہ باوائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حیات میں لکھے جائیں گے۔ قال تبارک و تعالیٰ و تکتب ما قد موا و اثارہم رکعتی احصینہ فی امامہ مبین اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظ الفضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو۔ اور یہی معارضی افضلیت صلاۃ فی البیت کے منافی نہیں۔ نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جانے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے کہ فی کتب الفقہ مگر اب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے۔ اور اس میں مصاحح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن و انگشت ثنائی و انتشار ظنون و فح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصاحح کی رعایت اس پر مروج ہے اللہ دین فرماتے ہیں الخروج عن العادة شہمة و مکروہہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از لشکر گویا رکعہ ڈاک مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب غزہ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

(۱) نقل کا سوائے تراویح و نماز کسوت و خضوع بجماعت منسوخ ہونا تو معلوم ہے لیکن بعض مشائخ کے یہاں جو باعتبار کسی کسی کتاب کے بعض نمازیں نفل کی مثل صلاۃ قضاۃ عمری (۴ نفل قبل آخری جمعہ کے) اور نفل شب بجماعت ادا ہوتے ہیں ان کی کیا اصل ہے۔ جواز کس بناء پر ہے اور مانعت کیوں ہے۔ جن قادی کی دوسرے جواز نکالے وہ کہاں تک معتبر ہے (۲) نفل یوم عاشوراء کم پڑھنا مناسب ہے یا نہیں۔

**الجواب**

(۱) ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نوافل کی جماعت بتداعی مکروہ ہے۔ اسی حکم میں نماز خضوع بھی داخل کہ وہ بھی تنہا پڑھی جائے اگرچہ امام جمعہ حاضر ہو کما فی الشامی عن اسمعیل عن البرجندی علیہ میں ہے اما للجماعۃ فی صلاۃ الحنفیہ فظاہر کلام الحکمۃ الغفر من اہل المذہب کو اھتیا الخ صرف تراویح و صلاۃ الکسوت و صلاۃ الاستسقا مستثنیٰ ہیں و ذلک بوقاف ائمتنا علی الاصح فالحلف فی الزخیو فی الاستئذان دون الجواز کما صرح بہ فی الدر المختار تداعی مذہب اجماع میں اس وقت متحقق ہوگی جب چار یا زیادہ مقتدی ہوں دو تین تک کہ اہل سنت میں فی الدر لیکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدر اھ و فی الطحطاوی علی مرقا الفلاح فی اقتداء ثلثۃ الاصح عدم الکراہۃ نماز قضاۃ عمری کہ آخر جمعہ ماہ مبارک رمضان میں اس کا پڑھنا اختراع کیا گیا اور اس میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نماز سے عمر بھر کی پنی بلکہ ماں باپ کی بھی تضاویں اتر جاتی ہیں محض باطل و بدعت سیئہ شنیعہ ہے کسی کتاب معتبر میں اصلاً اس کا نشان نہیں نماز شب بات اگرچہ شائع کرام قدس اسرار ہم نے بجماعت بھی پڑھی وقت القلوب شریف میں ہے یتجب احیاء خمس عشرۃ لیلۃ (الی قولہ) لیلۃ النصف من شعبان وقد کاوا یصلون فی ہذہ اللیلۃ ما نہ رکعۃ بالف مرة قل ہوا لله احد عشر انی کل رکعۃ ویسمون ہذہ الصلاۃ صلاۃ الخیر و یعرفون برکھا و یجتمعون فیھا و یرماصلوها جماعۃ اور یہی مذہب علمائے تابعین سے لقمان بن عامر و خالد بن معدان اور ائمہ مجتہدین سے اسحق بن راہویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے مگر ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب وہی ہے کہ جماعت بتداعی ہو تو مکروہ ہے کما فی علیہ فی البزازیۃ و المتارخانیۃ و الحادی القدسی و الحلیۃ و الغنیۃ و نور الايضاح و مرقا الفلاح و الاشباہ و شروحا و الدر المختار و حواشیہ وغیر

ذلك من الكتب المعتمدة ( ۲ ) عاشورایام فاضلہ سے ہے اور نماز بہترین عبادات اور اوقات فاضلہ میں اعمال صالحہ کی تکثیر قطعاً مطلوبہ و مندوب مگر اس دن نوافل بعینہ بطریق مخصوصہ میں جو حدیث روایت کی جاتی ہے علماء اُسے موضوع و باطل بتاتے ہیں کما صحیح بہ ابن الجزری فی موضوعاتہ واقوہ علیہ فی الآکی موضوعات کبیرہ لا علی قاری میں ہے صلاۃ عاشوراء موضوع بالاتفاق واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از علائقہ جاگل تھانہ ہری پور کوٹ پنجب اللہ خاں مرسلہ شیر محمد شیخ ۱۴ رمضان شریف ۱۳۷۰ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں نیت وتر کی کرے یا واجب بھی یا سنت کی یا کیا۔ بینوا توجروا

### الجواب

وتر کی نیت تو ضروری ہی ہے پھر چاہے اسی قدر پر قناعت کرے اور بہتر یہ ہے کہ وتر واجب کی نیت کرے کہ ہمارے مذہب میں وتر واجب ہی ہیں اور اگر سنت بمعنی مقابل واجب کے نیت کی تو ہمارے امام کے نزدیک وتر ادا نہ ہوں گے۔ فی الدار المختار لا بد من التعمین عند النیۃ لفرض انہ ظہر او عصر و واجب انہ و ترا و نذر او مختصراً و فی رد المحتار لا یلزمہ تعین الوجوب وان کان حنفیاً ینبغی ان بنویہ لیطابق اعتقادہ اللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از ملک بنگالہ ضلع چانگام ڈاک خانہ جلدی مرسلہ محمد حبیب اللہ صاحب ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۷۰ھ

چہی فرمائیے علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب درالابد سنہ آوردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صلاۃ تجھڑوں قیام بسیار میفرمودند حتی کہ در پائے مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درم و منشق شدہ است قول مذکور قابل اعتبار است یا نہ و درم و منشق در صحاح ستہ ثابت است تا خروج از صحاح بعض عالم میگویند کہ درم قدم مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صحاح ستہ ثابت است و منشق ثابت نیست قول کہ نام کس معتبر است۔ بینوا بسند الکتاب و توجروا من اللہ الوہاب۔

### الجواب

ایں جاسخن قاضی درست و سوسے است انکارش از نادیدہ روی ست تو رم و انشقاق ہر دو در صحاح ستہ خبر سنن ابی داؤد مروی ست در جامع صحیح امام بخاری ست حد ثنا صدقہ بن فضل اخبرنا ابن عیینہ ثنا زیاد نہ سمع المغیرۃ یقول قام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی تورمت قدماء فقیل له قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا اكون عبدا شكورا حد ثنا الحسن بن عبد العزیز ثنا عبد الله بن یحیی اخبرنا حیوۃ عن ابی الاسود انه سمع عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقوم من اللیل حتی تقطر قدماء فقالت عائشۃ لم تصنع هذا یا رسول اللہ وقد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا احب ان اكون عبدا شكورا الحدیث قال البخاری فی کتاب الصلوۃ تقطر قدماء الفطور الشقوق افطرت اشقت ام واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از بریلی محلہ صندل خاں کی بزمیہ ۲۹ ذی القعدہ ۱۳۷۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشا میں آخری نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہیے یا کھڑے ہو کر سر کا اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

کس طور پر ہمیشہ ان نفلوں کو ادا فرمایا اور کس طرح پڑھنا باعث زیادتی ثواب ہے۔ بیذا تو جردا

### الجواب

حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نفل بیٹھ کر پڑھی مگر ساتھ ہی فرمادیا کہ میں تمہارے مثل نہیں میرا ثواب قیام و قعود دونوں میں یکساں ہے قیامت کے لیے کھڑے ہو کر پڑھنا افضل اور دونا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز تہجد ادا کرتا ہے لہذا اس کو دو تہجد فراغت تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں یا کسی کی تراویح اتفاق سے کچھ باقی رہ گئی ہیں تو وہ امام کے پیچھے تراویح پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

### الجواب

تہجد پڑھنے والا بعد تراویح دو تہجد پڑھ سکتا ہے بلکہ جاگنے پر اعتماد نہ ہو تو پہلے ہی پڑھ لینا بہتر ہے جس نے امام کے ساتھ بعض تراویح دہائیں تو بعد امام اُن کو پڑھے خواہ وتروں سے پہلے یا بعد اور اول بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از ریاست الوراہ چوتھا نہ محلہ قاضی واڑہ مسئلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں اگر قضا ہو جائیں تو بعد فرض جماعت کے اُسے سنت وقت کے اندر قضا کر لے یا نہیں اس میں بھی صاحب رد المحتار تحریر فرماتے ہیں کہ جمعہ کی سنت مثل سنت ظہر کے نہیں ہیں لہذا گزارش ہے کہ اس کی تحقیق سے بولیں ڈاک اطلاع بخشی جائے۔ دو چار علما سے جو گفتگو ہوئی تو انھوں نے جناب کی تحقیق کی طرف توجہ دلائی۔

### الجواب

ہاں وقت میں انہیں ادا کر لے وہ ادا ہو گئی نہ کہ قضا در مختار میں ہے بخلاف سنتہ الظہر و کذا الجمعة فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکہا ویقتدی ثم یناقی بها علی انہا سنۃ فی وقتہ ای الظہر بحر الرائق میں ہے وحکم الاربع قبل الجمعة کالاربع قبل الظہر کما لا یخفی ما شیخ علامہ خیر الدین الرطبی علی البحر الرائق میں فتاویٰ علامہ سراج الدین حانوتی سے ہے ما قالوہ فی المتن وغیرہا من ان سنتہ الظہر تقضی یقتضی ان تقضی سنتہ الجمعة اذ لا فوقہا ثم نقل عن روضۃ العلماء ما رداہ فی صفحۃ الحاق ولذا المختار جامع الرموز میں ہے سنتہ الظہر ولو حکما فیدخل فیہ سنتہ الجمعة فقضی علی الخلاف سنتہ الظہر رہا علامہ شامی کا استدلال کہ قد استدلل للفرق بینہما بان القیاس فی المنع عدم القضا وقد استدلل قاضی حناں لقضاء سنتہ الظہر بما عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا فاتتہ الاربع قبل الظہر قضاہن بعدہ فیكون قضاءہا ثبت بالحدیث علی خلاف القیاس اس پر فقیر غفرلہ المبولی القدر نے اپنی تعلیقات میں یہ لکھا اقول فیہ ان الحاق سنتہ الجمعة بسنتہ الظہر بدلیل المساواة فلا یضوكون القضاء فیہن علی خلاف القیاس لان الحاق دلالة لا یختص بمعتول المعنی کما نص عنہ الامام ابن الہمام وغیرہ من الاعدام بل لعل لقائل ان یقول ان سنتہ الجمعة من افراد سنتہ الظہر فلا وبالجملة فالاحوط الایمان بما خروجا عن العہدۃ بقیین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## مسئلہ - ۲۰ - محرم مستحکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہو گیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد - بینوا توجروا

## الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے ہمارے المہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے نہ اس کے بعد پڑھے نہ اس سے پہلے ردالمحتار میں ہے اذا فاتت وحدھا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراہۃ النفل واما بعد طلوع الشمس فکلناک عندھا وقال محمد احب الی ان یقضیہا الی الزوال کما فی الدرس اور یہ خیال کہ اس میں قصد وقت قضا کرنا ہے ناواقفی سے ناشی سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہو گئیں ان کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں اب اگر فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہرگز نہ ہوں گی الا توی الی قولہ لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سمی صلاعا قبل الطلوع بعد الفرض قضاء لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں لہذا ہمارے امانوں نے اس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہذا اجازت دی - واللہ تعالیٰ اعلم

## مسئلہ - از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۲۵ھ

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکرو ضو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے - بینوا توجروا

## الجواب

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و اگہ ہے جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکر امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا فی الدار الخاذا خان فوت رکعتی الفجر لا یشغاله بسنتھا ترکھا لکن الجماعۃ اکمل الخ واللہ تعالیٰ اعلم

## مسئلہ - از مقام یومہ قلعہ رام پھاونی ڈیرہ اسماعیل خاں رحمت پور بنگال ملک وزیرستان مرسلہ عبداللہ خاں صاحب ۱۳ صفر ۱۳۲۵ھ

۱۔ اے لقائے تجواب ہر سوال: مشکل از تو عمل شود بے قیل و قال - بعد قنائے قدوسی کے مدعا یہ ہے کہ بیاں ہم لوگوں میں ایک حافظ قرآن شریف بہت عمدہ تلاوت کرتے ہیں سب جوانوں کا مشورہ ہوا کہ حافظ صاحب ہم کو پورا قرآن سنائیں سب کی صلاح سے بعد نماز عشاء پچھلی دو رکعت نفل میں دہ پادے روز سنائے دس یوم بعد معلوم ہوا کہ نفلوں میں جماعت درست نہیں بعد کو سب کے رائے سے عشا کے فرضوں میں دو رکعت پیشتر میں قرآن سنایا ۸ یوم سا ہو گا کہ بعض نے کہا تھادی نماز درست نہ ہوئی اب آپ

کچھ کسی طرح قرآن شریف علاوہ رمضان مبارک سنا درست ہے یا نہیں اب سب کہتے ہیں و تروں میں سناؤ اور اب یہ بھی سنا ہے کہ سنتوں میں جماعت درست نہیں ہے پھر کیا بندوبست کیا جائے اور جو نماز اس طور پڑھی ہے وہ قبول ہوئی یا پھر قضا کریں یہ جگہ ہمارے ایک قلم ہے جس میں ہم قریب سو جوانوں کے رہتے ہیں۔

## الجواب

استسقاء کے سوا ہر نماز نفل و تراویح و کسوف کے سوا ہر نماز سنت میں ایسی جماعت جس میں چار یا زیادہ شخص مقتدی نہیں مکروہ ہے اور و تروں کی جماعت غیر رمضان میں اگر اتفاقاً کبھی ہو جائے تو حرج نہیں مگر التزام کے ساتھ ہی حکم ہے کہ چار یا زیادہ مقتدی ہوں تو اگر امت ہے اور فرضوں میں قرات طویل قدر سنت سے اس قدر زائد کہ مقتدیوں میں سے کسی شخص پر بارگزرے سخت ناجائز و گناہ ہے یہاں تک کہ اگر ہزار مقتدی ہیں اور سب خوشی سے راضی ہیں کہ قرات قدر سنت سے زیادہ پڑھی جائے مگر ایک شخص کو ناگوار ہے تو اسی ایک کا محاذ و جیب ہوگا اور قدر سنت سے بڑھا گناہ ہوگا درمختار میں ہے یصلی بالناس من یملک اقامۃ الجمعة رکعتین کالفضل و صلاۃ الکسوف سنة و اختار فی الامس ارجو بھا و اختلف فی استئذان صلاۃ الاستسقاء و هو بلا جماعۃ مسنونۃ بل ہی جائزۃ ۱ ھ ملقطاً اسی میں ہے لا یصلی التور ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکوہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرس رد المحتار میں ہے قوله یکوہ ذلک اشار الی ما قالوا ان المراد من قول القدری فی مختصرہ لا يجوز الکواہۃ لا عدم اصل الجواز لکن فی الخلاصۃ عن القدوری انه لا یکوہ و ایدہ فی حلیۃ بما اخرجہ الطحاوی عن المسوس بن محرزۃ قال دفنا ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلۃ فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انی لمارد ترفقام و صفقنا و راءۃ فضلی بنا ثلث رکعات لم یسلم الا فی آخرھن ثم قال و یکن ان یقال الظاہر ان الجماعۃ فیہ غیر مستحبۃ ثمان کان ذلک احیاناً کما فعل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان مباحاً غیر مکروہ و ان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروہۃ لانه خلاف المتوارث و علیہ یجمل ما ذکرہ القدوری فی مختصرہ و ما ذکرہ فی غیر مختصرہ یجمل علی الاول و اللہ تعالیٰ اعلم درمختار میں ہے یکوہ تحریماً تطویل الصلاۃ علی القوم زائد علی قدر السنۃ الخ و تمام الکلام علیہ فی رد المحتار و الحلیۃ و غیرہا وبالجمہ و التفتیز یظہر ما ذکرنا پس اگر اس کا بندوبست منظور ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں (۱) یہ کہ فرضوں کی دو رکعت پیشیں میں قرات ہو اس شرط پر کہ جماعت کے آدمی گئے بندھے ہوں اور وہ سب دل سے اس تطویل پر راضی ہوں مگر جماعت میں یہی معین نہیں اور لوگ بھی اگر شریک فی الصحیح عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر یہ بعد دو لوگ راضی ہوں مگر جماعت میں یہی معین نہیں اور لوگ بھی اگر شریک ہو جاتے ہیں اور ان کا اس تطویل پر راضی ہونا معلوم نہیں تو جائز نہ ہوگا حذر اعن الوقوع فی الحرام (۲) سنتوں، نفلوں، و تروں میں حافظ قرات کرے اور ہر بار مختلف لوگ مقتدی ہوں کہ کسی بار میں تین سے زیادہ مقتدی نہ ہوں مثلاً عشا کے بعد دو سنتوں میں تین مقتدیوں کے ساتھ آدھا پارہ پڑھ لیا پھر و تروں میں دوسرے تین آدمی شریک ہو گئے آدھا ان میں پڑھا پھر نفلوں میں دوسرے تین مل گئے آدھا اب پڑھا و تروں سے پہلے جتنے نفل چاہے۔ امام نے مختلف تین آدمیوں کے ساتھ پڑھے کہ سو یا زیادہ شخص سب کو حصہ رکھ کر ایک قرات طویل میں



شرکت پہنچ گئی (۳) مستنوں خواہ نفلوں میں سب مقتدی ایک ساتھ شریک ہو کر ایک ہی بار میں ساری قرات سب نہیں مگر یوں کہ مقتدی سب یا تین سے جتنے زیادہ ہیں یوں منت مان لیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے نذر کی کہ یہ رکعتیں اس امام کے ساتھ باجماعت ادا کروں اس صورت میں بھی کراہت نہ رہے گی اگرچہ کوئی ایسی پسندیدہ بات یہ بھی نہیں درمختار میں ہے فی الاشباہ عن البزازیة یکوہ الاقتداء فی صلاۃ رغائب وبراءة وقد رالا اذا قال نذرت کذا رکعة بهذا الامام جماعة اھ قلت وتمتة عبارة البزازیة من الامامة ولا ینبغی ان یتکلف کل هذا التکلف لامر مکروہ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ ازاہد آباد گجرات دکن محلہ مرنا پور مدرسہ اسلامیہ مدرسہ شیخ علاء الدین صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نزدیک امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علمائے حنفیہ کی نماز تہجد کی ساتھ جماعت کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور دیگر ایام مخصوصہ چنانچہ یوم عاشورہ وغیرہ میں نفل جماعت سے جائز ہیں یا نہیں اور یہاں کے مولوی نماز تہجد کی جماعت سے پڑھنا از حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما منصوص کہتے ہیں اور وقت تہجد کے جماعت بھی کرتے ہیں آیا جماعت تہجد اور نفلوں کی کرنا مستحب یا سنت کیا ہے اور جبکہ برعکس ہو تو کیا مکروہ ہے یا بدعت۔ یہ کیا ہے اللہ اعلم نا بدینا بحکم الکتاب توجہ یوم الحساب۔

## الجواب

تراویح و کسوف و استسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب معلوم و مشہور اور عامہ کتب مذہب میں مذکور و مسطور ہے کہ بلا تداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ۔ تداعی ایک دوسرے کو بلا ناجمع کرنا اور اسے کثرت جماعت لازم عادی ہے اور اس کی تحدید امام نسفی وغیرہ نے کافی میں یوں فرمائی کہ امام کے ساتھ ایک شخص تک بالاتفاق بلا کراہت جائز اور تین میں اختلاف اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ۔ یہ تحدید امام شمس الائمہ سے منقول ہے کافی کا نص عبارت یہ ہے (لا یصلی تطوع بجماعة الا قیام رمضان) وعن شمس الائمة ان التطوع بالجماعة انما یکوہ اذا کان علی سبیل التداعی اما لو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لا یکوہ واذا اقتدی ثلثة بواحد اختلف دان اقتدی اربعة بواحد کوہ اتفاقا اور اصح یہ ہے کہ تین مقتدیوں میں بھی کراہت نہیں طحاوی علی مرقی الفلاح میں ہے قولہ اختلف فیہ والا صحیح عدم الکواہت مگر انھیں امام شمس الائمہ سے خلاصہ وغیرہ میں یوں منقول کہ تین مقتدیوں تک بالاتفاق کراہت نہیں چار میں اختلاف ہے اور اصح کراہت فتاویٰ خلاصہ کا نص عبارت کتاب الصلوۃ تفصل حاشیہ عشر میں یہ ہے اصل هذا ان التطوع بالجماعة اذا کان علی سبیل التداعی یکوہ فی الاصل للصمد والشہید اما اذا صلی بجماعة بغیر اذان واقامة فی ناحية المسجد لا یکوہ وقال شمس الائمة الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ ان کان سوی الامام ثلثة لا یکوہ بالاتفاق وفي الاربع اختلف المشائخ والا صحیح انه یکوہ بالجملہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ اور تین اور چار میں اختلاف نقل و مشائخ اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں چار میں ہے تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں ولہذا در و غرہ پھر در مختار میں فرمایا یکوہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة واحد پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ لمخالفة التوارث نہ تحریری کہ گناہ و ممنوع ہو رد المحتار میں ہے فی الحلۃ الظاہر ان الجماعة فیہ غیر مستحبۃ لثان کان

ذلك احيانا كان مباحا غير مكروه وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لانه خلاف المتوارث اه ويؤيده ايضا  
 ما في البدائع من قوله ان الجماعة في التطوع ليست بسنة الا في قيام رمضان اه فان نفى السنة لا يستلزم الكراهة فدان كان  
 مع المواظبة كان بدعة فيكرة وفي حاشية البحر للخير الرملي على الكراهة في الضياء والنهاية بان الوتر نقل من وجه والنقل  
 بالجماعة غير مستحب لانه لم تفعله الصحابة في غير رمضان اه وهو كما هو في في انها كراهة تنزيه تامل اه اه مختصر الصلاة الرباني  
 وصلاة البراءة وصلاة القدر كجماعات كثيرة كساته بكثر بلاد اسلام من راجح تقيين متأخرين كما ان پراگماراس نظر سے ہے کہ عوام سنت نہ سمجھیں  
 ولہذا وجہ کروری میں بعد بحث وکلام فرمایا فلو ترك امثال هذه الصلوات تارك ليعلم الناس انه ليس من الشعائر فحسن اور بعض ناس کا  
 غلو و افراط سموع نہیں اور حدیث بروایت مجاہیل آنا موجب وضع نہیں نہ وضع حدیث موجب منع عمل ہے عمل بالحدیث الموضوع اور عمل بسا  
 فی الحدیث الموضوع میں زمین آسمان کا بل ہے کما حققنا کل ذلك فی منیر العین فی حکم تقبیل الایہامین خصوصاً ان کا فعل عجائ  
 اجلہ اعظم اولیائے کبار و علمائے ابرار حتی کہ ایک جماعت تابعین کرام و ائمہ مجتہدین اعلام سے ثابت و منقول ہے لطائف المعارف امام  
 حافظ زین الدین ابن رجب میں ہے وليلة النصف من شعبان كان التابعون من اهل الشام كخالد بن معدان ومكحول ولقمان  
 بن عامر وغيرهم يعظمونها ويجهدون فيها في العبادة ومنهم اخذ الناس فضائلها وتعظيمها وقد قيل انه بلغهم في ذلك آثار  
 اس ائيلية فلما اشتموا ذلك عنهم في البلدان اختلف الناس في ذلك فمنهم من قبله ووافقهم على تعظيمها منهم طائفة من  
 عباد اهل البصرة وغيرهم وانكر ذلك اكثر العلماء منهم عطاء وابن ابي مليكة وعبد الرحمن بن زيد بن اسلم من فقهاء  
 المدينة بهو قول اصحاب مالك وغيرهم وذلك كله بدعة واختلف علماء اهل الشام في صفة احيائها على قولين احدهما انه  
 يستحب احيائها جماعة في المساجد كان خالد بن معدان ولقمان بن عامر وغيرهما يلبسون فيها احسن ثيابهم ويتجرون و  
 يكتحلون ويقومون في المساجد ليلتهم ذلك ووافقهم اسحق بن راهويه على ذلك الخ وقد ذكر بعد القول الاخر وهو كراهة  
 الجماعة دون الانفراد وبن عليه امام الشام الاوزاعي لكن فيه سقط في نسختي فلم يتيسر لي نقله ويتضح بها اذكرة عن الثوري لاني  
 فانه انما اخذه عنه مرا في المفلح شرح نورا لايضاح میں ہے انكره اكثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء وابن ابي مليكة وفقهاء  
 اهل المدينة واصحاب مالك وغيرهم وقالوا ذلك كله بدعة ولم ينقل عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولا عن اصحابه  
 احياء ليلته العيد جماعة واختلف علماء الشام في صفة احياء ليلة النصف من شعبان على قولين احدهما انه استحب احياءه  
 بجماعة في المسجد طائفة من اعيان التابعين كخالد بن معدان ولقمان بن عامر ووافقهم اسحق بن راهويه والقول الثاني انه يكره  
 الاجتماع لها في المساجد للصلاة وهذا قول الاوزاعي امام اهل الشام وفقههم وعالمهم ان دونوں عبارات کا حاصل یہ ہے کہ  
 اہل شام میں ائمہ تابعین مثل خالد بن معدان و امام مکحول و لقمان بن عامر وغیر ہم شب برات کی تعظیم اور اس رات عبادت میں کوشش عظیم  
 کرتے اور انہیں سے لوگوں نے اُس کا فضل ماننا اور اُس کی تعظیم کرنا اخذ کر لیا ہے کوئی کتا ہے انہیں اسباب میں کچھ آثار اسرائیلی پہنچے تھے  
 خیر جب اُن سے یہ امر شہروں میں پھیلا علما اس میں مختلف ہو گئے ایک جماعت نے اسے قبول کیا اور تعظیم شب برات کے مافی ہوئے اُن میں سے

ایک گروہ عابدین اہل بصرہ وغیرہم ہیں اور اکثر علما نے انکار کیا اُن میں سے ہیں امام عطاء ابن ابی ملیکہ و عبد الرحمن بن زید بن اسلم  
 فقہائے مدینہ سے اور یہ قول مالکیہ وغیرہم کا ہے کہ یہ سب نو پیدا ہے علما اہل شام اس رات کی شب بیداری میں کہ کس طرح کی جائے اور  
 پر مختلف ہوئے ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ سوج ہے خالد بن مدان و لقمان بن عامر وغیرہما اس شب اکابر تابعین اچھے  
 سے اچھے کپڑے پہنے بخور کا استعمال کرتے سر نہ لگاتے اور شب کو مسجدوں میں قیام فرماتے امام مجتہد احن بن راہویہ نے بھی اس بارے میں اُن کی  
 موافقت فرمائی دوسرا قول یہ کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے اور یہ قول شام کے امام و فقیہ و عالم امام ادزاعی کا ہے۔ شیخ محقق اعظم  
 علماء الهند مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی ما ثبت بالسنۃ میں حدیث صلاۃ الرغائب پر محدثین کا کلام ذکر کر کے ارشاد فرماتے ہیں  
 هذا ما ذكره المحدثون على طريقهم في تحقيق الاسانيد ونقد الاحاديث وعجبا منهم ان يبالغوا في هذا الساب هذه المبالغة  
 ويكفيهم ان يقولوا لم يصح عندنا ذلك والعجب من الشيخ محي الدين النودى مع سلوكه طريق الانصاف في الابواب الفقهيّة  
 وعدم تعصبه مع الحنفية كما هو دأب الشافعية فمنا نحن فيه اولى بذلك لنسبته الى المشائخ العظام والعلماء الكرام قدس  
 اسرارهم يعني یہ وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقہ تحقیق اس دو متفقہ آثار پر ذکر کیا اور اُن سے اسی قدر مبالغہ کا تعجب ہے انہیں اتنا کتنا  
 کافی تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجہ صحت کو نہ پہنچی اور زیادہ تعجب امام محی الدین نودی سے ہے کہ وہ تو مسائل فقہ میں راہ انصاف چلتے  
 ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں زیادہ انصاف و ترک افراط کے لائق تھا اس لیے  
 کہ یہ فعل اولیائے عظام و علمائے کرام قدس اسرارہم کی طرف منسوب ہے پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے دربارہ صلاۃ الرغائب خود نبی  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام زین سے نقل کی جس کی وضع اس لیے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں  
 جمع کرے اور اُس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا هذا الحديث مما وجدته في كتاب رزين ولما جده في واحد من الكتب  
 الستة والحديث مطعون فيه يعني یہ حدیث میں نے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اُس پر جرح ہے پھر فرمایا وقد  
 وقع في كتاب بهجة الاسرار ذكر ليلة الرغائب في ذكر سيدنا وشيخنا القطب الرباني وغوث الصمد أبي الشيخ محي الدين  
 عبد القادر الحسيني الجبيلي رضي الله تعالى عنه قال اجتمع المشائخ وكان ليلة الرغائب الى اخر ما ذكر من الحكاية وذكر ايضا  
 انه نقل عن الشيخين الفدوتين الشيخ عبد الوهاب والشيخ عبد الرزاق قالوا بكرا الشيخ بقا بن بطوس يوم الجمعة الخامسة من  
 رجب السنة ثلث واربعين وخمسة الى مدرسة والذنا الشيخ محي الدين عبد القادر رضي الله تعالى عنه وقال لنا الاساقفة  
 عن سبب بكوري اليوم اني رأيت البارحة نورا اضاءت الآفاق وعم افطار الوجود ورأيت اسرار ذوى الاسرار فمتها ما يتصل  
 به ومنها ما يمنع مانع من الاتصال به وما اتصل به سر الانضاء نور فطلبت ينبوع ذلك النور فاذا هو صادر عن الشيخ  
 عبد القادر فاردت الكشف عن حقيقة فاذا هو نور شهود قابل نور قلبه وتقارح هذان النوران وانعكس ضياؤهما على مرآة  
 حاله واتصلت اشعته المتقارحات من محيط جمعه الى وصف قربه فاشرق به الكون ولم يبق ملك نزل الليلة الا اناءه وصافى  
 واسمه عند هم شاهد والمشهود قالوا تيناه رضي الله تعالى عنه وقلنا له اصليت الليلة صلاۃ الرغائب فانشده

اذا نظرت عینی وجوه حجابی و قتلک صلاحی فی لیلی الرغائب و وجوه اذا ما اسفرت عن جمالها و اضاعت بها الاکوان من کل جانب و من لم یوف الحب ما یتحققه و فذلک الذی لمریات قطب واجب و اہ ما نقله الشیخ قدس سرہ والذی راہ العبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ له فی البہجۃ الکریمیۃ نصہ ہکذا اولہ بین ملک انزل اللیلۃ الی الارض و اتاہ وصافحہ الخ یعنی کتاب تطاب بہجۃ الاسرار شریف میں حضور پُر نور سیدنا عوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر اقدس میں صلاۃ الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شب رغائب میں اولیا جمع ہوئے الی آخر کلماتہ نیز امام ابو الحسن نور الدین علی قدس سرہ نے بندہ خدمت حضرات عالیات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب و سیدنا تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ابنائے حضور پُر نور سیدنا عوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی کہ روز جمعہ پنجم رجب ۳۳۰ھ کو حضرت شیخ بقابن بطوق قدس سرہ العزیز صبح تر کے مدرسہ انور حضور پُر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے کہا مجھ سے پوچھتے نہیں کہ اس قدر اول وقت کیوں آیا میں نے آج کی رات ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے اور جمیع اقطار عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کہ کچھ تو اُس نور سے متصل ہوئے ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں جو اُس سے اتصال پاتا ہے اُس کا نور دوبالا ہو جاتا ہے تو میں نے عور کیا کہ اس نور کا خزانہ منبع کیا ہے کہاں سے چمکا ہے ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پُر نور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صادر ہوا ہے اب میں نے اُس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ حضور کے مشاہدے کا نور ہے کہ حضور کے نور قلب سے مقابل ہو کر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں کی روشنی حضور کے آئینہ حال پر عکس ہوئی اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے نوروں کے یکے حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اُس سے جگمگا اٹھا اور جتنے فرشتے اُس رات اُترے تھے سب نے حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ کیا (اور بہجۃ الاسرار شریف میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اُس رات زمین پر نہ اُترا اور حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ نہ کیا ہو یعنی تمام ملکہ اللہ زمین پر آئے اور محبوب خدا سے مصافحہ کیے) فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک شاہد مشہود ہے (شاہد کہ مشاہدہ الہی ہیں اور مشہود کہ سب ملکہ اُن کے پاس آئے قال تعالیٰ ان قرآن الفجر کان مشہودا ای تشهدہ المملکۃ) دونوں شاہزادگان دو جہاں نے فرمایا ہم یمن کر حضور پُر نور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عہض کی کیا آج کی رات حضور نے صلاۃ الرغائب پڑھی (یعنی جس کے انوار یہ چمکے یہ شب رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شب جمعہ تھی) حضور پُر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ نہائے رغائب میں میری ناز ہے وہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اُٹھے اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب بجا نہ لایا (پیاریاں عالم قدس کی تجلیاں ہیں) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست جادوہ مکان عبدالمجید خاں صاحب مرشدہ دار ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعد وتر کے نفل جو پڑھے جاتے ہیں اُن کا بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے ہو کر۔ کتاب مالا بد منہ ہندی میں صفحہ ۵۴ میں تحریر ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے۔

الجواب

کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان صلی قاثما فھو افضل

ومن صلی قاعد اقلہ نصف اجر القائم اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو وہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے اس کے لیے کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ہے رواہ البخاری عن عثمان بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابة جميعا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ رکعتیں بیٹھ کر بھی پڑھی ہیں کما عند مسلم عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت بعد ما ذکرت وثرة صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یصلی رکعتین بعد ما یسلم وهو قاعد ولا یصلی عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی بہما بعد الوتر وهو جالس اور کبھی ان میں قعود و قیام کو جمع فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھتے رہے جب رکوع کا وقت آیا کھڑے ہو کر رکوع فرمایا فلا بن ماجہ عن ام المومنین ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین خفیفتین وهو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فركع مگر بیٹھ کر پڑھنا دواماً نہ تھا بلکہ اس بات کے بیان کے لیے کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ خود ان نفوس کا پڑھنا بھی اس بیان کے واسطے تھا کہ وتر کے بعد نوافل جائز ہیں اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ جتنے نوافل پڑھنے ہوں سب پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وترا اپنی نماز شب میں سب سے آخر وتر رکھو رواہ مسلم عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا امام نووی منہاج پھر علامہ قاری مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ہاتان الركعتان فعلہما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالساً لیان جواز الصلوة بعد الوتر و بیان جواز النفل جالساً ولم یواظب علی ذلک بلکہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے جب بھی ہمارے لیے کھڑے ہو کر پڑھنا ہی افضل ہوتا کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے لیے نفل ہوتا اور ہمارے لیے صاف وہ ارشاد قویٰ ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھے کا ثواب آدھا ہے اور اصول کا قاعدہ ہے کہ قول نفل میں ترجیح قول کو ہے کہ نفل میں احتمال خصوصیت ہے نہ کہ یہاں تو صریحاً بیان خصوصیت فرمایا ہے صحیح مسلم شریف میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے مجھے حدیث پہنچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھے کی نماز آدمی ہے میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا میں نے سیرافوبہ راہ رکھا **اقول** یعنی یہ خیال گزرا کہ شاید بخار وغیرہ کے سبب بیٹھ کر پڑھ رہے ہوں) و هذا بحمد اللہ منزوع نقیص واضمح یستغنی بہ عما اطان الطیبی وابن حجر والقاری و وقعوا

لہ (فوجدتہ یصلی جالساً فوضعت یدے) لعل بعد الفراغ من الصلوة ثم رأیت ابن حجر جزم بہ وقال بعد فراغه اذ لا یظن بہ اوضع قبلہ (علی رأسہ) ای لیتوجہ الیہ وکانہ کان هناك مانع من ان یحضر بین یدیه ومثل هذا الایمی خلاف الادب عند طائفة العرب لعمد تکلفهم وکمال تألفهم وکلنک في قولهم لہ انت دون انتہ الذی هو مقتضى حسن الاواب فی معرض الخطاب لایتوجہ علی قائلہ العتاب و تکلف الطیبی ہنا فی شرح الکتاب وادرا السؤال والجواب ونسب قلة الادب الی الاصحاب وقال علی وجہ الاطناب فان قلت الیس یجب علیہ خلاف ذلک توقیر الہ علیہ الصلوۃ والسلام قلت لعلہ صدر عنہ لاعتق قصدہ و لعلہ استغرب کو نہ علی خلاف ما حدث عنہ واستبعد فاراد تحقیق ذلک فوضع یدہ علی رأسہ ولذلک انکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقولہ مالک الخ فساہ ونسب الی ایمیہ وکلن اقول عبد اللہ وانت تصلی قاعد فانہ حال مقدرۃ لجهة الاشکال ثم رأیت ابن حجر قال کان ذلک فی عادتهم یفعلہ المستغرب الشئ المتعجب من وقوعہ مع من استغرب منہ ذلک فلا ینا فی المتعارف الا ان ذلک خلاف الادب ونظیرہ ان بعض العرب کان ربما یس لحیۃ شریفة عند مقادیرہ معہ و قد شوہد فی زماننا ان بعض اجلات العرب یسک لحیۃ شریف مکة ویقول ان ذلک یا حسن والحال انہ قد یکون لعلہ مطلقاً فی اصبعہ ۱۲ منہ

فیما کان لہم مند و حۃ عنہ و باللہ التوفیق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو کیا ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے سنا تھا کہ حضور نے فرمایا بیٹھے کی نماز آدھی ہے۔ اور حضور خود بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں فرمایا اجل و لکن لست کا حد منکم ہاں بات وہی ہے کہ بیٹھے کا ثواب آدھا ہے مگر میں تمہارے مثل نہیں میرے لیے ہر طرح پورا کامل اکمل ثواب ہے۔ یہ میرے لیے خصوصیت و فضل رب الارباب ہے مرقاۃ میں ہے یعنی ہذا من خصوصیات ان کا ینقص ثواب صلواتی علی ای وچھہ تکون من جلداتی و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء قال تعالیٰ وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از بھنڈی بازار کارخانہ کرسی مرسلہ نئے خاں ولد احمد خاں معمار ۲۹ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ التسلیم پڑھنے کی کیا ترکیب اور اس کا کیا وقت ہے۔

### الجواب

اس نماز کی بہت فضیلت اور بڑا ثواب اور اس میں بڑی معافی کی امید ہے وہ چار رکعت نفل ہے کہ غیر وقت مکروہ میں ادا کی جائے یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے سے آفتاب نکل کر بلند ہونے تک جائز نہیں اور ٹھیک دوپہر کو جائز نہیں اور جب آفتاب ڈوبنے کے قریب آئے کہ اس پر نگاہ بے تکلف ٹھہرنے لگے اس وقت جائز نہیں نماز عصر کے فرض پڑھنے کے بعد شام تک جائز نہیں جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو اس وقت جائز نہیں غرض جتنے وقت نفل نماز کی کراہت کے ہیں ان اوقات سے بچ کر جس وقت چاہے پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ ٹھہرے پہلے پڑھے کما فی الہندیۃ عن المضمورات عن المعطل اور افضل دن جمعہ کا ہے اور اس کا مناسب طریقہ کہ ہمارے ائمہ کرام کے مذہب سے موافق ہے یہ ہے کہ سبحانک اللہم پڑھ کر پندرہ بار سبحن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر الحمد دسور پڑھ کر یہی کلمہ دس بار پھر رکوع میں تسبیحات رکوع کے بعد دس بار پھر رکوع سے کھڑے ہو کر دینا لا الہ الا اللہ الحمد کے بعد دس بار پھر سجدہ میں تسبیحوں کے بعد دس بار پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار پھر دوسرے سجدہ میں اسی طرح دس بار یہ ایک رکعت میں پچھتر بار ہو پھر دوسری رکعت کو کھڑا ہو کر الحمد سے پہلے پندرہ بار پھر الحمد دسور کے بعد دس بار پھر رکوع میں بدستور کہ یہ بھی پچھتر ہوئے اسی طرح باقی دونوں رکعتوں میں بھی کہ یہ سب مل کر تین سو بار ہو جائیں گے سورت کا اختیار ہے جو چاہے پڑھے اور بہتر یہ کہ پہلی رکعت میں الھکمہ التکاثر دوسری میں والعصر تیسری میں قلبا و قلی میں قل ھو اللہ یہ نماز ہر روز پڑھے در نہ ہر جمعہ در نہ ہر جمعہ در نہ سال میں ایک بار تو ہو جایا کرے اور نہ ہو تو عمر بھر میں ایک بار تو ہو جائے کہ اس میں بڑی دولت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ ازادوہ نگہ ڈاکخانہ اچھیرہ ضلع آگرہ مسئلہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت تراویح یا اور نوافل ایک نیت سے پڑھے قعدہ اولیٰ میں درود شریف و دعاؤں تیسری رکعت میں سبحانک اللہم پڑھے یا نہیں۔

### الجواب

پڑھنا بہتر ہے در مختار میں ہے لا یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولیٰ فی الاربیع قبل الظہر

والجمعة ولا يستغفره اذا قام الى الثالثة عنها وفي البواقي من ذوات الاربع يصلي على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ويستغفره ويتعوذ ولونذرا لان كل شفيع صلاة مكر تاراج خود ہی دو رکعت بہتر ہے کا نہ ہو المتوارث تنویر میں ہے عشر و ن رکعتہ بعشر تسلیمات سراجہ میں ہے کل ترویجۃ اربع رکعتہ بتسلیمتین یہاں تک کہ اگر چار یا زائد ایک نیت سے پڑھے گا تو بعض ائمہ کے نزدیک دو ہی رکعت کے قائم مقام ہوں گی اگرچہ صحیح یہ ہے کہ جتنی پڑھیں شمار ہوں گی جبکہ ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا ہو علمگیری میں ہے ان قعدہ فی الثانیۃ قد التثہمہم اختلافوا فیہ فعلی قول العامة يجوز عن تسلیمتین وهو الصحیح حکذا فی فتاویٰ قاضی خاں - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ مسئلہ علی حسین صاحب از آؤلہ محلہ خیل حکیمان معرفت جناب حاجی علیم اللہ صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ رمضان شریف میں لڑکوں کے پیچھے دن میں دو تین بالغ حافظہ وغیرہ نماز نفل کے اندر قرآن مجید سنتے ہیں یہ امر مشروع ہے یا نہیں بظاہر کتب فقہیہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ نوافل روز میں ستر پڑھنا واجب ہے بوجہ اس کے لڑکا ہو یا بالغ اُس کی نماز کراہت تحریمی سے تو خالی نہ ہوگی یہ اور بات ہے کہ لڑکے کے ذمہ اعادہ واجب نہ ہو جیسا کہ لڑکا اگر نماز نفل کو فاسد کر دے گا تو اجتماعاً اُس کے ذمہ قضاء آئے گی اور یہ اقتدار لڑکے کے پیچھے مختار مذہب کے موافق تو صحیح ہی نہیں ہے اس کے متعلق جواب باصواب بحوالہ عبارات کتب فقہیہ تحریر فرمائیے اجر جزیل کے عذا شد مستحق ہو جیے۔ بینوا توجروا

### الجواب

یہ امر بالاتفاق نامشروع و ممنوع ہے مذہب صحیح پر تو اس لیے کہ وہ جماعت باطل ہے لان نفل البالغ مضمون فلا یصح بناء الاقوی علی الاضعف اور در مختار میں ہے صلاة العید فی القری تکرہ نحو ما لانه اشتغال بالایصح ایہ مذہب ضعیف پر اس لیے کہ دن کے نفل میں اخفاء واجب ہے حدیث میں ہے صلاة النہار عجماء در مختار میں ہے یجھول الامام وجوباً فی الفجر واولی العشاءین الی قوله وکثیر فی غیرہا کمستفل بالنہار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از قصبہ اردو ضلع علی گڑھ محلہ کٹرہ بر مکان شیخ عبدالحی صاحب رسالہ مسئلہ شیخ عبدالحی صاحب نے فرمائی تھی کہ رمضان ۱۳۳۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و صوفیائے محققین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فجر آفتاب طلوع ہونے پر جو نوافل اشراق (دو لغایت چھ رکعت) اور ایک پہر دن چڑھے پر جو نوافل نماز چاشت (دو لغایت بارہ رکعت) پڑھے جاتے ہیں شرح مشکوٰۃ میں ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت ہی کو نماز ضعیفی کہا ہے لیکن ایک بزرگ صوفی مشرب نماز ضعیفی کو ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت سے علیحدہ بتلاتے ہیں اور وہ خود بھی عرصہ چالیس سال سے اشراق اور چاشت کے علاوہ نماز ضعیفی کے نوافل (دو لغایت آٹھ رکعت) علیحدہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے پیڑ پر طہیث نے علیحدہ پڑھنا بتلایا ہے اور ملک سندھ میں عام آدمی نماز ضعیفی کے نوافل نماز اشراق اور چاشت کے علاوہ علیحدہ پڑھتے ہیں اور بعض علماء سے تصدیق کر لینا بھی ظاہر کرتے ہیں چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہو گیا ہے اس لیے استفتا ہے کہ صحیح طریقہ کیا ہے ؟ اور نماز ضعیفی۔ اشراق اور چاشت کے نوافل کو کہتے ہیں یا علیحدہ نماز ہے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب**۔ نماز ضعیفی وہی نماز چاشت ہے نوافل پڑھنے کا اختیار ہے تمام اوقات غیر مکروہہ میں اگر نوافل ہی پڑھے کون منع کرتا ہے



مگر شرعی معنی میں اپنی طرف سے جدت نکالنا ضرور شنیع و معیوب ہے ہر شخص جانتا ہے کہ ضعیفی کا ترجمہ چاشت ہی ہے تو صلاۃ انضوی نہیں مگر نماز چاشت۔ اور ان دو کے سوا کسی تیسری نماز کا اصلا کسی حدیث سے ثبوت بھی نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از عثمان پور ضلع بارہ بکلی سولہ محمد حسن یا رضا صاحب ۱۹ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز تہجد میں خیر تین ترجمہ صحیح حصین کے دیکھنے سے بروایت چار رکعت اور آٹھ رکعت اور تیرہ رکعت نماز تہجد میں ہے ایک شخص تہجد گزار اہل سے معلوم ہوا کہ بارہ رکعت تہجد کی اور ترکیب پڑھنے کی یہ ہے کہ اول رکعت میں ایک مرتبہ قل ہوا شریف دوسری میں دوبار بارہوں میں بارہ مرتبہ یا ہر رکعت میں تین تین بار قل ہوا شریف پڑھا جائے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ صحیح کون سا قاعدہ ہے اور تہجد میں کسے رکعت پڑھنا چاہیے اور بعد احمد کے جیسا کہ نماز میں قاعدہ ہے کہ جو سورہ چاہے ملائے خیر تین میں قل ہوا شریف پڑھنے کا قاعدہ مسطورہ بالا نہیں لکھا ہے اور جو بعد وتر کے دو رکعت نفل پڑھے جلتے ہیں اُن کو بھی تہجد کے وقت میں پڑھنا چاہیے مثل وتر کے یا عشاء کے وقت ادا کرنا چاہیے اور نماز صلاۃ التسبیح میں کلمہ تہجد سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ایک شخص کہتا ہے کہ ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار پڑھنا چاہیے چار رکعت میں دو رکعت کی نیت کی جائے یا چار کی۔ دعائے ماثور کیا ہے معلوم نہیں اور کس موقع پر پڑھی جائے دعائے تہجد بغرض تصحیح مرسل ہے یا مقلب القلوب قلب قلبی الیک یا مصوف القلوب صوف قلبی علی دینک وطاعتک اور خیر تین میں سنت فجر میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہوا اللہ پڑھنے کو لکھا ہے اس ترکیب سے پڑھنا سنت فجر یا نفل میں جائز ہے یا نہیں۔ اور جیسا کہ فرض میں بقید سورہ پڑھنا جائز ہے اور سنن ابن ماجہ کے ترجمہ رفع الحاجر کی دو جلدیں میرے پاس ہیں جس میں تہجد وغیرہ کا ذکر نہیں ہے جلد اول میں ہے اور ایک کتاب وظیفہ میں قلیا اور قل ہوا شریف میں پڑھنے کو لکھا ہے اور دوسری میں الم نشرح اور ال ترکیف لکھا ہے جو فرض وہ وتر میں بغرض فلا حجت لکھا ہے اور وتر میں اخیر رکعت میں قل ہوا اللہ پڑھنا ضرور ہے یا اور سورہ کو ملا کر پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔ بلیوا تو جروا۔

**الجواب**

عشاء کے فرض پڑھ کر آدمی سو رہے پھر اس وقت سے صبح صادق کے قریب تک جس وقت آنکھ کھلے دو رکعت نفل صبح طلوع ہونے سے پہلے پڑھ لے تہجد ہو گیا اقل درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعت مردی ہے اور شائع کرام سے بارہ اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو ہی رکعت پڑھتے اور اُن میں قرآن عظیم ختم کرتے غرض اس میں کمی بیشی کا اختیار ہے اتنی اختیار کرے جو ہمیشہ بہم سلیں اگرچہ دو ہی رکعت ہو کہ حدیث صحیح میں فرمایا احب الاعمال انی اللہ اذومھا وان قل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو قرات کا بھی اختیار ہے چاہے ہر رکعت میں تین تین بار سورہ اخلاص پڑھے کہ اس کا ثواب ایک ختم قرآن کے برابر ہے خواہ یوں کہ بارہ رکعتیں ہوں پہلی میں ایک بار دوسری میں دوبار یا پہلی میں ۱۲ دوسری میں ۱۱۔ اخیر میں ایک کہ یوں ۶ ختم قرآن کا ثواب ہو گا اور پہلی صورت میں ۲۰ کا ہوتا اور بہتر یہ ہے کہ عینا قرآن مجید یاد ہو اُس نماز میں پڑھ لیا کرے کہ اُس کے یاد رہنے کا اس سے بہتر سبب نہیں۔ تہجد پڑھنے والا جسے اپنے اُٹھنے براطینان ہو اُسے افضل یہ ہے کہ دو تہجد پڑھے پھر وتر کے بعد نفل پڑھے جتنے نوافل

پڑھنا ہوں وتر سے پہلے پڑھ لے کہ وہ سب قیام اللیل میں داخل ہوں گے اور اگر سونے کے بعد ہیں تو تہجد میں داخل ہوں گے (۲) صلاۃ التہجد میں سبحن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہر جگہ دس دس بار پڑھنا چاہیے گی راہ بار بتانے والا غلط کہتا ہے مگر ہر قیام میں قرات سے پہلے پندرہ بار ہے (۳) صلاۃ التہجد چار رکعت کی نیت کی جائے (۴) بعد دونوں درودوں کے قبل سلام یہ دعا پڑھے اللھم انی اسألك توفیق اهل الهدی و اعمال اهل الیقین و مناقب اهل التوبۃ و عزم اهل الصبر و جہاد اهل الحشیۃ و طلب اهل الرغبة و تعبد اهل الورع و عرفان اهل العلم حتی اخافک - اللھم انی اسألك مخافۃ یحجزنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملاً استحق بہ رضاک و حتی انا صحت بالتوبۃ خوفاً منک و حتی اخلص لك النصیحة حباً لک حتی اتوکل علیک فی الامور حسن ظن بک سبحن خالق النور (۵) سنت فجر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی دما ثور سنت وہی ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ کفرؤن اور دوسری میں اخلاص اور الم نشرح اور الم تر کیف پڑھنا مشائخ سے بطور عمل مروی ہے جس کا فائدہ دفع اعدا اور ہے یہ کہ نوافل میں اختیار ہے جس طرح جو چاہے پڑھے (۶) وتر میں اخیر رکعت میں قل ھو اللہ احد شریف پڑھنا ماز ہے مگر ضرور نہیں جو چاہے پڑھے بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سبح اسم ربک الاعلیٰ یا انا انزلنا ھا اور دوسری میں کفرون تیسری میں اخلاص - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - امام نے ظہر کے وقت چار رکعت نماز سنت ادا کرنے کے بعد کلام دنیا کیا بعد اس کے نماز پڑھائی تو اس فرض نماز میں کچھ نقصان آوے گا یا نہیں اور نماز سنت کا ثواب کم ہو جائے گا یا باطل ہو جائے گی۔

### الجواب

فرض میں نقصان کی کوئی وجہ نہیں کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی ہاں اُس کا ثواب کم ہو جاتا ہے تو یہ لاابصار میں ہے ولو تکلم بین المسنة والفرض لا یسقطھا ولكن ینقص ثوابھا - واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از ریاست جادوہ مکان عبد الحمید خاں صاحب سر رشته دار ۱۸ سہ ماہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں پڑھنے کے بعد اگر گفتگو کی جادے تو پھر اعادہ سنتوں کا کرے یا نہیں۔

### الجواب

اعادہ بہتر ہے کہ قبل سنتوں کے بعد کلام وغیرہ افعال منافی تحریر کرنے سے سنتوں کا ثواب کم ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک سنتیں ہی باقی رہتی ہیں تو تکمیل ثواب و خروج عن الاختلاف کے لیے اعادہ بہتر ہے جبکہ اُس کے سبب شرکت جماعت میں خلل نہ پڑے مگر فجر کی سنتیں کہ اُن کا اعادہ جائز نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از پہلی بھیت محلہ پنجابیان قنصل مسجد مرسلہ شیخ عبد الحکیم صاحب غزہ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں ایک مسجد کہ اُس میں فجر کی نماز کے وقت بعد شروع ہو جائے جماعت کے اکثر نمازی آتے جاتے ہیں اور بعد حصول طہارت سنتیں فجر ادا کر کے شریک جماعت ہوتے جاتے ہیں مگر سنتیں فجر کی خلافت قاعدہ شرعیہ ادا ہوتی ہیں صورت یہ ہے کہ آیام گرام میں اندرون در جب مسجد میں تو سبب گرمی کے جماعت نہیں ہوتی اکثر اوقات دوسرے سائبان مسجد میں ہو کر کرتی ہے بسا اوقات

اندر دنی درجہ میں سنتیں ادا کرنے کے واسطے جانے کی گنجائش نہیں رہتی یا بسبب شدت گرمی کے نمازی اندر جانا بھی گوارا نہیں کرتا ایسی شکل میں بعض واقفین تو صحن مسجد میں ستونوں کی آڑھ میں سنتیں پڑھ لیتے ہیں وہ بھی چار پانچ شخص بقدر تعداد ستونوں کے پڑھ سکتے ہیں مگر نمازی بعد کو آنے والے زیادہ ہوتے ہیں سب لوگ آؤ ستونوں کی نہیں پاتے اور بعض لوگ بوجہ عدم واقفیت یا کم توہی کے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے اور بعض اوقات شدت گرمی سے صحن مسجد میں نماز ہوتی ہے تو ستون بھی سنتوں کی آڑھ کو نہیں ملتے اکثر بدون حامل کسی شئی کی سنتیں پڑھی جاتی ہیں مگر اوروں نے اس مسئلہ فقہیہ کے جماعت شروع ہو جانے کے بعد سنتیں فجر کی خارج از مسجد ادا کی جائیں ہم کو عمدہ موقع حاصل ہے کہ مسجد سے ملحق چار طرف مسجد کے چار کمرے مدرسہ کے ہیں اس طرح سے کہ فرش سے فرش ملا ہے حد فاصل مابین مسجد اور مدرسہ کے صفوں کی تفصیلیں ہیں جو ایک ہاتھ تختیٹا چوڑی اور ایک بالشت اونچی ہیں اور یہ جگہ مکانات مسجد اور مدرسہ ایک احاطہ کے اندر ہیں اگر ہم ایک صف خواہ چٹائی صحن مدرسہ میں یا کسی کمرہ مدرسہ میں ملحق صحن مسجد کے واسطے ادائے سنتوں فجر کے بچھا دیں اور وہ لوگ جو پیچھے آتے ہیں طہارت حاصل کر کے اُس چٹائی پر جو مدرسہ میں خارج از مسجد بھی ہے سنتیں فجر ادا کر کے شریک جماعت ہوتے جائیں تو سنتیں بھی حسب قاعدہ شرعیہ ادا ہوں اور نمازیوں کی بھی سہولت کا باعث ہو مگر زید اس کو دو بنا پر ناجائز کہتا ہے ایک یہ کہ نمازی جب مسجد کی فیصلوں پر جو وضو کرنے کا موقع ہے بیٹھ کر وضو کرے گا تو لا بد مسجد کے صحن میں سے گزر کر مدرسہ کے صحن میں جو چٹائی بچھی ہے سنتیں ادا کرنے کے واسطے جائے گا تو یہ صحت خلاف شرعیہ ہے اس وجہ سے کہ بعد از اذان مسجد سے خارج ہونا جائز نہیں اس گناہ کا مرتکب ہو گا سائل کہتا ہے کہ اگر ایسا ہی خارج ہونا ہے تو اس بنا پر اور بھی مسائل متفرع ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ پانی لینے کا کنواں اور سقاۃ اور پاکی حاصل کرنے کا حلقہ نہ یہ سب کو احاطہ مسجد کے اندر ہیں مگر مسجد کے حدود فیصلوں سے باہر ہیں نمازی حسب عادت مروجہ زمانہ کے اکثر اول مسجد میں آتا ہے اپنا کپڑا وغیرہ مسجد میں رکھ کر بعد کو پانی لے کر طہارت وضو وغیرہ کرتا ہے بلکہ یہ عادات زمانہ کی عام مقامات کی مسجد کے موافق ہیں تو کیا یہ سب بعد اذان مسجد سے خارج ہونے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا احاطہ مسجد کے بیرونی دروازہ سے نکلنے والا اور وہ بھی جو مسجد میں اپس آنے کا قصد نہ رکھتا ہو اس گناہ کا مرتکب ہو گا دوسری وجہ ممانعت زید کی یہ ہے کہ صحن مدرسہ کا بھی فرش پختہ ہے اور چھوٹے لڑکے بعض برہنہ یا پیشاب کو یا پاخانہ میں اور غسلی نہ میں جاتے ہیں اور اُسی فرش صحن مدرسہ پر ہو کر گزرتے ہیں اور فجر کو اکثر شہنم کی کچھنی فرش پر ہوتی ہے اور گاہے شب کی بارش کی بھی نمی فرش پر ہوتی ہے پس ایسے مشکوک فرش پر چٹائی کا بچھنا چٹائی کا نجس کرنا اور نیز نمازیوں کی نماز خراب کرنا ہے حالانکہ افضل عبادات کی نماز ہے سائل کہتا ہے پس ایسے مشکوک کی وجہ سے صحن مدرسہ میں جو چٹائی بچھائی گئی ہے اُس پر سنتیں ادا کرنا یا اُس پر سے وضو کر کے جس حالت میں کہ نمازی کے پیر وضو کے پانی سے ہنوز خشک نہیں ہوئے ہیں گزر کر کمرہ مدرسہ میں سنتیں ادا کرنا جائز ہو گا یا نہیں اور وہ چٹائی نجس ہوگی یا پاک قابل ادائے نماز رہے گی اور پیر اُس نمازیوں کے جو وضو کر کے اُس مشکوک فرش سے گزرا ہے پاک رہیں گے یا ناپاک ہو جائیں گے اور ایسی چٹائی کا بچھانے والا واسطے اہتمام ادائے سنتوں فجر کے طریقہ نیک کا جاری کرنے والا ہو گا اور ثواب پائے گا اُن وجوہات مرقومہ صدر جو باعث ممانعت زید کے ہیں اُن کی وجہ سے بعد از اذان مسجد سے نمازیوں کے خارج کرنے کا اور مشکوک فرش پر سنتیں ادا کرنے والے نمازیوں کی نماز خراب کرانے کا باعث ہو کر عذاب پائے گا یا اس قسم کے مشکوک پیدا کر کے تمام نمازیوں کو تنگی میں ڈالنے والا ہو گا بیان فرمائیے ثواب پائے۔

**الجواب** - زید کے دونوں اعتراض باطل و بے معنی ہیں مسجد سے بے نماز پڑھے باہر جانا دو شرط سے ممنوع ہے ایک یہ کہ وہ ختم بے حاجت

ورنہ بلاشبہ جائز ہے مثلاً جس شخص کی ذات سے دوسری مسجد کی جماعت کا انتظام وابستہ ہے وہ بعد ازاں بلکہ خاص اقامت ہوتے وقت باہر جاسکتا ہے یہ نہیں جسے دوسری مسجد میں بعد نماز دینی بیچ پڑھنا یا سنی عالم کا وعظ سننا ہو اسی طرح پیشاب یا استنجے یا وضو کی حاجتیں دوسرے یہ کہ شروع جماعت تک واپسی کا ارادہ نہ ہو ورنہ مضائقہ نہیں اگرچہ بے ضرورت ہی کسی فی الدار المختارہ ذکرہ نحو یا للنہی خروج من المصیل من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولاً الامن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری او کان الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا فیہ اولاً استاذہ لدرسہ اولسماع الوعظ والحاجۃ ومن عزمہ ان یعود غداہ فی رد المحتار قولہ للنہی ہوما فی ابن ماجہ من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم یجوز لحاجۃ وهو لا یرید الرجوع فهو منافی اہ وفیہ عن البحر ولو كانت الجماعۃ یخرجون لدخول الوقت المستحب کا لصیغہ مثلاً فخرج ثم رجع وصلی معہم ینبغی ان لا یکرہ اہ قال وجزم بذلك کلہ فی النہی لدلالة کلامہم علیہ قولہ الامن ینتظم بہ لہ الخروج ولوعند الشروع فی الاقامۃ وبہ جزم فی متن الدرر والقہستانی وشرح الوقایۃ اہ مختصراً یہاں دونوں شرطوں سے ایک بھی تحقق نہیں بنتی بحال قیام جماعت بیرون مسجد پڑھنے کا حاجت شرعی ہونا بھی ظاہر اور قصد رجوع بھی بدیہی تو عدم جواز و حصول گناہ کا حکم صریح باطل قطعی فی الدار المختارہ اذا خاف فوت الوقت لاشتغاله بستمہا ترکھا والا لابل یصلیہا عند باب المسجد وفی رد المحتار ای خارج المسجد کما صرح بہ القہستانی وقال فی العناۃ لانه لو صلاھا فی المسجد کان متغفلًا فیہ عند اشتغال الامام بالفریضۃ وهو مکروہ ومثله فی النہایۃ والمعراج اہ مختصرین - بعینہ صورت سیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے ایک روز وہ ایسے وقت تشریف لائے کہ جماعت فجر قائم ہو چکی تھی انہوں نے ابھی سنتیں نہ پڑھی تھیں ان کی بہن ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ مطرہ مسجد سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ عین مسجد میں تھا وہاں چلے گئے اور سنتیں حجرہ میں پڑھ کر پھر مسجد میں آکر شامل جماعت ہوئے امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں حدثنا علی بن شیبۃ ثنا الحسن بن موسیٰ ثنا شیبان بن عبد الرحمن عن یحییٰ بن ابی کثیر عن زید بن اسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ جاء والامام یصلی الصبح ولم ینکلین صلی الرکعتین قبل صلاۃ الصبح فصلاھا فی حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثم اذ صلی مع الامام ففی هذا الحدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ صلاھا فی المسجد لان حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما من المسجد بلکہ جب وہ مدارس متعلق مسجد حدود مسجد کے اندر ہیں ان میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحن کا امتیاز کر دیا ہے لہذا میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ متکلف کو جانا جائز کہ وہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہے وھذا ما قال الامام الطحاوی ان حجرۃ ام المؤمنین من المسجد فی رد المحتار عن البدائع لوصعد ای المتکلف المنارۃ لم یفسد بلا خلاف لانہا منہ لانہ ینفع فیہما من کل ما ینفع فیہ من البول ونحوہ فاشبہ زاویۃ من زوایا المسجد چٹائی کو ان خیالات بعیدہ کی بنا پر نجس بتانا محض بیرونی ادھام ہے شرع مطہرنے دربارہ طہارت ظاہر ایسے لیت ولعل کو اصلاً گنجائش ندی کما فصلہ فی الطریقۃ المحمدیۃ والحدیقۃ النندیۃ وبدینہ العبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ لہ فی الاحلی من السکر بطلبۃ سکرو سہ رد المحتار میں تا تاریخانیہ سے ہے من شک فی اناۃ او ثوبہ او بدنہ اصابہ نجاسۃ اولاً فهو طاهر ما لم یستیقن وکذا الابار والحمایض والحباب الموضوعۃ فی الطرقات ویستقی

منہا الصغار والكبار والمسلمون والكفار طريقة وحديقة میں ہے سئل الامام الخجندی عن بثر وجد فيها نعل تلبس ویمشی بها صاحبها فی الطرقات لا یدری متى وقع فیها وليس علیها اثر النجاسة هل یحکم بنجاسة الماء قال لا انفس میں ہے كذلك حکم الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیہ لان الصبیان لا یتوقن النجاسة لكن لا یحکم بها بالشك والظن اھ ملخصین نیت مذکور سے چٹائی بچھانے والوں کے لیے امید ثواب ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

**مسئلہ**۔ از کلمتہ وضع برہان پور مسجد دارالشفاء مسئلہ محمد مسلم صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیرزادہ سید صاحب نے نماز تراویح میں ہر ایک سلام دس رکعت سفر کی حالت میں امامت سے پڑھا دیے جماعت معترض ہوئی کہ نماز ناجائز ہوئی۔ سید صاحب نے کہا کہ منیتہ المصلیٰ میں صاف طور سے بلا کراہت ہر ایک سلام جائز ہے وہ عبارت یہ ہے ولو صلے التراويح کلھا بتسلیمۃ واحدة وقد قعد علی راس کل رکعتین جاز ولا یکرہ لانہ اکمل ذکرہ فی المحیط اس پر سید صاحب کو بڑا کتنا اور نماز کو ناجائز و حرام کتنا اُن کے حق میں کیسا ہے۔

### الجواب

نماز کو ناجائز و حرام کتنا باطل ہے اور سید کی توہین و بے ادبی سخت گناہ ہے اور صحیح اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز ہوگئی دسوں رکعتیں تراویح میں شمار ہوں گی مگر خلاف و مکروہ ضرور ہوئیں منیہ کا قول لایکروہ خلاف صحیح ہے غنیہ شرح منیہ میں قول المصنف لایکرہ مخالف لہما فی الخلاصۃ وغیرھا انہ لیکروہ حیدر شرح منیہ میں ہے وهو مشکل بانه خلاف المنقول واذا قالوا بکرواہ الزیادۃ علی ثمان فی مطلق التطوع لیل فلان یكونوا قائلین بکراہتہما فیما کان منہ مسنوناً اولی فلا جرم لنا فی النصاب وخزانۃ الفتاویٰ الصحیح انہ لو قعد ذلک لیکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از پہلی بھیت مدرسہ پنجاب بیان مسئلہ حافظ محمد احسان صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کے پیچھے نماز تراویح جائز یا ناجائز اور جس حافظ کا سن چودہ سال کا ہو حد بلوغ میں داخل ہے یا خارج اور شرعاً حد بلوغ کی ابتدا از روئے سن کس سال سے معتبر ہے۔ بدینوا توجروا

### الجواب

مسئلہ میں اختلاف مشاع اگرچہ بکثرت ہے مگر اصح و ارجح وافق یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل مطلق ہو نابالغ کے پیچھے صحیح نہیں ہوا ہے المختار انہ لا یجوز فی الصلوات کلھا بحر الرائے میں ہے وهو قول العامة وهو ظاهر الروایۃ اور اقل مدت بلوغ پسر کے لیے بارہ سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لیے پندرہ برس ہے اگر اس تین سال میں اثر بلوغ یعنی انزال منی خواب خواہ بیداری میں واقع ہو نہ ورنہ بعد تہامی پندرہ سال کے شرعاً بالغ ٹھہر جائے گا اگرچہ اثر اصلاً ظاہر نہ ہو فی التتویر بلوغ الغلام بالانزال فان لم یوجد فحتی تندر خمس عشرة سنة بہ یفتی وادنی مداتہ لہ اثنتا عشرة سنة هو المختار اھ ملخصاً پسر چارودہ سالہ کا بالغ ہونا اگر معلوم ہو (اگرچہ یوہیں کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنا بالغ ہو جانا اور انزال منی واقع ہونا بیان کرتا ہو اور اُس کی ظاہر صورت و حالت اس بیان کی تکذیب

نہ کرتی ہو) تو وہ بالغ مانا جائیگا ورنہ نہیں فی الدار المختار فان اھلقابان بلغاھذا السن فقال بلغنا صندا فان لم یکن ہما الظاہر کذا ائیدہ فی العمادیۃ وغیرہا بعد سنی عشرۃ سنۃ یشترط اخر لصحتہ اقرارہ بالبلوغ وهو ان یکون بحال یحکمہ مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وہبانیۃ وھما حیثئذ کبلن حکما فلا یقبل مجودہ البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ الخ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اوجین مرسلہ یعقوب علی خاں ۱۲ ربیع الآخر شریف السلام

چہی فرمایند علمائے کرام دین مسئلہ کہ غیر مقلدین نماز تراویح را بدعت عمری قرار دادہ از بست تحقیف نمودہ یا زودہ رکعت بخوانند جائز است یا نہ بینوا توجروا۔

### الجواب

تراویح سنت مؤکدہ است و نزد محققین بترک سنت مؤکدہ نیز آثم شود خاصہ چوں ترک را عادت گیر و عددش نزد جمہور علمائے امت بست رکعت است و در روایتی از امام مالک سی و شش رکعت فی الدار المختار و التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین وھی عشر و ن رکعت باز سنت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین سنت حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با حکم باقتدائے ابوبکر و عمر فرمود رضی اللہ تعالیٰ عنہما و تاکید تام باتباع سنت خلفائے راشدین نمود رضی اللہ تعالیٰ عنہم احمد و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ عن العریاض بن مساریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہما بالنواجذ الترمذی و حسنہ عن عبد اللہ بن مسعود و احمد و الترمذی و ابن ماجہ و الرویانی عن حذیفۃ بن الیمان و ابن عدی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر و عمر و انکما ابن بے بالک سنت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ را بکار لسی روا فی بعض بدعت عمری نامند و متہوران ایشان خذلیم اللہ تعالیٰ تصریح بضلابت حضرت والا یش کنند جوابش محول بر دوزخ است و سید علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵۔ نسأل اللہ العافیۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۸ ذیقعدہ السلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں پورا کلام اللہ تعالیٰ سننا یا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا سنت یا مستحب وغیرہ اور بعد سننے ایک پورے کلام اللہ شریف کے جو لوگ سورہ فیل سے آخر تک دوبارہ پڑھتے ہیں ان کا کیا حکم ہے یعنی ہر رات رمضان شریف میں تراویح بست رکعتیں پڑھنا سنت مؤکدہ یا سنت یا مستحب وغیرہ ہے یا کیا ارشاد ہے ایک رات اسی ماہ صیام میں طبیعت میری نادرست تھی تراویح ایک شب کی مجھ سے نہ ہوئیں اب ان کی قضا کروں یا نہیں اور کروں تو کس وقت - بینوا توجروا

### الجواب

تراویح میں پورا کلام اللہ شریف پڑھنا اور سننا سنت مؤکدہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بعد ختم کلام مبارک بھی تمام لیالی شہر مبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھنی سنت مؤکدہ ہے تراویح اگر ناغہ ہو گئیں تو ان کی قضا نہیں کل ذلک مصرح بہ فی کتب الفقہیۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از بگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحب قادری دامت برکاتہم ۲۳ رمضان شریف ۱۳۱۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں تراویح میں بعد سورہ فاتحہ سورہ اخلاص پڑھنا جائز ہے یا مکروہ باوجودیکہ امام ادریس میں بھی جانتا ہے - بینوا توجروا

### الجواب

جائز ہے بلا کراہت اگرچہ سورہ فیل سے آخر تک تکرار کا طریقہ بہتر ہے کہ اس میں رکعات کی گنتی یاد رکھنی نہیں پڑتی ردالمحتار میں ہے فی التجنیس واختار بعضهم سورة الاخلاص في كل ركعة وبعضهم سورة الفيل ای البداءة منها ثم يعيدها وهذا احسن مشلا يشغل قلبه بعد الركعات در مختار میں ہے لا باس ان يقرأ سورة ويعيدها في الثانية (الی قوله) ولا يكره في النفل شيء من ذلك والله تعالى اعلم -

**مسئلہ** - از شہر کراچی ریلی مرسلہ مولوی شجاعت علی صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کے لیے ایک بار ہر سے سہلہ پڑھنا چاہیے یا میں فقط بینوا توجروا

### الجواب

ہاں - فی المسلم وشرح الفواح البسلة من القرآن آية فتقرأ في الختم مرة على هذا ينبغي ان يقرأها في التراويح بالحمد مرة ولا تنادي سنة الختم دونها والله سبحانه وتعالى اعلم

**مسئلہ** - از صاحب گنج گیا مرسلہ مولوی کریم رضا صاحب یکم ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

(۱) نماز تراویح کی جماعت اس طور پر کہ الحمد ترکہف سے شروع کرتے ہیں اور والناس تک ایک ایک سورہ ایک ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور پھر الحمد ترکہف سے والناس تک دوبارہ دس رکعتوں میں پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں (۲) ہر ترویج کے بعد دعائے مانگنا جائز ہے یا نہیں (۳) کسی حافظ کو اس طویلہ پر نماز تراویح کی پڑھانی کہ پہلے ایسی قوم کے ساتھ جو آٹھ رکعتیں تراویح منفرد پڑھ چکے ہوں بارہ رکعتیں ختم تراویح پڑھا کر پھر دوسری قوم کے پاس جو بارہ رکعتیں تراویح کی منفردہ پڑھ چکے ہوں جا کر آٹھ رکعتیں تراویح کی ہر شب میں پڑھانی جائز ہیں یا نہیں - بینوا بالفقہ والسنة والكتاب توجروا من الله حسن المآب -

### الجواب

(۱) جائز ہے فی الہندیۃ بعضهم اختار قل هو الله احد فی کل رکعة وبعضهم اختار سورة الفيل الى اخر القرآن وهذا احسن القولین لانه لا يشتبه عليه عدد الركعات ولا يشتغل قلبه بحفظها کذا فی التجنیس اه والله تعالى اعلم (۲) جائز ہے فی ردالمحتار قال القهستانی فیقال ثلاث مرات سبحن ذی الملائک والملکوت سبحن ذی العزۃ والعظمة والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحن الملک الحی الذی لا یموت سبحن قدوس رب الملائکۃ والروح لا اله الا الله نستغفر الله نسألك الجنة ونعوذ بك من النار کما فی منهج العباد ه اه والله تعالى اعلم (۳) اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بیش رکعت تراویح سنت عین ہیں کہ اگر کوئی شخص مرد



یا عورت بلا عذر شرعی ترک کرے مبتلائے کراہت و اسارت ہو اور اُن کی جماعت کی مساجد میں اقامت سنت کفایہ کہ اگر اہل محلہ اپنی اپنی مسجدوں میں اقامت جماعت کریں اور اُن میں بعض گھروں میں تراویح تنہا یا باجماعت پڑھیں تو حرج نہیں اور اگر تمام اہل محلہ ترک کریں تو سب گنہگار ہوں ردالمحتار میں ہے اصل التراويح سنة عين فلو تركها واحد كره در مختار میں ہے والجماعة فيها سنة على الكفاية في الاصل فلو تركها اهل مسجد اشوا لالو ترك بعضهم ردالمحتار میں ہے ظاہر کلامہم ہذا ان المسلمون کفاية اقامتها بالجماعة في المسجد حتى لو اقاموها جماعة في بيوتهم ولم تقدم في المسجد الله الكل پس صورت مستفسرہ میں امام اور دونوں جگہ کے مقتدی تینوں فریق سے جس کے لیے فعل اس شاعت کا موجب ہو اُس کے حق میں کراہت و اسارت ہے ورنہ فی نفسہ اُس میں حرج نہیں مثلاً امام دہر دو قوم کی مساجد میں جماعت تراویح جدا ہوتی ہے یہ گھروں پر بطور مذکور جماعت و افراد پڑھتے ہیں تو کسی پر مواخذہ نہیں کہ ہر گروہ مقتدی ان نے اگرچہ بعض ترویجات تنہا اور ہر سرفریق نے مسجد سے جدا پڑھیں مگر جبکہ اُن کی مساجد میں اقامت جماعت ہوتی ہے سنت کفایہ ادا ہو گئی ہاں امام دونوں قوموں کو پوری تراویح پڑھاتا تو یہ جدا کراہت ہوتی اس سے صورت مستفسرہ خالی ہے فی الہندیۃ امام یصلی التراويح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کذا فی محیط السرخسی و الفتوی علی ذلک کذا فی المضمومات اور اگر اُن میں کسی فریق کی مسجد میں ہی جماعت بطور مذکور ہوتی ہے تو اُس کے لیے کراہت ہے کہ اُس کی مسجد میں پوری تراویح جماعت سے نہ ہوئیں لہذا اس صورت میں یہ چاہیے کہ ایک فریق آٹھ بارہ رکعتیں دوسرے امام کے پیچھے پڑھ کر باقی میں اس حافظ کی اقتدا کرے اور دوسرا فریق بارہ یا آٹھ رکعات میں دوسرے کا مقتدی ہو کر باقی میں اس کا مقتدی ہو کہ اب دونوں مسجدوں میں پوری تراویح کی اقامت جماعت سے ہو جائے گی اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ بعض ترویجات میں ایک امام کی اقتدا ہو اور بعض دیگر میں دوسرے کی ہاں یہ ناپسند ہے کہ ایک ترویج میں دو رکعت کا امام اور ہو دو کا اور فی الخانیۃ اقاموا التراويح بامامین فصلی کل امام تسلیمة بعضهم جزوا ذلک والصحیحہ انہ لا یتحب و انما یتحب ان یصلی کل امام ترویجۃ لیکون موافقا عمل اہل الحرمین سراج و راجح میں ہے ان صلوا بامامین فالمتحب ان یکون انصواف کل واحد علی کمال الترویجۃ فان انصرف علی تسلیمة لا یتحب ذلک فی الصحیحہ - واللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ** - از بدایوں محلہ کثرہ براہم پورہ مسئلہ شیخ عبدالغنی صاحب ۱۱ رمضان شریف ۱۳۱۳ھ

ایک شخص ایک مسجد میں فرض جماعت سے پڑھا کر تراویح بیس رکعت پڑھاتا ہے پھر وہی شخص دوسری مسجد میں تراویح بیس رکعت جماعت سے پڑھاتا ہے آیا یہ امامت اُس کی صحیح ہے یا نہیں اور مقتدیان مسجد دیگر کی تراویح ہو جاتی ہے یا نہیں فقط

## الجواب

مذہب راجح میں امامت صحیح ہے تراویح ہو جاتے ہیں مگر خلاف علل و اختلاف تصحیح و مخالفت طریقہ متوارث سے بچنے کے لیے بے ضرورت اس سے احتراز کیا جائے فی الخانیۃ و الخلاصۃ و الظہیریۃ وغیرہا اذ اصل التراويح مقتدیا بمن یصلی المکتوبۃ او بمن یصلی نافلۃ غیر التراويح اختلافوا فیہ والصحیحہ انہ لایجوز اھ و فی الہندیۃ امام یصلی التراويح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کذا فی محیط السرخسی و الفتوی علی ذلک کذا فی المضمومات اھ و فی امامۃ التنبیروالدر و متنفل بمقتضی فی غیر التراويح

فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سندۃ علی ہیأۃ مخصوصۃ فیراعی وضعہا الخاص للخروج عن العهدۃ اھ فی رد المحتار ان ماذکورہ المصنف ہنا مخالف لما قدمہ فی شروط الصلاة بقولہ وکفی مطلق نیتہ الصلوۃ لنفل وسنتہ وتراویحہ و ذکر الشاح ہناک انہ المعتقد ونقلنا ہناک عن البحرانہ ظاہر الروایۃ وقول عامۃ المشائخ وصحیحہ فی الہدایۃ وغیرہا ورجحہ فی الفتح ونسبہ الی المحققین الخ والفتویٰ متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از کمپ میرٹھ کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب بازار لال کرتی مرسلہ مولوی احسان الحق صاحب ۲۶ ماہ مبارک ۱۳۲۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر جگہ رمضان شریف کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں نوافل میں شبینہ پڑھا جاتا ہے یعنی ایک یا ایک سے زیادہ رات میں ختم قرآن عظیم ہوتا ہے اور یہ نوافل باجماعت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ کلام مجید باجماعت نوافل میں ترتیل کے ساتھ ہی کیوں نہ پڑھا جاوے وہ بھی منوع ہے اور نیز کہتے ہیں کہ جماعت نوافل کی سوا تراویح کے اصلاً جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں تہجد کے وقت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شرکت نوافل تہجد میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے مروی ہے وہ مثبت صریحاً ایک شخص کا ہے تیسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ سنتیں فجر کی اگر رہ جائیں اور فرضوں میں کوئی شامل ہو جائے تو پھر اس کو وہ سنتیں نہ قبل طلوع آفتاب پڑھنی چاہئیں نہ بعد میں ان تینوں مسائل کو امید ہے کہ مشرح بیان فرما دیں۔ جزاک اللہ خیر الجزاء۔

### الجواب

علمائے نظر من کسل و مال اقل مدت ختم قرآن عظیم تین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت و نشاط ہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں بہت اکابر وین سے منقول ہے کہما بسطہ المولیٰ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی الحدیقة الندیۃ وغیرہ فی غیہا خود امام غفر فی شہ قتالی عنہ نے دو کتب میں قرآن شریف ختم کیا کہما فی الدال المحتار لنفل غیر تراویح میں امام کے ہواتین آدمیوں تک تو اجازت ہی ہے چار کی نسبت کتب حنفیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہ جس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے نہ کہ گناہ و حرام کہما بیناۃ فی فتاویٰ دنا مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت اکابر وین سے جماعت نوافل بات داعی ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع نہ کیے جائیں گے علمائے است و حکمائے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے در مختار میں ہے اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنقل اصلاً لقلة رغبتہم فی الخیرات بحور اسی میں ہے ولا یمنع العامة من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحر و محبتی وغیرہ حدیقہ ندیریہ میں ہے ومن هذا القبیل بھی الناس عن صلاة الرغائب بالجماعة وصلاة لیلة القدر ونحو ذلك وان صح العلماء بالکراہۃ الجماعۃ فیہا فلا یفتی بذلك العوام لئلا تقل رغبتہم فی الخیرات وقد اختلف العلماء فی ذلك فصنف فی جوازها جماعة من المتأخرین وابقاء العوام راغبین فی الصلاة اولیٰ من تنفیہ صبح کی سنتیں اگر نہ پڑھیں اور فرضوں میں شامل ہو گیا قبل طلوع و ارتفاع شمس تو البتہ ان کی اجازت نہیں اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اور بعد بلند آفتاب ان کا پڑھنا ہرگز ممنوع نہیں ضرور مستحب ہے کلام علماء میں لا یقضی یعنی نفی مطالبہ ہے نہ مطالبہ نفی رد المحتار میں ہے اذا فاتت وحدها لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع اما بعد طلوع الشمس فکذا عندہما وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

احب الی ان یقضیہا الی الزوال کما فی الدرر قیل هنا قریب من الاتفاق لان قوله احب الی دلیل علی انه لو لم یفعل لا لوم علیہ وقال لا یقضی وان قضی لا یاس بہ کذا فی الجنازیۃ ومنہم من قال الخلاف فی انه لو قضی کان نقلاً مبدئاً او سنۃ کذا فی العناویۃ یعنی نقلاً عندہما سنۃ عندہ کما فی الکا فی اسمعیل - واللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ -** از سنہل مسئلہ حکیم کفایت اللہ صاحب ۹ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے فرض عشا تنہا ادا کیا اور تراویح جماعت سے اب وتر جماعت سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور اولیٰ کیا ہے مع ادلہ وجہ الکتب بیان فرمایا جاوے - بینی اللہ توجروا عند اللہ -

**الجواب**

جس نے فرض تنہا پڑھے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہوگا کما فی الغنیۃ وجامع الرموز و رد المحتار جس نے فرض کسی جماعت میں پڑھے ہوں اس کے باب میں بھی علما مختلف ہیں کہ وتر جماعت سے ادا کرنا اولیٰ ہے یا تنہا پڑھنا دونوں طرف ترجیحیں ہیں اور زیادہ رجحان اس طرف ہے کہ جماعت افضل ہے رجحان الامام ابن الہمام وصحیحہ العلامة الحلبی فی الغنیۃ وقال خیر الرملی علیہ عامۃ الناس الیوم - واللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ -** از سید پور ضلع بریلی مسئلہ حافظ کلن صاحب ۲۳ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ رمضان شریف میں دو حافظوں نے ایک مسجد میں قرآن عظیم اس ترتیب سے سنایا کہ ایک حافظ نے اول مثلاً دس تراویح میں ایک بارہ یا ڈیڑھ بارہ آٹھ سے سنایا اور پھر دوسرے حافظ نے آخر دس تراویح میں وہی بارہ ایک یا سوا یا ڈیڑھ آٹھ کا پڑھا یعنی ابتدا سے انتہا تک یہی طریقہ قرائت کا رکھا کہ جو کچھ پہلے حافظ نے پڑھا تھا وہی بارہ دوسرے حافظ نے پڑھا اور ایک ہی تاریخ پر مثلاً پچیس یا چھبیس تک دونوں نے ختم قرآن کریم فرمایا پس از روئے شرع مطہر کے یہ طریقہ قرآن شریف کے پڑھنے کا جائز ہے یا نہیں بینی ابالکتاب توجروا بغیر حساب -

**الجواب**

یہ طریقہ مکروہ ہے اور اگر ثابت ہو کہ بعض مقتدیوں پر گراں گزرنے کا باعث تھا (اور ضرور ہوگا) تو سخت ممنوع ہے کہ یوں دو ختم عاقبت سے زائد ہوں تو ایک امر زائد از سنت کے لیے مقتدیوں پر گراں کی گئی اور یہ ناجائز ہے وانما علل عدم ترک ختم بکسل القوم لانه سنۃ فضا زاد بترك لانه فتنۃ - واللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ -** از بینوی افریقہ سائل حاجی عبداللہ و حاجی یعقوب علی ۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ

رمضان المبارک میں میں نے نماز عشا جماعت سے ہمیں پڑھی ہے مسجد میں جاتے وقت جماعت عشا ہو گئے تھے اور نماز تراویح کے کھڑی تھی میں نے جلدی سے نماز عشا ادا کی اب تراویح کے جماعت میں شامل ہو کر نماز تراویح ادا کر سکتا ہوں یا نہیں یا اکیلے پڑھنا چاہیے -

**الجواب -** جس شخص نے نماز عشا تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے تنہا پڑھے ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا

جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وہ وتر بھی تنہا پڑھے۔ درمختار میں ہے مصلیہ وحدہ یصلیہا معہ اہل ای مصل الفرض وحدہ یصل التواذیم مع الامام ردالمحتار میں ہے اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از فیض آباد محلہ رکاب گنج مرسل فیاض حسین ٹھیکیدار پتھر ۲۳ رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ

حضور والا دست بخت سلام سنون کے بعد عرض ہے تابعدار بخیریت ہے خوشنودی مزاج اقدس درکار ازراہ شفقت مربیانہ معاف فرمایا جلال کہ آج سے پہلے عریضہ نہ لکھ سکا اور آج پھر جو موقع ملا ہے وہ خاص ضرورت سے براہ کرم شرع شریف کے مقدس قانون کے مطابق رائے صائب و حکم مناسب سے اطلاع بخشی جاوے میرے وطن اٹا وہ میں ایک بزرگ مفتی قوم میں سے ازراہ خیر و برکت ختم قرآن شریف کے دن بیشین رکعت میں الحمد تا مفلحون پڑھنے کے بعد چند آیات مختلف ماکان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ کے ساتھ تراویح ختم کرنے کے بابت فرمایا کرتے ہیں لیکن اس زمانے کی نئی روشنی اس کے خلاف ہے لہذا اس کے جواز کے متعلق جو آیات شریفہ کتب احادیث سے پائی جاویں ان سے اطلاع بخشی جاوے تاکہ مخالفین کو سمجھادی جاویں براہ کرم و شفقت مربیانہ بواپسی ڈاک جواب با صواب عریضہ ہذا سے شاد فرمایا جاوے کیونکہ اس کی یہاں فوری ضرورت ہے۔ فقط

**الجواب**

یہ صورت بلاشبہ جائز و مباح ہے سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پست آواز سے پڑھتے دیکھا اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت بلند آواز سے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ کچھ ایک سورت سے پڑھا اور کچھ دوسری سورت سے لیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی قد اسمعت من ناجیت یا رسول اللہ میں جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس پست آواز کو بھی سنتا ہے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ او قظ الوسمان واطر الشیطان یا رسول اللہ میں اس لیے اتنی آواز سے پڑھتا ہوں کہ اونگھنا جاگے اور شیطان بھاگے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کلام طیب یجمعه اللہ بعضہ الی بعض یا رسول اللہ قرآن مجید سب پاکیزہ کلام ہے کچھ یہاں سے اور کچھ وہاں سے میں ملا لیتا ہوں ارادہ الہیہ یہیں ہوتا ہے فرمایا کلکم قد اصاب تم تینوں نے ٹھیک بات کی درست کام کیا فتاویٰ خلاصہ میں ہے الانتقال من آية الی آية اخوی من سورة اخوی اذ آية من هذه السورة بینہما آیات مکروہ فی الفرائض اما فی النوافل لا یکرہ اہ ملقطا غنیہ شرح منیہ میں ہے قراءة آية من بین الايات کقراءة سورة من بین السور فکمالا یكون قراءة سورة متفرقة من اثناء القرآن مغیر اللتالیف والنظم لا یكون قراءة آية من کل سورة مغیرا له ردالمحتار میں ہے امام ضمہ آیات متفرقة فلا یکرہ ضمہ سور متفرقة بدلیل ما ذکرناہ من القراءة فی الصلاة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از دھا پور محلہ بند و قچیان ضلع بجنور ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ مسؤلہ اشہد یا۔

جناب فیض انتساب فضائل آب جناب مولانا صاحب زادہ فضلم عبد آداب گدازش ہے کہ شخص جو صوم و صلاۃ کا پابند ہے مگر تراویح قصداً

چھوڑ دیتا ہے اس کے واسطے وعید ہے یا نہیں اور بھی تحریر کریں کہ حضرت ابو بکر نے کیوں نہیں پڑھیں ان پر وعید ہے یا نہیں۔

### الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین عضو علیہما بالذواجن تم پر لازم ہے میری سنت کا اتباع اور خلفائے راشدین کی سنت کا اُسے دانتوں سے مضبوط پکڑو اور فرمایا اقتدوا باللان من بعدی ابی بکر و عمر ابو بکر و عمر کی پیروی کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین شب تراویح میں امامت فرما کر بخوت فرضیت ترک فرمادی تو اُس وقت تک وہ سنت مؤکدہ نہ ہوئی تھی جب امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے اجرا فرمایا اور عامرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس پر مجتمع ہوئے اُس وقت سے وہ سنت مؤکدہ ہوئی نہ فقط فعل امیر المؤمنین سے بلکہ ارشادات سید المرسلین سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب ان کا تارک ضرور تارک بسنت مؤکدہ ہے اور ترک کا عادی فاسق و عاصی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بنا اس رام نگر مرسلہ حافظ امام الدین صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۷ھ

جب احقر کا حافظہ ہو گیا تو لوگوں نے اسی سے پڑھوایا مسجد کے پیش امام صاحب نے بخوشی ضرور روپے احقر کو عنایت کیے جسے احقر نے اُسی وقت اپنے استاذ مکرم کی نذر کر دی میرے ایک مکتبی بھائی کی خواہش تھی کہ ان پانچ میں سے چندہ تبرک میں کچھ دوں مگر حضرت استاذی کی عنایت بمقابلہ تبرک قابل ترجیح معلوم ہوئی لہذا میں نے چندہ تبرک میں اس میں سے کچھ نہ دیا دوسرے سال معلوم ہوا کہ اب کے سال امام صاحب مقرر دیں گے پھر ننگیا کہ ضرور ہی دیں گے اس پر قوی خیال کی بنا پر سمجھا گیا کہ انھیں مکتبی بھائی صاحب کی بدولت پانچ کر دیا گیا ہے جن کی مغرض کے مطابق چندہ تبرک میں میں نے نہیں دیا تھا اس لیے میں نے ان سے شکایت کی کہ استاذ میرے بھی ہیں اور آپ کے بھی پھر آپ ان کی بھلائی کے بجائے ان کی نقصان رسانی کے درپے کیوں ہیں اس پر بات بڑھی اور امام صاحب مسجد کے کاؤں تک پہنچی اس کے بعد مجھے روپے کی گفتگو پر سخت افسوس ہوا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں میرا ثواب نہ زائل ہو جائے اس لیے میں نے باعلان کہا کہ صاحبو میں کوئی اجرت نہیں مقرر کرتا جس قدر ہاتھیں ہوئی ہیں بھائی صاحب سے بات بڑھ جانے کے سبب ہوئیں۔ پھر ختم کے دن امام صاحب نے سات ہی روپے دیے جنہیں لیتے وقت احقر کے دل کی عجب حالت تھی مگر بخیال نفع استاذ مکرم نے لیے اور اُسی وقت اُن کی خدمت میں پیش کر دیا۔ تاہم مجھے ہر وقت اس کا خطرہ رہتا ہے کہ گویم اپنے لیے نہیں لیتے پھر بھی لیتے ہیں لیکن اس خیال سے کہ اب استاذ مکرم کو بھروسہ رہتا ہوگا کہ اسے سات روپے ملیں گے اور یہ مجھے ملے گا اور پھر اس سے میرا فلاں فلاں کام چلے گا لینے سے انکار کرتے بھی نہیں جتنا۔ شینہ کیسا ہے جو ایک دن میں چند حفاظ مل کر ختم کرتے ہیں۔

### الجواب

مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ ایسے بندوں کو برکت دے جو قرآن عظیم پر اجرت لینے سے بچیں آپ صاف کہہ دیں کہ محض ادائے سنت و حصول ثواب کے لیے پڑھتا ہوں کوئی معاوضہ دہا ہوتا ہوں نہ ہوگا اس کے بعد امام یا جو مسلمان کچھ خدمت کریں وہ اجرت نہیں ہو سکتی اُس کا لینا حلال اور مستحکم دینا معاوضہ فتویٰ امام قاضی خاں میں ہے الصریح یفوق الدلالة تشبیہ کہ ایک یا چند حفاظ مل کر کرتے ہیں مکروہ ہے اکابر نے ایک ایک بات میں بروقت تم فرمایا ہے مگر وہ خاص اپنے لیے ذکر جماعت میں جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں خصوصاً اکثر بلکہ شاید کل وہی ہوں جو اسے بار

مجھیں اور ہر ماضی میں شریک رہیں حدیث صحیح میں ہے اذا ام احدکم فليخفف اور ارشاد فرمایا لا یسأم حتی تسأموا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - ازادریاضیغ انادہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ عبدالحی صاحب مدرسہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح کے ہر چار رکعت پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا چاہیے یا صرف تسبیح بلا ہاتھ اٹھائے پڑھے۔

**الجواب**

تسبیح میں ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت ہاں کوئی دعا مانگے تو ہاتھ اٹھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از کلتہ مانک تلہ حاجی زکریا لین علی مدرسہ شیخ روشن علی صاحب ۳۳ شوال ۱۳۳۳ھ

ایک شخص جو اپنے کو اہلسنت سے کہتا ہے ان کا قول ہے کہ نماز تراویح کے اندر دو چیز ہے ایک قرات قرآن مجید کا جو کہ فرض ہے اور دوسری تراویح سنت مؤکدہ جب نماز تراویح میں قرآن شریف پڑھا گیا تو دونوں مذکورہ بالا چیزوں سے ایک ادا ہوئی ایک باقی رہ گئی ہے یعنی تراویح سنت مؤکدہ کا ثواب تو حاصل ہوا مگر قرات کے ثواب سے محروم رہ گیا جو کہ فرض ہے اس لیے جماعت کے لوگ بعد نماز تراویح کے بیٹھ جائیں کسی سے قرآن شریف سن لیں تاکہ دونوں ثواب حاصل ہو جائیں کیا یہ قول زید کا صحیح ہے۔

**الجواب**

زید کا قول محض باطل اور دین میں بدعت پیدا کرنا ہے اور شریعت مطہرہ پر افتراء ہے تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ان میں ایک باختم دوسری سنت مؤکدہ ہے صرف ایک آیت کا پڑھنا ہر نماز میں ہر عین ہر وقت میں فرض ہے تمام قرآن مجید کی تلاوت خارج نماز خاص رمضان شریف میں فرض ہو چیل محض ہے جب تراویح پڑھیں اور ان میں قرآن عظیم پورا پڑھا سنا دونوں سنتیں ادا ہو گئیں دونوں کا ثواب بعونہ تعالیٰ مل گیا بعد تراویح بیٹھ کر پھر قرآن مجید پورا سنا فرض دکنارہ واجب نہ سنت مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ۔ اگر کوئی کرے تو ایک مستحب ہے جیسے اور اوقات میں تلاوت اور اسے فرض یا واجب یا مؤکد سمجھنا حرام و بدعت اور وہ قرآن کریم کہ تراویح میں پڑھا گیا اسے ناکافی سمجھنا سخت جالت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم رد المحتار میں ہے قراءۃ الختم فی صلاۃ التراويح سنۃ و صحیحۃ فی الخانیۃ وغیرہا وعزایہ فی الہدایۃ الی اکثر المشایخ و فی الکافی الی الجمهور و فی البرہان و هو المروی عن ابی حنیفۃ ذالمغول فی الاثار کافی و ہندیہ میں ہے السنۃ فی التراويح انما هو الختم مرة فلا یترک لکسل القوم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از قصبہ کاشی پور محلہ قاضی بلغ ضلع بنی مال مسئلہ جناب شیخ الشہنشاہ محمد وزیر خاں ۱۴ محرم ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کے اندر جو ایک سو چودہ سورتیں ہیں اگر حافظ قرآن تراویح میں ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں یا کیا نفع نقصان ہے ایک شخص یہاں پر ہر سورہ میں بسم اللہ شریف ظاہر کر کے پڑھتے ہیں تو ان پر اعتراض واجب ہے یا نہیں ان سے کہتے ہیں کہ آپ ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھتے ہیں ہم نے کسی حافظ اور عالم کو ظاہر کر کے بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

**الجواب**

نازیں بسم اللہ شریف آوانہ سے پڑھنا منع ہے صرف تراویح میں جب ختم کلام مجید کیا جائے سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک کسی ایک

سورہ ہر آواز سے پڑھ لی جائے کہ ختم پورا ہو ہر سورہ سے آواز سے پڑھنا منوع ہے اور مذہب حنفی کے خلاف گنگوہ وغیرہ کے بعض جاہلوں نے جو اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے حقاقت و جمالت ہے والتفصیل فی رسالتنا وصاف الوحی فی بسملۃ التلاویح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از دہرم پور ضلع بلند شہر پگنہ ڈبائی کوٹھی نواب صاحب مسؤل عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز تراویح حافظہ کے نہ ہونے سے سورہ الم ترکیف سے پڑھی جائیں میں رکعت لیکن اس طریق سے کہ ایک ایک رکعت میں ایک سورہ دوسری میں قل ہوا شد یہاں تک کہ بیس رکعت میں نو سورہ الم ترکیف سے اور گیارہ سورہ قل ہوا شد پڑھی جائیں مگر گیارہویں رکعت میں جبکہ سورہ اذا جاء پڑھی جائے اور بارہویں میں قل ہوا شد تو ایک سورہ تبت یح میں رہ جاتی ہے اور اسی طرح سے جب انیسویں رکعت میں قل ہوا شد اور بیسویں میں ناس تو فتن رہ جاتی ہے اس صورت میں کچھ کراہت ہے یا نہیں۔ بینوا تو جودا

### الجواب

یہ دونوں صورتیں وجہ کراہت ہوں گی کہ بیچ میں چھوٹی سورت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے یہ آسان ہے کہ دس رکعتوں میں سورہ فیل سے سورہ اس تک پڑھے پھر انہیں کا اعادہ کرے امامانی الدار المختار دلائلکہ فی النفل شی من ذلک فضع قطع النظر عما اور ادلیٰ ہذا الکلیۃ لم یثبت ان النفل ہذا یثمل السنۃ الملوکہ بل ہو مقابلا وقد قالہ فی الدار المختار قبیلہ وفی الحجۃ یقرأ فی الغرض بالترسل حرفا حرفا وفی التلاویح بین بین وفی النفل لیلالہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم اھ وفی الغنیۃ الا صحیح کراہۃ اطالۃ الثانیۃ بعد الاولیٰ فی النفل ایضا انما قالہ بالغرض فیما لم یرد بہ التخصیص من التوسعة کجوازہ قاعدۃ ابلعذر ونحوہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از مین پوری مسؤل حکیم محمد احمد صاحب علوی شب ۱۰ ر شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شبینہ پڑھنا یعنی ایک شب میں قرآن مجید ختم کرنا تراویح یا تہجد یا نفل میں جائز ہے یا نہیں اور شخص اس طرح ہر کہ نہایت صحت اور قواعد کے ساتھ صاف صاف پڑھتا ہے اس کی اقتدا میں اگر کچھ لوگ ذوق و شوق اور خلوص و ہمت سے داخل ہو کر شرکت کریں تو ان مقتدوں اور امام کی بابت کیا حکم ہے زید کہتا ہے کہ شبینہ مطلقاً ناجائز ہے اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ حرام ہے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں کبھی نہیں ہوا اور یہ جو بعض بزرگوں کی نسبت مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے ایک رات میں اتنے اتنے ختم کیے بالخصوص حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت وہ محض خصوصیات ہیں ان کا یہ فعل ہمارے لیے حجت نہیں ہے بلکہ کہتا ہے کہ نفس شبینہ جائز اور مباح ہے بلکہ بزرگان دین کا معمول ہے یہ اور بات ہے کہ اگر نہایت شرع اس میں شامل ہوں یا لوگ اس کو اچھی طرح نہ سنیں بلکہ اس وقت بیٹھے باتیں کریں یا حقہ اور چائے پینے میں مشغول رہیں یا قرآن مجید ایسا غلط اور جلد جلد پڑھا جائے کہ سمجھ میں نہ آئے تو بیشک ایسی صورت ناجائز ہوگی بلکہ ایسی صورت اگر تراویح میں واقع ہو تو تراویح کے لیے کیا حکم نہ ہوگا کیا نفس تراویح ان عوارض کی وجہ سے ناجائز ٹھہرے گی زید کہتا ہے شبینہ پڑھنے والے اور سننے والے کو مانع نہ ہوگا ناچاہیے اس سال رمضان مبارک ۱۳۳۷ھ میں ہم چند مسلمان مین پوری نے اپنے اپنے ذوق و شوق سے چند حافظہ بولنے جو نہایت عمدہ اور صاف پڑھنے والے تھے سب نے مل کر نفل نماز میں تائیسویں شب کو ایک قرآن مجید ختم کیا جس میں نہ نہایت شرعی تھے نہ کسی پر بار ہوا سب نے نہایت مستعدی اور سکون سے سنا اس پر زید کو بہت غصہ آیا زید امام جامع مسجد ہے انھوں نے بالا اعلان ہم سب



مسلمانوں پر اسی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب مہلے پر کھڑے ہو کر ماں بہن کی گالیاں دیں اور کہا شیعینہ سننا اور دہاں جانا سب گناہ ہے کوئی شیعینہ کو جا کر ثابت کر دکھائے تو پچاس روپیہ دوں گا ایسے شخص کی نسبت جو اس قسم کے سبب شتم مسلمانوں کو دے بازاری اور خوش گھٹاؤں کے زباں زد رہتے ہوں اور اسل فوں کو جو اس کے مقتدی نہیں ماں بہن کی گالیاں دے چنانچہ اس بنا پر وہ کل مقتدی اُس سے ناخوش ہوں اسکی امامت کا کیا حکم ہے - بیذوا توجروا

## الجواب

فقیرہ شیعان سے بوجہ عداوت رمضان شریف کے لئے اور شدت گراں گزرنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے ہجور اپنی کتب سے دور لٹا دیا وہ شرح و بسط سے معذور مگر حکم مسئلہ بفضلہ تعالیٰ واضح و میسر شیعینہ فی نفسہ قطعاً جائز و روا ہے اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے اُسے حرام کتا شریف پر اقرار ہے امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیس برس کامل ہر رات ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے رد المحتار میں ہے قال الحافظ الذہبی قد تواتر قیامہ باللیل و تہجدہ و تعبداہ ای ومن ثم کان یسعی بالولم لکثرة قیامہ باللیل بل احیاء بقراءۃ القرآن فی رکعة ثلاثین سنتہ بلا دلیل شرعی کسی حکم کو بعض عباد سے خاص مان لینا جواز ہے اور یہ کتا کہ اُن کا یہ فعل ہمارے لیے حجت نہیں ادب کے خلاف محض لاف ہے اُن کا فعل حجت نہ ہوگا تو کیا زید و عمر کا ہوگا جو اسراف الفتاویٰ امام کرمانی پھر فتاویٰ علیگیریہ میں ہے انما یتمسک بافعال اہل الدین علمائے کرام نے فرمایا ہے سلف صالحین میں بعض ایک بار دن رات میں دو ختم فرماتے بعض چار بعض آٹھ میزان الشریعہ امام عبد الوہاب شہرانی میں کہ سیدی علی صوفی قدس سرہ نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرماتے آثار میں ہے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور دہن پاؤں رکاب تک نہ پہنچتا کہ کلام شریف ختم ہو جاتا بلکہ خود حدیث میں ارشاد ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنے گھوڑے پر کھڑے ہو کر قرآن کو فرماتے اور اتنی دیر سے کم میں زہرا تو راۃ مقدس ختم فرما لینے تو راۃ شریف قرآن عظیم سے مجھ میں کئی حصے زائد ہے والحدیث رداء احمد والبخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال خفف علی داود القرآن فکان یامر بدوا بہ فلتسوج فیقرأ القرآن من قبل ان تسجد دوا بہ یہ سب روایات اور ان سے زائد ہماری کتاب الفیوض المملکیۃ لمحب الدولۃ المملکیۃ میں ہیں ان افعال کریمہ کو حجت نہ ماننا کیسی گستاخی ہے جاہل وہ کہ اسوت اور حجت میں فرق نہ جانے ہم ان میں اقتدار نہیں مگر وہ حجت شرعیہ ضرور ہیں کہ فی نفسہ یہ فعل حسن ہے کراہت یا مانعت اگر آئے گی تو عواض سے اور وہ یہاں پانچ ہیں اول عدم تفقہ یعنی جلدی کی وجہ سے معافی قرآن کریم میں تفکر و تدبر نہ ہو سکے گا اصل وجہ منصوص فی الحدیث ہی ہے سنن دارمی والبی داؤد و ترمذی وابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے لم یفقه من قرأ القرآن فی اقل من ثلاث جس نے تین رات سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اُس نے سمجھ کر نہ پڑھایا وجہ صرف نفی افضلیت کرنی ہے جس سے کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی ولما علم لکیری میں کراہت شیعینہ کے قول کو بصیغہ ضعف و مرجوحیت نقل کیا حدیث قال افضل القراءۃ ان یتدبرو فی معناه حتی یقول بیکرہ ان یختمہ القرآن فی یوم واحد اقول پھر یہ بھی ان کے لیے ہے جو تفکر معانی کریں یہاں کے عام لوگ کہ کتا ہی دیر میں پڑھیں تفکر سے محروم ہیں اُن کے لیے دیر بے سود ہے اور وہ مقصود لذاتہ نہیں بلکہ اسی لیے مقصود ہے اُن کے لیے معتدل جلدی ہی کا افضل ہونا چاہیے کہ جس قدر

جلد پڑھیں گے قراءت نائید ہوگی اور قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں سو کی جگہ پانچ سو حرف پڑھے تو ہزار کی جگہ پانچ ہزار نیکیاں  
 ملیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قرأ حرفاً من کتاب اللہ فلہ حسنة والحسنة بعشرا مثلاً ہالا اول الہ حروف الہت  
 حروف وکلام حرف ومیہ حروف جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اُس کے لیے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکیاں میں نہیں فرماتا کہ  
 الہ ایک حرف ہے بلکہ الہ ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میہ ایک حرف ہے رواہ الدادہی والتومذی وصحیحہ عن ابن  
 مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہر ثواب فہم پر موقوف نہیں امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رب عز وجل کو خواب میں دیکھا عرض کیا اے  
 میرے رب کیا چیز تیرے بندوں کو تیرے عذاب سے نجات دینے والی ہے فرمایا میری کتاب عرض کی اے رب بفہمہم وبغیر فہم  
 اے میرے رب سمجھ کر یا بے سمجھ بھی فرمایا بفہمہم وبغیر فہم کچھ کر اور بے سمجھے ووم کسل۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ  
 لا یسألم حتی تسأموا بیشک اللہ عز وجل ثواب دینے میں کمی نہیں فرماتا جب تک **وَأَنْتَ أَقُولُ** یہ درجہ عام عوام کو عام ہے اور احکام  
 فقہیہ میں غالب ہی کا اعتبار ہوتا ہے کما بینا فی رسالتنا کشف الدین علی حکم مجاورۃ الحومین ورسالتنا جمل النور فی  
 غی الشفاء عن زیادۃ القیود مگر اس وجہ کا مفاد صرف کراہت تنزیہی ہے علمائے تصریح فرمائی کہ کسل قوم کے سبب تراویح میں ختم قرآن  
 نہ چھوڑیں تنزیہ الا بصار ودر مختار میں ہے الختم مروتہ سنتہ ولا یترک لکسل القوم اگر کراہت تحریم ہوتی اُس سے احتراز از حرار سنت پر  
 مقدم رہتا اور کراہت تنزیہی جواز و اباحت رکھتا ہے ذکر گناہ و جرمت کما حققنا فی رسالتنا جمل مجلیہ ان المکر وہ تنزیہ الیس  
 بمعصیہ سوم ہر گناہ گناہ کا ثناء۔ در مختار میں ہے یا قی الامام والقوم بالشفاء ویزید علی الشہد (بان یا قی بالدعوات بحجہ ش)  
 الان یل القوم فیاتی بالصلوٰت ویترک الدعوات ویجتنب المنکرات کھذ رمتہ القاءۃ وتروک تعوذ و تسمیۃ وطمانینۃ  
 وتسلیم واستراحتۃ بعض لوگ ایسا جلد پڑھتے ہیں علیمہ یا حکیم یعقلون تعلمون غرض لفظ ختم آیت کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ نفس منہ کا  
 مافی اور بدعت شیعہ اور اسادت ہے چہارم ترک واجبات قراءۃ مثل بدصل یہ صورت گناہ و مکروہ تحریمی ہے پیچم امتیاز حروف متشابہ مثل  
 ث س ص ت ط ز و ط وغیرہ نہ رہنا۔ یہ خود حرام و مفسد نماز ہے مگر ہندوستان کی جانتوں کا کیا علاج حفاظ و علم کو دیکھا ہے کہ تراویح  
 درکنار فرض میں بھی اس کی رعایت نہیں کرتے نمازیں مفت برباد جاتی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بشیئہ مذکورہ سوال کہ ان عوارض  
 سے خالی تھا اُس کے جوازیں کوئی شبہ نہیں مگر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ جماعت نفل میں تداعی نہ ہوتی ہو کہ مکروہ ہے بسلمانوں کو بخش گالیاں دینا  
 خصوصاً ماں بہن کی خصوصاً مسجد میں سخت فسق ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا  
 الفاحش ولا البذی مسلمان نہیں ہوتا بہت طعنہ کرنے والا بہت لعنت کرنے والا نہ بے حیا فحش گو رواہ احمد والبخاری فی الادب  
 المفرد والتومذی وحسنہ وابن حبان والحا کہ فی صحیحہ جیمہما عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خصوصاً جو اس کا عادی ہے اُس کے  
 سخت فاسق معلن ہونے میں کلام نہیں اُسے امام بنا نا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب  
 فتاویٰ مجہ و غنیہ میں ہے لو حقنوا فاسقا یا ثنوں تبیین الحقائق امام زلیعی میں ہے لان فی تقدیمہ تعلیمہ وقد وجب علیہم  
 اہانتہ شرعاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از گھوسی ضلع اعظم گڑھ محلہ کریم الدین پور مرسلہ جامع فنون عقلیہ و نقلیہ فقیہ ملت مولانا حکیم محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف بہار شریعت ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

حضور والا برکت دامت برکاتہم بعد سلام و نیاز غلامانہ معروض حافظ نے تراویح میں فاتحہ اور سورہ توبہ کے درمیان اعوذ باللہ پڑھنا دس شر الکفار الخ بالجہر قصد کیا پڑھا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں اور ہوئی تو کیسی اگر نماز واجب الاعادة ہو تو ان دونوں رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا ختم کے پورا ہونے میں اس کا اعادہ بھی ضرور ہے یا کیا۔

### الجواب

سورہ توبہ شریف کے آغاز پر بجائے تسمیہ یہ تعوذ محدثات عوام سے ہے شرع میں اس کی اصل نہیں خیر یہ دن نماز اس میں حرج نہ تھا رہی نماز اگر سورہ فاتحہ کے بعد یہی سورہ توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وہ اعوذ بڈھی تو نماز مکہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی کہ واجب ضم سورہ بوجہ فصل بالا جنبی ترک ہوا مگر اعادہ تراویح سے اعادہ قرآن عظیم لازم نہیں یہ جب تھا کہ تراویح باطل ہو جاتی اور اگر فاتحہ کے بعد کچھ آیات انفال پڑھ کر توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وہ تعوذ پڑھا تو اگرچہ کراہت تحریم و وجوب اعادہ نہیں مگر جماعت تراویح میں مثل جماعت فرائض و واجبات یہ فعل مکروہ و خلاف سنت ضرور ہے اور اس کا جہر سے پڑھنا اور زیادہ نادانی و قلت شعور ہے ان دو رکعتوں کا اعادہ اولیٰ ہے قرآن عظیم کے اعادہ کی اصلاح حاجت نہیں درمختار میں ہے الامام لا یشغل بغیر القرآن و ما ورد حمل علی النقل منفی دارو المختار و حلیہ میں ہے اما الامام فی الفرائض فلما ذکرنا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یفعلہ فیہا و کذا الاثمتہ من بعدہ الی یومنا ہذا افکان من المحدثات ولانہ تنقل علی القوم فیکرہ و اما فی التطوع فان کان فی التواضع فکذلک الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از جانشہر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی نماز تراویح میں قرآن شریف کے سننے سے ذکر و تلاوت باسرا و آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سنا اچھا ہے آیا یہ شخص غلطی پر ہے یا نہیں جو الکتب تحریر کریں۔

### الجواب

اگرچہ قرآن عظیم و تہلیل و تسمیہ و ذکر شریف حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب ذکر الہی ہیں کریمہ و رفعتا لک ذکر الہی کی تفسیر میں حدیث قدسی سے ہے جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرت فقد ذکرت یعنی رب العزت عز و علا اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا مگر قرآن عظیم عظیم طرق اذکار الہیہ ہے حدیث قدسی میں ہے یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رب عز وجل فرماتا ہے من شغلہ القرآن عن ذکری و مسألتي اعطیتہ فضل مسا اعطیت السائلین و فضل کلام اللہ علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ جسے قرآن عظیم میرے ذکر و دعا سے روکے یعنی بیک ذکر و دعا قرآن عظیم ہی میں مشغول رہے اسے مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں اور کلام اللہ کا فضل سب کلاموں پر ایسا ہے جیسا اللہ عز وجل کا فضل اپنی مخلوق پر رواۃ الترمذی و حسنہ خصوصاً تراویح کا ایک ختم کہ سنت جلیلہ ہے اور مجلس میلاد مبارک علی مستحبات اور سنت

مستحب سے ملاشبہ افضل ہاں اگر کسی شخص کے لیے کوئی عارض خاص پیدا ہو تو ممکن کہ ذکر شریف سننا اس کے حق میں قرآن مجید سننے بلکہ اصل تراویح سے بھی اہم و اگلد ہو جائے مثلاً اس کے قلب میں عدو رحیم نے معاذ اللہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ وسوسے ڈالے اور ایک عالم دین مجلس مبارک میں ذکر اقدس فرما رہا ہے اس کا سننا اس وسوسے کو دور کرے گا اور دل میں معاذ اللہ معاذ اللہ ان کے ہم جانے کا احتمال ہے تو قطعاً اس پر لازم ہوگا کہ ذکر شریف میں حاضر ہو کر محبت و تعظیم حبیب کریم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسبیح عمل کا رومدار ایمان ہے معاذ اللہ یہ نہ ہو تو پھر نہ قرآن مفید نہ تراویح نافع نسأل اللہ العفو والعافیۃ

**مسئلہ** - از ہنگامہ ضلع چانگام تھانہ راؤ جان موضع پھر امسلہ مولوی ہمدی صاحب ۱۲ شوال ۱۳۲۱ھ

چومی فرامند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ درماہ رمضان المبارک جماعت و ترمذ نمودن و ہر روزانہ جماعت موجودہ بیرون رفتن شرعاً جائز است یا نہ و تارک جماعت و ترمذ فاسق و فاجر وغیراں خواندہ شود یا نہ حسب شرع شریف چہ حکم است۔ بلیوا توجروا

**الجواب**

جماعت و ترمذ واجب است نہ نوکد در ترک او میج بڑہ کاری نیست بلکہ اختلاف درست کہ افضل جماعت است یا و ترمذ گزاردن فی الدار المختارہل کا فضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیح جان الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از موضع نور و موڈا کخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مسلولہ سید صفدر علی صاحب ۲۳ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ کچھ قید ہے کہ نماز و ترکی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ اخلاص ہی ختم ہونے سے ہوئی ہوئی

**الجواب**

کوئی قید نہیں اختیار ہے جو سورہ چاہے پڑھے یا چھوٹی آیتیں یا بڑی ایک آیت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ نظر الاسلام بریلی ۹ صفر ۱۳۲۱ھ

وتروں میں مشابہ سے دعائے قنوت بھول جانے پر کیا پڑھنا چاہیے اور ایسی حالت میں سجدہ ہو کر یا ہوگا یا نہیں =

**الجواب**

ہر دعا پڑھنے سے واجب قنوت ساقط ہو جاتا ہے ہاں اگر بالکل کوئی دعا بھول کر نہ پڑھی تو سجدہ ہو کر سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از شہر مراد آباد محلہ مغلیہ حصہ اول مدرسہ مولانا مولوی سید اولاد علی صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ و تروں کے مسنون کو اپنے فوت شدہ رکعت میں قنوت پڑھنی چاہیے یا نہیں۔

**الجواب**

مسنون کی اگر و ترکی تینوں رکعتیں فوت ہوئیں اخیر میں قنوت پڑھے اور اگر ایک رکعت بھی ملی ہے اگرچہ تیسری کے رکوع ہی میں

شامل ہوا ہو تو باقی نماز میں قنوت نہ پڑھے گا در مختار میں ہے المسنون یقت مع امامہ فقط ویصید مددگاہا و لا رکوع

الثالثۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** مسئلہ شوکت علی صاحب ۱۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد اٹھ وقل کے تکبیر کہہ کر دعائے قنوت کے بدلے میں ۳ بار قل ہو اللہ شریف پڑھ لیتا ہے اور دعائے قنوت اُس کو نہیں آتی ہے پس اُس کی نماز وتر کی صحیح ہوتی ہے یا نہیں اور اگر وہ ہر روز سجدہ سہو کر لیا کرے تو نماز وتر اُس کی صحیح ہو جایا کرے گی۔ بینوا توجروا

**الجواب**

نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں نہ یہ سجدہ سہو کا محل کہ سہو کوئی واجب ترک نہ ہو دعائے قنوت اگر یاد نہیں یا ذکر ناچاہیے کہ خاص اُس کا پڑھنا سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو اللھم ربنا اتقنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار پڑھ لیا کرے یہ بھی یاد نہ ہو تو اللھم اغفر لی تین بار کہہ لیا کرے یہ بھی نہ آئے تو صرف یا رب یتیم بار کہہ لے واجب ادا ہو جائے گا رہا یہ کہ قل ہو اللہ شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہوا کہ نہیں اُتنے دنوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ ادا ہو گیا کہ وہ ثنا ہے اور ہر ثنا دعائے بل قال العلامة القاری وغیرہ من العلماء کل دعاء ذکر و کل ذکر دعاء وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الدعاء الحمد للہ رواہ الترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم وصحیحہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہذا ولیچسر واللہ تعالیٰ اعلم۔

## اجتناب العصال عن فتاوی الجہال

**مسئلہ -** از شہد من علماء اری برنگیز رسالہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابی نے اول چند رسائل عقائد و دہابیت و گستاخی شان معظمان دین پریشیل طبع کیے جس پر علمائے مبنی وغیرہ نے ۱۳۱۳ھ میں اُس کی دہابیت پر فتویٰ دیا اُس نے باصرہ جماعت اہلسنت مجبور ہو کر اپنے تحفظ کے لیے ربیع الاول ۱۳۱۴ھ میں اُس وقت ایک پرچہ باظہار توبہ چھاپ کر شائع کر دیا جب اہلسنت اُس کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو اُس نے اپنے اُسی زمانہ ثواب دہابیت کی تحریرات سے ایک تحریر حال کی بتا کر ظاہر کی جس کا تاریخی نام ”ضروری سوال“ لکھا ہے جس سے وہی ۱۳۱۴ھ پیدا ہے اگرچہ آخر میں ۱۳۱۵ھ لکھ دیا ہے اس تحریر پر وہ طالب مباحثہ ہے اور چند شرائط بحث لکھے ہیں وہ تحریر خاص اُس کے قلم کی لکھی ہوئی مع توبہ نامہ و شرائط مباحثہ حضرات علمائے اہلسنت کے ملاحظہ میں حاضر کر کے چند امور کا استفسار ہے (۱) اس تحریر میں جو حکم اُس نے قرار دیا کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ و فساد و غلبہ کفار جائز و باقی وغیرہ منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثل طاعون و وبا وغیرہ کے وقت

جائز نہیں یہ حکم تفصیل ہمارے الہ کا ہے یا اُس کا اپنا اختراع ہے (۲) طاعون یا وبا کے لیے قنوت ماننے کو کذب و بہتان بتانا علمائے کرام و فقہائے اعلام کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں (۳) اس تحریر کے مضامین والفاظ و طرز بیان و املا و انشا سے اس شخص کا بے علم و جاہل و منصب فتویٰ کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں (۴) اگر ظاہر ہے تو نااہل کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام اور اُس کے کسی فتوے پر عوام کو اعتماد چاہیے یا نہیں (۵) اُس نے اس تحریر میں جو سندیں تقریریں لکھی ہیں اگر اُن سے اُس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اُنکی جمالت و بے علمی سے ہے یا کہیں بددیانتی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے (۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح و درست بتائے وہ جاہل و نادانم ہے یا نہیں (۷) شرائط و باحشہ جو اُس نے لکھے ہیں وہ اُس کے اگلے اشتهار تو یہ کے خلاف ہیں یا نہیں اور اُسے اُس کی قدیم دہائیت کی بوسیدہ ہوتی ہے یا نہیں - بیدنوا توجروا

## الجواب

اللهم لك الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض خلاف تحقیق ہے ہمارے الہ کرام کی تصریحات کتب متون دیکھیے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں وقت غلبہ کفار کا بھی کہیں استثناء نہیں اور اگر تحقیقات جمہور شافعیین کلام پر نظر ڈالیے تو مطلقاً نازلہ کے لیے قنوت لکھے ہیں خاص فتنہ و غلبہ کفار کی ہرگز قید نہیں لگائے غنیہ شرح منیہ میں ہے قال الحافظ ابو جعفر الطحاوی انما لا یقنن عندنا فی صلاة الفجر من غیر بلیۃ فاذا وقعت فتنۃ اوبلیۃ فلا یاس بہ یعنی امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا نماز فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہوتا اُس وقت ہے کہ کوئی بلا و مصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نماز صبح میں قنوت پڑھنا مضائقہ نہیں شرح نقایہ برجندی میں ہے فی الملتقط قال الطحاوی فذا کو نحوہ یعنی امام ناصر الدین محمد طرغندی نے ملقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا بحر الرائق میں ہے و فی شرح النقایۃ معزوا الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنن الاکامام یعنی علامہ غسانی نے شرح نقایہ میں بوالہ غایۃ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (معاذ اللہ) کوئی سختی آئے تو امام قنوت پڑھے نحو الخاقانی میں ہے کنانی شرح الشیخ اسمعیل لکنہ عزاء الی غایۃ البیان ولما جرد المسأله فیہا فعلہ اشتبہ علیہ سغایۃ السروجی لغایۃ البیان لکنہ نقل عن البنایۃ ما نصہ اذا وقعت نازلۃ قنن الاکامام فی الصلاة الجهریۃ وقال الطحاوی لا یقنن عندنا فی صلاة الفجر من غیر بلیۃ اما اذا وقعت فلا یاس بہ اہ یعنی اسی طرح پیرسلہ شرح شیخ اسمعیل للدرر والغفرین میں ہے انھوں نے اُسے غایۃ البیان علامہ اتقانی کی طرف نسبت کیا مگر مجھے غایۃ البیان میں نہ ملا شاید غایۃ سروجی سے اشتباہ ہوا اور انھیں نے غایۃ امام عینی سے نقل کیا کہ جب کوئی سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طحاوی کا وہی ارشاد ذکر فرمایا اُسی میں ہے قولہ ولہما انہ منسوخ قال العلامة تلوح آفندی هذا علی اطلاقہ مسلم فی غیر النوازل واما عند النوازل فی القنوت فی الفجر فینبغی ان یتابعہ عند الكل لان القنوت فیہا عند النوازل لیس بمنسوخ علی ما ہوا التحقیق کما مر الخ یعنی علامہ نوح آفندی نے فرمایا جب حنفی کسی شافعی کے پیچھے نماز فجر پڑھے تو بغیر کسی نازلہ کے قنوت میں اُس کا اتباع نہ کرے کہ وہ ہمارے نزدیک منسوخ ہے اور بلاؤں کے وقت صبح میں ہمارے سب اماموں کے طور پر مقتدی کو اتباع امام قنوت پڑھنا چاہیے کہ تحقیق یہی ہے کہ تحقیق کے وقت نماز صبح میں قنوت منسوخ نہیں اشتباہ و الظائر میں ہے فی

فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت النازلة مستمرة لم تنسخ یعنی فتح القدیر میں ہے کہ دفع سختی کے لیے قنوت پڑھنے کی شرعاً اجازت برابر چلی آئی ہے منسوخ نہ ہوئی اُسی میں ہے ذکر فی السراج الوہاج قال الطحاوی الخ سراج الوہاج میں امام طحاوی کا وہ ارشاد ذکر کیا کہ کوئی بلا اسے تو قنوت فجر میں حرج نہیں مرقی الفلاح شرح نور الایضاح میں غایہ مسروچی کا کلام نقل کر کے مثل علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ فرمایا فتکون مشروعیۃ مستمرة وهو محمل قنوت من قننت من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعد وفاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو مذہبنا وعلیہ الجمهور وقال الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ الخ یعنی سختیوں کے وقت قنوت کا مشروع ہونا باقی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بعد وفات اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو قنوت پڑھی اُس کا موقع یہی ہے یعنی سختی کے وقت پڑھتے تھے ہمارا اور جمہور ائمہ کا یہی مذہب ہے امام طحاوی فرماتے ہیں کوئی فتنہ یا بلا ہو تو قنوت میں مضائقہ نہیں حاشیہ مرقی السید الطحاوی میں ہے قولہ وهو محمل الخ ای حصول نازلة قولہ وهو مذہبنا ای القنوت لمحادثة ومخارم میں ہے لایقنت لغیرہ الا لنازلة یعنی وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے مگر کسی سختی کے لیے فتح اللہ العین حاشیہ کنز للعلامہ السید ابی السعود الازہری میں امام طحاوی کا ارشاد مذکور کہ کسی بلا کے وقت قنوت فجر میں حرج نہیں نقل کر کے فرمایا وظاہرہ انہ لو قننت فی الفجر لبلیۃ انہ یقننت قبل النکوع حموی یعنی علامہ سید احمد حموی نے فرمایا امام طحاوی کے اس ارشاد سے ظاہر یہ ہے کہ اگر کسی بلکہ سبب نماز فجر میں قنوت پڑھے تو رکوع سے پہلے پڑھے طحاوی حاشیہ در میں ہے قال العلامة نوح بعد کلام قد فعلی هذا لایکون القنوت فی صلاة الفجر عند وقوع النوازل منسوخا بل یکون امرا مستمرا ثابتا ویدل علیہ قنوت من قننت من الصحابة بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیکون المراد بالشیخ شیخ عموم الحکم لا شیخ نفس الحکم قال فی المنقذ قال الطحاوی الخ (ثم قال) قال بعض الفضلاء هو مذہبنا وعلیہ الجمهور یعنی علامہ نوح نے ایک کلام ذکر کر کے فرمایا تو اس تقدیر پر بلائیں اُترتے وقت نماز فجر میں قنوت منسوخ نہ ہوگی بلکہ باقی و ثابت ہوگی اور اس کی دلیل صحابہ کا بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قنوت پڑھنا ہے تو ہمارے علماء جو قنوت فجر کو منسوخ بتاتے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ سختی وغیر سختی ہر صورت میں قنوت کا عموم منسوخ ہو گیا نہ یہ کہ قنوت رہا ہی نہیں ملے قنوت میں ہے امام طحاوی نے فرمایا کوئی فتنہ یا بلا ہو تو فجر میں قنوت پڑھ سکتے ہیں بعض علمائے فرمایا یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے رد المحتار میں عبارات بحر و شربلہ فی شرح شیخ اسمعیل ونبایہ و اشباہ وغایہ وغنیہ ذکر کر کے فرمایا قنوت النازلة عندنا مختص بصلاة الفجر سختی کے لیے قنوت ہمارے نزدیک نماز فجر سے خاص ہے مرقاة شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے قال الخطابی فیہ دلیل علی جواز القنوت فی غیر الوقت قلت لکن یقید بما اذا نزلت نازلة وحیث من اختلاف فیہ یعنی نماز فرض میں قنوت خاص اُس صورت میں ہے جب کوئی سختی اُترے اُس وقت اُس میں خلاف نہیں کلام یہاں سلسلہ قنوت نوازل اور اس کے اجماعی یا خلافی ہونے کے بحث میں نہیں وقد تقدم عن الشربلہ والحبلی ونوح افندی والطحاوی بنیۃ الی الجمهور المشعرة بحصول خلاف وافاد الامام ابن الہمام فی الفتح وتبعہ الحبلی فی الغنیۃ ان قنوت النوازل امر مجتہد فیہ و ذکر کلام النظرین کلام اس میں ہے کہ **اولا** ان سب عبارات میں نازلہ بلیۃ حادثہ سب لفظ مطلق ہیں کسی میں خاص فتنہ یا غلبہ کفار کی تخصیص نہیں نازلہ ہر سختی نازلہ کہہ سکتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہوا اشباہ میں ہے قال فی المصباح النازلة المصیبة الشدیدة تنزل بالناس انتھی د فی القاموس النازلة الشدیدة انتھی د فی الصحاح النازلة الشدیدة من شدائد الدہر تنزل بالناس انتھی خود صنعت ضروری سوال کا قریب



کہ عند النازلة کی قید سے ہر سختی سمجھی جاتی ہے یا انہم بر خلاف اطلاقات علما اپنی طرف سے خاص فتہ و فساد و غلبہ کفار کی قید لگانا اور کہنا کہ ہر ایک نازلہ نہیں کلام علما میں تصرف بجا ہے ثانیاً میں اطلاق سے احتجاج کرتا ہوں کلمات علما میں صاف تقسیم موجود ہے عامہ عبارت مذکورہ دیکھیے لفظ نازلة یا ہلیۃ مکرہ موضع شرط میں واقع ہوا کہ اگر کوئی سختی یا کسی قسم کی بلا آئے تو نماز میں قنوت پڑھے یہ صریحہ ہر نصبت ناس کو عام ہے لہذا انصوا ان النکرة فی حین الشرط تعم تزیید کا ان کے معنی میں وہ حکم لگا دینا کلمات علما کا بگاڑنا بدنام ہے ثالثاً ابن جبران نے اپنی صحیح بالتقاسیم والا نواع میں بطریق ابراہیم بن سعد عن الزہری عن سعید و ابی مسلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقنت فی الصبح الا ان یدعو لقوم او علی قوم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے ان کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان کی دعا فرماتے۔ فتح القدیر وغیرہ و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا و ہوسند صحیح یہ سند صحیح ہے خطیب بغدادی نے کتاب القنوت میں بطریق محمد بن عبد اللہ الانصاری ثنا سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یقنت الا اذا دعا القوم او دعا علی قوم بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے یا کسی قوم پر دعا فرمائی ہوتی کتب ثلاثہ مذکورہ میں ہے ہذا سند صحیح قالہ صاحب تنقیح التحقيق یہ سند صحیح ہے صاحب تنقیح التحقيق نے اس کی تصریح کی امام بیہقی نسب لاریں یہ دونوں حدیثیں ذکر کر کے فرماتے ہیں قال صاحب التقیح وسند ہذین الحدیثین صحیح و ہما نص فی ان القنوت مختص بالنازلة یعنی صاحب تنقیح نے کہا ان دونوں حدیثوں کی سند صحیح ہے اور ان میں صاف تصریح ہے کہ قنوت وقت ہیبت کے ساتھ خاص ہے یہ دونوں حدیثیں بھی مطلق ہیں ان میں کوئی تخصیص فتہ و غلبہ کفار کی نہیں اور شک نہیں کہ مثلاً رفع طاعون و دفع و بازال قحط کے لیے دعا بھی دعا القوم کے اطلاق میں داخل کہ یہ بھی مسلمانوں کے لیے دعائے نفع ہے تو صحیح حدیثوں سے اس کا جواز ثابت ہوا خان اعظمی بحمل المطلق علی المقید قلنا لیس ہذا محمل فان ذکر واقعۃ عین ما خلۃ فی اجمال بیان لا یحصی فیہا عند احد علی انہ انما ہو مسلک الشافعیۃ وانت تظہر من نفسک الاعتماد علی مذهب الحنفیۃ وقد انبأت فی غضون کلامک انک ہذا بصمد ثابت مذهبہم و صرح فی آخر الرسالة انہا علی اصول مذهب امامنا الاعظم ابی حنیفۃ النعمان رضی عنہ وعن مقلد بہم اہم بلفظک مع ان الصیح فی المسئلۃ الاصولۃ قولنا فقد اقام ائمتنا علیہا براہین لا قیل لاحد بما فیہم التزام ولا یبقی لاحد مجال کلام راجعاً مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے قال ابن حجر اخذ منہ الشافعی انہ یسن القنوت فی اخیرۃ سائر المکتوبات للنازلة التي تنزل بالمسلمین عامۃ کو باء قحط و طاعون او خاصۃ بعضہم کا سبب العالم او الشجاع معن قدی نفعہ مقول الطحاوی لم یقل یہ فیہا غیر الشافعی غلط منہ بل قنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المغرب بصقین اہ و سببہ ہذا القول الی الطحاوی علی ہذا المنوال غلط اذا طبق علماءنا علی جواز القنوت عند النازلة اسی میں ہے قال الامام النووی القنوت مسنون فی صلاۃ الصبح دائماً و اما فی غیرہا ففیہ ثلاثۃ اقوال والصحیح المشہور انہ اذا نزلت نازلة کعدا و قحط او باء و عطش او ضرر ظاہر فی المسلمین و نحو ذلک قنوتوا فی جمیع الصلوات المکتوبۃ والا فلا ذکرہ الطیبی و فیہ ان مسنونۃ فی الصبح غیر مستفادۃ من ہذا الحدیث و یکو مولف علی قاری نے امام ابن حجر کی سے تصریح صریح نقل فرمائی کہ جس

نازلہ کے لیے قنوت پڑھی جاتی ہے وہ باوقط و طاعون وغیرہا سب کو شامل ہے اور امام طہیسی سے انھوں نے امام اجل ابو زکریا نووی سے نقل کیا کہ نازلہ میں قحط و باد و تشنگی وغیرہا سب داخل ہیں اور ان اقوال کو مسلم و مقرر رکھا اور بعض بیان کہ خلاف مذہب سمجھے اُن پر اعتراض کر دیا اسے برقرار رکھا بلکہ نازلہ کے معنی مذکور نقل کر کے صاف فرمادیا کہ امام طحاوی کی طرف قنوت نازلہ کا انکار اس طرح نسبت کر دینا ٹھیک نہیں کہ اُس کے جواز پر تو ہمارے علما کا اتفاق ہے اس سے صاف مفہوم کہ وہی نازلہ جس کے معنی ابھی بیان ہو چکے کہ قحط و باد و طاعون سب اُس میں داخل ہیں اُسی کے لیے ہمارے علما جواز قنوت کے قائل ہیں **خاصاً** کیوں راہ دور سے نشان معنی مقصود دیکھ کلمات علما سے صاف صریح تصریحیں لیجیے اسی مرقاة شریف میں ہے قال ابن الملك وهذا يدل على ان القنوت في الفرض ليس في جميع الاوقات بل اذا نزلت بالمسلمين نازلة من قحط وغلبة عدد وغير ذلك يعني علامہ ابن فرشتہ نے فرمایا اس حدیث سے ثابت ہے کہ فرض میں قنوت ہمیشہ نہیں بلکہ خاص اُس وقت ہے جب معاذ اللہ مسلمانوں پر کوئی سختی آئے جیسے قحط اور دشمن کا غلبہ وغیرہ علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد مصری نے کتاب الاشباہ میں غایہ دشمنی و فتنہ کی جہانات کو نازل میں قنوت روا ہے نقل کر کے فرمایا فالقنوت عندنا في النازلة ثابت وهو الداء برفعها ولا خلاف ان الطاعون من اشد النوازل يعني ان عبارات علما سے ثابت ہوا کہ ہمارے نزدیک بلا سختی کے وقت قنوت پڑھنا ثابت ہے اور وہ یہی ہے کہ اُس بلا کے دفع کی دعا کی جائے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ نور الاضیاح اور علامہ سید محمد دمشقی نے حاشیہ شرح تنویر میں دفع طاعون کے لیے قنوت پڑھنے کی تصریح فرمائی اور انھیں بحر محقق صاحب بحر کا حوالہ دیا اول کی عبارت انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتی ہے اور ثانی نے زیر قول شارح مدق لایقنت لغيره الا لنازلة فرمایا قال فی الصحاح النازلة الشدة يدق من شدائد الدهر ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل اشباہ تشبیہ ان بیانوں سے چند امر روشن ہوئے **اقول** یہ کہ طاعون و باد اور ان کے مثل ہر بلیہ عامہ کے لیے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے تو زید یعنی مصنف "ضروری سوال" کا قنوت نازلہ کو جائز و ثابت مان کر اُسے بعض نازلہ سے خاص کرنا اور باقی کی نسبت کہنا جب تک شریعت سے کسی کام کی اصل نہ ملے وہ کام یا تو بدعت ہوگا یا گنہگار محض بنے معنی ہے کیا اطلاق احادیث اس شخص کے نزدیک کوئی اصل شرعی نہیں کہ اُس کے حکم کو بے اصل و گناہ مانتا ہے دوم قنوت طاعون و باد کو نہ صرف اطلاقات کلام علما بلکہ اُن کی صاف قیامیں شام جن میں خود امام اجل ابو جعفر طحاوی بھی داخل تو اُس کی بنا پر زید کا ادعا کہ نوازل خلقاً راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت اور نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے وہ ایک زائد بات ہے تصریح نافی ہے سوم اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص کما بدینہ خاتمہ المحققین سیدنا والوالد قدس سرہ الامجد فی کتابہ المستطاب اصول الرشاد لقمع مباحی الفساد مثلاً اس اخیر زمانہ فتن میں طرح طرح کے فتنے قسم قسم کے باجے ایسے پیدا ہوئے جن کی حرمت کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ اقوال اللہ میں مگر انھیں حرام ہی کہا جائے گا کہ وہ کل مسکوح و حواء کے عموم اور یہ حدیث یستحلون الخمر والحمر والمعاذ و کرکیم من الناس من یشعروا لہو الحدیث کے شمول و اطلاق میں داخل اب اگر کوئی جاہل کہہ اُٹھے کہ یہ تو تم قیاس کرتے ہو احادیث میں کیسے تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین سے ہوا تھا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بے کار ہے تو اُس سے یہی کہا چاہیے کہ اے ذی ہوش یہ قیاس نہیں بلکہ جب ایک حکم مطلق و عام

احادیث و کلمات علمائے کرام میں وارد ہے تو اس کے دائرے میں جو کچھ داخل سب کو وہ حکم محیط و شامل تو ثابت ہوا کہ زید کا ضروری سوال میں خود ہی یہ سوال قائم کرنا "کہ جب قنوت عند انزالہ ثابت اور جائز ہوئی تو ہر قسم کی بلا اور مصیبت پر جائز ہوئی چاہے اور اُس کا یہ حمل جواب دینا کہ ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے "صریح نادانی ہے چہارم اگر صرف یہی اطلاق و عموم احادیث و اقوال ائمہ ہوتے تو ثابت کئے کے لیے کافی تھے ایسے مسئلے کو ہرگز کذب و بہتان نہیں کہہ سکتے دوسرے دلائل کی نظر سے راجح و ترجیح کا اختلاف دوسری بات ہے مگر آپ ادھر مَن چکے کہ طاعون و وبا و قحط و غیرہ کے لیے قنوت کی صاف صریح تصریحیں (امام اجل ابو زکریا نووی شارح صحیح مسلم شریف رحمہ اللہ جلات شان پر علمائے جمیع مذاہب حقہ کا اجماع ہے) اور (امام جلیل شرف الدین حسن بن محمد طبری شارح مشکوٰۃ و امام شہاب الحق والدین احمد بن حجر مکی ہاشمی و علامہ عبد اللطیف بن عبد العزیز شہیر باب فرشتہ از اجلہ علمائے حنفیہ و محقق فقیہ زین بن نجیم مصری عمدہ فقیہ و مولانا علی بن سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی و فاضل جلیل سید احمد مصری مطہادی حنفی و عالم نبیل سید محمد آفندی شامی حنفی نے فرمائیں اور امام ابن حجر مکی نے اُسے امام مجتہد عالم قریش سیدنا امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا تو مصنف ضروری سوال کا قول کہ "طاعون یا وبا کے لیے قنوت ثابت نہیں وہ ایک قسم کا کذب اور بہتان ہے اگر خطا ایسا کلمہ بے موقع کسی سے سرزد ہو جائے جناب اہل میں توبہ و استغفار جلد کر لے" محض کذب و بہتان اور ان ائمہ کرام و علمائے اعلام کی جناب میں گستاخی و توہین شان ہے زید پر لازم ہے کہ اپنی اس خطا اور بے موقع کلمے سے جلد جناب اہل میں توبہ و استغفار کرے اگر بغرض باطل یہ قنوت نازل صرف امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہوتا اور ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بالاتفاق اُس سے انکار فرماتے تو غایت یہ کہ سلسلہ ائمہ مجتہدین کا اختلاف یہ اور ہمارے مذہب کے خلاف ہوتا اُسے کذب و بہتان کہنا اُس حالت میں بھی حلال نہ تھا کہ اس صورت میں کہ خود ہمارے ائمہ و علمائے کبار بھی اطلاق و عموم و خصوص سب کچھ موجود اور اگر اُسے خصوص نقل و نقل کا منکر ٹھہرائے تو اول تو یہاں اُس کا محل نہیں کہ اس خصوص کا مدعی کون تھا جس کے رد میں زید یہ الفاظ لکھتا تھا نیا اوپر واضح ہو چکا کہ عدم نقل و نقل نہ زید کو مفید نہ اُس کے مخالف کو مضر تو اس کا ذکر محض فضول نادانی ہے بالجلد آفتاب کی طرح واضح ہوا کہ زید نے اس تحریر "ضروری سوال" میں نہ ہمارے متون مذہب کے ظاہر پر عمل کیا نہ ہمارے شارحین اعلام کا قول لیا بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا فتویٰ گڑھ دیا بلکہ قد وقع مایوہم فی کلام بعض ائمہ الحدیث فی تقریر مذہب الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فی کلام بعض ائمہ ثنائی توجیہ مذہب بعض الصحابة رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ثم لعمروہ ولا جعلہ مذہب علمائنا و لا ذکرہ فی تقریر کلامہم مع انہ قد ائروہ النعمیم صریحا فی محتمل ان یکون الفیوض ہذا وقع وفاقا لاحصوا وایا ما کان فجعل ہذا من ہبنا لاسلف لزید فیہ فیما اعلہ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلہ "ضروری سوال" کے اظہار خطا کو اسی قدر سنجیدہ حاجت شرعیہ ناقصوں قاصروں کی جہالتوں سفاہتوں کا شمار اپنا شیوہ نہیں بقولہ تعالیٰ و اعرض عن الجملین مگر امور متعلقہ بدین میں بعد سوال سائل بیان امر حق ضروری اور بیان صحت دینی اُس کی طرف داعی کہ جب ایک ایسا بے علم و کم فہم و مشکوک و متہم شخص اپنے آپ کو مفتی و مصنف بنائے ہوئے ہے اور بعض عوام اُسے عالم و قابل اعتماد سمجھتے ہیں تو اُس کے پُر جہل و نااہل ہونے کا

آشکارا کرنا انشاء اللہ تعالیٰ دین عوام کو نافع اور ضلالت و جهالت میں پڑنے کا دافع ہوگا و با اللہ التوفیق زید کی ترکیب و بندش الفاظ و انشاء و اظہار میں اگرچہ خطا ہائے فاحشہ موجود ہیں مگر ان سے تعرض و اب محصلین نہیں لہذا انہیں چھوڑ کر اس کے باقی کثیر و بسیار غلط و جهالات سے صرف بعض کا اظہار کیا جاتا ہے جمالرت (۱) حدیث مذکور ابن جان کہ زید کے دعویٰ تخصیص کا صاف رد تھی براہ نادانی اپنی دلیل بنا کر لکھی اور اس پر فائدہ یہ جمادیا کہ ”یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نصرت چاہیے طاعون کے لیے قوت ثابت نہیں“ عقلمند سے پوچھا جائے کہ اس حدیث میں ظلم کفار کی تخصیص کہاں ہے اور اس کے ذکر سے سوا ضرر کے کچھ کیا فائدہ حاصل ہوا جمالرت (۲) قوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے و لہذا حکم دیتے ہیں کہ خفی اگر فجر میں شافعی کی اقتدار کے قوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پیروی نہیں اس قدر ہر تو کلمات علما متفق ہیں ہاں محل نظریہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ عموم نسخ یہ کہ نازلہ دے نہ نازلہ کسی حال میں قوت فجر کی منوعیت باقی نہیں عموماً نسخ ہو گیا اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ دے نہ نازلہ ہر حال میں عموماً قوت کا بڑھا جانا یا منسوخ ہوا صرف بحالت نازلہ باقی رہا نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ دلیل ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمائی اور سند احمد و صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قننت شہرا یدعو علی احياء من احياء العرب ثم تركه زاد ابن ماجة في صلاة الصبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جینے تک نماز صبح میں قنوت پر جمعی عرب کے کچھ قبیلوں پر دعائے ہلاک فرماتے تھے پھر چھوڑ دی وہو عند البخاری فی مغازی بزيادة بعد الركوع وترك ثم تركه اور صحاح ستہ میں بعض حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ ترک کا سبب نزول آیکر میرے لیس لك من الاموشی او يتوب عليهم و بعدہم فانهم ظلمون ہ ہے یہاں نظر و طرف جاتی ہے اگر معنی آیت مطلقاً مانفت اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک فرمانا برائے ارتفاع شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلاً مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوت نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی اور اگر معنی آیت ان خلعوا کونک دعائے ہلاک سے مانفت ہو کہ ان میں بعض علم الہی میں مشرف باسلام ہونے والے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک انہیں کے بارے میں نہ مطلقاً تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوت نازلہ مشروع رہے گی یہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر ان کی تسمیعت سے علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائی ان دونوں کتابوں اور مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من رواية ابي جعفر (ہو الرازی) و نحوه (کہ یناد بن عبد اللہ خادم انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما زال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقنن فی الصبح حتی فارق الدنیا را ما علی الغلط لان الرازی کثیرا لوهم قاله ابو زرعة و دینار و قد قل فیہ ما قبل) اد علی طول القيام فانه یقال علیہ ایضا او یجعل علی قنوت النوازل و یكون قوله رای قول انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم تركه فی الحدیث الاخر (المراۃ فی الصحاح) یعنی الدعا علی اولئك القوم لا مطلقا ہ مختصا بمزید امنی ما بین ہلاکین نیز کتابین مذکورین میں ہے فیجب کون بقاء القنوت فی النوازل مجتہدا فیہ و ذلك ان هذا الحدیث (ای حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطریق حماد بن ابی سلیمان و ابی حمزة القصاب عن ابراہیم عن علقمة عند قال لم یقنن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الصبح الا شہرا ثم تركه لم یقنن قبلہ ولا بعدہ و لفظ حماد لم یقنن قبل ذلك ولا بعدہ) لم یؤثر عنہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قوله ان لا قوت فی نازلة بعد هذه بل مجرد العدم بعد ما ينتج الاجتهاد بان يظن ان ذلك انما هو لعدم وقوع نازلة بعد ما تستدعي القنوت فتكون شرعية مستقرة وهو محتمل قنوت من قلت من الصحابة بعد وفاته صلى الله تعالى عليه وسلم وان يظن رفع الشرعية فنظرا الى سبب تركه صلى الله تعالى عليه وسلم وهو انه لما نزل قوله تعالى ليس لك من الامر شيء تركه والله سبحانه وتعالى اعلم اھ بزياة روشن علم تو یہ ہے مگر مصنف "ضروری سوال" کی سخت نافرمانی کہ دو متنافی باتوں کو ایک کر دیا اور کچھ نہ سمجھا۔ خود اسی کا ایک کلام دوسرے کو رد کرنے کا مسلک تو وہ اختیار کیا کہ قنوت نازلہ باقی ہے منسوخ نہیں اگرچہ نازلہ کے معنی خاص فتنہ و فساد و غلبہ کفار کے لیے ایک جگہ لکھا عند انزالہ بدعت نہیں مادامت بدعت اور دین میں نیا کام ہے پھر لکھا "دلیل اور نسخ قنوت کے مادامت کے طور پر اور دلیل واسطے جواز قنوت کے عند انزالہ" پھر لکھا "مادامت کے طور پر منسوخ اور عند انزالہ غیر منسوخ" اور مزے سے وہی آئی کر یہ اور وہی حدیث بخوانہ صحیحین ذکر کر کے کہہ دیا "اسی آیت سے اور حدیث متفق علیہ سے نسخ قنوت عموماً ثابت ہوا سوائے قنوت وتر کے" ذی ہوش سے پوچھا جائے کہ اس حدیث میں کس چیز پر قنوت مذکور تھی نازلہ پر اور نزول آیت کس قنوت کے بارے میں ہوا قنوت نازلہ میں اگر آیت حدیث سے اس کا نسخ ثابت مانتا ہے تو قنوت نازلہ کہاں باقی رہی وہی تو صراحتہ ان سے منسوخ ہوئی یہ طرفہ تماشہ ہے کہ وہی منسوخ وہی باقی دلا حول دلا قوۃ الابا لله العلی العظیم جہا لمت (۳) حدیث طارق الشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارہ انکار قنوت فجر (جس طرح معمول ثانیہ ہے) نسائی نے اس طرح روایت کی کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے قنوت نہ پڑھی وہ بدعت ہے اور ترمذی وابن ماجہ نے یوں کہ ان کے صاحبزادے سعد ابومالک نے ان سے پوچھا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں کیا وہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے فرمایا نئی نکالی ہوئی ہے ایک ہی حدیث مضمون ایک ہی صحابی ایک ہی مخرج اور مصنف ضروری سوال نے اُسے بلفظ اول ذکر کر کے نسائی وابن ماجہ و ابن ترمذی سب کی طرف نسبت کیا اور لفظ دوم کو بے نسبت چھوڑ کر کہہ دیا "ان دونوں حدیثوں میں لفظ بدعت اور محدث کا وارد ہے" ایسی حدیث کو دو حدیثیں کہنا اصطلاح فقہاء کہنا اصطلاح محدثین پر بھی ٹھیک نہیں آسکتا یہ زید کی بے خبری و غفلت ہے جہا لمت (۴) قنوت مذکور المہ ثانیہ و المہ مالکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حدیث مذکور سے بدعت بتا کر آگے حاشیہ جمایا "اور حکم بدعت کا یہ ہے کہ کل محدث بدعت و کل بدعت ضلالت و کل ضلالت فی النار" قطع نظر اس سے کہ جملہ اولیٰ حکم بدعت نہیں حکم بدعت ہے اجتہادیات المہ دین کو ایسے احکام کا مورد قرار دیں کسی بے باکی و جرأت ہے حاشا المہ کرام السنہ کا کوئی مسئلہ ضلالت و فی النار کا مصداق نہیں وہ سب حق و ہدایت و سبیل جنت ہے جہا لمت (۵) تا (۸) حدیث عاصم بن سلیم ذکر کی قلنا لا نس بن مالک ان قوما یرفعون ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الفجر فقال کنذ بوا انما قلت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہرا واحدا یدعو علی احياء من احياء المشرکین اور اُس کا ترجمہ کیا "ہم نے پوچھا انس بیٹے مالک سے یہ کہ مقرر ایک قوم گمان کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے نماز فجر میں سو جواب دیا مالک نے کہ وہ لوگ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ قنوت پڑھی آپ نے ہمیں ایک سو بھی بدعا کرنے کو اور پھر قبیلوں کے قبیلوں سے مشرکین کے "اولا محادہ عرب میں زعم یعنی مطلق قول بھی شائع یہاں تک کہ صحیح حدیث میں زعم جبریل نام واقع ثانی کلام نامحقق یا خلاف تحقیق بھی مراد ہو تو یہ حکم اس قائل کے نزدیک

ہوتا ہے جو اسے بلفظ زعم تعبیر کرتا ہے اس سے یہ مستفاد نہیں کہ وہ زاعم خود بھی اُسے مشکوک یا مظنون سمجھتا ہے زید نے زبردستی یزعمون کے معنی بتائیے کہ جو قنوت فجر کی بقا کے قائل ہیں خود ہی اُسے شک و گمان کے مرتبے میں جانتے ہیں اور اسی بنا پر کن بوا کا ترجمہ کیا کہ وہ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں "یہ نیز جاکر اب اس پر فائدہ جزا اس حدیث سے یہ بھی سمجھاتا ہے کہ زمانہ تابعین میں قنوت کا فقط گمان ہی گمان تھا یقینی امر تھا پس جتنی روایات ان روایات کے مخالف ہیں وہ سب ظنیات ہونی چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب افسوس کہ جو کہنا چاہا تھا وہ بھی کہہ نہ جاتا عقلند سے پوچھا جائے کہ قائلان قنوت مالکیہ وشافعیہ نے کس دن کہا تھا کہ قنوت فجر یقینی ہے یا مانعان قنوت حنفیہ وحنبلہ کہہ سکتے ہیں کہ عدم قنوت قطعی ہے مسائل اجتہاد یہ دونوں طرف ظنیات ہوتے ہیں پھر یہ کونسا فائدہ آپ نے نکالا اور اس سے بحث میں کیا نفع حاصل ہو رہا ہے اس سب سے قطع نظر کیجیے تو ان قوما یزعمون میں لفظ قوم نہ کرہ چیز اثبات میں ہے جس کا مفاد صرف اس قدر ہوگا کہ کچھ لوگ بطور دہم بقائے قنوت مانتے ہیں اس سے کب لازم ہوا کہ زمانہ تابعین میں سب قائلان قنوت اُسے اسی درج میں جانتے ہیں جہالت (۹) حدیث ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن القنوت فی الفجر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت فجر سے منع فرمایا جس میں تین راوی ضعیف وشدید الضعیف ہیں ذکر کر کے تضعیف رواۃ کا جواب دیا کہ "امام صاحب کی تحقیق کردہ مانع نہیں دوم یہ کہ انس بن مالک نے بدعت اور محدث کہا تو گمان یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس نبی کی ضرور خبر ہوگی اگرچہ بدعت اور محدث کی جگہ لفظ نبی کا ذکر کیا ہو اور اسی پر اکتفا کیا "قطع نظر اس سے کہ بدعت یا محدث کے قائل حضرت طارق اشجعی ہیں نہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو پیدا کرنے سے اس گمان کی راہ کہ ہر سے ملی ضرور انہیں اس نبی کی خبر ہوگی انہوں نے صراحت فرمادی تھی کہ میں نے سید عالم و خلفائے کرام صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سب کے پیچھے ناز پڑھی اسے فرزند نہ نئی نکل ہے اس میں نبی پر اطلاع کی بوجہ نہیں نکلتی نہ کہ اس سے گمان ہو کہ ضرور نبی معلوم ہوگی بلکہ انصافاً اس سے یہی متباد کہ نبی یا تو واقع ہوا نہ ہوئی یا ہوئی تو انہیں خبر نہ تھی ورنہ عدم فعل کا ذکر نہ کرتے صاف جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اسے منع فرما چکے ہیں جواب مسئلہ میں دلیل اقویٰ کا ترک کیوں کیا جاتا جہالت (۱۰) ایک حدیث کی سند ذکر کی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ترجمہ میں بھی لکھا "اُس نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے "عالم صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ صحابہ کرام سے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہوا جاہلیت میں مرا اُسے رضی اللہ عنہ میں شامل کرنا کیسی جہالت اور دانش ہو تو سخت تر آنست جہالت (۱۱) آگے لکھا فتح القدیر میں تحت حدیث عبد اللہ بن مسعود کے بیان کیا ہے چنانچہ لیکن انس نفسه یقنن فی الصبح کما رواہ الطبرانی واذا ثبت الشیخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر اما علی الغلط او علی طول القیام فانہ یقال علیہ ابع فی الصبح عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل الصلوٰۃ طول القنوت ای القیام قطع نظر اس سے کہ تحت حدیث فلاں یا زیر آیت چنان اہل علم کے محاورہ میں اس معنی پر بولا جاتا ہے کہ اُس آیت و حدیث کی تفسیر و شرح یا اُس کی بحث میں ایسا کہا یہاں مجوٹ عن حدیث ابی جعفر رازی ہے اُسی کے تحت اُسی کی بحث میں حدیث ابن مسعود و حدیث طبرانی وغیرہما مذکور ہیں نہ کہ ایک دوسرے کے تحت میں عبارت فتح کا صاف مطلب جسے ہر جوت شناس عربی بے تکلف پہل ہی نگاہ میں سمجھ لے یہ ہے کہ حدیث ابی جعفر میں جو دوام قنوت مذکور ہوا ممکن کہ وہاں قنوت سے طول قیام مراد ہو کہ لفظ قنوت اس معنی پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ بہتر نماز طول قنوت ہے یعنی جس میں قیام دیر تک ہو مصنف ضروری سوال ایسی سلیس

عبارت کے واضح معنی کو خاک نہ سمجھا لفظ ایضا کو کہ صراحتہً يقال کی طرف ناظر تھا اُس سے قطع کر کے مابعد سے ملایا اور ایضا فی الصحیحہ کے  
 سند جدا کا ذکر فرمایا و لہذا لفظ ایضا پر نشان (۔) کہ علامت فصل ہے لگایا اور عبارت کا ترجمہ یوں فرمایا "کیونکہ وہ لفظ قنوت کا مقرر ہوا لگیا ہے اور  
 طول قیام کے اور بھی بیچ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے جو مروی ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ افضل ترین نمازوں کی وہ نماز  
 ہے جس میں قنوت یعنی قیام دراز ہو" اس جہالت کی کچھ مد ہے لہذا یہ حسن ادا بھی قابلِ محاذ کہ "بیچ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے" گویا  
 یہاں اس کی بحث تھی کہ حدیث میں کہیں لفظ قنوت آیا ہی نہیں جہالت (۱۲) اسی عبارت فتح کے آخر میں تھا والا شکال نشا من اشتراك  
 لفظ قنوت بین ما ذکرہ بین الخضوع والسکوت والدعاء وغیرہا یہاں ما ذکرہ سے مراد وہی طول قیام تھا اور اُس کے معطوفات خضوع  
 وسکوت ودعاء وغیرہ یعنی قنوت کا لفظ جبکہ ان سب معانی پر بولا جاتا ہے اس وجہ سے حدیث ابی جعفر میں قائلان قنوت فجر کو اشتباہ پیش آیا اُس  
 دعا سمجھ لے حالانکہ مراد طول قیام تھا کہ ہمیشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں قیام طویل فرمایا یہ ایسے صاف معنی ہیں کہ عربی کا ہر سبندی  
 بے تامل سمجھ لے اب مصنف صاحب کا علم دیکھیے عبارت صرف ما ذکرہ تک نقل کی اور ترجمہ فرمادیا "اور وہ جو مشکلیں پیدا ہوئی ہیں وہ لفظ قنوت  
 کے مشترک المعنی کے سبب اور وجہ سے درمیان اُس چیز کے جو مذکور ہوئی یعنی اپنے محل پر پورا ہوا ترجمہ فتح القدیر کی عبارت کا "گویا آپ کے  
 نزدیک بین صرف شے واحدہ پر داخل ہوتا ہے معطوف کی حاجت ہی نہیں ما ذکرہ کے معنی یہ کہ اپنے محل پر مذکور ہوئی ہے اسی پر مطلب تمام  
 ہو گیا جہالت (۱۳) سوال قائم کیا جب نسخ قنوت ثابت ہوا تو عند انزالہ جواز کہاں رہا "اور اُس کے جواب میں لکھا "جواب بصورت اجماع اجماع  
 یہ ہے فی فتح القدیر و تروا نازل کی بحث میں قولہ ان مشروعیۃ القنوت فی النازلۃ مستقرۃ لم یلیخ الخ تحقیق کے جائز ہونا قنوت کا بیچ وقت  
 سختی منسوخ نہیں "فتح القدیر سے استناد اور قنوت نازلہ کے اجماعی ہونے کا ادعا بکف چراغ دار دکا تھا شامی فتح القدیر کی اسی عبارت میں صراحتہً  
 فرمایا کہ نازلہ میں بقائے قنوت مجتہد فیہ منسوخ ہونا ہونا دونوں طرف نظر جاتی ہے وقد تقدم نضہ فی بیان الجمالۃ الثانیۃ اسی عبارت مقولہ  
 زید کے بعد بلا فصل فرمایا تھا "وبہ قال جماعة من اهل الحديث" کہاں ایک گروہ محدثین کا قول ہونا اور کہاں اجماع جہالت (۱۴) "جو  
 قنوت دونوں حضرات نے نماز فجر میں پڑھی وہ بارادہ اصلاح ذات البین کے تھی نہ بدعہ "بدعہ انہیں مگر دعائے وصول مکروہ اور شک نہیں  
 کہ فریقین میں ہر ایک کو اپنی مغلوبی مکروہ ہوتی ہے اور شک نہیں کہ دونوں جماعتیں اپنا غلبہ مانگتی تھیں مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میرا امیر المؤمنین  
 علی کرم اللہ تعالیٰ و جہاں الکریم سے ہے انہ لما قنت فی الصبح انکرت الناس علیہ فقال استنصرنا علی عدونا محرر مذہب سیدنا امام محمد  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں قال ابراہیم (ہو النحی) وان اهل الکوفۃ انما اخذوا القنوت عن علی قنت  
 یدعو علی معویۃ حین حاربہ واما اهل الشام فانما اخذوا القنوت عن معویۃ قنت یدعو علی حین حاربہ قال محمد و  
 بقول ابراہیم ناخذ و هو قول ابی حنیفۃ جہالت (۱۵) "بمید نہیں کہ اُن حضرات نے قنوت اس مضمون کی پڑھی ہو" کہ اللہم  
 اصلہ بیننا و بین قومنا فانہم اخواننا بنوا علینا امیر المؤمنین کی طرف سے یہ قنوت محتمل کیا امیر معویہ بھی معاذ اللہ امیر المؤمنین کو  
 باغی سمجھتے تھے یہ نرا جابلہذا افترا ہے امیر معویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صاف تصریح بندہ صحیح موجود ہے کہ مجھے خلافت میں نزاع نہیں  
 تھی اپنے آپ کو مولیٰ علی کا ہمسر سمجھتا ہوں وانی لاعلمہ انہ افضل منی واسحق بالامرو لکن لستم تعلمون ان عثمان قتل ظلما



وانا ابن عمہ وولیعہ اطلب بدامہ میں خوب جانتا ہوں کہ امیر المؤمنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ منہ سے افضل و احق بہ امامت ہیں مگر کیا تمہیں خبر نہیں کہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظلماً شہید ہوئے ہیں اُن کا ولی اور ابن عم ہوں اُن کا قصاص مانگتا ہوں دواہ بھی بن سلیمان الجعفی استاذ الامام البخاری فی کتاب صفین بسند جمید عن ابی مسلم الخولانی جہالت (۱۶) خود ہی سوال میں لکھ

”جب قنوت عند الزلزلہ جائز ہوئی تو ہر مصیبت پر جائز ہوئی چاہے جس طرح قلت باران و سیلاب و زلزلہ و آندھی و امراض مختلفہ خاصکروا اور طاعون کہ وہ اشد الزلزلہ ہے“ اور جواب دیا ”ہمارا تمہارا قیاس بیکار ہے اُن مصیبتوں کے لیے شارع علیہ السلام نے جدا جدا طریقہ بنا دیا اور اُن کا حکم بھی بنا دیا چنانچہ کتب فقہ اُن سے ملو ہیں الخ“ اس قیاس بتاتے کی جہالت اوپر مذکور ہو چکی مگر طاعون کو خود ”اشد الزلزلہ“ لکھنے سے رہا سہا اور بھی جہل کا پردہ کھول دیا جب قنوت نازل ثابت اور طاعون سب سے سخت تر نازل ہے تو اس کے لیے بدلاتہ النص قنوت ثابت اور دلائل النص سے اثبات کو قیاس بتانا سخت جہالت اب مصنف ضروری سوال کی مثال اُس ذی ہوش کی طرح ہے جس سے کہا جائے والدین کو مارنا حرام ہے کہ اشد عروہا بل نے فرمایا لا تقل لهما اف ماں باپ سے ہوں نہ کہ جب ہوں کہنے سے مانعت ہے تو مارنا کہ اس سے سخت تر ہے بد جہاد ولی منہ ہے وہ کہے ”ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہ دینیہ میں بے کار ہے“ قرآن میں تو کہیں والدین کو مارنے کی مانعت نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم جہالت (۱۷) قطع نظر اس سے قلت و کثرت باران و سیلاب و زلازل و ریاح و امراض مختلفہ سب کے لیے جدا جدا طریقہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں بتایا اگر اس بیان پر مصنف سے مطالبہ کیا جائے تو خود ہی اپنی جہالت کا اقرار کرنا پڑے بالفرض جدا جدا طریقے ارشاد بھی ہوئے ہوں تو سب کے لیے ایک طریقہ عائد ہونے کی کیا ممانی ہے پھر اس باب سے سوا اپنے اظہار علم اور کیا حاصل ہوا جہالت (۱۸) اشباہ و النظائر والے صاحب نے فرمایا ہے کہ سنہ ۹۹ھ و سنہ ۱۰۰ھ میں مصر القاہرہ میں لوگوں نے مجھ سے پوچھا تھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے سو میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح کہیں نہیں میں حکم کر نہیں سکتا چنانچہ قولہ سئل عنہ فی الطاعون سنہ تسع وتسعين تسعمائة بالقاهرة فاجبت بانی لہ ارادہ صریحاً صاحب اشباہ و جمہ اللہ لثمان مضین من رجب سنہ سبعین وتسعمائة شرح اشباہ فن ثانی کتاب الوقت میں نقل فرماتے ہیں قد توفی المصنف رحمه الله لثمان مضین من رجب سنہ سبعین وتسعمائة آپ ۹۹ھ کا واقعہ اُن سے لکھوا ہے ہیں حقیقتہ اشباہ میں یہاں سنہ تسع وستين وتسعمائة ہے یعنی سنہ ۹۹ھ و سنہ ۱۰۰ھ انہما شرعاً آپ ۹۹ھ بتا رہے ہیں جہالت (۱۹) اور پھر بیان کیا (یعنی صاحب اشباہ نے) کہ اگر کوئی قنوت پڑھا چاہے تو اکیلا دو رکعت نماز نفل کی نیت کر کے پڑھے چنانچہ یقیناً للطاعون لانه اشد النوازل بل ذکرہ انہ یصلے رکعتین فزادی و یزوی رکعتی لدفع الطاعون ”قنوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے کیونکہ مقررہ بڑی سخت ہے حقیروں سے مگر جماعت سے نہ پڑھے بلکہ پڑھے دو رکعتیں اکیلے اکیلے اور نیت کرے دو رکعت نفل کی واسطے دفع طاعون پورا ہوا حاصل مطلب اشباہ والے کا ”قطع نظر اس سے کہ یہ عبارت اشباہ کی نہیں بلکہ صاحب اشباہ سے ناقل کی ہے اور اُس میں بل ذکر کی ضمیر خود صاحب اشباہ ہی کی طرف ہے جسے آپ نے چنانچہ کہہ کر عبارت اشباہ ہونے کا اشارة کیا

لے ضروری سوال میں یہ ہیں کہ اور کسی نفل کی بنا پر طاعون کو خود بھی اشد الزلزلہ کہا جاتا ہے اشباہ میں من اشد النوازل ہے ۱۲ ھکذا بخط و صوابہ بل ذکرہ ۱۲ ھکذا بخط و صوابہ رکعتیں ۱۲ ھکذا کہیں خط و صوابہ حاشیہ مرقی الفلاح دیکھئے کہ کون جی اُس میں انہوں نے فرمایا تھا فی الاشباہ یقیناً للطاعون لانه من اشد النوازل بل ذکرہ انہ یصلے رکعتین فزادی و یزوی رکعتی لدفع الطاعون و صاحب اپنی خوش فہمی سے مجھے کہ یہ عبارت فی الاشباہ کے تحت میں داخل ہے ۱۲

اور بل ذکر کا مطلب کچھ نہ بنا لہذا اُسے ترجمہ سے خارج کر دیا طرف سخت جہالت فاحشہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے مسئلہ قوت کا تہہ بنادیا کہ "قوت پڑھا چاہے تو ایک یا دو رکعت نفل کی نیت کر کے پڑھے" اور اسی لیے اپنی طرف سے ترجمے میں مگر تراش لیا کہ "مگر جماعت سے نہ پڑھے" حالانکہ کوئی کم علم بھی عبارات اشباہ خواہ عبارات مذکورہ ناقل عن الاشباہ دیکھ کر کسی طرح اس جہالت کا گمان بھی نہ کرے گا اشباہ میں تو قوت طاعون ثابت فرما کر نماز طاعون کا مسئلہ ہی جدا شروع فرمایا اور جدا جدا دلیلوں سے اُس کا ثبوت دیا حدیث قال صرح فی الغایۃ بانہ اذا نزل بالمسلمین ناذلۃ قنت الصلۃ الفجر فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت ولا شک ان الطاعون من اشد النوازل و فی السوایج الوہاج قال الطحاوی لا یقنت فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت بلیۃ فلا بأس بہ کذا فی الملتقط انتهى فان قلت هل لہ صلاۃ قلت ہو کالحصۃ لما فی منیۃ المفتی فی الحصۃ والظلمۃ فی النہار واشتداد الوباء والمطر والشیل والافزاع وعموم المرض یصلی وحدانا انتهى ولا شک ان الطاعون من قبیل عموم المرض فتسن لہ رکعتان فرادی او مختصرا اور ناقل نے بھی بل ذکر لکھ کر اُسے جدا کر دیا تھا مگر جب آدمی کو سہل سہل عبارات کا ترجمہ سمجھنے کی لیاقت نہ ہو تو مجبور ہے جہالت (۲۰) اس سے بھی سخت تر جہالت یہ کہ صاحب اشباہ کا مطلب وہ ٹھہرایا کہ طاعون میں قنوت کی تصریح کہیں نہیں ہیں حکم نہیں کر سکتا اور عبارات یہ نقل کی کہ یقنت للطاعون جس کا آپ ہی ترجمہ کیا کہ "قوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے" کیوں حضرت کیا یہ حکم نہ ہو ادا واقعی جو بزرگوار اپنا لکھا آپ نہ سمجھ سکے پورا معذد ہے یہ سر درست میثا جہالتیں ہیں اور شروع کلام میں اولاً خاصاً اور اُس کے تنبیہ ہیں اول سے چہارم تک جو سخت وجوہ قاہرہ سے ضروری سوال کی بطلانیں جہالتیں ثابت کی گئیں انہیں شامل کیجیے تو یہاں تک ۲۹ جہالات شدیدہ بیان ہوئیں اب تیسویں جہالت سب سے بڑھ کر سفاهت ملاحظہ ہو ضروری سوال کی ساری محنت و جان بکھا ہی اپنے اس ادعا کے باطل کے اثبات کو بھی کہ قنوت وغلبہ کفار کے سوا طاعون وغیرہ نوازل کی قنوت کذب باطل و بہتان ہے ثبوت و گناہ و بدعت و ضلالت و فی النار ہے جو اُسے ثابت مانے اُس پر حکم تعمیل تو بد و استغفار ہے ساڑھے پانچ ورق کی تحریر میں دس صفحے اسی مضمون میں سیاہ کیے یہ سب کچھ لکھا کہ اب چلتے وقت حاشیہ پر ایک فائدہ کا نشان دیا "ف زمانہ طاعون میں نماز پڑھنے کی ترکیب" اور متن میں لکھا "ہذہ الکیفیۃ لصلۃ الطاعون پہلے دل میں نیت کر کے زبان سے کہے فیت ان اصلی اللہ تعالیٰ رکعتین صلاۃ النفل لدفع الطاعون متوجھا الی جہۃ الکعبۃ المشرفۃ اللہ اکبر پھر دوسری رکعت کے آخر کو شروع میں جو قنوت ماثورہ ہو پڑھے کہ مثل جو اوپر طاعون کے اور اگر ایسی قنوت اُس کو یاد ہی نہ ہو تو رہنا اتنا فی الدنیا حسنة وقتار بنا عذاب النار پڑھے یہ آیہ وانی ہا یہ جامع جمیع ادویہ کی ہے "اللہ تعالیٰ دلوں کے ارادے سب جانتا ہے چلیے وہ اگلا بچھلا لکھا لکھا بھولنا درکار ہی یاد نہ رہا کہ ضروری سوال کی تحریر کس غرض کے لیے تھی کس بات کا دعویٰ کا ہے سے انکار تھا اپنے زعم میں جنت کا راستہ کیا طریق نار تھا خود ہی کذب و بہتان بنانے لگے ضلالت و فی النار کی ترکیبیں بتانے لگے یا رب مگر اسے اختلال حواس کے سوا کیا کہیے طرفہ بہ کہ اوپر سوال قائم کیا تھا "بارادہ دفع طاعون یا دوا کوئی قنوت ہے" اور جواب دیا تھا "کہیں پتہ نہیں" اب حکم ہوتا ہے کہ "قنوت ماثورہ پڑھے کہ مثل جو اوپر طاعون کے" اب خدا جانے کہاں سے اُس کا پتا لگ گیا تصحیف اغلاط یعنی عبارات کچھ ہے اور پڑھیں کچھ یوں تو زیادت و نقص لے یہ ترکیب بھی نئی ہے قنوت میں ملا محنت ہیں کہ قبل رکوع ہے یا بعد آپ فرماتے ہیں خود رکوع میں پڑھے "۱۰ سلا قریرہ زیریں رہیں ہے جیسے کھڑی ہیں تیغ کو بھینچ لیں"۔

و تبدیل ہر قسم کی خطا اس ضروری سوال میں موجود ہیں "فتا ربنا عذاب النار" کو آیت بنا دیا حالانکہ قرآن عظیم میں قتل کے بعد لفظ ربنا کہیں نہیں من اللہ النوازل سے من اڑا کر طاعون کو اللہ النازل کہا اور اپنے ہی پاؤں میں تیشہ مارا عبارت اشباہ میں سبعین کا تسعین بتانا مگر زیادہ اظہار علم کو تصحیفین یہ ہیں شیبان بن فروخ کو اصل عبارت سند اور ترجمہ دونوں میں شیبان بن فروخ لکھا یہ نام صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں خدا جائے کتنی جگہ آیا ہے اگر یہ کتابیں پڑھی ہوتیں تو ایسی غلطی شاید نہ ہوتی اللہ اشہد و طائک علی ماضی و جگہ آیا دونوں جگہ و طائک بہرہ بجائے تا بنایا اور قبیلہ قارہ کو کہ یہ لفظ بھی دو جگہ وارد ہوا تھا دونوں جگہ صاف قارہ بہرہ فابجائے قات تحریر کیا اور سب میں اخیر کا لطیف یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مناجات مروی ہے اللہم لا قابض لما بسطت ولا باسط لما قبضت ولا مانع لما اعطیت ولا معطى لسا منعت ولا هادی لمن اضللت ولا مضل لمن هدیته ولا مقرب لما باعدت ولا مباعد لما قربت آپ اُسے لکھتے ہیں اللہم لا قابض لما بسطت و یا باسط لما قبضت اہل علم کی غلطی اس طرح کی نہیں ہوتی اتنا بھی نہ سمجھا کہ یوں ہوتا تو یا قابض لما بسطت و یا باسط لما قبضت نصب کے ساتھ ہوتا نہ بالضم کہ بوجہ حصول معمول کلمہ بشہہ مضاف ہو کر مفرد نہ رہا اور نصب واجب ہوا کقولک یا طالعاً جبلاً و یا خیراً من زید اور یہ تو نقل کی جس میں مناجات مذکور ہوئی غلطی نے ناقدین اسے سخت نکرتا ہے

ہیں ہر بات کہ امام ذہبی فرماتے ہیں اخاف ان لا یكون موضوعاً میں ڈرتا ہوں کہ میں موضوع نہ ہو خاتم الحفاظ امام جلیل سیوطی جمع الجوامع میں اسے نقل کر کے مقرر رکھتے ہیں اغلاط ترجمہ گزری جہالتوں کے بیان میں متحد جگہ واضح ہوا کہ زید کو سیدھی سادی عبارت عربی سمجھنے اور اس کا ٹھیک ترجمہ کر لینے کی استعداد نہیں اور میں ایسے ترجموں کا شاک بھی نہیں کہ ان پر بدعقول قوم اور علی قوم کے ترجمے میں لکھا "واسطی دعا کرنے کے کسی قوم کے لیے یا اور بد دعا کرنے کے کسی قوم پر" یا مسندہ صحیح "کا ترجمہ" سند اس حدیث کی بہت صحیح ہے "یا" سنن ابی مالک سعد بن طارق الاشجعی "کا ترجمہ" روایت کی مالک سعید بیٹے طارق اشجعی نے "لطیف خوش فہمیوں کے ترجمے وہ ہیں جن کا بیان جہالات ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳

۱۹ میں گزرا علی الخصوص ثلثہ اخیرہ اور اسی قبیل سے ہے اللہم ایح الولید بن الولید و مسلمۃ بن هشام و عیاش بن ابی ریعہ المستضعفین من المؤمنین و غفار غفر اللہ لہا و اسلامہا اللہ کا ترجمہ اسے پروردگار خلاصی بخش ولید اور سلمہ اور عیاش کو اور ناتواں مومنوں کو اور قبیلہ غفار کو مغفرت کرے اللہ ان کی اور قبیلہ اسلام کو سلامت کئے اللہ ان کو سنی شریعت کے غفار غفر اللہ لہا و اسلامہا اللہ دستقل جملے جدا گانہ خبر یہ یاد عیاش میں **اقول** والاول عندی اولی لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلامہا اللہ و غفار غفر اللہ لہا اما واللہ ما انا قلت ولكن اللہ قال رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ و احمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم عن سلمۃ بن اکوع و ابوبکر بن ابی شیبۃ عن خفاف بن ایماء الغفاری و ابو یعلی الموصلی عن ابی ہریرۃ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصنف ضروری سوال نے اپنی نادانی سے غفار و اسلام کو ولید پر معطوف اور انج کے نیچے داخل سمجھا گویا یہ قبائل انصار بھی مثل ولید و سلمہ و عیاش و ضعفائے مومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین دست کفار میں

۱۴ یعنی جزوہ ۱۲ ۱۳ یعنی نشیب ۱۲ ۱۳ یعنی جہا ۱۲ ۱۳ یعنی سلمہا اللہ کا ظاہر ترجمہ اللہ نے ان سے صلح کی علیہ درج فی اشعۃ اللغات و فی فی الصراح مسالمة مصالحتہ و فی القاموس سالما صالحا و فی تاج العروس و منہ الحدیث اسلامہا اللہ و هو من المسالمة و ترک الحرب و فی مجمع البحار اسلامہا اللہ و المسالمة و ترک الحرب ۱۲

گرفتار تھے ان سب کی نجات کے لیے دعا فرمائی جاتی تھی حالانکہ یہ حدیث اُس حدیث سے جدا ہے صحیح بخاری شریف صفة الصلاة میں ہے ذکر غفار  
 وسلم صرف حدیث اول روایت فرمائی اور استقامت میں کہ اسے اُس کے ساتھ روایت کیا صاف فصل بتا دیا حدیث قال عن ابی ہریرۃ ان النبی  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا رفع راسہ من الركعة الاخرۃ یقول اللھم انج عیاش بن ابی ربيعة اللھم انج مسلمۃ بن ہشام اللھم  
 انج الولید بن الولید اللھم انج المستضعفین من المؤمنین اللھم اشدد وطأتک علی مضر اللھم اجعلہا سنین کسنی یوسف وان النبی  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال غفار غفر اللہ لہا واسلم سالہا اللہ تعالیٰ فتح الباری وعمدة القاری وارشاہ الساری شرح صحیح بخاری میں ہے  
 قوله وان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ حدیث اخر وہو عند البخاری بالاسناد المذکور فکانہ سمعہ ہکذا فاوردہ کما سمعہ زاد  
 العینی وقد اخرجہ احمد کما اخرجہ البخاری ذہبوش نے یہ بھی نہ دیکھا کہ روایت میں غفار مرفوع ہے نہ منصوب نہ ولید پر عطف کیونکہ ممکن اغلاط  
 روایت ضروری سوال میں واقعہ بیرونہ بطور غلط ذکر کیا جسے بے اصل اغلاط سے بھر دیا خلاصہ عبارت یہ ہے ایک عامر بن مالک کا دو گھوڑے  
 دو اونٹ وغیرہ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ لایا حضور نے فرمایا ہم کا فرکا ہدیہ قبول نہیں کرتے وہ اسلام تو نہ لایا مگر انکار بھی نہ کیا اور ہولا  
 اسے حبیب خدا میرے پیچھے ایک قوم ہے آپ چند اصحاب ہمراہ دو تو اسید کہ وہ سب مسلمان ہو جائیں آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام مشرقاً چالیس جوان  
 انصار سے جو سب کے سب قرآن مجید کے حافظ تھے عامر کے ہمراہ کر دیے اور ایک راہبر بھی ہمراہ ہوا ان پر مندر کو سر دیا اور بنام عامر بن طفیل  
 ایک خط لکھوا کر حوالہ مندر کے کر دیا یہ صحابہ بیرونہ کے قریب پہنچ کر وہیں قیام کیا پھر ایک شخص کے ہاتھ وہ خط عامر بن طفیل کے پاس بھجوا دیا جب وہ  
 خط عامر بن طفیل نے پڑھا آگ کا شعلہ بن گیا اور جھپٹ کر خط پہنچانے والے کو قتل کر ڈالا پھر اسے تمام حلیوں اور قبیلوں کی کمک کے ساتھ ان کے پاس  
 قتل کر ڈالا اور مندر کو زندہ قید کر لیا قطع نظر اس سے اولاً عامر بن مالک ابوبراء نے "اسی حبیب خدا" ہرگز نہ کہا کہ یہ خاص کلمہ اسلامی تھا  
 ثانیاً "ہمراہ ہوا" سے ظاہر ہے کہ بطور خود ساتھ ہوا حالانکہ حدیث میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلب سلی رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کو رہبری کے لیے ہمراہ فرما دیا تھا فقد اخرج الطبرانی من طریق عبد اللہ ابن لہیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ قال ثم بعث النبی  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المذنبین عمر والسعدی وبعث معہ مطلب السلی لیدلہم علی الطريق الحدیث ذکر فی الاصابۃ فی ترجمہ  
 للمطلب ثالثاً قرآن اقدس خاص بنام عامر بن طفیل نہ تھا بلکہ رؤسائے نجد وبنی عامر کے نام تھا خمیس میں ہے وکتب کتابا لابی رؤساء نجد  
 وبنی عامر ماریج میں ہے مکتوبے بر رؤسائے نجد وبنی عامر مذمت رابعاً حافظ قرآن کے اگر یہ معنی کہ قرآن مجید سے کچھ یاد تھا تو اس میں ان صحابہ کی  
 کیا خصوصیت انھیں قرآن نام رکھنے کی یہ وجہ نہیں ہو سکتی ادا اگر یہ مراد کہ جس قدر قرآن عظیم اُس وقت تک اُترا وہ سب ان سب کو یاد تھا تو اس کا کوئی ثبوت  
 نہیں بلکہ انھیں قرآن رکھنے کی وجہ یہ کہ شب کو درس و تلاوت قرآن مجید میں بکثرت مشغول رہتے صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے یتدا ارسون  
 القرآن باللیل ویعملون عمۃ القاری کن ب الجہاد باب العون بالمہد میں ہے معوا بہ لکثرة قراءتہم خامساً عامر بن طفیل کے خاص اپنے  
 قبیلہ بنی عامر نے ہرگز تک نہ دی بلکہ صاف انکار کر دیا کہ تیرا چچا عامر بن مالک انھیں اپنی پناہ میں لے چکا ہے ہم اُس کا ذمہ ہرگز نہ توڑیں گے

سب انصاری دتے بعض مجاہد تھے خمیس میں ہے کان اکثرہم من الانصار واربعة من المهاجرین ماریج میں ہے اکثر ایشان انصار بودند و بعضے از مهاجران نیز خمیس  
 میں ہے لم یکن القرآن کلامہ من الانصار بل کان بعضہم من المهاجرین مثل عامر بن فہیرۃ مولیٰ ابی بکر الصدیق خاف بن بدیل بن ورقاء الخ انہی فی جہاد رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہم۔

مواہب لدنیہ میں ہے استصخ علیہم بنی عامر فلم یجیبوہ وقالون فنحن اباء وقد عقد لہم عقدا وجوارا سیرت ابن ہشام میں ہے استصخ علیہم بنی عامر فابوا ان یجیبوہ الی ما دعاہم الیہ وقالوا لن فنحن الی آخر ما مرخیں میں ہے استصخ عامر بن الطفیل بنی عامر علی المسلمین فامتنعوا وقالوا لا فنحن ذمۃ ابی براء عمو الخ مدارج میں ہے "تمامہ بنی عامر از جنگ مسلمانان با آمدند سا و عامر بن طفیل کا حال فرمان اقدس حرام بن لحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنا بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ ان کا قاتل اور شخص تھا کہ بعد کو اسلام لے آیا کما رواہ الطبرانی عن ثابت البنانی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عند اللہ عامر بن طفیل کفر پر مرا کما فی صحیح البخاری عن اسحق بن ابی طلحہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح بخاری شریف میں ہے جعل یحذیہم فاقوما والی رجل فاتاہ من خلفہ فظعنہ یعنی حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا فرد کو پیام اقدس پہنچاتے اور ان سے باتیں فرما رہے تھے کہ انھوں نے کسی کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے اگر نیزہ مارا امام حافظ الثانی عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا لہم اعرفوا اسم الرجل الذی طعنہ مجھے اس نیزہ مارنے والے کا نام معلوم ہوا ازرقانی شرح مواہب میں ہے فی الطبرانی من طریق ثابت عن انس ان قاتل حوام بن ملحان اسلم و عامر بن الطفیل مات کافرا کما تقدم انھی من الطغیان سابعاً ان سب سے قطع نظر کے بعد اس میں ایک غلطی یہ ہے کہ جب وہ خط عامر نے پڑھا آگ بن گیا کتب سیر میں تصریح ہے کہ اس ضمیمہ نے فرمان اقدس دیکھا تاکہ نہیں سیرت ابن ابی سیرت ابن ہشام و مواہب لدنیہ میں ہے لہذا تاہل لہم لہم الی الکتاب تمامنا سخت غلطی فاحش یہ ہے کہ "مذکور زندہ قید کر لیا" حالانکہ منذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین معرکہ میں شہید ہوئے ہیں عالم التزیل میں ہے قتل المذنبین عمو و اصحابہ الا ثلثۃ نفر کا ہذا فی طلب ضالۃ لہم الخ مدارج میں ہے تمامہ اصحاب شہید شدند الامم ذنبین عمرو با و گفتند اگر خدایا ترا مان دہیم اور امان ایساں را قبول نہ کرد و با ایساں تھا کہ کرد تا شہید شد۔ سیرت ابن ابی اسحاق و ہشام میں ہے لہذا وہم اخذوا سیوفہم ثم قاتلوہم حتی قتلوا من عند اخرہم یرحمہم اللہ الا کعب بن زید اخا بن دینار بن الخیار فافہم ترکوہ و بہ رمق فارتش من بین القتلۃ فعاث حتی قتل یوم الحندقۃ فہمد ابرحمہ اللہ مواہب میں ہے قتلوا الی اخرہم الا کعب بن زید الخ خیمیں میں ہے قتلوا من عند اخرہم الا کعب بن زید الخ خود حدیث میں ہے حضور ید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ان اخوانکم لقوا المشرکین فاقتطعواہم فلم یبق منہم احد وانہم قالوا ربنا بلغ قومنا اننا قد رضینا ورضی عنا ربنا فانارسلوہم الیکم قد رضوا ورضی عنہم رواہ الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فریب دہی عوام جمالات و افلاط کثیرہ کے ساتھ فریب دہی عوام بھی ضروری سوال میں ضرور ہے فریب ۱ حدیث مذکور ابن جہان ذکر کی جو صراحت مطلق تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے نفع یا ضرر کی دعا فرمائی ہوتی و مصنف ضروری سوال نے اس کا ترجمہ لکھ کر دعا جوڑ لگا دیا یعنی سوال اس کے پیچھے خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کسی مصیبت پر قنوت نہیں پڑھتے تھے "جس سے عوام سمجھیں حدیث میں کسی خاص مصیبت کا ذکر ہے اسی کے لیے قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے باقی بے ثبوت اس مناسط سے جو فائدہ اٹھا چاہا اُسے یہیں ظاہر بھی کر دیا کہ اب یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نماز فجر میں نصرت چاہے طاعون یا دبا کے لیے قنوت ثابت نہیں" حالانکہ ہر ایک جہاں عربی بتا سکتا ہے یحضر ہو گا دیا ہے حدیث میں اصل کسی مصیبت خاص کا نام نہیں جس کے غیر دفنی قنوت ہو فریب ۲ قنوت نازلہ خود بھی تو غیر منسوخ مانی ہے اگرچہ خاص

ایک نازلے میں۔ اب جو اس پر سند پیش کرنی ہوئی تو علامہ طحاوی و علامہ شامی و محقق سامی بحر طامی صاحب اشباہ نامی کا دامن پکڑا کہ ”چنانچہ حاشیہ درمختار طحاوی و شامی و اشباہ و النظائر وغیرہ نے اُس کی تصریح کی ہے“ حالانکہ اوپر واضح ہو چکا کہ یہ علمائے کرام تو نہ صرف تعمیم نوازل بلکہ خاص طاعون ہی کے لیے قوت ثابت کرتے ہیں جس کے سبب معاذ اللہ اس شخص کے نزدیک کذب و بہتان میں پڑے ہیں ان کے کلام پر سے نقل ذکر نادر کنارجو عبارت اُن کے نام سے نقل کی اُس میں دو کارروائیاں کیں ایک یہ کہ خود اُن کے ترجمہ کلام میں وہ الفاظ ملا دیے جو اپنے ساختہ مذہب کے مطابق تھے دوسرے یہ کہ ایک عربی عبارت اپنی طرف سے بنا کر اُس کلام سے ملا دی اور سب کا ایک ساتھ ترجمہ کر دیا جس سے ناواقف کو دھوکا ہو کہ یہ سارا کلام ان علمائے کرام کا ہے۔ وہ نقل و ترجمہ لمخصایہ ہے“ وغیرہ وغیرہ نے اُس کی تصریح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ قد قنت ابوبکر الصديق وعمرو على ومعوية فالقنوت في النازلة ثابت فافهم واغتنم قلت والمواد بالنازلة هناك هو الذي مذکور فی الاحادیث ولا یقاس علی غیرہ واللہ اعلم ترجمہ اور مقرر قنوت پڑھی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور حضرت علی اور حضرت معویہ نے پس قنوت بیچ دانے ہوئے سختی اور فتنہ اور فساد اور غلبہ کفار و شرار کے ثابت ہے سو سمجھ اور غیبت جان اب کہتا ہوں میں کہ مراد نازل سے اُس جگہ وہی نازل مراد ہے جو مذکور ہوا ہے حدیثوں میں اور نہیں خیال کیا جاوے گا اور غیر اُس نازل کے اعنی ہر ایک نازل نہیں ”ترجمہ اصل میں فتنہ اور فساد اور غلبہ کفار و شرار لفظ بڑھا دیے کہ زے بے علم کہیں دیکھو جو بات مولوی صاحب نے کہی تھی وہی ان کتابوں میں لکھی ہے ورنہ اصل عبارت علمائے ذان لفظوں کا اصلاً پتا اُس غرض فاسد کے سوا ترجمہ میں اس پہونہ کا کوئی منشا پھر قلت سے آخر تک ایک عبارت عربی گرہ کر عبارت سے ملا دی اُس کا ترجمہ ترجمہ سے کہ ناواقف کم علم جانیں یہ قلت انھیں علمائے فرمایا ہے ورنہ یہ کہیں کا دور نہیں کہ اردو رسالے میں جو بات اردو ہی زبان میں ظاہر کرنی ہو اُسے پہلے عربی میں بولیں پھر اپنی عربی کی اردو کریں اور کلام علمائے قلت ہزار جگہ ہوتا ہے توصات اسی طرف ذہن جائے گا کہ یہ کلام بھی انھیں کا ہے فریب ۳۰ اشباہ میں فرمایا تھا فائده في الدعاء برفع الطاعون سئل عنه فاجبت بانى لماره صيحا يعني فائده طاعون دُور ہونے کی دعا میں مجھ سے اس کا سوال ہوا تھا میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح میں نے نہ دیکھی پھر غایہ دشمنی و فحش القذیر کی وہ عبارتیں نقل فرمائیں کہ نازل کی قنوت پڑھے پھر سرسرایا فالقنوت عندنا في النازلة ثابت ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل یعنی ان عبارات سے واضح کہ ہمارے نزدیک بلا میں قنوت ثابت ہے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے پھر اس دعوے کے ثبوت کو کہ نازل ہر شدت و سختی کو عام ہے مصباح و قاموس و صحاح کی عبارت مذکورہ سابق نقل فرمائیں پھر عبارت سراج و ہاج و مطلق و کلام امام طحاوی سے ثبوت موکد قائم فرمایا کہ جو کوئی بلا ہو اُس کے لیے قنوت پڑھنے میں حرج نہیں کسی عاقل غیر مجنون کے نزدیک اس کلام کے معنی سوا اس کے کچھ نہیں ہو سکتے کہ طاعون کے لیے قنوت پڑھی جائے نہ فرمایا ہے ہیں لاجرم علامہ سید شریف طحاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں فرمایا فی الاشباہ یقنن للطاعون لانه من اشد النوازل یعنی اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لیے قنوت پڑھے اس لیے کہ وہ سخت تر بلاؤں میں سے ہے اب مصنف ضروری سوال کی سنیے ”اشباہ و النظائر والے صاحب نے فرمایا ہے لوگوں نے مجھ سے پوچھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے سوچیں نے جواب دیا کہ صریح مسئلہ اس کا کہیں نہیں دیکھا میں حکم کر نہیں سکتا“

۱۔ اس خوبی علم کو دیکھئے کتنا مقصود ہے کہ لا یقاس علیہ غیرہ اور نازلہ اس پر قیاس نہ کیا جاوے گا اور کہا کہ لا یقاس علی غیرہ نتیجہ کیا باجگاہ پڑا اُس نازلہ

اول تو سوال خاص قنوت طاعون سے ہونا بنایا کہ جو جواب گڑھا جائے گا وہ بالخصوص صراحۃً اُسی پر دارد ہو پھر جواب میں یہ لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیے کہ میں حکم کر نہیں سکتا "حالانکہ عبارت اشباہ میں اس کا وجود مفقود بلکہ بالتحریج اُس میں قنوت کا حکم دینا موجود اسے کس درجہ کی تحریف و بددیانتی و مغالطہ و فریب دہی کہا چاہیے والعیاذ باللہ رب العالمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم مخالفت تو یہ نامہ خود اس ضروری سوال سے بھی پیدا اُولا اُس میں اپنے طرفداروں کے ایک رسالے کی نسبت لکھا تھا کہ "اُس میں سادات کرام و علمائے عظام کی شان و عظمت کے خلاف الفاظ رکیکہ برتے گئے ہیں واقعی یہ کمال درجہ کی بے ادبی میرے طرفداروں سے تو گویا مجھ سے ہوئی میں رشد ان کل حضرات بابرکات سے معافی چاہتا ہوں خواہ حضرات سادات و علما اہل سورت خواہ اہل ممبئی خواہ آفاقی" وہاں تو آج کل کے علما کو جو آپ کے طرفداروں نے کچھ الفاظ رکیکہ لکھے اُس سے معافی چاہی اور ضروری سوال میں خود آپ اکابر سابقین علمائے عظام و فقہائے کرام و سادات فخام مثل امام نووی و امام ابن حجر و امام طیبی و علامہ ابن ملک و محقق زین الاخبارین ابن نجیم و مولانا علی قادری کی وسید علامہ طحطاوی و سید علامہ شامی و امثالہم کو معاذ اللہ کذب و بہتان کی طرف نسبت فرما رہے ہیں شاید یہ الفاظ رکیکہ بنوں گے ثانیاً اُس میں لکھا تھا "واللہ یأثمہ میں مذاہب اربعہ حقہ کو سچے دل سے حق جانتا ہوں" یہاں صراحۃً قنوت فجر کو کہ مذہب امام مالک و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے بدعت و ضلالت و فی النار بتایا اور قنوت طاعون و و با کو کذب و بہتان ٹھہرایا شرع حقیقہ سے قطع نظر بھی کیجیے تو ائمہ شافعیہ کے یہاں اُس کی صریح تصریحیں موجود اور امام ابن حجر کی نے خود امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان مذہب میں اُسے ذکر فرمایا ثالثاً اُسی میں لکھا تھا "جمہور علما کا اتباع اختیار کیا اولیائے کرام نذر و نیاز عرفی میں جبکہ فقہائے کرام نے تصفیہ کر دیا ہے اور سخن کر رکھا ہے تو ہم انھیں کی پیروی کریں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے لیکن بندہ اپنے پرانے خیالات سے باز آکر اولیا کی نذر و نیاز عرفی جو فی زمانہ خاصا عوام میں مروج ہے کہ اس کو مستحسن جانتا ہوں سوائے اس کے سیری تصانیف میں جو بات خلاف اقوال جمہور علما ہو اُس کو واپس لیتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ علمائے کرام کے مخالف کوئی مسئلہ نہیں کہوں گا" اور یہاں مظاہر ارشاد جمیع متون براقتصاد لیا نہ طریقہ مصرعہ جمہور شارحین اختیار کیا سب کے مخالف مسئلہ لکھ دیا یہ ضروری سوال کی مخالفتیں تھیں رابعاً شرائط بحث میں تو صراحۃً اُس نوٹہ کو توڑ دیا نذر و نیاز عرفی اولیائے کرام قدرت اسرار ہم جو فی زمانہ مروج ہے ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں اس پر کوئی نزاع قائم نہ ہوئی نہ اس کا کوئی تصفیہ اُس وقت کے فقہائے کرام نے کیا تو لاجرم تو بنائے میں جمہور علمائے متاخرین ہی کی پیروی کو لکھا اور ان کی مخالفت کا عہد کیا تھا اب شرائط ثلثہ کی بحث میں قرون ثلثہ کے متاخرین متقدمین سب کو بالائے طاق رکھ کر صاف لکھ دیا کہ نہ دین میں اصول و فروع مسائل میں زمانہ خیر القرون کی ہونی چاہیے یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور اُس پر عمل بھی جاری ہوا ہو یوئے وہاں ہیست پیدا ہوئے کو اُولا و ثانیاً ضروری سوال ہی کی وہ تقریریں کہ یہ ارشاد فقہا کذب و بہتان ہے اور وہ مذہب ائمہ بدعت و ضلالت و فی النار ہے کافی تھیں مثالاً اگر شرائط بحث میں توصات صاف وہی معمولی تقریر دیا یہ کہ قرون ثلثہ کی نہ متبر ہے باقی سب باطل صراحۃً لکھ دی اور اُس کے ساتھ اور تنگی بڑھا دی کہ صحابہ و تابعین کی سند بھی مقبول نہیں جب تک اُس پر عمل نہ جاری ہوا ہو یہ باتیں ضرور وہاں ہیست کی ہیں رابعاً اور شرط نگائی کہ "کوئی مسئلہ کسی کتاب میں بے سند لکھا ہو وہ بغیر اس کے تسلیم نہ کیا جائے گا ہر شخص جانتا ہے کہ کتب فقہ



متون و شروح و فتاویٰ کسی میں ذکر اسناد نہیں ہوتا تو اس بشرط میں صاف بتا دیا کہ کتب فقہ اہل و ناقابل عمل ہیں ان کا مسئلہ تسلیم کیا جائیگا یہ اول نمبر کی دہائیت غیر نقلی ہے ان وجوہ سے ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ زید اپنی قدیم دہائیت پر باقی ہے فالعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

**بالجملہ** ان تمام بیانات جلیلہ سے واضح ہوا کہ ضروری سوال کی تحریر ہمارے علمائے کرام کے خلاف ہے وہ سرسرخ غلطیوں سے بھری ہے جو اسے صحیح و درست بتائے سخت جاہل و نا فہم ہے۔ ضروری سوال کا مصنف علم دین سے بہرہ نہیں رکھتا وہ شہ جہارت سمجھ سکتا ہے نہ توحید کی لیاقت رکھتا ہے پھر مطلب سمجھنا تو بڑا درجہ ہے وہ خود اپنا لکھا نہیں سمجھتا نہ نافع و مضر میں تمیز کرتا ہے اور اس کے ساتھ کلمات علم کو بدلنا گھٹانا بڑھانا منطاط عوام کو کچھ کا کچھ مطلب بنانا علاوہ ہے ایسا بے علم و کج فہم ہرگز فتویٰ دین کی قابلیت نہیں رکھتا اس کے فتوے پر اعتماد ہو سکتا ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انخذ الناس رؤسا جھالافسٹلوا فافسٹلوا بغیر علم فضلو و اضلوا لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے ان سے سسلے پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے آپ بھی گمراہ ہوں گے اور وہ کو بھی گمراہ بنائیں گے اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ جو ایسے شخص کے فتوے پر اعتماد کریگا گمراہ ہو جائے گا نیز اس کے اقوال و کلمات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ فقہائے کرام کی شان میں گستاخ ہے ارشادات علما کو کذب و بہتان بتاتا اور مذہب اہل حق کو ضلالت و فی الان ربنا تا اور تمام کتب فقہ کو مہمل و بیکار ٹھہراتا ہے اس نے اپنی توبہ توڑی اور قدیمی دہائیت اب تک نہ چھوڑی مسلمانوں کو اس کی صحبت سے احتراز چاہیے کہ حکم صحیح گمراہی میں پڑنے کا اندیشہ ہے ایسی حالت میں جو اس کی اعانت کرے گمراہی کی بنیاد قائم کرتا ہے ہاں اگر وہ پھر از سر نو ان تمام حرکات سے ثابت ہو اور ایک زمانہ متدگر کرے جس میں اس سے وہ باتیں صادر ہوں جن سے اس کی توبہ دوم کا بر خلاف توبہ اول بچا ہونا ظاہر ہو تو اس وقت اس سے تعرض نہ کیا جائے مگر اس کے فتوے پر اعتماد پھر بھی نہیں ہو سکتا کہ اس قدر سے اس کا جمل نائل ہو کر عالم نہ ہو جائے گا لاکھوں عوام سنی المذہب مجدد اللہ تعالیٰ ایسے ہیں جن سے تمام عمر میں کبھی کوئی بات بد مذہبی یا گستاخی شان اللہ و فقہاء کتب فقہ کی صادر ہی نہ ہوئی مگر جبکہ وہ بے علم ہیں مفتی نہیں بن سکتے اللہ عز و جل خدا ان سے بچائے اور لطیفیل خاکپائے بندگان بارگاہ بیکس پناہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توفیق علم و عمل عطا فرمائے آمین آمین والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و آلہ وصحبہ اجمعین آمین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ الحمد واحکم کتبہ محمد بن المعرف بن محمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد بن النبی الاحم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

فی الواقع تفصیل کہ قنوت تازہ جائز ہے مگر اس کا جواز صرف ایک نازلہ سے خاص باقی اس میں ناجائز ہمارے اللہ کرام کا مذہب نہیں مصنف ضروری سوال کی تحریر میں اس کی جہالت و بطالت صاف ظاہر ہے بیشک ایسے شخص کو مفتی بنانا حلال نہیں اس کے فتوے پر اعتماد جائز نہیں بلکہ القریب المحیب نے جو امور بالمجہد میں لکھے ضرور قابل لحاظ و سخت عمل ہیں مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہیے کہ باذنہ تعالیٰ مضرت دینی سے محفوظ رہیں واللہ العزیز واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم کتبہ عبداللہ بن احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد بن المعرف بن محمد رضا البریلوی عفی عنہ۔

**مسئلہ** - (زرگون گلی ۲۵) دوکان ۲۵ مسئلہ حافظ محمد یوسف صاحب ۵ رزی قعدہ ۱۳۴۹ھ

ہمارے سنی حنفی عالم لوگ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اس شہر میں ایک مسجد کا امام صاحب دینین روئے سے فجر کے فرض دوسرے رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھتا ہے یعنی سلطان کے واسطے دعا مانگتا ہے اور سب مقتدی لوگ بلند آواز سے آمین پکارتے ہیں پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہمارا مذہب حنفی سے یہ امام صاحب کیسا ہیں اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔

## الجواب

اگرچہ متون میں مطلق حکم ہے کہ لا یقنت فی غیرہ غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے مگر تحقیق شراح نے باتباع امام طحاوی وقت نازلہ و حدود بلائے عام نماز فجر میں قنوت پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس کی بنا پر اس عالم کے پیچھے نمازیں کچھ حرج ہو جبکہ وہ واقع میں سنی المذہب صحیح العقیدہ ہے اور اگر غیر مقلد ہے تو آپ ہی گمراہ بددین ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز محض کما تحقیقنا فی النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقليد و مختار میں ہے لا یقنت لغيره الا للنازلة غنیہ میں ہے ہومذہبنا وعلیہ الجمہور رد المحتار میں کلام امام طحاوی نقل کر کے فرمایا ہو صریح فی ان قنوت النازلة عندنا مختص بصلاة الفجر دون غیرہا من الصلوات الجمعیۃ والسرۃ امام کو چاہیے کہ یہ قنوت بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی دعا ہی پڑھیں ہاں اگر امام قنوت بآواز پڑھے تو مقتدی آمین کہیں مگر بآواز نہ کہیں بلکہ آہستہ کہہ کر آمین نماز میں کر وہ ہے پھر علی کو اختلاف ہوا کہ یہ قنوت رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد ہو یا پہلے اور تحقیق یہ ہے کہ رکوع سے پہلے ہونا چاہیے رد المحتار میں ہے هل المقتدی مثله ام لا وهل القنوت قبل الركوع او بعده لعمارة والذي يظهر لي ان المقتدی يتابع امامه الا اذا جهل فيؤمن فانه لا يثبت بعد الركوع ثم رأيت الشرح لبلائی فی مواقی الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظهر المحموی انہ قبلہ والاظهر ما قلناه والله تعالیٰ اعلم **قول** هل الاحق بالقبول ما قال السيد المحموی لقول الفتح ولما ترجح ذلك خروج ما بعد الركوع من كونه محلا للقنوت اه وقال ايضا وهذا تحقيق خروج القنوت عن المحلية بالكلية الا اذا اقتدى بمن يقنت في الوتر بعد الركوع فانه يتابعه اتفاقا اه والله تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از کراچی گاڑی حاطہ مولیٰ نہ یمن محلہ رام باغ مرسلہ ذرا حمد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا حنفی امام نماز فجر میں دعائے قنوت دو دیگر دعاؤں کو بآواز بلند پڑھے تو جائز ہے یا نہیں۔

## الجواب

حنفی مذہب میں وتر کے سوا اور نمازوں میں قنوت منع ہے متون کا مسئلہ ہے ولا یقنت فی غیرہ مگر جب معاذ اللہ کوئی بلائے عام نازل ہو جیسے طاعون و وبا وغیرہ تو امام اجل طحاوی و امام محقق علی الاطلاق وغیرہ شراح نے نماز فجر میں دعائے قنوت جائز رکھی ہے کما فصلتہ فی فتاونا والله تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ سائل مذکور الصمد

حنفی امام بعد اللہ و امین آہستہ حنفی طریقہ پر پڑھے اور دعائے قنوت دو دیگر دعاؤں کو ثانوی طریقہ سے پڑھے تو نماز اور ایسے امام کی اقتدا جائز ہے یا نہیں۔ یہ نقل امام نے متواتر تین روز بغیر اطلاع مقتدیوں کے کیا جس سے مقتدیوں کی عبادت گاہ مانتیں مثلاً کوئی رکوع میں کئی قیام ملے کوئی سجود میں قیام ملے یا نہیں

## الجواب

پہلے صورت نازلہ جو کوئی ایسا کہے گا موجب کراہت ہوگا اُسے منع کیا جائے گا اگر نہ مانے اُس کی اقترا نہ کریں مگر جس نے امام سے پہلے کوئی فعل کیا اور امام سے پہلے ہی فارغ ہو لیا اور پھر امام کا اُس میں ساتھ نہ دیا مثلاً وہ متوجہ قنوت ہوا اور یہ رکوع میں گیا اور امام رکوع میں نہ آنے پایا تھا کہ اس نے سر اٹھالیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد رکوع نہ کیا تو ایسے مقتدی کی نماز نہ ہوئی ورنہ ہوگئی اور اُس میں جو غلطی ہوئی اُس کا وبال امام کے سر پر اللہ دین نے تو جمیع وعیدین میں سجدہ سوگات رکھا ہے جبکہ جماعت کثیر ہو کہ ہر قسم کے لوگوں کا مجمع ہوگا بعض کو باعث حشمت ہوگا کہ یہ کیا چیز ہے حالانکہ وہ بدعت نماز ہے نہ کہ عین وسط نماز میں بے اطلاع مقتدیان ایسی نئی حرکت کس قدر باعث فتنہ ہے نسائی اللہ العفو العافی واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - اگر حاجی بندر صدر بازار دکان سید محمد حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ امام خفی المذہب در وقت حدوث حادثہ نازلہ طاعون و وباء در وقت اخیر نماز فرض فجر دعا قنوت شفعویہ مع چند الفاظ دعائے عربیہ اذاع الوبا سر روز یا ہفت روز خواند آیا دریں صورت میں فعل امام مطابق مذہب جمہور حنفیہ است یا نہ و اگر کہے میں امام را باعث مرکب شدن فعل صدر و ابائی و غیر مقلد خوانست پس حکم دو چیست -

## الجواب

قنوت در نمازہ تحقیق حنفیہ مثل امام طحاوی و امام ابن الہمام وغیرہا کبرائے اعلام اثبات کردہ اند عمل برویچ علاقہ بواہیت و غیر مقلدی ندارد و ہر کہ بایں طعنے زندہ ہیں است تقسیم باید کرد۔ آنجا کہ مجمع بمجموع امام باشد اقام بایں کار نباید کرد کہ باعث تنقیر و فتح باب غیبت نشود قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یشد دا لا تنفروا اللہ منع فرمودہ اند کہ پیش جمال قرار تمائے کہ گوش او باد آشنائیت بخوانند تا سحر بختہ ایشان نشود اگرچہ ہمہ قرائتہا یقیناً حست کما فی غنیۃ العلامة ابراہیم الحلبی وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از ہیئت ۳۳ مسؤلہ محمد صدر اللہ گلی خطیب زکریا مسجد ۳ صفر ۱۳۳۳ھ

ما قولکم دام فضلكم نظر بر مصائب حاضرہ جنہوں نے آج کل بالخصوص سلطنت اسلامیہ عثمانیہ اور بالعموم تمام مسلمانان عالم کو گھیر رکھا ہے بعض ہفتین ہری فرض نمازوں میں با د از بلند قنوت خوانی کا قنوی دہتے ہیں نمونہ قنوی مولوی کفایت اللہ دہلوی کا لفظ ہذا ہے علماء اہل سنت کے نزدیک (۱) وقت نازلہ قنوت تمام ہری فرض نمازوں میں ہے یا صرف فجر میں (۲) بعد مع اللہ ملن حمدہ یا تمنا تھا کہ بھر پڑھی جائے یا کس طرح (۳) یہ وقت اس کا مقتضی ہے یا نہیں کہ قنوت پڑھی جائے بنیوا اجرکم اللہ

## الجواب

قنوت نازلہ امام طحاوی وغیرہ شرح نے جائز رکھی ہے وہ صرف نماز فجر میں ہے اور ہمارے نزدیک بعد رکوع قنوت کا محل ہی نہیں قبل رکوع چاہیے کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر اس ہندوستان میں اسلام اُس وقت خود مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں سے سخت نزع میں ہے قنوت کا وقت ہے واللہ تعالیٰ اعلم وہ رکعت ثانیہ میں بعد قرائت ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں اور امام مقتدی سبک ہست قنوت پڑھیں جس مقتدی کو یاد نہ ہو آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از دھاپور محلہ موچیان ڈاکخانہ خاص ضلع بجور مسؤل غلام محمد صاحب ۸ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ

جناب مولوی صاحب رہنمائے گرامان دام انصاف بعد اوائے نیاز مندانہ کے معروض خدمت ہے یہاں قصبہ دھاپور میں زمرہ خلافت نے نماز میں ایک نیا طریقہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نمازیں اخیر فرض میں رکوع کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور امام صاحب عاباد ازلہ پڑھتا ہے اور مقتدی باکواز بلند کئی کئی مرتبہ آمین کہتے ہیں بلکہ بیس بیس مرتبہ سے زیادہ مقتدی آمین کہتے ہیں بعدہ بعدہ میں جا کر سلام پھیرتے ہیں عابجا ہمارے امام صاحب حنفی کے طریقہ میں یہ نماز جائز ہے یا ناجائز یا کسی اصحاب نے یا کہ الامین میں سے کسی نے پڑھی ہے اور اس طریقہ سے نماز ہوتی ہے یا کہ فاسد ہو جاتی ہے ہم کو اس نماز میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں۔

**الجواب**

یہ طریقہ قنوت نازلہ کا ہے جو متون مذہب حنفی کے خلاف ہے مگر بعض شرح نے اجازت دی ہے اُس سے بھی چار باتوں میں مخالف ہے اول بعد رکوع ہمارے نزدیک محل قنوت ہی نہیں کما حقہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ووم امام کاہر سے دعا پڑھنا مخالف قرآن کریم و مذہب حنفی ہے سوم یہ ہیں مقتدیوں کا آمین بالجہر چہارم قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف نماز فجر میں ہے اور بعض کتب میں نماز بھر واقع ہوا پانچوں نمازوں میں ہونا ہمارے یہاں کسی کا قول نہیں تو ہمارے نزدیک اس کے سبب تاخیر فرض لازم آئے گی اور اُس کے سبب نماز واجب الاعادہ ہوگی ایسی نماز میں شرکت نہ کی جائے جبکہ خالص حنفی جماعت مل سکتی ہو اور شرکت کی ہو ظہر و عصر بلکہ عند التحقیق غیر فجر کا اعادہ کر لیں بلکہ فجر کا بھی جبکہ لوگ بعد رکوع قنوت کریں کہ مذہب حنفی میں خلاف محل ہے اگرچہ شامی و شرنبلالی کو شبہ ہوا وہ مذہب میں صاحب قول نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از کوہ کسوئی کسریٹ روٹی گودام مسؤل عبد اللہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عرصہ ایک سال سے میں نہا کرتا ہوں کہ اس جگہ اور دیگر شہروں میں ایک نماز رواج پڑھی جا رہی ہے جس کا ثبوت مجھ کو آج تک کسی نے نہ دیا اور یہ کہ کرمال دیا کہ حدیث کی کتابوں میں دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ ہر ایک فرض نماز کی آخر کعت میں بعد رکوع امام کچھ پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور استفسار کرنے پر کہ امام کیا پڑھتا ہے یہ جواب ملتا ہے کہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اور اگر دعائے قنوت کی عربی عبارت دریافت کی جاتی ہے تو اس سے صاف جواب سخت حیرت اور تعجب کا مقام میں مسجد جانے سے قاصر بلکہ مستغنی اس وجہ سے یہ مسئلہ حل طلب بہت ضروری ہے (۲) اس خادم کی نظر سے ربع اول مظاہر حق جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب القنوت منہد جہذیل احادیث گزریں جس سے بالکل حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اظہار نہیں ہوتا کہ آپ نے امت کے لوگوں کو امر کیا ہو کہ وہ بھی اس کو پڑھا کریں بلکہ حدیث خدا ظاہر کر رہی ہے کہ حضور نے بفرمان ربی اس کو ترک کر دیا فضل اول کتاب مذکور عن ابنی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یدعو علی احد او یدعو لحد قنوت بعد الکوع فربما قال اذا قال مع اللہ لمن حمدہ ۱۰ ینالک الحمد اللہما فیہ الولید وسلمۃ بن ہشام وعیاش بن ابی ربیعۃ اللہم اشد و طأتک علی مضر منین کسنی یوسف یجہربذک وکان یقول فی بعض صلواتہ اللہم العن فلانا و فلانا لہما عن العرب

حتیٰ انزل اللہ لیس لك من الامر شیء الا یہ متفق علیہ وعن علیہ الاحول قال سئلت انس بن مالک عن القنوت فی الصلوة کان قبل الرکوع او بعده قال قبلہ انما قننت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الرکوع شہراً انہ کان یحث اناساً یقال لہم القراء فاصیبوا فقننت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الرکوع شہراً یدعو علیہم متفق علیہ فصل ثانی کتاب مذکور عن ابن عباس قال قننت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہراً امتنا بعا فی الظہر والعصر والمغرب والعشاء وصلاح الصبح اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ من الرکعة الا خیرۃ یدعو علی احياء من بنی سلیم علی رعل وذکوان وعفیتہ ولوقن من خلفہ رواہ ابو داود۔ وعن انس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قننت شہراً ثم ترکہ رواہ ابو داود والنسائی۔ چونکہ حنفی مذہب کے مطابق آئین آواز سے کہنا روکا گیا ہے مگر اب تو پورے پندرہ منٹ آئین اس زور سے کہی جاتی ہے کہ مسجد گونج اٹھتی ہے بلکہ نماز جمعہ میں لوگوں کی کثرت سے آئین کا شور تو حد درجہ بڑھ جاتا ہے اس سببی میں صرف ایک مسجد ایک قبرستان ہے مذہب حنفی کے سبب پیرو ہیں امام مسجد جن سے اس کا رواج ہوا ہر شخص کو مجبور کر رہے ہیں کہ اس کی ادائیگی اگر کوئی قاصر ہوگا اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اس کا جنازہ مسلمان نہیں اٹھائیں گے سبب ملازمت لوگ باہر سے آتے ہیں ان کے لیے ایسا نادر شاہی حکم بہت ہی گراں ہو رہا ہے اور بے وقت پردیس میں موت ہونے کے لحاظ سے مجبوراً ادا کر رہے ہیں وہی مثل کہ زبردست مارے رونے نہ دے اور حقیقہ قبر مردیش، رجوانہ ویش کے مصداق ہو رہے ہیں۔ والسلام

## الجواد

(۱) اصل مسئلہ متون یہ ہے کہ دُوروں کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں تو لا ابصار وغیرہ میں ہے ولا یقننت فی غیرہ مگر امام طحاوی وغیرہ شراح نے معاذ اللہ کسی نازلہ یعنی عام مصیبت کے وقت اس کے دفع کے لیے بھی قنوت جائز رکھی اسی بارے میں حدیث ہے قننت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہراً اعلیٰ عدۃ قباثل من الکفار اس کے لیے کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ جو بلا مثل طاعت و دبا یا غلبہ کفار والعیاذ باللہ تعالیٰ اس کے دفع کی دعا کی جائے گی تحقیق یہ ہے کہ یہ قنوت صرف نماز فجر میں ہے و ما وقع فی بعض الکتاب فی صلاۃ الجہر فمصحف من صلاۃ الفجر اور تحقیق یہ ہے کہ فجر کی دوسری رکعت میں بعد قرائت قبل رکوع ہولان ما بعد الرکوع قد اخرج عن محلیۃ القنوت کما حققہ المحقق فی الحق اور امام مقتدی سب آہستہ پڑھیں لانہ دعاء وسنة الدعاء الاخفاء جن مقتدیوں کو یاد نہ ہو وہ آہستہ آہستہ آئین کہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۲) او پر بیان ہوا کہ اس قنوت کا جواز ہی ظاہر متون مذہب حنفی کے خلاف ہے نہ کہ معاذ اللہ اس پر ایسا اصرار کہ جو ذکرے خارج از اسلام سمجھا جائے اور مسلمان اس کا جنازہ نہ اٹھائیں یہ ظلم اور اشد ظلم ہے اور سخت کبیرہ ہے اور اشد در رسول پر اقرار اور نئی شریعت دل سے گرھنا اور مسلمانوں کو ناحق معاذ اللہ کافر بنانا اور حکم ظواہر احادیث خود کا فریضہ ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نقد باؤبہ احد ہما اور آئین باجمہر مذہب حنفی میں کہیں نہیں ہاں شرح وقت نازلہ قنوت اسی طریقہ پر روا کرتے ہیں جس کی تحقیق او پر بیان ہوئی اور حدیث فعلی بھی مثل حدیث قولی حجت ہے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوا کما دأبتمونی اصلی اور ترک دعا بوجہ قضاء حاجت یا بعض مخصوصین پر دعا سے رب عز وجل کی ممانعت نفس دعا سے منع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از دین قریب سورت بخندست جناب مولانا مولوی محمد دسی احمد صاحب محدث سورتی (رحمہ اللہ تعالیٰ) و از انجا بنرض تصدیق نزد فقیر  
۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دعائے قنوت کا کس مصیبت کے نازل ہونے کے وقت فرائض پنجگانہ میں پڑھنا یا خاص کسی وقت کے فرض نماز میں پڑھنا شرع شریف سے ثابت ہے یا نہیں خاص کر ایام و بابائے طاعون میں اور اس کے پڑھنے کا محل فرض کی آخر رکعت میں قبل رکوع کے وتر میں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں یا صرف امام کا و از بلند پڑھے اور مقتدی آمین آہستہ آہستہ کہیں۔ بنیوا تو جروا۔

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم ۝ اللهم لك الحمد عامه بلکہ عام متون مذہب میں دربارہ و ترارشاد ہوا لا یقنت فی غیرہ و کذا صرحوا ان الماموم لا یلتجى امامه القانت فی الفجر و عللوه بانہ منسوخ و انہ محدث او یحققین شرح مثل امام ابن الہمام و علامہ سرحدی و امام عینی شارحین ہدایہ و علامہ شمش شاری نقایہ و علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ و علامہ زین بن نجیم شارح کنز و علامہ شرنبلالی شارح نور الایضاح و علامہ علائی شارح تنویر و علامہ سید محمودی شارح اشباہ و علامہ نوح آقندی و علامہ سید ابوالسعود ازہری کشی کنز و علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید محمد شامی محشیان در وغیرہم بتبیین امام اجل حافظ الحدیث ابو جعفر طحاوی ہنگام نزول نوازل مثل طاعون وغیرہ والیاذ باللہ تعالیٰ صرف نماز فجر میں تجوز قنوت کی تنقیح و تنقید اور اطلاق متون کی اس سے یقید فرماتے ہیں غنیۃ المستمل و مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے ہو من ہبنا و علیہ الجہم و راہ و قد صرح بہ الحدیث فی الصحیحین وغیرہما عن انس و ابی ہریرۃ وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالوا و ہو محمل ماروی من قنوت امراء المؤمنین الصديق والفاروق والمرقضى ومعوية وغيرهم رضوان الله تعالى عليهم قلت وليس المسئلة مما تجوز فيہ المماکستہ پھر بر تقدیر قنوت بلا شبہ سبیل وہی ہے جو فاضل مجیب سلمہ المجیب نے اختیار فرمائی کہ امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں **اقول** و ما وقع من الخلف بین اثمتنا الکرام و مشائخنا الاعلام فی قنوت الوتر هل یجہر بہ ام یسر و هو المختار کما فی الہدایہ و ہوا لا صحیح کما فی المحیط و الصحیح کما فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خاں و هل یؤمن الماموم ام یقنت و هو الصحیح المختار کما فی المحیط و الشرح المذکور و غیرہما فانما منشؤہ ان لقنوت الوتر اللهم انما نستعینک الخ شبہۃ القرآن علی ما ذکرہ فکما یجہر الامام بالقرآن فکذا بما فیہ شبہۃ و کما لا یقر و الموتہم القرآن فکذا امالہ شبہۃ کما قورۃ فی الحلیۃ والغنیۃ والبحر وغیرہا ولا کذا لک قنوت النوازل و انما ہو دعاء محض فی شترک فیہ الامام و الماموم و یخفی انہ کسائر الادعیہ فانہ ہو المندوب الیہ فی الدعاء مگر انما در جب نہیں کہ ہر گناہ ہو و قد صرحوا بانہ اذا جہر مہوا بشئ من الادعیۃ والا ثنیۃ لا یجیب علیہ السجود کما فی رد المحتار و لو وجب لوجب کما لا یخفی پھر اگر امام جہر کرے تو بنظر شمت امامت مقتدیوں کا اس کی دعا پڑ آہستہ آمین کہنا ہی اس کے جدا اپنی اپنی متفرق دعائیں مشغول ہونے سے اولیٰ ہے کما استظہرہ العلامة الشامی رہایہ کہ قول بقنوت نازلہ پڑ اس کا محل قبل رکوع ہے یا بعدہ شارح مذہب و علمائے متقدمین سے اس باب میں کوئی قول منقول نہیں متاخرین شارح کی نظر مختلف ہوئی علامہ شرنبلالی کے کلام سے بعد رکوع ہونا ظاہر علامہ شامی نے اسی کو انہر کما علامہ سید محمودی نے فرمایا قبل رکوع چاہیے علامہ ازہری نے اسے مقرر رکھا علامہ طحطاوی نے فرمایا مقتضائے نظر تحریر ہے چاہیے قبل پڑھے یا بعدہ شارح نور الایضاح میں ہے قال الامام ابو جعفر الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ انما لا یقنت عندنا فی الفجر من غیر بلیۃ فان

وقت فتنۂ اولیۃ فلا باس به فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای بعد الکوۃ کما تقدم فتح الشراعیین میں بعد نقل قول امام طحاوی ہے ظاہرہ انہ لو قنت فی الفجر لبیدۃ انہ یقنت قبل الکوۃ حموی حاشیہ مراتب میں ہے قال الحموی ویبغی ان یکون القنوت قبل الکوۃ فی الركعة الاخيرة ویکبر له قول شربللی ای بعد الکوۃ پر لکھا ہذا یخالف ما قد مناه عن الحموی رد المحتار میں ہے السنذی یتظہر لی ان المقتدی یتابع امامہ الا اذا جہا فیومن وانه یقنت بعد الکوۃ لا قبلہ بدلیل ان ما استدل بہ الشافعی علی قنوت الفجر وفيه التصريح بالقنوت بعد الکوۃ حملہ علما ونا علی القنوت للنازلة ثم رأیت الشربللی فی مراتب الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظہر الحموی انہ قبلہ ولا ظہر ما قلناہ طحاوی علی الدر المختار میں ہے قلت قد ورد فعلہ قبلہ وبہ قال الامام مالک وبعده وبہ قال الامام الشافعی فمقتضى النظر التخيير وذكر الشربللی انہ یقنت بعد الکوۃ **اقول** اس قضیہ نظر میں نظر ظاہر ہے فلیس اختلاف المجتہدین قاضیا بالتسوية عندنا اذا كان احد القولین الیقین جہذا ہبنا واقد باصولنا اور فقیر کے نزدیک اقرب والنسب فتاویٰ سید علامہ حموی ہے حق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا لما تخرج ذلك خروج ما بعد الکوۃ من کونہ محلا للقنوت فلذا ادوی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ نقالی انہ لو سمع عن القنوت فتدکرة بعد الاعتدال لا یقنت ہاں اس میں شک نہیں کہ بر تقدیر قنوت نازل مقتدی قبلیت وبعیدت میں اتباع امام کرے گا اگر امام بعد کوۃ پڑھے تو یہ بھی بعد ہی پڑھے گا فانہ اذا کان یتابعہ فی قنوت الوتر بعد الکوۃ مع نص المذہب انہ قبل الکوۃ فہذا الاولی فتح القدیر میں ہے ہذا یحقق خروج القنوت عن المحلۃ بالکلیۃ الا اذا اقتدی بمن یقنت فی الوتر بعد الکوۃ فانہ یتابعہ اتفاقا ہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سلسلہ میں کہ دفع طاعون ووبائے کے لیے ناز فجر میں قنوت پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب**

وقت نزول نازل وحلول مصائب ان کے دفع کے لیے ناز فجر میں قنوت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت اور مشروعیت اس کی ستر فرسوخ روی الامام البخاری والامام مسلم فی صحیحہما والحافظ النسائی فی سننہ واللفظ البخاری قال اخبرنا احمد بن یونس ثنا زائدة عن الیتمی عن ابی مجلز عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قنت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہرا ایدعو علی رعل وذکوان ولفظ المسلم من طریق المعقر عن سلیم التیمی عن ابی مجلز عن انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہرا بعد الکوۃ فی صلوۃ الصبح یدعو علی رعل وذکوان ویقول عصیۃ عصت اللہ ورسولہ وفی صحیحہ ابیضا حد ثنا محمد بن محمد الرازی فذا کربا سنادہ عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ حد ثمنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت بعد الركعة فی صلوۃ شہرا اذا قال سمع اللہ لمن حمد یدعی فی قنوتہ اللہم فی الولید بن اللہم فی سلمۃ بن ہشام اللہم فی عیاش بن ربیعۃ اللہم فی المستقیمین من المؤمنین اللہم اشد دو طاعت علی مضار اللہم اجعلہا علیہم مسنین کسنی یوسف قال ابو ہریرۃ ثم رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترک الدعا بعد فقلت اری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترک الدعا لہم قال فقیل وما تراءم قد قدما عبد المرزاق وحاکم ودرقطنی باسناد صحیح بطریق امام باقر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا یہ حدیث اور دیگر احادیث قنوت فجر بخلاف



شافعیہ کہ انہیں فجر میں دوام قنوت کی دلیل ٹھیکراتی ہیں صریح نوازل میں وارد ان پر محمول۔ پس حاصل یہ کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وقت نزول شدائد دوام قنوت پڑھی اور جب وہ بلا دفع ہو جاتی ہو جو ارتفاع ضرورت رکھتے اور مشروعیت اس قنوت کی کتب حنفیہ میں بھی مصرح ہے کہ اسبابہ و در مختار و بحر الرائق وغایت و ملقط و سراج و ہاج و شرح نفاہی و فتح القدیر ابن الہمام و کلام رئیس و امام ابو جعفر بن سلام و طحاوی وغیرہ سے ثابت متون میں غیر وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ٹھیکرایا شارحین کرام نے قنوت نوازل کو اس سے استثنا فرمایا فی الدر المختار ولا یقنن فی غیرہ الا لنازلۃ فیقنن العام فی الفجر و قیل فی الكل و فی البحر الرائق فی شرح النقایۃ معزیاً الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قلت الامام فی صلوة الفجر و هو قول الثوری و احمد و قال جمهور اهل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلہا و فی الاشبہ والنظائر فائدة فی الدعاء برفع الطاعون سئل عنہ فی طاعون سنۃ تسع وتسعين و تسعمائة بالقاهرة فاجبت بان لہ ارہ صریحاً و لكن صریح فی الغایۃ و عزازہ الثمینی الیہما بانہ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قلت الامام فی صلوة الفجر و هو قول الثوری و احمد و قال جمهور اهل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلہا انتہی و فی فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت لنازلۃ مستمرة لم تنسخ و بہ قال جماعة من اعلیہ حدیث و حملوا اهل الحدیث ابی جعفر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما زال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنن حتی فارق الدنیا ای عند النوازل و ما ذکرنا من اخبار الخلفاء یفید تفرعہ لفعلاً بعد ذلک بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقد قنن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی محاربة الصحابة رضی اللہ عنہم مسیلة انکذاب و عند محاربة اهل الکتاب و کذا لک قلت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کذا قلت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی محاربة معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و قنن معاویۃ فی محاربة رضی اللہ تعالیٰ عنہما انتہی فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت و هو الایضا برفعہا ولا شک ان طاعون من اشد النوازل قال فی المصباح النازلۃ المصیبة الشدیدة تنزل بالناس انتہی و ذکر فی السراج الوہاج قال الطحاوی ولا یقنن فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت بلیۃ فلا بأس بہ کما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانه قلت شہراً فیہا یدعو علی رعلی و ذکوان و بنی الحیان ثم ترکہ کذا فی الملنقط انتہی یہاں سے ظاہر کہ اختلاف شافعیہ و حنفیہ در بار قنوت فجر کہ وہ علی الدوام حکم دینے اور ہم انکار کرتے ہیں غیر نوازل میں ہے نہ قنوت نوازل میں اور بلاشبہ طاعون و وبا اشد نوازل سے ہیں اور ان کے علوم میں داخل کما من کلاشبہا کہ پس اگر امام دفع طاعون و وبا کے لیے نماز فجر میں قنوت پڑھے تو اس کے جواز و مشروعیت میں کوئی شبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ ہر جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جسے امام کے پیچھے نماز وتر میں بھی رکعتیں فوت ہوئیں اور قنوت بھی وہ جب اپنی باقی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو تو آخر رکعت میں دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا وہی جو امام کے پیچھے پڑھی کافی ہے۔ بلیزا توجروا

**الجواب**

اُسی پر اکتفا کرے دوبارہ نہ پڑھے کہ تکرار قنوت مشروع نہیں فی الدر اما المسبوق فیقنن مع امامہ فقط اھ فی رد المحتار

لانہ آخر صلاتہ وما یقضیہ اولہا حکما فی حق القراءۃ وما اشبهہا واذ وقع قوتہ فی موضعہ یقین لایکسر لان تکرارہ غیر مشروع  
شرح المنیۃ ۱۱ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از اوچین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ یکم ربیع الآخر سنہ ۱۳۰۰  
دوسرے مردم در آن مسجد کہ امام بجاعت تراویح مشغول تامست حاضر گردیدند آنہا نماز فرض بجاعت ادا نمایند یا بعد گاہ خواندہ ملحق بجاعت  
تراویح شوند و باز در تہراہ امام بخوانند یا تہنا چرا کہ امام را بجاعت فرض نیافتہ - بینوا قوجروا۔

## الجواب

جماعت تراویح مانع جماعت فرض نیست لان قیام جماعت انما یمنع اقامۃ جماعت اخری فی زما غا و مکا غا اذا کانت الاولی داعیۃ  
لکل من لاقی الی الدخول فی نفسہا و جماعت التراویح لا تدعو من لم یصل الفرض الی الدخول فیہا فان الصحیح المعتمد بطلان  
التراویح قبل اداء الفرض ولذا قال فی جامع الرموز اذا دخل واحد فی المسجد والامام فی التراویح یصلی العشاء اولاً ثم یتابعہ  
پس آنانکہ از پس رسیدند چون شرعاً مامورند بادائے فرض پیش از تراویح چرا ممنوع باشد از جماعت حالانکہ چون امام در تراویح مستحضر باشد  
پس عدول ازو کہ مبدل ہیأت و در مذہب صحیح و مفتی بہ نانی گراہمت مستکمال فی مواضع من رد المختار اینجا خود حاصلست پس بر مذہب  
صحیح اینان را هیچ مانع از اقامت جماعت نیست آری ہر قدر کہ تواند دور از جماعت قوم جماعت فرض برپا کنند تا ہم خوشین از التباس خال  
و اشتغال بال این باشند و ہم برابر تراویح خصوصاً امام تالی قرآن تبیس نمایند ہذا کلمہ معالایحی علی من لہ مساس بالفقہ ہذا لکن  
کہ فرض بجاعت گزاردہ است خواہ خود امام بود یا با امام دیگر غیر این امام اقتدا نمودہ اولاً میرسد کہ در و تراہیں امام اقتدا کند آری ہر کہ فرض بہتہائی  
ادانمود اورا در و تراہیم منفرد باید بود علامہ شامی در رد المختار فرمود لو صلاھا (یعنی صلاۃ العشاء) جماعت مع غیرہ ثم صلی الوتر مع لا کواکبہ ومن  
فقیر این مسئلہ را در فتاویٰ خودم ہر چہ تمام تر رنگ تفصیل دادہ ام - واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از اوچین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ ربیع الآخر سنہ ۱۳۰۰  
بقلم نجمتہ رقم عبارت فتاویٰ صاحب چنین ترقیم آیدہ است کہ ہر آنکس کہ نماز فرض بجاعت گزاردہ است خدا امام بود یا با امام دیگر غیر این امام اقتدا  
نمودہ اورا میرسد کہ در و تراقتدا بکند آری ہر کہ فرض بہتہائی ادا نمود اورا در و تراہیم منفرد باید بود بدین طور علامہ شامی در رد المختار فرمودہ است  
نقطہ صاحبہا در فوائد الاعمال تصنیف قاضی محمد تقی صاحب فیروز پوری کہ فیروز پورہ از توابع ملک میواتست و این کتاب در علم فقہ معتبرست انعام  
فرمودہ کہ بعد نماز فرض درجہ واجبست پس سبب سنت جماعت واجب لا ترک نماید و سنت را ادا سازد کہ روا بود بل لازم و واجبست بعد ادائے نماز  
در تراویح باقی مانده ادا کند اگرچہ جماعت فرض مشغول نشدہ باشد ہمینست حکم کتب الفقہ در شامی جلد اول ص ۴۶ و در مختار جلد اول ص ۲۹ و  
در رد المختار و تکریم القیام مصنف مولانا صاحب عبدالحق محدث دہلوی نوشتہ است کہ اگرچہ جماعت فرض بہتہائی ادا نمودہ باشد تا ہم در تراویح جماعت  
ادا سازد لا بہتہست پس بہتم جماعت فرض در تراویح جماعت ادا نمودہ در بہتہست یا قطعی حکم مانعست مطلع فرمایند و این گتخی کا ذہب احقر البرہ  
ترفتہ است معاف فرمایند و بخوف طول اصل عبارت منقوت داشتہ۔

## الجواب

اللهم هداية الحق والصواب هربا من حكم سئد بهان ست که فقیر نوشت و آنچه از چار کتاب آورده اند که جماعت و تر مطلق ضروری لا بدی  
در سه پیشین یعنی حاشیه شامی و لمطحاوی و در مختار ازین معنی نقل فرموده است و تزکیة القیام را فقیر گاهی ندیده بلکه نامش نشنیده ام اگر از  
تصانیف شیخ محقق قدس سره العزیز است یقین دادم که این حکم در هرگز نباشد و چنان گمان برده آید که علی معتمد همچو شیخ مستند این چنین کلامی  
بے سند بر خلاف اجماع رقم زد ضروری و لا بدی بود نش در کنار علل اختلاف است که افضل در و تر جماعت است یا بخانه خویش تنها گزاردن آنکه  
اقتا بهر قول را تصحیح فرموده اند طرفه آنکه در مختار همین قول اخیر یعنی انفضیلت افراد را مذہب قرار داد و شیخ محقق در اثبات بانه جماعت را مختار  
گفت و آنکه انفضیلت جماعت را مرجح داشتند پسید نگاشتند که جماعت در و تر سنتی بیش نیست بلکه سنیت او از سنیت جماعت تراویح نازل تر  
و در بحر الرائق و غیره همین بلفظ استحباب تعبیر رفت - اینک عبارت در مختار هل الا فضل فی الوتر الجماعه ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح  
الوہبانیة ما یقتضی ان المذہب الثانی و اقرا المصنف و غیره شیخ فرماید اختلافوا فی الا فضل فقال بعضهم الا فضل الجماعه فقال  
الآخرون الا فضل ان یوتر فی منزله منفردا و هو المختار - علامه شامی قدس سره السامی فرمود و حج الکمال الجماعه و فی شرح المنیة  
والمصباح ان الجماعه فیها افضل الا ان سنیتها لیست کسنیت جماعه ال تراویح اهل ملخصا - علامه لمطحاوی زیر قولش فی رمضان  
یصلی الوتر جماعی بالجماعه تحریر نمود ای استیجابا کما فی البیور و ظاهر ما سیاقی له انما فیہ سنۃ کالتراویح پس روشن شد که نسبت  
کلام مذکور باین علی پر غلط بوده است و اگر از حکم ضروری و لا بدی بودن جماعت قطع نظر نموده آید تا ہم نسبت بعلامه شامی نسبت بمخالف است  
زیرا که او رحمه الله تعالی تصریح فرموده است که هر که در فرض منفرد بود و تر ہم اقتدا کند از علامه شمس قسستانی آورده و اذا لم یصل الفرض معه  
لا یلتبعه فی الوتر با خود گفت یعنی ان یکون قول القسستانی معه احتراز عن صلاحها منفردا اما لو صلاها جماعه مع غیره شمر  
صلی الوتر معه لا کراهة کامل او در در مختار این مسئلہ را اصلا ذکر نہ فرمود و شارح اعظم الله تعالی اجورهما و فاض علیہما  
نور ہما ہمیں نوشته اند کہ ہر کہ در تراویح منفرد بود در جماعت و تر داخل می تواند شد حیث قالوا لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاھا  
مع غیره لہ ان یصلی الوتر معه این مسئلہ را با مسئلہ ما چه علاقہ کہ اینجا کلام در منفرد فی الفرض است نہ منفرد فی التراویح و منہ نیست کہ ہر کہ تراویح تنها  
گزارده است در فرض نیز منفرد بوده باشد باز شارح رحمہ الله تعالی سوالی آورده است کہ اگر ہمہ ہا جماعت تراویح را ترک گفتہ باشند آیا ایشان را میرسد  
کہ در جماعت گزارند اینجا می حکم نمود و امر براجعت کتب فرمود حیث قال بقی الوتر کما الکمل هل یصلون الوتر جماعه فلیراجع آرسے  
علامہ حلبی محشی در جواب این سوال از رائے و فہم خود چنان بحث کرد کہ گو جماعت تراویح یکسر متروک باش تا ہم مقتضای تعلیل آن است کہ  
جماعت و تر روا باشد زیرا کہ ادناز مستقل بنفسہ است و هذا انضہ علی ما نقل العلامة الطحطاوی قولہ فلیراجع قضیۃ التعلیل فی  
المسئلۃ السابقۃ بقولہم لا تخاف ان یصلی الوتر جماعه فی هذه الصوره لانه لیس یلتزم بالتراویح ولا للعشاء عند الامام و جماعہ  
قہالی اینجا نیز چنانکہ دیدی کلام در منفرد فی الفرض نیست نعمد بایوہم قولہ ولا للعشاء جواز جماعۃ الوتر وان ترکوا جماعۃ الفرض اصلا  
لکنہما علمت خلاف المنقول و ما کان لبحث ان یقبل علی خلاف المنصوص لاسیما و هو غیر مستقیم فی نفسہ اذ لیس قضیۃ

التعلیل ما مرعما افاد العلامة الشامی واجاد حیث قال قولہ بقی الخ الذی یظہران جماعۃ الوتر تبع لجماعۃ التواویح وان کان الوتر بنفسہ اصلا فی ذاته لان سننۃ الجماعۃ فی الوتر اعمرفت بالا شرعا تبعة للتواویح علی انہما اختلفوا فی افضلیۃ صلاھا بالجماعۃ بعد التواویح کما یأتی اھ ومن فقیر در فتویٰ عربیہ کہ بجواب سوال مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری بتاریخ نوردہم شہریہ ۱۲۸۰ ہجریہ نوشتہ ام ایس مقام را باقصائے مراتب نتیجہ و توضیح رساندہ ام و باللہ التوفیق سخن گفتن ماند از کتاب فوائد الاعمال ہر ما معتبر ہون کتابے نزد بعض معتقدین چیزے و معتبر ہونش فی نفسہ چیزے دیگرے است یا نا اعتبار کتابے مستلزم آن نیست کہ ہرچہ در مذکور است مختار و منظور است زہار در کتب اجلہ المہم یک کتابے نیابی کہ در بعض مواضع مجال نقد و نتیجہ نداشته باشد تا بتالیف ما احداث ہند چہ در مذکور است اگر این مسئلہ را از پیش خد گفتمہ است بگوئے نیز زور نہ برد لازم بود کہ نص کتاب آوردے یا لا اقل نام کتاب ہر دے تنہا گفتنش کہ ہمین است حکم کتب الفقہ چگونہ قبول اقتدا حالانکہ در کتب فقہ ہجو مینتہ الفقہا وغنیہ و شرح نقایہ در الحدیث تنصیص بخلافش می یابیم باز اگر بر خاطر اجاب گراں نیاید سخن از نقد کلامش را نم و برہنگناں واضح و واضح گردانم کہ ایس کلام چہ قدر از پایہ نقاہت دور و بجمہر اقتادہ است اولاً باید دانست کہ علماء در وقت تراویح و قول بذیل بطراز تصحیح است کیے آنکہ وقتش ما بین عشا و ترست تا آنکہ بعد و ترودا بنود چنانکہ پیش از فرض روانست صحیحہ فی الخلاصۃ و درجہ فی غایۃ البیان بانہ الماثور المثار اھ ش عن البحر دوم آنکہ بعد عشا تا طلوع فجر وہمیں است ارجح التصحیحین عزاء فی الکافی الی الجمہور و صحیحہ فی الہدایۃ والحاظیۃ واللیحظ اھ ش عن الزین بر مذہب اول ہر کر چیزے از تراویح باقی ماند و امام بتر بر خاست حکم ہمیں است کہ ببقیہ تراویح اشتغال نماید و جماعت و تر در نیاید زیرا کہ نزد ایشان پس از وقت تراویح فوت میشود امام طاہرین احمد بخاری در خلاصہ فرمود بشتغل بالترویحۃ الغائتہ لانہ لا یملکنہ الاتیان بما بعد الوتر و بر مذہب دوم ہر دو امر بخیر است اما اختلاف در افضل اقتدا ہر کہ در و تراقداد بہتر دانستہ نزد او اشتغال بتر و یو فائتہ حسن باشد و ہر کہ جماعت نیکوتر گفتمہ پیش او جماعت و تر در ساختن و تر و یو فائتہ باس انداختن خوشتر آید و مانا کہ ہمیں احب باشد و فقیر گویم چوں تصحیح دوم جانب عدم صحت تراویح بعد و ترست ینبغی النسب مراعات آں باشد واللہ تعالی اعلم قال فی الدار المختار و قہما بعد صلاۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر و بعدہ فی الاصلہ خلوفاتہ بعضہا وقام الامام الی الوتر و ترمعہ شہ صلی ما فاتہ اھ قال فی سرد المختار قولہ خلوفاتہ بعضہا الخ تقریر علی الاصح لکنہ مبنی علی ان الافضل فی الوتر الجماعۃ لا المنزل و فیہ خلاف سیاقی فقولہ او ترمعہ ای علی وجہ الافضلیۃ الخ یا بجمہر یک مذہب راہ ہمیں است کہ جماعت و تر شرکت نکند و بر مذہب دیگر نزد بعضہ افضل ہمیں است و ہر بعضہ اگر چاقہ افضل اما وجوب و لزوم اقتدا کہ صاحب فوائد نوشتہ مذہب ہیج عالمے نیست ذہنار از شرع ہر دے دلیر۔ مثانی قول او پس بسبب سنت جماعت واجب را ترک نماید سنت را ادا سازد کہ رفا بود طرذاستلالے است اگر لفظ واجب صفت جماعت است بداہتہ غلط و باطل بالا گفتمہ ایم کہ جماعت و تر نزد ہیج کے واجب نیست و اگر رمضان الیہ است پس دلیل واضح الاختلال سخن در ترک جماعت است نہ در ترک و تر پس قول او "کے روابود" کے روابود الحاصل حکم ہمان است کہ فقیر در فتوائے پیشین نوشتہ ام و از رد و قدح ہجو کلمات سکوت اولی بود اگر البضاح صواب و کشف ارباب مقصود ہر دے باز در ضمن بیان مسائل نافعہ کہ ہر دے کار آمد نفع خوبی است کہ عالمی بر تحریر فرمایند

مہربان سخن برا نہ نقل فرمودہ اندردان کردم ورنہ فقیر کتاب فوائد الاعمال ہم ندیدہ ام ندانم کہ اصل عبارتش چیست موفش کسیت واللہ تعالی اعلم  
**مسئلہ** - مسئلہ مولوی محمد عبد اللہ صاحب پنجابی ہزاری مدرس اول مدرسہ عربیہ بریلی ۱۹ ربیع الآخر شریف سن ۱۳۱۶  
 ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی الرجل الذی اقتدی بالامام فی التراويح وقد صلی الفرض فی بیتہ او مع غیر  
 ذلک الامام هل یصلی الترتب بالجماعۃ ام لا والترتب بالجماعۃ تابع لومضان ام لجماعۃ الفرض - بینوا توجروا -

### الجواب

من صلی الفرض منفداً لا یدخل فی جماعۃ الترتب من صلاھا جماعۃ ولو خلف غیر هذا الامام فله ان یتبعہ فی الترتب  
 ای وان لم یکن ادرك التراويح معہ هو الصحیح المعتمد فی الغنیۃ فیرح المنیۃ للعلامۃ ابراہیم الحلبي اذا لم یصلی الفرض  
 مع الامام فغن عین الاثمۃ الکراہیۃ انہ لا یتبعہ فی التراويح ولا الترتب وکذا اذا لم یتبعہ فی التراويح لا یتبعہ فی الترتب  
 وقال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئاً من التراويح یصلی معہ الترتب وکذا اذا لم یدرک معہ شیئاً منها وکذا اذا صلی  
 التراويح مع غیرہ ان یصلی الترتب معہ وهو الصحیح ذکرہ ابو الیث وکذا قال ظہیر الدین المرغینانی لو صلی العشاء وحدہ فله  
 ان یصلی التراويح مع الامام وهو الصحیح حتی لو دخل بعد ما صلی الامام الفرض وشرع فی التراويح فانه یصلی الفرض  
 اولاً وحده ثم یتبعہ فی التراويح و فی القنیۃ لو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لیس لہم ان یصلوا التراويح جماعۃ لا یتبع لجماعۃ ام  
 وقال فی رد المحتار عند قولہ لو لم یصلھا (ای التراويح) بالامام لہ ان یصلی الترتب معہ فی التارخانیۃ عن الثمتمۃ نہ سئل  
 علی بن احمد عن صلی الفرض والتراويح وحدہ او التراويح فقط هل یصلی الترتب مع الامام فقال لا اہ ثم رأیت القہستانی ذکر  
 تصحیح ما ذکرہ المصنف (ای من جواز الترتب جماعۃ لمن صلی التراويح منفرداً ای والفرض جماعۃ قال الشامی) ثم قال (یعنی  
 القہستانی) لکنہ اذا لم یصلی الفرض معہ لا یتبعہ فی الترتب **قلت** وعزایہ القہستانی للمنیۃ وہی منیۃ الفقہاء الامنیۃ  
 المصلی کما ظنہ بعض المتصدين للفتویٰ فی عصرنا فنسبہ الی عدم مطابقۃ النقل للنقل عندہ قال الشامی نقول (یعنی  
 المصنف) ولو لم یصلھا ای وقد صلی الفرض معہ لکن ینبغی ان یکون قول القہستانی مع احتراز عن صلاتھا منفرداً  
**قلت** فیکون علی وزان قول الغنیۃ الماراذل المیدرک معہ شیئاً منها فانما اراد بہ الانفراد لا ما یشمل الادراک مع غیرہ  
 بدلیل قولہ عطفاً علیہ وکذا اذا صلی التراويح مع غیرہ قال الشامی اما لو صلاھا (یعنی الفریضۃ) جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الترتب  
 معہ لا کراہۃ تأمل **اقول** معلوم ان الضمیر فی قولہ لا یتبعہ للامام مطلقاً لا لمخصوص هذا الامام فان من صلی الفریضۃ  
 منفرداً لیس لہ ان یدخل فی جماعۃ الترتب مع هذا الامام ولا مع غیرہ فذلک فی قولہ معہ وبالجملۃ فالمتحصل شیئاً احداً  
 ان المنفرد فی الفرض ینفرد فی الترتب وما وقع فی منیۃ الدار الغریبہ فی مسائل الصیام والقیام والعید للفاضل المفقی محمد  
 عنایت احمد علیہ رحمۃ الاحد ان لم یصلی الفرض بجماعۃ فله ان یدخل فی جماعۃ الترتب وعزایہ لحاشیۃ الطحطاوی  
 فسہر - وانا قد راجعت المعزى الیہ فلم اجده قاصداً بما ظن نعم قد تشمر من بعض کلماتہ رائتہ ذلک حیث قال عند قول

الدر المختار لو تركها الكل (يعني جماعة التراويح) هل يصلون الوتر بجماعة فليراجع قضية التعليل في المسئلة السابقة لاي لا تركها الجماعة في الفرض لم يصلوا التراويح جماعة) بقولهم كما نهايت ان يصلوا الوتر جماعة في هذه الصورة لانه ليس يتبع للتراويح ولا للعشاء عند الامام رحمه الله تعالى انتهى حلي انتهى فقد يوههم قول ولا للعشاء جواز الوتر بجماعة ولو لم يصل هو بل الكل الفرض بها لكت كما علت خلاف المنصوص فان الذي في رد المحتار عن شرح النقاية عن المنية ان لم يحمل على ما مر كان ادخل في الرد على هذا الايمان واما ما ذكر انه ليس يتبع عند الامام فنعمر ونعمر الجواب عنه ما افاد المولى المحقق ابن عابدين ان اصله في ذاته لا يتا في كون جماعته تبعاً قلنا لا ترى ان الظهر والعصر من اعظم الفروض المستقلة والجمع بينهما من توابع الوقت بعرفة ولو في حجة نافلة فافهم قال الشامي على انهم اختلفوا في افضلية صلاحها بالجماعة بعد التراويح ام اى فكانت جماعته ادون حالا من جماعة التراويح المسنونة عند الجمهور حتى لو تركها الكل اثموا فكيف بجماعة الفرض الواجبة على الصحيح الرجح فشاغ ان يكون تبعاً في الجماعة وان كان اصلا في الذات حتى انك قد ذكره المكتوبات قلنا على ان التعديل بالقضية المذكورة لتعليل بالنفي وهو عندنا من التعليلات الفاسدة كما صور حوا به في الاصل وحصر القلة في التبعية ممنوع محتاج الى البيان هذا والاخر ان من صلى الفرض بجماعة يجوز له الدخول في جماعة الوتر سواء صلى الفرض خلف هذا الامام او خلف غيره كما قرر الشامي وسواء صلى التراويح وحده او خلف هذا الامام او غيره كما نصوا عليه قلنا بل ومن لم يصلها رأساً كما يشمله اطلاق قوله ولو لم يصلها بالامام يصل الوتر فانه يصديق بالتقاء القيد والمقيد جميعاً ويجوز اما ما ذكره ان جماعة الوتر هل هي تبع لجماعة التراويح ام لا جني القاضلان الحلبي والطهطاوي في حواشي الدرر الى الثاني كما سمعت واستظهر الشامي الاول قائلاً ان سنية الجماعة في الوتر انما عرفت تابعة للتراويح قلنا وهذا هو الاظهر فان شريعة جماعة لو كانت لاصالة فاصالة دائمة لا تختص برمضان ثم رأيت العلامة البرجندى نص في شرحه للنقاية ان الجماعة فيه بتبعية التراويح على ما هو المشهور اه فقد ثبت روايته واعضد رأيت وتزوج شهرة فانقطع النزاع فاعلم ان هذا كله فيما لو ترك الكل جماعة التراويح كما قد منا من الغيبة عن الغيبة ما اذا جمع القوم وتختلف عنهما ناس ثم اذكر الوتر مع الامام فلا شك ان له الدخول في جماعة الوتر اذا كانوا صلوا الفرض بجماعة كما سمعت نعم ذهب بعض كالامام على بن انصود وعين الاثمة الكرا بليسي الى تبعية لجماعة التراويح في حق كل مصل لمعنى ان من لم يدركها مع الامام لا يتبعه في الوتر لكنه كما علت قول مرجوح قلنا وبهذا التحقيق ظهر التوفيق بين كلام العلامة البرجندى المذكور وكلام الفاضل مطيني زادة في مجمع الانها شرح ملتقى الاجم حيث قال ولو لم يصلها يعني التراويح مع الامام صلى الوتر به لا ثم تابع لرمضان وعند البعض لانه تابع للتراويح عند وفي القمستانى ويجوز ان يصل الوتر بالجماعة ومن لم يصل شيئاً من التراويح مع الامام او صلاحها مع غيره وهو الصحيح اه ما في الجمعة فانه صريح في ان القول بتبعية التراويح قول مرجوح خلاف الجمهور وصريح ما في البرجندى انه هو القول المشهور وجهاً للتوفيق ان التبعية في كلام المجمع

في جواب امانى قوله اماماً ذكره ٣٠

ما خوزة بالنظر الى كل احد في خامة نفسه ولذا ابني عليه منع من لم يدركها مع الامام عن دخوله في الوتر وفي كلام البرجدي  
 بمعنى وقوعه بعد اقامة الناس جماعة التراويح وان لم يدركها بعض القوم فليكن التوفيق وبالله التوفيق ثم انما المعنى بتبعيته  
 لرمضان ان جماعته غير مشروعة الا في سلب تبعيته عما سواه سلقا حتى ينافي تبعيته لجماعة التراويح بل والفرض فان  
 فيه ما قد علمت فاذا خلافت بين التبعيتين الاعلى قول البعض المرجوح هكذا ينبغي التحقيق والله تعالى ولي التوفيق نعم  
 وقع في شرح المنية الصغير ما نصه اذ لم يصل الفرض مع الامام قيل لا يتبعه في التراويح ولا في الوتر وكذا اذا لم يصل معه  
 التراويح لا يتبعه في الوتر والصحيح انه يجوز ان يتبعه في ذلك كله حتى لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض وشرع في التراويح  
 فانه يصلي الفرض اولاً وحده ثم يتابعه في التراويح وفي الفقيه لو تركوا الجماعة في الفرض ليس لهما ان يصلوا التراويح جماعة  
 اه فاهم ذلك عند بعض الناس ان الحلبي صحيح جواز اتباع الامام في الوتر وان لم يتبع في الفرض وانا **اقول** ليس هو رحمه الله  
 تعالى من اصحاب التصحيح وانما وظيفة النقل عن ائمة الترجيح ومعلوم ان شرح الصغير انما هو ملخص من شرح الكبير  
 وهذه عبارة الكبير بهرأسه عين منك لا ترى فيه تصحيحاً اصلاً ناظر الى هذا المتوهم وانما فيه تصحيحان **الاول** من الامام  
 الفقيه ابى الليث بجواز اتباع الامام في الوتر سواء صلى التراويح كلها او بعضها معه او مع غيره او وحده منفرداً وهذا المثل قول  
 يجوز ان يتبعه في ذلك كله **والثاني** عن الامام ظهير الدين المرعيني في لجواز الاتباع في التراويح وان لم يتبعه في الفرض وعليه  
 يتفرع الفرع المذكور في الشرحين معاً حتى لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض فالمتوهم الحاصل في عبارة الشرح الصغير انما  
 منشؤه ما وقع فيه ههنا من الاختصار المخل الا ترى انه اقتص في التقرير المذكور كما صله الكبير على قوله يتابعه في التراويح  
 ولو كان مراده بقوله في ذلك كله ما يشمل المتوهم لزايد ايضا والوتر وبالحمله فالمعروف والمعلوم من تصحيحات الائمة هو الذي  
 بينه في الشرح الكبير وهذا المتوهم لا يعرف له تصحيح ولا ترجيح فلا يعارض ما نص عليه في منية الفقهاء وحكم به حكماً  
 جازماً من دون ذكر خلاف فعليكم بالتبصر والا نصاب ولك ان تقول ان الامام معروف باللام وضمير يتبعه راجع اليه والمفترقة  
 اذا اعيدت معرفة كان المراد عين الاول غالباً فالمعنى اذ لم يصل الفرض مع هذا الامام فله ان يتبعه في الوتر لا يجب  
 لا يتابعه في الوتر ان يكون اتبع هذا الامام بعينه في الفرض وهذا صحيح لا شك ويؤيد هذا الفهم ان القمستاني لما قال اذا  
 لم يصل الفرض معاً لا يتبعه في الوتر احتاج الشاخص الى ابانته مرادة وان المقصود مع امام ما لا مع خصوص هذا الامام وان  
 جادل مجادل فنقول الشرح الصغير مطالب بتصحيح نقل هذا التصحيح الذي لا يعلم له اثر اصلاً في كتاب قبله حتى في  
 الكبير الذي كان اصله والله الموفق فقد تحرر بما تقر بان جماعة الوتر تتبع لجماعة الفرض في حق كل احد من المصلين و  
 لجماعة التراويح في الجملة لا في حق كل ولرمضان بمعنى انما تكره في غيره لوعلى سبيل التداعي بان يقتدى اربعة واحد كما  
 في الدر عن الدر حتى جازا قنداء ثلثة بامام بلا كراهة في الاصح كما في حاشية العلامة الطحطاوي على مواد الفلاح  
 شرح نور الايضاح للعلامة الشرنبلالي رحمه الله تعالى على العلماء جميعاً اتقن هذا فخلعك لا تجد هذا التحوير في غير هذا



لتقریر وما توفیقی الا بالعلیم الخیر والله سبحانه وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکم۔

**مسئلہ۔** دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدہ اولیٰ بھول گیا تین پڑھ کر ٹپٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

**الجواب**

صورت اولیٰ میں مذہب اصح پر نازل ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے فی رد المحتار لو تطوع بثلاث بقعدۃ واحدة کان یبغی الحجاز اعتبارا بصلاة المغرب لکن الاصح عدم کلا نہ قد فسد ما اتصلت به القعدة وهو الوکعة الاخيرة لان التثقل بالوکعة الواحدة غیر مشرع و یفسد ما قبلها۔ اور چار پڑھ لیں اور قعدہ اولیٰ نہ کیا تو مذہب مفتی بہ پر یہ چاروں دوہم رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے کما صرح بہ فی رد المحتار عن النہر الفائق عن الزاہدی اور دونوں قعدے کیے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں ولا کراہۃ ایضاً کما یفیدہ التعلیل المذكور فی رد المحتار نعم الا فضل مثنیٰ مثنیٰ کما لا یجفی واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از جوالپور ضلع سہارنپور مرسلہ سید یاد علی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جماعت تراویح میں مشغول ہے اب چند آدمی آئے وہ فرض جماعت سے پڑھیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

**الجواب**

صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں ولو فی مسجد محلۃ حیث لم یکسر والاذان وعدلوا عن المحراب کما ہو معلوم مشاہد حاشیہ طحاویہ میں ہے اذ اکبرت بغیر اذان فلا کراہۃ مطلقاً وعلیہ المسلمون۔ غنیہ میں ہے عن ابی یوسف اذا لم یکن علی الہیئۃ الاولیٰ لایکرمہ والایکرمہ وهو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الہیئۃ کذا فی فتاویٰ البزازیۃ اور اگرچہ ان تک نہیں ہو جات تراویح سے دور جماعت کریں اور ان کا امام ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے تاکہ تخلیط و تلبیس سے امین رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار

۵۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**مسئلہ۔** از دہلی کٹر کی فراش خانہ مسجد حضرت حافظ عبد العزیز صاحب قدس سرہ مرسلہ جناب سٹاٹاب مولانا مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب فتاویٰ اور خرمیج الاول شریف ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور شرع میں جائز ہے

یا نہیں زید اس کی روایت کو بے اصل اور اُسے بوجہ الاسرار میں کسی فاسق یعنی کاحاق بتا، اور تصانیف شیخ اکبر و امام شترانی کی نظیر دیتا ہے کہ اُن میں بھی الحاق ہوئے اور کہتا ہے کہ نماز فرض کے بعد قبلے سے انحراف اور کسی مزار و دلی کی تیسین سمت اور ہیأت نماز یا تعظیم اُس طرف چلنا تذلل و خشوع تمام کرنا ہرگز درست نہیں اور کہتا ہے آجانب یعنی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتاب و سنت و سیرت صحابہ کے اتباع اور احکام شرع پر قیام اور محدثات سے اجتناب تام اور طاعات میں اخلاص اور ہر حال میں خدا پر توکل و اعتماد میں استقامت کا ملکہ تھی وہ ان امور کے خلاف کیونکر فرماتے کہ بعد نماز مغرب عراق کی طرف تعظیم تمام چلو اور دل سے متوجہ ہو کر میرا نام لے کر حاجت چاہو یہ فعل کتاب و سنت و طریقہ پر خلفائے راشدین کے خلاف ہے اور سیرت و عمل صحابہ کے موافق نہیں اور تابعین و تبع تابعین و دیگر اسلاف کرام و ائمہ عظام سے اس کا مثل منقول نہیں عوام کہ اسے عمل مشائخ کہتے ہیں قابل التفات نہیں مشائخ میں جو اہل علم و فقہاء و ائمہ ہوئے کسی نے اس کے مثل تصریح نہ کی اور قول و فعل بعض غیر موثق پر عمل نہ چاہیے بلکہ سواد اعظم کا اتباع چاہیے صحابہ محبت و تعظیم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہم سے زیادہ اور ثواب و حسنات پر بہت حریص تھے اگر یہ عمل موجب ثواب و قربت الی اللہ ہوتا تو سلف کرام بلکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ مدینہ منورہ کی طرف کرتے، آیا یہ کلام اُس کا غلط ہے یا صحیح۔ بیٹھا توجروا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله على حسن بلائنا : ملا ارضه وملائمنا : وملائمنا شاء في قدرة وقضائه : والشكر للمصطفى  
على نعمائه : شكري اياي حسن الاثمة : بويكا في عناء مزيد عطائه : صلى الله تعالى عليه وعلى ابنائه : وازواجه  
واصحابه واجباؤه ووارثه عليه ومجده وسنائه : غوثنا الاعظم رافع لوائه : ومشايخنا الكرام وسائر اوليائه :  
صلاة تكشف لنا الاسرار : وتصرف عنا اذى الاشوار : وتكون عداة ليوم لقائه : واشهد ان لا اله الا الله وحده  
لا شريك له شهادة موجبة لوضائه : واشهد ان محمدا عبده ورسوله الصادق بالحق بعد خفائه : صلى الله تعالى  
وسلم عليه : وعلى كل عبد مرضى لديه : صلاة تأتي على قدركم بياؤه : وسلام يدوم بدوامه وبقائه : آمين  
امين : الله الحق امين يا ارحم العبد وسامع دعائه : قال البعيد الذليل : للمولى الجليل : ابو محمد عبد المصطفى  
احمد رضا : المحدثي السني : الحنفى القادري : البركاتى البيريلوى : لطف به الله في شدته ورحمته :  
مستعينا بالله في دفع الالتياب : ورفع الحجاب : عن وجه الصواب : مسميا للجواب : بعلم يعلم عام املائه :  
انهار الانوار من شمس صلاة الاسرار : جعلها الله ذخيرة لدايه : وذريعة اليه : يوم تشرق الارض  
بنور سما وجميل ضيائه : آمين : والحمد لله رب العالمين :

اللهم هداية الحق والصواب

الجواب

في الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالیہ مشائخ کرام قدس اسرار ہم العزیزہ کی معمول اور قضائے حاجات و حصول مرادات کے لیے

عمدہ طریق مرضی و مقبول اور حضور پُر نور غوث الکوین غیاث انقلین صلوات اللہ وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ سے مروی و منقول آجلہ علما و اکابر کلا اپنی تصانیف علیہ میں اُسے روایت کرتے اور مقبول و مقرر و مسلم معتبر رکھتے آئے امام اجل ہمام ابجل سیدی ابوالحسن فدا الدین علی بن جریر نجفی خطبونی قدس اللہ سرہ العزیز ربند خدیجہ الاسرار شریف میں الشیخ شیخ بنوخ علماء الشیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرشدہ زبدۃ الآثار لطیف میں اور دیگر علمائے کرام و کلمات عظام رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے اپنے اسفار سفینے میں اُس جناب ملائک رکاب علیہ رضوان العزیز الوہاب سے راوی و ناقل کے ارشاد فرمایا من صلی رکعتین (زید فی روایۃ) بعد المغرب (و زاد ا) یقرؤ فی کل رکعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدى عشرة مرة (ثم اتفقوا فی المعنی واللفظ لایمام ابی الحسن قال) ثم یصلی علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد السلام ویسلم علیہ ثم یخطو الی جهة العراق احدى عشرة خطوة و ینکر اسمی و ینکر حاجتہ فانھا تقضی (زاد الشیخ) بفضل اللہ و کرمہ (وقال آخر) قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورۃ اخلاص یزید بار پھر بعد سلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام عرض کرے پھر عراق شریف کی طرف گیا رہ قدم چلے اور میرا نام یاد اور اپنی حاجت ذکر کرے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس کی مراد پوری ہو) اسی طرح امام جلیل علامہ نبیل امام عبد اللہ یافعی مکی طیب اللہ ثراہ صاحب خلاصۃ المفاتیح فی اختصار مناقب الشیخ عبد القادر نے روایت کی یہ ہیں فاضل کامل مولانا علی قاری ہرودی زمزمی مکہ معظمہ صاحب شروح فقہ اکبر و مشکوٰۃ اکرم اللہ نزہ نے نزہۃ الخاطر میں ذکر فرمایا زبدۃ مبارک میں اپنے شیخ و استاذ احسن اللہ مثراہ کا اس نماز کی اجازت دینا اور اپنا اجازت لینا بیان کیا اور حضرت شیخ محقق نقیہ اللہ رحمۃ اللہ سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نفیس عجاہ ہے اُس سے ثابت کہ حضرت دبرع سرا با سعادت حامل شریعت کامل طریقت سیدی عبد الوہاب متقی مکی برد اللہ مضجع نے کتاب مستطاب بیجۃ الاسرار کو معتمد و معتبر اور اس مبارک روایت کو مسلم و مقرر فرمایا اور مولانا شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی علیہ رحمۃ التزوٰت الہادی کے سال وفات امام اجل علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ میں متولد ہوئے حضرت شیخ غوث گویا رومی علیہ رحمۃ الملک الباری کے مرید سعید اور حضرت شیخ محقق کے استاذ مجید اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے شیخ سلسلہ اور صاحب مقامات رفیعہ و تصانیف کثیرہ بدیعہ ہیں بیضاوی دہلوی و تلوک و شرح و قایہ و مطول و مختصر و شروح عقائد موافق و غیر باہر حواشی مفیدہ رکھتے ہیں اور کبرائے متکرمین نے بھی اپنے رسائل میں اُن سے استناد کیا نہایت شد و مد سے اس نماز مبارک کی اجازت دینے اور اُس پر بتا کید اکید تحریریں و ترغیب فرمائے یہ ہیں شیخ نے انبیاء الابرار و اخیار شریف اور مولانا ابوالمعالی محمد علی محمد سلمیٰ علامہ اللہ تعالیٰ بلفظ نے جنہیں رسالہ مذکورہ شیخ محقق میں علمائے سلسلہ علیہ سے شمار کیا تھے شریفہ اور حضرت سیدنا مولانا اسد اللہ اہلین جبل العلم و البقیۃ حضرت سید شاہ حمزہ عینی قادری فاضل حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاشف الاستار شریف میں اُسے نقل و ارشاد فرمایا اور امام یافعی بل اللہ توبۃ نصیر فرماتے ہیں کہ حضور پُر نور غوث اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہ وسلم کے اصحاب کرام عطر اللہ ضیائہ اللہ القادسیۃ اس نماز کو عمل میں لاتے اور زبدۃ الآثار میں اولیائے طریقہ علیہ عالیہ قادریہ و حوت ابنہ اہم کے آداب میں فرمایا و ملازمۃ صلاۃ الاسماء الالہیۃ بعد ہا الخطی احدی

لہ نقلہا برمتہا مولانا سراج الحق محمد عمر القادری حفظہ اللہ تعالیٰ ابن الفاضل الجلیل مولانا فرید الدین الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ ریاض الاکنان من شاء فلیرجع الیہا ۱۱۵ یعنی ۱۱۵۰ و وفاتہ لیلۃ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱ ۱۱۹۱

عشرۃ خطوۃ یعنی اس خاندان پاک کے آداب سے ہے صلاۃ الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے یا اس لئے اس کا اعمال مشائخ کرام سے ہونا ماننا آفتاب روشن کا انکار کرنا ہے اور خود کون سی راہ ہے کہ ان اللہ و اکابر کو خواہی خواہی جھٹلائے اور عیاذ باللہ برحق و ناصح کو شش ٹھہرائے پھر یہ مقبولان خدا صرف اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اُسے خاص حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد بتاتے ہیں اور حضور کے ارشاد واجب الانقیاد پر رد و ایما د اگر بخانی سے نہ ہو تو معاذ اللہ وہ آتش سوزاں و بلائے بے درماں و قریبے مان ہے جس کا حرہ اس دارالغرور و التلباس میں نہ کھلا تو کل کیا و در ہے الا ان موعده الصبح الیس المصبح بقریب ۵ حضور خود ارشاد فرماتے ہیں تکلذ بیکم لی سمر قاتل لذلک یا نکر و سبب لذلک و دنیا کمر و آخر اکمر میرے ارشاد کو خلافت بتانا تمہارے دین کے لیے زہر قاتل اور تمہاری دنیا و عقبی دونوں کی بربادی ہے والیاذ باللہ تعالیٰ اور ان کا برکت و علمائے امت کو نقل و روایت میں بھی غیر موثق جاننا اسی دارالافتن ہندوستان میں آسان ہے جہاں دیکسی موجد کو لگام نہ کسی زبان کی روک تھام یہ امام ابو الحسن نور الدین علی شطرنوی قدس سرہ کہ بیجا الاسرار شریف کے مصنف اور برطرز حدیث بسند متصل اس روایت جلیلہ کے پہلے مرتج ہیں اجلہ علماء و ائمہ قرائت و اکابر اولیاد و اہل طریقت سے ہیں امام اجل شمس الدین ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ اجلہ محدثین و علمائے قرائت سے ہیں جن کی حصن حصین شہور و معروف دیار و اصرار ہے اُس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں ہیں انھوں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اُس کی سند و اجازت حاصل کی اپنے رسالہ طبقات القراء میں فرماتے ہیں انی قرأت هذا الكتاب اعنی ہجۃ الاسرار بمصر و کان فی خزائنہ سلطان المصیر علی الشیخ عبد القادر و کان من اجلۃ مشائخ مصر فاجازنی روايته الخ یعنی میں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار مصر میں خزانہ شاہی سے حاصل کر کے شیخ عبد القادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے پڑھی اور انھوں نے مجھے اُس کی روایت کی اجازت دی امام شمس الدین ذہبی مصنف میزان الاعتدال کہ علم حدیث و نقد رجال میں ان کی جلالت شان عالم آشکار اُس جناب کے معاصر تھے اور با آنکہ حضرات صوفیہ کرام کے ساتھ ان کی روش معلوم ہے ماحمنا اللہ تعالیٰ وایاہ امام ابو الحسن ممدوح کی ملاقات کو ان کی مجلس تدریس میں گئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان کی مدح و تائیس سے رطب اللسان ہوئے فرماتے ہیں علی بن جریر اللخمی الشطرنوی الامام الا و احد نور الدین شیخ القراء بالدیار المصریۃ ابو الحسن اصلہ من الشام ولد بالقاہرۃ سنۃ اربع واربعم وستمائة و تصدیر للاقراء مجامع الاذہر وغیرہ نکات علیہ الطلیۃ و حضرات مجلس اقراءہ فاجعبتی ہمتہ و سکوتہ و کان ذاعترام بالشیخ عبد القادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جمیع اخبارہ و مناقبہ فی نحو ثلث مجلدات اہ ملخصا یعنی علی بن جریر لخمی شطرنوی امام یکتا ہیں نور الدین لقب ابو الحسن کنیت بلاد مصر میں علمائے قرائت کے استاد ہیں اصل ان کی شام سے ہے ۶۲۷ھ میں قاہرہ مصر میں پیدا ہوئے اور جامع قراء وغیرہ میں سند اقراء پر صد نشینی کی بکثرت طلبہ ان کے پاس جمع ہوئے میں ان کی مجلس درس میں حاضر ہوا ان کی نیک روش و کم سخن مجھے پسند آئی ختمہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیدائی تھے انھوں نے حضور کے فضائل میں تین مجلد کے قریب میں جمع کیے ہیں انھیں مظاہر کہ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مثل سے یہ کلمات جلیلہ اُس جناب کی کمال وثاقت و عدالت و دور علم و جلالت پر شاہد عدل و دلیل فصل ہیں اور

لہ ببینہ اسی طرح امام بھل جلال اللہ والدین سیوطی نے حن الحاضرہ فی اخبار مصر و قاہرہ میں اُس جناب کو الامام الا و احد کھا یعنی بے مثل امام ۱۲۷۷ غفر

خود امام احمد یعنی بمثل امام کیا امام کا لفظ اجل و اعظم تمام فضائل و مناقب جلیلہ کا یکجا جامع اکمل و اتم ہے وہ جناب سند عالی رکھتے اور زمانہ اقدس حضور پُر نور خاتم النبیین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہایت قریب ہیں انہیں حضور اقدس تک صرف دو واسطے ہیں قاضی القضاۃ امام اجل حضرت سیدنا ابوصالح نصر قدس سرہ کے اصحاب سے ہیں اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا ابوبکر تاج الملک والدین عبد الرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اور وہ اپنے والد ماجد حضور پُر نور سید السادات غوث الافرقہ قطب الارشاد غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ و مرید و صاحب و مستفید ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ ذبہ الانار شریف میں فرماتے ہیں یہ کتاب ہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنفہ علمائے قرات سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور پھر وہی داہرہ طہری کے وہ احوال نقل فرمائے اور رسالہ مذکورہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں اسی نادر مبارک کے بارے میں مرقوم اقویٰ دلائل و مواضع مسائل دریں باب کتاب عزیز ہجۃ الاسرار معدن الانوار کہ معتبر و مقرر و مشہور و مذکور است و مصنف این کتاب از شاہیر شایخ و علما است میان وی و حضرت شیخ یعنی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو واسطہ است و مقدم است بر امام عبداللہ یعنی رحمۃ اللہ علیہ کی اشیاں نیز از متنبیان سلسلہ شریفہ و بحبان جناب غوث الاعظم اند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں امام یافعی و علامہ علی قادری و حضرت شیخ محقق دہلوی و غیر جمہ اکابر کی امامت و جلالت و وثاقت عدالت سے کون آگاہ نہیں ہے

### وکیف یصح فی الاعیان شیء اذا احتاج النہار الی دلیل

باجملہ اپنے اکابر کی روایات مستندہ کو بے وجہ و جبرہ رد کرنا یا سخت جہالت ہے یا بحث و ضلالت و العیاذ باللہ عنہ و تعالیٰ اور بے دلیل و دعویٰ الحاق بعض مردود و رد تصانیف اللہ سے امان اٹھ جائے اور نظام شریعت درہم و برہم نظر آئے جو نہ پیش کیجیے مخالف کہہ دے یہ الحاق ہے چیلے شک و استناد کا دروازہ ہی بند ہو گیا ہمہات کیا زور زبان کہہ دینا قابل قبول ہو سکتا ہے حاشا و کلاماً دعائے بے دلیل مطرود و ذلیل آں ہم کو مسلم کہ بعض کتابوں میں بعض الحاق بھی ہوئے مگر اس سے ہر کتاب کی ہر عبارت تو مطروح یا مشکوک نہیں ہو سکتی کسی خاص عبارت کی نسبت یہ دعویٰ زہنا شروع نہیں جب تک جو جو جیس میں الحاق ثابت نہ کر دیں جس کے لیے امثال مقام میں صرف دو طریقے مقرر ایک تو یہ کہ اس کتاب کے صحیح مقدمہ عمدہ قدیم نسخے اس عبارت سے خالی ملیں یا خاص مصنف کا اصل مسودہ پیش کیا جائے جس میں اس عبارت کا نشان نہ ہو حضرت جناب شیخ اکبر و امام شعرائے قدس سرہا کی تصانیف میں الحاق یوہیں ثابت ہوا امام شہرانی رحمۃ اللہ علیہ لوائح الانوار میں فرماتے ہیں قد ام علینا الاخ العالم الشریف شمس الدین السید محمد ابن السید ابی الطیب المدنی المتوفی ثلثہ خمس و خمسمین و تسعمائة فاخرج الی نسخۃ من الفتوحات الی قابلہا علی النسخۃ الی علیہا خط الشیخ محمد بن عبد اللہ بن یوسف بقونینۃ فلما ر فیہا شیئاً مما توقفت فیہ و حذفتہ فعلست ان النسخۃ الی فی مصر الان کلہا کتبت من النسخۃ الی و سوا علی الشیخ

لہ اشارۃ الی انہ قد بعلم ذلك بالرجوع الی المتکلم و انکارہ عند من لا یتقنہ و یتقن تارة باعتبار المقتری کما وقع لبعض الوضاعین و یقبل اخرى اذ انض علی ذلک من یرجع الیہ لفضله و لا ینکر علیہ ثقتہ و عدلہ و كذلك یحکم بہ اذا لم یأت ذلک الا من طریق من عنون بالکذب بقول المحدثین ان هذا موضوع ای فی سندہ و ضاع او کذاب و هذا انما یعطی عدم المحو لا الجرم بالعدم الا اذا اضہا الیہ دلیل آخر فالکذب و بے قد یصدق و الله تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

فیہا ما یخالف عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کما وقع لہ ذلک فی کتاب الفصوص وغیرہ الخ یعنی ہمارے دوست عالم شریف سید شمس الدین محمد بن سید ابوالطیب مدنی جن کی وفات ۱۲۵۵ھ میں ہوئی ہمارے یہاں آئے ہیں نے فتوحات شیخ اکبر قدس سرہ کا تذکرہ کیا انھوں نے ایک نسخہ فتوحات نکالا جسے انھوں نے اُس نسخے سے مقابلہ کیا تھا جو شرفیہ میں کہ شیخ اکبر قدس سرہ کا وطن ہے خاص شیخ قدس سرہ کے دستخط شریف سے مزین ہے اس نسخے میں میں نے کہیں اُن عبارتوں کا نشان دہ پایا جن میں مجھے تردد تھا اور میں نے فتوحات کے انتخاب میں قلم انداز کر دی تھیں تو مجھے یقین ہوا کہ اب جس قدر نسخے مصر میں ہیں سب اسی نسخے سے نقل ہوئے ہیں جس میں لوگوں نے عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف عبارتیں شیخ پر افتر کر کے ملا دی ہیں جیسا کہ ان کی فصوص وغیرہ کے ساتھ بھی یہی واقع ہوا اس کے بعد امام شعرانی نے وہ تحریریں نقل فرمائیں جو عالم مدوح سید شریف مدنی مرحوم نے نسخہ مذکورہ قونیہ پر خود حضرت شیخ مگر علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستخطوں سے لکھی دیکھیں اور بیان کیا کہ یہ نسخہ خود حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ کا وقت فرمایا ہوا ہے شیخ نے اپنی علامت وقت یوں تحریر فرمائی ہے وقت محمد بن علی بن عمر بن الطائی هذا الکتاب علی جمیع المسلمین یہ کتاب محمد بن علی بن عمر بن طائی نے تمام مسلمانوں پر وقت کی اور اُس کے آخر میں قلم شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تحریر ہے قد تم هذا الکتاب علی يد منشئہ وهو النسخة الثانية منه بخط يدي وكان الفراغ منه بكرة يوم الاربعاء الرابع والعشرين من شهر ربيع الاول سنة ست وثلثين وستمائة وكتبه منشؤه یہ کتاب بقلم مصنف تمام ہوئی اور یہ میرے خط سے دوسرا نسخہ ہے اس کی تحریر سے روز چار شنبہ وقت صبح تیرا بج بست و چارم ماہ مبارک ربيع الاول ۳۲۰ھ فراغ ہوا لکھا ہے اس کے مصنف نے رحمہ اللہ تعالیٰ اور سید موصوف نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سینتیس جلدیں ہیں اور اس میں اُس نسخے سے جس میں محدوں نے عقائد شیعہ الحاق کیے عبارت زیادہ ہے اور اُس کی پشت پر نام کتاب بخط مصنف علیہ الرحمہ لکھا ہے اس کے نیچے شیخ صدر الدین قونی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خط سے یہ عبارت تحریر ہے انشاء مولانا شیخ الاسلام وصفوة الانام محی الدین بن عمر بن علی یہ کتاب ہمارے آقا سردار سلیمان دگرزیدہ جہاں محی الدین بن عمر بن علی کی تصنیف ہے (اس کے نیچے لکھا ہے ملک هذه المجلدة محمد بن اسحق القونوی یہ جلد محمد بن اسحق قونی کی ملک میں آئی) اس کے نیچے شیخ صدر الدین مدوح کے خط سے محمد بن ابی بکر تبریزی کی روایت کہ اُن سے بطریق سماع حاصل ہوئی مکتوب ہے اور محمد بن اسحق قونی کی شرح دستخط یہ ہے انقل الی خادمہ وربیب لطف محمد بن اسحق سنة سبع وثلثين وستمائة یہ کتاب مصنف کے خادم و لطف پروردہ محمد بن اسحق قونی کی طرف ۳۲۰ھ میں منتقل ہوئی) آئندہ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کونسا نسخہ معتد ہوگا خود قلم خاص حضرت مصنف قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی تحریر اور اُس کے اول و آخر میں خود مصنف و دیگر علماء و علماء کے دستخط کثیر جب یہ نسخہ اُن عبارات شیعہ سے خالی ملا تو الحاق و افترامیں کیا شک رہا والحمد للہ رب العالمین ولما مضى سلطنت عثمانیہ عدہ علما ے روم علامہ ابوالسعود علیہ رحمۃ الملک الودود نے اپنے فتوے میں تصریح فرمائی کہ یتقن ان بعض اليهود افترها علی الشیخ قدس اللہ سرہ ہمیں یقین ہے کہ بعض یہودیوں نے یہ کلمات شیخ قدس سرہ پر افتر کیے ہیں) کما نقلہ فی الدار المختار عن معروضاتہ اب کلام امام شعرانی کا حال سنئے خود امام موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ میزان میں فرماتے ہیں ذلک مع بعض الاعداء فانهم دسوا فی کتابی المسمی بالیھود المودود فی المواثیق والعهود امورا تخالف

ظاہر الشریعہ و دار و ابھائی الجامع الا زھر وغیرہ وحصل بذلک فتنۃ عظیمہ وما خمدن الفتنۃ حتی ارسلت لہم سختی النی علیہا خطوط العلماء ففتنہا العلماء فلم یجدوا فیہا شیئاً مما یخالف ظاہر الشریعۃ مما دسہ الاعداء قال اللہ تعالیٰ یغفر لہم ویسا محمد اہ یعنی مجھے یہ واقعہ بعض اعداد کے ساتھ پیش آچکا ہے انھوں نے میری کتاب البحر المورود فی الموائق والہدایہ خلاف شرع باتیں الحاق کر دیں اور اُسے جامع انہر وغیرہ میں لیے پھرے اور اس کے سبب ظرافتہ اٹھا اور فرو نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے اُن کے پاس اپنا نسخہ جس پر علما کے دستخط تھے بھیج دیا اہل علم نے تلاش کی تو اُس میں وہ امور مخالفہ شریعت جو دشمنوں نے ملائیے تھے اصلاً نہ پائے اللہ تعالیٰ اُن کے مغفرت کرے اور درگزر فرمائے) خیر ایک طریقہ تو ثبوت الحاق کا یہ ہے دوسرے مصنف کا امام معتمد و عالم متدین مستند ہونا معلوم ہے اور یہ کلام کہ بے تواتر حقیقی اُس کی طرف نسبت کیا گیا صریح معصیت یا بد مذہبی و ضلالت جس میں اصلاً تاویل و توجہ کی گنجائش ہی نہیں تو اس وجہ سے کہ علما تو علماً عام اہل اسلام کی طرف بے تحقیق تواتر و ثبوت قطعی کسی کبیرہ کی نسبت مقبول نہیں کما نفع علیہ الامام الاجل حجة الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی الاحیاء رد ذکر دیں گے اور تحسینا للظن الحاقی کہیں گے اور اسی سے ملحق ہے بات کا ایسا سخیف و در ذیل ہونا کسی طرح عقل سلیم اُس امام عظیم سے اس کا صدور منظور نہ کرے جیسے باب ذوی الارحام میں قبیل فضل صنف اول سراجہ میں یہ نمل عبارت لان عندہما کل واحد منہم ادلی من فضلہ و فضلہ وان سفلی ادلی من اصلہ جس کے لیے اصلاً کوئی محصل نہیں و لہذا علامہ سید شریف نے شرح میں نقل فرمایا لہ تفصل منہا معنی ففی من ملحقات بعض الطلبة القاصرین الخ اور اسی قبیل سے ہے وہ عبارت جس میں کسی طائفہ نائفہ کے لیے کوئی غرض فاسد ہو اور امام مصنف اُس سے بری اور جا بجا خود اُس کا کلام اُس غرض مردود کے خلاف ہر شاہد جیسے بعض خدا نارسوں کا امام حجة الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی کی طرف معاذ اللہ کلمات مذمت امام الامام مالک الا زہر کا شفت النہ سراج الامام سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسبت کرنا حالانکہ اُن کی کتب متواترہ احیاء وغیرہ مناقب امام کی شاہد عدل ہیں اور مثل آفتاب روشن دے نقاب کہ ماغض فیہ میں ان صورتوں سے کوئی شکل نہیں والحمد للہ رب العلمین اگر منکر بھتہ الاسرار شریف کے نسخ قدیمہ صحیحہ معتمدہ اس روایت سے خالی دکھا دیتا یا زبانی انکار کے سوا کوئی دلیل معقول قابل قبول ارباب عقل اُس کے یقینی ضلالت و مخالفت عقیدہ اہل سنت ہونے پر قائم کر لیتا تو اُس وقت دعویٰ الحاق زبید دیتا نہ کہ علی الرغم اُس کے علمائے مابعد طبقہ فلبقہ اُس روایت کو نقل فرمائیں اور مقررہ دستم رکھتے آئیں اور بھتہ کا ایک نسخہ معتمدہ بھی اُس کے خلاف نہ ملے اور محض براہین زوری الحاق کا ادعا ہے باطل کر دیا جائے فن اصول میں جسے ادنیٰ مداخلت ہے اس پر کاشمیں واضح کہ مجرد امکان مافی قطع و یقین بالمعنی الاعم نہیں جب تک احتمال ناشی عن دلیل نہ ہو ورنہ تمام نفوس قرآن و حدیث سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ہمیں سے ظاہر ہو گیا کہ منکر کا تصانیف شریفہ جناب شیخ اکبر و امام شرفانی قدس سرہ ہا کی نظیر دینا

لہ ما ینسب الی الامام الغزالی یردہ ما ذکرہ فی احیائہ المتواترۃ عنہ حیث ترجمہ الامامۃ الاربعۃ و قال دام ابو حنیفہ فلقن کان ایضاً عابداً زاہدا عارفاً باللہ خائفاً منہ موبداً و حبیباً للہ تعالیٰ یعلیہ الخ اہ در مختار یعنی امام حجة الاسلام اجماع العلوم میں فرماتے ہیں ابو حنیفہ خدا کی قسم عابد زاہد عارف باللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے دہر اللہ کا ارادہ رکھنے والے ۱۲



کس درجہ لغو و بے محل تھا کہاں وہ روشن وقائع قطعی ثبوت کہاں یہ زبانی شوشہ جیلہ بہوت کا شش منکر نے جہاں تصانیف مذکورہ کا نام لیا تھا وہاں امام شعرانی کے اقوال مسطورہ بھی نقل کر لائے تاکہ دعویٰ مدلل و ادعائے بے دلیل کا فرق کھل جاتا واللہ العلیٰ فیہ السامیۃ اور اس نماز کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض ہتان و افترا ہرگز ہرگز قرآن و حدیث میں کہیں اُس کی مانعت نہیں نہ مخالفت کوئی آیت یا حدیث اپنے ثبوت و دعویٰ میں پیش کر سکا ہر جگہ صرف زبانی ادعائے کام لیا مگر یہ وہی جہالت قبیلہ و سفاہت نفسیہ ہے جس میں فرقہ جدیدہ طائفہ جادۃ قدیم سے مبتلا یعنی قرآن و حدیث میں جس امر کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اُس کی مانعت بھی قرآن و حدیث میں نہ ہو اتن ذی ہوشوں کے نزدیک امر و نہی میں کوئی واسطہ بھی نہیں اور عدم ذکر ذکر عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شے کا نام ہے ترمذی و ابن ماجہ و حاکم سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال ما احل اللہ فی کتابہ و الحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت فہو مشاعفا عنہ حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ حنفیہ (یعنی اُس میں کچھ مواخذہ نہیں اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جل ذکرہ یا ایہا الذین امنوا لا تستلوا عن اشیاء ان تبدل لکم فسوکم وان تستلوا عنہا حین یانزل القرآن تبدل لکم عفا اللہ عنہا واللہ غفور رحیم ۵ اے ایمان والو وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمہیں بُرائے اور اگر قرآن اُترے وقت پوچھو گے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ نے اُن سے معافی فرمائی ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے) بہت باتیں ایسی ہیں کہ اُن کا حکم دیتے تو فرض ہو جاتیں اور بہت ایسی کہ منع کرتے تو حرام ہو جاتیں پھر جو انہیں چھوڑتا یا کرتا گناہ میں پڑتا اُس مالک مہربان نے اپنے احکام میں اُن کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھول کر نہیں کہ وہ تو بھول اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں ہر مہربانی کے لیے کہ یہ شفقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرماتا ہے تم بھی اُن کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھو گے حکم مناسب دیا جائے گا اور تمہیں کو دقت ہوگی اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ ہو وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں و ارقطی ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ فرض فرائض فلا تضیوا و حرم حرمات فلا تنہکوا و حد حد و د فلا تقعدوا و سکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبخثوا عنہا بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کیں انہیں ہاتھ سے نہ دو اور کچھ حرام فرمائیں اُن کی حرمت نہ توڑو اور کچھ حدیں باندھیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں سے بے ہوش سکوت فرمایا اُن میں کاوش نہ کرو (احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ذرونی ما ترککم فانما ہلاک من کان قبلکم بیکثرۃ سؤل الہم واختلا فہم علی انبیائہم فاذا غیبتکم عن شئ فاجتنبوہ و اذا امرتکم بما صرنا توامنہ ما استطعتم یعنی جس بات میں میں نے تم پر تنزیہ نہ کی اُس میں مجھ سے تعقیب نہ کرو کہ اگلی امتیں اسی بلا سے ہلاک ہوئیں میں جس بات کو منع کروں اُس سے بچو اور جس کا حکم دوں اُسے بقدر قدرت بجالاؤ ) احمد بخاری مسلم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شئ لم یجہم علی الناس فحرم من اجل مسألۃ بیشک مسلمانوں کے بارے میں اُن کا بُرائے ہر گز وہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اُس کے سوال کے بعد حرام کر دی گئی) یہ احادیث باعلیٰ ندا منادی کہ قرآن و حدیث میں جن باتوں کا

ذکر نہیں نہ ان کی اجازت ثابت نہ مانعت وارد وہ اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممنوع و نادرست ٹھہرے تو اس سوال کرنے والے کی کیا خطا اُس کے بغیر و چھ بھی وہ چیز ناجائز ہی رہتی یا کچھ یہ قاعدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن حدیث سے جس چیز کی بھلائی یا بُرائی ثابت ہو وہ بھلی یا بُری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح و زوا اور اُس کو حرام و گناہ و نادرست و ممنوع کہنا شریعت مطہرہ پر افتراقِ ربنا تبارک و تعالیٰ کا تقوٰلِ الما نصف السنۃ الکذب هذا حلال و هذا حرام لغت و اعلیٰ اللہ الکذب ان الذین یفتنون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۵ اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین و صحابہ کرام کے مخالف کہنا بھی اُسی سفاہتِ قدیمہ پر مبنی کہ جو فعل اُن سے منقول نہ ہو عموماً اُن کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ عدم ثبوت فعل و ثبوت عدم جواز میں زمین و آسمان کا فرق ہے امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواعظ لدنیہ و منہ محمد یہ میں فرماتے ہیں الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لا یدل علی المنع کرنا جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا مانعت کی دلیل نہیں (رافضیوں نے اس طائفہ جدیدہ کی طرح ایک استدلال کیا تھا اُس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفۃ اثن عشریہ میں لکھتے ہیں مکرون چیزیں دیگرست و منع مکرودن چیزیں دیگرست موصفاً۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد بیان اس امر کے کہ اذان مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا نہ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے فرماتے ہیں ثم الثابت بعد هذا النفی المندوبیۃ اما ثبوت الکواہت فلا الان یدل دلیل اخر یعنی بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام کے نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں رہی کراہت وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اُس پر قائم نہ ہو اور اسے اخلاص و توکل کے خلاف ماننا عجب جالت بے مزہ ہے اس میں محبوبانِ خدا کی طرف توجہ بغرض توکل ہے اور اُن سے توکل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاص و توکل کے منافی نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ و جاهدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۵ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اُس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو) اور انبیاء و ملکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے اولئک الذین یدعون یتبعون الی رجھ الوسیلۃ وہ میں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر انبیاء و صلحا و علما و عرفا علیہم التحیۃ و الثناء کا قدیم و حدیثاً حضور اقدس غایۃ الغایات نہایت علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیمات سے حضور کے ظہور پر نور سے پہلے اور بعد بھی حضور کے زمانِ برکت نشان میں اور بعد بھی عہدِ مبارک صحابہ و تابعین سے کچھ تک اور آج سے قیامِ قیامت عرصاتِ محشر و دخولِ جنت تک استشفاع و توسلِ اخادیت و آثار میں جس قدر وفور و کثرت و ظہور و غنیمت کے ساتھ وارد محتاج بیان نہیں ہے اُس کی گونہ تفصیل دیکھنی منظور ہو مواعظ لدنیہ امام قسطلانی و خصائص کبریٰ امام جلال الدین سیوطی و شرح مواعظ علامہ ذرقانی و مطالع المسرات علامہ فاسی و لغات و اشعہ شرح مشکوٰۃ و جذب القلوب الی دیار المحبوب و مدارج النبوة تصانیف شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی و غیرہ کتب دکلام علمائے کرام و فضلاء عظام علیہم رحمۃ العزیز العلام کی طرف رجوع لائے کہ وہاں حجابِ غفلت منکشف ہوتا ہے اور نصف خطا سے منصرف و باللہ سبحانہ و تعالیٰ التوفیق اسی طرح صحیح بخاری شریف میں امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلبِ باران میں توسل کرنا مروی و مشہور حصین میں ہے وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیاء و رسل و الصالحین من عبادہ شیخ یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اُس کے انبیاء سے توسل کرے اسے بخاری و بزار و حاکم نے

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ کہے اسے بخاری نے اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح معروف و مشہور ہے جسے نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و طبرانی و ابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور حاکم نے بشرط بخاری و مسلم صحیح کہا اور حافظ امام عبد العظیم منذری وغیرہ المکرر نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم و مقرر رکھا جس میں حضور اقدس لمجاہیکساں ملاذد و جہاں افضل صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیما تر علیہ و علی ذریارہ نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے اللھم انی استلک و اتوجه الیک بنیتک محمد بنی الرحمة (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فی حاجتی ہذا لتقضی لی اللھم فشفع فی اُمی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں وسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ میرا نبی کے نبی میں یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو اُمی اُن کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما اور لطف یہ ہے کہ بعض روایات حصین بن حصین میں لتقضی لی بصدیقہ معروف واقع ہوا یعنی یا رسول اللہ میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روا کر دیں) مولانا فاضل علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرمین شرح حصین میں فرماتے ہیں وہی نسخۃ بصیغۃ فاعل ای لتقضی الحاجۃ لی والمعنی تکنون سبباً للحصول حاجتی و وصول مراد فی فالامناد مجازی اہ اور یہ حدیث نفیس بخیج مذیل بطراز گراہما ہے تصحیح امام ابوالقاسم سلیمان بن علی طبرانی کے پاس ہیں ہے ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حاجۃ لہ وکان عثمان لا یلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ فلتقی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فشکا ذلک الیہ فقال (عثمان بن حنیف انت المیضاۃ فوضا ثمت انت المسجود فضل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسألتک و اتوجه الیک بنیتنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فیقضی حاجتی و تذاکر حاجتک و روح الی حتی اروح معک فالظلم الرجل فصاع ما قال لہ ثمت انی باب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجاء البواب حتی اخذہ بیدہ فارخلہ علی عثمان بن عفان فاجلسہ معہ علی الطنفسہ وقال حاجتک فذاک حاجتہ فقضا ما لہ ثم قال ما ذکرک حاجتک حتی کانت ہذا الساعۃ وقال ما کان لک من حاجۃ فأتنا ثماران الرجل خرج من عندہ فلتقی عثمان بن حنیف فقال لہ جزاک اللہ خبر ما کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الی حتی کلمتہ فی فقال عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ ما کلمتہ ولكن شہدت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واتاہ رجل ضویر فشکا الیہ ذہاب بصیرہ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انت المیضاۃ فوضا ثمت وصل رکعتین ثم ارجع عندہ الدعوات فقال عثمان بن حنیف فرائدہ ما تقرقنا و طال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کا نہ لہدیکن بہ ضویر یعنی ایک حاجتہ اپنی حاجت کے لیے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا امیر المؤمنین نے اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت پر

لہ امام منذری و غریب میں فرماتے ہیں قال الطبرانی بعد ذکر طرقہ و الحدیث صحیحہ طبرانی نے اس حدیث کی متعدد اسنادیں ذکر کر کے کہا حدیث صحیح ہے اور ہکذا ہو ہونا بنیث الصلاة فی نفس الحدیث فی النسخۃ الصحیحۃ للذریعۃ التي من اللہ تعالیٰ جماعی ہذا المحتاج ولعل عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ردی الحدیث الی بہ کما هو واقعا علی الرجل زاد الصلاة کما هو المطلوب فی امثال المقام واللہ تعالیٰ اعلم ومنہ

نظر فرماتے اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی انھوں نے فرمایا وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر یوں دعا مانگ آئی میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں یا رسول اللہ میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے اور اپنی حاجت کا ذکر کر شام کو پھر میرے پاس آنا کہیں بھی تیرے ساتھ چلوں حاجت مند نے یوں ہی کیا پھر آستان خلافت پر حاضر ہوا دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ سند پڑھایا مطلب پوچھا عرض کیا فوراً رو افرمایا اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا پھر فرمایا جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو یہ شخص وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور کہا اللہ تمہیں جزائے خیر دے امیر المؤمنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف التفات نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اُن سے میرے بارے میں عرض کی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تو تیرے معاملے میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یوہیں اُسے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھے پھر یہ دعا کرے خدا کی قسم ہم اُسکے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گو یا کبھی اندھا ہی نہ تھا (تنبیہ ایھا المسلمون حضرات منکرین کی غایت دیانت سخت محل انوس و عبرت اس حدیث جلیل کی عظمت رفیعہ و جلالت منیعہ اور معلوم ہو چکی اور اس میں ہم اہل سنت و جماعت کے لیے جواز استمداد و التجا و ہنگام توسل ندائے محبوبان خدا کا بحمد اللہ کیسار و شن و واضح و بین و دلالت ثبوت جس سے اہل انکار کو کہیں مفر نہیں اب ان کے ایک بڑے عالم مشہور نے باوجود اس قدر دعویٰ بلند علم و تدین کے اپنے مذہب کی حمایت بجایں جس صریح بیباکی و شجاعت و شہمی کو کام فرمایا ہے انھیں اُس سے شرم چاہیے تھی حضرت نے حصین جعفی شریف کا ترجمہ لکھا جب اس حدیث پر آئے اُس کی قاہر شوکت عظیم حوت نے جرات نہ کرنے دی کہ نفس متن میں اُس پر معن فرمائیں اور ادھر پاس شرب ناخن بدل جوش عقوبت تاب گسل ناچار حاشیہ کتاب پر یوں ہجوم ہجوم کی تسکین فرمائی کہ یک راوی ابن حدیث عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث است چنانکہ در تقریب موجود است و حدیث راوی متروک الحدیث قابل حجت نمی شود۔ انا للہ وانا الیہ راجعون انصاف و دیانت کا تو یقیناً تھا کہ جب حق واضح ہو گیا تھا تسلیم فرماتے ارشاد مفترض الانقیاد حضور پر نور سید الانبیاء صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیٰ آلہ و علیٰ اصحابہ کی طرف رجوع لاتے نہ کہ خواہی خواہی بزور تحریف ایسی صحیح صحیح حدیث کو جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے یزبان تصحیح فرمائی معاذ اللہ ساقط و مردود قرار دیجیے اور انتقام خدا و مطالبہ حضور سید روز جزاء علیہ الفضل الصلاۃ و الثناء کا کچھ خیال نہ کیجیے اب حضرات منکرین کے تمام ذہیوں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب شیعہ میں کہیں روایت نہیں یا عثمان بن عمر بن قاسم عبدی بصری ثقہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم و غیر ہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں کاتب اتنا ہی نظر فرمائیے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی اُس کا مدار روایت وہ شخص کیونکر ممکن جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں داتے بیباکی مشہور و متداول صحاح کی حدیث جن کے لاکھوں نسخے ہزاروں بلاد میں موجود ان کی اسانید میں صاف صاف عن عثمان بن عمرو مکتوب پھر کیا کہا جائے کہ ابن عمر کا ابن خالد بن لینا کس درج کی حیاد و دیانت ہے لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اور سنیے ابن السنی عبد اللہ بن سعد اور بنابر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا نفلت دابة احدكم بارض فلاة فليناد يا عباد الله احبوا فان الله تعالى عبادا في الارض تحبسه جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہیے لوں ندا کرے اے خدا کے بند و روک لو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اُسے روک لیں گے۔ بنابر کی روایت میں ہے یوں کہ اے عباد اللہ! مدد کرو اے خدا کے بند و سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لفظوں کے بعد رحمکم اللہ اور زیادہ فرماتے رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اذکار میں فرماتے ہیں ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر تھے ایسا ہی کیا چھوٹا ہوا جانور فوراً رُک گیا اور فرماتے ہیں ایک بار ہمارا ایک جانور چھٹ گیا لوگ عاجز آئے ہاتھ نہ لگا میں نے یہی کلمہ کہا فوراً رُک گیا جس کا اس کہنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا نقلہ سیدی علی القاسم فی الحوزا الثمین امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا نفل احدكم شيئا و اراد عونا و هو بارض ليسابها انليس فليقل يا عباد الله اعينوني يا عباد الله اعينوني يا عباد الله اعينوني فان الله عباد الايراهم جب تم میں کوئی شخص انسان جگہ میں پکے بھولے یا کوئی چیز گم کرے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے اے اللہ کے بند و میری مدد کرو اے اللہ کے بند و میری مدد کرو اے اللہ کے بند و میری مدد کرو کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا عتبہ بن غزوٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قد جوب ذلك باليقين یہ بات آزمائی ہوئی ہے۔ رواہ الطبرانی ایضا فاضل علی قاری علامہ میرک سے وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل ہذا حدیث حسنہ حدیث حسن ہے اور فرمایا مسافروں کی اس کی ضرورت ہے اور فرمایا مشائخ کرام قدس سرہم سے مروی ہوا انہ مجرب قون بہ الفحج یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مفرون ذکرہ فی الحوزا الثمین ان احادیث میں جن بندگان خدا کو وقت حاجت پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کا صاف حکم ہے وہ ابدال ہیں کہ ایک قسم ہے اولیائے کرام سے قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم و افاض علیہنا انوارہم یہی قول اظہر و اشہر ہے کما نض علیہ فی الحوزا الوصیین اور ممکن کہ ملکہ یا مسلمان صالح جن مراد ہوں دیکھنا کان ایسے توسل و دعا کو شرک و حرام اور منافی توکل و اخلاص جاننا معاذ اللہ شرع مطہر کو اصلاح دینا ہے تنبیہ یہاں تو حضرات منکرین کے انہیں عالم نے یہ خیال فرمایا کہ معجم طبرانی بلاد ہند میں متداول نہیں ہے خوف و خطر خاص متن ترجمہ میں اپنے زور علم و دیانت و جوش تقویٰ و امانت کا جلوہ دکھایا فرماتے

ہیں اس حدیث کے راویوں میں سے عتبہ بن غزوٰن مجہول الحال ہے تقویٰ اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ایک کتاب کا ہے اسامہ الرجال کی کتابوں میں سے اقول مگر مجد اللہ آپ کا تقویٰ و عدالت تو معلوم کیسا طشت از بام ہے خدا کی شان کہاں عتبہ بن غزوٰن رقاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں جنہیں تقریب میں مجہول الحال اور سیزان میں لا یعرف کہا اور کہاں اس حدیث کے راوی حضرت عتبہ بن غزوٰن بن جابر مازنی بدری کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی جلیل القدر ہمارا جد و ہجرا غزوہ بدر میں جن کی

لے جن کے سید مولیٰ و سند و اد سے حضور پُر نور سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکما نض علیہ سیدنا الخضر علیہ الصلوٰۃ والسلام رواہ ونقلہ فی البہجة والزبدة والخفة وغیرہا ۱۲ منہ

جلالت شان بدر سے روشن ہر سے اَبْنِ رَضِی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معروف کہ حریفین اُن کے پیش نظر ہے شاید اُس حریف میں یہ عبارت تو نہ ہوگی رواہ الطبرانی عن زید بن علی عن عقبہ بن غزوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا جس تقریر کا آپ نے حوالہ دیا اُس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو نہ تھی عقبہ بن غزوہ بن جابر المزی صحابی جلیل محاجر بددی مات سنۃ سبع عشرۃ زھ ملخصاً پھر کون سے ایمان کا مقتضی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی رفیع الشان عظیم المکان کو زور زبان و زورِ جنان درجِ صحابیت سے طبقہ ثالثہ میں لافالے اور شمس عدالت و بدرِ جلالت کی معاذ اللہ مردود الیہ و مطلقون چہالت بنانے کی ہر راہ نکالے و لکن صدق نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا لم تستحی فاصنع ما شئت مسلمان دیکھیں کہ حضرات منکرین انکار حق و اصرارِ باطل میں کیا کچھ کر گزے پھر دعائے حقانیت گویا تیز کا وضوئے حکم ہے ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم خیر یہ تو حدیثیں تھیں اب شاہ ولی اللہ صاحب کی سنیہ اپنے فہمیدۃ الغیب النعم کی شرح میں پہلی بسم اللہ یہ لکھتے ہیں کہ لا بدست از استمداد بروج آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسی میں ہے بظہری آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوہین دست در ہر شدتے اُسی میں ہے بہترین خلق خداست و مانع ترین ایشان دست مردمان از نزدیک هجوم حوادث زماں اُسی میں ہے فصل پانزدہم در ابہتال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت فرستہ بر تو خدائے تعالیٰ اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود و اے بہترین عطا کنندہ اُسی میں ہے اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود بوائے ازالۃ مصیبت اُسی میں ہے تو پناہ دہندہ منی از هجوم کردن مصیبت و فیکہ بخلاند دل بدترین چنگا لہا ما اور اپنے قصیدہ ہمزہ کی شرح میں ترقیاست ہی توڑ گئے لکھتے ہیں آخر حاشیائی مارج آنحضرت راصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فیکہ احساس کند نارسانی خود را از حقیقت شانس آنست کہ نہ اندک زار و خوار شدہ بشکلی دل و انظار بے قدری خود باخلاص در مناجات و پناہ گرفتن بایں طریق اے رسول خدا اے بہترین مخلوقات عطا ئے ترا می خواہم و در فیصل کردن اُسی میں ہے و فیکہ فرد آید کا عظیم در خایت تاریکی پس توئی پناہ از ہر بلا اُسی میں ہے ہوتے تست آوردن من و دست پناہ گرفتن من و دست امید داشتن من با جملہ بندگان خدا سے توسل کو اخلاص و توکل کے خلاف نہ جائے گا مگر سخت جاہل محروم یا ضال مکار بطور رہا اس نماز مبارک کے افعال پر کلام اولاً جب اس کی ترکیب خود حضور بد فور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ثابت تو مدعی تسنن کو کیا گنجائش انکار خود منکرین کی زبانیں اس شہادت میں ہمارے دل و زبان کی شریک ہیں کہ وہ جناب اتباع قرآن و حدیث و اقتضائے سنت سنیہ و مراعات سیرت صحابہ و اجتناب محدثات شنیعہ و التزام احکام شرعیہ پر استقامت کا ملکہ رکھتے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه و امدنا فی الدنیا و الدین بنماہ امین ثانیاً و علما و اولیاء جن میں بعض کے اسمائے طیبہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ ہم نے ذکر کیے جنہوں نے یہ نماز پسند کی اجازت دی سند لی خود پڑھی منکرین میں کون اُن کے پائے کا ہے بھران کے کہے سے کیونکر مسلم ہو کہ حکم شرع پر ہی چلے اور وہ صاب معادہ مشرک ہنگام رفاق بدعتی گزبے اور ان اکابر کو غیر مؤثر کہ کما تبع سواد اعظم کی طرت بلاناو ہی پڑائی ہمیں ہے سواد اعظم کا خلاف جب ہو کہ جمہور ائمہ اربعین فقہاء و محدثین عرفائے محدثین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس نمانہ سے مانفت کرتے آئے ہوں جب منکرین و حاد ائمہ معتدین سے صحیح طور پر وجود یہ و دانستہ کذب و افتراء وضع اسمائے کتب و علماء و استناد بجا ہیل و اجزائے خلاف سے کہ داب قدیم کا پرنکرین

خالی ہو) اس نماز کو کیم کی ممانعت کا ثبوت نہ دے سکے نہ انشاء اللہ تعالیٰ قیام قیامت دے سکیں تو سواد اعظم کا نام لینا صرف عوام کو دھوکا دینا ہے **ثالثاً** ان صاحبوں کے اصول پر تو اس نماز کے جواز و اباحت اور منع و انکار کی قباحت و دشمنیت پر نئے طور سے (جسے معارضہ بالقلب کہیں) سواد اعظم ائمہ و علما و محدثین و فقہاء کا اجماع قطعی ثابت ہو گا پہلے معلوم ہو چکا کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر ذکر عدم ہے اور خود یہاں منکرین کے اوعائے سواد اعظم کا یہی مہنی کمال یعنی اب ہم کہتے ہیں کلمات اللہ میں اس نماز پر انکار جائز ہونا ہرگز مذکور نہیں ومن ادعی فغلیب البیان ولا یستطیعہ حتی یرجع القارظان اور عدم بیان بیان عدم تو لاجرم اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ان سب ائمہ کے نزدیک اس نماز مبارک پر انکار روا نہیں اور جس پر انکار ناجائز ہو گا وہ اقل درجہ مباح ہو گا فثبت المقصود و بھت العود والحمد لله العلی الودود **والبعثان** حضرات کی عجیب عادت ہے جواز کے عقائد نقل و محتاج دلیل نہیں بے دلیل خاص قبول نہیں کرتے اور عدم جواز کے لیے ان کے (بابی دعوے کافی ہوجاتے ہیں کاش جہاں یہ کہتے ہیں کہ توجہ ببران دروش باوب درست نہیں وہاں اس پر کوئی دلیل شرعی بھی قائم کرتے اور جب کچھ نہیں تو ہمارے لیے اصل جواب وہی ہے جو دعیان بے ثبوت کے مقابل قرآن عظیم نے تعلیم فرمایا کہ قل ھاؤا برھانکم ان کنتم صادقیں ۵ اور نہ کہنے شائع تقریر میں جو اپنے لیے بات آسان کرنے کو میثات نماز و تذلل تام و انتہائے تعظیم کی قید میں بڑھائیں وہ خود اسی پر مردود کہ ہرگز ترکیب صلاۃ الاسرار میں ان باتوں کا نشان نہیں ہاں محبوبان خدا کی نفس تعظیم بیشک اہم واجبات و اعظم قریات سے ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یعظم حرمت اللہ فذلک خیر لہ عند ربہ وقال تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ فانہما من تقوی القلوب ۵ وقال تعالیٰ انا انزلناک شاہدا و مبشیرا و نذیرا ۵ لو تمناوا باللہ ورسولہ و تعزوا وہ و توفروا ۵ خود منکر نے کہا کہ صحابہ کرام تعظیم سید الانام علیہم الصلاۃ والسلام میں ہم سے زیادہ تھے بلکہ شاید ابھی منکرین کو خبر نہیں کہ علمائے دین نے ردضہ منورہ کے حضور خاص بیات نماز قیام کرنے کا حکم دیا تو منکر کو اس قید کا اضافہ بھی کام نہ آیا بلکہ گناہ بے لذت ٹھہرا لباب و شرح لباب کی عبارت عنقریب مذکور ہوگی بالفعل اختیار شرح مختار و فتاویٰ علیہ کی تصریح نیچے فرماتے ہیں یتوجه الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و یقف کما یقف فی الصلاۃ و یمثل صورۃ الکویۃ البھیۃ الہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرے ادویوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے) اسے عزت و اصل کا یہ ہے کہ محبوبان خدا کے لیے جو تواضع کی جاتی ہے وہ نہ حقیقت خدا ہی کے لیے تواضع ہے و لہذا بکثرت احادیث میں اُستاذ و شاگرد و علما و عام مسلمین کے لیے تواضع کا حکم ہوا جنہیں جمع کیجیے تو دفتر طویل ہوتا ہے طبریٰ المعجم اوسط اور ابن عدی کامل میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تعلموا العلم و تعلموا للعلم السکینۃ والوقار و تواضعوا لمن تعلون منہ علم یکموا و علم کے لیے سکون و محابت یکھواد جس سے علم سیکھتے ہو اُس کے لیے تواضع کرو اور غلطی ہے کتاب الجامع لأدب الراوی والسمع میں اُن سے یوں روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تواضعوا لمن تعلون منہ و تواضعوا لمن تعلونہ ولا تکوفا جابرۃ العلماء فیقلب جملہ علم کے جس سے علم سیکھتے ہو اُس کے لیے تواضع کرو اور جسے علم سکھاتے ہو اُس کے لیے تواضع کرو اور منکر عالم نہ ہو کہ مختار اجل تمہارے علم پر غالب ہو جائے) اب ایسے علم نے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لیے تواضع حرام ہے خدا ہی ہندو میں ہے تواضع لغیر اللہ حرام کذا فی الملتقط تو بات وہی ہے کہ انبیاء و اولیاء و علما و مسلمین کے واسطے تواضع اس لیے ہے کہ اللہ کے



نبی ہیں یہ اللہ کے ولی ہیں وہ دین انبی کے قیم ہیں یہ ملت الکیہ پر قائم ہیں تو علت تو اضع جب وہ نسبت ہے جو انہیں بارگاہ انبی میں حاصل تو یہ تو اضع بھی درحقیقت خدا ہی کے لیے ہوئی جیسے صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی تعظیم و محبت بعینہ محبت و تعظیم سید عالم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما نص علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غیر واحدیت و نحن فی غنی عن سر دھا جھنا دھا ہی شوا رد بل معلومہ الموائد تو اضع لیس اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذ اللہ کسی کافر یا دنیا دار غنی کے لیے اس کے سبب تو اضع ہو کہ یہاں وہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں اسے عزیز کیا وہ احادیث کثیرہ بشیرہ جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خشوع و خضوع بجا لانا مذکور اس درجہ اشتهار پر نہیں کہ فقیر کو ان کے جمیع و استیعاب سے غنا ہو اواد و دنائی نرذی ابن ہاجر امام بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اصحابہ حولہ کأن علی رؤسہم الطیر من سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور کے اصحاب حضور کے گرد تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں یعنی سر جو کائے گردنیں خم کیے بے حرج و حرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جا کر سروں پر آ بیٹھیں اس سے بڑھ کر او خضوع کیا ہوگا ہند بن ابی ہار و صاف لہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی عنہ کی حدیث حلیہ اقدس میں ہے اذ انکلم اطون حلسا وہ کأن علی رؤسہم الطیر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے جتنے حاضران مجلس ہوتے سب گردنیں جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں ۔

عجب است با وجودت کہ وجود من بماند      تو بگفتن اندر آئی و مرا سخن بماند

مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں لکھتے ہیں یکے از شایخ گوید کہ من و شیخ علی ہسیتی در مدرسہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بودیم کہ یکی از اکابر بغداد پیش آمد و گفت یا سیدی قال جدک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من دعی فلیجب دھا ناد عودا الی منزلی گفت اگر مرا اذن کنند بیایم زمانے سر در پیش انداخت پس گفت می آئیم و بر استر سوار شد شیخ علی ہسیتی رکاب راست دی گرفت و من رکاب چپ تا برائے آن شخص رسیدیم ہمہ شایخ بغداد و علما و اعیان آنجا بودند سلاطے پرشیند بروی اذاع نعمتہا و سلاطے بزرگ سر پوشیدہ دکھن و شہر آوردند و در آخر سلاطے بہادند بعد ازاں آن شخص کہ صاحب دعوت بود گفت الصلا شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر در پیش آگندہ بود و شیخ بخورد و اذن نیز نداد و یکس ہم بخورد و اہل المجلس کأن علی رؤسہم الطیر ہیبتہ یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیا و علما و عمائد بغداد تھے ہیبت سرکار قادریہ کے سبب ایسے بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں (مقصود اسی قدر تھا اگر ایسی جاں فزا بات کا نام تمام بہنا دل کو نہیں بجا تا آمد تفرج قلوب سنت و غیظ صدور بدعت کے لیے تمتہ روایت نقل کروں فرماتے ہیں شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من و شیخ علی ہسیتی اشارتی کر دکھ کہ آں ملہ را پیش آکر یہ برخاستیم و آں را پیش برداشتیم پس گراں بود در پیش شیخ ہنادیم و درود تا سر آنا بکشا دیم فرزند آن شخص بود نا بیٹاے مادر زاد پر جاے ماندہ و مجذوم و مفلوج گشتہ شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دی را گفت قہر باذن اللہ معافی آں کو دک برخاست دواں و بیٹا ویرایج آفتی نے فریاد یہ فائدہ ضرور ملاحظہ ہو سہ عجیب تر بشنو ۔ مرزا مظہر جانجانا صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں ابشاں بجناب پیر خود نوشتند کہ محبت شہا بہر محبت خدا و رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غالب ست و موجب انفعال میشود در جواب بزرگداشتند کہ محبت پیرو میں محبت خدا و رسول ست و سبب جذب کمالات الہیہ کہ در باطن پیر ثابت ست می شود و چوں دیدہ عقل آمد اول بہ معبود تو سر می ست اول بہ انتہی بلفظ ۱۱ منہ

از حاضران برخاست شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ در ایوہ مردم بیرون آمد و بیچ خورد پیش شیخ ابوسعید قلیبی رقم و آن قصہ بادے گفت کہ گفت  
شیخ عبدالقادر پیری الاکمرہ و اکابر صومالیہ الموتی باذن اللہ عز وجل ست انتہی سے

قادر قدرت تو داری ہر چہ خواہی آن کنی مردہ راجا نے دہی و در دریاں کنی

امام ابو ابراہیم نجیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واجب علی کل مؤمن متہ ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ذکر عندہ ان یخضع و یسجد و  
یتوقر و یسکن من حرکتہ و یاخذ فی ہیبتہ و اجلالہ بماکان یاخذ بہ نفسہ لوکان بین یدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
و یتأدب بما ادبنا اللہ تعالیٰ بہ ہر سلمان پر واجب ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کرے یا اُس کے سامنے حضور کا  
ذکر آئے خضوع و خشوع بجالائے اور باوقار ہو جائے اور اعضا کو حرکت سے باز رکھے اور حضور کے لیے اُس ہیبت و تعظیم کی حالت پر ہو جائے  
جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربر و اُس پر طاری ہوتی اور ادب کرے جس طرح خدا تعالیٰ نے ہمیں اُن کا ادب سکھایا ہے امام  
علامہ شہاب الدین خواجہ نسیم الریاض میں اس قول کے نیچے لکھتے ہیں یرض ذلک ویلاحظہ و یتشہ فکانہ عندہ یعنی یا حضور  
کے وقت یہ قرار دے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربر و حاضر ہوں اور حضور کا خیال کرے اور صورت اقدس کا تصور  
باندھے گویا حضور کے سامنے حاضر ہے (امام اجل سیدی قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں امام نجیبی کا ارشاد نقل کر کے فرماتے  
ہیں و ہذا کانت سیرۃ سلفنا الصالح و ائمتنا الماضین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمارے سلف صالح و ائمہ سابقین رضی اللہ تعالیٰ  
عنہم کا یہی داب و طریقہ تھا) اور فرماتے ہیں کان مالک اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتغیر لونہ و ینحنی امام مالک  
رحمہ اللہ تعالیٰ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے رنگ اُن کا بدل جاتا اور جھک جاتے نسیم میں ہے لشدہ خشوعہ  
یہ جھک جانا سبب شدت خشوع تھا شفا شریف وغیرہ تصانیف علما میں اس قسم کی بہت روایات مذکور شاہ ولی اللہ قصیدہ ہمزہ میں  
لکھتے ہیں سے

ینادی ضارعا بخضوع قلب وذل وابتہال والتجاء

رسول اللہ یا خیر البرا یا ذالک ابغی یوم القضاء

ذیکر صاف بتاتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا اور حضور سے عرض حاجت کرے تو تضرع و خضوع قلب و تذلل الخارج و زاری  
سب کچھ بجالائے میں کہتا ہوں واللہ ایسا ہی چاہیے مگر آپ کے ان شرک فروشوں کی دوا کوں کرے غرض اس مطلب نفیس میں کلمات علما کا  
استیعاب کیجیے تو دفتر چاہیے لہذا میں یہاں منک متوسط اور اُس کی شرح مسلک تنقسط کی ایک نفیس عبارت کہ بہت فوائد عظیمہ پر مشتمل  
تخصیصاً اب ذکر کرتا ہوں مولانا رحمۃ اللہ سندی متن اور فاضل علی قاری شرح میں فرماتے ہیں فاذا فرغ من ذلک قصد التوجہ الی  
القبر المقدس و فرغ القلب من کل شئی من امور الدنیا و اقبل بکلیتہ لما ہو بصددہ لیصلہ قلبہ للاستمداد منہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم و لبلالہ مع ذلک الاستمداد من سعة عذۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و عطفہ و رافۃ (ای شدۃ  
رحمتہ علی سائر العباد) ان یسامحہ فیما عجز عن ازالۃ من قلبہ ثم توجہ (ای بالقلب و القالب) مع رعاۃ غایۃ الادب

نقام تجاۃ الوجه الشریف متواضعا خاضعا خاشعا مع الذلۃ والاکسار والخشۃ والوقار والہیبة والاقتدار غاض الطرین مکفوف الجوارح (من الحركات) فارغ القلب (عن سوى مقصودہ و مراہ) واضعا یمینہ علی شمالہ (تأویا فی حال اجلالہ) مستقبلا للوجه الکریم مستدبرا للقبلة ناظرا الی الارض متمثلا بصورتہ الکریمۃ فی خیالک مستشعرا بانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم بحضورک و قیامک و سلامک (بل بجمع افعالک و احوالک و ارتحالک و مقامک) مستحضرا عظمتہ و جلالہ و شرفہ و قدرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم قال من غیر دفع صوت (لقولہ تعالیٰ ان الذین یفخون اصواتہم عند رسول اللہ الا یہ) ولا اخفاء (ای بالمرة لغوت الاسماع الذی هو السمتۃ وان کان لا یخفی شیء علی الحضرة) بحضور (قلب و استحياء) السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ثم یقول یا رسول اللہ اسألت الشفاعۃ ثلاثا (لانہ اقل مراتب الحاج لتحصیل المنال فی مقام الدعاء والسؤال) یعنی جب مقدمات زیارت سے فارغ ہو قبر انور کی طرف توجہ کا قصد اور دل کو تمام خیالات دنیویہ سے فارغ کرے اور ہمہ تن اُس طرف متوجہ ہو جائے تاکہ اُس کا قلب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استمداد کے لائق ہو یا ایہم جو خیال مجبورانہ دل میں باقی رہے جس کے ازالہ پر قادر نہ ہو اُس کی معافی کے لیے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال مغفرت و ہر بانی درافت اور تمام بندوں پر حضور کی شدت رحمت سے مدد مانگے پھر دل و بدن دونوں سے نہایت ادب کے ساتھ ماہر شریف میں حاضر ہو تواضع و خضوع و خشوع و تذلل و انکسار و خوف و وقار و ہیبت و احتیاج کے ساتھ آنکھیں بند کیے اعضا کو حرکت سے روکے دل اُس مقصود مبارک کے سوا سب سے فارغ کیے ہوئے ادب و تعظیم حضور کے لیے دھنا ہاتھ بائیں پر رکھے حضور کی طرف موخہ اور قبلہ کو پیٹھ کیے نگاہ زمین پر جائے رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور باندھے اور ہوشیار ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی حاضری و قیام و سلام بلکہ تمام افعال و احوال اور منزل بمنزل کے قیام و ارتحال پر مطلع ہیں اور حضور کی عظمت و جلال و شرف و منزلت کو خوب خیال کرے پھر توبہ و آذابت بند ہو کر اللہ تعالیٰ ان کے حضور نسبت آواز کا حکم دیتا ہے ذبا کل آہستہ جس میں نہانے کی سنت فوت ہو اگرچہ سرکار پر کچھ پوشیدہ نہیں اس طرح حضور قلب و شرم و حیا کے ساتھ عرض کرے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر کہے یا رسول اللہ میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یا رسول اللہ میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یا رسول اللہ میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں تین بار اس لیے کہ جب کہ یہ دعا سوال میں حصول مقصود کے واسطے ادنیٰ مرتبہ الحاج کا ہے و صلی اللہ تعالیٰ علی قاضی حاجاتنا و معطی مراداتنا سیدنا و مولانا محمد وآلہ و صحبہ اجمعین ان احادیث و روایات و کلمات طیبات سے کالشمس فی وسط السماء روشن و آشکا ہو گیا کہ ہنگام توسل محبوبانِ خدا کی طرف موخہ کرنا چاہیے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو اور دل کو ان کی طرف خوب توجہ کرے یہاں تک کہ ہر این و آن خاطر سے محو ہو جائے اور ان کے لیے خضوع و خشوع محمود و مشروع اور اس میں ان کا زمانہ و وقت ظاہری و حضور مقدس ذکر و مجرب برابر ہے اور ان کے سوا عبارت اخیر سے جو اور فنا و جمیلہ و عوالم جلیلہ حاصل ہوئے بیان سے غنی ہیں واللہ رب العالمین پس یہ منکر کرنے کو توبہ قلب و خشوع و ہیأت نماز وغیرہ کی قیدیں بڑھا کر لگان کیا تھا کہ اب اُسے اثبات عدم جواز کی طرف راہ آسان ہو گئی بھلا شہ ثابت ہو کہ اُس کا محض خیال ہی خیال تھا واللہ یحق الحق بکلمتہ ولو کوکہ المبطون فقیر حیران ہے

کہ اس نماز مبارک میں اول تو صلاۃ مفروضہ کے بعد قبلے سے انحراف کہاں اور کونسی تو اس میں کیا گناہ ہے ہر نماز مفروضہ کے بعد امام کو قبلے سے انحراف سنت معلوم ہے پھر اسے مانعت میں کیا مداخلت ہاں جو کچھ غلط و غضب کرنا ہو تعین سمت پر کیجیے اور اس کا جواب مرزا مظہر جانجاناں شہید سے لے لیجیے جنہیں شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ - قیم طریقہ احمدیہ - داعی سنت نبویؐ کی بازاری فضائل و فاضل کھتے ہیں اور حاشیہ مکتوبات پر شاہ صاحب مذکور سے مرزا صاحب موصوف کی نسبت منقول انچہ قدر ایشاں مامردم مبدائیم شاہچہ دانید احوال مردم ہند برا منحنی نیست کہ خود مولد و منشا فقیرست و بلاد عرب را نیز دیدہ ایم و سیر نمودہ و احوال مردم ولایت از ثقات آنجا شنیدہ ایم و تحقیق کردہ عزیزے کہ بر جادہ شریعت طریقت و اتباع کتاب و سنت ہمچنین استوار و مستقیم باشد و در ارشاد طالبان شان عظیم و نفسے قوی دارد و دریں جزو زمان مثل ایشاں در بلاد مذکور یافتہ نمی شود مگر در گزشتگاں بلکہ در ہر جزو زمان و جوداں چیں عزیزاں کثر پودہ است چہ جائے ایں زمان کہ پرفتنہ و فسادست انتہی یہی جناب مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک مرید رشید کو (جن کی بی بی کی نسبت فرمایا تھے پاک در خاک آن عقیقہ کاشتہ ایم بروقت مقدس سرسبز خواہ شد) تحریر فرماتے ہیں انچہ از قصد خود و مردم خانہ بجانب شاہ جمال کاشتہ اند بشرط امن مبارکست و تا رسیدن شما فقیر انشاء اللہ تعالیٰ بعد نماز یکے و گھڑی روز برآمدہ پیش از حلقہ یا بعد آن بجانب آں ستورہ شما متوجہ خواہ شد باید کہ ہر روز منتظر و متوقع فیض رو بایں طرف کردہ بعد نماز صبح بنشیند کہ محبت ایں عقیقہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ است انچہ دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں جان من سلامت باشی و دریں مدت مفارقت دو رقعہ شمارید و حوزہ جاں گردید باید دید کہ اظکار با ما چہ میکند ہر صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بنشیند بے ناغہ توجہ میدہم انکسی توجہ نگیرد زیادہ عمر و مزہ عمر باد انتہی ملخصاً انھیں مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے نسبت ما بجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ میرسد و فقیر انیا زے خاص ما بجناب ثابتست در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ با حضرت واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد انچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب شرح رباعیات میں اپنی یہ رباعی لکھی ہے۔

آنانکہ زادناںس ہمیں جستند      باجستہ از اہل تہم ہوسند  
فیض قدس از ہمت ایشاں میجو      دروازہ فیض قدس ایشاں ہستند

پھر اس کی شرح میں لکھا یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح و سر نفع بلین دارد انھیں شاہ صاحب نے ہجرات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا بارواح طیبہ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند یا زیارت قبر ایشاں رود از آنجا انجذاب در پوزہ کند نفیسہ امام علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں لم یزل العلماء و ذو الحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و یتوسلون عنده فی قضاء حوائجہم و یرون نجر ذلك منهم الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانه جاء عنہ انه قال انی لا یتوبک با بحنیفۃ و اسعی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین و جئت الی قبرہ و سألت اللہ تعالیٰ عنده فققضی ساریا یعنی ہمیشہ سے علما و اہل حاجت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روا یوں کو بارگاہ آسمانی میں اُن سے توسل کرتے اور اس سبب سے فوراً مرادیں پاتے ہیں

اُن میں سے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فرماتے ہیں میں ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تبرک کرتا اور اُن کی قبر پر جاتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھتا اور اُن کی قبر کی طرف آکر خدا سے سوال کرتا ہوں کچھ دیر نہیں لگتی کہ حاجت روا ہوتی ہے (فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ یہاں تکاتب غامضہ ہیں کہ اُن پر مطلع نہیں ہوتے مگر توفیق والے جب معلوم ہو گیا کہ حق جل و علا عز و مجد کی طرف اُس کے محبوبوں سے توسل محمود و مقصود و سنت ماثورہ و طریقہ مامورہ اور ہنگام توسل اُن کی جانب توجہ درکار یہاں تک کہ جب خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا دعائیں قبلہ کی طرف موخہ کروں یا مزار مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف فرمایا ولم تصرف وجهک عنه وهو وسیلتک و وسیلۃ ابیک آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام الی اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ بل استقبلہ واستشفع بہ فیشفعک اللہ تعالیٰ کیوں اپنا موخہ اُن سے پھیرتا ہے وہ قیامت کو تیرا تیرے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہیں بلکہ انھیں کی طرف موخہ کرو اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالیٰ تیری درخواست قبول فرمائے) (اخر جہ الامام القاضی عیاض فی الشفاء وغیرہ فی غیرہ اور سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْتَعِیْزُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَوةِ ط پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوب خدا کے قریب جائیے اسی طرف حق جل و علا نے قرآن عظیم میں ہدایت فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝ اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول اُن کے لیے استغفار کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں) سبحان اللہ خدا ہر جگہ نسبتاً ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گناہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر تم سے دعائے بخشش کریں اور قدیم و حدیثاً علما و صلحا اس آیت کریمہ کو زمانہ حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کی حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا کیے اور اوقات زیارت میں یہی آیت کریمہ تلاوت کر کے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہے اس مضمون کی بہت روایات و حکایات موابہب لدنیہ و مسیح محمدیہ و مناقب النبوة و جذب القلوب الی دیار المحبوب و خلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفیٰ وغیرہ تصانیف علما میں مذکور و مشہور بعض اُن سے حضرت مقدم المحققین خدمت والدہ قدس سرہ الماجد نے سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں ذکر کر کے اس مسئلے کا اثبات فرمایا من شاء فلیتشرّف بمطالعته اسی طرح بہت غل مصنفان مناسک باب زیارت شریفہ مدینہ طیبہ میں وقت حاضری اس آیت کو پڑھ کر استغفار کا حکم دیتے ہیں تو ثابت ہوا کہ محبوبان خدا کی طرف جانا اور بعد وصال اُن کی قبور کی طرف چلنا دونوں یکساں جیسا کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار فائض الانوار کے ساتھ کیا کرتے اب یہ کہ گدائے سرکار قادر یہ اُس آستان فیض نشان سے دور و محجور ہے گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے سیر نہیں تاہم دل سے توجہ کرنا اور چند قدم اُس سمت چل کر اُن چلنے والوں کی شکل بناتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث حسن میں ارشاد فرمایا من تشبه بقوم فهو منهم جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انھیں سے ہے (اخر جہ الطہرانی فی الاوسط عن حدیثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد حسن وان کان طریق ابی داود عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مالم یس بذلک ایک نکتہ تو اس چلنے میں یہ ہے ثانیاً توسل میں توجہ باطن ضرور اور ظاہر عنوان باطن لہذا یہ چلنا مقرر ہوا کہ حالت قالب حالت قلب پر شاہد جو جس طرح سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استغاث میں قلب روا فرمایا کہ قلب لباس قلب احوال

دکشف باس کی خبر سے شاہ ولی اللہ نے قول الجلیل میں قضائے حاجت کے لیے صلاۃ کن فیکون کی ترکیب لکھی جس کے آخر میں ہے کہ پھر پگری  
اُتار سے آستین گلے میں ڈالے پچائش بار دعا کرے ضرور مستجاب ہو) اُس پر اُن کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں بعض واقعات  
نے اعتراض کیا ہے آستین گردن میں ڈال کر جو جائز ہو گا حالانکہ ادعیہ ماثورہ میں یہ ثابت نہیں ہم جواب دیتے ہیں کہ قلب روحانی چاد کا اُلٹنا  
پلٹنا نماز استسقاء میں رسول علیہ السلام سے ثابت ہے تا حال عالم کھل جاتے تو اس طرح آستین گردن میں ڈالنا امر مخفی کے اظہار کے واسطے  
یعنی تقصر کے واسطے حصول شعار گردش حال کے یا مقصود کے کیونکر ناجائز ہو گا۔ اتنی مترجمانہ ترجمۃ المولوی خرم علی البہلوری فی شفاء  
العلیل ترجمۃ القول الجلیل میں کہتا ہوں جب آستین گلے میں باندھنا یا آنکہ طرق ماثورہ میں وارد نہیں اس وجہ سے کہ اُس میں تقصر مخفی کا  
اظہار شدید ہے اگرچہ نفس اظہار گزر گرانے کی صورت سے حاصل تھا جائز ٹھہرا تو یہ چند قدم جانب عراق محترم چلنا اس وجہ سے کہ اُس میں  
توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے کیونکہ ناجائز ہو گا مثلاً ظاہر صلیح خاطر و لہذا جس امر میں جمع عزیمت و صدق الایات کا اہتمام چاہتے ہیں وہاں اس کے  
مناسب افعال و دوا راجح رکھے جاتے ہیں کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہو اسی لیے نماز میں تلفظ بہ نیت بقصد جمع عزیمت علمائے  
مستحسن رکھا کہ فی الملبس و الہدایۃ والکافی والحلیۃ وغیرہا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے من جبلة الانسان انه  
اذا استقر فی قلبہ شیء جری حسب ذلک الارکان واللسان وهو قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی جسد ابن آدم مضغۃ  
الحديث ففعل اللسان والارکان اقرب مظنة وخليفة لفعل القلب اور یہی سر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشہد میں  
انگشت شہادت سے اشارہ مقرر ہوا شاہ ولی اللہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں الہیۃ المندوبۃ توجع الی معان منها تحقیق الخضوع کصفت  
القدمین و منها محاکاة ذکر اللہ تعالیٰ باصابع و یدۃ حذو ما یعقلہ مجتہد نہ کر رفع الیدین والاشارۃ بالمسبحۃ لیکون بعض الامور  
معاضد البعض الخ اہم ملخصاً اور اسی قبیل سے ہے دعائیں ہاتھ اٹھانا چہرے پر پھیرنا شاہ ولی اللہ تقصر کرتے ہیں کہ یہ افعال رغبت  
باطنی کی تصویر بنانے کو ہیں کہ قلب اُس پر خوب متنبہ ہو جائے اور حالت قلب ہیأت بدن سے تائبہ پائے کتاب مذکور میں ہے اما رفع  
الیدین و مسح الوجہ بہما قصور للربغۃ و مظاهرۃ بین الہیۃ النفسانیۃ و ما یناسبہا من الہیۃ البدنیۃ و تنبیہ للنفس علی  
تلك المحالۃ بعینہ ہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت باطنی کی پوری تصویر بتاتا اور قلب کو انجذاب تام پر متنبہ کرتا ہے جیسا کہ اس عمل شریف  
کے بجالانے والوں پر روشن گوئی ہو مجرم بنجر باش ع ذوق ایں شے شناسی بخدا تا بخشی بہ رابعاً سنت نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والتیمۃ  
ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے اسی لیے جب ایک بار سفر میں آخر شب حضور اقدس صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نزول فرمایا اور آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ آفتاب چمکا حضور نے وہاں نماز پڑھی اور سہرا یا  
اس جگہ شیطان حاضر ہوا تھا اپنے مرکبوں کو پوہیں لیے چلے آؤ پھر وہاں سے تجاوز فرما کر نماز قضا کی مسلم فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ قال سمعنا مع نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم نستقیظ حتی طلعت الشمس فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
لیأخذ کل رجل برأس راحلته فان هذا منزل حضورنا فیہ الشیطان قال ففعلنا ثم دعا بالماء فتوضأ الحدیث یہاں بھی جب یہ  
محتاج ذکر کست نماز پڑھ چکا اور اب وقت وہ آیا کہ جہت توسل کی طرف متوجہ کر کے اللہ جل جلالہ سے دعا چاہتا ہے نفس نمازیں جو کلت حضور  
وغیرہ قصور سرزد ہوئے یاد آئے اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الہی میں تقصیر کرا دی ناچار ہٹتا ہے اور

بظاہر کہ جہت توجہ اس کے لیے اولیٰ و الیسرینا و شمالاً انصراف میں ترک توجہ اور رجعت قمری بعد کی صورت اور اقبال نشان اقبال مکان ہوا لکناد خا مٹا خادم شرع جانتا ہے کہ صاحب شرع صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو باب دعا میں تفاوت پر بہت نظر ہے اسی لیے ہر قائل میں قلب و ذرا فرمایا کہ تبدیل حال کی فال ہو الدار قطنی بسند صحیح علی اصولنا عن الامام ابن الاصلام ابن الاصلام جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن ابیہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حول رداءہ للفقول القحط امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں قالوا التحویل شرع تفاوت لا تبعید الحال من القحط الی نزل النیت والخصب ومن ضیق الحال الی سعة اسی لیے بدخواہی کے بعد جو اس کے دفع شرک و نما تعلیم فرمائی ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے تاکہ اس حال کے بدل جانے پر قال حسن ہو مسلم و ابو داود والفضائی وابن ماجہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً اذا راى احدكم الرءيا يكرهها فليبصق عن يساره ثلثا وليستغذ بالله من الشيطان ثلثا ولتقول عن جنبه الذي كان عليه علامه مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں تفاوت لا بقول تلك الحال اسی لیے ہنگام استعانت دست جانب آسمان رکھ کر برچھانے اور با مان آنے کی فال ہو مسلم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استسقی فاشاد بظهور كفيه الى السماء اشعة اللغات شرح مشکوٰۃ میں ہے طلبے گفتے میں نیز برائے تفاوت دست بقلب و تبدیل حال مثل صلیع وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در تحویل ردا اشارت بطلب کہ بطون سحاب بجانب زمین گرد و بریز و انچہ دست از امطار و اللہ تعالیٰ اعلم اسی لیے علمائے مستحب رکھا جب دفع بلا کے لیے دعا ہو پشت دست سوئے سا ہو گویا ہاتھوں سے آتش فتنہ کو بجھاتا اور جوش بلا کو دباتا ہے اللہ میں ہے گفتے اند چون دعا برائے طلب و سوال چیزے از نعا بود مستحب است کہ گردانیدہ شود بطن کفہا بجانب آسمان و ہر گاہ کہ برائے دفع و منع فتنہ و بلا باشد پشتائے دست بجانب آسمان کننا ز برائے الطفائے نائرۃ فتنہ و بلا دست کردن قوت حادثہ و غلبہ آں اسی لیے دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا سنون ہو کہ حصول مراد و قبول دعا کی فال ہو گویا دونوں ہاتھ خیر و برکت سے بھر گئے اس نے دور کرکٹ اعلیٰ و اشرن اعضا پالٹ لی کہ اس کے توسط سے بدن کو پہنچ جائے گی ترمذی و حاکم کی حدیث میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دفع یدہ فی الدعاء لم یحطہما حتی یبجھما و جھ علامہ عبد اللہ مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں تفاوت لا باصاۃ المراد و حصول الامداد اور حدیث حسن ابی داود عن السائب بن یزید عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دفع یدہ مسج و جھ بید یہ کے نیچے کھا تفاوت لا و تیا مناباۃ کفینہ ملتصبا فافاض منہ علی وجھہ اور حدیث ابی داود و یحییٰ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلوا اللہ ببطن الکف و لا تسلوہ بظہورہا فاذا فرغتم فامسحوا بھما وجوہکم کے تحت میں کھا تفاوت لا باصاۃ المطلوب و تبرکایا یمالہ الی وجھہ الذی ہوا مشرف الی اعضاء و منہ یمس الی بقیۃ البدن فاقص علی قاری نے حرز ثین میں فرمایا لعل وجھہ انہ ایماء الی قبول الدعاء و تفاوت بدفع البلاء و حصول العطاء فان اللہ سبحنہ یتجیب ان یرید عبد صفرا خالہا من الخیر فی الخلاء والملاء اسی طرح صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقاصد شرع پر لحاظ فرما کر خاص اُن کے موافق یہ چلنا مقرر فرمایا کہ نفی اعراض و عطاء قربت و حصول اغراض و اقبال اجابت کے لیے فال حسن ہو واللہ تعالیٰ الموفق سادسا صحیح شریف میں بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیت کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ



و سلم عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے جب جنت خدمت اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی یہاں تک کہ حضور بڑھے تو اُس کے خوشہ ہائے انگور دست اقدس کے قابو میں تھے اور یہ نماز صلاۃ الکسوف تھی وذلک قوله (بعد ما وصف صلاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الکسوف) ثم تأخر (یعنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وتأخرت الصفوف خلفه حتی انقبت (قال مسلم وقال ابوبکر یعنی ابن ابی شیبہ شیخہ حتی انقبت) الی النساء ثم تقدم وتقدم الناس معه حتی قام فی مقامه فانصرف حین انصرف وقد اضت الشمس فقال (وقص الحديث حتی قال) ما من شیء توعد ونه الا وقد رأیتہ فی صلاتی هذه لقد جئ بالناز وذلکم حین رأیتونی تأخرت (وساق الخبر الی ان قال) ثم جئ بالجنة وذلکم حین رأیتونی تقدمت حتی قمت فی مقامی ولقد مددت یدی وانا اريد ان اتناول من ثمرها (الحديث مختصر) اسی طرح جب ارباب باطن واصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر روجہ توسل عراق شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انوار و برکات و فیوض و خیرات اُس جانب مبارک سے باہر زلال جوش و ہجوم ہمیں آتے نظر آتے ہیں یہ بیتا بندان خوشہ ہائے انگور جنات نور و باغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے اور اُن عزیز ہماؤں کے لیے ہم باجمال تلقی و استقبال بجالاتے ہیں سبحان اللہ کیا جائے انکار ہے اُس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات و خیرات کی طرف ساعت کئے۔

ان جنتکم قاصدا السعی علی بصری لم اقص حقا وای الحق ادیث

ہے ہم عامی جن کا حصہ ہی شفق لسان و اضطراب ارکان ہے و بس نسأل اللہ العفو والعافیۃ ہم اس امر جمیل میں اُن اہل بصائر کے طفیل ہیں ع و لا ارض من کأس الکام نصیب جیسے نماز کہ اُس کے اکثر افعال و احکام اُن اسرار و حکم پرستی جو حقیقہ صرف احوال سنیہ اہل قلوب پرستی پھر عوام بھی صورت احکام میں اُن کے مشارک مثلاً نماز ہناری میں اخفا واجب ہو اور لیل میں ہر کہ لیل آیت لطف ہے اور اُس کی تجلی لطیف اور نہایت قہری ہے اور اُس کی تجلی شدید پھر تجلی جہری تجلی ستری سے بہت قوی و گرم تھلا تبدیل کے لیے تجلی قہری کے ساتھ ٹھنڈی تجلی رکھی گئی اور لطفی کے ساتھ گرم جہہ و عیدین میں باوجود نہایت حکم ہر ہوا کہ وجہ کثرت حاضرین انس حاصل اور دہشت زابل اور قلب بوجہ شہو و خلق شہو و تجلی سے قدرے ذابل بھی ہوگا مہذا ایک ہفتہ کی تفصیلات جمع ہو کر حجاب میں گونہ قوت پیدا کرتی ہیں تو گلہ ہے اسے یہ معالجہ مناسب ہو اور اپنی حرارت سے اُسے گلادے جیسے اطبا خط و دقیقہ دیکھنے سے منع کرتے اور نادراً بغرض قرین اُسے علاج سمجھتے ہیں اور کسوف میں گوجاعت کثیر اور وقفہ طویل ہے پھر بھی اخفا ہی رہا کہ وہ وقت تخویف تجلی جلال اور وقفہ طویل ہے جہز ہو سکے گا اسی لیے ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں اصلہ قرات نہیں کہ یہ سبب عظیم و تجلی جلال تجلی شدید قرآنی سے حج نہ ہو اور جو قرات کہتے ہیں وہ بھی جہز نہیں رکھتے کہ شدت بر شدت بڑھ جائے گی۔ شب کو آٹھ رکعت تک ایک نیت سے جائز اور دن کو چار سے زیادہ منع کہ سنت آئیں ہے تجلی ثیاف شیا و دار کرتے اور ہر ثانی میں اول سے قوی بھیجتے ہیں تو تجلی گرم ہناری کے ساتھ چار سے آگے تاب نہ آئے گی اسی لیے ہر دو رکعت پر جلسہ طویل کا حکم ہوا کہ خوب آرام پالے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد واجب ہوئی کہ لطف جمال سے حظ اٹھائے اور پھلی رکعتوں میں قرات معات کہ تجلیات بڑھتی جائیں گی شاید دشواری ہو اور منفرد رہبر واجب نہیں کہ بوجہ تنہائی دہشت و ہیبت زیادہ جوتی ہے عجیب نہیں کہ تاب نہ لائے تو اُسے اُس کے حال و وقت پر چھوڑنا مناسب رکوع و سجود میں قرات قرآن

منوع ہوئی کہ ان کی تجلی تجلی قیام سے سخت اشد دوسری تجلی شدید قرار مل کر افراط ہوگی نیز قعود میں قرارت ممنوع ہوئی کہ وہ آرام دینے کے لیے رکھا گیا تجلی قرآنی کی شدت مل کر اسے مقصود سے خالی کر دے گی اسی لیے رکوع کے بعد قنوت کا حکم ہوا کہ اس تجلی قوی سے آرام لے کر تجلی قوی کی طرف جانے اور تہ تاب نہ لائے گا اسی بنا پر بین السجدین اطمینان سے بیٹھنا واجب کیا گیا کہ تجلی سجدہ ثانیہ اور اشد و اعظم ہوگی اشد برآمد کی توالی سے نبیان بشری نہ منہدم ہو جائے امام عارف باشر عبد الوہاب شمرانی قدس سرہ الربانی میزان میں نقل فرماتے ہیں انہ وقع لبعض تلامذۃ سیدی عبد القادر حیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سجد فصار یضعل حتی صار قطرة ماء علی وجه الارض فاحذہا سیدی عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقطنۃ ودفنہا فی الارض وقال سبحن اللہ رجع الی اصلہ بالتجلی علیہ یعنی حضور پر نور تینا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مریدوں نے سجدہ کیا جسم گھٹنا شروع ہوا یہاں تک کہ گوشت پست ہڈی پسلی کسی شے کا نشان رہا صرف ایک بوند پانی کی زمیں پڑی رہ گئی حضور پر نور نے رفی کے پھوٹے سے اٹھا کر زمین میں دفن کر دی اور فرمایا سبحن اللہ تجلی کے سبب اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا

قسمت نگر کہ کشتہ اشیر عشق یافت مرگے کہ زندگان بدعا آرزو کنند

سابقاً دیدہ انصاف بے غبار و صاف ہو تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے اس طرف چند قدم قریب ہونا اور جہاں سے جہاں مقصود ہو اس سے کچھ گام دور ہونا بھی نافع و بکار آمد ہوتا ہے جب کمال قرب و بند میسر نہ ہو طہرانی نے مجمع کبیر اور حاکم نے مستدرک میں بشرط یغین ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کل شیء یتکلم بہ ابن آدم فانہ مکتوب علیہ فاذا اخطا بالخطیئۃ ثم احب ان یتوب الی اللہ عزوجل فلیأت بقعة مرتفعہ فلیہن دیدہ الی اللہ ثم یقول اللہ انی ائوب الیک منہا لا اصح الیہا ابدا فانه یغفر لہ ما لہ یرجع فی عملہ ذلک آدمی کا ہر قول اللہ کے لکھا جاتا ہے تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہیے بلند جگہ پہلے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہے اکی میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں اب کبھی اُدھر عود نہ کروں گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرما دے گا جب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے (توبہ کے لیے بلندی پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع معصیت سے بُد اور محل طاعت و منزل رحمت یعنی آسمان سے قرب حاصل ہو جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ انتقال قریب آیا بن میں تشریف رکھتے تھے اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا وہاں تشریف لے جانا میسر نہ ہوا دعا فرمائی کہ اُس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پر تاب قریب کر دے بخاری مسلم نسائی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ارسال ملک الموت الی موسیٰ علیہا الصلوٰۃ والسلام (فذا کو الحدیث الی ان قال) نسأل اللہ ان ید فیہ من الارض المقدسۃ رمیۃ عجی شیح محقق رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں دعائے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوں ترجمہ کرتے ہیں نزدیک گردان مر اذان اگرچہ مقدار ایک سنگ اندازہ باشد ظاہر ہے کہ ہنگام حاجت سر دست عراق شریف کی حاضری مستزاد چند قدم اس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا کہ مالا بدرت کلمہ لا یتروک کلمہ واللہ الحمد دقہ و جملہ یہی عدد یا زہد کی تخصیص اُس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان اللہ تعالیٰ وترحب الوتر اللہ تعالیٰ طاق ہے طاق کو دوست رکھتا ہے قالہ النبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم رواہ اکامام احمد عن ابن عمر بسند صحیح والترمذی عن علی بسند حسن وابن ماجہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور افضل الاولات واول الاوتار ایک ہے مگر یہاں تکثیر مطلوب اور اُس کے ساتھ تیسیر بھی ملحوظ لہذا یہ عدد مختار ہوا کہ یہ افضل الاولات کا پہلا ارتفاع ہے جو خود بھی و تر اور مشابہت زوج سے بھی بعید کہ سوا ایک کے اُس کے لیے کوئی کسر صحیح نہیں اور اس سے ایک گھٹا دینے کے بعد بھی جو زوج حاصل ہوتا ہے زوج محض ہے نہ زوج الا زواج کہ اُس کے دونوں حصص متساویہ خود افر لوہیں بلکہ بطور تہ پر وہ بعینہ ایک ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ الباقی میں لکھتے ہیں الشرع لم یخص عددا الا لحکمہ ترجیح الی اصول الاول ان الوتر عدد مبارک لا یجاوز عنہ ما کان فیہ کفایۃ ثم الوتر علی مراتب وتریشہ الزوج کالتسعة والخمسة فانہما بعد اسقاط الواحد ینقسمان الی زوجین والتسعة وان لم تنقسم الی عددین متساویین فانہا تنقسم الی ثلثة متساویۃ وامام الاولات الواحد وحدث اقصنت الحکمة ان یومر بکثر اخطار عدد ما یحصل بالترفع کا الواحد یترفع الی احد عشر اہر ملتقطا اس کے بعد فقیر گدے سرکار قادر یہ غفر اللہ لہ کل ذنب وخطیئہ نے سرکار غوثیت مدار سے اس عدد مبارک کے اختصاص پر بعض دیگر نکات جمیلہ عظیمہ جمیلہ پائے ہیں کہ بتوفیق اللہ تعالیٰ رسالہ مبارکہ انہار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار میں ذکر کیے یہاں اُن کا بیان زخمہ بر عود پسین گواں فمن شاء فلیرجع الی ذاک التحریر الانیق واللہ سبحنہ ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وال وصحبہ اجمعین۔ بالجملة اس نماز مقدس میں اصلا کوئی محذور شرعی نہیں اور خود کو نسا طریقہ دیانت والی صاف ہے کہ جو اہم حضور پر نور محی الملتئم مقیم اللہ ملاذات علی معاذ العرفا و آثر الانبیاء ولی الاولیا متبع الارشاد و مرجع الافراد امام الامم مالک الامر کا شرف الغمہ لمجا الامم قلب العلم غوثنا الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه وجعل حوزنا فی الدارین رضاه ارشاد فرمائیں اور حضور کے اصحاب اکابر انجاء قد ست اسرارہم و تممت انوارہم کہ بالیقین اعظم علم و اجلہ کلماتہ اُسے بجا لائیں اور طبقہ فطیئہ اولیا و علمائے سلسلہ علیہ عالیہ قادر یہ روح ادواح اصحابا و آروی قلوبنا پناہل عباہا اُسے اپنا معمول بنائیں اور ثقات علم و کبار اولیا اپنی تصانیف میں اُسے نقل و روایت کریں اجازتیں دیں اجازتیں لیں اور منکرین مکابرین کو اصلا قدرت نہ ہو کہ آیت و حدیث تو بڑی چیز ہے کہیں دو چار عمائد دین و فقہائے مستمدین ہی سے اُس پر رد و انکار بے اعانت کذب و اختلاق و مکابره و شقاق ثابت کر سکیں یہی جمیل چیز جمیل عزیزہ نہ کہ محض نہی ہو اُسے نفسانی و اصول بہتانی کی بنا پر بلحاظ اصل مذہب مشرک تھئی اور فاعلوں مجوزوں کو معاذ اللہ مشرک تھئی اور بخوف اہل حق تسہیل امر کو ہارے جمی سے صرف فاسق بدعتی بتائے اور انکار ارشاد سید الاولیا و تفصیل تفسیق علما و عرفا کا وبال عظیم گردن پراٹھائیے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵ اور حضرات منکرین کا یہ کہنا کہ صحابہ تابعین سے منقول نہیں صحابہ محبت و تقسیم میں ہم سے زیادہ تھے ثواب ہوتا تو وہی کرتے اولاً وہی معمولی باتیں ہیں جن کے جواب علمائے اہل سنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہو چکے جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو اُن کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے علی الخصوص کتاب تطاب اصول الارشاد قطع مبانی الفساد و کتاب لا جواب اذا ذہ الانام لما فی عمل المولد والقیام وغیرہما تصانیف لطیفہ و تألیف سنیۃ حضرت تاج المحققین سراج المدققین حامی السنن مآثر الفتن بقیۃ السلف تجہ الخلف فردا لا مائل خزانہ العلم کا پراغن کا بر سیدی والدی حضرت

مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی اعظم اللہ اجروہ و نور قبرہ و قدس سرہ و سزا بقابرہ  
 و اعطاه المسرة و دقاہ المضرة و کل معرة بمجاہ المصطفیٰ وآلہ الشرفا علیہ و علیہم الصلاۃ و الثناء امین امین یا اهل التقویٰ  
 و اهل المغفرة اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس بحث اور اس کے امثال کو ہر وجہ اجمال رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام بنی ہمامہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین - وغیرہما اپنے رسائل و مسائل میں بقدر کفایت منفع کرچکا و الحمد للہ  
 رب العالمین ثانیاً یہاں تو ان جمالات کا کوئی محل ہی نہیں یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لیے کیا جاتا ہے اور اعمال مشائخ میں  
 تجدید و احداث کی ہمیشہ اجازت شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھے ہیں اجتہاد و اختراع اعمال تصیریہ راہ گشاہ است مانند استخراج اطبا  
 نسخائے فرابادین را این فقیر معلوم شدہ است کہ وقت صبح صادق تا اسفار مقابل صبح شستن و چشم را باں نور و وقت دیا نور را گفتن تا  
 ہزار بار کیفیت کلمہ راقوت میدہد و احادیث نفس رامی نشانہ اُسی میں ہے چند نوع از کرامت از بیچ ولی الاما شاہ اللہ منک نمی شود  
 از انجملہ ظہور تاثیر در اعمال تصیریہ و تا علی بغیض او منفع شوند اہ ملخصاً خود شاہ ولی اللہ اور اُن کے والد شاہ عبد الرحیم صاحب اور اُنکے  
 فرزند ارجمند شاہ عبد العزیز صاحب نے ہر گونہ حاجات کے لیے صد ہا اعمال بتائے کہ تازہ بنے تھے یا آپ ہی بتائے جن کا پتا قرون ثلثہ  
 میں اصلاً تھا بعض اُن میں سے فقیر نے اپنے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین میں ذکر کیے اور خود اُن کی قول الجمل ایسی باتوں  
 کی حائز و کفیل جامع تر سینے شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انھوں نے جو اہر خمسہ شیخ  
 محمد غوث گویاری علیہ رحمۃ الباری کی سندیں اور اُس کے اعمال کی اجازتیں اپنے استاد علم حدیث مولانا ابوطاہر مدنی و شیخ محمد سعید لاہوری  
 مرحومین سے حاصل کیں حدیث قال این فقیر خرقہ از دست شیخ ابوطاہر کردی پوشیدہ و ایساں بعل انچہ در جواہر خمسہ است اجازت دادند  
 عن ابیہ الشیخ ابراہیم الکردی عن الشیخ احمد القشاشی عن الشیخ احمد الشناوی عن السید صبیح اللہ عن الشیخ  
 وجیہ الدین علوی المکجی اقی عن الشیخ محمد غوث الگولیاری و ایضاً البہا الشیخ ابوطاہر عن الشیخ احمد النخلی  
 بسندہ الی اخرہ و ایضاً فقیر در سفر حج چوں بہ لاہور رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایساں اجازت دعائے سیفی دادند بل  
 اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ و سند خود بیان کردند و ایساں دریں زمانہ یکی از اعیان مشائخ طریقہ احسینہ و شطاریہ بودند و چوں کسی ما اجازت  
 میدادند اور اور دعوت رحمت نمی شود رحمہ اللہ تعالیٰ قال الشیخ المعمر النفقہ حاجی محمد سعید لاہوری اخذت الطویقۃ الشطاریہ  
 و اسال الجواہر الخمسة من السیفی و غیرہ عن الشیخ محمد اشرف لاہوری عن الشیخ عبد الملک ہایزید الثانی عن الشیخ  
 وجیہ الدین الگجواتی عن الشیخ محمد غوث الگولیاری انتہی حضرات منکرین ذرا مہربانی فرما کر جواہر خمسہ پر نظر ڈال لین اور اُس کے  
 اعمال کا ثبوت قرون ثلثہ سے دیدیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر اُن اعمال کو بدعت و شرک ہی سے بچالیں جن کے لیے شاہ ولی اللہ جیسے  
 شفی موصد محدثانہ بند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث و طریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ  
 ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی اُسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے تا دعل ہفت بار بار بار  
 یا کبار بخواند و اں امنت تا و علیا مظهر العجاہب تجددہ عنوانک فی التواہب کل ہمد و غمہ سیغلی بولا یتک یا علی یا علی یا علی

**مسئلہ**۔ قال اللہ تعالیٰ واذ اخذنا اللہ میثاق الذین اذوا الکتاب لتبیینہ للناس ولا تکتمونه اور جب خدا نے عہد لیا ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی اُسے صاف بیان کر دیں گے لوگوں سے اور چھپائیں گے نہیں) اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملتِ نجد یہ ہدایہ اللہ تعالیٰ الی الملة الخنفیة کہ جو لوگ ناد علی پڑھیں پڑھائیں یکھیں سکھائیں اُس کی سندیں دیں اجازتیں لائیں اُس کے سلسلے کو سلاسل اولیاء اللہ میں داخل کر جائیں اُس کے حکم دینے والوں کو دلی کمال بتائیں اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ بتائیں ان میں بعض کو بلفظ ثناء و اجماع مشائخ اور ان کی ملاقات کو بکلمہ دستبوس تعبیر فرمائیں انھوں نے غم و مصیبت و رنج و آفت کے وقت یا علی یا علی کہنا و ارکھا یا نہیں اور اسے درد و غم بنایا یا نہیں اور غیر خدا کو خدا کا شریک فی العلم و شریک فی النعمان ٹھہرایا یا نہیں اور وہ اس سبب سے مشرک کا فریب ایمان جہنمی ہوئے یا نہیں پھر جو ایسوں کو اپنا پیر جائیں عالم اُمت حامی سنت و قطب زمان و مرشدِ دوراں یا نہیں (جیسے جناب شاہ عبد العزیز صاحب) انھیں مقتداۓ دین و پیشواۓ سلیں بتائیں ان کے علم و افضال و عرفان و کمال پر سچے دل سے ایمان لائیں (جیسے تمام اصاغر و اکابر حضرات و ہابمیر) انھیں سید الکمال و سید العلم و قطب الحقیقین فخر العارف المکملین اعلیٰ علیہم السلام قبلہ اور باب تحقیق و کتبہ اصحاب تدقیق و قدوہ اولیاء و زبدہ ارباب صفا بلکہ امام معصوم و صاحب وحی تشریفی ٹھہرائیں (جیسے میاں اسماعیل دہلوی) ان سب صاحبوں کی نسبت کیا حکم ہے یہ حضرات ایک مشرک جو مشرک پسند مشرک آموز کو پیر و پیشوا و امام و مقتدا بنا کر سید العلم و مقبول خدا بنا کر خود بھی کافر و مشرک و سخت عذاب الیم و ہلک ہوئے یا نہیں اور ان پر بھی مسئلہ الرضاء بالکفر کفر و مسئلہ من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر و حکم آئے کریم و من یتولہم منکد فانه منکد و حدیث صحیح المرء مع من احب جاری ہوگا یا نہیں بیٹو اتوجروا خیرہ تو جملہ معترضہ تھا پھر اصل بحث یعنی در بارہ اعمال تجدید و انحراف کی طرف چلے یہی شاہ ولی اللہ صاحب اسی انتباہ میں قضائے حاجات کے لیے ختم خواجگانِ چشتِ قدس اسرار ہم کی ترکیب بتاتے اور اُس کے آخر میں یوں فرماتے ہیں وہ مرتبہ درود خواندہ ختم کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگانِ چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا سے قتالی سوال نمایند ہمیں طور ہر روز بخواندہ باشد انشاء اللہ تعالیٰ و ایام معدودہ مقصود بحصول انجام مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں دعائے حزب البحر و طیفۃ صبح و شام و ختم حضرات خواجگانِ قدس اللہ اسرار ہم ہر روز بکثرت حل مشکلات باید خواندہ دوسرے مکتوبات میں لکھتے ہیں ختم خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد حلقہ صبح لازم گیرید مکتوباتِ آخر میں کہتے ہیں ختم حضراتِ خواجہ و ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیز اگر بار بار جمع آیند بعد از حلقہ صبح براں موافقت نمایند کہ از معمولات مشائخ است و فائدہ بسیار و برکت بیشمار دارد اور مرزا صاحب بوضوح کے معمولات رسمی معمولاتِ نظری سے اُس کی ترکیب یوں منقول اول دست برداشتہ سورہ فاتحہ یکبار بخواند الخیر میں لکھا بعد ازاں از جناب خدا کے عزوجل حصول مطالب بتوسل ایس بزرگواراں باید خواست و اسرا انجام مقصود مدد و دست باید نمود الخ ان صاحبوں سے کوئی نہیں کہتا کہ یہ طریقہ قرین ثلثہ میں کہاں منقول ہیں ان میں کچھ ثواب یا تقرب الی اللہ کی امید ہوتی تو صحابہ ہی بجالاتے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فاتحہ شیرینی پر دلاتے والحمد للہ علی توضیح الحق مثالاً خیر صلاۃ الاسرار شریف تو ایک عمل لطیف ہے کہ بارگاہ بندہ اپنے حصولِ اعراض و دفعِ اعراض کے لیے پڑھتا ہے مزاج پُرسی اُن حضرات کی ہے جو خاص امور ثواب و تقرب رب الارباب میں جو محض اسی نیت کے لیے جاتے ہیں

ہمیشہ تجدید و اختراع کو جائز سمجھتے اور ان محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں وہ کون شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز مرزا منظر جانشان شیخ  
مجدد الہ ثانی مولوی اسماعیل دہلوی مولوی خرم علی بھوری وغیرہم جنہیں منکرین بدعتی و گمراہ کہیں تو کس کے ہو کر رہیں خود شاہ ولی اللہ  
قول الجلیل میں اپنے اور اپنے پیروں مشائخ کے آداب طریقت و اشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں کہ بیشبہ تعین اکا و اب و اتلاف  
الاشغال یہ خاص آداب و اشغال نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوئے) شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیہ قول الجلیل میں فرماتے  
ہیں اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات و ہیکٹ واسطے از کار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے جن کو مرد صالحی  
الذہن اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے (الی قول) تو اس کو یاد رکھنا چاہیے انتہی بدو حجة البہوری مولوی خرم علی صاحب بصف  
نصیحة المسلمین اسے نقل کر کے لکھتے ہیں یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعات سید نہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں  
انتہی اور سنیے اسی قول الجلیل میں اشغال مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی کہ ثالثھا الرابطة بشیخہ فاذا  
صحبہ خلی نفسہ من کل شیء الا محبته وینظر لما یفیض منه و اذا غاب الشیخ عنہ یخیل صورته باین عینہ بوصف  
المحبة و التعظیم فقید صورته ما تقید صحنہ اھ ملخصاً یعنی تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطہ شیخ ہے جب شیخ کی صحبت میں ہو تو  
اپنا دل اُس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے اور فیض کا منتظر ہو اور جب شیخ غائب ہو تو اُس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے  
ساتھ تصور کرے جو فائدے اُس کی صحبت دیتی تھی اب یہ صورت دے گی) شفا العلیل میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا جاتا ہے کہ  
کسب راہوں سے یہ راہ زیادہ تر قریب ہے انتہی اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھیک بت پستی بتائیں گے  
مرزا منظر صاحب نے اگرچہ کتاب وسنت کو طرق حادثہ سے افضل مانا اور بیشک ایسا ہی ہے مگر ان کے بھی مباح و مفید ہونے کی تصریح  
فرمائی مکتوب میں لکھتے ہیں ذکر ہر باکیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات باطوار معمولہ کہ در قرون آخرہ رواج یافتہ از کتاب وسنت ما خود نیست بلکہ  
حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبدعہ فیاض اخذ نموده اند و شرع ازاں ساکت است و داخل دائرہ اباحت و فائدہ در آن محقق و انکار  
آن ضرور ہے اور سنیے مکتوب میں ہے اگرچہ از مصحف مجید فال زون در حدیث شریف نیامدہ اما ممنوع ہم نیست اگر کسی زند مضایقہ ندارد انھیں  
کے ملفوظات میں ہے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ طریقہ نو بیان نموده مقامات و کمالات طریقہ خود بسیار تحریر فرمودہ در دوا مقامات  
بیچ ہتھ نیست کہ با قرار ہزاراں علماء و عقلا بتواتر رسیدہ اھ ملخصاً اسی میں ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ طریقہ جدیدہ  
بیان نموده اند و در تحقیق اسرار معرفت طرز خاص دارند مثل انیشتاں در محققان صوفیہ کہ جامع اند در علم ظاہر و باطن و علم نو بیان کردہ اند  
چند کس گزشتہ باشند اھ ملخصاً یہاں اسماعیل دہلوی صاحب المستقیم میں کہتے ہیں مثلاً انما سبہ وقت دریافت ملائم ہر قرن جدیدی باشند و لہذا مختلف ہر وقت از اکابر  
ہر طرق در تجدید اشغال کو ششہا کردہ اند بنائ علیہ صلوٰۃ ید وقت چنان اقتضا کرے کہ یک باب از کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسبات میں وقت مست  
تعیین کردہ شود الخ اب خلیج نے حضرت بدعتی کیوں نہ ہوئے اور انھیں خاص ان امور دینیہ میں بعض تقریب الی اللہ کیلئے کیے جاتے ہیں نئی نئی باتیں جو  
لے اقول یہ جناب مرزا صاحب کا خیال تھا صحیح یہ ہے کہ قرآن عظیم سے قال کون منہ ہے حقیقہ یہ میں ہے قال والدی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ علی  
شرح الدرر و فی کتاب الخفة اخذ الخال من المعصفت مکوہ کذا ذکرہ القوسستانی یعنی کواہۃ التخریر الخ ۱۲ منہ حام ظللہ

قرآن میں نہ حدیث میں نہ صحابہ میں نہ تابعین میں نہ کائناتی اور عمل میں لانی اور اُن سے امید وصول الی اللہ رکھنے کسی نے جائز کی مسئلہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سئل عن علم فکتمہ الجمہ اللہ یوم القیمۃ بلجام من نار اخرجه احمد وابوداود والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجہ والحاکم وصحیحہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے کوئی علمی بات پوچھی جائے وہ اُسے چھپائے اللہ تعالیٰ روز قیامت اُسے آگ کی لگام دے اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسمعیلیہ ھدھم اللہ تعالیٰ الی الشریعۃ الحقۃ الابراہیمیۃ کہ دین خدا میں ایسی نئی باتیں نکالنا اور یہ اقرار کر کے کہ کتاب وسنت سے ان کا ثبوت نہیں اُن پر عمل کرنا اور انھیں موجب ثواب و قرب رب الارباب سمجھنا بدعت سیدہ شیعہ ہے یا نہیں اور یہاں حدیث من احدث فی امرنا مالیس منه فهو راد و حدیث کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار و حدیث ش الا مود محمد ثانیہا و حدیث اصحاب البدع کلاب اهل النار وارد ہوں گی یا نہیں اور جن صاحبوں نے یہ باتیں ایجاد فرمائیں آپ کیس اوروں سے کرائیں کتابوں میں لکھیں زبانیں بتائیں حسب تصریح تقویۃ الایمان اُن کے اصل ایمان میں خلل آیا یا نہیں اور وہ بدعتی فاسق مخالف سنت قرار پائے یا نہیں اور اُن سے بھی کہا جائے گا یا نہیں کہ صحابہ ثواب و حسنات پر تم سے زیادہ حریص تھے بھلائی ہوتی تو وہی کر جاتے اور میان بشیر قنوجی یہاں بھی ہیأت عبادات کو توقیفی بتائیں گے یا نہیں پھر جو لوگ ان صاحبوں کو امام و پیشوا جانتے اور ان کی مدح و ستائش میں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں جیسے شاہ ولی اللہ مداح و معتقد مرزا مظہر صاحب اور شاہ عبدالعزیز و صاف و مرید شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسمعیل غلام و بادشاہ ہرودشاہ صاحب اور تمام حضرات و ہامیرہ یاحین و معتقدین جمیع صاحبان مذکورین ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے آیا بحکم حدیث من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام یہ سب کے سب قصر اسلام کے ڈھانے والے ہوئے یا نہیں یا یہ احکام صرف مجلس میلاد وغیرہ انھیں امور کے لیے ہیں جن میں محبوبان خدا کی محبت و تنظیم ہو باقی سب حلال و طیب اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے کہ تصور برزخ کو اتنا پسند کیا کہ اُسے سب سے زیادہ قریب تر راستہ خدا کا بتایا اور مولوی خرم علی صاحب نے اُسے نقل کر کے مسلم رکھا یہ دونوں صاحب مع اصل کاتب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب پھر ان صاحبوں کے معتقدین و مداح سب کے سب مشرک و مشرک پرست ٹھہرے یا نہیں یا یہ حضرات احکام شرع سے مستثنیٰ ہیں اور تقویۃ الایمان و تذکیر الاخوان وغیرہا کی آیتیں حدیثیں صرف مؤمنین اہل سنت کو جو خاندان عزیزی سے نہ ہوں معاذ اللہ مشرک بدعتی بنانے کے لیے اُتری ہیں۔ بینوا تو جروا۔ سچے اللہ ان صاحبوں کے یہ احداث و اختراع سب مقبول ہوں اور ناجائز و بدعت ٹھہرے تو وہ ناز جو حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصائے حاجات کے لیے ارشاد فرمائی مع بین تفاد و بدہ از کجاست تا کجا بحق جل علاہ مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور اپنے محبوبوں کی جناب میں معاذ اللہ بدعتیہ نہ کرے خصوصاً حضور سیدہ المہربین مطلوب الملوہین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم جمعین آمین۔ یہ ہے جو اس گمراہ سرکار فیض باری قادریہ پر برکات و نعمات حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائض ہوا مع مگر قبول افتد زہے عز و شرف ہنگلے مینوا فقیر نامنرا اپنے تاجدار عظیم البجود عظیم العطا کے لطف بے منت و کرم بے علت سے اس صلے کا طالب کہ عفو و عافیت و حسن عاقبت کے ساتھ اس دارِ ناپائیدار سے رخصت ہوتے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عزیز پسر تزل زہرا کے نخت جگر علی مرتضیٰ کے نور نظر



حسن و حسین کے قرۃ بصر محی سنت ابی بکر و عمر صلی اللہ تعالیٰ علی الحبيب و علیہم وسلم یعنی حضور غوث صمدانی قطب ربانی و اہلب الآمال و معطی الامانی حضور پُر نور غوث اعظم قطب عالم محی الدین ابو محمد عبد القادر حسینی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه و جعل حرزنا فی الدارین رضاه کی محبت و عشق و عقیدت و اتباع و اطاعت پر جائے اور جس دن یوم ندوکل اناس بامامہہ کا ظہور ہو یہ سرا پا گناہ نہر لوائے بکس پناہ سرکار قادریہ ظل اللہ جگہ پائے فان ذلک علی اللہ یسیر ان اللہ علی کل شیء قدیر محمد اللہ وقع الفراغ من تسویدہ ثمان خلون للفقہ الزہر من شہر ستیدنا الغوث الفاخر اعنی شہر ربیع الآخر فی ثلثہ مجالس من ثلث غدوات عام الف و ثلث مائۃ و خمس من ہجرتہ سید الکائنات علیہ و علی آلہ و ابنہ الوارث لمجدہ و کمالہ افضل الصلوٰات و اکمل التسلیمات و اذکی البیجات و انی البرکات امین امین و الحمد للہ رب العالمین واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

## ازہار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار

۵ ۰ ۳ ۱ ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شکرا لک یا من بالتوسل الیہ یغفر کثر الذنوب و حمد لک یا من بالتوکل علیہ یجبر کسر القلوب : اسألك ان تصلى وتسلم وتبارک على سراج افقك و ملجأ خلقك و افضل قائم بحقوقك و المبعوث بتيسيرك و رفقك و رحمة للعلمين و شفيعا للمذنبين و اما نا للخائفين و ليس الالبائسين و بشرى للإثنين و محمد النبی الرؤف الرحیم و الجواد الکریم و العلی العلیم و الغنی المحی الحکیم الخلیف مصحح الحسنات و مقیل العثرات و قاضی الحاجات و اهاب المراتب و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ الطاہرین و واصحابہ الطاہرین و وازواجه الطیبات امہات المؤمنین و اولیاء امتہ الکاملین العارفين و وامناء ملتہ الراشدین المرشدین و لاسیما علی هذا الفرد الفريد و الغوث المجہد و الغوث المجید و واهب النعمہ و سالب النقمہ و کاسب العدمہ و صاحب القدمہ و جود الجود و کرم الکرم و ملاذ العرب و معاذ العجم و مناح العطايا و مناع الرزايا و القطب الربانی و والغوث الصمدانی و ستیدنا و مولانا ابی محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی و رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاه و جعل حرزنا فی الدین و امین امین و یا ارحم الراحمین و واشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و واشہد ان محمدًا عبیدہ و رسولہ بالرحمة ارسلہ و صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علی کل محبوب و مرضی لدیہ و اما بعد فقد سألتی الفاضل کمال و جمیل الشائل جامع الفضائل و الفخر الجسیم و الشرف العظیم و مولانا الشاہ محمد ابراہیم القادری المدراسی الحمید راہبانی

جعلہ اللہ من اولی الا یادی بہ وحفظہ من شر الاعادی بہ اجازۃ الصلاۃ الغوثیۃ المبارکۃ المرضیۃ المعروف عندنا  
بصلۃ الاسرارہ المجبیۃ مرارۃ القضاء الاوطارہ و دفع الاشرارہ تحسین ظن منہ بھذا العبد الظلام الکثیر الا ثام بالفقیر  
الاذل المحقر الازل عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی لطف اللہ بہ  
وعفان ذنبہ واصلم عملہ وحقق املہ مع انی لست ہنالك ولا اہل لذلک لکنی اجبتہ بالانقیاد واجزتہ  
بالمرد رجاء البرکۃ لی ولہ فی الدنیا والاخرۃ ان ربنا تعالیٰ ہواہل التقویٰ و اہل المغفرۃ کما اجازتی بحاسیدی ومکاتئ  
ومبندی ومأفای شیعنی ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وعندی تاج اکاملین سراج الواصلین حضرتہ السید  
الشاہ الی الرسول الاحمدی المارہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضی السمرندی بحجت روایتہا واجازتہ بہا  
عن شیخہ الاجل وعہ الاجل الامام اکمل والکرم الاشمل والقمر الاجمل فرد عصیۃ وقطب دہرۃ  
ذی فیض العظیم والفضل المبین حضرتہ ابی الفضل شمس الملتہ والدين السيد الشاہ الی احمد اچھے میان  
المارہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضوان الابدی عن ابیہ العریض النبیۃ الغطریف البحر الطمطم والحبر  
العمصام ذی الفناء والبقاء والوصول واللقاء حضرتہ السید الشاہ حمزۃ العینی المارہری علیہ  
الرضوان الدائم من العلی القوی بسندہ المسلسل کابر عن کابر عن الحضرة الرفیعة والسدة المنيعة مرجع  
البریۃ الحضرة القادرية علی حضارہا وخبامہا رضوان القادر فان اصلہا ما یؤثر بطرق عديدة عن الحضرة  
المجیدۃ کما ذکرہ العلماء منہم الامام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر الخنسی الصوفی الشطنوفی فی بحر الاسرار والامام  
الاجل عبد اللہ بن الاسعد البافعی الشافعی الفاضل علی بن سلطان محمد القاری لہروی المکی والشیخ المحقق شیخ شیوخ علماء الهند  
عبد الحق بن سیف الدین المحدث الدہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین انہ قال سیدنا مولانا الغوث  
الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ من توسل بی فی شدۃ فرجت عنہ ومن استغاث بی فی حاجۃ قضیت لہ ومن صلی  
بعد المغرب رکعتین ثم یصلی ویسلم علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یخطو الی حجة العراق احدى عشرة خطوة  
یذکر فیہا اسمی قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ قلت و فرجت وقضیت تحتلان صیغۃ المجهول لواحدة غائبة وصیغۃ المعلوم  
للو احد المتکلم وعلی ہذہ ترجمۃ الشاہ ابی الملعلی رحمہ اللہ تعالیٰ فی التحفة القادرية وایا ما کان فالحاصل واحد اولہما  
تحتل الحقيقة الباطنة الذاتية والظاهرة المستفادة والاخری متعین للاخیر والمرجع ما ذکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ا خرا

لہ بچ ان علیم انہ لیس باین جہنم الذی تکلم فیہ الذہبی علی دابع الصوفیۃ الکرام فی المیزان فانہ مقدم علی سیدنا الغوث الاعظم یعنی اللہ تعالیٰ ہن زمان و ہذا ماصر الذہبی  
وہیند وین سیدنا واسطان صاحب الولی اباصالح قاضی القضاۃ نصر صاحب ایاء سیدی عبدالرزاق صاحب ایاء سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ عنہم وقد وصفہ الذہبی لنفسہ فی  
طبقات القزلباشام الا و حدو کذلک الامام الجلال السیوطی فی حسن المحاضرة فانہ لیس الذہبی کتاب ہجرت الاسرار الی ذلک فان کان لایضا کتاب اسمہ ہذا فذلک والا  
فاشتباہ عظیم واجب التنبیہ لہ وہی التي تبث بالثبات من دون عطاء والا الاستدلال جمل و ہذا تحققت بعضات اللہ سبحانہ وتعالیٰ فحسبہ ۱۲۳۵ وہی التي حصلت بالخطا  
ولا ثبوت لہا الا بالجمیل وکذا اجمع صفات المؤمن کما تعلم والقدرة والعطاء والعون حتی الوجود ۱۳

بقوله قضى الله تعالى حاجته ان الى ربك المنتهى ثم ان لمشايجنا قد ست اسرارهم ورحمنا الله تعالى بهم في هذا الصلوة  
طريقتين صغيرى وكبرى والمعول عندنا الا سهل الا شمل من حيث السو غ كل احد من دون الاختصاص بالقائمين في  
عجالي الشهود الهائمين في فيا في الوجود هي الطريقة الاثيقة الصغرى صفحتها بحيث يكون كالشرح لللفظ الكريم ويتضمن  
مختارات هذا العبد الاثيم ان من عرفت له حاجة دينية او دنيوية صلى بعد صلاة المغرب بسنة اربعين  
من غير فريضة نادى يا صلاة الاسرار تقربا الى الله تعالى وهدية لروح سيدنا الغوث الاعظم صلى الله تعالى عنه وان  
جدد لهما الوضوء فهو اضور وقد عهدنا ذلك من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في صلاة الحاجة والا فهو بسبيل من  
الرخصة فان توطأ فليحسن وضوءه هكذا امر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ذلك المكفوف بصره واحب الي ان يقدم  
صدقة فانها اسراع في الانجاح واسد الابواب البلاء وقد امر الله تعالى من يتاجى رسوله ان يقدموا بين يدي فجو لهم  
صدقة فنجوى الله تعالى احق مع ان هذه الصلوة تشتمل على نجوى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ايضا والوجوب وان  
لنحو رحمة من الله تعالى فلا مريية في الاستحباب هذا ويقر وفيها بعد الفاتحة ما تيسر من القرآن فان قرأ الاخلاص احدى  
عشرة مرة فهو احسن حتى اذا سلم حمد الله تعالى واثنى عليه بما هو اهل له والافضل الصيغة الواردة عن النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم فانه لا يقدر احد ان يحمد الا احد كحمد احمد صلى الله تعالى عليه وسلم ومن احسنها اللهم ربنا لك الحمد  
حمد كثير اطيبا مبركا فيه كما تحب ربنا وترضى ملا السموات وملا الارض وملا ما شئت من شئ بعد ومنها اللهم لك الحمد  
حمد دائما مع دوامك ولك الحمد حمد اخالد مع خلودك ولك الحمد حمد الامننته له دون مشيتك ولك الحمد حمد دائما  
لا يريد قائله الارض لك الحمد حمد اعد كل طرفه عين وتنفس كل نفس ومنها اللهم لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك  
وعظيم سلطانك ومنها اللهم لك الحمد شكرا ولك امن فضلا ومنها اللهم لك الحمد كما تقول وخيرا مما نقول الى غير  
ذلك مما وردت به الاحاديث فليجمعها اوليكفت ببعضها ويعجبني ان يحقها بقوله اللهم لا احصى ثناء عليك انت كما  
اشئت على نفسك فانه من اجمع حمد واوسع ثناء عليه سبحانه وتعالى ومن لم يحسن من ذلك شيئا فليقل الحمد لله  
تثا او ليقر الفاتحة او اية الكرسي بنية الثناء فلا يحد ثناء افضل منها ثم يصلى ويسلم على النبي صلى الله  
تعالى عليه وسلم احدى عشرة مرة اذا يستجاب دعاء الا بالصلوة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم وامر بالسلا حرازا  
للفضلين واحترارا عن الخلفات فان من العلماء من كرهه الافراد ثم العبد يختار هذا الصلوة الغوثية المروية عن سيدنا

له افضل الاسرار في القرن وهي تقى مصارع السوء كما في الحديث وفشا لها اكثر من ان تحصى والاحسن ان تصدق بزومين بفضل ذلك ورد حديث وفسان زوجان  
وخران زوجان ومن لم يجد فردحان زوجان والودعة خر عمره ١٢ سنة كقول اللهم لك الحمد جدا الى ان تفك ويكا في امريه كرمك وقوله اللهم لك الحمد انت قهر السموات والارض ومن  
فمن ذلك الحمد انت ملك السموات والارض ومن فمن ذلك الحمد انت قهر السموات والارض ومن فمن ذلك الحمد انت قهر السموات والارض ومن فمن ذلك الحمد انت قهر السموات والارض ومن  
بلاك وصنيعك الى اهل بيوتنا ولك الحمد في بلاك وصنيعك الى انفسنا خاصة ولك الحمد بما هدقنا ولك الحمد بما اكرمنا ولك الحمد بما سترتنا ولك الحمد بالقرآن ولك الحمد بالاهل  
والمال ولك الحمد بالعبادة ولك الحمد حتى ترضى ولك الحمد اذا رضيت يا اهل التقوى يا اهل الخفة آلى غير ذلك من صغى كثيرة ١٢ من

الغوث الاعظم رضى الله تعالى عنه وهى اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد معدن الجود والكرم وأله وسلم والعبد يقولها هكذا اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد معدن الجود والكرم وأله الكرام وابنه الكريم وامته الكريمة يا اكرم الاكرمين وبارك وسلم ثم ليتوجه بقلبه الى المدينة الطيبة وليقل احدى عشرة مرة يا رسول الله يا بنى الله اغثنى وأمددنى فى قضاء حاجتى يا قاضى الحاجات ثم يخطو الى جهة العراق وهو من بلادنا بين الشمال والمغرب افاده شيخنا حمزة رضى الله تعالى عنه وهى ايضا جهة المدينة المنورة وكربلاء والعبد الضعيف قد استخرج جهة حمزة بغداد من بلدنا بريلى بالماء مرة البرهانية على ان عرضها  $١٢^\circ$  وطولها  $١٢^\circ$  وعرض بريلى  $١٢^\circ$  وطولها  $١٢^\circ$  الرجاء الانحرف الشمالى اعنى من نقطة المغرب الى نقطة الشمال  $١٢^\circ$  فيستخرج خط الزوال ويقوم عليه عمود الى المغرب ويدبر عليها قوسا يجعل راس القائمة مركزا فيعجزها  $١٢^\circ$  ويصل خطا بين الراس والخمس لذل مما يلى المغرب فهذا الخط هو سمت

حمزة بغداد  اما المدينة الكريمة فاربع درج اعنى  $4^\circ$  من نقطة المغرب الى الشمال على ما استخرجت بعدة طرق برهانية احدى عشرة خطوة معتدلة متعاقدة فانه المتبادر من الكلام لا ما يفعله بعض العوام من انهم لا يرفعون قدما ولا يخطون خطوة وانما يتقدمون كل مرة نحو ثلاث اصابع او اربع فليس هذا من الخطوة فى شئ وانما امرنا بالخط فالعدول عنهما بدون ضرورة عين الخطا نعم ان كان فى مضيق لا يجد مساعا للخطوات المعهودة ولا الخروج الى مندوحة فليأت بما استطاع واستد شناعة من هذا اما رأيت بعضهم من انه يصلى ركعتين حتى اذا كان فى آخر قراءة الاخرى انحرف الى العراق فتخطى ثم عاد الى مكانه فوجه نحو القبلة واتم الصلاة ولا يدري المسكين ان هذا مع مخالفة للوارد مفسد لصلاته وابطال العمل حرام ثم النقل يجب بالشروع فيلزمه القضاء وهو لا يريد ولا يدري به فيا ثم مرتين ولمثل هذا وورد فى الحديث المتعبد بغير فقه كالحمار فى الطاحون واكبر اثما منه شينخ الذى علمه هذا ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم هذا اوليكن عند التخطى على هيئة الهيبة والخضوع والادب والخشوع وانا احب ان يتخيل كانه حاضر فى بغداد ومرفقة رضى الله تعالى عنه بين عينيه وهو راقد فيه مستقبل القبلة الكريمة والعبد يعتمد كومه فيريد ان يتقدم اليه اذ يعثر به الحياء من قبل المعاصى فيقف حيران كانه يستاذن

له اعلم ان لفظة سيدنا ومولانا من زادات الفقير على ما بلغنا عن مشايخنا وقد زاد امير المؤمنين عمدا ابنه عبد الله رضى الله تعالى عنهما على تلبسته رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واجاز العلماء زيادة السيادة فى الصلاة كما فى الدر المختار فكيف فى غير ذلك فانه لا يخلو من الخيرات معلومة والولاية مثل السيادة  $١٢^\circ$  ثلثه وثلاثون درجة وثلث  $١٢^\circ$  اربع واربعون درجة وثمان وعشرون دقيقة  $١٢^\circ$  ثمان وعشرون درجة واحدة وعشرون دقيقة  $١٢^\circ$  تسع وبعون درجة وسبع وعشرون دقيقة ابن قريص رحمه الله  $١٢^\circ$  ثمان عشرة درجة وثلثا الدقائق  $١٢^\circ$  اقص على التمسك لعدم الحاجة الى تدقيق الدقائق مع ما فى من الدقة  $١٢^\circ$  فى صفة هذه الصلاة عن سيدنا الغوث الاعظم رضى الله تعالى عنه كما سمعت  $١٢^\circ$  لان المشى على كثير من الاطال حاضر الوقت وانما ترك القضاء لظهور عند الموت والعبادة بالله تعالى  $١٢^\circ$  حله اخبر ابو بكر فى الحديث عن واثنى بن الاسقع رضى الله تعالى عنه وثلثه قول على كرم الله وجهه نظم نظرى اثنان جايل متفك وعالم متفك سأل الله العفو والعافية  $١٢^\circ$

وليتشفع اليه رضى الله تعالى عنه بسعة جوده وببشرى مقاتله أن لم يكن مريدي جيد افا ناجيد فبيناهو كذلك  
وهو رضى الله تعالى عنه ينظر اليه ويعلم فقره وحياءه اذ يحث الكرم العميم فيشفع للعبد الاثيم فكانه رضى الله تعالى  
عنه يقول اذنت لهذا الفقير المضطرب يخطو الي تلك الخطوات وبين كرفيها اسمي ولا يخشى المعاصي عندي  
فاني انا ضمنيته وكفيل مهماته في الدنيا والاخرة فينشط العبد ويتقدم على اقدام الوجد قائلا على كل خطوة يا غوث  
التقلين ويا كريم الطرفين فانه رضى الله تعالى عنه حسنى الاب حسنى الام اغثنى وأمددنى في قضاء حاجتى يا قاضى  
الحاجات ثمليدع الله سبحانه وتعالى متوسلا اليه بجاه سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وسلم ثم بجاه ابنه هذا  
السيد الكريم غوثنا الاعظم رضى الله تعالى عنه وليراع اداب الدعاء المذكورة في كلمات العلماء كالحصن الحصين  
وغیره ومن احسن من فضلها وجمع شتانها مقدام المحققين امام المدققين العالم الربانى سيدى والذى قدس من  
الزكى في كتابه الشريف احسن الوعاء لاداب الدعاء وقد لخصها تلخيصا حسنا في باب الحج من كتابه المستطاب  
جواهر البيان في اسرار الامركان ولبيد بيا رحمة الراحمين ثلثا فان من قاله ناداه ملك موكل به ان ارحم الراحمين  
قد اقبل عليك بوسيل يدع السموات والارض يا ذا الجلال والاكرام فانه اسم الله الاعظم على قول وكذا التسمية سيدنا ذى  
النون على نبينا الكريم وعليه الصلاة والسلام وليختمه بأسمين ثلثا فانه خاتم الدعاء ومما خص الله تعالى به هذه الامة  
المرحومة وبالصلاة والسلام على خاتم النبيين والحمد لله رب العلمين ليكون الهدء وختم كلامها بالصلاة على واهب  
الصلات صلى الله تعالى عليه وسلم فان الدعاء طائر والصلاة جناحه فبدلك يتم الجناحان ولان الصلاة عليه  
الصلاة والسلام مقبولة لاشك فاذا استجيب الطوفان فالله تعالى اكرم من ان يدع ما بينهما وليكن الدعاء وترا فان الله  
وتر يحب الوتر وليصل بعد كل مرة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فانه لم يرشئ اجلب للاستجابة من الصلاة والسلام  
على هذا النبي الكريم عليه وعلى آله افضل الصلاة والتسليم وليجتهد ان يخرج دمة فانها علم الاجابة فان لم يريك  
فليتبناك فمن تشبه بقوم فهو منهم ثم المختار عندي ان يبقى حين الدعاء ايضا كما هو مستقبل الجهة العراقية فاما كما

له اخرج الامام الشافعى روح الله تعالى روحى بجهة الاسرار عن الشيخ القدوة الى الحسن على القرشى قال قال سيدى الشيخ محي الدين عبد القادر الجيلانى فى شهر  
تعالى عنه عطيت سجدة بالبصرة فيه اسما اصحابى ومريدي الى يوم القيمة وقيل لي هو الملك وسألت الملك خازن النار هل عندك من اصحابى احد فقال لا وعزة ربى  
وجلاله ان يدعى على مريدي كاسماء على الارض ان لم يكن مريدي جيدا فانا جيد فوعزة ربى وجلاله لا برحت قدماى من بين يدى ربى حتى يطفى بي ويكرم الى الجنة اه والحمد  
لشرب العلمين الكرم عظيم والرجاء عظيم ١٢ منه ملكه جواهر الزاخر ابدى اهر انجم الزاهر حامى السنن ماسى الفتن العالم الفاضل الكامل الحاج الزاخر الحاج الفخر  
مولانا المولوى محمد نقى على خان الحنذى السنى الحنفى القادرى البركافى البريلوى اجل خلفاء حضرة شيخنا ومرشدنا بحر الرحمة مولانا شمس الدين سيد الشاه  
آل الرسول الاحمدى المارهرى قدس الله تعالى سرهنا وافاض علينا برهما ولد محمد الله تعالى يستل رحمت الله وشفاى بحر العلم والعرفان تقف على  
ابير الفاضل الاجل العارف الاكمل مولانا المولوى محمد رضا على خان قدس سره وصنف تصانيف جليلة تأقت خمسة وعشرين من اجملها كتابها الهادي  
الذى لم يشدنى بابه والتفسير الكبير لسورة الانشراح و تسود القلوب سنة وذكر المحبوب و اصول الرشاد لفتح مباني الفساد و اذا قد الامام لى نقى على المولد  
والقيام وغير ذلك توفي صلح ذى القعدة سنة ١٣٩٥ هـ رحمه الله تعالى رحمة واسعة

امعناک حجة الشفعاء الکرام ولا عليه ان لا ينفخ في القبله وقد سأل ابو جعفر المنصور ثاني الخلفاء العباسية عالم المدينة مالك بن انس رضي الله تعالى عنه يا ابا عبد الله استقبل القبله وادعوا ما استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله عن وجل يوم القيمة بل استقبله واستشفعه فيشفعك الله تعالى اه فسن فعل ذلك موقتا بقلبه غير مستعجل من ربه يقول دعوت فلم يجب لي قضى الله تعالى حاجته ما لم يدع باثما وقلعية رحم فهداه صفحتها واللفظ الكريم مكتوب فيها بالحبرة وما عليه خط احد رفوه الذي بلغنا عن مشايخنا قد ست اسرارهم وما دون ذلك فهو من هذا العبد الا نتم غفر الله تعالى له وليجلس العارف ان ما ذكرته لا يركن الى خلاف لذرة من الكلمات العلية ولا فيه عليها زليدة اجنبية وانما هو تصريح مطوى او توخي منوى او تبين مجمل او تعيين افضل معتمدا في ذلك على احاديث كثيرة اشارت اليها في جمل لسيرة يعرفها الماهر كالشمس في فيء ويمر الغافل كأن لم يكن شئ فجاءت بحمد الله عروسا مليحة مكشوفة النقاب عن عوارضها الصبيحة بحليتها حليتها ثم اجلتيها فالحمد لله اولا واخرا وباطنا وظاهرا والمامل من لطف مولانا الشاه محمد ابراهيم وغيره من اخواننا القادرية سلمهم المولى الكريم ان لا ينسوا هذا الفقير في صالح دعائهم غب هذه الصلاة وفي سائرنا اللهم وليس حواله بسؤال المغفرة وكمال العافية في الدنيا والاخرة والعبد يدعوه ولهم والدعاء يغني عن دروع واطم لا سيما دعوة المسلم لاخيه بظهر الغيب طهرنا الله جميعا من كل عيب ووقانا شر والجهل والريث وحشرنا طرا في ائمة المحمدية والجماعة المباركة الشنيعة الشنيعة والزمرة الكريمة القادسية القادرية انه على ما يشاء قد ير فقم المولى ونعم النصير (لطيفة نظيفة) بامرة رضي الله تعالى عنه ان يخطوا حدى عشرة خطوة علمان لهذا العدد مزية اختصاص بالحضرة القادرية من زمته رضي الله تعالى عنه وليس ان القادرين هم اختاروه لكون العرس الشريف في الحادى عشر ولكن لم اكن اعلم سراً في ذلك حتى صليت في شابههم اباد ذات ليلة صلاة الاسرار وانا مقبل عليها بشراش قلبي ما كانت منى القاعة الى ذلك اذ لمعت بارقة سر جليل في خاطر كليل والله اعلم متى جاءت وكيف جاءت ما شعرت بها الا وهى حليمة ببالي فتأملتها بعد الفراغ من الصلاة فاذا هى كما اودوا شته وهى ان

له قال الفقير احمد رضا غفر الله تعالى له ابناً سراج الخفية عبد الرحمن بن عبد الله السراج الشكى عن مفتى الخفية جمال بن عمر الشكى عن المولى عابد السندى الدي عن الشيخ صالح الفلانى عن محمد بن محمد عن الشريف محمد بن عبد الله عن محمد بن ارকাশ عن الحافظ ابن حجر العسقلانى عن ابى اسحق التوزي عن ابى الموهب ربيع بن ابى عامر يحيى بن عبد الرحمن بن ربيع انا الحسن بن على القاضى اجازنا القاضى عياض شمس القاضى ابى عبد الله محمد بن عبد الرحمن الاشترى وابو القاسم احمد بن يعقوب الحاكم وغير واحد فيما اجازوا قالوا ابو عباس احمد بن عمر بن دهاش نا ابو الحسن على بن فرابكر محمد بن احمد بن الفرج نا ابو الحسن عبد الله بن المقتاب نا يعقوب بن اسحق بن ابى اسرائيل نا ابن حميد قال نا ابو جعفر امير المؤمنين مالكا فذكر الحديث وفيه وقال يا ابا عبد الله ما استقبل الحديث ١٢ منه يحفظ الله تعالى ابد الله به قاعدة ديار الهند المعروفة بهلى وكان ذلك سنة اثنتين بعد الالف وثمنا عشرين شهرا من قاصدا زيادة تيدى سلطان المشايخ نظام الحق والدين قدس الله تعالى سره المكين ١٢ من سنة ١٠٠٠ هـ يجمع اجزاء ١٢





والصلاة والسلام على خاتم النبيين : محمد وآله وصحبه اجمعين : وابنه هذا الفرد المكين : والغوث المبين :  
وعليهما بهديا رحمة الراحمين : وافي ختامه ستايقين : من صفر الخير يوم جمع المسلمين : سنة الف وثلثمائة وخمس :  
من هجرة من اتى بالصلوات الخمس : ورادت لامره من المغرب الشمس : صلى الله عليه وعلى آله اجمعين : والحمد  
لله رب العالمين -

## وصاف الرجیع فی بسملة التراويح

۱۲ ۱۳ ۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ - ازادجین، مکان میر خدام علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی ملا محمد یعقوب علی خاں صاحب ۲۶ رجب ۱۳۱۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں تمام بلاد ہندوستان میں کہ سب اہل سنت و جماعت بفضلہ تعالیٰ حنفی المذہب ہیں  
ہمیشہ سے یہی رواج دیکھا کہ تمام حفاظ قرآن تراویح میں بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں کسی نہ کسی سورت پر بس ملک بار آواز سے  
پڑھتے ہیں اب بعض لوگ پیدا ہوئے کہ اس میں بہت جھگڑا اٹھتے ہیں زید کہ اس کا رسالہ مرسل خدمت والا ہے باجماع دو مولویوں  
گنگوہی و پانی پتی کے دعویٰ کرتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ یا بھر ہر سورت کے سرے پر ما سوا سورہ برات کے از بس لازم ہے ورنہ  
ایک سو تیرہ اور کبھی کہتا ہے ایک سو چودہ آیت کا نقصان لازم آئے گا بسم اللہ کا جزویت اور غیر جزویت ہونا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم سے آج تک تو اترا منقول ہے حنفیہ کے نزدیک بھی علی سبیل القطع والتواتر ہے متفق علیہ بلکہ اجماع امت متفق ہیں عمرو نے اس  
جہ سے انکار کیا اُس پر ردینے اُسے کہا بتسویل نفسانی نہ کہ سیات کے ہوا اور تخریب دین محمدی میں کمر باندھ کر اصول و قواعد دینیہ سے  
بدھت ہو اس رسالہ میں ایک عبارت اور دو فتے مولویین مذکورین سے نقل کئے صفحہ ۱۵ پر لکھا قاری عبد الرحمن صاحب پانی پتی تبیین الضلالت  
ترجمہ تھانذریہ میں فرماتے ہیں جان کہ جب اہل قرات کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے یا نہیں ہیں تمام قرآن کو تراویح  
میں پڑھنے والے پر جو ان قاریوں کی قرات پڑھے جو بسم اللہ کو ہر سورت کا جزو جانتے ہیں واجب ہے کہ بسم اللہ کو ہر سورت کے سرے پر  
بکار کرے پڑھے ورنہ ختم قرآن مجید میں سے اُس کو ایک سو چودہ آیتوں کا کم کرنا اور ترک کر دینا لازم آتا ہے اور جائز نہیں ہے ان شہروں  
میں جہاں کے اکثر باشندے حنفی مذہب رکھتے ہیں اس کے خلاف دستور ہے پس معلوم نہیں کہ اس ترک و غفلت کا کیا سبب ہے  
نقطہ صحت پر لکھا استفتائے مولوی رشید احمد گنگوہی "بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا تراویح میں مضائقہ نہیں اور نماز میں اس سے کوئی قباحہ  
نہیں ہوتی یہ بھی قرا کا مذہب ہے اگر حضرت شخص کی اقتدا کردہ درست و مقبول ہے اور جب مذہب حنفیہ نہ پڑھتا ہم کوئی عیب نہیں سب  
حق پر ہیں سب کے مذاہب صحیح و درست ہیں لیکن حفاظ قرآن مجید کو لازم ہے کہ پڑھا کریں ورنہ بموجب فرمان مولوی عبد الرحمن صاحب کے

عند الحنفی ختم میں نقصان ہے گا فقط واللہ اعلم کتبہ رشید احمد گنگوہی " ص ۱ پر لکھا استفتاء قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی " زمانہ قرا سب کا زمانہ اجتہاد و عمل بالسنة کا تھا زمانہ تابعین کا تھا اور مذہب مسائل اجتہاد یہ میں ہوتا ہے نہ منقولہ میں اور مدار قرار کا فقط روایت و حکمت پر ہے اور قرار سب اپنی اپنی قراءت کی روایت صحیح رکھتے ہیں اس میں دخل مذہب کو نہیں ہے لہذا قراءت میں کسی اہل ہوا کا خلاف نہیں ہے البتہ مذہب نازمانہ قرا محتاج الیہ و محصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے البتہ قراءت کو پوچھنا کہ کیا مذہب رکھتے تھے حق ہے بعد صحت روایت کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پھر حاجت کسی مذہب اور کسی اجتہاد کی نہیں ہے اذا صحیح الحدیث فہو منہ ہی قول احناف کا ہے جب مدار صحت روایت پر مذاہب اربعہ میں ہوا پھر جو کوئی کسی مذہب کا کسی قاری کی قراءت پڑھے گا اس کی قراءت میں جہ ہوا سبکی اتباع کہے جو کہ امام عاصم کی قراءت میں بردایت حفص بسم اللہ درمیان ہر دو سورت کے ثابت ہے روایت اور کہیں حنفیہ کی کتب میں مانعت قراءت عاصم و حفص کی استیعاب واقع نہیں ہے تو تراویح میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہوا والا پورا ختم روایت حفص میں نہ ہوا فقط واللہ اعلم بالصواب البتہ عبدالرحمن عفی عنہ " ص ۱ پر لکھا " صلاة مفروضة میں ختم مقصود نہیں اس لیے وہاں جہ لازم نہیں وہاں اتباع ابو حنیفہ کا چاہیے اور تراویح میں مقصود ختم کامل قرآن ہے وہاں اتباع قرآن بسم اللہ کو جہراً پڑھنا ساتھ تاکہ کے جائز ہے ورنہ ختم میں نقصان لازم آتا ہے چنانچہ یہی تقریر خاکسار نے بارہا قاری عبدالرحمن صاحب کی زبانی بھی سنی ہے " اب علماء سے عرض ہے کہ یہ بیانات و فتاویٰ صحیح ہیں یا غلط اور یہاں مذہب حنفی میں کیا حکم ہے - بینوا توجروا

## الجواب

### بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله سرادجہاد و لیل و نہما را حمد اکبار ادا مة و اکثارا و الصلوات السامیة و التحیات النامیة علی من سن فی الصلاة اسرار التسمیة و علی الہ و صحبہ النفوس الحامیة لبیضة السنة من الغوغاء العامیة امین امین یا ارحم الراحمین بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہ مذہب حنفی میں لازم و واجب ہونا محض بے اصل و باطل صریح اور حنفیہ کرام پر افتراء قبیح ہے تحصیل سنت ختم فی التراویح کے لیے صرف ایک یا کسی سورت پر جہ کرنے کی ہماری کتب میں صان تصریح ہے زید بے علم اور اُس کے دونوں متبعین کی تقریر سراسر بے تحریر و غیر صحیح ہے مسلم الثبوت میں ہے البسملة من القرآن آية فتقرأ فی الختم مرة یعنی بسم اللہ شریف قرآن عظیم کی ایک آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے ملک العلماء بحوالہ العلوم اس کی شرح فوائد الرحمن میں فرماتے ہیں علی هذا ینبغی ان یقرأها فی التراویح بالجهر مرة ولا ینادی سنة الختم و دہا یعنی اس بنا پر چاہیے کہ بسم اللہ شریف تراویح میں ہر سے ایک بار پڑھی جائے بے اس کے سنت ختم ادا نہ ہوگی شرح مولانا ولی اللہ میں ہے من قال بكون البسملة جزء من القرآن من غیر قیہین المحل او یجزئہا لہ فی اول کل سورة قال یوجب قراءتها فیما یختلف فیہ القرآن من الصلاة کا تراویح الا ان الجماعة الاولى تقول یوجب قراءتها جہراً مرة و الثانية تقول یوجب قراءتها جہراً فی اول کل سورة سوى المراءاة یعنی جو علم بسم اللہ شریف کو جزو قرآن مجید مانتے ہیں خواہ بے تعین محل (جیسے علماء حنفیہ وغیرہم) یا یوں کہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے (جیسے

علماء شافعیہ) ان سب کے نزدیک جس نماز میں قرآن مجید کا ختم کیا جائے جیسے تراویح اُس میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا ضرور ہے مگر ہمارے  
 ائمہ جہود علماء کے نزدیک صرف ایک بار باواز اور شافعی مذہب میں سورہ برأت کے سوا ہر سورت کی ابتدا پر قرآن اقرار مولانا عبد الحسین  
 انصاری میں ہے اعلم ان التسمیۃ آیۃ من القرآن کله انزلت للفصل بین السور ولست جزء من الفاتحة ولا من کل سورۃ  
 فالقرآن عبارة عن مائة واربعۃ عشر سورۃ وایۃ وهی التسمیۃ فلا بد فی ختم القرآن من قراءة التسمیۃ مرة علی صدر  
 ایه سورۃ کانت وهذا کله عندنا علی المختار اه مختصراً یعنی بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے کہ سورتوں میں  
 فصل کے لیے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ کی جز ہے نہ ہر سورت کی تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ سورتوں اور ایک آیت کا کہ وہ بسم اللہ شریف ہے  
 پس ختم قرآن میں بسم اللہ شریف کا کسی سورت کے سرے پر ایک بار پڑھنا ضرور ہے یہ سب ہمارے ائمہ کا مذہب مختار ہے جواب مسئلہ قواسی قد  
 سے ہو گیا مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بعون رب قدر جل جلالہ تحقیق حق نصح و تلخیص قول رجح کے لیے چند افادات عالیہ لکھے جن سے توفیق تعالیٰ  
 احکام مسئلہ کو نور انکشاف اور ادھام باطلہ کو ظور انکشاف ملے واللہ المعین وبہ نستعین **افادۃ اولی** بسم اللہ شریف کے باب میں  
 ہمارے ائمہ کرام بلکہ جہود ائمہ صحابہ و تابعین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب حق و محقق یہ ہے کہ کسی سورت قرآن کی جز نہیں جدا گانہ  
 آیت واحدہ ہے کہ تبرک و فضل بین السور کے لیے مکرر نازل ہوئی امام عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری علیہ رحمۃ الباری کراجلۃ ائمہ حنفیہ سے  
 ہیں کتاب التحقیق شرح حسامی میں فرماتے ہیں الصحیحۃ من المذہب انھا من القرآن لکنھا لیست جزء من کل سورۃ عندنا بل  
 ہی آیۃ منزلة للفصل بین السور کذا ذکر ابو بکر الرازی ومثلہ ردی عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ امام محقق ابن امیر الحاج حلینی  
 فرماتے ہیں المشہور عن اصحابنا انھا لیست بایۃ من الفاتحة ولا من غیرھا بل ہی آیۃ من القرآن مستقلة نزلت للفصل  
 بین السور علامہ ابراہیم حلینی غنیہ میں فرماتے ہیں ان مذهبنا ومذہب الجہود لیست آیۃ من الفاتحة ولا من کل سورۃ امام  
 ابوالبرکات نسفی کنز الدقائق اور علامہ ابراہیم حلینی طبعی الابحر اور علامہ محمد بن عبد اللہ غزنی قرطاشی تنویر الابصار میں فرماتے ہیں ہی آیۃ من  
 القرآن انزلت للفصل بین السور ولست من الفاتحة ولا من کل سورۃ امام مبین عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں قال  
 اصحابنا البسطة آیۃ من القرآن انزلت للفصل بین السور لیست من الفاتحة ولا من اول کل سورۃ اسی طرح بہت کتب میں ہے  
**افادۃ ثانیہ** مجرد تکرر نزول ہرگز موجب تعدد نہیں در نہ قائلان تکرار نزول فاتحہ قرآن عظیم میں دوسورہ فاتحہ مانتے کہ ان کے نزدیک فاتحہ  
 مکہ منظمہ میں نازل ہو کر مدینہ طیبہ میں دوبارہ اُتری علامہ حسن حلینی حاشیہ تلویح میں فرماتے ہیں تعدد نزولھا لا یقتضی تعدد قرائنھا  
 کیف وقد قیل بتکوار نزول الفاتحة ولم یقل احد بتعدد قرائنھا علامہ مونی خسرو کے حاشیہ تلویح میں ہے القول بتکمرہ  
 لا یقتضی القول بتعددھا کیف وقد قیل الی اخر ما مروا لہذا علامہ بحر نے بحر الرائق میں فرمایا انھا فی القرآن آیۃ واحده **لفتنۃ**  
 ہما کل سورۃ وعند الشافعی آیات فی السور اسی طرح قرآن اقرار سے بھی گذرا کہ وہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک تمام قرآن میں  
 صرف ایک آیت ہے نہ یہ کہ ایک سو تیرہ یا چودہ آیتیں ہوں اور جب آیت واحدہ ہے تراویح میں اس کی صرف ایک بار تلاوت  
 ادائے سنت ختم کے لیے آپ ہی کافی کما لا یخفی علی کل عاقل فضلا عن فاضل کون جاہل کہے گا کہ ایک آیت کو جب تک توبار

نہ پڑھو ختم پورا نہ ہو **افادہ ثالثہ** بسم اللہ شریف کا جزو سورت ہونا ہرگز حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہونا درکنار ثابت کرنا دشوار اس کے قیاس کے لئے دعا محض بہتان و افتراء بلکہ احادیث صحیحہ اس کلیہ کے نقض پر صاف گواہ کھدیت قیمۃ الصلوٰۃ و حدیث ثلثین آیۃ للک و غیرہا کما فصلہ العلماء الکرام فی تصانیفہم ولا حاجۃ الی ایازہا ہنا فان شہرۃ الکلام فیہ اغنتنا عن اعادۃ و اطالۃ المقال بتذکرۃ **افادہ رابعہ** یہ ہیں اُس پر اجماع است کا بیان افتراء بہتان بلکہ علم فرماتے ہیں صحابہ کرام و تابعین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع تھا کہ بسم اللہ شریف جزو سورہ نہیں قول جزئیت اُن کے بعد حادث و نو پیدا ہوا یہی سیدی فقیر مقرر علی نوری سفاقی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں ہذا ان قلنا ان البسملة ليست بأية ولا بعض آية من اول الفاتحة ولا من غیرہا و انما کتبت فی المصاحف للیقین والتبرک اذا نھا فی اول الفاتحة لا ابتداء الکتاب علی عادیۃ اللہ جل و عن فی ابتداء کتبہ و فی غیر الفاتحة للفصل بین السور قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یعرف فصل السورۃ حتی ینزل علیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم و هو مذہب مالک و ابی حنیفہ و الثوری و حکی عن احمد و غیرہ و انتصر لہ مکی فی کشفہ و قال انه الذی اجمع علیہ الصحابة و التابعون و القول بغیرہ محدث بعد اجماعہم و شیخ القاضي ابوبکر بن الطیب بن الیافلا فی المالکی البصوی نزول بغداد علی من خالفہ و کان اعرف الناس بالمناظرۃ و ادقہم فیہا نظرا امام زبیری تبیین الحقائق پھر علامہ سید ابوالسود ازہری فتح المعین میں فرماتے ہیں قال بعض اهل العلم من جعلها من كل سورة في غير الفاتحة فقد خرق الاجماع لانهم لم يختلفوا في غير الفاتحة امام بدر الدین محمد عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں فان قيل نحن نقول انما آية من غير الفاتحة فكذلك انما آية من الفاتحة قلت هذا قول لم يقل به احد ولهذا قالوا زعم المشافعي انما آية من كل سورة وما سبقه الى هذا القول احد لان الخلاف بين السلف انما هو في انما من الفاتحة او ليست بأية منها ولم يعيدوا احد آية من سائر السور **افادہ خامسہ** تمام مصاحف حنفیہ میں ہر بسم اللہ شریف پر نشان آیت موجود ہے وہ بلاشبہ اُن کے نزدیک آیت تملکہ ہے اب سورہ بقرہ سے لے کر سورہ ناس تک تمام سورہیں آیات حنفیہ کی گنتی بتائیے دیکھئے تو کہیں بھی بسم اللہ شریف گنتی میں آئی ہے مثلاً سورہ اخلاص چار آیت ہے بسم اللہ سے الگ ہی چار آیتیں ہیں سورہ کوثر میں تین آیتیں ہیں بسم اللہ سے جدا ہی تین آیتیں ہیں و علی ہذا القیاس بخلاف سورہ فاتحہ کرسات آیتیں ہیں اور ان کے نزدیک انفس علیہم پر آیت نہیں و لہذا ہمارے مصاحف میں اُس پر نشان آیت عند الغیرہ لکھے ہیں نہ ○ ہر صاف دلیل واضح ہے کہ ہمارے قراء کے نزدیک بسم اللہ بقرہ سے ناس تک کسی سورت کی جز نہیں بلکہ ایک انہیں قاریوں کی کیا تخصیص سب کے نزدیک سورہ فاتحہ کے کہ مخفف یہاں ہے باقی تمام سورتوں کے شمار آیات سے بسم اللہ شریف خارج ہے یہ بھی اُس ارشاد علی کا پتا دیتا ہے کہ قول جزئیت حادث و خلاف اجماع ہے امام زبیری تبیین پھر علامہ ازہری فتح المعین میں فرماتے ہیں ان کتاب المصاحف کلہم عددوا آیات السور فاخرجوها من كل سورة وقال بعض اهل العلم الى اخر ما مر عمدہ ہیں امام عینی کا ارشاد گزرا لم يعيدوا احد آية من سائر السور **تبیینہ** شمار سے اخراج تو عدم جزئیت میں صریح ظاہر ہے اور ادخال میں علی کے کلام نے جائز فرمایا کہ صرف ظن کی طرف مستند ہو تو مفید قطعیت جزئیت نہ ہو سکے گا امام زبیری غضب الایہ اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں لعل ابابہرۃ

سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرؤها فظنہا من الفاتحة فقال انما احدى اياتها ونحن لا ننكر انهما من القرآن ولکن النزاع وقع فی مسئلتین احدهما انها آية من الفاتحة والثانية ان لها حکم سائر آیات الفاتحة جہا و سہا ونحن نقول انها آية مستقلة قبل السورة وليست منها جمعا بين الأدلة وأبو هريرة لم يخبر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال هي إحدى اياتها وقراءتها قبل الفاتحة لا يدل على ذلك وإذا جاز ان يكون مستندا إلى هريرة قراءة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لها وقد ظهر ان ذلك ليس بدلیل على محل النزاع فلا يعارض به ادلتنا الصحيحة الثابتة **افادة سادسة** جزیئت بسم اللہ شریف کو قطعی کتب محض جہالت اور تصریحات الہیہ کرام و علمائے عظام سے غفلت ہے بلکہ جزیئت سورت درکار جزیئت قرآن بھی خبراً متواتر نہیں ولذا انکروا الامام الادزاعی والامام مالک وبعض مشائخنا ونسب للتقدمین بل وقع فی التلویح وحواشی الکشاف وغیرہما انه المشہور من مذهب ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال القہستانی ان هذا لم یوجد قال الشامی فی رد المحتار ای بل هو قول ضعیف عندنا علامہ حسن علی حاشیہ تلویح میں فرماتے ہیں قال الجدید المحقق فی تفسیر الفاتحة قال ابو حنیفة ومالك رحمہما اللہ تعالیٰ المعتبر المتواتر فی قرائتہا لانی نقلہ فقط وهو الحق اذ من الظاہ ان النقل اذا لم یکن علی انه قرآن لا یفید القرآنیۃ والتواتر فی نقل البسمل لیس علی انه قرآن والا لم یخالف فیہ بل کتب فی المصاحف للفصل والتبرک بها ہمارے الہیہ کہ اثبات فرماتے ہیں بوجہ اثبات فی المصاحف ودرمالتجربہ دلیل عقلی قائم فرماتے ہیں نہ تواتر تسمی بالجلد حق یہ کہ بسم اللہ شریف کا جزیء قرآن عظیم ہوتا تو ہمارے نزدیک دلیل قطعی سے ثابت ہے مگر جزیء سورہ ہونا ہرگز نقل عقل کسی طرح قطعی نہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام اسے دلیل قطعی سے باطل اور بعض اخبار احاد کو کہ وہ ہم جزیئت واقع ہوئے مخالفت قاطع کے سبب نامقبول و مضمل بتاتے ہیں نہایت یہ کہ علمائے شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کہ قائلین جزیئت ہیں خود منکر قطیعت ہیں امام ذہبی شافعی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے امام عبدالعزیز بن احمد بخاری یقین میں فرماتے ہیں النقل المتواتر لما لم یثبت انہا من السورة لم یثبت ذلك علامہ ہامی سلم الثبوت اور علامہ بحر فروع الرموت میں فرماتے ہیں (لم یثبوت انہا جزء منها) فلا تثبت الجزئیۃ اذ قد سبق ان تواتر الجزئیۃ شرط لا یتأتھا انہیں میں ہے (عارضہ القاطع) وهو عدم تواتر الجزئیۃ الدال علی عدمہا فی الواقع فیصفہ حل المظنون وهذا هو الجواب عن الاخبار الاحادیثی توہم الجزئیۃ بل یجب ان تكون هذا الاخبار مقطوع السہو والا لتواتر ان علامہ ابراہیم علی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں لا ینبئ کوھا آية من کل سورة من السور بل دلیل قطعی کما فی سائر آیات واجماع الصحابة علی اثباتہا فی المصحف لا ینزہ منہ کوھا آية من کل سورة بل اللازم منہ مع الامر بالتجوید عن غیر القرآن انہا من القرآن وبہ نقول انھا آية منہ نزلت للفصل بین السور علامہ بحر الفقه زین بن نجیم مصری شرح منار بحر علامہ سید محمد آفندی شامی منحة الخالق حاشیہ بحر الرائق میں فرماتے ہیں ہی قرآن لتواترها فی محلہا ولا کف لعدم تواتر کوھا فی الاولائل قرآنا علامہ سید ابوالسود اہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں ثبوت قرائتہا لا علی سبیل التواتر ولہذا اعلل فی النہر عدم تکفیر جاحدا بعدم تواتر کوھا قرآنا علامہ سیدی احمد طحطاوی مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں انہا وان تواترکتا بتہا فی المصاحف لم یثبوت انہا قرآنا

علامہ شہاب خاں عناية القاضی وكفاية الراضى میں فرماتے ہیں ولم یقوتروا تسميتها قرآنا وایة بالنقل عنه عليه الصلوة والسلام ذلوا  
تواتر لکھ جا چدھا وھو لا یلکف بالافتاق اسی میں امام قرطبی رحمہ اللہ سے ہے المسألة اجتماعية ظنية لاقطعية کما ظنہ  
بعض الجھلۃ من المتفہمۃ اسی میں تفسیر امام سین سبکی بالوجیز سے ہے المطلوب هنا الظن لا القطع اسی میں امام حجة الاسلام محمد غزالی  
شافعی سے ہے انہ اقام الدلیل علی الاکتفاء بالظن فیما نحن امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں منسبتے ہیں  
البسطة آية من الفاتحة ظنا لا علما وقطعا الخ نقله عنه القاری فی المرقات علامہ سفاقی غیث النفع فی القراءات السبع  
میں فرماتے ہیں ان المحققین من الشافعية وعزاه للمامردی للجمهور علی انه آية حکما لا قطعاً قال النوی والصحیح انھا قرآن  
علی سبیل الحکم ولو کان قرآنا علی سبیل القطع لکفنا فیہا وھو خلاف الاجماع اسی میں شرح منہاج النوی تصنیف امام جلال الدین  
محل شافعی سے ہے البسطة منها ای من الفاتحة عملاً لانه صلى الله تعالى عليه وسلم عدھا آية منها صحیحہ ابن خزیمة  
والحاکم وکیفی فی ثبوتھا من حیث العمل الظن **افادة سابعه قول** وبالله التوفیق قرآن عظیم کے ختم میں لا اقل ایک بار بسم اللہ  
شریف پڑھنے پر تمام قراء کا اجماع قطعی ہے کہ ابتداء تلاوت سورۃ غیر براءت میں اتیان بسم جمع علیہ ہے پھر ہر دو سورۃ کے درمیان اثبات  
وحذف میں قراء مختلف ہیں امام نافع مدنی بروایت قالون اور امام عبد اللہ بن کثیر مکی و امام عاصم بن ہمدانہ کوفی و امام علی بن حمزہ کسائی کوفی  
پڑھتے اور امام مدنی بروایت ورش اور امام عبد اللہ بن عامر شامی و امام حمزہ بن حبیب زیات کوفی و امام ابو عمرو بن العلاء بصری حذف کرتے  
ہیں تو اگر جلسہ واحدہ میں کوئی شخص قرآن عظیم بابت اور واحد ختم کرے تاہم ایک بار بسم اللہ شریف باجماع قراء پڑھے گا اور تکرار میں اختلاف ہے کہ  
غیث النفع میں ہے لا خلاف بینہم فی ان القارئ اذا افتتح فراءتہ باول سورة غیر براءة انه یبسمل سواء کان ابتداء عن  
قطع او وقت (الی ان قال) و اختلفوا فی اثباتھا بین السورتین سواء کانتا مرتبتین او غیر مرتبتین فاثبتھا قالون والمکي  
وعاصم وعلی وخذ فیھا حمزة ووصل السورتین (الی قوله) واما اختلفوا فی الوصل ولم یختلفوا فی الابتداء لانھا مرسومة فی المصاحف  
فمن یترکھا فی الوصل لولہ یأت بها فی الابتداء لخالفت المصاحف وخرق الاجماع الخ سراج القاری شرح شاطبیہ میں ہے اخبرنا  
رجالا یسمو ابین السورتین وھم قالون والکسائی وعاصم وابن کثیر والباقرین لا یبسملون بین السورتین لان هذا من قبیل  
الاثبات والحذف اھ ملخصا اب نظر غائر کیجئے تو حذف صراحتہ نافی ومانی جزئیست ہے کہ اگر جزوی تو حذف کیونکر ہو سکتی اور اثبات اصلاً  
مفید جزئیست نہیں کہ اثبات اعوذ پر بھی اجماع قراء ہے اور وہ بھی مثل اثبات بسم متواتر حالانکہ باجماع مسلمین قرآن نہیں غیث النفع میں ہے  
لا خلاف بین العلماء ان القارئ مطلوب منه فی اول قراءتہ ان یتعوذ الخ شرح الشاطبیہ لابن القاصح میں ہے الاستعاذۃ قبل  
القراءة باجماع وقوله مسجلاً ای مطلقاً لجمیع القراء وفي جمیع القرآن و مجرد اثبات وروایت متواترہ قراء سے عند تحقیق جزئیست قرآن پر  
بھی جزم نہ ہو سکتا نہ کہ خاص جزئیست سورۃ پر لہذا علمائے عالم جیسا کہ اثبات و تواتر تعوذ پر اجماع کر کے اس کی عدم قرآنیت پر اجماع لکھتے ہیں  
لے شروع تلاوت اگر ابتداء سورۃ کے علاوہ کہیں وسط سے ہو تو بسم اللہ کی حاجت نہیں بہتر ہے اور اگر ابتداء سورۃ سوائے براءت سے تلاوت آغاز کرے تو  
بسم اللہ باجماع پڑھے پھر انشاء تلاوت میں جو سورتیں آتی جائیں ان پر بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف ہے ۱۷

یہ ہیں اثبات و تواتر بملہ یک بار مطلقاً پر اجماع فرما کر اس کی قرآنیت میں اختلاف رکھتے ہیں تو مجرد اثبات قراء و تواتر روایت سے جزئیت پر دلیل لانی محض باطل ہے ہاں قرآنیت بسم اللہ پر اس کے سوا ایک دلیل قطعی قائم ہوئی جس کا ذکر اوپر گذرنا مجبوراً ملے قائل قرآنیت ہوئے اور جزئیت سموت پر کوئی دلیل قطعی نہیں لہذا مجبوراً ملہ جانب جزئیت نہ گئے بھلا اللہ تعالیٰ اس تقریر سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ اگر قراءت کا اثبات تواتر اصلاً مفید جزئیت نہیں اس بنا پر حضور ہدایت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تواتر جزئیت کا دعائے باطل درکار قراء سے تواتر قول بالجزئیت بھی ثابت نہیں ہو سکتا بالحدیث کہنا حق ہے کہ اثبات و حذف دونوں تواتر قطعی اور یہ کہنا باطل کہ جزئیت عدم دونوں قطع مادی کہ اثبات و جزئیت میں مشرق و مغرب کا فرق ہے اس پر ایک دلیل جلیل واضح و روشن یہ بھی ہے کہ قائلان جزئیت بعض احادیث آحاد سے احتجاج و استناد کی طرف جھکے اور اس بنا پر کہ ثبوت قطعی نہیں ظہیر مسئلہ کی تصریحیں کر گئے دفع اعتراض کے لیے یہاں کفایت ظن کے قائل ہو لیے جیسا کہ ابھی کلمات امام حجت الاسلام و امام ماوردی و امام زوی و امام محلی و امام ابن حجر وغیرہم سے مذکور ہوا اگر اثبات قراء مثبت جزئیت ہوتا تو اسی پر تہنویل کرتے قطعیت چھوڑ کر ظہیر کی طرف کیوں اترتے ہذا اکلہ جلی واضحہ عند کل من لہ فہم و عقل فضلاً عن اہل العلم و الفضل اور یہیں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اس مسئلہ میں مذہب کو دخل نہ ماننا محض جہالت و سخت سفاہت ہے بلکہ حقیقتاً روایت قراء نے جزئیت میں کچھ دخل نہ دیا و اگر انہوں نے اس سمجھ لیا آخر امام قرطبی وغیرہ کا ارشاد سن چکے کہ مسئلہ اجتہاد یہ ہے علامہ بہاری و علامہ بحر فرماتے ہیں (ترکھا نصف القراء) و ہم ابن عامر و نافع بروایۃ الودش و حمزہ و ابو عمرو و قال مطلع الاسرار الالہیہ قدس سرہ فی غیر الفاتحۃ (و تواتر انہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم (ترکھا) عند قراءۃ السورۃ لقراءۃ القراء متکاتفۃ (ولا معنی عند قصد قراءۃ سورۃ ان یترک اولھا) فیجب ان لا تكون جزء و لیثمد علیہ ما روی فی الخبر الصبیح عدم البہر عما فی الصلاة فان قلت قد قرءھا الباقون من القراء فتواتر قراءتہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ الصلاة والسلام فیجب ان تكون جزء قال (و تواتر قراءتہا عنہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بقراءۃ) القراء (الآخرین) لا یستلزم کونھا جزء (منھا) لجواز ان یکون للتبرک کالاستعاذۃ اسی طرح اور کتب میں ہے مگر جہاں زمانہ کو خبر نہیں افادۃ ثامنہ اقول روایت اثبات کا اثبات جزئیت عند المسلمین سے بھی بے علاقی ہونا تو ظاہر ہو چکا اور ہم یہ بھی ثابت کر آئے کہ شار آیات سورہ دلیل واضح ہے کہ قراء المسلمین بھی جزئیت سورہ نہیں مانتے تاہم اب اگر بالفرض کسی طریقہ سے ثابت بلکہ متواتر بھی ہو کہ امام عاصم کا مذہب جزئیت تھا تو وہ عبادات ہے اس میں ہیں کلام نہیں مذہب میں ہم ان کے مقلد نہیں ان کی قراءت کا اقتدار خلاف مذہب ان کے مذہب پر عمل لایا کر سکے امرواض پر دلیل روشن درکار ہو تو سنئے شک نہیں کہ ہمارے ائمہ نے قراءت عاصم و دیگر شخص اختیار فرمائی اور شک نہیں کہ بالاجماع ناسریرہ و ہریرہ سب میں ہمارے یہاں اخفاء بملہ کا حکم اور شک نہیں کہ مذہب امام پر تھا ہریرہ میں ایک آیت کے سوا اخفاء بالاتفاق سجدہ اور عمدۃ پر اعادہ لازم تو قطعاً ثابت کہ حفص و عاصم اگرچہ جزئیت فاتحہ کی طرح جزئیت ہر سورہ بھی مانتے ہوں مگر ان کی قراءت اختیار کرنے نے ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور نہ کیا درہ ضرور ہریرہ میں ہر تسمیہ علی الفاتحہ کا حکم ہر دور اس کا ترک سجدہ سہواً اعادہ چاہتا پھر بعد فاتحہ سرسورت پر اتیان بملہ میں عامۃ متون مذہب مثل ہدایہ و وقایہ و نقایہ و اصلاح و غیرہ و تفسیر البحر و تنویر وغیرہ انکار محض پر ہیں اللہ اسی پر یقین و تشریح و وقایہ و ایضاح و در و جہرہ نیزہ و مجمع الانس و غیرہ



شروع نے مثنیٰ فرمائی محققین کے نزدیک اگرچہ اُس کا حاصل کراہت نہیں صرف نفی سنت ہے کما بینا ہ فی فتا و لنا العطاء النبویہ  
فی الفتاویٰ الرضویہ تاہم اگر اختیار قرات ماصم اختیار جزئیت لازم کرتا تو نفی سنت اور التزام ترک سبلم میں نفی کراہت پر اجماع حقیقہ ممکن  
تھا ابھی مسلم و فرائض سے من چکے کہ سورت پڑھتے وقت اُس کے اول سے ایک آیت چھوڑ دینا بے معنی ہے سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
جامع صغیر میں فرماتے ہیں فیہ بھی شئی من القرآن و ذہب لیس من اعمال المسلمین اہ نقلہ النشامی عن النضر عن الامام فی باب  
مجموع التلاوة پس آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور کرنا ہمارے الکرام کے اجماع تام کے خلاف اور محض اپنے  
ذہن کی تراشیدہ بات ہے قصد و عدم قصد ختم سے تفرقہ محض ہماست اختیار قرا عاصم موجب عمل برجزئیت نہیں تو ختم میں کیا نقصان اور  
اگر ہے تو فرض میں وجوب جہر کیوں نہیں کیا فرض میں ہم قرآن بقرات ماصم نہیں پڑھتے بھلا ختم میں اتنا ہی ہے کہ سنت ناقص رہی یہاں تو  
واجب ترک ہوتا ہے افادہ تاسعہ اول بطور منظر علی التزل اگر ان کیجیے کہ اختلاف قرا روایت جزئیت و عدم جزئیت ہے  
تاہم جس نے ختم میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھی اُس نے یقیناً کلام اللہ ختم کیا نقص اگر ہوا تو روایت میں نہ کہ قرآن میں تو پورے قرآن کا  
ثواب ملنا کیا معنی کیا سنت یہ ہے کہ مثلاً امام عاصم کی روایت تراویح میں پوری کی جائے یا یہ کہ قرآن عظیم کا ختم کامل ہو اگر اول مانو تو محض  
باطل اور شرع مطہر پر کھلا افترا کس دلیل شرعی کا حکم ہے کہ خاص فلاں روایت کا اتمام سنون اور ثانی مانو اور وہی حق ہے تو قرآن عظیم تو باقطع  
والیقین یوں بھی ختم ہو گیا پھر کامل ثواب نہ ملنا یعنی چہ کیا بعض روایات پر قرآن کامل ہے بعض پر معاذ اللہ ناقص حاش شہدہم طرح تام و کامل ہے  
ورنہ لازم آئے کہ بعض بلکہ ہر عرض میں حضور پر نور سید العالمین حضرت جبریل روح الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ناقص قرآن کا دور ہوا  
ہر قاری کے پاس ناقص قرآن رہا کہ ہر قرات میں بنسبت دوسری کے کچھ نہ کچھ اثبات و معدن ہے اپنے نزدیک تمامی عند اللہ تمامی کو مستلزم نہیں  
اور جب عند اللہ تمامی تو نقص ثواب کا زعم رب العزت کی جناب میں سوئے من ہے ان الله لا یضییع اجرکم لعلکم تحذرون اگر کہنے لگو یہ ستر  
فی نفسہ تام و کامل ہے مگر مثلاً امام عاصم کے نزدیک پورا نہ ہوا اول دو حال سے خالی نہیں یا تو قرا کے نزدیک روایات آخر بھی متواترہ نہیں  
اور ان میں ایک کا اختیار اس بنا پر کہ اپنے اساتذہ پر یہ ہیں بٹھا ان کے نزدیک اپنی ہی روایت متواتر ہوئی تو اتر باقی پر اطلاع نہ ملی علی الاول  
بلاشبہ امام عاصم پر یہ عقائد فرض کہ کلام الہی پورا ختم ہو گیا اگرچہ ان کی روایت پوری نہ ہوئی اور ثواب کامل اسی پر منوط تھا نہ خاص ان کی  
روایت پر و علی اشائی جب ہم پر ہر عمر و زواہ نیم ماہ کی طرح ان روایات کا قرا تر روشن ہو گیا تو امام عاصم کا نہ جاننا مطلع نہ ہونا کچھ حجت نہیں  
عرض نہ عاصم کی روایت پر ثواب محصور نہ عاصم کے خیال کی تقلید ضرور جبکہ باقطع والیقین حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے  
اُس کا خلاف بتواتر ماثور کیا مزے کی بات ہے کہ امام مذہب بلکہ انصاف امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب تو محض اپنے اس زعم  
باطل پر چھوڑا جملے کے اذا صح الحدیث فهو من حی قول احنات ہے اور امام عاصم کا ایک خیال کہ عدم اطلاع پر یہی ہو اُس پر چھوڑا ایسا  
ضرور کہ اُس کے مقابل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو اتر قطعی بھی نا منظور افادہ عاششہ اگر بعد طلوع فجر ساطع و ظہور حق  
لاح اپنی خطا پر مطلع ہو کر دعویٰ نقصان ثواب سے عدول کر کے اس راہ چلیے کہ بلاشبہ قرآن بھی کامل ختم کامل کا ثواب بھی حاصل مگر جبکہ ہم  
قرات امام عاصم اختیار کیے ہوئے ہیں تو ہم پر شرعاً یہی واجب کہ انہیں کی روایت پر قرآن ختم کریں اول یہ بھی محض باطل ابتداء قرات

واحدہ صرف ہنگام روایت واجب ہے کہ روایت ابدالقرآن کا نام کر کے بعض حروف روایت دیگر پڑھے تو کذب فی النسبۃ و تخیط و تخیط لازم آئے کہ اس تقدیم پر اس کا مخاریف ہوگا کہ یہ لفظ اس طرح اس امام کی روایت ہے حالانکہ وہ اُس کی روایت نہیں تلاوت میں تعین قرات واجب نہیں کہ آخر سب قرآن اور سب عن منزل من عند الرحمن ہے تو تخصیص بعض و انکار بعض کے کیا معنی اختلاف قرات مثل اختلاف مذہب نہیں کہ تعین واجب یا تفہیم باطل ہو یہاں اگر بعض سورہ بلکہ ایک سورت کی بعض آیات بلکہ ایک آیت کے بعض کلمات ایک قرات کے مطابق پڑھے اور بعض دیگر بعض دیگر کے تو عند التحقیق اصلاً مانع نہیں جب تک وہ تفہیم موجب اختلاف نظم یا فساد معنی نہ ہو اور اگر ایک کلام ختم ہو کر دوسری بات شروع ہو جب قراتی دلیٰ یا بوازہ ہے خصوصاً جبکہ مجلس متبدل ہو امام خاتم الحفظ جلال الحق والدین سیوطی القان شریف میں امام سید القراء شیخ المقرئین شمس اللہ والدین ابوالخیر ابن الجوزی سے نقل فرماتے ہیں الصواب ان یقال ان کانت احدی القرائتین مروتہ علی الاخری منع ذلک منع تحریم کمن یقرؤ فقلق ادم من ربہ کلمت برفعہا او نصبہما اخذ ارفع ادم من قراءۃ غیر ابن کثیر و رفع کلمات من قراءتہ و نحو ذلک مما لا یجوز فی العربیۃ واللغة و ما لم یکن کذلک فرق فیہ بین مقام الروایۃ و غیرہا فان کان علی سبیل الروایۃ حرماً یضالانہ کذب فی الروایۃ و تخیط وان کان علی سبیل التلاوۃ جاز ہاں المکرام نے حفظ دین عوام کو یہ وصیت فرمائی کہ جاہلوں کے سامنے قرات غریبہ و وجہ عجیبہ نہ پڑھیں کہ مبادا وہ انکار یا طعن یا استہزا کی آفت میں پڑیں و مختار میں ہے یجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرء بالغریبۃ عند العوام صیانہ لدینہم رد المحتار میں ہے قولہ یجوز بالروایات السبع بل یجوز بالاعتناء ایضاً کما نص علیہ اہل الاصول ہ قولہ بالغریبۃ ای بالروایات الغریبۃ و الایمال لان بعض السفہاء یقولون ما لا یعلمون فیقعون فی لالہ و الشقاء و لا یبغی للاثمۃ ان یحملوا العوام علی ما فیہ نقصان دینہم و لا یقرؤ عندہم مثل قراءۃ ابی جعفر و ابن عامر و علی بن حمزہ و الکسانی صیانۃ لدینہم فلعلہم یتخفون او یضلکون وان کان کل القراءات و الروایات صحیحۃ قطعۃ و مشایخنا اختاروا قراءۃ ابی عمرو حصص عن عاصم اہ عن التتارخانیہ عن فتاویٰ الحجۃ اسی طرح علیگیریہ وغیرہ میں ہے افادۃ حادی عشر اقول جس مصلحت کے لیے یہاں علمائے پیش عوام روایت غریبہ کی تلاوت سے منع کیا مسئلہ مسئلہ میں انصافاً دیکھئے تو ہمارے بلا میں خاص صورت اختلا میں ہے کہ یہاں کے تمام حفاظ و قراء و سامعین مائتہ مسلمان کے کان ہر سورت پر ہر بسم اللہ سے اصلاً آشنا نہیں وہ اسے سن کر مخالفت کریں گے طعن و اعتراض سے پیش آئیں گے تمہارے مذہم میں یہ اعتراض اُس امر پر ہوگا جو قرآن فقرنا حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے اور دوسرا امر جس کے وہ عادی ہیں یعنی اختتام خدیجی مقرر ہو کہ وہ بھی حق و صحیح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا ہی متواتر ہے تو اُسی کو کیوں نہ لیجئے اور عکس کر کے مسلمانوں میں فتنہ عوام میں شورش کیوں پیدا کیجئے اب اپنے ذمہ باطل پر تم خود اس کے باعث ہوتے ہو کہ امر متواتر عن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مسلمانوں سے انکار و اعتراض کرا کیا اسی کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے کیا اسی پر قادی یا ملہونا رو گیا ہے ان پر ضرور ہے کہ جب تک کہ باطن نئی بیگناہ تازی جدا اکثر مسلمان کے گوش نا آشنا نہ ہو شریعت نام کا ذلیعہ نہیں ہوتی مگر پناہ ہم بخدا کہ قاریں قرآن قرات قرآن سے شہرت نام کی بیٹ نہیں

علمائے کرام ایسے محل پر ترک افضل کی رائے دیتے ہیں نہ کہ ترک مساوی امام علامہ جمال الدین زلیعی نصب الراہ میں نقل فرماتے ہیں  
یسوع للانسان ان یترك الا فضل لاجل تالیف القلوب واجتماع الكلمة خوفا من التفتیر كما ترك النبی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم بناء البیت علی قواعد ابراهیم لكون قریش كانوا حدیثی عهد بالجاهلیة وحشی تفتیرهم بذلك وراى  
تقدیر مصلحة الاجتماع علی ذلك ولما انكر الربیع علی ابن مسعود اکماله الصلاة خلف عقیق قال الخلف شر وقد نص  
احمد وغیر علی ذلك فی البسطة وفی وصل الوتو وغیر ذلك مما فیہ العدول عن الا فضل الی الجائز المفضول مراعاة  
لا لتلاف المامومین اولئک يفهم السنة وامثال ذلك وهذا اصل کبیر فی سد الذرائع یہ سب اس تقدیر پر تھا کہ بفرض باطل  
قطیعت جزئیات مان لی جائے ورنہ حق تحقیق کا ایضاح پہلے ہو چکا اس تقدیر پر قادی ولما اپنی اس تفتیر واثارت فتنہ کی حد بتائیں یہاں  
بہتہ عام اس غیر قصدی الزام سے بھی محفوظ ادویہ تفتیر وایقاع اختلاف ویسے مستند معتد سے محفوظ کمالا یحشی واللہ العالی  
افادۃ ثانیہ عشری یہاں تک عوی قطیعت جزئیات و لزوم نقصان ختم کا رد تھا کہ بجز اللہ یا حسن وجہ ظاہر ہوا اب بوجہ تعالیٰ ہر واخفا  
کی طرف چلے تراویح میں ہر سبلہ کا حضور پرورد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر کنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صریح اقرار ہے  
تواتر در کنار نہ ہا کسی حدیث آحاد سے بھی اس کا ثبوت نہیں جہر فی التزویج و بعدا مطلقا کسی نماز میں حضور والا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بسم اللہ  
شریف جہر سے پڑھنا ہرگز ہرگز متواتر نہیں تواتر کیسا نفس ثبوت میں تحت کلام و نزاع ہے امام حافظ عقیل کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں  
لا یصح فی الجہر بالبسطة حدیث مسند بسم اللہ میں کوئی حدیث مستصحیح نہیں ذکرہ فی عمدۃ القادی امام دارقطنی فرماتے ہیں  
لم یصح فی الجہر حدیث جہر تفسیر میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی ذکرہ فی عنایۃ القاضی یہی امام دارقطنی جب مصر شریف لے گئے  
کسی مصری کی درخواست سے دربارہ جہر ایک جز تصنیف فرمایا بعض مالکیہ نے قسم لے کر پوچھا کہ اس میں کون سی حدیث صحیح ہے آخر  
براہ انصاف اعتراف فرمایا کہ کل ما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الجہر فلیس بصحیح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم سے جہر میں جو کچھ روایت کیا گیا ہے اس میں کچھ صحیح نہیں ذکرہ الامام الزلیعی عن التفتیر عن مشایخہ عن الدار قطنی  
والمتحقق فی الفتح امام ابن الجوزی نے کہا لم یصح عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الجہر شیء نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جہر  
بسم اللہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ذکرہ القادی فی المرقاة یہاں تک کہ تنقیح میں احادیث جہر لکھ کر فرمائے ہذا الاحادیث لا یحسن  
بمن له علم بالنقل ان یعارض بما الاحادیث الصحیحة ولولان یعارض للفقہ شیعہ عند سماعها فیظنھا صحیحہ لکان الاخر  
عن ذکرھا اولی ویکفی فی ضعفھا اعراض المصنفین للسانید والسنن عن جمہورھا خلاصہ یہ کہ وہ احادیث نہ احادیث صحیحہ کے مقابل  
نہ ذکر کے قابل ولما اصطفان سانید و سنن نے ان کے ذکر سے اعراض کیا نقلہ فی نصب الراہیہ خود پیشوائے دہلیہ ابن القیم نے اپنی کتاب  
مسعی بالہدی میں لکھا صحیحہ تلاف الاحادیث غیر صریحہ و صریحہا غیر صحیحہ ان حدیثوں میں جو صحیح ہے وہ جہر میں صریح نہیں اور جو  
جہر میں صریح ہے وہ صحیح نہیں نقلہ امام الوہابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار امام زلیعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں الحاصل ان  
احادیث الجہر لم تثبت خلاصہ یہ کہ جہر کی حدیثیں ثابت نہ ہوئیں اثرہ السید الاذہری فی الفتح امام زلیعی نصب الراہ میں فرماتے ہیں

هذه الاحادیث كلها ليس فيها صريح صحيح وليست مخزجة في شيء من الصحيح ولا المسانيد ولا السنن المشهورة وفي رواها  
 الكذايون والضعفاء والمجاهيل الخ ان حديثوں میں کوئی حدیث صریح و صحیح نہیں دیکھا صحاح و مسانید و سنن مشہورہ میں مروی نہیں انکی روایتوں  
 میں کذاب، ضعیف، مجہول لوگ ہیں امام عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں احادیث الجہر لیس فیہا صریح بخلاف حدیث الاخفاء  
 فانہ صحیح صریح ثابت فی الصحیح والمسانید المعروفة والسنن المشهورة ہر کی حدیثوں میں کوئی حدیث صحیح و صریح نہیں بخلاف حدیث  
 اخفاء کہ وہ صحیح و صریح اور صحاح و مسانید و سنن مشہورہ میں ثابت ہے امام اعظم ابو حنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد چاروں ائمہ مذہب  
 اور بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ چھوٹے ائمہ حدیث اور دارمی و طحاوی و ابن خزیمہ و ابن حبان و دارقطنی و طبرانی و ابویعلیٰ  
 و ابن شہر آشوب و بیہقی و ابونعیم و ابن عبد البر و غیر ہم اکابر حفاظ و اجلہ محدثین اپنی صحاح و سنن و مسانید و معاجم میں باسانید کثیرہ حضرت سیدنا  
 انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفت  
 ابی بکر و عمر و عثمان فلما سمع احدا منهم یقول بسم اللہ الرحمن الرحیم هذا اللفظ مسلم و فی لفظ الامام احمد و النسائی و ابن  
 حبان فی صحیحہ وغیرہم باسناد علی شرط الصحیح کما افادہ فی الفتح کا ذوالایمہ یقولون بسم اللہ الرحمن الرحیم و فی لفظ  
 لابن خزيمة والطبرانی و ابی نعیم کا ذوالایسرون بسم اللہ الرحمن الرحیم و لابن ماجہ فکلہم یخفون بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 میں نے حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی کے پیچھے نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف  
 پڑھتے نہ سنا وہ بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرماتے تھے وہ بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے یہ وہ حدیث جلیل ہے جس کی تخریج پر چاروں ائمہ مذہب  
 اور چھوٹے اصحاب صحاح متفق ہیں بلکہ طبرانی نے انہیں سے روایت کی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بسم اللہ الرحمن  
 الرحیم و ابابکر و عمر و عثمان و علیا رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسم اللہ شریف  
 آہستہ پڑھتے تھے امام الامام ابو حنیفہ و امام محمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و غیر ہم ابن عبد اللہ بن معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال سمعنی  
 ابی وانا اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال ای بنی ایاک والحدیث قال ولما راہد امن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کان انفض الیہ الحدیث فی الاسلام یعنی منہ قال و صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع ابی بکر و مع عمر و مع عثمان فلما سمع  
 احدا منهم یقولها فلا نقلها انت اذا صلیت نقل الحمد لله رب العالمین یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ شریف پڑھتے نہ فرمایا بلکہ میرے بیٹے  
 بڑھتے سے نہ فرمایا ابن عبد اللہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں ان سے زیادہ کسی کو اسلام میں نبی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا انہوں نے فرمایا  
 میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم اللہ شریف  
 پڑھتے نہیں نہ تم بھی نہ کہ جب نماز پڑھو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرو انہیں عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی امام کو بسم اللہ جہر سے  
 پڑھنے نہ پایا کہ فرمایا یا عبد اللہ انی صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہم فلم اسمع احدا منهم یجہر بها اے خدا کے بندے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ  
 عنہم کے پیچھے نماز میں پڑھیں ان میں کسی کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے نہ سنا رواہ الامام الاعظم ذکوۃ فی الفتح امام اعظم و امام محمد

وامام طحاوی و امام ابو عمر بن عبد البر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ال جہر بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 قراءۃ الاعراب بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنی گنواروں کی قرأت ہے نیز اسی جناب سے مروی ہوا الجہر للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم بالبسملة حتی مات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی بسم اللہ شریف کا جہر فرمایا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے ذکرہ  
 الحق فی الفتح اثرم بند صحیح عکرمہ تابعی شاگرد خاص حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی انا اعرابی ان جہر  
 بسم اللہ الرحمن الرحیم میں گنوار ہوں اگر بسم اللہ شریف جہر سے پڑھوں سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی حدیثنا حماد بن زید عن  
 کثیر بن شغظیر ان الحسن سئل عن الجہر بالبسملة فقال انما يفعل ذلك الاعراب یعنی امام حسن بصری سے جہر بسم اللہ کا  
 حکم پوچھا گیا فرمایا یہ گنواروں کا کام ہے ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں امام ابو امام محمد بن حنفی تابعی سے راوی الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 بدعۃ بسم اللہ شریف جہر سے کہنا بدعت ہے اثرم انھیں سے راوی ما درکت احدی الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم والجہر بجا  
 بدعۃ میں نے صحابہ و تابعین میں کسی کو بسم اللہ شریف کا جہر کرتے نہ پایا اُس کا جہر بدعت ہے بحسن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 سے تواتر مکنار ان حضرات عالیہ کے نزدیک کچھ بھی ثبوت ہوتا تو کیا یہ اجلہ صحابہ و تابعین معاذ اللہ سے بدعت بتاتے یا گنواروں کا فعل کہہ سکتے  
 و لکن الجہلۃ یقولون ما لا یعلمون نہایت کہ امام الفقہار امام المحدثین اوجہ الاولیاء و جد المجتہدین سیدنا امام سفین ثوری رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ نے اختیار جہر بسم اللہ کا قول سخت مجرور و مجرور مانا اور اُس کے انھا کو افضل و ادلی سمجھا تتمہ عقائد اہل سنت جانا محدث لا لکائی  
 کتاب السنہ میں بند صحیح راوی حدیثنا المخلص نا ابو الفضل شعیب بن محمد نا علی بن حویر بن لبام سمعت شعیب بن جریہ  
 یقول قلت لسفین الثوری حدثت بحديث السنة ینفعنی اللہ بہ فاذلوقت بین یدایہ قلت یارب حدثنی بهذا سفین فانجونا  
 و توخذ قال اکتب بسم اللہ الرحمن الرحیم القرآن کلام اللہ غیر مخلوق (وجعل لیسر دالی ان قال) یا شعیب لا ینفعک  
 ما کتبت حتی تری المسح علی الحنفین و حتی تری ان اخفاء بسم اللہ الرحمن الرحیم افضل من الجہر بہ و حتی تو من بالقد ر  
 (الی ان قال) اذا وقت بین یدی اللہ فسلک عن هذا افضل یارب حدثنی بهذا سفین الثوری ثم دخل بیث و بین اللہ عزوجل  
 یعنی شعیب بن جریہ نے امام سفین ثوری سے کہا مجھے عقائد اہل سنت بتا دیجیے کہ اللہ عزوجل مجھے نفع بخشے اور جب میں اُس کے حضور کھڑا ہوں  
 تو عرض کروں کہ اکی یہ مجھے سفین نے بتائے تھے تو میں نجات پاؤں اور جو بچہ کچھ ہو آپ سے ہو فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن  
 اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں اور اسی طرح اور عقائد و مسائل لکھو اگر فرمایا اسے شعیب یہ جو تم نے لکھا تمہیں کام نہ دے گا جب تک مسح موزہ کا  
 جواز نہ مانو اور جب تک یہ عقائد نہ لکھو کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا یا دانہ پڑھنے سے افضل ہے اور جب تک تقدیر الہی پر ایمان نہ لاؤ جب تم  
 اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہو اور تم سے سوال ہو تو میرا نام لےوینا کہ یہ عقائد و مسائل مجھے سفین ثوری نے بتائے پھر مجھے اللہ تعالیٰ کے  
 حضور چھوڑ کر الگ ہو جانا امام ذہبی طبقات الحفاظ میں فرماتے ہیں هذا ثابت عن سفین و شیخ المخلص نقیہ یہ روایت سفین سے  
 ثابت ہے اور راوی ثقہ اللہ تعالیٰ اعلم افادۃ ثالث عشر اقول ہم آفتاب روشن کی طرح ثابت کر آئے کہ اگر بغرض باطل نہیہ  
 عاصم جزئیات ہر سورت صحیح تاہم اختیار قرأت عاصم ہیں اختیار جزئیات پر مجبور نہیں کر سکتے ہیں اگر بالفرض عاصم سے ثابت ہو حالانکہ ہرگز

ثابت نہیں کہ اُن کا طریقہ نماز میں ہر جگہ جبر بسم اللہ تھا تاہم اُن کی قراءت اختیار کرنی ہرگز اسے مستلزم نہیں کہ نماز میں دوبارہ جبر و اخفا اُن کی پیروی ضرور ہو کہ یہ مسئلہ فقہیہ ہے اور ہم فقہ میں اُن کے تقلد نہیں آخر نہ دیکھا کہ ہمارے اللہ کرام نے اُن کی قراءت اختیار فرمائی اور نماز میں بسم اللہ شریف کے اخفا کا حکم دیا لاجرم ہمارے علمائے صاف صریح تصریح فرمائی کہ جبر و اخفائے بسم اللہ شریف میں امام قراءت کا اتباع بخلاف نماز میں اخفائی کرے اور بیرون نماز بھی اتباع قاری خاص صرف بوجہ اولویت ہے نہ بطور وجوب و لزوم و ضرورت لما قد منان القراءات كلها حقة بالیقین لا احتمال فيها الخطأ ولا ينافي بعضها بعضاً فلا يحجر في شيء منها لاجتماعها ولا افرادها ما لم يؤد التلخيص الى التفسير بخلاف المجتهدين في الخلافية فان المجتهد يخطئ ويصيب فلا تعدو عما اعتقدنا انه صواب محتمل الخطأ الى ما ظننا انه خطأ محتمل الصواب ولئن لفقت لربما اتفق الاقوال على فساد العمل محتمل شرح قدوری پھر کھایا یہ شرح ہایہ پھر رد المحتار حاشیہ مختار میں ہے لا یجہر بها فی الصلوة عندنا خلافاً للشافعی وفي خارج الصلاة اختلاف الروایات والمشافیح فی التعوذ والتسمية قبل يخفي التعوذ دون التسمية والصحيح انه يتخير فيها ولكن يتبع امامه من القراء وهم يجهرون بها الاحمزة فانه يمجها ما به بسم اللہ تعالیٰ یہ خیالات جدیدہ و ہایہ کے رد میں ہمارے علمائے صریح ہے **افادہ رابعہ عشر اقول** وباللہ التوفیق حقیقت امر یہ ہے کہ روایات قراء طبعہ فطیئہ قرآناً فقرئاً بذریعہ تدریس و تعلیم و تلقی تلامذہ عن الشيوخ ہیں تو یہ جبر و اخفا اوقات تعلیم و اقرار کی خبریت ہیں نہ خاص حال نماز کی حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تو طریقہ تعلیم قرآن عظیم معین رہا کہ تلامذہ پڑھنے استاذ سے بتاتے نہ یہ کہ نمازوں میں سن سن کر سیکھتے جس میں سوال و جواب و تعلیم و تفہیم کا کوئی موقع نہیں بیرون نماز بھی قراءت شیوخ کا دستور نہ تھا بلکہ اسے ناکافی سمجھتے اگرچہ یہاں ممکن تھا کہ جو طرز ادا تلمیذ کی سمجھ میں نہ آتا دریافت کر لیتا استاذ امدادہ کر دیتا اتقان شریف میں ہے اوجہ التخل عند اهل الحديث السماع من لفظ الشيخ والقراءة عليه السماع عليه بقراءة غيره والمناولة والاجازة والمكاتبه والوصية والاعلام والوجادة فاما غير الاولين فلا ياتي هنالما يعلم مما سندا كره واما القراءة على الشيخ فهي المستعملة سلفنا وخلفنا واما السماع من لفظ الشيخ فيحتمل ان يقال به هنالان الصحابة رضی اللہ عنہم انما اخذوا القرآن من في النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لكن لم يأخذ به احد من القراء والمنع فيه ظاهر لان المقصود هنا كيفية الاداء وليس كل من سمع من لفظ الشيخ يقدّر على الاداء كهيأته بخلاف الحديث فان المقصود فيه المعنى اذ اللفظ لا بالهيئات الملتزمة في اداء القرآن واما الصحابة فكانت فصاحتهم وطباعهم السليمة تقتضي قدرتهم على الاداء كما سمعوه من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لانه نزل بلغتهم ومما يدل للقراءة على الشيخ عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم القرآن على جبريل في رمضان كل عام اھ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اگرچہ سب کمال افادہ حضور و خلف علی کمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نہایت استعداد و نفوس قابل رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر سیکھا مگر وہ بھی بطور تعلیم و تحقیق ظاہر باطن و نظم و معنی و حکمت تھا نہ یوں کہ صرف نماز میں قراءت اقدس سے لفظ یاد کر لے صحابہ کرام دہل دہل آیتیں مع اُن کے علم و عمل کے سیکھتے جب اُن پر قادر ہو جاتے ہیں اور تعلم فرماتے اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ برس میں سورہ بقرہ

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھی جب ختم فرمائی ایک اونٹ ذبح کیا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آٹھ سال میں پڑھی کہ جس قدر تدریس برزائے دیر زائد ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال کنا اذا تعلمنا من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشر آیات من القرآن لم نتعلم العشر التي بعد ما حتى نعلم ما فيه فقیل لشریک من العمل قال نعم ابو بکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابو عبد الرحمن سلمیٰ سے راوی قال حدثنا من کان یقر یتا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انهم کان یقرؤن من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشر آیات ولا یأخذون فی العشر الاخری حتی یعلموا ما فی هذه من العلم والعمل فعملنا العلم والعمل ابن سعد طبقات میں بطریق عبد اللہ بن جعفر عن ابی السلیح عن سمیون اور امام مالک موطائیں بلاغا راوی ان ابن عمر تعلم البقرة فی ثمان سنین خطیب بغدادی کتاب رواد مالک میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی قال تعلم عبد البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلما ختمها نحر جزورا تو ظاہر ہوا کہ یہ روایات جہر و اخفاء قراءات خارج از نماز کی نقل ہیں اب بحمد اللہ تعالیٰ اُس ارشاد علی کا راز واضح ہوا کہ بیرون نماز اتباع امام قراءات مناسب ہے اس کی نظیر منیر مسئلہ تنوہ ہے عامۃ قرا کا اُس کے جہر پر اتفاق ہے امام اجل ابو عمرو دانی نے اس پر اجماع اہل اہل اناقل فرمایا امام عارف باللہ شاطبی نے باوصف حکایت خلافت تصریح فرمائی کہ ہمارے حفاظ و رواۃ اُس کا اخفاء نہیں مانتے تیسری باب ذکر الاستعاذہ میں ہے لا اعلم خلافا بین اہل الاداء فی الجہر بھا عند افتتاح القرآن وعند الابتداء بروس الاجزاء وغیرھا فی مذہب الجماعة اتباعا للنص و اقتداء بالسنة حرزالامانی و وجہ التہانی میں ارشاد فرمایا ہے اذا ما سادت الدهر نقراء فاستعذ بہم جہاد من الشیطان باللہ مسجلا سرج القاری میں ہے "قوله مسجلا ای مطلقا یصح القراءة فی جمیع القرآن" پھر فرمایا ہے و اخفاء فی فضل آباء و عاتقا و کم من فنی کالمہدی فیہ اعلا فی شرح میں ہے ای روی اخفاء التعوذ عن حمزة و نافع اشار الی حمزة بالفاء من فصل والی نافع بالالف من آباء و جہر بہ الباقون و ہم ابن کثیر و ابو عمرو و ابن عامر و عاصم و الکسانی ہذا ہوا المقصود بھذا النظم بالباطن و نبيه بظاہر علی ان من ترجح قراءتہ الیہم من الائمة ابوا الاخفاء ولم یأخذوا بہ بل أخذوا بالجمہر للجمیع و لذلك امر بہ مطلقا فی اول الباب اب کون عاقل کہے گا کہ یہ اطباء جمہور رواۃ و اتفاق جمیع اہل ادا نماز و غیر نماز سب کو شامل وہ سب تمام قرا کے طور پر نماز میں بھی اعوذ بکھر پڑھتے تھے ماشا بلکہ قطعاً یہ روایات و نقول سب محل روایت و تلاوت بیرون نماز سے متعلق ہیں لاجرم شرح میں فرمایا قوله فاستعذ بہم جہاد ہوا المختار لسائر القراء و ہذا فی استعاذۃ القاری علی المقری او بحضرة من یسمع قراءتہ امام من قرا خالیما او فی الصلوة فالاخفاء اولی امام جلیل جلال سیوطی اتقان میں کتاب النشر امام القراء محمد محمد ابن الجزری سے ناقل المختار عند ائمة القراءة الجہر بھا و قیل یسر مطلقا و قیل ما عدا الفاتحة وقد اطلقوا اختیار الجہر و قیدہ ابو شامہ بقید لا بد منه و ہوا ان یکون مجبضۃ من یسمعه لان الجہر بالتعوذ اظہار شعار القراءة کا الجہر بالسلبیۃ و تکبیرات العید و من فوائد ان السامع ینصت للقراءة من اولھا لا یفوتہ منها شیء و اذا اخفی التعوذ لم یعلم السامع بھا الا بعد ان فاتہ

لہ ای وان جاءت الروایہ علی اخفاء فصلھا ۱۱ منہ



من المقر وثیٰ وهذا المعنى هو الفارق بين القراءة في الصلاة وخارجها اه افادة خامسه عشر قرآنت بسم الله ضروري  
 ہے مگر وہ ہرگز من حیث الروایہ ثابت نہیں بلکہ کتابت مصاحف واجماع علی التجزیہ سے ولما جب امام ولی صالح قدس سرہ المجتہد نے تفسیر  
 میں فرمایا ہے ولیمیل بین السورتین بسنة و سرجال نموها دسریة وتحملها و شارح علامہ نے صاف تصریح فرمادی کہ اراد بالسنة  
 التي نموها كتابة الصحابة لها في المصحف پھر اس کا حاصل بھی صرف اس قدر کہ بسم الله کلام الہی ہے نہ یہ کہ ہر سورت کی جڑ پر یا ختم  
 میں ہر جگہ اس کا جملہ لازم کیا مگر فی الافادة السادسة اور جب اسے چھوڑ کر نفس روایت بمعنی متعارف کی راہ لیجیے اور صرف اس کی صحت کو  
 مناط ان کرا ثبات مدعا کا حوصلہ کیجیے تو یہ محض باطل و موس عا طل فقط صحت روایت پر مدار قراءت ہونے سے کیا مقصود ہے آیا یہ  
 کہ صرف اس قدر سے قرآنت ثابت ہو جاتی ہے تو قطعاً مردود کہ قرآنت بے دلیل قطعی یقیناً مفقود افادہ ششم میں اس کا بیان موجود  
**اقول** ولا نسلم ان فی الفرض حتی عن السبعة ما لم يتواتر وان اشتمل بل القرآن متواتر قطعاً بجميع اجزائه وان لم  
 تقف انت علی تواتر بعضه فليس من شرط المتواتر تواتره عندك اتقان میں ہے لا خلاف ان کل ما هو من القرآن يجب  
 ان يكون متواتراً باصله واجزائه واما فی محله ووضعه و ترتیبه فذلك عند محققى اهل السنة لان العادة تقضى  
 بالتواتر فی تفاصيل مثله لان هذا المعجز العظيم الذي هو اصل الدين القويم والصراط المستقيم مما تتواتر دواعی علی  
 نقل جملة وتفصيله فما نقل احاد ولم يتواتر يقطع بانه ليس من القرآن قطعاً الخ اور اگر یہ مراد کہ جب روایت صحیح ہو و نہ کریں گے  
 صرف اسی قدر پر پڑھنا جائز سمجھیں گے تو اولاً یہ بھی چاروں مذہب میں باطل جمہور محققین قرا و محدثین و فقہاء اصولیین اس کے بطلان  
 کے قائل **اقول** كيف لا وانما الكلام في قراءته قرأنا وهي موقوفة على ثبوت قرآنية الموقوف على تواترها والا فلا شك في  
 جواز قراءة الاحاد بل الشواذ للاحتجاج بها في حكمه كخبر الواحد والاستشهاد بها على مسألة ادبية مثلاً اذا لم يعتقد  
 قرآنتها ولم يؤسسها والا حرم باجماع مسلمين كما نص عليه في غيث النفع عن ابی القاسم النويری فی شرح طيبة  
 النشر عن الامام ابی عمر فی التمهيد غيث النفع میں ہے مذهب الاصولیین و فقہاء المذاهب الاربعة والمحدثین  
 والقراء ان التواتر شرط فی صحة القراءة ولا تثبت بالسند الصحيح غير المتواتر ولو وافقت رسم المصاحف العثمانية  
 والعربية وقال الشيخ ابو محمد مكي القراءة الصحيحة ما صح سندها الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وما ع وجھها  
 فی العربية ووافقت خط المصحف وتبعه على ذلك بعض المتأخرين ومشى عليه ابن الجزري في نشره وطيبته وهذا  
 قول محدث لا يعول عليه ويؤدي الى تسوية غير القرآن بالقرآن ولا يقدح في ثبوت التواتر اختلاف القراءة فقد تواتر القراءة  
 عند قوم دون قوم الخ و بعض متأخرين کہ جائز رکھتے ہیں وہ بھی شہرت واستفاضہ و قبول قرا شرط کرتے ہیں مجرد صحت روایت پر قناعت  
 کسی معتمدی الفتن کا قول نہیں خود امام ابن الجزري جنہوں نے نشر میں یہ ضابطہ باندھا کہ کل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت  
 احدی المصاحف العثمانية ولو احتمالاً لا صح سندها فهي القراءة الصحيحة انھیں نے اس ضابطہ کی تشریح میں آپ ہی فرمایا  
 اذا كانت القراءة مما شاع وذاع وتلقاه الائمة بالاسناد الصحيح اذ هو الاصل الاعظم والكن الا قوم پھر فرمایا یعنی بہ ان

یروی ثلاث القراءۃ العدل الضابط عن مثله وهكذا حتى تنتهی وتكون مع ذلك مشہورۃ عند ائمة هذا الشأن امام جلیل  
جلال سیوطی جنہوں نے یہاں کلام امام القراء کی تعریف کی اگرچہ اس کے بعد وہ کلام مذکور سابق افادہ فرمایا جس نے اس کے معنوں کی تصحیح  
کی اعنی لاخلات ان کل ما هو من القرآن یجب ان یكون متواترا الى اخر ما مر اس کلام کی تخریص میں فرماتے ہیں اتقن الامام ابن  
الجوزی هذا الفصل جدا وقد تحرری منه ان القراءات انواع الاول المتواتر الثاني المشہور وهو ما صح سندہ ولم یبلغ درجۃ  
التواتر ووافق العربیۃ والرسم فانتہی عند القراء وبقی و بہ علی ما ذکر ابن الجوزی الثالث الاحاد وهو ما صح سندہ  
وخالف الرسم والعمومیۃ اولہم یشتملوا الشہار المذکور ولا یقر بہ اہل ثانیاً اگر بالفرض یہ مسلم بھی ہو تو اس سے  
حاصل کتنا جواز قرات نہ ہو وچرا کہ نہایت یہ محض ایک امر زائد و خارج ہے جس سے ملزم حضرت ثابت ہو سکے نہ بحال ترک کسی لفاظی کے  
نزدیک حکم نقصان ختم کی راہ ملے اللہ اعلم بحججنا نایب العقول لا یمنع ما یقال ولا یدری ما یقول بالجملہ یہاں تین چیزیں اثبات  
مبطلین کتابت مصاحف روایت مخصوصہ اول تو اولاً بحث سے محض برکماں جس سے جزئیات سورہ درکنار قرآنیت کا اثبات بھی ظاہر ہو گا  
ثانیاً روایات جہر و اثبات سب بیرون نماز کی حکایات اس سے مطلق نماز یا خاص تراویح پر حکم ناقابل التفات ثالثاً بغیرض باطل بطور ناظر  
ادعائے نقصان ختم میں یوں بھی کلام کہ خلاف و اثبات دونوں طور پر قرآن تمام و دوام ثبوت قرآنیت پر ضرور دلیل مبین مگر حاشا جزئیات سورہ  
و جہر فی الصلاۃ سے علاقہ نہیں نہ تکرر نزول تعدد آیات پر دلیل مقول تو ایک بار پر اقتصار میں نقصان ختم کا زعم محذول سوم کی دو صورتیں ہیں  
تواتر یا مجرد صحت اور ہر ایک دربارہ جہر فی التراویح یا در باب جزئیات بسم اللہ شریف میں تواتر نفس تو سرے سے دربارہ قرآنیت ہی نہیں تواتر  
چہ رسد اور جہر مذکور و جزئیات سورہ میں نفس صحت معدوم تا بتواتر چہ کشف خود قائلان جزئیات مصرحان ظہیر و نافیان قطعیۃ اور عند تحقیق  
انتقالے قطعیۃ خود انتقالے جزئیات و لہذا اصحابہ و تابعین و جہر اللہ دین کو اس سے انکار اور قول جزئیات کے محدث و نو پیدا ہونے کا صانع  
اظہار ہاں صرف دربارہ فاتحہ بعض اخبار آحاد مذکور کہ عند المحققین مخالفت قاطع کے سبب مجہور اور مجرد صحت روایت پر اقتصار و قناعہ باطل  
و مقہور پھر علی التسلیم ان سے ثابت ہوگا تو وہ امر جدید جو دعویٰ مخالف کے عموم و خصوص دونوں کا مخالف و رد شدہ یعنی صرف جزئیات فاتحہ  
ہر صورت پر جہر کے لیے تقسیم سورہ کا اور فاتحہ کے ساتھ فرائض جہر میں اخفا کس وجہ سے اس نے تخصیص تراویح کی باطل کیا یہ تو امور ثابتہ تھے  
دلوہ جو جن میں مخالفت کے لیے اصلاً سند نہ کوئی صورت کسی پہلو پر اس کی مستند اور یہیں سے واضح کہ مسئلے کو منصوصہ قطعیۃ اجماعیہ غیر اجتہادیہ ماننا  
مذہب کو اس میں دخل نہجاننا محض جہل مسترد اب نہ ہاں اگر یہ جالبانہ زعم زاعم کہ جزئیات سورہ یا جہر فی التراویح مذہب عاصم اور ان کی قرات کے  
آخذہ جہر و اخفا نماز میں ان کا اتباع لازم اول ائمہ قرات برافراہمت اور ثانی محض جہل و سفاہت مخالفت تصریح ائمہ حقیقت غرض حفاظہ  
حقیقہ پر سر ہر صورت پر جہر محض ظلم و قہر نہ شرع سے اس پر دلیل قائم بلکہ دلائل شرعیہ و فروعیہ ہمارے قول پر حاکم ہمارے ہی قول  
کی ناصرداعی مضامین شرعیہ ہمارے ہی قول کی طرف داعی و اللہ الحمد والمنة والصلاۃ والسلام علی نبینا سید الانس والجنۃ  
والہ وصحبہ سادات الجنۃ۔ آمین۔

لے بلکہ یہاں بھی ایک لفظ سے اپنی برات اس سے ظاہر فرمادی کہ سیاتی ۱۲ منہ لے هذه کلمۃ التبری ۱۲ منہ

## تذیل

الحمد للہ آفتاب عالم تاب حق و صواب بے نقاب و حجاب شک و ارباب جلوہ فرمائے منظر اجاب ہو اب کیا حاجت کہ حیثیات زائدہ و انویات بے فائدہ کے رد و ابطال میں تضيغ وقت کیجیے زید بے قید اپنی شدت جہالت و وقت سفاہت کے باعث خود اس قابل نہیں کہ کُنسکی بات قابل التفات ہو اُس نے کوئی مطلب روشن علم پر تحریر نہ کیا زور تناقض و شور قارض نے جا بجا اپنا ہی لکھا خود رد کر دیا عناد و اجترار و مکارہ و افتراء سب و شتم علمائے کرام بیت اللہ الحرام کے ماوراء جواتیں اصل مقصد میں لکھیں اپنے دونوں متبوعوں ہی کے کلام سے اخذ کیں متبوعین میں گنگوہی صاحب نے طرفہ تاشا کیا کہ اول تو اپنے پیشوا جناب قادی صاحب کا صاف رد لکھا قادی صاحب نے فرمایا تھا اس مسئلے میں مذہب کو کچھ دخل نہیں گنگوہی صاحب فرماتے ہیں قبلہ باطل مبین دخل نہ ہونا کیا معنی صریح اجتہاد یہ ہے حفص کا مذہب ہر امام اعظم کا مذہب اخفا ہے جس کی پیروی کیجیے درست و بجا ہے قادی صاحب جہر فی الختم اگرچہ ناز میں ہو حفص کی روایت ہے عاصم کی قراوت ہے منقول عن الرسول بروج صحت ہے گنگوہی صاحب حضرت نہیں بلکہ حفص کی رائے ہے عقلی اجتہاد سے ہاں مذہب سب بجا ہیں یوں حق و رشاد ہے قادی صاحب ۱۱ اُن مورسے جن میں نزاع کی گنجائش ہی نہیں یہاں تک کہ مذہب بھی خلاف سے کنارہ گزریں گنگوہی صاحب قبلہ یہ لان ہے صاف گزان ہے خود المہ سنت نزاع کر رہے ہیں خود امام اعظم کا صریح خلاف ہے قادی صاحب یہاں چاروں مذہب میں صحت روایت پر مدار کا رہے گنگوہی صاحب حضرت چاروں و کناہر خود اپنے مذہب میں اس سے انکار ہے قادی صاحب جب مسئلہ روایت صحیحہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہو چکا خلاف و حنیف باقی ہی کب رہا اذا صحیح الحدیث فھو مذہبی قول اخاف ہے تو بعد صحت روایت خلاف و تخالف سے مطلع صاف ہے گنگوہی صاحب قبلہ یہ تو بدامہ مردود خلاف امام اعظم قلنا موجود قادی صاحب بعد صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت یعنی کوئی خلاف کرے بھی تو کیا قابل سماعت گنگوہی صاحب واہ حضرت سب حق و ہدایت جس کی اقتدا کروا ہتدائی بشارت غرض اولاً قادی صاحب کے خیالات گار دہلی فرما کر اخیر میں سارا دھڑا قادی صاحب کے سر دھرا کر یہ سب کچھ ہے مگر حافظوں پر وہی ضرور جو حضرت قبلہ قادی صاحب کو منظور ملک خدائے غالب کا حکم جناب قادی صاحب کا جو ہر سورت پر جبریم اللہ ذکرے کا ختم کامل کے ثواب سے محروم پھرے گا اقول ان سب خرافاتوں کا ردہ بالغ و طرز بازغ و طرح طرح سے افادات میں گذرا یہاں حضرت سے اولاً انتہا دریافت کرنا ہے کہ جب سب مذہب حق تھے سب کا اتباع ہدایت سب کے اقتدا کی عام اجازت تو اب حفاظہ پر خاص ایک ہی کا اتباع کیوں لازم و ضرور ہو گیا حفص کا خلاف تو پہلے بھی معلوم ہی تھا اُس وقت تک تو آپ یہی فرما رہے تھے کہ اس میں عیب نہ اُس میں حج اب قادی صاحب کے فرمان میں کیا کسی تازہ وحی نزل کیا جس نے ایک حق کو ناحق ایک ہدایت کو ضلالت ایک جائز کو ناجائز کر دیا مثلاً تیار آپ فتویٰ لکھ رہے ہیں یا کوئی اپنی خانگی پنجائیت قادی صاحب کا فرمان حدیث ہے یا آیت یا فقہی روایت کو کسی شرعی محنت مثلاً ثبوت تو دیکھیے کہ مذہب حفص تمام سو میں جزئیات باطل تھا راجعاً بلکہ پہلے اسی سے چلے کہ امام حفص کو منصب اجتہاد حاصل تھا خامساً مسئلہ اجتہاد یہ ہے یا نہیں اگر نہیں تو اپنے فتویٰ میں ذکر فرمان

پانی پت تک جو کچھ لکھا سب پر پانی پھیرے اور اگر ہاں تو آپ اجتہادیت میں امام اعظم ملت امامت کے مقلد ہیں یا محمد العصر پانی پت کے  
 باتباع ہوا تقلید امام کو آگ دکھانا پانی پت کی خاک پر دھونی رہنا کس نے مانا اور یوں بھی تو آپ کو اپنی ذات کا اختیار مسلم خفیہ کو انکے  
 خلاف امام فتویٰ بتانا کیسا ستم افسوس کہ آپ نے اہل تو تقلید شخصی کو ایسا چھوڑا کہ سب مذہب بجا سب پر عمل روا آخر میں پڑا تو ایسا پکڑا  
 کہ امام کا اتباع متروک و مجور اور تقلید پانی پت کی پت رکھنی ضرور اس شترگر بگی کی کیا سند ضلّت علی الاسد و بُلْتُ عَنْ النَقْدِ خیر  
 انھوں نے تو سب ڈھلی بگڑی قاری صاحب پر ڈھال کر ان کی ڈھال پکڑی قاری صاحب کی سینے تو ان سے بہت کچھ کہتا ہے کہم وہ  
 بھی کوئی سند نہ لاسکے ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھاسکے اور عاقل جانتا ہے کہ محل فتویٰ میں ادعا ہے بے دلیل ذلیل و علیل دوم سند  
 دکھانا کہاں کا خوب جانتے تھے کہ یہ جملے خلاف مذہب کسے لہذا وہ راہ چلے کہ اتباع مذہب کا جھگڑا ہی نہ رہے اتنی عمر آئی غیر مقلدوں سے  
 معرض ہیں ترک تقلید پر معترض ہیں انھیں گمراہ و مغد بتایا کرتے ہیں خریراً و تقریراً علی کئی بنا کرتے ہیں اب کہ اپنا اجتہاد گریا وہ کچھ فرمایا کہ  
 انھیں یہی شریا بقہ صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت عمل بالحدیث ہی طریق انصاف ہے جب حدیث صحیح ہو پھر کیا خلاف ہے فقہو  
 مذہبی خود قول احناف ہے زمانہ قراۃ زمانہ اجتہاد و عمل بالسنہ گزرا تخصیص دلیل ہے کہ جب دور تقلید آیا عمل بالسنہ نے مونہ چھپایا  
 حالانکہ تقلید المذہب ہی عمل بالسنہ ہے اس کا خلاف صریح فتنہ ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظم سوم اذا صح الحدیث تو سن لیا  
 مگر صحت فقہی و صحت حدیثی میں میں فرق کیا خاص اس باب میں فقیر کا رسالہ الفضل الملوہی فی معنی اذا صح الحدیث فقہو  
 مذہبی مطالعہ کیجئے کہ مطلب کھلے شک و ریب کی ظلت ڈھلے چہارم اگر تلقی والفقہ بیرون نمازیں صحت روایت جہر مراد چشم ماروٹن ل  
 شاد اس سے تراویح پر حکم خرق القناد اور اگر خود مطلق نماز یا خاص تراویح میں روایت جہر کی صحت مقصود تو ممنوع و مردود افادہ ۱۲ و ۱۳ یاد کیجئے اور  
 خدا انصاف دے اذا صح الحدیث سے اپنے عکس مراد کا فردہ لیجئے کہ حدیث صحیح ہمارے ہی ساتھ اور خصوص تراویح میں تو آپ یک دست  
 خالی ہاتھ پنجم مذہب کو دخل نہ ہونے کی بھی ایک ہی کمی مجر کسی روایت صحیحہ کا وجود مسئلے کو مجتہد فیہانہ رکھے یہ تو بدابستہ مردود و کتب مغلہ خلافیہ  
 دیکھئے ہزاروں مسائل اجتہادیہ ہیں ہر فرقہ یا ایک ہی کے پاس ایک یا چند روایات صحیحہ موجود ہاں نص قطعی مشہور متواتر دکھاسکتے کہ بسم اللہ ہر  
 سورت کا جو ہے یا ختم تراویح میں ہر سورت پر اس کا جہر چاہیے تو یہ کہنا ٹھکانے سے ہوتا کہ مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے ذان منقول میں اور جب  
 اس کی قدرت نہیں تو محض زبانی ادعاؤں سے مذہب حقیقہ رد ہو جائے حاشا یہ ہوس ہی ہوس ہے ششم جزئیت جمیع سورتیں اختلاف اللہ قرأت  
 آپ نے کہیں دیکھا یا محض طبعی جودت افادہ ۴ ملاحظہ ہو کہ مادرائے فاتحہ میں قول جزئیت حادث دے اصل ہے افادہ ۵ مطالعہ ہو کہ  
 سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک بسم اللہ باتفاق قراۃ سورت سے خارج امارت فضل ہے ہفتم ایک سو چودہ آیاتوں کی کمی کس حساب سے جمی  
 قرآن عظیم میں کل سورتیں اسی قدر ہیں اور برائے میں بالاجماع بسم اللہ نہیں تو بسا اہل ادائل ایک سو تیرہ ہی رہیں حفاظ بالاتفاق ایک بار جہر  
 کے عاقل تو آپ کے طور پر بھی صرف ایک سو بارہ ہی کا نقصان حاصل چودہ کس گھر سے آئیں کیا حد و قطع بھی دو سورتیں شمار فرمائیں بالفرض  
 کوئی جاہل حافظ مطلقاً بارک جہر ہی سہی تاہم کیا برائے متثنی ہو کر بھی گنتی چودہ کی چودہ ہی رہی اس سے تو زید بچا رہ آپ کا مقلد ہی اچھا  
 رہا جس نے کہیں کہیں اپنے خیال سے تیرہ کہا ہفتم یہ تو اہل ابواگر اہان باطنوی کی خوب ہی حمایتیں فرمائیں قرأت امر منقول ہے

نہ اجتہادی لہذا اس میں کسی بد مذہب کا خلاف نہیں سخن اشد مگر اگر ہوں کا خلاف فروعات ظنیہ اجتہادیہ سے مخصوص یادہ اشقیاء صریحہ ہونے  
 منکر صدق و طبع و نصوص و یحک یا مقری کا نک لا تدی ماعلی لسانک یجری سے فانکنت لا تدی الخ نہم قرات میں ہل ہوا کا  
 خلاف نہ ماننا بھی عجب بے خبری ہے یا کوہ نظری خلاف کی دو صورتیں ہیں ہمارے اللہ کی کسی قرات پر طاعن و منکر ہوں یا کمیں اپنی  
 نئی گزشت کے نظر اہل ہوا خذلم اللہ تعالیٰ دونوں راہ چل چکے سر دست تحفہ اثنا عشریہ ہی کا تحفہ کافی جسے ہر فارسی خواں بھی سمجھ سکے  
 باب دوم مکائد و روافض قلم اللہ تعالیٰ میں فرماتے ہیں کید سیز دہم آنکہ گویند عثمان بلکہ ابو بکر و عمر نیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن را تحریف کردند  
 و آیات فضائل اہل بیت اسقاط نمودند از اجلہ و جعلنا علیہا صہرک کہ در الم نشرح بود "ایک سنی نے اس پر طر فہ کہا ہاں اس کے بعد  
 ایک آیت اور بھی وہ رافضیوں نے گھٹا دی یعنی و علی الروافض قہرک تتمہ باب چہارم میں اُن اشقیاء کا زعم نقل کیا "صحیحہ بجائے من  
 المرافق الی المرافق ساختند و بجائے ائمہ ہی ازکی من ائمتکم - امة ہی ادبی من امة نوشتند و علی ہذا القیاس "شرح حدیث ثقلین  
 میں ذکر کیا کلینی رافضی نے کافی میں کہ روافض کے نزدیک اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے روایت کی کسی نے امام جعفر صادق کے حضور قرآن  
 کے کچھ لفظ ایسے پڑھے کہ لوگوں کی قرات میں نہ تھے امام نے فرمایا کیا ہے ان الفاظ کو نہ پڑھ جیسا لوگ پڑھ رہے ہیں اسی طرح پڑھ یہاں تک  
 کہ ہمدی اگر قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھیں اُسی میں روایت ہے امام زین العابدین نے یہ آیت یوں پڑھی و ما ارسلنا من قبلك من  
 رسول ولا نبی ولا محدث نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہ نبی نہ محدث جس سے فرشتے باتیں کریں اور فرمایا مولیٰ علی محدث تھے  
 اُسی میں روایت ہے امام جعفر صادق نے فرمایا امة ہی ادبی من امة کلام اللہ نہیں اس میں تحریف ہوئی اللہ تعالیٰ نے یوں اُتار ا تھا  
 ائمہ ہی ازکی من ائمتکم یہیں شاہ صاحب نے ان ملائم کا زعم نقل فرمایا کہ لفظ و یلاک قبل لا تخون ان اللہ معنا ساقط کردہ اند  
 و لفظ عن ولایة علی بعد ازین آیت وقفوہما انہم مسئولون و یملکہ بنو امیة بعد خیر من الف شہر و بعلی بن ابی طالب بعد  
 و کفی اللہ المؤمنین القتال و آل محمد ازین لفظ و سبعلہم الذین ظلموا آل محمد و لفظ علی بعد از و کل قوم ہادہ ذکر کل ذلک  
 ابن شہر آشوب المازندانی فی کتاب المثلثات و علی ہذا القیاس کلمات بسیار و آیات بے شمار را کردہ اند "نیز کلینی نے امام  
 جعفر صادق سے روایت کی انھوں نے امة ہی ادبی کی جگہ ائمہ ہی ازکی پڑھا راوی کہتا ہے میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں  
 کیا ائمہ ہے - فرمایا ہاں خدا کی قسم، میں نے کہا لوگ تو ادبی پڑھتے ہیں حقات سے ہاتھ جھٹک کر فرمایا ادبی کیا دہم آج کے  
 زعم میں بسم اللہ شریف کا جزء ہر سورت ہونا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت صحیح ہو چکا اور آپ تصریح کرتے ہیں کہ باتفاق مذاہب  
 اربعہ یہاں صرف صحت روایت پر مدار ہے ائمہ حقیقہ کا حال تو افادہ ۸ میں ظاہر ہو گیا کہ انھوں نے کیونکر آپ کے اس مدار کا دما ز کلا مالکی  
 سے پوچھے وہ کیا فرماتے ہیں ہمارے یہاں تو باوصف جبر و سوراخ فہی کا حکم تھا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مشہور یہ کہ فرضوں میں  
 بسم اللہ ہرگز پڑھے ہی نہیں نہ آواز سے نہ آہستہ روایت اباحت ضعیف ہے بیٹھکا تو ناز کردہ ہوگی ہاں نقلوں میں اختیار ہے کیا انھیں  
 اپنے شہر مبارک مدینہ طیبہ کے امام قرات حضرات نافع کا حال معلوم نہ تھا کہ بروایت قالون بسم اللہ پڑھتے ہیں علامہ زرقانی مالکی  
 شرح موطائے امام مالک میں فرماتے ہیں المشہور من مذہب مالک کواہتہما فی الفرض مقدّمہ عثمان و ی علامہ عبد الباری منیٰ قاضی

مالکی میں ہے المشہور فی البسطة والتعود الکراهة فی الفریضة دون النافلة وعن مالک القول بالاباحة عمدة القاری میں ہے قال ابو عمر قال مالک لا تقراء البسطة فی العزض سوا ولا جہاد فی النافلة ان شاء فضل وان شاء ترک ذلک تفریق کو بھی اپنے مدار سے تطبیق دیجیے یا زوہم تا شا نزد ہم تقریر شریف میں یہ فقرات عجیب ہیں کہ زمانہ قرا سب سے زمانہ اجتہاد تھا زمانہ تابعین تھا امام مذہب تا زمانہ قرا محتاج الیہ و محصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے قرا کا مذہب پوچھنا بحث ہے ان فقرات کو مقصود میں بھی کچھ دخل ہے یا برائے بیت ہیں جب آپ کے نزدیک اس مسئلے میں مذہب کو اصلاً دخل ہی نہیں تو زمانہ قرا زمانہ اجتہاد ہو یا عصر تقلید عہد تابعین ہو یا وقت جدید امام مذہب اس وقت محتاج الیہم ہوں یا بیکار معدودے چند ہوں یا بے شمار قراء سے سابق ہوں یا لاحق قاری مجتہد ہوں یا مقلد ان امور سے علاقہ ہی کیا رہا اور ان کے خلاف بھی مائینے توقاوت کیا فتوائے سامی میں اس سے پہلے تین چار سطر کی تقریر اسی کے متعلق کہ زمانہ تبع تابعین و محدثین تک چار میں حصر مذہب نہ تھا مجتہدین بکثرت تھے جب اور مذہب مندرج ہو گئے مذہب اہل حق ان چار میں محصور ہو گیا اور بھی ہے کہ وہ بھی محل سے رو ہیں بیگانہ دہلیزی ہے ہفتہم ثبوت تو دیجیے کہ قرا سب سے مجتہد مطلق تھے اگر مجتہد فی الذہب بھی ہوئے تو مذہب پوچھنا کیوں حاکم ہونے لگا یہ مجتہد ہم اس زمانہ میں عدم حصر و کثرت مجتہدین مسلم مگر کیا اس وقت کا ہر فرد بشر یا ہر عالم اگرچہ کسی فن کا ہو فقیہ و مجتہد تھا اس کا تو زعم ذکر کے کا مگر سخت احمق جاہل یا انتساب کو عام نہ تھا اصلاً نہ تھا اس کا بھی مدعی نہ ہو گا مگر بے خبر غافل کیا امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہما خفیہ اور امام اشعری و امام قاسم وغیرہما مالکیہ میں معدودہ نہیں (کتب طبقات ملاحظہ ہوں) اور جب یقیناً قطعاً تقلید بھی تھی اختصاص بھی تھا تو اس وقت کے قاریوں کا مذہب پوچھنا کیوں حجت ہوا نور دوم در فن تاریخ ہم کمالے دارند امام مذہب بعد قراء کے تھے جنہب جانے دیجیے بدور ہی میں کلام کیجیے سات میں چار ہمارے امام سے وفاة متاخر ہیں امام ابو عمرو بن العلاء بصری نے ۱۵۷ھ یا ۵۵ھ امام حمزہ زیات نے ۱۵۷ھ یا ۵۶ھ یا ۵۸ھ امام نافع مدنی نے ۱۶۹ھ امام علی کسائی نے ۱۷۷ھ امام الامام ابو حنیفہ نے ۱۷۷ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور یہ امام کسائی تو ہمارے امام سے چالیس پچاس برس پہلے ہیں امام کی ولادت ۱۷۷ھ یا ۱۷۸ھ میں ہے اور ان کی ۱۷۹ھ میں یہ ہمارے امام کے صاحب صغیر بن امام محمد کے اقران سے ہیں دونوں صاحبوں نے ایک ہی سال انتقال فرمایا جس پر خلیفہ ہارون رشید نے کہا تھا میں نے رے میں فقہ و ادب دونوں دفن کر دئے اب کون جاہل کہے گا کہ امام اعظم امام محمد کے بعد ہوئے ہیں بستم المذہب محتاج الیہم و نہ تھے یہ خاص امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا یا مطلق اول تو بذاہر عقل سے عاطل چار کبھی بھی نامحسور نہیں ہو سکتے اور ثانی اس سے بڑھ کر شیعہ و باطل زمانہ صحابہ سے آج تک کوئی وقت ایسا نگرہا کہ امام کی طرف احتیاج نہ ہو ہر زمانے میں مقلدین کا ہند و مجتہدین سے بدرجہا زائد رہا ہے تو امام سے بے نیازی کو کوئی ممکن بلکہ علماء کی طرف حاجت و توجہت میں بھی ہوگی حالانکہ وہاں احکام تکلیفی نہیں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اهل الجنة لیحتاجون الی العلماء فی الجنة وذلک انہم یرون اللہ تعالیٰ فی کل جمعة فیقول لہم تبتوا علی ما شئتم فیلتفتون الی العلماء فیقولون ما ذانقنی فیقولون تبتوا علیہ کذا کذا انہم یحتاجون

۱۷۷ھ بلکہ ایک قول میں ولادت امام ۱۷۷ھ میں ہے کما فی دلیلات الامعان یوں تقریباً ۶۰ برس چھوٹے ہوں گے ۱۲

الیہم فی الجنة کما یتحتاجون الیہم فی الدنیا بے شک۔ اہل جنت، جنت میں علما کے محتاج ہوں گے یوں کہ ہر جمعہ کو انھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ فرمائے گا جو جی میں آئے مجھ سے مانگو (اب جنت سے مکان میں جا کر کون سی حاجت باقی ہے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کہ کیا مانگیں) علما کی طرف مومنہ کر کے کہیں گے ہم کیا تمنا کریں وہ فرمائیں گے اپنے رب سے یہ مانگو تو لوگ جنت میں بھی علما کے محتاج ہوں گے جس طرح دنیا میں اُن کے محتاج ہیں رواہ ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اللہم انی استلک بعلماء امة حبیبک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ترحمنا بہم فی الدنیا والاخرۃ وترزقنا بجاہم عندک العلم النافع والقلب الخاشع والعفو والعافیۃ والمغفرۃ صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اُمین والحمد للہ رب العلمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

## باب احکام المسجد

مسئلہ۔ از کھٹو محلہ علی گنج مرسلہ حافظہ عبد اللہ ۵ رذی الحجہ ۱۳۳۵ھ  
کیا فرماتے ہیں علما دین جو اب اس مسئلہ کا کہ سقف مسجد پر سب گرمی کے ناز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے ہاں اگر مسجد جماعت پر تنگی کرے نیچے جگہ در ہے تو بانی ماندہ لوگ چھت پر صفت بندی کر لیں یہ بلا کراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے بشرطیکہ حال امام شیعہ نہ ہو فی العلم الکبریۃ الصعود علی کل مسجد مکروہ ولہذا اذا اشتد الحویکہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فیجوز لایکرة الصعود علی سطحہ لضرورۃ کذا فی انغاثب واللہ تعالیٰ اعلم۔

## التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد

۱۳۰ھ

مسئلہ۔ از قصبہ کٹھور اسٹیشن سائن ضلع سورت ملک گجرات مسجد پرب والے مرسلہ مولوی عبد الحق صاحب مدرس مدرسہ عربی کٹھور  
سیٹھ باتا بھائی صاحب مہتمم مدرسہ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علما شریعت اس صحن مسجد کے حکم میں کہ جس پر روم گرام میں ہمیشہ نماز فرض باجماعت مغرب وعشاء و فجر اور کبھی عصر بھی ادا کی جائے اور یہ مسجد چونکہ برسر بازار واقع ہے اس واسطے آمد و رفت نمازیوں کی زیادہ ہے عصر و مغرب کو کبھی جماعت ہو چکی ہو تو اکثر آدمی اگر اس صحن پر اکیلے فرض نماز پڑھ لیتے ہیں کبھی دو چار آدمی آگئے تو وہاں پر جماعت بھی کر لیتے ہیں اور موسم اعتدال ربیع و خریف میں بھی کبھی معمولی جماعت صحن مذکور پر ہو جایا کرتی ہے اب صحن مذکور کو حکم مسجد کا دیا جائے یا نہیں اس پر جنبی وغیرہ ناپاک آدمی کا



بلاعذر شرعی کے جانا جائز ہے یا نہیں دو شخص باہم مناظرہ کرتے ہیں ایک کے نزدیک صحن مذکور مسجد ہے اور جنبی کا اُس پر جانا حرام اور دوسرے کے نزدیک مصلے عید کے حکم میں ہے جنبی کو اُس پر جانا جائز ہے دلیل اُس کی یہ ہے کہ ہمارے شہر سورت میں اندرون مسجد کو جماعت خانہ اور صحن مسجد کو خارج بولتے ہیں دوسری دلیل یہ کہ فنا اور حریم مسجد اور صحن مسجد باعتبار مضموم کے متحد ہیں فنا اور حریم مسجد پر جب جنبی کو جانا جائز ہو تو صحن پر بھی جائز ہوگا کس واسطے کہ فنا کو حکم مصلے عید کا ہے اور علمائے سورت میں سے دو عالم صحن مذکور حکم مسجد کا فرماتے ہیں ان دونوں عالموں میں سے ایک عالم صاحب اس شخص کے جو صحن مسجد کو خارج مسجد کہتا ہے استاذ بھی ہیں اب ہر ایک مناظرین مرقوم بالا میں سے ایک دوسرے کو مفسد کہتا ہے مفسد فی الدین کون ہے اور مصلح عند الشرع کون اور لفظ فنا مسجد اور حریم مسجد کے معنی صحن مسجد کے سمجھنا صحیح ہیں یا غلط اور دوسرے یہ کہ ساکن بن شہر سورت کا عرف کہ اندرون مسجد جماعت خانہ اور صحن مسجد خارج مسجد بولنا یہ عند الشرع معتبر ہے یا نہیں اور کس قدر نمازیں ہر سال میں اُس صحن ہر ادا کی جائیں کہ دو صحن مسجد بن جائے اُس صحن کی مسجد بن جانے میں سوائے نماز کے اور کوئی دوسری شرط بھی عند الشرع معتبر ہو تو تحریر فرمائیں - بینوا تو جبروا

## الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ

صحن مسجد قطعاً جز مسجد ہے جس طرح صحن خارجہ دار یہاں تک کہ اگر قسم کھائی زید کے گھر نہ جاؤں گا اور صحن میں گیا بیشک حانت ہوگا کما یظهر من الهدایة والهندیة والدرا المختار ودر المختار وعامة الاسفار اسی طرح اگر قسم کھائی مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا ہرگز حانت نہ ہو اور لہذا متکلف کو صحن میں آنا جانا بیٹھنا رہنا یقیناً روا۔ یہ مسئلہ اپنی نہایت وضاحت وغایت شہرت سے فرمایا کہ بدیہیات اولیہ سے ملتی ہو جس پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل و افعال شاہد عدل جن کے بعد اصلاً احتیاج دلیل نہیں ہاں جو دعویٰ خلاف کرے اپنے دعوے پر دلیل لائے اور ہرگز نہ لائے کہ حتیٰ یلج الجہل فی سواد الخیاط مدعی خلاف نے کہ صحن مسجد کے مسجد نہ ہونے پر دو دلیلیں پیش کیں ایک عام جس میں دلیل کی صورت بھی نہیں بلکہ محض دعوئے بے دلیل ہے دوسری خاص سا جہد و سورت سے متعلق دونوں محض باطل و ذرا ہن فہر غفر اللہ تعالیٰ لہ اس مسئلہ واضح کی ایضاً کو حکم ضرورت صرف دس وجہیں ذکر کرتا ہے جن سے حکم ابطال تام پائے اور دونوں دلیل خلاف کا ازالہ اوہام ہو جائے اسی کے ضمن میں انشاء اللہ تعالیٰ تمام مراتب سوال کا جواب مشکف ہو جائیگا **فاقول** وبالله التوفیق وافاضة التحقيق اولاً مسجد اُس بقعہ کا نام ہے جو بغرض نماز پنجگانہ وقف خالص کیا گیا و تمام تعریفہ مع فوائد قیودہ فی الوقف من کتابنا العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویہ یہ تعریف بالیقین صحن کو بھی شامل اور عمارات و بنا یا سقف وغیرہ ہرگز اُس کی ماہیت میں داخل نہیں یہاں تک کہ اگر عمارت اصلاً نہ ہو صرف ایک چوترہ یا محدود میدان نماز کے لیے وقف کر دیں قطعاً مسجد ہو جائے گا اور تمام احکام مسجد کا استحقاق پائے گا فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ ذخیرہ و فتاویٰ علمگیری وغیرہ میں ہے رجل لہ ساحة امر قومان یصلوا فیہا بجماعة ان قال صلوا فیہا ابداداً و امرهم بالصلوة مطلقاً و ذی الابد صارت الساحة مسجد الوما ت لا یورث عنه اھ ملخصاً پھر سقف و غیر سقف میں فرق کرنا اُسے مسجد اسے فنا مسجد ٹھہرانا محض بے معنی

ثانیاً ہر عاقل جانتا ہے کہ مسجد و معبد ہو یا مسکن و منزل ہر مکان کو لمحاظ اختلاف موسم و حصوں پر تقسیم کرنا عادات مطرودہ بنی نفع انسان سے ہے جس پر معظم معمرۃ الارض میں تمام اعصار و اعمار کے لوگ اتفاق کیے ہوئے ہیں ایک پارہ مسقف کرتے ہیں کہ برت و بارش آتا ہے بچائے دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے ہوا لینے گرمی سے بچنے کے کام آئے زبان عرب میں اول کو شستوی کہتے ہیں اور دوم کو صیفی کہا افادۃ العلامة بدرالدین محمود العینی فی کتاب الایمان من البنایۃ شرح الہدایۃ یہ دونوں ٹکڑے قطعاً اُس مسجد یا منزل کے یکساں دو جزو ہوتے ہیں جن کے باعث وہ مکان ہر موسم میں کام کا ہوتا ہے اور بالیقین مساجد میں صحن رکھنے سے بھی واقفین کی یہی غرض ہوتی ہے ورنہ اگر صرف شستوی یعنی مسقف کو مسجد اور صیفی یعنی صحن کو خارج از مسجد ٹھہرائے تو کیا واقفین نے مسجد صرف موسم سرما و عصرین گرمی کے لیے بنائی تھی کہ ان اوقات میں تو نماز مسجد میں ہو باقی زمانوں میں نماز و اعتکاف کے لیے مسجد نہ ملے یا ان کا مقصود یہ جبر کرنا تھا کہ کیسی ہی صحن و حرارت کی شدت ہو مگر ہمیشہ مسلمان اسی بند مکان میں نمازیں پڑھیں معتکف رہیں ہو اور راحت کا نام نہ لیں یا انھیں دنیا کا حال معلوم نہ تھا کہ سال میں بہت اوقات ایسے آتے ہیں جن میں آدمی کو درجہ اندرونی میں مشغول نماز و تراویح و اعتکاف ہونا درکار دم بھر کو جانا ناگوار ہوتا ہے اور جب کچھ نہیں تو باجزم ثابت کہ جس طرح انھوں نے اپنے چین کے لیے مکان سکونت میں صحن و دالان دونوں درجے رکھے یہ وہی عام مسلمین کی عام اوقات میں آسائش و آرام کے لیے مسجد کو بھی انھیں دو حصوں پر تقسیم کیا مثلاً اب نمازیوں سے پوچھیے آپ اذان سن کر گھر سے کس ارادہ پر چلتے ہیں یہی کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے یا کچھ اور قطعاً یہی جواب دیں گے کہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اب دیکھیے کہ وہ موسم گرمیاں میں فجر و مغرب و عشا کی نمازیں کہاں پڑھتے ہیں اور ان کے حفاظ قرآن مجید کہاں سناتے ہیں اور ان کے معتکف کہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں خود ہی کھل جائے گا کہ مسلمانوں نے صحن کو بھی مسجد سمجھا ہے یا نہیں تو مسجدیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف راہِ باعاً بلکہ غور کیجیے تو جو صاحب انکار رکھتے ہیں خود انھیں کے افعال ان کی خطا پر دال اگر وہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہوں تو لا جرم موسم گرمیاں عام مسلمانوں کی طرح صحن ہی پڑھتے ہوں گے پھر ان سے پوچھیے آپ گھر چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھنے کیوں آئے اور جب یہ مسجد نہیں تو یہاں نماز پڑھنے میں کیا فضیلت سمجھی فضیلت درکار داعی اللہ کی اجابت کب کی اور حدیث لا صلوة لجمار المسجد الا فی المسجد کی تعمیل کہاں ہوئی اور سنت غلیہ جلیہ کس واسطے چھوڑی کیا کوئی ذی عقل مسلمان گواہ کرے گا کہ مکان چھوڑ کر اذان سن کر نماز کو جائے اور مسجد ہوتے سائے مسجد میں نہ پڑھے بلکہ اُس کے حریم و حوالی میں نماز پڑھ کر چلا آئے کیا اہل عقل ایسے شخص کو مجنون نہ کہیں گے تو انکار والوں کا قول و فعل قطعاً متناقض اگر یہ عذر کریں کہ جہاں امام نے پڑھی مجبوری ہمیں پڑھنی ہوئی ہے تو محض بجا و نامعقول و ناقابل قبول آپ صاحبوں پر حق مسجد کی رعایت اتباع جماعت سے اہم و اقدم تھی جب آپ نے دیکھا کہ سب اہل جماعت مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھتے ہیں آپ کو چاہیے تھا خود مسجد میں جا کر پڑھتے اگر کوئی مسلمان آپ کا ساتھ دینا جماعت کرتے ورنہ تنہا ہی پڑھتے کہ حق مسجد سے ادا ہوتے یہاں تک کہ علما اس تنہا پڑھنے کو دوسری مسجد میں باجماعت پڑھنے سے افضل بتاتے ہیں نہ کہ غیر مسجد میں فتاویٰ امام قاضی خاں پھر خزانۃ المفتیین پھر رد المحتار وغیرہ میں ہے ینہب الی مسجد منزلہ و یؤذن فیہ و یصلی و ان کان واحداً لان المسجد منزلہ حلالیہ فیؤدی حقہ مؤذن مسجد لا یحضرہ مسجدہ احد

قالوا بوزن و فقیہ و یصلی و حذو لک احب من ان یصلی فی مسجد اخر تنبیہ انہیں وجہ سے ظاہر ہو گیا کہ اہل سورت کا خاص درجہ شتویٰ کو جماعت خانہ کنا ایک اصطلاح خاص ہے اور صیغی یعنی صحن کو خارج اسی معنی پر کہتے ہیں کہ اُس جماعت خانہ مصطلح سے باہر ہے نہ بایں معنی کہ جز مسجد نہیں اور اگر خارج مسجد ہی کہتے ہوں تو یہ کنا ایسا ہے جیسے علمائے کرام ظاہر بدن کو خارج البدن فرماتے ہیں جس کے یعنی کہ بدن کا بیرونی حصہ نہ یہ کہ بدن سے باہر ہو میں خارج مسجد یعنی مسجد کا بیرونی ٹکڑا نہ یہ کہ مسجد سے خارج اور بالفرض اگر انہوں نے اپنی اصطلاح میں مسجد صرف شتویٰ یعنی سقف ہی کا نام رکھا ہو تو اسے مسجد نہ کہنے کا حاصل اس قدر ہوگا کہ درجہ شتویٰ نہیں نہ یہ کہ شرعاً مسجد نہیں اُن کے افعال دائمی یعنی موسم گرما میں ہمیشہ جماعت مغرب و عشاء و فجر صحن ہی پر پڑھنا اور اذان سننے پر کانوں سے بارادہ صلوٰۃ فی المسجد اگر یہاں جماعت کرنا جس کی تصریح سوال میں موجود اور رمضان گرما میں یہیں تراویح پڑھنا مستلک رہنا عادیہ بالقطع معلوم و مشہود اس مراد و مقصود پر شاہدین و مفید تسمین و ہدایت یقین کمالاً مخفی علی صبی عاقل فضلاء عن فاضل خامساً طرفہ یہ کہ انکار کرنے والے حالت دخول جنب میں بحث و نزاع کرتے ہیں اُن کے قول پر یہ معاذ اللہ صراحت بدعت شیعہ مسلمانوں سے علی الدوام والا التزام واقع ہوتی ہے یعنی گرمی میں مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں جماعت پڑھنا اور جن مسجد تلف کرنا اس پر کیوں نہیں انکار کرتے بلکہ اس میں تو خود بھی شریک ہوتے ہیں کہ خلاف میں اپنی بھی تکلیف ہے اب اگر وہ اپنے قول باطل پر اصرار کر کے اسی فکر میں پڑیں کہ نماز صحن مطلقاً بند کر دی جائے اور ہمیشہ ہر موسم ہر وقت کی جماعت اندر ہی ہو کرے اور بالفرض اُن کی یہ بات غلطی کو نماز صحن سے مانع آئے تو دیکھیں موسم گرما میں کتنی مسجدیں نماز و جماعت و تراویح و اعتکاف سے معطل محض ہوئی جاتی ہیں کہ لوگ جب صحن سے روکے جائیں گے اور اندر ان افعال کی بجا آوری سے بالطبع گھبرائیں گے لاجرم مسجد کے آنے سے باز رہیں گے اور اگر ایک دو نے یہ ناحق و سبب کی سخت مصیبت گوارا بھی کر لی تو عام خلاف کا تقرقظی یقینی تو اس نزاع بجا کا انجام معاذ اللہ ساجد کا ویران کرنا اور اُن میں ذکر و نماز سے بندگان خدا کو روکنا ہے قال اللہ عزوجل ومن اظلم ممن منع مسجداً للہ ان یدنکر فیہا اسمہ و سعی فی خواہما اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو اُن میں نام حنہ یا دے سکے جانے سے روکے اور اُن کی ویرانی میں کوشش کرے اب صحن کو مسجد نہ ماننے والے غور کریں کہ کس کا قول افساد فی الدین تھا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم سادساً اس مسئلہ جلیہ کو کلمات المہ کرام ہی سے استخراج کرنا چاہیے تو بوجہ کثیرہ میسر علی تصریح فرماتے ہیں کہ مسجد مبارک حضور ربہ المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانہ اقدس میں جنوباً شمالاً یعنی دیوار قبلہ سے پائین مسجد تک سو گز طول رکھتی تھی اور اسی قدر شرقاً غرباً عرض تھا اور پائین میں یعنی جانب شام ایک سقف والاں جنوب رو یہ تھا جسے صفہ کہتے اور اہل صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس میں سکونت رکھتے یہ بھی جز مسجد تھا علامہ رحمۃ اللہ سندہی تلمیذ امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام منسک متوسط اور مولانا علی قاری مکی اُس کی شرح منسک متقسط میں فرماتے ہیں (حدادہ) ای حدود المسجد الاول (من المشرق من وراء المنبر نحو ذراع ومن المغرب الاسطوانة الخامسة من المنبر ومن الشام حیث ینتھ مائة ذراع من محرابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وهو معلوم لاهل المدینۃ بالعلامة الموضوعۃ اہ ملخصاً علامہ طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں اہل الصفۃ فقہاء المہاجرین

ومن لم یکن له منهم منزل یسکنہ فکانوا یاوون الی موضع مظلل فی مسجد المدینۃ صحیح بخاری شریف میں ہے باب  
 نوم الرجال فی المسجد وقال ابو قلابہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدم رھط من عھکل علی النبی صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم فکانوا فی الصفۃ وقال عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان اصحاب الصفۃ الفقراء علامہ  
 احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں الصفۃ بضم الصاد وتشدید الفاء موضع مظلل فی اخوات المسجد  
 النبوی تاوی الیہ المساکین اب شاہدہ کرنے والا جانتا ہے کہ محراب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ محراب امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کی جانب شمال ہے پائین مسجد کو پیمائش کرتے آئیے تو سوگڑ کی مساحت ایک حصہ صحن میں آئے گی اور قطعاً معلوم کہ زمانہ اقدس میں  
 جس قدر بنائے مسجد تھی اُس میں کمی نہ ہوئی بلکہ افزونیاں ہی ہوتی آئیں تو واجب کہ اُس وقت بھی یہ سوگڑ صحن تھی اور جبکہ صحن تک جز مسجد  
 تھا کما ظہر مما نقلنا من العبارات تو کیونکر معقول کہ بیچ میں صحن خارج مسجد گنا جلتے سابقاً علماً ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد میں پیڑ بونا  
 ممنوع ہے کہ اُس سے نماز کی جگہ رُکنے کی مگر جبکہ اُس میں نفع مسجد ہو اس طرح کہ زمین مسجد اس قدر رُکن ہو کہ ستون بوجہ شدت رطوبت نہ ٹھہرتے  
 ہوں تو عذب تری کے لیے پیڑ بوئے جائیں کہ جڑیں پھیل کر زمین کی ٹم کھینچ لیں ظہیر یہ و خانہ یہ و خلاصہ وہند یہ و بحر الرائق وغیرہ میں ہے یکوہ  
 غرس الشجر فی المسجد لانه یشبہہ بالبیعة یشغل مکان الصلوۃ الا ان تكون فیہ منفعة للمسجد بان کان الارض نزعہ لا  
 تستقر اما طینھا فغرس فیہ الشجر لیقفل النزع ظہیر یہ کے لفظ یہ ہیں فتعس لتجذب عن وقا لا شہار ذلک النزع فیہ یجوز والا فلا  
 واما جواز مشائخنا فی المسجد الجامع بخلافہا فیہ من الحاجۃ اظہر ہے کہ ستون مسجد مسقف ہی میں ہوتے ہیں اور پیڑ درجہ اندرونی میں  
 نہیں ہوتے بلکہ سائے میں پرورش نہیں ہوتے معذرت تری کی وہ بیشتر سی کہ ستون نہیں ٹھہرتے تو ایسی رطوبت پھولاری وغیرہ کے  
 چھوٹے چھوٹے پودوں سے دفع نہیں ہو سکتی نہ اُن کی جڑیں اتنی پھیلیں کہ اطراف سے جذب کر لیں اور ٹسے پیڑ اندر بوئے جانا معقول  
 نہیں تو واجب کہ اس سے مراد صحن مسجد میں بونا ہے اور اسے اُنھوں نے مسجد میں بونا قرار دیا جب تو غرس فی المسجد کی صورت جواز میں رکھا اور  
 مثال ظہیر یہ نے تو اس معنی کو خوب واضح کر دیا قطعاً معلوم کہ جامع بخارا مسقف نہیں نہ زہار اُس کے درخت زیر مسقف ہیں بلکہ یقیناً صحن  
 میں بوئے گئے اور اسی کو علماء کرام نے غرس فی المسجد جانا مثلاً علماً فرماتے ہیں دروازہ مسجد پر جو دوکانیں ہیں فنائے مسجد ہیں کہ مسجد  
 سے متصل ہیں فتاویٰ امام قاضی خاں پھر فتاویٰ علیگیر یہ میں ہے یصح الاقتداء لمن قام علی الدکان کین التی تكون علی باب المسجد  
 لانھا من فناء المسجد متصلة بالمسجد ظاہر ہے کہ جو دوکانیں دروازہ پر ہیں صحن مسجد سے متصل ہیں نہ درجہ مسقف سے تو لاجرم صحن مسجد مسجد  
 ہے اور یہیں سے ظاہر کہ صحن کو فنا کہنا محض غلط ہے اگر وہ فنائے مسجد ہوتا تو دوکانیں کہ اُس سے متصل ہیں متصل ہوتا ہوتیں نہ متصل بہ مسجد پھر  
 اُن دوکانوں کے فنا ٹھہرنے میں کلام ہوتا کہ فنا وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل بہ فنا ہو وہ اس تعریف پر لازم دور کے علاوہ متصل بالفنا بھی  
 فنا ٹھہرے تو سادہ شہر بالا اقل تمام محلہ فنائے مسجد قرار پائے کمالاً بخفی اور یہ ادعا کہ صحن فنا کا مفہوم واحد جبل شدید ہے کہ کسی عاقل سے  
 معقول نہیں شاید یہ قائل اُن دوکانوں کو بھی صحن مسجد کے گاتامسماً انصاف کیجیے تو یہ خاص جزئیہ بھی صحن مسجد میں جنب کا جانا ناجائز ہوا  
 کلمات علماء سے استفادہ ہو سکتا ہے ائمہ فرماتے ہیں جنب کو مسجد میں جانا جائز نہیں مگر جبکہ پانی کا چشمہ مسجد میں ہو اور اُس کے سوا کہیں پانی نہ ملے

تو تیمم کر کے لے آئے مبسوط و عنایہ و رد المحتار و فتاویٰ حج و فتاویٰ ہندیہ و غیرہ اسفار میں ہے واللفظ للثلثة الاول مسافر و مسجد  
 فیہ عین ماء و هو جنب ولا یجوز غیرہ فانہ یتیم لدخول المسجد عندنا ظاہر ہے کہ عامر بلاد میں عامر مسجد جماعات مسقف  
 ہوتی ہیں اور چشمہ آب غار صحن ہی میں ہوتا ہے اور کلمات فقہا امور عادیہ غالبہ ہی پرستی ہوتے ہیں بہت نادر ہے کہ حصہ اندرونی میں چشمہ  
 آب ہو تو انھوں نے صحن ہی میں جنب کو جانے پر یہ احکام فرمائے فافہم و تبصر ان کے سوا اور بہت وجوہ کثیرہ سے استنباط ممکن مگر  
 بعد ان دلائل قاہرہ کے جو ابتداء و زیور گوش سامعین ہوئے حاجت تطویل نہیں عاشر ایاہذا ان براہین ساطعہ کے بعد صحن مسجد کا  
 جزو مسجد ہونا اجلیٰ بدیہیات تھا جس پر اصلاً تصریح کتب کی احتیاج نہ تھی بلکہ جو اسے مسجد نہیں مانتا وہی محتاج تصریح صریح قطعی تھا  
 اور ہرگز نہ دکھا سکتا نہ کہی دکھا سکے تاہم فقیر نے بطور تبرع یہ چار استنباط بھی کلمات اللہ سے ذکر کیے کہ یہ بدیہی مسئلہ اپنے غایت وضوح و انتشار  
 کے باعث اس قبیل سے تھا جس پر خدام فقہ کو کتب اللہ میں تصریح جزئیہ ملنے کی امید نہ ہوتی کہ ایسی روشن و مشہور باتوں پر فقہائے کرام کم  
 توجہ فرماتے ہیں مثلاً اگر کوئی اس امر کی تصریح کتابوں سے نکالنا چاہے کہ مسجد کے درجہ شتویٰ میں جسے اہل سورت جماعت خانہ کہتے ہیں تین  
 درہیں ان میں بائیں طرف کا در بھی جزو مسجد ہے اور اس میں بھی جنب کو جانا ممنوع یا نہیں تو غالباً ہرگز اس کا جزئیہ نہ پائے گا مگر بحمد اللہ  
 تعالیٰ جب فقیر یہاں تک لکھ چکا مسئلہ کا خاص جزئیہ کلمات علما میں یاد آیا جس میں اللہ دین نے صاف تصریحیں فرمائی ہیں کہ مسجد کے صحن  
 و شتویٰ یعنی صحن و مسقف دونوں درجے یقیناً مسجد ہیں اب شیخ امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری فتاویٰ خلاصہ پھر امام فخر الدین ابو محمد  
 عثمان بن علی زلمی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق پھر امام حسین بن محمد سماعی خزائن المفتین پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام  
 فتح القدیر پھر علامہ عبدالرحمن بن محمد رومی مجمع الانہر شرح ملقی الاجر پھر علامہ سیّدی احمد مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح پھر  
 خاتم المحققین سیّدی محمد بن عابد بن شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں واللفظ للخلاصة والخزانة رجل انتہی الی الامام والناس فی  
 صلاة الفجر ان یدرک رکعة فی الجماعة یا فی برکعتی الفجر عند المسجد وان لم یمکن یا فی بعضا فی المسجد الشتوی ان  
 کان الامام فی الصیفی علی العکس وان کان المسجد واحد اوقف فی ناحية المسجد ولا یصلیہما مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة  
 فان فعل ذلك یکرہ اشدد الکراهة اہ رد المحتار میں ہے قوله عند باب المسجد ای خارج المسجد كما صرح به القمستانی الخ **اقول** و  
 یوضّح قول الهدایة والہندیة یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل امام ابو البرکات حاکم الدین نسفی کافی شرح ملکی میں  
 فرماتے ہیں الا فضل فی السنن المنزل ثم باب المسجد انکان الامام یصلی فی المسجد ثم المسجد الخارج ان کان الامام یصلی فی  
 الداخل او الداخل ان کان فی الخارج اہ ملخصاً محقق علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق پھر علامہ سیّدی احمد طحاوی حاشیہ رد مختار  
 میں فرماتے ہیں السنة فی السنن ان یأتی بها فی بیتہ او عند باب المسجد وان لم یمکنه ففی المسجد الخارج الخ منیة و شمسہ صغیر  
 منیہ للعلامہ ابراہیم الحلبي میں ہے (السنة) المؤکدة (فی سنة الفجر) ان لا یأتی بها مخالطاً للصف ولا خلف الصف من غیر  
 حائل و (ان یأتی بها) اما (فی بیتہ) وهو الافضل (او عند باب المسجد) ان امکن بان کان هناك موضع لائق للصلاة  
 (وان لم یمکنه) ذلك (ففی المسجد الخارج) انکانوا یصلون فی داخل وبالعکس ان کان هناك مسجد ان صیفی و شتوی ا ہ

امام محقق علامہ محمد محمد بن امیر الحاج جلی جلیہ میں اسی قول منیہ کے نیچے فرماتے ہیں المسجد الخارج صحن المسجد اھ دیکھو اول کی سات کتابوں میں صیغی وشتوی دونوں کو مسجد فرمایا اور آٹھ سے گیارہ تک چار کتابوں میں انھیں مسجد داخل و مسجد خارج سے تعبیر کیا صغیری نے ان عبارات شتی کا مصداق واحد ہونا ظاہر کر دیا اور جلیہ میں تصریح فرمادی کہ مسجد بیرونی صحن مسجد کا نام ہے تو صاف واضح ہو گیا کہ صحن مسجد قطعاً مسجد ہے جسے علماء کبھی مسجد صغیری اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں والحمد لله علی وضوح الحق ان نصوص صریحہ کے بعد ان استنباطوں کی حاجت نہ تھی مگر کیا کیجیے کہ فقیر انھیں پہلے ذکر کر چکا تھا لہذا ان کے ابقا میں طالبان علم و خدامان فقہ کی منفعت کے احوال علماء سے استنباط مسائل کا طریقہ دیکھیں و بالله التوفیق اب کہ بھدا اللہ کا شمس علی نصف النہار واضح و آشکار ہو گیا کہ صحن مسجد بالیقین جز مسجد ہے تو اس کے لیے تمام احکام مسجد آپ ہی ثابت جن کا ثبوت صحن پر نمازیں پڑھے جانے خواہ کسی شرط پر اصلاً موقوف نہیں کہ مسجد مذہب راجح پر واقف کے صرف اس کہنے سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اور دوسرے مذہب پر ایک قول صحیح ظاہر الروایہ میں دو آدمیوں کی جماعت باذان و اقامت بلکہ واقف کے سوا ایک ہی شخص کی اذان و اقامت و نماز برہیئت جماعت اور ایک قول ظاہر الروایہ میں ہواٹے واقف ایک ہی آدمی کے منفرداً نماز پڑھ لینے سے یکجہ اجزاء مسجد ہو جاتی ہے تو ہر ہر جز میں جداگانہ نماز ہونے کی بالا جماع حاجت نہیں مذہب اول پر تو خود ظاہر کہ مطلقاً نماز کی شرط ہی نہیں صرف قول کفایت کرتا ہے اور ثانی پر بھی واضح کہ منفرد کی نماز یا دو شخصوں کی جماعت ہر پارہ مسجد کو شامل نہیں ہو سکتی کمالاً مخفی فوضہ المقصود والحمد لله العلی الودود تنور الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے یزول ملکہ عن المسجد بقوله جعلته مسجداً عند الثاني (رونی الدر المنقہ) و قدیم فی التذکرہ والدر والوقایہ وغیرہا قول ابی یوسف و علمت ان حیثیتہ فی الوقت والقضا اھ ش) و شرط محمد والامام الصلاة فیہ بجماعة (واشترائط الجماعة لانها المقصودة من المسجد ولذا شرط ان تكون جهر اباذان و اقامتہ و کلا لم یصر مسجد اقل الذیلعی و هذه الرعاية هی الصیحة وقال فی الفتح ولواحد الامام والمؤذن و صلی فیہ وحده صار مسجداً بالاتفاق لان الاحاء علی هذا الوجه کما جماعۃ لکن لو صلی الواقف وحده فالصیح انه لا یکفی اھ ش) وقیل لیکفی واحد وجعلہ فی الخانیۃ ظاہر الروایۃ (وعلیہ المتن کالکثر والمیلۃ وغیرہا وقد علمت تصحیح الاول وصحیہ فی الخانیۃ وعلیہ اقتصار فی کافی الحاکم فہو ظاہر الروایۃ ایضا اھ ش) والله سبحانه وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتمہ واحکم۔

**مسئلہ۔** - البری سال درسلہ جان محمود ساکن چاند

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کے مکان میں ایک مسجد مدت سے قائم ہے اور وہ خود متولی ہے اور مسجد کی نماز بھی ہمیشہ پڑھی جاتی ہے ابھی متولی مسجد نے ایک شخص کو کسی وجہ سے منع کیا کہ وہ اس مسجد میں نہ آوے جب اس کو منع کیا تو وہ شخص اور چند مصلحتیہ ہو کر دوسری جگہ پر ایک مسجد نئی بنا کر لی اس قدر فاصلہ ہے کہ اگر بلند آواز سے اذان سکے تو احتمال سنائی کی ہے اس صورت میں دونوں مسجدوں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا ایک میں اگر ایک میں ہے تو اول یا ثانی اگر صورت مذکورہ میں منع کرنا کسی مصلحت کو شرعاً کوئی وجہ سے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بحوالہ الکتاب توجہ اہوم الحساب۔

## الجواب

جو شخص موزی ہو کہ نمازیوں کو تکلیف دیتا ہے برا بھلا کہتا ہے شریعہ سے اُس سے اندیشہ رہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے اور اگر بد مذہب گمراہ مثلاً وہابی یا رافضی یا غیر مقلد یا پیغمبری یا ندوی یا تفضیل وغیرہ ہے اور مسجد میں آکر نمازیوں کو ہکاتا ہے اپنے مذہب نام پاک کی طرف بلاتا ہے تو اُسے منع کرنا اور مسجد میں نہ آنے دینا ضرور واجب ہے فقد نص فی العینی ثم در المختار وغیرہا من معتمدات الاسفار باخراج کل موزو لوبلسا نہ یوہیں جس کے بدن میں بیو ہو کہ اُس سے نمازیوں کو ایذا ہو مثلاً معاذ اللہ گندہ دہن یا گندہ بفل یا جس نے خارش وغیرہ کے باعث گندہ حک ملی ہو اُسے بھی مسجد میں نہ آنے دیا جائے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا یق بن مصلا نا اور بلا وجہ شرعی اپنی کسی بخش دوزی کے باعث مسجد سے کسی مسلمان کو روکنا سخت گناہ ہے لقولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یدن کر فیہا اسمہ وصی فی خواہا اور مسجد جبکہ بنیت خالصہ بنائی جائے تو پہلی مسجد کے کسی قدر قریب ہو کچھ حرج نہیں لہذا فی الاستبلا والدان لاهل المحلة ان یجعلوا المسجد مسجدین مگر جمعہ قائم کرنے کے لیے ضرور ہے کہ امام جمعہ وہ ہو جسے بادشاہ اسلام نے امام جمعہ مقرر کیا یا وہ جسے اُس نے اپنا نائب کیا اور یہ نہ ہو تو وہ جسے اہل اسلام جمع ہو کر امام جمعہ مقرر و عین کریں ہر شخص جمعہ وعیدین کی امامت نہیں کر سکتا کما نصوا علیہ فی معتمدات المذہب اس طرح کا امام اگر اس دوسری مسجد کو میسر ہوگا تو اُس میں بھی جمعہ جائز ہوگا ورنہ نہیں واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شر پور بندر ملک کا ٹھیا دار محلہ ڈیڑ روڈ مسئلہ کھتری عمر ابو بکر صاحب ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں (۱) صحن مسجد داخل مسجد ہے یا خارج مسجد ہے (۲) اذان ثانی جمعہ جو صحن مسجد میں پڑھی جائے تو داخل مسجد قرار پائے گی یا نہ (۳) کوئی شخص باوجود داخل مسجد ہونے کے صحن مسجد میں نماز پڑھے تو اُس کو مسجد کا پورا ثواب ملے گا یا کم (۴) جنازہ مسجد میں یا صحن مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

## الجواب

صحن مسجد جزو مسجد ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ اُس میں نماز مسجد ہی میں نماز ہے پٹے ہوئے درجے کو مسجد شتوی کہتے ہیں یعنی موسم سرما کی مسجد اور صحن کو مسجد صیفی یعنی موسم گرما کی مسجد۔ اذان مسجد میں منع ہے نہ الا ان میں اجازت ہے نہ صحن میں۔ مسجد و صحن مسجد میں جنازہ کے لیے اجازت نہیں ہوا الصحیح۔ صحن کسی حکم میں مسجد سے جدا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از پیل بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب ، صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ نفیل حوض خارج مسجد ہے۔ بینوا توجروا۔

## الجواب

حوض قدیم کی نفیل فنائے مسجد ہے نہ عین مسجد ورنہ اس پر وضو نا جائز ہوتا اور فنائے مسجد میں اذان جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از تپول سولول ڈاکھا ہرول ضلع در بنگلہ بلگرام چرسہ مرسلہ عبد الحکیم صاحب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ



ایک جگہ بستی میں بستی کے سارے مسلمان مل کر کے مسجد بنوایا لیکن زمین دوسرے آدمی کے نام سے جس کے نام سے زمین ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسجد ہماری ہے ہم جن کو حکم دیں گے وہ نماز پڑھے گا اور ہم جس کو حکم دیں گے وہ امامت کرے گا وہ جسے روکنے کا ہے اس مسجد میں اس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں اور اس مسجد کو کیا کہا جائے گا۔

### الجواب

اشعر و جل فرماتا ہے ان المسجد لله مسجد خاص اللہ کی ہیں ان میں کسی کا کوئی دعویٰ نہ زمین والے کو نہ علیہ والوں کا اور بلاوجہ شرعی کسی سنی مسلمان کو مسجد سے منع کرنا حرام ہے اشعر و جل فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان يذکر فيها اسمہ و سعی فی خرابها اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں اللہ کا نام لیا جانے سے اللہ ان کی ویرانی میں کوشش کرے مگر اس کے منع کرنے سے نہ مسجد میں کوئی نقصان آئے گا نہ وہ جسے منع کیا اسے مسجد میں نماز پڑھنا منع ہو جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ - از شہر راجھی قصاب محلہ مرسلہ شیخ ولی محمد سوداگر چہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیر قلد و بابی جو تقلید کو بدعت کہے ائمہ مجتہدین پر طعن کرے ختم نبوت اور کرامات دلیا کا قائل نہ ہو جناب ولی الاولیا غوث الاعظم پر طعن کرے انعقاد مجلس میلاد اور یار رسول اللہ کہنے کو بدعت کہے آئین با بھر و رفع الیدین کہے وغیرہ وغیرہ ایسے شخص کی اقتدا اور اس کی موافقت و مکالمت صوم و صلوٰۃ جائز ہے یا نہیں ایسے عقیدہ والوں کو واسطے دفعہ فتنہ و فساد کے جو موجب اس کا خلاف عقیدت باہمی سے مسجد میں نہ آنے دینا جائز ہے یا نہیں بحسب فرمان شرع شریف بحوالہ کتب ارشاد ہو۔

### الجواب

ایسا شخص کا فرم کرنا ہے اس کے مرتد ہونے کے لیے صرف انکار خاتمت ہی کافی ہے قال اللہ تعالیٰ ولكن رسول الله و خاتم النبيين - تتمۃ الفتاویٰ اور اشباہ و التظاہر میں ہے ان لم یعرف ان محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم آخر الانبياء فليس بمسلم لانه من الضروريات تقليد کو بدعت کہنا ائمہ مجتہدین پر طعن کرنا اور بے تقلید امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رفع یدین اور ہر سے آئین کہنا خاتمت و علامات غیر قلدی ہیں اور کرامات اولیا سے انکار اور حضورید الاولیا پر طعن گمراہی و بد نصیبی اور مجلس میلاد پاک اور یار رسول اللہ کہنے کو بدعت کہنا شعار و بابیت ہے اور بابی لوگ وغیرہ قلدین زمانہ پر حکم کفر ہے جس کی تفصیل الکوکبۃ المشہابہ اور اسل السیوف الہندیہ اور حسام الحرمین سے روشن - شخص مذکور کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور اس سے مجالست و موافقت حرام قال اللہ تعالیٰ و اما ينسبك الشيطان فلا تقعد بعد الذکوی مع العموم الظالمين وقال اللہ تعالیٰ ولا ترکوا الى الذين ظلموا فمقسکم النار و فتنہ و فساد بقدر قدرت فرض ہے اور مفسدوں و موزوں کو بشرط استطاعت مسجد سے روکا جائے گا عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری شریف میں ہے ہر مرتد میں ہے ویسفع منه کل موزو لو بلسانہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - لاہور مگم ضلع احمد آباد ہجرات جامع مسجد مرسلہ تید غلام محی الدین صاحب ۱۳ رجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہر مگم ہجرات میں جو عیگم گاہ ہے اس پر چند لوگ جن کا چار پارچہ نقرے

زیادہ عدد نہیں خود بخود بلا اجازت بانی مسجد و بلا اجازت مسلمانان شہر ایسے قابض و متصرف ہو گئے ہیں کہ گویا وہ مالک ہی ہیں چنانچہ علی الاعلان اس امر کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ اس مسجد میں سوائے ہمارے دوسرے کا حق نہیں جس کو ہم چاہیں گے امام بنا دیں گے اور امام جو بناتے ہیں تو ایسا کہ جس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تمام مسلمانان شہر اور اہل علم حضرات کراہت کرتے ہیں اور یہ کراہت شرعی ہوئی نہ مخالفت بذاتی پر قابضین کی قلیل جماعت کے عقائد کی کیفیت ہے کہ نکاح ثانی کو حرام قطعی سمجھتے ہیں اور مسجد پر تصرفات میں سے بھی ہے کہ اہل شہر کے ساتھ نماز پڑھنے میں مزاحمت کرتے ہیں آیا اہل شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور دوسری عید گاہ قرار دے کر اہل شہر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

### الجواب

اہل شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے اور ان لوگوں کو مزاحمت کا کوئی حق نہیں اگر وہ مانع آئیں گے سخت ظالم ہوں گے قال تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان ینذکر فیہا اسمہ و سعی فی خرابھا اور ایسا امام کہ وہ مقرر کریں معتبر نہ ہوگا امام وہی مانا جائے گا جسے عام مسلمانان شہر حسب شرائط شرعیہ مقرر کریں گے اس کے سوا وہ امام جسے وہ پانچ چھ شخص برخلاف اہل شہر مقرر کریں نماز عید باطل محض ہوگی اہل شہر اگر کسی وجہ سے اُس عید گاہ میں نماز پڑھ سکیں دوسری جگہ پڑھیں اگرچہ کسی میدان میں کہ عید گاہ میں عمارت کی حاجت نہیں اور اگر دوسری عید گاہ ہی تعمیر کرنی مناسب ہو تو انہیں اس کا بھی اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مراد آباد مرسلہ مولوی عبدالباری ہے، صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام بعد فراغت نماز جمعہ کے مقتدیوں کو اپنے پیچھے قطعی نماز پڑھنے دے اور خود اذکار وغیرہ سے مشغول رہے اور مصلیٰ سے لے کر مسجد کے دروازے تک سیدھ میں کوئی نمازی نماز پڑھنے پاوے بلکہ اگر کسی نے نیت بھی باندھ لی تو وہ نیت جبراً توڑ دے اس لیے کہ اُس کے نکلنے میں حرج ہوگا کیونکہ اُس کی عادت ہے بعد فراغت جمعہ بہت دیر کے بعد وہ اپنے حجرہ میں جاتا ہے قاتنی دیر تک کوئی مصلیٰ اُس کے محاذ اور عقب میں نماز پڑھے اگر کسی ناواقف نے ایسا کر بھی لیا تو اُس پر نہایت تشدد کرتا ہے کیا ایسا کرنا ہے۔

### الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے وان المنجد للہ مسجدیں خاصہ اللہ کے لیے ہیں ان میں کسی کا ذاتی دعویٰ نہیں پہنچتا اور فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان ینذکر فیہا اسمہ اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الٰہی لیے جانے سے روکے یہ سب ظلم خفیدہ ہے اور بندہ ہی ہوئی نیت توڑ دینا اشد ظلم ولا تبطلوا اعمالکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہرکنہ محلہ بخار پورہ مسئلہ عبدالرحمن بیگ صاحب ۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جو قدیمی تعمیر کردہ اہلسنت و جماعت کی ہے اور زمانہ قدیم سے آج تک مسجد منکرہ پر قبضہ بھی اہلسنت و جماعت کا ایسی مسجد میں شیعہ کئی ہر دو فریق کا باہم نماز پڑھنا اور اذان و اقامت بھی ہر دو فریق کی ہونا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

## الجواب

اہل سنت کی مسجد میں ردائض کا کوئی حق نہیں اہل سنت کی معتد کتابوں خلاصہ و فتح القدیر و علیگیری و تنویر الابصار و در مختار میں تصریح ہے کہ ردائض کا فرہیں اور کافر کا مسجد میں کوئی حق نہیں عبارت یہ ہے الردائض اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياد بالله تعالى فهو كافر والله تعالى اعلم

مسئلہ - از ملک بنگالہ قصبہ گوری پور ضلع مین سنگھ مرسلہ میاں عبد الجلیل ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بڑا فتنہ و مفسد ہے جماعت المسلمین بوجہ اس کے افتراق ہو گیا ہے لوگ دوسری مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اور وہ مفسد امام اس قوم باغین کا ہے اور یہ بنیاد دینی نہیں بلکہ محض نفسانیت ہے اس صورت میں اس مسجد کہنے کو مسجد ضرار کہہ سکتے ہیں یا نہیں - بینوا توجروا

## الجواب

مسجد کہہ ان کے جانے اور نماز پڑھنے پڑھانے سے مسجد ضرار نہیں ہو سکتی کہ مسجد ضرار وہ مسجد ہے جہاں افساد فی الدین و تفسیق بین المؤمنین کے لیے بنائی گئی ہو قال تعالیٰ والذین اتخذوا مسجدا ضوا را دکفوا و اتقوا بقایا بین المؤمنین الی قوله تعالیٰ ام من اصس بیفا نہ علی شفا جوف ہا دالایہ تعمیر شدہ مسجد میں مفسدین کا جانا خواہ ان کا قبضہ و تسلط ہو جائے اسے مسجد ضرار نہیں کر سکتا جیسے واقعہ ترمذ میں لشکر یان بزیہ یا حادہ مسجد میں متبعان نجدی بلید کا سجادہ طیبہ حرمین محترمین میں مفسد داخل والعیاذ باللہ تعالیٰ والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گوالہ باری ضلع ماہہ انگریز آباد ڈاکا دھولاہاٹ مرسلہ شیخ غریب اللہ صاحب ۴ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں مسلمانان ہم قوم ہم مذہب قریب دو اڑھائی سو گھر کے رہتے ہیں اور ایک مسجد پختہ عرصہ دس بارہ برس سے کہ بنوائی ہوئی انھیں مسلمانان کی ہے ایک دن ایک ریلے ہو کر اسی مسجد میں نماز پنجگانہ جمع مسلمانان باشندہ بستی مذکورہ ادا کرتے ہیں اتفاق وقت کہ صد چند سال کے دو مسلمان رئیس میں جو رہنے والے سی بستی کے ہیں جھگڑا و تکرار دنیاوی در بارہ زمین خواہ کسی امر دنیاوی کے برپا ہوا اور ہنوز یہ یا نہیں ہے کہ پچھلے دو کے ایک نے بلا سبب پہلے اور نفسانی و ضد میں آکر چالیس پچاس گھر مسلمانوں کو شامل اپنے لیے کر اس مسجد مذکورہ سے روگرداں ہوا اور ہو کر ایک مسجد گاہی جسے چھوٹی کہتے ہیں اپنے مکان کے قریب تعمیر کر کر نماز پنجگانہ جمع ہمارہماں خود ادا کرتا ہے تو کیا رہتے ہوئے مسجد پختہ کے کہ مسجد ہذا سے مسجد گاہہ انداز ہی دو سو قدم پر واقع ہے اور ان دونوں کے راستہ و میان کسی طرح کا خوف حان و مال کا نہیں ہے نماز پنجوقتہ مسجد گاہہ میں ادا ہو سکتی ہے کہ نہیں اس کے جواز و الا جواز سے جہاں تک تعمیل فرما کر متاثر فرمایا جائے گا عین نوازش و اکرام ہے اور ان دونوں رئیسوں کا بلکہ سائر مسلمانان کا فیصلہ ہے مگر آنکہ ان لوگوں نے جتنے روز تک اس مسجد گاہہ میں جان بوجھ کر نماز پڑھی تو ان بھوں کی نماز ہوئی یا نہیں اور بصورت نکلنے حکم جواز امتنا صدقاً و بصورت نکلنے ناجواز ان مسلمانوں روگردانوں پر از دے شرع شریف کے کیا لازم آسکتا ہے اور ان لوگوں کو جماعت میں پھوٹ ڈالنے و ملاکہہ سکتے ہیں یا نہیں اور جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے پر کیا حکم مطابقت شرع کے جاری کیا جائے گا اور وہ لوگ کیا کہے جاسکتے ہیں آگاہ فرمایا جادے - بینوا توجروا -

## الجواب

جتنی نمازیں اُن لوگوں نے اس نئی مسجد میں پڑھیں اُن کی صحت اور اُن سے ادائے فرض میں تو اصلاً شبہ نہیں اگرچہ یہ مسجد انھوں نے کسی نیت سے بنائی ہو لفظ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجداً و طہوراً فایما رجل من امتی ادرکۃ الصلاۃ فلیصل ہاں یہ کہ وہ مسجد شرعاً مسجد ہوئی یا نہیں اور اُس میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں اور یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے ہوئے یا نہیں یہ اہم ان لوگوں کی نیت پر موقوف ہیں اگر یہ مسجد انھوں نے بغرض نماز خالص اللہ عزوجل ہی کے لیے بنائی اگرچہ اُس پر باعث باہمی بخش ہوئی کہ سبب رنج ایک جگہ جمع ہونا مناسب نہ جانا اور نماز بے مسجد ادا کرنی نہ چاہی لہذا یہ مسجد بے نیت بجا آوری نماز ہی بنائی تو اس کے مسجد ہونے اور اس میں نماز جائز و ثواب ہونے میں کوئی شبہ نہیں لاندہ وقت صدر عن اہلہ فی محلہ علی وجہہ اور اس نیت کی حالت میں یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے بھی نہیں ٹھہر سکتے کہ اُن کا مقصود اپنی نماز باجماعت ادا کرنا ہے نہ دوسروں کی جماعت میں تفرق ڈالنا یہاں تک کہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ اہل محلہ کو جائز ہے کہ بغرض نماز ایک مسجد کی دو مسجدیں کر لیں درمختار میں ہے لاهل المحلۃ جعل المسجدین واحد او عکسہ لصلاۃ لالدین و ذکر الشہاء میں ہے لاهل المحلۃ جعل المسجد الواحد مسجدین والادلی ان یکون لکل طائفۃ مؤذن اور اگر یہ نیت نہ تھی مسجد اللہ کے لیے نہ بنائی بلکہ اُس سے مقصود اگلی مسجد کو ضرر پہنچانا اور اس کی جماعت کا متفرق کر دینا تھا تو بیشک یہ مسجد مسجد نہ ہوئی نہ اس میں نماز کی اجازت بلکہ نہ اس کے قائم رکھنے کی اجازت اور اس صورت میں یہ لوگ ضرور تفرق عجات مومنین کے وبال میں مبتلا ہوئے کہ حرام قطعی و گناہ عظیم ہے قال اللہ تعالیٰ والذین اتخذوا مسجداً غیراً و کفرا و تقیفاً بین المومنین الایہ مگر نیت اور باطن سبب اور مسلمان پر بدگمانی حرام و کبیرہ اور ہرگز مسلمان سے مرفوع نہیں کہ اُس نے ایسی فاسد ملعون نیت سے مسجد بنائی قال اللہ تعالیٰ ولا نفق ما لیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا تو بے ثبوت کافی شرعی ہرگز اس نیت کا گمان کرنا جائز نہیں بلکہ اسی پہلی نیت پر محمول کریں گے اور مسجد کو مسجد اور اُس میں نماز کو جائز و ثواب اور اُس کی آبادی کو بھی ضرور سمجھیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے۔ بدینوا توجروا

## الجواب

**اَوَّلُ** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔ تحقیق یہ ہے کہ علمائے کرام ۱۱ مسئلوں میں مسجد صغیر و کبیر میں فرق فرماتے ہیں ایک مسئلہ صحت اقتداء و انصال صفوت کہ مسجد بقعہ واحدہ ہے اُس میں امام و مقتدی کا فصل مانع صحت اقتداء نہیں اگرچہ امام محراب میں اور مقتدی یا صف قریب باب ہو مگر مسجد کبیر میں حکم مثل صحرا ہے کہ اگر امام و صف میں امت فاصلہ ہو جس میں دو صفیں ہو سکتیں تو اقتداء صحیح نہ ہوگی دوسرے مسئلہ اتم مرد پر مصلیٰ کہ مسجد میں دیوار قبلہ تک جائز نہیں جب تک بیچ میں حاش نہ ہو اُن مسجد کبیر مثل صحرا ہے کہ مصلیٰ جب خاشنیں کی سی نماز پڑھے کہ گاہ دو صفین سجود پڑھائے رہے تو اس حالت میں چنانچہ اُس کی نظر پہنچے کہ نظر کا قاعدہ ہے جہاں جائی جائے اُس سے کچھ آگے بڑھتی ہے وہاں تک گزرنے منع دنا جائز ہے اس سے آگے لے جان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہولہ ہر استون پختی

یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے باقی عام مساجد جس طرح عامہ بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول و عرض میں سو سو گز ہوں اما ما وقع فی القہستان نیتہ عند ذکر المسجد الصغیر ہوا قل من ستین ذراعا وقیل من اربعین وهو المختار كما اشار الیہ فی الجواہر فی الطحطاوی قولہ او مسجد کبیر ہو ما کان اربعین ذراعا فاکثر والصغیر ما کان اقل من ذلك وهو المختار فی قہستان فی عن الجواہر فی الشامیۃ بمثلہ بالسند المذکور فرا بینی کتبت علیہ فیما علقتم علی رد المحتار ما فیہ **اقول** وبالله التوفیق یتضح لی ان ہذا خطاء بل الفاصل ہما فی الصغیر والكبیر ما تقدم فی الكتاب (اعنی رد المحتار عن الامداد) فی مسئلۃ الفصل المانع فی الاقتداء من انہ لا یمنع الا فی مسجد کبیر جہا المسجد القدس وذلك لانہم علو الکرۃ المورر بین یدیه فی المسجد الصغیر الی جہا القبلة بان المسجد بقعۃ واحدۃ کما فی شرح الوقایۃ فی شرحنا ہذا وقد ذکر محنینا فی تقریرہ مسئلۃ الفصل المانع فقال بخلاف المسجد الکبیر فانه جعل فیہ ما نفا الخ فانظر ای کبیر ذاک ما هو الا الکبیر جہا المسجد القدس وما ذکر القہستان فی عن الجواہر فانما کان فی الدار فی مسئلۃ الفصل لا فی المسجد کما مرّت عبارة الجواہر (حیف قال العلامة المحضی فی القہستان البیت کا الصحراء والا صحیح انہ کا المسجد ولہذا یجوز الاقتداء فیہ بلا اتصال الصفوف کما فی النبیۃ ام ولم یذکر حکم الدار فلیراجع لکن ظاہر المقتید بالصحراء والمسجد الکبیر جہا ان الدار کا البیت تامل ثم رأیت فی حاشیۃ المد فی عن جواہر الفتاویٰ ان قاضی خان سئل عن ذلك فقال اختلفوا فیہ فقد رآہ بعضهم بستین ذراعا وبعضہم قال ان كانت اربعین ذراعا فہی کبیرۃ والا فصغیرۃ ہذا المختار ام وحاصلہ ان الدار الکبیرۃ کا الصحراء والصغیرۃ کا المسجد وان المختار فی تقدیر الکبیرۃ اربعین ذراعا **اقول** وبهذا تلتئم کلماتہم ولله الحمد فان منهم من قید ہذا المسئلۃ بالمسجد الصغیر کمتنا ہذا والغیر والنقایۃ والبحر والکافی والبرجندی عن المنصور یہ عن الامام قاضی خان وظہیر الدین المرغینانی ومنہم من اطلق کا خلاصۃ وجوامع الفقہ کما فی الفتاویٰ والمراد واحد فان الصغیر احتراز عن الکبیر جہا فعمامۃ المساجد فی حکم الصغیر فباع الاطلاق لمن اطلق بل اوضحہ جہا کلام العلامة ابن الشبلی علی التبيين عن الدرایۃ عن شیخ الاسلام ان ہذا اعتبار موضع السجود اذا کان فی الصحراء او فی الجامع النبی لہ حکم الصحراء اما فی المسجد فالحد هو المسجد ام فانظر کیف اطلق المسجد واراد بہ مقابل ذلك الکبیر جہا وایض تلتئم کلمات الذخیرۃ فانہ ذکر فی الفصل الرابع من کتاب الصلوۃ فی مسئلۃ المرور الاصح ان بقاع المسجد فی ذاک کلہ علی السواء الخ واستشهد علیہ بکلام محمد المطلق فی المساجد غیر المختص قطعاً بما دون اربعین ثم راعا والمسئلۃ فی الفصل التاسع فقال انکان المسجد صغیراً یکرہ فی ای موضع یمروا لہذا اشار محمد فی الاصل فذکر ذاک الکلام لمحمد بعینہ ففعلہم ولله الحمد ان المراد بالمطلق والمقید واحد وہی المساجد کلہا سوا ما یمنع فیہ الفصل بصفتین الاقتداء ولاینافیہ اطلاق من اطلق وقال انما یأثر بالمرور فی موضع السجود کثیر الا سلام وصاحب الہدایہ والوقایۃ وغیرہم وذلك لان المساجد بقعۃ واحدۃ فالی جہا القبلة کلہ فی حکم موضع السجود کما قالہ فی شرح الوقایۃ بل اشار الی محمد فی الاصل کما فی الذخیرۃ فتحصل ولله الحمد ان لا خلاف بینہم وان الممنوع فی المسجد المرور مطلقاً الی جہا القبلة و فی الجامع الکبیر

جدا والصحراء الى موضع نظرا لمصلحة الخاشع وبه ظهران بحث المحقق في الفتح وقع مخالفا لما ذهب ولما اطلبوا عليه فاعتقبت فان هذا التحريم من قبض القدر على العاجز الفقير والله الحمد حمد الكثیر اطيبا مبارکافیه ۱۷ ماکتبت علیه والله تعالی اعلم

**مسئلہ** - از شہر محلہ جبولی مسئلہ مولوی غلام حیات بنجالی طالب علم مدرسہ المسنت وجماعت ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

زید نے دس برس ہوئے مسجد کے پیچھے جو زید کا مکان مسجد کے متصل بنا دیا تھا اور مسجد کی بنائے بھی اُس کی بنا جدا گانہ تھی اور زمین بھی زید کی اپنی موروثی تھی اُس مکان پر زید نے ایک بالا خانہ بنایا اور زید کے نیچے مکان کا چھت مسجد کی چھت کے برابر ہے صرف بالا خانہ مسجد سے اونچا ہے بلکہ بالا خانہ مسجد کے برابر بھی نہیں ہے مسجد کے بائیں جانب طالب علم کے حجرے کے برابر ہے ہاں کچھ ٹھوڑا سا کونا بالا خانے کا مسجد کے کونے کے برابر بھی ہے لیکن زید بالا خانہ بنانے کے بعد دل میں ناوم ہوا اور چونکہ روپیہ خرچ ہو چکا تھا اس وجہ سے اُس نے بالا خانے کو اکھڑا نہیں لیکن مسجد کی عزت کی وجہ سے زید کمال و عیال بالا خانہ میں نہیں رہتا نیچے مکان میں رہتا ہے اب اس بالا خانے کو اکھڑنا چاہیے یا نہیں۔

**الجواب**

جبکہ مسجد کا کسی چیز میں تصرف نہ ہو تو اُس کا اکھڑنا گنہ گزر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از سیرام پور ضلع ہوگلی مسئلہ محمد عبد الحکیم بیٹری مرچنٹ ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد قبل سے ہے اور نماز پنجگانہ ہو کر رہی ہے اور متولی مسجد کا رہنما مکان مسجد کے متصل ہے بعد انتقال متولی کے لوگوں نے مسجد میں نماز پڑھنا بھوڑ دیا اور عذر یہ ہے کہ جس مسجد کے قریب کوئی اونچی عمارت ہو اُس مسجد میں نماز نہیں جائز ہے لہذا لوگوں نے دوسری مسجد متصل پہلی مسجد کے پندرہ قدم کے فاصلہ میں بناتے ہیں اور منع کرنے سے نہیں مانتے حالانکہ اس مسجد کے بنانے سے سابقہ مسجد کے ویران ہو جانے کا احتمال ہے لہذا حکم خدا و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہے۔

**الجواب**

یہ محض جاہل و اطل خیال ہے شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں کعبہ معظمہ کے گرد مکہ مکرمہ میں بہت بلند کئی کئی منزل کے مکان ہیں کہ بظاہر کعبہ معظمہ سے بہت اونچے معلوم ہوتے ہیں حالانکہ کوئی مکان کعبہ معظمہ سے اونچا ہو سکتا ہے کسی مسجد سے کعبہ و مسجد ان ظاہری پواؤں کا ہم نہیں بلکہ اتنی جگہ کے محاذی ساتوں آسان تک سب مسجد ہے اُس سے اونچا کیا اُس کے گرد دیں صے برابر کوئی مکان بلند نہیں ہو سکتا اگرچہ سو منزل ہو درختار میں ہے انہ مسجد الی عنان السماء و المحتار میں ہے و کذا الی تحت الثری کما فی البیرونی عن الاسیجیابی اس پروردہ خیال کی بنا پر دوسری مسجد پندرہ بیس قدم کے فاصلہ پر بنانا جس سے پہلی مسجد کی جماعت کو نقصان پہنچے خود ہی ممنوع تھا ایک تو وہ خیال باطل دوسرے جماعت مسجد میں تفریق کہ مسجد ضرائع کے اغراض فاسدہ سے ایک غرض ہے قال تعالیٰ و تقربا بین المؤمنین یہاں کہ اس سے مقصود مسجد اول کا باطل و معطل کر دینا ہے یہ سخت حرام اشد ظلم ہے قال اللہ تعالیٰ و من اظلم ممن منع ملجئہ اللہ ان یذکر فیہا اسمہ و سعی فی خرابہا واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از موضع بیراڈا کنڈا لٹرا گنج ضلع ڈھاکہ ملک بنگال مرسلہ مولوی خواجہ شمس الدین محمد فریدی۔ ارجمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطراف ضلع فرید پور موضع کھنڈا میں قدیم سے ایک مسجد ہے جس میں اہل محلہ بچکانہ و نماز جمعہ  
 پڑھتے چلے آئے ہیں ان دنوں دینا دی کسی لین دین کے جھگڑے میں بعض مصلیٰ وغیرہ مصلیٰ اس مسجد قدیم کے مقابل چارپانچ سو ہاتھ کے فاصلہ میں  
 محض ضد و مخالفت سے دوسری ایک مسجد بنائی ہے اور اس مسجد قدیم کے باقی مصلیٰ صاحبوں کو یہاں سے بھگا کر لے جانے کی پوری کوشش  
 کر رہا ہے تاکہ یہ مسجد قدیم ویران ہو جائے اور یہاں پڑھنے والے لوگ اچھی طرح سے ضبط ہو جائیں مسجد قدیم میں امام صاحب نے مثالی جہاد  
 و دیگر مصلیٰ صاحبان کبھی کسی کو پڑھنے سے مانع مزاحم نہ ہوا اور نہ اُس لین دین کے جھگڑے میں شامل ہے تاہم چند قدیمی مصلیٰ صاحبوں کو  
 بوجہ عداوت و مخالفت یہاں سے بھگا لے گیا ہے پس اس صورت میں مسجد جدید میں نماز جائز ہوگی یا حکم میں مسجد ضرار کے ہوگا اگر شرعاً  
 مسجد ضرار قرار پائے بوجہ مخالفت و عداوت و تفریق جماعت تو اُس مسجد کو کیا کرنا ہوگا اگر شرعاً مسجد جدید مسجد ضرار ثابت ہو جائے تو جن  
 مولوی صاحبان نے جدید مسجد میں نماز عدم جواز مسجد ضرار فرمایا تھا اُن عالموں کو کالی دینے و بڑا کئے و عداوت لکھنے حقیر جاننے والے پر شرعاً کیا حکم ہے۔

### الجواب

اگر واقع میں ایسا ہی ہے کہ یہ لوگ یہ مسجد اللہ کے لیے نہیں بناتے محض ضد اور نفسانیت اور مسجد قدیم کی جماعت تفریق کرنے  
 کے لیے بناتے ہیں تو ضرور وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے اور اس حالت میں اُن لوگوں کو جو اُسے مسجد ضرار کہتے ہیں بڑا کنا اور گالی دینا سخت حرام  
 اور موجب عذاب شدید ہے اور اگر واقعی کسی جھگڑے کے سبب وہ مسجد قدیم میں نہیں آسکتے اور وہاں نماز پڑھنے میں صحیح اندیشہ اپنی آبرو و  
 وغیرہ کا رکھتے ہیں اس مجبوری سے اُس میں آنا ترک کر کے ایسا اپنی جماعت کے لیے دوسری مسجد لوجہ اللہ بناتے ہیں تو وہ ہرگز مسجد ضرار  
 نہیں ہو سکتی جو اُسے ضرار کہتے ہیں بڑا کتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از موضع میسئی تحصیل وڈا کنڈا لٹرا گنج ضلع نینی تال مرسلہ عبدالرحمن بدھان ۲ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے گاؤں کی مسجد پرانی خام تھی وہ شکستہ بھی ہے دوسرے آبادی کم ہو جانے سے ایک کنلے پر  
 آبادی کے ہو گئی ہے جو بہت بے موقع ہے اس لیے مسجد اندر آبادی جدید تعمیر کرانے کی خواہش ہے اس واسطے مطابق حکم شرع شریف دوسری  
 جگہ میں مسجد جدید تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں اگر ہو سکتی تو کس طرح خلاصہ حکم سے آگاہی بخشیے۔

### الجواب

مسجد نچ آبادی میں تعمیر کریں ثواب عظیم پائیں گے اور اُس پہلی مسجد کا بھی آباد رکھنا فرض ہے اُس کنارے والے پانچوں وقت اُس میں  
 نماز پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از شہر محلہ گڑھیا موصولہ از شیخ ولایت حسین

ایک مسجد متصل کتب خانہ دو منزلہ پر واقع تھی دیوار زینہ مسجد پر اہل ہنود سے بھئی ملکیت تنازعہ ہو کر کل مکانات مع جائے تنازعہ کے  
 اہل اسلام صاحبان بریلی نے بھئی مسجد زیارت مع ایک قطعہ دیگر آراضی ہنود سے خرید لیا مسجد نہایت چھوٹی ہونے کے سبب توسیع اُس کی ہونا



تجزیہ کیا گیا انجمن اسلامیہ بریلی نے تمام تعمیر وغیرہ کا انتظام اپنے ذمہ یعنی سپردگی میں لیا اور توسیع مسجد مذکورہ قطعہ آراضی دیگر میں تجویز کر کے کام تعمیر شروع کیا مسجد کہنہ کو چھوڑ کر متصل اُس کے دوسری مسجد جدید تعمیر کی اور مسجد کہنہ کو ایسا منہدم کیا کہ نشان تک اُس کا باقی نہ رہا اور جائے مسجد کہنہ کو دیگر دو کانات میں بغرض حصول زر شامل کر لیا جاتا ہے سوالات ذیل برائے جواب پیش ہیں۔ ۱۔ بجائے توسیع مسجد کہنہ کے دوسری جگہ جدید مسجد تعمیر ہونا کیا مسجد اول کا حکم بموجب شرع شریف رکھ لگی ۲۔ جگہ مسجد کہنہ منہدم کو دیگر تعمیر دنیوی میں شامل کر کے کام میں لانا جائز ہے یا نہیں ۳۔ جن اہل اسلام صاحبان سے یہ فعل مذکورہ بالا ظور میں آیا حکم یا عملائے مشیران کے لیے شرعاً کیا حکم ہے ۴۔ بقید اہل اسلام کو فاعل مذکورہ بنانا سے کیا عمل درآمد کرنا چاہیے۔

### الجواب

جبکہ اس مسجد جدید کو بھی مسلمانوں نے مسجد کر لیا یہ بھی مسجد ہو گئی مسجد اول کی اور اس کی دونوں حفاظت و آبادی فرض ہے مسجد اول کو منہدم کر کے تعمیر دنیوی نہیں تعمیر دینی ہی میں شامل کر دینا حرام حرام سخت حرام ہے جنہوں نے ایسا کیا ہو اور جو اس میں مشیر ہوں اور جو اسے جائز رکھیں سب اس آیت کریمہ کے تحت میں ہیں ومن اظلم من منع مسجد الله ان یدن کر فیہا اسماء و سجدی فی خرابہا اولئک ما کان لہم ان یدخلوها الا خائفین ۵ لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم ان سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لیے جانے سے روکیں اور ان کی دیوانی میں کوٹیاں ہوں انہیں تو مسجدوں میں قدم رکھنا روانہ تھا مگر ڈرتے ہوئے ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ فرض فرض فرض قطعی فرض ہے کہ مسجد اول کو بھی بدستور مسجد رکھیں اور اگر اُس کی دوکانیں کر لی گئی ہوں فرض قطعی ہے کہ فوراً فوراً ان دوکانوں کو منہدم کر کے بدستور مسجد کا اعادہ کریں ورنہ عذاب عظیم کے مستحق ہوں گے جو نہ انہیں اور قرآن عظیم کی مخالفت پر اڑے رہیں مسلمانوں کو ان سے اجتناب لازم ہے ان کے پاس بٹھینا منع ہے قال اللہ تعالیٰ واما ینسیبک الشیطان فلا تقعد بعد الذکر مع الہوم الظالمین ۵ اگر کبھی شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجد دیران کر کے اُس کی دوکانیں کرے وہ لوگ اگر مخالفت خدا سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کوشش کر کے مسجد منہدم کو پھر مسجد کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از چھاؤنی بنچہ توپ خانہ ٹین ترد مسجد حافظ محمد عبدالرؤف خاں پیش امام مسجد

مسجد بنانا فرض ہے یا واجب یا مستحب اور بڑا ہے وہ پیسہ جو خرچ ہوگا اس واسطے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں چند آدمی حاضر ہوئے عرض کیا یا امام ہم ایک مسجد بنواتے ہیں کچھ آپ تبرکاً عنایت فرمائیے کہ برکت ہو امام صاحب پہلے چہرہ سالین کی طرف سے پھر کراب موخر بنایا اور ایک درہم نکال کر دے دیا دوسرے روز وہ شخص آئے اور وہ درہم واپس لے کر کہنے لگے کہ حضرت لیجیے یہ درہم کھوٹا ہے اس کو بازار قبول نہیں کرتا امام صاحب نے وہ درہم لے کر رکھ لیا اور فرمایا خوش ہو کر کہ خراب ہے وہ پیسہ جو گارے پتھر میں خرچ ہووے۔

**الجواب۔** یہ شیطانی خیال ہیں اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حکایت نقل کی وہ محض کذب دروغ اور شیطانی

گڑھت ہے ہر شہر میں ایک مسجد جامع بنانا واجب ہے اور ہر محلہ میں ایک مسجد بنانے کا حکم ہے حدیث میں ہے امور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدار والنظف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر محلہ میں مسجد بنوائی جائے اور یہ کہ وہ سٹری رکھی جائیں بنائے مسجد میں جو مال صرف ہوتا ہے وہ گارے پتھر میں صرف نہیں ہوتا بلکہ رضائے رب اکبر ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع مسجدوں کے بلند کرنے کا اللہ نے اذن دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من نبی اللہ مسجد انبی اللہ لہ بیتا فی الجنة زاد فی رواۃ من درو یا قوت جو اللہ کے لیے مسجد بنائے اللہ اسکے لیے جنت میں موتیوں اور یا قوت کا گھر بنا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از قطب پور ڈاک خانہ پیر گنج ضلع رنگ پور رسولہ رحمت اللہ صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

چرمی فرمائند علمائے دین کہ ایک مسجد قدیم ازالہ حلال تیار کیا گیا تھا اور وقت بھی کیا گیا اُس وقت ایک سود خوار کے سود کا مال اور حلال مال دونوں مخلوط ہو گئے دونوں میں تمیز نہیں ہو سکتی کہ کون حرام کون حلال ہے مسجد قدیم کو تعمیر کیا یعنی گھر کو ٹین دیا اور صحن مسجد کو اینٹ سے بختہ کیا اور مصلیوں کے وضو کے واسطے کنواں بنوا دیا اب عرض یہ ہے کہ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا تو جبروا

**الجواب**

صورت مذکورہ میں اُس مسجد میں نماز پڑھنا نقطہ جائز ہی نہیں بلکہ اُس کا آباد رکھنا فرض ہے اور سود کی مخلوط آمدنی سے ٹین اور فرش اور کنواں بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا بلکہ اُس فرش پر نماز جائز اور اُس کنویں سے پینا اور وضو کرنا حلال امام محمد فرماتے ہیں بہ ناخذ مالہ لغرف ضیئاً حراماً بعینہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از کسب الشریٹ صاحب بگانی مرسلہ حکیم سید محمد اسماعیل صاحب ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

حضرت مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور کو ایک امر کی تکلیف دی جاتی ہے اور چھ نمکہ خدا کا کام ہے اور حضور ہم لوگوں کے آقا ہیں۔ حضور سے دریافت کرنا میرا فرض منصبی ہے ایک مسجد بنانے کی خواہش صرف حضور سے اجازت اس امر کی لینی ہے۔ یہاں اکثر پانی اینٹ ملتی ہے اور وہ اینٹ پاک عمدہ ملتی ہے تو اس اینٹ سے مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں حضور کی جیسی رائے عالی ہو اس سے بہت جلد بواپسی ڈاک مطلع فرما دیں۔ خداوند کریم حضور کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

**الجواب**

جناب سید صاحب کرم اگر مکرم علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر چلیپور آیا ہوا ہے آپ کا عنایت نامہ بریلی سے یہاں آیا ایسے سوالوں کا خیال ادب والے دلوں میں پیدا ہوتا ہے مولیٰ تعالیٰ توفیق و برکات زائد دے اینٹ اگرچہ پانی استعمال شدہ ہے مگر جبکہ پاک ہے مسجد میں لگا سکتے ہیں جیسے زمین مسجد کہ اصل مسجد وہی ہے پہلے کوئی مکان مسجد کفار ہوا اور اُسے توڑ کر مسجد کیا جاتا ہے مسجد اقدس مدینہ طیبہ کی زمین میں مشرکین کا قبرستان تھا اُن کی قبریں کھدوا کر اُن کی ہڈیوں وغیرہ کی بنجاستوں سے صاف فرما کر حضور انور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے اُسے مسجد فرمایا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از ہلدوانی ضلع نینی تال مسئلہ حافظ اسرار الحق صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مکان پختہ وقت کر دیا تھوڑے عرصہ کے بعد وہ مکان گورنمنٹ نے اٹھا دیا اس مکان کے بدلے دوسری جگہ زمین دے دی جو زمین مکان کے عوض میں ملی تھی وہ چند شخص جمع ہو کر کے مبلغ پچاس روپے کو فروخت کر دی گئی آیا اس زمین کا بیع کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

**الجواب**

وہ زمین اگر مسلمانوں نے مسجد کر دی تو اسے بیچنا جائز نہیں اور اگر ہنوز ابھی مسجد نہ کی تھی اور وہ مناسب نہیں اسے بیچ کر دوسری مناسب جگہ مسجد بنانا چاہتے ہیں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ مسئلہ حاجی شرف الدین عمر میاں متولی جامع مسجد ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ اس قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ میں ایک عید گاہ قدیم زمانے کی بنی ہوئی ہے اس کے نزدیک ریل کا احاطہ ہے اب ریل کے کپنی والے اس ریل کے احاطے کو ٹھکانے کی غرض سے عید گاہ کو گرا کر اور جا پر بنا دینا چاہتے ہیں کیا یہ شرع شریف میں درست ہے یا نہیں اگر مسلمان ڈبھوئی اس عید گاہ کو نہ دیں تو ریاست کی جانب سے جبراً گرا دینے کا اندیشہ ہے اس حالت میں کیا کیا جائے۔ ریاست بڑودہ تعلقہ سنگھ پور موضع پاکٹی کے قریب جنگل میں ایک مسجد قدیم شاہی زمانے کی بنی ہوئی اس وقت سمار حالت میں ہے اس مسجد میں چند قیمتی پتھر مچھرائیں کھجے وغیرہ جو نقشی کام کیے ہوئے ہیں زمین پر گرے ہوئے ہیں اس موضع کے ہنود وغیرہ جن کی حالت ابھی بے اٹھا کرے جاتے ہیں اور اس موضع کے مسلمانوں کی حالت ایسی نہیں ہے کہ اس مسجد کو پھر تعمیر کر سکیں لہذا ان پتھروں کو لے جا کر کسی اور قصبہ کی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں اگر مسلمان ان پتھروں کو نہ لے جائیں گے تو ہنود لوگوں کا ان پتھروں کو اٹھا کر لے جانے کا اندیشہ ہے۔

**الجواب**

(۱) محض اندیشہ کا لحاظ نہیں واقعی جبر ہو تو اس کے عوض دوسری زمین لے کر چھوڑ سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۲) صورت مستفسرہ واقعی ہے تو مسلمان ان پتھروں کو دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں کما بدینہ فی رد المحتار واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از بیبی بھڈی بازار مسئلہ محمد فضل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوائے متکلف اور مسافر کے مقیم یا اہل شہر کو مطلقاً مسجد میں سونا حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ اگر بیرونی یا شہری بنیت اس کے کہ نماز صبح باجماعت ملے یا تنجید بھی نصیب ہو کیونکہ اگر گھر میں رہ کر نماز صبح باجماعت یا نماز تنجید نہیں ملتی ہے مسجد میں سوئے تو یہ سونا حرام ہے یا مکروہ یا تحریمی یا تنزیہی اور نیز مسجد میں کھانا یا پینا سوائے متکلف اور مسافر کے شرعاً حرام ہے یا مباح بظاہر ابن ماجہ کی کتاب الاطعمہ کی روایت ہے اباحت معلوم ہوتی ہے عن عبد اللہ بن حارث بن جرہ قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمخبز ولحم وهو فی المسجد فاکل واکلنا معہ ثم قام فضلی وصلیٰ معہ وولہ نذر علی ان مسرحتنا

ایدینا بالحصباء - بینوا توجروا

## الجواب

مسجد میں متکف کو سونا تو بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے اور اُس کے غیر کے لیے ہمارے علماء کے تین قول ہیں اول یہ کہ مطلقاً صرف خلاف اولیٰ ہے صحیح فی الہندیۃ عن خزائنہ الفتاویٰ ومشی علیہ فی جامع الکاملاً کما نقلہ ابن کمال باشا والکافی فی معراج الدرایۃ والیہ یعیل کلام الدردنی الاعتکاف قلت وفيہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوم مسافر کو جائز ہے اُس کے غیر کو منع وبہ جزم فی الاشباہ وعلیہ مشی فی الدرقبیل باب الوتر سوم متکف کے سوا کسی کو جائز نہیں وبہ جزم فی السراجیۃ وفی جامع الفتاویٰ ومنیۃ المفتی وعنزالعیون ومتن الوقایۃ وغیرہا من المعتمدات اور یہ کراہت کراہت تحریم ہے لقولہ یمنع منہ وانما المنع عن المکروہ تحریمہا واما کراہۃ التزییہ فتجامع الاباحۃ کما فی رد المحتار وغیرہ **اقول** تحقیق امر یہ ہے کہ مرض و حاض جب جمع ہوں حاضر کو ترجیح ہوگی اور احکام تبدیل زمان متبدل ہوتے ہیں ومن لم یعرف اهل زمانہ فهو جاهل اور ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ کلیہ عطا فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کا حکم صاف ہو جاتا ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سمع رجلاً یبشیر ضالۃ فی المسجد فلیقل لاردها اللہ علیک فان المساجد لم تبین لہذا جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتا ہے تو اُس پر واجب ہے کہ اُس سے کہے اللہ تیری گئی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اسلئے نہیں ہیں رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے اذ اردأ یتم من یتبایع فی المسجد فقولوا لا ریح اللہ تجارتک جب تم کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو کہو اللہ تیرے سودے میں فائدہ نہ دے رواہ الترمذی وصحیحہ والجامع عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے کھانے پینے کو نہیں تو غیر متکف کو ان میں ان افعال کی اجازت نہیں اور بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب و ہیبت سے عاری مسجدیں جو پال ہو جائیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی دکل ما ادى الی مخطور مخطور جو بخیاں تہجد یا جماعت صحیح مسجد میں سونا چاہے تو اُسے کیا مشکل ہے کہ اعتکاف کی نیت کر لے کچھ حرج نہیں کچھ تکلیف نہیں ایک عبادت بڑھتی ہے اور سونا بالاتفاق جائز ہو جاتا ہے منیۃ المفتی پھر غزالعیون اور سراجیہ پھر ہندیہ پھر رد المحتار میں ہے واذا اذاد ذلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل وینکر اللہ تعالیٰ بقدر ما نوی اویصلی ثم یفعل ما شاء واللہ تعالیٰ اعلم مسجد میں ایسا اکل و شرب جس سے اُس کی تلویث ہو مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ متکف ہو رد المحتار باب الاعتکاف میں ہے الظاہ ان مثل النوم الاکل والشرب اذا لم یشتغل المسجد ولم یلوثہ لان تنظیفہ واجب کما مر اسی طرح اتنا کثیر کھانا مسجد میں لانا کہ نماز کی جگہ گھیرے مطلقاً ممنوع ہے اور جب ان دونوں باتوں سے خالی ہو تو متکف کو بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے اور غیر متکف میں وہی مباحث و اختلافات عائد ہوں گے اور ہمیں ارشاد اقدس کا وہ ضابطہ کلیہ کافی ہے کہ ان المساجد لم تبین لہذا اعتکاف نفل کے لیے نہ روزہ شرط ہے نہ طول مدت درکار صرف نیت کافی ہے جتنی دیر بھی ٹھہرے بہ بفتی تو خلاف میں بڑنے کی کیا حاجت وما کان اقرب الی الادب فهو الاحب الا وجب نسأل اللہ حسن التوفیق رہی حدیث

ابن ماجہ وہ ایک واقعہ عین ہے اور علماء بالاتفاق تصریح فرماتے ہیں کہ وقائع عین کے لیے عموم نہیں ہوتا ممکن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحبا کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس وقت متکلف ہوں اور صحابی کو یہاں مسئلہ اکل بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ کہ ماہستہ الناس سے وضو نہیں علاوہ بریں فعل و تقریر سے قول اور بیج سے مافزار حج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از فیض آباد مسجد منو پورہ مسئلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ جو لوگ عرس میں آئیں وہ مسجد ہی میں قیام کریں اور جائے نماز وغیرہ استعمال کریں کھانا وہاں کھائیں دنیا کی بات کریں اشعار پڑھیں جائز ہے۔

**الجواب**

مسجد کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از گوئڈل کا ٹھکانہ داڑ مسئلہ سیٹھ عبدالستار صاحب رضوی ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ امام مسجد اور عوام مسلمین جن کے پاس رہنے سونے کو مکان ہیں وہ مسجد میں کسی وقت ٹو سکتے ہیں یا نہیں نیز ایسے مسلمان مسافر جو آجکل شہروں میں آیا جایا کرتے ہیں اور چندے لے کر گزراہ کرتے ہیں انھیں مسجدوں میں رکھنا اور وہ وہاں پر بطور گھروں کے رہیں سوائیں کھائیں پئیں جائز ہے۔

**الجواب**

صحیح و معتبر یہ ہے کہ مسجد میں کھانا پینا سونا سوا متکلف کے کسی کو جائز نہیں مگر یا حضری اگر چاہتا ہے تو اعتکاف کی نیت کیا دشوار ہے اور اُس کے لیے نہ روزہ شرط نہ کوئی مدت مقرر ہے اعتکاف نفل ایک ساعت کا ہو سکتا ہے مسجد کو گھر بنانا کسی کے لیے جائز نہیں وہ لوگ بھی بہ نیت اعتکاف رہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از بھوسا دل ضلع خاندیس محلہ تارہ مسئلہ حافظ ایس محبوب مار رمضان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجد خاص میں یا صحن میں اگر وہاں نئیات اور گالی گلوچ ایک دوسرا آپس میں مجمع خاص عام کے درپردہ کرے تو اُن لوگوں کے لیے کیا حکم ہے۔ بنیوا تو جردا۔

**الجواب**

ایسے لوگ گنہگار ہیں اور شرعاً سختی تعزیر مگر تعزیر یہاں کون دے سکتا ہے اتنا کریں کہ انھیں مسجد سے باہر کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از شہر عقب کو قوالی مسئلہ مولوی بدیع الزماں صاحب بنگالی ۲۷ شوال ۱۳۳۸ھ مسجد کا ایک امام جو شب و روز مسجد کے حجرہ میں رہتا ہے اور عیال تو بیگنہ وغیرہ آیات قرآنی سے کرتا ہے اُس کو بصورت قیام مسجد ایسا روزگار کرنا اور اس سے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں۔

**الجواب**

عوض مالی پر تعزیر دینا بیع ہے اور مسجد میں بیع و شرا نا جائز ہے اور فرائض مسجد کے لیے حکم مسجد علیہ السلام ہے

یلبیع تعویذ فی مسجد جامع و یکتب فیہ التوراة والانجیل والفرقان و یاخذ علیہا ما لا یدقول انا اذ نع الہدیۃ لا یحل لہ ذلک کذا فی الکبریٰ اسی میں ہے قید المسجد لا یجوز لہ ان یدنی حوائت فی حد المسجد اونی فناء لان المسجد اذا جعل حائوتا ومسکنا یسقط حرمتہ و ہذا لا یجوز والفناء تتبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط الشرحی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** یکم و یقعدہ <sup>۳۳</sup>۔ ایک شخص کچری میں ملازم ہے فرض کیے وقت نماز میں مسجد میں قیام کر کے سوتا ہے اور کھانا وغیرہ کھاتا ہے بہت عرصہ سے اب منع کرنے پر جواب دیا کہ میں نیت اعتکاف کر لیتا ہوں کوئی حرج میرے قیام اور کھانے سونے میں نہیں ہے۔

### الجواب

اگر واقعی وہ ہر بار نیت اعتکاف کرتا اور کچھ دیر ذکر الہی کر کے کھانا سوتا ہے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از بریلی ۳۴ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عالم یا اور کوئی شخص مسجد میں سوئے اور سند تکبیر مسجد میں اندر مسجد کے لگائے اور کھانا مسجد میں ایک جماعت کے ساتھ کھائے اور آگالہ ان مسجد میں رکھے اور گھوڑے کی زین اور اسباب وغیرہ مسجد میں رکھے یہ سب شرع سے درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

مسجد میں سونا کھانا بحال اعتکاف جائز ہے اگر ایک جماعت معتکف ہو تو مل کر کھا سکتے ہیں بہر حال یہ لازم ہے کہ کوئی چیز شور یا یا شیر وغیرہ کی چھینٹ مسجد میں نہ گرے اور سوائے حالت اعتکاف مسجد میں سونا یا کھانا دونوں مکروہ ہیں خاص کر ایک جماعت کے ساتھ کہ مکروہ فعل کا اور لوگوں کو بھی اس میں مرتکب بنانا ہے علیگیری میں ہے یکوہ النوم والا کل فیہ لغیر المعتکف سند لگانا اگر براہ تکبر ہے تو یہ خارج مسجد بھی حرام ہے قال تعالیٰ الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین ۵ اور اگر براہ تکبر نہیں کسی دوسرے نے اس کے لیے رکھ دی یہ اُس کی خاطر سے بدیں لحاظ کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں لایابی الکرامة الاحادیث لک کر بیٹھ گیا تو بھی یہ مسجد میں نہ ہونا چاہیے کہ ادب مسجد کے خلاف ہے ہاں ضعف یا درد کے سبب مجبور ہو تو معذور ہے آگالہ ان اگر بیک کے لیے رکھا ہے تو غیر معتکف کو مسجد میں پان کھانا خود مکروہ ہے اور اگر کھانسی ہے بلغم بار بار آتا ہے اس غرض کے لیے رکھا تو حرج نہیں اور گھوڑے کا زین وغیرہ اسباب بھی بلا ضرورت شرعیہ مسجد میں رکھنا نہ چاہیے مسجد کو گھر سے مشابہ بھی کرنا نہ چاہیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان المساجد لم تبین لہذا خصوصاً اگر چیزیں رکھے جن سے نماز کی جگہ کے تو سخت ناجائز و گناہ ہے قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یدن کو فیہا اسمہ ہاں ہمہ یہ بھی یاد رکھنا فرض ہے کہ جو حقیقت عالم دین ہادی خلق سنی صحیح العقیدہ ہو عوام کو اُس پر اعتراض اُس کے افعال میں نکتہ چینی اُس کی عیب بینی حرام حرام اور باعث سخت محرومی اور بد نصیبی ہے اول تو لاکھوں مسائل و احکام فرق نیت سے متبدل ہو جاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوى علم نیت ایک عظیم واسع علم ہے جیسے علمائے ماہرین ہی جانتے ہیں عوام بچا رہے فرق پر مطلع نہ ہو کر ان کے افعال کو اپنی حرکات پر قیاس کرتے اور حکم لگا دیتے اور کارپا کاں اقیاس

از خود گیر کے مورد بنتے ہیں اسی سلسلہ میں دیکھیے شرعاً اعتکاف کے لیے نہ روزہ شرط ہے نہ کسی قدر مدت کی خصوصیت لہذا سبب ہے کہ آدمی جب مسجد میں جائے اعتکاف کی نیت کرے جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا علی اعتکاف ہی کی نیت سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور اب ان کو سونا کھانا پینک کے لیے اگلا دن رکھنا روا ہوگا اور اس سے قطع نظر بھی ہو تو جاہل کو سنی عالم پر اعتراض نہیں پہنچتا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں عالم بے عمل کی مثال شیخ سے دی ہے کہ آپ جلے اور تمہیں روشنی و نفع پہنچا ہے احمق وہ جو اس کے جلنے کے باعث اسے بچھا دینا چاہے اس سے یہ خود ہی اندھیرے میں رہ جائے گا علی کو چاہیے کہ اگرچہ خود نیت صحیح رکھتے ہوں عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے ان کا خیال پریشان ہو نہ کریں کہ اس میں دو فتنے ہیں جو معتقد نہیں ان کا معترض ہونا غیبت کی بلا میں پڑنا عالم کے فیض سے محروم رہنا اور جو معتقد ہیں ان کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مرتکب ہونا عالم فرقہ ملا متیہ سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اس کا فائدہ ہو مسند ہدایت پر ہے عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں ان کا نفع ہے حدیث میں ہے (اس العقل بعد الایمان باللہ القود والی الناس دوسری حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بشر واؤ لا تنفوا و احیانا ایسے افعال کی حاجت ہو تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور سلسلہ شریعت عوام کو بتا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - ازالہ آباد مسجد صدر مدرسہ حافظ عبد الحمید صاحب فچوری ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

اگر کوئی مسجد میں باواز بلند درود و وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو اس سے غلغلو ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کاؤں میں پہنچتی ہے لگ بھل جاتے ہیں خیال ہلک جاتا ہے ایسے موقع پر ذکر باجمہر و تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا باجمہر سے منع کرنا اگر نہ مانے تو کہاں تک مانع کرنا جائز ہے اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین۔

## الجواب

بیشک ایسی صورت میں اسے جبر سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحد قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے من رأى منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے مٹائے بند کرے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسے بُرا جانے اور یہ سب میں کسر درجہ ایمان کا ہے اور جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن عظیم کے استماع کے لیے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جبراً تلاوت کرنے والے پر اس صورت میں دوسرا وبال ہے ایک تو وہی غلغلہ نمازی نماز غیر کر و کر جبر میں تھا دوسرے قرآن عظیم کو بے حرمتی کے لیے پیش کرنا رد الاحترام میں ہے فی الفتح عن الخلاصہ رجل يكتب الفقه ويحتمه رجل يقرأ القرآن فلا يمكن استماع القرآن فالانتم على القارى وعلى هذا القرآن على السطح والناس نيام يا نائم اى لانه يكون سببا لاعتراضهم عن استماعه اولانه يؤذيهما بياظهما اسی میں غنیہ سے ہے یجب علی القاری احترامہ بان لا یقرأ فی الاسواق و مواضع الاشتغال فانما قرأہ فیما کان ہوا المصنوع لحرمتہ فیکون الانتم علیہ دون اهل الاشتغال دفعا للحوج۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ ایک یا زیادہ شخص نماز پڑھ رہے ہیں یا بعد جماعت نماز پڑھنے آئے ہیں اور ایک یا کئی لوگ باواز بلند قرآن یا وظیفہ یعنی کوئی قرآن کوئی وظیفہ پڑھ رہے ہیں یہاں تک کہ مسجد بھی گونج رہی ہے تو



اس حالت میں کیا حکم ہونا چاہیے کیونکہ بعض دفعہ آدمی کا خیال بدل جاتا ہے اور نماز بھول جاتا ہے۔

### الجواب

جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ آواز پڑھنے سے اُس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے مسجد میں جب اکیلا تھا اور آواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کے لیے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از ریاست تانپارہ ضلع ہراج محلہ ٹوپ خانہ مرسلہ منشی حامد علی خاں صاحب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

زید اگر مسافر نہ طوبہ پر کسی مقام پر وارد ہوا اور وہاں اُس کا کوئی ایسا شخص شناسا نہ ہو کہ جس کے مکان میں قیام کر سکے اور سبب پابندی نماز جماعت و وضو وغیرہ کسی مسجد میں ٹھہر جائے تو جائز ہے یا نہیں اور اس کا سلف سے ثبوت ہے یا نہیں اور جو شخص زید کو بصورت مذکورہ جبر مسجد سے نکالے اور کہے کہ یہ مسجد خالد کی ملک ہے اور میں چونکہ ملازم خالد ہوں لہذا مجھے حکم خالد ہے کہ بے اذن ہمارے کسی کو ہماری مسجد میں نہ رہنے دو اور اس پر زبرد سر پکڑا ہو تو زید کا اخراج عن المسجد بصورت فتنہ و فساد جائز ہے یا نہیں اور مسجد کی ملک کی نسبت خالد کی جانب جائز ہے یا نہیں اور مسجد مذکورہ میں اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے اور ایسی مسجد پر مسجد ضرار کی تعریف صادق ہے یا نہیں۔

### الجواب

ایسے مسافر کو مسجد میں ٹھہرنا بیشک جائز ہے خود مسجد اقدس میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد اقدس میں حکم انور سے اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قیام پذیر تھے مسجد سے باجبر اُس کا اخراج ظلم ہے والظلم ظلمات یوم القیامۃ ہاں نظر بحالات زمانہ بعض مساجد میں اجنبی غیر معروف کا قیام نامناسب و وجہ اندیشہ ہوتا ہے جیسے صد ہا سال سے مسجد مدینہ طیبہ کے دروازے بعد عشا بند کر دیتے ہیں اور سوا خدام کے سب لوگ باہر کر دیے جاتے ہیں اگر واقعی ایسی صورت تھی تو زبردی کننا چاہیے تھا اور مسجد کو خالد کی ملک کہنا غلط ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے وان المسجد لله مسجد میں خالص اللہ کے لیے ہیں بہر حال اُس مسجد میں نماز نا جائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں نہ وہ مسجد ضرار ہو سکتی ہے یہ جبل محض ہے پھر اگر یہ مسجد اموال وغیرہ سے محل احتیاط مذکور نہیں یا زید شتہ نہیں تو اُسے جبر نکال دینے والے پر لازم ہے کہ اُس سے معافی چاہے کہ مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا بہت سخت ہے من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ زید کو چاہیے کہ اگر مسجد میں قیام کرے سونے اور کھانے سے کچھ پہلے اعتکاف کی نیت کر کے کچھ ذکر الہی کر کے کھائے سوئے کہ مسجد میں کھانا سونا متکلف کو بلا خلاف جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از شہر کمر لا مسؤلہ نمیر الدین صاحب ۱۱ رذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مٹی کا تیل مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور عدم جواز کی دلیل یہاں ہے۔ بلینوا تو جروا

### الجواب

مٹی کے تیل میں سخت بدبو ہے اور مسجد میں بدبو کا لے جانا کسی طرح جائز نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اکل

من هذه الشجرة المنتنة فلا يقرب من مسجد نافان الملائكة تتاذى مما يتاذى منه الانس رواه الشيخان عن جابر رضي الله تعالى عنه امام عینی عہدہ القاری شرح صحیح بخاری پھر علامہ سید شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں ویلحق بمأنص علیہ فی الحدیث کل مالہ رائحة کویحۃ ماکول او غیریہ ہاں مٹی کے تیل میں بعض انگریزی عطر جن کو نوٹڑ کہتے ہیں ملائے سے اُس کی بدبو بالکل جاتی رہتی ہے اس صورت میں جائز ہو جائے گا بشرطیکہ اُس نوٹڑ میں اسپرٹ وغیرہ کوئی ناپاک شے نہ ہو ورنہ ناپاک تیل کا بھی مسجد میں جلانا جائز نہیں ہے رد مختار میں ہے کولہ تحویما ادخال نجاسة فیہ فلا يجوز الاستصحاب بدھن نجس فیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسؤلہ مولوی رحیم بخش بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں روغن مٹی کا جلانا جائز ہے یا نہیں۔

**الجواب**

مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جبکہ اُس کی بوبالکل دور کر دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ** - از دانا پور محلہ سگوندہ مسؤلہ محمد حنیف خاں ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے جس میں تین دروازے لگے ہیں صبح کی نماز میں بوجہ سردی کے تینوں در بند کر کے اور چراغ جلا کر لوگ نماز پڑھا کرتے ہیں اور نماز صبح اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں ایک شخص کہتا ہے کہ چراغ جلا کر نماز نہ پڑھنا چاہیے منع ہے مگر کوئی ثبوت اس کا نہیں دیتا ہے اس لیے دریافت طلب ہے کہ ایسا کرنے میں شرعاً کوئی قباحت ہے یا نہیں اور کہاں تک اُس کا کہنا صحیح ہے مہربانی فرما کر جواب مدحوالہ کتب فقہ شریف عنایت ہو۔

**الجواب**

وقت حاجت چراغ جلا کر نماز پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں وفيہ حدیث تسمیہ الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ والیقادہ القنادیل فی المسجد الشریف واستحسانہ من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لمارأی المسجدین ہونوا للہ قبر عمر کما نور مساجدنا مگر نماز کے وقت مسجد کے کواڑ بند کرنا ضرور ممنوع و بدعت سیئہ ہے درختار میں ہے کولہ غلق باب المسجد الا لحوق علی متاعہ بہ یفتی اہ اقول هذا فی غیر وقت الصلوۃ لقول الشامی الا فی اوقات الصلوۃ فکیف عند نفس قیام الصلوۃ۔ هذا مردود باجماع اهل الصلوۃ اُس وقت چراغ روشن کرنا بھی اگر اسی کواڑ بند کرنے کی بنا پر ہو اگر بند نہ کریں چراغ کی حاجت نہ ہو تو یہ چراغ بھی بے حاجت کہ وہ حاجت بوجہ باطل ہے اور اگر اتنے اندھیرے سے پڑھتے ہیں کہ کھلے کواڑوں میں بھی حاجت چراغ ہو تو یہ خلاف افضل ہے مذہب حق میں نماز فجر جس قدر وقت روشن کر کے پڑھی جائے زیادہ اجر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - شہر بریلی محلہ گھیر حفر خاں محمود علی خاں ۲۸ رذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اندرون مسجد مرزائی یعنی ٹین کے دالان کے دروں میں تیرہض زیبائش مسجد لگے درختاں

پھول وغیرہ لٹکائے جانے کے لیے تیار کیے گئے ہیں جن میں کہ کھاد وغیرہ پاک مٹی کی دی گئی ہے اب چند حضرات کو اعتراض ہے کہ نئی بات مسجد میں نہیں ہونا چاہیے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے۔

### الجواب

اگر نماز میں نگاہ کے سامنے ہوں تو مکروہ ہیں اور زیادہ بلند ہوں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از منصور پور مقفل ڈاک خانہ شیخ گڈھ تحصیل بہتری ضلع بریلی مسؤلہ محمد شاہ خاں ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں مسجد میں اکثر کاپیاں عربی کی و نقشبات وغیرہ چار جانب دیواروں پر مسجد کی نصب کیے جاتے ہیں مجملہ اُن کے منبر کے قریب دیوار پر عربی و مناجات وغیرہ ایسے موقع پر نصب یعنی چپاں کیے جاتے ہیں کہ بروقت پڑھنے کے امام کے پس پشت یا اُس سے کسی قدر اونچے یعنی قریب پس گردن عربی و مناجات ہوتے ہیں ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔

### الجواب

ایسی چیزوں کا دیوار قبلہ میں نصب کرنا نہ چاہیے جس سے لوگوں کا نماز میں دھیان بٹے اور اتنی نیچی ہونا کہ خطبہ میں امام کی پشت اُس کی طرف نہ رہے اور بھی نامناسب ہے ہاں اگر اس سے بلند رہے تو یہ حرج اس میں نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از علی گڑھ کالج مسؤلہ حضرت مولانا محمد سلیمان اشرف صاحب بہاری (رحمۃ اللہ علیہ) و فیسرونیات خلیفۃ العالیین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ۳۳۲ھ

مسجد میں طلائی نقش و نگار جائز ہے یا نہیں کیا نمازیوں کے پیش نظر گل و بوٹے چمکتے دیکتے محل صلاۃ نہیں کیا اس طرح کی زیئین مسجد کی من جہت معبد ہونے کے شایان شان نہیں محض مخقر حجاب اس کا تحریر فرما کر فقیر کو ممنون فرمائیں یہاں مسئلہ مد پیش ہے کالج کی مسجد منقش و مطلا کی جا رہی ہے۔ فقط

### الجواب

مساجد میں زینت ظاہری زمانہ سلف صالحین میں فضول و ناپسند تھی کہ اُن کے قلوب تعظیم شائر اشر سے ملوث تھے و لہذا حدیث میں بہلماۃ فی المساجد کو استطراد سے شمار فرمایا اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا لا تزخرفنہا کما زخرفت البہود والنضادی مگر تبدل زمان سے علما نے تزین مساجد کی اجازت فرمائی کہ اب تعظیم ظاہر و عظمیٰ فی العیون و وقعت فی القلوب ہوتی ہے فکان کتحلیۃ المصحف فیہ من تعظیہ مگر اب بھی دیوار قبلہ عموماً اور محراب کو خصوصاً شغلات قلوب سے بچانے کا حکم ہے بلکہ ادنیٰ یہ ہے کہ دیوار میںین و شمال بھی لمیات سے خالی رہے کہ اُس کے پاس جو مصلیٰ ہو اُس کی نظر کو پریشان نہ کرے ہاں گنبدوں میں اردوں سقف اور دیواروں کی سطح کہ مصلیوں کے پس پشت رہے گی ان میں مضائقہ نہیں اگرچہ سونے کے پانی سے نقش و نگار ہوں بشرطیکہ اپنے مال حلال سے ہوں مسجد کا مال اُس میں صرف نہ کیا جائے مگر جبکہ اصل بانی مسجد نے نقش و نگار کیے ہوں یا واقف نے اس کی اجازت دی ہو یا مال مسجد فاضل بچا ہو اور اگر صرف نہ کیا جائے گا تو ظالموں کے خورد برد میں جائے گا پھر جہاں جہاں نقش و نگار اپنے مال سے کر سکتا ہے اُس میں بھی

دقائق نقوش سے تکلف مکروہ ہے سادگی و سادہ روی کا پہلو ملحوظ رہے امام ابن النیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں استنبط من کراہۃ زخرفۃ المساجد لا اشتغال قلب المصلی بذلک اول صوف المال فی غیر وجهہ نعم اذا وقع ذلک علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصوف علیہ من بیت المال فلا بأس بہ ولو اوصی بتشید مسجد و تحمیرہ و تصفیرہ نفذت وصیتہ لانہ قد حدث للناس فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنہم و کافرہم تشید بیوتہم و تزیینہا ولو بنینا مساجدنا بالین و جعلناھا متظاہرۃ بین الدور الشاہقۃ و ربما کانت لاهل الضرمۃ لکانت مستہانۃ و مختار میں ہے (ولا بأس بتقشہ خلاصہ جوابہ) فانه یکرہ لانه یلی المصلی و یکرہ التکلف بدقائق النقوش و نحوھا خصوصا فی جدار القبلة قالہ الحلی و فی خطر المجتبئ و یکرہ فی المحراب دون السقف و المخرام و ظاہرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلة فلیحفظ (و یجوز دماء ذہب) لو ربالمہ الحلال (لا من مال الوقت) فانه حرام (و ضمن متولیه و فعل) النقش اذ البیاض الا اذا نیف طمع الظلمۃ فلا بأس بہ کافی و الا اذا کان الاحکام البناء او الوقت فعل مثله لقولہم انه یعمد الوقت کما کان و تمامہ فی البحر رد المختار میں بحر سے ہے و ارادہ من المسجد داخلہ فیفید ان تزیین خارجہ مکروہ ادر او پتئی کتبت علیہ مانصہ اقول فی ہذہ الافادۃ نظر ظاہر بل الظاہر من جوازہ بلا کراہۃ بالشہ و ط الشلثۃ ان یكون بالمہ الحلال ولا یتکلف دقائق النقوش لان خارج المسجد لیس محل الہاء المصلی و فیہ تعظیمہ فی العیون و زیادۃ وقعتہ فی القلوب و ترغیب الناس فی حضورہ و تعمیرہ و کل ذلک مطلوب محبوب و انما الامور بمقاصدہا و انما کل امری ما نوى والله تعالی اعلم

**مسئلہ -** از فیض آباد مسجد مغلیہ مرسلہ شیخ اکبر علی موزن و مولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

مسجد کے کنارے کسی بزرگ کی قبر ہو اور وہاں گانا مع آلات ڈھولکی وغیرہ ہو اور تماشائی لوگ اندر مسجد کے بلا لحاظ پاکی اور ادب کے اور گا کر کے وقت ہجوم ہو لوگ اندر مسجد داخل ہوں جائز ہے یا نہیں -

### الجواب

مزامیر کے ساتھ گانا اور اس کا سنا دونوں حرام ہیں اور حرام فعل کا مسجد میں کرنا اور سخت اور گا کر کا ہجوم اگر کسی منکر شرعی پر مشتمل نہیں نہ یہ وقت نماز کا ہو جس سے نمازیوں پر تنگی ہو نہ یہ لوگ مسجد کی بے حرمتی کریں تو حرج نہیں اور بے ثبوت شرعی سلاسل کو سمجھ لینا کہ تاپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہوئے بدگئی ہے اور بدگانی حرام و اللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ -** از لال پور ضلع پٹنہ بنگال مرسلہ مولوی ابوسعید محمد عارف مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی مسجد میں کسی پر بیٹھ کر وعظ کہنے کو بعض لوگ عدم سنت کہتے ہیں سنت ہونے کی دلیل ہاتھ ہیں - بیٹھا تو حرام -

### الجواب

واعظ کا کسی پر مسجد میں بیٹھنا جائز ہے جبکہ نماز اور نمازیوں کا حرج نہ ہو ایک آدھ بار حدیث سے یہ ثابت ہے مگر ایک آدھ بار سے

سے فعل سفت نہیں جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از چوہڑ کوٹ بارکھان ملک بلوچستان ۲۱ محرم ۱۳۳۷ھ

مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ۵۵۰ و مجموعہ فتاویٰ ہمایونی تصنیف مولانا مفتی عبدالغفور صاحب نے چار پائی والے مسئلہ مسجد میں جواز رکھا ہے وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعتکاف کے موقع میں سر پر ہسوئے تھے۔

**الجواب**

حدیث قولی اور فعلی جب متعارض ہوں تو عمل حدیث قولی پر ہے ان المسجد لم تبین لہذا بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذ نزل پر سوا مسجد الحرام شریفین میں داخل ہوئے اور یہ ہیں کعبہ معظمہ کا طواف فرمایا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے خون اُن کے زخموں سے جاری تھا اُن کے لیے مسجد اقدس میں خیمہ نصب فرمایا کہ قریب سے عیادت فرمائیں کہ سوا مسجد شریفین کے کوئی مکان نشست کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نہ تھا کیا ان احادیث سے استناد کر کے کوئی ایسی جرأت کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از شہر بریلی مسئلہ کفایت الشریک رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ مسجد میں استعمالی جو ناکھنا چاہیے یا نہیں چونکہ زید نے ایک مولوی صاحب کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو ناکھنا مسجد کے اندر رکھنا حرام ہے اس وجہ سے منع کیا تو جواب ہوا کہ ہر مسجد میں جو ناکھتے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عید گاہ اور جامع مسجد میں بھی دیکھا اور یہاں تک کہا کہ شرع کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے تو جو ناکھنا شک پاک ہے اور مسجد میں کوئی حرج نہیں آیا اس میں کیا حکم ہے۔ اگر غسل خانہ مسجد کے فرش سے جدا ہے اور غسل خانہ اتنا تر رہتا ہے کہ پاؤں پر تری لگ جاتی ہے تو جو ناکھنا چاہیے یا دلیس ہے۔

**الجواب**

اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ جو ناکھنے کی ہو تو وہیں رکھے جائیں مسجد میں نہ رکھیں اور اگر باہر کوئی جگہ نہیں تو باہر جھاڑو کر تلے ملا کر ایسی جگہ رکھیں کہ نماز میں نہ اپنے مسجد کے سامنے ہونے دوسرے نمازی کے نہ اپنے دہنے ہاتھ کو ہوں نہ دوسرے نمازی کے نہ اُن سے قطع صفت ہو اور ان سب پر قادر نہ ہوں تو سامنے رکھ کر رومال ڈال دیں۔ جو ناکھنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - یکم ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی مسجد میں جو ناکھنا رکھتے ہیں منع کرنے پر کہتے ہیں کہ کہاں منع ہے کس قول سے منع ہے۔

**الجواب**

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان احداکم اذا قام فی الصلاة فانما یناجی ربہ وان ربہ ینبہہ و ینہیہ القبلة فلا یموتھن احداکم قبل قبلتہ و لکن من یسارہ و تحت قدمہ رواہ البخاری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور فرمایا اذا قام احدكم الى الصلاة فلا يبصق امامه فانما ينجي الله مادام في مصلاه فلا عن يمينه فان عن يمينه ملكا وليبصق عن يساره او تحت قدميه فنهرواه الشيخان عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرمایا اذا صلی احدکم فلا یضع فعلیه عن یمنہ ولا عن يساره فتكون عن یمنہ غیرہ الا ان لا یكون علی يساره احد ولیضعہما بین رجلیہ رواہ ابو داود عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از سرائے چھیلہ ضلع بلند شہر مسئلہ راحت اللہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۶ھ مسجد کے چاہ سے عموماً پانی بھرنا اپنے گھروں کو اور ننگے پیروں سے آنا اور سی سے بھی وہ خراب پیر لگتے ہیں پھر اس کی چھینٹیں کنویں میں ضرور جاتی ہیں منع کرنے پر کہتے ہیں کہ پہلے سے یہ ہیں بھرتے آتے ہیں ان کا کیا حکم ہے۔

### الجواب

کنوئیں کی ممانعت نہیں ہو سکتی رسی ڈول اگر مسجد کا ہے اس کی حفاظت کریں غیر نماز کے لیے اس سے نہ بھرنے دیں دربارہ طہارت وہام کو شریعت نے دخل نہیں دیا ورنہ عافیت تنگ ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از بریلی شہر کنز مسئلہ محمد ظہور صاحب ۱۰ اشوال ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مسجد میں درخت پھلدار مثل جامن بولسری کھتی وغیرہ کے ہوا اور پھل اس مقدار پر آیا کہ جس کو فروخت کیا جائے ایسی صورت میں وہ پھل نمازی یا غیر نمازی بلا کچھ قیمت ادا کیے ہوئے کھا سکتے ہیں یا نہیں دیگر یہ کہ مسجد میں درخت بیلہ چنبیل بولسری کا ہے اس کے پھول نمازی لوگ بلا کوئی قیمت ادا کیے ہوئے گھر کو لا سکتے ہیں یا نہیں۔

### الجواب

مسجد میں بے ضرورت شدیدہ درخت ہونا منع ہے اور اس کے پھل پھول بے قیمت نہیں لے سکتے ہندیہ میں ہے اذا غرس شجرة فی المسجد فالشجرة للمسجد کذا فی الظہیریۃ اسی میں ہے فی فتاویٰ اہل سمرقند مسجد فیہ شجرة تفاح یمباح للقوم ان یفطروا و یخذوا التفاح قال الصدوق الشہید المختار انه لا یمباح کذا فی الذخیرۃ اھ **اقول** وهذا تصحیح صریح من امام جلیل ولا شک انہ هو قضیۃ الوقفیۃ فان الوقت کما لا یمکن لا یمباح فبقدر علی ما فی صلح الخانیۃ قبیل فصل المہایاۃ طریق غرس فیہ رحیل شجرة الف صا دقا لوالا باس بہ اذا کان لا یضر بالطریق و یطیب للغارس و رفقہا و اکل فرصا دھا وان کانت الشجرة فی المسجد قال الفقہ ابو جعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ لا باس باکل تو تھا ولا یجوز اخذ و رفقہا اھ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از بولی ضلع بالوں مسئلہ خلیل الرحمن صاحب ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساجد میں معاملات دنیا کی باتیں کرنے والوں پر کیا ممانعت ہے اور ہر شرکیہ مواخذہ ہوگا۔

### الجواب

دنیا کی باتوں کے لیے مسجد میں جا کر بیٹھنا حرام ہے اثناء و نظر میں فتح القدیر سے نقل فرمایا "مسجد میں دنیا کا کلام نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے

جیسے آگ لکڑی کو "مباح باتوں کا حکم ہے پھر اگر باتیں خود بُری ہوئیں تو اُس کا کیا ذکر ہے دونوں سخت حرام در حرام موجب عذاب شدید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از غازی پور محلہ میاں پورہ مسئلہ منشی علی بخش محمد قمر جمعی غازی پور، ارڈی قعدہ ۱۳۲۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں طور و مشر کرنا اور دنیا کی باتیں کرنا اور اسی طرح سے وضو میں درست ہے یا نہیں اور اپنے پاس سے غیبت کرنے والوں اور تممت رکھنے والوں اور جن میں شیوہ منافقت کا اور عسدرہ کا انداز پایا جاوے تو نکلا دینا جائز ہے یا نہیں۔

### الجواب

مسجد میں شور و مشر کرنا حرام ہے اور دنیوی بات کے لیے مسجد میں بیٹھنا حرام اور نماز کے لیے جا کر دنیوی تذکرہ مسجد میں مکروہ (اور ضروری) ہے ضرورت دنیوی کلام نہ چاہیے اور غیبت کرنے والوں اور تممت اُٹھانے والوں منافقوں عسدروں کو نکلا دینے پر قادر ہو تو نکلا دے جبکہ فتنہ نہ اُٹھے ورنہ خود اُن کے پاس سے اُٹھ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ غلام جان صاحب طالب علم ۱۰ ارشوال ۱۳۳۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد و یمان شدہ یعنی چھت وغیرہ اُس کا گر گیا صرف دیواریں و دیگر آثار اُس کے سبب نمودار ہیں اُس مسجد کے متعلق جو دکان ہو اُس کا کرایہ دوسری مسجد پر خرچ ہو سکتا ہے یا نہ اور اُس کرایہ میں سے دوسری مسجد کے پیش امام کو دینا جائز ہے یا نہیں

### الجواب

نہیں جائز۔ بلکہ اُس کے کرایہ سے اُس مسجد کی تعمیر کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از مراد آباد محلہ اصالت پورہ مسئلہ کار و علی صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صحن مسجد میں کچھ قبریں آگئی ہیں اور ان قبروں میں فرش بچھنا دیا گیا ہے اب کوئی نشان قبر کا صحن مسجد میں معلوم نہیں ہوتا ہے البتہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فلاں فلاں قبریں ہیں لہذا یہ معلوم کرتا ہے کہ اس صحن مسجد میں کہ جہاں قبریں تھیں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور جو نمازیں پڑھی ہیں وہ نمازیں جو گئیں یا نہیں سوال کا جواب بجا کر کتب احادیث ارقام فرمائیں۔

### الجواب

مسلمانوں کی قبریں ہموار کر کے صحن مسجد میں شامل کر لینا حرام ہوا اور اُن قبروں پر نماز حرام ہے اور اُن کی طرف نماز حرام ہے قبر پر کے نشان کا نام نہیں کہ اُس کے مٹنے سے قبر جاتی رہے بلکہ اُس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے جتنی نمازیں اس طرح پڑھی گئیں سب پھیری جائیں اور قبروں کے نشان بدستور بنا دیے جائیں کہ مسلمان اُن پر پاؤں رکھنے اور چلنے اور اُن پر اور اُن کی طرف نماز پڑھنے کی آفتوں سے محفوظ رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از شاہی علاقہ رام پور۔ مسئلہ نادر شاہ خاں و انعام اشرف خاں ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد کے یسین و یسیر قبرستان خام ہے نشان قبور موجود ہیں قبرستان کو ٹٹی مٹی سے یا پختہ چوترہ باندھ کر فرش مسجد کا بڑھالیا جائے ایسا کہ بالکل نشان قبر بالکل ظاہر نہ رہے تو اس پر نماز پڑھنا درست ہے یا ناجائز بنیاداً وجہاً

### الجواب

ناجائز و حرام ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنا بھی حرام اور غیر پر نماز پڑھنی حرام اور حرام تو اس ناجائز فعل میں قبروں کی بھی بے عزتی ہے اور نماز کا بھی نقصان - واللہ تعالیٰ اعلم

### مسئلہ - منشی مردان علی از بجور محلہ قاضی خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد بجور محلہ قاضیان میں واقع ہے اس کا فرش موجودہ مشرقاً و غرباً یعنی عرض میں بہت کم ہے کہ جو بعض جمعہ کو نمازیوں کے لیے کافی نہیں ہوتا لہذا اس کے فرش بڑھانے کی تدبیر درپیش ہے در صورت بڑھانے فرش کے ایک قبر پختہ جس کا حفیہ زمین سے قریب بارہ گروہ کے اونچا بنا ہوا ہے بیچ فرش میں پڑ گئی صاحب قبر کے انتقال کو قریب سو سال کے گزری ہوں گی لہذا علمائے دین کی خدمت میں التماس ہے کہ اس قبر کو کیا کیا جاوے تاکہ نماز میں کچھ حرج نہ ہو یا فرش کی برابر کر دی جاوے یا اونچی رہنے دی جاوے در صورت بحالت موجودہ رکھنے قبر کے نماز میں کچھ حرج ہو گا یا نہیں و ثنائے صاحب قبر سوائے ایک شخص کے قبر کو برابر کرنے کے لیے راضی ہیں اگر برابر کرنا درست ہو تو یہ بھی مع حوالہ کتب فقہ تحریر کیا جاوے کہ کتنے میعاد کے برابر کرنا درست ہے - بنیاداً وجہاً

### الجواب

صورت مستفسرہ میں قبر مسلمان کو برابر کر دینا کہ لوگ اس پر چلیں پھریں اٹھیں ٹھیں نماز پڑھیں محض حرام ہے ماکان طقت بہ احادیث جملہ وقد صرح علماء ناناں المروزی مسکة حادثة فی المقابر حرام کما فی فتح القدیر و در المختار وغیرہا پھر اس برابر کرنے سے نماز کا بھی کچھ آرام نہیں بلکہ نقصان ہے کہ قبر پر نماز پڑھنا حرام اور قبر کی طرف بے حائل نماز پڑھنا بھی مسجد صغیر میں مطلقاً حرام اور کبیر میں اتنے فاصلے تک حرام کہ جب نماز خاشعین کی پڑھی اور قیام میں موضع سجود پر نظر جمائے تو قبر تک نگاہ پہنچے اور عام مساجد صغیر ہیں مسجد کبیر ایسی ہے جیسے جامع خازم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے اور قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے اور پکا بلند نشان حقیقت قبر میں داخل نہیں تو اس کے برابر کر دینے سے قبر قبر ہی رہے گی غیر قبر نہ ہو جائے گی ردالمحتار میں ہے تکرہ الصلوۃ علی القبر لو سوا والنہی عن ذلك رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبياءهم ومساجد دواہ الشیخان وغیرہا عن ام المؤمنین الصدیقة وعبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ اس کا طریق یہ ہے کہ قبر کو فرش کے برابر کریں اور اگر فرش اونچا ہو کر آئے گا تو قبر جس قدر اونچی ہو نیچی رہنے دیں اور اس کے گرد اگر ایک ایک بالشت کے فاصلے سے ایک چار دیواری اٹھائیں کہ سطح قبر سے پاؤں گرا کر یا زیادہ اونچی ہو جائے اور ہر پتھر ڈال دیں یا لکڑیاں چن کر پاٹ دیں کہ چھت ہو جائے اب یہ ایک مکان ہو گیا جس کے اندر قبر ہے اب اس کی چھت پر اسی کی دیوار کی طرف ہر طرح نماز جائز ہو گئی کہ یہ نماز قبر پر یا قبر کی طرف نہ رہی بلکہ ایک مکان کی چھت پر یا اس کی دیوار کی جانب ہوئی اور اس میں حرج نہیں مسلک متقطعی میں ہے انکان بین القبر والمصلی حجاب فلا تکرہ الصلوۃ خلاصہ و ذخیرہ وغیرہا میں ہے ہذا اذا لم یکن بین

المصلحة وهذا الموضع حائل كالحائط وان كان حائل كالتكوة ادر بهتر ہے کہ ان مختصر دیواروں میں جنوباً شمالاً یا دیوار جانب قبلہ میں بھی کچھ باریک جالیاں رکھیں اس سے دو فائدے ہوں گے اولاً ہیئت کی قبر تک ہواؤں کا آنا جانا کہ حکم حدیث موجب نزول رحمت ہے دوم جالیاں دیکھ کر شخص سمجھ لے گا کہ یہ قبر نہیں اور اس پر یا اس کی طرف نماز پڑھنے میں اندیشہ نہ کرے گا ورنہ ناواقف اُسے بھی قبر جان کر احتراز کرے گا اور صحن مسجد کے اندر اتنی جگہ تین چار گرہ بلندی رہنے کو جاہل نادانوں کی طرح ناگوار نہ جانیں کہ اس میں میت واحیاء مسجد وقبر سب کی بھلائی ہے کما اشارنا الیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از شہر الہ آباد زیر جامع مسجد چوک مرسلہ مرزا احد علی خوشنوساز ۲۹ ر شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک مدرسہ ہے جس میں تعلیم کلام مجید وتفسیر وفقہ وحدیث کی ہوتی ہے بعض منتظمین نے چاہا کہ تعلیم مسجد سے اٹھادی جائے بعد گفتگو بسیار کے یہ طے پایا کہ دونوں طرف سے تحریریں ہو جائیں اور رجسٹری کر دی جائے منتظمین مسجد لکھ دیں کہ ہم مدرسہ نہ اٹھائیں گے جب تک مدرسہ تین شرائط پر قائم رہے گا ایک یہ کہ سات آٹھ برس کے لڑکے نہ داخل ہوں دوسرے مدرسہ میں تعلیم ہندی ناگری انگریزی غیر مذہب کی تعلیم نہ داخل ہو مدرسہ مسجد کی کسی چیز پر قبضہ نہ کرے ہتم مدرسہ نے اس کو تسلیم کیا اور تحریر کر دیا کہ ہم اس کے پابند رہیں گے بلکہ کہتا ہے کہ یہ تحریر کرنا اور رجسٹری کرنا جائز نہیں ہے منتظمین کو شرعاً یہ حق حاصل نہیں کہ اس قسم کی تحریر کرادیں اور رجسٹری کرادیں زید کہتا ہے کہ یہ سب جائز ہے جو کلام مسجد میں جائز ہیں اُس کی مزاحمت کسی کو جائز نہیں لہذا عدم مزاحمت کی توثیق کرانا شرعاً کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ کوئی متولی کسی نمازی سے کہہ دے یا لکھ دے کہ ہم تم کو نماز سے کبھی نہ روکیں گے جب تک تم کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ گے اور مسجد میں فساد کی بات نہ کرو گے لہذا کس کا قول صحیح ہے زید کا یا بکر کا۔ بینوا تو جروا

**الجواب**

مسجد میں تعلیم بشرائط جائز ہے (۱) تعلیم دین ہو (۲) معلم سنی صحیح العقیدہ ہو نہ وہابی وغیرہ بددین کہ وہ تعلیم کفر وضلال کرے گا (۳) معلم بلا اجرت تعلیم کرے کہ اجرت سے کار دنیا ہو جائے گی (۴) نا سمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بے ادبی کریں (۵) جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو کہ اصل مقصد مسجد جماعت ہے (۶) غل شور سے نمازی کو ایذا نہ پہنچے (۷) معلم خواہ طالب علم کسی کے بیٹھنے سے قطع صفت نہ ہو ان شرائط کا اگر وثیقہ لکھ لیا جائے کیا مضائقہ ہے بلکہ بہتر ہے وہ تحریر کر لکھانا چاہتے ہیں اُس کی پہلی شرط ان میں کی چوتھی اور دوسری ان میں کی پہلی ہے اور تیسری کوئی خاص تعلیم کی نہیں مطلقاً ہے اُس کا لکھنا بھی اچھا ہے گرمی کی شدت وغیرہ کے وقت جبکہ اور جگہ نہ ہو بضرورت معلم اجرت کو اجازت ہے مگر مطلقاً نہیں سلائی پر سنے والا درزی اگر مسجد کی حفاظت اور اُس میں بچوں کو نہ آنے دینے کے لیے مسجد میں بیٹھے اور اپنا بیٹا بھی رہے تو اجازت دی ہے یہیں غیر نماز کے وقت متین علم دین کو تکرار علم میں رفع صوت کی حدیث میں فرمایا جنہو امساجد کہ صبیحا نکم و مجاہد نکم بحر الرائق میں ہے قالوا ولا یجوز ان یعمل فیہ (ای فی المسجد الصنائع لانه مخلص للہ تعالیٰ فلا یكون محلاً لغیر العبادة غیر انہم قالوا فی الحیاط اذا جلس فیہ المصلح من دفع الصبیان وصیانة المسجد لایاس بلہ للضرورة ولا یدق الثوب عند طیہ دقا غلیظا والذی یکتب ان کان باجو یکوہ وان کان بغیرا جو لایکوہ قال فی فتح القدیر ہذا اذا کتب القرآن والعلم لانه

فی عبادۃ اما هؤلاء المکتبون الذین یجتمع عندہم الصبیان واللفظ فلا ولولم یکن لفظ لانہم فی صناعة لا عبادۃ اذہم یقصدون الاجارۃ لیس ہونہ تعالیٰ للامر توافق ومعلم الصبیان القرآن کالکاتب انکان لاجرا وحسبۃ لا باس یہ اہ فتاویٰ خلاصہ میں قبیل کتاب المجبض ہے۔ معلم الذین یعلم الصبیان باجرا واجلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورۃ الحروغیہ لا یکرہ و فی نسخۃ القاضی الامام و فی اقرار العیون جعل مسأله المعلم کمسأله الکاتب والنجیاط فان کان یعلم حسبۃ لا باس بہ وان کان باجریکرہ الا اذا وقع ضرورۃ درمختار میں ہے اذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد ولومستغلا بقراءۃ اودرس ردالمحتار میں ہے اقول وکذا اذا المریضون ولکن من قعودہ قطع للصف درمختار مکدہات ومنوعات مسجد میں ہے ورفیع صوت بذکر الا للشفقہ ردالمحتار میں ہے الا ان یشوش جہرہم علی ناظم او مصل اوقارہی مناقب کردی میں ہے عن ابن سینیۃ قال مررت بہ (ای بالامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وهو مع اصحابہ فی المسجد قد ارتفعت اصواتہم فقلت یا ابا حنیفۃ ہذا المسجد والصوت لا یرفع فیہ فقال دہمہم فانہم لا یفہمون الا بہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ - سائل مذکور الصدر

ایک مسجد قدیم چندہ کے روپیہ سے از سر نو تعمیر کی گئی اس کے مغربی دیوار پر عمارت ذیل میں پتھر میں کندہ کر کے ہر سہ فراب کے اوپر چپاں کی گئی عبارت یہ ہے ایہ جامع مسجد پنج دو کانات جنوبی و شرقی و حمام شاہی عہد کے بنے ہوئے ایک عرصہ تک متولیوں کے اہتمام میں رہی آخری متولی کی بے عزتانیوں سے حمام مسجد سے نکل گیا اور مسجد کی مغربی دیوار پر ایک شخص کا دروازہ مکان بن گیا مغربی دیوار اور گنبد کی دیوار ملتی ہوئی دو کانات مسجد کی نسبت متولی مذکور نے اپنی خائلی جاگڑا ہونے کا دعویٰ کیا بالآخر متولی بحکم کچہری تربیت سے خارج کیا گیا اور مسجد دو کانات انتظام کچہری کی طرف سے کمیٹی کو سپرد ہوا اس کمیٹی نے حمام کو داپس لے کر جزو مسجد قرار دیا اور اس وقت سے مسجد کی تربیت و آبادی میں بے اثر و ترقی ہوئی رہی مسجد کی مغربی دیوار اور گنبد کی ٹاٹ مش ہو جانے سے مسجد کے گر جانے کا اندیشہ تھا اس مسجد کی کل موجودہ عمارت بنیاد سے از سر نو کمیٹی کے زیر اہتمام تعمیر کی گئی تعمیر کا کام سلسلہ میں شروع ہوا سلسلہ میں ختم ہوا تعمیر میں چالیس ہزار روپیہ خرچ ہوا جس میں سے ایک ہزار نو سو دو کانات کے کرایہ سے ملا اور باقی چندہ جمع کیا گیا ضلع الہ آباد کے علاوہ دیگر اضلاع کے مسلمانوں اور دایمان ملک نے بھی چندہ عطا فرمایا دو کانات زیرین مسجد حمام وقف ہیں ان کی آمدنی اخراجات مسجد میں صرف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مسجد کو حوادث زمانہ سے محفوظ رکھے اور جہہ سنیان مسعودین مسجد کو جزائے خیر عطا فرمائے ناظرین ارکان کمیٹی و سرکاری و دیگر کارکنان کے حق میں دعائے مغفرت کریں سید امیر الدین احمد غفر اللہ عنہ بہ خان بہادر سرکاری کمیٹی انتظام جامع مسجد چوک الہ آباد ساکن دائرہ شاہ رفیع الزمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واقع محلہ بھٹی پور شہر الہ آباد (زید کتا ہے کہ بچندہ وجہ یہ عبارت چپاں کرنا مغربی دیوار پر دست نہیں ہے اول یہ کہ درمختار میں لکھا ہے کہ مغربی دیوار پر نقش کرنا درست نہیں ہے دھو ہذا (ولا باس بتقشہ خلا محرابہ) فانہ یکرہ لانہ یعنی المصلی ویکرہ التکلف بدقائن النقوش ونحوها خصوصاً فی حیدار القبلة قال الحلبي و فی حظرا المحبۃ وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والمخراہ وظاہرہ ان المراد بالمحراب حیدار القبلة فیلیحفظ اور یہاں نحوہا کا لفظ بھی ہے کہ جو ہر ایک ایسی چیز کو شامل ہے کہ جس سے دل بٹنے کا اندیشہ ہو۔ دوم یہ کہ اس میں متولی سابق کی

خیانت لکھی ہے جن کو اس لقب سے یہاں ہر شخص جانتا ہے وہ اپنے کردار کو پہنچ بھی چکے اور کچھری نے بھی اُن کو تولیت سے علیحدہ کر دیا لیکن وہ جب دنیا سے رحلت فرمائیں گے تو اُن کی بُرائی ہمیشہ کے لیے کندہ رہے گی اور لوگ بُرائی سے اُن کو یاد کریں گے اور یہ حدیث شریف میں منع ہے سوّم یہ کہ ایسے موقع پر کسی کا نام ہونا شہرت اور ریا سے خالی نہیں اور یہ غیر تحسّس ہے جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے وعن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من بنی اللہ مسجد الا ی معبد ا فیتناول معبد الکفرۃ فیکون للہ لاخراج ما بنی معبد الغیر اللہ قالہ ابن الملک والا ظہران یکون المسجد علی بابہ ویكون للہ لاخراج ما بنی للریا والسمعة ولذا قیل من کتب اسمہ علی بناءہ دل ذلک منہ علی عدم اخلاصہ قال ابن حجر وہو ظاہر ما لم یقصد بکتابة اسمہ نحو الدعا والترحم وفيہ ان الدعاء والترحم محصل مجملہ ومبہما فلا یحتاج الی تعیین الاسم چہاں یہ کہ ایک خاص ایسے شخص کے نام ہونے سے اُس کا اور اُس کے خاندان کا ایک قسم کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اور آئندہ یہ مسجد کی آمدنی کے حق میں نہایت مضر ہوگا جیسا کہ تمام اوقات میں ہو رہا ہے بہر حال اگر اس میں کوئی اختلاص بھی کرے تو اخلاقی بات مسجد میں رہنا اچھا نہیں احتیاط کا یہی مشاہدہ ہے کہ یہ پتھر چہاں کرنا درست ہے بہت مساجد میں ایسے کتبے لگے ہوئے ہیں اور نمازیں وہاں نظر لے جانے کی ضرورت کیا ہے اور نام کندہ کرانا دعا کے واسطے ہے اور اس خیال سے کہ کسی مستحکم ذمہ دار کے نام ہونے کی ضرورت ہے بہر حال زیہ کا قول صحیح ہے یا بیکرا۔ بلینوا تو جروا

### الجواب

اس سوال کا جواب رمضان ۱۳۳۷ھ میں جاچکا ہے اُس کی نقل مرسل ہے وہی جواب ہے اس میں دیر اقبلہ پر نام کا سوال زائد ہے بیشک دیر اقبلہ میں عام مصلیوں کے موضع نظر تک کوئی چیز ایسی نہ چاہیے جس سے دل بٹے اور ہو تو کپڑے سے چھپادی جائے احمد واپوہ اود عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعاہ بعد دخول الکعبۃ فقال انی کنت رأیت قرنی الکعبش حین دخلت البیت فتمیت ان امرک ان تخمرها فخرهما فانہ لا یبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شیء یلہی المصلی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلید بردار کعبہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا ہم نے کعبہ میں دُبنے کی سینگ ملاحظہ فرمائی تھی (دُنیا کہ سیدنا امحیل علیہ الصلاۃ والسلام کا ذبیہ ہوا اُس کے سینگ کو معظمہ کی دیوار غری میں لگے ہوئے تھے) ہمیں تم سے یہ فرمانا یاد رہا کہ ان کو ڈھانک دو اب ڈھانکو کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہ چاہیے جس سے دل بٹے۔ ہاں اگر اتنی بلندی پر ہو کہ سر اٹھا کر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نمازی کا قصور ہے اُسے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا مک جاہل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیتھون اقوام یرفعون ابصارہم الی السماء فی الصلاۃ او لتخطفن ابصارہم وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو اس سے باز آئیں گے یا اُن کی نگاہ اُچک لے جائے گی یعنی واپس نہ آئے گی اخر ص ہو جائیں گے رواہ احمد ومسلم والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نام کندہ کرنا نابت پر ہے اگر نبت دعا ہے بے شہدہ روا ہے اور مبہم دعا کا فی ہونا بالیقین دعا چاہنے کا نافی نہیں اور اگر قصور نام ہے بیشک حرام ہے مگر مسلمان پیدگانی کس نے جائز کی یہ امر قلب ہے وہ جامنے اور اُس کا رب۔ پہلی جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ میں بھی اس کا جواب جاچکا تھا یہی حکم تھا

وہ محل یہ قدرے مفصل - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از شہر و فترا انجمن خادم المسلمین مسئلہ گوہر علی حسینی معتمد انجمن ۶ محرم ۱۳۳۶ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مفت ساجد بد بخیاں شوکت اسلام اسلامی سیاہ جھنڈا یعنی لوٹے اسلام نصب کرنا  
جائز ہے یا نہیں - بلیوا تو جروا

### الجواب

شوکت اسلام اطاعت اسلام میں ہے مسجد پر جھنڈا ایک نئی بات ہے اور کوئی مزاحمت ہو تو ہنگامی وقت اور اس کا اندیشہ نہ ہو تو  
فی نفسہ کوئی حرج نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از ہجرہ ضلع شاہ پور ملک پنجاب دروازہ ملتان مسئلہ فضل حق صاحب چشتی ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ  
بخدمت جناب سلطان العلما المتبحرین برہان الفضلاء المتصدرین کنز الہدایۃ والیقین شیخ الاسلام والمسلمین مولینا مفتی العلامہ شاہ  
احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی مسجد میں جائز ہے یا نہیں کیونکہ مرثیہ وغیرہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسجد میں راگ  
منع ہیں اور حتی الامکان منع ہیں چوکہ مولود بھی راگ ہیں اس لیے یہ قطعاً ناجائز ہیں - بلیوا تو جروا

### الجواب

مجلس میلاد مبارک کے روایات صحیحہ سے ہو اور اشعار کہ پڑھے جائیں مطابق شرع مطہر ہوں اور الحان سے پڑھنے والے مرد وغیرہ وہیں  
مسجد میں بھی جائز ہے کہ ساجد ذکر آگے کے لیے بنیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر بھی ذکر آگے ہے حدیث میں ہے اب عزوجل نے کریم  
ورفعنا لک ذکوکہ کے نزول کے بعد کہ ہم نے بلند کیا تمہارے لیے تمہارا ذکر جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خدمت اقدس حضور سید عالم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھیج کر ارشاد فرمایا اندری کیفیت رفت لک ذکوکہ جلتے ہو میں نے تمہارا ذکر تمہارے لیے کیونکہ بلند فرمایا  
حضور نے عرض کی تو خوب جانتا ہے فرمایا جعلتک ذکر امن ذکر ہی خزن ذکوکہ فقد ذکر فی میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے  
ایک ذکر بنا دیا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا - قادیانی مرتدین میں اُن کی بات پر کان لگانا جائز نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ** - مسجد میں مسائل کا بطور وعظ کے قبل نماز کے کوئی نقل پڑھنا ہو کوئی استتیس بیان کرنا چاہیے یا نہیں یا بعد نماز کے -

### الجواب

مسائل قبل نماز خواہ بعد نماز ایسے وقت بیان کیے جائیں کہ لوگ سننے کے لیے فارغ ہوں نمازیوں کی نماز میں خلل نہ آئے - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از جاورہ مرسلہ مولوی حافظ صاحب علی صاحب یکم جب ۱۳۳۸ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں اگر ناز کے واسطے صفیں باندھ کر منتظر جماعت یا خطبہ بیٹھے ہوں اور مشغول ذکر آگے ہوں  
اس صورت میں کسی حاکم یا مشائخ یا رئیس یا بادشاہ یا خدام مسجد کے آجانے پر کسی شخص کو یا عام لوگوں کو تعظیم کے لیے کھڑا ہونا یا استقبال کو بڑھنا

جائز ہے یا نہیں۔

### الجواب

جبکہ لوگ جماعت یا خطبہ کے انتظار میں نہ ہوں اور ابھی امام خطبہ کے لیے نہیں گیا تو اپنے باپ یا پیر یا استاد علم دین کے لیے ہر شخص قیام کر سکتا ہے اور اگر عالم دین کا تشریف لا رہا ہو تو تمام مسجد قیام کرے ان کی تعظیم بعینہ اللہ و رسول کی تعظیم ہے جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باقی صرف دنیوی عزت یا توانگری رکھنے والے کے لیے بلا ضرورت و مجبوری جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - غزہ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مقام پر بہت قبریں ہوں اُس مقام کو پاٹ کر اُس پر مسجد بنائی جائے اُس میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔

### الجواب

سائل منظر ہے کہ قبرستان عامہ مسلمین کے خاص موضع قبور پر مٹی ڈال کر چوترا بنا یا اور اُس پر عمارت قائم کر کے اُسے مسجد ٹھہرا یہ قطعاً ناجائز و باطل ہے نہ وہ مسجد ہو سکتی ہے فان الوقت لا یحک فلا یوقت مرہ اخری علی حجۃ اخری نہ اُس میں نماز مباح لان القبر لا ینج عن القبریۃ باضافۃ تراب علیہ فہی صلاۃ علی القبر ثم ہو تصرف فی الوقت بما لیس لہ وتغییر لہ عما قد کان لہ فلا یجوز واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازبکستان علاقہ چودھپور متصل مسجد جامع چوٹکی گلی مرسلہ مولوی عبدالرحمن صاحب وکیل کچا من ۸ ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثر اللہ جامعہ سوالات مستفسرہ ذیل کے جوابات میں (۱) ہمارے ادھر ایک قوم ہے جس کا پیشہ شراب کشید کرنے کا ہے اور مذہب مسلمان ہے اس قوم میں کچھ آدمیوں نے دو چار پشت سے شراب کی کشید موقوف کر دی ہے اور دوسرے پیشے مثل پیشہ بساطی اور سناری وغیرہ جن سے اکل حلال میسر ہو سکتا ہے اختیار کر لیے ہیں ان لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے اس میں ہم لوگوں کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں (۲) مذکورہ بالا قوم کے بعض مسلمان ابھی تک شراب کشید کرتے ہیں مگر وہ نماز اور روزہ کے پابند ہیں یہ لوگ اس مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اُسی میں وضو بناتے ہیں مگر مسجد میں جب داخل ہوتے ہیں اس وقت شراب سے بدن کو طوٹ نہیں لکھتے بلکہ کپڑوں سے اور بدن کی طہارت سے داخل ہوتے ہیں اس صورت میں ان لوگوں کو مسجد میں آنے دینا چاہیے یا نہیں اور وضو کرنے دیں یا منع کیا جائے اور جماعت میں شریک کریں یا ذکر میں (۳) وہ مسلمان جنہوں نے شراب کی کشید ترک کر دی ہے اُن کے یہاں کی دعوت قبول کی جائے یا نہیں اور ان کی بنا کردہ مسجد میں امامت کرنے والے کے حق میں شریعت سے کیا حکم ہے (۴) ذال یعنی بڑھ چھ اور طرہ الف تبخیرا کو مسجد میں آنے دینا چاہیے یا نہیں اور ان کے جوارہ کی نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

وہ مسجد کہ ان لوگوں نے بعد تو بہال حلال سے بنائی ہے بیشک مسجد شرعی ہے اور اس میں نماز فقط ہو سکتا ہی نہیں بلکہ اس کے

قرب و جوار والوں اہل محلہ پر اس کا آباد رکھنا واجب ہے اس میں اذان و اقامت و جماعت و امامت کو ماضی و حاضر رہے اگر ایسا نہ کریں گے گنہگار ہوں گے اور جو اس میں نماز سے روکے گا وہ ان سخت ظالموں میں داخل ہوگا جن کی نسبت اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع منسجداً للہ ان یدل کو فیہا اسمہ و سعی فی خواہیہا اُس سے بڑھ کر کون ظالم جو اللہ کی مسجدوں سے روکے اُن میں خدا کا ذکر ہونے سے اور ان کی دیرانی میں کوشش کرے اور ان تابیوں کی دعوت بھی قبول کی جائے کہ اب اس کا مال بھی حلال ہے اور توبہ سے گناہ بھی زائل ہوگا اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ جس نے گناہ سے توبہ کر لی وہ ایسا ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں رواہ ابن ماجہ بسند حسن والبیہقی فی السنن والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن مسعود والحکیم الترمذی عن ابی سعید الخدری والبیہقی فی الشعب والسنن وابن عساکر عن ابن عباس و فی السنن عن عقبۃ الخولانی والاسناد الفشیری فی رسالۃ والد یلمی وابن النجار عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان میں جو لوگ اب تک اس من عظیم میں مبتلا ہیں اگرچہ سختی لعنت خدا ہیں مگر جبکہ پاک بدن پاک کپڑوں سے مسجد میں آتے ہیں تو انہیں وضو و مسجد و جماعت سے نہیں روک سکتے اگر ان کے آنے سے فتنہ نہ ہو یونہی قال کو بھی اور عورتیں اگرچہ پارسا اور بڑھیا ہوں مسجد سے منع ہیں خصوصاً زنا پیشہ فاحشات کہ ان کے باہمی وہ رسوم سنے گئے ہیں جن کا بعد ایمان قائم رہنا سخت دشوار ہے قال وغیرہ جو مسلمان مرے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاتا ہو چند صورت اشتنائی مذکور فقہ کے سوا اب کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلاة واجبة علی کل مسلم میوت براکان او فاجرا وان ہو عمل الکبائر ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے وہ نیک ہو یا بد اگرچہ اُس نے کبیرہ گناہ کیے ہوں رواہ ابو داؤد والبیہقی بسند حسن صحیح عن ابی ہریرہ ومعناہ لابن ماجہ عن واثلہ بن الاسقع وللطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الخلیۃ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - اگر پہلی مسئلہ شیخ العزیز بساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دے دوں پس یہ جائز ہے یا نہیں - بلیثوا تو حروا

الجواب

جب دریاں سپرد مسجد کر دیں ملک مسجد ہو گئیں جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

## باب ادراک الفریضہ

مسئلہ - ازاد جین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں از مکان میر خدام علی صاحب اسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

چھ می فرماہند علمائے دین دار و مفتیان درع شمار دریں مسئلہ کہ مردے نیت چہار رکعت نماز سنت خواہ نفل نمودہ یک رکعت نماز



باتمام رسانیده بادائے رکعت دوم برخاست در آن وقت کے تکبیر نماز فرض گفت ادا کنندہ نفل و سنت بر چار رکعت تمام نماید یا بر دو رکعت  
اکتفا سازد و دو رکعت باقیہ را بخواند یا نہ - بیدو اتوجروا -

## الجواب

مصلی نفل از آغاز ثنا تا انجام تشهد در هر چه کہ باشد چون هنوز در شفع اول است و بہر شفع دوم یعنی رکعت ثالثہ قیام نکرده کہ جماعت  
فرض قائم شد لا جرم بہرہیں دو رکعت پیش اکتفا نماید و جماعت در آید فی الدار المختار الشارح فی نفل لا یقطع مطلقا و یتکثر  
رکعتین و دو رکعت کہ باقی ماند قضاء آنہا بر ذمہ اش نیست زیرا کہ ہر شفع نفل نماز جدا گانہ است تا در شفع دوم آغاز نکرد واجب  
نشد و چون واجب نشد قضا نیامد فی الدار المختار لا قضاء لو نوى اربعا وقعدا قعدا والشهد ثم نقص و بہین ست حکم سنن غیر راتبہ  
مانند چار رکعت قبلہ عصر و عشا کہ آنہم نافلہ بیش نیست اما سنن راتبہ رابعیہ کہ قبلہ ظہر و جمعہ است و پنج سائر رواتب حکما دارد  
فائق بر احکام نفل مطلق این جا علما را معرکہ عظیمست بسیاری آنہا را نیز در حکم مذکور بزرگ داخل داشتہ اند پس اگر جماعت ظہر  
قائم شد یا امام بخطبہ جمعہ رفت ہر کہ در شفع اول سنت است بہین بر دو رکعت سلام دہد این سنت روایت نوادر از امام ابو یوسف رحمۃ اللہ  
تعالی علیہ کما فی الہدایۃ و از امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نیز کما فی فتح القدیر و بہین قول رجوع فرمود امام شیخ الاسلام علی سفدی  
کما فیہ ایضا و قاضی نسفی نیز کما فی الشامی عن الوجیز و فی غنیۃ الحلبي من الاوقات المکروہۃ عن قاضی خاں و امام بقالی  
را نیز بہین سوسیل ست کما قالہ الکمال و شمس اللہ سرخسی را بہم کما ذکر ایضا و تبعہ فی الغنیۃ و فی مرقاۃ الفلاح و اقروہ فی رد المحتار  
و للعبد الضعیف فیہ وقفۃ واللہ تعالی اعلم و ظاہر ہر ہایہ اختیار اوست کما فی الشامی و ظاہر کافی شرح وافی للامام النسفی نیز  
کما رأیت فیہ در بہین جزم کردہ است علامہ طبرانی در برہان و ماہب الرحمن و مولی خسروہ در علامہ کرکی در فیض و ظاہر ہا  
علامہ علی مقدسی را نیز بہین سوسیلان ست کما فی رد المحتار و علامہ ابراہیم حلبی در متن طبعی بہین اعتماد کرد و قول دیگر بالمقتضی  
آورد و در غانیہ اول الصلاۃ فصل بمرئۃ الاوقات فرمود بہ اخذ المشائخ در نسخہ آنہ او جہ تلیذہ محققش علامہ محمد حلبی در علیہ  
پس از نقلش فرماید ہو کما قال در نور الایضاح علامہ شرنبلانی و نیز در ادراک الفریضہ از ماشیہ او بر در الحکام است ہو الاوجہ  
خاتمہ المحققین علامہ شامی نیز بہین را تابیہ و تشبیہ کرد برین قول این دو رکعت کہ گزارده است نفل محض گردد و دو باقی را قضا نیست  
علی ما ہو ظاہر الروایۃ و ارجح التصحیحین کما حققہ فی رد المحتار بالبعد از فرض بلکہ علی اولی التزیحین عندی کما حققہ  
علی ہامش حاشیۃ الشامی پس از سنت بعدیہ این سنن قبلہ را ادا کنند تا ہم سنت ادا شود و ہم فضل جماعت و استماع خطبہ از دست  
زود فی نور الایضاح و شرح مرقاۃ الفلاح للعلامة الشرنبلانی ان کان فی سنۃ الجمعة فخرج الخطیب او فی سنۃ الظہر  
فاقیمت الجماعت سلم علی رأس رکعتین و ہو الاوجہ لجمعه بین المصلحتین ثم قضی السنۃ اربعا بعد الفرض مع ما بعدہ  
فلا یفوت فرض الاستماع والاداء علی وجہ اکمل اہم ملخصا قول دیگر آنکہ مصلی این دو سنت ہر چار رکعت تمام کند اگر چندین بار  
تحریر بہستہ است کہ جماعت ظہر یا خطبہ جمعہ آغاز نہادند زیرا کہ این ہمہ رکعات پنج نماز واحدست لهذا در قعدہ اولی در دو نخوانند در شفع ثالثہ

ثنا و توداد و چون در شفع اولیس خبر رسید و شفع دوم انتقال نمود شفعه ساقط نشد و همچنان زن بخیر و را اختیار از دست نبرد و کذا  
تا از هر چهار فرغ نیاید خلوت با زن صحیح نشود و کمال هر لازم نیاید کل ذلك فی تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق للامام العلامة  
الزبلی عامه شارح بترجیح و تصحیح این قول تصریح نموده اند امام و لواحق و صاحب سبقتی و صاحب محیط و علامه شمس فرمودند الصبیح انه  
یتمها اربعاً کما فی البحر من ادراك الفریضة فود علامه زین در مجرب نقض فرمود الظاهر ما صحیح المشائخ لانه لا شک ان فی التسليم  
على رأس الوقتین ابطال وصفت السنية لا اکمالها و تقدماً انه لا یجوز الخ برادرش علامه عمر بن محمد در نرد او مقرر داشت  
کما فی رد المحتار فتاوی صغری فرمود علیه الفتوی علامه شرنبلالی در جمعه غنیه فتوی الاحکام فرماید قوله وان كانت سنة الجمعة  
یسلم على رأس الوقتین) اقول الصبیح خلافه و هو انه یتدر سنة الجمعة اربعاً و علیه الفتوی کما فی الصغری و هو الصبیح  
کما فی البحر عن الولا الحجة و المبتغی لانها بمنزلة صلاة واحدة واجبة اهرام انام غیر الدین مرغیان در تفسیریه فرمود هو الصبیح  
کما فی القسطنیة و الغنیة شرح المنیة من الاوقات المکروهة و همچنان در سراج و حاج ست کما فی الهندیة امام خراسانی  
هو الاصح کما فیها ایضاً علامه غزالی در متن تنویر الابصار فرمود علی الراجح علامه دشتی در در مختار تقریرش کرد و گفت خلافاً لما صحیح  
الکمال و در جمعه تبعاً للبحر فرمود فی الاصح در جمع الاثر گفت صحیح اکثر المشائخ هم در آنست الصبیح انه ینقذ آنکه مقرر  
مذهب حضرت امام محمد رحمه الله تعالی علیه در مسوط که از کتب ظاهر الروایة است باین معنی ایما فرمودنا هیک به حجة و قدرة محقق علی  
الاطلاق و در فتح فرماید الیه اشار فی الاصل اقول دیدی که هر جانب قوتی است پس علیه دقتی شامخ و جلیله اما دلیل قول اول که امام  
ابن الهمام قدس سره ذکر فرمود گوید چپیده تر باش لکن عامه تصحیحات صریح بر این طریقی هم آورده و لفظ هو الصبیح که از جمهور المخطوطات  
و امن قول دوم شد بر لفظ هو اوجه که انام محقق علی الاطلاق نصیدیه قول اول است گران سنگها دارد هم از روی ماده و هم از رادیهیت و هم  
از جهت زواید کما لا یخفی علی الفقیه النبیة العارن با سالیب الکلام آن طرف اگر به اخذ المشائخ است که بظاهر مراد بایشان مشائخ  
خود امام قاضی خاں است این طرف صحیح المشائخ و صحیح اکثر المشائخ است و نیز آنکه از عاده الفاظ اگر است و اقوی اعنی لفظ علیه  
الفتوی باز آن طرف اگر از حضرت شمس مذهب رضی الله عنهما روایت نادرست این جانب اشاره اصل و اشاره اصل چیز است  
سهل علی سیر گفته اند که مفهوم متون بر منطوق فتاوی تقدم دارد علامه سیدی احمد حموی در غرر الحیون نگارد غیر خاف ان ما فی المتن والشروح  
ولو کان بطریق المفهوم مقدم علی ما فی الفتاوی وان لم یکن فی عبادتها اضطراب و پیدا است که نسبت نادر به اصول همچو نسبت فتاوی  
بمتون و بالاخر مسلم الا ان قبل است که انسان از هر دو قول بر هر چه خواهد عمل نماید هیچ جائی طاعت نیست و من فقیر یقبل اخر خود را مایل ترمی نیم  
بوجهی که شنیدی وی شنی فاقول به دلیل قول اول می توان گفت که سنت چهل از وقت خود برگشت نقصان پذیرفت و سنت بر چه سنت  
ادانند و سن کلمات فرائض است و شک نیست که تکمیل کامل اکمل از تکمیل ناقص است پس نقصان سنن نقصان فرائض نیز شود پس تسلیم  
بر رکعتین هم ابطال و صفت سنت است بے آنکه بر وجه سنت انجا را بدیم انعام تکمیل فرض است علی الوجه الاکمل بخلاف اتمام که سنت از  
نقصان محفوظ مطلق ماند و در فرض اگر چه از اکمیت قوت شود بجهت دیگر است آید هذا ما و مراد علی قلبی و العلم بالحق عند ساری

ان دینی بکل شیء علیہ۔

**مسئلہ -** از اربعین مکان میر خادام علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۳۵ ہجری  
اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکرو وضو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے  
اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے۔ بینوا توجروا

**الجواب**

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و اکد ہے جب یہ جائے کہ سنتیں پڑھو  
تو جماعت پورے کیے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کونکر  
امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا فی الدوا المختار اذا خاف فوت رکعتی الفجر لا اشتغاله بسنتھا ترکھا  
لکن الجماعة اکمل الخ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** ۵ ار رمضان المبارک۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فرض تنہا پڑھ چکا تھا اب مسجد میں جماعت قائم ہوئی اور یہ اس وقت مسجد میں موجود ہے  
تو اب اسے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب**

نماز فجر وعشا میں ضرور شریک ہو جائے کہ اگر تکبیر سن کر باہر چلا گیا یا دہریں بیٹھا رہا تو دونوں صورت میں مسئلہ کے کراہت و تمت ترک  
جماعت ہوا اور فجر و عصر و مغرب میں شریک نہ ہو کہ قول جمہور پرین رکعت نقل نہیں ہوتے اور چھٹی ٹائے کا تو سبب مخالفت امام کراہت لازم آئیگی  
اور فجر و عصر کے بعد تو نوافل مکروہ ہی ہیں اور ویسے بیٹھا رہے گا تو کراہت اور اشد ہوگی لہذا ان نمازوں میں ضرور چلا کر باہر چلا جائے قال  
العلامة الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ فی نور الایضاح و شرح مراقی الفلاح ان خرج بعد صلاتہ منفردا لا یکرہ لانہ قد اجاب  
داعی اللہ مرة فلا تجب علیہ ثانی الا انہ یکرہ خروجه اذا اقيمت الجماعة قبل خروجه فی الظهر و فی العشاء لانہ يجوز النقل  
فیہما مع الامام لثلاثہم بخلاف الجماعة کالخروج والشیعة وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان یومن باللہ والیوم  
الآخر فلا یقفن مواقف التہم فیتقدی فیہما ای الظهر والعشاء متنفلا لدفع التہمة عنہ ویکرہ جلوسہ من غیر اقتداء لمخالفة  
الجماعة بخلاف الصبح والعصر والمغرب لکراہۃ النقل والمخالفة فی المغرب الی آخرہ قال العلامة الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ  
فی حاشیۃ المرقا قولہ لکراہۃ النقل ای بعد الصبح والعصر و فی النہر یلغی ان یجب خروجه لان کراہۃ مکثہ بلا صلوۃ اشد  
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ سبحنہ اتم و احکم۔

**مسئلہ -** از ریاست جادوہ مکان عبد المجید خاں صاحب سرشتہ دار ۱۳۱۵ھ

فجر کی سنت وقت قائم ہو جانے جماعت کے کب تک ادا ہو جانا چاہیے اور جو رہ جاتی ہیں تو کیا بعد فرضوں کے بھی ادا کر سکتے ہیں یا نہیں۔

## الجواب

اگر جانے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جاؤں گا تو سنتیں پڑھ لے اگرچہ التعمیات ہی ملتی سمجھے در فرضوں میں شریک ہو جائے اور ان سنتوں کو قضا کرنا چاہے تو بعد بلندی آفتاب کرے فرضوں کے بعد طلوع سے پہلے جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از جن سرکے سنبھل مرسلہ احمد خاں صاحب ۸ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نزدیک علمائے حنفیہ المسند و جماعت کے صبح کی سنت اگر فرض جماعت سے ہوتے ہوں تو پڑھے یا نہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کی دوسری رکعت کا رکوع بھی مل جائے کا یقین ہو تو سنتیں پڑھ لے در سورج نکلنے پر ادا کرے بعض کا قول ہے قاعدہ اخیرہ کی شرکت بھی کافی ہے سنت کو پہلے پڑھے بعض کہتے ہیں کہ جس وقت تکیر اولیٰ فرضوں کی ہو ترک سنت کرے فرضوں میں فوراً شریک ہو جائے اور پھر نماز سنت و بعد سلام پڑھے وقت ہونے پر نہ بعد طلوع آفتاب۔

## الجواب

تیسرے شخص کا قول محض باطل ہے اور پہلے دو قول صحیح ہیں اور ان میں دوسرا صحیح ہے اگر نہ شریک بھی جماعت میں ملنا دیکھے تو صبح کی سنتیں صفت سے دور ادا کر کے شامل ہو جائے اور جو سمجھتا ہے کہ سنتیں پڑھنے میں جماعت بالکل فوت ہو جائے گی تو اس وقت نہ پڑھے اور جماعت میں شریک ہو جائے پھر بعد فرض نہیں پڑھ سکتا جب تک آفتاب بلند نہ ہو اگر پڑھے گا گنہگار ہو گا ہاں بعد بلندی پڑھے تو مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## باب قضاء الفوائت

مسئلہ - ۲۸ محرم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت جماعت کے وقت سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہو گیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سولح نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد۔ بیوا تو حروا

## الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے ہمارے سب ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے اس کے بعد پڑھے تا اس سے پہلے ردالمحتار میں سے اذا فاتتک وحدہا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراۃ التقل بعد الصیم واما بعد طلوع الشمس فکلنک عندہما وقال محمد احب الی ان یقضیہما الی الذوال کما فی الدرر اور یہ خیال کہ اس میں قصد وقت قضا کر دینا ہے ناواقفی سے ناشی سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہو گئیں کہ ان کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں اب اگر فرضوں کے بعد سورج

نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہو گزرتی ہوں گی الا تو ای قولہ لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سمی صلاتہا قبل الطلوع بعد الفرض قضاء لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں لہذا ہمارے اماموں نے اُس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہذا اجازت دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از حاکم تارناب براہ ڈاک خانہ ویلزلی اسٹریٹ لا مرسلہ رشید احمد خاں ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

جناب مولوی صاحب بعد آداب کے عرض خدمت میں یہ ہے کہ اگر زید برابر نماز پڑھتا ہے لیکن یکم جنوری سے ۱۵ تک قضا ہو گئی ۱۶ سے پھر پڑھی اور قضا بھی ترتیب وار ادا کرنے لگا۔ ۲۰ تک برابر پڑھتا رہا پھر پانچ روز کی قضا ہو گئی ۲۵ سے شروع کی تو قضا کس طرح ادا کرے یعنی ترتیب وار جیسی یکم جنوری کی صبح پھر ظہر و عصر و مغرب و عشا پھر ایسے ہی ۱۵ تاریخ تک رفتہ رفتہ دو چاریم میں ادا کر چکا اب ۱۵ سے ۲۰ تک تو پہلے ہی پڑھ چکا ہے ۲۰ سے ۲۵ تک کے قضا پھر اسی طور پر ادا کرے یا کیا حکم ہے باقی آداب -

**الجواب**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ زید پر نہ ان ۱۵ دن کی قضا میں ترتیب ضرور تھی نہ ان پانچ دن کی قضا میں ضرور ہے اُسے اختیار ہے اُن میں جو نماز چاہے پہلے ادا کرے جو چاہے پیچھے کہ قضا نمازیں جب پانچ فرضوں سے زائد ہو جاتی ہیں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یعنی باہم اُن میں بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر کا اختیار ہوتا ہے اور اُن میں اور وقتی نماز میں بھی رعایت ترتیب کی حاجت نہیں رہتی پھر اُن نمازوں کے حق میں ترتیب نہ باہمی نہ بجاظ وقتی کوئی کبھی عود نہیں کرتی اگرچہ ادا کرتے کرتے چھو سے کم رہ جائیں مثلاً اب اسی صورت میں زید پر پانچ دن کی پچیس نمازیں ہیں جب وہ ہی رہ جائیں گی تو بھی اُسے اختیار ہے اُن میں جسے چاہے پہلے پڑھے جسے چاہے پیچھے اور جب ایک ہی رہ جائے گی تو بھی اُسے اختیار ہے کہ اُس کی ادا سے پہلے وقتیہ نماز پڑھ لے ہاں صبح مذہب پر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ نماز نیت میں عین شخص ہو جائے ہوا الاحوط من تصحیح حین مثلاً دس فجر میں قضا ہیں تو یوں گول نیت ذکر کرے کہ فجر کی نماز کہ اس پر ایک فجر تو نہیں جو اسی قدر بس ہو بلکہ تبیین کرے کہ فلاں تاریخ کی فجر مگر یہ کسے یاد رہتا ہے اور یہ بھی تو اس کا خیال حرج سے خالی نہیں لہذا اُس کی سہل تدبیر یہ نیت ہے کہ پہلی فجر جس کی قضا مجھ پر ہے جب ایک پڑھ چکے پھر یہ ہیں پہلی فجر کی نیت کرے کہ ایک تو پڑھ لی اُس کی قضا اس پر نہ رہی تو کی ہے اب ان میں کی پہلی نیت میں اُسے کی یہ ہیں اخیر تک نیت کی جائے اسی طرح باقی سب نمازوں میں کہے اور جس سے ترتیب ساقط ہو جیسے یہی دس یا چھ فجر کی قضا والا وہ پہلی کی جگہ پھیلی بھی کہہ سکتا ہے نیچے سے اوپر کو ادا ہوتی چلی جائے گی ردالمحتار میں ہے لا یلزم الترتیب بین الفائتۃ والوقتیۃ ولا بین الفوائت اذا كانت الفوائت ستاکذا فی النہد در مختار میں ہے ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتھا ای الفوائت بعد الفوائت الی القلۃ بسبب القضاء لبعضہا علی المعتمد لان الساقط لا یعود اسی میں ہے بعین ظہر یوم کذا علی المعتمد والا سہل نیت اول ظہر علیہ او آخر ظہر الخ وتقامہ فی ردالمحتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** ۲۹ صفر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض کے سبوت ادا کرے درست ہے یا نہیں

بینا توجروا۔

**الجواب**

سنت فجر کہ تنافوت ہو نہیں یعنی فرض پڑھ لے سنتیں رہ گئیں اُن کی قضا کرے تو بعد بندی آفتاب پیش الانصاف التہا شرعی کرے طلوع شمس سے پہلے اُن کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک منوع و مکروہ ہے لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا صلوة بعد الصبح حتی ترفع الشمس واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتوا حکم۔

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہ کہتا ہے کہ صبح کی نماز بوقت خطبہ کے جائز ہے اور عمر و کہتا ہے بوقت خطبہ کے جائز نہیں اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے لا صلوة ولا کلام ان دونوں میں کون حق پر ہے اور کون مطابق حدیث شریف کے عمل کرتا ہے۔ بینا توجروا

**الجواب**

جو صاحب ترتیب نہیں اُسے قضا نماز بھی خطبہ کے وقت ادا کرنی جائز نہیں کہ بعد کو بھی پڑھ سکتا ہے اور صاحب ترتیب کو وقتی نماز سے پہلے قضا کا ادا کرنا ضرور و وقتی بھی نہ ہوگی ایسے شخص نے اگر ابھی قضا کے فجر ادا نہ کی اور خطبہ شروع ہو گیا تو اُسے قضا پڑھنے سے ممانعت نہیں بلکہ ضرور و لازم ہے ورنہ جمعہ بھی نہ ہوگا ہاں بلا عذر شرعی اتنی دیر لگانی کہ خاص خطبہ کے وقت پڑھنی پڑے اُسے بھی جائز نہیں لتادیہ الی ترک الاستماع و هو فی نفسه محظور و کل ما دی الی محظور محظور و رخصت میں ہے اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام الی تمامہا خلا قضاء فالتی لم یسقط الترتیب بینہا و بین الوقیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ لصلوۃ صحیحۃ الجسعت و الا لا رد المحتار میں ہے قوله فانہا لا تکرہ بل یجب فعلہا قوله والا لا ای وان سقط الترتیب بیکرہ انھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی سنت فجر کی قضا ہو گئیں اب وہ قضا کرے یا نہیں اور اگر قضا کرے تو کس وقت اور یہ سنتیں پڑھ کر بھی بلا عذر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ بینا توجروا

**الجواب**

سنت فجر بلا مجبوری و مذوری پڑھ کر نہیں ہو سکتیں اور اگر مع فرض قضا ہوئی ہوں تو صفحہ کبریٰ آنے تک اُن کی قضا ہے اس کے بعد نہیں اور اگر فرض پڑھ لے سنتیں رہ گئی ہیں تو بعد بندی آفتاب اُن کا پڑھ لینا مستحب ہے قبل طلوع روا نہیں علی گریہ میں ہے سنت الفجر لا یجوز ان یصلیہا قاعدا مع القدرة علی القيام ولذا قبل انہا قریبۃ من الواجب کذا فی التاتارخانیۃ فاستلا عن المنافع ولا یجوز اداء ما رکبا من غیر عند رکذا فی السراج الوہاج والسنۃ اذا فاتت عن وقتہا لم یقضہا الا رکعتی الفجر اذا فاتت مع الفرض یقضیہا بعد طلوع الشمس الی وقت الزوال ثم یسقط ہکذا فی محیط السرخسی و هو الصحیح ہکذا فی البحر الرائق واذا فاتت بدون الفرض لا یقضی عندہا خلافاً لمحمد رحمہ اللہ تعالیٰ کذا فی محیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## مسئلہ - ۲ شعبان ۱۳۷۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی چار سنتیں قبل عشا کے فوت ہو گئیں مثلاً جماعت قائم ہو گئی نہ پڑھنے پایا شریک ہو گیا اب بعد نماز ان کی قضا جائز ہے یا نہیں علمائے عصر سے بعض مولویوں نے فرمایا قضا کرے اور ان کے خلاف بعض عالموں نے فتویٰ لکھا کہ ان کی قضا نہیں وہ مستحب ہیں اور قضا سنت ہو کہہ کی ہے نہ مستحب کی جب اس کا محل جاتا رہا پڑھنا بھی دور ہوا اور بعض اہل فضل نے یہ تحریر فرمایا کہ ان کی قضا خلاف قیاس و خلاف اجماع فقہا ہے اور اگر لازم سمجھے گا تو بدعت مذمومہ ہوگا اس صورت میں قول فیصل کیا ہے - بینوا توجروا

## الجواب

اللهم هداية الحق والصواب قول فیصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ سنتیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں علامہ غلامی درمختار میں فرماتے ہیں اما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضى اصلاً لیکن اگر کوئی بعد و سنت بعد یہ کہے پڑھے تو کچھ مانفت بھی نہیں علامہ شرنبلالی شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں لا مانع من قضاء التي قبل العشاء بعدھا ہاں اس نفل سے وہ سنن مستحبہ دانہ ہوں گی جو عشا سے پہلے پڑھی جاتی تھیں بلکہ ایک نفل نماز مستحب ہوگی جیسے تراویح و سنت مغرب و دو سنت عشا کہ ان کی قضا نہیں پھر اگر کوئی آج کی فوت شدہ تراویح کل پڑھے تو نفل ہوں گے نہ سنن و تراویح نہ شرعاً مکروہ و نتیجہ علامہ امین الدین محمد رد المحتار میں انھیں سنن عشا کی نسبت فرماتے ہیں لو قضاها لا تكون مکروہة بل تقع نفلاً مستحباً لا علی اغاھی التي فانت عن محلها کما قالوہ فی سنة التواضع تنویر الابصار درمختار کی بحث تراویح میں ہے لا تقضى اذ فانت اصلاً ولا وحده فی الاصح فان قضاها کانت نفلاً مستحباً وليس بتراویح کسنة مغرب وعشاء - اقول وباللہ التوفیق یحییٰ مقام و نتیجہ مرام یہ ہے کہ حقیقت قضا نہیں مگر فرض یا واجب کی الاداء فی محل اداء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل فی مطلق السنۃ فنادی فی غیر المحل لا ینکون سنۃ فلا ینکون قضاء اذا القضاء مثل الفائت بل عینہ عند المحققین نعم ما عین لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محلاً بعد فوتہ فیقع سنۃ فیکون قضاء حقیقۃ باقی و اقل و سنن اگرچہ مکروہ ہوں سخت قضا نہیں کہ شرعاً لازم ہی نہ تھی جو بعد فوت ذمہ پر باقی رہیں فی الہدایۃ الاصل فی السنۃ ان لا تقضى لاختصاص القضاء بالواجب اھ و تمام تحقیقہ فی الفتح مگر بعض جگہ برخلاف قیاس نص وارد ہو گیا کہ وہی سنتیں جو ایک محل میں ادا کی جاتی تھیں بعد فوت دوسری جگہ ادا فرمائی گئیں جیسے فجر کی سنتیں جبکہ فرض کے ساتھ فوت ہوں بشرطیکہ بعد بلدی آفتاب و قبل از زوال ادا کی جائیں یا ظہر کی پہلی چار سنتیں جو فرض سے پہلے نہ پڑھی ہو تو بعد فرض بلکہ مذہب ارجح پر بعد سنت بعد یہ کہے پڑھیں بشرطیکہ ہنوز وقت ظہر باقی ہو نص علی کل ذلک فی غیر ما کتاب کرد الھتار ان شرائط کے ساتھ جب یہ دونوں سنتیں بعد فوت پڑھی جائیں گی تو بعینہا وہی سنتیں ادا ہوں گی جو فوت ہوئی تھیں اور ان کے سوا اور فوت شدہ سنتیں یا یہی سنتیں بے مراعات ان شرائط کے پڑھی جائیں گی تو صرف نفل ہوں گی نہ سنت فائتہ یا مکملہ جو پرکے کہ ان کی قضا کا حکم ہے وہ خطاب پر ہے اور جو کہے ان کی قضا ممنوع ہے وہ بھی غلطی پر ہے اور جو کہے ان کی قضا نہیں مگر بعد کہ پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں وہ حق پر ہے



واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ حافظ مولوی سید عبد الوحید صاحب ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ صبح کی سنتیں قضا قبل طلوع شمس کے پڑھنا بہتر ہے اور عمر و کہتا ہے بعد گو بہتر ہے اول حدیث پر عمل کرنا چاہیے اور عمر و کہتا ہے دوسری حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔ بینوا تو جو روا

الجواب

اگر صبح کی نماز اور سنتیں بسبب خوف فوت جماعت خواہ کسی اور وجہ سے نہ گئیں تو ان کی قضا اگر کرے تو بعد بلندی آفتاب پڑھے قبل طلوع نہ صرف غلات اولیٰ بلکہ ناجائز و گناہ و ممنوع ہے صبح بخاری و صبح سلم و غیر ہما صحاح و سنن و مسانید میں اسیر المؤمنین عمر فاروق عظمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے خلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الصلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس وبعد العصر حتى تغرب صبح بخاری و صبح سلم و غیر ہما میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا صلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس ولا بعد العصر حتى تغرب الشمس صبح بخاری و صبح سلم و غیر ہما میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خفی عن الصلاة بعد العصر حتى تغرب الشمس وعن الصلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس علما فرماتے ہیں اس مضمون کی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں ذکرہ المنادی فی التیسیر شراح الجامع الصغیرہ مختار میں ہے کورہ نقل تصددا ولو تحجہ مسجد وکل ما کان واجبا لغيره مکنت ورو رکعتی طوان والذی شرع فیہ ثمان صدہ و لوسنة الفجر بعد صلاة فجر وعصر او ملحضا روا المختار میں ہے الکواہرہ ہذا تحریریمیہ ایضا کا صرح بہ فی الحلیۃ ولذا عبر فی الحانینۃ والخلاصۃ بعد الجواز والموارد الحل امام احمد و ترمذی و حاکم بسند صحیح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس جس نے صبح کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ بعد طلوع آفتاب پڑھے قال الحاکم صحیح و اقروہ الذہبی فی التلخیص رہی حدیث ابو داؤد حد ثنا عثمان بن ابی شیبہ نا ابن نمیر عن سعد بن سعید ثنی محمد بن ابراہیم عن قیس بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بائی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا یصلی بعد صلاة الصبح رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاة الصبح رکعتان فقال الرجل انی لم اکن صلیت الركعتین اللتین قبلہما فصلیتہما الان فسکت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی قیس انصاری فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بعد صلاة صبح دو رکعتیں پڑھنے دیکھا فرمایا صبح کی دو رکعتیں ہیں عرض کی سنتیں میں نے پڑھی تھیں وہ اب پڑھ لیں اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا و رواہ ابن ماجہ حد ثنا ابو بکر بن ابی شیبہ ثنا عبد اللہ بن نمیر الخ سند او متنا نحوہ غیرانہ قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصلاة الضمہم مرتین اور اسی حدیث میں گو ترمذی کی روایت یوں ہے حد ثنا محمد بن عمرو والسواق نا عبد العزیز محمد عن سعید بن سعید عن محمد بن ابراہیم عن جہدہ قیس قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فا قمت الصلاة فصلیت معہ

الصحيح ثم الضرورة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فوجد في اصله فقال مهلا يا قيس اصلا تان معا قلت يا رسول الله اني لعا كن ركعت ركعتي الظهر قال فلا اذن جس میں بیان ہے کہ وہ شخص خود ہی قیس تھے ان کا وہ عند سن کر بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو اب حرج نہیں یہ حدیث اُن احادیث جلیلہ صحیحہ کے مقابل لانے کے قابل نہیں **أَوَّلًا** اس کی سند منقطع ہے خود امام ترمذی نے بعد روایت حدیث فرمایا اسناد هذا الحديث ليس بمتصل محمد بن ابراهيم التيمي لم يسمع من قيس **ثَانِيًا** خود سعد بن سعيد اس کی سند میں اختلاف کیا گیا بعض نے صحابی کو ذکر ہی نہ کیا جامع ترمذی میں ہے وروی بعضهم هذا الحديث عن سعيد بن سعيد عن محمد بن ابراهيم ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خرج فرأى قيسا **ثَالِثًا** عام رواة نے اسے مرسل روایت کیا خود نہیں سعید کے دونوں بھائی جعفر بن سعید و یحییٰ بن سعید کہ دونوں سعد سے اوثق و احفظ ہیں مرسل روایت کہنے جامع ترمذی میں ہے انما وروی هذا الحديث مرسل سنن ابی داؤد میں ہے وروی عبد الله بن يحيى ابنا سعيد هذا الحديث مرسل ان جدهم صلى مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم **رَابِعًا** مار اس روایت کا سعد بن سعید پر ہے جامع ترمذی میں ہے حدیث محمد بن ابراهيم لا ينفذ مثل هذا الا من حديث سعد بن سعيد اور سعد باوصف تو ثمن مقال سے خالی نہیں ان کا حافظ ناقص تھا امام احمد نے انہیں ضعیف کہا امام شافعی نے فرمایا قوی نہیں امام ترمذی نے فرمایا تکلموافیه من قبل حفظہ یعنی المراد حدیث نے ان سعد میں ان کے حافظہ کی طرف سے کلام فرمایا لاجرم تقریب میں ہے صدوق سنی الحفظ آدمی ہے جس کا حافظہ برابہ ان وجہ کی نظر سے یہ حدیث واحد خود اُن احادیث صحیحہ کثیرہ کے مقابل نہ ہو سکتی خصوصاً اس حالت میں کہ وہ ثبت مانفت ہیں اور یہ ناقل اجازت اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب دلائل علت و حرمت متعارض ہوں حرمت و مانفت کو ترجیح دی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ - ۴**، صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنن اربعہ جو بروز جمعہ قبل از خطبہ پڑھی جاتی ہیں اگر وہ کسی ہند سے ترک ہو جائیں تو بعد خطبہ اور فرضوں کے اُن کی ادا ہے یا نہیں۔ بینوا بحوالہ الکتاب و توجروا عند اللہ الوہاب۔

**الجواب**

ہے اور سنتوں ہی کی نیت کرے وہ سنت ہی واقع ہوں گی فی الد والمختار بخلاف سنة الظهر وکذا الجمعة فانه ان خاف فوت رکعة يتركها ويفتدي ثم يأتي بها على انها سنة في وقتها ای الظهر ہاں اگر وقت ظہر نکل گیا تو اب قضاء نہیں لساقد منا واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ - ۲۸**، ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فرض فجر کی جماعت سے پڑھے اور سنت اس کی فوت ہوئیں پھر اوائے فرض کی

لہ وقع فی نسخ السنن الثلاث التي عندی ان جدهم زيد او هو مشكل فان جدي يحيى قيس لا زيد وقد اكره الحافظ في الاصابة فقال بعد ذكر الرواية هكذا اقراوت ۱۲ منه

اب ان سنتوں کو بعد ادا کئے فرض پڑھے یا بعد طلوع آفتاب اور وقت بھی ادا کئے سنت کا باقی ہوا اور کسی کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں تو ان سنت و فرض کو بعد طلوع آفتاب کے پڑھے اور سنت کی تضا کس وقت تک چاہیے۔

## الجواب

جب فجر کے فرض پڑھ لے کر آفتاب بلند ہونے سے پہلے سنتیں پڑھنے کی اجازت نہیں اگرچہ فجر کا ابھی ایک گھنٹا وقت باقی ہو یا بعد بندی آفتاب پڑھے اور جس کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں وہ طلوع کے بعد استواء سے پہلے فرض و سنت دونوں کی قضا کرے اور اگر یہ وقت بھی گزر گیا بعد زوال فرضوں کی قضا پڑھے تو اب سنتوں کی قضا نہیں والمسائل مبسوطۃ فی الدد وغیرہ  
عامۃ الاسفاد الن واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ملک بنگال ضلع ذاکھالی ڈاکخانہ چند رائیج موضع دو الیا مرسلہ محمد ابراہیم ۶۶ سوال ۱۲۲۷  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص عمر بھر نماز کبھی نہیں پڑھی اب یہ شخص مر گیا تو  
اس وقت اُس کی قصائے عمری کی کیا صورت ہے اس کا اگر کوئی تدارک ہو سکے تو کیا ہے۔ بیذاتوجروا

الجواب

اگر وقت بلوغ نہ معلوم ہو تو مرد کے لیے اس کی عمر سے بارہ برس اور عورت کے لیے ۹ برس کم کریں اور باقی تمام برسوں کے دن کر کے ہر دن کی نماز کے لیے آٹھ سو دس تو لے گیوں کہ سو روپے بھر کے سیر سے کچھ کم نو سیر ہوئے یا سولہ سو بیس تولہ جو یا ان کی قیمت ادا کریں کل کے ادا کی طاقت نہ ہو تو جس قدر بر قدرت جو محتاج کو دے کر قابض کر دیں محتاج اپنی طرف سے پھر ان کو ہبہ کر دے یہ قبضہ کہہ کے پھر کفارہ میں محتاج کو دیں وہ بعد قبضہ پھر ان کو ہبہ کر دے یہ پھر قبضہ کر کے کفارہ میں دیں یہ ہیں ذور کرتے رہیں یہاں تک کہ ادھار بچا عورت کی عادت حیض اگر معلوم ہو تو اس قدر دن اور نہ معلوم ہو تو ہر مہینے سے تین دن نو برس کی عمر سے پچاس برس کی عمر تک متثنیٰ کریں مگر جتنے بار حمل رہا ہو مدت حمل کے مہینوں سے ایام حیض کا استثناء کریں عورت کی عادت در بارہ نفاس اگر معلوم ہو تو ہر حمل کے بعد اتنے دن متثنیٰ کرے اور نہ معلوم ہو تو کچھ نہیں کہ نفاس کے لیے جانب اقل میں شرعاً کچھ تقدیر نہیں ممکن ہے کہ ایک ہی سنٹ اگر ذرا پاک ہو جائے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اوجین علاقہ گوالدر مکان میر غلام علی صاحب اسٹنٹ مسئلہ محمد یعقوب علی صاحب رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ  
چھی فرماید علمائے محقق دین و مفتیان مدق پابند شرع متین دریں مسئلہ کہ اکثر عوام الناس ہذا آخر جمعہ رمضان المبارک نماز  
قضاے عمری پنجوقتہ متخلف امام می خوانند درست است یا ممنوع زیرا کہ نماز قضا بدون ادا ساقط و دور نمی شود اگر کسی بر ذریعہ آخری رمضان  
شریف قضاے نماز تمام عمر بہ نیت قضاے عمری بخوابد کہ ادا شود تعجب است اتنی دینزداد نماز قضاے روز متفرقہ چیست یعنی قضاے  
عصر یکے روز شنبہ و نماز قضاے عصر دوم روز چار شنبہ اگر ایں ہر دو مردم نماز قضاے عصر جدا گانہ بجاعت ادا نمایند درست است  
یا منع چرا کہ نماز ہر دو مردم روز یکے نیست علاوہ بریں امام صاحب ترتیب است و مقتدیان ازیں خوبی عادی پس چنین امام نماز قضاے

یقینی مقتدیان کہ اکثر قضاے نماز و نماز دست فارغ الذمہ می شوند یا حکم آں چه - اعمی پس ادا کنندہ نفل نماز فرض بچہ طور ادا می شود بشرح بسیط بیان فرماید بجا الہ عبارت کتب رحمۃ اللہ علیکم اجمعین -

## الجواب

این طریقہ کہ بہر کفر صلوات فائزہ احداث کردہ اند بدعتہ شنیعہ در دین نہادہ اند حدیثش موضوع و فعلش ممنوع و ایریت و اعتقاد باطل و مدفوع اجماع مسلمین بر بطلان این جماعت شنیعہ و ضلالت قطعہ قائمست حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند من لشی صلاۃ فلیصلہا اذا ذکرہا لا کفارة لہا الا ذلک ہر کہ نمانے فراموش کرد چون یاد آید آں نماز باز گزارد جزا میں مراد کفارہ نیست اخراجہ احمد و البخاری و مسلم و اللفظ لہ و الترمذی و النسائی و غیرہم عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در موضوعات کبیر گوید **حل یث** من قضی صلاۃ من الفرائض فی اخرجۃ من رمضان کان ذلک جابرا لکل صلاۃ فاتتہ فی عمرہ الی سبعین سنۃ باطل قطعاً لانہ مناقض للاجماع علی ان شیئاً من العبادات لا تقوم مقام فائزۃ سنوات الخ امام حجر کی در تحفہ شرح نہاج الامام النووی باز علامہ زرقانی در شرح مواہب امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماید اقبیح من ذلک ما اعتد فی بعض البلاد من صلاۃ الخمس فی ہذہ الجمعۃ عقب صلاتہا زاعمین انہا تکف صلوات العام و العمر المزدکۃ و ذلک حرام بوجہ لا تخفی و اقتداءی قاضی عصر امر وز بقاضی عصر و پر روز نارد است زیرا کہ اتحاد نماز شرط صحت اقتداءست و چنان اقتداءی مفترض بمقتضی نیز کہ زہار درست نباشد پس بدیں صورت نماز از نماز فارغ نشود فی ذلک الايضاح و شرحہ موافق الفلاح شرط صحتہ الاقتداء ان لا یكون الامام مصلیاً فرضاً غیر فرضہ اسی غیر فرض الامام موم کظہر و عصر و ظہرین من الیومین اہل ملخصاً و فی تنویر الابصار والدر المختار و ساد المختار لا مفترض بمقتضی و بمفترض فرضاً آخر کصلی ظہر امس بمصلی ظہر الیوم لان اتحاد الصلاتین شرط انتہت ملخصہ و اللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس پر قضا نمازیں زیادہ ہوں وہ ان کی نیت کیونکر کرے اور قضا میں کیا کیا نماز پھری جاتی ہے اور جس کے ذمہ قضا ہیں بہت کثیر ہیں جن کی اداسخت دشوار ہے تو آیا اس کے لیے کوئی تخفیف نکل سکتی ہے جس سے ادا میں آسانی ہو جائے کہ ادا میں جلدی منظور ہے کہ موت کا وقت معلوم نہیں - بینوا توجروا

## الجواب

قضا ہر روز کی نماز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے دو فرض فجر کے چار ہر چار عصر تین مغرب چار عشا کے تین و تراویح قضا میں یوں نیبہ کرنی ضرور ہے کہ نیت کی میں نے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر جو مجھ سے قضا ہوئی اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نماز میں بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی کے لیے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سبحن ربی العظیم سبحن ربی الاعلیٰ کی جگہ صرف ایک بار کہے مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہیے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اُس وقت سبحن کا سین مشروع کرے اور جب عظیم کا یم ختم کرے اُس وقت رکوع سے سراٹھائے اسی طرح جب

سجدوں میں پورا پہنچے اس وقت تسبیح شروع کرے اور جب پوری تسبیح ختم کرے اس وقت سجدہ سے سر اٹھائے۔ بہت سے لوگ جو رکوع سجدہ میں آتے جاتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں بہت غلطی کرتے ہیں ایک تخفیف کثرت قضا والوں کی یہ ہو سکتی ہے دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحن الله سبحن الله سبحن الله تین بار کہہ کر رکوع میں چلے جائیں مگر یہ خیال یہاں بھی ضرور ہے کہ سیدھے کھڑے ہو کر سبحن الله شروع کریں اور سبحن الله پورا کھڑے کھڑے کہہ کر رکوع کے لیے سر جھکا لیں یہ تخفیف فقط فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں ہے وتروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد اور سورت دونوں ضرور پڑھی جائیں تیسری تخفیف پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ صرف اللہ وصل علی محمد والہ کہہ کر سلام پھیر دیں چوتھی تخفیف وتروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ الله اکبر کہہ کر فقط ایک تین بار رَبِّ اغْفِرْ لِي کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از مولوی عبد اللہ صاحب مدرس منظر الاسلام محلہ سودا گران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قضا کے عمری نازا کا کرنے کی حالت میں جو نفل ہر وقت کی نماز میں پڑھے جاتے ہیں وہ قبول ہوں گے یا نہیں۔

**الجواب**

خالی نفلوں کی جگہ بھی قضا کے عمری پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ کتب ترکیب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص تین پہلے رات سے جگتا رہا اور وقت نماز صبح صادق سو گیا اور آفتاب نکل آیا تو وہ وقت کی نماز پڑھے ثواب اس کو ادا کا ملے گا وقت میں قضا کا لفظ نہ کہے۔

**الجواب**

اس نماز کے قضا ہو جانے میں شک نہیں کہ نماز کے لیے شرعاً اوقات معین ہیں قال اللہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ کان من علی المؤمنین کتاباً موقوتاً بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے اور قضا ہو جانے کے یہی معنی ہیں کہ شرعاً جو وقت موقوف یا گیا تھا وہ جاتا رہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان للصلاة اولاداً اخراداً ان اول وقت الفجر حين يطلع الفجر وان آخر وقتها حين تطلع الشمس بیشک ہر نماز کے لیے اول و آخر ہے اور بیشک نماز صبح کا اول وقت طلوع فجر کے وقت ہے اور اس کا آخر طلوع شمس پر ہے رواہ الترمذی والامام الطحاوی بسند صحیح عن الامام عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مطولاً و هذا مختصر امام طحاوی فرماتے ہیں هذا اتفاق المسلمین ان اول وقت الفجر حين يطلع الفجر و آخر وقتها حين تطلع الشمس یعنی اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نماز صبح کا طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اور طلوع شمس پر جاتا رہتا ہے اماما ذکر فی بعض کتب الفقہ مرفوعاً من نام عن صلوٰۃ اولیہا فلیصلہا اذا ذکرہا فان ذلك وقتها فاقول الحدیث فی الصحیحین بلفظ من نسی صلوٰۃ فلیصلہا اذا ذکرہا لا کفارۃ لہا الا ذلك اخرجہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی لفظ مسلم عنہ من نسی صلوٰۃ او نام عنہا فکفارۃ ان یصلہا اذا ذکرہا فی اخرہ عنہ فلیصلہا اذا ذکرہا فان الله عز وجل يقول اقم الصلوة لذكوری و له عن

ابن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ فلیصلہا حین ینتہب لہا فاذا کان الغد فلیصلہا عند وقتہا ولہ کالستہ الا البخاری  
والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خرافا ظہر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وللترمذی وصحیحہ والنسائی فی حدیثہ  
ابن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلیصلہا اذا ذکرہا ومثلہ لابن یعلیٰ والطبرانی فی الکبیر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
ونحوہ لہذا فی الادسط عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولما لک فی موطاۃ عن زید بن اسلم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم اذا رقد احدکم عن الصلاۃ او نسیہا ثم فرغ الیہا فلیصلہا کما کان یصلیہا لو قتها وللطبرانی عن میمونۃ بنت سعد  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا اذا ذکرہا فلیصلہا ولیحسن وضوہ فذلک کفارۃ ولبس فی شئ من ذلک فان ذلک وقتہا بل قد ارشد  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حدیث ابن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقولہ فاذا کان الغد فلیصلہا عند وقتہا ان الذی یصلی  
الیوم لبس لوقتہ والیہ یومی حدیث زید فلیصلہا کما کان یصلیہا لو قتها نعم للطبرانی فی الادسط والبیہقی فی السنن عن  
ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعا من نسی صلاۃ فوقتها اذا ذکرہا وقد نص البیہقی علی تضعیفہ فانی تقوم بہ الحجۃ بل ولعن  
صحیح لم یفادح الاجماع علی انہ یقبل التأویل ای انہ مطالب بما الان کما یطالب بما فی وقتہا وقت میں قضا کا لفظ کہنے کی تو کوئی  
حاجت اس میں بھی نہیں جبکہ جیتے جاگتے قصداً معاذ اللہ قضا کر دی ہو بلکہ ہمارے علما تصریح فرماتے ہیں کہ قضا پر نیت ادا اور اہل نیت قضا  
دونوں صحیح ہیں مگر اس سے مانعت کی کوئی وجہ نہیں جبکہ وہ یقیناً قضا ہے تو قضا کہنے میں کیا مضائقہ رکھا ہے رہا ادا کا ثواب ملنا یا اللہ عزوجل  
کے اختیار میں ہے اگر وہ جائے گا کہ اس نے اپنی جانب سے کوئی تقصیر نہ کی صحیح تک جاگنے کے قصد سے بیٹھا تھا اور بے اختیار کھانسی لگی  
تو ضرور اس پر گناہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اما انہ لیس فی النوم قریط انما القریط علی من لم یصل الصلاۃ  
حتی یجئ وقت الصلوۃ الاخری رواہ مسلم عن ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وللنسائی والترمذی وصحیحہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ بلفظ انہ لیس فی النوم قریط انما القریط فی الیقظۃ اور جب اس کی جانب سے کوئی تقصیر نہیں تو ایہ یہی ہے کہ ثواب نماز کامل  
عطا ہو مگر اس سے وہ نماز قضا سے خارج نہ ہو جائے گی ثواب کا عاریت پر ہے بے کیے ثواب محض نیت پر مل جاتا ہے صحیح حدیث میں  
ارشاد ہے کہ جو نماز کے قصد پر چلا اور جماعت ہو چکی جماعت کا ثواب پائے گا لیکن اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ جماعت فوت نہ ہوئی وہنا  
ظاہر جہدا واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مرسلہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۱۴ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ

قضا نماز کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں تنہا پڑھنا افضل ہے یا باجماعت اور مسجد میں یا مکان پر اگر جماعت ہو سکتی ہے تو صبح و عشا  
و مغرب کی نماز خاموش پڑھنا چاہیے یا باآواز اور ہر ایک قضا عین وقت ہی پر پڑھی جائے مثلاً عشا کی عشا کے وقت اور فجر کی فجر کے  
وقت علیٰ ہذا القیاس یا حتی الامکان جلد بلا تعین وقت۔

**الجواب**

اگر کسی امر عام کی وجہ سے جماعت بھر کی نماز قضا ہو گئی تو جماعت سے پڑھیں یہی افضل و سنون ہے اور مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں

اور جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے اگرچہ قضا ہو۔ اور اگر وجہ خاص بعض اشخاص کی نماز جاتی رہی تو گھر پر تنہا پڑھیں کہ معصیت کا اظہار بھی معصیت ہے قضا حتی الامکان جلد ہر تیسین وقت کچھ نہیں ایک وقت میں سب وقتوں کی پڑھ سکتے ہیں درمختار میں ہے یکراہ قضاء ہا فیہ (اسی فی المسجد) لان التأخیر معصیۃ فلا یظہرہا بزاز یہ ردالمحتار میں ہے وفي الامداد انه اذا كان التقویۃ لا مر عام فالاذان فی المسجد لا یکرہ لانقضاء العلة کفعله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ النعلین درمختار میں ہے یحیی الامام وجوباً فی الفجر واولی العشاءین اداء وقضاء - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ امانت علی شاہ ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کی بہت نمازیں قضا ہو گئی ہیں یا اُس نے دیر سے نماز شروع کی تو اُس کو کیا کرنا چاہیے کہ اُس کی پچھلی نمازیں پوری ہو جائیں۔

**الجواب**

اُن نمازوں کی قضا کرے جس قدر روز پڑھ سکے اُسی قدر بہتر ہے مثلاً دس دن کی روز پڑھے یا آٹھ کی یا سات کی اور چاہے ایک وقت میں پڑھے یا متفرق اوقات میں اور ہر بار پڑھ کرے کہ سب میں پہلی وہ نماز جو مجھ سے قضا ہوئی جب ایک پڑھ لی پھر پڑھ کرے یعنی اب جو باقیوں میں پہلی ہے اخیر تک اتنی پڑھے کہ اب اُس پر قضا باقی رہنے کا گمان نہ رہے قضا ہر روز کی صرف بیس رکعت ہے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - دیر انجمن نمانیہ لاہور ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) ایک شخص جس نے اپنی قریباً چالیس سال کی عمر تک باوجود مسلمان کہلانے کے نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا نہ کی ہو یا کبھی کچھ کر لیا ہو کبھی کچھ نہیں اور بعد ازاں وہ تائب ہوا اور تجدید ایمان کی ادکسی اہل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ اس شخص کو بھی ان عبادات کا اعادہ فرض ہوگا یا تجدید ایمان کافی ہوگی کیونکہ اسلام قبول کرنے سے پہلے تمام نقائص کو دفع کر دیتا ہے ادکسی کبار وغیرہ کا بھی وہ جوابدہ نہیں رہتا۔

(۲) اگر اس کی عمر ایسی مدت تک پہنچ گئی ہے کہ وہ سب قضا نمازیں کھڑے ہو کر ادا نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی یا نہیں۔

**الجواب**

نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جتنے دنوں ادا نہ کرے گا اُس کی قضا اُس پر فرض رہے گی کافر کا اسلام لانا اُس کے اگلے کبار کو محو کر دیتا ہے مسلمان صرف تجدید اسلام سے اپنے گناہوں سے عہدہ برائ نہیں ہو سکتا جب تک توبہ نہ کرے جو فرائض ترک کیے ہیں اُس سے توبہ میں یہ بھی شرط ہے کہ اُن کی قضا کرے صرف زبانی توبہ نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہے کھڑا ہونا فرض ہے اگرچہ لکڑی یا آدمی یا دیوار کے سہارے سے جتنی اس طور سے پڑھ سکے کھڑے ہو کر پڑھے جب ٹھک جائے غم جائے اس طرح ادا میں اگر قصور کرے گا اور موت آگئی تو امید ہے کہ بولی تعالیٰ باقی نمازیں معاف فرمائے گا واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** جس شخص نے نماز صبح پڑھی ہو تو اُس کی جمعہ اور عید کی نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب** - عید کی تو مطلقاً ہو جائے گی اور جمعہ کی بھی اگر صاحب ترتیب نہ ہو یعنی اُس کے ذمہ بائیس نمازوں سے زیادہ قضا جمع ہو گئی ہوں



اگرچہ ادا کرنے کرتے اب کم باقی ہوں اگر صاحب ترتیب ہے تو جب تک صبح کی نماز نہ پڑھ لے مجھ نہ ہوگا اگر صبح کی نماز اسے یاد ہے اور وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ صبح کی پڑھے تو ظہر کا وقت ہی ٹپل جائے اور یہ جمعہ میں ہونا متوقع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** اگر بنگالہ ضلع سلٹ ڈاک خانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۲۰ ریشمال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین نے انتقال کیا اُس پر کفارہ صوم و صلوة کا واجب تھا بسبب غربت کے حیات میں ادا نہ کیا اب اُس کے وارثوں نے قرض لے کر اُس کی جانب سے ایک قرآن شریف خرید لیا اس صورت میں کفارہ مذکورہ ذمہ زید سے ساقط ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب**

بازار کے بھاؤ سے وہ نسخہ مصحف شریف جس قیمت کا مقادیر اُس کے کفارہ ادا ہونے کی امید ہے مثلاً دو روپے ہدیہ کا تھا تو دو روپے کے گہوں جتنے کفارے کو کافی ہوں وہی ادا ہو سکتا ہے باقی نماز روزے زید کے ذمے برستور ہے قرآن مجید بے شک بے بہا ہے اُس کے ایک کلمے ایک حوت کی برابر ساتوں آسمان و زمین اور کچھ اُن میں ہے برابر نہیں ہو سکتے مگر ان امور میں اعتبار مالیت کا ہے قرآن عظیم مال نہیں ہاں یہ کاغذ و جلد جو مضمون نقوش ہیں یہ مال ہیں انھیں کی قیمت ملحوظ ہوگی و بس دردیوں تو جس پر دس کو روپے کسی کے قرض آتے ہوں ایک کلمہ شریف پر کچھ کر دیسے اور دین سے ادا ہو کر بے شمار اس کا اُس پر فاضل رہے و ہذا کلمہ ظاہر جدا اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** ۲۹ رذی قعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مرگیا اُس نے عمر بھر نماز نہ پڑھی یا کبھی کبھی پڑھی اُس کی عمر ستر پچتر برس کی ہوئی کفارہ نماز کے بہت سے گہوں یا جو ہوں گے اور اس قدر مال نہیں تو اُس کے ادا ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ بینوا توجروا

**الجواب**

اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً بارہ برس ادنی مدت بلوغ کی نکال کر ساٹھ برس کی نمازیں اُس کے ذمہ ہیں سال کے دن تین سو پچپن ہیں تو ایک سال کی نمازوں کے فدیے دو ہزار ایک سو تیس ہوئے اور ساٹھ برس کے ایک لاکھ ستائیس ہزار آٹھ سو ایک نماز کا فدیہ گہوں سے نصف صاع یعنی بریلی کی تول سے ایک سیر سات چھٹانک دو ملٹے ساڑھے چھ روٹی اور انگریزی سیر سے کہ اسی روپیہ بھر کا ہے پونے دو سیر اور بدھن چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا یعنی ایک سیر تیرہ چھٹانک پانچواں حصہ چھٹانک کا کم۔ اس مقدار کو ۲۱۳۰ میں ضرب دیں تو سال بھر کی نمازوں کا کفارہ ہوا ۱۲۷۸۰۰ میں ضرب دیں تو ساٹھ سال کا یہ تقریباً پونے پانچ ہزار من گہوں ہوئے اس قدر دینے کی طاقت نہیں تو جتنے کی قدرت ہو اُس قدر فقیر کو دیکر مالک کر دیں قبضہ دلا دیں پھر فقیر اپنی طرف سے انھیں ہبہ کر دے یہ پھر دوبارہ بہریت کفارہ اُسے دیکر قبضہ دلا دیں وہ پھر انھیں ہبہ کر دے یہ سہ بارہ ایسا ہی کریں یہاں تک کہ یہ اُلٹ پھر اُس مقدار کو پہنچ جائے جتنے بڑی مقدار سے دور کریں گے جلد ختم ہوگا دور کے لیے یہ بھی کر سکتے ہیں کہ کسی سے مثلاً سو روپیہ کی تھیلی قرض لے کر وہ کفارے میں فقیر کو دیں اور وہیں اُلٹ پھر کریں کہ روپیہ سے دور آسان ہوگا اخیر میں فقیر کو کچھ دے کر راضی کریں فتاویٰ برازیہ میں ہے ان لم یکن له مال لیستقرض نصف صاع

و يعطيه المسكين ثم يصدق به المسكين على الوارث ثم الوارث على المسكين ثم وثم حتى يتم لكل صلوة نصف صاع كما ذكرناہ وتفصيل الکلام فی فتاواننا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا انتقال ہوا اور اُس کی نمازیں و روزہ قضا ہیں اُس کے وراثت ان کا فطرہ ادا کرنا چاہتے ہیں اور اُس مقام پر آبادی اہل ہندو رعیت و مسلمان رعیت و سادات کی ہے جو ہر چھ سال اتنا درجہ کے محتاج ہیں اور ذوالقربیٰ اور ہمسایہ بھی احتیاج رکھتے ہیں تو اس فطرہ کو ان سب پر تقسیم کرنا جائز یا ناجائز اور دینا دینی اس میں سے کس گروہ کو ہے تو فی کی سکونت سے دور مقامات میں طلباء دین کو دینا دینی ہے یا مذکورین سابقین جو اُسی آبادی میں اور قرب و جوار میں محتاج ہیں اور ایک نماز و روزہ کے فطرہ کو پورا ایک شخص کو دینا جائز ہے یا اُس کی قیمت کر کے نقد دینا جائز ہے یا نہیں اگر نماز و روزہ کا غلہ یا قیمت حساب لگا کر مساکین پر کم و بیش تقسیم کر دے تو جائز ہے یا نہیں یعنی ایک سو نمازیں اور پچاس روزہ کا فطرہ پمائش کر کے انبار کیا یا اُس کی قیمت جمع کی اور پانچ سو مساکین پر تقسیم کرنا منظور ہے تو کیا کرنا چاہیے

**الجواب**

یہ صدقہ حضرات سادات کرام کے لائق نہیں اور ہندو و غیر ہم کفار ہند اس صدقے کے لائق نہیں ان دونوں کو دینے کی اصلاً اجازت نہیں نہ ان کے دیے ادا ہو۔ مسلمین مساکین ذوالقربیٰ غیر ہاشمیین کو دینا دینا اجر ہے مدرسہ دینیہ کے طلبہ علم دین کے صحیح العقیدہ کو بھیجنے کی اجازت ہے اگرچہ وہ دوسرے شہر میں ہوں حتیٰ کہ زکوٰۃ بھی درمختار میں ہے کوہ نقلھا الاالی قرابۃ ادا حوج ادا صلحہ و انفع المسلمین اوالی طالب علمہ اقارب و جیران اور دور کے طلبہ علم دونوں میں ایک ایک وجہ اولیت کی ہے جو اسے انفع معلوم ہو اُس پر عمل کرے چاہے ناج دے یا اُس کی قیمت ایک فقیر کو متعدد نمازوں و روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے جب تک وہ اُس کے دینے سے مالک نصاب نہ ہو جائے ہاں دیون ہو تو بقدر دین ہزار نصابوں کی مقدار ایک کو دے سکتا ہے کسی فقیر کو ایک کفارہ کی مقدار سے کم نہ دے بلکہ پوری مقدار یا مقدار یا اُس کی یا ان کی پوری قیمت ہو اضیاء اس میں ہے خرو جاعن الخلاف درمختار میں اسی کفارہ کے بارے میں ہے لوادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجوز ولو اعطاه الكل جاز رد المحتار میں ہے هذا ثانی قولین حکما فی التارخانیۃ بدون ترجیح و ظاہر البحر اعتمادہ والاولیٰ انہ یجوز کما یجوز فی صدقۃ الفطر۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ سو نمازوں اور پچاس روزوں کا فدیہ پیر ہمساکین سے زائد کو نہ دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از موضع بکہ میں والا علاقہ جاگل ٹھانہ ہری پور ڈاکخانہ کوٹنجیب اشدر خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ملک پنجاب میں دواج ہے کہ میت کے جنازہ کے وقت اسقاط کرتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب**

اسقاط کا شرعی طریقہ ہے کہ اگر میت پر نماز و روزہ قضا ہیں اور اُس نے اتنا مال نہ چھوڑا جس کے ثلث سے بحالت وصیت اُس کا فدیہ

ادا ہو سکے یا وصیت نہ کی اور سب ورثہ ادا نہ ہو سکے فدیہ پر راضی نہیں تو پہلی صورت میں اُس کی تہائی مال کا حساب لگائیں کہ اس سے کس قدر کا فدیہ ادا ہو سکتا ہے مثلاً فرض کرو کہ چارم کی قدر ہے تو ثمن مال فقیر کو بہ نیت فدیہ دیں فقیر اُسے لے کر پھر وارث کو بہ نیت فدیہ دے فقیر پھر لے کر بہ نیت فدیہ دے اور ہر بار فقیر وارث قبضہ کرتے جائیں یہاں تک کہ فدیہ ادا ہو جائے اور صورت ثانیہ جو وارث جس قدر مال دینے پر راضی ہے اُسے مال کا اُلٹ پھیر اتنی بار کریں کہ فدیہ ادا ہو جائے یا مال بالکل نہیں ہے تو وارث مثلاً ڈیڑھ سیر گیہوں یا اُس کی قیمت کسی سے فرض لے کر اُس کا اُلٹ پھیر کر لے اگرچہ ہزار بار یا زائد میں فدیہ کی حد تک پہنچے فی الدار المختار لومات وعلیہ صلوات فائدتہ وادوی بالکفارة یعطی لكل صلاة نصف صاع من بركة لفطرة وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطى من ثلث ماله ولولم یترک مالا یتقترض وارثه نصف صاع مثلاً ویدفعه للفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم دفع حق یتقترض من سواہ جو حرام میں رائج ہے کہ سارے فدیہ کے عوض ایک قرآن دیدیا کہ وہ توبہ بہا ہے یوں ادا نہیں ہوتا قرآن مجید بیشک بے بہا ہے مگر جو بہا ہے یعنی کلام الہی کہ دوقوں میں لکھا ہے وہ مال نہیں زندہ دینے کی چیز ہے تو جو مال ہے یعنی کاغذ اور پٹھے اسی کی قیمت معتبر ہوگی اور وہ جب مقدار فدیہ کو نہ پہنچے گی فدیہ کیونکر ادا ہوگا۔ وھذا اظاہر جدا واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از دھولقہ ضلع احمد آباد گجرات سولہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ

بخدمت ہادی برحق مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہ گناراش پر ہے کہ ہم قصبہ دھولقہ کے رہنے والے ہیں ہم لوگ بالکل سیدھے سادھے اور صرف راہ حق کے تلاش کرنے والے ہیں کسی فریق یا پارٹی سے ہمیں کوئی لگاؤ یا تعلق نہیں آپ کے حکم پر ہمیشہ گردن جھکائے کو تیار ہیں مگر ہم لوگوں میں اردو کی معمولی لیاقت کے اور علم نہیں ہے آپ کا ایک فتویٰ اول گجراتی کتاب میں چھپا ہے اور دوسری ایک تحریر مولوی علاء الدین صاحب پر آئی ہوئی چھپی ہے ان دونوں تحریروں کو سمجھنے کی ہم لوگ لیاقت نہیں رکھتے اس لیے خدمتِ عالیہ میں عرض کرتے ہیں کہ ہمارے اس قصبہ میں چھبیس سیر گیہوں فی سیر ۸ روپیہ کے حساب سے اور نقد سواروپہ اور ایک کلام اللہ شریف اتنی چیزوں کا حیلہ اس طرح کرتے ہیں کہ جنازہ کا امام کچھ پڑھتا ہے کیا پڑھتا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں بعد پڑھنے کے حاضر فقیروں میں تین دو رو کر دیتا ہے اور پھر وہ چیزیں امام وغیرہ بانٹ لیتے ہیں یہ حیلہ شریعت کے مطابق ہے اور جائز ہے یا نہیں صرف مختصر جواب اُردو و آسان نقلوں میں ہوگا تو بھی ہماری کافی تسلی ہوگی۔

**الجواب**

امام جنازہ جو کچھ پڑھتا ہے اگر اُس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو (مثلاً یہ نہ ہو کہ اس میت کے گناہ ہم نے اپنے سر لیے یا اس کا عذاب و ثواب ہمارے ادھر کہ ایسا کہنا شریعت میں حرام ہے) اور وہ لوگ جن پر اُن چیزوں کا دکر ادا ہے فقیر محتاج زکوٰۃ لینے کے قابل ہوں تو اس چھبیس سیر گیہوں کی جو قیمت وہاں اُس وقت بازار کے بھاؤ سے ہو اور اُس مصحف شریف کا جو ہدیہ وہاں اُس وقت ہو اور وہ سواروپہ ان کے مجموعہ کو اُن دو روے والے محتاجوں مصرف زکوٰۃ کے سہ چند میں ضرب دینے سے جو حاصل ہو یہ مال جتنے نماز روزوں کا کفارہ ہو اُس قدر کا ہوگا اگر میت پر زیادہ کفارہ تھا تو باقی اُس کے ذمہ پر باقی رہا مثلاً وہ گیہوں تین روپے کے ہوں اور وہ مصحف پڑنے میں روپے ہدیہ کا ہو تو

یہ اور وہ سوارو پہلے مل کر سب سات روپیہ کا مال ہوا اب اگر دور میں اس فقیر میں اور ان ہر تین بار دور ہوا تو گویا تیس فقیروں کو سات سات روپے دیے گئے مجموعہ دو سو دس روپے ہوئے میت پر ناز روزے وغیرہ کا مطالبہ اگر اس قدر یا اس سے کم تھا تو سب ادا ہو گیا اور زیادہ کا تھا تو جتنا زیادہ تھا باقی رہا مثلاً اُس کے ناز روزوں کے حساب سے جتنے گھوٹ کفارہ کے ہوتے اُن کی قیمت وہاں اُس وقت کے بھاؤ سے ہزار روپے تھی اور یہ دونوں دس روپے ہوئے تو سات سو نو روپے کا مطالبہ میت پر رہا اور اگر دور والوں میں بعض وہ ہوں کہ اگرچہ فقیر بنتے ہیں مگر مالدار ہیں حاجت اصلہ کے علاوہ چھپتے روپے کے مال کے مالک ہیں تو اُن کے شامل ہونے سے دور میں حرج نہ آئے گا فقط اتنا ہوگا کہ دور میں اُن کا شمار ہوگا مثلاً دس فقیروں پر دور کیا اور اُن میں تین غنی تھے تو سات ہی پر دور سمجھا جائے گا صورت مذکورہ میں میں فقیروں کی جگہ اکیسٹا ہی رکھے جائیں گے اور دو سو دس روپے کی جگہ ایک سو سینتالیس روپے کا کفارہ ادا ہوگا ہاں اگر اُن میں کوئی بھی محتاج نہ ہو اسب غنی تھے تو بیشک کفارہ بالکل ادا نہ ہوگا غرض یہ حیلہ یا تو بالکل کافی ہے جبکہ میت پر مطالبہ اسی قدر یا اس سے کم ہو ورنہ ناسخ ضرور ہے جبکہ اُن دور والوں میں ایک بھی فقیر ہو کہ آخر کچھ نہ کچھ مطالبہ تو میت پر سے کم ہوا ہاں جیسے بہت عوام دور ہی نہیں کرتے ایک صفحہ شریف دیدیا اور سمجھ لے کہ عمر بھر کا سب کفارہ ادا ہو گیا یہ محض حمل باطل ہے یہ ہیں یہاں جب پر سے مطالبہ کے قدر نہ ہو تو اُس سے بالکل ادا سمجھ لینا غلط و باطل ہے پھر بھی اس سے اُس حیلہ کا جتنا فائدہ ہے زائل نہیں ہوتا بعض کو کل سمجھ لینا اُن کی غلطی ہے جیسے کسی کے ہزار روپے زید پر قرض ہوں اور زید سو روپے ادا کرے اور سمجھ لے کہ سب ادا ہو گیا تو یہ اُس کی غلطی ہے مگر اس غلطی کے سبب وہ سو روپے جو ادا کیے باطل نہ ہو جائیں گے وہ فائدہ اسے حاصل رہے گا کہ اب ہزار کی جگہ نو سو کا مطالبہ اُس پر رہا بہر حال اُس میں فائدہ ضرور ہے مگر اُس طرح کی کوئی خلاف شرع بات نہ کہی جاتی ہو جس کی مثال اوپر گزری بغیر اس کے اُسے مطلقاً ناجائز بتانے والا محض غلط ہے

الہیہ مسلمانوں کو مناسب یہ ہے کہ وہ طریقہ دور کا کریں جس سے میت پر سے باذنہ تعالیٰ سب مطالبہ ادا ہو جائے اس کا بیان ہمارے فتویٰ میں مفصل موجود ہے اور اُس پر اعتراض کہ قرآن مجید کا صدقہ حرام بلکہ کفر ہے جل وحات ہے در مسکین طالب علم کو قرآن مجید دینا حرام و کفر ہو اُسے صدقہ کہہ کر دے ہر کے جب بھی تو صدقہ ہی ہوگا جیسا کہ ضحاک تفسیر فرماتے ہیں در مختار میں ہے الہیۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ علی الغنی ہبۃ اور متفقین کے نزدیک یہاں نفس قرین موثر دان کا ان الاثر اشد مع الاستقاط فتح القدیر میں ہے الذی نفعہ ان کلامہ التقرب والاستقاط موثر بہ قرآن مجید وقف کرنے کا جواز کتب مذہب میں مصرح ہے در مختار میں ہے وفي الدار وقف مصحفاً علی اہل مسجد للقرۃ ان یحصون جازون وقف علی المسجد جازو یقرؤ فیہ رد المحتار میں ہے قولہ ان یحصون جازہذا الشرط مبنی علی ما ذکرہ شمس الانامہ من الضابط و ہوانہ اذا ذکر للوقف مصرفاً لا بد ان یکون فیہم تنصیل علی الحاجۃ حقیقۃ کالفقراء و استعمالا بین الناس کالیتامی والزمی لان الغالب فیہم الفقیر فیصیحہم للائتیاء والفقراء منهم ان کا نوا یحصون والا فلفقہا لہم فقط وقت بھی صدقہ ہی ہے بلکہ صدقہ جاریہ سکرہ حتی کہ اگر خاص چندا شنیا پر ہو جب بھی اُس کا آخر فقر کے لیے ہونا لازم صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما صاب رضا بنجیہ بنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یستامرہ فیہا فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان شئت حبست اصلہا و تصدقت بما قال فصدق بحالہ لا یباع ولا یوہب ولا یورث و تصدق بما فی الفقراء و فی القربی و فی الرقاب و فی سبیل اللہ و ابن السبیل والضعیف یہ حدیث

محرر المذہب سیدنا امام محمد نے مبسوط میں یوں روایت فرمائی اخبرنا صفی بن جویہ مولیٰ عبد اللہ بن عمران عمرو بن الخطاب کان له ارض تدعى ثغا وكان فخلا نفيسا فقال يا رسول الله انى استغفرت ما لا هو عندى نفيس افا تصدق به فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم تصدق باصله لا يباع ولا يوهب ولا يورث ولكن تنفق ثمرته فتصدق به عمر فى سبيل الله وفى الوقاب والضعيف والمساخر ولا بن السبيل ولن يلقى القربى الحديث صحيح بخارى کے بھی بعض طرق میں بالفاظ امام محمد ہے تصدق باصله لا يباع الحديث، انہیں کیا کہتے ہیں اُس صورت میں جبکہ مثلاً کوئی اہل خیر کو مصحف شریف اُن کے مدرسہ یا یتیم خانے میں بھیج کر ان میں غرباء کے بچے اور یتیمی پڑھا کر یں اُس کا یہ فعل حسن و باعث ثواب ہے یا حرام و موجب عذاب بلکہ معاذ اللہ کفر اور اگر اُس نے نذر مانی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے دس مصحف شریف فقراء مسکین کو دوں گا تو یہ نذر حلال ہے یا حرام و کفر اور اگر وصیت کی ہو کہ میری ملک کے مصاحف سب میرے بعد فقراء مسکین کو دیدے جائیں اور وہ ثلث مال سے لائے نہ ہوں تو یہ وصیت صحیح یا باطل اور یہ دینا وصی پر واجب ہے یا حرام پھر یہ حکم صرف مصحف شریف کے لیے ہے یا کتب حدیث و فقہ کے لیے بھی طرفہ یہ کہ انہیں کے امام الطائفہ گنگوہی کے فتاویٰ حصہ ۳ میں ہے سوال خرید کر قرآن شریف دینا درست ہے یا نہیں ال جواب زکوٰۃ کے روپے سے قرآن کتاب کپڑا وغیرہ جو کچھ خرید کر دیدیا جائے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اہ بات یہ ہے کہ انہیں حقیقت امر سے غافل ہیں جو اس کی تحقیق بازرغ کا طالب ہو ہمارے فتاویٰ کی طرف رجوع کرے وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - اور یاسٹ راپور مسئلہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اور ٹیل کالج، مار ستمبر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ اسقاط جو ملک افغانستان میں مروج ہے وہ شرعاً ثابت اور متن ہے یا نہیں اگر ثابت ہے تو اُس کی کیا دلیل ہے اور فدیہ صوم اگرچہ منصوص ہے لیکن فدیہ صلاۃ پر کون سی نص ہے اور یعنی دوران قرآن کیوں متروک العمل ہے اور یہ ہندوستان میں کیوں مروج نہیں بر تقدیر ثانی یہ عبارت فتاویٰ سمرقند یہ کی بالکل غلط ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے لما صنف الامام الربانی محمد بن حسن الشیبانی کتاب الحیل فی کل باب انکر علیہ علماء البغداد بلغوا تلك القصة الى خليفة البغداد فقال الخليفة ارسل الى ذلك فان كان موافقا لاصول فيها والا فخرقه فقال ان العلماء احسادوا وانكروا احسادا انحاء الامام بن الاك كتاب الى الخليفة فظهر فيه فتعجب فطلب العلماء وقال انظروا فيه بعد وقت النظر من غير حسد فلما رأوه قالوا فقد احسن محمد ضاعت الله اجرة الى الابد ثم سئل الخليفة عن الامام من اى اصل اخرجت تلك المسائل قال اخرجت من قصة ايوب و يوسف وسنة حلية الرباء والحما فقال الخليفة للعلماء من انكروا الحلية فقد انكروا القرآن والحديث واجماع العلماء فالتمسوا يروا جواب عليه فلما حول ورقة وقع التطور على حيلة الاسقاط فقال الامام اسهل طريقت ان يبيع الوارث على الفقير مصحفا قابل القراءة ثم يعطى الفقير للوارث ثم فطر حتى يتمر لعل الله يجعل فدية الصوم والصلاة والزكاة ويزها فقال العلماء قلت قولنا حسنا بارك الله في عمرك فاكتب في كتابك فكتب الامام تلك الحيلة في كتابه فتشاع في زمان الخليفة الدالبرسر للامام الغزالي قال الشارح السمرقندي حدثنا عباس بن سفيان عن ابن عتبة عن ابن عوف عن محمد بن عبد الله

قال قال عمرایما المؤمنون اجعلوا القرآن وسيلة لنجاة الموتي فتعلقوا وقولوا اللهم اغفر لهذا الميت لبعزة القرآن وتنا لولا  
بايد یکم و فعل عمر فی اخر خلافتہ فی وفاة امرأة ملقبة بالحبيبة بنت عریب زوجة ملائب لجزء من القرآن فمأوا الى عمرو لم  
یشهر فی خلافة عثمان ثم اشتھر فی خلافة هارون الرشید من غیر انکار دوران القرآن بحيلة الاسقاط فاصله ثابت عن عمرو  
هذا وان لم یدکر فی کتب المشهورة من الاحادیث ولكن مشهور فی بعض الكتب من التواريخ بسند قوى كما قال المورخ اللبيب  
صاحب الفتح اخبرنا ابو عاصم عن ابن جریج عن ابن شهاب عن ابن سلمة عن ابن موسى قال فعل عمرو دوران القرآن لجزء منه  
بحلقة عشرین رجلا بعد صلاة الجنائز لامرأة ملقبة بحبيبة بنت عریب زوجة ملائب لوجیل من الانصار ما حفظنا  
اسم فانکار مطلقة الحيلة كلف وعن حيلة الاسقاط فسئل لانه ثبت عمرو اخبرنا سعيد عن ايوب عن جميع عن عبد الله  
بن ابی بکر انه اوجد عمرو بدور القرآن بعد صلاة الجنائز انتهى فتاویٰ سمرقندی من عتبة - نیز اس میں دوران قرآن کی نسبت  
حضرت عمر کی طرف سے وہ صحیح ہے یا نہیں اور اس کی سند کیسی ہے -

### الجواب

ایسے المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے سوا اور حضرات سے جو کچھ روایات بے سرو پا اس عبارت میں مذکور ہیں سب  
باطل و افتراء ہیں نہ یہ عبارت فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے اس پر بھی افتراء ہے اور بے چارہ افتراء کرنے والا عربی عبارت بھی باقاعدہ نہ بنا سکا اپنی  
ٹوٹی پھٹی جاہلانہ خرافات کو صحابہ و ائمہ کی طرف منسوب کیا مسئلہ دور عامہ کتب متداولہ مذہب میں مصرح ہے خود مصحف شریف سے ہوا  
کسی مال سے مگر ہر بار کے دینے میں اتنا ہی بھرا ہوگا کہ بازار میں نرخ سے دو مصحف شریف جتنے دیدہ کا ہے یہ جاہلانہ خیال کہ یہ تو بے بہا ہے  
ایک ہی دفعہ میں اگلے پچھلے بلکہ سات پشت کے سب کفار ادا ہو جائیں گے محض جاہلانہ خیال باطل ہے کما بینا ہ فی فتاویٰ دنا بسلا مزید  
علیہ فذیر صلا پر اگر چہ نص شارع علیہ الفضل الصلا والتسلیم نہ آیا نفس مجتہد مذہب ہے وکفی بہ حجة والله تعالیٰ اعلم -

## بَابُ سُجُودِ السَّهْوِ

مسئلہ - ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص احمد شریف پڑھ کر سوچتا رہا کہ کون سی سورت پڑھوں اور اس میں کچھ دیر لگ گئی  
تو کیا حکم ہے - بینوا توجروا

### الجواب

اگر بقدر ادائے رکن ای مع سنتہ کما فی الغنیۃ یعنی مثلاً جتنی دیر میں عین بار بجن اللہ کہ لیتا اتنے وقت تک سوچتا رہا تو سجدہ  
سولازم ہے ورنہ نہیں روا المختار میں ہے التفکر الموجب للسہو الزم منہ تاخیر الواجب او لو کن عن محلہ بان قطع الاشتغال

بالرکن ادا الواجب قدر اداء رکعت وهو الاصح اھ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۳ جمادی الاخرہ ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے واذکو فی الکتاب موسیٰ سے دوہنا تک کہ تین آیات قصار ہو گئیں پڑھ کر بند ہو گیا کسی قدر تامل کر کے پھر دوبارہ واذکو سے دوہنا تک پڑھا پھر بند ہو گیا پھر سب آیات ہیں تک پڑھ کر کچھ تامل کیا جب آگے کو نہ چلا رکوع کر دیا اس صورت میں امام پر سجدہ سہوا یا یا نہیں اگر آیا اور نہ کیا تو نماز فاسد ہوئی یا کیسی - بینوا توجروا -

الجواب

اگر ایک بار بھی بقدر ادا رکعت یعنی تین بار سخن اشترک کرنے کی مقدار تک تامل کیا سجدہ سہوا واجب ہو اور المختار میں ہے التفکر الموجب للسهو ما لزم منه تاخیر الواجب ادا الرکن عن محلہ بان قطع الاشتغال بالرکن ادا الواجب قدر اداء رکعت وهو الاصح اگر دیکھا نماز مکروہ تحریمی ہوئی جس کا اعادہ واجب درمختار میں ہے تعاد وجوباً فی العمد والسهو ان لم یسجد لہ اصل حکم یہ ہے مگر علماء نے جمعہ وعیدین میں جبکہ جمع عظیم کے ساتھ اداسی کے جائیں بخوف فتنہ سجدہ سہوا ترک اولیٰ رکھا ہے درمختار میں ہے السہو فی صلاۃ العید والجمعة والمکتوبۃ والتطوع سواء والمختار عند المتأخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنۃ کما فی جمعة البحر وقرۃ المصنف وبہ جزم فی الدرس رد المختار میں ہے فی جمعة حاشیۃ ابی السعود عن العزمیۃ انہ لیس المراد عدم جوازہ بل الاولیٰ ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنۃ بس جہاں جمعہ بھی جامعہ عظیم سے نہوتا ہو بلا شہدہ سجدہ کرے اگر دیکھا اعادہ کرے اگر وقت نکل گیا نظر پڑھیں رد المختار میں ہے قیدہ الوافی بما اذا حضر جمع کثیر واکفلا دای الی الترتیب اسی میں ہے المرجح وجود الاعادہ فی الوقت وبعده واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نماز جمعہ رکعت اول میں بقدر ما یجوز بہ الصلاۃ کے پڑھ کر ایک منٹ سے زیادہ ساکت رہا اور بعد تمام کرنے نماز کے سجدہ بھی نہ کیا جب لوگوں نے کہا تم نے سجدہ سہو نہیں کیا تو جواب دیا کہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا میں نے کیا آیا یہ قول زید صحیح ہے یا غلط اور وہ نماز کامل ہوئی یا ناقص - بینوا توجروا

الجواب

ایک منٹ تو بہت ہوتا ہے اگر بقدر تین تسبیح کے بھی ساکت رہا تو سجدہ سہوا لازم ہے۔ اصل حکم یہی ہے رد المختار میں خاص اس کی تصریح ہے مگر نماز جمعہ میں جبکہ ہجوم نادیاں کثیر ہو سجدہ سہوا قطع کر دیا گیا ہے کافی رد المختار ایضا پس اُس نماز میں ہجوم کثیر تھا تو زید نے سجدہ سہوا ترک بجا کیا اور اگر تھوڑے آدمی تھے تو بجا اور سخت بیجا اور وہ نماز ناقص ہوئی ظہر اعادہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہم جمل مجدہ

انقدا حکم -

مسئلہ - در رکعت تراویح کی نیت کی قدر اولیٰ بھول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور ان رکعتوں میں جو



قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہونا نہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں۔ بدینوا توجروا

### الجواب

صورت اولیٰ میں مذہب اصح پر ناز نہ ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے فی رد المحتار لو تقطوع بثلاث بقعدة واحدة كان یبغی الجواز اعتبارا بصلوة المغرب لكن الاصح عدمه لانه قد فسد ما اتصلت به القعدة وهو الركعة الاخيرة لان الثقل بالركعة الواحدة غیر مشروع فیفسد ما قبلها اور چار پڑھ لیں اور قعدة اولیٰ نہ کیا تو مذہب مفتی بہ پر چاروں وہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے کما صحیح بہ فی رد المحتار عن النعمان الطائفي عن الزاهدي اور دونوں قعدے کیے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں ولا کراهة ایضا کما یفیدہ التعلیل المذکور فی رد المحتار نعم لا فضل فیها مفتی مفتی کما لا یخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ اگر امام پر سہو ہوا اور وہ سجدہ نہ کرے تو مقتدیوں کی نافرمانی اور ان پر سے سجدہ سہو سا نظر ہو جائے گا یا نہیں۔ بدینوا توجروا

### الجواب

یشک فی التوہید یجب (ای سجدۃ السہو) علی منفرد و مقتدی سہو امامہ ان سجد امامہ اہل ملتقطا قلت فالشرط یضید انہ ان لم یسجد الامام لم یجب علی المقتدی وبالسقوط صح فی البحر الرائق نعم لقی نقصان یشہر ان یعید لا نجارہ ان اطلع علیہ وهذا الاینا فی الصحة اذا صحیح یقابل الفاسد والفاسد هو الباطل فی العبادات کما صرح بہ ائمتنا فی غیر ما کتاب واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ناز فرض یا وتر میں پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہونے لگا تو اس صورت میں کیا حکم ہے لوٹ آئے یا نہ لوٹے اور اگر کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہونے کے قریب تھا اس کے بعد لوٹ آیا تو ناز ہو جائے گی یا نہیں اگر ہو جائے گی تو سجدہ سہو واجب ہو گا یا نہیں۔ بدینوا توجروا

### الجواب

اگر ابھی خود سے قریب ہے کہ پیچھے کا آدھا بدن ہنوز سیدھا نہ ہونے پایا جب تو بالاتفاق لوٹ آئے اور مذہب اصح میں اس پر سجدہ واجب نہیں اور اگر قیام سے قریب ہو گیا یعنی بدن کا نصف زیریں سیدھا اور پیچھے میں خم باقی ہے تو بھی مذہب اصح و اسراج میں پڑھ آئے ہی کا حکم ہے مگر اب اس پر سجدہ سہو واجب اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو پلٹنے کا اصلاً حکم نہیں بلکہ ختم ناز پر سجدہ سہو کر لے پھر بھی اگر پڑھ آیا بہت بڑا کیا گنہگار ہوا یہاں تک کہ حکم ہے کہ فوراً کھڑا ہو جائے اور امام ایسا کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے یہاں تک کہ وہ پھر قیام میں آئے مگر مذہب اصح میں نازیوں بھی نہ جائے گی صرف سجدہ سہو لازم ہے کافی تنویر الاظہار والدار المختار و رد المحتار (تھامس) لفقود الاول من الفرض) ولو علیما اما الثقل فیعود ما لا یقرب بالیسجدۃ (بشر تذکرۃ عالیہ) وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح

(مالہ لیستقم قائما) فی ظاہر المذہب وهو الاصح فتح یعنی اذا عا د قبل ان یستقیم قائما وکان الی القعود اقرب فلا یسجد علیہ فی الاصح وعلیہ اکثر واذا عا د وهو الی القیام اقرب فعلیہ سجود السہو کما فی نور الایضاح وشرحہ بلحاکیۃ خلاف فیہ وصحیح اعتبار ذلک فی الفتح بما فی الکافی ان استوی النصف الاسفل وظهرہ بعد منحن فهو اقرب الی القیام وان لم یستوفھو اقرب الی القعود وان استقام قائما لا یعود وسجد السہو فلو عا د الی القعود لا نقصد لکن یكون مسیدا و یا ثم کما فی الفتح فلو کان اماما لا یعود معہ القوم تحقیقا للمخالفة ویلزمہ القیام للحال شرح المنیۃ عن القدیۃ - ویسجد لتاخیر الواجب وهو الحق بحجراہ ملخصا والله تعالی اعلم۔

**مسئلہ -** ۴، ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قعدہ خیرہ کے بعد گمان ہوا کہ یہ قعدہ اولی تھا کھڑا ہو گیا اور قبل سجدہ کے یاد آ گیا تو اب عود کر کے دوبارہ التحیات پڑھ کر سجدہ سو میں جائے یا ویسے ہی سجدہ کر چلا جائے۔ بینوا توجروا

**الجواب**

عود کر کے بیٹھا چاہیے اور سجدہ سو میں چلا جائے دوبارہ التحیات نہ پڑھے فی الدرا المختار وان قعدا فی الرابعۃ مثلاً قد رالتشہد ثم قام عاد وسلم و لو سلم قائما صح رد المختار میں ہے قولہ ثم قام ای ولم یسجد قولہ عاد وسلم ای عاد للجلوس وفیہ اشارۃ الی انہ لا یمید التشہد وبہ صوح فی الجہوقال فی الامداد والعود للتسلیم جالساً سنة لان السنة التسلیم جالساً والله تعالی اعلم۔

**مسئلہ -** از شہر کتبہ بریلی ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ

چہ می فرماید علمائے دین دریں مسئلہ کہ ترک آورد قعدہ اولی را لیکن باتادن نزدیک تر شد آن گاہ نشست باز باقی نماز گزار در دین حال نمازہ جائز است یا نه۔ بینوا توجروا

**الجواب**

بیر کہ در فرض یاد تر قعدہ اولی فراموش کردہ استادہ تا بتامہ ایستادہ نشود بسوئے قعود رجوعش باید پس اگر هنوز بقعود اقرب بود سجدہ سو نیست و اگر بقیام نزدیک تر شدہ باشد سجدہ سو لازم آید تا نیمہ زیریں از بدن انسان راست نشدہ است بنشستن نزدیک است و چون این نصف راست شد و پشت هنوز خمیدہ است باتادن قریب است و اگر بتامہ راست ایستاد آنگاہ بنشستن روا نیست اگر بقعدہ اولی باز دیگر دو گنگار نشود راجح آنست کہ نماز درین صورت ہم از دست نرود و سجدہ ہو واجب شود فی در المختار سہا عن القعود الاول ولو علیا ثم تذکرۃ عاد الیہ ولا سہو علیہ فی الاصح مالہ لیستقم قائما فی ظاہر المذہب وهو الاصح فتح وان استقام قائما لا یعود فلو عاد لا نقصد لکن یكون مسیدا ویسجد لتاخیر الواجب وهو الاشبه کما حققہ الکمال وهو الحق بحجراہ مختصرا و فی رد المختار قولہ ولا سہو علیہ فی الاصح یعنی اذا عا د قبل ان لیستقم قائما وکان

الی القعود اقرب فانه لا یسجد علیہ فی الاصح وعلیہ الا کثرا ما اذا عاده و هو الی القيام اقرب فعلیہ سجود السهو کما فی ذوالابحاح و شرحہ بلا حکایۃ خلاف فیہ و صحیح اعتبار ذلک فی الفتح بما فی الکافی ان استوی المنصف الاسفل وظهرہ بعد منحن فہو اقرب الی القيام وان لم یستثم فہو اقرب الی القعود ولہ لکنہ یكون مسیئا ای ویا ثمر کما فی الفتح فلو کان اماما لا یعود معہ القوم تحقیقا للمخالفة و یلزمہ القيام للحال شرح المنیۃ عن القنیۃ ام ملقطا واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ - ۲۲، سوال مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی امام بھول کر سجدہ سو کر لیا تو اس صدمت میں نماز امام و مقتدیان اور بعد سجدہ سو کے جو مقتدی نے ان سب کی نماز کیسی ہوگی اور حقیقت میں سو نہیں تھا۔ بینوا توجروا

الجواب

امام و مقتدیان سابق کی نماز ہوگئی جو مقتدی اس سجدہ سو میں جانے کے بعد ملے ان کی نماز نہیں ہوئی کہ جب واقع میں سو نہ تھا دین اسلام کہ امام نے پھر ختم نماز کا موجب ہوا یہ سجدہ بلا سبب لغو تھا تو اس سے تحریر نماز کی طرف عود نہ ہوا اور مقتدیان مابعد کو کسی جز نماز میں شرکت امام نہ ملے لہذا ان کی نماز نہ ہوئی و لہذا اگر سجدہ سو میں سبوت اتباع امام کو بے سجدہ ہو کہ یہ سجدہ بے سبب تھا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کہ ظاہر ہو کہ محل افراد میں اقترا کیا تھا ہاں اگر معلوم نہ ہوا تو اس کے لیے حکم فساد نہیں کہ وہ حال امام کو صلاح و صواب پر حمل کرنا ہی چاہیے در مختار میں ہے سلام من علیہ سجود سہو یخرجہ من الصلاۃ خروجاً موقوفاً ان سجداً عاد الیہا دالا لا بد المختار میں ہے انہ اذا سجد و قع لغوا فکانہ لم یسجد فلم یعد الی حرمة الصلاۃ خزائنے المفتین میں فتاویٰ قاضی خاں سے ہے اذا ظن الامام ان علیہ سہوا فیسجد للسہو و تابعہ المسبوق فی ذلک ثم علم ان الامام لم یکن علیہ سہوا لا شہان صلاتہ نقصد وان لم یعلم انہ لم یکن علی الامام سہو لم نقصد صلاۃ المسبوق مخطاوی علی مرقی الفلاح میں ہے ہوا المختار کذا فی المحیط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ما پور سر درشتہ پلہس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محروسہ رشتہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

زید نماز مغرب میں اخیر رکعت میں اگر جماعت میں شریک ہوا خالد جو امام تھا ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سو میں چلا گیا اب زید ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سو میں جائے یا بدوں سلام کے سجدہ کرے بیٹھے علی کہتے ہیں کہ اگر اس نے بھی قصد سلام پھیرا تو نماز مسبوق کی فاسد ہوگئی اور اس پر فتویٰ دیدیا ہے اور بیٹھے فضلا فرماتے ہیں کہ اگر نماز کے اخیر سلام میں سبوت نے امام کے ساتھ عمد اسلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں اور شامی اور بکر المائین وغیرہا میں جو روایت لکھی ہے وہ در باب اخیر سلام ہے نہ در باب سلام سہو اور فریقین کی دلیل یہی دونوں کتاب کی روایت ہے اس کا فیصلہ چاہیے یا پھر وہ کے علماء سے بخوبی فیصلہ جس سے تسلی ہو نو سکا۔ بینوا توجروا

الجواب

حکم مسئلہ میں قول اول صحیح ہے فی الواقع مسبوق سلام سے مطلقاً ممنوع و عاجز ہے جب تک وقت شدہ رکعات ادا نہ کرے امام سجدہ سو سے قبل یا بعد جو سلام پھیرتا ہے اس میں اگر قصد اس نے شرکت کی تو اس کی نماز جاتی رہے گی کہ یہ سلام عمدی اس کے

خلال نماز میں واقع ہوا ہاں اگر سو اُپھیرا تو نماز نہ جائے گی لکن نہ ذکر اُمن وحہ فلا یجعل کلاماً من غیر قصد وان کان الحمد والخطا والسہو کل ذلک فی الکلام سو اُ کما حققہ علماء نارحمہم اللہ تعالیٰ بلکہ وہ سلام جو امام نے سجدہ سو سے پہلے کیا اگر مسبق نے سو اُ امام سے پہلے خواہ ساتھ خواہ بعد پھیرا یا وہ سلام جو امام نے سجدہ سو کے بعد یا بلا سجدہ سو غرض بالکل ختم نماز پر کیا اگر مسبق نے سو اُ امام سے پہلے یا مثلاً وقفہ اُس کے ساتھ پھیرا تو ان صورتوں میں مسبق پر سو بھی لازم نہ ہوا کہ وہ ہنوز مقتدی ہے یا مقتدی پر اس کے سو کے سبب سجدہ لازم نہیں ہاں یہ سلام اخیر اگر امام کے بعد پھیرا تو اس پر سجدہ اگرچہ کر چکا ہو دوبارہ لازم آیا کہ اپنی آخر نماز میں کرے گا اس لیے کہ اب یہ منفرد ہو چکا تھا خزائن المفتین میں شرح مختصر امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ہے علیہ سجدۃ من صلب الصلاۃ سلم وھو ناس لھا ثمر تدکر فانه بهذا السلام لا یمخرج عن حرمۃ الصلاۃ بالاجماع حتی صم الاقتداء وان عاد الامام وسجد یمجد ہذا المقتدی معہ علی طریق المتابعۃ ولا یعتد بھذا السجدۃ لانه لم یدرک الركوع ویستشهد مع الامام ولا یسلم اذا سلم الامام ویسجد سجدۃ فی السہو مع الامام فاذا سلم الامام ثانیاً لا یسلم ھو لاضابل یقوم الی قضاء ما سبق ام باختصار دیکھو مسبق کو سجدہ سو سے قبل وبعد دونوں وقت سلام سے منع فرمایا علیہ شرح منیہ للامام ابن اسیر الحاج میں ہے موافقۃ المقتدی المندرک للامام فی سجود السہو ظاہر واما المسبق فلا یتابعہ بالسلام للخروج عن الصلوۃ وقد یجی علیہ اركان الصلوۃ یتابعہ فی سجود السہو عن ابراہیم النخعی انه لا یسجد بسہو اصلاً لان محل السہو باللام وانه لا یتابعہ فیہ فلا یتصور المتابعۃ فی السہو ولنا ان سجود السہو یؤدی فی تحویۃ الصلاۃ فکانت الصلاۃ باقیہ واذا بقیت التبعۃ فیتابعہ فیما یؤدی من الافعال محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں لومسبن الامام السامی الحدیث بعد سلامہ استخلف لیسجد الخلیفۃ کما لو بقی علیہ التسلیم ولیس للمسبوق ان یتقدم فی ہذا الاستخلاف لانه لا یقدّر علیہ اذ محله بعد السلام وھو غیر قادر علی السلام وانما یسجد قبل السلام حالۃ الاقتداء بعن یمجد قبلہ وھو ہنا قد صار اماماً المستخلف ومع ہذا لو تقدم لم تقصد لانه یقدّر علی الاتمام فی الجملة بان یتأخر و یتقدم مدارک الیسلم بھم ویسجد ویسجد الخلیفۃ المسبق معہ لانه الان مقتدی ثم یقوم الی قضاء ما سبق بہ الخ وہی عبارت بحر الرائق کہ بعد بیان اس امر کے کہ مسبق سجدہ سو میں امام کی متابعت کرے گا فرمایا ثم المسبق انما یتابع الامام فی السہو لا فی السلام فیسجد معہ ویستشهد فاذا سلم الامام تام الی لقضاء فان سلم فان کان عامداً فسدت والا فلا ولا یسجد علیہ ان سلم قبل الامام او معہ وان سلم بعدہ لزمہ لکونہ منفرداً حیثین اسی طرح اُس سے رد المحتار میں ہے حیث قال قولہ والمسبق یمجد مع امامہ قید بالسجود لانه لا یتابعہ فی السلام بل یمجد معہ ویستشهد الخ اس میں تحقیق و قول فیصل یہ ہے کہ ان سلم بعدہ سے یقیناً سلام اخیر مراد ہے جس کے بعد سجدہ نہیں کیا اُس سے پہلا سلام جس کے بعد امام نے سجدہ سو کیا اگر مسبق سو اُ امام کے بعد بھی پھیرے گا اُس پر سو لازم نہیں ہو سکتا کہ وہ اب بھی مقتدی ہے تو لکن نہ منفرداً حیثین وہاں صادق نہیں اور قول بحر الرائق فی السلام وقول شامی قید بالسجود لانه لا یتابعہ فی السلام میں یا تو نظر باطلاق لفظ وعموم حکم مطلق سلام مراد ہے خواہ سجدہ سو سے پہلے ہو یا بعد یا بقرینۃ مقام سلام قبل سجدہ سو مراد لیجی یعنی سجدہ سو میں مسبق

بھی اگرچہ متابعت امام کرے گا مگر فقط سجدے میں شریک ہوگا و لہذا متابعت میں سجدہ کی قید لگا دی کہ پیروی اسی پر مقصور ہے سلام میں جو بن متابعت نہیں کر سکتا و ہذا معنی واضح جلی یسین الی الذہن اول ما یسمع ہذا الکلام اذا صفت القریحۃ عن ظلام الارحام اور اسے خاص سلام اخیر بعد سجدہ ہو پر حمل کرنا محض بہ دلیل ہے جس پر اصلاً قرینہ نہیں بلکہ ظاہر قرینہ اُس کے خلاف کی طرف مشیر کمالاً یحییٰ علی العارۃ البصیر باقی دو جگہ جو حفظ ان سلم واقع ہے اگر سیاق سخن و نظم کلام دیکھئے تو وہ بھی مثل ان سلم بعد سلام اخیر بعد سجدہ ہو میں ہیں کہ اذا سلم الامام سے یقیناً ہی سلام اخیر مراد ہے جو یسجد معہ و یتشهد کے بعد اور قام الی الفضل اُس سے متصل ہے تو کلام آتی اسی صورت کی طرف ناظر ہونا زیادہ متبادر ہے خصوصاً ان تحقیقوں میں ایک شق ان سلم بعد سلام بلا شریح محض سلام آخر ہے اور حکم پر نظر کیجئے تو دونوں ان سلم توسط میں جو بیان ہے سلام قبل سجدہ و بعد سجدہ دونوں کو عام ہے کما اشارنا الی کل ذلک علامہ سید موطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ مرقا فی الفلاح میں قول شارح ان سلم مع الامام مقدارنا للہ او قبلہ ساہیا فلا سہو علیہ لانہ فی حال اقتداء و ان سلم بعد سلام یلزمہ السہو لانہ منفرد کی یہی شرح فرمائی حدیث قال ذلہ وان سلم مع الامام الخ سواء فی ذلک تسلیمة التحلیل الاولی و تسلیم سجدہ السہو لظہور العلة فی ذلک و قوله و ان سلم بعد سلام ای بعد سلام الامام من سجدہ السہو فقط اما سلامہ بعد سلام الامام الاول من الصلاة فلا یلزم بہ سہو لانہ لما سجد للسہو معہ عاد الی الاقتداء ولا سہو علی المقتدی قائل فیہ کلام

بالجملہ جو دشامی کی ان عبارات سے فریق ثانی کا مسئلہ متزاعیہ پر استدلال محض باطل اور فریق اول کا اُن سے استناد بوجہ تطرق احتمال گونہ ناکامل اور حکم مسئلہ میں حق فریق اول کے ساتھ ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) چار رکعت نماز میں درمیانی قاعدے میں تشهد کے بعد سہو ہے اللہم صل کہاں تک پڑھے کہ سجدہ سہو واجب ہو جائے (۲) جماعت میں سجدہ سہو کے قبل کا سلام اس شخص کو جس کی ایک دو رکعت باقی ہے اور اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ سلام اختتام نماز کا ہے یا سجدہ سہو کا ہے چاہیے یا نہیں۔

الجواب

(۱) اللہم صل علی محمد و آلہ یفتی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (۲) جائز نہیں اور اگر قصد ابھیرے گا تو نماز باقی ہے گا لوقوعہ خلال صلاتہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۰ جمادی الاول ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قاعدہ اول میں شک ہو اگر یقین نہیں اور سجدہ سہو کا کیا اب نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینا تو جہودا

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## مسئلہ - ۳۵ - ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے جہری نماز میں بعد الحمد قبل سورۃ اتنی دیر سکوت کیا کہ چھوٹی سورت پڑھ لیتا اس صورت میں کیا حکم ہے۔

## الجواب

الحمد شریف کے بعد امام نے سانس لیا اور آمین کہی اور شروع سورت کے لیے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور بسم اللہ کو خوب تریل سے ادا کیا تو اس قدر میں ایک سورت چھوٹی پڑھنے کی ضرورت پڑی ہو جائے گی مگر اس میں حرج نہیں بلکہ سب باتیں مطابق سنت ہیں ہاں اگر ان کے علاوہ محض سکوت اتنی دیر کیا کہ تین بار سخن اللہ کہہ لیتا تو یہ سکوت اگر برائے تفکر تھا کہ سوچنا رہا کہ کیا پڑھوں تو سجدہ سہو واجب ہے اگر نہ کیا تو اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر وہ سکوت عمدتاً بلا وجہ تھا جب بھی اعادہ واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## مسئلہ - ۸ - ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اس نے سہواً پچھلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سورت پڑھی بعدہ سلام پھیرا اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت جیسا ہو ویسا ہی ارقام فرمائیے اور اگر وہ سجدہ سہو کر لیتا تو کیا اس کی نماز فرض ہو جاتی یا نہیں۔ بلیزنا تو سجودا

## الجواب

فرض ہوئی اور نماز میں کچھ غلط نہ آیا نہ اس پر سجدہ سہو تھا بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورت ملائی تو کچھ مضائقہ نہیں من خلاف اولیٰ ہے بلکہ بعض ائمہ نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی فقیر کے نزدیک ظاہر ہے استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے امام کے لیے ضرور مکرہ ہے بلکہ مقتدوں پر گراں گزرتے و حرام در محکمہ میں ہے ضم سورۃ فی الاولیین من الفرض و ہل یکمرہ فی الاخریین المختار لا رد المختار میں ہے ای لا یکرہ تحویلاً بل تنزیہاً لانہ خلاف السنۃ قال فی المنیۃ و شرحہا فان ضم السورۃ الی الفاتحۃ ساہیا یجب علیہ سجدۃ تا السہو فی قول ابی یوسف لتاخیر الکوۃ عن محلہ و فی اظہار الروایات لا یجب لان القراءۃ فیہا مشروعۃ من غیر تقدیر کا اقتضار علی الفاتحۃ مسنون کا واجب اہو فی البحر عن فخر الاسلامان السورۃ مشروعۃ فی الاخریین نقل و فی الذخیرۃ انہ المختار و فی المحیط و ہوالا صح اہ و الظاہر ان المراد بقولہ نقل ال الجواز و المشروعیۃ بمعنی عدم الحکمۃ فلا ینافی کونہ خلاف الاولیٰ کما افادہ فی الحلۃ اہ ما فی رد المختار **اقول** لفظ الحلۃ ثم الظاہر باحتہا کیف لا وقد تقدم من حدیث ابی سعید الخدری فی صحیح مسلم و بیہقہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی صلاۃ الظهر فی الركعتین الاولین قدر ثلثین آیۃ و فی الاخریین قدر خمسۃ عشر آیۃ او قال نصف ذلک فلا جہر ان قال فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر و اما السورۃ فانہا مشروعۃ نقل و فی الاخریین حتی قلنا فی من قرأ فی الاخریین لم یلزمہ سجدۃ سہو انقی ثم یمکن ان یقال الاولی عدم الزیادۃ و یحمل علی الخروج

مخرج البیان لذلك حديث ابن قتادة رضي الله تعالى عنه (يريد ما قدم برواية الصحيحين ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الظهر في الاوليين بآم القرآن وسورتين وفي الركعتين الاخيرين بآم الكتاب الحديث) وقول المصنف المذكور (اي ولا يزيد عليها شيئاً) وقول غير واحد من المشائخ كما في الكافي وغيره ويقرأ فيها بعد الاوليين الفاتحة فقط ويحمل على بيان مجرّد الجواز حديث ابن سعيد رضي الله تعالى عنه وقول فخر الاسلام فان النبي صلى الله عليه وسلم كان يفعل الجائز فقط في بعض الاحيان تعلّماً للجواز وغيره من غير كراهة في حقه صلى الله عليه وسلم كما يفعل الجائز الاول في غالب الاحوال والفعل لا ينافي في عدم الاولوية فيندفع بهذا ما عساه يخال من المخالفة بين الحديثين المذكورين وبين احوال المشائخ والله سبحانه اعلم اهـ ولعلك لا يخفى عليك ان حمل المشروع نقلاً على المكروه تنزيهاً مستبعد جداً وقراءة السورة في الاخيرين ليست فعلاً مستحباً مستقلاً بعثره عدم الاولوية بعارض كصلاة نافلة مع بعض المكروهات وانما المسقفاد من العلة هنا هو استحباب فعلها فكيف يجامع عدم الاولوية والذي يظهر للعبد الضعيف ان سنية الاقتصار على الفاتحة انما تثبت عن المصطفى صلى الله عليه وسلم في الامامة فانه لم يعهد منه صلى الله عليه وسلم عليه وسلم صلاة مكتوبة الا اماماً الا نادراً في غاية الندرة فيكرة للامام الزيادة عليها لاطالته على المتقدمين فوق السنة بل لو اطال الى حد الاستثقال كره تحريماً اما المنفرد فقد قال فيه النبي صلى الله عليه وسلم فليطول ما شاء وزيادة خير ولم يعرضه ما يعارض خيريته فلا يبعد ان يكون نقلاً في حقه فان حملنا كلام المشائخ على الامام وكلام الامام فخر الاسلام وتصحيح الذخيرة والمحيط على المنفرد حصل التوفيق وبالله التوفيق هذا ما عندي والله سبحانه وتعالى اعلم -

مسئلہ - انا تولى ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ یا اکیلا بعد التحیات کے سجدہ سو کا ایک سلام بعد کرنا چاہیے یا کہ دونوں طرف سلام کر کے -

**الجواب**

ایک سلام کے بعد چاہیے دوسرا سلام پھیرنا منع ہے یہاں تک کہ اگر دونوں قصد پھیرنے کا سجدہ سو نہ ہو سکے گا اور نماز پھیرنا واجب رہے گا یجب بعد سلام واحد عن یمینہ فقط وهو الاصحیح وعلیہ لواقی بتسلیمتین سقط عنه السجود الخ ودر مختار وعلیہ فیجب ترک التسلیمة الثانية الخ رحا المختار والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدہ اتقوا حکم

مسئلہ - مدرسہ حافظ عبداللہ خاں موضع ٹھٹھا ضلع بریلی ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۲۷ھ

نماز کسی رکعت میں صرف الحمد پڑھے اور سورہ سورۃ نہ ملاوے اور پھر سو کا سجدہ کوے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں - بینوا تو جروا

**الجواب**

جو سورۃ ملانا بھول گیا اگر اُسے رکوع میں یا ذکر یا تو فوراً کھڑے ہو کر سورۃ پڑھے پھر رکوع دوبارہ کرے پھر نماز تمام کر کے سجدہ سو کوے





وقاء تکمہ اسی حدیث کے مطابق حضرت ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث اول کی تفسیر فرمائی جو پہلے ذکر ہو چکی ہے اور جس کا ترجمہ کب سے نام حق میں سہوا اور امام برگیرد سے کیا گیا و نیز اس حدیث کے متعلق حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رفع سہو کے ساتھ رفع قراءۃ کے ذکر کرنے سے یہ اشارہ ہے کہ جیسا کہ مقتدی پر ترک قراءۃ سے کوئی گناہ نہیں اسی طرح سہو کے ترک کرنے سے بھی کوئی گناہ نہیں اس کے بعد ہنرفائق کی عبارت مقدمۃ الذکر نقل کر کے فرماتے ہیں وقد علمت مفاد الحدیث افادہ بعض الافاضل یعنی کہ مفاد حدیث کے مخالف ہے جو ہر سے منقول ہوا حدیث سوم علامہ شامی نے معراج الدرایہ سے نقل کیا ہے کہ عدم لزوم سجدہ سہو کے ثابت کرنے کے لیے بہتر یہ ہے کہ اس حدیث سے استدلال کیا جاوے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی لیس علی من خلف الامام سہو حدیث چہارم حضرت قطب شمرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشف الغمہ میں صفحہ ۷۷۷ فرماتے ہیں وکانوا لا یجدون لیسواہم خلف الامام ویقولون الامام یحمل اوہام من خلفہ من المامومین وکذا لک کان یقول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سہا خلف الامام فلیس علیہ سہو واما ما کا فیہ فان سہا الامام فعلیہ وعلی من خلفہ السہو انھی جس سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک واما ما کا فیہ اور پھر اسی پر عمل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مخالف کے برخلاف کافی حجت ہے اگر مخالف ان احادیث متذکرہ بالا کے متعلق کہے کہ سوائے حدیث اول کے باقی احادیث کسی کتاب حدیث سے منقول نہیں اور نہ کوئی سند ذکر کی گئی ہے اور ان کے ناقلین حضرت قطب شمرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طحاوی اور صاحب مرآۃ الفلاح اور صاحب معراج الدرایہ نقاد حدیث میں سے نہیں لہذا یہ احادیث قابل اعتبار نہیں تو اس کے جواب میں مجھے مختصر طور پر یہ کہنا ضروری ہے کہ حدیث اول کے متعلق مولانا علی قاری اور ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال اگر تمام حجت کے لیے کافی سمجھے گئے تو دوسروں کے مناقب بیان کرنے اور حفظ مراتب کے لیے موعظہ سے چندان کوئی حاصل نظر نہیں آتا دوسرے یہ کشف الغمہ کے متعلق اس قسم کا خیال اس کتاب کے مقدمہ سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے جس میں فرماتے ہیں کہ کتب صحاح فلاں وفلاں سے یہ سب احادیث ماخذ و منقول ہیں تیسرے یہ کہ ایسے عذرات اہل تحقیق کے نزدیک قابل وقت نہیں قال بعض الاذکیا فال مختار عندی جواز نقل الحدیث من الکتب الصحاح والحسان بلا شرط ومن غیرہا بشروط التقیہ علی اہل العلم ومولفانہم وفی الاستبہاء من الفقہ الحنفی نقل السیوطی عن ابی اسحق الاسفہانی الاجماع علی جواز النقل من الکتب المعتمدۃ بلا اشتراط النصال السند الی مصنفہا انھی الغرض ان احادیث کے جوتے ہی فقہاء کے اس قول سے کہ سجدہ سہو لازم نہیں ایسے معنی کا ارادہ کرنا جو احادیث کے برخلاف ہو تمام فقہاء پر حملہ کرنے کے علاوہ عمدہ ترک عمل بالحدیث نہیں تو اور کیا ہے پس بہتر ہے کہ فقہاء کے کلام سے بھی وہی مراد ہو جو احادیث سے ثابت ہو سوال صاحب النہر الفائق ثقات حنفیہ سے ہے پس یہ کس طرح گوارا ہو سکتا ہے کہ اس کی رائے کے برخلاف حکم کیا جاوے کہ کلام فقہاء کا مقتضی ذکر اہم ہے اور نہ اعادہ جواب من ایملی ببلیتین فیلینخراہونہما صرف صاحب ہنرفائق کا خلاف بمقابلہ اس کے کہ سب فقہاء کے کلام احادیث کے برخلاف ہو اور احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر عمل نہ ہونا یہی آسان ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا اس کے بعد میں ان چند مسائل اور روایت فقہاء کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس سے صاف

ثابت ہے کہ مقتدی پر سجدہ سو کے ذکر نے کی وجہ سے اعادہ لازم نہیں (۱) بوجہ تلاوت کے باب میں فقہا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تم نے آیت سجدہ تلاوت کی تو سجدہ تلاوت لازم نہیں نہ ہو تم پر اور نہ امام پر اور نہ کسی دوسرے مقتدی پر اور اس کی دلیل صاحب شرح منیہ وغیرہ نے بعینہ وہی لکھی ہے جو بوجہ سو کے لازم ہونے کی ہے یعنی ان سجدہ الامام یلزم انقلاب المتبوع تابعاً والا لزم المخالفة لہ انتھی اگر اس دلیل کا مقصد ثبوت کراہت اور اعادہ صلاۃ ہو تو لازم آتا ہے کہ بوجہ تلاوت کے متعلق بھی ایسا حکم ہو حالانکہ یہاں نہ اعادہ سجدہ تلاوت ہے اور نہ اعادہ صلوٰۃ (۲) فتاویٰ قائمی کی روایت مندرجہ ذیل سے مدعا ثابت ہے اور وہ یہ ہے اذا سہا المقتدی لایلزمہ سجود السہو انما یجب بالسہو والسبب انما یعمل عملہ اذا امکن اعتبارہ فی حق الحكم فاما اذا لم یکن اعتباراً فی حق الحكم کان ملحقاً بالعدم کما قال ابو حنیفۃ وابو یوسف فی تاوۃ المقتدی وکما فی بیع المحجور وشرائہ وھذا لا یکن اعتبار سہو المقتدی فی حق الحكم وھو وجوب سجدۃ السہو انتھی (۳) علامہ شامی مؤلف میں فرماتے ہیں اس مسئلہ کے متعلق کہ جہاں سجدہ ساقط ہو جائے اعادہ لازم ہوتا ہے یا نہیں والذی ینبغی انہ ان سقط بصدعہ کحدث عمد مثلاً یلزم والا فلا تامل انتھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ ما نحن فیہ میں اس لیے کہ سقوط سجدہ سو مقتدی کے اپنے فعل اختیاری سے نہیں ہوا بلکہ اس لیے کہ امام کے پیچھے وہ ادا نہیں کر سکتا نہ قبل السلام نہ بعد السلام اعادہ واجب نہیں (۴) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳ پر فرماتے ہیں و ینبغی تفتید وجوب الاعادۃ بما اذا لم یکن الترتیب بعد زکالامی او من اسلم فی اخر الوقت فصلى قبل ان یتعلم الفاتحۃ فلا تلزم الاعادۃ انتھی جس سے عیاں ہے ما نحن فیہ میں بوجہ اس کے کہ ترک سجود بوجہ تقذر ہوا کل صرح بہ الفقہاء اعادہ لازم نہیں (۵) فی الدار المختار یجب علی منفرد و مقتدی بسہو امامہ ان سجد امام لوجوب المتابعۃ انتھی فی رد المختار قولہ ان سجد امامہ اما لو سقط عن الامام بسبب من الاسباب بان تکلم واحد متعمداً او خرج عن المسجد فانه یسقط عن المقتدی سجود الظاہر ان المقتدی تجب علیہ الاعادۃ کا الامام ان کان السقوط بفعلہ العمد ففق والنقصان بلا جابر من غیر عذر تامل انتھی ما نحن فیہ میں اگرچہ مقتدی کا اپنا سو ہے نہ سو امام لیکن جبکہ سجدہ سو کے ساقط ہونے میں عمد کو دخل نہیں لہذا اعادہ بھی واجب نہیں (۶) آج تک اعادہ صلاۃ کا عمل ناسموع ہے اگر وجوب اعادہ سے حکم کیا جائے لو کہ ہا نمازیوں کی نمازیں ناہتمام و تباہ ہو جاتی ہیں اور نمازی تارک صلوٰۃ اور آثم ٹھہرتے ہیں حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الذین یسر ویزر فرماتے ہیں یسر واولانفس واولابشر واولاتنفر وایہاں تک کہ فقہاء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ صلاۃ عید وجموع میں بوجہ سہوا نہ کیا جائے دفعاً للفتنۃ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وانا العبد العاصی المدعو باحمد بخشی عفی عنہ

## الجواب

اقول وبالله التوفیق مزید السائل الفاضل دام بالفضائل (۱) بذا سند اور بیقی سنن میں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس علی من خلف الامام سہو فان سہا الامام فعليه وعلى من خلفه مقتدی پر سو کی نفی فرمائی اور وہ نفی وقوع نہیں لاجرم نفی حکم ہے کما دلالت علیہ کلمۃ علی تو ثابت ہوا کہ

سہو مقتدی کوئی حکم نہیں رکھتا (۲) طبرانی معجم کبیر میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا یوم عبد وما الا تولى ما کان علیہم فی صلاتہم یظاہر کہ توئی ما علیہم یوہیں ہے کہ علیہم نہ رہے اگر مقتدی کو اپنے سو کے سبب حکم اعادہ ہو تو امام سے اُن سے تحمل نہیں بلکہ اُن پر اٹکل کی تحیل کہ بے اس کے دو سجدوں ہی سے کام چل جاتا اب ساری نماز کا اعادہ کرنا پڑا (۳) بدائع امام ملک العلماء جلد اول ص ۱۵۱ میں ہے المقتدی اذا سہا فی صلاتہ فلا سہو علیہ (۴) محیط پھر مندرجہ جلد اول ص ۱۳۵ مصری میں ہے لو ترک الامام سجود السہو فلا سہو علی المأموم (۵) تبیین الحقائق امام زبیری جلد اول ص ۱۹۵ نو مسلم المسبوق مع الامام ینظر فان سلمه مقارنة السلام الا ما مر او قبله لا سہو علیہ لانه مقتد به وان سلم بعدہ یلزمہ السہو لانه منفرد (۶) بکرات جلد دوم ص ۱۰۸ المسبوق فیما یقضیہ کا تلفظ دیکھا تقدیم وعلیہ یفرع ما اذا سلم ساہیا فان کان قبل الامام او معہ فلا سہو وان کان بعدہ فعلیہ کما ذکرنا ان چاروں عبارتوں میں مثل حدیث اول سہو مقتدی کی مطلقاً تفسیر فرمائی ہے یعنی اُس کے لیے کوئی حکم نہیں کما ذکرنا (۷) امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار جلد اول ص ۲۳ مقتدی مفترض بتقبل میں فرماتے ہیں اما حکمہ بطریق النظر فان قدراً بینا صلاۃ المأمومین مضمنہ بصلاۃ امامہم بصحۃ ما وضاد ہا یوجب ذلک النظر الصحیح من ذلک اناراینا الامام اذا سہا وجب علی من خلفہ سہوہ ما وجب علیہ ولو سہوا ہم ولم یسہو ہر لم یجب علیہم ما یجب علی الامام اذا سہا امام نے لم یجب علیہم السجود نہ فرمایا بلکہ ما یجب علی الامام کہ سجدہ و اعادہ دونوں کو شامل (۸) ذخیرہ پھر مندرجہ جلد اول ص ۱۳۱ میں ہے لو سہا الاول بعد الاستخلاف لا یوجب سہوہ شیئاً (۹) کافی نام اجل حکم شہید جس میں مجمع کتب ظاہر الروایہ کو جمع فرمایا ہے ضمناً شرح امام سرخسی جلد اول ص ۲۲۵ میں ہے اذا احداث الامام فی خلال صلوٰتہ وقد سہا فتختلف رجلاً یسجد خلیفۃ السہو بعد السلام وان لم یکن الامام الاول سہا لزمہ سجود السہو سہو الثاني ولو سہا الاول بعد الاستخلاف لا یوجب سہوہ شیئاً امام سرخسی نے فرمایا لانه صار فی حکم المقتدی یہ خود محرر المفہوم امام محمد رضی اللہ عنہ کا نص جلی ہے جو جو عدم ذکر خلافت خود امام اعظم و امام ابو یوسف سب کا نص ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان عبارات سے روشن بین سالبہ کلیہ ہے کہ مقتدی کا سہو اصل کسی چیز کو واجب نہیں کرتا اور عام کا حکم اُس کے ہر فرد میں نصی ہوتا ہے تو خود نص اللہ شرف ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کہ مقتدی پر اپنے سو کے سبب ہرگز نہ سجدہ ہے نہ اعادہ (۱۰) لا یوم امام اجل طحاوی نے بی عبارات مذکورہ صریح تر فرمایا ثبت ان المأمومین یجب علیہم حکم السہو لسہو الامام ویلتقی عنہم حکم السہو بانتفاءہ عن الامام (۱۱) امام جلیل شمس الدین سرخسی مبسوط جلد اول ص ۲۲۹ میں فرماتے ہیں الا لاحق فی حکم المقتدی فیما یم ۷ سہو المقتدی متعطل (۱۲) امام ملک العلماء ابو بکر مسعود بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد اول ص ۱۶۱ میں فرماتے ہیں المسبوق انما ینال الامام فی سجود السہو لا فی سلامہ وان سلم فان کان عامداً تقصد صلاتہ وان کان ساہیلاً لا تقصد ولا سہو علیہ لانه مقتد وسہو المقتدی باطل وہیں فرمایا ان کلمہ قبل تسلیم الامام اداً مسلماً معاً لیلزمہ لان سہوہ سہو المقتدی وسہو المقتدی متعطل کیسے نصوص علیہ ہیں کہ مقتدی کا سہو معطل ہے باطل ہے اُس کا کچھ حکم نہیں اگر اعادہ واجب کرے تو یہ احکام ہی

باطل مطلق ہوں گے نہ کہ اُس کا سہو (۱۴) **اقول** مسئلہ مسنون نے حکم کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا ہے تو تمام کتب میں تصریح ہے کہ مسنون اگر سہو امام کے ساتھ سلام پھیر دے اُس پر سجدہ سہو نہیں اگر سہو مقتدی کچھ موثر ہوتا تو واجب تھا کہ مسنون پر سجدہ واجب ہوتا کہ اپنی ناست رکعت یا رکعات پوری کر کے آخر میں بجا لاتا اور اب نہ امام کی مخالفت لازم آتی نہ قلب موضوع مگر تصریح کرتے ہیں کہ اُس پر سے سہو بوجہ اقتداء ماقض ہے تو ثابت ہوا کہ سہو مقتدی اصلاً معتبر و ملحوظ ہی نہیں ورنہ باوصف امکان جابر قصد ترک جابر کرائیں پھر خود ہی اعادہ کا حکم فرمائیں یہ محال ہے کہ بلا عذر صحیح ترک جابر گناہ ہے متون میں ہے تجب سجدتان اور شریعت گناہ کا حکم نہیں دیتی **فان قلت** انما لا یسجد بعد قضاء ما فاتہ لانہما صلاتان حکما وان اتحدت التحریمة و سہو صلاۃ لا یسجد لہ فی آخری قال فی البدائع صلاۃ فان قبل ینبغی ان لا یسجد المسنون مع الامام لانہ ربما یسہو فیما یقضی فیلزمہ السجود ایضا فؤدی الی التکرار و انہ غیر مشروع فالجواب ان التکرار فی صلاۃ واحدة غیر مشروع و ہما صلاتان حکما وان کانت التحریمة واحدة لان المسنون فیما یقضی کالمفرد و نظیرہ المقیم اذا اقتدی بالمسافر فسہا الامام یتابعہ المقیم فی السہو وان صح ان مقتدی ربما یسہو فی اتمام صلاتہ اھ و فی الکافی شرح الوافی للامام النصف الورقة ۵۵ فیمین فقد للرابعة ثم صلی خامسة ماہیا فضم سادسة ما نصہ لا یسجد للسہو قیاسا لان هذا سہو وقع فی الفراغ وقد انتقل منه الی النقل من سہا عن صلاۃ لا یسجد لہ فی صلاۃ اخرى **اد اقول** ہما کصلاۃ واحدة فی حق الجہل لا اتحاد التحریمة الا ترى الی ما قالہ فی العکافی متصلا بالعبارة المذكورة و یسجد سہوا استحسانا لان نقصان دخل فی فرضہ عند محمد بترك السلام الذی ہو واجب و هذا النقل بناء علی التحریمة الاولی فیجعل فی حق وجوب السہو کا ہما صلاۃ واحدة کہن صل ست رکعات تطوعا بتسلیمة و سہا فی الشفع الاول یسجد للسہو فی اخر الصلاۃ وان کان کل شفع صلاۃ علی حدۃ اھ فاذا کان هذا فی صلاتین مستقلتین بل مختلفتین فرضیۃ و تنفلا فلا ینکون فی اجزاء صلاۃ واحدة اذلی وان اختلفت اقتداء و انفراد و یقطع النزاع ما نصوا علیہ ان المسنون ان لم یسجد سہو الامام مع الامام یجب علیہ ان یسجد لہ فی اخر ما یقضیہ قال فی البدائع صلاۃ ولو قام المسنون الی قضاء ما سبق ابہ ولم یتابع الامام فی السہو سجد فی اخر صلاتہ فان المسنون ینبغی ما یقضی علی تلك التحریمة فجعل الكل کا ہما صلاۃ واحدة لا اتحاد التحریمة و اذا کان الكل صلاۃ واحدة وقد تمکن فیہا نقصان بسہو الامام لم یجز ذلك بالسجدتین فوجب جبرہ اھ فاذا کان هذا علی بسہو امامہ فلو کان سہو نفسہ حالۃ الاقتداء حکم لوجب علیہ ان یسجد لہ فی اخر صلاتہ لکن نصا قاطعاً انہ لیس علیہ فثبت باجماعہم ان سہو مقتدی لا حکم لہ (۱۵) یہیں سے روشن ہوا کہ بحث منرا صلا قابل القات نہیں اگرچہ سید ابو السود نے اُس کا اتباع کیا اور علامہ شامی نے رد المحتار و منہ الخان میں اُسے مقرر رکھا حدیث ہی کے مقابل اُن کی بحث معتبر نہ ہوتی ملحوظی علی الدعا المختار جلد اول صلاۃ مسئلہ دو رکعت نفل قبل نماز مغرب میں ہے فی البخاری انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال صلوا قبل المغرب رکعتین و ہوا مرندب و منع صاحب النہر لا ینظر لوجود الدلیل المروی فی الصحیح اسی طرف علامہ نے حاشیہ میں فی الخراج میں اس مسئلہ دائرہ صلاۃ میں اشارہ کیا ہے کلام نہر نقل کر کے فرمایا وقد علمت مفاد الحدیث افادہ بعض الافاضل ذکر ہم ثابت کر چکے

کرفض صریح امام عظیم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم و اطباق جمہ کتب مذہب کے خلاف ہے تو مقتضی کلام نہیں بلکہ نفی کلام ہے  
ہے ہکذا ینبغي التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق والحمد للہ رب العالمین واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ انعم و احکم۔

**مسئلہ -** از راہور مسلول محمد سعید صاحب

اگر امام بر سو واجب ہو تو امام کے ساتھ لاحق کو سجدہ کرنا چاہیے یا نہیں اور جو مصلیٰ بعد اس سجدہ سو امام کے ساتھ شریک ہووے  
اُن کے نماز کا بنا صحیح ہے یا نہیں۔

**الجواب**

امام کے سو سے لاحق پر بھی سجدہ سو واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ ذکر سے بلکہ تلاذ پوری کر کے ہاں اگر سلام امام سے پہلے فوت شدہ نماز  
پوری کر کے پھر شامل ہو گیا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرا تو امام کے ساتھ ہی سجدہ سو کرے ورنہ بعد اتمام۔ اگر قبل اتمام کے ساتھ سجدہ سو کرے گا نماز  
تو نہ جائے گی مگر یہ سجدہ میکار جائے گا اور خلاف حکم کا مرتکب ہوگا اور بعد اتمام پھر سجدہ سو کرنا ہوگا در مختار میں ہے الا حق سجدہ فی اخرو صلاۃ  
ولو سجد مع امامہ اعادۃ رد المختار میں ہے لانه فی غیر او انہ ولا نقصد صلاۃ لانه ما زاد الا سجدتین جو مصلیٰ سجدہ سو کے بعد قعدہ میں  
شریک امام ہوئے شریک جماعت ہو گئے اُن کی بنا صحیح ہے باتفاق اللہ۔ وانما الخلاف فی الجمعۃ والمذہب فیہ ایضا الصحۃ  
در مختار میں ہے اور کھا فی تشہد او سجود سہو (ولو فی تشہدۃ شی عن ط) ینمھا جمعة خلا فالسجدۃ کما یتیم فی العید  
اتقا کما فی عید الفتح واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مسئلہ قادری صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

چہی فرماید علمائے دین دیں مسئلہ کہ در سجدہ سو سلام بہر دو جانب گوید یا یکے جانب اگر امام باشد یا مفرد بکدام روایت فتویٰ است۔

**الجواب**

سلام ہمیں جانب راست دہد امام باشد خواہ منفرد تا آنکہ گفتہ اند کہ اگر سلام دیگر دہد سجدہ سو سا قط شود و بڑہ کار گردود۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از جردہ ضلع میرٹھ مسلول سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

چلو رکعت والی نماز میں امام دو رکعت کے بعد بیٹھا اور اتیمات کے بعد درود شریف شروع کر دیا مقتدی کو معلوم ہو گیا ایسی حالت میں  
مقتدی امام کو اشارہ کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر کر سکتا ہے تو کس طرح سے۔

**الجواب**

اُس کا معلوم ہونا دشوار ہے کہ امام آہستہ پڑھے گا یا اگر یہ اتنا فریب ہے کہ اس کی آواز اُس نے سنی کہ اتیمات کے بعد اُس نے  
درود شریف شروع کیا تو جب تک امام اللہ وصل علی سے آگے نہیں بڑھا ہے یہ سجدہ کہہ کر بتائے اور اگر اللہ وصل علی سیدنا یا  
صل علی محمد کہ لیا ہے تو اب بنانا جائز نہیں بلکہ انتظار کرے اگر امام کو خود یاد آئے اور کھڑا ہو جائے نہ نماز اگر سلام پھیرنے لگے تو  
اُس وقت بتائے اس سے پہلے بتائے گا تو بتانے والے کی نماز جاتی رہے گی اور اُس کے بتانے کو امام نے گا تو اُس کی اور سب کی

جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئلہ مولوی احسان علی صاحب طالب علم ارشوال ۳۳۳ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں قبل دعائے قنوت کے سوا رکوع کیا اور دو ایک تسبیح بھی پڑھ چکا اب خیال ہوا  
کھڑے ہو کر قنوت پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہولازم ہے یا نہیں۔

**الجواب**

تسبیح پڑھ چکا ہو یا ابھی کچھ نہ پڑھنے پایا ہو اسے قنوت پڑھنے کے لیے رکوع چھوڑنے کی اجازت نہیں اگر قنوت کے لیے قیام کی طرف حمد  
کیا گناہ کیا پھر قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اس پر سجدہ سہو ہے نہ مختار میں ہے لو نسی القنوت نسي القنوت لا يقنط فيه لغوات محله  
ولا يعود الى القيام فان عاد وقت ولم يعد الركوع لم تقصد صلاته وسجد للسجود وقت اول الزواله عن محله اقول وقوله  
ولم يعد الركوع اي ولم يرتفع بالعود للقنوت لان لو اعاده فندت لان زيادة ما دون ركعة لا تقصد نعمة يكفيه اذن  
سجد السهو لانه احراز سجدة بهذا الركوع عمدا فعليه الاعادة سجد للسهو ولم يسجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از انبیا والہ ڈاکھا قاسم پور گدھی ضلع بجنور مسئلہ سید کفایت علی صاحب سر ربیع الاول شریف ۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) امام کی نیت چار فرضوں کی تھی دو رکعت اولی ختم کر چکا تھا بیچ میں اتھکات بھول گیا  
اور اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو گیا بعد کو مقتدی نے بتایا وہ بیٹھ گیا اتھکات پڑھی اور آخر میں سجدہ سو گیا آیا مقتدی کی امام کی نماز ہوئی یا نہیں  
(۲) ایک شخص وتر پڑھ رہا تھا تیسری رکعت میں اللہ اکبر کہہ کر دعا قنوت پڑھنے کا ارادہ تھا وہ بھول گیا اور بیٹھ کر سجدہ سو گیا پھر دوبارہ  
وتر پڑھے پھر وہیں آئے کہ اللہ اکبر کہنا بھول گیا دعا قنوت پڑھی سجدہ سو گیا آیا ہو یا نہیں۔ بدینا توجروا

**الجواب**

(۱) اگر امام ابھی پورا سیدھا کھڑا نہ ہونے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وہ بیٹھ گیا تو سب کی نماز ہو گئی اور سجدہ سو کی حاجت نہ تھی  
اور اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی نماز اسی وقت جاتی رہی اور جب اس کے کہنے سے امام ٹوٹا تو اس کی  
بھی گئی اہ سب کی گئی اور اگر مقتدی نے اس وقت بتایا تھا کہ امام ابھی پورا سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں پورا سیدھا ہو گیا اس کے بعد  
ٹوٹا تو مذہب اصح میں نماز ہو تو سب کی گئی مگر مخالفت حکم کے سبب مکروہ ہوئی کہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قعدہ اولی کے لیے ٹوٹنا جائز نہیں  
نماز کا اعادہ کریں خصوصاً ایک مذہب قوی پر نماز ہوئی ہی نہیں تو اعادہ فرض ہے اسی کی امام زلیخا نے تصریح کی ہے اور یہی شاہیر  
کتب میں ہے وما يبحث المحقق في الفقه وتبعه في الجوفية بحث بينا فيهما علقنا على رد المحتار ملك واللہ تعالیٰ اعلم۔  
(۲) پہلی بار کہ دعا قنوت پڑھنا بھول گیا تھا اور سجدہ سو کر لیا وتر ہو گئے دوبارہ پڑھنا گناہ ہوا حدیث میں ہے لا توان في ليلة

ایک رات میں دو تر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** ربیع الاول شریف ۳۳۵ھ



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو سہو ہوا مثلاً کھڑا ہونا تھا بیٹھ گیا یا برعکس اس کے تو کوئی مقتدی بجائے تسبیح (سبحان اللہ) کے تکبیر (اللہ اکبر) کہہ دے تو نمازیں اُس کی کچھ قباحت و خرابی نہیں آدے گی اور جو شخص یہ کہے کہ امام کو اگر قعدہ کرنا ہے تو لفظ التحیات کہنا چاہیے اور جو قیام کرنا ہے تو اللہ اکبر یعنی جو نساؤ کن کرنا ہے اُس میں کا پہلا لفظ کہنا چاہیے صحیح ہے یا غلط۔

### الجواب

نمازیں اللہ اکبر یا التحیات کہنے سے خرابی نہیں اور سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از پنڈول بزرگ ڈاکٹرانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسوئلہ نعمت شاہ خاکی بورا ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے علمائے دین شرع متین کثر ہم اللہ بقاء ہم کا اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص انتہائی سہو و نسیان کی وجہ سے کوئی بات ٹھکانے سے یاد نہیں رکھتا ہے یہاں تک کہ نماز کے لیے جب وضو کرتا ہے تو ایک ایک اعضا کو دس دس مرتبہ دھوتا ہے اور پھر بھی اُس کو خیال ہوتا ہے کہ دو ہی مرتبہ یا ایک ہی مرتبہ دھویا ہے نماز کے لیے کھڑا ہوا تو تکبیر تحریرہ پانچ پانچ مرتبہ کہا چار رکعت پڑھا دو رکعت خیال کیا علیٰ ہذا القیاس تسبیح رکوع و سجود میں غرضیکہ دنیوی کاموں میں بھی مثلاً کوئی چیز کہیں رکھ دیا کسی کو دیدیا پھر خیال جو کیا اُس کے خلات ہوا ایسی حالت میں اُس شخص نے ایک آدمی اُس کے ارکان و تسبیح و رکعت وغیرہ شمار کرنے کے لیے مقرر کیا تاکہ وہ گن کر بتا دے آیا یہ جائز ہے یا نہیں اور وہ شخص ایسے سہو و نسیان کی حالت میں ان سب باتوں میں کیا کرے۔

### الجواب

آدمی مقرر کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ دکیل الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اگر امام نے رکعت ثانیہ میں سہو سے تین سجودے کیا اور اس کو ظن غالب دو سجودوں کا تھا و تا خروج عن الصلوۃ امام کو بالکل یاد نہ ہوا مقتدیان بہت تھے یعنی تین صف میں سے ہر صف ۲۵-۲۶ اشخاص تھے لیکن امام کو کسی نے یاد کرایا نہیں اب نماز امام و قوم کے صحت و عدم صحت کے وجہ کیا ہے۔

### الجواب

فرض ادا ہو گیا واجب ترک ہوا سجدہ سہو لازم تھا نماز پھیریں اتنے آدمی ایسی کثیر جماعت نہیں ہیں کہ سب سجدہ سہو ماقطع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ ضلع بکمر سندھ اسٹیشن ڈھر کی ڈاک خانہ خیر پور ڈھر کی خاص دربار علی قادریہ چندے شریف از طرف ابو النصر فقیر سرور شاہ ۱۴ جمادی الآخر۔

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ کہ شخصے را در نماز مغرب سجدہ سہو لازم بود نہ داد جبر نقصان گذارد یا نہ۔ اگر گزارد و چگونہ نیت بند و چند رکعت گذارد و ہمیں جبر نقصان حکم نقل دارد یا واجب یا فرض۔

## الجواب

جبر نقصان واجب است۔ رکعت نہایت اعادہ ہمارا نماز مغرب برائے تلافی مافات کند۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام، بریلی، مسؤل مولوی عبداللہ مبارکی ۳۰ سوال ۱۹۳۹ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں بعد الحمد شریف کے کسی آیت کا پورا یا نصف لفظ زبان سے نکل گیا یا رکوع میں سو الیک بار سبحن ربی الاعلیٰ کہہ دیا اسی طرح سجدہ میں اور اسی طرح فرضوں کی پہلی رکعت میں جبکہ مقتدی ہے سونک کے بعد عوذ باللہ شریف پڑھ لی تو کیا الحمد شریف کا پڑھنا بھی ضرور ہوگا اور اوپر کی صورتوں میں سجدہ سو ہوگا یا نہیں (۲) جماعت میں امام نے مع اللہ من حمدہ کے جگہ اللہ اکبر کہا اور سجدہ سو نہیں کیا کیا نماز ہوئی یا نہیں (۳) فجر کے فرضوں میں دوسری رکعت کے بعد اور دیگر وقتوں میں چوتھی رکعت کے بعد امام یا منفرد التحیات پڑھنی بھول کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کو کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

## الجواب

(۱) ان میں سے کسی صورت میں سجدہ سو نہیں اور مقتدی کو الحمد شریف پڑھنا حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) نماز ہو گئی اور سجدہ سو کی اصلاً حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) جبکہ قندہ اخیرہ بھول کر نادر رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو جب تک اس رکعت زائدہ کا سجدہ نہیں کیا ہے بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کر سجدہ سو کرے اور اگر اس نے رکعت زائدہ کا سجدہ کر لیا تو اب فرض باطل ہو گئے نماز پھر سے پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پندول، بزرگ ڈاک خاندانے پوزیل مقفر پر مسؤل نعمت شاہ خاکی بورا لا، محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کمال درجہ کا بھول رکھتا ہے نماز کے اندر وضو بکیر و رکوع و سجدہ قیام بلکہ ہر رکعت نماز پنجوقتہ میں بھول کے خوف سے بلند قرائت کے ساتھ پڑھتا ہے تاکہ ہم بھول نہ جائیں کتنا ہی وہ شخص دل میں خیال و غور کر کے پڑھتا ہے تاہم بھول جاتا ہے کچھ بھی خیال نہیں رہتا ہے اور وہ شخص جب نماز پڑھنے لگتا ہے تو ایک شخص کو اس غرض سے بٹھاتا ہے کہ جو کچھ سو واقع ہو اس کو بتلاتا جائے اس شخص کو نماز کے اندر بہت پریشانی ہوتی ہے اس کے علاوہ وہ کہتا ہے کہ نماز چھوڑ دوں پھر کہتا ہے کہ نماز کس طرح سے چھوڑوں اور وہ شخص بہت تندرست اور مستقل مزاج ہے ایسی حالت میں اس شخص کے بالے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

## الجواب

کسی شخص کو پاس بٹھالینا اور اس کے بتانے پر نماز پڑھنا باطل کرے گا فجر و مغرب و عشا میں منفرد کو باواز پڑھنے کی اجازت ہے ظہر و عصر میں صحیح مذہب پر اجازت نہیں چارہ کار یہ ہے کہ وہ شخص جماعت میں مقتدی ہو کر پڑھے تو مقتدی کو قرائت کرنی نہ ہوگی اور امام کے افعال اسے بتانے اور یاد دلانے والے ہوں گے جماعت ویسے بھی واجب ہے اور ایسے شخص پر تو نہایت اہم واجب ہے کہ بغیر اس کے اس کی منازہٹیک ہی نہیں سنتیں اور فضل جو پڑھے ان میں کسی شخص کو امام کر لے کہ نفل محض میں

تین تک جماعت جائز ہے اور جب کوئی شخص امامت کو نہ ملے اپنی یاد پر پڑھے رکعتوں میں اگر شہہ ہو تو کم سمجھے مثلاً ایک اور دو میں تو ایک سمجھے اور دو اور تین میں تو دوا درجہاں جہاں قعدہ اخیرہ کا شہہ ہو تو وہاں بیٹھا جائے اور اخیر میں سجدہ ہو کرے اگلا کسی طرح اپنی یاد سے نماز ادا کرنے پر قادر ہو نہ ہو تو معاف ہے درمختار میں (ولو اشتبه علی مریض اعداد الركعات والسجودات لنفسه بلحقه لا يلزمه الاداء) ولو اداها بتلقين غيره ينبغي ان يحزبه كذا في القنية قال العلامة ط قد يقال انه تعليم وتعلم وهو مفسد كما اذا قرأ من المصحف وعلمه لسان القراءة وهو في الصلاة قال العلامة ش قلت وقد يقال انه ليس بتعليم وتعلم بل هو تذكير او اعلام فهو كالام المبلغ بانتقالات الامام قائل اه ورايتني كتبت عليه ما نصه اقول ان الفتح لا يزيد على التذكير بشئ وقد قال قوم و صح ان المقتدى اذا فتح على امامه بعد ما قرائه قرائه الواجب ففسد صلاته لانه تعليم من دون ضرورة فان اخذ به الامام ففسدت صلاة الكل لانه تعلم من دون ضرورة والقائلون بالجواز وهو المعتمد انما اعتمدوا على انه للحاجة كما بينه في الحلية مع الاعتراف بانه تعليم وتعلم الى التشهد بخلافية - اليسوا قد اجمعوا ان لو فتح على المصلي غيره فاخذ ففسدت صلاته وقد مر التنصيص على كل ذلك والاستشهاد بالمبلغ لم يصاد من محله فانهم جميعاً حينئذ في صلاة واحدة فالصواب عندى الجواب بان هذا الضرورة وهي تجب التيسير وبعد فيه - بعد كيف ولو جاز هذا كان ينبغي ان يلزمه الاداء كما يلزمه التوجه اذا وجد من يوجهه ففي تجويز ابطال اصل المسألة المنقولة فلا عبرة ببحث القنية وقد يقال عن هذا الاخير انه قادر بقدره غير فلا يلزمه وان فعل صح فليست امل حق التامل - والله تعالى اعلم -

**مسئلہ -** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ترو میں رکعت ثالث میں امام بجائے قنوت پڑھنے کے تکبیر قنوت کہ کر رکوع کر چلا گیا اور مقتدی ان کی تکبیر کہنے سے واپس ہو کر قنوت پڑھا اور پھر دوبارہ رکوع کیا اور سجدہ ہو گیا نماز ادا ہو گئی یا وتر فاسد ہوئے رکوع میں پورا ٹھک گیا تھا جب قنوت کی طرف رجوع کی - بینوا اتوجروا -

### الجواب

جو شخص قنوت بھول کر رکوع میں پہلا جائے اُسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے بلکہ حکم ہے کہ نماز ختم کر کے اخیر میں سجدہ ہو کر لے پھر اگر کسی نے اُس حکم کا خلاف کیا تو بعض ائمہ کے نزدیک اُس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اصح یہ ہے کہ بڑا کیا گنہگار ہو اگر نماز نہ جائے گی ردالمحتار میں مبتغی سے ہے لوسماعت عن القنوت فركع فانه لو عاد وقنت لا يفسد على الاصح اه وفيه عن الفتح في مسئلة العود الى التشهد بعد القيام للثالثة لا يخل ولكنه بالصحة لا يخل اه بهر حال اس عود کو جائز کوئی نہیں بتاتا تو عن مقتدیوں سے اُسے اس عود ناجائز کی طرف بلانے کے لیے تکبیر کہی اُن کی نماز فاسد ہوئی امام اُن کے کہنے کی بنا پر نہ لوٹتا نہ اُن کے بتانے سے اُسے یاد آتا بلکہ اُسے خود ہی یاد آتا اور لوٹتا اگرچہ اُس کا یاد کرنا اور ان کا تکبیر کہنا برابر واقع ہوتا تو اس صورت میں مذہب اصح پر امام اور باقی مقتدیوں کی نماز ہو جاتی یعنی واجب اُتر جاتا اگرچہ اس کراہت تحریم کے باعث اعادہ واجب ہوتا اب کہہ ان مقتدیوں کے بتانے سے

پیشاوریہ نماز سے خارج تھے تو خود اس کی بھی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سب کی گئی لہٰذا امتثل امرہما وتذکر متکبرہما فغادر  
برائے نفسہ فقد تعلم ممن هو خارج الصلوٰۃ کما افادہ فی البحر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از شہر کتبہ الارجمادی الآخرہ ۱۳۱۵ھ

ترک آوردن اولیٰ لیکن باتوان نزدیک تر شد آنگاہ نشست باز باقی نماز گزار درین حال نماز او جائز است یا نہ - بدینوا توجروا

**الجواب**

ہر کہ در فرض یا در قعدہ اولیٰ فراموش کردہ استادہ تا تمامہ استادہ نشود بسوئے قعود رجوعش باید پس اگر ہنوز بقعود اقرب بود سجدہ نہایت  
و اگر بقیام نزدیک تر شدہ باشد سجدہ سہولاً ازیم زیریں از بدن انسان راست نشدہ انتہیٰ بہشتن نزدیک است و چون این نصف راست شد  
و پشت ہنوز خمیدہ است بہ استادان قریب است اگر تمامہ راست استاد آنگاہ نشستن روا نیست اگر بقعدہ اولیٰ باز میگردد گنہگار شود اما راجح  
آنست کہ نماز درین صورت ہم از دست نرود سجدہ سہو واجب شود فی الدار المحتارہ صحت عن القعود الاول من الفرض ولو علیما ثم تنکرہ  
عادالیہ ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قاشا فی ظاہر المذہب وهو الاصح فتم وان استقم قاشا لا یعود فلو عاد لا نقصد  
لکنہ یکون مسیئاً و یسجد لتاخیر الواجب وهو کاشبہ کما حقہ الکمال وهو الحق بحیث مختصراً و فی رد المحتار قولہ ولا سہو علیہ  
فی الاصح یعنی اذا عاد قبل ان یستقم قاشا و کان الی القعود اقرب فانه لا یسجد علیہ فی الاصح و علیہ الاکثر واللہ تعالیٰ اعلم۔

## باب سجود التلاوة

**مسئلہ** - از مارہرہ مطرہ باغ بختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ہشتم ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر کتب نظم و نثر میں آیات سجدہ لکھی ہوتی ہیں ان کا کیا حکم ہے آیا سجدہ کرنا چاہیے یا  
نہیں جیسے منقبت میں جناب مولوی عبدالقادر صاحب خصم اللہ بالمواہب کا شعر ہے سہ راہ حق میں کر دیا سجدہ میں قرباں اپنا سر  
ایسی واسجد فاقترب کی کس نے کی تفسیر ہے و بدینوا توجروا -

**الجواب**

وجوب سجدہ تلاوت - تلاوت کلمات معینہ قرآن مجید سے منوط ہے وہ کلمات جب تلاوت کیے جائیں گے سجدہ تالی و سامع پر واجب ہوگا  
کسی نظم یا نثر کے ضمن میں آنے سے غایت یہ ہے کہ اول و آخر کچھ غیر عبارت مذکور ہوئی جسے ایجاب سجدہ میں دخل نہ تھا نہ یہ کہ حکم سجدہ کی رافع  
و مزیل ہو تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا جس طرح حرف اسی قدر کلمات تلاوت کریں اور اول و آخر کچھ نہ کہیں سجدہ سہو واجب ہوگا ایسی ہی ہیں  
بھی کہ جس عبارت کا عدم وجود یکساں ہے وہ نظر سے ساقط اور حکم سکوت میں ہے و ہذا اظہار جدا ہاں قابل غور یہ بات ہے کہ سجدہ تلاوت  
کس قدر قرات سے ہوتا ہے اصل مذہب و ظاہر الروایہ میں ہے کہ ساری آیت بتما جہاؤں کا سبب ہے یہاں تک کہ اگر ایک حرف

باقی رہ جائے گا سجدہ نہ آئے گا مثلاً اگر حج میں المتران اللہ سے ان اللہ بفعل ما تک پڑھ گیا سجدہ نہ ہوا جب تک یشاء بھی نہ پڑھے اور یہی مذہب آثار صحابہ عظام و تابعین کرام سے استفادہ اور ایسا ہی امام مالک و امام شافعی وغیرہما اللہ کا ارشاد بلکہ ائمہ مقتدیہ سے اس بارے میں اصلاً خلاف معلوم نہیں کتب اصحاب سے متون کہ نقل مذہب کے لیے موضوع ہیں قاطبہ اسی طرف گئے اور دلائل و کلمات عامہ شروح کہ تحقیق و تنقیح کی مستغفل ہیں اسی پر مبنی و متبنی ہوئے اور اکابر اصحاب فتاویٰ بھی ان کے ساتھ ہیں وقایہ و نقایہ و متقی الاثر میں ہے تجب علی من تلا آية كثر واثني من ہے تجب بارج عشر آية تنويه میں ہے یجب بسبب تلاوة آية غنیہ میں ہے اذا قرأ آية السجدة یجب ان یسجد اھ ملخصاً غائیہ میں ہے سجدة التلاوة تجب علی من تجب علیہ الصلاة اذا قرأ آية السجدة او معها برجیدی شرح نقایہ فتاویٰ ظیریہ امام اجل ظہیر الملتہ والدین مرغینانی سے ہے المراد بالآية آية تامة حتی و قرأ آية السجدة الا الحروف الذی فی اخرها لا یسجد الخ ہر ایک میں ہے موضع السجدة فی حمہ السجدة عند قوله تعالى لا یسأمون فی قول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو اما خذ الاحتیاط فتح القدریس ہے وجہ انہ انکان السجود عند تعبدون لا یضربہ التاخیر الی الایة بعدہ وانکان عند لا یسأمون ہ لم یکن السجود قبل مجزئاً کافی میں ہے موضع السجدة فی حمہ عند قوله لا یسأمون ہ وھو مذہب ابن عباس و قال الشافعی عند قولہ ان کنتم ایاہ تعبدون ہ وھو مذہب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم لان الامر بالسجود فیہا والاحتیاط فیہا قلنا لیخرج عن الواجب بیقین فاعلم ان کانت عند الایة الثانیة والسجود قبلہا غیر جائز فلو سجد عند تعبدون ہ لا یخرج عن العمدۃ الخ رد المحتار میں امداد الفتح اس میں بحر الرئی اُس میں بدلے سے ہے رجحان الاول للاحتیاط عند اختلاف مذہب الصحابة لانہا لو وجبت عند تعبدون ہ قالت خیر الی لا یسأمون ہ لا یضرب بخلاف العکس لانہا تكون قبل وجود سبب الوجوب الخ اسی طرح شرح وقایہ و نفع الانوار و مختص وغیرہ میں ہے نقول نضو علی ان سبب الوجوب الایة بتمامہا حتی جعلوا التقدید علیہا کتقدیم الصلاة علی وقتہا علیہ میں ہے سجدة التلاوة واجبة فی الاعراف عقب اخرہا فی الرعد عقب قوله وظلالمہم بالغدا و الاصال ہ وفي النحل عقب قوله ویفعلون ما یؤمرون ہ وفي بنی اسرائیل عقب قوله ویزید ہم خضوعاً ہ وفي مريم عقب قوله خروا سجداً و بکیا ہ وفي الحج عقب قوله ان اللہ یفعل ما یشاء ہ وفي الفرقان عقب قوله و زادہم نفورا ہ وفي النمل عقب قوله و یعلم ما تحقون و ما تعلمون ہ وھو معزوالی اکثر الفقہاء و قال مالک عند قوله رب العرش العظیم و ذکر النور و انہ الصواب و انہ مذہب الشافعی کما صرح بہ اصحابہ وفي المر السجدة عقب قوله وھم لا یتکبرون ہ وفي ص عقب قوله وانا ہ وفي قول عند الملائکۃ وھو رواۃ عن مالک عقب ما اب ہ وفي حمہ السجدة عقب قوله و لا یسأمون ہ و مشہور مذہب مالک عقب تعبدون ہ و فی النجم عقب اخرہا وفي الانشقاق عقب قوله لا یسجدون ہ و مشہور مذہب مالک عقب اخرہا وفي العلق عقب اخرہا اثر لہ تحک عن احمد ممن قال بالسجود فی هذه المواضع الاربعۃ عشر خلاف فی شئ من محالہا المذکورۃ فیما عدا الموضع الاربعۃ التي بیئت الخلاف فیہا نفہ فی الذخیرۃ ذکر فی الرقیات الخ و ذکر ہنا رواۃ غریبۃ عن الامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اھ



یہ مذہب صرف فقیہ ابو جعفر ہندوئی کا ہے ائمہ سے زاور میں بھی منقول نہیں **اقول** رہیں تصحیحیں وہ تعدد کتب سے متکثر نہیں ہوتیں کہ جیسے منصب اجتہاد فتویٰ نہیں اُس کا ہوا تصحیح کہنا نقل محض و تقلید مجز ہے پھر خادم فقہ جانتا ہے کہ اجماع متون کی شان عظیم ہے خصوصاً جبکہ جامہ شریعہ و کبریٰ اہل فتاویٰ بھی اُن کے ساتھ ہوں یہاں تک کہ بعض صریح تصحیروں کو اسی وجہ سے دنا گیا کہ مخالف متون ہیں کما بیناۃ فی کتاب النکاح من العطا یا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ علی الخصوص جبکہ وہ مذہب ائمہ مذہب سے منقول بھی نہیں صرف بعض مشائخ کا مسلک ہے اور حکم اُس قبیل سے نہیں جو اختلاف زمانہ سے بدل جائے اسی حالت میں اُس تصحیح پر تعویل و اعتماد ضروری ہونا بغایت چیز مخ و انکار میں ہے لا جرم محقق ابن عابدین شامی نے عبارت مذکورہ سراج کے بعد ہم السجدہ میں تعہد دن ۵ دلا یسأمون ۵ کا اختلاف اور اُس میں ہمارے علم کا استدلال مذکور عن الامداد عن البحر عن البائع نقل کر کے فرمایا الظاہر ان هذا الاختلاف مبني علی ان السبب تلاوة آية قامة كما هو ظاهر اطلاق المتون وان المراد بالآية ما يشتمل الآية والایاتین اذا كانت الثانية متعلقة بالآية التي ذكر فيها حركات السجدة وهذا ينافي ما مر عن السراج من تصحيحه وجوب السجود بقراءة حركات السجدة مع كلمة قبله او بعده لا يقال ما فی السراج بیان لموضع اصل الوجوب وما مر عن الامداد بیان لموضع وجوب الاداء او بیان لموضع السنة فيه لانا نقول ان الاداء لا يجب فور القراءة كما سياتي وما مر فی ترجیح مذہبنا من قولهم لانها تكون قبل وجود سبب الوجوب وقد ذكر مثله ايضا فی الفهم وغيره يدل علی ان الخلاف بیننا وبين الشافعی فی موضع اصل الوجوب وانه لا يجب السجود فی سورة حم السجدة الا عند انتهاء الآية الثانية احتیاطاً كما صرح به فی الهدایة وغيرها لان الوجوب لا يكون الا بعد وجود سببه فلو سجدها بعد الآية الاولى لا يكفي لانه يكون قبل سببه وبه ظهران ما فی السراج خلاف المذهب الذي مشى عليها السراج والمتون تامل **اقول** تاملنا فوجدنا ههنا حقاً واما قوله الظاهر ان هذا الاختلاف الخ فليس هذا محل الظاهر بل هو المتعين قطعاً كما لا يخفى ثم العجب من العلامة الشرنبلالی حیث جزم فی مذهبہ بما صحیح السراج وعول فی شرحہ علی کلام البدائع مع تناقضها صریحاً وللجبد الضعیف عفا الله تعالیٰ له فی تحقیق هذا العوامر رسالة مستقلة الفتا بعد ورود هذا السؤال وادخلت فيها العزائم بتوفيق الملك المتعال بالبحر اصل مذہب معلوم ہے تاہم محل وہ ہے کہ مجھ میں ضرر نہیں البتہ بر تقدیر وجوب ترک میویہ اور صریح تصحیح جاذب قلوب اہل الذنوب ہی ہے کہ اسی مذہب صحیح پر کار بند ہو کر شرع مذکور کی سماعت و قراءت پر سجدہ کر لیں اسی طرح ہر نظم و نثر میں جہاں آیت سجدہ سے صرف سجدہ مع کلام مقدار نہ پڑھا جائے سجدہ بجا لائیں واللہ العوف والسمان فی المسألة ثلثة مذاهب اخراجها ما فی الوقایات وهو الوجوب بالکثرة الآية مع حركات السجدة مشی علیہ ماشون کالتبیین والخلصة والدرا المختار وغيرها ولكن لم یذیل یا تصحیح والباقیان انزل ورجح فلا یخرج علی شئ مما فی مخالفة المتون وعامة الشروح وقد ذكرنا الكلام على كل ذلك فی رسالتنا المذكورة بتوفيق الله سبحانه وتعالى والله تعالى اعلم

**مسئلہ**۔ ازاہرہ منورہ بارغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ہار بیچ الاول من ستمبر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سجدات کلام اللہ شریف وقت تلاوت معاً ادا کرے یا جس وقت چاہے۔ بینوا تو جہو



## الجواب

سجدہ صلا تیر جس کا ادا کرنا نماز میں واجب ہو اس کا وجوب علی الغرہ ہے یہاں تک کہ دو تین آیت سے زیادہ تاخیر گناہ ہے اور غیر صلا تیر میں بھی افضل و اسلم یہی ہے کہ فوراً ادا کرے جبکہ کوئی عذر نہ ہو کہ اٹھا رکھنے میں بھول پڑتی ہے وہی تاخیرات و لمذا علیہ اس کی تاخیر کو مکروہ تریبی فرمایا مگر ناجائز نہیں فی الدار المختارہ علی التواضع علی المختار و یکوہ تاخیر ہا تنزیہا ان لم تکن صلا تیر فعلی الغرہ بصورت و تھا جزء منها و یا ثم بتاخیر ہا ام ملخصا بعد المختار میں ہے تفسیر الغرہ عدم طول المدة بین التلاوة والجمعة بقراءة اکثر من ایتین او ثلاث علی ماسبق حلیہ انتمی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی محلہ بلوچپور مسلولہ مولوی حکیم حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ الکریمہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اقرا پڑھے فرضوں میں اور ضم دسورتوں کا کیا نہیں اور سجدہ سورت کے آخر میں ہے ادا امام ہے اگر رکوع میں نیت کرے تو مقتدی کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا آیا پوں جائز ہوگا کہ سورت ختم کرے سجدہ کرے پھر کھڑا ہو کر رکوع کرے یا تین سجدے کرے مطلع فرمائیے۔ بینوا تو جروا۔

## الجواب

فی الواقع اگر صورت مستفسرہ میں امام نے فوراً رکوع کیا اور رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کر لی تو اس کا سجدہ تو ادا ہو گیا مگر چون مقتدی نیت نہ کی اُن کا سجدہ ایک مذہب علماء پر لانا ہوگا اعنی عند من لا یجتزئ للمامور بنية الامام وھما قولان حکاھما القہستانی نہ وہ آپ جہا گاہ سجدہ کر سکیں گے للزوم خلاف الامام نہ سجدہ نماز انھیں سجدہ تلاوت سے کافی ہوگا اگرچہ وہ اس میں سجدہ تلاوت کی نیت بھی کر لیں لانہ لسا نواھا الامام فی رکوعہ تعین لھا افادہ ح قالہ ش بلکہ اس کی سبیل یہ ہوگی کہ بعد سلام امام سجدہ تلاوت کریں پھر یہ سجدہ رافع قعدہ ہوگا کما تقر فی مقبہ تو فرض ہوگا کہ قعدہ کا اعادہ کریں نہ کریں گے تو نماز جاتی رہے گی فی الدار المختارہ عن القنیۃ لو نواھا فی رکوعہ ولم یزواھا الموت لم تجزہ ویسجد اذا سلم الامام و یجید القعدة ولو ترکھا خست صلاتہ جب یہ وقتیں ہیں تو ایسی حالت خصوصاً اس زمانہ و جہالت میں رکوع نماز سے سجدہ تلاوت ادا کر لینا مقتدیوں کو فتنے میں ڈالنا ہے لہذا امام کو اس سے بچنا چاہیے فی رد المحتار ینبغی للامام ان لا یزویھا فی الوکوع اور اگر یہ کرتا ہے کہ سورت ختم کرے فوراً سجدہ تلاوت کرے اور اس کے بعد کھڑا ہو کر معاً رکوع میں چلا جائے تو سجدہ تو سب کا ادا ہو جائے گا مگر یہ فعل مکروہ ہوگا کہ سجدہ تلاوت و رکوع میں فضل نہ کیا فی مرقا الفلاح لو رکع بحد قیامہ منھا کرہ بس اگر تلاوت کے لیے سجدہ مستقل ہی کرنا چاہے تو اس کا یہ طریقہ اسلم کہ سجدہ سے اُٹھ کر دوسری سورت مثلاً سورت مستفسرہ میں سورہ قعدہ تلاوت و انعم میں سورہ قمر کے اول سے دو تین آیتیں خواہ زیادہ پڑھ کر رکوع کرے اس میں اگرچہ ایک رکعت میں سورہ قعدہ سے پڑھنا ہوگا اور فرضوں میں اس کا ترک اولیٰ مگر سورتوں میں فضل نہ ہو تو مکروہ نہیں مخرج صغیر منینہ میں ہے لوجمع بین السورتین فی رکعة واحدة الا ان لا یفعل فی الفرض ولو فعل لا یکرہ الا ان یتزک ببنیما سورة او اکثر اختلاف بعد سجود تلاوت بلا فضل رکوع میں جانے کے کہ یہ مکروہ ہے کما حدنا تو اس کے دفع کو اسے گوارا کیا جائے گا مرقا الفلاح میں ہے اذا كانت اخر تلاوتہ

یفی ان یقول اولویتین من سورۃ اخری بعد قیامہ منها حتی لا یصلید بانیا الرکوع علی السجود ایک طریقہ تو یہ تھا اور ان سے  
 بترہ خوشتر اور ہر قدر شریعہ سالم و محفوظ تریہ ہے کہ صورت مستقرہ میں تلاوت کے لیے مستقل سجدہ اصلانہ کرے بلکہ آیت سجدہ پڑھتے ہی نماز کا  
 رکوع بجا لائے اور اُس میں نیت سجدہ نہ کرے پھر فومہ کے بعد فوراً نماز کے سجدہ اولیٰ میں جائے اور اُس میں نیت سجدہ کر لے اب دیکھو فی قیامت  
 یا کر اہمیت یا تقویت فضیلت لازم ہوئی نہ مقتدریوں پر کچھ دقت آئی اگرچہ انھوں نے کہیں نیت سجدہ تلاوت نہ کی ہو کہ سجدہ نماز جب فی الفور  
 کیا جائے تو اُس سے سجدہ تلاوت خود بخود ادا ہو جاتا ہے اگرچہ نیت نہ ہو فی رد المحتار رکوع و سجدہ للصلاۃ فوراً فان سجدہ لمقتدی  
 متن سجدہ و تلاوت بلا نیۃ تبع السجود امامہ لما مر انھا اٹھا تو دی بسجود الصلاۃ فوراً وان لم یؤدہ وہیں سے ظاہر کہ اس محمد  
 و محفوظ صورت میں اگر خود امام بھی اصلاً نیت سجدہ تلاوت نہ کرے تاہم سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا اور امام و مقتدی ہر وقت سے امان میں  
 رہیں گے بلکہ ہمارے علماء بحالت کثرت جماعت یا اختفائے قرائت اسی طریقہ کو مطلقاً افضل ٹھہراتے ہیں کہ آیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کے رکوع  
 و سجود کر لے تاکہ تلاوت کے لیے جلد سجدے کی حاجت نہ پڑے جس کے باعث جہاں کو اکثر التماس ہو جاتا ہے راتی الفلاح میں ہے یفنی  
 ذلک للامام مع کثرة القوم اذ حال الخافۃ حتی لا یؤدی الی التخلیط علامہ طحاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ای ولا یجعل  
 لہما رکوعاً و سجوداً مستقلاً خوفاً من الفساد من غیرہ میں کہتا ہوں کثرت جماعت کی قید اس نظر سے ہے کہ جب ہجوم ہوگا تو عوام بھی  
 ضرور ہوں گے اب ہمارے زمانہ میں کہ عام لوگ عوام ہی عوام ہیں کثرت و قلت سب یکساں تو سجود مستقل سے مطلقاً ہی صورت النسب و  
 اولیٰ مگر یہ کہ امام ہانتا ہو کہ اس وقت میرے پیچھے صرف وہی لوگ ہیں جو دینی مسائل کا علم رکھتے ہیں لیکن اس قدر ضروریہ رکھنا چاہیے  
 کہ یہ صورت اُسی حالت میں بن پڑے گی کہ آیت سجدہ کے بعد رکوع و سجود نماز میں دیر نہ کی فوراً بجا لایا در نہ اگر آیت سجدہ پڑھ کر تین چار  
 آیتیں اور پڑھ لیں تو اب سجدہ تلاوت ہرگز بے خاص مستقل سجدے ہی کے ادا نہ ہوگا اور تاخیر کا گناہ ہوا وہ علاوہ در مختار میں ہے  
 الصلوۃ علی الفور لصیور و رکعاً جزء منها دیا ثمر بتاخیر ہا رد المحتار میں ہے لوانقطع الفور لا بد لہا من سجود خاص بجا  
 ما دام فی حرمتہ الصلاۃ و عللہ فی البدائع بانھا صارت دینا والدین یفنی بعالہ لا بما علیہ والرکوع والسجود علیہ  
 فلا یتأدی بہ الدین اھ اُسی میں ہے ان فات الفور لا یصح ان یرکع لہا ولو فی حرمتہ الصلوۃ بدائع ای فلا بد لہا  
 من سجود خاص بجا الخ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و عللہ جلد مجدہ الترواح حکم۔

مسئلہ - مسئلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلی (سوال منظوم)

عالمان شرع سے ہے اس طرح میل سوال ہو دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوشحال ہو اگر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا  
 تب بھی سجدہ کرنا کیا اُس شخص پر واجب ہوا ہو اور ہوں سجدے تلاوت کے ادا کرنے سے جو پھر ادا کرنے سے اُن پکڑوں کے پہلے وہ مرتکب  
 پس سجدہ و شکی کی اُس کے شکل کیا ہوگی جناب ہو چاہیے ہے آپ کو دینا جواب یا صواب ہو

الجواب منظوم

ترجمہ بھی اصل ساں ہے و جب سجدہ بالیقین ہو فرق یہ ہے فہم معنی اس میں شرط اُس میں نہیں ہو آیت سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی جائز

اب زباں سمجھے دیجھے سجدہ واجب ہو گیا ؛ ترجمہ میں اُس زباں کا جانتا بھی چاہیے ؛ تقسم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے ؛ تاکہ من و جہ تو صادق ہو سنا قرآن کو ؛ و درہاک صحیح ہوا مٹی چھو گئی جو کان کو ؛ ہے یہی مذہب یہ یفنی علیہ الاعتیماذ ؛ شامی از فیض نثر واللہ اعلم بالرشاد ؛ سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی ؛ صیر فیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی ؛ کہتے ہیں واجب نہیں اُس پر وصیت و قوت موت ؛ فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبروت ؛ یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرائیں ؛ جزا دیا تو یہ وقت عجز کچھ چارہ نہیں ؛ یہ نہیں معنی کرنا جائز ہے یا بیکار ہے ؛ آخر اک نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے ؛ قُلْتُمْ أَخَذْنَا مِنَ النَّعْلَيْنِ فِي أَمْرٍ الصَّلَاةِ ؛ وَهُوَ بَحْثٌ ظَاهِرٌ وَالْعِلْمُ حَقًّا لِلَّهِ ۔

مسئلہ - امانت علی شاہ قصہ نواب گنج ضلع بریلی ۱۴ رمضان شریف ۱۳۳۱ھ

(۱) اگر بے وضو تلاوت میں لفظ سجدہ آجائے تو بعد کو سجدہ کس طرح کہے کیا بعد کو سجدہ کی نیت کرنا ہوگی یا اگر کسی طرح سے بیضا تو جردا  
(۲) اگر باد وضو پہلے پرتلاوت کرتا ہو اور کلام مجید سامنے رکھا ہو اُس وقت لفظ سجدہ آئے تو کلام مجید علیحدہ رکھ کر سجدہ کرنا چاہیے یا اور کسی طرح سے اور اگر علیحدہ رکھا جائے تو بند کر کے یا کھلا ہوا - بیضا تو جردا ۔

### الجواب

(۱) بند کو بھی سجدہ اسی طرح کرنا ہوگا جیسا اُس وقت کیا جاتا یہ نیت ہر وقت کرنی ہوتی ہے کہ تلاوت کے سبب جو سجدہ مجھ پر واجب ہوا اُسے ادا کرنا ہوں یہ سمجھ کر اللہ اکبر کتا ہوا کھڑے سے سجدہ میں بجائے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے اس کے سوا اور کوئی نیت زبان سے نہیں کی جاتی - واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اس کے لیے کوئی خاص حکم نہیں جو آسان ہو اور قرآن عظیم کے ادب کا لحاظ ضرور ہے اور سجدہ میں اُس کا سامنے ہونا کوئی حرج نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - ۱۳۳۱ھ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں لگا کر تراویح پڑھنے میں مقام سجدہ آگیا تو کیا امام سجدہ کر سکتا ہے یا نہیں -

### الجواب

تراویح خواہ کسی نماز میں اگر آیت سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ واجب ہے تین آیت سے زیادہ دیر لگنا گناہ ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

## بَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِ

مسئلہ - غلیل پر تحصیل گنور اسٹیشن برابر لشکر سید محمد حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ عظیم الشان صاحب ۴۴ جمادی الاخرہ ۱۳۱۳ھ  
بندہ نے بتقریب ملازمت انگریزی دورہ شروع کیا ہے دو ماہ دورہ ہوگا اور اصلی مقام سے ۴۴ کو س کے فاصلہ تک جائے گا  
الادہ ہے لیکن اب تک ۳۰ کو س سے کم فاصلہ پر رہا اور ہمیشہ درمیان میں مقام اصلی کی واپسی کا ارادہ رہا اور واپس ہوتا ہوا اب  
اصلی مقام سے چل کر ریل کی سواری میں ۳۰ کو س سے زیادہ پر پہنچنے کا ارادہ ہے اور دورہ کے طور پر کہیں دور کہیں چار روز ٹھہرنا ہوگا

ایسی حالت میں باعتبار اس وقت سفر نمازیں قصر کرنا چاہئے یا اہل خبا کی طرح پوری نماز پڑھنا چاہیے جناب دورہ وغیرہ کے حال سے واقف ہیں اگر سوال میں کچھ اجال یا اطلاق رہا ہو تو اس کو جواب میں دفع فرمادیں مفصل عام فہم جناب بواسطی ڈاک ارشاد ہو منزل دس کوس کی شمار ہوتی ہے یا بارہ کوس کی۔ اب تک جو پوری نماز پڑھی یہ صحیح کیا یا غلط۔ والسلام خیر ختام

### الجواب

دورہ غالباً جس طور پر ہوتا ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس کوس کی نیت سے چلتے اور ایک جگہ پہنچ کر پھر دوسرے کو روانہ ہوتے ہیں یہ حالت حال سفر نہیں اگر چہ اس میں سو کوس کا فاصلہ ہو جائے ہو ہیں اگر اس موضع بعید سے واپسی بھی اسی طریق دورہ ہو کر سیکے بعد دیگرے قریب قریب مقامات کے قصد سے چلتے ہوئے محل اقامت کے نزدیک اگر لیٹ آئیں تو اس رجوع میں بھی قصر نہیں ہاں اگر جانے خواہ آنے میں کسی محل اقامت سے بالخصوص ایسی جگہ کے عزم پر چلیں جو وہاں سے مدت سفر پر ہو تو سفر تحقق اور قصر واجب ہوگا اسی طرح اگر دورہ کسی ایسے مقام پر ختم ہوا جہاں سے محل اقامت تین منزل ہے اب بظاہر مستقیم وہاں کو چلے تو بھی وہاں یہاں تک حالت سفر ہے فتح القدیر میں ہے الخلیفۃ ان کان انما قصد الطواف فی ولائتہ فانہ حیث نہ غیر مسافر حتی لا ینقصہ الصلوۃ فی طولانہ کالساخ اہل خاصہ ذکورہ فی باب الجمعة مسئلۃ مقصر منی فی الموسر اختیار شرح مختار و خزائن المفتین میں ہے الخلیفۃ اذا مسافر فی قصر الصلوۃ الا اذا طاف فی ولائتہ قاصداً لزیارۃ میں ہے خرج الامیر مع الجیش لطلب العدو ولا یقصر وان طال سیرۃ وکذا اذا خرج لقصد مصر دون مدۃ سفر ثم منہ الی اخر کذا لک لعدا منیۃ السفر اسی میں ہے وفی الرجوع لو من مدۃ سفر قصر و **اقول** وبالله التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ تحقق سفر شرعی کے لیے نہ مجرد سیر بقصد کافی نہ تھا قصد بے سیر بلکہ دونوں کا اجتماع ضرور کیا تفیدہ الاسفاد قاطبہ و بینہ فی خزائنہ المفتین وغیرہا اور قصد سے مراد قصد فی الحال متعین فعل مقارن سیر ہے جسے عزم کہتے ہیں کیا بدل علیہ تہمید ہم جمیعاً بل غلطہ الحال فی قصد المسافر بمن جاوز عمران موطنہ قاصداً مسیرۃ ثلاثۃ ایامہ قصد فی الاستقبال کہ بالاجماع کافی نہیں کمین خروج قاصداً قریۃ قریبۃ ومن نیت ان یشئ بعد ہا سفر الی بلد بعید فانہ لا یکون فی مسیرۃ الیہا مسافراً قطعاً اور نیت اپنی غایت مقصودہ بالذات پر پہنچ کر منتہی ہو جاتے ہیں کہ غایت ماہی غایت لہ سے متاخر فی الوجود ہے اور حرکت کے لیے بعد وجود بقائے نہیں تو اس کے بعد اگر دوسرے مقصود کی طرف نہضت ہو تو وہ سیر آخر قصد آخر ہے اور قبل وصول منتہی نہیں ہوتی اگرچہ سکون و نزول تخیل ہو و لہذا اگر کسی منزل میں کوئی شخص طے نازل کئے گا میں فلاں جگہ جانا تھا کہ وہ ملایا جاتے ہیں اس سے ملاقات ہوئی یا جاتے ہوئے راہ میں مل گیا تو وہ نہایات مختلفہ کا قصد مقارن اول توجہ جزئی مقصد بعید و متعین و متعین معین میں کہ ان کا تعین اس کے تشخص کو لازم ہے ہرگز نہ ہوگا بلکہ صرف غایت اولیٰ ہی کا قصد فی الحال اور ثانیہ کا ہو تو فی المال فالاستقبال اگرچہ باعث علی الخروج بخلاف امرین ہو اس سیر خاص میں کسی طرف توجہ اور چیر اور دل میں کہیں جانے کا خیال اور چیز ثانیہ مقصد متقبل کو بھی شامل جسے یوں تعبیر کریں گے کہ وہاں بھی جاؤں گا یا یہاں ہو کر وہاں جانا ہے اور اول خاص اسی کے لیے ہے جو اس سیر جزئی مخصوص کا منتہی ہے جس کے حصول پر یہ منتہی ہو جائے گا اس پر

دلیل واضح مسئلہ آفاقی ہے جو بقصد حاضری مکہ منظم چلا ہے احرام باندھے میقات سے تجاوز اُسے حرام ہے اگر حلت چاہے تو علمائے فرماتے ہیں حیلہ یہ ہے کہ بین الحرم والمیقات کسی مقام مثلاً جدہ وغیرہ کا قصد کرے کہ وہاں پہنچ کر اُس کے اہل سے ملتی ہو جائے گا اور اب مکہ منظم کو جانا داخل میقات سے ہوگا نہ گھر سے تو اب اُس کی میقات نسک کے لیے ہے تو یہ الا بصار دور مختار میں ہے دخل آفاقی البستان اسی مکانا من الحِل داخل المیقات لحاجۃ قصد ہا و نیت مدۃ الاقامۃ لیست بشرط علی المذہب لہ دخول مکہ غیر محرم و وقتہ البستان ولاشی علیہ لاندہ التحق باہلہ و ہذہ حیلہ لافاقی یرید دخول مکہ بلا احرام نیز اُس میں قبیل فصل احرام ہے لو قصد موضعا من الحِل کخلیص وحدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التحقق باہلہ فلہ دخول مکہ بلا احرام و ہوا حیلہ لمرید ذلک الا المامور بالحلج للخالقۃ رد المحتار میں ہے قصد موضعا من الحِل ای قصد اولیا کما اذا قصدہ لبيع او شراء انه اذا فرغ منه يدخل مکة ثانيا بجر الرائي میں ہے لانه لم يقصد اولاد دخول مکة وانما قصد البستان قالوا و ہذہ حیلہ لافاقی اذا اراد ان يدخل مکة بغير احرام فینوی ان يدخل خلیصا مثلاً فلہ مجاوزۃ رابع الرئی ہو میقات الشامی والمصری المحاذی للبحفۃ الخ اُسی میں قبیل باب الاحرام ہے لافاقی اذا قصد موضعا من الحِل کخلیص یجوز لہ ان یتجاوز المیقات غیر محرم و ہوا حیلہ لمن اراد ان يدخل مکة بغير احرام ینبغی ان لا تجوز ہذہ الحیلہ لمامور بالحج لانه لم یکن سفرہ للحج اشباہ میں ہے اذا اراد لافاقی دخول مکة بغير احرام من المیقات قصد مکانا آخر داخل لمواقیت کبستان بنی عامر ذخیرہ و ہندیہ میں ہے الحیلہ لافاقی اذا اراد دخول مکة من غیر احرام من المیقات ان لا یقصد دخول مکة وانما یقصد مکانا آخر و راء المیقات خارج الحرم نحو بستان بنی عامر ثم اذا وصل ذلک الموضع يدخل مکة بغير احرام مسک متقطع میں ہے ذکر الفقہاء فی حیلہ دخول الحرم بغير احرام ان یقصد بستان بنی عامر ثم يدخل مکة فالوجہ فی الجملة ان یقصد البستان قصد اولیا ولا یضہ قصدہ دخول الحرم بعدہ قصداً ضمنیاً و عارضیاً کما اذا قصد مد فی جدۃ لبيع و شراء اولاً و یكون فی خاطره انه اذا فرغ منه ان يدخل مکة ثانيا بخلاف من جاء من الهند مثلاً یقصد الحج اولاد انه یقصد دخول جدۃ تبعاً و لو قصد بیعا و شراءہ تلك النقول باختصار ظاہر ہے کہ جب اُس کی نیت حاضری مکہ منظم ہے تو جدہ ارادہ کر لینے سے دل کا وہ خیال ہرگز منتفی نہ ہوا و لہذا علمائے بلفظ حیلہ تعبیر اور خود ارادہ دخول مکہ بغير احرام سے تصور فرماتے ہیں اگر قصد مکہ منتفی ہو جاتا تو ان عبارات کا اصل کوئی محل و محل نہ تھا ہاں یہ ہوا کہ قصد مکہ باعتبار مال و استقبال رہا قصد اول جدہ کے لیے قرار پایا جیسا کہ بحر الرائق و رد المحتار و شرح لباب سے گزر اسی بنا پر علمائے کرام نے مجاوزت میقات بلا احرام جائز فرمایا علماً کہ خیال مکہ یقیناً اول سے موجود ہے تو ثابت ہوا کہ جب دونہایا مختلف مقصود بالذات ہوں تو قصد مقارن خاص حصہ اولیٰ ہے اور ثانیہ کے لیے وہی مال و استقبال کا خیال جیسا کہ عبارت مولانا علی قادری و یكون فی خاطره انه اذا فرغ منه ان يدخل مکة ثانيا نے روشن کر دیا یہ قصد حقیقۃ قصد بالفعل ہیں و لہذا اسی کو ذخیرہ و ہندیہ میں آیا کہ مشروع تصویر مسئلہ بلفظ اراد دخول مکة من غیر احرام بلفظ ان لا یقصد دخول مکة تعبیر فرمایا و ہذا التحقيق الشريف الفاضل على قلب العبد الضعيف من فيض الفتاح العليم الخیر

اللطیف و اللہ الحمد طاح و زاح ما کان یوسر د علی هذا الاحتیال من الاشکال الذی اضطربت فیہ الاقوال و کثر فیہ القیل والقال و اختلفت فی حله افهام الرجال و کان اقرب من جفع الی ما جفت الیه العلامة القارئ الجلی الفضال و لقد احسن اذا استشکل بتظافر العلما علی ذکر هذه الحلیة کلام الباب الموهوم لاخصاص المسألة بمن حلف له قصد مکة بعد دخول البستان و لم یکن فی خاطره دخول الحرم من قبل اصلا و عکس العلامة الفاضل الشامی فی رد المحتار و منحة المحتل فاستشکل بظاهر الباب ما تظافرت علیه کلمات الائمة اولی الالباب و بما وفقنا المولی سحنه و تعالی ظهوران لا صعوبة ولا اشکال وان لا مخالفة لغنی قصد الحرم مطلقا او قصدا اولیا او حصر القصد فی البستان مع الاحتیال لمن یرید الحرم بلا احرام و الحمد لله علی ابانة الصواب و اصابة المرام بمب توفیق اللہ تعالیٰ یہ مقدمات مہدیہ حکم مسئلہ واضح و منکشف ہو گیا آدمی اگر کسی مقام اقامت سے خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے تین منزل ہو تو اس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں اگرچہ راہ میں ضمنی طور پر اور ہواضع میں بھی ہوا ایک روز ٹھہرنے کی نیت رکھے کما افادہ المولیٰ علی القارئ بقولہ بخلاف من جاء من الهند مثلاً بقصد الحج اولاً الخ مگر غالباً دورہ کی یہ حالت نہیں ہوتی اس میں بالخصوص مقصود اصلی وہ موضع بعید ہی نہیں ہوتا خاص اس کے قصد پر چلنے بلکہ سب ہواضع میں گشت کا ارادہ اور ہر موضع مقصود بالذات ہوتا ہے تو اگرچہ بعض سیر کا محاط مجموع ہے مگر ہر مقصود اپنی سیر خاص جزئی پر محدود موضع قریب کو جاتے ہوئے قصد مقارن اسی کے لیے ہے اور قصد بعید صرف بمعنی خیال و ارادہ مال تو جب کسی موضع سے دوسرے تک سیرت سفر نہیں اصلاً کوئی سیر بقصد سیرت سفر متحقق نہ ہوتی ہاں وہ چند قصدوں سے چند سیریں ہیں جن کا مجموعہ سیرت سفر ہے زائد سہی آخر نہ دیکھا کہ علامہ بحر صاحب بحر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ماہور باج کے لیے دخول کر بغیر احرام میں اس جیلہ کا جواز نہ مانا کہ جب وہ باہر قصد چلے گا کہ یہاں سے برتان بنی عامر جاتا ہوں پھر وہاں سے مکر منظرہ چلوں گا تو اس کا یہ سفر حج کے لیے نہ ہوا معلوم ہوا کہ مقصود سیر وہی مقصود اولی ہوتا ہے و بس و لہذا ذخیرہ و ہندیہ میں ان لا یقصد مکة فرمایا تھا تو روشن ہوا کہ بالمال سیرت سفر کی دہری ہر جائے کا خیال سیر بقصد سیرت سفر نہیں اور وجوب سفر شرعی ہی تھی کہ تحقق نہ ہوئی دیہ تبیین و اللہ الحمد ان ما ذکرنا طولی الفاضل ابراہیم الحلی فی الغنیہ بما مضی قد یفہم من التمثیل بالخلیفة فی اول مسألة التبع ان الخلیفة والسلطان کغیرہ فی انہ اذا نوى السفر یصح مسافرا و یقصر فقیل هذا اذا المرکین فی ولايتہ اما اذا طاف فی ولايتہ فلا یقصر والا صح انہ لا فرق لما تقدم من نفل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و الخلفاء الراشدین انہم قصروا حین سافروا من المدينة الی مکة و غیر ذلک و مراد من قال اذا طاف فی ولايتہ لا یقصر هو ما صرح به حافظ الدین البزاز فی فتاویہ انہ اذا خرج نفخص احوال الرعیة و قصد الرجوع متى حصل مقصودة و لم یقصد مسیریة سفر حتی انہ فی الرجوع یقصر لو کان من مدة سفر ولا اعتبار بمن علی بان جمیع الولايات بمنزلة مصر ہا لان هذا تعلیل فی مقابلة النص مع عدم الروایة عن احد من الائمة الثلاثة فلا یسمع اوضاع ان ما ذکر من قصد الرجوع متى حصل مقصودة انما ذکرہ البزاز فی مسألة اخرى غیر التي نقلنا عنها و ہی ما قال بعدہا و کذا الا ما مر بالخلیفة والا مبر والکاشف لیخص الرعیة و قصد کل الرجوع متى حصل مقصودة و لم یقصد و امسیریة سفر قصروا انہا الخ

لا یتخالف ما نحن فریدہ فی شئ فانما مقصودہ کما هو صریح سنون کلامہ الود علی من زعم ان الخلیفۃ لا یصدیر مسافرانی ولایۃ وان  
قصد مسیرۃ سفر و ہوا موبین البطلان اما ما نحن فیہ فقد بینا انہ لا یصدق فیہ قصد مسیرۃ سفر فہذا امعلا لا یخالف فیہ  
الحلی ولا احد فلا غبار علی ما افادہ المحقق علی الاطلاق فی الفتوۃ والامام المرزائی فی فتاویہ والعلامة ابن الساعاتی فی الاختیار  
والامام ابن السمعانی فی الخزانۃ واللہ الحمد علی حسن الایاتہ ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق بحقیق ابن کر قمر فی توفیق  
بہ قدیر ذکر کی مطلقاً ہر صورت کو شامل ہے اگرچہ مقصود اصلی قریب مقصود اصلی بید کی ماہ میں واقع ہوا اور اگر اس کی راہ سے بالکل جدا ہوا اور  
دورہ مانچ میں اکثر ایسا واقع ہوتا ہے مثلاً اس شکل میں ب محل اقامت ہے اور نقاط باقیہ مواضع مقصودہ ان میں کوئی ایک دوسرے سے میرت  
سے سفر پر نہیں مگر ب سے دورہ کرنے والا جس وقت ب سے ج کی طرف چلا کوئی نہ کہے گا کہ اس وقت یہ کی طرف توجہ



ہے یہ کو جاتا ہے یہ کے قصد پر چلا ہے بلکہ بالیقین اس سیر میں ج مقصود ہے اگرچہ خیال یہ بھی ہے کہ ان  
نقطوں پر ہوتا ہوا یہ کو بھی جاتا ہے تو کسی سیر میں قصد مقارن مسیرت سفر کا نہ پایا گیا بالکل یہ دورے سفر نہیں ہوتے  
اگرچہ کہتے ہی دور تک ہوں اب تک کہ نمازیں پوری پڑھیں بہت بجایا **تنبیہ** یہاں سے سیاحین و دعاظین کا  
حکم بھی واضح ہو گیا جنہیں کوئی مقام محل اقامت سے مدت سفر پر خاص مقصود بالذات نہیں بلکہ شہر بشہر قریہ بقریہ چند  
ب کوس کے فاصلوں پر گشت کرنا سیر و کھنیا یا ہر جگہ و غلہ وغیرہ کے ذریعہ سے کما مقصود ہے تو جب تک کسی محل اقامت سے  
میرت سفر کا قصد اولی نہ ہو مسافر نہ ہوں گے اگرچہ سارے ملک میں پھر آئیں جس طرح سیاح کی نسبت خود فتح القاریہ میں  
مصر فارشاد ہوا ہے مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل منزل ہمارے بلاد میں تقریباً بارہ کوس کی ہے ہی قول مفتی بہ کے قریب تر ہے  
جسے ظہیر و محیط برانی و ہمایہ و کفایہ شروح ہدایہ و خزائن المفتین وغیرہا میں علیہ الفتویٰ کما کہ منزل اٹھانہ میل ہے اٹھارہ میل کے  
سو گیارہ کوس ہوتے ہیں یہ قول اصل مذہب ظاہر الروایۃ کے خلاف نہیں بلکہ ان بلاد کے مناسب اسی کی تقدیر و شرح ہے کما نبہ  
علیہ العلامة اسمعیل مفتی دمشق الشام کما نقلہ فی منحة الحائق ہمارے بلاد میں دس کوس کا اندازہ قابل قبول نہیں کہ یہاں  
انصرایام یعنی تحویل جدی کے دن میں فجر سے نڈال تک سات ساعت کے قریب وقت ہوتا ہے اور شک نہیں کہ پیادہ اپنی منزل چال  
سے سات گھنٹہ میں بارہ کوس بے تکلف چل لیتا ہے جس پر بار بار کا تجربہ شاہد واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علی جل مجدہ کا تہ و احکم۔

**مسئلہ** - ازالہ آباد کو ٹھی حتمت اشرفاں جنٹ مجسٹریٹ مرسلہ علی محمد خاں ۸۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

میں آج کل الہ آباد میں ہوں تو الہ آباد میرے واسطے سفر خیال کیا جائے گا یا نہیں لیکن جنٹ صاحب کی کو ٹھی میں رہتا ہوں اور الہ آباد  
ایک ہفتہ سے زیادہ رہنا نہیں ہوتا لیکن پھر اسی روز واپس آنا پڑتا ہے الہ آباد میں نماز سفر کی پڑھی جائے گی یا نہیں اور الہ آباد سے کرنا ایک  
مقام ہے جو قریب دس میل کے ہے وہاں پر بھی سفر کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں وہ الہ آباد ہی کے ضلع میں ہے جواب جلد مرحمت فرمائیے۔

**الجواب**

الہ آباد تمہارا وطن اصلی نہیں نہ جنٹ صاحب کی کو ٹھی میں ٹھہرنا اُسے کسی طرح کا وطن کر دے گا جبکہ جنٹ خود آج کل وہاں نہیں بلکہ



پندرہ دن قیام کی نیت رکھی جائے گی اگر اس سے کم مدت قیام کی نیت ہے یا مقدار قیام کچھ معلوم نہیں کسی کام کے لیے گئے ہو اس کے ہو جانے کا انتظار ہے آج ہو جائے تو آج چلے جاؤ بیس دن بعد ہو تو بیس دن بعد تو اس صورت میں الہ آباد کا رہنا تھا رے لیے سفر ہی سمجھا جائے گا ناز سفر کی پڑھو اگرچہ انتظار انتظار میں بیٹے گزر جائیں یہ ہیں اطراف میں جہاں جاؤ چادر کست کی دو ہی پڑھو جب تک کسی خاص جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو اور اگر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت الہ آباد میں کر لی ہے تو اب الہ آباد وطن اقامت ہو گیا ناظر پوری پڑھی جائے گی جب تک وہاں سے تین منزل کے ارادہ پر نہ جاؤ اگرچہ ہر ہفتہ پر بلکہ ہر روز الہ آباد سے کہیں ٹھوڑی ٹھوڑی دور یعنی چھٹیش کو س سے کم باہر جانا اور دن کے دن واپس آنا ہو جبکہ نیت کرتے وقت اُس پندرہ دن میں کسی سات دوسری جگہ شب باشی کا ارادہ نہ ہو ورنہ وہ نیت پورے پندرہ دن کی نہ ہوگی مثلاً الہ آباد میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کی اور ساتھ ہی یہ معلوم تھا کہ ان میں ایک شب دوسری جگہ ٹھہرنا ہوگا تو یہ پورے پندرہ دن کی نیت نہ ہوئی اور سفر ہی رہا اگرچہ دوسری جگہ الہ آباد کے ضلع میں بلکہ اُس سے تین چار ہی کوس کے فاصلہ پر ہو اور اگر پندرہ راتوں کی نیت پوری نہیں ٹھہرنے کی تھی اگرچہ دن میں کہیں اور جانے اور واپس آنے کا خیال تھا تو اقامت صحیح ہوگی ناز پوری پڑھی جائے گی جبکہ وہ دوسری جگہ الہ آباد سے ۳۶ کوس یعنی سات دن اٹھاون میل کے فاصلے پر نہ ہو فرض قیام کی نیت کرتے وقت ان خیالوں کا اعتبار ہے بعد کہ جو پیش آئے اُس کا لحاظ نہیں مثلاً پندرہ رات پورے کا قیام ٹھہرایا اور اس کے بعد اتفاقاً چند راتوں کے لیے اور جگہ جانا ہوا جو الہ آباد سے تین منزل کے فاصلہ پر نہیں اگرچہ دس بیس بلکہ چھپن میل تک ہو تو سفر نہ ہوگا اُس مقام دیگر میں بھی ناز پوری پڑھنی ہوگی اور الہ آباد میں بھی ان سب صورتوں کو خوب غور سے سمجھ لو فی الدر المختار لو دخل الحاج مكة ايام العشر لم تصح نيته لان يخرج الى منى وعرفة فصار كنية الإقامة في غير موضعها وبعد عوده من منى تصح كما لو نوى مبية باحد هما الخ وفي رد المختار قيل هذه للسألة كانت سببا لتفقه عيسى بن ابان وذلك انه كان مشغولا بطلب الحديث قال فدخلت مكة في اول العشر من ذي الحجة مع صاحب لي وعزمت على الإقامة شهرا فجلت ان الصلاة فلقيني بعض اصحاب ابى حنيفة فقال لي اخطأت فانك تخرج الى منى وعرفات فلما رجعت من منى بدا صاحبى ان يخرج وعزمت على ان اصاحبه وجعلت اقضو الصلاة فقال لي صاحب ابى حنيفة اخطأت فانك مقيد بمكة فما لم تخرج منها لا تصير مسافرا قلت اخطأت في مسألة في موضعين فرحلت الى مجلس محمد واشتغلت بالفقه قال في البدائع وانما اوردا هذه الحكاية ليعلم مبلغ العلم فيصير مبعثا للطلبية على طلبه اه مجر ويظهر من هذه الحكاية ان نية الإقامة لم تعمل عملها الا بعد رجوعه لوجود خمسة عشر يوما بلانية خروج في اثنا عشر بخلاف ما قبل خروجه الى عرفات لانه لما كان عازما على الخروج قبل تمام نصف شهر لم يصح مقبلا و يحتل ان يكون حيد نية الإقامة بعد رجوعه وبهذا سقط ما اوردته العلامة القادری فی شرح اللباب من ان فی كلام صاحب الامام تقارضا حيث حكم اولاً بانہ مسافر وثانياً بانہ مقیم مع ان المسألة بحالها والمفهوم من المتن انه لو نوى في احد هاتين النصفين صح في لا يضره خروجه الى عرفات اذ لا يشترط كونه نصف شهر متواليا بحيث لا يخرج فيه اتقى وجهه السقوط ان التوالى لا يشترط اذا لم يكن من عزمه الخروج الى موضع اخر لانه يكون ناويا الإقامة في موضعين ثم بعد رجوعه

من منی صحت نیتہ لعزمہ علی الاقامۃ نصف شہر فی مکان واحد واللہ تعالیٰ اعلم **قول** کہا لو نوی مبیۃ باحد ہما فان دخل اولاً الموضع الذی نوى المقام فیہ نھاراً لا یصدیر مقیماً وان دخل اولاً ما نوى المبیۃ فیہ یصدیر مقیماً ثم بالخروج الى الموضع الاخر لا یصدیر مسافراً لان موضع اقامۃ الرجل حیث یبیط بہ حلّیہ اھ وہ بہ ظہر کل ما ذکرناہ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - ۳ شعبان المعظم ۱۳۱۵ھ از تہر مسئلہ خلیل الدین صاحب

زید کے وطن سے ایک مقام کمیت کو س کے فاصلے پر واقع ہے اور زید نے ایسی راہ سے سفر کیا کہ اُس مقام تک چالیس کوس مسافت طے کرنی ہوئی تو زید پر نماز کا قصر ہے یا نہیں۔

### الجواب

ہے جبکہ قصد دو جگہ پر منقسم نہ ہو مثلاً اُس راہ میں بیس کوس پر ایک شہر ہے اور وہ یوں کیا کہ پہلے وہاں جاؤں گا وہاں سے فارغ ہو کر دوسرے مقام پر کہ وہاں سے بیس کوس ہے جاؤں گا یوں چالیس کوس ہو جائیں گے تو قصر نہیں مکان سے بیس ہی کوس کے مقصد کو چلا ہے اگرچہ وہاں سے دوسرا قصد دوسری جگہ کا ہونے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از بریلی مسئلہ شیخ عبدالعزیز بساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل کے جواب میں (۱) منزل کتے فرنگ کی ہوتی ہے (۲) کے منزل پر قصر ہوگا (۳) طے منزل میں راہ راست کا اعتبار ہے یا جس راستے پر چلے (۴) یہاں سے بیس پور ۱۸ کوس راہ سواری گاڑی اور راہ دہلی گاڑی چھپیس کوس ہو جاتا ہے وہاں جانے میں قصر کب ہوگا (۵) ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمود ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دیدوں پس یہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

(۱) عرف میں منزل بارہ کوس ہے اور ان بلاد میں ہر کوس ۱۰ میل یعنی ایک میل اور میل کے تین خمس اور تین میل کا ایک فرنگ تو ایک منزل چھ فرسخ اور دو خمس فرسخ کی ہوئی (۲) تین منزل پر قصر ہے (۳) جس راستے سے جائے اُس کا اعتبار ہے (۴) ایک میں جائے تو قصر کرے ورنہ نہیں (۵) جب دریاں سپرد مسجد کر دیں بلاک مسجد ہو گئیں جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از ردّ ضلع نینی تال ڈاک خانہ کچھ مرسلہ عبدالعزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دو آدمیوں کا غلام تھا ہر دو مع غلام کے سفر کو گئے رستے میں دونوں نے قیام کیا ایک نے نیت اقامت کی دوسرے نے نہ کی اب وہ عید مشترک نماز قصری ادا کرے یا حضری۔ بینوا توجروا

### الجواب

اگر وہ اُن دونوں سے صرف ایک کے قبضہ میں ہے تو جس کے قبضہ میں ہے اُسی کی نیت کا اعتبار ہے لانه ج لیس تابعاً لالہ

وسبائیک ما یفیدہ اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہے تو اگر ان میں اس کی خدمت نوبت ہو تو بت قرار پاتی ہے مثلاً ایک دن اس کی خدمت کہے دوسرے دن اس کی تو ہر ایک کی نوبت میں اس کی نیت پڑے کہ یعنی جس دن خدمت مقیم کی بادی ہو غلام بھی اپنے آپ کو مقیم سمجھے اور جس دن خدمت مسافر کی بادی ہو اپنے آپ کو مسافر جانے اور اگر باہم نوبت نہ قرار دی بلکہ یوں ہی دونوں کی خدمت میں ہے وہ من و بیچ مقیم اور من و بیچ مسافر ہے قصر اصلاً ذکر ہے اس لحاظ سے کہ اس کے ایک سوئی نے نیت اقامت کی القعدۃ اولیٰ بھی اپنے اوپر فرض جانے اس نظر سے کہ دوسرے سوئی کی نیت سفر ہے اور اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ جہاں تک مل سکے کسی مقیم کی اقتداقت میں کہے درختار میں ہے عبد مشترک بین مقیم و مسافر ان تھا یا قصر فی نوبۃ المسافر والا یفرض علیہ القعود الال و یقصر احتیاطاً ولا یأتم بمقیم اصلاً وهو مما یلغز رواہ الحارثی ہے قوله ولا یأتم الخ فی شرح المنیۃ وعلى هذا فلا یجوز له الاقتداء بمقیم مطلقاً فلیعلم هذا ام ای لانی الوقت ولا بعدہ ولا فی الشفع الاول ولا فی الثاني ولعل وجه کما افادہ اشیعنا ان القعدۃ الاولیٰ فرض علیہ الحاقالہ بالمسافر فاذا اقتدی بمقیم یلزم اقتداء المفترض بالمتنقل فی حق القعدۃ الاولیٰ ام **اقول** لکن قول شارح المنیۃ وعلى هذا الخ یشہر منه انه تفریح من عنده علی وجه البحث والا فالذی رأیتہ فی التارخانیۃ عن الحجۃ انه ان لم یکن بالمہایاۃ وهو فی یدیهما فکل صلاۃ یصلیہا وحده یصلی اربعا و یقعد علی راس الکتبتین ویقرأ فی الاخریین وکن اذا اقتدی بمسافر یصلی معہ رکعتین و فی قرائتہ فی الکتبتین اختلاف واما اذا اقتدی بمقیم فانه یصلی اربعا بالاتقان ام اہ ما فی رد المحتار فقیر کرتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ رأیتہ کتبت علی ہامش قوله فاذا اقتدی بمقیم یلزم اقتداء المفترض الخ ما نصہ **اقول** ہذا مما استحصلہ فان المسافر من کل وجہ القعدۃ الاولیٰ فربضۃ علیہ من کل وجہ مع ذلک یجوز لہ الاقتداء بالمقیم اجماعاً ولا یعد بذلك مفترضاً خلف متنقل اذا اقتدی فی الوقت بل یقال ان فرضہ تحول بالقعدۃ رباعیاً فلم تبین القعدۃ الاولیٰ فربضۃ علیہ لمصادفۃ المتغیر محلہ القابل لہ حیث الفصل بالسبب اعنی الوقت بخلاف ما اذا اقتدی بعد انقضائہ فاذا کان ہذا فی حقہ فکیف بمن لیس مسافراً من کل وجہ ولا القعدۃ فرض علیہ وجہاً واحداً فہذا ینبغی ان یومر باقتداء المقیم فی الوقت مہما وحبلاً کی یخرج عن احتمال الاتمام فی السفر ام ماحورثہ ولسلۃ وضوحہ وثبوت الروایۃ بل نقل الاتفاق علی جواز اقتدائہ بالمقیم جوزمت بہ فان کان صواباً فمت رب اللہ وارجوان لا یكون الا یاۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - بریلی محلہ صندل خاں کی ہند ۲۹ رذی القعدۃ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیبا نے وطن سے شریا اسی کوس کے فاصلہ پر کسی شہر میں ملازم ہے وہاں سے سال وصال کے بعد آٹھ دس روز کے واسطے اپنے مکان پر آیا اور پھر چلا گیا اس آمد و رفت میں اس کو نماز قصر پڑھنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا تو جو روا

الجواب

جب وہاں سے بقصد وطن چلے اور وہاں کی آبادی سے باہر نکل آئے اس وقت سے جب تک اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو قصر

کرے گا جب اپنے وطن کی آبادی میں آگیا قصر جانا رہا جب تک یہاں رہے گا اگرچہ ایک ہی ساعت قصر ذکر سکے گا کہ وطن میں کچھ پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ضرور نہیں پھر جب وطن سے اُس شہر کے قصد پر چلا اور وطن کی آبادی سے باہر نکل گیا اُس وقت سے قصر واجب ہو گیا اسی طرح تو قصر کرے گا ہی ادا اگر اُس شہر میں پہنچ کر اس بار پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ نہیں بلکہ پندرہ دن سے کم میں واپس آنے یا وہاں سے اور کہیں جانے کا قصد ہے تو وہاں جب تک ٹھہرے گا اُس قیام میں بھی قصر ہی کرے گا ادا اگر وہاں اقامت کا ارادہ ہے تو صرف راستہ بھر قصر کرے جب اُس شہر کی آبادی میں داخل ہوگا قصر جانا رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از ویلی بھیت مرسلہ حبیب احمد صاحب رضوی دہلوی ۳۰ ذی الحجہ ۱۲۸۳ھ

ایک شخص جنگل یا اسٹیشن پر جو جنگل میں واقع ہو ملازم ہے اور اُس کا تاجب بھیجتے ہیں تو کم از کم ایک ماہ کے ارادے سے بھیجتے ہیں تو اُس ملازم پر نماز قصر ہے یا پوری۔ اور مندرجہ ذیل دلیلوں میں زید حق پر ہے یا عمرو۔ زید کا قول ہے کہ ملازم کو ہر حالت میں نماز قصر کرنا چاہیے اگرچہ آقا ایک ماہ کے ارادے سے بھیجے کیونکہ اگر آقا چاہے تو آخر روز میں دوسری جگہ منتقل کرے دوسرے جنگل پہنچنے کی وجہ سے ہر حالت میں قصر واجب ہے کیونکہ وہاں آبادی نہیں ہے جو اقامت کی جگہ ہے عمرو کی دلیل ہے کہ کل کام ارادے کے لحاظ پر ہوتے ہیں یعنی جس وقت آقا بھیجتا ہے تو ایک ماہ کے ارادے سے بھیجتا ہے پھر وہ چاہے ایک روز میں بلا لے اس حالت میں ارادے کی وجہ سے نماز قصر نہیں ہوتی دوسرے جنگل میں اقامت نہیں ہوتی وہ دوسرے جنگل میں اور ایسے جنگل یا اسٹیشن پر جو جنگل میں ہوں جہاں بیس کچھیں انسان ہر وقت رہتے ہوں و نیز ریلوے کے ملازم بھی اسٹیشن پر کام کرتے ہوں (اگر آبادی گاؤں وہاں سے دو چار کوس پہلے) اقامت کو باطل نہیں کرتی ایسی جگہ ان میں قول کس کا درست ہے۔

## الجواب

یہاں چند امور پر اطلاع لازم جن سے بعد تعالیٰ انکشاف حکم ہو اول اسٹیشن اگرچہ آبادی سے کچھ فاصلے پر ہو وہاں عمارت ہوتی ہے سامان اقامت نہایت ہوتا ہے ہاں اگر آبادی سے کوسوں دور رہی ہے جنگل میں متعین ہوں جیسے بن کی لکڑی لینے والے تو وہ محل اقامت نہیں اگرچہ نیچے ڈیرے ساتھ ہوں مگر ان کے لیے جن کی طرز معیشت ہی ہے جو جیسے سانیے درختا رہیں ہے اور بنوی اقامت نصف شہر بموضع صالح لھا اذ قریۃ او صحواء دار نادھو من اهل الاخیۃ علیگیری میں ہے قال شمس الاثمۃ المحلوانی عسکرا مسلمین انا قصدنا غنوا ومعهم اخیتهم وخبا معہم وفساطیطہم فنزلوا مفازۃ فی الطریق ونصبوا الاخیۃ والفساطیط وعزموا فیہا علی اقامۃ خمسۃ عشر یوما لم یصیروا مقیمین لانہا حمولۃ ولیست بمساکن کذا فی الحیط وومرے جنگل میں کہ نیت اقامت صحیح نہیں مدت سفر چل لینے کے بعد ہے کہ تین منزل قطع کر چکا ہو اب کسی جنگل میں ہا دن یا زائد قیام کی نیت کرے تو مسافر ہی رہے گا لیکن مدت سفر لگائی ہونے سے پہلے جنگل میں بھی نیت اقامت صحیح ہے مثلاً تین منزل کے ارادے پر چلا تھا ایک یا دو منزل چل کر نیت سفر قطع کی اور وہاں اقامت کی نیت کر لی مسافر وہاں نماز پڑھی پڑھے گا اگرچہ بن میں ہو درختا رہیں ہے صلی الفرض الرباعی رکعتین حتی یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر والاخیۃ یجوز نیتہ العود لعدم استحکام السفر والاحتار میں ہے بنوی بموضع صالح

فہا ان سارثلثة ايام والا فقصہ ولو فی المفازة والحاصل ان نية الإقامة قبل تمام المدة تكون نقضا للسفر كنية العود الى  
بلدة والسفر قبل استحکامه يقبل النقص اہ ملتقطا معراج الدراية پھر غلگيریہ میں ہے اذالم یس ثلثة ايام فعزم علی الرجوع  
او ذوی الإقامة یصیر مقیما وان کان فی المفازة سوم ذکر کی اپنی نیت معتبر ہونا بلکہ نیت آقا کا تابع ہونا اس حالت میں ہے کہ آقا  
کے ساتھ ہو ورنہ خود اس کی نیت معتبر ہے تو یہ لا بصار و در مختار و رد المحتار میں ہے المعبر بنية المتبوع لا التابع کا مرآة اوفافا مہرہا  
المجمل وعبد وجندی اذا کان یرتق من الامیر او بدیت المال واجیر مشاہدۃ او مسانیتہ تا تارخانہ واسیر غریز وکلین  
مع زوج ومولی وامیر ومستاجر واسر ودائن واستاذ فقید المعیة ملاحظ فی تحقیق التبعیة اہ ملتقطا چہ ارم مجرد احتمال کہ  
شاید آج چلا جانا ہوتا فی اقامت نہیں اہ اپنے وطن کے سوا آدمی کبھی کہیں مقیم نہ ہو اگرچہ سال بھر اقامت کی نیت کرے کہ کیا معلوم شاید  
آج ہی کوئی ضرورت سفر کی پیش آئے بلکہ اس کے لیے غالب گمان درکار ہے یقین کی حاجت نہیں کہ بے اعلام بنی غیب پر یقین کی کوئی  
ضرورت نہیں تبیین الحقائق امام زلیخا پھر ہند یہ میں ہے لابد للسافر من قصد مسافة ثلثة ايام ویلغی غلبة الظن یعنی اذا غلب علی  
ظنه انه یسافر قسروا لا یشترب فیہ التیقن پیچہم نیت سے عزم قلب کا نام ہے پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لے اور جانتا ہے کہ اس سے  
پہلے چلا جانا ہے تو یہ نیت نہ ہوئی محض تخیل ہو اہ میں دل میں عزم دو ہی منزل کا ہے اور گھر سے تین منزل کا ارادہ کر لیا کہ آبادی سے نکل کر  
راہ میں قصر کی اجازت مل جائے ہرگز اجازت نہ ہوگی کیونکہ نیت نہیں وہی خیال بندی ہے البتہ اگر دو ہی منزل جاتا ہے اور تین ارادہ تین منزل کا  
کر لیا اور تین منزل جا کر ایک منزل اپنے محل مقصود کو واپس آیا اور یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرا ہے تو جاتے اور آتے اور ٹھہرتے قصر کرے گا  
کہ یہ سچی نیت ہوئی اگرچہ وہاں جانے سے کوئی کام نہ تھا رد مختار میں ہے لو دخل مكة ايام العشر لم یصح نیتہ لانه یمخرج الی منی  
وعرفه معراج الدراية پھر غلگيریہ میں ہے قال اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ فی تاجر دخل مد نية الحاجة فوی ان یقیم خمسة عشر  
یوما بالقضاء ثلث الحاجة لا یصیر مقیما لانه متردد بین ان یقضى حاجة فیرجع و بین ان لا یقضى فیقیم فلا تكون نية مستقر  
وهذا الفصل حجة علی من یقول من اراد الخروج الی مکان ویرید ان یتروخص برخص السفر ینوی مکانا بعد منه وهذا غلط  
ششم وطن اقامت یعنی جہاں پندرہ دن یا زیادہ قیام کی نیت صحیحہ کر لی ہو آدمی کو مقیم کر دیتا ہے اور اقامت و سفر میں واسطہ نہیں تو وہاں  
سے بے ارادہ مدت سفر اگر ہزار کو کس دورہ کرے مثلاً دس کوس کے ارادے پر وہاں سے چلے پھر وہاں سے پندرہ کوس کا ارادہ کرے وہاں سے  
بیس کوس کا قصد ہو مسافر نہ ہوگا اور قصر نہ کرے گا جیسے وطن اصلی سے یوں دورہ کرنے میں حکم ہے یہاں تک کہ اگر مثلاً وطن اقامت بیس کوس  
گیا اور وہاں سے پچیس کوس کا ارادہ کر کے چلا اور بیچ میں یہ وطن اقامت آکر پڑے گا تو سفر جاتا رہے گا ہاں اگر تین منزل چلنے کے بعد یہ وطن  
بیچ میں نہ آئے تو قصر کرے گا اور یہ وطن وطن اقامت نہ رہے گا رد المحتار میں ہے والحاصل ان انشاء السفر یبطل وطن الإقامة اذا کان  
منہ اما لو انشاء من غیرہ فان لم یکن فیہ مرد علی وطن الإقامة او کان ولكن بعد سیر ثلثة ايام فکان ذلک ولو قبلہ لم یبطل الوطن بل یبطل  
السفر لان قیام الوطن مانع من صحۃ مقیم ذکر کی ملازمت ہے اس میں قصد اقامت ہوتا ہے توجہ جہاں ذکر ہو کر مہنا اختیار کرے مقیم ہو جائیگا اگرچہ  
لہ فتح القدیر باب الحج عن الغیور میں ہے لو توطن مكة بعد الفراغ خمسة عشر یوما بطلت نفعته فی مال المديونة لانه توطن چ الحاجة نفسه بخلاف

بالخصوص پندرہ دن کی نیت نہ ہوں نیت الاستدامة فوق ذلك ہاں اگر مدت سفر سے یہاں نوکر ہو کر آیا اور معلوم ہے کہ پندرہ دن ٹھہرا ہوگا تو البتہ مقیم نہ ہوگا جب اُس دوسری جگہ سے فارغ ہو کر آئے گا اور یہاں ملازمان قیام کرے گا اُس وقت سے مقیم ہوگا کما قال فی رد المحتار فی واقعة عیسیٰ بن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ ان نیت الإقامة لم تعمل عملها الا بعد الرجوع لوجوب خمسة عشر يوما بلا نية خروج فی اثباتها بخلاف ما قبل خروج الی عرفات لانه لما كان عازما علی الخروج قبل تمام نصف شهر لم یصح مقیما اور جبکہ ایک جگہ نوکر ہو کر رہے اور پندرہ دن کے اندر وہاں سے دوسری جگہ جانا معلوم نہ ہو تو صرف احتمال قاطع اقامت نہ ہوگا ورنہ کوئی وطن اقامت نہ ہو سکے اور اپنے وطن سے مدت سفر پر جو لاکھوں آدمی ذکر ہوتے اور برسوں وہاں رہتے ہیں کبھی مقیم نہ ہوں کہ بدلی یا کسی کام پر بھیجے جانے کا احتمال ہر وقت ہے ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم جب یہ امور سب سے معلوم ہو لے اب مسئلہ مسئلہ کی طرف پہلے **فأقول** وباللہ التوفیق اور معلوم ہوا کہ یہاں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جہاں متعین ہوا وہ نرا جگہ ہے جائے اقامت نہیں دوسرے یہ کہ محل اقامت ہے جیسے اسٹیشن اور ہر قسم کے دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ شخص متعین ہوتے وقت مسافر ہے یعنی تین منزل چل کر آیا اور ہنوز کہیں مقیم نہ ہوا دوسرے یہ کہ مقیم ہے مثلاً اسی شہر اور قریب جگہ کا ساکن ہے اور یہاں شہر سے دو چار کوس کے فاصلہ پر متعین ہوا یا تو تین منزل طے کر کے مگر شہر میں پندرہ دن نیت کے ساتھ ٹھہرا کہ مقیم ہو گیا اور اب یہاں متعین ہو تو چار صورتیں آگئیں **صورت اولی** مسافر یعنی مذکور ہے اور یہ جگہ محل اقامت نہیں اس میں (۱) ابتدائے تعین سے بلا فصل جب تک یہاں ہے گا قصر کرے گا اگرچہ دس برس میں رہنے کی نسبت اس کے آقائے کہدیا اور اس نے بھی ارادہ کر لیا کہ جب وہ مدت سفر سے آیا اور کہیں مقیم نہ ہوا اور یہ محل اقامت ہمیں تو جب تک بھی یہاں رہے گا مسافر ہی رہے گا (۲) اگر یہاں سے حکماً خواہ صرف بارادہ خودی دوسری جگہ جائے گا راہ میں قصر ہی کرے گا اگرچہ وہ جگہ یہاں سے مدت سفر نہ ہو (۳) اُس دوسری جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو وہاں بھی قصر ہی پڑے اور وہاں سے واپسی میں بھی اور اس مقام پر واپس آکر بھی اگرچہ یہاں کتنا ہی ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ ہنوز اُس کا سفر بوجہ عدم اقامت ختم نہ ہوا (۴) اگر وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت حکماً خواہ نقطہ اپنے ارادے سے کی تو وہاں پوری پڑے گا (۵) جب وہاں سے واپس ہو گا اگر اُس جگہ اور مقام تعین میں تین منزل کا فاصلہ ہے تو واپسی میں بھی قصر کرے گا اور یہاں پہنچ کر بھی اگرچہ یہاں کتنے ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ مدت سفر سے یہاں پہنچ کر اُس کی پھر حالت اولیٰ عود کر آئی اور انشاء سفر کے سبب اُس اقامت جائے دیگر کا کوئی اثر نہ رہا (۶) اگر بعد اقامت پانزدہ روزہ وہاں سے واپس ہوا اور بیچ میں مدت سفر نہیں تو اب

(بقیہ جلد ۳۳۳)

ما اذا قام اقل لانه مسافر علی حاله فان بداله بعد ذلك ان يرجع رجعت نفقته فی مال المیت وروی عن ابی یوسف انه لا تعود لانه فی الرجوع عامل لنفسه لا للمیت لكنها قلنا ان اصل سفره كان للمیت فما بقى ذلك السفر بقیت النفقة کذا فی المبسوط وذكر غیر واحد من علو ذکر خلعت انه ان نوى الإقامة خمسة عشر يوما سقطت فان عاد عادت وان توطئها سواء قل او کثرا لتعود وهذا یفید ان التوطن غیر مجرد نیت الإقامة خمسة عشر يوما والظاهر ان معناه ان یقطنها ووطنها ولا یجحد فی ذلك حداً یسقط النفقة ثم العود انشاء سفر لحاجة نفسه ولو بعد یومین فلا یتحقق به النفقة علی المیت والله سبحانه اعلم اهـ فافهم ۱۲ من

راہ میں بھی پوری پڑھے گا اور یہاں پہنچ کر بھی کہ قبل سیرسہ روزہ جنگل میں نیت اقامت صحیح ہے اور بوجہ عدم انشاء سفر اس کی وہ اقامت باطل نہ ہوئی نہ وہ وطن اقامت باطل ہو اس صورت ششم میں اس کا حکم شقوق صورت ثانیہ آئندہ کی طرف عود کر جائے گا

**صورت ثانیہ** ششم ہے اور یہ جبکہ محل اقامت نہیں اس میں (۱) جب تک بعد تعین بلافضل یہاں رہے گا پوری پڑھے گا کہ قیام کا بن میں ٹھہرا سفر نہیں (۲) اگر یہاں سے کہیں مدت سفر سے کم کی نیت سے جائے گا جاتے اور آتے اور وہاں ٹھہرتے ہر حال میں اتمام کرے گا اگرچہ وہاں ایک ہی دن ٹھہرے کہ ہنوز سفر متحقق نہ ہوا (۳) اگر مدت سفر کی نیت سے جائے گا راہ میں قصر کرے گا اور وہاں بھی اگر پندرہ دن کی نیت نہ کرے وہاں پوری پڑھے گا (۴) یہی واپسی میں جب وہاں سے اس مقام کو بقصد واحد واپس آئے گا راہ میں قصر کرے گا (۵) جب یہاں پہنچے گا از انجا کہ مدت سفر سے کیا ہے اور یہ محل اقامت نہیں اب اس کا حکم شقوق صورت اولیٰ گذشتہ کی طرف غائب ہوگا کہ ابتدائے واپسی سے بلافضل جب تک یہاں رہے گا قصر کرے گا اس آخر وہاں یہاں مسافر یعنی مذکور ہو کر آیا یا بلکہ جب یہاں بعد سفر آئے گا صورت اولیٰ ہوگی اور قیام ہو کر تو صورت ثانیہ ہی دوسرے رہے گا صورت ثانیہ مسافر یعنی مذکور رہے اور یہ جبکہ محل اقامت جیسے ایشیون اس میں (۱) اگر ابتدائے تعین میں معلوم تھا کہ پندرہ دن کے اندر یہاں سے جانا ہے تو قیام نہ ہوگا قصر ہی پڑھے گا (۲) یہاں سے کہیں قبل اقامت جائے راہ میں قصر ہی کرے اور واپسی میں بھی (۳) جب یہاں سے واپس آئے اور اب بھی پندرہ دن کے اندر کہیں جانے کا ارادہ ہے تو یہی شقوق و احکام ہیں (۴) اب وہ ارادہ نہیں یا ابتدائے تعین ہی میں ۱۵ روز کے اندر کہیں جانے کی نیت نہ تھی تو بھی سے یا اب یہاں آکر قیام ہو جائے گا پوری پڑھے اس صورت چہارم میں اس کا حکم شقوق ارادہ آئندہ کی طرف رجوع کرنے کا صورت **رابعہ** قیام ہے اور یہ جبکہ محل اقامت اس میں (۱) جب تک یہاں رہے گا اتمام کرے گا اگرچہ ایک ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو (۲) یہاں سے کہیں جائے اور جاتے اور آتے اور ٹھہرتے اور واپس آکر ہمیشہ پوری پڑھے گا جبکہ وہ جبکہ مدت سفر پندرہ دن ہو (۳) اگر مدت سفر ہو جائے راہ میں قصر کرے اور وہاں پوری پڑھے اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو ورنہ وہاں بھی قصر کرے (۴) جب وہاں سے واپس آئے راہ میں قصر کرے یہاں پہنچ کر یہی شقوق و احکام ہیں جبکہ پندرہ دن کے اندر جانے کا ارادہ نہ ہو (۵) اگر بعد واپسی یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو یہاں آکر بھی قیام نہ ہوگا کہ یہ وطن اقامت بوجہ سفر باطل ہو گیا اور اب قصد اقامت نہیں اس صورت پنجم میں اس کا حکم شقوق صورت ثالثہ کی طرف راجع ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از ایشیون دودھوا گھاٹ ضلع کھیری نکیم پور کا رخانہ عبداللطیف خاں صاحب ٹھیکہ دار سرفراز شاہ خاں اہل نجدی لاہوری فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایشیون دودھوا گھاٹ ایک جنگل کا مقام ہے اور یہاں پر نہ آبادی ہے نہ راجت ہوتی ہے اور میں ایک ٹھیکہ دار کا ملازم ہوں اور بظاہر مجھ کو امید ہے کہ اس جنگل میں قیام جب تک کہ ملازمت قائم ہے برابر رہے گا اسی خیال سے میں پوری نماز ادا کرتا تھا اب ایک شخص سکنہ پہلی بھیت نے یہ کہا کہ تم کہیں پر قصر پڑھنا چاہیے خواہ تم ایک سال رہو یا نادر ہو اسناد آپ کی خدمت میں یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کا جو حکم ہو اس سے مطلع فرمائیے تاکہ شک و غہ ہو اور اس کے مطابق نماز ادا کی جائے۔



## الجواب

جبکہ وہاں آبادی ہے نہ جائے قیام ہے تو اگر یہ وہاں مسافر ہو کر پہنچا یعنی تین منزل سے ارادہ کر کے بیچ میں بغیر سفر توڑے وہاں پہنچا تو جب تک وہاں رہے گا قصر کرے گا اگرچہ کتنی ہی مدت گزرے اور اگر وہاں مقیم ہو کر پہنچا یعنی تین دن کی راہ سے کم فاصلہ وہاں تک بقایا زیادہ تھا مگر بیچ میں دوسری جگہ ٹھہرا ہوا آیا کہ پچھلے قصد سے یہاں تک مدت سفر نہ تھی تو جب تک رہے گا پوری پڑھے گا اگرچہ ایک ہی دن رہے قیام کا اصلاً قصد نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ غلام جان صاحب طالب علم ۸۸ ارشوال مسئلہ ۳۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جس پر نماز قصر ہو رہے سفر میں اگر دیدہ و دانستہ بہ نیت زیادہ ٹوٹا پوری نماز پڑھے گا تو گنہگار ہو گا یا نہیں۔

## الجواب

بیشک گنہگار و مستحق عذاب ہو گا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اولدن ضلع جھانسی مدرسہ محمد تقی خاں سب انسپٹر پولیس اسٹیشن ۳۲ رڈی الحجہ مسئلہ ۳۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں ضلع جھانسی میں ملازم ہوں جو کہ ضلع بدایوں سے قریب ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور مقام جھانسی میں تھانہ اولدن میں تعیناتی ہے پندرہ روز تک کبھی تھانہ میں ٹھہرنا نہیں ہوتا علاقے کے دیہات میں برابر بسلسلہ کار گورنمنٹ تفتیش وغیرہ کے گشت رہتا ہے لہذا التماس ہے کہ ایسی صورت میں نماز قصر پڑھنا چاہیے یا پوری نماز پڑھنا۔

## الجواب

جو مقیم ہو اور وہ دس دس پانچ پانچ بیس بیس بیس بیس کو س کے ارادے پر جائے کبھی مسافر نہ ہو گا ہمیشہ پوری پڑھے گا اگرچہ اس طرح دنیا بھر کا گشت کرے جب تک ایک نیت سے پورے چھتیس کو س یعنی ساڑھے ستاون میل انگریزی کے ارادے سے نہ چلے یعنی بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی نیت ہو اور اگر دو سو میل کے ارادے پر چلا مگر ٹوٹے کر کے یعنی بیس میل جا کر یہ کام کروں گا وہاں سے بیس میل جاؤں گا وہاں سے پچیس میل و علی ہذا القیاس مجہود و سو میل تو وہ مسافر نہ ہو گا کہ ایک نیت ارادہ ۵۰ میل کا نہ ہو وہاں جو مسافر ہے مقیم نہیں وہ جہاں ہے وہاں بھی قصر پڑھے گا اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے غلہ زیادہ کو وہاں بھی قصر ہی کرے گا جب تک پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کسی محل اقامت میں نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پبلی بحیث محلہ شیر محمد خاں مسئلہ حبیب احمد بریلوی ۲۵ رڈی الحجہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص علاقہ قندھار کے جنگل میں بنجاب تاجران لٹو ملازم ہے اور ایسی جگہ رہتا ہوتا ہے جہاں سے ایک یا دو میل یا کم و زیادہ کے فاصلہ پر آبادی اور زراعت ہوتی ہے یا انگریزی عملداری کے جنگلات میں ملازم ہے جو جہت مذکورہ بالا ہے

یا اسٹیشن ریلوے جگہ میں ہے وہاں سے بھی دو یا تین میل کے فاصلہ پر آبادی اور زراعت ہے اور آقا جب بھیجتا ہے تو کچھ مدت مقرر نہیں کرتا تو ان صورتوں میں ملازم کو نماز قصر ادا کرنا واجب ہے یا پوری اور اگر غنما کے لئے تو اُس کو قصر پڑھنا چاہیے یا پوری زید کا قول کہ نماز قصر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اول عمارت ہندو کی ہے یعنی نیپال دوسرے جگہ اقامت پر نہ آبادی ہے نہ زراعت ہوتی ہے یعنی کچھ فاصلے پر ہے تیسرے صورت اول میں خود غنما نہیں آقا جب چاہے منتقل یا علیحدہ کر سکتا ہے اور عمارت انگریزی میں بھی اگرچہ اسٹیشن ہے مگر زراعت نہیں ہوتی ہے نوکری پر جو مذکورہ خود غنما پر بوجہ نہ ہونے زراعت کے قصر واجب ہے اقامت کی شرط میں زراعت بھی ہے عمر کی دلیل یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا جن مقام اقامت سے ایک میل یا کم زیادہ پر زراعت ہوتی ہے مگر فراہمی غلہ وغیرہ میں کوئی وقت پیش نہیں آتی ہے دوسرے مقام اقامت کو جگہ ہے مگر دس بیس پچاس آدمی ہمراہ ہوتے ہیں جو عرصہ تک ایک جگہ مقیم رہتے ہیں جانور دہند وغیرہ بالکل خون نہیں ہوتا ہے تیسرے یہ کہ کوئی آقا ملازم کو جب بھیجتا ہے تو کام ختم کر کے آنے تک کے لیے درمیان میں اگر ضرورت ہوتی تو وہاں سے منتقل یا علیحدہ کر دیا یہ معتبر نہیں اس صورت میں ارادہ ملازم کا معتبر ہے اگر پندرہ یوم کا ارادہ ہے تو پوری ادا کرے تو دونوں کی اقامت درست ہے یا نہیں۔ بدینا توجروا

### الجواب

جو مسافر تھا اور اس جگہ تک جانے میں بھی اُسے سفر کرنا پڑا کہ فاصلہ تین منزل سے کم تھا وہ وظاہر ہے کہ مقیم تھا اور مقیم ہی رہا اُسے قصر حرام ہے اور پوری پڑھنی فرض ہے اگرچہ وہ جگہ نماز ہو مگر الزام و ردالمعنا میں ہے ہذا ان سائر ثلثۃ ایام والا فیکبر وھو فی المفارقات اور جو مسافر تھا یا وہاں تک جانے سے مسافر ہوا کہ فاصلہ تین منزل یا ناٹک تھا ضرور مسافر ہے اگر عادت معلوم ہے کہ جس کام کے لیے بھیجا گیا وہ پندرہ دن یا ناٹک میں ہوگا اور جگہ ایسی ہو جہاں اقامت ممکن ہے اگرچہ آبادی وہاں سے دو تین میل فاصلہ پر عمارت زراعت نہ ہو وہاں پہنچ کر مقیم ہو جائے گا اور پوری پڑھنی لازم ہوگی خاص وہاں زراعت ہونا کچھ ضرور نہیں نہ ہندو کی عمارت ہونا کچھ مانع کہ یہ کہ درخت مانع کے ساتھ ہے اس سے تعرض نہیں کیا جاتا اور غنما میں ہے من دخلہا بامان فالہ ینتم اور یہ احتمال کہ شاید کوئی ضرورت پیش آئے اور جس کا توکر ہے وہ دوسری جگہ بھیجے معتبر نہیں ایسا احتمال ہر شخص کو ہر حال میں ہے ادا جب نوکر کا حکم ہے تو خود مختار تو بدرجہ اولیٰ جبکہ پندرہ دن یا ناٹک کی نیت کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از اٹادہ محلہ ثابت گنج مرسلہ محمد براہیم خاں صابری مارہروی ۲۲ شوال ۱۳۳۷ھ

دید کی سسرال اُس کے مکان سکونہ سے بسفر میل ۱۴ میل کے فاصلے پر ہے اور بیوی بچے اُس کے سب سسرال میں رہتے ہیں سسر زید اپنے کاروبار کی وجہ سے زیادہ گراہنے مسکن پر رہتا ہے اہل بال بچے جو اُس کے سسرال میں رہتے ہیں بلکہ ضرورتاً عرصہ ۱۰ ماہ سے ان کو وہاں چھوڑ رکھا ہے ایسی صورت میں جب زید اپنے مسکن سے اپنے بال بچوں میں ہونے کے واسطے بایں ارادہ کیا کہیں چھوڑ دے یا پندرہ دن کے بعد یا عینہ بھوکے بعد واپس آؤں گا تو اُس پر قصر واجب ہے یا نہیں اور اگر کسی موقع سے اُس نے قصر نماز ادا کی ہو جس کو کہ وہ اپنے علم کے موافق قصر نہیں مہلتا مگر شرعی اصول کے موافق اُس پر قصر واجب ہو تو اُس کے ذمہ کچھ کاغذ ہے یا نہیں

## الجواب

جبکہ مسکن زید کا دوسری جگہ ہے اور بال بچوں کا یہاں رکھنا عارضی ہے تو جب یہاں آئے گا اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے گا قصر کرے گا اور پندرہ دن یا زیادہ کی نیت سے مقیم ہو جائے گا پوری پڑھے گا جس پر شرعاً قصر ہے اور اس نے جملہ پوری پڑھی اس پر مواخذہ ہے اور اس نماز کا پھیرنا واجب - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ریاست فریہ کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مسئلہ منشی محمد علی ارم ۶ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل میں ایک کثیر علم ریونیونگ رہتا ہے جس کا یہی کام کہ ہفتہ عشرہ ایک دن دو دن زیادہ کم کسی ملازم ریلوے کے بیمار ہو جانے تحقیق میں آجانے رخصت جانے پر اس کی جگہ جاتے رہتے ہیں اور اسی طرح تین چار برس رات دن پھرتے رہتے ہیں جس سے کہیں بیس دن بیس اور زیادہ دو دو چار چار دن ہی رہنا پڑتا ہے ان کے لیے نماز میں قصر کا حکم ہے یا نہیں -

## الجواب

اگر اپنے مقام اقامت سے ۵۰ میل کے فاصلے پر علی الاصل جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو تو قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے ہاں یہ جو بھیجا گیا اگر اس وقت حالت سفر میں ہے مقیم نہیں تو مکمل جتنی دو بھی بھیجا جائے گا سفر ہی رہے گا جب تک پندرہ دن کامل ٹھہرنے کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن نہ پہنچے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شرمحلہ بہاری پور سنوٹہ نواب وزیر احمد خاں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج قصد تھراں وقت دس بجے کی گاڑی سے ہے تھراں تک قصر نہیں تھراں سے قصد رامپور کا ہے تھراں سے رامپور تک قصر ہے لیکن درمیان میں بریلی پڑے گی اترنا نہیں ہوگا اس صورت میں قصر کا کیا حکم ہے تھراں میں بھی قصر پڑھا جائے یا نہیں اور اگر تھراں میں قصد رامپور کا فتح ہو جائے تو قصر کو قصر کیلئے جائے یا نہیں - بیذاً توجروا

## الجواب

یہاں سے تھراں تک اور تھراں کے قیام تک قصر نہ کریں جب تھراں سے بخط مستقیم رامپور کا ارادہ ہو تو راہ میں بھی اور رامپور میں بھی اور بریلی تک ایسے آنے میں بھی قصر کریں لا محضہ جانے میں اگرچہ بریلی کے اسٹیشن پر گزر ہو گا مگر وہ بریلی میں گزرنے کے لئے نہیں کہ قصر کا قصر کر دیں اس لیے کہ یہاں اسٹیشن خارج شہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از سنہیل مراد آباد محلہ دیپا سرائے سنوٹہ مولوی محمد ایوب صاحب ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

مسافر اگر نماز پوری چار رکعت پڑھا دے تو مقیمین کی نماز ہوگی یا نہیں - بیذاً توجروا

## الجواب

مسافر اگر بے نیت اقامت چار رکعت پوری پڑھے گا گنہگار ہوگا اور مقیمین کی نماز اس کے پیچھے باطل ہو جائے گی اگر دو رکعت ادائی کے بعد اس کی اقتدا باقی رکھیں گے - واللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ -** از پہلی مجیت محلہ پنجابیان مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کوئی شخص اپنے وطن اصلی سے سفر کر کے دوسری جگہ میں جو سفر شرعی تین منزل سے فائدہ ہے بضرورت تعلقات تجارت یا نوکری وغیرہ کے جا رہا ہو مگر اہل و عیال اُس کے وطن اصلی میں ہوں اور اکثر قیام اُس کا وطن ثانی میں رہنا ہو گا ہی سال بھر میں ہمیشہ دو مہینہ کے واسطے اہل و عیال میں بھی رہ جاتا ہو یا بعض اہل کو ہمراہ لے جاوے اور بعض کو وطن میں چھوڑ جاوے یا کل متعلقین ہمراہ لے جاوے صرف مکانات وغیرہ کا تعلق وطن اصلی میں باقی ہوا وہ ان سب صورتوں میں اُن کا زیادہ تر اور اکثر قیام وطن ثانی میں رہتا ہے اور کم اتفاق رہنے کا وطن اصلی میں ہوتا ہے اور بظاہر وجہ قیام وطن ثانی کے وہی تعلقات جدید ہیں اور در صورت قطع تعلقات جدیدہ کے وطن اصلی میں واپس آجانے کا بھی قصد رکھتا ہے ایسی صورت میں یہ شخص کہیں سے سفر کرتا ہو وطن ثانی میں آوے اور ۱۵ روز قیام کا قصد نہ رکھتا ہو تو صلاۃ و باعیدہ کو پورا پڑھے مثل وطن اصلی کے یا قصر کرے مثل مسافروں کے بینوا توجروا۔

**الجواب**

جبکہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے نہ وہاں اس نے شادی کی نہ اُس سے اپنا وطن بنا لیا یعنی یہ عزم نہ کیا کہ اب میں یہاں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی بر بنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہونی اگرچہ وہاں بضرورت معلوم قیام زیادہ اگرچہ وہاں برائے چندے یا نا حاجت اقامت بعض یا کل اہل و عیال کو بھی لے جائے کہ بہر حال یہ قیام ایک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل و مستقر تو جب وہاں سفر سے آئے گا جب تک پندرہ دن کی نیت ذکرے گا قصر ہی پڑھے گا کہ وطن قامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے فی الدائمۃ والوطن الاصلی موطن ولادۃ و تاملہ او توطنہ بدائمۃ اس میں ہے قولہ او تاملہ ای تزوجہ قال فی شرح المنیۃ ولو تزوج المسافر ببلد ولم یزل الاقامۃ بہ فقیل لا یصیر مقيما و هو الاوجہ قولہ او توطنہ ای عزم علی القرائنہ وعدم الارتحال وان لم یزال فلو کان لہ ابوان ببلد غیر مولدہ و هو بائع و لم یزال بل فلیس ذلک و مائلہ الا اذا عزم علی القرائنہ و ترک الوطن الذی کانہ قبلہ شرح المنیۃ تنویر میں ہے ویطی وطن الاقامۃ بمثلہ والاصلی والسفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## باب الجمعة

**مسئلہ -** مرسلہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ اکبرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہیات میں جمعہ جائز ہے کہ نہیں اودہ آبادی جس کی مسجد میں اس کے ماکن رہا مکین شہر ہے یا گاؤں۔ بینوا توجروا۔

## الجواب

دیہات میں جمعہ ناجائز ہے۔ اگر پڑھیں گے گناہگار ہوں گے اور نظر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا فی الدار المختارہ فی الفقہیہ۔ صلاۃ العید فی القریٰ نکرہ تحویہا ای لانہ اشتغال بالاصبح لان المصی شرط الصحۃ النہی اقول فالجمعة اولی لان فیہا مع ذلك اما ترک الظہر وہو فرض او ترک جماعہ وہی واجبة ثم الصلاة فرادی مع الاجتماع وعدم المانع شتیعة اخرى غیر ترک الجماعۃ فان من صلی فی بدیتہ منعزل عن الجماعۃ فقد ترک الجماعۃ وان صلا فرادی حاضرین فی المسجد فی وقت واحد فقد ترکوا الجماعۃ واتوا بهذا الشتیعة زیادة علیہ فیؤدی الی ثلث محظورات بل اربع بل خمس لان ما یصلوہ لہا لیکن مفترضا علیہم کان لفلان واداء النفل بالجماعۃ والتداعی مکروہ ثم یمتنعقوا واما فريضة علیہم وليس كذلك فهذه خامسة وهذا من مشترکان بین الجمعة والعیدین صحت جمعہ کے لیے شرط ہے اور شہر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں اس کے سکان جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد و عاقل بالغ تندرست نہ سما سکیں ہمارے اللہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ظاہر روایہ کے خلاف ہے اور جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے مروج عنہ اور مشرک ہے کما فی البحر الرائق والخیرۃ ورد المختار وغیرہا۔ اور فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر الروایہ پر عمل واجب ہے کما فی البحر والدردر وغیرہما **اقول** محققین تصریح فرماتے ہیں کہ قول امام ہر فتویٰ واجب ہے اس سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ مذہب قول صاحبین پر اتفاق کریں اللہ اعلم بالصواب دلیل او تعامل بخلافہ نص علی ذلك العلامة زین بن نجیم فی البحر والعلامة خیر الدین الرمسی فی فتاواہ شیخ الاسلام صاحب الہدایۃ فی التجبیس والمحقق حیث اطلق فی الفقہ والشرائع الطحاوی والسید الشامی فی حواشی الدردر وغیرہم من اجلة العلماء الکوام الغر کما بینا فی کتاب النکاح من العطايا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ تو جہاں قول صاحبین بھی امام ہی کے ساتھ ہے ایک روایت نوادر صرف ہو جہاں اختلاف فتویٰ متاخرین کیونکہ معمول و مقبول اور اللہ ثلاثہ کا ظاہر الروایہ میں جہاد ہے مشرک و لائق عدول ہوا جرم شرح نقایہ و مجمع الانہر میں تصریح فرمائی کہ شہر کی یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں۔ کما ستم نصہ **اقول** معہذا ہمارے اللہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے جو اقسام جمعہ کے لیے مصر کی شرط لگائی اس کا ماخذ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی حدیث صحیح ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ علیہ السلام نے اپنی مصنفات میں روایت کیا لاجمعة ولا تشراب ولا صلاة فطرہ۔ الاضحیٰ الا فی مصر خارج او مدینۃ عظیمہ ظاہر ہے کہ اس روایت غریبہ کی تعریف بہت سے چھوٹے چھوٹے فرعون پر صادق نہیں کوئی مصر جامع یا مدینہ نہ کہے گا کما اشار الیہ العلامة الطحاوی فی حاشیۃ العلائی تو اس قول کا اختیار اصل مذہب سے عدول اور اس کے ماخذ کا تصریح خلاف ہے اور گویا مخالفوں کے اس اعتراض کا پورا کر لینا ہے کہ حقیقہ نے یہ شرط بے توقیف شائع اپنی رائے سے لگائی اس کے سوا عند تحقیق اس پر بہت اشکال وارد ہیں جن کی تفصیل کو دفتر دیکار طرفہ ہے کہ وہ پاک میلاد دہ شہر جس کی مصریت پر اتفاق ہے اور ان میں زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمعہ قائم یعنی مدینہ و مکہ زاد ہما اللہ تعالیٰ شرفاً و تکریماً اس تعریف کی بنا پر وہی شہر ہونے سے خارج ہوئے جاتے ہیں علی ما صحیح بہ العلامة ابراہیم الحنبلی فی الغنیۃ والعلامة السید الشرائع الطحاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح تو اس کی بے اعتباری میں کیا شبہ

صحیح تفریق شہر کی یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد کوچے ہوں دہائی بازار ہوں زدہ جسے بیٹھ کتے ہیں اور وہ پرگنہ ہے کہ اُس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہوں اور اُس میں کوئی حاکم مقدمات رہا یا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کی خدمت و شوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے جہاں یہ تقریباً صادق ہو وہی شہر ہے اور وہیں جمع جائز ہے ہمارے المہ ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہی ظاہر الروایۃ ہے کما فی الہدایہ والخانیہ والظہیریہ والخلاصۃ والعیانۃ والحلیۃ والغنیۃ والدار المختار والہندیۃ وغیرہا اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم کے استاذ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد خاص حضرت امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ کما فی مصنف عبد الوفاق حدثنا ابن جریج عن عطاء بن ابی رباح قال اذا كنت فی قریۃ جامعۃ فتودی بالصلاة من یوم الجمعة فحق عليك ان تشهد ما سمعت النداء اوله تسمعه قال قلت لعطاء ما القریۃ الجامعۃ قال ذات الجماعة والامیر والقاضی والدور والمجمعة الاخذ بعضها ببعض مثل جدۃ اور یہی قول امام ابو القاسم صفار طبعۃ التلمیذ امام محمد کا مختار ہے کما فی الغنیۃ اسی کو امام کرخی نے اختیار فرمایا کما فی الہدایۃ۔ اسی پر امام قدوسی نے اعتماد کیا کما فی مجمع الاثر اسی کو امام شمس الامم سرخسی نے ظاہر المذہب عندنا فرمایا کما فی الخلاصۃ اسی پر امام علاؤ الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اللہ ان کے تلمیذ امام ملک العلما ابو بکر مسعود نے بیان شرح مخفیہ بنویں دیا کما فی الحلیۃ اسی پر امام فقیہ النفسانی صاحب نے جزم و اقتصار کیا کما فی فتاواہ اور اسی کو شہرہ شجاع صغیر میں قول معتد فرمایا کما فی الحلیۃ والغنیۃ اسی کو امام شیخ الاسلام برہان لدین علی فرغانی نے مزج رکھا کما فی شہاح المغنیۃ اسی کو مضمرات میں اصح ٹھہرایا کما فی جامع الرموز ایسا ہی جو اثر الاخلاطی میں لکھ کر ہذا اقرب الاقارب الی الصواب کما کہ روایتہا فیہا ایسا ہی غیاثیہ میں لکھا کما فی الغنیۃ اسی کو تاتاری خانیہ میں علیہ الاعتماد فرمایا کما فی الہندیۃ اسی کو غیاثیہ شرح ہدایہ وغنیۃ شرح منیہ و مجمع الانہر شرح مفتی البحر و جواہر و شرح نقایہ قستانی میں صحیح کیا اخیر میں ہے یہی قول متول علیہ ہے اسی کو مفتی البحر میں مقدم و ماخوذ ٹھہرایا اسی پر کنز الدقائق و کافی شرح وانی و نور الایضاح و علیگیریہ وغیرہا میں جزم و اقتصار کیا قول دیگر کا نام بھی نہ لیا اسی کو غیاثیہ شرح ہدایہ میں علیہ اکثر الفقہاء فرمایا حکما فی حاشیہ المواقی للعلامة الطحطاوی اسی کو علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نور الایضاح میں اصح و علیہ الاعتماد فرمایا اسی پر علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ شرنبلالیہ میں اعتماد اور قول آخر کا رد بلغ کیا اسی پر امام ابن التمام محمد و علامہ اسماعیل نابلسی و علامہ فتح آقندی و علامہ سید احمد حموی وغیرہم کبرائے اعلام نے بنائے کلام فرمائی۔ شرح کل ذلک بطول علامہ ابراہیم طبری شرح مفید میں فرماتے ہیں الحد الاصحیح ما اختارہ صاحب الہدایۃ انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و تنزیع صدور الشرایع لہ عند اعتذارہ عن صاحب الوقایۃ حیث اختار الحد للفقہاء لیتظہروا التوافی فی الاحکام مزین بان المراد القدرة علی اقامتها علی ما صرح بہ فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ بلدة کبیرۃ فیہا اسلاف والسوان ولہا رسایون فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحجتمہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح اہ ملبتی البحر و مجمع الانہا میں ہے ہو ظاہر المذہب علی ما نص علیہ السرخسی و ہوں

اختیار الکفری والقدری وقیل قائلہ صاحب الوقایہ وصدور الشریعۃ وغیرہا مالوا اجتماع اہلہ فی اکبر مساجد کلا یسعہم  
وہو اختیار النجی وانما اورد بصیغۃ التمریض لانہم قالوا ان هذا الحد غیر صحیح عند المحققین مع ان الاول یكون ملائماً للشرط  
وجود السلطان وناثبہ ومناسباً لما قالہ الامام رحمہ اللہ تعالیٰ فی الغایۃ ہوا الصحیح اہ ملخصاً هذا اجملة الکلام وللتفصیل  
محل آخر واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از کلام مصلح گدہ سپرد مرسلہ صحیح مراد علی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۳۵ھ

بشرط خدمت با عظمت حضرت من مولانا فیاض الدین حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب مقیم بریلی نادا شرفیضاً نہ بعد السلام علیکم وعلیٰ  
زیارات خدمت شریف میں عرض یہ ہے کہ نماز جمعہ کی فرضیت میں اختلاف چلا آتا ہے اس سے اطمینان حاصل نہیں بعض عالم فاضل قابل فتویٰ  
کے فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کے عین فرض ہے کوئی امر حالات موجودہ سلطنت سے اُس کے فرضیت کا مانع نہیں خالصاً بلا شک و شبہ عین  
فرض یقیناً نماز جمعہ برصدق دل سے آمنا و صدقاً سے یقین رکھنا چاہیے اور جو بعد نماز جمعہ کے احتیاطی فرض نماز پیشین کی پڑھی جاتے  
ہیں یہ نہیں پڑھنی چاہیے اور بعض بعض عالم فاضل لائق فتویٰ کے بنظر حالات سلطنت وقت کی فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ واقعی عین فرض تھا مگر  
اس وقت بوجہ نہ ہونے سلطنت اسلام کے وہ فرضیت جو دراصل تھا اب وہ نہیں رہا نماز جمعہ کے بجائے فرضیت کے بمنزلہ مستحب کے فرماتے  
ہیں اور فتویٰ دیتے ہیں کہ نماز جمعہ کا ایک بڑا بھاری رکن اسلام کا ہے اس کا ترک اور ان کا مطلقاً چھوڑنا اچھا نہیں بہر حال پڑھنا نماز جمعہ  
ثواب ادا اچھا ہے اور ساتھ اس کے یہ بھی فتویٰ فرماتے ہیں کہ بعد نماز جمعہ کے احتیاطاً نماز سب پیشین کی معہ فرضوں کے پڑھ لینا ضرور  
چاہیے اس واسطے جناب میں التماس پیش کیا جاتا ہے کہ جناب اس میں کس طرح فرماتے ہیں کہ مطابقت فرقہ علمائے اول کے جو عین فرضیت  
فتویٰ فرماتے ہیں یا برخلاف اُس کے اور مطابقت فرقہ علمائے گروہ ثانی کی جو مستحب فرماتے اور پیچھے نماز جمعہ کے جملہ نماز پیشین معہ فرضوں کی احتیاطاً  
پڑھ لینا فرماتے ہیں جناب بالتشریح اسے درخواست کے محاذ پر مفصل حال جو جناب کے فتویٰ سے بہتر اور اولیٰ ہو تحریر فرمادیں تاکہ ان دونوں  
فریق کے بحث مختلف سے یک سوا اطمینان حاصل ہو فقط ۲۲ ماہ ستمبر ۱۳۳۵ھ

**الجواب**

اللہم ھدایۃ الحق والصواب۔ اصل فرضیت جمعہ میں کسی کو کلام نہیں کہ وہ نہ صرف مجمع علیہا یا نص قطعی سے ثابت بلکہ اعلیٰ  
واجل ضروریات دین سے ہے مگر جمعہ باجماع امت مشروط بشرط ہے ہمارے اللہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو شرائط اُس کے  
لیے عین فرمائے شک نہیں کہ ان بلاد میں ان کا پورا پورا اجتماع قدرے محل اشتباہ و نزاع مہذا یہاں عامہ بلاد میں جماعات جمعہ متعدد ہوتی ہیں  
اور اگرچہ مذہب مفتی بہ میں تعدد جمیع مثل عیدین مطلقاً جائز اسی پر کثرت ودائی و کاتی و لائق و تنویر دہندیہ و مطھادی و شامی وغیرہا میں اعتماد  
فرمایا امام اجل مفتی الجب الانس نجم الدین نسفی پھر علامہ ابن دہبان نے اپنے منظومہ اور علامہ یوسف حلبی نے ذخیرۃ العقبیٰ اور علامہ شرنبلالی نے  
مرآۃ الفلاح میں اسی کو قول صحیح امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بتایا مشرّح وقایہ میں ہے بلیغی مشرّح الجمع للعلامہ ابدر العینی میں ہے  
علیہ الفتویٰ فتح القدیر میں ہے علی المفتی بہ محیط التمس الامم سرخسی میں ہے الصحیح و بہ ناخذ بتیین المحتاج و مجرد فتح و شرح دہبانہ و مخ الفکار





ان بلاد میں مطلقاً صحت جمعہ کو قطعی یقینی بلا اشتباہ ماننا افراط اور اقلیل مذہب و خلافیات مشائخ سے غفلت و ذہول ہے اور جمعہ کو صرف درجہ سبب میں جاننا محض باطل و تقریط و قواعد شرع و مقاصد المذہب سے عدول اگر اول حق ہوتا تو احتیاط کی کیا حاجت تھی کہ خروج عن العہدہ بالیقین ہو لیا اور ثانی صحیح ہوتا تو صرف احتیاط ماننے کے کیا معنی تھے بلکہ یقیناً ظہر فرض قطعی ہوتا اور ایک سبب کے سبب جماعت ظہر کو کہ علی المعتمد واجب ہے ترک کرنا مکروہ تحریمی مہذا جمعہ مستحکم نہ شرع سے مہود نہ کلمات علماء اُس کے مساعد پس قول وسط و انصاف یہ ہے ان شہروں میں جمعہ ضرور لازم ہے اور اُس کا ترک معاذ اللہ ایک شعار عظیم اسلام سے اعراض اور ان چار رکعت احتیاطی کا خواص کو حکم اور ناہم مایموں کے حق میں اغماض واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - مسئلہ مولوی الیاف خاں صاحب ۱۲۱ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ جو فتاویٰ ابوالبرکات میں لکھا ہے کہ لا تجوز الجمعة حتی یعلم الخلیف معناه یہ صحیح ہے یا کیا - بیہذا توجروا

**الجواب**

خطیب کا معنی عبارت خطبہ سمجھنا شرط کیا معنی ہرگز واجب بھی نہیں کہ آئم کہ سکیں جمعہ ناجائز ہونا تو درکنار اگر یہ قول صحیح ہوتا واجب تھا کہ کتب مشہورہ متداولہ اُس کی تصریحوں سے مالا مال ہوتیں ایسا نہایت ضروری مسئلہ جس پر نماز فرض کے صحت و بطلان کا مدار ہوا اور متون و شروح و فتاویٰ کہیں اُس کا پتہ نہ دیں ہرگز عقل سلیم اُسے قبول نہیں کر سکتی و لہذا مجتہدین جو بہت سی شرائط نیت نماز فرض و نفل میں ذکر کیں جن کا تصانیف معتبرہ میں وجود نہ تھا علماء نے اسی وجہ سے ان کی طرف اصلاً التفات نہ فرمایا یا اشتباہ میں ہے من الغریب ما فی المجتہدین لا بد من نية العبادۃ والطاعة والقربة وانه يفعلها مصلحة له في دينه وان يكون اقرب الى ما وجب عنده عقلاً من الفعل واداء الامانة وابعدهما حرم عليه من الظلم وكفران النعمة ثم هذه النيات من اول الصلاة الى آخرها خصوصاً عند الانتقال من ركن الى ركن ولا بد من نية العبادۃ في كل ركن والنفل كالنفل فيهما الا في وجه واحد وهو ان ينوي في النوافل انما لطف في الفرائض وتسهيل لها اھ ملخصاً غزاليون میں ہے الغزابة في كون هذه النيات لا بد من نيتها فان الفقهاء لم يذكروا ذلك في كتبهم متوناً وشرحوماً وفتاویٰ اھ اور مجتہدین اگرچہ مثل سائر تصانیف ناہدی کتب معتبرہ سے نہیں تاہم مشہور مصنف کی مشہور تصنیف ہے جس سے علماء ابعد نے صد ہا مسائل نقل فرمائے مگر ایسے ہی نادر و غرائب کے باعث پایہ اعتماد سے ساقط ہوئی پھر بالفرض اگر فتاویٰ ابوالبرکات کا یہ مطلب ہو بھی تو اس قسم کے فتاویٰ ایک بات اور وہ بھی اتنی بے ثبات جس پر شرع سے اصلاً دلیل نہیں کیونکہ ادنی التفات کے قابل ہو سکتی ہے اس میں شک نہیں کہ تدریسی جمال محمود کمال مقصود ہے مگر فقہائے کرام نے عموماً عبادات کے کسی ذکر میں نفس نیت کے سوا قلب کا کوئی حصہ ایسا نہیں رکھا جس پر فساد و صحت کی بنا ہو یا نیک کہ اصل حضور قلب جس کے معنی یہ ہیں کہ صدر نفل و قول پر متنبہ ہو اگرچہ معنی کلام نہ سمجھے یہ بھی صحت نماز کے لیے ضروری نہیں مطلقاً و خزانہ

لہ قلت افعی الزاھدی ہذا عن اعتزالہ فان الوجوب عند اھل الحق شرعی لا عقلی ۱۲ منہ

وسراجیہ و شرح قیدانی للفتاویٰ وغیر الیون و رد المحتار وغیرہ میں ہے لا یعتبر قول من قال لا قيمة لصلاة من لم یکن قلبہ فیہا  
معہ علامہ شامی نے فرمایا حضور القلب هو العلم بالفعل والقول الصادرین وهو غیر المقہم لان العلم بنفس اللفظ غیر العلم  
بمعنی اللفظ اور خطبہ جمعہ کا ذکر تذکیر کے لیے مشروع ہونا کما قال تعالیٰ فاسعوا لی ذکر اللہ ہرگز اس دعوت کا مثبت نہیں ہو سکتا  
کہ جب الفاظ الفاظ ذکر ہیں اور اس نے بالقصد انھیں ادا کیا قطعاً ذکر متحقق ہوا تدریجی بد توقف نہیں ورنہ واجب کہ نماز میں بھی  
نعم منی فرض ہو قال تعالیٰ اقم الصلوة لئلا تری علاوہ بریں تذکیر سے تذکر زیادہ محتاج نعم و تدبر سے مرد باید کہ گیر داند گوشش و  
در نشست ست چند بردیوار و حالانکہ علم تصریح فرماتے ہیں کہ مقتدی اگر برسے یا سوسے یا اس قدر دودھ ہوں کہ آواز دجائے مگر وقت  
خطبہ حاضر ہوں کافی ہے شرط ادا ہو گئی نعم منی حیث نفس سماع کی بھی ضرورت نہیں رد المحتار میں ہے لا یشترط لصحتها کونھا  
مسموعة لعمد بل یکفی حضورہم حتی لو بعد واعند او فاموا الجزات تنویر میں ہے ولو صتماً **اقول** وباللہ التوفیق تحقیق  
امر ہے کہ ہر چند احکام شرعیہ عموماً حکم و مصالح سے ناشی ہوتے ہیں اور مشروعیت خطبہ کی حکمت یہی تذکیر و تدبر ہے مگر حکمت مدار حکم  
نہیں ہوتی کہ اس کے فقدان سے فساد و بطلان لازم آئے مثلاً شرع نکاح کی حکمت کثیر امت اذ نفس کی عفت کہ مرد و عینین وزن و تقا  
و قرا میں دونوں اور بجا است عظم اول منتفی مگر پھر بھی صحت نکاح میں شہدائیں صوم کی حکمت کسر شہوت اور نفس کی ریاضت پھر اگر کسی  
شخص کے مزاج پر رطوبت غالب اور اس کی وجہ سے شہوتین میں ضعف ہو کہ روزہ اسے نافع و موجب قوت پڑے تو کیا اسے روزے کا حکم  
نہ دیں گے یا اس کے صوم کو فاسد مانیں گے وحس علی ہذا یہ سب کلام اس تقریر پر ہے کہ عبارت مذکورہ سوال کا وہ مطلب ہو یا فتاویٰ  
فقیر کے نظر سے نہ گزرا کہ سیاق و سباق دیکھ کر نصیین مراد کی جاتی مگر جتنے لفظ سائل نے نقل کیے فقیر عنقریب اللہ تعالیٰ لہ کے رائے میں ان کی عمدہ  
توجیہ یوں ممکن کہ نیت نام قصد قلبی کا ہے اور قصد شے اس کے علم پر یوقوت آدمی جس چیز کو جانتا ہی نہ ہو اس کا قصد محض بے معنی آدمی شے کا  
جانتا اسے نہیں کہتے کہ صرف اس کا نام معلوم ہو جس کے معنی و مراد سے ذہن بالکل خالی ہو بلکہ اس کے مفہوم سے آگاہی ضروری ہے مثلاً  
طوطے کو زید کا نام سکھا دیں تو یہ نہ کہیں گے کہ وہ زید کو جانتا ہے اسی لیے علما فرماتے ہیں اگر کوئی شخص نماز فرض میں فرض کی نیت تو کرے  
مگر یہ نہ جانے کہ فرض کسے کہتے ہیں نماز نہ ہوگی کہ صلاۃ فریضہ میں نیت فرض بھی ضروری تھی جب وہ معنی فرض سے غافل ہے تو لفظ فرض کا  
خیال ہوا نہ نیت فرض کہ فرض تھی فی الاشباہ عن العناية انه ینوی الفریضۃ فی الفرض الخ ثم نقل عن القنیۃ ینوی الفرض ولا  
یعلم معناه لایجزیہ جب یہ واضح ہو لیا اور معلوم ہے کہ صحت خطبہ کے لیے نیت خطبہ شرط ہے یہاں تک کہ اگر منبر پر جا کر پھینک آئی اور  
پھینک پر الحمد للہ کہا خطبہ ادا نہ ہوا اشباہ میں ہے اما النیۃ للخطبۃ فی الجمعۃ فشرط صحتها حتی لو عطس بعد صعود  
المنبر فقال الحمد للہ غیر قاصد لہا لم تصح کما فی فتح القدیر وغیرہ الخ تو لازم ہوا کہ خطیب معنی خطبہ سے آگاہ  
ہو یعنی یہ جانتا ہو کہ خطبہ ایک ذکر الہی کا نام ہے تاکہ اس کی نیت کر سکے ورنہ نام خطبہ جانا بھی اور یہ نہ جانتا کہ خطبہ کسے کہتے ہیں بلکہ لوگوں  
کے دیکھا دیکھی بے سمجھے ایک فعل کر دیا تو بیشک نماز جمعہ ادا نہ ہوگی کہ یہ وہی نام خطبہ کا خیال ہوا نہ نیت خطبہ وقد منعن الشاخی  
ان العلماء باللفظ غیر العلم بمعناه والشرط انما ہونیۃ ما یعنی من الخطبۃ لانیت لفظ الخطبۃ وهذا ظاہر جدا اور

جب نیت نہ ہوئی کہ شرط صحت خطبہ تھی خطبہ نہ ہوا اور جب خطبہ نہ ہوا کہ شرط صحت جمعہ تھا جمعہ نہ ہوا جس طرح کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خود بھی ان کے سے افعال کرے اور معنی نماز سے جاہل ہو یعنی نہ جانے کہ نماز خدا کا ایک فرض ہے کہ بغرض امثال امر ادا کیا جاتا ہے ہرگز نماز نہ ہوگی اشباہ میں ہے لا یعلم ان الله تعالى على عباده صلاة مفروضة ولكن كان يصليها لادواتها لم يجزه یہ معنی ہیں منی خطبہ نہ جانے کے ذیہ کہ جو عبارت پڑھے اس کا ترجمہ سمجھنا ضروری ہے یہ کسی کا بھی مذہب نہیں۔ ہکذا یبلغی التوجیہ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** - اذا فضل گدھ ضلع بجور مرسلہ یوسف خاں وغیرہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید جمعہ کے دن جب خطبہ پڑھتا ہے تو اس کے بعد ترجمہ بھی پڑھتا ہے اس لیے خطبہ ثانیہ میں توقف ہوتا ہے اور خطبہ ثانیہ کے بعد ترجمہ پڑھنے سے نماز میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ خطبہ مع ترجمہ بزبان غیر عربی جمعہ یا عیدین کا جائز ہے یا نہیں اور توقف مابین ہر دو خطبہ شرعاً جائز ہے اور خطبہ ثانیہ کے بعد تاخیر نماز جمعہ میں ہوگی وہ بھی شرعاً جائز ہے۔ بینوا تو جروا۔

## الجواب

ترجمہ کے سبب خطبہ ثانیہ یا نماز جمعہ میں تاخیر فصل اجنبی تو نہیں ہے کہ ترجمہ خطبہ بھی خطبہ ہے اذ فیہا ما فیہا من الذکر والتذکر ہاں خطبہ کی تطویل ہوگی اور یہ خلاف سنت ہے خصوصاً اگر مقتدیوں پر ثقیل ہو کہ اب سخت مانعت ہے الحدیث قول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انت یا معاذ قالہ فی الصلاة فکیف فی الخطبة اور نہ بھی ہو تو خطبہ میں غیر زبان عربی کا خلط خود مکررہ اور سنت متوارثہ کے خلاف ہے کما بیناہ فی فتاوانا۔ ہاں عیدین میں خطبہ ثانیہ اگر لوگ راضی و متوجہ ہوں بہ نیت و عطف نہ بہ نیت خطبہ عیدینہ و نصیحت کر سکتا ہے اگرچہ وہی جو خطبہ میں بزبان عربی مذکور ہوئی فقد اتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد خطبة العید الی النساء فوعظھن و ذکرھن واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** - از کلکتہ دھرم تلم بلا مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) قلعہ کلکتہ میں دروازوں پر پھرا چوکی رہتا ہے اور دس پانچ کیا سوچ پاس آدمی بغرض سیر حائیں یا دوسری غرض سے مثلاً کسی کے ملاقات کو تو کوئی مانع و مزاحم نہیں ہوتا تین چار ہزار مزدور اندر کام کرتے ہیں جو صبح کو بے روک ٹوک اندر جاتے اور باہر آتے ہیں ہاں شب کے ساٹھے نہ بجے سے عام لوگ پانچ بجے تک اندر نہیں جاسکتے اندر بازا بھی ہے جو چاہے باہر سے اشیا خریدنے کو جائے کچھ مانعت نہیں اگر نہی جو قلعہ میں عمدہ بننا ہے اکثر لوگ اس کے خریدنے کو جاتے اور خرید کر لاتے ہیں ہاں یہ قاعدہ ہے کہ باہر سے جو چاہے جو چیز چاہے اندر لے جائے مگر اندر سے بغیر پاس کے کوئی چیز باہر نہیں لاسکتا مسجد اندر نہیں ہے جماعت اذان کے ساتھ ہوتی ہے پیشتر کی پلٹن میں مسلمان بکثرت تھے نماز باجماعت ہوتی تھی اب جو پلٹن ہے اس میں ہندو بہت ہیں مسلمان قریب شہر کے ہوں گے انھوں نے کرنیل سے درخواست کی کہ ہم اپنا مولوی نماز پڑھانے کی غرض سے رکھنا چاہتے ہیں اس نے اجازت دی اور انھوں نے رکھ لیا ایک وقت میں ایک مسلمان صاحب نے جو پلٹن کے سپاہیوں میں نہیں بلکہ ایک جرنیل کے ملازم ہیں بعض مسائل میں دوسرے مسلمان سے محبت کی اور مار پیٹ ہوئی کرنیل نے اُن تین مسلمان کو ان کی جماعت میں شریک ہونے سے

مانعت کردی اور ان سب سے کہہ دیا اگر شخص تمہاری نماز کی جگہ آئے تو اُس کو قید کر لو اور ہمارے پاس پہنچا دو ایسی حالت میں نماز جمعہ قلعہ کے اندر ادا ہو جائے گی یا نہیں۔ (۲) جمعہ کے دو رکعت فرضوں کے سوا کے رکعت نماز سنت پڑھنا چاہیے فرضوں سے پہلے کے رکعت اور بعد فرضوں کے رکعت اور احتیاطی نظر پڑھنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب

اللهم هداية الحق والصواب۔ اذن عام کہ صحت جمعہ کے لیے شرط ہے اُس کے یہ معنی کہ جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اُس شہر کے تمام اہل جمعہ کے لیے وقت جمعہ حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو تو وقت جمعہ کے سوا باقی تمام اوقات نمازیں بھی بندش ہو تو کچھ مضر نہیں بلکہ صرف رات کے ساڑھے نو بجے سے صبح کے پانچ بجے تک اکتب مذہب میں تصریح ہے کہ بادشاہ اپنے قلعہ یا مکان میں حاضری جمعہ کا اذن عام دے کر جمعہ پڑھے تو صحیح ہے حالانکہ قصر و قلعہ شاہی عام اوقات میں گزر گاہ عام نہیں ہو سکتے کافی شرح دانی میں ہے السلطان اذا اراد ان يصل بمحتمه في داره فان فتح بابا واذن للناس اذنا عاما جازت صلاته ثم دعا العامة اولادہ اسے کسی چیز کی باہر لانے کی مانعت تو یہاں سے کچھ علاقہ ہی نہیں رکھتی کہ وہ خروج سے منع ہے نہ دخول سے یہ وہیں مزدوروں یا سیر والوں یا خریداروں کو اجازت عام ہونا کچھ مفید نہیں کہ وقت نماز بہر نماز اہل نماز کو اجازت چاہیے اور ان کو ہونے نہ ہونے سے کیا کام آوے اور اذن اگرچہ انہیں لوگوں کا شرط ہے جو اس جمعہ کی اقامت کرتے ہیں رد المحتار میں ہے المواد الاذن من مقيمها مگر پڑھا ہر کہ تحقق معنی اذن کے لیے اُس مکان کا صالح اذن عام ہونا بھی ضرور ہے اگر کچھ لوگ قصر شاہی یا کسی امیر کے گھر میں جمع ہو کر باذان و اعلان جمعہ پڑھیں اور اپنی طرف سے تمام اہل شہر کو آنے کی اجازت عام دیدیں مگر بادشاہ امیر کی طرف سے دروازوں پر پرے بیٹھے ہوں عام حاضری کی مزاحمت ہو تو یقیناً کہ وہ اذن عام محض لفظاً ہے معنی ہوگا وہ زبان سے اذن عام کہتے اور دل میں خود جانتے ہوں گے کہ یہاں اذن عام نہیں ہو سکتا پس ما نحن فيه میں دو باتیں محل نظر ہیں اولاً اُس قلعہ کا صالح اذن عام ہونا یعنی اگر تمام اہل شہر اسی قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہیں تو کوئی مانعت نہ کرے طحاوی میں ہے لو ارادوا الصلاة داخلها ودخلوها جميعا لم يمنعوا اگر ایسا ہے تو بیشک وہ قلعہ صالح اذن عام ہے اور ایسی حالت میں دروازہ پر چوکی پہرا ہونا کچھ مضر نہ ہوگا کہ پہرا دی مانع ہے جو مانع دخول ہو و لہذا کافی میں بصورت عدم جواز صرف اجلس البوابین نہ فرما بلکہ ليمنعوا عن الدخول بڑھایا یہاں رحمانیہ میں محیط سے منقول ان اجلس البوابین علیہا ليمنعوا عن الدخول لہ تجزئہم الجمعة تو صرف شوکت شاہی یا اُس قانون کی رعایت کو کہ بے پاس کوئی چیز اندر سے باہر نہ جائے پہرا ہونا مکان کو صلاحت اذن عام سے خارج نہیں کرتا اور اگر اجازت سو پچاس یا ہزار دواہز کسی حد تک محدود ہے جیسا کہ بعض الفاظ سوال سے مستفاد اگر تمام جماعات شہر جانا چاہیں نہ جانے دیں گے تو وہ مکان بندش کا ہے اُس میں جمعہ نہیں ہو سکتا برائے میں اشتراط اذن عام کی دلیل میں فرمایا تسمى جمعة لاجتماع الجماعات فیہا فافترض ان تكون الجماعات کلها مأذونين بالخصوص تحقیقاً المعنى الاسد ثانیاً اگر ثابت ہو جائے کہ یہ قلعہ اذن عام کا مکان ہے تو جب تک کسی شخص خاص کو حاضری نماز سے مانعت نہ تھی جمعہ بیشک صحیح ہو جاتا تھا اب کہ اُس ملازم جرنیل کو منع کیا گیا تو محل نظر ہے کہ یہ مانعت ان مقيمان

جمعہ کی طرف سے بھی ہے یا نہیں اگر یہ اُسے جمعہ میں آنے سے منع نہیں کرتے اگرچہ اور نمازوں میں مانع ہوں اگرچہ کر نیل نے اُسے جمعہ سے بھی جبراً روکا ہو یا وہ خود بخود کر نیل نہ آتا ہو تو ان صورتوں میں بھی صحت جمعہ میں شک نہیں کہ جب یقیناً جمعہ کی طرف سے اذن عام اور وہ مکان بھی اذن عام کا صالح تو کسی شخص کو غیر جمعہ سے روکنا یا جمعہ میں اُس کا خود نہ آنا یا کسی کا جبراً اُسے باز رکھنا قاطع اذن عام نہیں ہو سکتا جیسے دذاتی لوگ کہ ہمیشہ حضوری مساجد سے ممنوع ہوتے ہیں یا اگر کوئی شخص بعض نمازیوں کو خاص وقت نماز اس لیے مقید کر لے کہ مسجد میں نہ ملے پائیں تو نہ یہ قادر اذن عام نہ یقیناً جمعہ پر اس کا الزام بلکہ ظاہراً مانعت کر نیل بھی کوئی اپنی طرف سے حکم جبری نہیں انھیں پلٹن والوں کی خاطر سے ہے اور انھیں کی مرضی پر رکھا ہے جب یہ مزاحمت نہیں کرتے تو کر نیل کو ہر غاش سے کیا مطلب اور اگر یہ خود اُسے حاضری جمعہ سے باز رکھتے ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ وہ شخص فی الواقع شریرہ مقصد و مودی ہے کہ اُس کے آنے سے اندیشہ فتنہ ہے جب تو ایسی مانعت بھی مانع صحت جمعہ نہ ہوگی کہ قادر اذن عام نماز سے روکنا ہے کما فی الطحاوی عن الخلی لابن من حملہ علی ما اذا منع الناس من الصلاة شرح عیون المذاهب پھر مجمع الانسیر پھر رعمنا پھر فتح المعین علامہ ابوالسعد الہری میں ہے واللفظ له الجمعة بالقلعة صحیحہ ان غلن باجمال ان الاذن العام مقرکلاھما وغلقه لمنع عدد و اعادة قدیمہ لا للصلی اور یہ روکنا درحقیقت نماز سے روکنا نہیں بلکہ فتنہ سے بندش ہے کما فی الشامی عن الطحاوی لا یضرب منع نحو النساء لحوث الفتنۃ انتھی اقول وتعلیلہ بعدہم التکلیف معلول بما فی الشامی عن العلامة اسمعیل مفتی دمشق الشام تلمیذ المحقق العلائی صاحب الدر المختار عن العلامة عبد العلی البرجدی شارح النقایۃ ان الاذن العام ان لا یمنع احدا ممن تصحیحہ من الجمعة کما لا یمنع فافهم علی خود فرماتے ہیں کہ مودیوں کو مساجد سے روکا جائے کما فی عمدۃ القاری للامام البدر محمد العینی وفی الرسائل الزینیۃ للعلامة زین بن نجیم المصری وفی الدر المختار منع منه (ای من المسجد) کل مودو ولو بلسانہ تو یہ روکنا کہ مطابقت شرع ہے نہ فی اذن نہیں اور اگر ایسا نہیں بلکہ یہ لوگ محض ظلم و جبر یا براہ تعصب روکتے ہیں تو بلاشبہ ان کا جمعہ باطل کہ ایک شخص کی مانعت بھی اذن عام کی مبطل فقہ مرع عن الشامی عن اسمعیل عن البرجدی ان لا یمنع احدا جامع الروایہ میں ہے الاذن العام بالصلاة بان یفتح باب الجامع او دار السلطان بلا مانع لاحد من الدخول فیہ اھ ہذا کلمہ مما اخذتہ تفقہا من کلماتہم وارجو ان یكون صوابا انشاء اللہ تعالیٰ (۲) دس سنتیں ہیں چار پہلے چار بعد ہی مخصوص علیہن فی المتن قاطبہ وقد صحیح عن الحدیث فی صحیحہ مسلم اور دو بعد کو اور کہ بعد جمعہ چھ سنتیں ہوتا ہی حدیثا و فقہا ثبت واحوط و مختار ہے اگرچہ چار کہ ہمارے ائمہ میں متفق علیہ ہیں ان دو سے مؤکد تر ہیں۔ الحدیث ابوداؤد بسند صحیحہ والحاکم وصحیحہ علی شرط الشیخین عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ کان اذا کان بکلمۃ فضلی الجمعة تقدم فضلی رکعتین ثم تقدم فضلی اربعاً (وفیہ) فقال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل ذلک هذا مختصر وتمام الکلام علیہ فی الفتح الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار عن ابی عبد الرحمن السلی قال قدم علینا عبد اللہ (یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فكان یصلی بعد الجمعة اربعاً فقدم بعدہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فكان اذا صلی الجمعة صلی بعدہا رکعتین واربعاً فاعجبنا فضل علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فاختارناہ۔ الفقہ فی ابی السعد الازہری تحت قول مسکین قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ السنۃ بعد صلاۃ الجمیعۃ ست رکعات اہ وبہ اخذ الطحاوی واکثر المشائخ عن عیون المذاہب والتجنیس اہ فی الجاہر الاخلاطی ہوما خوذ القاضی واخذ بہ اکثر المشائخ وھو المختار اہ فی مجمع الازہری بہ اخذ الطحاوی واکثر المشائخ مناد بہ یعمل الیوم اہ فی الجاہر الواقع فی الذخیرۃ والتجنیس وکثیر من مشائخنا علی قول ابی یوسف وفی منیۃ المصلی والا فضل عندنا ان یصلی اربعاً ثم رکعتین اہ فی الغنیۃ الا فضل ان یصلی اربعاً ثم رکعتین للخروج عن الخلاف اہ اور عام لوگوں کو احتیاطی نظر کے کچھ ضرورت نہیں۔ کما فصلنا فی فتاوانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از بھورہ کلاں پر گنہ و ضلع پہلی بھیت مرسلہ شیخ سالار بخش ۱۲ جادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ چار رکعت فرض ظہر مثل نفل یعنی چاروں رکعتوں میں سورت ملا کر پڑھنا چاہیے یا نہیں۔ بدینا توجروا

**الجواب**

وہ شہر و قصبات جن میں شرائط جمع کے اجتماع میں اشتباہ واقع ہو یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور آج کل ہندوستان کے عام بلاد ایسے ہی ہیں ایسی جگہ ہمارے علمائے کرام نے حکم دیا کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی یہ رکعتیں چاروں سنت بعد یہ جمعہ کے بعد پڑھے اور جس پر ظہر کی قضاء عمری نہ ہو وہ چاروں میں سورت بھی ملائے پھر جمعہ کی دو سنتیں ان رکعتوں کے بعد بنیت سنت وقت ادا کرے جمعہ پڑھتے وقت نیت صحیح و ثابت رکھے جمعہ کو صحیح سمجھ کر خاص فرض جمعہ کی نیت کرے اگر بنیت فرض نہ ادا کیا تو جمعہ یقیناً نہ ہو گا اور اب یہ چار رکعتیں زری احتیاطی نہ رہیں گی بلکہ ظہر پڑھنی فرض ہو جائے گی اور جب یوں نیت صحیح سے ادا کر چکا تو ان چار رکعتوں میں یہ نیت نہ کرے کہ آج کی ظہر پڑھنا ہوں بلکہ وہی گول نیت رکھے کہ جو پچھلی ظہر میں نے پائی اور ادا نہ کی اُسے ادا کرتا ہوں خواہ وہ کسی دن کی ہو اس سے زیادہ خیالات پریشان نہ کرے۔ یوں پڑھنے میں یہ نفع پائے گا کہ اگر شاید علم آئی میں بوجہ فوت بعض شرائط جمعہ صحیح نہ ہوا ہو گا تو یہ رکعتیں آج ہی کی ظہر ہو جائیں گی کہ اس صورت میں یہی ظہر وہ پچھلی ہے جس کا وقت اسے ملا اور ابھی ذمہ سے ساقط نہ ہوئی اور اگر جمعہ صحیح واقع ہوا تو آج سے پہلے کی جو ظہر اس کے ذمہ رہی ہوگی (خواہ یوں کہ سرے سے پڑھی ہی نہ تھی یا کسی وجہ سے فاسد ہو گئی) وہ ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی ظہر نہ رہی ہوگی تو یہ رکعتیں نفل ہو جائیں گی اسی لحاظ سے جس پر قضاء عمری ظہر کی نہ ہو یہ چاروں رکعتیں بھری پڑھیں کہ اگر نفل ہوئیں اور سورت نہ ملائی تو ذرا جھپٹ کر نماز مکروہ تحریمی ہوگی ہاں جس پر قضاء عمری ہے اُسے پچھلی دو میں سورت ملائے کی حاجت نہیں کہ اُس کے ہر طرح فرض ہی ادا ہوں گے جمعہ نہ ہوا تو آج کے اور ہوا تو آج سے پہلے کے یہ تفصیل واقع کے اعتبار سے ہے نمازی کو نیت میں اس شک و تردد کا حکم نہیں کہ نیت و تردد باہم منافی ہیں اگر یوں میں مذہب نیت کی تو وہ مقصود احتیاطاً ہرگز حاصل نہ ہو گا لہذا اسی طرح گول نیت بے خیال تردد بجا ملائے اور واقع کا معاملہ علم آئی پر چھوڑ دے پھر ایسی تصحیح نیت نہ سے جاہلوں کو ذرا دشوار ہے اور اُن سے یہی اندیشہ کہ اس کے سبب کہیں یہ نہ



جاننے لگیں کہ جمعہ سرے سے خدا کے فرضوں میں ہی نہیں یا سمجھنے لگیں کہ جمعہ کے دن دوسرے فرض ہیں دو رکعتیں الگ چار الگ اسی لیے علی نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ان رکعتوں کا حکم نہ دیا جائے اُن کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض روایات پر اُن کی نماز ٹھیک ہو جائے انہیں ایسی احتیاط کی حاجت نہیں ہاں خواص یعنی جو لوگ اس طرح کی نیت کر سکتے ہوں اور اُن سے وہ اندیشے نہ ہوں وہ یہ احتیاط کیا لائیں تاکہ یقیناً فرض خدا ہوا ہو جائے اور شبہ و احتمال کی گنجائش نہ رہے فقیر اپنے فتاویٰ میں مسئلہ مفصل و مدلل لکھ چکا ہے یہاں صرف دو تین عبارات پر اقتصار ہوتا ہے فتاویٰ علی گیری میں ہے فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعة لوقوع الشک فی المصرا وغیرہ و اقامہ اہلہ الجمعة ینبغی ان یصلوا بعد الجمعة اربع رکعات وینووا بها الظهر حتی لو لم تقع الجمعة موقعها یخرج عن عہدۃ فرض الوقت بقیقین کن انی الکافی وہکن انی المخیط ثم اختلفوا فی نیتها قبل نیوی اخر ظهر علیہ و ہوا لاحسن والاحوط ان یقول نوبت اخر ظهر اذ زکیت وقتہ ولما وصلہ بعد کذا انی القنیۃ و فی فتاویٰ آھو ینبغی ان یقرء الفاتحۃ والسورۃ فی الاربع التي تصلی بعد الجمعة فی دیارنا کذا فی التاتارخانیۃ حلیہ میں ہے قد يقع الشک فی صحۃ الجمعة بسبب فقد بعض شروطها ومن ذلک ما اذا تعددت فی المصرا وہی واقعۃ اہل مرو فیفعل ما فعلوہ وقال المحسن امرأئمتھم باداء الاربع بعد الجمعة حتما احتیاطا لمطمطای میں ہے قال الحلبي الاولی ان یصلی بعد الجمعة سننھا ثم الاخر بع بھذہ النیۃ ثم رکعتین سنۃ الوقت فان صححت الجمعة کان قدادی سننھا علی وجھہا والا فقد صلی الظهر مع سننہ ابو السعود مرقی الافلاح میں ہے بفعل الاربع مفسدۃ اعتقاد الجملة ان الجمعة لیست بفرض او تعدد المفروض فی وقتھا ولا یفتی بالاربع الا الخصاص یكون فعلھما یاھا فی منازلھما و بمثلہ صرح المحققون الآمرون کالمقدمی وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از فیروز پور ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ شیخ فضل حسین صاحب ۲۱ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) حنفی اگر بعض اقوال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اختیار کر لیں جو دربارہ ترقی عبادت ہوں جائز ہے یا نہیں مثلاً اگر دیہات میں جمعہ پڑھنا بقول امام شافعی جائز ہو دے اور میں حکم حنفی پڑھیں تو جائز ہوگا یا ناجائز اور ناجائز ہونے کی صورت میں لائق مواخذہ کے ہوں گے یا صرف فرض ظہر اُن کے ذمہ باقی رہے گا (۲) اگر بقیہ شبہ ناجائز بعد پڑھنے جمعہ کے چار رکعت دیگر میں نیت کر اگر جمعہ جائز نہ ہو یہ رکعتیں فرض ظہر میں شمار ہو جائیں ورنہ نقل رہیں بدیں خیال کہ روز قیامت فرائض میں جو کمی ہوگی سنا ہے کہ وہ سنن و نوافل سے پوری کیے جائیں گے پڑھنا کفایت کرے گا یا نہیں۔ اور یہ بات اکثر جگہ رواج میں ہے یہ رواج جائز ہے یا نہیں (۳) یہ بات مشہور ہے کہ نہ پڑھنے سے پڑھنا اولیٰ ہے کہ ضعف اسلام کا وقت ہے جمعہ پڑھنے کے واسطے لائق کہنے کے ہے یا نہیں (۴) حاکم باقاضی یا بادشاہ یا نائب کا موجود ہونا جو مشروط ہے اور وہ شرط ہندوستان میں کہیں میسر نہیں پھر آخر جمعہ پڑھا جاتا ہے اور ایک شرط پر لحاظ نہیں کیا جاتا ایسا ہی اگر بعض شرائط "حمالی شہر آبادی مسادی منی" نہ لحاظ کیا جائے تو گنجائش ہے یا نہیں (۵) یہ جو علما لکھتے ہیں کہ جس بستی کے مسلمان مکلف وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سادیں وہاں جمعہ جائز ہے یہ مردم شمار ہی دیر سے مراد ہے یا تعداد نمازیوں سے اندر دن مسجد سے جامع صحن مسجد (۶) جماعت میں بقول بعض المر علاوہ دو آدمی اور بقول بعض چالیس آدمی لکھے ہیں مالا بدینہ میں اگر موجب انس کے

چالیس آدمی سے کم میں جمعہ پڑھا جاوے تو جائز ہوگا یا ناجائز (۷) جن دیہات میں جمعہ پڑھا جاتا ہے اور وہاں کی آبادی کم ہے کہ شہریت اُس کو حاصل نہیں وہاں کے لوگوں کو اگر جمعہ پڑھنے سے باز رکھا جاوے اور کہا جاوے کہ فرض ظہر تقاری ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا جائز ہوگا یا ناجائز درحالیکہ وہ جمعہ پڑھنے دوسرے جائز جگہ پر جانے والے نہ ہوں۔ بینوا تو جردا

## الجواب

حتی الامکان چاروں مذاہب بلکہ جمیع مذاہب اللہ مجتہدین کی رعایت ہمارے علما بلکہ سب علما مستحب لکھتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی علما نے کلام تصریح فرماتے ہیں کہ یہ اُسی وقت تک ہے کہ اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو ورنہ ایسی رعایت کی اجازت نہیں فی رد المحتار لیس لہ ان یرتکب مکروہ مذہبہ لیراعی مذہب غیرہ کما مر تقیرہ اول الکتاب جب مکروہ کے سبب حکم تو امر حرام و ناجائز کے لیے کیونکر اجازت ہو سکتی ہے۔ دیہات میں جمعہ پڑھنا خود ناجائز ہے فی الدار المحتار تکرہ تحویلاً لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة پھر اس کے سبب جماعت ظہر ترک ہونا دوسرا گناہ اور ہر گناہ قابل مواخذہ اور اگر ظہر نہ پڑھی جب تو خود نماز فرض معاذ اللہ ترک کی فرض ظہر کا ذمہ پورہ جانا کیا کوئی ہلکی بات ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور ضعف اسلام کا عذر قابل سماعت نہیں ضعف تو یہ ہیں ہے کہ اکثر اہل اسلام کو جائز ناجائز کی چنداں پرواہ نہ رہی نہ کہ وہ ناجائز جسے عبادت سمجھ کر کیا لائیں رونق اسلام اتباع احکام میں ہے نہ بے قیدی میں والذنب یجالی الذنب والقلیل ید عوالی الکثیر وما لنا الافشاء الا بالمذہب وقد قال العلماء فی عدۃ مسائل فی المذہب لا یفتی بھا کیلا یتوصل العوام الی ہد مر المذہب فیکف بما لیس من المذہب فی شئ وبالله العصمۃ۔ اور سلطان یا اُس کے مامور و ماذون کا اقامت جمعہ کرنا اگرچہ ایسی شرط ہے کہ ہنگام ضرورت ساقط ہو جاتی ہے مگر شرط مصر کا اس پر قیاس صحیح نہیں کہ غیر مصر میں اقامت جمعہ خود شرع مطہر نے ضروری ٹھہرائی بلکہ وہاں عدم اقامت ہی ضرور ہے تو اس شرط کے اسقاط میں ضرورت کے کیا معنی۔ غرض دیہات میں جمعہ کی ہر گناہ اجازت نہیں ہو سکتی فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا فی النہای عن التہمتانی عن الجواہر لوصول فی القری لزہمہ اداء الظہر۔ یہاں تک چار سوالوں کے جواب ہو گئے (۲) یہ نیت کہ اگر جمعہ نہ ہوا تو فرض در نہ نفل ہرگز کفایت نہ کرے گی کہ جمعہ نہ ہوا تو فرض ظہر ذمہ پر باقی ہے اور فرض کی نیت میں تعیین شرط ہے شک و تردد کا فی نہیں فی التئویر لا بد منہ المتعین عند النیۃ لغرض ولو قضاء واجب بلکہ اشتباہ کی جگہ یہ کرے کہ جمعہ پڑھتے وقت عزم و جزم کے ساتھ جمعہ کی نیت کرے پھر چار سنت بعد یہ نیت سنت وقت پڑھے پھر یہ چار رکعت احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور ادا نہ کی پھر دو سنتیں بہ نیت سنت وقت پڑھے اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ جمعہ صحیح ہو گیا تو چار فرض جو اس نے پڑھے پہلے کسی ظہر کی قضا دانستہ یا نادانستہ جو اس کے ذمہ رہے تھی اُس میں محسوب ہو جائیں گی اور کوئی قضا نہ تھی تو نفل ہوں گی اور اگر جمعہ نہ ہوا تو یہ فرض خود آج ہی کی ظہر کے مع سنت قبلیہ و بعدیہ بترتیب ادا ہو جائیں گے یہ اس طریقہ کی منفعت ہے نہ کہ نیت میں یوں شک و تردد کرے یوں ہرگز فرض ادا نہیں ہو سکتے تو وہ مقصود احتیاط کہاں حاصل ہوا۔ ان رکعتوں کا رواج جائز کیا بلکہ ایسے مواقع میں علما نے حکم دیا ہے مگر اُن جاہلوں کو نہیں جو

نیت صحیح نہ کر سکیں یا ان کے باعث جمعہ کے دن دوہرے فرض سمجھنے لگیں و لہذا علیٰ فرضاتے ہیں عوام جاہلوں کو ان کا حکم نہ دیا جائے  
 علمگیری میں ہے یسوی آخر ظہر علیہ و هو الا حسن مرا فی الفلاح میں ہے لا یفتی بالذبح الا لخواص مگر یہ اس جگہ کے لیے ہے جو  
 شریافنا شہر ہوا اور تعدد جمعہ وغیرہ کے سبب صحت جمعہ میں اشتباہ ہو گا وہ میں جمعہ اصلاً جائز نہیں تو وہاں اس کی اجازت نہیں ہو سکتی  
 کہ ایک ناجائز کام کریں اور ان چار رکعت احتیاطی سے اس کی تلافی چاہیں (۵) بعض علما نے جو یہ روایت اختیار کی ہے اس میں سستی کی  
 مردم شماری مقصود نہیں بلکہ خاص وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ آزاد مقیم کہ اندھے لہجے لوے یا ایسے ضعیف یا مریض نہ ہوں  
 کہ جمعہ کی حاضری سے معذور ہوں ایسے معذوروں یا بچوں عورتوں غلاموں مسافروں کے گنتی نہیں اور مسجد سے پوری مسجد مع صحن مراد ہے  
 فقط اندر کا درجہ فی التذویر ہو مالا یسع اکبر مساجد اہلہ المکلفین بحافی الشامی عن الطحطاوی عن القہستانی احتوز بہ  
 عن اصحاب الاعتذار مثل النساء والصبیان والمساقرین (۶) ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صحت نماز جمعہ کے لیے  
 امام کے سوا مین مرد عاقل بالغ درکار ہیں اس سے کم میں جائز نہیں زیادہ کی ضرورت نہیں فی التذویر والجماعة اقلھا ثلثة رجال سوی  
 الامام - واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ - ۶ رمضان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جواز اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اس کا جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے  
 درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دعا کرنا چاہیے یا نہیں - بلینوا توجروا

### الجواب

ہرگز نہ چاہیے ہی احوط ہے ردالمحتار میں ہے اجابتہ الاذان مکر وہۃ فخر الفائق پھر مختار میں ہے ینبغي ان لا یجیب  
 بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب اسی میں ہے اذا خرج الامام من المحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود فلا  
 صلا ولا کلام الی تمامہا وقال لا یاس بالکلام قبل الخطبۃ وبعد ما اذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ  
 اما غیرہا نمیکرہ اجماعاً وعلیٰ هذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ والعجب ان العرفی ینھی عن الامر بالمعروف  
 بمقتضی حدیثہ ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ اہ ملخصاً ہاں یہ جواب اذان یا دعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو  
 تو کوئی حرج نہیں کما افادہ کلام علی القاری وغرور فی کتب المذہب اور امام مبنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دعا کرے  
 بلاشبہ جائز ہے وقد صح کلام الامیرین عن سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صحیح البخاری وغیرہ یہ قول محل ہے  
 وتفصیل المقام مع غایۃ الغایۃ وازالۃ الاوہام فی فتاوانا بتوفیق الملک العلام واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ - از بگرام ضلع ہرودی محلہ میدا پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم با و از بلند کہنا چاہیے یا با خفا اور اگر با و از بلند  
 کہے تو کچھ حرج تو نہیں - بلینوا توجروا

## الجواب

نہ باواز نہ باخفا بلکہ تنہا اَعُوْذُ آہستہ پڑھ کر حمد الہی سے شروع کرے فی الدار المختار بید و بالتعوذ سرافی رد المختار قولہ پید و ای قبل الخطبۃ الاولی بالتعوذ سرانہ محمد اللہ تعالیٰ والثناء علیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** از گلگتہ دھرم تہ بلا مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں جو اردو قصائد تفسیر وعظ و نصیحت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً کیسا ہے  
اور عوام کا یہ عذر کہ عربی ہماری سمجھ میں نہیں آتی لہذا اردو کی ضرورت ہے قابل قبول ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب

یہ امر خلاف سنت متواترہ مسلمین ہے اور سنت متواترہ کا خلاف مکروہ قرنا فقرنا اہل اسلام میں ہمیشہ خالص عربی میں خطبہ معمول متواتر رہا ہے اور متواترہ کا اتباع ضروری ہے درمختار میں ہے قوادشہ المسلمون فوجب اتباعہم زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بکلام شہزادہ بلا لہجہ فتح ہوئے ہزاروں عجمی حاضر ہوئے مگر کبھی منقول نہیں کہ انھوں نے ان کی غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھایا اُس میں دوسری زبان خلط کیا ہو وکل ما وجد مقتضیہ عینا مع عدم المانع ثم ترکوا دل علی انہم کفوا عنہ فکان ادناہ الکراہۃ عوام کا عذر جب صحابہ کرام کے نزدیک لائق لحاظ نہ تھا اب کیوں سمجھ ہونے لگا بات یہ ہے کہ شریعت منظرہ نے علم سکھنا سب پر واجب کیا ہے عوام کہ نہیں سمجھتے سبب یہ ہے کہ نہیں سیکھتے تو قصور ان کا ہے نہ کہ خطیب کا آخر عوام قرآن مجید بھی تو نہیں سمجھتے کیا ان کے لیے قرآن اُردو میں پڑھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** از شہر پور بندر ملک کا ٹھیا واڑ محلہ ڈیڑ روڈ مسؤلہ کھتری عمر ابو بکر صاحب ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ذیل میں خطیب کو وقت خوانگی خطبہ غصاۃ القہر میں لینا سنت ہے یا نہیں فقط

## الجواب

خطبہ میں غصاۃ القہر میں لینا بعض علماء نے سنت لکھا بعض نے مکروہ اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی منہج مکروہ نہیں تو بنظر اختلاف اُس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو وذلک لان الفعل اذا تردد بین السنیۃ والکراہۃ کان ترکہ اولی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - مرسلہ مولوی الہ یار خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ وعید بن میں پورا خطبہ اشعار عربی و فارسی ہندی میں پڑھنا اور اشعار کا داخل کرنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

## الجواب

شعر کی نسبت حدیث میں فرمادہ ایک کلام ہے جس کا حسن اور قبیح قبیح یعنی مضمون بد ملکہ ہے اگر اچھا ذکر ہے شعر بھی محمود اور

برائے نہ کر دے تو شرعی مذموم بجز عروض پر موزوں ہو جانا خواہی خواہی فتح کلام کا باعث نہیں اگرچہ اس میں انہماک و استغراق تام مکمل کے حق میں شرع کو سخت ناپسند اخراج البخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی المعجم الاوسط وابو یعلیٰ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما و هذا والد ارقطنی عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہما و الامام الشافعی عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرسل قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الشعر بمنزلة الکلام فحنه کحسن الکلام و قبیہ کقبیہ الکلام قال المناوی اسنادہ حسن خود حضور بر نورید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد اقصیٰ میں منبر بچاتے وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد و ثنا و مفاخرت کا خطبہ بلیغہ اشعار میں پڑھتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے پر جب تک اس کام میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ جبرئیل سے اس کی مدد فرماتا ہے اخروج الامام البخاری فی الجامع الصحیح عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضع لسانہ بن ثابت منبراً فی المسجد یقوم علیہ قائماً یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او ینافح ویقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس مانافح افاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صیدی عاتق باللہ ایاہم الثین شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سرور دی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ما کان منہ یعنی من الشعر فی الزهد والمواظع والحکم و ذم الدنيا والتذکیر بالاء اللہ و نفی الصالحین وصفة المتقین ونحو ذلک مما یحمل علی الطاعة و یبعد عن المعصیة محمود الخ و اگر خطبہ جمعہ یا عیدین میں احیاناً دو چار عربی اشعار حمد و نفی و عطف و تذکیر و ذم دنیا و مدح عقبی کے پڑھے جائیں کوئی مانع نہیں بلکہ خود اللہ الامتہ فی امر اللہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی فقد اخبر العسکری فی المواعظ عن ابی خالد الغسانی قال حدثنی مشیخہ من اهل الشام ادرکوا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالوا لما استخلف صعد المنبر فلما رأى الناس اسفل منه حمد اللہ ثم کان اول کلامه تکلم به بعد الثناء علی اللہ و علی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقون علیک فان الامور ؛ بکف الاله مقادیرها ؛ فلیس بأتیک منہا ؛ و لا قاصر عندک معلوہا یعنی جب امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے منبر پر تشریف لے گئے لوگوں کو اپنے سے بچا دیکھ کر حمد الہی بجالائے پھر ثنائے خدا و نفی مصطفیٰ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پہلا کلام جو زبان مبارک پر لائے یہ اشعار تھے جن کا حاصل یہ کہ اپنے او پر نرمی کر کہ سب کاموں کے اعزاز سے اللہ عزوجل کے دست قدرت میں ہیں جو مقدر نہیں وہ تیرے پاس آنے کا نہیں اور جو مقدر ہے وہ تجھ سے کسی کرنے کا نہیں ذکرة العلامة ابراہیم بن عبد اللہ الیمنی المدنی فی الباب السابع عشر من کتاب القول الصواب فی فضل امیر المومنین عمر بن الخطاب من کتابہ الا کتفه فی فضل الاربعة الخلفاء مگر ان خطبوں کا تمام و کمال نظم ہی میں پڑھنا نہ چاہیے کہ بلا وجہ کلمات مسنود سے اعراض بلکہ طریقہ متواتر کی تفسیر ہے اور نظم خالص خطبہ میں ترک سنت تلاوت کو مستلزم جس کی کراہت کلمات علما میں مصرح۔ امداد الفتاح شرح نور الایضاح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے فی المحيط یقرا فی الخطبة سورة من القرآن او اية فالأخبار قد تواترت ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ القرآن فی خطبته لا تخلو عن سورة او اية علامہ طحاوی نے حاشیہ شرح تنویر میں خطبہ ثانیہ کی نسبت فرمایا یزید فیہا الدعاء للمومنین والمومنات بدل الوعظ

فی الادلی ولا یط فیہا ولین قراءۃ آیۃ فیہا کذا فی البحر در مختار میں ہے یسن خطبتان بجلستہ بینہما وتارکھا مسی علی الاصح  
کترکہ قراءۃ قد رثلت آیات اہ ملخصاً قلت وبقولہ قدر داخل آیۃ طویلۃ تكون قد رثلت فانما فی ہذا اردنی رد المختار  
وعلیک بما علقناہ علیہ یوہیں زبان عجمی کا داخل خطبہ کرنا مناسب نہیں کہ زمانہ اصحابہ و تابعین و ائمہ دین سے خطبہ خاص زبان عربی  
میں ہونا متوارث ہے کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی شرح الموطا عند سلف میں بحدیث ہذا میں بلاد عجم فتح ہوئے ہزار بار منبر نصب  
کیے گئے عامہ حاضرین اہل عجم ہوتے مگر کبھی منقول نہیں کہ سلف صالح نے ان کی تقسیم کے لیے خطبہ جمعہ یا عیدین غیر عربی میں پڑھایا  
اُس میں دوسری زبان کا خلط کیا اور سنت متوارثہ کی مخالفت بیشک مکروہ ہے در مختار میں فرمایا ان المسلمین ما توارثوہ فوجب اتباعہم  
ای ثبت وتأكد اقول وتحقیقہ ان التذکیر بالعجمیہ لما کان المقضیٰ لہ بعینہ موجودا والمناخ مفقودا ثم لم یفعلوا  
کان ذلک کفا منہم لا ترکا ولا کف فعل والفعل یجری فیہ التوارث بخلاف الترتک اذ لا معنی لتوارثہ ولا مضاغ للتأسی فیہ  
لانہ غیر مفعول بل ولا مقدور کما نص علیہ الا کا بر الصدور قال فی الاشباہ والنظائر الترتک لا یتقرب بھا الا اذا مار الترتک  
کفاهو فعل وهو المکلف بہ فی النہی لا الترتک بمعنی العدم لانه لیس واخلافت القدرة للعبد کما فی التجرید اہ یعنی تحریر الاصول  
للایمام المحقق حیث اطلق رحمہ اللہ تعالیٰ ائقن هذا فانه من اجل المهمات - با اینہم اگر خطبہ عربیہ کے ساتھ کچھ اشعار پند و نصائح  
اردو میں پڑھے جائیں جیسا آج کل ہندوستان میں اکثر جگہ معمول ہے تو غایت اس کی بس اس قدر کہ خلافت اولیٰ و مکروہ تنزیہی ہے اس سے  
زیادہ اُسے مکروہ تحریمی و گناہ و ممنوع و بدعت سیئہ قرار دینا محض بے دلیل ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کا خطبہ جمعہ پڑھنا اور نماز غیر خطیب کا پڑھنا ناجائز ہے یا نہیں -  
بینوا توجروا -

**الجواب**

غیر خطیب کا نماز پڑھنا اولیٰ نہیں فی تنویر الابصار ولا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب وھذا فی الفتاویٰ عالمگیریۃ ناقل عن  
الکافی اور اگر نابالغ خطبہ پڑھے اور نابالغ نماز پڑھائے تو اُس میں اختلاف ہے عالمگیری میں ناقل عن الزاہدی خطیب کا صالح امامت  
جمعہ ہونا شرط ٹھہرایا اور نابالغ صالح امامت نہیں تو اس کا خطبہ پڑھنا ناجائز اور فرض اس سے ساقط ہوگا عبارتھا ھذا

لہ اقول ذکرہ فی البحر استظہاراً من قول النجاشی والمزید الثانیۃ کالاولیٰ الخ فلیتنبہ ۱۲ منہ  
لہ قال العلامة الشامی ی بکرہ الاقتصار فی الخطبۃ علی نحو تسبیحہ وتخلیلہ مما لا یكون ذکوا طویلاً قد رثلت آیات او قد رثلت  
الواجب ولین المراد ان ترک قراءۃ ثلث آیات مکروہ لان المصحح بہ فی الملحق والمواہب ووزر الايضاح وغیرھا ان من السنن قراءۃ آیت  
اھ وکتبت علیہ ما نصہ اقول بل هو مفاد صریح اللفظ ولو کان المراد ما اولتہ لہ لقال کترکہ قدر قراءۃ ثلث آیات وھذا شہد بالتبدیل  
منہ بالتادیل ولا یرید الشارح ثلث آیات عینا حتی یرد علیہ ما ذکرتم وانما قال قدرھا فادخل آیۃ او ایتین بقدر ثلث وھو  
مراد من قال آیۃ بدلیل ما فی الھندیۃ عن الجوہرۃ مقدار ما یقرأ فیھا من القرآن ثلث آیات قصار او آیۃ طویلۃ اھ خاتم  
الکلمات وحصل الحق والحمد للہ ۱۲ منہ

واما الخطیب فی شرط فیہ ان یتاہل للامامة فی الجمعة کذا فی الزاہدی۔ اشیاہ والتظار وفتاویٰ خلاصہ و تنویر الابصار میں جواز کا حکم دیا حیث قال فی الاشباہ لو خطب باذن السلطان وصلی بالغ جاز فی تنویر الابصار فان غفل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز فی الخلاصہ صبی خطب یا مرس السلطان وصلی الجمعة مصل بالغ یجوز در مختار میں اسی کو مختار قرار دیا حیث قال بعد قوله جاز هو المختار ہر حال صونا عن الخلاف تا بالغ کا خطبہ پڑھنا مناسب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب غزہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

ناز جمعہ کے بعد چار رکعت فرض احتیاطی پڑھے جاویں یا نہیں یعنی اگر جمعہ کے شرائط پورے ادا ہوتے ہیں تو پھر یہ رکعتیں غیر ضرور ہیں اور اگر جمعہ بموجب مذہب حنفی ادا نہیں ہوتا تو جمعہ کیوں پڑھا جاتا ہے ناز ظہر پڑھی جاوے اگر احتیاطاً دونوں پڑھی جاتی ہیں تو پھر تم قتلہ اور حنفی کیا ہوئے آئین بالجبر کرنے والے اور فاتحہ خلف الامام پڑھنے والے بھی یہی عذر کر سکتے ہیں مفصل طور پر ارشاد فرمائیے کہ مسائل کو تسکین ہو زیادہ نیاز۔

## الجواب

عبادات بشدت محل احتیاط ہیں اور خلاف علماء سے خروج بالاجماع مستحب جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ لازم آئے کما نص علیہ فی رد المختار وغیرہ قرائت مقتدی در فہم دہرہ آئین ہمارے مذہب میں باتفاق الممنوع و مکروہ و خلاف سنت ہیں تو ہمیں یہاں رعایت خلاف اپنے مذہب سے خروج اور مکروہ فی الذہب کا ارتکاب صاف ہے بجلان فرض احتیاطی کہ بسبب تعدد جمعہ رکھے گئے یہ دونوں حرج سے پاک ہیں کہ جواز تعدد مطلقاً اگرچہ علی الاصح ظاہر الروایۃ اور وہی معمول و معنی بہ مگر منع تعدد بھی مذہب میں ایک قول قوی و صحیح ہے فی رد المختار جواز التعدد ان کان رجح و اقوی دلیل لکن فیہ شبهة قوية لان خلاف مروی عن ابی حنیفۃ ایضا واختار الطحاوی والقرطابی وصاحب المختار وجعلہ العتانی الاظهر وقد علمت قول البدائع انہ ظاہر الروایۃ وفی شرح المنیۃ عن جوامع الفقہ انہ اظهر الروایتین عن الامام قال فی النہر وفی الحاوی القدسی وعلیہ الفتویٰ وفی التکملة للزاہدی وہ ناخذ اہ فهو حیثین قول معتد فی المذہب لا قول ضعیف اھ ملخصاً پھر اس کی رعایت میں کوئی کراہت لازم نہیں آتی کہ یہ فرض احتیاطی بجماعت نہیں ہوتے مفرداً برنیت آخر ظہر پڑھے جاتے ہیں وہ بھی صرف خواص کے لیے عوام کو نہ بتائے جائیں نہ ہمیں حاجت تو فرق ظاہر ہو گیا اور اعتراض ساقط و تفصیل القول فی تلك الركعات قد سبق فی فتاونا واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از نوید ضلع بریلی غزہ محرم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جامع مسجد ہے کہ ہمیشہ اس میں جمعہ ہوتا ہے اب ایک مسجد بنا ہوئی اس کو جامع مسجد بنانا اور قدیم کی جامع مسجد کو ترک کر دینا یا دونوں جامعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

## الجواب

قصبہ و شہر جہاں جمعہ جائز ہے وہاں ناز جمعہ متعدد جگہ ہونا بھی جائز ہے اگرچہ افضل حتی الوسع ایک جگہ ہونا ہے اور اگر جامع کو



ترک کر دینے کے اگر یعنی کہ اس میں نماز ہی چھوڑ دی جائے تو قطعاً ناجائز کہ مسجد کا دیران کرنا ہے اور اگر یہ مراد کہ نماز تو وہاں ہوا کرے مگر جمعہ وہاں کے بدلے اب اس مسجد جدید میں ہو اس میں اگر وہاں کے اہل اسلام کوئی مصلحت شرعیہ قابل قبول رکھتے ہوں تو کیا مضائقہ ہے کہ مسجد جامع وہی مسجد قدیم ہے اور اس میں نماز جمعہ کا ثواب زائد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مسئلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۳ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ کے چار رکعت ظہر احتیاطی کا پڑھنا ملک پنجاب یا ہندوستان کے شہروں میں جن میں جامع صاحب بادشاہوں کے حکم سے بنی ہوئی ہیں واجب ہے یا مستحب اور ان شہروں میں نماز جمعہ میں کچھ وہم یا شبہ ہے یا نہیں بحوالہ کتاب مع عبارت لکھا جائے۔

### الجواب

بعض شرائط صحت کی تحقیق میں یہاں ضرور اختلاف و اشتباہ ہے ایسی جگہ علمائے کرام نے چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا مگر خواص کیلئے ایسے عوام کو جو تصحیح نیت پر قادر نہ ہوں ان کے لیے ایک مذہب پر صحت بس ہے یہ رکعتیں بحال تو ہم عدم صحت تو صحت مند وہ ہیں اور بحال شک و اشتباہ ظاہر و جوب ردالمحتار میں ہے نقل مقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کو نہ معصا ینبغی لہم ان یصلوا بعد الجمعة اربعاً بانیۃ الظہر احتیاطاً ومثلہ فی الکافی والقنیۃ امرائہم بالاربع بعدھا احتیاطاً قال المقدسی ذکر ابن التھنۃ عن جدہ المصری بالندب وبحث فیہ بانہ ینبغی ان یکون عند مجرد التوہم اما عند قیام الشک والاشتباہ فالظاهر الوجوب ونقل عن شیخہ ابن الھمام ما ینفیدہ وقال المقدسی نحن لا نأمر بذلک امثال ہذہ العوام بل ندل علیہ الخواص ولو بالنسبۃ الیہما ملخصاً تحقیق مسئلہ ہمارے فتاویٰ اور رسالہ لوا مع البھا فی المصر للجمعة والامر مع عقیبہا میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از لاہور متصل مراد آباد محلہ ملا ظریف گھیر فرنگن محل مسئلہ ذروی ریاست حسین صاحب ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ  
چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ جمعہ یکدام سال مفروض شد۔

### الجواب

ہم بسال اول از ہجرت علی الصبح المشہور عند الجمهور فی شرح المواہب للزرقانی الایۃ مدینۃ قتل علی اغا فرضت بالمدينة وعلیہ الاکثر وقال الشیخ ابو حامد فرضت بمکہ قال الحافظ دھوعنیب وفی شرح الموطا لہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سفر الھجرۃ لما خرج من قبا یوم الجمعة حین ارتفع النہار ادرکتہ الجمعة فی بنی سالم بن عوف فصلاھا بمسجد ہم فسمی مسجد الجمعة وھی اول جمعة صلاھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکرہ ابن اسمعیل و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از درویش نینی تال ڈاک خانہ کچھا مسئلہ عبدالعزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عیدین یا جمعہ میں آدمیوں کی کثرت سے سجدہ سوا امام کو ترک کرنا جائز ہے یا نہیں۔

## الجواب

ہاں علمائے کرام نے بحالت کثرت جماعت جبکہ سجدہ سو کے باعث مقتدیوں کے خط و افتنان کا اندیشہ ہو اُس کے ترک کی اجازت دی بلکہ اُسی کو اولیٰ قرار دیا فی الدر المختار السہو فی صلاة العید والجمعة والملکوتیہ والقطوع سواء والمختار عند المتأخرین عندہ فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر وافرہ المصنف وبہ جزم فی الدر المختار میں ہے الظاہ ان الجمع الکثیر فیما سواہما کذلک کما بجنہ بعضہم ط وکذا بجنہ الرحمتی وقال خصوصاً فی زماننا فی جمعة حاشیۃ ابی السعد عن الغزمية انه ليس المراد عدم جوازہ بل الاولیٰ ترکہ لئلا يقع الناس فی فتنة اه قوله وبہ جزم فی الدر لکنہ قیدہ محشیہا الوانی بسا انا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترتک ط والله سبحانه وتعالى اعلم

**مسئلہ** - از ریاست رامپور محلہ ملا ظریف گھیر منشی عبد الرحمن خاں مرحوم مرسلہ مولوی عبدالرؤف صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں آج جمعہ کے دن امام صاحب جمعہ مع خطبہ پڑھا کر فارغ ہوئے اب اُس وقت پندرہ سولہ آدمی اسی مسجد میں بعد نماز جمعہ آگئے اب یہ آئندہ گاں اسی مسجد میں پھر جمعہ پڑھیں یا ظہر تقدیر ثانی جماعت سے پڑھیں یا منفرد۔ عبدالحی صاحب مرحوم نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں لکھا ہے کہ وہ لوگ جمعہ پڑھیں گے دوسری مسجد میں افضل لکھا ہے اگر اسی مسجد میں پڑھیں کچھ حرج نہیں کہہ کے غریب کیا ہے مگر عالمگیری کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا جمعہ جائز نہیں بلکہ لوگ فرادی فرادی نماز پڑھیں اس کی تحقیق کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

## الجواب

عالمگیری میں یہ مسئلہ غانیہ سے ماخوذ ہے اور اسی کی مثل فتاویٰ ظہیریہ و بحر الرائق و در مختار وغیرہ میں مذکور قال فی البحر قال فی الظہیریۃ جماعۃ فاتہم الجمعة فی المصر فاہم یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ تصویر مسئلہ فوت جمعہ سے ہے اور وہ قول توحید پر تو ظاہر و علیہ یبتنی تعلیل الہدایۃ المسألة المعدن وزین بقوله لما فیہ من الاخلال بالجمعة اذھی جماعۃ الجاعات اه قال فی الفتح و تبعہ فی البحر ہذا الوجه مبني علی عدم جواز تعدد الجمعة فی المصر الواحد الخ زاد فی البحر وهو خلاف المنصوص علیہ رواۃ ودرایۃ اه **قول** عللہ فی الہدایۃ بتعلیلین الاول ما ذکر والثانی ما عولتم علیہ حیث قال بعدہ والمعدن وقد یقتدی بہ غیرہ ام ولا غرو فی تعلیل المسألة علی کل من القولین علی ان قول التوحید ایضا قول قوی فی المذہب کما ینظر مما علقنا علی رد المحتار وقد اوہدناہ فی فتا ونا والاعتراض بمثل ہذا علی مثل ہذا الامام من مثل ہذا الفاضل العلام مما یفشی الی الحب وقد تبع فیہ الفتح و لکن الفتح انما اقتصر علی ما قد مت لہ قال وعلی الروایۃ المختارۃ عند السخسی وغیرہ من جواز تعددہا فوجہ انہ ربما ینتہی عن تعددہا فی بعض الاماکن لاقتداء بہما الخ ولم ینکر ما ذکرہذا البحر فہو لیس بحرج بل شرح بتوزیع الدلیلین علی القولین والله الموع فی اور قول ہمت تعدد پرمی اُس میں صورت تعدد متصور انا بخمد یہ کہ سب جگہ نماز ہو چکی اور باقی صرف تین آدمی ہیں اور جمعہ کے لیے کم سے کم چار نمازگاہ ہر حال

یہ مسئلہ عدم جواز تعدد جمعیہ مسجد واحد میں نص نہیں اب اصل سوال پر نظر کیجئے فتاویٰ لکھنؤ بعض احباب سے منگا کر دیکھا گیا اُسی میں اس حکم پر نہ کوئی سند پیش کی ہے نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا صرف صحت تعدد و فرضیت جمعہ پر نئے کار کر کے لکھ دیا کہ اس وجہ سے لازم ہے اُن لوگوں کو کہ جماعت سے خطبہ اور جمعہ ادا کریں مگر دوسری مسجد میں ہو تو ادنیٰ ہے اور اگر اُسی مسجد میں ہو تو بھی کچھ حرج نہیں **اقول** وباللہ التوفیق صحت جمعہ کے لیے صرف جواز تعدد ہی کافی نہیں عہد زکاتہ باریک تر زموانہ نجاست ہر شخص اقامت امامت جمعہ کا اختیار نہیں رکھتا بلکہ سلطان اسلام یا اُس کا مامور یا علی الخلفاء مامور کا نائب بنایا ہوا بصورت یا بلا ضرورت اور جہاں استیذان سلطان متعذر ہو تو جسے عامہ مومنین خطیب و امام جمعہ مقرر کر لیں تنویزاً لا بصار و در مختار میں ہے لیشترط لصحة الخطبة لسلطان او مامور باقامتها واختلف فی الخطيب المقدم من جهة الامام الاعظم او نائبه هل يملك الاستنابة في الخطبة فقیل لا مطلقا وقيل ان لضرورة جازوالا لا وقيل يجوز مطلقا وهو الظاهر من عباراتهم ففی البدائع کل من ملک الجمعة ملک اقامه غیره ونصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذکرام مع عدمهم فيجوز للضرورة اه مملکت سراجیہ میں ہے والی مصر مات فضلی بجمہ خلیفۃ الملیت او صاحب الشرطۃ (والقاضی جاز فایں لم یکن ثمہ احد منهم واجتمع الناس علی رجل یصلی بهم جاز خانیہ میں ہے ان لم یکن ثم قاض ولا خلیفۃ الملیت فاجتمع العامة علی تقدیر رجل جاز لمکان الضرورة تنزیہ و ہندیہ میں ہے لو تعدد الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بهم الجمعة جاز اور برظاہر کہ کلام اُسی صورت میں ہے جبکہ پہلا جمعہ صحیح ادا ہو لیا ورنہ مسجد واحد میں تعدد جمعہ کہاں اور دوسری مسجد میں اولویت کا کیا منشا تو ضرور ہے کہ پہلی نماز اُسی نے پڑھائی جو اس مسجد میں اقامت جمعہ کا مالک تھا اب یہ دوبارہ : ہیں جمعہ پڑھانے والا دو حال سے خالی نہیں یا اُس مالک اقامت کے اذن سے پڑھائیگا یا بے اذن اول کی طرف راہ ممنوع کہ یہاں اذن مالک نہیں مگر انابت اور بعد اس کے کہ آج کا جمعہ خود اصل پڑھا چکا اقامت شمار ہو چکی جمعہ امروز میں انابت کے کوئی معنی نہیں کہ انابت تحصیل تا حاصل کے لیے ہوتی ہے نہ تحصیل حاصل کے واسطے نہ نائب و منیب ایک امر میں جمع ہو سکیں اور جمعہ آئندہ کے لیے اذن جمعہ امروزہ کا اذن نہیں تو مشق ثانی ہی متعین ہوئی اور جمعہ میں غیر امام جمعہ کی اقامت بے اذن امام جمعہ باطل ہے سراجیہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من له ولا یة الجمعة در مختار میں ہے واقوۃ مشیخ الامام خانیہ و ہندیہ و رد المحتار میں ہے رجل خطب بغیر اذن الامام و الامام حاضر لا یجوز ذلك الا ان یکون الامام امرہ بذلک نہ اس مسجد میں آج کے جمعہ کو امام کی ضرورت نہ معدود ہے چند عامہ ناس ہیں ورنہ جمعہ سے بڑھ کر عیدین کبھی کسی شخص کو فوت نہوں جبکہ اپنے ساتھ ایک ہی پاسکے کہ انھیں نماز مل جانی ضرورت قرار پائے اور ان میں ایک کا دوسرے کو امام عید مقرر کر لینا قائم مقام امام سلطان اسلام ٹھہرے اور تمام مسائل کہ فوت جمعہ و عیدین پر بستنی ہیں باطل ہو جائیں و هذا لا یقول بہ عاقل فضلا عن فاضل تو حق یہ ہے کہ اس مسجد میں دکنار کسی دوسری مسجد میں بھی جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو تو نہ مکان یا میدان میں کسی جگہ یہ لوگ جمعہ نہیں پڑھ سکتے بلکہ اپنی نظر تنہا تنہا پڑھیں تنویزاً لا بصار و در مختار میں ہے کہ اگر تخریص المحدث و زو مسجون و مسافر اداء ظہر بمجاعة فی مصر قبل الجمعة و بعد

لقلیل الجماعۃ وصورۃ للمعارضۃ ووالاحتار میں ہے قولہ لمعذور وکن اغیرہ بالاولیٰ اہ فانت تعلم انہما انما احوجمہما الی اداء الظہر انہما لا یقدرون علی اقامۃ الجمعۃ فارشدنا الی صلاتہا فرادی کمالا یخفی علی من رزق العقل السلیم والفہم المستقیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں دو امام درمیان میں پردہ ڈال کر جمعہ پڑھانا جائز ہوگا یا نہیں (۲) ایک مسجد میں دو دفعہ جمعہ پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں - بینوا ووجروا

### الجواب

عدم جواز یعنی گناہ تو جمیع فرائض میں ہے صورت سوال سے ظاہر کہ دیدہ و دانستہ دو جماعتیں بالقصد اس طرح کیں اور کسی فرض کی دو جماعتیں ایک مسجد ایک وقت میں بالقصد قائم کرنا ہرگز جائز نہیں دونوں فریق یا لا اقل دونوں میں سے ایک ضرور گنہگار ہوگا کہ جماعت فرائض کی ایسی تفریق صراحۃ بدعت سیدہ شیعہ ہے اگر دونوں امام میں صرف ایک صالح امامت بلا کراہت ہے مثلاً دوسرا فاسق ملعن یا بد مذہب ہے جب تو کراہت صرف اُس دوسرے پر ہے اور اگر دونوں صالح تو جس کی نیت پہلے بندھ گئی اس پر الزام نہیں دوسرے پر ہے اور عاباً بد مذہب تو دونوں پر خلاصہ و ہندیہ میں ہے قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤمن فقام امام من اهل الخارج وقام امام من اهل الداخل فامهم من یسبق بالشروع فهو والمقتدون بہ لا کراہۃ فی حقہم رد المحتار باب ادراک الفریض میں ہے لو کان مقتدئاً بمن یکرۃ الاقتداء بہ ثم شرع من لا کراہۃ فیہ هل یقطع ویقتدی بہ استظهر ان الاول لو فاسق لا یقطع ولو غالفاً وشک فی مراعاتہ یقطع اقول والا ظہر العکس لان الثانی کراہۃ تنزیہیہ کلا علی والاعتباری بخلاف الفاسق الخ اور جمعہ میں توجہ از معنی صحت ہی نہیں کم سے کم ایک فریق کا جمعہ سرے سے ادا ہی نہ ہوگا صحت جمعہ کی شرائط سے ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہ اسلام یا اُس کا مامور اقامت کرے یعنی سلطان خود یا اُس کا ماذون خطیب پڑھے امامت کرے اور جہاں یہ صورت معتذر ہو جیسے ان بلاد ہندوستان میں کہ ہنوز دارالاسلام ہے وہاں بضرورت نصب عامہ کی اجازت یعنی عام مسلمین جسے امام مقرر کر لیں فی التوزیر والدلیل بشرط لصحتہا السلطان او مامورہ باقامتہا وقالوا یقیمہا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ و نصب العامة غیر معتبر مع من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة اہ ملقطاً پر ظاہر کہ کسی مسجد کے لیے دو امام جمعہ علی وجہ الاجتماع کے دونوں امامت جمعہ واحدہ کریں مقرر نہیں ہوتے خصوصاً ہمارے بلاد میں امر اور بھی اظہر کہ نصب عامہ صرف بضرورت اقامت شمار معتبر اور یہ ضرورت امام واحد سے مرتفع تو ایک جمعہ میں ایک مسجد میں دو امام کا جمع باطل و مستدفع پس صورت مستفسرہ میں اُن دونوں میں جو اُس مسجد کا امام معین جمعہ نہ تھا اُس کا اور اُس کے مقتدیوں کا جمعہ ادا نہ ہوا اور اگر دونوں نہ تھے تو کسی کا نہ ہوا یہیں سے صورت اخیرہ کا جواب بھی ظاہر اور اگر بغرض باطل صورت صحت تسلیم بھی ہو جو ہرگز لائق تسلیم نہیں تو اس کے سخت مخالف مقصود شرع و بدعت شیعہ سیئہ ہونے میں کلام نہیں جمعہ میں ایک مذہب قوی یہ ہے کہ شہر بھر میں ایک ہی جگہ ہو سکتا ہے اور بعض نے دو جگہ اجازت دی اور بعض نے بیچ میں نہر چل ہونے کی شرط کی مفتی بہ جواز تعدد ہے مگر یہ تعدد کہ ایک ہی دن ایک ہی مسجد میں دس بار امامت جمعہ ہو کہ جیسے دہلی ہی مثلاً بلاشبہ

ابتداء فی الدین ہے واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - ازکا پور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ شیخ محمد سہول ۱۸۔ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

ما قولکم ایہا العلماء الکرام اس مسئلہ میں کہ خطبہ یا عیدین کو عربی میں پڑھ کر اردو میں ترجمہ کرنا یا صرف اردو میں بطور وعظ کے خطبہ ادا کرنا یا بعض حصہ عربی و بعض اردو میں پڑھنا یا چند اشعار ترغیباً و ترہیباً عربی یا غیر عربی میں پڑھنا مع النشر و لا جائز ہے یا نہیں بلینا و جواز الجواب

یہ سوال چند امور پر مشتمل **اول** جمعہ یا عیدین کا خطبہ پڑھ کر اردو میں ترجمہ کرنا **اقول** وباللہ التوفیق تفسیر نظر فقہی یہ ہے کہ یہ امر عیدین میں بہ نیت خطبہ ہو تو ناپسند اور اُس کا ترک احسن اور بعد ختم خطبہ نہ بہ نیت خطبہ بلکہ قصد پند و نصیحت جداگانہ ہو تو جائز و حسن اور جمعہ میں مطلقاً مکروہ و ناسخسن دلیل حکم و وجہ فرق یہ کہ زمان برکت نشان رسالت سے عہد صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام تک تمام قرون و طبقات میں جمعہ و عیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبان عربی میں مذکور و ماثور اور با آنکہ زمانہ صحابہ میں بعد اشراف تعالیٰ اسلام صداہا بلا و عجم میں شائع ہوا و جماع بینیں منابر نصب ہوئے با وصف تحقق حاجت کبھی کسی عجمی زبان میں خطبہ فرمانا یا دونوں زبانیں ملا کر وی نہ ہوا تو خطبے میں دوسری زبان کا خلط سنت متوارثہ کا مخالف و مغیر ہے اور وہ مکروہ کما بینا ہ فی فتاونا و ذکرنا ثلث الفرق بین الکلف و اللثوٹ فتنبت و لا تنحبط مگر عیدین میں خطبہ بعد نماز ہے تو وہ مستوعد وقت نہیں ہو سکتا نیت قطع اپنا عمل کرے گی اور بعد فراغ خطبہ کہ تمام امور متعلقہ نماز عید منتهی ہو گئے مسلمانوں کو تذکیر و تنہیم و وعظ و تعلیم ممنوع نہیں بلکہ مندوب اور خود حضورید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے بخاری و مسلم و دارمی و ابوداؤد و سنائی و ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی قال خرجت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم فطر و اذ صلی ثم خطب ثم اقی النساء فوعظھن و ذکرھن و امرھن بالصدقۃ صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزل فاتی النساء فذکرھن ابام ذر بن ہشام میں فرماتے ہیں انما نزل الیہن بعد فراغ خطبۃ العید بخلاف جمعہ کہ اس میں خطبہ قبل نماز ہے اور شروع تذکیر سے آغاز تکبیر تک اُسی کا وقت ہے و لہذا افضل بہ اجنبی ناجائز یہاں تک کہ اگر افضل طویل حاصل ہو خطبہ زائل اور اعادہ لازم ورنہ نماز باطل ہو اور غیر اجنبی سے بھی افضل پسندیدہ نہیں اور اعادہ خطبہ اولیٰ فی الدار المختار لو خطب جنباً ثم اغتسل و صلی جاز رای و لا یعد الغسل فاصلاً لانه من اعمال الصلوۃ و لکن الاولیٰ اعادتها کما لو نطوع بعدھا کما فی الجرحش و لو فضل باجنبی فان طال بان رجح لبینہ فتغدی او جامع و اغتسل استقبال خلاصۃ ای لزوماً للبطلان الخطبۃ سراج احمد مزید امن الشامی اور شک نہیں کہ خطبہ خواندہ کا ترجمہ یا اور وعظ و نصائح حمدس وقت میں واقع ہوں گے انہیں مقاصد و مضامین خطبہ پر مشتمل ہوں گے تو وقت خطبہ میں ایقاع تذکیر بہ نیت تذکیر قطعاً اُسے داخل خطبہ کرے گا و نہ نیت قطع بے معنی رہے گی کہ عمل واقع صراحت اُس کا کذب ہوگا کس فی ان لا یاکل و هو اکل اولاً لیشرب و هو شارب بالجملة فنیۃ التذکیر فی ہذا الوقت عین نیت الخطبۃ لیست الخطبۃ الا ہذا اولذا ہو حمان الخطیب کما تکلم بکلام یا مرفیہ جمعہ وقت او بھی عن منکوفانہ یعد من الخطبۃ وان خاطب بہ رجلاً معیناً لمحاجۃ مخصرۃ کما سیأتی

اور اگر بالفرض قطع ہی مانیے تو خطبہ و نماز میں فصل لازم آئے گا اگرچہ غیر اجنبی سے تو سنت مستمرہ وصل کے خلاف ہوگا بہر حال خالی اذکار ہست نہیں ہذا ما ظہری وباللہ التوفیق دوم صرف اردو خطبہ اس کی کراہت بیان بالاسے اظہر و اذہر خصوصاً جبکہ یہ صرف اپنی صرافتہ محضہ پر ہو کہ اب تو اس کا کردہ و شفع ہونا صراحۃً منصوص کہ خطبہ میں تلاوت قرآن عظیم کا ترک بڑا ہے فی الہندیۃ فی ذکر سنن الخطبۃ للحادی عشر قراءة القرآن و تارکھا مستیٰ ہکذا فی البحر الرائق و مقدار ما یقرأ فیہا من القرآن ثلث آیات قصار و آیۃ طویلۃ کذا فی الجوهرة النيرة سوم کچھ عربی کچھ اردو اس کا حال بھی بیان سابق سے واضح ہو چکا مگر جب امام بحالت خطبہ کوئی امر منکر دیکھے تو اس سے منہی کیا ہی چاہیے اور جب وہ عربی نہیں سمجھتا یا امام خود عربی میں کلام نہیں کرتا جانتا تو ناچار زبان مقدور و مفہوم کی طرف رجوع ہوگی یہ کلام جو خطبہ میں ہوگا خطبہ ہی سے ہوگا کہ امر بالمعروف بھی اس کے مقاصد حسنہ سے ہے فی الدار المختار بکیرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف لانه منها یوں ایک حصہ خطبہ اردو میں ہونا البتہ مکروہ نہیں بلکہ واجب تک ہو سکتا ہے جبکہ انا لا منکر اسی میں منحصر ہو چارم محض اشعار پر قناعت یہ ضرور مکروہ و اسارت و خلاف سنت و موجب ترک تلاوت اور اگر ایک آیت طویلہ یا تین آیت قصیرہ کو نظم کر کے لائیں تو اول تو غالباً یہ بلا تغیر نظم قرآن نامیسر اور بعد تغیر نظم تلاوت نہ ہے گی اگرچہ اقتباس ہو اور اگر بن بھی پڑے تو ادائے سنت تلاوت کے لیے قرآن مجید کو منظوم کر کے پڑھنا ترک قراءت سے ارشاد و اشغ ہے قرآن عظیم شعر سے پاک و منزہ اور اپنے شعر بننے کی گزارش سے متعالی و ارفع ہے و ما علمنہ الشعر و ما ینبغی لہ تو اس طور پر قصہ تلاوت صریح اسارت ادب ہے و بہ فارق الاقتباس الذی لا یراد فیہ تلاوة القرآن فانه شائع شائع علی الاصحاح اور یوں بھی نظم پر اقتضائیں بلا وجہ کلمات ماثورہ و طریقہ متوارثہ سے اعراض ہے تو اس سے اعراض ہی چاہیے پنجم بعض اشعار محمودہ ملاز داخل کرنا یہ اگر زبان عجم ہوں تو وہی امر سوم ہے ورنہ کچھ حرج نہیں خصوصاً جبکہ اچاناً ہو کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی کما رواہ العسکری فی کتاب المواعظ وقد ذکرنا حدیثہ فی فتاونا واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از کا پور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ شیخ محمد سہولہ ار محرم الحرام ۱۳۱۶ھ  
ماؤ لکھا ایھا العلماء الکرام اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز میں جو اخیر میں دو رکعت طہر کی سنت پڑھتے ہیں اس کی ضرورت ہے یا نہیں۔ بیدوا توجروا

**الجواب**

جمعہ کے بعد ظہر کی سنت کا کوئی محل ہی نہیں نہ ضرورت بمعنی وجوب سنن میں معتل۔ ہاں جمعہ کی سنت بعد یہ میں اختلاف ہے اصل مذہب میں چار ہیں و علیہ الملتون اور احوط و افضل چھ ہیں و هو قول الامام ابی یوسف و بہ اخذ اکثر المشائخ کما فی فتی اللہ المعین عن النضر عن العیون و التجنیس و هو المختار کما فی جواہر الاخلاطی و هو الثابت بالحدیث کما بینا ہ فی فتاونا مگر جب صحبت جمعہ میں نزاع و اشتباہ کے باعث خواص چار رکعت احتیاطی بنیت آخر ظہر پڑھیں تو انہیں چاہیے بعد جمعہ چار سنتیں پھر وہ چار رکعتیں پڑھ کر ان کے بعد یہ دو سنتیں بنیت سنت وقت پڑھیں جمعہ یا ظہر کی تعیین نہ کریں کہ نیت ہر احتمال کو اشکال رکھے اور ہر طرح پرستش اپنے موقع پر بالاتفاق واقع ہوں فی رد المحتار عن شرح المنیۃ الصغیرہ والاولی ان یصلی بعد الجمعة سفھا ثم الاربع بهذا النیۃ ای نیت آخر ظہر

ادركته ولم اصله ثم ركعتين سنة الوقت فان صحته الجمعة يكون قد ادى سنتها على وجهها والا فقد صلى الظهر مع سنة والله سبحانه وتعالى اعلم۔

**مسئلہ**۔ از چھاونی فیروز پور صدر پنجاب محلہ لال ڈگی مرسلہ مولوی فضل الرحمن صاحب ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۷۵ھ

بخدمت حضرت مخدوم و منظم مقبول السبحان حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب اداام الشرفیضہ الفتوی۔ السلام علیکم وعلیٰ علیکم خدمت خدام والاہوں کہ ایک مسئلہ کی دو مختلف صورتیں ارسال خدمت شریفہ کے گزارش کہ تفضلات کریمانہ جواب باصواب سے معزز و ممتاز فرمائیں جزاکم اللہ خیر الجزاء نیازمند قدیمی فقیر محمد فضل الرحمن۔ مبسلا و حامدا و مصليا و مسلما اما بعد

پس واضح رہے کہ بحديث آمدہ بخطبہ جمعہ ہر کہ دیگرے رامی گوید کہ خاموش باش یا سنگریزہ راس کر داورا ثواب جمعہ ثابت کہ ادبعت و لغو کہ دینر خطبہ جمعہ میں حاضرین نے آپ سے کہا کہ بارش کی دعا کیجیے آپ نے ہاتھ اٹھا کے دعا کی تھی اور تمام حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھاے تھے تو آئندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا کہ بندہ ہونے بارش کی دعا کیجیے آپ کے دعا کرنے سے فوراً آمینہ بند ہو گیا تھا بخاری و مسلم تو دونوں مقاموں سے معلوم و ثابت ہوا کہ عبت کام کے لیے بولنا ہاتھ کا ہلانا جمعہ کے خطبہ میں مکروہ ہے اور نیک کار کیلئے مکروہ ہرگز نہیں اس استدلال کی اگر سمجھ نہ آئے تو بفتاویٰ علیگیریہ نقلًا عن المحيط وغیرہ موجود ہے کہ بخطبہ جمعہ اذا لم یتکلم بلباس نہ لکن اشار بیدۃ او برأسہ او بعینہ فحیوان رأی منکر افہماہ بیدۃ او اخبر بخبر فاشار برأسہ الصحیح انہ لا باس بہ اما دراستہ الفقہ و کتابتہ عند البعض مکروہ وقال البعض لا باس بہ انہی پس ان سب روایتوں کے استدلال سے جو کوئی خطبہ اولیٰ بقدر سنت سن کے باقی کو سنتا رہے اور حاضرین کو جو گرمی میں ہوا کی حاجت و ضرورت ہوتی ہے سب کو ہوا کرنے لگے تاکہ اطمینان سے خطبہ سنیں لا باس بہ بیشک یہ شخص ثواب جمعہ سے محروم نہ رہے گا اذا لمقصود من الافصاح ملاحظۃ معنی الخطبۃ واشتغال قلوب السامعین بالحرفیوت ذلک کذا استفاد من فتاویٰ حموی دیکھو جنت میں بروز جمعہ سب ہومنوں کو ایک مکان میں جمع کر کے باری تعالیٰ بھی ہوا شمالی چلائے گا تاکہ باطمینان دیدار حق سبحانہ تعالیٰ سے مشرّف ہوا کریں گے اس ہوا کا نام میثرہ ہے کہ کستوری کی خوشبوئی کا اثر رکھتی ہوگی کافی مسلحہ ثامینا اس ہوا کنندہ قوم کو بخطبہ جمعہ گرمی کے مارنے خود ہوا کی سخت حاجت و ضرورت ہوتی ہے تو اُس نے اپنی اس راحت پر راحت قوم کو مقدم کیا و یوثرون علی انفسہم ولو کان بجمہ خصاصۃ کے گروہ میں داخل ہو کے درجہ مفلمون کا پایا یہ آیت سورہ حشر کی بخاری و اشباہ و فتاویٰ حموی میں موجود ہے اور کتاب و سنت کا حکم عام ہے لان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المومرہ کما قرئ فی الاصول خطبہ جمعہ بقدر ایک تسبیح کے فرض اور تین آیات قصیرہ بالایک آیت طویلہ پڑھنا و شہادتین و درود پڑھنا اور پند و نصیحت قوم کو کرنا خلیفہ پر سنت اور خطبہ ثانیہ نیز سنت ہے اور بعضوں کے

لہ باب خطبہ جمعہ و باب استغاثہ دیکھئے یہی حاصل ہے کہ مثلاً اگر دیکھئے کسی کو کہ وہ سب کو کہتا ہے چپ کر یا سنگریزہ کو کہ سب کہتا ہے تو دیکھئے والا اس کو ہاتھ یا سر یا آنکھ کے اشارے سے منع کہے کہ یوں نہ کرو بخ کتہ لا اس میں داخل ہے اور میں کو اس نے منع کیا وہ لغو و عبت کشد گاں سے شمار کیا جائے گا۔ فتدبر



نزدیک خطبہ اولیٰ بقدر تمام النجیات کے فرض ہے فتدبر راقم دعا گو خیر خواہ فقیر غلام النبی عفی عنہ باسمہ سبحنہ و تعالیٰ شانہ۔

## الجواب

ہو الموفق بالحق والصواب برضا راز باب صدق وصفوا واصحاب فطنت و ذکا مخفی و محجب نہ رہے کہ جو افعال اثنائے نماز میں حرام ہیں وہی خطبہ میں بحالت استماع خطبہ گفتگو کرنا یا بادکشی کرنا جو مضر اور مخالف استماع خطبہ ہے ممنوع اور غیر مشروع ہے ہرگز درست نہیں مرکب اس کا خاطمی و سخت گنہگار ہے و میجرم فی الخطبۃ ما یجرم فی الصلوۃ حتی لا ینبغی ان ینبغی ان یا کل اولی شرب و الا لمام فی الخطبۃ ہکذا فی الخلاصۃ ۳۵ علمگیریہ من عینہ (وکل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیہا) ای فی الخطبۃ خلاصہ وغیرہا فیہم اکل و شرب و کلام و لو تسمیہا اور دسلام او امواعہ و وقت بل ینبغ علیہ ان ینبغ علیہ ان ینبغ (ظاہرہ انہ یکرہ الاشتغال بما یفوت السماع وان لم یکن کلاما و بہ صرح القہستان فی حدیث قال اذا الاستماع فرض کما فی المحيط او واجب کما فی صلوۃ المسعودیۃ او سنۃ الذمۃ ۳۵ شامی من عینہ و اذا خرج الامام حرم الصلوۃ و الکلام حتی یتقر خطبۃ شرح وقایہ ۳۵ من عینہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن مس الحصى فقد لغا فیہ النہی عن مس الحصى وغیرہ من انواع العبث فی حال الخطبۃ و فیہ اشارۃ الی اقبال القلب والجوارح علی الخطبۃ نووی ۲۸۳ من عینہ لب اور خلاصہ عبارات متذکرہ بالا کا یہ ہے کہ اثنائے خطبہ میں بادکشی وغیرہ لغو افعال جو مانع استماع خطبہ و توجہ قلب و اعضائے انسانی کے ہیں ناجائز ہیں اور فاعل اس کا بجائے اس کے کہ مستحق ثواب کا ہو مرکب گناہ کا ہو گا۔ المجیب محمد فضل الرحمن ساکن صدر بازار کسپ فیروز پور پنجاب۔

## الجواب

تحریر ثانی صحیح ہے اور رائے منجھ فی الواقع فعل مذکور گناہ و حرام اور اس کا فاعل مرکب آشام اور اس میں امید ثواب طبع خام اور تحریر اول کے اقوال سراسر ادہام۔ خلاصہ و بزازیہ و خزائنہ المفتین و مجتبیٰ و جلالی و حلیہ و جامع الرموز و بحر الرائق و نہر الفائق و مراقی الفلاح و تنویر الابصار و در مختار و ہندیہ و طحاوی علی المراقی و منہج الخالق وغیرہ عامۃ کتب مذہب میں صاف تصریح ہے کہ جو فعل نماز میں حرام ہے خطبہ ہونے کی حالت میں بھی حرام ہے۔ خلاصہ و علمگیریہ و متن و شرح تنویر کی عبارات کلام مجیب میں گزریں اور عبارات خزائنہ المفتین بعینہا عبارت خلاصہ ہے اور اسی سے بحر و حاشیۃ البحر للعلامۃ الشامی میں بہ نقل ہنر ما ثور۔ و جیز امام کردی میں ہے ما یجرم فی الصلوۃ یجرم فی الخطبۃ کالاکل والشرب حال الخطبۃ۔ شرح منیہ امام محمد محمد محمد بن امیر الحاج حلی میں ہے کما یکرہ الکلام بانواعہ یکرہ ما یجرم مجرہ من کتبتہ و نحوہا مما ینفعل عن سماعہا حتی ان فی شرح الزاہدی و یکرہ المستمع الخطبۃ ما یکرہ فی الصلوۃ کالاکل والشرب والعبث والالتفات اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ نور الایضاح میں بجوالہ شرح الکفر للعلامۃ عمر بن نجیم شرح القدوری تحت رد بن محمود سے نقل کیا شرح نقایہ علامہ محمد قسستانی میں ہے کما منع الکلام منع الاکل والشرب والعبث والالتفات والتخطی وغیرہا مما منع فی الصلوۃ کما فی جلالی متن و شرح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے (کرہہ لحاضر الخطبۃ الاکل والشرب) وقال الکمال المجمل (والعبث والالتفات)

فیجب ما یجتنب فی الصلاة اہ باختصار۔ غیہ شرح منیہ للعلامة ابراہیم الخلیفی میں ہے الاستماع والاقتصات واجب عندنا وعند الجہود حتی انه یکرہ قراءۃ القرآن ونحوہا ورسد السلام وشمیت العاطس وکذا الاکل والشرب وکل عمل کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ بادکشی مذکور نازی کو بحالت نماز حلال ہے حاشا قطعاً حرام ہے تو حسب تصریحات متوافرۃ المؤمنین وعلمائے معتدین بحالت خطبہ بھی حرام ووجوب آٹام ہے یہیں سے اُس روایت اشارہ بچشم ورسد دست کا بھی جواب ظاہر ہو گیا کہاں کسی منکر یا اور کسی حاجت کے لیے ایک اشارہ کر دینا اور کہاں حالت خطبہ میں حاضرین کو ہلکا جھلٹے پھر نایہ قیاس فاسد اگر صحیح ہو تو یہ حرکت نماز میں بھی جائز ٹھہرے کہ ایسا اشارہ تو عین نماز میں بھی حرام نہیں مثلاً کوئی شخص نماز کو سلام کرے نازی سر یا ہاتھ کے اشارے سے جواب دیدے یا کوئی کچھ مانگے یہ ہاں یا نا کا اشارہ کر دے یا کوئی پچھ کے رکعتیں ہوئیں یہ انگلیوں کے اشارے سے بتادے یا کوئی روپیہ دکھا کر کھوٹا کھرا پوچھے یہ ایسا سے جواب دیدے تو یہ سب صورتیں اگرچہ مکروہ ہیں مگر حرام وفسد نماز نہیں درمختار باب مفصلات الصلاة میں ہے (ورد السلام) ولو سھوا (بلسانہ) لا یمید بل یکرہ علی المعتمد والمتحار میں ہے ای لا یفسد ہا رد السلام بیدۃ خلافا لمن عزالی ابی حنیفۃ انہ مفسد فانہ لم یعرف نقلہ من احد من اهل المذہب وانما ید کون عدم الفساد بلا حکایۃ خلاف بل صریح کلاما لطلحطاوی انہ قول ائمنا الثلثۃ کذا فی الحلیۃ وفی البحر الرائق ان الفساد غیر ثابت فی المذہب ویدل لعدم الفساد انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعلہ کما رواہ ابوداود وصحیح الترمذی وصرح فی المنیۃ بانہ مکروہ ای تنزیہا اہ مختصراً اُسی کے مکروہات میں ہے لا باس بتکلیم المصلی واجابۃ براسہ کما لو طلب منہ شئ ادا ری ورسہا وقیل اجید فاو ما بنعم ولا اوقیل کم صلیتم فاشار بیدۃ انہم صلوا رکعتین ردالمحتار میں ہے قولہ واجابۃ براسہ قال فی الامداد وہہ ورد الاثر عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وکذا فی تکلیم الرجل المصلی قال تعالیٰ فادہ المملکۃ وهو قائم یصلی فی المحراب اُنھیں عبارات ائمہ میں تصریح گزری کہ بحالت خطبہ چلنا حرام ہے یہاں تک کہ علمائے کرام فرماتے ہیں اگر ایسے وقت آیا کہ خطبہ شروع ہو گیا مسجد میں جہاں تک پہنچا وہیں رک جائے آگے نہ بڑھے کہ یہ عمل ہوگا اور حال خطبہ میں کوئی عمل روا نہیں حالانکہ اہم سے قرب بشرعاً مطلوب اور حدیث وفقہ میں اُس کا فضل مکتوب اور وہیں بیٹھ جانے میں آئندہ آئے والوں کے لیے بھی جگہ کی تنگی ہے ان امور پر لحاظ نہ کریں گے اور آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیں گے مگر سچا جھلٹے پھر حاضر وور جائز بنا ہی لیا جائے گا۔ غانیہ دہندیہ وغیرہا میں ہے ذکر الفقہ ابو جعفر اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ لا باس بالخطی ما لم یأخذ الامام فی الخطبۃ ویکرہ اذا اخذ لان المسلم ان یتقدم وید نوا محراب اذا لم یکن الامام فی الخطبۃ لیتسع المكان علی من یجئ بعدہ وینال فضل القرب من الامام فاذا لم یفعل الاول فقد ضیع ذلک المكان من غیر عذر فان الذی جاء بعدہ ان یأخذ ذلک المكان امامن جاء والا ما یخطب فلیہ ان یستقر فی موضعہ من المسجد لان منیہ وتقدمہ عمل فی حالۃ الخطبۃ چلنا تو بڑی چیز ہے اُنھیں عبارات علما میں تصریح گزری کہ خطبہ ہوتے میں ایک گھونٹ پانی پینا حرام کسی طرف گردن پھیر کر دیکھنا حرام قودہ حرکت مذکورہ کس درجہ سخت حرام ہوگی اُنھیں وجوہ زاہرہ سے اُس کے نیک کام اور یوشون علی انفسہم میں داخل ہونے کا جواب روشن ہو گیا نیکی وایثار تو جب دیکھیں کہ فعل وہاں جائز بھی ہو جب سرے سے نفس فعل حرام تو اُس کے فضائل گننے کا کیسے محل

مسلمانوں کو پکھا جھلنا تو جہاں جائز ہو وہاں غایت درجہ مستحب ہوگا جواب سلام دینا امر بالمعروف کرنا تو واجب تھے اور بحالت خطبہ یا نہ ہونے پر حرام ہونے اب کیا یہاں ان کے فضائل و وجوب سے استدلال کی گنجائش ہے غنیہ میں ہے لا ینال رد السلام فرض فلا ینع منه لا نأقول ذالک اذا کان السلام ماذوناً فیہ شرعاً و لیس کذا لک فی حالۃ الخطبۃ بل یرتکب فاعلہ اثماً اور ان کی اطمینان کو آپ صریحاً بے اطمینانی یوثقون علی الفسھد میں شمول نہیں انامرون الناس بالبر و تسون انفسکم میں دخول ہے یعنی دیگران را نصیحت و خود را نصیحت علیائے کرام تو ایثار قربت میں کلام رکھتے ہیں نہ کہ اوروں کی قربت کے لیے خود حرام کا ارتکاب یہ ایثار نہیں صراحتاً اپنے دین کو اضرار ہے کما لا یخفی نہیں سے واضح کہ ممانعت کو صرف فعل عبث و بے فائدہ سے خاص کرنا محض غلط ہے بلکہ اس قسم کا ہر عمل اگرچہ کیسا ہی مفید ہو وقت خطبہ شرعاً لغویں داخل اور اس کے فائدے پر نظر باطل بلکہ نفع درکنار اس سے ضرر حاصل آخوند دیکھا کہ مشرعی مطہر نے اس وقت امر بالمعروف کو کہ اعلیٰ درجہ کی مفید و ہم چیز ہے حرام ٹھہرایا اور دوحرف (چپ) کہنے کو لغویں داخل فرمایا صحاح ستہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا قلت لصاحبک یوم الجمعة انصت والامام یخطب فقد لغوت جب روز جمعہ خطبہ امام کے وقت تو دوسرے سے کہے چپ تو تو نے خود لغو کیا مسند احمد سنن ابی داؤد میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قال یوم الجمعة لصاحبہ صدہ فقد لغا ومن لغا فلیس لہ فی جمعۃ ثلاث شئ جو جمعے کے دن اپنے ساتھی سے چپ کہے اُس نے لغو کیا اور جس نے لغو کیا اُس کے لیے اس جمعہ میں کچھ اجر نہیں امام احمد حضرت علیہ السلام بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مثل الذی یتکلم یوم الجمعة والامام یخطب مثل الحمار یحمل اسفار والذی یقولہ انصت لاجمعۃ لہ جمعہ کے دن جب امام خطبہ میں ہو بولنے والا ایسا ہے جیسا گدھا جس پر کتابیں لڑی ہوں اور جو اُس سے چپ کہے اُس کا جمعہ نہیں ہے یہی سے بخلی ہوا کہ حدیث استسقاء مذکور صحیحین سے استدلال صحیح نہیں اُس سے اگر ثابت ہوگا تو وقت خطبہ امام جواز کلام اور اُس کی حرمت پر ائمہ مذہب کا اجماع اور احادیث صریحہ صحیحہ جن کی بعض مذکور ہوئیں مثبت تحریم و قاطع نزاع فان الحاضر مقدم و تمام الکلام فی الفتو وغیرہ باقی رہا یہ کہ حاضرین نے کہا بارش کی دعا کیجیے اور یہ کہ تمام حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھائے اور یہ کہ آئندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا یہ سب غلط دعوے ہیں اور صحیحین میں ان کا کہیں پتہ نہیں رہی فرع کتابت مذکورہ علی گریہ اولاً جو بعض اُسے جائز رکھتے ہیں وہ بھی اُس کے لیے جو امام سے اس قدر دور ہو کہ خطبے کی آواز اُس تک نہ جاتی ہو تو قریب کے لیے جواز بادکشی پر اُس سے استدلال کہ سفار ہے اور حاضرین کو ہوا کرے استدلال بالمخالف ہے غنیہ و بزازیر و شریک بلکہ میں ہے واللفظ للعلی اختلف المتأخرون فی البعید عن الامام فمحمّد بن سلمۃ اختار السکوت فی حقہ ایضاً و نصیر بن عیسیٰ اجاز القراءۃ و نحوھا و عن ابی یوسف اختیار السکوت و حکى عنه انه کان ینظر فی کتابہ ویصلیہ بالقلم خانیہ و خزائنہ المفتین میں ہے اما دراستہ الفقہ والنظر فی کتب الفقہ و کتابتہ من اصحابنا من کره ذالک ومنہم من قال لا یاس بہ اذا کان لا یسمع صوت الخطیب (زاد فی الخانیہ) و ہذا ردی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ مراقی الفلاح میں ہے فی الینابیع یکوہ التبییح و قراءۃ القرآن اذا کان لیسع الخطبۃ و ردی عن نصیر بن عیسیٰ ان کان بعیداً من الامام یقرأ القرآن فمن فعل مثله ولا یشتغل غیرہ

سماع تلاوتہ لا باس بہ کا نظری کتاب والکتابہ وفیہ خلاف وعن ابی یوسف لا باس بہ والحکم بن زہیر کان یجلس مع  
 ابی یوسف ینظر فی کتابہ ویصحح بالقلم وقت الخطبۃ وقال الکمال یحرم الاکل والشرب والکتابۃ انتہی یعنی اذا کان  
 یسمع لما قد مٹا ان کتابہ من لا یسمع الخطبۃ غیر مستغنی انتہی ملقط ثانیاً قول بعض بھی ضعیف واما مستغنی صحیح ہی ہے کہ دور  
 و نزدیک سب پر سکوت واجب اور کتابت و قرات جمیع اعمال ناجائز طحاویہ میں مذکور قول مذکور مرقی ہے قولہ غیر مستغنی المعتمد المتعمد  
**اقول** وحملہ کلام الکمال علی القریب بعید کل البعد فان الکمال صرح بخلافہ کما سئمتک نصہ رد المحتار میں فیض  
 علامہ کرکی سے ہے لو کان بعیداً لا یسمع الخطبۃ ففی حرۃ الکلام خلاف وکذا فی قراءۃ القرآن والنظر فی الکتاب وعن ابی یوسف  
 انہ کان ینظر فی کتابہ ویصحح بالقلم والاحوط السکوت وبہ یفتی جواہر الاخلاط میں ہے النائی عن الامام فی استماع الخطبۃ  
 کا لقیب والانصات فی حقہ ہوا مختار ہندیہ میں تبیین الحقائق امام ذہبی سے ہے ہوا الاحوط محیط امام شمس لائے خرمی سے  
 ہے ہوا اصح شرح نقایہ برجندی میں خزانہ سے ہے ہوا ادلی ہدایہ وایضاح الاصلاح میں ہے اختلاف فی النائی عن المختار  
 والاحوط السکوت (زاد فی الهدایۃ) قاسم لغرض الانصات کافی شرح دانی میں ہے الاحوط السکوت لانہ مامور بالاستماع  
 والانصات اذا قرب من الامام وعند البعد ان لم یقدر علی الاستماع فقد قدر علی الانصات فیجب علیہ فتح القدیر بفضل  
 القراءۃ میں ہے ہذا اذا کان یسمع فاما النائی فلا رایۃ فیہ عن المتقدمین واختلف المتأخرون والاحوط السکوت  
 یعنی عدم القراءۃ والکتابۃ ونحوہا لا الکلام المباح فانه مکروہ فی المسجد فی غیر حال الخطبۃ فکیف فی حالہا ملتی الامیر  
 وجميع الانصاف میں ہے (النائی) ای البعید الذی لا یسمع الخطبۃ (والدانی) ای القریب (مساء) فی وجوب الاستماع والانصات  
 امتثالاً لامر عز ودر میں ہے (البعید) عن الخطیب (کا لقیب) فی وجوب الاستماع والانصات تنزیہ ودر میں ہے (البعید)  
 عن الخطیب (والقریب سیان) فی افتراض الانصات انہیں میں ہے یجب علیہ ان یسمع ویسکت (بلا فرق بین قریب وبعید)  
 فی الاصح محیط کنز الدقائق وکجرا لرائے میں ہے (النائی کا لقیب) ہوا احتیاط عبارات سابقہ سے تو واضح تھا ہی کہ سننا جو فرض ہے  
 اُس کے یعنی نہیں کہ کان میں آواز پہنچے اگرچہ آپ دوسرے کام میں مشغول ہو در نہ کھانا پینا چلن گردن پھیر کر دیکھ کیوں حرام ہوتا کہ ان میں کوئی  
 کام کان میں آواز جانے کے منافی ہے بلکہ اس کے یعنی کہ ہمہ تن اسی طرف متوجہ ہو اور دوسرے کسی کام میں مشغول نہ ہو مگر ان عبارات لاحقہ نے  
 اور بھی واضح کر دیا کہ سراپا تمام اعضا سے اسی طرف متوجہ رہنا خود واجب ہے کہ بعید کے لیے تو کان میں آواز آتا بھی نہیں مگر قول صحیح و معتد  
 مختار و مفتی یہی ہے کہ اُسے بھی اور اعمال میں مشغولی حرام تو یہ زعم کہ خطبہ بقدر سنت سن کر بانی کو سننا ہے اور ہوا کہے اولاً انصات قول  
 بالتثانیین ہے اور استماع والانصات کے معنی نہ سمجھنے سے ناشی ثانیاً یہ فعل مطلق استماع ہے یا نہیں اگر ہے تو مطلقاً حرام ہونا واجب : یہ کہ  
 قدر سنت کے بعد اجازت ہو اور اگر نہیں تو مطلقاً جائز ہونا چاہیے قدر سنت کا استثنائاً دوں خطبے سنوں ہیں نہ کہ ہر خطبہ یا  
 صرف اولی سے اُس کا ایک جز تو قدر سنت سن چکنا بعد تمامی خطبتین صادق ہوگا اب کیا نماز پڑھتے میں پنکھ بھلتا پھرے گا شاید اوعا  
 کیا جائے کہ اگر کوئی امام خطبہ کبیرہ طویل بطول فاحش مخالف سنت پڑھے تو قدر سنت کے بعد مقدار زیادت میں یہ حرکت جائز اول تو

اس کا ارادہ کلام قائل سے بعید وہ ظن ہے نہ کہ اس صورت نادرہ مکروہہ سے خاص اور ہو بھی تو یہی غلط و باطل ہے مقدار میں بڑھا دینا درکنار خطبے میں ذکر و مدح ظالمین بھی ہو جو قطعاً خلاف سنت کیا حرام شدید اور یقیناً مقاصد خطبے سے جدا و بعید ہے جب بھی صحیح ہی ہے کہ استماع و انصات واجب مجتہبی شروح قدوری پھر نثر الفائق پھر فتح اللہ المعین علامہ سید ابوالسود ازہری میں ہے استماع الخطبۃ من اولہا الی آخرہا واجب وان کان فیہا ذکر اللہ و ہوالا صحیح محیط برہانی پھر علی گریہ میں ہے واللفظ لہا الذی علیہ عامۃ مشائخنا ان علی القوم ان یسمعوا الخطبۃ من اولہا الی آخرہا والدنو من الامام افضل من البعد عنہ و ہوا الصحیح من جواب مشائخنا رحمہم اللہ تعالیٰ تنزیلاً لا بصار و در مختار میں ہے (لاصلۃ ولا کلام الی تمامہا) وان کان فیہا ذکر الظلمۃ فی الاصحیح علامہ حموی کا کوئی فتاویٰ سموع نہیں نہ ان کی کسی کتاب سے حرکت مذکورہ کا جواز مستفاد ملاحظہ معنی جس طرح خطبے میں مقصود یہ ہیں ناز میں کیا ناز میں بھی اسی نیت نیک سے پنکھا جھلنے پھرنے کی اجازت ہوگی جنت میں اس ہو کی یہ غایت تاکہ باطمینان دیدار سے شرت ہوں تحت ابعاد واجب الرد ہے جنت میں معاذ اللہ گرمی و صبر کا کون سا وقت ہوگا جس کے ازالے کو ہوا کی حاجت ہو اہل جنت کے لیے معاذ اللہ باطمینان کا سامان کس وقت ہوگا کہ تحصیل اطمینان کی ضرورت ہو وہاں کے جتنے امد ہیں سب محض لذت و زیادت نعمت ہیں و لہذا تحقیق فرماتے ہیں دنیا میں حقیقہ کوئی لذت نہیں جسے لذت گمان کیا جاتا ہے واقع میں دفع الم ہے پانی یا شربت کیسا ہی سرد و شیریں و خوشبو و خوشگوار ہو پیاس نہیں تو کچھ لذت نہیں دینا کھانا کیسا ہی لذیذ و عمدہ و خوشبو و خوش مزہ ہو بھوک نہیں تو کچھ لطف نہیں آتا و حقیقہ بھوک پیاس کا الم دفع ہوتا ہے نہ لذت خالص و علی ہذا القیاس باقی تمام ملاذ بخلات بہشت کہ وہاں الم اصل نہیں نہ بھوک نہ پیاس نہ گرمی نہ احتیاس تو وہاں جو کچھ ہے خالص و حقیقی لذت ہے ساقی اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ و فضل رحمۃ بھائی عبادہ امین بجاہ محمد بنی الوحدۃ شفیع الامۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیہم اجمعین امین اور بفرض باطل ایسا ہو بھی تو وہاں کون سا خطبہ ہے اور باری عزوجل پر کس چیز کا استماع واجب لہذا کس وقت اپنے کسی فعل سے باز رہنا لازم اور اسے کون سا فعل دوسرے سے مشغول کر سکتا ہے پھر فعال الکیہ سے استماع و عجب تماشا ہے معبود عابد کی کیا رہیں ہیں اتباع احکام سے کام ہے وہیں دفعتاً اللہ تعالیٰ لہ امین و لا سبحنہ تعالیٰ علیہ

**مسئلہ** - از بنگالہ ضلع پابندہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع بھنگا باڑی مرسلہ منشی عایت اللہ صاحب ۱۹ شوال ۱۳۱۶ھ

ماؤ لکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ بعض خطبہ میں جو لکھا ہے کہ فرد آید بالا رود بدست راست خواند بدست چپ خواند اس کا اصل کیا اور معنی کہاں سے ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں (۲) بعض خطبہ کے درمیان جو اردو و شرعاً لکھا ہے خطبہ مع اسکے پڑھنا یا صرف فارسی یا اردو یا اور کوئی زبان میں مولف عربی کے پڑھنا اول سے اخیر تک چاہے عید ہو یا جمعہ جائز ہے یا نہیں (۳) منبر کتنی سیڑھی کی ہونا چاہیے اور کس پر کھڑے ہو کر خطبہ چاہیے اور منبر کس زمانہ سے شروع ہوا ہے۔

### الجواب

دہنے پائیں مونہ پھیرنا بے اصل ہے اس پر عمل نہ کیا جائے اور ذکر سلطان کے وقت ایک پایہ نیچے اترنے کو بھی بعض شافعیہ نے قبیح بتایا اور واقعی اگر مصلحت شرعیہ سے خالی ہو تو عجت ہے اور عجت کا ادنیٰ درجہ مکروہ فی رد المحتار قال ابن حجر فی التحفۃ و بحث

بعضہم ان ما اعتید الان من النزول فی الخطبة الثانية الی درجة السفلی ثم العود بدعة قبیحة مشیئة ہندیہ میں سن خطبہ میں ہے استقبال القوم بوجہ رد المحتار میں ہے ما یفعله بعض الخطباء من تحویل الوجه جهة الیمین و جهة اليسار عند الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الخطبة الثانية لہم من ذکرہ والظاهر انہ بدعة ینبغی ترکہ لئلا یتوہم انہ سنة ثم رأیت فی منهاج النور قال ولا یلتفت یمینا و شمالا فی شئ منها قال ابن حجر فی شرحہ لان ذلک بدعة انتہی و یؤخذ ذلک عندنا من قول البیضاوی ومن السنة ان یتقبل الناس بوجہہ ویستدبر القبلۃ لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یخطب ہکذا اھ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) خطبہ میں کوئی شعر اردو فارسی نہ پڑھنا چاہیے نہ خطبہ عربی کے سوا کسی زبان میں پڑھا جائے کہ یہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے کما تحقیقناہ فی فتاوانا واللہ تعالیٰ اعلم (۳) منبر خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنوایا اور اُس پر خطبہ فرمایا کما ثبت فی الصحیحین وغیرہما من حدیث تھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر اقدس کے تین زینے تھے علاوہ اوپر کے تختے کے جس پر بیٹھتے ہیں وقد وقع ذکرہن فی غیر ما حدیث کحدیث وعید من ذکر عندہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یصل علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد المحتار میں ہے منبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان ثلث درج غیر المسماة بالمستراح حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درج بالا پر خطبہ فرمایا کرتے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے پر پڑھا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرے پر جب زمانہ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آیا پھر اول پر خطبہ فرمایا سبب پوچھا گیا فرمایا اگر دوسرے پر پڑھتا لگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر تو وہم ہوتا کہ فاروق کے برابر ہوں لہذا ہاں پڑھا جہاں یہ احتمال مقصور ہی نہیں اصل سنت اول درج پر قیام ہے وما فعلہ الصدیق فكان تأدیامند مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما فعل الفاروق فكان تأدیامع الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلندی منبر سے اصل مقصود یہ ہے کہ سب حاضرین خلیفہ کو دیکھیں اور اُس کی آواز سنیں جہاں یہ حاجت بسبب کثرت حضار و دوری صفوں تین زینوں میں پوری نہ ہو تو زینے زیادہ کرنے کا خود ہی اختیار ہے اور بہتر عداوت کی مراعات فان اللہ و ترویح الوتر واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از موضع کثرہ ڈاک خانہ او برہہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم رضا صاحب غزہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں چار رکعت احتیاطی ظہر کا ادا کرنا مستحب ہے یا واجب یا فرض قطعی بصورت اولی و ثانیہ یہ نماز احتیاطی قائم مقام فرض کے ہو سکتی ہے یا نہیں اور صورت ثانیہ میں صلاۃ ظہر و جمعہ کا لزوم بطریق اجتماع لازم آتا ہے یا نہیں اور ایسی صورت میں تلک احتیاطی تارک فرض ہوگا یا نہیں ۔ بینوا و جروا

الجواب

جہاں جمعہ بحسب مذہب بلا شبہ ناجائز و باطل ہے جیسے وہ کردہ جو کسی روایت مذہب پر مصر نہیں ہو سکے وہاں ظہر آپ ہی عیناً فرض ہے اور جمعہ پڑھوانے اور چار رکعت احتیاطی بتانے کی اصلاً گنجائش نہیں فان الشارح لایأمر بارتکاب الاثم والاعتقال بسلا یصح اصلاً ان کا محل وہاں ہے کہ صحیح جمعہ میں اشتباہ و تردد قوی ہو مثلاً وہ مواضع جن کی مصریت میں شک ہے یا

باوصف اطمینان صحت جانب خلاف کچھ وقت رکھتی ہو مثلاً جہاں جمعہ متعدد جگہ ہوتا اور سبقت نامعلوم ہو کہ اگرچہ دوبارہ تردد قول جواز ہی مستند و ماخوذ و مفتی ہے مگر عدم جواز بھی ساقط و ناقابل التفات نہیں کما بینہ فی رد المحتار صورت اولیٰ میں ان چار رکعت کا حکم ایجاباً و تاکیداً ہوگا لوقوع الشبهة فی براءة العہدہ اور ثانیہ میں استحباباً و تریغاً لان الخروج عن الخلاف مستحب اجماعاً ما لم یلزم محذور و رد المحتار میں ہے نقل عن المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصفا ینبغی ان یصلوا بعد الجمعة اربعاً بنیۃ الظہر احتیاطاً و مثله فی کافی فی القنیۃ امرأۃ متعمہ بالاربع بعدھا حتماً احتیاطاً و نقلہ کثیر من شراح الہدایۃ وغیرھا و تداولہ فی الظہیریۃ اکثر مشائخ بخارا علیہ لیخرج عن العہدہ بیقین ثم نقل عن الفتح انہ ینبغی ان یصلی اربعاً ینوی بہا آخر فرض ادرکت وقتہ و لم اؤدہ ان تردد فی کونہ مصفا و تعددت الجمعة و ذکر مثله عن المحقق ابن جرباش ثم قال و فائدہ الخروج عن الخلاف المتوہما و المحقق و ذکر فی النہا انہ لا ینبغی التردد فی ندبھا علی القول بجواز التعداد خروجاً عن الخلاف اہ و فی شرح الباقانی ہوا الصحیح بقی الکلام فی تحقیق انہ واجب او مندوب قال المقدسی ذکر ابن شعبہ عن جددہ القصیری بالندب و بحث فیہ بانہ ینبغی ان یکون عند مجرد التوہم اما عند قیام الشک و الاشتباہ فی صحۃ الجمعة فالظاهر الوجوب و نقل عن شیخہ ابن العمام ما یفیدہ ویؤید التفصیل تعبیراً القرائشی بلایہ و کلام القنیۃ المذکور اہ مختصراً یا یہ اشتباہ کہ مستحب یا واجب قائم مقام فرض کیونکہ ہوں گے ان رکعات کی نیت پر نظر کی جائے تو بیگاہ اولیں اندفاع پائے ابھی فتح القدیر وغیرہ سے گزرا کہ یہ رکعات بنیت آخری فرض ہی پڑھی جاتی ہیں نہ کہ بنیت مستحب یا واجب مصطلح تو فرض بنیت فرض ادا ہو جانے میں کیا تردد ہے یعنی عندئذ اگر صحت نہ تھی تو نفس الامر میں ظہر فرض تھا جب اُس نے اُس کچھلے فرض ظہر کی نیت کی جس کا وقت پایا اور ابھی ادا نہ کی تو یہی ظہر ادا ہو جائے گا ورنہ اگر پہلے کوئی ظہر فرض پڑھا وہ ادا ہوگا ورنہ یہ رکعات نفل ہو جائیں اور نفل بنیت فرض ادا ہو تا محدود واضح ہے۔ واللہ سبحہ و تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از مخدوم پور ڈاک خانہ زمہٹ ضلع گیا مسلہ مولوی سید رضی الدین حسین صاحب فرمادہ مجاہد الاخرہ ۱۳۱۷ھ

جناب مستطاب مخدوم مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب زاد محمد ہم بعد ہدیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے مکلف خدمت میں کہ اس موضع مخدوم پور قاضی چک میں اور نیز قرب و جوار میں اس کے نماز جمعہ وعیدین ہم لوگ مقلدین حنفی پڑھا کرتے ہیں اور جماعت جمعہ کی خاص اس موضع میں پسندہ میں آدمی اور کبھی کم بھی ہو اگر تہی ہے اب بعض معترض ہیں کہ جمعہ دیہات میں نزد امام ابو حنیفہ صاحب جائز نہیں ہے پڑھنا بھی نہ چاہیے مخدومنا پڑھا کروں یا ترک کر دوں حضور کے نزدیک جو جائز ہو مطلع فرمائیں تا مطابقت اُس کے کار بند ہوں اور نازعین بھی دیہات میں ہو یا نہ ہو شہر صاحب گنج یہاں سے ۱۲ کس پر ہے زیادہ حد نیاز را تم احقر رضی الدین حسین عفی عنہ

**الجواب**

جناب کرم ذی المجد والکرم اگر مکمل اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فی الواقع دیہات میں جمعہ وعیدین با اتفاق ائمہ خفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ممنوع و ناجائز ہے کہ جو نماز شرعاً صحیح نہیں اُس سے اشتغال روا نہیں فی الدار المختار و فی القنیۃ صلاۃ العید فی القری



بکھرے فوجی ای لائنہ اشتغال بالایصحہ اور فی رد المحتار و مثلاً الجمعیۃ ح جمعہ میں اس کے سوا اور بھی عدم جواز کی وجہ ہے حکما  
بیدارہ فی فتاویٰ ہاں ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد و عاقل بالغ ایسے  
تندرست جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو وہاں تک کہ انہیں جمعہ کے لیے مسجد  
جانب بنانی پٹے و صحت جمعہ کے لیے شرم بھی جائے گی امام اکمل الدین یارلی عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں (و عنہ) ای عن ابی یوسف  
(انہم اذا جتمعوا) ای اجتمع من تجم علیہم الجمعیۃ لاکل من یسکن فی ذلک الموضع من الصبیان والنساء والعبد قال  
ابن شجاع احسن ما قیل فیہ اذا کان اهلہا بخیت لواجتمعوا (فی اکبر مساجدہم لم یسعہم) ذلک حق احتاجوا الی بناء  
مسجد اخر للجمعیۃ الخ جس گاؤں میں یہ حالت پائی جاوے اُس میں اس دعا پر نذر کی بنا پر جمعہ وعیدین ہو سکتے ہیں اگرچہ اہل نہیں  
کے خلاف ہے مگر سے بھی ایک جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہرگز جمعہ خواہ عید مذہب حق میں جائز نہیں ہو سکا  
بلکہ گناہ ہے واللہ یقول الحق وہو یھدی السبیل واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - اکثر ڈاکٹر اور برہ ضلع گیا سرسید عبدالحمید صاحب قادری ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں ہندوستان میں جمعہ جائز ہے یا نہیں جائز ہے تو کیوں اور اُس کے دلائل کیا ہیں جمعہ  
شہری میں جائز ہے یا دیہات میں بھی تعریف شہر اور قصبہ اور دیہات کی کیا ہے دیہات سے نیچے بھی کوئی حد بندی کی ہے کیونکہ دیہات  
و قسم کے ہوتے ہیں ایک محض کدوہ دوسرا وہ جس میں اشیاء اور ضروری جیسے سمولی کپڑے ملتے ہوں اور درزی اور تھار اور بڑھی اور بنیا  
اور بقال وغیرہ ہوں اور ساکن اُس کے ہندو مع مسلمان قریب بارہ سو مروج عورت کے ہوں اور غالب ہندو مسلمان زمین دار ہوں اور  
مسلمانوں کی تعداد قریب پانچ سو مروج عورتوں کے ہو اور مسجد قدیم سے ہو اور جب سے مسجد بنی ہمیشہ سے یا پر جمعہ ہوتا رہا ہو تو ان دونوں قسموں  
میں دیہات کے جمعہ جائز ہوگا یا صرف قسم اخیر میں یا کسی میں نہیں اور ہم قسم اخیر کے دیہات کے کہنے والے ہیں اب بعض لوگ کہتے ہیں  
کہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو آیا ہم لوگ پڑھیں یا نہیں بہت صاف جواب بالتفصیل تحریر ہو۔

الجواب

ہندوستان اصل اللہ تعالیٰ بجا اللہ تعالیٰ ہندو دارالاسلام ہے کما حقہ فی رسائلنا اعلام الاعلام بان ہندوستان  
دارالاسلام اُس میں اقامت جمعہ وعیدین مسلمانوں کو ضرور جائز جامع الفضولین میں ہے قال ح ای الامام الاعظم ابو حنیفہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا تصیر دارالحرب الا باجراء احکام الشریک فیہا والصلوات بالدار الحبوب بان لا یكون بینہما و بین دار الحبوب  
مصر للمسلمین وان لا یمقی فیہا مسلمہ او ذمی امناء علی نفسہ بالامان الاول ای لا یمقی امناء الا بالامان المسلمون لان الحکم  
اذا ثبت بعلتہ فما بقی شیء من العلة یمقی الحکم ببقائہ فلما صارت البلدة دارالاسلام باجراء احکامہ فما بقی شیء من  
احکامہ واثارہ تبقى دارالاسلام وکل مصوفیہ والی مسلمہ من حجة الکفا تجوز فیہ اقامة الجمع والاعیاد واخذ الخراج  
وتقليد القضاء وتوزيع الايام لا سبیلہ المسلم علیہم واما فی بلاد علیہا ولا کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع

والا عیادہ مختصراً رد المحتار میں ہے فی معراج الدلایۃ عن المبسوط البلاد التي فی ایدی الکفار بلاد الاسلام بلاد الحب  
وکل مصوفیہ وال من جہنمہم یجوزلہ اقامۃ الجمع والاعیاد فلو لولا لکفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ اہ ملخصاً جمعہ  
وعیدین کے فقط مامود بہ بلکہ خود جائز و صحیح ہونے کے لیے بھی باجماع المذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصر شرط ہے کتب المذہب  
عن آخرها طائفتہ بذلک کاؤں میں جمعہ وعیدین صحیح نہ جائز بلکہ گناہ ہیں کما نص علیہ فی الدر المختار عن القنیۃ فی جامع  
الرموز عن جامع المضمرات وقد بینا فی فتاویٰ دیات سے بھی کم درجہ سستی جنگوں میدانوں پہاڑوں میں اہل خیمہ کے مقام ہیں  
جن میں مکانات کچے کچے کپتے اصلاً نہیں ہوتے بغوں نے جہاں آب و درخت و درختوں کے ڈیرے ٹال دیے خیمے تان دیے وہیں اقامت  
کر لی یہ بستیاں نظر شرع میں بھی دیات سے رتی ہیں اصدار و عمرات کے سکان اگر گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کریں  
مقیم ہو جائیں گے قصر نہ کریں گے اور ان خیمہ گاہوں میں انہیں اہل خیمہ کی نیت اقامت صحیح ہے جن کی طر تیش ہی یہ عمرات  
والے بعد تحقق سفر طے مراحل اگرچہ وہاں پندرہ دن قیام کا قصد کریں مقیم نہ ہوں گے ہوالا صحیح فی الفضلین رد مختار میں ہے  
اہل الاخبیتہ کثر کمان نوہا فی المغازۃ فانما تصح فی الاصح وبہ یعنی اذا کان عندہم من الماء والکل ما یکفیہم مدتها  
ولو نوى غیرہم الاقامۃ معہم لم یصح فی الاصح اہ مختصراً قصید عرفا مصرودہ میں متوسط ہے چھوٹے شہر کو کہتے ہیں جس میں آبادی  
کم مزاق قلیل ہوں بانار و پختہ عمارت ہو نہ مثل اصدار وہ برگنہ ہوتا ہے ضلع نہیں اس میں چھوٹے چھوٹے حکام ہوتے ہیں جن کی  
سماعت ایک حد تک محدود ہے حکام کہ ہرگز مقدمات دیوانی و مال و جرائم فیصل کر سکیں نہیں ہوتے اس عرف حادث پر نہیں تین  
ہوتی ہیں مگر زبان عرب میں وہ دو ہی چیزیں ہیں مصر یا قریہ قصبان سے باہر کوئی شے ثالث نہیں قاموس و مصباح المیر و غیر ہما  
میں قصبۃ البلاد مدینتہا و قصبۃ القریۃ و سطہا وہیں شرع مطہر نے قصبات کو کسی حکم خاص سے مخصوص نہ فرمایا مصر و قریہ  
کی تقسیم حاصر ہے آبادی پر حد مصر صادق ہو تو مصر ہے ورنہ قریہ لا ثالث لہا اب تعریف مصر میں ہمارے علما سے اقوال کثیرہ آئے  
جن میں صحیح و مختار و مستحکم کبار تھے اول ظاہر الزوایہ و اصل مذہب و ارشاد امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ  
شہرہ آبادی عمارت والی ہے جس میں متعدد کوچے ہوں دوامی بازار ہوں وہ ضلع یا برگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیات ہوں اس میں  
کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کے یہاں قضایا پیش ہوتے ہوں اور اس کی شوکت و حشمت مظلوم کا انصاف  
ظالم سے لینے کے قابل ہو اگرچہ کبھی نہ لیا جائے یہ تعریف کتب کثیرہ میں بالفاظ عدیدہ و معانی متقاربہ ادا کی گئی۔

مسئلہ۔ از عظیم آباد پٹنہ شاہ کی اہلی متقل سجد تراہمہ طب حکیم صاحب مرسلہ ولوی نو بامدی صاحب ربیع الآخر شریف و اسلام  
کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ایسے قریہ میں جس پر کسی طرح حد مصر صادق نہیں اگر وہاں کے حنفی المذہب بخیاں  
شوکت اسلامی نماز جمعہ مع ظہر احتیاطی و صلاۃ العیدین پڑھتے ہوں تو وہ گنہگار ہوں گے یا نہیں اور اگر گنہگار ہوں گے تو اس کی جگہ کیا ہے بیوا و جوا  
الجواب

ایسی جگہ جمعہ یا عیدین پڑھنا مذہب حنفی میں گناہ ہے نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ اولاً جب نماز جمعہ وعیدین وہاں صحیح نہیں تو یہ

امر غیر صحیح میں مشغول ہوئی اور وہ ناجائز ہے فی الدار المختار نکرہ تحریر ای لانه اشتغال بالاصح لان المصی شط الصلۃ ثانیاً **اقول** فقط مشغولی نہیں بلکہ اس امر ناجائز کو موجب شک اسلام جاتا بلکہ بقصد نیست فرض واجب ادا کیا یہ مفید عقیدہ ہے جس سے علماء نے تحدید شدہ فرمائی اوصوا بترك التزام مستحب اذا خيف ان يظنه العوام واجبا وفي اخف منه قال سيدنا عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه لا يجعل احدكم للشيطان شئ من صلاته يرى ان حقاً عليه ان لا ينصرف الا عن يمينه لقد رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كثيراً ينصرف عن يساره رواه الشيخان فاذا كان هذا فيما هو مشروع باصله فما ظنك بما لم يجوز من رأسه **ثالثاً** جبکہ واقع میں نماز جمعہ وعید نہ تھی تو ایک نماز نفل ہوئی کہ باجماعت و اعلان و تلاعی ادا کی گئی یہ ناجائز ہوئی ردالمحتار عن العلامة الحلبي محشی الدرہ و نفل مکروہ لا دالہ بالجماعۃ یتینون و ہیں جمعہ وعیدین سب کو شامل ہیں **رابعاً** **اقول** جمعہ میں اس کے سبب جو ظہر پڑھیں ان پر تو فرض ہی رہ گیا ترک فرض اگرچہ ایک ہی بار ہو خود کبیرہ ہے اور جو بزم خود احتیاطی رکعات پڑھیں وہ بھی تارک جماعت تو ضرور ہوئے اور جماعت مذہب معتد میں واجب ہے جس کا ایک بار ترک بھی گناہ اور متعدد بار ہو کہ وہ بھی کبیرہ کما انصوا علیہ والامراء فتح من ان یوضح **خامساً** **اقول** وہ احتیاطی رکعات والے کہ حقیقہ مذہب حنفی میں آج ہی کی ظہر پڑھ رہے ہیں فانہا اذا لم تصح الجمعة بقیت فريضة الظهر في اعنائهم فاذا نوا اخر ظهر ادا رکھا ولم یؤدوها وجب انصرافها الى ظهر اليوم یا تارک مسجد میں جمع ہیں جماعت پر قادم ہیں تنہا پڑھتے ہیں یہ دوسری شاعت ہے کہ مجتمع ہو کر ابطال جماعت ہے جسے شارع نے خوف جبری حالت ضرورت شدیدہ میں بھی روانہ رکھا بلکہ ابطال درکنار موجود دین میں بلا وجہ شرعی تفریق جماعت کو ناجائز رکھ کر ایک ہی جماعت کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا کما نطق به القرآن العظیم وباللہ الہدایہ الی صراط مستقیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ - ۶** ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس حالت میں امام خطبہ پڑھتا ہو اس وقت کوئی وظیفہ یا سنن یا نوافل یا فرض قضائے فجر پڑھنا چاہیے یا نہیں اور ٹھیک ہوں گے یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب**

اس وقت وظیفہ مطلقاً ناجائز ہے اور نوافل بھی اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اگرچہ نماز ہو جائے گی رہی قضا اگر صاحب ترتیب نہیں تو اس کا بھی یہی حکم ہے ورنہ وہ ضرور پہلے قضا ادا کرے اور جہاں تک ندوی ممکن ہو اختیار کرے کہ صورت مخالفت سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ - ۷** ازبگالہ ضلع پیراموضع مراد نگر مسلہ قاضی اشرف الدین صاحب ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

چری فرمائیے علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ چند اشخاص برائے ادائے جمعہ مسجد سے رفتہ و دیدند کہ جمعہ ادا شدہ است انکوں ایشان دآں مسجد مذکور صلاۃ جمعہ ادا تو اندک کر دیا ادائے ظہر واجب است بر تقدیر ثانی باجماعت یا فردی شخصے میگویہ کہ جماعتے را کہ نماز جمعہ فوت شدہ شدہ اوشاں در خارج مسجد بعد مقدار یک صد گز یا یکصد و بیست و پنج گز مرد چہ انگیزی رفتہ نماز جمعہ ادا تو اندک کر دیا بخارج مسجد سے نیست و قول او صحیح است یا نہ و اگر چنین ادا کر د جائز خواہد شد یا نہ۔ بینوا توجروا۔

## الجواب

امامت جمعد و عیدین ہر کس نتوان کرد بلکه واجب است کہ سلطان اسلام یا ماذن او باشد و بضرورت آنکہ مسلمانان اورا امام جمعد مقرر کرده باشند و شک نیست کہ یک مسجد را دو امام جمعد کہ اقامت جمعد واحدہ کنند نباشد پس در مسجد واحدہ دو بار جمعد نتوان شد چون بعض مردمان این جا جمعد نیابند مسجدے دیگر اگر بایند روند کہ تعدد جمعد در شہر بر مذہب مفتی ہواست بچنان اگر امامے معین برائے امامت جمعد بایند و در غیر مسجد در شہر یا فرائے شہر ادا کنند نیز روا باشد زیرا کہ مسجد شرط جمعد نیست و اگر نیابند فرض است کہ ظہر ادا کنند و روا نیست کہ جماعت نمایند بلکہ فرادی خوانند کل ذلک مصوح بہ فی کتب المذہب وقد بینا ہ فی فتاونا و آنکہ شخص مذکور تعدید فضل ذرعان کرد اصلے ندارد۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از شاہی علاقہ را پور مرسلہ نادر شاہ خاں و افغان اشہر خاں ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس قصبہ شاہی میں صرف ایک مسجد وہی جامع مسجد ہے قدیم الایام سے اُس میں نماز جمعد ہوتی ہے اور ایک عید گاہ قریب آیادی کے ہے اُس میں نماز عید پڑھی جاتی ہے فی الحال پوجہ کثرت نمازیں گنجائش سب نمازیوں کی نہیں اس لیے عید گاہ میں جمعد پڑھتے ہیں اُس روز جامع مسجد نماز جمعد سے بالکل خالی رہتی ہے ایسی حالت میں کوئی باز پرس تو اہل قصبہ سے خداوند کریم پوجہ خالی رہنے مسجد کے بجز حساب ز فرمائے گا اور پڑھنے نماز جمعد سے عید گاہ میں کچھ نقصان عندا شرع عندا الرسول ہے یا نہیں - بینیوا توجروا۔

## الجواب

باز رہے کچھ نقصان نہیں د کوئی مواخذہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از بنگالہ ضلع مین سنگہ موضع مرزا پور مرسلہ منشی آدم غزہ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

ما تقولون یا ارباب العقول فی تبلیغ احکام الرسول فی هذا الباب هل يجب علی المصلين ان يصلوا اخر الظهور مع الجمعة ام لا فان صلوا فماذا ينوونها فريضة ام نافلة بینیوا بالدلیل توجروا اجرا جزیلا۔

## الجواب

ان وقع الشك فی صحة الجمعة لوقوع الشبهة فی شرط كالمصرية او كون الدار انا الاسلام فالظاهر الوجوب وان كان هناك توهم لاجل خلاف ضعيف فالندب و يفتى به الخاص لا العام وعلى كل ينوي الفريضة اي آخر فرض ظهر اذ ركتہ ولم يؤد لان النقل يتأدى بنية الفرض ولا عكس فلا يحصل الاحتياط الابنية الفريضة كما لا يخفى قال فی رد المحتار فی القنية لما ابتلى اهل مو باقائه الجمعيتين فيهما مع اختلاف العلماء في جوازهما امرائهم بالاربع بعد ما حتما احتياطاً اذ ونقله كثير من شراح الهداية وغيرها وقد اولوه ثم نقل المقدسي عن الفقيه انه ينبغي ان يصلوا لربعا ينوي بها آخر فرض اذ ركت وقتہ ولم يؤد انه يجوز في كونه مصرا او تعدد الجمعة قال وقائده الخروج عن الخلاف المتوهم والمحقق وذكر في الفهم انه لا ينبغي التردد في ندبها على النقل مجوزا للتعدد وخروجا عن الخلاف اذ قال المقدسي ذكر ابن التيمية عن حماد التميمي في

بالندب و بحث فيه بانه ينبغي ان يكون عند مجرد التوهم اما عند قيام الشك والاشتباه في صحة الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن شيخنا ابن الهمام ما يفيد اه مختصرا والله تعالى اعلم۔

مسئلہ۔ از ضلع کرلہ موضع پائیسر مسلہ مولوی عبد القدر صاحب غرہ بیچ الاول ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ انحراف قبلہ یعنی جانب الیمین و ایسر کو پھر کرنا جہات کرنا جائز ہے یا نہیں باوجودیکہ فقہ کی کتابوں میں بھی ہے کہ جس نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہو نہ پھرے بالذلیل تحریر فرمائیے۔ بدینا توجروا

الجواب

امام کا بعد سلام قبلہ سے انحراف تو مطلقاً سنت ہے اور اس کا ترک یعنی بعد سلام رو بہ قبلہ بیٹھا رہنا امام کے لیے بالاجماع مکروہ ہے جمعہ وغیرہ سب نمازیں اس حکم میں برابر ہیں اور بعد سلام دعا و مناجات بھی بالاجماع جائز ہے مگر جس نماز کے بعد سنت ہے یعنی ظہر و جمعہ مغرب و عشا اُس کے بعد تاخیر طویل کسی کو بہتر نہیں اور اگر کرے تو منع بھی نہیں مگر اس قدر ہو کہ مقتدیوں پر گراں گزے عادت مسلمانوں جاری ہے کہ امام بعد سلام جب تک دعا سے فارغ نہ ہو مقتدی شریک دعا رہتے ہیں اور اُس سے قبل اُسے چھوڑ کر نہیں اُٹھتے اور یہ اگرچہ شرعاً واجب نہیں مگر حسن ادب سے ہے اقول و یکن الاستیناس لہ بقولہ عزوجل واذا کا نوا معہ علی امر جامع لم یذہبوا حتی یستأذ نہ فان فراغہ من الدعاء یعد اذا نامہ دلالة بذلک العرف جار تو ایسی حالت میں اتنی دعائے طویل کہ بعض مقتدیوں پر ثقیل ہو مطلقاً نہ کرنی چاہیے اگرچہ اس کے بعد سنت نہ ہو جیسے فجر وعصر مہما ظہر لی تفقہا واجوان یكون صوابا انشاء الله تعالى واذا امر الھما بالتخفيف فی الصلاة ای عدم الزیادة علی القدر المسنون اجمعوا علی انہ لا یحکم فی مکا نہ مستقبل القبلة سائر الصلوات فی ذلک علی السواء علیہ میں ہے وقد صرح غیر واحد بانه یکرہ لہ ذلک در مختار میں ہے یکرہ تاخیر السنة الا بقدر اللھما انت السلام قال الحلواني لا یاس بالفصل بالاوراد قال الحلبي ان ارید بالکراهة التزجیم ارفع الخلاف قلت وفي حفظی حملہ علی القلة ای علیہ میں ہے تحمل الکراهة علی التزجیم بعدہ دلیل التعمیم غنیہ میں ہے قول عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مقدار ما یقول اللھما انت السلام الخ یفید ان لیس المراد انہ کان یقول ذلک بعینہ بل کان یقعد زمانا یتسع ذلک المقدار ونحوہ تقریباً فلا ینافی مادری مسلم وغیرہ عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سلم من صلاتہ قال بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ المملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیدر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا الایۃ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لعال دین ولو کرہ الکفر وان کان المقدار المذكور من حیث التقایب دون التحدید قد یسع کل واحد من نحو ہذا الا ذکر لعدم التقاوت اکثر بینہما اھ مختصراً بلکہ شیخ محقق یوننا عبد الحق قدس سرہ اشتمع اللغات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں تعجیل قیام بہ سنت مغرب منافی نیست مرغاند آیۃ الکرسی و اشارت کرتا چنانکہ حدیث صحیح وارد شدہ است کہ بخاند بعد از نماز فجر و مغرب وہ بار لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ المملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیدر فقہ کی کسی کتاب معتد میں یہ نہیں کہ جس نماز کے بعد سنت ہے اُس کے امام کو قبلہ سے پھرنا ہی منع ہاں

فصل طویل کو ناپسند فرماتے ہیں اور اُس کے معنی ان کلمات علماء سے کہ فقیر نے نقل کیے ظاہر ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۳۰۔** از کھانہ ضلع رامپور مسئلہ قاضی ضیاء الدین احمد صاحب ۳۰ محرم ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں عرصہ کثیر گزرا زمانہ پادشاہت اسلام میں قاضی شرع نے جو قاضی با اختیار تھے جامع مسجد قائم کی اور وہ مقام شرائط جمعہ کے موافق مناسب سمجھ کر نماز جمعہ و نماز عیدین اُسی مسجد میں ہوتی رہی اور مسلسل اُسی وقت سے حسب اجازت و ہدایت اصل قاضی یا حاکم وقت مذکور کے اُسی خاندان میں امامت رہی اب ایک شخص نے بوجہ مخالفت چند امور دنیاوی کے امام سے رنج کر کے ایک دوسری مسجد میں جو تھوڑے زمانے سے تیار ہوئی ہے نماز عید ادا کی اور باشندگان دیہ کو جامع مسجد قدیم کو آنے سے روک کر ہٹا کر بہت سے اشخاص کو اُس نماز میں شریک کیا اور نماز پڑھائی اور جامع مسجد قدیم میں بھی مثل قدیم نماز پڑھی گئی اور جماعت ہوئی تو اب دریافت طلب ہے کہ اُس مسجد جدید میں امام قدیم سے مخالفت کر کے نماز عید ہوئی یا نہیں اور ایسے نماز پڑھوانے والے کے واسطے جو تفریق جماعت کا مرتکب ہوا کیا حکم ہے اور آئندہ اس طریقہ سے نماز ہوگی یا نہیں۔

**الجواب**

جمعہ و عیدین و کسوف میں ہر شخص امامت نہیں کر سکتا بلکہ لازم ہے کہ سلطان اسلام کا مقرر کردہ یا اُس کا ماذون ہو یا جہاں یہ نہ مل سکے تو بضرورت عام اہل اسلام کسی کو امام مقرر کر لیں صورت سوال میں جبکہ سلطنت اسلام سقی اللہ تعالیٰ علیہا سے حکم حاکم شرع وہاں جمعہ قائم اور امامت خاندان امام قدیم میں مسترد ائمہ ہے تو امام خود ماذون من جانب السلطان ہے اُس کے ہوتے بلا مجبوری شرعی عام مسلمانوں کو بھی امام جدید قائم کرنے کا اختیار نہیں لان الخیرۃ لہما غنائیکون عند الضرورة لفقد الماذون فاذا وجد فلا ضرورة فلا خیرۃ یہاں مجبوری شرعی یہ کہ امام ماذون خود نہ رہے یا اُس میں مذہب و غیرہ کے فساد پیدا ہونے سے قابلیت امامت معدوم ہو جائے اور اُس خاندان ماذون میں کوئی اور بھی صالح امامت نہ ہو جب ان صورتوں میں سے کچھ نہ تھا اس دوسرے شخص کی امامت صحیح نہ ہوئی اُس کے پیچھے نماز عید و جمعہ محض باطل ہوں گی وہ سخت گناہوں کا خود بھی مرتکب ہو گا اور اتنے مسلمانوں کو بھی شدید معصیتوں میں مبتلا کرے گا وہ دوسری مسجد کا جمعہ حرام ہو گا اور ظہر کا فرض سر پر رہے گا اور عیدین میں نماز عید باطل ہوگی اُس کا پڑھنا گناہ ہو گا واجب عید سر پر رہ جائے گا تفریق عیادت تو وہاں کسی جائے کہ نماز جمعہ یا عیدین اس کے پیچھے بھی صحیح ہو جائیں جب یہاں نمازیں سرے سے ہوئی ہی نہیں تو تفریق کیسی بلکہ ابطال نماز ہے کہ سب سے سخت تر ہے اللہ تعالیٰ توفیق توبہ بخشے یہ مسئلہ نہایت واجب الحفظ ہے آج کل جہاں میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے کہ جمعہ یا نماز عید نہ ملی کسی مسجد میں ڈھائی آدمی جمع ہوئے اور ایک شخص کو امام ٹھہر کر نماز پڑھ لی وہ نماز نہیں ہوتی اور اُس کے پڑھنے کا گناہ الگ ہوتا ہے عوام کے خیال میں یہ نمازیں بھی بیچگانہ کی طرح ہیں کہ جس نے چاہا امامت کر لی حالانکہ شرعاً یہاں امام خاص اُس طریق معین کا درکار ہے اُس کے بغیر یہ نمازیں ہونی نہیں سکتیں تو یہ لا بصار میں ہے یشترط لصحة السلطان او ماموره باقامتها در مختار میں ہے فی السراجیۃ نوصلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الخ رد المحتار میں ہے حاصلہ انہ لا تصح اقامتها الا لمن اذن له السلطان بواسطۃ او بدوھا اما بدو ذلک فلا تنویر و در میں ہے (ونصب العامة) الخطیب (غیر معتبر مع وجود من ذکر) امام مع عدمہم فیجوز

للضرورة انھیں کے باب العیدین میں ہے (تجب صلاہما علی من تجب علیہ الجمعة لبشر الطہا) فانما سنة بعد ہادی القنیۃ العید فی القرۃ تکرر فی ای لانیۃ اشتغال بما لا یصح لان المصی شرط الصحة والله تعالی اعلم۔

**مسئلہ۔**۔ از ملک بنگالہ ضلع مین سنگھ قصبہ بیازان ڈاکخانہ کھنڈی گنج مرسلہ منشی طالب حسین خاں ۲۲ صفر ۱۳۱۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں ایک مسجد ہے جہاں لوگ بہت دنوں سے جمعہ پڑھا کرتے ہیں اگر امام مسجد کو لوگوں کے نماز جمعہ پڑھنے کے بعد دوسرے لوگوں کو تکرار نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں اور اگر پڑھا لیا تو نماز ان کی ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب**

ایک مسجد میں تکرار نماز جمعہ ہرگز جائز نہیں وقد اخطأ بعض العصریین من لکھنؤ فی تجویز ذلک مغترا بمجاز التعداد کما بینا و فی فتاویٰ جمیعہ و عیدین کی امامت مثل نماز پنجگانہ نہیں کہ جسے چاہیے امام کر دیکھے بلکہ اُس کے لیے شرط لازم ہے کہ امام ماذون من جہ سلطان الاسلام ہو بلاد اسطہ یا بالواسطہ کہ ماذون کا ماذون ہو یا ماذون الماذون ہو و ہلم جرا بضرورة اذ بد و تھا ایضا علی اختلاف القیدیین مع شرط المعلوم المبین فی کلمات العلماء انکرام یہاں تک کہ اگر بغیر اُس کی اجازت کے دوسرے شخص امامت جمعہ کرے نماز نہ ہوگی سراجیر میں ہے لوصفہ احد بغیر اذن الخطیب کا بیجوز الا اذا اقتدی بہ من له ولاية الجمعة **اھ اقول** ولا استثناء فان الاذن یعم الاذن دالہ در مختارین و اقرا شیخ الاسلام ہاں جہاں ماذون سلطان نہ باقی ہو وہاں بضرورت اقامت شعار اجتماع مسلمین کو قائم مقام اذن سلطان قرار دیا ہے یعنی مسلمان متفق ہو کر جسے امام جمعہ مقرر کر لیں وہ مثل امام ماذون من السلطان ہجائے گا در مختار میں ہے نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة اور شک نہیں کہ جو امر ضرورۃ جائز رکھا گیا وہ حد ضرورت سے تجاوز نہیں کر سکتا لہذا عرف من القاعدة المطردة الفقهية بل والعقلية ان ما كان بضرورة فقد بقدرها اور مسجد واحد کے لیے وقت واحد میں دو امام کی ہرگز ضرورت نہیں تو جب پہلا امام معین جمعہ ہے دوسرا ضرور اُس کی لیاقت سے دور و بجمہ تو اُس کے پیچھے نماز جمعہ باطل و محذور البتہ اگر امام معین نے براہ شریعت خواہ اپنی کسی خاص حاجت کے سبب جلدی کی اور وقت مسجد سے پہلے معدودے چند کے ساتھ نماز پڑھ لی عام جماعت مسلمین وقت معین پر حاضر ہوئی تو اب ظاہر مقتضائے ظہری یہ ہے کہ انھیں جائز ہو کہ دوسرے شخص کو بافتان عام مسلمین امام مقرر کریں اور نماز جمعہ پڑھیں حصول الضرورة بالضرورة و لم یثدفع بما فعل الامام بل لم یحصل من فعله ما كان نصبه له فاما نصب الا للعامة لالعدة نفر كما لا یجفی و یجوز والله تعالی اعلم۔

**مسئلہ۔** مرسلہ محمد احمد از بقیہ ڈاک خانہ چاکرہ ضلع گی

جس موضع میں تین مسجدیں ہوں اور بڑی مسجد میں اُس جگہ کی سب لوگ گنجائش نہ کر سکیں اور اس جگہ سے تین میل شہر متصل ہو اُس موضع میں جمعہ واجب ہے یا نہیں اور اس جگہ کے لوگوں کو جمعہ پڑھنا اُس شہر میں واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا یہ جو عبارت و قافہ کی ہے کہ مالہم یسع اکبر مساجدہ اھلہ مصر ایسی جگہ کہ بڑی مسجد میں اُس جگہ کی سب مسلمان شخص گنجائش نہ کر سکیں جمعہ واجب ہے یا نہیں یعنی مسلمان عاقل بالغ جن پر نماز جمعہ واجب ہے۔



## الجواب

جو جگہ خد شہر ہو اُس میں صحت جمعہ کے لیے فناء مصر ہو نا ضرور ہے فناء مصر حال شہر کے اُن مقامات کو کہتے ہیں جو مصالح شہر کے لیے رکھے گئے ہوں مثلاً وہاں شہر کی عید گاہ یا شہر کے مقابر ہوں یا حفاظت شہر کے لیے جو فوج رکھی جاتی ہے اُس کی چھاؤنی یا شہر کی گھوڑ دوڑ یا چاند ماری کا میدان یا کچھریاں اگرچہ یہ مواضع شہر سے کہتے ہی میل ہوں اگرچہ بیچ میں کچھ کھیت حائل ہوں اور جو نہ شہر ہے نہ فناء شہر اُس میں جمعہ پڑھنا حرام ہے اور نہ صرف حرام بلکہ باطل کہ فرض نماز و غیرہ سے ساقط نہ ہو گا فی تہذیب الاصلاء اللہ المتخارص شرط لصحة المصر او فناء له وهو ما حوله اتصل به اولاً كما حرمه ابن الكمال وغيره لا جل مصالحه كدفن الموتى وركض الخيل ام ملخصاً في رد المختار قد نص الاثمة على ان الفناء ما عدل دفن الموتى وحوادث المصر كركض الخيل والدواب وجمع العساكر والخروج للرمي وغير ذلك امدوني در المختار عن القنية صلاة العيد في القرى تكرر تحريماً اي لانه اشتغال بما لا يصلح لان المصر شرط الصحة مصر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں وہاں کے اہل جمعہ نہ سائیں اپنے ظاہر معنی پر ہے اللہ کے مذہب متواتر کے خلاف ہے لہذا محققین نے اُسے رد فرمایا اور تصریح کی کہ اس تعریف پر خود کہ منظرہ و مدینہ طیبہ شہر سے خارج ہو گئے جاتے ہیں اور اُن میں جمعہ باطل ٹھہرتا ہے کہ اُن کی مساجد کریمہ اپنے اہل کی ہمیشہ سے وسعت رکھتی ہیں غنیہ مشروح منیہ علامہ ابراہیم طیبی میں ہے اختلافوا فی تفسیر المصر اختلافاً كثيراً والفصل فی ذلک ان مکة والمدینة مصر لان تقام بهما الجمع من زمانه صلى الله تعالى عليه وسلم الى اليوم نکل موضع کان مثل احدهما فهو مصر وكل تفسیر لا یصدق علی احدهما فهو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختاره جماعة من المتأخرین کصاحب المختار والوقایة وغیرہما وھو ما لو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لا یسعہم فائدہ منقوض بہما اذ مسجد کل منہما یسع اھلہ و زیادة فلا یعتبر هذا التعریف وبالاولی ان یعتبر تعریفہ بما یعیش فیہ کل محترف بحرفۃ او یوجد فیہ کل محترف فان مصر وقسطنطنیة من اعظم امصار الاسلام فی زماننا ومع هذا فی کل منہما حرک لا توجد فی الاخری فضلاً عن مکة والمدینة انھی باختصار طفق الابحار میں ہے وقیل ما لو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہم لا یسعہم جمع الانہ میں ہے اور دبصیغۃ الترمیض لا نفہم قالوا ان هذا الحد غیر صحیح عند المتحققین واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ - اذ غار محکمہ پورہ پورہ مسئلہ منشی علی بخش صاحب حرر دفتر چی غازی پورہ ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ احتیاطاً غار پڑھنا کیسا ہے چاہیے یا نہیں۔ (۲) خطبہ جمعہ میں جب نام پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آدے اُس وقت سامعین کو درود شریف پڑھنا کیسا ہے چاہیے یا نہیں۔ بیذواتہم جروا

## الجواب

احتیاطی ظہر کی عام لوگوں کو حاجت نہیں (۲) خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر دل میں درود پڑھیں زبان سے سکوت فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بنگالہ ضلع ڈھاکہ ٹاک خانہ بلاوقصہ نیلوی کیا مسئلہ محمد نیا ز حسین ۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

اگر قری میں جہاں مسلمان کثرت سے ہوں اور مکانات آپس میں متصل بلا فاصلہ ہیں اگر ہے تو پندرہ یا بیس گز اور نماز پچھگانہ کے لیے گھر مقرر ہے اذان و جماعت ہوتی ہے وہاں کے لوگ متفق ہو کر ایک شخص کو امام جمعہ مقرر کر کے نماز جمعہ ادا کر لیں تو علیہما وجب لہ سے بری ہوں گے یا نہیں اور موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح ہوگا یا نہیں اور بعد نماز جمعہ ظہر احتیاطی پڑھنا کیسا ہے اور وہ لوگ سبب اس جمعہ پڑھنے کے سخت ثواب یا اثم اور اگر اثم ہے تو کیسا بینوا بالتفصیل مع الدلیل وجود ایوم الآخر والحساب امین یا ادب لعلمین صحت جمعہ کے لیے مصر شرط ہے پس مصر کی تعریف صحیح موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا ہے اور تعریف قری جہاں میں جمعہ واجب نہیں اور نہ وہاں جمعہ پڑھنا جائز کیا ہے قری اور دیہات میں فرق ہے یا نہیں اگر فرق ہے تو کس میں جمعہ جائز اور کس میں ناجائز۔

### الجواب

مذہب حنفی میں فرضیت جمعہ وصحت جمعہ وجواز جمعہ سب کے لیے مصر شرط ہے دیہات میں نہ جمعہ فرض نہ وہاں اُس کی ادا جائز نہ صحیح اگر پڑھیں گے ایک نفل نماز ہوگی کہ برخلاف شرع جماعت سے پڑھی ظہر کا فرض سر سے نہ اترے گا پڑھنے والے متعدد گناہوں کے ترکبوں کے لاشتمال بمالایصح کما فی الدار المختار وللتنقل بجماعة بالتداعی ولترك جماعة الظہر وان ترکوا الظہر فاشنع واخضع قریہ زبان عرب میں شکر کو بھی کہتے ہیں قال تعالیٰ وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیہم من اهل القری ای الامصار لعلہم وحلہم دون البوادی لغلظہم وجفائہم وقال تعالیٰ علی رجل من القریتین عظیمہ ای مکة والطائف وقال تعالیٰ من قریتک التي اخرجتک اور جب اُسے مصر کے مقابل بولیں تو اُس میں اور وہ میں کچھ فرق نہیں **ثم اقول** وباللہ التوفیق حتی ناصح یہ ہے کہ مصر و قریہ کوئی منقولات شرعیہ مثل صلاة و زکاة نہیں جس کو شرع مطہر نے معنی متعارف سے جدا فرما کر اپنی وضع خاص میں کسی نئے معنی کے لیے مقرر کیا ہو ورنہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُس میں نقل ضرور تھی کہ وضع شارع بے بیان شارع معلوم نہیں ہو سکتی اور شک نہیں کہ یہاں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اصلاً کوئی نقل ثابت و منقول نہیں تو ضرور عرف شرع میں وہ انھیں معانی معروفہ متعارفہ پر باقی ہیں اور ان سے پھر کر کسی دوسرے معنی کے لیے قرار دینا وہ قرار دہندہ کی اپنی اصطلاح خاص ہوگی جو مناط و مدار احکام و مقصود و مراد شرع نہیں ہو سکتی تحقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ تعالیٰ فتح القدر میں فرماتے ہیں واعلم ان من الشارحین من یعبء عن هذا بتفسیرہ شاعراً و یوجب ان یوادع ان اهل الشرع وهو معنی الاصطلاح الذی عبونا بہ لان الشارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نقلہ فانه لم یثبت وانما تکلم بہ الشارع علی وفق اللغة اور ظاہر ہے کہ معنی متعارف میں غم و مصر و مدینہ اُسی آبادی کو کہتے ہیں جس میں متعدد کوچے محلے متعدد دالعی بازار ہوتے ہیں وہ پرگنہ ہوتا ہے اُس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہیں عادیہ اس میں کوئی حاکم مقرر ہوتا ہے کہ فیصلہ مقدمات کرے اپنی شوکت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے اور جو بستیاں ایسی نہیں وہ قریہ وہ موضع و گاؤں کہلاتی ہیں شرعاً بھی یہی معنی متعارفہ مراد و مدار احکام جمعہ وغیرہ میں ولہذا ہمارے امام اعظم و امام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر کی یہی تعریف ارشاد فرمائی علامہ ابراہیم جلی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں فی الحقیقة عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه بلدة کبيرة فیہا سلك و اسواق ولہا رساتین و فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم

بجھمتہ و علمہ او علم غیرہ يرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح ہاں اتنا ضرور ہے کہ جمعہ اسلامی حکم ہے اُس کے لیے اسلامی شہر ہونا ضرور ہے لہذا دار الحرب میں اصلاً جمعہ نہیں اگرچہ کہتے ہی بڑے امصار عظام کبار ہوں جس میں س دس لاکھ آدمیوں کی آبادی ہو نہ اس وجہ سے کہ وہ شرعاً شہر نہیں اصطلاح شرع میں وہ گاؤں ہیں حاشاً یہ محض غلط ہے قیامت تک کوئی ثبوت نہیں دے سکتا کہ شرعاً مطہر نے کفار کے امصار و کبار کو مصر و مدینہ سے خارج اور وہ اور گاؤں بتایا ہو اس بنا پر کہ وہاں قامت حدود و تنفیذ احکام شرع نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی کہ منظمہ بلکہ تمام دنیا میں جیسا کفر و کافریں کا تسلط و غلبہ تھا ظاہر و عیاں ہے اور اکثر مسلمین کرام اصحاب شرائع جدیدہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسے ہی شہروں میں پیدا ہوئے اور وہیں کے ساکن ہو کر انھیں پر مبعوث ہوتے اب کیا معاذ اللہ یہ کہا جائے گا کہ شرعاً یہ مسلمین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم جمعین دیہاتی تھے حالانکہ اللہ عز و جل فرماتا ہے وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحي اليهم من اهل القرى ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد اور شہری ہی تھے ان میں کوئی عورت نہ تھی نہ کوئی گنوار تھا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب وقت غلبہ کفار کے سبب کہ منظمہ سے ہجرت کی ضرورت ہوئی اُس وقت بھی قرآن عظیم نے مکہ مکرمہ کو شہر ہی فرمایا و کاین من قریۃ ہی امشدة من قریۃک الی اخر جنتک اهلکتم فلا ناصی لہم بہتیرے شہر کو تھا اس شہر سے جس نے تم کو نکالا زیادہ قوت والے تھے ہم نے ہلاک کر دیے تو ان کا کوئی مددگار نہیں بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ دار الحرب کے شہر کفر کے شہر ہیں اور اقامت جمعہ کو اسلامی شہر درکار اسی طرف نظر فرما کر کلام قدما میں جبکہ اسلام کا دور دورہ تھا اور اسلامی شہر اسلامی احکام کے پابند تھے لہ امیر و قاضی ینفذ الاحکام و یقیم الحد و دواقع ہوا اُس سے مقصود وہی تھا کہ اسلامی شہر کہ اُس وقت اسلامی شہر ایسے ہی ہوتے تھے یعنی نہ تھے کہ تنفیذ احکام و اقامت حدود و تنفیذ حقیقت شہر میں داخل ہے یہ نہ ہو تو شہر شرعاً شہر ہی نہ رہے گا گاؤں ہو جائے گا حالانکہ فتنہ بلوایان مصر میں خاص زمانہ خلافت راشدہ میں چند روز تنفیذ احکام نہ ہوئی کیا اُس وقت مدینہ طیبہ گاؤں ہو گیا تھا اور اُس میں جمعہ پڑھنا حرام و باطل ہوا تھا حاشا ہرگز ایسا نہیں خود یہی علما تصریح فرماتے ہیں کہ ایام فتنہ میں اقامت جمعہ ہوگی اور شہر شہرت سے خارج نہ ہوگا لہذا رد المحتار میں فرمایا لو مات الوالی او محضو لفنتہ ولم یوجد احد امن له حق امامۃ الجمعة نصب للعامة لہم خطیباً للضرورة کما سیمائی مع انہ لا امیر ولا قاضی نہ اصلاً و هذا اظهر جمل من یقول لا تصح الجمعة فی ایام الفتنۃ مع انها تصح فی البلاد الی استولی علیہا الکفار کما سنذکرہ فتامل اس تعریف میں الفاظ ینفذ و یقیم موم فعلیت تھے جس سے بعض کبار کو دھوکا ہوا ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد یقذر علی الکاضاف نے زائل کر دیا حکما بدینہ فی الغنیۃ ورد المحتار وغیرہما من الاسفار اور حقیقۃً غور کیجیے تو ارشاد امام میں علماء و علم غیرہ کہ مفید تفسیر اسلام والی ہے یہی اُسی زمانے کی حالت کے مطابق تھا اُس وقت میں اور اُس کے بعد صد ہا سال تک اس کی نظیر قائم نہ ہوئی تھی کہ شہر دارالاسلام ہو اور حاکم کافر و لہذا نظر بحالت موجودہ اسلامیت شہر و اسلام شہر یار میں تلازم تھا ان بندگان خدا کے خواب میں بھی یہ خیال نہ گزرتا ہوگا جو آج آنکھوں کے سامنے ہے کہ شہر دارالاسلام اور اُس پر کفار احکام و نہ حقیقۃً صرف اُسی قدر درکار ہے کہ اسلامی شہر ہو اگرچہ والی کافر ہی ہو لہذا جامع الرموز میں زیر قول ماتن شرط لادھا المصرو السلطان فرمایا الاطلاق مشعر بان الاسلام لیس

بیشط مبسوط و معراج الدرایہ و جامع الفضولین دہندیہ دردمختار وغیرہ میں ہے لو الولاۃ کفار یمجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ  
 تو آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ صرف اسلامی شہر ہونا درکار ہے تنفیذاً حکام یا اقامت حدود یا اسلام والی کچھ شرط نہیں اور کچھ ارشاد تعالیٰ  
 ہم نے اپنے فتاویٰ میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ تمام ہندوستان سرحد کابل سے منہائے بنگالہ تک سب دارالاسلام ہے تو یہاں  
 جتنے شہر و قصبے ہیں (جن کو شہر و قصبہ کہتے ہیں اور وہ ضرور ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں متعدد محلے متعدد دائمی بازار ہیں وہ پرگنہ میں ان کے  
 متعلق دیہات ہیں ان میں ضرور کوئی حاکم فصل مقدمات کے لیے مقرر ہوتا ہے جسے ڈگری ڈمس کا اختیار ہے نہ فقط قحانہ دار کہ وہ کوئی  
 حاکم نہیں صرف حفاظت اور تحقیقات یا چالان کا مختار ہے) وہ ضرور سب اسلامی شہر ہیں اور ان میں جمعہ فرض ہے اور انہیں میں جمعہ صحیح  
 ہے ان کے علاوہ جتنی آبادیاں ہیں گاؤں ہیں اگر چہ کھانات پختہ اور سلطان و مساجد بکثرت ہوں ان میں نہ جمعہ فرض نہ جائز نہ صحیح چن تحقیق و تحقیق  
 حق ہے جس سے سرسوتی متجاوز نہیں یہ تعریف کہ جس کی سب سے بڑی مسجد میں اس کے مکان اہل جمعہ نہ سائیں اگر بطور تعریف مانی جائے تو صریح  
 باطل ہے جس پر وہ اعتراضات قاہرہ وارد ہیں جن کا جواب اصلاً ممکن نہیں اور اگر کچھ ادا نہ ہو تو یہی کیا کم ہے کہ اس تعریف پر خود مکہ معظمہ و  
 مدینہ طیبہ گاؤں شہر سے جاتے ہیں اور ان میں جمعہ معاذ اللہ حرام و باطل قرار پاتا ہے لکن جو مساجد کا ذکر اگر اپنے ظاہر پر رکھیں اور ان میں متعدد  
 مساجد صغیر و کبیر اور ان سب میں اکبر ہونا شرط کریں جب تو مکہ معظمہ کا شہر نہ ہوتا صراحتاً واضح کہ مکہ معظمہ میں سوا مسجد الحرام کے کوئی مسجد صدیوں  
 سال تک نہ تھی اور عجیب نہیں کہ اب بھی نہ ہو نور العین دردمختار کتاب الوقت میں ہے لا مسجد فی مکہ سوی المسجد الحرام اور اگر ایک ہی  
 مسجد پر قیامت کریں اور مجازاً شہر الیں کہ جب یہی ایک مسجد ہے تو یہی اکبر مساجد ہے تو اول تو یہ کس قدر مقاصد شرع مطہر سے دور و مجور ہے  
 ایک عظیم اسلامی شہر جس میں لاکھ مسلمان مرد مقاتل رہتے ہیں اس میں ایک مسجد فرض کیجیے جس میں لاکھ سے زائد یا صرف لاکھ آدمی آسکیں اور  
 ایک گناہ پہاڑ کی تلی میں بن کے کن سے دو جھونپڑیاں وحشی جنگلیوں کی ہوں جن میں آٹھ دس مرد رہتے ہیں اور انہوں نے ایک چوتھہ چنگیز  
 کا بنا لیا ہے جس میں سات آدمیوں کی گنجائش ہے آگے امام اور پچھلے تین تین آدمیوں کی دو صفیں تو لازم ہے کہ وہ شہر عظیم الشان گاؤں ہو  
 اور اس میں جمعہ حرام اور یہ کوردہ مصر جامع و مدینہ عظیمہ ہو اور اس میں جمعہ فرض کیا اور شاد حدیث لا جمعۃ ولا قنصلین ولا صلوة فطر ولا  
 اضحی الا فی مصوج جامع او مدینۃ عظیمہ کا یہی منشا و کلا معنی آیا ہو تو دن میں چھ چھ بار صریح و قرویت پڑا کھائے ایک ہی ہیں  
 سوا اہل جمعہ رہتے ہیں اور اس کی اکبر مساجد میں اتنے آدمیوں کی وسعت ہے تو وہ گاؤں ہے پھر دن چڑھے ان میں ایک لڑکا بانج ہوا تو  
 وہ شہر ہو گیا کہ اب اس مسجد میں وہاں کے اہل جمعہ کی وسعت نہ رہی دوپہر کو ایک شخص وہاں سے سکونت چھوڑ کر چلا گیا تو پھر گاؤں ہو گیا کہ  
 اب پھر وسعت ہو گئی پھر دن رہے ایک غلام آزاد ہوا تو پھر شہر ہو گیا کہ وسعت نہ رہی شام کو ایک شخص مر گیا تو پھر گاؤں ہو گیا عشا کو  
 ایک مجنون ہوش میں آ گیا تو پھر شہر ہو گیا آدمی رات ایک شخص کی آنکھیں جاتی رہیں تو پھر گاؤں کا گاؤں رہا و علیٰ ہذا القیاس بلکہ فرض کھینچے  
 کہ ابھی وہ شہر تھا اور جمعہ فرض تھا مسلمان جمعہ کے لیے جمع ہوئے امام خطبہ پڑھا ہے کہ خبرائی فلاں مر گیا اب جمعہ حرام ہو گیا خطبہ پڑھا  
 گیا کہ شہر گاؤں ہو گیا امام نے خطبہ چھوڑا اور اعلان ہوا کہ بھائیو ظہر کی حیثیت باندھو بکسیر ہوتی ہی تھی کہ ایک لڑکے نے لکھا میری آنکھ لگ گئی  
 تھی احتلام ہو گیا وہ نہ لے کو گیا یہاں امام پھر خطبہ کو جائے کہ اب پھر شہر ہے اب پھر خطبہ کو جو زوال محلیت بیکار ہو گیا تھا پھر اعادہ

کہے ابھی امام دوسرے خطبہ تک پہنچا تھا کہ خبر آئی فلاں کی آنکھیں جاتی رہیں اب امام پھر اترے اور ظہر کا اعلان دے نکیر ہو رہی ہے کہ صفت میں سے ایک مسافر نے اٹھ کر کہا صاحبزادے کیوں جمعہ کھڑے ہو میں یہاں چند روز کے لیے آیا تھا مگر اب میں کا ساکن ہو گیا امام سے کہے پھر سہ بارہ خطبے کو جامے اس الٹ پھیر میں معلوم نہیں کہ عصر کا وقت آنے تک جماعت کو جمعہ نصیب ہو یا ظہر یہ سب خوبیاں اس تعریف کی ہیں اور ان سب سے قطع نظر کیجیے تو دونوں بلد کریم مکرمہ و مدینہ منورہ کی مساجد طیبہ قطعاً وہاں کے اہل جمعہ بلکہ ان سے بدرجہا زائد کی وسعت رکھتی ہیں جیسا کہ بحمد اللہ تعالیٰ آنکھوں سے مشاہدہ ہے تو وہ دونوں شہر کریم معاذ اللہ گاؤں ہوئے اور ان میں جمعہ حرام ٹھہرا اس سے زیادہ شاعت اور کیا ہوگی اور یہ وسعت تاج کی نہیں زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی تھی تو معاذ اللہ زمانہ اقدس سے وہ گاؤں ہی تھے اور ان میں جمعہ حرام تھا مگر ہوتا تھا اب یہ سنہائے شاعت کبریٰ ہے جس سے مافوق متصور نہیں جامع ترمذی شریف میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کریم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یا رحمہ اللہ عثمان زاد فی مسجد فاحسب و سعنہا ہذا اختار اللہ تعالیٰ عثمان پر رحمت فرمائے اُس نے ہماری مسجد شریف بڑھا دی یہاں تک کہ اُس میں ہم سب نمازیوں کی وسعت ہو گئی ظاہر ہے کہ سب نمازیوں کی وسعت ہو جانا صرف اہل جمعہ کی وسعت سے کہیں زیادہ ہوگی تو معاذ اللہ اس تعریف پر حاصل حدیث یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عثمان کا بھلا کرے اُس نے ہماری مسجد بڑھا کر مدینہ کو گاؤں کر دیا اور اُس میں جمعہ حرام ہو گیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم طحاوی علی مراقی الفلاح باب الاستقائیں ہے من ہو مقیم بالمدينة لا يبلغ قد الحاجة وعند اجتماع جملتهم يشاهد اشباع المسجد الشريف في اطرافه وانما شدة الزحام في الروضة الشريفة وما قادها للرغبة في زيادة الفضل والقرب من المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم كذا في الشرح غنیہ میں ہے الفصل فی ذلك ان ملكة والمدینة مصران تقام بهما الجمعة من زمنه صلى الله تعالى عليه وسلم الى اليوم فكل موضع كان مثل احدا فهو مصر وكل تفسير لا یصدق علی احدهما فهو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختاره جماعة من المتأخرین كما صاحب المختار والوقایة وغیرہا وہو ما لواجتمع اهلہ فی أكبر مساجدہ لا یسعهم فانه منقوض بهما اذ مسجد کل منهما یسع اهلہ و زیادة الاجرم علما نے تصریح فرمائی کہ یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں لکنی الابحار میں ہے وقیل ما لواجتمع اهلہ فی أكبر مساجدہ لا یسعهم مجمع الانہر میں ہے انما اور بصیفة التوفیض لانہم قالوا ان هذا الحد غیر صحیح عند المحققین اسی طرح شرح نقایہ وغیرہ میں ہے مہذا معلوم ہے اور خود اس تعریف کے اختیار کرنے والوں کو اقرار ہے کہ وہ روایت نادرہ خلاف ظاہر الروایہ ہے اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے وہ ہمارے ائمہ کا قول نہیں وہ سب مرجوح عنہ اور متروک ہے بحر الرائق میں ہے ماخرج عن ظاہر الروایة فهو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبین قولہ فتاویٰ خیرہ میں ہے صحیح ابان ماخرج عن ظاہر الروایة لیس مذہبا لابی حنیفة ولا قولہ رد المحتار میں ہے ماخالف ظاہر الروایة لیس مذہبا لاصحابنا تو ظاہر الروایہ صحیح معتمد معول علیہ مختار جمہور مؤیدہ منقطعہ کے خلاف ایک روایت نادرہ پر عمل و فتویٰ کیونکر روا درنخا میں ہے الحکم والفتا بالقول الموجح جمل و خرق للاجماع رد المحتار میں ہے کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او بقو وجہ واولی من هذا بالبطالان القضاء

بمخلاف ظاہر الروایۃ اذا المرء یصحح ولا یفتاء بالقول المجموع عنہ انتہی ح تحقیق مسئلہ ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ اہل انصاف و علم صحت  
جائیں گے کہ حق اس سے تجاوز نہیں ہم نہ اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ زہار نہ زہار مذہب اللہ مذہب چھوڑ کر دوسری بات پر فتوے  
دے سکتے ہیں مگر دوبارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداء خود انھیں منع نہیں کرتا تاہم انھیں ناز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے  
ایک روایت بر صحت اُن کے لیے نہیں ہے وہ جس طرح خدا و رسول کا نام پاک ایسی قیمت ہے مشاہدہ ہے کہ اس سے روکیے تو وہ دفعتاً  
چھوڑ بیٹھتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے اَرَأَیْتَ الَّذِی یُبْحِی ۝ عِبْدَ الذَّاهِلِیْنَ ۝ یُتْلِیْ عَلَیْہِمْ اَیَّاتِ اللّٰہِ الذِّکْرَ ۝ وَ یُحْزِنُہُمْ اَلْاُحْزَانُ ۝ یَسْأَلُہُمْ  
خَیْرَ مِّنْ کُلِّ شَیْءٍ لَّکُمْ ہُوَ بِالْکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ ہرگز نہیں دیکھا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پڑھ کر ان کو دکھائے  
لا یقتر کو عوا ولا سبجو و انھما شیعہ خیر من کلا شیء امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل پڑھنے  
دیکھا جیالانکہ بعد عید نفل کمرہ ہر کسی نے عرض کیا یا امیر المؤمنین آپ منع نہیں کرتے فرمایا اخاف ان ادخل تحت الوعد قال اللہ  
تعالیٰ اَرَأَیْتَ الَّذِی یُبْحِی ۝ عِبْدَ الذَّاهِلِیْنَ ۝ یُتْلِیْ عَلَیْہِمْ اَیَّاتِ اللّٰہِ الذِّکْرَ ۝ وَ یُحْزِنُہُمْ اَلْاُحْزَانُ ۝ یَسْأَلُہُمْ اَلْاُحْزَانُ ۝ یَسْأَلُہُمْ  
یومع کرتا ہے بندہ کہ جب وہ نماز پڑھنے ذکر فی الدار المختار اسی سے بحر الرائی میں ہے ہذا للخواص اما العوام فلا یعتنون  
عن تکبیر ولا تنفل اصلاً لعلہ رغبتہم فی الخیرات کتاب التجنیس والمزید پھر بحر الرائی پھر رد المحتار میں ہے مسئل شمس الاثمۃ  
الحولانی ان کسالی العوام یصلون المغرب عند طلوع الشمس افترجوا عن ذلک قال لا لانہم اذا منعوا عن ذلک ترکوا  
اصلاً واداءاً مع تجویز اہل الحدیث لہما اولیٰ من ترکہا اصلاً ودر مختار میں ہے لا یجوز صلاۃ مطلقاً مع شروق الا العوام  
فلا یمنعون من فعلہا لانہم یدرکونہا والاداء الجائز عند البعض اولیٰ من التزک کما فی القنیۃ وغیرہا رد المحتار میں ہے  
قوله فلا یمنعون افاد ان المستثنیٰ المنع لا حکم بعدہم الصحیح عندنا قوله کما فی القنیۃ وعزاه صاحب المصنفی الی الامام  
حمید الدین عن شیخہ الامام المحبوبی والی شمس الاثمۃ الحولانی وعزاه فی القنیۃ الی الحولانی والغنی فی ہاں جب سوال  
کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے وقلہ الحمد یہ عوام کا لایہ نام کے لیے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب  
انام بلکہ مذہب جملہ اللہ خفیہ کو پس پشت ڈالتے تصحیحات جہا میر اللہ ترجیح و فتویٰ کو پٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مروجہ عنہا  
غیر صحیح کی بنا پر ان ہمال کو ردہ میں جمع قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرکب اور ان جملہ کے گناہ کے ذرہ دار  
میں نسأل اللہ العفو والعافیۃ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ - از مدرسہ اسلامیہ امر دہم مدرسہ مولوی عبدالشکور صاحب ارکانی ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں چار سو مسلمان مرد سکھتے اور اُس کے قریب قریب بھی اتنے مرد مقیم ہیں اُس بستی میں منصفی تھانہ ڈاکخانہ شفاخانہ بازار بھی ہیں اب یہ مصرعے یا قریہ اس بستی والے پر جمود واجب ہے یا نہیں اگر واجب ہیں تو یہاں حجبہ ادا کرنے سے صلاۃ ظہر و عصر سے ساقط ہوگی یا نہیں ہمارے ملک بہ ہمالی آبادی میں کہیں کہیں تو مسلمان مرد سکھتے ہزار ہزار تک مقیم ہیں مگر ایسی بستی کم ہے اصدا دینی درجے میں بعض بستیوں میں دس بیس مسلمان سکھتے مقیم ہیں البتہ جن بستیوں میں

نود سو چار پانچ سو و سولہ ہزار بہت ساری ہیں بعض بیٹیوں میں سات آٹھ سو سولہ ہزار ہیں اب ان آبادیوں میں سے کوئی شہر نکال سکتی ہے یا نہیں اور اگر کوئی کو گاؤں مانیں گے تو کوئی شہر کے گاؤں میں بھی مسجد اور عیدین فرض واجب ہے یا نہیں۔ اور اگر واجب نہیں تو ان بیٹیوں میں سے کسی میں مسجد کا کہے تو صلہ نظر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں اگر آپ بڑے گاؤں میں مسجد درست بتائیں تو ان بیٹیوں میں کوئی بستی بڑی نکلا دے گی اس کی تشریح فرمادیں جن آبادیوں میں کئی ایک حصے ہیں فقط زراعت وغیرہ کی میل آدم میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک دوسرے سے پہلے ہر ایک کا نام بھی آپس میں جدا جدا ہے مگر اطراف میں ایک ہی نام شہر ہے اب کیا سب کو مل کر ایک بڑی بستی مانا جائیگی یا ہر ایک کا حکم جدا جدا ہے حتیٰ الامکان جواب مفصل اللہ تعالیٰ سے ہم تاجرانوں کو ہدایت فرما دیں۔

### الجواب

فرضیت وصحت و جواز جو سب کے لیے اسلامی شہر بنا شرط ہے جو جگہ جہی نہیں جیسے بن سندر پہاڑ یا بستی ہے مگر شہر نہیں جیسے دیہات یا شہر ہے مگر اسلامی نہیں جیسے روس و فرانس کے بلاد ان میں نہ مسجد فرض ہے نہ صبح نہ جائز بلکہ منع و باطل و گنہ ہے اس کے پڑھنے سے فرض نظر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا شہر بننے کے لیے یہ چاہیے کہ اس میں متعدد کو چھ متعدد کھائی بازار ہوں وہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات لگنے جائے ہوں کہ موضع فلاں و فلاں و فلاں پرگنہ شہر فلاں اور اس میں کوئی حاکم ہو کہ فیصلہ نقدات کا اختیار میں جانب سلطنت رکھتا ہو مطلق باتیں عادتہ متکلیف ہیں سلطنت چھ پرگنہ قرار دیتی ہے ضرور اس میں کوئی حاکم لاقل نصف یا تحصیلدار رکھتی ہے اور جہاں سلطنت کوئی کچھری قائم کرتی ہے اسے ضرور ضلع یا کم از کم پرگنہ بناتی ہے اور عادتہ پہلی دو باتیں بھی ان دو کو لازم ہیں جو پرگنہ ہوتا ہے جہاں کچھری مقرر ہوتی ہے وہاں ضرور متعدد بازار متعدد کو چھ ہوتے ہیں و لا عکس فقد تعدد ولا حاکم ولا رسالتین فذاکر الاولین لا یعنی عن الاخيرین بخلاف الاخيرین فیہما الکفاۃ و لذا نہما بنی الامر علیہما فی اقرب الاقارب الی الصواب فکادى غیاثیہ پھر غنیہ شرح منیہ میں ہے لوصلة الجمعة فی قریۃ بخیر مسجد جامع والقریۃ کبیرۃ لها قری و فیہا وال وحاکم جازات الجمعة بنوا المسجد اولم یبنوا وهو قول ابی القاسم الصفار وهذا اقرب الاقارب الی الصواب غنیہ میں اسے نقل کر کے فرمایا وهو لیس بعید مما قبلہ والمسجد الجامع لیس بشرط انھى و اراد بما قبلہ ما قدم عن تحفة الفقهاء للامام علاء الدین السمرقندی عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ بلدة کبیرۃ فیہا سکک و اسوان ولہا رسالتین و فیہا وال قال فی التحفة هذا هو الاصح و انما المرکیں بعید امنہ لما قدمنا ان السکک و الاسوان تلزم عادة الامرین المذکورین کما قال فی الغنیۃ ایضا بعد نقل ما فی التحفة الا ان صاحب الہدایۃ ترک ذکر السکک و الرسالتین بناء علی الغالب ان الامر والقاضی شأنہ المذکورۃ علی تنفیذ الاحکام و اقامة الحد و لا یكون الا فی بلد کذا لک قال فالحاصل ان اصحاب الحد و ما ذکر فی التحفة یصدق علی مکة و المذینۃ و انھما ما الاصل فی اعتبار المصالح اور شہر کے اسلامی ہونے کے لیے یہ ضرور ہے کہ یا تو فی الحال اس میں سلطنت اسلام ہو خود مختار جیسے بکرا شہر تعالیٰ سلطنت علیہ علیہ غنیمہ و دولت خداوند خاندان خظما اللہ تعالیٰ عن مشرور الزمان یا کسی سلطنت کفر کی تابع جیسے اب چند ہندو سے سلطنت بخارا و حبشہ اللہ و نعم الوکیل اور اگر فی الحال نہ ہو تو دو باتیں ضرور ہیں ایک یہ کہ پہلے اس میں سلطنت اسلامی رہی ہو دوسرے یہ کہ جب قبضہ کافر میں



آئی شہار اسلام مثل جمعہ و جماعت و اذان و اقامت وغیرہ کل یا بعضاً برادر اس میں ایک جاری رہے ہوں جہاں سلطنت اسلامی کبھی نہ تھی  
 نہ اب ہے وہ اسلامی شہر نہیں ہو سکتے نہ وہاں جمعہ و عیدین جائز ہوں اگرچہ وہاں کے کافر سلاطین شہار اسلام کو نہ روکتے ہوں اگرچہ  
 وہاں مساجد بکثرت ہوں اذان و اقامت جماعت علی الاعلان ہوتی ہو اگرچہ عوام اپنے جبل کے باعث جمعہ و عیدین بلا مزاحمت داکرتے ہوں  
 جیسے کہ روس و فرانس و جرمن و پرتگال وغیرہ اکثر بلکہ شاید کل سلطنت ہائے یورپ کا یہی حال ہے یہ میں اگر پہلے سلطنت اسلامی تھی  
 پھر کافر نے غلبہ کیا اور شہار کفر جاری کر کے تمام شہار اسلام یکسر اٹھا دیے تو اب وہ شہر بھی اسلامی نہ رہے اور جب تک پھر از سرینہ  
 ان میں سلطنت اسلامی نہ ہو وہاں جمعہ و عیدین جائز نہیں ہو سکتے اگرچہ کفار غیر یافتہ مانفت کے بعد پھر بطور خود شہار اسلام کی اجازت  
 دیدیں خواہ ان کافروں سے دوسرے کافر چھین کر اجرائے شہار اسلام کر دیں کہ کوئی غیر اسلامی شہر مجرد جریان شہار اسلام سے  
 اسلامی نہیں ہو جاتا ہاں اگر اسلامی سلطنت کے کسی کافر صوبہ نے بغاوت کر کے کسی اسلامی شہر پر تسلط کیا اور شہار اسلام بالکل اٹھا دیے  
 مگر وہ صوبہ چاروں طرف سے سلطنت اسلامیہ میں محصور ہے تو وہ شہر شہر اسلامی ہی رہے گا اگرچہ کافر نے شہار اسلام یکسر اٹھا دیے مگر  
 چار سمت سے سلطنت اسلامیہ میں محصور ہونے کے باعث اس کی یہ تاریک حالت محض عارضی ہے وھذہ بحمدہ تعالیٰ فوائد  
 نفیبتہ صحیح بھا الیراع لو استوسلنا فی اہم علی دلایلہا و تفاحیلہا نحو جنا عن القصد مع ان اکثرھا جلیتہ عند من لہ  
 اجالۃ نظر فی الکتب الفرائیہ و اجادۃ فکر فی الاصول الشرعیۃ فلنقتصر علی نقل بعض فصوص فقہیۃ جامع الفضولین  
 مبسوط و معراج الدرایہ و مہندیہ و رد المحتار وغیرہ معتدات اسفار میں ہے الحکم اذا ثبت بعلۃ ضابقی شیء من العلۃ یبقی الحکم  
 ببقائہ فلما صارت البلدۃ دار الاسلام باجواء احکامہ فما بقی شیء من احکامہ و آثارہ بقی دار الاسلام و کل مصروفیہ  
 وال مسلم من حجۃ الکفار تجوز فیہ اقامۃ الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاء وترویج الایامی الاستیلاء المسلم  
 علیہم و اما طاعة الکفرۃ ففی موادعہ و مخادعہ و اما فی بلاد علیہا ولاۃ کفار فیحوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد الخ  
 شرح نقایہ میں کافی سے ہے دار الاسلام مایجوز فیہ حکم امام المسلمین فصول عمادی میں ہے ان دار الاسلام لا تصیر  
 دار الحرب اذا بقی شیء من احکام الاسلام و نال غلبۃ اهل الاسلام اسی طرح کتب کثیرہ سے استفادہ ہے وبالجملة یستقرط  
 لدار الاسلام ابتداء اعنی صیورۃ دار الحرب دار الاسلام جریان حکم سلطان الاسلام فیہا و بقاء مجرد ظہور شعائر  
 الاسلام ولو بعضا وان لم یبق الحکم ولا السلطان والله المستعان وعلیہ التکون درر وغرر میں ہے تصیر دار الاسلام  
 دار الحرب باجواء احکام الشریک و اتصالا لوباد الحرب بمحیث لا یكون بینہما مصول للمسلمین الخ و منقح میں ہے البحر  
 الملح ملحق دار الحرب رد المحتار میں ہے یلحق بھا البحر المملح و نحوہ کفارۃ لیس و راءھا بلاد اسلام نقلہ بعضہ عن الحموی  
 فی حاشیہ ابن السعد عن شرح النظم الھاملی مطبوع البحر لہ حکم دار الحرب اس تحقیق سے تمام صوبہ مستقرہ کا حکم واضح ہو گیا جو ارباب  
 پرگنہ ہیں اور ان میں کوئی کچری ہے (د فقط خانہ یا ڈاک خانہ یا شفا خانہ کہ فصل مقدمات کے لیے نہیں ہوتے) اور وہاں سلطنت اسلام ہے  
 یا پہلے تھی اور جب سے غیر مسلم کا قبضہ ہوا بعض شہار اسلام بلا مزاحمت ایک جاری ہیں جیسے تمام بلاد ہندوستان و بنگالہ ایسے ہی ہیں ۵۵

سب اسلامی شہر ہیں ان میں جمعہ فرض ہے اور جو آبادی پرگنہ نہیں اس میں کوئی کچری نہیں یا کچریاں ہیں پرگنہ ہے مگر اس میں اسلامی سلطنت کبھی نہ ہوئی یا تھی مگر اس کے بعد کفار نے شکار اسلام یکسر بند کر دیے گو بعد کو پھر اجازت بھی دیدی ہو وہ سب یا گاؤں ہیں غیر اسلامی شہر ان میں جمعہ وعیدین جائز نہیں پڑھنے سے گناہ ہوگا اور جمعہ سے ظہر کا فرض ساقط نہ ہوگا اب نقطہ یہ سوال رہا کہ ایک آبادی کے چند حصے ہیں اور ان میں باہم بوجہ زراعت فاصلہ ہے آیا وہ ایک ہی آبادی تصور ہوگی یا متعدد ظاہر اس سوال سے سائل کا مقصود مردم شماری کا لحاظ ہے کہ ان سب کے ساکنین ملا کر اس بستی کی مردم شماری بھی جائے گی یا جدا جدا جیسا کہ تمام سوال میں اس نے تعداد ساکنان کا ذکر کیا ہے مگر تحقیق جواب واضح ہو گیا کہ مردم شماری و تعداد ساکنان بڑا صلا نظر نہیں جو بستی پرگنہ نہیں اس میں فیصلہ مقدمات کا کوئی حاکم نہیں مطلقاً گاؤں ہے اس کی مردم شماری کسی قدر ہوا درجہ پرگنہ ہے اس میں کچری مقرر ہے وہ شہر ہے اگرچہ مردم شماری میں کم ہو یاں جو آبادی شرفا شرفا رہے اور اس میں جمعہ فرض نہ صحیح ٹھہرے اور اس کے گرد آبادیاں میل ڈیڑھ میل کی مسافت پر واقع ہوں بیچ میں زراعت ہوتی ہو وہاں ایک یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ ان ساکنان حوالی پر بھی جمعہ فرض اور ان مواضع میں اس کی ادا صحیح ہے یا نہیں اس کا جواب قول محقق پر یہ ہے کہ شہر کے گرد اگر وہاں تک کوئی موضع مصالح شہر کے لیے معین کیا گیا ہو مثلاً کیمپ یا عید گاہ یا شہر کا قبرستان وہاں ہو وہ سب فناء مصر ہے اس میں جمعہ صحیح اور اس کے اہل پر جمعہ فرض اگرچہ بیچ میں زراعت کا فاصلہ ہو اور اگر مصالح شہر سے اسے تعلق نہیں اند بیچ میں فصل ہے تو وہ توابع شہر سے نہیں نہ اس میں جمعہ صحیح نہ اس کے ساکنوں پر فرض رد المحتار میں قد نص الاثمۃ علی ان الفناء ما اعد لدفن الموتی و حواشی المصنوع کو کرض الخیل والدواب و جمع العساکر و الخروج للرمی و غیر ذلک و بہ ظہر صحیحہ فی تکیۃ السلطان سلید بیروجنہ دمشق و کذا فی مسجدہ بصالحیۃ دمشق فانما من فناء دمشق و ان الفصلت عن دمشق بمزارع اہ غنصہا نیز دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ بستی شہر ہو یا نہ ہو جب اس کا ساکن تین منزل کے ارادے سے سفر کو چلا تو آیا جب اپنی خاص آبادی سے نکل جائے گا اسی وقت سے مسافر ٹھہرے گا اور قصر کرے گا اگرچہ وہ دوسری آبادیاں ہوں یا نہ ہوں یا جب ان سب آبادیوں سے نکل جائے گا اس وقت سے مسافر ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ جب بیچ میں فاصلہ ہے زراعتیں ہوتی ہیں تو ان سے گزر جانے کا لحاظ نہ ہوگا اگرچہ وہ مصالح شہر ہی کے لیے مقرر کی گئی ہوں جب اپنی آبادی سے نکل جائے گا مسافر ہو جائے گا ہاں جہاں تک آبادی متصل چل گئی ہو وہ موضع واحد ہے اس سے تجاوز ضرور ہوگا رد المحتار میں ہے اما الفناء و هو المکان المعد لمصالح البلد کو کرض الدواب و دفن الموتی و الفناء التراب فان اتصل بالمصنع اعتبر مجاوزتہ و ان الفصل بغلوۃ او مزرعة فلا کہ آیاتی بخلاف الجمعة فقصرہ اقامتہا فی الفناء و لو منفصلا بمزارع نیز غیر اس سوال یہ نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں آبادی میں نہ ہوں گا پھر اپنی خاص آبادی جس میں رہتا تھا چھوڑ کر اگر وہ کسی آبادی میں سکونت اختیار کی تو آیا قسم سچی ہوئی یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جب ان آبادیوں کے خاص خاص نام جدا ہیں اور سب ملا کر ایک جدا نام سے تعبیر کی جاتی ہیں تو اگر اس نے وہ نام لے کر قسم کھائی جو خاص اس کی آبادی کا تھا اور اسے چھوڑ کر دوسری آبادی میں جا یا جس پر وہ نام اطلاق نہیں کیا جاتا اور اس کا ساکن عرف میں اس آبادی کا ساکن نہیں ٹھہرتا تو قسم پوری ہوئی اور اگر وہ نام لیا تھا جس میں یہ سب داخل ہیں یا جس آبادی میں اب آیا وہ اسی پہلی آبادی کا حصہ سمجھی جاتی ہے اور اس کے ساکن کو اسی کا ساکن تصور کیا جاتا ہے تو قسم پوری نہ ہوئی کفارہ دے و ذلک لان مبنی الایمان

علی المعنی المتقاہم فی العرف فعلیہ یدار الحکم واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از کو الیہ ارضیع مند سور قصبہ جہادہ مرسلہ عبد الملک خاں ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا حکم ہے شرع شریف کا اس مسئلہ میں کہ جہاد ایک قصبہ ہے جہاں تین مسجدیں آباد ایک ہی محلہ میں قریب قریب واقع ہیں جمعہ کے روز ہر مسجد والے اپنی اپنی مسجد میں مانند صلائے جمعہ کے جمعہ پڑھا کرتے ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس طرح جمعہ پڑھنا صحیح نہیں کیونکہ جمعہ کی شرائط سے حضور سلطان ہے یا نائب یا ماذون یا قاضی جمعہ تو یہ شرط یہاں پرمغفود ہے اور ایسے مقام پر مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک شخص کو اپنا قاضی و سردار بنا کر اُس کے پیچھے جمعہ پڑھا کریں دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جمعہ کی اقامت کے واسطے سلطان یا اُس کے نائب مامور کا ہونا شرط نہیں اگر ان سے ایک بھی نہ ہو تو بھی جمعہ صحیح ہے اور مسلمانوں کو قاضی بنانا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں اسی طرح اپنی اپنی مسجدوں میں بھی جمعہ پڑھنا کچھ حرج نہیں بلکہ ایک جگہ جمع ہونے میں حرج ہے امیدوار قریب فیصل ہوں۔ بیدار توجروا

**الجواب**

فی الواقع اداۓ جمعہ کے لیے سلطان یا اُس کے نائب یا ماذون یا ماذون دھلم جہاد کا اقامہ کرنا بالفاق المر حنفیہ شرط ہے کتب المذہب طائفتہ بذلک مگر یہ اُن شرائط سے ہے کہ محل ضرورت میں تکلیف بدل ساقط ہو جاتی ہے جیسے محنت نماز کے لیے وضو شرط ہے اور پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم اُس کا خلیفہ و بدل ہے اور اس سے واضح تر استقبال قبلہ ہے کہ قطعاً شرط ہے اور محال تہذیب تہذیب تہذیب اُس کی نائب ہیں اقامت سلطان معنی مذکور ضرور شرط جمعہ ہے اور یہاں بوجہ تہذیب تہذیب تہذیب قائم مقام تہذیب تہذیب تہذیب ہے تو اسے شرط نہ کہتا بھی غلط اور اُس کے نہ ہونے کے سبب یہاں جمعہ صحیح نہ ماننا اُس سے زیادہ باطل و غلط اور مذہب صحیح و معتد و متقی میں تعدد جمعہ مطلقاً جائز ہے کما نص علیہ فی غیر ما کتاب واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم بالصواب۔

**مسئلہ**۔ از پہلی بحیث مولانا وحی احمد صاحب محدث سورتی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت پنجگانہ ذات امامت جمعہ و عیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا فقط

**الجواب**

جمعہ و عیدین و کسوف امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان صحیح القراۃ صحیح الطہارۃ مرد و عاقل بالغ غیر معذور امامت کر سکتا ہے یعنی اُس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اگرچہ بوجہ فسق و غیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوزاً الصلاۃ خلف کل برد فاجر کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ و عیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کر سکتا اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو حکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم اُن پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب عزت تین طور پر ثابت ہوتا ہے اولاً وہ سلطان اسلام ہو ثانیاً جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں یہ امامت عامہ اس شہر کے مسلم علمائے دین کو ہے ثالثاً جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں مجاہد کی عام مسلمان جیسے مقرر کر لیں بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ اُس کی امامت ان غاروں میں اصلاً صحیح نہیں اگر امامت کو کسی کا نماز باطل محض ہوگی جمعہ کا فرض سر

رہ جائے گا ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے اعلم علماء ہند کہ اُس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہونا کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں اُن کا امام عام ہے اور حکم قرآن عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اُس کے ارشاد پر عمل فرض ہے جمعہ وعیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے اُس کے خلاف پر عوام بطور خود اگر کسی امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بمجبوری اُس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو اُس کے ہوتے ہوئے اُنکی قیادت کوئی چیز نہیں تنویر البصار و در مختار باب الجمع میں ہے يشترط لصحة سبعة اشياء الاول المصروف فناء والثاني السلطان او ماموئہ باقامتها فتاویٰ امام عتباتی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول مسئلہ ۲۴ میں ہے اذا خلا الزمان من سلطان ذي كفاية فان مورد وكالة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم وليصيرون وكالة فاذا عسر جمعهم على واحد استقل كل قطر باتباع علمائه فان كثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بينهم اشد عز وجل فرماتا ہے اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم المدين فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علماء دین ہیں نص علیہ العلامة الزرقانی فی شرح المواہب وغیرہ فی غیرہ در مختار میں ہے نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اماما مع عدمہم فیجوز للضرورة فتاویٰ قاضی خاں در المختار وغیرہ میں ہے خطب بلا اذن الامام والامام حاضرا لم یجز الا ان يكون الامام امره بذلك والله تعالى اعلم

**مسئلہ**۔ از ریاست جاوہر مکان عبد المجید خاں صاحب سررشتہ دار تاریخ ۱۸/ ۱۲/ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ گاؤں میں درست ہے یا نہیں۔

**الجواب**

جمعہ وعیدین دیات میں ناجائز ہے اور اُن کا بڑھانا گنہگار جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو اُن کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اشد رسول کا نام لے لیں غنیمت کہ فی البحر الرائق والدر المختار والحدیقة النذیة وغیرہا۔ والله تعالى اعلم

**مسئلہ**۔ از خیر آباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرائے مدرسہ عربیہ قدیم مدرسہ مولوی سید فخر الحسن صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

خطبہ جمعہ داعیاد کا سوائے زبان عربی خواہ فارسی ہو یا دیگر زبان میں جو پڑھنے کی نسبت جناب مفتی سعد اللہ صاحب مرحوم اپنے فتاویٰ سعدیہ میں فرماتے ہیں (نزد امام ابو حنیفہ جائز و مکروہ بکراہت تنزیہی است) اور اسی جواب میں اختتام عبارت میں ہے (اگر کے خطبہ بقدر واجب کہ نزد صاحبین بمقدار تشدد است بعربی ادا کردہ باشد خواندن ماورائش در فارسی وغیر اُن نزد ایشان مضائقہ ندارد کما فی منہ الغفار شرح تنویر الابصار) جناب مولوی عبدالحی صاحب اپنے مجموعہ فتاویٰ کے جلد دوم میں بہت شد و مد کے ساتھ خطبہ کو زبان عربی میں سنت مؤکدہ اور غیر زبان میں پڑھنے کو مکروہ تحریمی و بدعت ضالہ تحریر فرماتے ہیں مگر اُسی فتاویٰ کے جلد سوم میں مکروہ تنزیہی تحریر فرماتے ہیں لہذا جو خطبہ کلاً غیر زبان میں ہو یا بعضاً مخلوط زبان عربی و زبان دیگر میں ہو پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور بدعت ضالیہ مکروہ تنزیہی یا جائز بکراہت جو حکم ہو اُس سے ہدایت فرمائی جاوے۔ بینوا اتوجروا (۲) خطبہ جمعہ مصنفہ حضرت مخدوم سعد الدین عرف مخدوم شیخ سعد قدس سرہ خیر آبادی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ مینا لکنوی قدس سرہ اللہ العزیز جو مسئلہ ہذا ہے منجملہ عبارت خطبہ مذکور کے (چون گفت

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارخدا اگر گیم بر سر کشم گوئی یا بھا المومل قم اللیل الاقلیل انصفہ و اگر بیرون آرم گوئی  
 و اھج ھم ھج اجمیلہ مراجعہ باید کرد فرمان آمد اے محمد تو راحت می طلبی و ما از تو سرگردانی میخواہم و تو میخواہی کہ با من حساب حسنا  
 بسروری و گوش نشینی و ما می خواہم کہ مرا با تو و ترا با من صد ہزار گونہ حساب بود تو کیستی کہ خاطر جمع می خواہی حکم بر انبیائے اولیں کردیم  
 پھر پشانی اگر شادت بنیم گویم ان اللہ لا یحب الفاحشین و اگر دل تنگ بنیم گویم ولقد تعلم انک لیضیق صدک بما یقولون۔  
 نہ سرگردانی کہ کشت خاک راست کیست کہ دریں ماتم و مصیبت و فوت دار و فریاد از محو پر خاست یا الھت رب محمد لم یخلق محمدا  
 و فریاد عاشقان بریں نوع است اے کاش نژادے پسرے مادر عالم بیا خود نہ بدی نام و نشان پدر من بڑا عاقبت ہیں دنیا لے مکاویہ  
 و عذارہ را با بستہ نداری کہ سلطان مرسلان ایں معاملہ رودہ است اس عبارت پر ایک صاحب کو جو بنظر حالت زمانہ حال ذی علم  
 خیال کیے جاتے ہیں یہ اعتراض ہے کہ اس عبارت میں اہانت و بے حرمتی حضرت نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہے جو باعث  
 تکفیر قاری و سامعین خطبہ ہے کیونکہ اس مضمون کا استنباط کسی آیت قرآنی سے ہے نہ کسی حدیث سے یہ اعتراض قریض کا صحیح  
 ہے یا غلط اور اگر غلط ہے تو معترض کے اعتراض کا کیا جواب ہے۔ بیہذا وجودا۔

### الجد

خطبہ میں غیر زبان عربی کا خلط کرنا ضرور مکروہ تنزیہی و خلاف سنت متواتر ہے اور بالکل خطبہ غیر زبان میں ہونا مذکورہ مکروہ حکما  
 حقیقتی فتا و منا کر اے مکروہ تحریمی و بدعت ضلالت کہنا محض غلط و باطل و بے دلیل ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) یہ خطبہ پر ہذا حرام  
 اور محض بدخواہی عوام اسلام ہے۔ یہ مخاطبہ اہل مکہ کہ اس میں مذکور ہوا اصلا کسی آیت یا حدیث یا اثر یا کسی کتاب معتبر میں اُس کا  
 پتہ نہیں نہ حضرت سیدنا محمد شیخ سعد بن من رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروجہ صحیح اُس کا ثابت ہونا معلوم اگر ایسی ہی حکایت ہے سر و پا ہے جب  
 اُس کا واجب الرد ہونا خود ظاہر اور اگر خطائے نساخ نہ ہو تو اس کی بے ربطی عبارت خور اُس کے بطلان نسبت پر دلیل زاہر مثلاً صد خطبہ میں  
 اقصیٰ شرح اللہ صدرہ لا سلام ومن تاب توبۃ نصوحا من التابعین خطبہ ثانیہ میں لشہد ان محمد اعبدا و رسولہ  
 خصوصاً علی افضل الصحابہ و افضلہم بالتحقیق پھر اصل مقصد خطبہ کہ لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے یعنی اعمال صالحہ  
 کی ترغیب دینا معاصی سے روکنا یہ خطبہ اُس سے اصلاً بحث نہیں رکھتا بلکہ صراحت اُس کے خلاف ہے جب ہر جمعہ جاہل لوگ سنیں گے  
 کہ اللہ عز و جل فرما چکا ہے کہ ہر کہ گواہی دہد مراد حدانیت و مرترا برسات درآید بہ بہشت برہ کاریکہ او باشد اس کا کیسا بڑا اثر اُن پر پڑے گا  
 وہ سمجھ لیں گے کہ بس کلمہ پڑھ لینا کافی ہے اعمال فضول و ہمل میں پھر عوام کے سامنے یہ تین مصطلحات خاصہ صوفیہ اکرام مثل قنار بازی  
 و قلندری و چاک دامن و عیاری کا تذکرہ کس قدر خلاف مقاصد خطبہ ہے اور ان سب بدتر اور کردوں درجہ بدتر وہ تذکرہ کہ مصطفیٰ یلدرسلین  
 اکرم الاولین و الآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہوا تو کیستی کہ خاطر جمع می خواہی حکم بر انبیائے اولیں کردیم پھر پشانی اس سے  
 صاف صاف انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی معاذ اللہ حضور پر نور سید پریم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضلیت ٹیکتی ہے ایسے  
 محاورات میں اعلیٰ ہی سے استشہاد کیا کرتے ہیں مثلاً کسی امیر سے کہیں تیری کیا حقیقت ہے سلطانین تو اس سے محفوظ نہ رہے اور اگر

متزل بھی کیجیے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل نہ ہونا تو اس کا صاف کتبہ ہے یہ کیا گمراہی نہیں پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راحت طلبی کی نسبت اور وہ بھی یوں کہ مرضی آئی کے خلاف اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس فریاد کا انتساب کہ یا لیت رب محمد لم یخلت محمد اصری اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاں کی نگاہ سے معاذا اللہ سقوط عظمت کا باعث ہوگا اور عیاذ باللہ عقیدہ ہو تو ایمان ہی گیا کہ ایمان تو صرف اُن کی تعظیم و محبت کا نام ہے قال اللہ تعالیٰ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتغزوه وتقرؤہ۔ غرض کسی طرح گمان نہیں کیا جاتا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ الکریم نے یہ خطبہ تصنیف فرمایا ہو اور اگر بالفرض حضرت محدث سے اس کا ثبوت صحیح ہو جو جہتم ہو کہ حضرت نے یہ خطبہ کہیں نہ فرمایا تو اب نظر اس میں ہوگی کہ آیا بر سبیل نقل و حکایت ہے یا بر بنائے کشف والہام۔ بر تقدیر اول جبکہ ماہ روایت پر رہا تو مسئلہ علوم ظاہرہ کے دائرہ میں آگیا صحت سند درکار ہوگی اور کسی ولی معتد کا کوئی نام معتد کھائی کسی سے نقل فرمانا اُس کی روایت کو صحیح و واجب الاعتقاد ذکر کرنے کا وہذا اما اعتد رواہ عن الامام محمد بن الغزالی قدس سرہ العالی فی ایرادہ الاحادیث الواحیۃ فی الاحیاء مع جلالة قدرہ فی العلوم الظاہرة والباطنة مولیٰ بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ فوائغ الرحمت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں رقیل کثیرا ما یوجد العدول فی غیر الاثمة علوم من عادتهم انهم لا یروون الا عن عدل (فارما لہم اذینا یقتضی تعدیل من رووا عنہم فیکون حجة کا رسال الاثمة فلا فرق (اقول) لا انہم وجود العدول بالصفة المذكورة فی غیر الاثمة بل العدول من غیرہم لا یمیلون عن اخذوا ورووا الا تری الشیخ علاء الدولة السہنی فی قدس سرہ کہیہ اعتمد علی رتق الہندی وای رجل یکون مثله فی العدالة (ولو سلم فذلک یزعمہم وکثیرا ما یخلون) فینظرون غیر العدول عدلا اور اگر بغرض غلط یہ بھی تحقیق ہو جائے کہ حضرت مخدوم قدس سرہ المکرم نے بر بنائے کشف والہام یہ خطبہ ذکر فرمایا تو بھلا شریعہ غلامان بارگاہ اولیا اُن میں نہیں کہ کشف والہام کو باطل یا نامعتبر ٹھہرائیں احتمال خطبا کشف مبتدین وادساط میں ہوتا ہے اکابر واصلین نفعا اللہ تعالیٰ ببرکاتہم فی الدنیا والاخرۃ والدین کا کشف حقیق والہام مبین حق و صحیح ہوتا ہے مولیٰ بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ فوائغ میں فرماتے ہیں ان تاملت فی مقامات الاولیاء ومواجیدہم واذواقہم مکقامات الشیخ محی الدین وقطب الوقت السید محی الملة والدین السید عبد القادر الجیلانی الذی قدم من علی رقاب حکم ولی والشیخ سہل بن عبد اللہ التستری والشیخ زبیدی مدین العربی والشیخ ابی یزید البسطامی وسید الطائفة جنید البغدادی والشیخ ابی بکر الشیبلی والشیخ عبد اللہ الانصاری والشیخ احمد النامقی الجامی وغیرہم قدس سرہ اور علمت علم یقین ان ما یلہمون بہ لا ینطرق الیہ احتمال وشبهة بل هو حق حق مطابق لما فی نفس الامر ویکون مع خلق علم ضروری انہ من اللہ تعالیٰ لکن لا ینالون ہذا الوعاء من العلم الا بالمدد المحمدی وتابیدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالذات من غیر وسیلة الی اخر ما افادوا جاد علیہ رحمة الملک الجواد ابیہ خطبہ ان مقامات راز نیاز سے ہوگا جو مولیٰ وعبید وحبوب وحبوب میں ہوتے ہیں جن میں دوسرے کو دخل دینا حرام انہیں نقل مجلس بنانا حرام بلکہ بحال فساد نیت کفر صریح بلا کلام۔ بھلا یہ تو ایک خطبہ کشفیہ ہوگا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک شخص کو کہ سودہ عیسیٰ شریف کی

تلاوت بکثرت کرتا زبردست یہ فرمایا امام ابن الحاج کی مدخل میں فرماتے ہیں قد قال علماء نازحة الله تعالى عليهما من قال  
عن نبی من الانبياء عليهم الصلاة والسلام في غير التلاوة والحديث انه عصى او خالف فقد كفر فعوذ بالله من ذلك وقد  
قال الامام ابو عبد الله القسطنطيني رحمه الله تعالى في كتاب التفسير له حين تكلم على قوله وطفقا يخصفان عليهما من  
دون الجنة الآية في سورة طه قال القاضي ابو بكر ابن العربي رضي الله تعالى عنه لا يجوز لاحد من اليوم ان يخبر بذلك  
عن ادم عليه الصلاة والسلام الا اذا ذكرناه في انشاء قوله تعالى عنه اقول نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم فاما ان  
نبتدئ ذلك من انفسنا فليس بجائز لئلا في اباؤنا الذين بيننا المماثلين لنا فكيف يا بينا الا قدم الاعظم الاكبر  
النبی المقدم صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى جميع الانبياء والمرسلين انتهى علامہ شہاب غفاری شیم الریاض شرح لغزائے  
قاضی عیاض میں فرماتے ہیں الدعاء بما (ای بالمغفرة) له صلى الله تعالى عليه وسلم من امتلا ينبغي لا يحاميه القصور كالدعاء  
له بالرحمة واما قول الله تعالى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر وعوده لغفره بالمغفرة فلا يقاس عليه  
حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج النبوت شریف میں فرماتے ہیں بلانکہ اینجا ادبے وقاعدہ الہیت  
کو بعضیے از اصناف و از اہل تحقیق ذکر کردہ اند و شناخت آن در عایت آن موجب حل اشکال و سبب سلامت حال است و آن اینست کہ  
اگر از جناب ربوبیت جل و تعالیٰ خطابی و عتابی و سطوتی و سلطنتی و استغنائی واقع شود مثل انک لا تعدی و لیجعلن عملک  
ولیس لك من الامر شیء و تربید زینۃ الحیوة الدنیا و امثال آن یا از جانب نبوت عبودیت یا انکسارے و افتقارے و غیرے  
و مسکتے بوجود آید مثل انما انا بشر مثلكم اغضب کما یغضب العبد و لا اعلم ما وراء هذا الجدار و ما ادری ما یفعل  
بی و لا بکم و مانند آن ما را نباید در آن دخل کنیم و اشتراک جوئیم و انبساط نائیم مگر ہمداد و سکوت و تحاشی وقت نائیم  
خواجہ رامی رسد کہ بابتہ خود ہرچہ خواہد گوید و بکند و استقامت و استیلا نماید و ہمدہ نیز با خواجہ بندگی و فروغی کند و یکے ہرچہ مجال  
و یارائے آنکہ دریں مقام در آید و دخل کند و ہمداد بیرون رود ایں مقام پالغزب ہمارے از ضعف و اہل و سبب تعزایاں است  
ومن الله العصمة والعون والله تعالى اعلم۔

مسئلہ - از افریقہ جو ہائس برگ مرسلہ محمد ابراہیم صاحب شافعی ۱۳ شعبان ۱۳۲۷ھ

امام حنفی ہے اور مقتدی شوافع بھی ہیں اگر خطبہ اولیٰ جمعہ میں امام اوصیکم بقوی اللہ نہ پڑھے اور درود شریف نہ پڑھے تو  
شوافع کی نماز تمام ہوگی یا نہیں۔

الجواب

مذہب شافعی پر شافعی کی نماز نہ ہوگی کہ وصیت و ہودان کے نزدیک ارکان خطبہ سے ہیں اور خطبہ بلا اتفاق شرط صحت نماز جمعہ  
جب رکن فوت ہوئے خطبہ نہ ہوا جب خطبہ نہ ہوا نماز نہ ہوگی کتاب الا نوار میں ہے نصہۃ الجہتہ و راء الشاروط العامة شر و طالی ان  
قال الساج خطبتان قبل الصلوة و ارکانہما خمسة حمد الله تعالى الثاني الصلوة على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم



الثالث الوصیۃ بالطاعة والتقویٰ اھ ملقطاً اسی میں ہے لصحة الاقتداء بشرط الاول انیکون الامام متطہراً مسلماً الثاني ان تصیو صلاتہ باعتقاد الماموم فلو اقتدی الشافعی بالحنفی وقد مس فرجه او ترک البسملۃ او الحنفی بالشافعی الذی اقصده او احتجم ولم یوصنا بطلت صلاتہ اھ مختصراً فتاویٰ امام ابن حجر کی شافعی میں ہے ان علمہ انہم یترکون بعض الارکان او الشرط لہ تصیو منهم جمعة فلا یجوز ان یصلی معهم ترک ورود تو سخت نہ ہے درود خطبہ میں اگر نام اقدس نہ لیا ضمیر و التکاکی مثلاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو امام مذکور نے بطلان خطبہ و نماز ثابت کیا اسی طرح ان کے شیخ حضرت شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ نے شرح ہجود شرح اروض و شرح منہج میں ذکر فرمایا کما ہو مذکور کلمہ فی فتاواہ الکبریٰ آدمی کہ تہتا نماز پڑھے اُسے بالاجماع مستحب ہے کہ بعد اللہ کلام حق تعالیٰ متعالیٰ عنہم کے مذاہب کی حتی الامکان رعایت رکھے اور حتی الامکان کے یہ معنی کہ جہاں تک اُس کی رعایت میں اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے کما فی علیہ فی غیر ما موضع فی رد المحتار و فی المسائل الملتقط للامام علی القاری و غیرہا نہ کہ وہ امور جو اپنے مذہب میں سنن و مستحب اور دوسرے مذہب المذہب حق میں فرض ہوں کہ اب تو اُس کا ترک سخت جہالت نہ کہ امام کدوسرے مذہب کے اہل سنت بھی اُس کے مقتدی ہوں اُسے تو حتی الوسع اُس مذہب کی رعایت کمال ہم و موکد ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی محلہ بہاری پور مسئلہ جناب نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ہم صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

جمعہ کے دن چند آدمیوں نے مل کر مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی بعدہ اور دس بارہ آدمی آگئے انہوں نے بھی اذان و اقامت خطبہ کے ساتھ اسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی پھر دس بارہ آدمی آگئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا تو دوسری تیسری جماعت والوں کا جمعہ ادا ہو گیا یا نہیں نقطہ بینو اتوجروا

### الجواب

نماز جمعہ و عیدین مثل عام نمازوں کے نہیں کہ جسے چاہا امام کر دیا نماز ہو گئی ان کے لیے ضرور ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا مقرر کردہ اور یہ نہ ہوں تو بضرورت وہاں کے عام مسلمانوں نے جسے امامت جمعہ کے لیے معین و مقرر کیا ہو تو ان تینوں جماعتوں میں جس کا امام امام معین و مقرر کردہ جمعہ تھا اُس کی اور اُس کے مقتدیوں کی نماز ہو گئی یا قیوں کی نہیں اور اگر کسی کا امام ایسا نہ تھا تو کسی کی نہ ہوئی مثلاً سرلہ مسجد ہے دس بارہ راگیر گزے ایک نے آگے ہو کر نماز جمعہ پڑھائی پھر کچھ اور آئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا وہیں دس میں جماعتیں ہوئیں جمعہ ایک کا بھی نہ ہوا و فرض ظہر سب کے دوسرے ہاں مختار میں ہے الجمعة لیشرط لصحتها السلطان او مامورہ باقامتها ونصب العامة غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمه فیجوز للضرورة اھ ملقطاً واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گوند تحصیل سوئی تپ ضلع دہتک مرسلہ حافظ احمد حسین صاحب امام مسجد ۳۲ رضوی المجر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے بعد امام اول کا خطبہ پڑھ کے جلسہ کرتا ہے اُس جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں اور اگر ناجائز ہے تو کس وجہ کا مکروہ تحریمی زید درمیان خطبتین کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت اور حرام بتا سکتا ہے یہ عقیدہ زید کا موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں۔

الجواب - زید کا قول باطل ہے دونوں خطبوں کے بیچ میں امام کو دعا مانگنا تو بالاتفاق جائز ہے بلکہ خود عین خطبہ میں حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مینہ کے لیے دونوں دست انور بند فرما کر دعا مانگنا کتب صحاح میں موجود ہے مقتدیوں کے بارہ میں مذہب حنفی میں اختلاف ہے امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بلاشبہ ان کے لیے بھی جائز فرماتے ہیں اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دور روایتیں آئیں ایک مطابق قول صاحبین کہ امام کے نزدیک بھی مقتدیوں کو میناں اٹھاتین دعا مانگنا جائز ہے امام سغنی نے ہنایہ و امام اکمل الدین باری نے عنایہ شروح ہدایہ میں فرمایا اھا الصحیح یہی صحیح ہے سندھا خمسة عشرة رابعہا التعود فی نفسہ قبل الخطبة سادستھا البدایہ بحمد اللہ تعالیٰ الخ پھر کوئی ایسا امر نہیں جس پر تشدد ضروری ہو بزمی کھایا جاوے اگر نہ مانے تو گروہ بندی و اثارت فتنہ کی حاجت نہیں والعنتہ کبر من القتل واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از جیل کان پور مرسلہ کلن خاں جمعہ دار ۱۲، شوال ۱۳۳۱ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد عرض تسلیم بصد تعظیم گزارش ہے کہ جیل میں جہاں پانچ چھ سو آدمی قیدی و حوالائی اور ملازمین رہتے ہیں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں جہاں پر صوم و صلاۃ کی جامعیت کو عام اجازت ہے اس میں روک ٹوک نہیں مگر باہر کے لوگ پھر اجازت اندر نہیں آسکتے نہ اندر کے باہر جاسکتے ہیں پس جو مسلمان اندر جیل کے ہیں اور جن کی تعداد سو سے ناگندہ ہے جمعہ کے روز جامعہ سے نماز جمعہ ادا کریں یا نماز ظہر کی امید کہ بواہی ٹانگ جواب سے سرفرازی بخشی جاوے۔ زیادہ حد ادب

**الجواب**

جمعہ کی ایک شرط اذن عام ہے جیل میں کوئی نہیں جاسکتا تو اس میں نماز جمعہ ناممکن و باطل ہے اور ظہر کی جامعیت بھی ان کو جمعہ کے دن جائز نہیں جبکہ جیل حدود و شہر میں ہو بلکہ ہر شخص تنہا ظہر پڑھے ملازم ہو یا مآخذ ہاں جیل بیرون شہر ہو تو ظہر جامعیت پڑھیں تو بلا اجماع میں ہے بشرط لصحتھا الاذن العام فلو دخل امیر حصنا و اغلن بابہ و صلی باصحابہ لم تنقض درغمار میں ہے کوہ نحو یسا ملعذوز و مسجون و مسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصوب قبل الجمعۃ و بعدھا و هو مسجون و تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جہاں پر حکم مصر لکھا ہے اور بنا پر قول معتبر کے وہاں جمعہ ہوتا ہو ان میں احتیاط ظہر پڑھنا چاہیے یا نہیں اور جو لوگ اس کو نہیں پڑھتے ہیں جمعہ پڑھنے سے ظہر ساقط ہوتے ہیں یا نہیں اور اگر اس کا ثبوت شرع میں ہو تو اس کو کس نیت سے پڑھنا چاہیے اور جو اس کا مانع ہو از روئے شرع شریف کے کیا حکم ہے۔ بینوا بالذلال لائل الشرعیۃ و توجروا بالبراہین العقلیہ۔

**الجواب**

بلاشبہ اسلامی جو مصر ہو اور وہاں ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہو اور امام میں کوئی شبہ نہ ہو از روئے امامت کا نہ ہو وہاں احتیاطی ظہر پڑھنا منع و بدعت ہے مگر یہ بات آج عامہ بلاد میں کہیں نہیں سوا حرمین شریفین و غیرہ بعض بلاد کے وہاں جہاں جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو جہاں نے سب سے اول جماعت میں پڑھا اسے احتیاطی ظہر کی اجازت نہیں اور جہاں مصر میں شبہ ہو یا امام اس کی اذنیہ میں یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور اپنی جماعت سب سے پہلے ہونا معلوم نہیں وہاں اگر شبہ ضعیف ہے احتیاطی ظہر مستحب ہے اور قوی ہے تو واجب مگر اس کا حکم خاص کے لیے ہے

عوام کو حاجت نہیں تھی لہذا ضرور الادی فی حفاۃ الاقوی خواص یہ نیت کریں کہ پچھلی وہ ٹکڑی میں نے پائی اور ادانہ کی اور یہ خطرہ بھی نہ گئے پائے کہ جمعہ ہو گیا تو یہ میرے نقل میں اور فرض نہ جمعہ کے نیت کے وقت اصلاً تردد ہو کہ تردد منافی نیت ہے جو منہ کی جگہ منہ کرتا ہے حرج نہیں مادہ جو استہاب کی جگہ منہ کرتا ہے احن ہے اور واجب کے محل پر منہ کرتا ہے تو گنگنا ہے و تفصیل المیسالۃ فی فتاونا و ما للہ التوفیق واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** نیشور ضلع بجنور مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جنت ۲۹ محرم ۱۳۲۲ھ

جس جامع مسجد میں ایسا امام نماز پڑھاتا ہو جو صاحب جانیاد ہے اور دوسری جائیداد سودی روپیہ لے کر خریدی اندا سکے بدلنے کو چند اشخاص اہل شہر جن کا زور زیادہ ہے پسند نہیں کرتے بلکہ اگر کوئی اس بابت ذکر بھی کرے تو خوف فتنہ کا ہے ایسی صورت میں شہر میں کسی محلہ کے آدمیوں کو متفق ہو کر کسی دوسرے مسجد میں جمعہ کا ادا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بدینا و تجروا

**الجواب -** اگر اُس امام کے بدلنے پر قدرت نہ ہو تو شہر میں دوسری جگہ جہاں کوئی امام صالح امامت جمعہ پڑھاتا ہو وہاں جانا واجب ہے اور اگر شہر میں دوسری جگہ جمعہ پڑھتا ہی نہ ہو یا اور امام بھی ایسی ناقابل امامت ہوں تو نیا امام نئی صحیح العقیدہ صحیح خوں صحیح الطمانہ مسائل کی فاسطین نہ ہو مقرر کریں اور اُس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از حیدر آباد دکن محلہ سلطان پورہ مکان ۲۹۵۵ھ مرسلہ مولوی محمد عبد الجلیل صاحب نعمانی ہتم امروندہ ۲۰ صفر ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شیعہ متین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ وعیدین عربی عوام نہیں سمجھ سکتے ہیں کیا ان کے محاذ سے اردو زبان ہی میں پڑھا جاسکتا ہے۔ بدینا و تجروا ان اجوکہ علی اللہ تعالیٰ۔

**الجواب -** زمان برکت نشان حضور پر نور سید الانس والجان علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے عہد صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام تک تمام قرون و طبقات میں جمعہ وعیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبان عربی میں مذکور و اُردو یا کتب صحابہ دین بعد ہم میں اکثر الکرام کے زمانوں میں ہزار ہا بلاجم فتح ہوئے ہزار ہا جماع نہیں ہزار ہا نصیب ہوئے عائد حاضرین اہل عجم ہوئے اور ان حضرات میں بہت وہ تھے کہ مفتوحین کی زبان جانتے اُس میں ان سے کلام فرماتے یا انہم کہیں مروی نہ ہو کہ خطبہ غیر عربی میں فرمایا یا دونوں زبانوں کا ملایا ہو کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی شرح الموطا مطلقاً سنت متوارثہ کا خلاف ناپسند ہے فی الدر المختار ان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعہم ای ثبت و تاکد نہ کہ ایسی سنت جہاں باوصف تحقق حاجت جانب خلاف رخ نہ فرمایا ہو کہ اب تو اُس کا خلاف ضرور مکروہ و اسارت ہوگا **اقول** و تحقیق ان التذکیر بالجمعیۃ کان المقضیٰ لہ بعینہ موجودا و المانع مفقودا ثم لم یفعلوہ فکان ذلک کفائتہم لا ترکا و الکف فعل و الفعل مجزئ فی التوارث بخلاف التذکیر اذ لا معنی لتوارثہ ولا مضاغ للتأسی فیہ لانہ غیر مفعول و لا مقدور کما نص علیہ الا کا بر الصد و قال فی الاشباہ والنظائر التذکیر لا یتقرب بجا الا اذا صار الذکر کما هو فعل

وہوالمکلف بہ فی النہی لا الترتیب معنی العدم لانہ لیس داخل تحت القدرۃ للعبد کما فی التہذیب ماہ اسی نحوہ بالوصول الی الامام  
المحقق حیث اطلق رحمہ اللہ تعالیٰ اتقن هذا فانه من اجل المهمات اذان ضرور پلانے اور لوگوں کو اطلاع وقت دینے کیلئے ہے  
مگر غیر عربی میں ہو تو ہرگز اذان ہی نہ ہوگی اگرچہ مقصود اعلام حاصل ہو جائے کہ اذان صرف سنت تھی جب فی نفسہ برخلاف سنت پہلی راساً  
وقت ہو گئی تو یہ میں ہے الاذان اعلام مخصوص علی وجہ مخصوص بالفاظ کذلک رد المحتار میں ہے اشارہ الی اذہ لا یصح بالفتاویٰ  
وان علوانہ اذان وهو الاظہر والا صم کما فی السراج خلیہ ضرور وعظاً تذکر کے لیے ہے چھپے نماز کو ذکر کے لیے ہے قال اللہ تعالیٰ  
اقبل الصلوۃ لذکرہ اور خود قرآن عظیم کہ اُس کا تو نام ہی ذکر حکیم ہے اور اس کے نہ سمجھنے پر سخت انکار فرمایا ہے افلا یبند برون القرآن  
ام علی قلوب اقلھا پھر جس کی سمجھ میں عربی نہ آئے نہ اُس کے لیے نماز و قرآن اور وہ بانگ یا انگریزی کر دے جائیں گے نہ خطبہ و  
اذان۔ اُس کا اپنا قصور ہے اُس کا دین عربی بنی عربی کتاب عربی پھر عربی اتنی بھی نہ سیکھی کہ اہل دین کچھ سکھانگریزی کی حالت دیکھے  
اُس پر کیسے اندر سے باڈے ہو کر گرتے ہیں کہ دوسرے کمانے کی امید ہے اور عربی جس میں دین ہے ایمان ہے اُس سے کچھ غرض نہیں اتنی  
ترغیب و ہدایت بخشنے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سبیلی بحیث محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب، روضہ ص ۳۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان ثانی جمعہ کے دن امام کے قریب اندر مسجد کے جو مروج ہے اس میں کراہت یعنی  
کراہت تحریمی ہے یا تتریبی۔ تفصیل حوض قدس خلیہ مسجد ہے یا داخل مسجد۔ اپنا اذہ کی حدیث میں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وقت میں باب مسجد پر اذان کا ذکر ہے اُس وقت تک اذان اول شروع تھی یا نہیں اگر اُس وقت میں  
صرف ایک اذان تھی تو جب سے دوسری اذان شروع ہوئی اُس وقت بھی بقیہ خلفائے راشدین کے وقت میں اذان ثانی باب مسجد  
پر ہوتی تھی یا امام کے مفضل منبر کے پاس۔ بدینا تو جبروا

## الجواب

یہ علمائے کرام نے کراہت گھٹی اور اُسے مطلق رکھا اور مطلق کراہت غالباً کراہت تحریم پر محمول ہوتی ہے یہ عالم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اذان دروازہ مسجد پہنچا کی اور کچھ دیر سے منقول نہ خلفائے راشدین سے کہ مسجد کے اندر  
اذان کہلوائی ہو اور عادت کمر لیے تھی کہ مکہ تشریف کو بھی بیان جواز کے لیے کہی اختیار فرماتے پھر اُس میں ترک ادب بارگاہ آگہی  
ہے والعلہ بالحق عند اللہ۔ حوض قدیم کی تفصیل فتاویٰ مسجد ہے نہ عین مسجد وہ نہ اُس پر وضو ناجائز ہوتا اور فتاویٰ مسجد  
میں اذان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ صدر خلافت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک وہی ایک اذان خلیہ تھی  
انھوں نے اذان اول ناؤ فرمائی مگر اذان خلیہ میں کوئی تبدیلی نہ کی کسی خلیفہ راشد سے اُس میں کوئی تغیر منقول الی امام ابن ماجہ  
کی نے مدخل میں ہشام بن عبد الملک بادشاہ مروانی کی نسبت کھا کہ اُس نے سنت کو بدلایا اس کا زمانہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے اسی برس بعد ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - مسئلہ مولوی فضل الرحمن صاحب الزچھاؤنی صدر باندہ فیروز پور پنجاب ۱۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ مقدمہ الذیل میں کہ ایک قلعہ میں جہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں اور ملازمان کو باہر بجز وقت معینہ کے بچلہ پانچ صدر مردان سلطان طازان کے ایک جماعت نے ہاں نماز جمعہ باجائز شہرہ گزشت قائم کرتی ہے وہاں بنائے مسجد نہیں ہے نیز متصل قلعہ مذکور کے شہر اور چھاؤنی صدر بازار میں چند جگہ دیگر مساجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے کیا اس جماعت کا جمعہ ادا ہو جاتا ہے بعض علمائے دین نے بحوالہ فتاویٰ خالگیر و درختار بیاعت عدم اذن امام اور جماعت مذکورہ کو مجبورین وغیرہ کا مقیس علیہ قرار دے کر عدم جواز اور نادرست ہونے جمہ کا فتویٰ دیا ہے اور بعض نے بحوالہ عمارت شامی کہ قلت ویفنی ان یکول محل التراع ما اذا كانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التقویت کما افادہ التعلیل تامل درست ہونے نماز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے - بیوہ بالدلیل توجروا بالاجرا الجوزیل -

### الجواب

صورت متفسرہ میں جبکہ قلعہ کی بندش ہے باہر کا کوئی شخص نماز کے لیے اس میں نہیں جاسکتا تو اذن عام نہ ہوا اور اذن امام فی نفسہ شرط جمعہ ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قول کسی سے نقل نہ فرمایا بلکہ ان کا اپنا خیال ہے جسے وہ قلت سے شروع فرماتے ہیں اور خدا ان کو بھی اس پر وثوق نہیں کہ آخر میں تامل کا حکم فرماتے ہیں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل بحث نہیں ان کی بحث کا اگر مسئلہ منصوصہ کے خلاف ہونا معلوم نہ بھی ہوتا ہم وہ ایک بحث ہے جو بحث نہیں ہو سکتی نہ کہ جب ان کی بحث مخالفت منقول و منصوص واقع ہے کہ ایسی بحث تو امام ابن الہمام کے بھی مقبول نہیں ہوتی جس کی خود علامہ شامی نے جابجا تصریح فرمائی کما بینا فی کتابنا فصل القضاء فی رسم الافتاء براہ بشریت یہ بحث اسی طرح واقع ہوئی فقیر نے رد المحتار پر اپنی تعلیقات میں اس مسئلہ کی بحث تمام کر دی ہے اس میں یہاں صریح ہے چند کلمات کافی ہیں کہ امام مالک علیہ السلام اور دیگر مسود کا کافی کتاب مستطاب بدلے اور ان کے سوا اور ائمہ اپنی تصانیف میں اور ان سب سے امام ابن امیر الحاج علیہ السلام نقل فرماتے ہیں السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم من امر السلطان فی المسجد الجامع قال ان فتح باب دارہ جاز و تكون الصلاۃ فی موضعین ولولہ یاذن للعامة و صلی مع جیشہ لا تجوز صلاۃ السلطان و تجوز صلاۃ العامة و یکویہ نفس صریح ہے ائمہ کی نقل اور محرم مذہب امام محمد سے بلا غلط منقول کہ قلعہ سے باہر بھی جمعہ ہوا اور قلعہ میں بھی سلطان نے پڑھا اگر قلعہ میں آئے کا اذن عام دیا تھا تو دونوں جیسے صحیح ہو گئے ورنہ باہر کا جمعہ صحیح ہوا اور قلعہ کا باطل صاف ثابت ہوا کہ اذن عام فی نفسہ شرط صحت جمعہ ہے اگرچہ جمعہ متحد جگہ پایا جائے اور تقویت لازم نہ آئے ولیس بعد النض الا الرجوع الیہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسئلہ محمود حسن صاحب ازبیلی پوسٹ پائی کھلا ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ میں انشی اشخاص خفیہ اور عیش اشخاص شافعیہ ہر دو مذہب کے درمیان شافعی امام جمعہ میں خطبہ کے دو رکعت فرض پڑھا کے خفیوں نے نماز سے فارغ ہوئے بندہ مذکور امام نے اپنے مذہب والوں کو کہ پھر دوبارہ چار رکعت فرض نماز پڑھا تا ہے لیکن ہر دو مذہب والوں کے ساتھ دو رکعت فرض پڑھنے سے شافعیہ مذہب کی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں -

## الجواب

اگر وہ امام شافعی المذہب نیت جمعہ میں شک و تردد کو راہ نہیں دیتا خالص صحیح نیت فرض جمعہ کی کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے جبکہ فرائض مذہب حنفی کا پابند ہو مثلاً قصد لے کر یا زخم خواہ پھوڑا سے پیپ یا پانی بہہ کر ضرور وضو کر لیتا ہو وہ درود سے کم پانی نہیں اگر نجاست پڑ جائے اس سے طہارت نہ کرتا ہو وضو میں چہارم سر سے کم کے سج پر قناعت دکر تا ہو وضو کیے ہوئے پانی سے دوبارہ وضو نہ کرتا ہو و علیٰ ہذا القیاس اگر ان باتوں کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے اگرچہ ادنیٰ حنفی کے پیچھے ہے اور اگر رعایت نہ کرنا ہو تو اس کے پیچھے حنفی کی نماز باطل ہے اور اگر کچھ نہ معلوم ہو تو مکرہ ہے کما حق کل ذلک فی الجہود والدروغیر ہما اور اگر جمعہ کی نیت کے ساتھ شک کرتا ہو تو اس کے پیچھے جمعہ مطلقاً باطل ہے کہ لانیۃ الا بالعزم ولا عزم مع الشک واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پبلی ہیٹ محلہ محمد شیر خاں مسلولہ عبداللطیف خاں صاحب ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جامع مسجد کے امام معین کے بغیر اذن دوسرے شخص نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ بھی امام معین کے بے اذن پڑھائی اور امام مذکور اس میں شریک نہ ہوا اس صورت میں وہ نماز ہوئی یا نہیں اگر نہ ہوئی تو نظر کی قضا فرض ہے یا نہیں - بینوا توجروا

## الجواب

ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ بے اجازت خطیب معین دوسرا شخص خطبہ نہیں پڑھ سکتا اگر پڑھے گا خطبہ جائز نہ ہوگا اور خطبہ شرط نماز جمعہ ہے جب خطبہ نہ ہوا نماز بھی نہ ہوئی علی گیری میں ہے رجل خطب یوم الجمعة بغیر اذن الامام والامام حاضر لا یجوز ذلک الا ان یکون الامام امرہ بذلك کذا فی فتاویٰ قاضی خاں اور تصریح فرماتے ہیں کہ امام معین کے بغیر اذن اگر کوئی شخص نماز جمعہ پڑھائے تو نماز نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ امام اس نماز میں شریک ہو جائے فتاویٰ سراجیہ و در مختار میں ہے لو صلے احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من له ولاية الجمعة یہاں کہ خطبہ بھی بے اجازت امام پڑھا گیا اور نماز بھی بے اس کی اجازت کے پڑھائی گئی اور امام اس میں شریک نہ ہوا تو دو وجہ سے وہ نماز ناجائز ہوئی ان پر نظر کی قضا لازم ہے - واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہم جل مجدہ التوا حکمہ

مسئلہ - مولوی نعیم الدین صاحب از مراد آباد ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

حضور عالی سلام نیاز - میں جمعہ کی نماز قلعہ کی مسجد میں پڑھا تا ہوں اس مسجد کا وسیع صحن ہے مسجد سے باہر راستہ ہے جو ایک بانس کے قریب مسجد کے فرش سے بچا ہے کوئی جگہ ہی نہیں جہاں مؤذن کھڑا ہو سکے سخت حیرانی ہے یا بعض ایسی مسجدیں ہیں کہ ان میں بعد صحن کے کسی دوسرے شخص ہندو وغیرہ کی دیواریں ہیں کہ ان دیواروں میں منڈ نہ نہیں بنایا جاسکتا ایسی صورت میں کیا کیا جائے - بینوا توجروا

## الجواب

اللہم ھدایۃ الحق والصواب یہاں دو سنتیں ہیں ایک محاذات خطیب دوسرے اذان کا مسجد سے باہر ہونا جب ان میں تعرض ہو اور جمع نامکن ہو تو ارجح کو اختیار کیا جائے گا کما هو الضابطۃ المستقرۃ الغیر المفقومۃ یہاں ارجح فتاویٰ سنہ ثانیہ بوجہ

**اولا** مسجد میں اذان سے نہی ہے قاضی خاں و خلاصہ و خزائنہ المفتین و فتح القدیر و بحر الرائق و برجندی و علیگیری میں ہے لا یؤذن فی المسجد نیز فتح القدیر و نظم و موطاوی علی المراقی و غیرہ میں مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کی تصریح ہے اور ہر مکروہ منہی عنہ ہے رد المحتار میں قبیل احکام مسجد ہے لا یلزم منہ ان یکون مکروہا الا بمنہی خاص لان الکراہۃ حکم شرعی فلا بدالہ من دلیل اور اجتناب ممنوع اینہ مطلوب سے اہم و اعظم ہے اشباہ میں ہے اعتناء الشریع بالمنہیات اشد من اعتناہ بالامورات ولذا قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا امرتکم بشئ فاقوامہ ما استطعتم وان نھیتکم عن شی فاجتنبوہ وروی فی الکشف حدیثا للترك ذرة مما نھی اللہ تعالیٰ عنہ افضل من عبادة الثقلین ومن ثم جاز ترك الواجب دفعا للشفقة ولم یسمح فی الاقدام علی المنہیات **ثانیاً** محاذات خطیب ایک مصلحت ہے اور مسجد کے اندر اذان کہنا مفسدت اور جلب مصلحت سے سلب مفسدت اہم ہے اشباہ میں ہے درء البفسد اولی من جلب المصالح وجہ مفسدت ظاہر ہے کہ دربار ملک ملک جل جلالہ کی بے ادبی ہے شاہد اس کا شاہد ہے دربار شاہی میں اگر چہ بدار عین مکان اجلاس میں کھڑا ہوا چلائے کہ درباریہ چلو سلام کو حاضر ہو ضرور گستاخ بے ادب ٹھہرے گا جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ انھیں کچریوں کو دیکھ لے کہ مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری کمرہ سے باہر پکاری جاتی ہے چیرا سی خود کمرہ کچری میں کھڑا ہو کر چلائے اور حاضر یاں پکارے تو ضرور سختی سزا ہوا دیا ہے اہم ادب میں شرعاً غرض معبود فی الشاہد ہی کا لحاظ ہوتا ہے محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں یحال علی المعہود من وضعها حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود فی الشاہد منہ تحت السراۃ اسی بنا پر علمائے تصریح فرمائی کہ مسجد میں جوتا پینے جاتا بے ادبی ہے حالانکہ صدر اول میں حکم نہ تھا فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ علیگیریہ میں ہے دخول المسجد متعللاً مکروہ عمدۃ المفتین و رد المحتار میں ہے دخول المسجد متعللاً من سوء الادب مسئلہ اولی یعنی ناس کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کوئی حدیث موافق نہ تھی اور ثانیہ میں حدیث برخلاف تھی با ایہ امور ادب میں عرف شاہد کا اعتبار فرمایا تو جہاں خود حدیث ہی موافق ہی موجود ہے ادب معروف کا لحاظ نہ کرنا کس درجہ گستاخی و بیباکی ہے معہذا حدیث نے مسجد میں چلانے سے بھی منع فرمایا ہے بحر الرائق و رد المحتار میں ہے اخرج المندزی مرفوعاً جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم و بیعکم و شرأکم و رفع اصواتکم اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور دیوانوں اور خرید و فروخت اور آواز بلند کرنے سے بچاؤ **قلت** رواہ ابن ماجہ عن واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عبد البزاق فی مصنفہ بسببہ اسلام عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اس ادب کی طرف خود حدیث میں ارشاد موجود ہے اور علمائے اس مانعت کو ذکر کے لیے بھی عام ہونے کی تصریح فرمائی در مختار میں ہے یحرم فیہ (ای فی المسجد) السوال و بکرة الاعطاء و رفع صوت بدن کو الا للتعفیفہ تو اصل منع ہے جب تک ثبوت خاص نہ ہو جیسے اقامت و قرات نماز لیکن یہاں شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے اندرون مسجد اذان کا ہرگز ثبوت نہیں تو اگر کچھ اور دلیل نہ ہوتی اسی قدر اس کے بے ادبی و ممنوع ہونے کو بس تھا بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا ہے جس کے لیے مساجد کی بنائے ہوئے صحیح مسلم شریف میں ابوسریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سمع



رجلا یبشدا ضالۃ فی المسجد فلیقل لادھا اللہ علیک فان المساجد لم تبین لہذا جوگی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے  
اُس سے کہو اللہ تیری گئی چیز کچھ نہ ملائے مسجد میں اس لیے نہیں بنیں حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا درخت وغیرہ میں  
ہے کرۃ انشاء ضالۃ تو اگر کسی کا مصحف شریف گم گیا اور وہ تلاوت کے لیے مسجد میں پوچھتا ہے اُسے بھی یہی جواب ہوگا کہ مسجد میں اس لیے  
نہ بنیں اگر اذان دینے کے لیے اُس کی بنا ہوئی تو ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلاتے یا کبھی کبھی تو اُس کا  
حکم فرماتے مسجد جس کے لیے بنی زمانہ اقدس میں اُسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیونکر معقول تو وجہ دہی ہے کہ اذان حاضری دربار پکارنے  
کو ہے اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا ہمارے بھائی اگر گرد میں عظمت آئی کے حضور جھپکا کر آنکھیں بند کر کے براہ انصاف نظر  
فرمائیں توجہ بات ایک نصف یا جنت کی کچری میں نہیں کر سکتے حکم الحاکمین عز وجلانہ کے دربار کو اُس سے محفوظ رکھنا لازم جانیں نہ کہ  
حدیث کا وہ ارشاد پھر کتب معتدہ فقہ کی یہ صریح تصریحات کہ مسجد میں اذان منع ہے سب کچھ دیکھیں اور ایک رواج پر اُس پر ہنسی اٹھا  
بھائیو یہ آپ کی شان نہیں ثالثا محاذات خطیب ایک اختلافی سنیت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہاں نقل مختلف  
ہے بکثرت ائمہ مالکیہ اذان ثانی جمعہ کے روئے بروئے خطیب ہونے ہی کو بدعت بتاتے ہیں وہ فرماتے ہیں یہ اذان بھی منارہ ہی پر  
ہوتی تھی جیسے بچکانہ کی اذان علامہ خلیل ابن اسحق مالکی توضیح فرماتے ہیں اختلاف النقل هل کان یؤذن بین ید یدہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم اوعلی المنار الذی نقلہ اصحابنا انہ کان علی المنار نقلہ ابن القاسم عن مالک فی المجموعۃ نقل ابن عبد البر  
فی کافیہ عن مالک ان الاذان بین یدی الامام لیس من الامور القدیمہ امام ابن الحاج مکی مالکی مدخل میں فرماتے ہیں ان  
السنتۃ فی اذان الجمعۃ اذا صعد الامام علی المنبر ان یتکون الموزن علی المنار کن لک کان علی عہد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم وابی بکر وعمر وصدرامن خلافتہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثم زاد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا نال اُخرا بالزوراء  
وهو موضع بالسوق والبقی الاذان الذی کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی المنار والخطیب علی  
المنبر اذا ذاک ثم لما تولى هشام نقل الاذان الذی کان علی المنار حین صعود المنبر بین ید یدہ یہاں تک کہ فرمایا فقد بان ان فعل  
ذلک فی المسجد بین یدی الخطیب بدعتہ متسک بعض الناس بما ثم صار کانہ سنۃ معمول بما ولیس لہ اصل فی الشرع  
وانما ہی عوائد وقع الاستئناس بما فصار المنکر لہا کانہ یاقی بدعتہ علی زعمہم فان اللہ وانا الیہ راجعون علی قلبا لحقائق  
اھ مختصراً یعنی روشن ہوا کہ اس اذان کا مسجد میں خطیب کے سامنے کتنا بدعت ہے جسے ابتداءً بعض لوگوں نے اختیار کیا پھر اُس کا ایسا  
رواج پڑ گیا گویا وہ سنت ہے حالانکہ شرع مطہر میں اُس کی کچھ اصل نہیں وہ تو یہی ایک عادت ہے کہ لوگوں کے جی اُس سے لگ گئے  
تو جو اُس پر انکار کرے اُن کے زعم میں گویا وہی بدعت نکالتا ہے تو انا اللہ وانا الیہ راجعون حق لوگوں میں کیسا اٹا ہو گیا کہ حق کو باطل  
باطل کو حق سمجھنے لگے علامہ یوسف بن سعید عقی مالکی حاشیہ جواہر زکیہ شرح عثمانیہ میں فرماتے ہیں الاذان الثانی کان علی المنار  
فی الزمن القدیم وعلیہ اھل المغرب الی الان وفعلہ بین یدی الامام مکودہ کما نص علیہ البرزلی وقد غمی عنہ مالک  
وفعلہ علی المنار و الامام جالس هو المشرع اھ سکندری اھ باختصار بخلاف اذان مسجد کہ مالکیہ بھی اُسے منوع جانتے ہیں

بدخل میں ہے فضل فی النہی عن الاذان فی المسجد ینفع من الاذان فی جوف المسجد لوجہ احدھا انہ لم یکن من فعل من مضی الخ تو ثابت ہوا کہ اذان بیرون مسجد ہونا ہی محاذات خطیب سے اہم و اعظم و اکبر و الزم ہے تو جہاں دونوں نہ بن پڑیں محاذات خطیب کے درگزیں اور منارہ یا تفصیل وغیرہ پر یہ اذان بھی مسجد سے باہر ہی دیں ہذا کلاما ظہری والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علہ جل مجدہ التقدوا حکم۔

**مسئلہ۔** سؤلہ اقبال حسین از قصبہ سرولی ضلع بریلی ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ خطبہ جمعہ کا ایک فرض ہے دوسرا سنت یا دونوں فرض ہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب**

خطبہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف بقدر الحمد تہ فرض ہے اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک ذکر طویل جیسے عرف میں خطبہ کہیں تو نفس فرض اگرچہ خطبہ اولیٰ بلکہ اس کے بعض سے ادا ہو جاتا ہے مگر جب کوئی مطلق مامور ہو تو قاعدہ شرع یہ نہیں کہ اس کے ایک حصے کو جو ادائی درجہ اطلاق مطلق کا ہو مامور بٹھرائیں باقی کو خارج بلکہ جس قدر واقع ہو سب اسی مطلق کا فرد ہے تو سب اسی صفت سے متصف ہوگا جیسے فرض قرائت نماز میں ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے اب یہ نہیں کہیں گے کہ الحمد شریف کی پہلی آیت فرض تھی باقی اس کا غیر بلکہ الحمد اور سورت بلکہ سارا قرآن مجید اگر ایک رکعت میں ختم کرے سب زیر فرض داخل ہوں گے کہ فاقرا واما تیسر من القرآن کا فرد ہے ولہذا اگر سورہ فاتحہ پڑھ کر سورت ملانا بھول گیا اور وہاں یاد آیا تو حکم ہے رکوع کو چھوڑے اور قیام کی طرف عود کر کے سورت پڑھے اور رکوع میں جائے حالانکہ واجب کے لیے فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ولہذا اگر پہلی التحیات بھول کر پورا کھڑا ہو گیا اب عود کی اجازت نہیں مگر سورت کے لیے خود شرع نے عود کا حکم فرمایا کہ جتنا قرآن مجید پڑھا جائے گا سب فرض ہی میں واقع ہوگا تو یہ واجب کی طرف عود نہیں بلکہ فرض کی طرف ولہذا اگر دوبارہ رکوع ذکر کرے گا نماز نہ ہوگی کہ پہلا رکوع عود الی الفرض کے سبب نابل ہو گیا تو جس طرح الحمد اور سورت دونوں سے فرض ہی ادا ہوتا ہے یوں ہی دونوں خطبوں سے بھی کہ سب مطلق فاسعوالی ذکر اللہ کے تحت میں داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## مرقاۃ البیان فی العیوط عن المنبر طبع السلطان

**مسئلہ۔** از احمد آباد عجرات محلہ چککھ کالو پور متصل بل گلیارہ مسئلہ مولوی عبد الرحیم صاحب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دونوں جوابوں میں کونسا جواب احق بالقبول ہے۔ سوال۔ علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمادین خطیب کو خطبہ ثانی میں منبر سے ایک بیڑھی اترنا اور پھر چڑھنا یا شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں بینوا بسند الکتاب و توجروا فی یوم الحساب۔

**الجواب** ہوا الصواب صورت سؤلہ میں خطیب کو بیڑھی اترنا اور چڑھنا جائز نہیں بدعت شنیع ہے جیسا کہ خامی جلد اول صفحہ ۱۷ میں

مذکور ہے قال ابن حجر فی التحفة وبحث بعضهم ان ما اعتيد الان من النزول فی الخطبة الثانية الى درجة سفلى نقر العود بدنة قتيبة شنيعة والله اعلم بالصواب محمد عيسى عفی عنہ - الحبيب مصيب عند الله عبد الرحمن ولد مولی محمد عيسى عفی عنہ -

بسم الله الرحمن الرحيم ۝ اللهم ارنا الحق وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه - بحیب لبیب زینہ اترنے کا جائز ہونا بلکہ بدعت شیعہ ہونا جو علامہ شامی نے ابن حجر شافعی کے قول سے جان کی کتاب میں سے نقل کیا ہے ثابت کیا ہے ہرگز نا جائز ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ بدعت شیعہ ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے طریقہ محمدیہ کی شروع میں لکھا ہے ان المسئلة الواقعة معنی امکان تخریجھا علی قول من الاقوال فی مذہبنا او مذہب غیرنا فلیست بمنکر بحیب انکارہ والحق عندنا انما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والحق عندنا منہ انما منہ معتصوا یعنی اگر کوئی مسئلہ ایسا واقع ہو کہ اس کی تخریج ہمارے خفی مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن ہو یا شافعیوں یا حنبلیوں یا مالکیوں کے مذہب کے موافق اس کی تخریج ممکن ہو تو وہ ایسا منکر نہیں ہے کہ اس کا انکار کرنا اور اس سے منع کرنا واجب ہو بلکہ وہ منکر وہ جس کی حرمت اجماعی ہو اور شارع طیبہ السلام نے اس سے بالخصوص منع کیا ہو اب اہل انصاف بخیر ملاحظہ فرمائیں کہ اس زینہ اترنے کی وجہ کیا ہے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی کے صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ ذیل کشور میں تحریر فرماتے ہیں میدانید کہ در خطبہ روز جمعہ نام سلاطین را کہ در زینہ پایا سے فرد آدمی خوانند و جہش چیست این تواضعست کہ سلاطین عظام نسبت باں مشر و بخلقاے راشدین علیہم السلام و التسلیمات نودہ اند و جائز نہ داشتہ اند کہ اسامی ایشان با اسامی اکابر دین در یک درجہ مذکور شود و شکر اللہ سچوہم انھو علامہ حسین کا شفی مولا تفسیر حسینی اپنی کتاب ترغیب الصلوة میں فرماتے ہیں اذان پایہ منبر کہ حمد و ثناء درود گفتہ و ذکر خلقات کرام کردہ نشیب آید و ذکر و دعائے سلطان چوں تمام کند باز بالارفتہ خطبہ باقیہ تمام کند انتہی مطلب عبارت مکتوبات کا یہ ہے کہ تمام سلمان بھائی جان لیں کہ جمعہ کے دن خطبہ میں نام بادشاہوں کو بچنے کے ذیہ منبر ہا ذکر کر پڑھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے آجخاب اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تواضع و فرد تنی ہے کہ ہر شے ہر شے سلمان بادشاہوں نے نسبت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے راشدین اس سرور کائنات علیہ السلام التسلیمات و التسلیمات کے کی ہے اور ان بادشاہوں نے یہ بات جائز نہیں رکھی ہے کہ بادشاہوں کے نام ساتھ اسامی اکابر دین کے ایک درجہ میں مذکور ہوں حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الباری اُن یکجہ بادشاہوں کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بادشاہوں کی کوشش کو قبول کرے اور اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مطلب عبارت ترغیب الصلوٰۃ کا یہ ہے کہ منبر کے اس زینہ معلومہ پر حمد و ثناء و درود پڑھ کر اور ذکر خلفائے راشدین و حق تعالیٰ عنہم کر کے بچنے کے ذیہ پر خطیب آوے اور ذکر و دعائے سلطان کر کے جب دعائے سلطان تمام ہو جائے پھر ادب کے ذیہ پر چڑھ کر خطبہ باقیہ تمام کرے اب منصفین غور فرمائیں کہ ہمارے خفی مذہب کی کتاب میں بھی اس زینہ اترنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں کہ شفی خفی مصنف تفسیر حسینی نے تحریر فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ وجہ مذکور الصد کے یہ زینہ اترنا جائز ہو لہذا اب جو علما اس کو بدعت قبیحہ شیعہ فرماتے ہیں بخیر ملاحظہ فرمائیں کہ بدعت قبیحہ و منکر مطابق عبارت مشروح طریقہ محمدیہ کے جب ہوتی ہے کہ اس کی تخریج ہمارے مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن نہ ہو اور ما نحن فیہ میں خود ہمارے خفی مذہب کی کتابوں میں اس زینہ اترنے کو تحریر فرمایا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان کی ہے اب یہ زینہ اترنا بدعت کہتے ہو یا ہاں جو علما اس کو بدعت قرار دیتے ہیں خفی مذہب کی اور کتابوں سے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت کریں یا

کسی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ زینۃ اترنا حرام اجماعاً ہے یا شارع علیہ السلام نے صراحتاً منع فرمایا ہے جب اس کا منکر ہونا ثابت ہو اور اس سے منع کرنا واجب ہوگا ورنہ خط الفتاد اور جو علی اس زینۃ اترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ قول علامہ ابن حجر شافعی سے ثابت کرتے ہیں اُن پر بات ضرور ہے کہ اس کا بدعت قبیحہ شنیعہ ہونا ثابت کریں مرقاة شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۷۱ میں ہے قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ما احدث مما يخالف الكتاب او السنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة وما احدث من الخیر مما لا يخالف شیئاً من ذلك فلیس بمن موم انتھی یعنی حضرت امام شافعی (جن کے علامہ ابن حجر مقلد ہیں) فرماتے ہیں جو چیز ایسی نکالی جاوے کہ وہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اجماع امت کے مخالف ہو وہ بدعت ضلالت و بدعت قبیحہ شنیعہ ہے اور جو چیز نیکی سے ایسی نکالی جاوے کہ وہ اشیائے اربعہ مذکورہ میں سے کسی چیز کے مخالف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہے بلکہ وہ بدعت حسنہ ہے بالجملہ فعل بدعت حیر مذمومہ میں جن کے اقسام ثلاثہ مشہورہ یعنی واجبہ مندوبہ و مباحہ ہیں اُن میں سے ایک میں داخل ہے اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ زینۃ اترنا کونسی قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کون سی حدیث شریفہ کے خلاف ہے یا کون سے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہے یا کون سے اجماع کے خلاف ہے جب ان ادلہ مذکورہ کے خلاف نہ ہو تو مطابقت فرمانے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت نہ ہو اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول میں وما احدث من الخیر مما لا يخالف شیئاً من ذلك فلیس بمن موم یر داخل ہو اور امام شافعی کے قول کے برخلاف علامہ ابن حجر شافعی کا قول دیکھ کر اس زینۃ اترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ کہنا مردود و مطرود ہوگا ماقول منصف کے لیے اشارہ کافی ہے ہذا ما عندی واللہ اعلم و علی جل مجدہ انہ و احکم۔ حررہ المفقر الی ربہ القدیم عبد الرحیم عفی عنہ۔ الحمد للہ المنزل القرآن المبین و علی عارج معارج التقییب الملکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین و الیہ یصعد الکلم الطیب و الحمد للہ رب العالمین

## الجواب

**اقل** وباللہ التوفیق کسی فعل سلیم کو بدعت شنیعہ و ناجائز کہنا ایک حکم اللہ و رسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ و رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ اُن کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے اُنہوں نے اس سے منع فرما دیا ہے اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار و سختی عذاب و ناراضی رب الارباب ہیں۔ مہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ و رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل عورت و عظمت اور کلمہ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اس کے بھائیوں کی بھی غیر خواہی و محبت ہے کبھی ایسے حکم پر جرات نہ اذ رکھے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی و دانی نہ مل جائے قال اللہ تعالیٰ او تقولون علی اذانہ ما لا نقولون کیا اللہ عزوجل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو دلیل شرعی مجتہد کے لیے اصول اربعہ ہیں اور ہمارے لیے قول مجتہد صرف ایسی ہی جگہ علیٰ کرام حکم بالجزم لکھے ہیں اس کے سوا اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہرگز اس مسئلے کو یہ نہیں لکھ جائے کہ حکم یہ ہے بلکہ صراحتاً کہتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو اور جس کا خیال ہے اُسی کے ذمہ رہے دل حانتہا من توفی فاذا ہا اگر ایمان کوئی اُسے بطور جزم کہہ جاتا ہے تو اس پر گرفت ہوتی ہے کہ اس کا قاساق العقل فی المذہب ہے اس مسئلے کو ایسا لکھ گیا تو یہ مذہب میں

منقول ہے خود اسی رد المحتار وغیرہ کے مواضع عدیدہ سے نظر کرنے والوں کو یہ بیان عیاں ہو جائے گا یہاں بھی علامہ شامی نے وہی طریق بتایا کہ یہ نزول و صعود ممنوع یا بدعت شنیعہ ہے بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرمادیا کہ ماخذ مسئلہ تیسرے منقول فی المذہب ہونا درکنار اپنے کسی عالم مذہب کا مذکور نہ سمجھا جائے وہی تحفظ امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ملحوظ رکھا مسئلہ کا حکم خود نہ لکھا جس سے جزم مفہوم ہو بلکہ فرمایا بحث بعضہم بعض نے یوں بحث کی ہے بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو نہ صراحت کسی کلیۃً نامخصوصہ مذہب کے تحت میں داخل ہو کہ ایسے کلیات سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں مثلاً سوال کیا جائے کہ ایک لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا اُس کی دختر اس پر حرام ہوئی یا نہیں جواب ہوگا کہ حرام یہ صورت خاصہ اگرچہ اصلاً کسی کتاب میں منقول نہیں مگر اسے ہرگز نہ بحث فلاں نہ کہا جائے گا کہ کتب مذہب میں اس کلیۃ عامہ کی تصریح ہے کہ مدت رضاعت کے اندر جوار تضاع ہو موجب تحریم ہے تو ثابت ہوگا کہ علامہ شامی یا امام ابن حجر اُسے کسی کلیۃ مذہب کے نیچے بھی صراحتہً داخل ہونا نہیں مانتے ورنہ یہ قال ابن حجر وہ بحث بعضہم پر اکتفا کرتے پھر بعضہم کے لفظ نے اور بھی اشعار کیا کہ یہ خیال صرف بعض کا ہے اکثر علما اس کے مخالف ہیں یا لا اقل اُن کی موافقت ثابت نہیں خود علامہ شامی نے ہی رد المحتار میں اس اشارہ و اشعار کی جا بجا تصریح کی در مختار میں نظم الفرائد سے نقل کیا **ع** واعتاقہ بعض الاثمۃ نیکو؟ اس پر علامہ شامی نے اعتراض نقل فرمایا مفہوم قولہ بعض الاثمۃ نیکو؟ اذہ مجوزہ اکثرہم ولم یقل ذلک الخ بلکہ تصریح فرمائی کہ ایسی تعبیر اُس قول کی بے اعتمادی پر دلیل ہوتی ہے در مختار کتاب النصب میں تھا اختار بعضہم الفتویٰ علی قول الکوخی فی زمانہ شامی نے کہا ہذا من کلام الزیلعی اتی بہ لاشعار ہذا التعبير بعدم اعتمادہ در مختار فصل صفة الصلاة میں تھا لو بقی حروف او کلمۃ قائمہ حال الانحاء لا یاس بہ عند البعض مذنبۃ المصلی شامی نے لکھا قولہ لا یاس بہ عند البعض اشارہً الی ان ہذا القول خلاف المعتقد الخ اس فقرہ زیر سے بحدہ اللہ تعالیٰ روشن ہو گیا کہ علامہ شامی خواہ امام ابن حجر کی تحریر اُس دعویٰ سے جزم حکم عدم جواز کے اصلاً مساعد نہیں بلکہ ہے تو مخالف ہے اب رہی بعض کی بحث **اقول** اولاً وہ بعض مجہول ہیں اور مجہول الحال کی بحث مجہول المآخذ کیا قابل استناد اسی رد المحتار کتاب النکاح باب الولیٰ میں ہے قول الملہ اج رأیت فی موضع الخ لا یکفی فی النقل لجهالة ثانیاً محتمل بلکہ ظاہر کہ وہ بعض ائمہ مجتہدین سے نہیں اور مقلدین صرف کہ کسی طبقہ اجتہاد میں نہ ہوں نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتے ہیں نہ دوسرے پر اُن کی بحث حجت ہو سکتی ہے والا لکان تقلید مقلد و هو باطل اجماعاً ثالثاً اُس پر کوئی دلیل ظاہر نہیں اگر کیسے حادث ہے **اقول** مجروحہ حدیث اصلاً نہ شرعاً دلیل منہ اُس کی حجیت علامہ شامی نہ امام ابن حجر نہ ان بعض کسی کو تسلیم رد المحتار میں ہے صاحب بدعة ای محرمۃ والا فقد تکرر واجبۃ کنصب الادلة للرد علی اهل الفرق الضالة وتعلیل النوا لمفہم للکتاب والسنة ومنذوبہ کاحداث نحو رباط و مدرستہ و کل احسان لم یکن فی الصدق الاول و مکروہۃ کزخرفۃ المساجد و مباحۃ کالتوسع بلذی الماکل والمشارب والقیاب کما فی شرح الجامع الصغیر للنادی عن تہذیب النووی ومثله فی الطریقۃ المصنوعۃ للبرکوی امام ابن حجر فتح البین میں فرماتے ہیں الحاصل ان

البدعة الحسنة متفق علی ندبھا وعمل المولد واجتماع الناس له كذلك خود اسی قول میں بدعت کو قبیحہ شنیعہ سے متعین کرتا  
 مشعر سے کہ نفس بدعت مستلزم قبح و شاعت نہیں مہذلوں تو وہ محل جس پر یہ نزول و صعود ہوتا ہے یعنی ذکر سلاطین خود ہی بدعت  
 تھا تو اس نزول و صعود کے ساتھ تخصیص کلام کی وجہ نہ تھی اسی رد المحتار میں بعد نقل عبارت جامع الرموز ثم یدعو سلطان  
 الزمان بالعدل والاحسان متجنباً فی مدحہ عما قالوا انه کفر و خسران کما فی الترغیب وغیرہ فرمایا اشار الشارح بقوله  
 جوزالی حمل قوله ثم یدعو علی الجواز لا الندب لانه حکم شرعی لا بد له من دلیل وقد قال فی البحر انه لا یستحب لہما  
 یروی عن عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین سئل عن ذلك فقال انه محدث وانما كانت الخطبة تذکیراً و لا مانع من  
 استحبابہ فیہا کما یدعی لعموم المسلمین فان فی صلاحہ صلاح العالم وما فی البحر من انه محدث لا ینافیہ فان سلطان  
 هذا الزمان احوج الی الدعاء له ولا مراءئہ بالصلاح والنصر علی الاعداء وقد تكون البدعة واجبة او مندوبة  
 او مختصة اگر کیے زیادت علی السنۃ ہے **اقول** یوں تو ذکر سلاطین بلکہ ذکر عین کریمین و بتول زہرا و یحسانتین مصطفیٰ و سنتہ  
 باقیہ من العشاء الملبثۃ بلکہ ذکر خلفائے اربعہ بھی صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سب زیادت علی السنۃ  
 المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹھہریں گے زیادہ علی السنۃ وہ مکروہ ہے کہ باعتبار سنت ہو ورنہ باعتبار اہانت یا ذیبت زیادت  
 نہیں در مختار بیان سنن الوضوء میں ہے لو زاد لطمہ نینۃ القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لا باس بہ وحدیث  
 فقد تعدی محمول علی الاعتقاد اسی رد المحتار میں برائے امام ملک علیہ السلام سے ہے الصحیح انه محمول علی الاعتقاد دون  
 نفس الفعل حتی لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لا یلحقہ الوعید خود علامہ شامی فرماتے ہیں اقول قد تقدم  
 ان المنہی عنہ فی حدیث قد تعدی محمول علی الاعتقاد عندنا کما صرح بہ فی الہدایہ وغیرہ وقال فی البدائع انه  
 الصحیح حتی لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لا یلحقہ الوعید (الی ان قال) ان من اسرف فی الوضوء بماء  
 النہر مثلاً مع عدم اعتقاد سنۃ ذلك نظیر من ملاء اناء من النہر ثم افرغہ فیہ و لیس فی ذلك محد و لا سوی  
 انه عبث لا فائدة فیہ وهو فی الوضوء زائدة علی المأمور بہ فلذا اسی فی الحدیث اسرفاً قال فی القاموس الاسراف  
 التذیر او ما اتفق فی غیر طاعة ولا یلزم من کونہ زائد علی المأمور بہ و غیر طاعة ان یکون حراماً نعم اذا اعتقد سنۃ  
 یکون قد تعدی وظلم الاعتقاد ما لیس بقربۃ فاذا حمل علماً و نا المنہی علی ذلك اگر کیے اس میں اندیشہ  
 ہے کہ عوام سنت سمجھ لیں گے **اقول** اولاً وہی نقوض ہیں کہ نفس اذکار بھی سنت نہیں تو وہ اندیشہ یہاں بھی حاصل۔ اور تحقیق یہ ہے کہ  
 اندیشہ مذکورہ نہ فعل کو بدعت قبیحہ شنیعہ کر دیتا ہے نہ اس کے ترک کو واجب بلکہ جہاں اندیشہ ہو صرف اتنا چاہیے کہ علماء کبھی کبھی اسے  
 ترک بھی کر دیں تاکہ عوام سنت نہ سمجھ لیں اسے ناجائز و بدعت قبیحہ ہونے سے کیا علاقہ۔ فقیر غفر المولیٰ القدر نے اپنی کتاب رشاۃ الکلام  
 حاشیہ اذا قاتل الاثام میں اس کی بکثرت تصریحات اللہ دین و علمائے معتمدین حنفیہ و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے  
 نقل کیں اسی رد المحتار میں فقیر القدر سے ہے مقضی الدلیل عدم المداومۃ لا المداومۃ علی الترتک فان لزوم الايجام ینفی بالترتک

احیاناً اہ باختصار اب نہ رہا مگر دعائے عبث کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور عبث ہر جگہ مکر وہ ہے نہ کہ خود عبادت میں۔ اس کا جواب الف ثانی کے مکتوبات سے فاضل مجیب دوم مسئلہ نے بروجہ کافی نقل کر دیا جس سے اس کی مصلحت ظاہر ہو گئی اور تو ہم عبث زائل ہو گیا **وانا قول** و باللہ التوفیق جن اعصار و امصار میں بعض نے یہ بحث کی وہاں اس فعل پر ایک نکتہ جمیلہ و دقیقہ جلیلہ اصول شرع سے ناشی ہو سکتا ہے جس سے یہ فعل شرعاً نہایت مفید و ہم قرار پاتا اور بحث کا اصل پتہ انہیں ہوتا ہے خطبے میں ذکر سلاطین اگرچہ میراث ہے مگر شعار سلطنت قرار پا چکا یہاں تک کہ کسی ملک میں کسی کی سلطنت ہونے کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ وہاں اس کا سکھ و خطبہ جاری ہے سلطنت اسلامی میں اگر خطیب ذکر سلطان ترک کہے مگر عقاب ہوگا مصر ہو تو گویا باغی اور سلطنت کا منکر ٹھہرے گا اور ایسی حالت میں مباح بلکہ مکروہ بھی بقدر اندیشہ فتنہ مکروہ بلکہ واجب تک مترقی ہوتا ہے اسی ردالمحتار اسی مسئلہ ذکر سلطان میں ہے و ایضاً فان الدعاء للسلطان علی المناہر قد صار الان من شعار السلطنة فمن تركه فیشی علیہ ولذا قال بعض العلماء لو قيل ان الدعاء له واجب لما فی تركه من الفتنۃ غالباً لم یبعد کما قيل به فی قیام الناس بعضهم لبعض اور شک نہیں کہ صد ہا سال سے اکثر سلاطین زماں فاسق ہیں اس کا فسق اور کچھ نہ تو حد و تشریع یک نکتہ اٹھا دینا اور خلاف شریعت مطہرہ طرح طرح کے ٹکس اور جرم نامے لگانا کیا عقور ہے اسی ردالمحتار آخر کتاب لا شرع میں سیدی عارف باللہ عبد الغنی نالمسی قدس سرہ القدسی سے ہے قد قالوا من قال لسلطان زماناً تعادلاً کفر اور شک نہیں کہ جس طرح وہ خطبہ میں اپنا نام نہ لانے پر ناراض ہوں گے یوہیں اگر نام بے کلمات مدح و تعظیم لایا جائے تو اس سے زیادہ موجب افروختگی ہوگا اور فاسق کی مدح شرعاً حرام ہے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مدح الفاسق غضب الرب و اهتز لذلک العرش جب فاسق مدح کیا جاتا ہے رب عز وجل غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الہی ہل جاتا ہے رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغنیۃ و ابو یعلیٰ فی مسنده و البیہقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک و ابن عدی فی الکامل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما خطبا جب کہ مجبوراً اس میں مبتلا ہوئے ان بندگان خدا نے چاہا کہ اس ذکر کو خطبے سے علاحدہ بھی کر دیں کہ نفس عبادت ایسی امر پست و ذلیل ہے اور بالکل خطبے سے عبادی بھی نہ معلوم ہو کہ آتش فتنہ مشتعل نہ رہے اس کے لیے اگر یوں کرتے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے کچھ دیر خاموش رہتے اس کے بعد ذکر سلاطین کر کے بقیہ خطبہ تمام کرتے تو ہرگز کافی نہ تھا کہ مجلس واحد رہی اور مجلس واحد حسب تصریح کا فرائض جامع کلمات ہوتی ہے جو کچھ ایک مجلس میں کہا گیا گویا سب الفاظ دفعۃً واحدة معاً صادر ہوئے وعن هذا یتم ارتباط الایجاب بالقبول اذا لحقه فی المجلس والافی الایجاب انما کان لفظاً صمد و عدم القبول لم یوجد بعد و اذا وجد لم یکن الایجاب موجوداً و الموجود لا یرتبط بالمعدوم کما افادہ فی الہدایۃ وغیرہا لہذا یہ تذکرہ نکالی کہ اس ذکر کے لیے زمینہ زیریں تک اتر آئیں اور بقدر امکان مجلس بدل دیں کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے نیچے اترنا شرعاً اسکے قطع ہی کے لیے مہر ہے تو عموماً اجنبی خصوصاً بہریت قطع تبدیل مجلس و انفصال ذکر کا باعث ہوگا جس طرح تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر چانے کو علانی نے تبدیل مجلس گناہ ہے اسی ردالمحتار میں ہے لعل وجہ ان الانتقال من غضن الی غضن



والسديۃ ونحو ذلک انحال اجنبیۃ کثیرۃ یختلف بها المجلس حکما کلاکمل الکثیر لسا من ان المجلس او البیت بل یختلف حکما بسبباً شراً علی یعد فی العرف قطعاً لما قبله ولا شک ان هذه الافعال كذلك وان كانت فی المسجد او البیت بل یختلف بها حقیقۃ لان المسجد مکان واحد حکماً وبهذا الافعال المشتبه علی الانتقال یختلف حقیقۃ بخلاف الاکل فان الاختلاف فیہ حکمی اس میں اس قدر ہوگا کہ بیچ میں خطبہ قطع کرنا ہوا اس محذور کے دفع کو اس میں کیا محذور جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں شاہزادوں کے لینے کے لیے خطبہ قطع فرما کر نیچے اترنا پھر اوپر تشریف لے جانا ثابت تو بعضہم کی بحث اصلاً متجہ نہ تھی غرض نقل مذکور میں مدعی عدم جواز کے لیے کوئی محل احتجاج نہیں جہاں صورت یہ ہو جو فقیر نے ذکر کی وہاں اس نزول و صعود سے یہی نیت کریں اور جب ذکر و مدح سلطان ترک نہ کر سکیں اس مصلح کے ترک کی کوئی وجہ نہیں اور جہاں ایسا نہ ہو جیسا ہمارے بلاد میں وہاں مدح میں الفاظ باطلہ و مخالفہ شرع ذکر کرنا خود حرام خالص ہے خصوصاً کذب و شائع کعبادت میں ملانا تو اس کے لیے یہ نزول عذر نہیں ہو سکتا اور جب مخالفات شرع سے پاک تو بہ نیت اظہار فرق مراتب جس طرح شیخ مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات میں ہے نزول و صعود ایک وجہ موجود کھتا ہے اس صورت میں اس پر نیکر لازم نہیں ہاں عوام سے اندیشہ اعتقاد سنت کے سبب علما کو مناسب کہ گاہ گاہ اس نزول و صعود بلکہ خود ذکر سلطان اعزاز شہ نصرہ کو بھی ترک کریں ورنہ دعائے سلطان اسلام محبوب و مندوب ہے اور اس نیت کے لیے نزول و صعود میں بھی حرج نہیں اور بے دلیل شرعی مسلمانوں پر الزام گناہ دار تکاب بدعت شنیعہ باطل مبین پس احتیاقاً بقول حکم مجیب ثانی ہے ہذا ملاحظہ فرمائیے۔

لی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از ذاک خانہ ہر گنج چرائی ضلع بریال مکان منشی عبد الکریم مرسلہ محمد حسین صاحب ، ارجاوی الاولیٰ مستند

ایک فریق اسرہ دو میاں متوطن زریہ ذری اند صلاۃ جمعہ را بجا بنگالہ بلکہ ہند را حرام گویند چوالہ پنج شریعت بمصداق قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وینفذ الاحکام و تقیم الحد و دایں تعریف نیست مگر اجرت تسبیح و تہلیل و غیر ذلک اخذ می کنند و ایک جماعت صلاۃ و جماعہ ہی خوانند و ایں دیار را شہر گویند بمطابق قول صاحبین و ہو قول البعض و ہو موضع اذا اجتمع اہلہ فی اکبر مساجدہ لم یسم فہو مصر بمصداق ایں کہ ملک بنگالہ و ہند را شہر گویند و نماز مذکور در وادایں کنند مگر اجرت تسبیح و تہلیل را حرام گویند و ایں گویند بمطابق قول امام اعظم حرام است و نزد صاحبین جائز است مگر قول متقدمین را اتباع می کنیم و متاخرین در پائے نشد علی ہذا القیاس ایں ہر دو جماعت متنازع می کنند۔

## الجواب

آنکہ گویند المصر ما لا یسع اکبر مساجد اہلہ نہ مذہب امام است نہ قول صاحبین بلکہ روایت تادہ مرجوحہ است و حاجت باونیمت امصار دیار ہند و بنگالہ بلا شہر شہر ہائے دارالاسلام است و جمعہ در انہا فرض و ترک او معصیت شدیدہ و انکار او ضلالت بعیدہ و مذہب امام و سایر ائمہ ما مصر آنست کہ کوچا و بازار ہائے دائم داشتہ باشند و مراد راوست ہا ہا شہر چاکلہ و در اصطلاح حال ضلع پارگنہ خوانند و در و حاکم باشند کہ چہ نصف و سلطوت خود را دستم زدہ از مستگلاں تو ان گرفت اگرچہ نہ گیر و ہمیں است معنی ینفذ الاحکام و یقیم الحد و الا از ہند و بنگالہ چہ گوی خود جریمین محترمین نیز از مصریت خارج شوند و اقامت جمعہ آنجا حرام زیرا کہ حدود از صد سال مفقودہ مسدود شدہ

و بر تسبیح و تهلیل اجرت خواندن گرفتن رد نیست اجاره در امور مباح باشد و در طاعت و معصیت کما حقیقه المولی بن عابدین الشامی  
فی رد المحتار و العقود الدیة و شفاء العلیل والله تعالی اعلم -

**مسئله -** از کلمه و هر م نه اسریش مرسله مولوی بعد المطلب صاحب ۳ جمادی الاخره ۱۳۳۸ هـ

حامدا و مصليا - ما فو کما ایها العلماء الکرام من الاحناف العظام فی هذه المسئلة ان صلاة الجمعة واجبة علی  
اهل القرى ام لا بینوا بجواب شاف توجروا بتراب و اف -

### الجواب

الذی یدعی عموم الجمعة کل محل ولا یخصه بمصر ولا قرية فقد خالف الاجماع وهو ضلال بلا نزاع وقد اجمع  
اُمتنا علی اشتراط المصر لها وان الاشتغال به فی القرى یکره تجزئاً لکونه اشتغالا باملاً یصح کما فی الدر وغيره وقد حققنا  
المسئلة فی رسالتنا لوامع الیها و غیر ما موضع من فتاونا و اما المصر فالصحيح فی تقریفه ما هو ظاهر الرواية عن امامنا الاعظم  
رضی الله تعالی عنه کما بیناه فی فتاونا بما لا مزید علیه و اما ما لا یسع اکبر مساجده اهلہ فغیر صحیح عند المحققین کما  
نص علیه فی الغنیة و کفی قاضیا علیه بالبطان ان مکة والمدینة فخرجان علیه من المصر و تمنع الجمعة فیها لان اتساع  
مسجد یحمالیون مؤلفة ممن یرید الیه من الافان مشاهد مرئی فضلا عن اهلها خاصة - والله تعالی اعلم -

### الجواب

الجمعة علی اهل القرى ایست بواجبة لقوله علیه الصلاة والسلام لا جمعة ولا تشرین ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی  
مصر جامع اوفی مدینة عظيمة فی فتح القدير ان قوله تعالی فاسعوا الی ذکر الله لیس علی اطلاقه اتفاقا بین الائمة اذ لا یموز  
اقامتها فی البرارى اجماعا ولا فی قرية عند الشافعی فكان خصوص المكان مرادا بالاجماع فقد رالشافعی قرية الخاصة و  
قد رنا المصر وهو ولی الحدیث علی رضی الله تعالی عنه وهو لو عارض بفعل غیره کان علی مقدما علیه فکیف ولم یحقق  
معارضة ما ذکرنا یا به ولهذا لم ینقل عن الصحابة انه لم یفتح البلاد و اشتغلوا بنصب المنابر والجمعة الا فی الاحصار دون  
القرى ولو كانت لنقل ولو احاد او ایضا ان الجمعة فرضت علی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم وهو مکة قبل الهجرة کما اخرج  
الطبرانی عن ابن عباس رضی الله تعالی عنه فلم یکن اقامتها من اجل الکفار فلما هاجر النبی صلی الله تعالی علیه وسلم ومن هاجر  
مع من اصحابه الی المدینة لبث رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فی بنی عمرو بن عوف بضع اربعة عشر یام و نزل فی الجمعة  
فهذا دلیل علی عدم الجمعة فی القرى والا لصلی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم الجمعة ومع ان البخاری روى فی صحیحہ  
کان الناس یتنلون و فی رواية یتنلون الجمعة من منازلهم و العوالی فیا تون فی الخیار فیصحبهم العباد و یمخرجون العروق  
الحديث و فی القدری ولا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلى المصر ولا یموز فی القرى قال مولانا بحر العلوم فی اركانه  
تحت قوله تعالی یا ایها الذین امنوا اذ اذی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله و ذروا البیع ای یحرم البیع و یحب السعی

الى الجمعة بعد سماع النداء ثم ان البيع قد يطول الكلام فيه فيقوت الجمعة والخطبة لان التجار لا يتركون صفا تهم في هذا الزمان ولذا اصنع من النداء الاول فالبيع والشراء في المصر ظاهر وقال ايضا فيه ويكره للربيع وغيره من المعدن ورين ان يصلوا الظهر يوم الجمعة بجماعة ولا يباس بالجماعة للظهر للقوى لان الجمعة جامعة للجماعات في المصر فعلم ان الشرط المصر لوجوب الجمعة مشروع لانه جرى التوارث من لدن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الى هذا الان ان لا يصلى الجمعة اهل البلد والقرى فالعمل على قول صاحب القدرى لازم على المقلد بن لانه قوله مطابق لمذهب الحنفى والتبعوه ورجحوه جمهور فقهاء المحققين ولم ينكروه احد من علماء الحنفيين كما في رد المحتار فعملنا اتباع ما رجحوه وما صححوه كما لو افتونا في حجتهم الحق اسحق بالاتباع والمقلد الذي يخالفه فحكمه غير جائز كما في الدر المختار واما مقلد الذي لا ينفذ قضاءه بخلاف مذهب اصلا فشرط المصر لصحة الجمعة محقق عند جمهور الحنفية بلا انكار احد لكن الاختلاف بينهم في تعريف المصر التبعة فقال الامام الشافعى موضع فيه بئمان غير منتقلة ويكون المقيمون اربعون رجلا من اصحاب المكلفين فاذا كان كذلك لزم الجمعة واختلت الروايات في مذهبنا ففى ظاهر الروايات بلدة لها امام او قاض يصلى لاقامة الحدود وفى فتح القدير قال الامام ابو حنيفة بلدة فيها سلك واسواق ووال ينتصف المظلوم من الظالم وعالم يرجع اليه من الحوادث ورواية عن الامام ابى يوسف المصر موضع يبلغ المقيمون فيه عدد الاسباع اكبر مساجد اياهم فى الهداية وهو اختار السبلخى وبه افق اكثر المشائخ لما رأوا فساد اهل الزمان والولاة وعنه ايضا كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وهو اختيار الكرخى كذا فى الهداية وقال بعضهم هو ان يعيش كل محترف بحرفته من سنة الى سنة من غير ان يحتاج الى حرفة اخرى وقال بعضهم هو ان يكون بحال لو قصد هم عدد ومكنتهم دفعه وقال بعضهم ان يولد فيه كل يوم ويموت فيه انسان وقال بعضهم هو ان لا يعرف عدد اهله الا بكفته ومشقة فمختار اكثر الفقهاء مواعاة لضورة زماننا والمفتى به عند جمهور المتأخرين فى تعريف المصر الرواية المختارة للسبلخى اى ما لا يسع اكبر مساجد اهله المكلفون بها وقال ابو شجاع هذا حسن ما قيل فيه وفى الولا الجيزة وهو صحيح بحر وعلية مشى فى الوقاية ومتن المختار وشرحه وقد مر فى متن الدرر على قول الاخر وظاهره ترجيحه وايده صدر الشريعة بقوله لظهور التواتر فى احكام الشرع سيما فى اقامة الحدود وفى الزمصار بكل موضع يصدق عليه التعريف المذكور فهو مصر تجب الجمعة على اهله والا فلا تجب سواء ذلك الموضع يتعارف بلفظ القرية او دونهما غير المصر فالآن هو لاحق فى حكم المصر شرعا لاسى فالتطبيق تعريف المتأخرين وهذا احسن وما لا يصدق عليه التعريف المذكور فهو ليس بمصر شرعا وفى لفظ القرية اعتبارين شرعا بحيث ترسم به وبحيث لا ترسم به وفى الاول تصيم الجمعة وهى مدينة عظيمة او قرية كبيرة وفى الثامن لا تصيم الجمعة وهى قرية صغيرة ومفازة ومثلها كما يدل عليه عبارة القهستانى وتقع فرضا فى القصباء والقرى الكبيرة فيها اسواق وفى البحر لا تصيم فى قرية ولا مفازة لقول على رضى الله تعالى عنه لا الجمعة ولا تشييت وصلاة فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة ثم قال فلا تجب على غير اهل المصر كذا فى الطحاوى

فیدہما عمومہ وخصوص فنبت بالذلل المذكورة فرضیة الجمعة مخصوصة بالاجماع فان صلى الجمعة اهل قرية لا يقال لها مصر ش عالا یسقط الظهر عن ذمتہ وان صلى الظهر فرادی یعصو بکبيرة لترك الواجب ای الجماعة الظهر باداء جماعة النقل وهذا من قباحة عظيمة اعلم ان الجمعة جامعة للجماعات وفي اداء الظهر بالجماعة تفريق الجماعة عن الجمعة وتقليلها فيها بخلاف اهل القرى اذ لا جمعة عليهم ولا یفرض اداء الظهر بالجماعة الى تفريق الجمعة وتقليلها فيكون ذلك في حقهم كسائر الايام في جواز اداء الظهر بالجماعة من غير کراهة مجالس الابرار فالقول لمن یقول ما لفرق بین الجمعة والظهر غیر الخطبتین وصحت الجمعة بلا کراهة في کل موضع مثل الظهر سواء کان ذلك الموضع مصر او قرية او غيره وتارکها بلا عذر فاسق وعاص مردود قائله ضال مضل ليس من المقلدين وعلى المقلدين اجتناب عن اقواله وافعاله واحتراز عن مصاحبتہ ومخالطته والله اعلم علّم حکم کتبه احقر الورى ابو الفیض محمد حبیب الرحمن عفا الله عنه -

مسئلہ - از بنگال

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان ثانی میں مقتدیوں کو بھی مناجات کرنا اور جمعہ وعیدین کے خطبہ بسم اللہ شریف سے شروع کرنا جائز ہے یا نہیں بعض لوگ جواز کہتے ہیں عدم جواز کی دلیل چاہتے ہیں۔

الجواب

اذان ثانی کا جواب امام دس مقتدیوں کو ہمارے امام کے نزدیک جائز نہیں صاحبین اجازت دیتے ہیں تبیین الختانی میں اول کو احوط کہا اور نہایہ اور نہایہ میں ثانی کو اوضح تو عمل اول ہی پر ہے کہ وہی قول امام ہے اور اگر کوئی ثانی پر عمل کرے تو اُس سے بھی نزاع نہ چاہیے کہ تصحیح اُس طرف بھی ہے ابتدائے خطبہ میں بسم اللہ کہنے کے جوازیں تو شک نہیں کہ منع شرعی نہیں مگر آہستہ کے کتابوں میں جس قدر لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اعوذ آہستہ پڑھ کر خطبہ شروع کرے کما فی الہندیۃ وغیرہا والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از نصیر آباد محلہ نیلیان مسئلہ محمد عمر صاحب ۲۶ شوال ۱۳۶۶ھ

داود ولد محمد علی عرف پیر جی پیش امام مسجد دودھیان نصیر آباد مورخہ ۵ جولائی ۱۹۱۸ء بروز جمعہ خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور جب خطبہ اول ختم کر کے دعا کے لیے بیٹھے اُس وقت دو شخصوں نے کھڑے ہو کر سنت پڑھنا شروع کیا تب مسمی داود مذکورہ بالانے کچھ خطبہ ثانی پڑھ کر فرمایا کہ سنتوں کا خطبہ اول و ثانی میں پڑھنا ناجائز ہے اور جب خطبہ میں نام محمد مقتدی سنیں تو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا ناجائز ہے آیا یہ مسئلہ جو مسمی داود نے بیان کیا قرآن شریف و حدیث شریف کے مطابق ہے یا نہیں اور ایسے شخص کی نسبت جو خطبہ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا جائز نہ جانتا ہو اُس کے حق میں از روئے شرع شریف کیا حکم ہے آیا خارج اسلام ہے یا نہیں اور مسلمانوں کو ایسے عقیدہ والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے جائز ہے یا نہیں۔ شیخ محمد عمر نصیر آباد۔ رسول بخش ادبیر۔ محمد اکبر خاں۔ قمر الدین مکرک۔ نور محمد ستری۔ نعل محمد۔

الجواب - اطراف و اقطار سے ہمارے معزز اہلسنت بھائی حفظم اللہ تعالیٰ بعض سوالات بعض مسائل فقہیہ کی نسبت بھیجتے ہیں

اُن سوالوں میں جو قول کسی کا نقل کرتے ہیں اُسے دہابیت وغیرہ ضلالتوں سے کچھ علاوہ نہیں ہوتا خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شخص چنین چنان ہے جواب استفتا میں یہاں خط طوطی نہیں ہوتا خصوصاً بارہا وہ بات جو اس شخص کی طرف نسبت کی فی نفسہ صحیح ہوتی ہے اب اس کی تصحیح کیوں نہ کیجیے کہ یہ بات صحیح ہے اور تصحیح کیجیے تو عوام ذہن میں وہابی وغیرہ ضالین کی باتوں کا صحیح ہونا آتا ہے جس سے اندیشہ ہے کہ وہ انگلی اور باتوں کو بھی صحیح یا مشکوک ہی سمجھنے لگیں اور یہ اُن کے دین کا نقصان ہے وہابی ہوں کوئی کا فر یہودی جو سی بت پرست وغیرہ ہم کسی کی سب باتیں جھوٹی نہیں ہوتیں کوئی نہ کوئی بات ہر شخص سچ کہتا ہے۔ فقہ حنفی میں تو متعدد اشخاص مثل زعفرانی دہلوی و سمرقانی معتزلہ گزرے ہیں اُن کے اقوال فروع فقہ میں نقل و نقل مسلم ہوتے ہیں اور عقائد میں وہ لوگ گمراہ بددین ہیں یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے بلاشبہ صحیح مذہب یہی ہے کہ دونوں خطبوں کا سننا فرض ہے اور کسی خطبے کے وقت نہ سنتیں پڑھنے کی اجازت نہ اشرع و جل کا نام پاک سن کر عز شانہ وغیرہ نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ زبان سے کہنے کی اجازت نہ بحال خطبہ اسلام و کلام مطلقاً حرام ہے ہاں دل میں جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں درختا رہیں ہے اذ اخبر الامام فلا صلاة ولا کلام الی تمامہ اخلا قضاء فائتہ لم یسقط الترتیب بینہما و بین الوقتیۃ قالہا لا تکرر مراراً و غیرہ لضرورة صحة الجمعة والا لا ینحرم کلام ولو تبسّھا و امراً بمعروف بل یمحب علیہ ان یمسح ویسکت اُسی میں ہے ینصت ان قرأ الامام ایه ترغیب اور ترہیب کن الخطبۃ فلا یأتی بما یفوت الاستماع ولو کتابۃ اور دسلام وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم اذا قرأ ایه صلوا علیہ فیصل علیہ المسحع من انفسہ و ینصت بلسانہ عملاً بامری صلوا و انصتوا واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ ازاد پور میواڑ راجپوتانہ ہمارا نا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس ۲۹ و ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ جمعہ کے دن جب خطیب خطبہ پڑھتا ہے تو کتاب میں دیکھ کر پڑھتا ہے اور ایک شخص یہاں بے کتاب دیکھے پڑھتا ہے انداز فرمائیں کہ دونوں میں کس کا عمل موافق سنت ہے۔

### الجواب

دیکھ کر اور زبانی دونوں نفس ادا کئے حکم میں یکساں ہیں مگر زبانی اوفق بالسنۃ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از منبی اسٹیشن باندہ محلہ نواپارہ مسجد مرسلہ محمد جانگیر صاحب امام مسجد مذکور از محرم الحرام ۱۳۳۹ھ جناب مولانا صاحب حجۃ قاہرہ مجدد مائتہ حاضرہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش یہ ہے کہ یہ رسالہ آپ کی خدمت میں روانہ کر کے عرض کیا جاتا ہے کہ اس میں آپ کی تحریر ہے اور آج کل یہاں دعا بین الخطبیتین میں تنازع ہے تو ہم لوگ اس رسالہ پر آپ کی تحریر دیکھ کر عمل کر لیا ہے کیونکہ آپ کے دستخط تحریر ہیں اور چند علمائے ہند نامی کی بھی دستخطیں تحریر اس وجہ سے لوگ بے دغدغہ عمل کر لیا ہے تو اسی واسطے آپ کی خدمت میں ارسال کر کے عرض ہے کہ دستخط آپ کے موجود ہیں اور دیگر علمائے ہند نامی گرامی کی تحریر ہے تو عمل کریں یا نہ کریں اور اس رسالہ میں جو دلیلیں تحریر ہیں صحیح ہیں یا نہیں جیسا آپ تحریر فرمائیں آمناً کیا جائے۔

## الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دعا بین الخطبتین ہرگز ایسی چیز نہیں جس سے مانعت پر کچھ بھی زور دیا جائے ایسے مسائل میں تفرق اندازی فتنہ پرورداری جدال پسندی فریق بندی وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اس کے ذریعہ شہرت چاہتے ہیں۔ فقیر کی عبارت کہ اس رسالہ میں منقول ہوئی ہے اس میں بہت قطع و برید و کمی کی گئی ہے میرا مسلک اس میں ہمیشہ رہا ہے کہ خود میرے سامنے مقتدین دعا کرتے ہیں اور میں کبھی منع نہیں کرتا اور یہی مسلک میرے آبائے کرام اور محققین اعلام کا رہا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خود بنی میں بھی میں نے جمعہ پڑھایا اور حاضرین نے بین الخطبتین دعائیں مانگیں اور میں نے نہ اس وقت منع کیا نہ بعد اس رسالہ میں بہت اغلاط فاحشہ ہیں اور بہت اکاذیب باطلہ ہیں یہاں تک کہ صحیح حوالوں کو جھٹلایا ہے اور خود محض جھوٹا حوالہ کتاب پر گڑھ کر دیا ہے ان امور کی تفصیل اور مسئلہ کی تحقیق جیل ایک سال میں ہو سکتی ہے مسلمانوں کو سمجھ لینے کو اتنا کافی ہے کہ یہ شخص اور اس کے استاد و باندی ہیں گنگوہی کے شاگرد اور گنگوہی و نقانوی کے مداح اور یہ وہ ہیں کہ علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق نام بنام ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور فرمایا کہ من شک فی کفرہ وعدا بہ فقد کفر وان کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے نہ کہ وہ جو انہیں عالم دین جانے اور حجتان و جنین مانے۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ہادی حسن خاں از کا پورہ نئی سرگ ۱۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع منین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً پانچ سو کے ہے اور اس میں ایک ایسی مسجد ہے کہ اگر اس گاؤں کے مکلفین اس میں جمع ہوں تو مسجد پُر نہ ہوگی اور اس کے قریب مدد کو کس پر کئی قصبہ ہیں تو اس گاؤں میں از روئے مذہب حنفی نماز جمعہ و عیدین جائز ہے یا نہیں۔ بلیذا توجہا۔

## الجواب

باجماع جملۃ ائمہ حنفیہ اس میں جمعہ و عیدین باطل ہیں اور بڑھانگاہ تمام متون و شروح و فتاویٰ میں ہے شرط صحیحہا المصنوعہ مختار میں ہے صلاة العید فی القری تکرر بحالانہ اشتغال بمالا یصح لان المصنوع شرط الصحۃ خود پڑھیں گے حکم پوچھا جائے گا تو فتویٰ یہ دیں گے جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے یا اس ہجہ اگر عوام پڑھتے ہوں منع نہ کریں گے و مختار کہہ تحریراً صلاة مطلقاً ولو نفلاً مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلها لانہم یتزکونہا والاداء الجائز عند البعض اولی من التزک من التزک رد المحتار میں ہے قوله فلا یمنعون افادان المستثنی المنع لا حکم بعدم الصحۃ عندنا قوله عند البعض اسی بعض المجتہدین کا امام الشافعی ہنا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - عبدالستار ابن ساعیل از دکن ۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شہر میں جمعہ کی نماز پڑھانے والا دیوبندی یا بدعتیہ اور دوسری جگہ کسی مسجد میں بھی جمعہ نہ ہوتی ہو یا تمام مساجد جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے ان کے امام بد مذہب ہو تو ایسی صورت میں اہل سنت جمعہ کو

ترک کرے یا کوئی اور حکم ہے نیز ایسا ہی عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے۔

### الجواب

جب صورت ایسی ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کسی مسلمان صالح امامت کو اپنا امام مقرر کریں اُس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھیں جمعہ قائم کرنے کے لیے اگر کوئی مسجد بنائیں تو اذن عام مسلمین و اشتہار کے ساتھ کسی میدان خواہ مکان میں پڑھیں اور اگر اس میں بھی قدرت نہ ہو اور سب مساجد کے امام دیوبندی یا دہلوی یا غیر مقلد یا نجری یا مرزائی وغیرہم مرتدین ہیں تو فرض ہے کہ ظہر تنہا پڑھیں ان لوگوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے جیسے کسی بت پرست یا آریہ کے پیچھے یہ ترک جمعہ نہ ہوا کہ وہ جو پڑھ رہے ہیں لغو و باطل حرکت ہے نماز ہی نہیں اور ان کی اقتداء بوجہ حرام قطعی ہے بلکہ ان کے عقائد پر مطلع ہو کر پھر بھی انہیں قابل امامت جانے تو کافر ہو جائے من شئت فی کفہ و عذابہ فقہ کف ہاں اگر کہیں ایسا بد مذہب ہو جس پر حکم کفر نہیں جیسے تفضیلیہ اور سنی کی امامت نہ مل سکے تو اُس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از پندول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئلہ نعمت علی صاحب ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دوسری بستی میں جمعہ ہوتا ہے لوگ وہاں جا کر جمعہ پڑھتے ہیں اب دہلی میں بیضہ وغیرہ آگیا ہو تو ایسی حالت میں اُس بیضہ والی بستی میں جا کر جمعہ پڑھنا چاہیے یا نہیں۔

### الجواب

اگر یہ جگہ حوالی شہر ہے تو دوسری جگہ نہیں اُسی کا حصہ ہے ورنہ اگر خود شہر ہے تو بغیر دہلی میں جمعہ قائم کیا جائے نہ کہ دوسری جگہ پڑھنے جائیں اور اگر گاؤں ہے تو ان پر جمعہ نہیں بحالت دہاں نہ جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ**۔ از زمینی بنجر ضلع منڈلا مسئلہ عبدالستار صاحب پبلی بھیتی ۲۳ رجب ۱۳۳۷ھ  
کیا خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر سننا جائز ہے۔

### الجواب

خطبہ سننے کی حالت میں حرکت منع ہے اور خطبہ بلا ضرورت کھڑے ہو کر سننا خلاف سنت ہے۔ عوام میں یہ معمول ہے کہ خطیب آخر خطبہ میں ان لفظوں پر پہنچتا ہے ولن کو اللہ تعالیٰ اعلیٰ تو اس کے سنتے ہی لوگ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں یہ حرام ہے کہ ہنوز ختم نہ ہوا چند الفاظ باقی ہیں اور خطبہ کی حالت میں کوئی عمل حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مطبع سرکاری مسئلہ منشی محمد علی ارم ۲۷ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ بامامت خود پڑھا یا دوسری مسجد میں ایک ضرورت کی وجہ آجانے سے خود مقتدی ہو کر بھی جمعہ پڑھا اس کا کیا حکم ہے۔

**الجواب**۔ کوئی حرج نہیں جبکہ امامت پہلے کر چکا ہو فان القفل بالجمعة غیر ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



**مسئلہ** - از شہر مسؤل شکست علی صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا قول ہے علمائے اہلسنت وجماعت کا اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نماز ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کی فضیلت رکھتی ہے یا وہی ایک مسجد جو متصل قلعہ کے جامع مسجد شہور ہے اور شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ مانعت تو نہیں ہے اور جمعہ میں کم از کم کے آدمی ہوں جو جمعہ ہو سکے اور زیادہ ثواب شہر کی کس مسجد میں ہے۔

**الجواب**

جامع مسجد وہی ایک ہے شہر میں متعدد جگہ جمع ہونے کی مانعت نہیں۔ جمعہ کے لیے کم سے کم امام کے سوا تین آدمی ہوں مگر جمعہ عیدین کا امام ہر شخص نہیں ہو سکتا وہی ہوگا جو سلطان اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون اور ان میں کوئی نہ ہو تو بضرورت جسے عام نمازی امام جمعہ مقرر کر لیں جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے مگر جبکہ دوسری جگہ کا امام اعلم و افضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از جردہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید الطاف حسین صاحب زمیندار و گورنمنٹ پشتر ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں تین مسجدیں ہیں اور تینوں میں پنجوقتہ باجماعت نماز ہوتی ہے آٹھ سات حافظ قرآن ہیں دو تین حاجی احرارین الشریفین ہیں دس پندرہ اچھی فارسی اور دو تین کچھ عربی فارسی پڑھے ہوئے ہیں ایک صاحب سیرطیبہ دہلی کے سند یافتہ اور تین چار عطائی طیب ہیں ایک شخص آنکھیں بناتا ہے ایک قرآنی کتب ہے جس میں دس بارہ طالب علم قرآن شریف حفظ کرتے ہیں اس کے علاوہ ایک گورنمنٹی مدرسہ ہے ڈاکٹر بھی موجود ہے پانچ چھ آدمی انگریزی داں ہیں جن میں بی۔ اے اور ایف، اے بھی ہیں پندرہ سولہ آدمی گورنمنٹی ملازم ہیں جو دس روپیہ سے تین سو روپیہ تک تنخواہ پاتے ہیں ایک شخص گورنمنٹ سے تین سو روپیہ پنشن پاتا ہے تین چار دوکانیں ہیں جن میں ضرورت کی تمامی اشیاء ہمہ دقت دستیاب ہوتی ہیں تین چار بزاز ہیں دو پنڈاری کی ایک عطار کی دوکان ہے تین چار گھر قصاؤں کے ہیں پانچ چھ پختہ مکانات ہیں سات پختہ کنوئیں بستی میں آبپاشی کے ہیں سوائے گڑیوں اور چاروں کے ہندو کوئی آباد نہیں قربانی وغیرہ آزادی سے ہوتی ہے زمیندار مسلمانوں کی ہے بھنگی، رتھ، بڑھئی، لہار، بھام وغیرہ پیشہ ور سب آباد ہیں قریباً بارہ سو کی مردم شماری ہے عید گاہ پختہ بنی ہوئی ہے ہمیشہ سے جمعہ کی نماز ہوتی رہی ہے جس میں کبھی کبھی تین تین سو آدمیوں کا مجمع ہو جاتا ہے اب بعض بعض حضرات مسترض ہیں کہ اس بستی میں جمعہ و عیدین کی نماز جائز نہیں اور چند اشخاص نے جمعہ کی نماز ترک بھی کر دی ہے حالات موجودہ مذکورہ کی موجودگی میں نماز جمعہ و عیدین ترک کی جاوے یا بدستور پڑھی جاوے۔

**الجواب**

اگر وہ پرگنہ ہے اُس کے متعلق دیہات ہیں اور ایسی حالت میں ضرور جانب سلطنت سے کوئی حاکم وہاں فصل خصوصاً و فیصلہ مقتدا کے لیے ہوتا ہے مثلاً تحصیلدار وغیرہ جب تو وہ خود شہر ہے اور اُس میں ادائے جمعہ و عیدین ضرور لازم اور اُن کا تارک گنہگار و آثم فقد صدق علیہا حد المصرا الصحیح المروئی فی ظاہر الروایۃ عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہا بلدة فیہا سکک و اسواق و رسالتی و فیہا وال الخ اور اگر وہ پرگنہ نہیں یا وہاں کوئی حاکم فصل مقتدا پر مقرر نہیں مگر زمانہ سلطنت اسلام میں وہ ایسا تھا کہ جب

اُس میں جمعہ ہوتا تھا تو اب بھی پڑھا جائے گا صلاۃ مسعودی باب ۳۳ میں ہے جائے را کہ حکم شہر دادند بعد ازاں خرابی پذیرفت اُس حکم شہرے باقی ماند تا اگر نائب سلطان یا جمعہ در آنجا نماز آدینہ گزارند روا بود اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو مذہب خفی میں وہاں جمعہ و عیدین نہیں پھر بھی جبکہ مدت سے قائم ہے اُسے اُکھٹرا نہ جائے گا نہ لوگوں کو اُس سے روکے گا مگر شہرت طلب قال اللہ تعالیٰ اراءیت الذی بھیجی ہ عبد اذا صلی ۵ وفیہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ والہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از کراچی صدر بازار دفتر انجمن جمعیتہ الاخاف مسئلہ ابو الرجا غلام رسول صاحب ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ جناب تقدس مآب مجمع مکارم اخلاق منبع محاسن اشفاق سراپا اخلاق نبوی منظر اسرار مصطفوی سلطان العلماء اہل السنۃ برہان الفضل الملتہ قدوۃ شیوخ الزمان مولفنا المحترم و مرجع العلوم اعلیٰ حضرت امام الشریعت والطریقۃ مجدد مائتۃ حاضرہ متع اللہ المسلمین بطول بقائہم ودوامت علی رؤس المسترشدین فیوضاتکم وبرکاتکم۔ بعد سلام سنون و اشتیاق روز افزون آنکہ حکم شاد روا حضرت سے التماس ہے ایک عرصہ ہوا غائبائے اہلسنت کراچی کی مدد محزون نے تاحال کوئی اثر پیدا نہیں کیا جمعہ و جماعت کی جیسی کچھ تکلیف ہے ناقابل بیان ہے لہذا دعا فرمائیے۔ اس وقت حضور پر نور وارث سجادہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ جناب کی دعا کی برکت سے ہم فقیروں کے لیے جامع اہلسنت پیدا کر دے کہ صدر کے مسلمانان اہلسنت فریضہ جمعہ ادا کر سکیں صدر میں دو مسجدیں ہیں اس وقت دونوں پر تصرف ایسی طاقتوں کا ہے کہ جن کے نزدیک دینداری اور مذہب معاذ اللہ خون ہے یا اہل سنت کی موجودہ مشہور متعارف صورت کہ جس پر ہم اور ہمارے شیوخ کرام ہیں والیاذ باللہ تعالیٰ شرک و بدعت ہے لہذا ہم مع احباب و متعلقین تراویح و فرائض ایک کرایہ کے مکان میں جو وسیع اور قابل انعقاد محافل ہے ادا کر لیا کرتے ہیں جمعہ جاکر ایک اور مسجد جو صدر سے قریب میل بھر کے فاصلہ پر ملوگی یا کم و بیش پہنچ کر ادا کر لیتے ہیں لیکن ابھی کو یہ مسجد قریب پڑ جاتی ہے اور نصیض کو وقت ہوتی ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ایسے مکان میں جو کرایہ کا مکان ہو جمعہ و عیدین ادا کر سکتے ہیں جناب مجددیہ سے جو فرمان ہو خواہ ہاں یا نہ قوم کو اور میری تسلی ہو جائے گی۔

**الجواب**

جناب محترم ذی الجود الکرم اگر کلم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جمعہ کے لیے شہر یا فنائے شہر کے سوائے مسجد شرط ہے دینا۔ مکان میں بھی ہو سکتا ہے میدان میں بھی ہو سکتا ہے اذن عام درکار ہے بدائع امام ملک العلماء میں ہے السلطان اذا صلی فی دارۃ ان فتح باب دارۃ جازوان لم یاذن للعامة لا تجوز در مختار میں ہے بشرط لصحتها المصروف فناء و هو ما حوله لاجل مصالحہ کذا فی الموقر و رکض الخیل واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از حبیب والہ ضلع مجور تحصیل دھا پور مسئلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی ہے جس کی کل آبادی قریب ۵۰۰ کے ہے اور اُس میں ہر چیز بھلا وقت پر نہیں مل سکتی لہذا ایسی بستی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں وجوب صلاۃ کے لیے کیا شرائط ہیں مدلل بیان ہوں۔

## الجواب

جمعہ صرف شہر و فنائے شہر میں جائز ہے ورنہ نہیں شہرہ بسی ہے جس میں متعدد کوچے دایم بازار ہوں اور وہ ضلع یا پورے ہونے کے متعلق دیہات ہوں اور اُس میں فیصلہ مقدمات پر کوئی حاکم مقرر ہو۔ وجوب جمعہ کی سات شرطیں ہیں حریت ذکوریت عقل بلوغ شہر میں اقامت اتنی صحت کہ حاضر جماعت ہو کر پڑھ سکے عثم مانع مثل حبس و خوف دشمن و باران شدید وغیرہ ان کی تفصیل اور بعض استثناء در مختار وغیرہ میں ہیں وقد ادخلنا البصر و قدرة المشی فی الصحة اور اُس کے صحیح ہونے کی سات شرطیں ہیں شہر یا فنائے شہر سلطان اسلام یا اُس کا نائب یا ماذون یا بضرورت جسے عام مسلمین نے امام جمعہ بنایا ہو وقت ظہر ختم تک باقی رہنا خطبہ وقت ظہر میں قبل نماز کم از کم تین مسلمان مردوں عاقلوں کے سامنے خطبہ ہونا جماعت سے ہونا جس میں کم از کم تین ایسے مرد ہوں جمعہ کے لیے اذن عام ہونا بلا وجہ شرعی کسی کی مدد نہ ہو بیان دلائل سے کتب لبریز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مولیں پورہ ہمارے محمد واحد خطیب مسجد قبرستان نئی بستی، ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اخاف رحمہ اللہ تعالیٰ کہ اگر مساجد اخاف کو ذاب صدیق حسن خاں کے تصنیف کا خطبہ ہر جمعہ و عیدین میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور خفیفہ کے نزدیک کون خطبہ معتبر ہے۔

## الجواب

صدیق حسن خاں غیر مقلد لاندہب تھا اُس کی تصنیف کا خطبہ اہلسنت کو پڑھنا نہ چاہیے لان فیہ تنویحاً بد مذکورہ و ترویجاً بالمرکہ و ذلک لایجوز خصوصاً اگر اُس میں اپنے مذہب کی خرافات درج کی ہو جب تو قطعاً حرام ہے خطبہ ابن باز مصری اچھے ہیں اور اب ہند میں علمی کے خطبے مگر اردو اشعار خطبہ میں پڑھنا مناسب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبد الباقی صاحب، ۱۲ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خطبہ جمعہ میں آیہ قرآنی میں تَعُوذُ تسمیہ پڑھنا ہے حالانکہ سلف سے کہیں یہ عبت ثابت نہیں اگر یہ امر سنو ہوتا تو کہیں بھی علمائے کرام سے ثابت ہوتا خصوصاً ہمارے ہادی مرشد حضرت مولانا صاحب مجدد ملت حاضریہ یعنی آپ خود ایسا تجویز فرماتے اب یہ تجدید خلاف اللہ سلف کے ہوئی کہاں تک ناجائز ہے۔

## الجواب

خطبہ میں آیہ قرآنی سے پہلے اعوذ پڑھنا چاہیے اور اگر وہ آیت ابتدائے سورہ ہے تو بسم اللہ شریف بھی فقیر کا ہمیشہ اسی پر عمل ہے اور اگر سر آیت پر بھی بسم اللہ پڑھ لے گا حرج نہیں ردالمحتار میں ہے فی الامداد و فی المحيط یقرأ فی الخطبة سورة اذایة فاذا قرأ سورة یتعوذ ثم یسبح قبلہا و ان آیة قبل یتعوذ ثم یسبح و اکثرہم قالوا یتعوذ ولا یسبح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مدلی مدرسہ مظاہر الاسلام مسؤلہ مولوی رمضان علی صاحب بنگالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں خطبہ نہیں ملا اور وقت بھی تنگ ہو گیا جو اور مسجد سے تلاش کر کے لائے اور

امام صاحب کو کوئی خطبہ نہیں یاد تھا تو اس صورت میں کس طرح نماز ادا کی جائے گی اور اگر بغیر خطبہ کے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

### الجواب

نماز جمعہ بے خطبہ باطل ہے خطبہ مختصر کافی ہے ایسا شخص امام جمعہ نہیں ہو سکتا جو خطبہ نہ پڑھ سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ۔** از شہر کا پور توپ خانہ بازار قدیم مسجد صوبیدار مرحوم معرفت مولانا مولوی حافظ عبید اللہ صاحب قلم مرسلہ محمد جعفر ربیع الاول  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجبور خطبہ علمی کا پڑھنا نماز جمعہ وعیدین میں جائز ہے یا نہیں چونکہ اس خطبہ میں کچھ اشعار اُردو کے  
 بھی شامل ہیں اسی وجہ سے تمام ہندوستان کے لوگ جن کی زبان اُردو ہے اس کو بہت شوق سے سنتے ہیں اور اکثر بزرگ اس خطبہ کو بکثرت  
 نماز جمعہ وعیدین میں پڑھا کرتے ہیں اسید محبوب علی شاہ صاحب سکندر حیدر آباد دکن جو مرید بھی کرتے ہیں اور وعظ بھی فرماتے ہیں انھوں نے  
 یہی محلہ کھائی پورہ گل میں آباد بلکہ بعد نماز جمعہ یہ فرمایا کہ مجبور خطبہ علمی کا پڑھنا اور سننا نماز جمعہ وعیدین میں ناجائز ہے اس سے  
 لارہیں چلتے ہیں کیونکہ علمی کا مذہب رافضی تھا لہذا کہاں ادب مستعدی ہوں کہ اس مسئلہ میں مشرعا کیا حکم ہے آیا مجبور خطبہ علمی کا پڑھنا اور  
 سننا جائز ہے یا نہیں اور علمی کا مذہب کیا تھا علمی نے خطبہ میں صحابہ کرام کی تعریف اور مدح بھی کی ہے مع حوالہ کتاب مطلع فرمائیے کہ نماز جمعہ و  
 عیدین مجبور خطبہ مذکورہ بالا کے پڑھنے سے جائز ہوگی یا نہیں اور حقیقت اگر علمی کا مذہب اہلسنت والجماعت تھا تو جو شخص علمی کو رافضی کہے  
 اُس کے حق میں کیا حکم ہے اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اُس کا مرید ہونا کیسا ہے۔ بیوقوف توجروا

### الجواب

مولانا محمد حسن علی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سنی صحیح العقیدہ اور واعظ و ناصح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مداح اور میرے حضرت  
 جد امجد قدس سرہ العزیز کے شاگرد تھے انھیں رافضی نہ کہے گا مگر کوئی ناہنجی یا خارجی۔ دکنی صاحب نے اگر کسی کی سنی منائی ہے تحقیق  
 کہ وہی تو ہے آری کریم فتنہ نواز ان تصبیوا قوم ابھالہ فصیحوا علی ما فضلتم نذامین ۵ کا خلاف کیا صحیح حدیث لا تذکروا موتا کم  
 الا بخیر کا خلاف کیا رواہ البخاری وغیرہ اور حدیث صحیح کفی بالمرء کذباً ان یحدث بكل ما سمع کا وبال سر پر لیا رواہ مسلم وغیرہ  
 آیت کا ارشاد یہ ہے کہ غیر فرقہ کی خبر خوب تحقیق کر لو کہیں کسی کو جہالت سے آزار دے بیٹھ پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہو اور حدیث اول کا کہ  
 اپنے اموات کو خیر ہی سے یاد کرو اور دوم کا یہ کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کو یہ بہت ہے کہ جو کچھ سنے اُس پر اعتبار کر کے لوگوں سے بیان کر دے  
 اور اگر اپنی طرف سے کہا تو آفت سخت تر ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من ذکر امرأ لبثی لیس فیہ لیعیبہ بہ حبسہ  
 اللہ فی نار جہنم حتی یاتی بنفاذ ما قال دوسری روایت میں ہے کان حقا علی اللہ ان ینذیبہ یوم القیمۃ فی النار حتی یاتی بنفاذ  
 ما قال رواہ الطبرانی بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کسی کے عیب لگائے کہ وہ بات بیان کرے جو اُس میں  
 نہیں اللہ اُسے نار جہنم میں قید کرے گا یہاں تک کہ اپنے کہے کی سند لائے اللہ پر حق ہے کہ جب تک اپنی اُس بات کا ثبوت پیش نہ کرے  
 اُسے آتش دوزخ میں لگائے اور نبض غلط اگر معاذ اللہ کوئی بد مذہب ہی خطبہ تصنیف کرے اور وہ صحیح ہو اُس میں کوئی بد مذہبی نہ ہو تو  
 اُس کے پڑھنے سے نمازیوں کو ناجائز ہونے لگی یہ دل سے مسئلہ گڑھنا اور شریعت مطہرہ پر افسر کرنا ہے ہاں اردو زبان خطبہ میں طمانہ چاہیے

کہ خلاف سنت متعارف ہے یہ دوسری بات ہے اسے عدم جواز نماز سے کیا علاقہ شخص مذکور اگر اپنی ان حرکات پر مصر رہے اور تائب نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز چاہیے نہ اس کے ہاتھ پر بعیت و یتوب اللہ علی من تاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

**مسئلہ**۔ اگر سر کو تحصیل کھٹیا ڈاکا نہ ٹنک پر مسلسل نچے خاں صاحب ۱۳ جہادی الاخرہ ۳۳۸

مجمعہ کی نماز ہر شخص پر فرض ہے سو ان کے جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستثنیٰ فرمادیا مشکوٰۃ شریف باب ۱۱۱ ج ۱ میں طارق ابن شہاب سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مجمعہ حق ہے اور واجب ہے مگر چار پر غلام اور عورت اور نابالغ اور بیمار یعنی ان چار کے سوا سب پر واجب ہے خود کسی کا ذکر ہو یا سوداگر یا کھیتی والا یا مزدور جو بعض روایت میں مافرا بھی ذکر ہے اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ باز آویں لوگ مجمعہ کے مانگہ کرنے سے درندہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مگر لگائے گا پھر وہ منافقوں میں سے ہو جائیں گے یعنی ان کا نام منافقوں کے دفتر میں لکھا جائے گا ہاں اتنی قید اور شرط تو حدیث شریف میں آئی ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھو سو جماعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جب ایک سے زیادہ ہوئے خواہ دو ہوں یا زیادہ ہوں ان کو جماعت کہتے ہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب الجماعۃ وفضلہا میں ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے اور مشکوٰۃ شریف کے باب الجمعہ میں روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص تین جمعے بلا ضرورت نہ پڑھے تو لکھا جاتا ہے منافق اس کتاب میں جو نہ ملتی ہے نہ بدلتی ہے لہذا نماز جمعہ ہر جگہ پڑھنا چاہیے خواہ شہر ہو یا گاؤں ہو یا جنگل ہو یا بن ہو کیونکہ حدیث شریف میں کوئی خصوصیت نہیں آئی ہے فقط حرہ محمد اشرف خاں عفی عنہ

**الجواب**

جمعہ بن میں حرام ہے اور گاؤں میں ناجائز ہے اور عموماً اپنے شروط سے شرط ہوتے ہیں احادیث سے جو جاہلانہ استناد کسی جاہل نے کیا ہے وہ اگر دامن اللہ چھوڑے تو یہی بتائے کہ یہ حدیثیں اس نے شروع میں کیونکر حجت قرار دیں اللہ تعالیٰ نے تو سورہ جمعہ میں یا ایہا الذین امنوا مطلق ارشاد فرمایا ہے اس میں عورت یا بچے یا غلام یا مریض یا مسافر کسی کا استثناء نہیں تو کیوں نہیں کہتا ہے کہ چار برس کے بچے پر بھی جمعہ فرض ہے وہ احادیث سب خبر آحاد ہیں اور خبر آحاد موجب ظن تو ان سے استدلال کرنا اس کو حرام اور قرآن مجید کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان یقنعون لا الظن اور فرماتا ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً تو ان پر عمل خصوصاً عموم قرآن مجید کے خلاف کیونکہ اس نے حلال کر لیا اور یہ بھی اس وقت ہے کہ ان احادیث آحاد کی صحت ثابت کر لے اللہ مجتہدین کا اجتہاد نہ ماننا اور بخاری و مسلم کی تصحیح یا نسائی و دارقطنی کی تعدیل و تخریج پر اعتماد کرنا ظلم شدید و جہل بعید ہے کوئی آیت یا حدیث میں آیا ہے کہ بخاری جس حدیث کو صحیح کہہ دیں اسے مانو اور جسے ضعیف کہہ دیں اسے نہ مانو یا بچی و شبہ جسے ثقہ کہہ دیں اسے مستند مانو اور ضعیف کہہ دیں تو ضعیف جانو قرآن و احادیث متواترہ اجماع امت کو حجت بتاتے ہیں اور اجماع امت ہے کہ جمعہ کا حکم مطلق و عام نہیں مقید بقیود و شروط بشرط ہے اور جماع امت کا خلاف کرتا ہے قرآن عظیم فرماتا ہے فصلہ جعفر و ساءت مصدراہ ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے اور وہ بہت ہی بُری پھرنے کی جگہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** مسئلہ جناب عبدالحسین از فرید پور مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں مع چند اشخاص اپنے محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر دوسرے محلہ کی مسجد میں جا کر نماز جمعہ کو ادا کرنا باوجود اس کے کوئی طریقہ انضیلت نہیں رکھتی ہے نہ مسجد بڑی و جماعت کثیرہ امام افتخار اتنا ہے کہ دوسرے محلہ کی مسجد رنج میل اور اپنے محلہ کی مسجد نکتہ میل فاصلہ پر ہے جائز ہے یا نہیں اور ان لوگ کے جانے کی وجہ سے اپنے محلہ کی مسجد میں جماعت کم ہوتی ہے انکوں ان لوگوں کو منع کیا جاسکتا ہے یا نہیں اور بر تقدیر منع ذکر کرنے کے ان لوگوں کے ساتھ اور لوگ کے بھی جانے کا احتمال ہے اور بصورت جائز ہونے کے کون سی مسجد میں افضل ہے - بنیاد توجروا

**الجواب**

جمعہ مسجد جامع میں افضل ہے مسجد محلہ کا حق نماز پنجگانہ میں ہے جب وہ جامع نہیں اور دوسری جگہ جانے میں اُن کو آسانی ہے تو مافقت کی کوئی وجہ نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از شہر ممبئی بولہ مسئلہ طالب علم بنگالی ۳۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جن گاؤں میں تعریف لٹمر کا صادق آئے مثلاً بڑی سی جڑی مسجد میں اُس کے اہل نجع ہو سکیں اور گلیاں اور بازار ہوں اور اُس میں چند مولوی ہوں مسئلہ دین کا جاری کرتے ہوں اور قاضی ہو کر انصاف مظلوم کا کرتے ہوں اُس گاؤں کے متصل اور گاؤں بھی ہے ایسے گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں -

**الجواب**

گاؤں متصل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ دیہات اُس کے متعلق ہوں یہ ضلع یا پرگنہ ہوا اپنے اپنے طور پر فیصلہ کرنے سے شہر نہیں ہو جاتا بلکہ والی ملک یا اُس کا مقرر کردہ حاکم ہو اگر یہ دونوں باتیں ہیں تو اُس میں جمعہ جائز و صحیح ہے ورنہ باطل و ناجائز - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** مسئلہ مکرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہردوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں (۱) جمعۃ الوداع رمضان المبارک کو نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ الوداع پڑھا ہے یا نہیں (۲) اگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں پڑھا ہے تو سب سے پہلے خطبہ الوداع کس نے پڑھا ہے اور اُس کا موجد و مخترع کون ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ مجتہدین فقہاء محدثین رحمہم اللہ (۳) شریعت مقدمہ مطہرہ منورہ عجوبہ حنفیہ السنۃ و جماعت میں خطبہ الوداع کا کیا درجہ ہے فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح صاف صاف مدلل تحریر فرمائیں (۴) جس جمعۃ الوداع کو خطبہ الوداع نہ پڑھا جائے وہ جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں اور تارک خطبہ الوداع کس درجہ کا خاطی و گنہگار ہے قابل ملامت و زجر ہے یا نہیں ملامت و زجر کرنے والے تو گنہگار نہ ہوں گے امامت اُس کی جائز ہے یا ناجائز (۵) کتاب شبیہ الانسان کے صفحہ ۲ میں لکھا ہے اما خواندن کلمات حسرت و انوس در خطبہ آخر رمضان مباح است فاما از سلف منقول نیست و افضل ترک است تا عوام را گمان و جوب و سنش نگرود و درین شرط است کہ روایت دروغ و بہتان بر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

دراں نباشد والا حرام سمجھنا کہ این سست سے اکثر محمد مصطفیٰ محبوب و مطلوب خدا + گفتمے درین حسرتا اسی ماہ رمضان الوداع - یہ فتویٰ مفتی سعدا شہنامی کسی بزرگ کا ہے جو ۱۲۹۶ھ میں مطبع نول کشور کاہنور میں چھپا ہے جناب اس فتوے کے متعلق کیا فرماتے ہیں آیا صحیح قابل عمل ہے یا واجب الرد جو کچھ ہوصاف صاف تحریر فرمائیے - بیہذا توجروا

## الجواب

(۱) الوداع جس طرح رائج ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں (۲) صحابہ کرام و محدثین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نہ اس کا موجب معلوم (۳) وہ اپنی حد ذات میں مباح ہے ہر مباح نیت حسن سے سبب ہو جاتا ہے اور عروض و عواض غلات سے مکروہ سے حرام تک (۴) جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے خاص خطبہ الوداع کوئی چیز نہیں اُن کے ترک سے نماز پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا اُن کے ترک میں کچھ خلل نہیں نہ ترک پر زجر و ملامت روا جبکہ ترک برائے و باہیت نہ ہو ہاں اگر واجبیت ہے تو وہابی کے پیچھے نماز بیشک ناجائز محض باطل اور وہ زجر و ملامت سے بھی سخت تر کا سختی ہے (۵) اس فتوے میں جو کچھ کھانہ و برکت صحیح ہے سوائے اس لفظ کے "کہ افضل ترک است" اس کی جگہ یوں چاہیے التزمش نہ شاید گاہے ترک ہم کنند محوام گمان و جب و امتنان بزند فقد صرح العلماء الکرام ان التزك احیاناً یزید الایحام فالتزمہ سبحنہ و تعالیٰ اعلمہ -

مسئلہ - از ضعیف ڈھاکہ ڈاکٹرا نہ نروئی مدرسہ حافظ پور - مخلص الرحمن -

خدمت شریف جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - عرض یہ ہے کہ ہمارے ملک بنگالہ میں اسی سببیاں ہوا کرتی ہیں کہ ہر ایک میں متعدد پارہ یعنی چھوٹے ہیں اور ہر ایک پارہ جدا جدا نام سے موسوم ہے ایک پارہ سے دوسرے پارہ علیحدہ اور اس قدر فاصلہ سے ہوا ہے کہ گویا قریہ صغیرہ مستفید ہے اور پاروں کے درمیان براضی مفسلہ میں مزارع اور میدان اور کھیتیں کہیں ہائیں اور دیگر ادنیٰ جنگل ہوا کرتے ہیں موسم برسات میں ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لیے کشتی کی ضرورت کم ہی ہوا کرتی ہے مگر جوتی پن کر نہیں جاسکتے کہیں کہیں درمیانی فاصلہ میں زانو تک پانی ہوتا ہے اور اکثر جگہ میں اس سے کچھ کم ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لیے سوائے کھیتوں کی حد بندی اور چھوٹے چھوٹے راستوں کے اور کوئی بڑا راستہ نہیں ہے یعنی دو آدمی محاذی ہو کر ایسے راستے سے چلنا و تھار ہے ہاں کہیں کہیں مویشی کے چلنے کے لیے (گوپاٹ) یعنی کچھ زمین اُتار دے مثل بڑے راستے کے فراخ چھوٹی ہوئی ہے وہ بھی مثل ترک کے اونچے نہیں ہر ایک پارہ کے انبیہ بھی متصل نہیں بالکل غیر منظم حالت پر ہیں ان پاروں کا ایک بڑا نام ہوا کرتا ہے جس سے وہ خط و کتابت و تسک و قبائل و گورنمنٹی کا غذات میں مشہور ہوتا ہے اکثر ان گاؤں میں نہ ڈاکخانہ ہے نہ تھانہ و مسک و اسواق و روزانہ بالکل نہیں ہاں ہفتہ میں دو ایک مرتبہ بعض گاؤں کے کنارے میں بازار (ہاٹ) لگتا ہے جس میں لوگ انبیائے خوردنی بیچنے اور خریدنے ہیں مگر بازار کے معین وقت کے سوا وہاں شاذ و نادر ہی کچھ ہوتا ہے دکانیں وغیرہ جیسا شہر و محکمہ میں ہوا کرتی ہیں دیسی نہیں - کہیں کہیں کراسین تیل اور بعض بازار میں روز معین کے سہا کپڑا بھی خریدنے کو ملتا ہے مگر ایسے دوکان دو ایک سے زیادہ نہیں ہوتا ایسے گاؤں کے پاروں میں نماز جمعہ کے لیے مسجدیں بنی ہیں ان مسجدوں میں جو نہایت بڑی ہوتی ہے اُن میں بشکل چالیس آدمی ساکتے ہیں ہر ایک گاؤں یعنی (مجموعہ چند پاروں میں) دو ڈھائی ہزار لوگ



ہندو مسلمان بستے ہیں اس تعداد میں بالغ نابالغ مرد و زن سب شامل ہیں الحاصل سوائے کثرت مردم کے شہر و محکمے کی دوسری کوئی علامت ان پادوں میں نہیں ہے ناز پنجگانہ کی جماعت نہیں ہوتی۔ اتفاقاً دو چار آدمی کہیں جمع ہوتے ہیں تو جماعت پڑھتے ہیں ورنہ کچھ جماعت رات نہیں اب سوال یہ ہے کہ ایسی گائوں میں ناز جمع پڑھنی مطابق مذہب خفی کے درست یا نہیں بر تقدیر ثانی پڑھنے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں ایسے گائوں کو جو متعدد پارہائے مفصلہ سے بنا ہے اور جس میں دو ڈھائی ہزار لوگ بستے ہیں قریہ کبیرہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ بدینا وجود عند اللہ اجرا حسنا زیادہ والسلام۔

### الجواب

صورت مذکورہ میں وہ چھوٹے پارے اور اُن کا مجموعہ سب گائوں میں اور اُن میں جمعہ ناجائز اور پڑھنا گناہ درمختار میں ہے صلاة العید فی القری تکرہ نحو ما لانہ اشتغال بما لا یصح اور اگر اس کے سبب ظہر ترک کریں گے تو تارک فرض ہوں گے اور ظہر احتیاطاً تنہا پڑھی تو تارک واجب ہوں گے بہر حال متعدد گناہ اُن پر لازم ہیں باینتم جہاں لوگ پڑھتے ہوں اُنہیں نہ روکا جائے کما افادہ فی الدار المختار فی الصلاة عند الشروق اور خود ہرگز نہ پڑھیں نہ نئی جگہ قائم کریں کہ گناہ سے بچنا لازم ہے اور پادوں کے مجموعہ کو اگرچہ مجموعی طور پر قریہ کبیرہ کہہ سکیں مگر قریہ کبیرہ معنی بلدہ صغیرہ ہرگز نہیں جس میں جمعہ جائز ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از قصبہ جہاں آباد خاص ضلع پبلی بھیت مرسلہ عاشق حسین بخشی قصبہ مذکور مورخہ مارڈی الحجۃ الاحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مسائل ذیل میں (۱) جمعہ کے خطبوں میں عربی عبارات پڑھ کر بعد کو ترجمہ اردو زبان میں محض بنیت آگاہی تو مام جمعہ پڑھے تو کیا نقص یا فقص ہے (۲) خطبہ دراز یا قرات طویل کا پڑھنا کوئی فضل رکھتا ہے یا نقصان (۳) قبل اور بعد جمعہ سنتوں میں لفظ سنت رسول اللہ کہنا کوئی نقصان ہے (۴) مکرر الوداع شریف کوئی عمل شرعی میں نقص رکھتا ہے اور یہ عمل درست ہے یا نادرست بشریعت بدینا وجودا

### الجواب

(۱) خطبہ میں عربی کے سوا دوسری زبان ملانا مکروہ و خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) قرات بقدر سنت سے زائد نہ ہو اور اتنی زیادت کہ کسی مقتدی کو ثقیل ہو حرام ہے اور خطبہ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ آدمی کی فقاہت کی یہ نشانی ہے کہ اس کا خطبہ کوتاہ ہو اور نماز متوسط زیادہ طویل خطبہ خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) سنتیں جمعہ کی ہوں یا اور وقت کی اُن کی سنتوں میں نام اقدس کی طرف اضافت کہ حضور کی سنت ہے اس میں کوئی حرج نہیں اس سے وہاں بیع کرتے ہیں جو نام اقدس سے جلتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۴) الوداع کہ رائج ہے نہ کوئی حکم شرعی ہے نہ اس سے منع شرعی ہاں علماء اس کا التزام نہ کریں کبھی ترک بھی کریں کہ عوام واجب نہ سمجھنے لگیں اور سبھی الوداع قلب سے ہے کہ رمضان شریف کے آنے سے خوش ہو اور جانے سے غمگین اور اگر یہ حالت ہو کہ آنا بارگاہ اور جانے کے لیے گھڑیاں گنیں تو جھوٹی الوداع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جانب انجمن اہلسنت و جماعت سموائی ٹولہ بریلی ۱۰ محرم الاحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک فرد یا ایک گروہ حنفی المذہب اہل سنت و الجماعت کا جو کہ حتی الامکان شرکوں بدعتوں و باہیوں اور خصوصاً رافضیوں سے مجتنب ہے اور ان سے عمل ترک مولات جائز رکھتا ہے لیکن شرکت نماز جماعت اور خصوصاً نماز جماعت کثیر کا شائق ہے اس جانکاہ و جگر خراش ہنگامہ محرم الحرام کے موقع پر یہ دیکھتے ہوئے کہ جمعہ کا روز عشرہ کا دن نماز جماعت اور عید گاہ کا موقع ہے جس کا انتظام بریلی کے حنفی المذہب اہل سنت و الجماعت انجمنوں کی مشترکہ کوششوں سے ہوا ہے مگر اس ہنگامہ میں تعزیر برعنی وغیرہم شامل ہیں نیز اس گروہ کثیر کا اجتماع محض تعزیر داری و سخت بینی کی وجہ سے ہوا ہے کیا اس نماز جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اس کو نماز کا اس قدر ثواب جتنا کہ اتنی بڑی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے حاصل ہونا چاہیے حاصل ہوگا اور یہ بھی کہ آمد و شد میں اُس کی نظر سخت و تعزیر وغیرہ اور ان اشخاص پر پڑے کہ جو خوشی و میلہ سمجھ کر اس موقع پر جمع ہوئے ہیں تو اُس کے طمع نظر کو دیکھتے ہوئے اس کے ثواب نماز جماعت و جمعہ میں فرق آتا یا اس کا گناہ بگاہ ہونا تو لازم نہ ہوگا۔

### الجواب

جبکہ جماعت کا انتظام سنی حنفی اصحاب نے کیا اور امام سنی حنفی جامع شرائط اہلسنت ہوگا تو اُس میں بلاشبہ جماعت کثیر کا ثواب ملنے کی امید واثق ہے تعزیر داری ایک بدعت علی ہے وہ اس حد تک نہیں کہ اُس کے مرتکب معاذ اللہ رافضی و اپنی وغیرہم جنت کی مثل ہوں یا معاذ اللہ ان کی جماعت جماعت نہ ہو یا اُن سے اجتناب ایسا ہی فرض ہو جیسا اُن خبیثوں سے ضروریات دین بالائے سر وہ عقائد ضروریہ اہلسنت کے بھی منکر نہیں نہ مجبوران خدا کی معاذ اللہ توین کرتے ہیں نہ کسی محبوب بارگاہ سے معاذ اللہ دشمنی رکھتے ہیں پھر ان خبیثوں کو ان سے کیا نسبت یہ عقیدہ ہم میں سے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں پیش خود محبت مجبوران خدا کی نیت سے کرتے ہیں براہِ جہالت و نادانی اس میں لہو و لب و افعال ناجائزہ شامل کرتے ہیں لہذا ان کی جماعت پر حکم جماعت نہ ماننا محض ظلم ہے اور جب اس کی نیت تماشا دیکھنے کی نہیں نماز جماعت کثیر کی نیت ہے تو راستے میں اُن چیزوں پر نگاہ پڑنے کا اس پر الزام نہیں جیسا ناناہوس میں کج کل فزوات طیبہ کی حاضری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از عیش آرا ضلع مین سنگھ پورٹ کالوا۔ خندہ کار معظم علی صاحب ۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ رحمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین کہ اس دیار میں چند علماء جاہلوں کو یہ دھوکا دیا ہے کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں اور پڑھنے والا گنہگار ہوگا کیونکہ جمعہ جبکہ درست نہیں تک اس سے فرض ظہر کا ساقا نہیں ہوا بہت جگہ کے جمعہ ایسے دیران کرنا اور عیدین کی نماز بھی منع کرتا ہے اور خود بھی نہیں پڑھتا ہے اور یہ بھی کہا کرتا ہے کہ جو شخص گاؤں میں نماز جمعہ و نماز عیدین ادا کرتا ہے وہ گناہ کبیرہ کا اصرار کرتا ہے اور گناہ کبیرہ کا اصرار کرنے والا کافر ہے آیا ایسے عالم جو نمازین مومنین کو کافر کرتا ہے کیلئے کیا حکم ہے۔

### الجواب

دیہات میں نماز جمعہ و عیدین مذہب حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اُسے بند کرنا جاہل کا کام ہے قال اللہ تعالیٰ اور ایت الذی یحیٰہ عبد اذا ضلّی اور جو انھیں کافر کرتا ہے گمراہ و بد دین ہے نہ وہ کبیرہ ہے لاختلاف الائمة نہ کبیرہ و بد اصرار اہلسنت کے نزدیک کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ جلد اہل اسلام قصبہ بیرہڑہ ریاست سوامی جے پور معرفت حامد محمد مدرس فارسی اسکول بیرہڑہ پڑیہ ڈاکخانہ تھانہ غازی ریاست الور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں قاضی اور خطیب مسجد جامع سندی پادشاہی رہتے ہیں اور وہ دونوں حسب و نسب میں برابر اور برادر ہیں اور علم فارسی و مسائل میں حسب لیاقت خود ہیں الا قاضی کہ بزعیم قضایت و نفسانیت و نفیض باہمی کہتا ہے کہ نماز جمعہ پڑھانے کا میرا حق ہے اور خطیب مسجد جامع کہتا ہے کہ میں قاضی نہیں الا خطیب سندی پادشاہی ہوں میں نماز جمعہ پڑھانے کا مستحق ہوں یا مجھ سے اجازت لے کر آپ قاضی صاحب یا دیگر جو افضل ہوں وہ پڑھاویں لیکن قاضی صاحب بوجہات مندرجہ بالا کے اجازت ناگوار سمجھتے ہیں اور اسی چھوٹے قصبہ میں جامع مسجد شاہی کو چھوڑ کر دو تین آدمیوں سے دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اور مسجد جامع درمیان قصبہ کہ جہاں گرد و نواح میں قوم ہند آباد ہے ایسے مقام پر اہل اسلام کی جماعت کی نماز ہونا زینت و شوکت اسلام میں داخل ہے پھر جماعت اسلام میں خلل اٹھاؤ ہو کر جامع مسجد کو چھوڑ کر دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اس حالت میں جمعہ کون پڑھانے کا مستحق ہے خطیب مسجد جامع یا قاضی صاحب یا دیگر اور اجازت بھی خطیب سے لینا واجب یا نہیں اور جمعہ کونسی مسجد میں ہونا واجب ہے اور اس چھوٹے قصبہ میں دو جمعہ بوجہات مندرجہ بالا جائز یا ناجائز اور دوسرے شرع شریف مع تشریح کے جواب سے مطلع فرمادیں دوئم ایک قصبہ میں رہنے والی شخص کہ جو تابت اور مرض بھگند یعنی ناسور دائمی میں مبتلا ہے کہ جس کی وجہ سے جسم و جامد کی پاکی و ناپاکی مشتبہ رہتی ہے کہ جن کا پاک ہونا فرائض نمازیں سے ہے اور نہ یہ بھی کہتا ہے کہ مجھ پر سے جبہ سا قلم ہو چکا پھر کیا وجہ ہے کہ عید و جمعہ کی امامت بخوانش نفسانی خود کرتا ہے اگر اُس سے کہا جاتا ہے کہ بقول آپ کے جبہ سا قلم آپ پر ہو چکا اور آپ معذور ہیں پھر امامت آپ کی کس طرح جائز اور درست ہو سکتی ہے زید نے کوئی ثبوت اس بارہ میں نہیں دیا آیا زید کی امامت جائز ہے یا ناجائز اس لیے مکلف خدمت بابرکت میں ہیں کہ دونوں سوالات کے جواب بالتشریح مع حوالہ کتب اللہ دین و آیات شریف و احادیث شریف تحریر فرمادیں۔

## الجواب

(۱) صورت مذکورہ میں وہ خطیب ہی قابل امامت جمعہ ہے قاضی کو کوئی حق نہیں یہ قاضی قاضی نکاح خوانی ہوتے ہیں نہ والی قاضی کہ دو تین آدمیوں کے ساتھ الگ جمعہ پڑھتا ہے اُس کا اور اُس کے ساتھیوں کا جمعہ باطل محض ہے خطیب ہی بوقت ضرورت جبکہ خود بوجہ مرض یا سفر حاضری مسجد سے معذور ہو اپنی جگہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے یہ کہ صرف اُس کی اجازت سے دوسری جگہ جمعہ قائم ہو سکے اس کا اُسے بھی اختیار نہیں فان لم یب امام الجمعة لوالی الاسلام فان لم یکن فللعامة لا للخطیب وحده جمعہ اسی مسجد میں ہو گا اور وہاں دوسری جگہ بلا ضرورت جمعہ قائم نہ ہو گا فان بقية العامة مقید بالضرورة ہاں اگر وہاں کوئی عالم دین فقیہ معتدافتہ اہل بلد ہو تو وہ حسب مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کر سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) زید اگر واقعی معذور ہے تو جمعہ بغیر جمعہ کسی نماز میں غیر معذورین کی امامت نہیں کر سکتا اور اگر معذور نہیں اور کپڑوں کی نجاست ثابت نہیں تو اور نمازوں کی امامت کر سکتا ہے اور جمعہ و عیدین کی بھی اگر جانب سلطان اسلام سے ماؤن ہو یا عام مسلمانوں نے اُسے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو اور

یہ جو بنائائی اس پر جمعہ فرض نہ ہونا جمعہ میں اُس کی صحت امامت کا مانع نہیں جیسے غلام و مسافر و اللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از نو شہرہ تخصیص جا پور ضلع ڈیرہ غازی خان مسئلہ عبد الغفور صاحب ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک اولیاء اللہ کا مجلس خانہ معروضہ وہاں عرس شریف کے دن مجلس جوتی ہے کیا اُس مجلس خانہ میں عید نماز یا جمعہ نماز یا مطلق پڑھنا جائز ہے یا نہ۔ بلیغاً توجروا

**الجواب**

مجلس خانہ میں نماز ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے ہاں مسجد کا ثواب نہ ملے گا اور بلا عذر ترک مسجد ہو تو گناہ ہوگا مگر نماز ہو جائے گی یہ ہیں جمعہ و عیدین بھی اگر عام شہرت و اذن ہو کہ یہاں جمعہ یا عید پڑھیں گے جو چاہے آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از ایرایان محلہ سادات ضلع فتح پور مسئلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دھوپ کی شدت سے اگر خطبہ سنتے وقت چھتا لگالے تو حرج تو نہیں۔

**الجواب**

بہتر نہیں حاضری و بارگاہ کے خلاف ہے اور ضعیف یا مریض ہے اور دھوپ ناقابل برداشت تو لگالے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - از مقام درگاہ مالک متوسطہ مسئلہ جناب ڈاکٹر حسین بیگ صاحب معرفت جناب عبد المجید صاحب مورخہ ربیع الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص فجر کی نماز پڑھ کر جمعہ کے روز بازار کرنے کو ایک مقام پر جو کہ سکونت سے ۹ میل کے فاصلہ پر چلا جاتا ہے اور جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتا جس کو عرصہ دراز نہ ہو گیا ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ وہ منافق ہو گیا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں نہیں دفن کرنا چاہیے اور اس سے میل و محبت وغیرہ سب ترک کر دیے جائیں وہ کہتا ہے کہ اپنے بچوں کی پرورش کرنے کی وجہ سے جاتا ہوں اُس پر شرعی قوی کی ضرورت ہے۔ بلیغاً توجروا

**الجواب**

اگر وہ ٹھیک دوپہر پڑھنے سے پہلے شہر کی آبادی سے نکل جاتا ہے تو اُس پر اصل کچھ الزام نہیں اور اگر اُسے شہر ہی میں وقت جمعہ ہو جاتا ہے اُس کے بعد بے ہوش چلا جاتا ہے ضرور گنہگار ہے مگر یہ باطل ہے کہ اُسے قبرستان مسلمین میں دفن نہ کر سکیں اسے نفاق علی کہہ سکتے ہیں نہ کہ حقیقی ہاں اس جرم پر مسلمان اُس سے میل جول ترک کر سکتے ہیں اور پہلی تقدیر پر تو جتنے احکام اُس پر لگائے گئے سب غلط ہیں فتاویٰ ظہیریہ وغیرہ شریح و رد مختار وغیرہ میں ہے الصحیح انہ یکوہ السف بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکوہ قبل الزوال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** مسئلہ از کشن گنج ضلع پورنیہ مسئلہ ماسٹر محمد طاہر علی صاحب مہیڈ ماسٹر مدرسا انجمن اسلامیہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس جوار کا دستور ہے کہ اکثر لوگ احاطہ مکان میں ایک چار چھ باتھ کا مربع مکان دیوار یا طے کا بنام اللہ گھر یا مسجد کے بلا لحاظ پابندی نماز بناتے ہیں یہ مکان ضرورتاً ادھر ادھر ہٹا بھی دیا جاتا ہے اور کبھی کھوکھلی آتے ہیں

غرض ایسی عرفی مسجدوں میں جو بڑی سے بڑی مسجد تھی اُس میں لوگوں نے جمعہ جامعیت طیار کر لی اور چلتے پھرتے داعظ لوگ آتے انھوں نے ان لوگوں کی شامل جمعہ بھی پڑھا اور پڑھتے ہیں تو ایسی حالت میں تحقیق مقلدین احداث یہ خواندہ جمعہ مصیب ٹھہری گئے یا خاطی جواب مدلل با دلہ حقیقہ ہو۔

## الجواب

یہ مکانات مساجد البیوت کہلاتے ہیں یہ حقیقت مسجد نہیں ہوتے نہ ان کے لیے حکم مسجد ہے درمختار میں ہے کوہ غلق باب المسجد والوطء فوقہ والبول والتعوط ولا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس بمسجد شاعا مگر جمعہ کیلئے مسجد شرط نہیں مکان میں بھی ہو سکتا ہے جبکہ شرائط جمعہ پائے جائیں اور اذن عام دیدیا جائے لوگوں کو اطلاع عام ہو کہ یہاں جمعہ ہوگا اور کسی کے آنے کی ممانعت نہ ہو کہانی امام شافعی میں ہے السلطان اذا اراد ان یصلی بحشمہ فی دارہ فان فتح بابھا واذن للناس اذنا عاما جازت تو اگر صورت یہ تھی وہ لوگ مصیب ہونے ہاں اگر وہاں مسجد جمعہ موجود تھی اُس میں نماز نہ ہوئی اور گھر میں قائم کی تو کراہت ہوئی درمختار میں ہے لو دخل السیر قصوہ واغلق بابہ وصلی باصحابہ لم تنقذ ولو فتحہ واذن للناس بالدخول جاز وکرہ رد المحتار میں ہے لانہ لم یقض حق المسجد الجامع زیلعی ودرس اور اگر کوئی شرط جمعہ مفقود تھی مثلاً وہ جگہ مصر و فنائے مصرہ تھی یا امام امام جمعہ نہ تھا یا بعض نمازیوں کو بلا وجہ شرعی وہاں نماز کے آنے سے ممانعت تھی یا نمازیوں میں وہاں اقامت جمعہ شہور نہ تھی بطور خود ان لوگوں نے پڑھ لی اور عام اطلاع نہ ہوئی اگرچہ کسی کو آنے سے ممانعت بھی نہ کی اگرچہ لوگوں نے اور مسجدوں میں پڑھی تو ان صورتوں میں ان کی نماز نہ ہوئی خلاصہ میں شرح جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے من جلة ذلك الاذن العام یعنی الادا وعلی سبیل الاشتہار بدائع وعلیہ وغیرہا میں ہے السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم من امر السلطان فی المسجد الجامع ان فتح باب دارہ جاز و تكون الصلاة فی موضعین ولو لم یأذن للعامة وصلی مع جیش لا تجوز صلاة السلطان وتجوز صلاة العامة اھ وتمامہ فیما علقناہ علی رد المحتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ۔ ما نظ مولوی حشمت علی صاحب کتبہ طالب علم مدرستہ منظر الاسلام بریلی محلہ سودا گران ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا ایراد ہے حماہ سنت نبویؐ و حماہ بدعت قبیہ اظہار کا اس مسئلہ میں کہ خطبہ میں رخصا لاؤف الربا بیہ والرافضیہ پر کار حضور سیدنا خورش اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اقدس کے کریمیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درود شریف پڑھنا کیسا ہے (۲) اولی الامر منکم سے حقیقت علمائے دین مراد ہیں یا نہیں اگر ہیں تو جو عالم اہلسنت دل و جان سے دین و سنت پر فدا ہو اور اُس کی ذات سے اسلام کو بڑی تقویت پہنچی ہو اُس زمانہ کے علمائے اہلسنت کے اتفاق سے وہ پیشوائے علمائے اہلسنت ہو اُس نے اپنی زندگی محض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس قدموں پر تصدق کر دینے کے لیے وقف کر دی ہو جہاں کوئی دین میں نیا فتنہ اُٹھتے دیکھے حتی الوسع اُسکے مٹانے میں اپنے قلم و زبان و جان سے کوشش کرے اُس کی مبارک زندگی زیادہ ہونے غیب سے اُس کی مدد و نصرت فرمائے تمام اعداء اللہ و اعداء الرسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اُس کے غالب رہنے کی خطبہ میں دعا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینا بالتفصیل تو جروا عند الملک الجلیل شہ لای المحیب الجلیل جل علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

## الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اگرہ ابو العالیٰ اسٹیم پریس مسؤل و جید الدین صاحب ۸ ریشوال ۱۳۳۹ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں (۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ ادا ہوتا ہے یا نہیں اور جمعہ ادا کرنے کے بعد نظر احتیاطی واجب ہے یا مستحب یا مکروہ (۲) کیا ایک وقت میں دو نمازیں فرض ہیں اور کیا جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی (۳) ہندوستان کے جن شہروں میں جامع مسجد کا امام باتفاق مقرر کیا گیا ہے کیا وہ امام اقامت و ادائیگی جمعہ کے لیے کافی ہے یا بادشاہ اسلام یا نائب بادشاہ کی ضرورت مختصر ادا لہ وحوالہ کتب کے ساتھ جواب مرحمت ہو

## الجواب

(۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے اور نظر احتیاطی صرف خواص کو مناسب ہے درمختار میں ہے نصب العامة غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدم مہم فیجوز للضرورة اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے فتاویٰ اور ہمارے رسالہ لوامع البہا میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) ایک وقت میں دو فرض ہرگز نہیں اور جمعہ جب ادا ہو جائے گا ظہر ضرور ساقط ہو جائے گی ایسے ہی خیالوں سے بچنے کو علمائے عوام کو نظر احتیاطی کا حکم دیا ردالمحتار میں ہے ولذا قال المقدسی نحن لانامربذالك امثال هذه العوام بل ندلی علیہ الخواص ولوبالنسبة الیہم واللہ تعالیٰ اعلم (۳) وہ امام کافی ہے اگر صحیح العقیدہ صحیح القراءة صحیح الطہارۃ جامع شرائط صحت ہو ابھی درمختار سے گذرا میجوز للضرورة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از پہلی بھیت محلہ پنجابیاں مسؤل محمد یونس صاحب ۲۴ ریشیان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر دریا نہریں واقع ہے اور ایک آگ بوٹ یہاں مدام کھڑا ہوتا ہے اور جہاز والے چند جہازوں کو اس آگ بوٹ میں لاکر چڑھتے ہیں مال اور سواریاں جہازوں کی آگ بوٹ اُتارنے ہیں اور آگ بوٹ کے آگے ایک پل لٹے کا بنا ہوا ہے سواریاں شہر کو اسی پل سے پار ہو کر جاتی ہیں اور اس آگ بوٹ اور جہازوں میں تین گز کا فاصلہ ہے اور جہاز پر کام کرنے والے لوگ ان جہازوں میں سے ایک جہاز پر نماز عید و نماز جمعہ ادا کرتے ہیں کیونکہ جہاز والے بوجہ خوف چوری کے شہر میں جاکر نماز ادا کرنے سے منع کرتے ہیں تو از روئے شرع نماز ان کی جائز ہوتی ہے یا نہیں۔

## الجواب

دریا میں نماز جمعہ و عیدین نہیں ہو سکتی اگر سمندر ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ حکم دار الحرب میں ہے اور دار الحرب میں جمعہ و عیدین باطل ردالمحتار میں ہے فی حاشیۃ ابی السعود عن شرح النظم الہامل سطح البحر لہ حکم دار الحرب اُسی میں درمختی شرح الملحق سے ہے البحر الملح ملحق بدالبحر اور اگر دریا ہو تو دریا نہ مصر ہے نہ فنائے مصر یہاں تک کہ شہر کے دو حصے کہ اس کے دو پہلوں پر آباد ہوں دو شہر کے مثل ہیں کہ دریا ایک جدا و مستقل چیز بیچ میں فاصلہ ہے فتح القدیر میں ہے اصلہ عند ابی حنیفہ لا یجوز نقد دھانی معہ واحد

وکناروی اصحاب الدعاء عن ابی یوسف انه لا يجوز في مسجدین فی مصر الا ان یکون بینہما فخر کبیر حتی یکون مکسورین وکان یامر بقطع الحجر بیعدا لذلک ظاہر ہے کہ فناء تابع ہے نہ کہ قاطع اور جمعہ وعیدین نہیں ہو سکتے مگر مصر یا فنائے مہر میں یہ سب اُس صورت میں ہے کہ خوف صحیح ہو اور تا معذور ہو ورنہ نماز پنجگانہ و تر و سنت فجر بھی اُن جہازوں میں نہیں ہو سکتے کہ اُن کا استقرار پانی پر ہے اور ان نمازوں کی شرط صحت استقرار علی الارض مگر بحال تعذر فتح القدر میں ہے فی الايضاح ان کانت موقوفۃ فی الشط وہی علی قرار الارض مصلی قائما جاز لانہا اذا استقرت علی الارض فحکمہا حکم الارض فان کانت مربوطۃ ویکمن الخروج لم تجز الصلوۃ فیہا لانہا اذا لم تستقر فہی کالدابة النہی بخلاف ما اذا استقرت فانہا حیثین کالسیر اس صورت میں اگر جبراً اُترنے دیتے ہوں پنجگانہ پڑھیں اور اُترنے کے بعد سب کا اعادہ کریں لان المانع من حجة العباد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از کاٹھیا واڑ ضلع راجکوٹ شہر پور بندر پنج ہٹری سولہ سید غلام محمد صاحب قادری رضوی امام مسجد ٹھہری ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ امام العلماء المحققین مقدم الفضلاء المدققین حضرت سیدنا دین محمد و مولانا مولوی حاجی قاری احمد رضا خاں صاحب قبہ قادری برکاتی مدظلہ و دام فیضہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ یہاں ملک کاٹھیا واڑ میں اکثر مقامات پر یہ رواج ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ میں سلطان المسلمین کے واسطے دعا مانگی جاتی ہے تو خطیب بروقت دعا مانگنے کے منبر پر سے ایک بیڑھی نیچے اُترتا ہے اور بعد دعا مانگ کر ایک بیڑھی اوپر چڑھتا ہے اور بعض مقامات پر اس طرح نہیں کیا جاتا ہے یعنی خطیب ایک بیڑھی نیچے اُترتا تو زیہ اُس سے اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سلطان کے لیے دعا مانگنے کے وقت ایک بیڑھی اُترنا چاہیے عرض یہ ہے کہ یہ فعل کیسا ہے۔

## الجواب

خطیب کا ایک بیڑھی نیچے آنا اور پھر اوپر جانا بعض علمائے مجبوری ایک مصلحت شرعی کے لیے رکھا تھا جس کا ذکر کتابات شیخ نجدادہ تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے یہاں وہ مجبوری نہیں نہ سلاطین کے نام کے ساتھ مبالغہ آمیز غلط الفاظ ملائے کی حاجت لہذا یہ فعل اب بحث محض ہے رد المحتار میں اس کا بدعت ہونا نقل کیا۔ وھو تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از بھوسا دل ضلع خاندیس محلہ ستارہ سولہ حافظ ایں محبوب صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جمعہ کی نماز باجماعت کس وقت سے لے کر اور کب تک ادا کر سکتے ہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب

جمعہ اور ظہر کا ایک وقت ہے زوال شمس کے بعد اذان اول ہو پھر سنتیں پھر اذان ثانی پھر خطبہ پھر نماز یہ اس کا اول وقت ہے اور ایسے وقت اذان و خطبہ و نماز ہوں کہ سایہ و دوشل ہونے سے پہلے اخیر سنتیں ہو جائیں یہ اُس کا آخر وقت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از بے پور بیرون اجیری دروازہ کوٹھی عبدالواجد علی خاں سولہ حامد حسن قادری ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ خطبہ جمعہ میں بعد جلسہ استراحت درمیانی کس قدر خطبہ پڑھنا چاہیے اور اُس میں کیا کیا مضامین ہوں کیا صرف چند کلمات حمد اور ایک آیت قرآنی سے خطبہ ثانیہ پورا ہو جائے گا اور کیا نعت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و درود شریف ذکر خلائکے بکرا



والہیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و دعا برائے مومنین کے ترک سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔ بینوا توجروا

### الجواب

خطبہ ثانیہ پورا ہونا یا میں معنی کہ فرض ادا ہو جائے یہ تو پہلے ہی خطبہ سے حاصل ہو گیا مگر بلا ضرورت سنت متواترہ قدریہ دائرہ کو چھوڑا اور سلاطین کی تنقیر کا باعث ہونا اور اپنے اوپر فتح باب غیبت کرنا اور ارشاد اقدس بش و اولاد تنقیر و ان کی مخالفت کرنا دیندار عاقل کا کام نہیں امت اللہ سے دعا برائے مومنین تک جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں سب محمود و معمول و ماثور ہیں انھیں ضرور بجالانا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از شاہجہاں پور محلہ خلیل سولہ امیر خاں مختار عام ۱۲۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہاں پور میں ایک مسجد ہے اُس میں یہ قرار پایا کہ اول ہر وقت یہاں تک کہ جمعہ کی نماز قادیانی بڑھیں بعد کو السنہ مع خطبہ جمعہ کے تو حضور فرمائیے کہ ہماری نماز ہوگی یا نہیں پہلے قادیانی خطبہ پڑھ چکے ہم دوبارہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا

### الجواب

نقاد یا نول کی نماز ہے نہ اُن کا خطبہ خطبہ کہ وہ مسلمان ہی نہیں اہلسنت اپنی اذان کہہ کر اُسی مسجد میں اپنا خطبہ پڑھیں اپنی جماعت کریں یہی اذان و خطبہ جماعت شرعاً معتبر ہوں گے اور اُس سے پہلے جو کچھ قادیانی کر گئے باطل و مردود محض تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** از جنگند ضلع چوہین پُرگنہ نیا بازار نئی مسجد سولہ عبدالستار ہاشمی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے خطبہ اولیٰ کے بجائے وعظ و پند عوام کو احکام شرعیہ بتانے اور سمجھانے کے لیے جائز ہے یا نہیں یا طبعی حرام ہے اردو کلام کرنا اندر خطبہ کے یا خطبوں کا ترجمہ یا آیات و احادیث جو خطبوں میں ہیں اُن کا ترجمہ کرنا درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

### الجواب

خطبہ خود وعظ و پند ہے مگر اُس میں بغیر زبان عربی کا خلط کردہ و خلاف سنت متواترہ ہے اگرچہ نفس فرض خطبہ خالص دوسری زبان سے بھی ادا ہو جائے گا صحابہ کرام نے عجم کے ہزاروں شہر فتح فرمائے اور اُن میں منبر نصب کیے اور خطبے پڑھے اور اُن کی زبانیں جانتے تھے اُن سے گفتگو کرتے تھے مگر بھی منقول نہیں کہ عربی کے سوا اور زبان میں خطبہ فرمایا یا بغیر زبان کو بلا یا فحوکف والکف مدعی قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من احدث فی امرنا هذا مالیس منہ فهو مردور مختار میں ہے صحیح لو شرع بغیر بیۃ وشرطاً عجوزہ وعلیٰ هذا الخلاف الخطبۃ رد المختار میں غرر الافکار شرح در البحار سے ہے کونہ الدعاء بالجمیۃ لان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نھی عن اطاعتہ الا جمعا اسی میں والوالجیۃ ہے التکبیر عبادۃ اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ لا یحب غیر اللہ البیہاں اگر اُٹھائے خطبہ میں مثلاً کسی ہندی کو کوئی فعل ناجائز کرتے دیکھا جیسے خطبہ ہونے کی حالت میں چلنا یا پٹکھا جھلنا اور وہ عربی نہیں سمجھتا تو وہ میں اُسے منع کرے کہ یہ حاجت یوں نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** - ازبھاجی بازار شکر کولہ (برابر) مسئلہ منظر حسین صاحب آزاد پرائیویٹ سگریٹری ۸، ریشوال ۳۹

بالیخند مت فیض درجہ شریعت پناہ فضیلت دستگاہ عالیجناب مولانا احمد رضا خاں صاحب زاد مجدہم - کیا فرماتے ہیں علمائے دین  
سائل ذیل میں (۱) قاضی و خطیب شہر گورنمنٹ کا خطاب یافتہ ہے اور اُس کے متعلق اُس کو معاش زمانہ شاہی سے ملتی ہوئی ہے اُس نے  
ذاتی رنجشوں عداوتوں کی وجہ سے خطاب وغیرہ ترک موالات کے سلسلہ میں واپس نہیں کیے دیے خلافت کا ہمدرد اور قوال و فاعل امداد کی اور کرنے کو  
طیار ہے بوجہ خطیب ہونے کے عیدین میں خطبہ پڑھتا ہے کیا شرعاً ایسے شخص کا خطبہ سننا جائز ہے (۲) جامع مسجد اور مسجد گاہ میں ایک شخص حافظ  
قاری جو دو ج بھی کر چکا ہے اور خطاب یافتہ نہیں ہے بجانب قاضی و خطیب مذکورہ امت کے لیے عرصہ دراز سے مقرر ہے اُس کی امامت  
میں نماز جائز ہے یا نہیں (۳) ایک شہر میں دو خطاب یافتہ مسلمان ہیں خلافت کمیٹی بھی قائم ہے اس کمیٹی نے ایک خطاب یافتہ کی باندہی  
اختیار کر رکھی ہے اُس کو خطاب وغیرہ چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتی اور اس کی تولیت میں جو مسجد ہے اور اُس میں اسی خطاب یافتہ کی  
جانب سے مقرر ہے اُس کا خطبہ سننا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور دوسرے خطاب یافتہ کا خطبہ سننا اور اُس کے  
مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے کیا کمیٹی کا یہ فعل فتاویٰ علمائے کرام اور احکام خدا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
ہے اور احکام شرعیہ میں کوئی تفرقہ ہے یا سب مسلمانوں کے لیے یکساں اور عام ہیں - بینوا تو جوہر

### الجواب

(۱) جو زمانہ شاہی سے منصب خطبہ و امامت پر منصوب ہے بلا وجہ شرعی اُس کے خطبہ سننے کو ناجائز بتانے والا شریعت طہور  
افترا کرتا ہے خطاب واپس نہ کرنا کوئی ایسا جرم نہیں جس کے سبب اُس کا خطبہ سننا منع ہو جائے ان الذین یفتنون علی اللہ الکذب  
لا یفلحون (۲) جائز ہے اگر اُس میں کوئی مانع شرعی نہ ہو اگرچہ خطاب یافتہ ہو (۳) یہ تفرقہ محض جہالت اور افتراء شریعت ہے -  
واللہ تعالیٰ اعلم -

**مسئلہ** - ازایران ضلع فخر محلہ سادات مسئلہ یہ صغیر حسین صاحب نائب مدرس مڈل اسکول ۱۲، ریشوال ۳۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز جب امام منبر پر خطبہ پڑھنے کو آجائے اور اذان کی جائے تو کلمات اذان کا  
جواب دینا اور بعد ازاں دعائے اذان پڑھنی چاہیے یا نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک پراذان میں انگوٹھا چونا  
یا خطبہ میں آن حضرت کے نام پراگوٹھا چونا چاہیے یا نہیں -

### الجواب

اذان خطبہ کے جواب اور اُس کے بعد دعا میں امام و صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے بچنا اولیٰ اور کر ہی تو جمع نہیں  
ہو ہیں اذان خطبہ میں نام پاک پراگوٹھا چونا اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن خطبہ میں محض سکوت و سکون کا حکم ہے خطبہ میں نام پاک سن کر  
صرف دل میں درود شریف پڑھیں اور کچھ نہ کریں زبان کو جنبش بھی دیں - واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از قصبہ سری محلہ بوجہ خانہ کلاں برگڑ سنہل ضلع مراد آباد مسئلہ حافظہ بخش و شیخ عبدالعزیز کیم ذی القعدہ ۳۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ فرقہ نجدیہ کے اشخاص جا بجا گشت کرتے ہیں اور مومنین و مومنات کو ہکارتے پھرتے ہیں ان کا بیان سننے کو کوئی نہیں ٹھہرتا تو انھوں نے اب یہ کیا کیا ہے کہ بوقت خطبہ جمعہ انھیں شروع کرتے ہیں اور اُس کا نام خطبہ رکھتے ہیں یہ فرقہ کیا حکم رکھتا ہے اور خطبہ جمعہ دراصل اُردو میں جائز بھی ہے یا نہیں۔ بینوا تو جردا

## الجواب

وہابیہ کفار مرتدین ہیں جیسا کہ علمائے حرمین شریفین کے فتوے حمام المحرمین سے ظاہر ہے اُن کا خطبہ باطل اُن کی نماز باطل اُن کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے اور اُردو میں خطبہ پڑھنا سنت متواترہ کا خلاف اور بہت بُرا ہے اور وہابیہ کے طور پر تو اصل ایمان میں خلل انداز ہے کہ بدعت ہے اور اُن کے نزدیک ہر بدعت اصل ایمان میں خلل انداز اگرچہ اُن کے پاس سرے ہی سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازاد جین گو الیاء مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک قصبہ میں آباد اجداد سے نسلاً بپسلاً مسند قضا پر بحکم حاکم و اتفاق جماعت مسلمانان مامور ہے اور امامت و خطابت اور نماز عیدین بلکہ تمام کاروبار متعلقہ عمدہ قضا کرتا ہے اور سوائے زید کے شوہر ہندہ نے تمام عمر امامت و خطیبی نہ کی باوجود ان وجوہات کے ہندہ نے بعد وفات شوہر اپنے کے بشراحت چند کس زید کو بلا وجہ خدمت مذکور سے علیحدہ کر کے عمرو داما د اپنے کو بحکم حاکم قائم مقام زید کیا چاہتی ہے ہندہ چچی زید ہے تو باجائز دعا عانت حورث بلا استرضاء کے اقوام اہل اسلام عمر و امامت و خطابت کر سکتا ہے یا نہیں لبت کتب بیان فرمائیں۔

## الجواب

عورت کہ سلطنت نہ رکھتی ہو اور اسی طرح سلطان اسلام یا اُس کے نائب ماذون کے سوا کسی حاکم کا کسی شخص کو خطیب یا امام جمعہ مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں نہ ایسے شخص کے خطبہ پڑھنے یا نماز پڑھانے سے جمعہ ادا ہو سکے کہ اُس میں اذن سلطان اسلام شرط ہے جسے اُس نے مقرر کیا یا اُس کے مقرر کیے ہوئے نے اذن دیا وہی خطیب و امام ہو سکتا ہے دوسرا نہیں درمختار میں ہے الجسعة شرط لصحہ السلطان او مامورہ باقامتها قالوا یقیمہا امیر الدین ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولایہ قاضی القضاۃ ملقطاً پس اگر آباد اجداد زید سلطنت اسلام سے اس عمدہ پر از جانب سلاطین اسلام مقرر تھے اور وہ خطبہ دوائے کے بعد دیگرے اپنی اولاد میں ایک دوسرے کو نائب کرتے تھے یہاں تک کہ یہ نہایت زید تک پہنچی تو زید خود سلاطین اسلام کی طرف سے اس عمدہ پر مامور گنا جائے گا اور اس کے ہوتے ہوئے اگر تمام اہل شہر بے اس کے اذن کے دوسرے کو امام یا خطیب مقرر کرنا چاہیں گے ہرگز جائز نہ ہوگا نہ بغیر اس کی اجازت کے کسی کی خطبہ خوانی یا امامت صحیح ہوگی ردالمحتار میں ہے الاذن من السلطان انما یشترط فی اول مرة فاذا اذن باقامتها الشخص کان له ان یاذن لغيره وذلك الغیر له ان یاذن لآخر وھم جرد ولا تصیہ اقامتها الا لمن اذن له السلطان بواسطۃ او بدوھا اما بدون ذلك فلا ھ ملخصاً اور اگر ایسا نہیں یعنی اُس کے اجداد جانب سلاطین

اسلام سے مامور نہ تھے یا اس کو انھوں نے نائب نہ کیا تاہم جبکہ یہ خود باتفاق مسلمین امامت و خطابت پر مامور ہے تو ہمارے اعصار و احوال میں بلا ریب امام و خطیب صحیح شرعی ہے کہ جہاں سلطان نہ ہو اس امر کا اختیار عامہ مسلمین کے ہاتھ ہوتا ہے وہ جسے مقرر کر دیں اسی کا تقرر ٹھیک ہے درمختار میں ہے نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة تو اس صورت میں بھی دوسرا کوئی شخص بغیر اذن زید کے امامت و خطابت کا مجاز نہیں کہ آخر یہ خطیب شرعی ہے اور خطیب شرعی کے بے اجازت دوسرا امام یا خطابت نہیں کر سکتا رد المحتار میں ہے قولہ - لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز ظاہر ان الخطیب خطب بنفسہ والاخر صلی بلا اذنه و مثله ما لو خطب بلا اذنه لما فی الخانیة و غیرہا خطب بلا اذن الامام والا امام حاضر لم یجزہا ہاں اس صورت میں اگر عامہ مسلمین جیسے آج تک تقرر زید پر متفق رہے اب بوجہ شرعی معزولی زید پر متفق ہو جائیں اور دوسرے شخص کو قائم کر دیں تو اس وقت زید معزول اور دوسرے کا تعین صحیح و مقبول ہوگا صرف عورت کی جابہلانہ حرکت یا حاکم سلطنت غیر اسلامی کی شرکت و اعانت محض بیکار و بے سود ہے کہ کسی منصب سے معزول کرنے کا اسی کو اختیار ہوتا ہے جسے مقرر کرنے کا اختیار تھا وہ اصالتہ سلطان اسلام ہے اور ضرورتاً جماعات مسلمین نہ کہ عورت یا حاکم سلطنت غیر اسلام کمالا ینحی علی من له بالفقہ ادنی الاطام - واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

**مسئلہ -** از بنارس محدثی گڈھڑوٹو مسجد بنی بنی راجی شفا خانہ مدرسہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب جادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بروز جمعہ نیت چار رکعت سنت کی باندھی بعدہ امام نے خطبہ شروع کیا اب وہ دو رکعت پڑھ کر سلام کرے یا چار رکعت پوری پڑھے اس میں جو کچھ اختلاف درمیان علمائے حنفیہ سے ہے وہ جناب پر ظاہر ہے لیکن بطور نمونہ قدرے درج ذیل ہے فی الدار المختارہ فی باب الجمعة ولو خرج وهو فی السنة او بعد قیامہ لثا لثمة النقل یتقی الاصح و ینحیف القراءة و ایضا فیہ فی باب ادراک الفریضة و کذا سنة الظهر و سنة الجمعة اذا قیمت او خطب الامام یتھا اربعاً علی القول الرابع لا خلاصاً و احداً لیس القطع للاکمال بل لا یطال خلافاً لما رجحہ الکمال و فی العلمگیریہ و لو کان فی السنة قبل الظهر و الجمعة فاقیم او خطب یقطع علی رأس الركعتین یروی ذلک عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وقد قیل یتھا کذا فی الہدایۃ و هو الاصح کذا فی محیط السرخسی و هو الصحیح ہکذا فی السراج الوہاج فی الصغیری شرح منیۃ اذا صعد الامام المتبریح علی الناس ترک الصلاة الی آخرہ فی حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار متعلق لما رجحہ الکمال حیث قال و قیل یقطع علی رأس الركعتین و هو الرابع لانہ یتمکن فی قضا ثنائاً بعد الفرض و لا یطال فی التسلیم علی الركعتین فلا یغوت فرض الاستماع و الاداء علی الوجه الاکمل بلا سبب اقول و ظاہر الہدایۃ اختیارہ و علیہ مشی فی ملتقى و نور الايضاح و الطواہب و جمعة الدارس و الفیض و عزاہ فی الشرنبلالیۃ الی البرہان و ذکر فی الفتح انہ حکى عن السفدی انہ رجح الیہ لما راہ فی النوادر عن ابی حنیفۃ و انہ مال الیہ السرخسی و البقالی و فی البزازیۃ انہ رجح الیہ القاضي الشافعی و ظاہر کلام المقدسی المیل الیہ و نقل فی الحلیۃ کلام الکمال ثم قال و هو کما قال هذا فی شرح الوقایۃ اذا خرج الامام حرماً الصلوۃ و فی عمدة الرعاۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ لبولندا و استاذنا مولوی عبدالحی صاحب مرحوم و مغفور و اخرج السخوی بن

راہویہ فی مسند، عن السائب کنا نصلی فی زمن عمر یوم الجمعة فاذا اخرج عمر وحلبس علی المنبر قطعنا الصلوة الخ

## الجواب

دووں قول قوی و ترجیح ہیں اور دونوں طرف جزم و ترجیح اور مختار فقیر قول اخیر کہ اول روایت نوادر ہے اور ثانی مفاد ظاہر الروایۃ الفتوی متنی اختلافت فالمصیر الی ظاہر الروایۃ محرراً المذهب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبسوط میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا و ناھیاک بہ حجة وقدوة فتح القدر میں ہے الیہ امتار فی الاصل مع هذا کثرت تصحیح و افتائے صریح بھی اسی طرف ہے والقاعدة ان العمل بما علیہ الاکثر کما نصوا علیہ فی غیر ما کتاب و بیناہ فی رسالتنا بذل الجواز علی الدعاء بعد صلاة الجنازة قول اول کی ترجیح صریح کتب معتدہ مرجحین میں کہ اس وقت فقیر کے پاس ہیں خانیہ فتح کے سوا کسی میں نظر سے نہ گزری اما الحلیۃ فقد تبعت الفتوی و اما المواقی فانما تبع البرهان شرح مواهب الرحمن لبشهادة غنیۃ ذوی الاحکام و اما الطرابلسی فانما اقتفی اثر الکمال کما هو دابہ فی محملہ مقالہ قال الکلام الی الکمال مع ان الشر نبلا لی خالف نفسه فی جمعة غنیۃ کما یأتی اور قول اخیر کو صاحب محیط و امام عبد الرزاق و امام ابو حنیفہ والواجبی و امام عیسیٰ بن محمد قرہ شری صاحب منبغی و امام ظہیر الدین مرغینانی صاحب ظہیر و علامہ شرنوبی و صاحب سراج دہاج نے فرمایا ہوا تصحیح امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا ہوا الاصحہ در مختار میں ہے فی الاصحہ متن تنویر میں ہے علی الواجب بحر الرائق میں ہے صحیحہ المشائخ مجمع الانہر میں ہے صحیحہ اکثر المشائخ اسی طرح جامع الرموز و ہندیہ و ہندو غیرہ میں اس کی تصحیح و ترجیح مذکور یہاں تک کہ امام اجل مجتہد الفتوی حسام الدین عمر صدر رشید قدس سرہ نے فتاویٰ صغریٰ میں فرمایا علیہ الفتوی شرنبلالیہ میں ہے اقول الصحیح خلافہ و هو انه یتلم سنة الجمعة اربعاء علیہ الفتوی کما فی الصغری و هو الصحیح کما فی البحر عن الولا الجبۃ و المبتغی الخ لاجرم بحر میں قول اول کی نسبت فرمایا ہو قول ضعیف و عزاء قاضی خاں الی انوار رہیں روایات قطع و ترک و تحریم ناذہ بخروج امام الخلیفۃ انھیں اس مسجد سے علاقہ نہیں وہ فریقین کی منصوصہ و متفق علیہا ہیں ان کے معنی یہ ہیں کہ خروج امام کے بعد کوئی ناذہ اسوائے قائمہ واجب الترتیب کے (مشرع نہ کرے پہلے سے جو انتظار امام میں نوافل و غیرہ پڑھ رہا ہے ان کا سلسلہ قطع کر دے متادی نہ رہے نہ یہ کہ جو ناذہ پڑھ رہا ہے وہ حرام ہو گئی اسے قطع کر دے نیت توڑ دے یقیناً باطل ہے ورنہ اگر ہنوز نیت ہی باندھی یا ایک ہی رکعت پڑھی کہ امام خطبہ کے لیے خارج ہوا تو فوراً نیت توڑ دینا واجب ہو یہ کسی کا قول نہیں نصوص عامہ کتب مذہب اس کے بطلان پر متظاہر و متواتر ہیں کما لا یخفی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

## رِعايَةُ الْمَذْهَبَيْنِ فِي الدَّعَاءِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ

مسئلہ - از کثور اسٹیشن سائن ضلع سورت مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب مدرس مدرسہ عربیہ ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

اس جلسہ پر بروز جمعہ بین الخلیفتین کے جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا آہستہ مانگی جاتی ہے لہ بعض لوگ اس کو مکروہ شدید و حرام و بدعت سیئہ و مشرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں لہذا التماس یہ ہے کہ اس کے جواب بمسواب سے جو دافع جدال ہو تحریر فرما کر دفع خصومت بین المسلمین فرمادیں

## الجواب

امام کے لیے تو اس دعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں جس کے لیے نہ شرعی نہ ہونا ہی سند کافی۔ ممنوع وہی ہے جسے خدا و رسول منع فرمائیں  
جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی نہی کے ہرگز کوئی شے منع نہیں ہو سکتی خصوصاً دعائیں جو قرآن عظیم نے کہاں ترغیب  
و تائید علی الاطلاق بے تحدید و تقيید بلایا اور احادیث شریفہ نے اُسے عبادت و مغز عبادت فرمایا پھر یہاں صحیح حدیث کا فحشی الخطاب اُس کی  
اجابت پر دلیل ضواب کہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو سینہ برسنے دوسرے کو  
مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دعا مانگنا صحیح بخاری و مسلم و غیرہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مستلزم تو  
بین الخطبتین بدرجہ اولیٰ جواز ثابت لاجرم علمائے کرام نے شروح حدیث وغیرہ کتب میں صاف اُس کا جواز افادہ فرمایا مولانا علی قاری مکی حنفی  
رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ مشرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث میخطب ثم یجلس فلا یتکلم فرماتے ہیں لایتکلم ای حال جلوسہ بغیر الذکر والی عاء  
اول القراءۃ س اول اولی القراءۃ لروایۃ ابن حبان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرؤ فی جلوسہ کتاب اللہ الحافظ  
لاشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں مفادہ  
ان الجلوس بینہما لا کلام فیہ ولیس فیہ نفی ان ینذکر اللہ او یدعوہ س ا علامہ زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب لدنیہ و مخمور  
میں فرماتے ہیں (ثم یجلس فلا یتکلم) جہا فلا ینافی روایۃ ابن حبان انہ کان یقرؤ فیہ ای الجلوس وقال الحافظ مفادہ الی  
آخر ما مر۔ بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ جلسہ اُن اوقات میں ہے جن میں  
ساعت اجابت جمعہ کی امید ہے صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسیٰ اشعرى رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ ساعت جمعہ فرمایا ہی ما بین ان یجلس الامام الی ان تقضى الصلاۃ وہ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ہے  
دوسری حدیث میں آیا حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے رواہ ابن عبد البر عن ابن عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما انھیں ابن عمر و ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے یوہیں امام عامر شیبی تابعی سے منقول رواہ  
ابن جویر الطبری انھیں شیبی سے دوسری روایت میں خروج امام سے ختم خطبہ تک اُس کا وقت بتایا رواہ المروزی اسی طرح امام حسن بصری سے  
مروی ہوا رواہ ابن المنذر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اذان سے نماز تک رکھا رواہ حمید بن زنجویہ بہر حال یہ وقت بھی اُن میں  
داخل تو یہاں دعا ایک خاص ترغیب شرع کی مورد خصوصاً حدیث دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کے لیے دعا کرنی ہو جسے خطبہ سے مناسبت نہ ہو  
تو اُس کے لیے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ نے بالتعین اسی وقت کو ساعت اجابت بتایا اور اُسے بعض  
مشارح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود لہذا قدس ما بین ان یجلس الامام سے یہی جلسہ مراد رکھا اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے می گفت  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شان ساعۃ الجمعہ کہ اُس ساعت میان نشستن امام ست ر منبر تا گزاردن نماز طیبی از جلوس نشستن میان دو خطبہ  
مراد داشته اند اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا مشرعا اجل الی اللہ و بات واجب مرغوبات سے ہے پھر اس قدر میں اصلاً شک نہیں کہ  
جب بضر نفی تقویت رجاء جمع احادیث و اقوال علما چاہیے جو امثال باب مثل لیلۃ القدر وغیرہا میں ہمیشہ مسلک محققین رہا ہے تو بقیۃ اوقات کے ساتھ

اس وقت بھی دعا ضرور درکار ہوگی اور اس کے نیک و مستحسن ماننے سے چارہ نہ ہوگا لاجرم صاحب عین العلم نے کہ اکابر علمائے حنفیہ سے ہیں صاف تصریح فرمائی کہ اس جلسہ میں دعا مستحب ہے اسی طرح امام ابن المنیر نے افادۂ استحسان جمع فرمایا طرہ یہ کہ امام ممدوح کا یہ قول حضرات متکرمین کے امام شوکانی نے نیل الاوطار شرح منتهی الاخبار میں نقل کیا اور مقررہ مسلم رکھا حیث قال فی عدد الاقوال الثلاثون عند الجلوس بین الخطبتین حکاۃ الطیبی الخ نقل قال قال ابن المنیر یحسن جمع الاقوال فتكون ساعة الاجابة واحدة منها لبعینہا فیضادہما من اجتہاد فی الدعا فی جمیعہا اھ یہ حکم امام کا ہے رہے مقتدی اُن کے بابے میں ہمارے اللہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف امام ثانی عالم ربانی قاضی الشرق والغرب حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک انھیں صرف بحالۃ خطبہ سکوت واجب قبل شروع وبعد ختم و بین الخطبتین دعا وغیرہ کلام دینی کی اجازت دیتے ہیں اور امام اللہ مالک الاثر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خروج امام سے ختم نماز تک عند التحقیق دینی و دنیوی ہر طرح کے کلام یہاں تک کہ امر بالمعروف و جواب سلام بلکہ خلل استماع ہر قسم کے کام سے منع فرماتے ہیں اگرچہ کلام آہستہ ہو اگرچہ خطیب سے دُور بیٹھا ہو کہ خطبہ سننے میں نہ آتا ہو امام ثالث مولا المذہب محمد بن الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ بین الخطبتین میں امام اعظم اور قبل و بعد میں امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں درمختار میں ہے اذا خرج الامام من الحجرة والا فقیامہ للصعود شرح المجمع فلا صلاة ولا کلام الی تمامہا ولو تسبیحا اور دسلام ادا مرا جمع و ف بلا فرق بین قریب و بعید وقال لا باس بالکلام قبل الخطبة وبعدها و اذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرة اما غیرہ فیکوہ اجماعا اھ ملتقطا تحقیق یہی ہے اگرچہ یہاں اختلاف نقول حد اضطراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذکر کیجئے و کلام طویل ہو اس تحقیق کی بنا پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلاشبہ جائز کہ جب عین حالت خطبہ میں وقت ذکر شریف حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دل سے حضور پرورد و بھیجا ملائحتین الخطبتین کہ امام ساکت ہے دل سے دعا بدرجہ اولیٰ روا۔ رواحتا میں ہے اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یجوز ان یصلوا علیہ بالبحر بل بالعقب وعلیہ الفتویٰ دملی اور زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ اور امام ابی یوسف کے نزدیک جائز اور مختار قول امام ہے تو بیشک مذہب متبع حنفی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ اس بنائے نام نہ ہو جملتہ جہالت وہابیہ ہے کہ عدم ہر دو خصوص درود عدم خصوص ہے وہ بھی خاص حق جواز میں منع کے لیے مانعت خاصہ خدا و رسول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جہل و سفہ و حکم ہے بلکہ اس لیے کہ اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام پس غایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں انھیں بتا دیا جائے کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ حتیٰ کہ بلا وجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے کیا ظلم ہے جب ان اشقیاء کے نزدیک اللہ عزوجل کو پکارنا بھی شرک ہوا تو مگر شیخ بخدی یعنی ابلیس لعین کا پکارنا توحید ہو گا حاشا للہ ۱۰ ہُن بدعقلوں کی بد زبانیاں ہیں جن کا مزہ آخرت میں کھلے گا جب لا الہ الا اللہ مسلمانوں کی طرف سے اُن بیباکان بر سرن سے جھگڑنے آئے گا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵ قول از حج مانعت یہی پھر بھی ان دعا کرنے والوں کیلئے خود ہمارے مذہب و کتب مذہب میں متعدد ہیں تجویز و اجازت کی ہیں اولاً یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اس ترخیص کے ساتھ اُس جہالت بخدی کا بھی علاج کافی ہے کہ وہ اس وقت تسبیح بالتصریح جائز بتاتے ہیں حالانکہ یہ لحاظ خصوص وقت درود اُس کا بھی نہیں ثانیاً بعض کے نزدیک مقتدیوں کو صرف ہر ممنوع ہے آہستہ میں حرج نہیں اور اس کی تائید اُس قول سے بھی مستفاد کہ عین حالت خطبہ میں ذکر اقدس



سُن کر آہستہ و رو بہ بڑھنے کا حکم دیا گیا اگرچہ تحقیق وہی ہے کہ دل سے پڑھے کما قد مناعن الرملی و هو معنی ما فی الد والختار من قولہ والصواب انہ یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اھ وان مال القہستانی الی التاویل بالاختفاء خلافا لما فی الجوهرة وغیرھا من الکتب المعتبرة قال الشافعی ای بان شیعہ نفسہ او یصحح الحروف فانہم فسروہ بہ وعن ابی یوسف قلبا کما فی الکرمانی قہستانی واقصر فی الجوهرة علی الاخیر حدیث قال ولہ یُنطق بہ لا تھتد رک فی غیر ہذا الحال والسماع یقوت اھ مخصوا واما قول القہستانی انہم فسروہ بہ فانما اراد بہ دفع الاستبعاد عما اختارہ من التاویل فان ظاہر اللفظ هو ارادة القلب ومع ذلک ربما اطلقوہ وفسروہ بہ ای بالاسرار علی القولین فی تحدیدہ **ثالثا** امام نصیر بن یحییٰ و امام محمد بن الفضل وغیر ہما عین حالت خطبہ میں بعید کہ خطبہ کی آواز اُس تک نہ پہنچے انصاف واجب نہیں جانتے اور امام محمد بن مسلمہ بھی صرف اولیٰ کہتے ہیں اگرچہ معنی اُس پر بھی وجوب تو اس جلسہ میں کہ آواز ہی نہیں بدرجہ اولیٰ واجب نہ کہیں گے صدیقہ ندیہ میں ہے قال فی النہایۃ اذا کان مجتہدا لا یسمعھا روایۃ فیہ عن اصحابنا فی المبسوط وقد اختلف المشائخ المتأخرون فیہ فعن محمد بن مسلمۃ الانصاف اولیٰ وعن نصیر بن یحییٰ انہ کان بعیدا وکان یجوز شفتیہ بالقرآن و فی النہایۃ ان الانصاف مختار الکوفی وصاحب الہدایۃ وقال بعضهم قراءة القرآن اولیٰ وهو اختیار الفضلی رد المحتار میں فیض سے ہے الاحوط السکوت و بہ یفتی راجعا بعض علما کا گمان ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلام و نبوی ممنوع ہے و عاؤ ذکر مطلقا جائز حتیٰ کہ عین حالت خطبہ میں بھی اگرچہ صواب اُس کے خلاف ہے کما تقدم عن الدار علامہ عبد الغنی النابلسی مدیقہ میں فرماتے ہیں اما تامين المؤذنین علی دعاء الخطيب والترضى عن الصحابة والدعاء للسلطان بالنصر فليس هذا من الكلام العربي بل هو من قبيل التبيين ونحوه فلا يكره في الاصح الخ ویدنا علی ہامشہا ان ہذا من اشتباہ عرض لہ رحمہ اللہ تعالیٰ من تصحيح النہایۃ والعنايۃ للتجویر <sup>بجہ</sup> الكلام الاخریٰ وانا کلامہما فیما قبل شروع الخطبہ وبعدها لاحالہا ثم ہوا ايضا لا یخلو عن نظر کہما یتظہر بموجبة ما علقنا علی ہامش رد المحتار والاصح الاحوط اطلاق المنع کما افادہ الزیلعی لذلک العیش علیہ فی عامۃ الکتب المعتبرة کالجوہر والنہا والدروس والمختار اور مذاہب دیگر پر نظر کیجیے تو حد درجہ کی توسیعیں ہیں حتیٰ کہ محیط میں تو یہاں تک منقول کہ من العلماء من قال السکوت علی القوم کان لازما فی زمن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اما الیوم فقیر لازم اھ ونقلہ عنہ القہستانی علماے محتاطین تو ایسے مسائل اجتہادیہ میں انکار بھی ضروری و واجب نہیں جانتے نہ کہ عیاذا باللہ نہایت تا یہ تفصیل واکفار سیدی عارف با شہر محقق نابلسی کتاب مذکور میں فرماتے ہیں ان المسئلة الواقعة کما ہی الان فی جوامع بلادنا وغیرہ یوم الجمعة من المؤذنین متى امکن تخویمہا علی قول من الاقوال فی مذہبنا و مذہب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والنہی عنہ وانا المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والنہی عنہ بالجملہ مقتضیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلا وجہ شرک بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی تو یہ حضرات مانعین خود اپنی خبر لیں اور امام کے لیے تو اُس کے جواز میں اصل کلام نہیں ہاں خوف مفسدہ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اس جلسہ میں اکثر سکت کرتا اور کبھی اخلاص

کبھی درو پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود بھی مشغول یہ عائشوں مگر معاذ اللہ ایسا ناپاک تشدد شرع کبھی نہیں فرماتی مولیٰ تعالیٰ ہدایت بختے آمین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علما ائمہ واحکم۔

**مسئلہ۔** از ہیل کتور ضلع اوٹکند مکان سومار سیٹھ صاحب مرسلہ سید حیدر شاہ صاحب ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ جناب فیض مآب جامع علوم نفیہ و حاوی فنون غلیبہ علامہ دہر فہامہ عصر مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام اللہ فیوضہ ادائے آداب کے بعد بندہ حیدر شاہ عرض رہتا ہے کہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے چونکہ آپ شاہیر علمائے نام سے ہیں اور آپ کے اخلاق و اوصاف بے نہایت ہیں اور بہت لوگوں سے سنا ہے کہ آپ حنفی المذہب سنی المشرب ہیں: نیز جواب سوال جلد ترسیل فرماتے ہیں لہذا التماس خدمت فیض درجیت میں یہ ہے کہ احقر کو جواب سے سرفراز فرمائیں مذہب حنفی و شافعی میں بین الخطبتین ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی مشروع و مسنون ہے یا نہیں مترجم اردو در المختار ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ بریلی کے علمائے اسی مسئلہ میں استفتاء طلب کیا گیا تھا چنانچہ وہاں کے علمائے فہم یہی ہوا کہ ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی بین الخطبتین بدعت سیئہ و غیر مشروع ہے پس آیا یہ بات سچ ہے یا غلط چونکہ آپ متوطن بریلی کے ہیں آپ کو حقیقت اُس کی کما یبغی معلوم ہوگی پس آپ اطلاع دیجیے کہ مترجم نے ٹھیک لکھا ہے یا محض دھوکا دہی عوام الناس ہے۔ بینوا توجروا۔

### الجواب

مسئلت مصطلحہ کہ تارک مستوجب عقاب الہی یا آثم و مستحق عذاب الہی ہو والعیاذ باللہ یہ نہ کسی کا مذہب نہ دعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل بلکہ وقت مرجوہ الاجابہ جان کر دعا کرتے ہیں اور بیشک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغز عبادت و اخلائے ذکر الہی عزوجل سے ہے جس کی تشریح بلا تقييد و تحدید نصوص قرآن عظیم و احادیث متواترہ بنی دوت رحم علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ناطق اور ہاتھ اٹھانا حسب تصریح احادیث و تطا فرارشات علمائے قدیم و حدیث سنن و آداب دعا سے ہے خطیب کے لیے اُس کی اجازت و مشروعیت تو بافتاق مذہبین حنفی و شافعی ہے یہ ہیں سامعین کے لیے جبکہ دعا دل سے ہو نہ زبان سے اور سامعین کا اُس وقت زبان سے دعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروج و معمولی ہے مذہب شافعیہ میں تو اُس کی اجازت و مشروعیت ظاہر کہ اللہ شافعیہ رحم اللہ تعالیٰ میں خطبہ ہونے وقت بھی کلام سامعین ناجائز و حرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلام شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اُس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہے بخلاف کلمات اثمتنا الحنفیۃ رحمہم اللہ تعالیٰ فان غالب محملها بما مطلقۃ فیہا کواہۃ التحریم علامہ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ فی شرح طریقہ محمدیہ اذات الید مسئلۃ الشطرنج میں فرماتے ہیں الکواہۃ عند الشافعیۃ اذا اطلقت تنصرون الی التزییعیۃ لا التحویمیۃ بخلاف منا ہبنا اور سکوت خطیب کے وقت جیسے قبل و بعد خطبہ و بین الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے امام ابو یوسف اور سیل شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں لا یجوز الاستماع و هو مشغول السمع بالسمع اُسی میں ہے لا یجوز الکلام حال الخطبۃ لا علی الخطیب ولا علی المأمومین السامعین وغیرہم لکن لیکرہ الا لغرض مهم کا نذار من یقع فی بئرا و عقوب و یتعلم خیرا

اور نہی عن شیء اسی میں ہے لایکرمہ الکلام حال الاذان ولا بین الخطبتین ولا بین الخطبة والصلاة علامہ زین الدین شافعی  
تلمیذ امام ابن حجر مکی فتح المعین بشرح قرۃ العین میں فرماتے ہیں یکرمہ الکلام ولا یجوز حال الخطبة لا قبلھا و لو بعد الجلوس  
على المنبر ولا بعدھا ولا بین الخطبتین و لیسن تسمیت الطلوس والرد علیہ ورفع الصوت من غیر مبالغة بالصلاة  
والسلام علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذکر الخطیب اسمہ او وصفہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال شافعیہ ولا  
یبعد ندب الترضی عن الصحابة بل ارفع صوت و کذا التامین لدعاء الخطیب اھ مختصراً یہ ہیں مذہب حنفی میں امام  
ثانی قاضی ربانی سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مطلقاً جواز ہے ذواوقات ثلثہ غیر حال خطبہ یعنی قبل وبعد و ما بین  
خطبتین میں اگرچہ کلام دنیوی منع فرماتے ہیں مگر کلام دینی مثل ذکر و تسبیح مطلقاً جائز رکھتے ہیں اور پڑھا ہر کہ دعا خاص کلام دینی  
و عبادت الہی ہے راقی الفلاح میں ہے اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام وهو قول الامام وقال ابو یوسف ومحمد لا بأس  
بالکلام اذا خرج قبل ان یخطب و اذا نزل قبل ان ینکب و اختلفوا فی جلوسہ اذا سکت فمندی ابی یوسف ینبأ لان الکراهۃ  
للاخلال بفض الاستماع ولا استماع هنا و لہ اطلاق اکامراہ ببعض اختصار صاحب مذہب امام الائمہ سیدنا امام عظیم رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ نے کہ خروج امام سے فراغ نماز تک کلام سے مانعت فرمائی مشائخ مذہب اُس سے مراد میں مختلف ہوئے اور صحیح بھی مختلف  
آئی بعض فرماتے ہیں مراد امام صرف دنیوی کلام ہے اوقات ثلثہ میں دینی کی اجازت عام ہے نہایت و عنایہ میں اسی کو اصح کہا گیا ہے  
امام فخر الاسلام نے مبسوط میں فرمایا مشائخ کرام نے مطلق فرمایا امام زبانی نے تبیین الحقائق میں اسی کو احوط کہا قلت و اطلاق  
المؤمن و اکثر الکتاب علیہ ما شئنا و عامۃ المقارن عنہ ناشیۃ کما ینظر بمراجعة ما علقنا علی رد المحتار فہو اصح التصحیحین  
فیما اعلم کیف لا وقد صرح المحققون ان الدنیوی مکروہ اجماعاً فلو لم ینبأ الامام الا عنہ لا رفع الخلاف مع ان الکتاب المعتمد  
عن اخرھا متظافرة علی اثباتہ بمرأئین میں زیر قول مصنف اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام ہے اطلاق فی منع الکلام  
فمثل التسبیح والذکر والقراءة و فی النہایۃ اختلف المشائخ علی قول ابی حنیفۃ قال بعضهم انما کان یکرمہ ما کان من کلام  
الناس اما التسبیح ونحوہ فلا وقال بعضهم کل ذلك مکروہ والاول اصح و کذا فی العنایۃ و ذکر الشارح ان الاحوط الانضاً  
اھ و یجب ان یكون محل الاختلاف قبل ش و بعد فی الخطبة و یدل علیہ قولہ علی قول ابی حنیفۃ و اما وقت الخطبة فالکلام مکروہ  
تحریماً و لو کان امراً بمعروف او تسبیحاً او غیرہ کما صرح بہ فی الخلاصۃ وغیرھا انھی باختصار طحطاوی و رد المحتار بحث الفاظ اتفاقاً  
میں ہے قولہ وغیرھا کالاحوط والاظهر در مختار میں قادی خیر سے ہے بعض الالفاظ اکد من بعض فلفظ الفتوی اکد من  
لفظ التصحیح والاحوط اکد من الاحتیاط و محضوا بالجملہ خلاصہ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کے لیے مطلقاً اور سامعین کے لیے دل میں  
بالاتفاق جائز اور مذہب امام شافعی و قول امام ابی یوسف پر ان کے لیے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی ایک تخریج پر مکروہ  
دوسری پر جائزاً فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی تو احد تصحیحین پر دعائے مذکور امام و مقتدین سب کو دل و زبان ہر طرح سے باتفاق مذہبین  
حنفی و شافعی مطلقاً جائز و مشرّع اد علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جب ترجیح مختلف مکانی ہو تو مکلف کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس پر اپنے عمل کئے

اصلا محل اعتراض و انکار نہیں بجز الزام و غیر ہا میں ہے متی کان فی المسئلة قولان مصححان جازا القضاء والا فتاء  
 باحد ہما و ہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ بآئکہ یہاں تصحیح عیین کو ارجح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطبتین دعا کرتے دیکھا اور کبھی منع  
 و انکار نہیں کرتا ہے ہذا جملۃ القول فی هذا الباب والتفصیل فی فتاؤنا بعون الوہاب رہی مترجم درمختار کی علمائے بریلی  
 سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اُس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون لوگ مراد لیے اُس کے زمانے میں ان اقطار کے علم علمائے اپنے  
 عصر و عصر میں حقیقت صرف وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمہ المحققین سیدنا ابوالدقدس سرہ الما جہ فقیر برسوں جماعت میں  
 اقتدائے حضرت والا سے مشرف ہوا حضرت مدوح قدس سرہ جلسہ بین الخطبتین میں دعا فرمایا کرتے اور سامعین کو دعا کرتے دیکھ کر  
 کبھی انکار نہ فرماتے اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استقفا ہوا مولانا احمد حسین مرحوم گلبدین علی حضرت سید العلی  
 سید العرفا مولانا الجہ قدس سرہ الامجد نے جواز و مشروعیت پر فتویٰ دیا علی حضرت نور اللہ مرقدہ الشریف و فاضل اجل مولانا سید  
 یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اُس پر ہر میں فرمائیں یہ فتویٰ مولوی  
 صاحب مرحوم کے مجبور فتاویٰ نسبی بفیض السالین میں مندرج و مشمول اور اطمینان مسائل کے لیے یہاں منقول سوال چہ می مسئلہ مابین  
 علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ بیٹھنا امام کو بعد قرائت خطبہ پہلے کے سنت ہے یا نہیں اور خطیب کس قدر علم میں  
 توقف کرے اور یہ اوقات قبولیت دعا سے ہے یا نہیں اور دعا مانگنا ہاتھ اٹھانے کے مستحسن ہے یا نہیں بینوا وجود ال جواب بیٹھنا  
 خطیب کا درمیان دونوں خطبوں کے سنت ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں باب القدر بین الخطبتین یوم الجمعة میں مرقوم ہے حدیثنا  
 مسدد ثنا لبش بن الفضل ثنا عبید اللہ عن نافع عن عبد اللہ بن عمرو قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 یخطب خطبتین یقعد بینہما اور اس بیٹھنے کو سنت بمقدار تین آیات علمگیری میں بالتصریح بیان کیا ہے والخاص عشر  
 الجلوس بین الخطبتین ہکذا فی البحر الرائق ومقدار الجلوس بینہما مقدار ثلاث آیات فی ظاہر الروایۃ ہکذا فی  
 السراج الوہاج اور بیچ حصن حصین کے ایک اوقات قبول دعا سے مابین الخطبتین ہے اور بیچ ظفر جلیل شرح حصن حصین کے  
 اُس وقت مانگنا دعا کا طبیبی سے نقل کیا وساعة الجمعة ارجی ذلک وقفہا ما بین ان یجلس الامام فی الخطبة الی ان تقضى  
 الصلوة مد اور ساعت جمعہ کی بہت امید والی ان وقتوں کی ہے یعنی سب وقتوں میں سے سات جمعہ میں امید قوی ہے قبولیت کی اور  
 وقت ساعت جمعہ کا ہے مابین بیٹھنے امام کے سے منبر پر خطبہ کے لیے تمام ہونے نماز تک نقل کی یہ مسلم اور ابوداؤد نے ظاہر فرمایا ہے کہ مراد  
 بیٹھنے امام کے سے بیٹھنا امام کا ہے اول شروع خطبہ کے اور وہی وقت حرمت کلام کا ہے غیر امام کو کذا قال العلی اور طبیبی نے بیٹھنے سے  
 بیٹھنا درمیان دونوں خطبوں کے مراد رکھا ہے اور ایک روایت میں ساعت جمعہ کی ہے انتہی اور بھی صاحب فتح الباری نے ان تمام  
 اوقات اجابت دعا سے ایک جلسہ امام کو درمیان خطبتین فرمایا ہے حیث قال الثلثون عند الجلوس بین الخطبتین حکا الطیبی  
 عن بعض شراح المصابیح اور بھی شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتنے اوقات اجابت دعا سے شمار فرمائے ہیں ایک  
 ان میں سے جلسہ کرنے خطیب کو درمیان خطبتین تحریر کیا العاشر ما بین خروج الامام الی ان تقام الصلوة الحاوی عشر ما بین

ان مجلس الامام علی المنبر الی ان تقضى الصلوة الثاني عشر ما بین اول الخطبة والفرغ منها الثالث عشر عند الجلوس بین الخطبتین اور وقت جلسہ خطیب کے کلام کرنا نزدیک امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے درست ہے تاہم ثانیہ میں نقلاً عن الغیاثیہ مرقوم ہے ولو سکت الخطیب حین جلس ساعة قال ابو یوسف یماح له التکلم فی تلك الساعة اور در مختار میں مثل اس کے مرقوم ہے اور صحیح بخاری شریف میں کہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کے ہے بیچ باب رفع الیدین فی الخطبة کے عین حالت خطبہ میں دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منقول سے اور ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز جمعہ کے خطبہ فرماتے تھے کہ ایک شخص آیا پس کہا اے رسول اللہ کے ہلاک ہوئے جاتے ہیں چار پائے اور ہاک ہوئے جلتے ہیں شاة پس دعا فرماؤ اللہ سے یہ کہ ترکہ سے ہم کو پس دراز کیے آپ نے ہاتھ مبارک اپنے اور درخواست دعا کی حد ثنا مسدد ثنا حماد بن زید عن عبد العزیز عن انس وعن یونس عن ثابت عن انس قال بیئما التبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعة اذ قام رجل فقال یا رسول اللہ هلاک الکواع وهلاک الشاة فادع اللہ ان یسقینا فمد یدیه ودعا جبکہ کلام کرنا اُس وقت میں کلام مجتہد سے ثابت ہوا اور مانگنا دعا کا عین حالت خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور محقق ہے پس مانگنا دعا کہ افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالیٰ جل و علا کے اور وہ وقت قبولیت دعا کا ہے موافق مرقوم بالا کے اور اکثر روایات معتبرہ کے اور مانع کلام وغیرہ کا پڑھنا خطیب کا تھا وہ بھی اُس وقت میں نہیں ہے کمال مستحسن ہوگا اور بھی بیچ مفتاح الصلوة کے دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کے درست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بقدر آیت کے مجتہد سے اور سند احابت دعا کی صحیح مسلم و شاریح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی مفتاح الصلوة میں مرقوم ہے در بیان دو خطبہ کہ امام بنشینند دعا بطریق ادنیٰ جائز خواہ بود علی الخصوص در احادیث آمدہ کہ ساعة الاجابة ما بین ان یجلس الامام فی الخطبة الی ان تقضى الصلوة کما صحیح فی صحیح مسلم و جزم الامام النووی فی شرح مسلمہ وقال هو الصواب پس باید کہ در وقت جلوس کہ در ظاہر الروایۃ مقدار آیت واردست کما فی المجتبیہ وغیرہ رہنا اتنا فی الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة وقناع عذاب النار خواند کہ عمل بر ظاہر الروایۃ واحادیث صحیحہ واقع گردد اگر دست برداشتہ بخواند موافق طریقہ دعا کہ در احادیث ست واقع گردد و عمل بزرگان نیز بہت آور ایسا ہی بیچ فتوح الاوراد کے مرقوم ہے اور بیچ حصین کے ایک آداب دعا میں رفع یدین کو بند حدیث تحریر کیا ہے و دفعهما وان یکون دفعهما حذو والمنکبین دامن یعنی آداب دعا سے ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا طرف آسمان کے نقل کی یہ صحاح سنہ میں اور یہ کہ جو دے ہاتھ اٹھانا برابر ہونڈھوں کے نقل کی سنن ابوداؤد و احمد و حاکم نے اس سے خوب واضح ہوا کہ دعا مانگنا ساتھ رفع یدین کے چاہیے (المتخالی) ہاتھ اٹھانا بغیر دعا کے عبث اور بے فائدہ ہے اور یہ بھی واضح دلالت ہوا کہ دعا مانگنا اور ہاتھ اٹھانا آداب دعا کے سے دور ہونا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب **احمد حسین بیگ** غفر اللہ **محمد رضا علی خاں** **سید یعقوب علی خاں** **نور محمد علی**

سید محمد ناکر عفی عنہ علمائے بریلی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے اور عمل وہ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علی جل مجدہ اتمہ و احکم

مسئلہ ۲۰۰ صفر علی خاں بریلی باض مندی -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز مجتہد میں کوئی سورہ کلام مجید کی چھوٹی پڑھی جاوے یا بڑی

اور چھوٹی پڑھی جاوے تو کس قدر اور بڑی پڑھی جاوے تو کس قدر بدیں وجہ کہ مسجد کی یہ حالت ہے کہ کچھ نمازی اندر سایہ کے اور کچھ باہر  
فرش پر کہ جہاں بالکل دھوپ اور فرش بھی گرم ہوتا ہے۔

### الجواب

جمعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سورہ جمعہ دوسری میں سورہ منافقین اور کبھی پہلی میں سورہ اسم  
و بک الاعلیٰ اور دوسری میں ہل اٹھ حدیث الغاشیہ ثابت ہے اور حسب حاجت و مصلحت کی بیشی کا اختیار ہے اور اگر مقتدیل پر  
تکلیف و ناگواری ہو تو اختصار لازم ہے مگر حتی الامکان قدر مسنون سے کمی نہ کرے کہ قدر مسنون کا محض کسر کی وجہ سے ناگوار ہونا ان کا قصور ہے  
جس میں نہ وہ سختی رعایت نہ اس کے سبب ترک سنت کی اجازت ہاں اگر مثلاً کوئی مریض یا ضعیف ایسا ہو کہ بقدر سنت پڑھنا بھی اس کے لیے  
باعث تکلیف ہوگا تو اس کی رعایت واجب ہے اگرچہ نماز جمعہ صحت کو ضرر و خلاص سے بڑھانا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## اَوْفَى اللَّمْعَةِ فِي اَذَانِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

۱۳

۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

**مسئلہ**۔ از ملک بنگالہ موضع فاکوچیل ضلع سلٹ۔ ڈاکٹر زنگدیش پور مرسلہ برلوی ممتاز الدین صاحب ارڈی الحجۃ ۱۳۱۰ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان مسجد کے اندر دینا کیسا ہے جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد جو  
دی جاتی ہے آیا وہ اذان مسجد کے اندر خطیب کے سامنے کھڑا ہو کر کہے یا باہر مسجد کے اندر بر تقدیر اول بلا کراہت جائز ہے یا نہیں بعض لوگ  
کہتے ہیں یہ بلا کراہت سب علمائے کرام کے نزدیک جائز ہے اور سلف صالحین سے لے کر اس زمانے تک کل انصار و دیار میں اسی طریقہ مسنون پر  
باتفاق علمائے کرام جاری و دائر ہے۔ شامی میں ہے کہ مؤذن اذان خطیب کے سامنے کہے۔ ہایہ میں ہے منبر کے سامنے کہے۔ اور اسی پر  
علماء کا عمل ہے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا مگر یہ اذان اور درمیان میں ہے خطیب کے سامنے کہے ان  
عبارات سے ہو پیدا ہوا کہ دو برو خطیب کے مسجد کے اندر کہے اور باہر مسجد یا صحن مسجد میں کھڑا ہو کر اذان کہنا خلاف کتب فقہ و سلف صالحین کا  
ہے انتہی اور بعض لوگ کہتے ہیں جمعے کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے کھڑے ہو کر مکروہ نہیں ہے۔ اگرچہ جہاں تک اطلاق  
بین یدیلہ آتا ہے سب جگہ درست ہے انتہی۔ ان میں کونسا قول صحیح ہے۔ بینوا توجروا

### الجواب

ہمارے علماء کرام نے فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ خلاصہ و فتح القدیر و نظم و شرح نقایہ بر جندی و بحر الرائق و فتاویٰ ہندیہ و  
مخطوطی علی مراقی الفلاح و غیرہ میں تصریح فرمائی کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے فتاویٰ خانیہ میں ہے ینبغی ان یؤذن علی

المئذنة او خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد يعني اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہیے مسجد میں اذان نہ کی جائے یعنی نبی عمارت  
 فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ عالمگیری میں ہے فتح القدیر میں ہے الاقامة في المسجد لا بد واما الاذان فغلة المئذنة فان لم يكن فني فناء  
 المسجد وقالوا لا يؤذن في المسجد يعني بکبر تو ضرور مسجد میں ہوگی۔ یہی اذان وہ منارے پر ہو منارہ نہ ہو تو بیرون مسجد زمین متعلق مسجد میں  
 علم فرماتے ہیں مسجد میں اذان نہ ہو نیز خود باب الحجۃ میں فرمایا ہو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراهة الاذان فی داخلہ  
 وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے مسجد میں یعنی حوالی مسجد کے اندر اس لیے کہ خود مسجد کے اندر اذان دینی مکروہ ہے۔ بشرح مختصر الوقتیہ للعلامة  
 عبد العلی ہیں ہے فی ایراد المئذنة اشعار بان السنة فی الاذان ان يكون فی موضع عال بخلاف الاقامة فان السنة فیها ان  
 تكون فی الارض وايضا فيه اشعار بان لا يؤذن فی المسجد فقد ذکر فی الخلاصة انه ينبغي الخ اه باخصار یعنی صدر الشریعہ  
 قدس سرہ نے اذان کے لیے منارے کا جو ذکر فرمایا اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ اذان میں سنت یہ ہے کہ بلند جگہ پر ہو بخلاف بکبر کہ اس میں  
 سنت یہ ہے کہ زمین پر ہو۔ نیز اس میں تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے خلاصہ میں اس کی مانعت کی تصریح ہے۔ بحوالہ اللہ فی  
 ہے فی الفتیۃ بسن الاذان فی موضع عال والاقامة علی الارض وفي المغرب اختلاف المشايخ اه والظاهر انه يسير المكان  
 العالی فی اذان المغرب ایضا كما سیأتی وفي السراج الوهاج ينبغي ان يؤذن فی موضع يكون السمع للخير ان وفي الخلاصة  
 ولا يؤذن فی المسجد اه مختصرا یعنی قنبرہ میں ہے کہ اذان بلندی پر اور بکبر زمین میں ہونا سنت ہے اور مغرب کی اذان میں مشایخ کا  
 اختلاف ہے کہ وہ بھی بلندی پر ہونا مسنون ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب میں بھی اذان بلندی پر ہونا سنت ہے اور سراج الوهاج  
 میں ہے اذان وہاں ہونی چاہیے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے اور خلاصہ میں فرمایا کہ مسجد میں اذان دینی اسی میں بعد چند روئی  
 کے ہے السنة ان يكون الاذان فی المنارة والاقامة فی المسجد سنت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور بکبر مسجد میں۔ حاشیہ طحاوی میں  
 ہے یکرہ ان يؤذن فی المسجد كما فی الفہستانی عن النظم فان لم يكن ثم مكان مرتفع للاذان يؤذن فی فناء المسجد كما  
 فی الفتیۃ یعنی مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے جیسا کہ قستانی میں نظم سے منقول ہے تو اگر وہاں اذان کے لیے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو  
 مسجد کے آس پاس اس کے متعلق زمین میں اذان دے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلا قید ہیں  
 جن میں جمعہ وغیرہ کسی کی تخصیص نہیں مدعی تخصیص پر لازم کہ ایسے ہی کلمات صریحہ معتمدہ میں اذان ثانی جمعہ کا استثناء دکھائے مگر ہرگز  
 نہ دکھائے گا رہا لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنبر سے استدلال مذکور فی السؤال وہ محض ناواقفی ہے ان عبارات کا  
 حاصل صرف اس قدر کہ اذان ثانی خلیفہ کے سامنے منبر کے آگے امام کے مواجہہ میں ہو اس سے یہ کہاں سے نکلا کہ امام کی گود میں  
 منبر کی لگ پر ہو جس سے داخل مسجد ہونا استنباط کیا جائے بین یدی سمت مقابل میں منہائے جہت تک صادق ہے جو وقت طلوع مواجہ  
 مشرق یا ہنگام غروب مقبیل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کہے گا کہ آفتاب میرے سامنے ہے یا فارسی میں ہمدرد بردی من سمت یا عربی میں  
 الشمس بین یدی حالانکہ آفتاب اس سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دور ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے یعلم ما بین یدیہم  
 وما خلفہم اللہ بکاد و تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ اس کے سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے یعنی گزر گیا۔



یہ ہرگز ماضی و مستقبل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اُس میں داخل ہے۔ یوہیں ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قول کہ قرآن عظیم نے ذکر فرمایا کہ ما بین ابدینا وما خلفنا وما بین ذلك اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تمام ماضی و مستقبل و حال سب کو شامل ہے ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرآن حالیہ ایک نوع قرب ہر شے کے لائق مستفاد ہوتا ہے۔ اتصال حقیقی کہ خواہی خواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو قال اللہ تعالیٰ وهو الذی یوصل الیہ الریح ابین یدی رحمۃ حتی اذا اقلت سبحاناً ثقیلاً سقنہ لبلد مہم فأنزلنا بہ الماء الآیہ۔ اللہ ہے کہ بھجنا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتی باران رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب انہوں نے اُبھارے بوجھل بادل ہم نے اُسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف تو اُتار اُس سے پانی بین یدی نے قرب مطر کی طرف اشارہ فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی مٹا اُترے بلکہ چلیں اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے وقال تعالیٰ۔ ان ہواکانذا یرکبہ بین یدی عذاب شد بد ۵ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے نہیں جیسا کہ اے کافروں گمان کرتے ہو وہ تو نہیں مگر تمہیں ڈرسانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔ آیت نے قرب قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے پھر اُس کا قرب اُس کے لائق ہے۔ تیرہ سو تینتالیس برس گزر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے پس جو اذان در مسجد پر یا فنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذات امام میں دی جائے اُس پر ضرور بین یدیہ صادق ہے بلاشبہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے ردبر و منبر کے آگے اذان ہوئی اداسی قدر درکار ہے غالباً خود مستدین کو معلوم تھا کہ قریب مسجد بیرون مسجد مواجد امام کو بھی بین یدیہ شامل ہے ولہذا ردبر و خطیب کہنے کے بعد ان لفظوں کی حاجت ہوئی کہ مسجد کے اندر مگر خاص یہی لفظ کہ اصل مدعا تھے صرف اپنی طرف سے اضافہ ہوئے۔ شامی و ہدایہ و در مختار وغیرہ میں کہیں اس کی بوجہ نہیں۔ اب ہم ایک حدیث صحیح ذکر کریں جس سے اس بین یدیہ کے معنی بھی آفتاب کی طرح روشن ہو جائیں اور اُس ادعائے توارث کا حال بھی کھل جائے سنن ابی داؤد شریف میں بسند حسن مروی ہے حد ثنا النقیلی ثنا محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحق عن الزہری عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر و عمر یعنی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب روز جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے ردبر و اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی اور یوہیں ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔ اس حدیث جلیل نے واضح کر دیا کہ اس ردبر سے امام پیش منبر کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ زمانہ رسالت خلفائے راشدین سے کیا متواتر ہے۔ ہاں یہ کہیے کہ اب ہندوستان میں یہ اذان متصل منبر کہنی شائع ہو رہی ہے مگر نص حدیث سے جدا تصریحات فقہ کے خلاف کسی بات کا ہندیوں میں رواج ہو جانا کوئی حجت نہیں۔ ہندیوں میں ایک یہی کیا اور وقت کی اذانیں بھی بہت لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں حالانکہ وہاں تو ان تصریحات اللہ کے مقابل بین یدیہ وغیرہ کا بھی دھوکا نہیں۔ پھر ایسوں کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ الحمد للہ یہاں اس سنت کریمہ کا اجبار عزوجل نے اس فقیر کے ہاتھ پر کیا میرے یہاں مؤذنین کو مسجد میں اذان دینے سے ممانعت ہے۔ جمعہ کی اذان ثانی مجد اللہ تعالیٰ منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر جوتی ہے جس طرح زمانہ اقدس حضور پر نور ستید عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوا کرتی تھی ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم والحمد للہ رب العالمین بعض دیگر جن سے سائل نے دوسرا قول نقل کیا اگرچہ اتنا سمجھے بین یدی سے داخل مسجد ہونا اصلاً مفہوم نہیں ہوتا مگر کتابوں پر نظر ہوتی تو خلافت تصریحات علماء اعداء ہوتا کہ مسجد کے اندر مکروہ نہیں ہے نہ کچھری میں فقیر بہ نیت خاکبوسی آستانہ علیہ حضرت سلطان الادبیا محبوب الہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریلی سے شہ الرحال کر کے حاضر بارگاہ غیاث پور شریف ہوا تھا دہلی کی ایک مسجد میں نماز کو جانا ہوا اذان کہنے والے نے مسجد میں اذان کسی فقیر نے حسب عادت کہ جو امر خلافت شرع مطہر پایا مسئلہ گزارش کر دیا اگرچہ اُن صاحب سے اصلاً تعارف نہ ہوا نہ مؤذن صاحب سے بھی بہ نسی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے کہا کہاں لکھا ہے۔ میں نے قاضی خان۔ خلاصہ۔ عالمگیری۔ فتح القدیر کے نام لیے۔ کہا ہم اُن کی نہیں مانتے فقیر سمجھا کہ حضرت طائفہ غیر مقلدین سے ہیں۔ گزارش کی کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کسی کچری میں ذکر ہیں۔ فقیر نے کہا حکم الحاکمین جل جلالہ کا سچا حقیقی مبارک توارفع واعلیٰ ہے آپ انہیں کچروں میں روز دیکھتے ہوں گے چپراسی مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری کچری کے کمرے کے اندر کھڑا ہو کر پکارتا ہے یا باہر۔ کہا باہر۔ کہا اگر اندر ہی چلا نا شروع کرے تو بے ادب ٹھہرے گا یا نہیں بولے اب میں سمجھ گیا۔ غرض کتابوں کو نہ مانا جب اُن کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا تسلیم کر لیا۔ فکر بکسر بقدر ہمت دوست الحمد للہ حق واضح ہو گیا **اقول** وباللہ التوفیق یہاں دو نکتے اور قابل لحاظ وغیرہ میں اول اگر بانی مسجد نے مسجد بناتے وقت تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لیے منارہ خواہ کوئی محل مرتفع بنایا تو یہ جائز ہے اور اتنا ٹکڑا اذان کے لیے جدا سمجھا جائے گا اور مسجد میں اذان دینے کی کراہت یہاں غرض نہ ہوگی جیسے مسجد میں وضو کرنا اصلاً جائز نہیں مگر پہلے سے اگر کوئی محل معین بانی نے وضو کے لیے بنوایا ہو تو اُس میں وضو جائز ہے کہ اُس قدر شش قرار پائے گا اشہاء میں ہے تکرہ المضمضة والوضوء فیہ الا ان یکون ثمة موضع اعد لذلك لا یصلی فیہ اوفی اناء در مختار میں ہے یکوہ الوضوء الا فیما اعد لذلك رد المحتار میں ہے لان ماء مستقذر طبعاً فیجب تنزیہ المسجد عنہ کہا یجب تنزیہا عن المحاط والبلغم بدائع فقیر نے اُس پر تعلیق کی ہذا تعلیل علی مذهب محمد والمفتی۔ اما علی قول الامام من تجبیس الماء المستعمل فظاہر رد المحتار میں ہے **قول** الا فیما اعد لذلك انظر هل یشتراط اعدا ذلك من الواقع امر لا فقیر نے اس پر تعلیق کی **اقول** نعم وشیء اخر فوف ذلک وہی ان یکون الا اعدا قبل تمام المسجد یتعد فان بعدہ لیس له ولا لغیرہ تعویضہ للمستقذرات ولا فعل شیء یخل بحجرتہ اخذتہ مما یاتی فی الوقف من مسئلة بناء الواقع فوق المسجد بیتا لیسکنہ الامام اسی طرح اگر منارہ یا منارہ بیرون مسجد فنائے مسجد میں تھا بعدہ مسجد بڑھائی گئی اور زمین متعلق مسجد مسجد میں لے لی کہ اب منارہ اندرون مسجد ہو گیا اس پر بھی اذان میں حرج نہ ہوگا کہ یہ بھی وہی صورت ہے کہ اس زمین کی مسجدیت سے پہلے اس میں یہ عمل اذان کے لیے مصلحت ہو چکا تھا کسلا لا یخفی ہاں اگر داخل مسجد کوئی شخص اگرچہ خود بانی مسجد یا مکان اذان کے لیے مصلحت کرنا چاہے تو اُس کی اجازت نہ ہونی چاہیے کہ بعد تمام مسجد کسی کو اُس سے استثناء یا فعل مکروہ کے لیے بنا کا اختیار نہیں۔ در مختار میں ہے لو بنی فوقہ للاہام لا یضر لانه من المصلح اما لو قمت المسجد یتعد اذالبناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تا تا رخانیہ فاذا کان هذا

فی الواقع فیکف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد ووم متعلقات مسجد میں مسجد کے لیے اذان ہونے کو عرف میں یوں تعبیر کہتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہوئی مثلاً منارہ بیرون مسجد زمین خاص مسجد سے کسی گز کے فاصلے پر ہوا وہ اس پر اذان کی جگہ تو ہر شخص ہی کے گھر مسجد میں اذان ہو گئی نماز کو چلیں کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہوئی نماز کو اٹھو عرف عام شائع ہے جس سے کسی کو مجال انکار نہیں ولہذا امام محقق علی الاطلاق نے ہو ذکر اللہ فی المسجد کی وہ تفسیر فرمادی کہ ای فی حدودہ اور اس کی دلیل وہی ارشاد فرمائی کہ لکھتے اذان فی داخلہ یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ کوئی سخن تاثر اس نظائر حدیث سلم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحقاً ان من سنن الہدی الصلاۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ وامثال عبارات کوہ خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ سے دھوکا نہ کھائے اور اسباب حدیث ابن ماجہ عن امیر المؤمنین عثمان الغنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجتہ وھو لا یرید الرجعة فهو منافق سے دھوکا اور بھی ضعیف تر ہے فان فی المسجد ظروف الادراک دون الاذان ولہذا علامہ مذہبی نے تفسیر میں اس حدیث کی یوں شرح فرمائی (من ادرك الاذان) دھوکا (فی المسجد) الخ بلکہ خود حدیث شرح حدیث کو بس ہے احمد بسند صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کنت فی المسجد فودی بالصلاۃ فلا یمخرج احدکم حتی یصلی یا یجلبجاں ایسے الفاظ واقع ہوں اُنھیں دو نکتوں سے ایک پر محمول ہیں اقول وہ یجلی ما فی الجلابی انہ یؤذن فی المسجد او ما فی حکمہ لا فی البعید منہ ای یؤذن فی حدود المسجد وفتاویٰ کا منہ یہ الا امام المحقق علی الاطلاق اوفی نفس المسجد ان کان ثمة موضع اعتدالہ من قبل او یؤذن فیما ہو فی حکمہ لقابہ منہ بحیث یعد الاذان فیما اذا نال المسجد کما فعل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث احداث الاذان الاول علی الزوراء داہ فی السوق ولا یؤذن للبعد فی البعید منہ فان المسجد اذا کان غریبی البلد مثلاً واذن شرابیہ بل اذن لمسجد حتی آخر لا یعد ذلک اذا نالہ کما لا یجفی فلا استدراک بکلام الجلابی علی کلام النظم کما زعم الفقہانی واللہ التوفیق وبما قد منا من تحقیق مفاد بین ید یہ وانہ یستدعی بقیۃ الحال قربانیا سب المقام لا الا اتصال وضم المسجد اللہ ما قال الفقہانی تحت قول النقایۃ اذا جلس علی المنبر اذن ثانیاً بین ید یہ ما نصہ ای بین الیچھتین للسامتین لیچھن المنبر والامام ویسارہ قریباً منہ ووسطہما بالسکون فیستمل ما اذا اذن فی زاویۃ قائمۃ او حادۃ او منفرجۃ حادثۃ من ہاتھین الیچھتین اہ فلیس القرب منکر اولاً بالاتصال مشعر اذ انما اراد بہ اخراج البعد الذی لا یعد بہ الا اذان اذنا فی ذلک المسجد کما ذکرنا فی کلام الجلابی غرض عام کتب معتمدہ مذہب کے حکمات اگر ایک آدمی غریب و نامتداول کتاب میں کوئی تصریح بھی ہوئی عقلاً و عرفاً و شرعاً قابل قبول نہ ہوئی الا تری ان العلامة الطحطاوی کیف اقتصر فی الحکمہ علی حکایۃ ما فی الفقہانی عن النظم ولم یرجع علی استدراک اصلاً علماً منہ ان الاستدراک لا یمتقی نقلاً نہ کوئی لفظ محتمل تا صریح صاف منہ لائن توجیہ و تصحیح کما لا یجفی علی ذی عقل فیحیہ مکن ای یفتی المتحقق واللہ سبحانہ ولی التوفیق والحمد للہ رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین واللہ تعالیٰ اعلم وعلیٰ جبل مجدۃ اتمروا حکم۔

## باب العیدین

مسئلہ - از سہرام محلہ پتلہ ضلع آرمہ مسئلہ قدرت اللہ صاحب ۵، شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنة پابند صوم و صلوٰۃ متقی نے اول خطبہ عید الضعیف پڑھ کر بیک وقت سلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تکبیر بآواز بلند خود کہا اور صلیوں سے کہلایا پھر بآواز بلند کہہ پڑھا کہ پڑھا پھر دوسرا خطبہ پڑھا بعد فراغ سوال کیا گیا یہ غیر مشروع فعل کیوں کیا اس نے جواب دیا میرا یہ فعل غیر مشروع نہیں حالت کیف میں صادر ہوا مثل قول مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ساریہ الجبل ہے یہ دعویٰ معنی کا کہاں تک صحیح ہے بعد اسے فعل کا مرکب لائن ملامت ہے یا نہیں دینوا توجروا۔

الجواب

بیک دور و ذکر اس نے خود کے حجت نہیں البتہ مقتدیوں سے کہلانا بے محل ہوا کہ وہ خطبہ میں مامور بالکوت ہیں اگر حالت وجد میں ایسا ہوا جیسا کہ اس کا بیان ہے تو معذور ہے اور جب سائل اسے عالم سنی متقی کہتا ہے تو اس کا بیان کیوں نہ تسلیم کیا جائے مہذا مسئلہ شرعی معلوم کر لینا دوسری بات ہے وہ ضرور چاہیے مگر عمام کو سنی عالم متقی پر اس کی کسی نفوذ کے سبب ملامت کی اجازت نہیں ہو سکتی کما فیض علیہ الاثمتہ و اشادت الیہ الاحادیث یہ اس کے حق میں ہے جو سنی عالم ہو ورنہ آج کل بہت گمراہ بددین بلکہ مرتدین مثلاً دابیرہ دیوبند و غیر ہم اپنے آپ کو سنی عالم کہتے ہیں وہ ملامت کیا اس سے ہزاروں درجہ نکتہ تر کے مستحق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## سُورَةُ الْعِيدِ السَّعِيدِ فِي حُلِّ الدُّعَاءِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنؤ نے اپنے فتاویٰ کی ثانی میں یہ امر تحریر فرمایا ہے کہ بعد دو گانہ عیدین یا بعد خطبہ عیدین دعا مانگنا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی طرح ثابت نہیں اب دابیرہ نے اس پر براغل شور کیا ہے دعائے مذکورہ کونا جائز کہتے اور مسلمانوں کو اس سے منع کرتے اور تحریر مذکور سے استدلال کرتے ہیں کہ مولوی عبدالحی صاحب فتوے دے گئے ہیں ان کی مانتوں نے یہاں تک اثر ڈالا کہ لوگوں نے بعض فراموش پنچگانہ بھی دعا چھوڑ دی اس بارے میں حق کیا ہے۔ دینوا توجروا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَانَا الْعِيدَ وَجَعَلَهُ مَقَرًا بِالْكَلِّ بَعِيدًا وَآمَرَنَا بِالْدُّعَاءِ فِي

اليوم السعيد و وعدنا بالاجابة في الكلام الحميد والصلاة والسلام على من وجهه عيد ولقاؤه عيد ومولده عيد واي عيد وعلى آله الكرام وصحبه العظام ما دعا الله في العيد عبد سعيد وتعاقد النور والسرور غداة العيد واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه من يوم ابداً يوم يعيد امين امين يا عزيز يا مجيد

## الجواب

اللهم هداية الحق والصواب نماز عيدين كى يبد دعا حضرت عاليه تابعين عظام ومجتهدين اعلام رضى الله تعالى عنهم ثابت قال الفقير عبد المصطفى احمد رضا المحمدي السني الحنفى القادرى البركاتى البريلوى غفر الله له وحق امله ابنانا المولى عبد الرحمن السراج الملكى مفتى بلد الله الحرام بيته عند باب الصفا لثمان بقين من ذى الحجة سنة خمس وتسعين بعد الالف والمائتين فى سائر مروياته الحد يشية والفقهية وغير ذلك عن حجة زمانه جمال بن عبد الله بن عمر الملكى عن الشيخ الاجل عابد السندى عن عمه محمد حسين الانصارى اجازنى به الشيخ عبد الحاق بن على المزجاى قرائته على الشيخ محمد بن علاء الدين المزجاى عن احمد النخلى عن محمد البابلى عن سالم السنورى عن النجم الغيطى عن الحافظ زكريا الانصارى عن الحافظ ابن حجر العسقلانى انا به ابو عبد الله الجوزى انا قوام الدين الاتقانى انا البرهان احمد بن سعد بن محمد البخارى والحسام السفتانى قالا ابنانا حافظ الدين محمد بن محمد بن نصر البخارى هو حافظ الدين الكبير ابنا نا الامام محمد بن عبد الستار الكورسى ابنا نا عمرو بن الكريم الورسكى انا عبد الرحمن بن محمد الكرماني انا ابو بكر محمد بن الحسين بن محمد هو الامام فخر القضاة الارشادى انا عبد الله النوزنى انا ابو زيد الدومى انا ابو جعفر الاستروشى ح وابنا نا عالياً باراج ورج شينى وبركشى وولى نعمتى ومولاى وسيدى وذخرى وسندى ليومى وغدى سيدنا الامام الهام العارف الرجل العالم الاكمل السيد ال الرسول الاحمدى الماهرى رضى الله تعالى عنه وارضاه وحبل الفردوس متقلبه ومثواه لحسن خلت من جمادى الاولى سنة ٩٢٧ ربيع وتسعين بداره المطهرة بماره المنورة فى سائر ما يجوز له روايته عن استاذة الشاه عبد العزيز المحدث الدهلوى عن ابيه عن الشيخ تاج الدين القلعة مفتى الحنفية عن الشيخ حسن العجى عن الشيخ خير الدين الرولى عن الشيخ محمد بن سراج الدين الخانوقى عن احمد بن الشيبلى عن ابراهيم الكركى يعنى صاحب كتاب الفيض عن امين الدين يحيى بن محمد الاقصرانى عن الشيخ محمد بن محمد

له انظر الى الطافة هذا السند الجليل والجلالة شأنه فان رجاله كلهم من سيدنا الشيخ الى صاحب المذهب الامام الاعظم جميعا من اجلة اعلام الحنفية ومشاهيرهم واكثرهم اصحاب تاليفات فى المذهب ١٢ منه



فارغ ہو تو دعا میں تعجب اور شفقت کر اور اپنے رب کے سامنے تضرع و زاری بجالا (خطبہ جلالین میں ہے ہذا تکلمۃ تفسیر  
الامام جلال الدین المصطفیٰ علی منطہ من الاعتقاد علی ارجح الاقوال وترك التطویل بدکرا قال غیر مرضیۃ اہ ملخصا  
علامہ زرقانی شرح مواہب لدینیہ میں فرماتے ہیں ہوا الصحیح فقد اقتصار علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال  
اور پر ظاہر کہ ایک کریم مطلق ہے اور باطلات نماز فرض و واجب و نفل سب کو شامل تو بلاشبہ نماز عیدین بھی اس پاک مبارک حکم میں داخل  
ہوئیں احادیث سے بھی ادبار صلوٰۃ کا مطلقاً محل دعا ہونا استفادہ لہذا علماء و شہادت حدیث نماز مطلق کے بعد دعا مانگنے کو آرا ہے  
گئے ہیں امام شمس الدین محمد ابن ابجرری حصین اور مولانا علی قاری اُس کی شرح حزنین میں فرماتے ہیں والصلوٰۃ ای ذات  
الکوع والسجود والموادان یقع الدعاء المطلوب بعد ما یعنی آداب سے ہے کہ مطلب کی دعا بعد نماز ذات رکوع و سجود واقع ہو  
پھر فرمایا عہد حبس ای رواہ الادبۃ وابن حبان والحاکم کلہم من حدیث الصمدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی یہ ادب  
حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُس حدیث سے ثابت ہے جسے ابو داؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے  
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اقول یہ ہیں یہ حدیث ابن اسنی و بیہقی کے یہاں مروی اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی مذکور  
امام ترمذی نے اس کی تحقین کی۔ ظاہر ہے کہ نماز ذات رکوع و سجود نماز جنازہ کے سوا ہر نماز فرض و واجب و نافلہ کو شامل جن میں نماز  
عیدین بھی داخل ہیں اقول وباللہ التوفیق اصل یہ ہے کہ اعمال صالحہ و جہ رضائے مولیٰ جل و علا ہوتے ہیں اور رضائے مولیٰ  
تبارک و تعالیٰ موجب اجابت دعا اور اس کا محل عمل صالح سے فراغ پاکر کما قال تعالیٰ فاذا قرعْتَ فَاَنْصَبْ وَلَمَّا حَدِیث  
میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا المرئی العمال یعلمون فاذا فرغوا من اعمالہم و فوا السجود و رکع کیا  
تو نے نہ دیکھا کہ مزدور کام کرتے ہیں جب اپنے عمل سے فارغ ہوتے ہیں اُس وقت پوری مزدوری پاتے ہیں رواہ البیہقی عن  
سحاب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فی حدیث طویل دوسری حدیث میں ہے العامل انما یوفی اجورہ اذا قضی عملہ عامل کو  
اُسی وقت اجر کامل دیا جاتا ہے جب عمل تمام کر لیتا ہے رواہ احمد و البزار و البیہقی و ابوالشیخ فی الثواب عن ابی ہریرۃ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث تو سائل کے لیے بیشک بہت بڑا موقع دعا ہے کہ مولیٰ کی خدمت و طاعت کے بعد اپنی حاجات  
عرض کرے و لہذا وارد ہوا کہ ہر ختم قرآن پر ایک دعا مقبول ہے بیہقی و خطیب و ابونعیم و ابن عساکر نس رضی اللہ عنہ سے راوی حضور  
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مع کل ختمۃ دعوة مستجابۃ ہر ختم کے ساتھ ایک دعا مستجاب ہے۔ طبرانی معجم کبیر میں  
عراض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من ختم القرآن فله دعوة مستجابۃ  
جو قرآن ختم کرے اُس کے لیے ایک دعا مقبول ہے اسی لیے روزہ دار کے حق میں ارشاد ہوا کہ افطار کے وقت اُس کی ایک دعا و دعائیں ہوتی  
امام سند اور ترمذی بافادہ تحقین جامع اور ابنائے ماجہ و حبان و خزیمہ اپنی صحاح اور بزار سند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا ترد دعوتہم الصائمین یفطر الحدیث تین شخصوں کی  
دعا رد نہیں ہوتی ایک اُن میں روزہ دار جب افطار کرے) ابن ماجہ و حاکم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے



راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان للصائم عند فطره لدعوة ما تود بیشک روزہ دار کے لیے وقت افطار بالیقین ایک دعا ہے کہ روزہ ہوگی امام حکیم ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نکل عبد صائم دعوة مستجابة عند افطاره اعطيها في الدنيا او ادخوت له في الآخرة ہر روزہ دار بندے کے لیے افطار کے وقت ایک دعا مقبول ہے خواہ دنیا میں دیدی جائے یا آخرت میں اُس کے لیے ذخیرہ رکھی جائے وفي الباب احادیث أخر اور بالیقین یہ فضیلت روزہ فرض و واجب و نفل سب کو عام کہ مخصوص میں قید و خصوص نہیں ولہذا امام عبدالعظیم منذری نے حدیث پیشین کو الترغیب فی الصوم مطلقاً میں ایراد فرمایا اور علامہ منادی نے تیسرے شرح جامع صغیر میں زیر حدیث باب مروی عقیل و بیہقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد لفظ دعوة الصائم کے ولو نفلاً تحریر کیا تو بلاشبہ نماز بھی کہ افضل اعمال و اعظم ارکان اسلام اور روزے سے نادم موجب رضائے ذوالجلال والا کرام ہے یہ ہیں اپنے عموم و اطلاق پر رہے گی اور بعد فراغ تکلیف و عاصرت فرائض سے خاص نہ ہوگی اور کیونکر خاص ہو حالانکہ خود حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا اور فرمایا جو ایسا ذکرے اُس کی نماز ناقص ہے ترمذی و نسائی و ابن خزیمرہ حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلاة مثنی مثنی تشہد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسک وتقع يدك يقول ترفعها الى ربك مستقبلاً ببطونهما وجهك وتقول يارب يارب من لم يفعل ذلك فهي كذا وكذا یعنی نماز نفل دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر التحیات اور خضوع و زاری و تذلل پھر بعد سلام دونوں ہاتھ اپنے رب کی طرف اٹھا اور ہتھیلیاں چہرے کے مقابل رکھ کر عرض کرے میرے رب اے رب میرے جو ایسا ذکرے تودہ نماز چین و چٹاں یعنی ناقص ہے (مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مصرفاً یا فمن لم يفعل ذلك فهو خداج جو ایسا ذکرے اُس کی نماز میں نقصان ہے) علامہ طاہر تکمیل الجمع بحالہ لا زوایں فرماتے ہیں فیہ ثم تقع يدك وهو عطف علی محذوف ای اذا فرغت منهما فسلم ثم ارفع يدك سائلاً فوضع الخبر موضع الاوصیہ میں ہے ای اذا فرغت منهما فسلم ثم ارفع يدك فوضع الخبر موضع الطلب الخ لا جرم جبکہ حصن حصین میں اس حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پر حضرت ترمذی و نسائی نے اشارہ کیا کہ قلنا یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخر و در الصلوات المكتوبات ہم نے عرض کی یا رسول اللہ کونسی دعا زیادہ سنی جاتی ہے فرمایا رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد (مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہامی نے اُس کی شرح میں لکھا در الصلوات المكتوبات ای عقیب الصلوات المفروضات والتقیید بها لكونها افضل الحالات فهي ارجی راجابة الدعوات و در الصلوات المكتوبات کے یہ معنی کہ فرض نمازوں کے بعد اور اُن کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ وہ سب حالتوں سے افضل ہیں تو اُن میں امید اجابت زیادہ ہے) دیکھو صاف تصریح ہے کہ نماز کے بعد تکلیف دعا کچھ فرضوں ہی سے خاص نہیں بلکہ اُن میں بوجہ افضلیت زیادہ خصوصیت ہے اور بالیقین خود یہی پوچھا تھا کہ سب میں زیادہ کونسی دعا مقبول ہے لہذا اُن کی تفسیر فرمائی گئی۔ بالجلہ جب تخصیص فرائض ماطل ہر چکی تو خراج

واجبات پر کوئی دلیل نہیں بلکہ ان پر دلائل مطلقہ کے سوا حدیث نافلہ پر سبیل اولویت ناطق کہ جب اوبارہ نوافل تک محل دعا و مظاہرہ  
اجابت ہیں تو واجبات کہ ان سے اعلیٰ و اعظم اور ارضائے الٰہی میں اور فوائد میں کیونکہ اس فضل سے خارج ہوں گے ہل ہذا الا  
توجیح المرجوح ثم اقول بلکہ واقعہ نفس الامر کو لحاظ کیجئے تو فریضہ و نافلہ کے لیے ثبوت خاص بعینہ واجبات کے لیے ثبوت خاص ہے  
کہ واجب حقیقہ کوئی تیسری چیز نہیں بلکہ انھیں دو طرفوں سے ایک میں ہے جسے شہد فی الثبوت نے مجتہد کے نزدیک ایک امر متوسط  
کہو یا صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم جس کے حضور روایہ و درایہ ظنون و شہادت کو بار نہیں اگر اس کے نزدیک شے مطلوب فی الشرع  
حقیقہ نامور ہے قطعاً فرض در نہ یقیناً نافلہ لاثالث لہما تلویح میں درمیان قول تنقیح افعالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منہا صباح  
یستحب و واجب و فرض تحریر فرمایا یعنی ان فعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالنسبۃ الینا تنصفت بذلك بان یجعل الوتر  
واجبا علیہ لا مستحباً او فرضاً والا فالثابت عندہ بدلیل یكون قطعياً لا محالۃ حتی ان قیاسہ واجتہادہ ایضاً قطعی  
امام محقق علی الاطلاق امام الفتح میں فرماتے ہیں اللزوم یلاحظ باعتبارین باعتبار صدورہ من الشارع و باعتبار ثبوته فی  
حقنا فملاحظتہ بالا اعتبار الثانی انکان طریق ثبوته عن الشارع قطعياً کان متعلقہ الفرض وان کان ظہیراً کان  
الوجوب ولذا لا یتثبت ہذا القسم اعنی الواجب فی حق من سماع من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشافہۃ مع قطعاً  
دلالة المجموع فلیس فی حقہ کلا الفرض او غیر اللزوم من السنۃ فمابعدہا وظہر و بھذا ان ملاحظتہ بالا اعتبار الاول  
لیس فیہ وجوب بل افرضیۃ او عدم اللزوم اصلاً ام ملخصاً پس مجدداً بشہادت قرآن و حدیث و اقوال علی ثابت ہوا  
کہ نماز پنجگانہ و عیدین و تہجد و غیر ہر گونہ نماز کے بعد دعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے و ہر مطلوب ثانیاً اقول و ابانہ  
التوفیق دعا بنص قرآن و حدیث و اجماع المذہب و حدیثنا عظم مندوبات شرع سے ہے اور اس کے مظان اجابت کی تحریر سنون  
و محبوب قال جل ذکرہ ہذا لک دعا ذکر کویا ربہ حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان  
لو یکم فی ایام دھر کم نفحات قتیضوا لہا لعل ان یصیبکم نفعہ منہا فلا تشقون بعدہا ابداً بیشک تمہارے رب کے لیے  
تمہارے زمانے کے دنوں میں کچھ وقت عطا و بخشش و تجلی و کرم و جود کے ہیں تو انھیں پانے کی تدبیر کر و شاید ان میں سے کوئی وقت  
انھیں مل جائے تو پھر کبھی بد بختی تمہارے پاس نہ آئے رواہ الطبرانی فی الکبیر عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور  
خود حدیث نے ان اوقات سے ایک وقت اجتماع سلیم کا نشان دیا کہ ایک گروہ مسلمانان جمع ہو کر دعا مانگے کچھ عرض کریں  
کچھ آئیں کہیں کتاب المستدرک علی البخاری و مسلم میں ہے عن حبیب بن مسلمۃ الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کان حجاب  
الدعوة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لا یجتمع ملوؤ فیدعو بعضهم یؤمن بعضهم الا  
اجابہم اللہ یعنی حبیب بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ مستجاب الدعوات تھے۔ فرماتے ہیں میں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی گروہ جمع نہ ہو گا کہ ان کے بعض دعا کریں بعض آئیں مگر یہ کہ اللہ عز و جل ان کی دعا مقبول فرمائیگی  
لہذا علما نے مجمع مسلمان کو اوقات اجابت سے شمار کیا حصین میں ہے و اجتماع المسلمین یعنی مجمع مسلمین کا اوقات اجابت ہے

ہونا حدیث صحاح ستہ سے مستفاد ہے) علی قاری شرح میں فرماتے ہیں ثم کل ما یكون الاجتماع فيه اکثر الجمع والعیدين  
وعرفة یتوقع فيه رجاء الاجابة اظهر یعنی جس قدر مجمع کثیر ہوگا جیسے جمعہ وعیدین وغرفات میں اس قدر امید اجابت ظاہر تر ہوگی  
فقیر غفر اللہ تعالیٰ کتا ہے پھر دعائے نماز پر اقتصار ہرگز شرعاً مطلوب نہیں بلکہ اس کے خلاف کی طلب ثابت خود حدیث سے گزرا حضور  
پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا اور جو ایسا نہ کہے اُس کی ناک کو  
ناقص بتایا حالانکہ نماز میں دعائیں ہو چکیں اور وہ وقت چار بار آیا جو اتنا درجہ قرب الہی کا ہے یعنی سجدہ جس میں بالتخصیص حکم دعا تھا  
حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اقرب ما یكون العبد من ربه وهو ساجد فاکثر والدعاء سب سے  
زیادہ قرب بندے کو اپنے رب سے حالت سجدہ میں ہوتا ہے تو اس میں دعا کی کثرت کرو رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی ہریرۃ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ اگر لفظ سوال نہ بھی ہوں تو تسبیح کہ سجدہ میں ہوتی ہے خود دعا ہے کہ وہ ذکر ہے اور ہر ذکر دعا مولنا علی قاری  
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کل ذکر دعاء امام حافظ الدین نسفی کافی شرح وافی کی فصل فی تبکیر التشریع میں فرماتے ہیں  
قالی تعالیٰ اذْعُوا ذِكْرَكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً مَا كُلُّ ذِكْرٍ دَعَاءٌ اس معنی پر فقیر نے اپنے رسالہ ایذان الاذان والاقبال  
میں دلائل واضح ذکر کئے اور اس سے زیادہ کلام ستونی فقیر کے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء میں ہے  
امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الدعوات میں باب الدعاء اذا هبط وادیا وضع کیا اور اس میں فرمایا فی حدیث جابر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد الساری میں ہے فیہ ای فی الباب حدیث جابر الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ السائق فی باب  
التسبیح اذا هبط وادیا من کتاب الجہاد بلفظ کنا اذا صعدنا کتبتنا واذا انزلنا سبحنا هذا اخر الحدیث اہ بحذق السند  
دیکھو امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری نے صرف تسبیح کو دعا ٹھہرایا اور التسبیح اذا هبط وادیا والدعاء اذا هبط وادیا کا ایک مصداق  
بتایا تو بات کہ ایسے قرب اتم کے وقت میں نماز میں دعائیں ہو چکیں پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن پر قناعت پسند  
نہ فرمائی اور بعد سلام پھر دعا کی تاکید شدید کی۔ علاوہ بریں نماز میں آدمی ہر قسم کی دعائیں مانگ سکتا کما بسط الائمة فی  
کتب الفقہیۃ اور حاجت ہر قسم کی اپنے رب جل و علا سے مانگا چاہے اور طلب میں منقطع اجابت کی تحری کا حکم اور یہ وقت حکم  
احادیث اعلیٰ مظان اجابت سے تو بلاشبہ مجمع عیدین میں بعد نماز دعا خاص اذن حدیث و ارشاد شرع سے ثابت ہوئی اور حکم  
فتعرضوا لہا کی تعمیل ٹھہری و ہوا المقصود ثم اقول اگر مجمع عیدین کے لیے شرع میں کوئی خصوصیت نہ آئی تو اس عموم میں  
دخول ثابت تھا نہ کہ احادیث نے اُس کی خصوصیت عظیم ارشاد فرمائی اور اُس میں دعا پر نہایت تحریریں و ترغیب آئی یہاں تک کہ  
حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس زمانہ خیر و صلاح میں کہ فتنہ و فساد سے یکسر پاک و منزہ تھا حکم دیتے کہ عیدین  
میں کواریاں فوجانیں اور پردہ نشین خاتونیں باہر نکلیں اور مسلمانوں کی دعائیں شریک ہوں حتیٰ کہ حائض عورتوں کو حکم ہوتا ہے کہ  
الگ ٹھہریں اور اس دن کی دعائیں شریک ہو جائیں امام احمد و اصحاب صحاح ستہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی  
حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تخرج العوائق وذوات الخدور والحیض ویعتزل الحیض المصلی

ولیتھدن الخیر ودعوة المسلمين فوجان کواریاں اور پردہ والیاں اور حائض عورتیں سب عید گاہ کو جائیں اور حیض والیاں عید گاہ سے الگ بیٹھیں اور اس بھلائی اور مسلمانوں کی دعائیں حاضر ہوں) صحیح بخاری کی دوسری روایت ان لفظوں سے ہے قالت کنا لومران فخرج يوم العيد حتى تخرج البكر من حذرهما حتى تخرج الحیض فیکن خلف الناس فیکبرن بتکبیرهم ویدعون بدعائهم یرجون بركة ذلك اليوم وطهرته یعنی ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ہم عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن باہر جائیں یہاں تک کہ کواری اپنے پردے سے نکلے یہاں تک کہ حیض والیاں باہر آئیں صفوں کے پیچھے بیٹھیں مسلمانوں کی تکبیر پر تکبیر کریں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا مانگیں اس دن کی برکت و پاکیزگی کی امید کریں) امام بیہقی اور ابوالشیخ ابن حبان کتاب الثواب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول اذا كانت غداة الفطر بعث اللہ عز وجل الملائكة فی کل بلد (وذكر الحدیث الی ان قال) فاذا برزوا الی مصلا هم فیقول اللہ عز وجل للملائكة (وساق الحدیث الی ان قال) ویقول یا عبادی سلونی فوعزنی وجلالی لا تسألونی الیوم شیئاً فی جمعیکم لاخرکم الا اعطیکم ولا دنیاکم الا نظرت لکم فوعزنی لاسئرن علیکم عذراً تکمرارا فیتونی وعزنی وجلالی لا اخزیکم ولا افضکم بین اصحاب الحدود والنص فوامغفوا لکم قد ارضیتونی ورضیت عذاکم (مختصر من حدیث طویل) یعنی حضور پر نور بید یوم النحر علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب عید کی صبح ہوتی ہے مولیٰ سبحنہ تعالیٰ ہر شہر میں فرشتے بھیجتا ہے (اس کے بعد حدیث میں ان فرشتوں کا شہر کے ہر ناکہ پر کھڑا ہونا اور مسلمانوں کو عید گاہ کی طرف بلانا بیان فرمایا پھر ارشاد ہوا) جب مسلمان عید گاہ کی طرف میدان میں آتے ہیں مولیٰ سبحنہ تعالیٰ فرشتوں سے یوں فرماتا ہے اور ملائکہ اس سے یوں عرض کرتے ہیں پھر فرمایا ربنا ملک و تعالیٰ مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندو مانگو کہ مجھے قسم اپنے عزت و جلال کی آج اس گج میں جو چیز اپنی آخرت کے لیے مانگو گے میں تمہیں عطا فرماؤں گا اور جو کچھ دنیا کا سوال کرو گے اُس میں تمہارے لیے نظر کروں گا (یعنی دنیا کی چیزیں خیر و شر دونوں کو تحمل ہیں اور آدمی اکثر اپنی نادانی سے خیر کو شر میں سمجھ لیتا ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے لہذا دنیا کے لیے جو کچھ مانگو گے اُس میں بکمال رحمت نظر فرمائی جائے گی اگر وہ چیز تمہارے حق میں بہتر ہوئی عطا ہوگی ورنہ اُس کی برابر بلا دفع کر دی جائے گی یاد عار و ذقیامت کے لیے ذخیرہ رکھیں گے اور یہ بندے کے لیے ہر صورت سے بہتر ہے مجھے اپنی عزت کی قسم ہے جب تک تم میرا مراقبہ رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کی تاری فرماؤں گا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں تمہیں اہل کبار میں نصیب عطا رسوائی کروں گا پلٹ جاؤ مغفرت پائے ہوئے بیشک تم نے مجھے راضی کیا اور میں تم سے خوشنود ہوا) فقیر غفرہ الغنی القدر کہتا ہے اس کلام مبارک کا اول یا عبادی سلونی ہے یعنی اے میرے بندو مجھ سے دعا کرو اور آخر النص فوامغفوا لکم یعنی گھروں کو پلٹ جاؤ کہ تمہاری مغفرت ہوئی) تو ظاہر ہوا کہ یہ ارشاد بعد ختم نماز ہوتا ہے کہ ختم نماز سے پہلے گھروں کو واپس جانے کا

لہ اقول اس حدیث نفیس کا شاہ بروایت امام عقیلی حدیث ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرویات فقیر میں بندہ ضعیف سے حضور پر نور بید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک موجود ہے واللہ شہید

حکم ہرگز نہ ہوگا تو اس حدیث سے مستفاد کہ خود رب العزت جل و علا بعد نماز عید میل نوز سے دعا کا تقاضا فرماتا ہے پھر وائے بد بختی اسکی جو ایسے وقت پہل نوز کو اپنے رب کے حضور دعا سے روکے سُأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ امِين (ثالثاً) اقول و باشد التوفيق۔ ابو داود و ترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم باسانید صحیحہ جیدہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو داود و دارمی و ابوبکر بن ابی شیبہ است بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ سلمی رضی اللہ عنہ اور نسائی و طبرانی بسند صحیح و ابن ابی الدنیا اور حاکم بافادہ نصیح حضرت جبریل مطہم رضی اللہ عنہ اور نسائی و حاکم بصریح نصیح و ابوالقاسم طبرانی باسانید جیدہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نسائی و ابن ابی الدنیا و حاکم و بیہقی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا جلس احدکم فی مجلس فلا یرحن منه حتی یقول ثلاث مرات سبحنک اللہم ربنا و بحمدک لا الہ الا انت اغفر لی و تب علی فان کان اتی خیرا کان کالطایع علیہ و ان کان مجلس لغو کان کفارة لما کان فی ذلک المجلس جب تم میں کوئی کسی جلسے میں بیٹھے تو زہار و ہاں سے نہ ہٹے جب تک مین بارہ دعا ذکر لے (پاکی ہے تجھے اسے رب ہمارے اور تیری تعریف بجالاتا ہوں تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں میرے گناہ بخش اور مجھے توبہ دے) کہ اگر اس جلسے میں اُس نے کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ دعا اُس پر مہر ہو جائے گی اور اگر وہ جلسہ لغو کا تھا تو کچھ اُس میں گزرا یہ دعا اُس کا کفارہ ہو جائے گی (یہ لفظ بہ روایت امام ابوبکر بن ابی الدنیا حدیث جبریل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یوں ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس مجلسا یقول فی اخوہ اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحنک اللہم و بحمدک اشہدان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کوئی جلسہ فرماتے تو اُس کے ختم میں اُٹھتے وقت یہ دعا کرتے (تیری پاکی بولتا اور تیری حمد میں مشغول ہوتا ہوں اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی سچی عبادت نہیں میں تیری مغفرت مانگتا اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں) اسی طرح رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں لفظ ارلدان بچھڑ ہے یعنی جب اُٹھنا چاہتے یہ دعا فرماتے) اور انھوں نے بعد الفاظ مذکورہ دعا میں اتنے لفظ اور زائد کیے عملت سوء و ظلمت نفسی فاعف لی انہ لا یغفر الذنوب الا انت میں نے برا کیا اور اپنی ہی جان کو آزار پہنچایا اب میری مغفرت فرما دے بیشک تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں) حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا میں مثل حدیث ابو ہریرہ ہے اُس میں بھی ارشاد ہوا قال قبل ان یقوم من مجلسہ کھڑے ہونے سے پہلے یہ دعا کر لے) غرض اس حدیث صحیح مشہور علی اصول المحدثین میں جسے امام ترمذی نے حسن صحیح اور حاکم نے بشرط مسلم صحیح اور منذری نے جید الاسانید کہا حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام ارشاد و ہدایت قوی و فعلی فرماتے ہیں کہ آدمی کوئی جلسہ کرے اُس سے اُٹھتے وقت یہ دعا ضرور کرنی چاہیے کہ اگر جلسہ خیر کا تھا تو وہ نیکی قیامت تک سر بہر محفوظ رہے گی اور لغو کا تھا تو وہ لغو باذن اللہ محو ہو جائے گا تو لفظ و معنی دونوں کی رو سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان کو ہر نماز کے بعد بھی اس دعا کی طرف ارشاد فرمایا گیا ہے ہمت لفظ سے تو یوں کہ مجلس نکرہ بیان شرط میں واقع ہے تو عام ہر شخص الجامع البکیر میں ہے النکرۃ فی الشرط نعم و فی الجزاء تخص کھی فی النفی و الا ثبات جامع صغیر میں ہے انہ نکرۃ فی موضع الشرط و موضع الشرط نفی و النکرۃ فی النفی نعم معہذا اسمائے شرط خود سب صورتوں کو

عام ہوتے ہیں امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں اذا عام فی الصور علی ما ہو حال اسماء الشرط تو قطعاً تمام صلوات فیہ  
 دو واجبہ و نافلہ کے جلسے اس حکم میں داخل اور ادعائے تخصیص بے تخصیص محض مردود و باطل اور جہت مننے سے یوں کہ جلسہ خیر سے  
 اٹھتے وقت دعا کرنا اس خیر کے حفظ و نگاہداشت کے لیے ہے تو جو خیر جس قدر کبر و اعظم اُسی قدر اُس کا حفظ ضروری و اہم اور بالمشہور  
 خیر نماز سب چیزوں سے افضل و اعلیٰ تو ہر نماز کے بعد اس دعا کا مانگنا مکروہ ہو یا ارب مگر نماز عیدین نماز نہیں یا اُس کے حفظ کی  
 جانب نیاز نہیں یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ ہمارا یہ ارشاد اور اے عیدین یا ماسوائے نماز میں ہے یا اُس کے  
 بعد یہ دعا نہ کرنا سخن اللہ میں جلسہ صلوات کا اس حکم میں داخل عموم لفظ و شہادت معنی سے ثابت کرتا ہوں خود حدیث ام المؤمنین صدیقہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں نہ ذکر کروں جس میں صاف تصریح کہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس جلسہ نماز کو  
 اس حکم میں داخل فرمایا خرینج حدیث تو اوپر سن چکے کہ نسائی و ابن ابی الدنیا و حاکم و بیہقی نے روایت کی اب لفظ سننے سنائی  
 کی نوع من الذکر بعد التسلیم میں ہے عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کان اذا جلس مجلساً او صلی تکلم بکلمات فشا لنتہ عائشہ عن الکلمات فقال ان تکلم بخیر کان طابعا علیہن الی یوم القیامہ  
 وان تکلم بشر کان کفارة لہ سبحنک اللہم و محمدک استغفرک و اتوب الیک یعنی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
 فرماتی ہیں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں بیٹھے یا نماز پڑھتے کچھ کلمات فرماتے ام المؤمنین نے وہ کلمات  
 پوچھے فرمایا وہ ایسے ہیں کہ اگر اس جلسہ میں کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ قیامت تک اُس پر ہر ہو جائیں گے اور بُری کہی ہے تو کفارہ  
 اُسی میں تیری تسبیح و حمد بجا آتا اور تجھ سے استغفار و توبہ کرتا ہوں پس بعد اللہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ نماز عیدین کے بعد دعائیں مانگنے  
 کی خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی لفظ لا یدرحن بنون تاکید ارشاد ہوا بلکہ انصاف کیجیے تو حدیث ام المؤمنین  
 صلی اللہ تعالیٰ علیٰ زہرا الکرم و علیہا وسلم خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بعد نماز عیدین دعا مانگنا بتا دہی ہے کہ صلے زیر اذا  
 داخل تو ہر صورت نماز کو عام و شامل اور منجود صورت نماز عیدین تو حکم مذکور انہیں بھی متناول پس یہ حدیث جلیل بجا اللہ خاص جزئیہ کی  
 تصریح کامل (رابعاً) اقول و باشد التوفیق ان سب سے قطع نظر کیجیے تو دعا مطلقاً اعظم مندوبات و ینیہ و اجل مطلوبات شرعیہ سے ہے  
 کہ شارع صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بے تقید وقت و تخصیص ہیأت مطلقاً اُس کی اجازت دی اور اُس کی طرت دعوت فرمائی  
 اور اُس کی تکثیر کی رغبت دلائی اور اُس کے ترک پر وعید آئی مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ رَبُّکُمْ اَدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ تَعَالٰی  
 رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول فرماؤں گا اور فرماتا ہے اُجِیْبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَاکَ قَبول کرنا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب  
 تجھے پکارے حدیث قدسی میں فرماتا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَ اَنَا مَعَہُ اِذَا دَعَاکَ فَاِذَا دَعَاکَ فَاِذَا دَعَاکَ فَاِذَا دَعَاکَ فَاِذَا دَعَاکَ  
 اور میں اُس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دعا کرے رواہ البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ عن  
 النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ عزوجل اور فرماتا ہے یَا اِبْنَ اٰدَمَ اِنَّکَ مَا بَعَثْتَنِیْ وَ رَجَعْتَنِیْ غَفْرَتُ لَکَ عَلٰی  
 مَا کَانَ مِنْکَ وَلَا اُبَآلٰی اے فرزند آدم تو جب تک مجھ سے دعا مانگے جائے گا اور امید رکھے گا تیرے کیسے ہی گناہ ہوں بخش رہوں گا

اور کچھ کچھ پر رواہ ہیں رواۃ الترمذی وحسنہ عن انس بن مالک عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ  
تبارک وتعالیٰ اور فرماتا ہے عز وجل مَنْ لَا يَدْعُوْنِيْ اَغْضِبْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَمُوتُ مِنْهُمْ اُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ  
العسکری فی المواعظ بسند حسن عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ تعالیٰ وقدس احادیث  
مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس باب میں سرحد تو اتر پڑیہ ذیل ایک جملہ صاحبان سے حضرت خاتم المحققین امام المدقین سیدنا  
الوالد قدس سرہ الماجد نے رسالہ مستطابہ احسن الوعایا میں ذکر فرمایا اور فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے اسکی  
شرح سے بہ ذیل الممد علی احسن الوعایا میں ان کی تحریجیات کا پتا بتایا باقی کتاب الترغیب امام منذری و حسن حصین  
امام ابن الجوزی وغیرہما تصانیف علی ان احادیث کی کفیل ہیں میں بخوف اطال احادیث فضائل سے عطف عنان کر کے صرف  
ان بعض حدیثوں پر اقتصار کرتا ہوں جن میں دعا کی خاص تاکید یا اس کے ترک پر تنبیہ یا اس کی تکریر کا حکم الہیہ ہے حدیث ۱  
عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم عباد اللہ بالدعاء خدا کے  
بند و دعا کو لازم پکڑو رواۃ الترمذی مستطابہ والحاکم و صحیحہ حدیث ۲ زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں صلوا علی واجتهدوا فی الدعاء مجھ پر درود بھیجو اور دعائیں کوشش کرو رواۃ  
الاعمام احمد والنسائی والطبرانی فی الکبیر وابن سعد وسموہ والغوی والباوردی وابن قانع حدیث ۳ انس رضی اللہ  
تعالیٰ کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تجھوا فی الدعاء فانه لن یھلك مع الدعاء احد دعا  
میں تقصیر نہ کرو کہ جو دعا کرتا رہے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا رواۃ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم و صحیحہ حدیث ۴ جابر بن عبد اللہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تدعون اللہ لیکم وھذا کم فان الدعاء صلاح  
العثمن رات دن خدا سے دعا مانگو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے رواۃ ابویعلیٰ حدیث ۵ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
کی حدیث میں ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر الدعاء بالعافیۃ عافیت کی دعا اکثر مانگو رواۃ الحاکم  
بسند حسن حدیث ۶ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر من الدعاء  
فان الدعاء یدفع القضاء المبرم دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضاے مبرم کو دھرتی ہے اخرج ابوالشیخ فی الثواب اس حدیث کی شرح فقیر کے  
رسالہ ذیل الممد عا میں دیکھیے حدیث ۷ و خدا عبادہ صامت و ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے  
ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی فضیلت ارشاد فرمائی صحابہ نے عرض کی اذا نکثر ایسا ہے تو ہم دعا کی کثرت  
کریں گے فرمایا اللہ اکثر اللہ عز وجل کا کرم بہت کثیر ہے و فی الروایۃ الاخری اللہ اکبر بہت بڑا ہے رواۃ الترمذی والحاکم  
عن عبادۃ و صحیحہ احمد والبیہار و ابویعلیٰ باسانید جیدۃ والحاکم وقال صحیح الاسناد عن ابی سعید رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما حدیث ۹ واسلمان فارسی و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے  
ہیں من سرہ ان یتجیب اللہ له عند الشدائد فلیکثر من الدعاء عند الرخاء جسے خوش آئے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں میں



اُس کی دعا قبول فرمائے وہ نرمی میں دعا کی کثرت رکھے دعاء الترمذی عن ابی ہریرۃ والحاکم عنہ وعن سلمان وقال صحیح  
واقروہ حدیث ۱۱ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یسأل  
اللہ یغضب علیہ جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر غضب فرمائے گا رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب  
الطغی والترمذی وابن ماجہ والبخاری وابن حبان والحاکم صحیحاً ایضاً المسلمون تم نے اپنے مولیٰ جل و علا اور اپنے رسول اکرم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سنے اُن میں کہیں بھی تخصیص و تقید کی بوجہ یہ تو بار بار فرمایا کہ دعا کرو کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں نماز  
کے بعد کرو یہ تو صاف ارشاد ہوا ہے کہ جس وقت دعا کرو گے میں سنوں گا کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں وقت کرو گے تو نہ سنوں گا۔ یہ تو  
بتائید بار بار حکم آیا ہے کہ دعا سے عاجز نہ ہو دعا میں کوشش کرو۔ دعا کو لازم پکڑو۔ دعا کی کثرت رکھو۔ آت دن دعا لگو کہیں  
یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز کے بعد نہ مانگو۔ یہ تو ڈرنا یا گیا ہے کہ جو دعائے مانگے گا اُس پر غضب ہوگا کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز  
کے بعد جو مانگے گا اُس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا اور جب کہیں نہیں تو خدا و رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو  
عام و مطلق رکھا دوسرا اُسے مخصوص و مقید کرنے والا کوں خدا و رسول عز مجیدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع فرمایا دوسرا  
اُسے منع کرنے والا کوں۔ قال تعالیٰ وَلَا تَقُولُوا لِمَا كُنْهَتْ أَلْسِنَتُهُ لَكُنْهَ الْكَذِبُ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِيُفْتَنُوا عَلَى اللَّهِ  
الْكَذِبُ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَنُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ لَا يُفْلِحُونَ ۝ اصل یہ ہے کہ اِن الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ عَمَّا حُكِّمَ خدایا کے لئے  
ہے جس چیز کو اُس نے کسی ہیأت خاصہ محل عین سے مخصوص اور اُس پر مقصور و محصور فرمایا اُس سے تجاوز جائز نہیں جو تجاوز کرے گا  
دین میں بدعت نکالے گا اور جس چیز کو اُس نے ارسال و اطلاق پر رکھا ہرگز کسی ہیأت و محل پر تشعشع نہ ہوگی اور ہمیشہ اپنے اطلاق ہی  
پر رہے گی جو اس سے بعض صورت کو جدا کرے گا دین میں بدعت پیدا کرے گا ذکر و دعا اسی قبیل سے ہیں کہ زہار شرع مطہر ہے انہیں  
کسی قید و خصوصیت پر محصور نہ فرمایا بلکہ عموماً و مطلقاً اُن کی تکثیر کا حکم دیا۔ دعا کے بارے میں آیات و حدیث سن ہی چکے اور دلائل مطلقہ  
تکثیر ذکر جنہیں اس سلسلہ شمار میں (خاصاً) کیے کہ ہر دعا بالبداہتہ ذکر آئی ہے اور اُس پر عمل نے تخصیص بھی فرمائی مولانا  
قادی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کل دعاء ذکر تو اجازت عامہ ذکر کے دلائل بعینہا اجازت عامہ کے دلائل ہیں کہ تقسیم افراد اعم  
یا مساوی لاجرم تقسیم افراد اخض مساوی ہے کما لا یخفی ان دلائل جلائل کا و فور کامل حد احصا کا طرف مقابل فقیر غفر لہ مولی  
القدر نے اپنے رسالہ نسیح الصبا فی ان اکاذبان یحول الوباء میں اس مدعا پر بکثرت آیات و احادیث لکھیں ازاں بعد حدیث  
حسن ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر و اکثر اللہ حتی یقولوا یجنون ذکر الہی  
کی یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ مجنون بنائیں و حدیث حسن عبد اللہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
فرمایا لا یزال لسانک رطباً من ذکر اللہ ہمیشہ ذکر الہی میں تر زبان رہ۔ حدیث جیدہ اسناد ام انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔  
حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اکثری من ذکر اللہ فانک لا تبکی شیئاً احب الیہ من کثرة ذکر اللہ اکثر ذکر

لے ذکر اعم صرف تکرار کا ہے درسا بن کر اگر دوسری طرف سے ہی کہیے تو دعا و ذکر قطعاً مساوی ادب و اتحاد اور ہی وضع و جلی ۱۲ منہ

بکثرت کر کہ تو کوئی چیز ایسی نہ لائے جو خدا کو اپنی کثرت ذکر سے زیادہ پیاری ہو و حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یكثر ذکر الله فقد برئ من الايمان جو ذکر الہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے خیر ہو گیا و حدیث صحیح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدکر اللہ تعالیٰ علی کل احیاء و حیوانہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ذکر خدا فرمایا کرتے الی غیر ذلک من الاحادیث والاثر یہاں صرف بعض آیات اور ان کی تفسیروں پر اقتصار ہوتا ہے جو معلوم تمامی اوقات و احوال میں نص ہیں ایت اقال جل ذکرہ فاذکر اللہ قیاماً و قعوداً و علی جوفک ذکر اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کمرؤں پر غلٹائے کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمیع احوال میں ذکر الہی و دعا کی مداومت کرو۔ بیضاوی میں ہے داو مواعلی الذکر فی جمیع الاحوال ہر گز میں ہے ای داو مواعلی ذکر اللہ تعالیٰ فی جمیع الاحوال ارشاد اعلیٰ السلام میں ہے داو مواعلی ذکر اللہ تعالیٰ و حافظوا علی مراقبتہ و مناجاتہ و دعائہ فی جمیع الاحوال ایت ۲ قال عزاسمہ یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً اسے ایمان والو اللہ کا ذکر بکثرت کرو۔ علامۃ الوجود مفتی ابوالسعود ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں یعمر الاوقات و الاحوال بآیت تمام اوقات و احوال کو عام ہے ایت ۳ قال تعالیٰ شانہ فاذکر اللہ کذباً و کفرآباً و کفرآداً و کفرآدماً ذکراً اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ امام نسفی کافی شرح دانی میں فرماتے ہیں ارید ب ذکر اللہ تعالیٰ فی الاوقات کلھا اس آیت سے یہ مراد کہ ذکر الہی جمیع اوقات میں کرو ایت ۴ قال تبارک مجدہ و اذکروا اللہ کثیراً اور بکثرت خدا کا ذکر کرو۔ معالم میں ہے فی جمیع المواطن علی السماء و الضمائم تمام مواضع میں خوشی و تکلیف میں ایت ۵ قال تقدس اوصافہ و الذاکرین اللہ کثیراً و الذاکرات اعد اللہ لھنم مغفرۃ و اجر عظیماً خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتوں کے لیے اللہ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ و ماہیت بالسنۃ میں لکھتے ہیں لا یخفی ان الذکر و التسبیح و التہلیل و الدعاء لا یاس بہ لانھا مشیوعۃ فی کل الامکنۃ و الازمان پوشیدہ نہیں کہ ذکر و تسبیح و تہلیل و دعا میں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ چیزیں تو ہر جگہ اور ہر وقت شروع ہیں۔ اللہ اللہ کیا ستم جری ہیں وہ لوگ کہ قرآن و حدیث کی ایسی عام مطلق اجازتوں کے بعد خواہی خواہی بندگان خدا کو اس کی یاد و دعا سے روکتے ہیں حالانکہ اس نے ہر گز اس دعا سے مانعت نہ فرمائی قل اللہ اذن لکم بھذا ائم علی اللہ تفکرون و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پس مجھ اللہ آفتاب روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ دعائے مذکور فی السؤال قطعاً جائز و مندوب اور اس سے مانعت محض ہے اصل و باطل و محبوب و اللہ ہادی القلوب و الصلوۃ و السلام علی شفیع القلوب و اللہ و صحبہ علی العیوب ما تنادب الشمس الطلوع و الغروب امین العید الثانی و بجزو الجیب حصول الامانی پہلے وہ فتویٰ پیش نظر رکھ لیجیے کہ مستدین کا حاصل سی و مبلغ دہم ظاہر ہو ماحشا اس فتوے میں جواز و عدم جواز کی اصلاح بحث نہیں نہ سائل نے اس سے پوچھا نہ عجیب نے ناجائز لکھا بلکہ سوال یوں ہے ما قولہم رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام

اور اصحاب و تابعین و تبع تابعین و ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بعد نماز عیدین کے دعا مانگتے تھے یا بعد پڑھنے خطبہ عیدین کے کھڑے کھڑے یا بیٹھ کر اور ہاتھ اٹھا کے یا بدون ہاتھ اٹھائے بلینوا و افوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ بحسن المآب اور جواب یہ ہوا منصوب روایات حدیث سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید سے فراغت کر کے خطبہ پڑھتے تھے اور بعد اس کے معاودت فرماتے دعا مانگنا بعد نماز یا خطبہ کے آپ سے ثابت نہیں اسی طرح صحابہ کرام و تابعین عظام سے ثبوت اس امر کا نظر سے نہیں گذرا۔ واللہ اعلم۔

حررہ الراجی عنہ ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاؤز اللہ عن ذنبہ اجلی و انحفی

محمد عبدالحی  
ابو الحسنات

**اقول وبالله التوفیق** وبہ العروج علی اوج التحقین قطع نظر اس سے کہ یہ فتوے محل احتجاج میں کہاں تک پیش ہو سکتا ہے حضرات مانعین کو ہرگز مفید نہ ہمیں مضر جواز و عدم کا تو اس میں ذکر ہی نہیں سائل و مجیب دونوں کا کلام درود و عدم درود میں ہے پھر مجیب نے صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہونے پر جزم بھی نہ کیا صرف اپنی نظر سے نہ گزرنا لکھا اور ہر مائل جانتا ہے کہ نہیں اور نہ دیکھا میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ اُن کے جو کار ہا ہر ان فن حدیث ہیں بارہا فرماتے ہیں ہم نے نہ دیکھی اور دوسرے محدثین اُس کا پتہ دیتے ہیں فقیر نے اس کی متعدد مثالیں اپنے رسالہ صفائے اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین میں ذکر کیں پھر یہ نہ دیکھنا بھی مجیب خاص اپنا بیان کر رہے ہیں نہ کہ ائمہ نشان نے اس طرح کی تصریح فرمائی کہ ایسا ہوتا تو نظر سے نہ گزرا کے عوض اس امام کا ارشاد نقل کرتے خصوصاً جبکہ سائل درخواست کر چکا تھا کہ بلینوا و افوا بسند الکتاب تو آج کل کے ہندی علما کا نہ دیکھنا نہ ہونے کی دلیل کیونکر ہو سکتا ہے آخر نہ دیکھا کہ فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے حدیث صحیحہ سے اُس کا نص سراج ائمہ تابعین قدس اسرار ہم سے واضح کر دیا و الحمد للہ رب العالمین پھر خصوص جزئیہ سے قطع نظر کیجیے جس کا التزام عقلاً و نقلاً کسی طرح ضرور نہیں جب تو فقیر نے خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح اس کا ثبوت روشن کیا منصف غیر متعصب اس کی قدر جائے گا و الحمد للہ و المنہ پھر سوال میں تبع تابعین و ائمہ اربعہ سے بھی استفسار تھا مجیب نے اُن کی نسبت اُس قدر بھی نہ لکھا کہ نظر سے نہ گزرا اب خواہ اُن سے ثبوت نہ دیکھا یا پوری بات کا جواب نہ ہوا بہر حال محل نظر و استغناء مستند صرف اس قدر کہ مجیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفی ثبوت کرنے میں ہیں اور تقریب یہ کہ حدیثوں میں صرف بعد نماز خطبہ اور بعد خطبہ معاودت کا ذکر ہے و بس۔ اس کلام کے لیے دو محل ہیں ایک یہ کہ حدیثوں میں ہی وارد ہے کہ نماز کے متصل خطبہ اور خطبہ کے متصل معاودت فرماتے تو دعا کا وقت کونسا رہا اس تقدیر پر ثبوت عدم کا ادعا ہوگا دوسرے یہ کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ و معاودت کا ذکر ہے دعا مذکور نہیں یہ عدم ثبوت کا

دعویٰ ہوگا اور کلام مجیب سے یہی ظاہر ہے کہ ثابت نہیں کتے ہیں نہ کہنا ہی ثابت ہے اور لفظ اسی قدر معلوم ہوتا ہے بھی اسی طرف  
ناظر کہ اگر اس سے اثبات عدم مقصود ہوتا تو طرز ادایہ حتیٰ کہ حدیثوں سے صاف ثابت کہ نماز و خطبہ و معاودت میں فصل نہ تھا پس  
دعا نہ مانگنا ثابت ہوا یا نہ نہ شاید حضرات تابعین اپنے نفع کے گمان سے کلام مجیب کو خواہ مخواہ محل اول پر محل کریں لہذا فقیر غفر اللہ لہ  
القدر دونوں محل پر کلام کرتا ہے و بابت التوفیق (محل اول) پر یہ کلام خود ہی بوجہ کثیرہ باطل (اولا) یہ تو اصل کسی حدیث میں  
نہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیرتے ہی بغور حقیقی معنی خطبہ فرماتے تھے اور خطبہ ختم فرماتے ہی بے فصل آنے  
فوراً واپس تشریف لاتے غایت یہ کہ کسی حدیث میں فائے تعقیب آنے سے استدلال کیا جائے مگر وہ ہرگز اتصال حقیقی پر مال نہیں  
کہ دو حرف دعا سے فصل کی مانع ہو فواج شریعہ میں فرمایا الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب من غیر مہلۃ و تراخ یعد  
فی العرف مہلۃ و صحیحہ تراخ یا ہذا یہ ترقیقات ضیقہ فلسفہ نہیں محاورات صافیہ عرفیہ ہیں اگر زید وعدہ کرے نماز پڑھ کر فوراً  
آتا ہوں تو نماز کے بعد معمول دو حرفی دعا ہرگز عرفاً و شرعاً مبطل فوراً و موجب خلاف وعدہ نہ ہوگی مسئلہ سجود تلاوت صلاۃ میں سنا ہی ہوگا  
کہ دو آیتیں بالاتفاق اور نہیں علی الاختلاف قاطع فور نہیں (ثانیاً) دعا تاج ہے اور قواطع فاصل نہیں ہونے واجبات میں ضم سوت  
شنا ہوگا مگر آئین فاصل نہیں کہ تاج فاتحہ ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تسبیح حضرت بول زہرہ صلوٰۃ اللہ  
وسلامہ علی ابہا الکریم و علیہا کی نسبت فرمایا معصبات لا یجیب قالن کچھ کلمات نماز کے بعد بلا فاصلہ کہنے کے ہیں جن کا کہنے والا امر و  
نہیں ہوتا رواہ احمد و مسلم و الترمذی و النسائی عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ینمہ علی فرماتے ہیں اگر سنن بعدیہ کے  
بعد پڑھے تعقیب میں فرق نہ آئے گا کہ سنن تواج فراموشی سے ہیں در مختار میں ہے یکرہ تاخیر السنۃ الا بعد اللہ ما انت السنۃ الذ  
رد المحتار میں ہے لہذا رواہ مسلم و الترمذی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم لا یقعد الا بعد نماز یقول اللہ ما انت السنۃ و منک السنۃ تبارک یا ذا الجلال واکرام و اما ما ورد من الاحادیث  
فی الاذکار عقب الصلاۃ فلا دلالة فیہ علی الاتیار بما قبل السنۃ بل یجوز علی الاتیان بما بعد ہا لان السنۃ من لواحق  
الفریضۃ و تابعیها و مکملاتھا فلن تکن اجنبیۃ عنہا فما یفعل بعدہا یفعل علیہ انہ عقب الفریضۃ (ثالثاً) مانا کہ  
مفاد اتصال حقیقی ہے تاہم خوب متنبہ رہنا چاہیے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو برس عید کی نمازیں پڑھی ہیں  
تو احادیث متعددہ و قانع متعددہ پر محمول ہونا ممکن ہیں اگر ایک حدیث صحیحہ خطبہ دوم دوسری خطبہ و انصراف میں وقوع اتصال پر  
دلائل کرے اصلاً بکار آمد نہیں کہ ایک بار بعد خطبہ دوبارہ بعد نماز دعا کا عدم ثابت نہ ہوگا تو مقصود سے منزلوں دور ہے لکہ بخفی  
(رابعاً) مسلم کہ ایک ہی حدیث میں دونوں اتصال مصرح ہوں تاہم بلفظ دوام تو اصلاً کوئی حدیث نہ آئی و من الامعی فعلیہ  
البیان اور ایک آدمہ جگہ جملے فخطب فغاد ہو بھی تو واقعہ حال ہے اور وقائع حال کے لیے عوم نہیں کما یضو اعلیہ اور ہم  
قائل وجوب و لزوم نہیں کہ ترک مرثۃ ہمارے منافی ہو اور اگر لفظ کان یصلی فیخطب فیعود بھی فرض کر لیں تو ہنوز اس کا کجوار پر  
دلیل ہونا محل نزاع نہ کہ دوام خود مجیب اپنے رسالہ غایتہ المقال میں کلام حافظ ابو زرعہ عراقی ان فی الصحیحین وغیرہما

عن سعید بن یزید قال سألت انس بن مالك كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي في فطرية فقال نعم وظاهر  
ان هذا كان شأنه وعادته المستمرة دائماً الخ نقل کر کے کہتے ہیں ما ذکرہ من دلالة حديث انس على كون العادة النبوية  
مستمرة بالصلاة في النعال منظورة فيه لعدم وجود ما يبدل عليه فيه ولعله استخرج من لفظ كان وهو استخراج ضعيف  
لما نص عليه الامام النووي في كتاب صلاة الليل من شرح صحيح مسلم من ان لفظ كان لا يدل على الاستمرار والدوام في  
عرفه لاجل اس سلسلہ تمام تحقیق فقیر کے رتالہ الشا ج المکل فی انارة مدلول کان بفعل میں ہے (خاصاً) یہ سب تو  
بالائی کلام تھا احادیث پر نظر کیجیے تو وہ ادھر ہی کچھ اظہار فرمائی ہیں صحاح ستہ وغیرہ خصوصاً صحیحین میں روایات کثیرہ بلغظ شمر دارو  
شمر فاصلہ دہلت چاہتا ہے تو ادعا کر احادیث میں اتصال ہی آیا محض غلط بلکہ حزن اتصال اگر دو ایک حدیث میں ہے تو کلمہ  
انفصال آٹھ دس میں اب روایات سنئے۔ **حدیث ۱** صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
ہے والفظ لمسلم قال شهدت صلاة الفطر مع نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم فکلہم یصلیہا قبل الخطبة **شمر** یخطب **حدیث ۲** صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی فی الاضی والفطر **شمر** یخطب بعد الصلاة  
**حدیث ۳** اسی کے باب استقبال الامام الناس فی خطبة العيد میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے  
خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم اضحی فضلی العيد رکعتین **شمر** اقبل علینا بوجہ وقال الحدیث **حدیث ۴**  
اکی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الفطر **شمر** یخطب **حدیث ۵**  
**حدیث ۵** اسی میں حضرت جندب بن عبداللہ بن جلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
یوم الفطر **شمر** یخطب **حدیث ۶** جامع ترمذی میں باخارہ تحمیں و صحیح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
سے ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکر وعمر یصلون فی العيدین قبل الخطبة **شمر** یخطبون  
**حدیث ۷** سنن نسائی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و  
سلم کان یمخرج یوم العيد فیصلی رکعتین **شمر** یخطب یرمات حدیثیں ظاہر کرتی ہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم اند صمدین وفاروق وعثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز عیدین کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے **حدیث ۸**  
صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے والفظ البخاری کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یمخرج  
یوم الفطر ولا اضحی الی المصلی فاول شیء یبذوہ الصلاة **شمر** ینصرف فیقوم مقابل الناس والناس جلوس علی  
صفوفہم فیعظہم ویوصیہم فان کان یرید ان یقطع بعثاً قطعہ او یامر بشئ امر بہ **شمر** ینصرف یرمات خطبہ وعاود  
میں فصل بتاتی ہے **حدیث ۹** بخاری و سلم و دارمی و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت جر اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
راوی قال خرجت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم فطرا و اضحی فضلی **شمر** یخطب **شمر** انی النساء و عظہن



تعالیٰ علیہ وسلم نزل فاتی النساء فذا کوھن الحدیث یعنی پھر بعد نماز حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا جب ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے اتر کر بی بیوں کے پاس تشریف لائے اور انھیں تذکیر فرمائی۔ علامہ زرقانی شرح ماہب میں ناقل حدیث الروایۃ مصرحہ بان ذلک کان بعد المخطیۃ امام نووی مناج میں فرماتے ہیں۔ انما نزل الیھن بعد فراع خطبۃ العید پس بحمد اللہ تعالیٰ ماہم ماہ و ہر نمونہ کی طرح روشن ہوا کہ اس تقریر سے عدم دعا کا ثبوت چاہتا محض ہوس خام اور اس محل پر یہ کلام خدا باطل و بے نظام کا الحمد للہ ولی الا فہام۔ اب (محل دوم) کی طرف چلیے جس کا یہ حاصل کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ کا ذکر ہے ان کے بعد ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دعا مانگنا نہ کور نہ ہوا اقل یہ حضرات مانیوں کے لیے نام کو بھی مفید نہیں مائل نے اس فعل قاصر بخصیصہ خاصہ کا یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صد در پوچھا تھا کہ کس طور پر ہوا۔ اس کا جواب یہی تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس فعل خاص کی نقل جزئی نظر سے دگزی مگر اسے عدم جوڑ کا فونی جان لینا محض جاہل بے مزہ (اولا) عید اول میں گزرا کہ حدیث امام المؤمنین صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس دعا کا ثبوت نقل بتا رہی ہے (ثانیاً) ثبوت فعلی نہ ہو تو قولی کیا کم ہے بلکہ من وجہ قول فعل سے اعلیٰ دائم ہے۔ اب عید اول کی تقریر میں پھر یاد کیجئے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بعد نماز عید خود رب مجید جل و علا کا اپنے بندوں سے تقاضائے دعا فرمانا بتا رہی ہے اس کے بعد اور کسی ثبوت کی حاجت کیا ہے اگر کیے وہ حدیث ضعیف ہے اقول فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول اور اثبات استحباب میں کافی و دانی ہے کما نص علیہ العلماء الفحول خود مجیب کے آخر جلد دوم کے فتاویٰ میں ہے۔ حدیث ضعیف برائے استحباب کافی ست چنانچہ ابن ہمام در فتح القدیر در کتاب الجنائز می نوید و الا استحباب یشتبہ بالضعیف غیر الموضوع ۱۔ فقہ (مثلاً) جب شرع مطہر سے حکم مطلق معلوم کہ جواز و استحباب ہے تو ہر فرد کے لیے جبہ کا ثبوت قولی یا فعلی کی اصلاح حاجت نہیں کہ باجماع و اطباء عقل و نقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری و ساری اطلاق حکم کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس ماہیت کلیہ یا فرد منقسمہ کا جہاں وجود ہو حکم کا ورود ہو اور فردیت بے خصوصیت محال اور وجود عینی و تعین مساوی تو جس قدر خصوصیات و تعینات مقبول ہوں سب بالیقین اسی حکم مطلق میں داخل جب تک کسی خاص کا استثناء شرع مطہر سے ثابت نہ ہو اس قاعدہ جلیلہ کی تحقیق میں حضرت ختام المحققین امام المدققین حمزہ اشرفی لاریضین سیدنا والوالدہ قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد الفصح مبانی الفسا د میں افادہ فرمائی من شاء فلیستش ف بمطالعہ یہاں اسی قدر کافی کہ خود حضرت وہابیہ کے امام ثانی و معلم اول میاں اسماعیل دہلوی رسالہ بدعت میں لکھتے ہیں و باب مناظرہ در تحقیق حکم صورت خاصہ کے کہ دعویٰ جریان حکم مطلق در صورت خاصہ مجوز عنہا می نماید ہما نہست متمسک باصل کہ در اثبات دعویٰ خود حاجت بدلیلہ ندارد و دلیل ادہاں حکم مطلق است و بس (رابعاً) ہم صدر جواب میں حضرت المرآۃ تابعین سے اس دعا کا ثبوت روایت کرائے پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت نہ ہونے کو مانیوں کس ہونے سے منع ٹھہرا سکتے ہیں کہ ان کے نزدیک تشریع احکام تابعین تک باقی رہتی اور ان کے بعد منقطع ہوتی ہے پھر قرن اول سے عدم ثبوت کیا مضر و ممانی ہے (خامساً) ہر عاقل جانتا ہے کہ ادعائے عدم ثبوت میں قابل جرم و تصدیق صرف عدم وجدان قابل ہے اور عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں خصوصاً ابتائے زمان میں۔ اور امر واضح ہے اور سیر واضح۔ اور گزرا اشارہ اور



آئے گا دوبارہ ہم نے اس کا کچھ بیان اپنے رسالہ صفائح اللجین وغیرہ میں لکھا یہاں اتنا ہی بس ہے کہ خود مجیب اپنی کتاب السی الشکر فی رد المذہب الماثر میں لکھتے ہیں نفی روایت سے نفی وجود لازم نہیں نظر اس کے بکثرت ہیں کہ نہیں منجملہ ان کے حدیث عائشہ ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسبح سبحۃ الضحیٰ وانی لا یسبحھا انھی حالانکہ اُس سے نفی وجود لازم نہیں ہے با حدیث مشکاۃ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صلاۃ الضحیٰ ادا کرنا ثابت ہے اسی وجہ سے جلال الدین سیوطی رسالہ صلاۃ الضحیٰ میں لکھتے ہیں الخ۔ جب ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک عدم ثبوت عدم ثبوت واقعی کو مستلزم نہ ہوا تو زید و عمرو من و تو کس شمار و قطار میں ہیں (سا دسا) عدم ثبوت مان بھی لیں تو اس کا صرف یہ حاصل کہ منقول نہ ہوا پھر عقلا کے نزدیک عدم نقل نقل عدم نہیں یعنی اگر کوئی نقل بخصوص حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا بھی نہ ہوا یا محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں عدم النقل لا ینفی الوجود خود مجیب اپنی سعی مشکور میں تنزیہ الشریعۃ امام ابن عراق سے نقل کرتے ہیں عدم الثبوت لا یلزم منہ اثبات العدم (سابعاً) خادم حدیث جانتا ہے کہ بارہواۃ حدیث امور مشہورہ معروفہ کو چھوڑ جاتے ہیں اور ان کا وہ ترک دلیل عدم نہیں ہوتا ممکن کہ یہاں بھی بر بنائے اشتہار حاجت ذکر نجائی ہو اس اشتہار کا پنا اس حدیث صحیح سے چلے گا جو ہم نے صدر کلام میں روایت کی کہ جب تابعین عظام میں بعد نماز عیدین دعا کا رواج تھا تو ظاہراً انھوں نے یہ طریقہ انیفہ صحابہ کرام اور صحابہ کرام نے حضور سید الانام علیہ السلام سے اخذ کیا حضرات مانعین اگر دیانت پر آئیں تو سچ سچ بتادیں گے کہ عیدین کے قعدہ اخیرہ میں خود بھی دعا و ورد پڑھنے اور اُسے جائز و مستحب جانتے ہیں اس کی خاص نقل حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دکھا دیں یا اپنے بدعتی ہونے کا اقرار کریں۔ اور اگر فرائض پر قیاس یا اطلاقات سے متکبر کرتے ہیں تو یہاں کیوں یہ طرق نامقبول ٹھہرتے ہیں۔ واللہ الموفق (ثامناً) نقل عدم بھی سہی پر وہ نقل منع نہیں اللہ عزوجل نے یہ فرمایا ہے کہ مَا مَنَعُكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا مَنَعَكُمْ عَنْهُ فَانْهَوْا جو رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو یہ نہیں فرمایا کہ مَا مَنَعُكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا مَنَعَكُمْ عَنْهُ فَانْهَوْا جو رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو یہ نہیں فرمایا کہ مَا مَنَعُكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا مَنَعَكُمْ عَنْهُ فَانْهَوْا رسول جو کرے کہ وہ اور جو نہ کرے اُس سے بچو کہ شرعاً یہ دونوں قاعدے منقوض ہیں۔ امام الوہاب بیہ کے عم نسب و پدر علم و جد طریقت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں نکرہ دن چیزے دیگر مست و منع فرمودن چیزے دیگر (تاسعاً) اگر مجرد عدم نقل یا عدم فعل مستلزم مانعیت ہو تو کیا جواب ہو گا شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور صاحب جزا دے شاہ عبدالعزیز صاحب اور امام الطائفہ امیہاں اسمعیل اور ان کے پیر سید احمد اور شیخ السلسلہ جناب شیخ مجدد صاحب اور عمائد سلسلہ مرزا مظہر صاحب و قاضی ثناء اللہ صاحب وغیرہم سے جنھوں نے اذکار و اشغال و اوراد وغیرہ کے صد ہا طریقے احداث و ایجاد کیے اور ان کے محدث و مخترع ہونے کے خود اقرار کئے پھر انھیں سبب قرب الہی و رضائے ربانی جانا کیے اور خود عمل میں لائے اور ان کو ان کی ہدایت و تلقین کرتے رہے شاہ ولی اللہ قول الجہل میں لکھتے ہیں لَمْ یثبت تعین الادب ولا تلاف الاشغال مرزا جان جانان صاحب مکتوب ۱۱ میں فرماتے ہیں ذکر جریا کیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات بطور معمول کہ در ذوق ناخو

روح یافتہ از کتاب وسنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبدء فیاض اخذ نموده اند۔  
 و داخل دائرہ اباحت و فائدہ در آن محقق و انکار آن ضرور ہے فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر سے تعفیل اپنے رسالہ انساب الاشراف  
 من ہم صلاۃ الاسرار میں ذکر کی و باشد التوفیق (عاشرا) ان سب صاحبوں سے درگزریے خود وہ عالم جن کا فتویٰ اس سلسلہ میں  
 تھا الاصلیٰ استناد و منہائے استناد ہے یعنی مولوی لکھنوی مرحوم انھیں کے فتاویٰ کی تصریحات جلیہ تصدیقات قویہ دیکھی کہ ان کے  
 اصول و فروع کس درجہ بھارے فروع و اصول کے قانع و قانع ہیں پھر ان مسائل میں ان کا دامن تھا تا جہاں خود کا صریح جواب  
 سے سامنا عقل و ہوش سے لڑائی تھا تا نافع و مضر میں فرق نہ جانتا نہیں تو کیا ہے میں یہاں ان کی صرف وہ عبارتیں نقل  
 کروں گا جو حضرات و ہابہ کے اسی منالطہ عامۃ الورد یعنی حدیث خصوص اور قرون ثلثہ سے عدم ورود کو دلیل منع جلتے کی قاطع  
 و قاض ہیں اور وہ بھی صرف اسی مجموعہ فتاویٰ سے ان کے دیگر رسائل سے تاکہ سب پر ظاہر ہوجے کہ باوجود عشق و رشتہ و بیحد  
 پھر ان میں بھی قصد استیعاب نہیں بلکہ صرف چند عبارتیں پیش کروں گا بعض مفید و فوائد و اصول اور بعض میں فروع قاطعہ اصول  
 فضول و استدانت علی کل جہول (الاصول) عبارت مجموعہ فتاویٰ جلد اول کے صفحہ ۵۶ پر علامہ سید شریعت کے حواشی  
 مشکوٰۃ سے استناد نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حدیث من احدث فی امرنا هذا مالئیس منہ فقہوراد کی شرح میں ارشاد  
 فرمایا الملعن ان من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاہر او خفی مملوفا و مستنبط  
 فقہوراد علیہ انتھ یعنی حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص دین میں ایسی رائے پیدا کرے جس کے لیے قرآن و حدیث میں  
 ظاہر یا پوشیدہ صراحت یا استنباط کسی طرح کی سند نہ ہو وہ مردود ہے۔ تو صاف ثابت ہوا کہ قرون ثلثہ سے ورود و خصوصیت ظاہر  
 ضرور نہیں بلکہ عموم و اطلاق اباحت میں دخول بند کافی ہے کما ہر مذہب اہل الحق عبارت ۲۔ اسی کے صفحہ ۵۶ پر  
 امام ابن حجر کی کی فتح مبین شرح الربیع سے ناقل المراد من قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم من احدث  
 فی امرنا هذا مالئیس منہ ما ینافیہ اولاً یشہد الہ قواعد الشہاد والادلۃ العامۃ انتھی یعنی حدیث کی مراد یہ ہے کہ  
 وہی نوپیدا چیز بدعت سیئہ ہے جو دین و سنت کا رد کرے یا شریعت کے قواعد اطلاق و دلائل عموم تک اس کی گواہی نہ دیں  
 عبارت ۳ اسی صفحہ میں خود کہتے ہیں گمان میری کہ استحسان شرعی صفت آن مامورہ است کہ صراحت در دلیل از دلائل اربعہ  
 امر باد وارد شدہ باشد بلکہ استحسان صفت ہر مامورہ است خواہ صراحت مراد وارد شدہ باشد یا از قواعد کلیہ شرعیہ سندش یا قہ شدہ  
 باشد عبارت ۴ صفحہ ۵۸ پر لکھا ہر جی تیکہ وجودش بخصوصہ در زمانے از ائمہ ثلثہ نباشد لیکن سندش در دلیل از ادلہ اربعہ  
 یافتہ شود ہم سخن خواہ شد نمی بینی کہ بنائے ما اس لہ عبارت ۵ صفحہ ۵۳۱ کتب فقہ میں نظائر اس کے بہت موجود ہیں  
 کہ از منہ سابقہ میں ان کا وجود نہ تھا مگر بسبب اغراض صالحہ کے حکم اس کے جواز کا دیا گیا (الفروع) عبارت ۶ صفحہ ۶۲ اگر  
 تسلیم کنم کہ ذکر مولد و از منہ ثلثہ نبود و نہ از مجتہدین حکم اور منقول شد لیکن چون در شرع اس قاعدہ مجدد شدہ است کل فرد من  
 افراد نشاء العلم فقہوراد و ذکر مولد نیز زیر است لای حکم مند و بیت او دادہ خواہد شد عبارت ۷ صفحہ ۶۸ ۶۹ بد

ذو رکعت سنت ظہر و مغرب و عشا کے دو رکعت نفل پڑھنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اب تک نظر سے نہیں گزرا لیکن ہر شخص بقصد ثواب بدون اعتقاد سنیت پڑھے گا وہ ثواب پائے گا کیونکہ حدیث میں وارد ہے الصلاة خیر موضوع فمن شله فليقل ومن شاء فليكثر **اقول** سائل سے پوچھا تھا اصل اس کی سنت و اجماع و قیاس سے ثابت ہے یا نہیں اور ان میں بعض کے لیے ثبوت خاص احادیث سے نظر فقیر میں حاضر مگر کلام رد حیات و ہابیت میں ہے وہ حاصل عبارت ۸ صفحہ ۲۹۲ الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلمات حسرت و رخصت کے ادا کرنا فی نفسہ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ کلمات باعث ندامت و توبہ سامعین ہوئے تو امید ثواب ہے مگر اس طریقہ کا ثبوت قرون ثلثہ میں نہیں رہا۔ عبارت ۹ مجلہ فتاویٰ جلد دوم صفحہ ۱۷۰ کیسے می گوید کہ وجودیہ و شہودیہ از اہل بدعت اند قولش قابل اعتبار نیست و منشاء قولش جہل و نادانیت است از احوال اولیاء و از معنی توحید و جودی و شہودی و شاعری کہ ذم ہر دو فرقہ ساختہ قابل ملامت است و اللہ اعلم ذاتہ تعالیٰ الامان کی بالا خوانیاں یاد کیجئے۔ عبارت ۱۰ صفحہ ۲۲۱ فی الواقع شغل برزخ اُس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت ہاں افراط و تفریط اُس میں بخر ضلالت کی طرف ہے۔ تصریح اس کی مکتوب مجدد الف ثانی میں جا بجا موجود ہے واللہ اعلم سخن اللہ وہ عالم کہ تمھارے مذہب ناچند پر معاذ اللہ صراحتہً شرک و مجوز شرک ہو چکا اُس اعتماد اور اُس کے فتوے سے استناد کس دین و دیانت میں روا۔ عبارت ۱۱ اسی کی جلد سوم صفحہ ۵۸ میں ہے سوال وقت ختم قرآن در تراویح مبار سورہ اخلاص بخوانند مستحسن است یا نہ جواب مستحسن است عبارت ۱۲ صفحہ ۱۲۵ ۱۶۱ مجمع سیاں حکم بالفاظ سلام و دست برداشتن در سرب یا سینہ نہادن پس ظاہر الا باس بہ است عبارت ۱۳ صفحہ ۱۲۴ سوالی بسم اللہ و حق پر پیشانی بست از انشت درست یا نہ جواب درست است عبارت ۱۴ صفحہ ۱۳۳ سوال قیام وقت ذکر ولادت باسعادت کے جواب میں قیام بالقصد کا قرون ثلثہ سے منقول نہ ہونا اور بعض احوال میں صحابہ کرام کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے قیام نہ کرنا نفل و تحریر کر کے لکھتے ہیں لیکن علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا قیام می فرمایند امام برزنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ در رسالہ مولدی نویند وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمة ذواروایہ دروایہ قطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم غایہ مرامہ و موماہ اتھے یعنی ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرنے کو ان اماموں نے مستحسن فرمایا ہے جو صاحب روایت و درایت تھے تو خوشی و شادمانی ہو اُسے جس کی ہنایت مراد و مقصد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور خود مجیب گھنوی حرمین طیبین کی مجالس متبرکہ میں اپنا حاضر و متبرک ہو نا بیان کرتے اور انھیں مجالس متبرکہ کہتے ہیں حالانکہ بشہادت مجیب و شاہدہ توازن مجالس ملائکہ تانس کا قیام پر شکل ہونا یقینی۔ مجیب موصوفہ اسی جلد فتاویٰ صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں در مجالس مولد شریف کہ از سورہ الضحیٰ تا آخری خوانند البتہ بعد ختم ہر سورہ بکبیری گویند عالم متبرک مجالس متبرکہ بدہ ایں امر را مشاہدہ کردہ ام ہم در مکملہ و ہم در مدینہ منورہ و ہم در جدہ۔ عبارت ۱۵ طرفہ کہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں سوال پارچہ چھنڈہ سالار مسعود غازی در مصرف خود آرد یا قصد نکاح جواب ظاہر در استعمال

پارچہ مذکور بصورت خود وہی کہ موجب برہ کاری باشد نیست و اولے آنست کہ ہمساکین و فقرادہ ذرا حضرات مخالفین اس اولے آنست کی وجہ بتائیں اور اسے اپنے اصول پر بنیق فرمائیں و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس قسم کے کلام رسائل و رسائل مجیب میں بکثرت ملیں گے و فیما ذکرنا کفایۃ واللہ سبحنہ ولی الہدایہ محمد اللہ جواب اپنے فتوے کو پہنچا اور یقین حق تادلف علیا اب ذرا مگر سعی مانعین کا وہ پہلا روٹا یعنی عوام کا بعد نماز فرائض بھی دعائے و شکش ہونا یہاں اگر میں نقل احادیث پاتوں تو ایک مستقل رسالہ اٹا کروں مگر حکم ضرورت صرف مولوی عبدالحی صاحب کا ایک فتوے غضا نقل کرتا ہوں جس پر غیر مقلدین زمانہ کے امام اعظم ندیر حسین دہلوی کی بھی ہر سہ مجموعہ قنادے جلد دوم صفحہ ۷۷ چھپی فرماید علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ رفع یدین در دعا بعد نماز چنانکہ معمول المسلمین دیار است ہر چند فقہا مستحسن می نویسند و احادیث و مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد دریں خصوص ہم حدیث واردست یا نہ بینوا توجروا ہوا لمصوب دریں خصوص نیز حدیث واردست حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحق بن اسنی در عمل الیوم واللیہ می نویسند حدیثی احمد بن الحسن حدیث ابو اسحق یعقوب بن خالد بن یزید البالی حدیثا عبد الغزیز بن عبد الرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انہ قال ما من عبد یسط کفہ فی دبر کل صلاۃ ثم یقول اللہم اللہی واللہ ابراہیم واسحق و یعقوب واللہ جبرئیل میکائیل واسئیل اسألك ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمتی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنقی عن الفقر فانی متمسک الاکان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یردد یہ ثابتین واللہ اعلم۔

محمد عبدالحی  
ابو الحسنات

الجواب صحیح و یؤیدہ ما رواہ ابو بکر بن ابی شیبہ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرفت و رفع یدیه و دعا الحدیث ثبت بعد الصلاۃ المفضیۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کمالاً یحقی علی العالم الاذکیاء

محمد  
ندیر حسین

لطیفہ فقیر غفر المولی القدر نے وہابیہ کے اس خیال ضلال کے رد و ابطال کو کہ جو کچھ بخصوصہ قرون ثلثہ سے منقول نہیں ممنوع ہے مجیب کی پندرہ عبارتیں نقل کیں مگر لطیف یہ ہے کہ خود وہی فتوے جس سے یہاں انھوں نے استناد کیا اس خیال کے ابطال کو ہے مجیب کی عادت ہے کہ شروع جواب میں ہوا لمصوب کہتے ہیں یہی لفظ اس فتوے کی ابتدا میں بھی لکھا گیا سمجھتے نصہ اب حضرات مخالفین ثابت کر دکھائیں کہ حضور رب عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا صحابہ کرام و تابعین عظام علیہم الرضوانی اللہ جل و علا کو مصوب کہا کرتے ہوں خصوصاً بجا لیکہ اس لئے کہ یہی تو فیقی ہیں واذ قد بلغنا الی ذکر التوقیف وقت القلم وکان ذلک للہیلۃ

بقیت من اوسط عشر اثنی عشر المعظم سنۃ الف وثلثمائة وسبع من ہجرة سید العالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
والحمد لله علی ما الہم والصلوة والسلام علی السولی الاعظم وآلہ وصحبہ سادات الامم واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم  
وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

مسئلہ - بنارس محلہ کنڈی گڑھ مسجد بی بی حاجی شفا خانہ از مولوی عبدالغفور صاحب ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکتہ جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مد اللہ فیضاً از جانب  
خادم الطیبہ عبدالغفور سلام علیک قبول باد کہہ سائل میں یہاں درمیان علما کے اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکتہ  
ہے امید کہ جواب سے مطلع فرمائیں (۱) زید کہتا ہے ناز عیدین صحرا میں پڑھنی سنت ہے لیکن شہر میں بھی جائز ہے جس شخص نے ناز  
مذکور شہر میں پڑھی ناز اس کی ضرور ادا ہوئی البتہ ترک سنت اس نے کیا اور ثواب سنت سے محروم رہا عمرو کچھ روز تک قائل تھا ناز عیدین  
شہر میں جائز نہیں مگر چند روز سے بذات خود یا جو تعلیم کسی غیر کے کہتا ہے گو ناز مذکور شہر میں جائز ہے لیکن پڑھنے والے گنہگار ہوں گے  
(۲) زید کہتا ہے ناز عیدین مسجد پختہ چھت دار کے اندر جو صحرا میں واقع ہے پڑھنے سے ثواب صحرا میں پڑھنے کا نہ ملے گا عمرو کہتا ہے کہ مسجد  
پختہ چھت دار ہے مگر نہ صحرا میں واقع ہے لہذا ثواب صحرا میں پڑھنے کا ملے گا ان سب مسائل میں قول زید کا صحیح ہے یا عمرو کا۔ بینوا توجروا

## الجواب

(۱) قول زید صحیح ہے عار کہ کتب مذہب متون و شروح و فتاویٰ میں تصریح ہے کہ ناز عیدین بیرون شہر صلی یعنی عید گاہ میں پڑھنی  
مندوب ہے سبب ہے الفضل ہے سنون ہے فرض نہیں کہ شہر میں ادا ہی نہ ہو واجب نہیں کہ شہر میں پڑھنا مطلقاً گناہ ہو نہ تہا و کنز و ادنی  
وعزز و اصلاح و تقویٰ وغیرہ متون میں بلفظ ندب و قایمیں بکلمہ حبب یا یہ میں بلفظ یستحب تفسیر فرمایا مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں علامہ ابن  
کلب سے ہے الا فضل اداؤھا فی الصحراء فی سائر البلدان و فی مکہ خلاف یسن تنویر و فتح القدیر و درر و ہندیہ و مفسرات ہذا زید  
و غنیہ و خانہ و خلاصہ و خزائن المفتین و فتاویٰ ظہیر و غیرہ میں ہے الخروج الیہا سنۃ بحر میں ہے التوجہ الی المصلی مندوب کما  
اقادہ فی التجنیس وان کانت صلاة العید واجبۃ حتی لوصلی العید فی الجامع ولم یتوجہ الی المصلی فقد ترک السنۃ شرح نقایۃ تسانی  
میں ہے الخروج الیہا مندوب وان کان الجامع یسعمہم فالخروج الیہا بواجب عقیہ میں جامع الفقہ و منیل المفتی و ذخیرہ سے ہے یجوز لقائمۃ  
فی المصر و فوائد فی موضعین قال کثروا بہ قال الشافعی و احمد ہاں جو سنت موکدہ ہو اور کوئی شخص بلا ضرورت بے عذر براہ تہا و نہ پڑھنی  
اس کے ترک کی عادت کرے اسے ایک قسم اثم لاحق ہوگی نہ ترک سنت بلکہ اس کی کم قدری و قلت مبالات کے باعث فی شرح المنیۃ للعلامة  
ابراہیم الحبلی لا یتراک دفع الیہدین عند التکید لانہ سنۃ مؤکدہ ولو اعتاد ترکہ یا ثمر النفس التراک بل لانہ استخفاف وعدم  
مبالاۃ بسنۃ و اظہر علیہا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدۃ عسیرۃ اما لو ترکہ بعض الاحیان من غیر اعتیاد فلا یا ثمر  
وہذا مطرد فی جمیع السنن المؤکدہ اھ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (۲) عمرو کا قول صحیح ہے اور زید کا دعویٰ بھی وجہ بحث کہتا ہے  
اگر صحرا سے اس کی مراد فضائے خالی ہو اقول وبالله التوفیق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک اصل سنت کہ ناز عیدین بیرون شہر

جنگل میں ہو شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اُس میں حکمت اظہار شعار اسلام و شوکت و کثرت مسلمین رکھی ہے یہ بات نفس خروج و اہل سے حاصل اگرچہ صحرائیں کوئی عمارت بتالیں پس قول عمر و کہ جب مسجد صحرائیں ہے تو بیرون شہر جانے جنگل میں پڑھنے کا ثواب حاصل ہوتا ہے صحیح ہے دوم سنت سنت کر تکمیل و تاکید اصل سنت کے لیے ہے یعنی فضائے خالی بے عمارت میں پڑھنا کہ اس میں زیادہ اظہار شعار شوکت ہے مسجد عید گاہ واقع صحرائیں پڑھنے سے اگرچہ اصل اظہار شعار و صلاۃ فی الصحرا کا ثواب حاصل مگر صلاۃ فی الفضائیں اتبع اتم ہر جواب از ذہن و دود ہوا جبکہ جانب تعمیر کسی مصلحت شرعیہ سے متوجہ نہ ہو اس معنی پر قول زید بھی رد بصحت ہے زمانہ اکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلائے عید کعبہ دست مہرمان تھا جس میں اصلاً تعمیر نہ تھی مدینہ طیبہ کے شرقی دروازے پر کما فی المقصد التاسع من المواہب مسجد اطہر کے باب السلام سے ہزار قدم کے فاصلے پر کما فی الزکاتی عن فتح الباری عن عمر بن شیبہ فی الاخبار المذینۃ عن ابی عسان الکنا فی صاحب مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنن ابن ماجہ و صحیح ابن خزیمرہ و تخریج التعلیل میں عبد الشریف عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یعدن والی بالمصلی فی یوم عید و العاقۃ فحصل بین ید یہ فاذا بلغ المصلی نصبت بین ید یہ فصل الیہا و ذلک ان المصلی کان فضاء لیس فیہ یستر بہ اب صد ہا سال سے اُس کا احاطہ بن گیا علامہ سید نور الدین محمودی قدس سرہ استظهار فرماتے ہیں کہ یہ عمارت زمانہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تعمیر ہوئی کما فی کتابہ قدس سرہ فی تاریخ طیبۃ الطیبۃ جملۃ اللہ تعالیٰ علی طیب طیبہا بطیبہ والہ الطائب و بآذک وسلم اور واقعی جب امیر المومنین مہدوی نے مسجد اقدس حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کی تجدید تعمیر فرمائی ہے جہاں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ناز پڑھنا معلوم ہوا اُن سب کی بھی تعمیر جدید خواہ مخواہ فرمائی کما یستفاد من عمدة القاری للعلامة الامام البدر محمود العینی عن عمر بن شیبہ عن ابی عسان عن غیر واحد من اهل العلم علی کلام کہ عیدین کے لیے مصلی کو جانا سنون و سنج بتاتے ہیں وہی یہ بھی بحث فرماتے ہیں کہ مصلائے عید صحیح احکام میں مسجد ہے یا سرت بعض میں اور اُس میں بول و باز و طی جائز ہیں یا نہیں کہ اگرچہ وہ سب احکام میں مسجد نہ سہی گرا بیانی نے یہ عمارت اس لیے ذبائی بحر الرائق میں ہے اختلفوا فی مصلی الجنائزۃ و العید فصیح فی المحیط فی مصلی الجنائزۃ لیس لہ حکم المسجد اصلاً و صحیح فی مصلی العید کذلک ان فی حق جواز الاقتداء وان لم تتصل الصفوف و فی النہایۃ و غیرہا و المختار للفتویٰ فی المسجد الذی اتخذ لصلاۃ الجنائزۃ و العید انه مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف وفقاً للناس و فیما عدا ذلک لیس لہ حکم المسجد اذ و ظاہر ما فی النہایۃ انه یجوز لوط و البول و التقلی فی مصلی الجنائز و العید و لا یخفی ما فیہ فان البانی لم یعدہ لذلک فینبغی ان لا تجوز ہذہ الثلاثۃ وان حکمنا بکونہ غیر مسجد و انما تظہر فائدہ فی بقیۃ الاحکام الی ذکرنا ہا و فی محل دخوله للجنب و المحاضی و فضل فی العیدین میں ہے لو کان محراب المصلی عشرة اذراع و صفت القوم مائة ذراع و لا تتصل الصفوف حارث صلاۃ الکل جامع الزمر میں ہے المصلی محوط بالفناء صحیح بخاری شریف میں ایک باب وضع فرمایا باب العلم بالمصلی یعنی مصلائے عید میں شناخت کے لیے

کوئی علامت امام بدرجہ خود نے اس علامت میں عمارت مصلیٰ کو بھی داخل فرمایا عمدۃ القاری میں ہے ص باب العلم الذی بالمصلیٰ فی ای ہذا باب فی بیان العلم الذی ہو بمصلیٰ العید والعلم بفتح ثین هو الشئ الذی عمل من بناء او صنع سحر او نصب عمود وغیر ذلک ليعرف به المصلیٰ بالجملہ تعمیر عید گاہ کا جواز ظاہر اگرچہ افضل نضائے خالی ہو بلکہ امام تاج الشریعہ کی تصحیح پر نظر کیجیے (کہ انہوں نے فرمایا صحیح ہے کہ مصلائے عید جمیع احکام میں مسجد ہے) جب تو اس کی تعمیر ضروری ہوگی خصوصاً بلا وقت میں جہاں کفار کا غلبہ ہے کہ یہیں رکھیں تو آدمی جائز جنب حاضر سب اس میں چلیں گے پیشاب کریں گے مسجد کی بے حرمتی ہوگی علامہ شریانی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں ذکر الصدر والشہید المختار للفتویٰ فی الموضع الذی يتخذ لصلاة الجنازة والعید انہ مسجد فی حق جواز الاقتداء وان الفصل الصفوف رفقا بالناس وفيما عدا ذلك ليس له حکم المسجد کذا ذکرہ الامام المحبوبی اذ ذکرہ الکافی ومثله فی فہم القادیروینحالفہ ما قالہ تاج الشریعہ والاصح انہ ای مصلیٰ العید یاخذ حکمہا ای المساجد لانہ اعدا لا قامة الصلاة فہم بالجماعة لا عظم الجمع علی وجه الاعلان الا انہ انما ادخال الدواب فیہا ضرورة الخشية علی ضیاعہا ولکن يجوز ادخال الدواب فی بقعة المساجد لکان العذر والضرورة اہ فقد اختلفت المصنفون فی مصلیٰ العید واقفین فی مصلیٰ الجنازة اس قول پر زمانہ اقدس میں عمارت نہ ہونا وارد ہوگا کہ مدینہ الطیبہ میں روز اول سے بعد اللہ تعالیٰ اسلام ہی حاکم اسلام ہی غالب ہے عداطر کے حضرات میں آداب شریعت کا جو تحفظ تھا روشن ہے جمہور المسلمین اگرچہ اس تصحیح کے خلاف ہیں تاہم قول صحیح ہے اور خلاف علماء کا لحاظ بالاجماع مستحب اگرچہ غیر مذہب میں ہو نہ کہ خود اپنے مذہب میں خلاف تو یہ باختلاف تصحیح بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ اس تعمیر سے وہ جگہ صحرائے نکل کر آبادی نہ ہو جائے گی اور اس میں ناز صحرا ہی میں نماز رہے گی اور ناز صحرا کا ثواب یا قمر سے نہ جائے گا تو قول عمر و واضح اصح ہے ہذا کلمہ ما ظہری والعلم بالحق عند العلیم العلی واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلمہ۔

**مسئلہ**۔ سئلہ مولوی رحیم بخش صاحب از آراء شاہ آباد مدرسہ فیض الغرہ ۳۰ محرم ۱۳۲۲ھ

علمائے دین ان سوالوں میں کیا فرماتے ہیں بلا ناز عید اور خطبہ کے درمیان یا خطبہ اول و دوم کے درمیان قرآن مجید اور کسی (مسلمان حج) کی مدح و ثنا خوشامد وغیرہ (مثلاً امام نے حج کو قاضی وقت و قاضی شرع کہا اور یہ بھی کہا کہ قاضی (حج) صاحب کے ہوتے مجھے ناز پڑھانے کا حق نہ تھا لہذا ان کی اجازت سے ناز پڑھا تاہوں) قرآن حدیث اجماع مجتہد و تعامل علمائے فقہ کسی سے ثابت ہے یا نہیں ۱۔ ثابت نہ ہونے کی صورت میں ناز اور خطبہ میں کسی قسم کی کراہت پیدا ہوئی یا نہیں ۲۔ امامت مجتہد و عیدین و امامت ناز پنجگانہ کا حکم اک ہی ہے یا فرق ہے ۳۔ قاضی شرع کسے کہتے ہیں قاضی کے شرائط کیا ہیں حج شرعی قاضی ہے یا نہیں اگر ہے تو ہر حج یا صرف مسلمان حج اگر صرف مسلمان حج تو کیوں۔ بینوا تو جروا۔

**الجواب**

۱۔ چندہ کی غرک اگر کسی امر دینی کے لیے ہو تو عین خطبہ میں اس کی اجازت ہے اور خود حدیث میں ثابت ہے ایک بار



خطبہ فرماتے ایک صاحب کو ملاحظہ فرمایا کہ بہت حالت فقر و سکنت میں تھے حاضرین سے ارشاد فرمایا قصد قاصدہ دو ایک صاحب سے ایک کپڑا دوسرے صاحب نے دوسرا کپڑا دیا پھر ارشاد فرمایا قصد قاصدہ دو یہ سکیں جن کو ابھی دو کپڑے ملے تھے اُنھے اور اُن دو کپڑوں میں سے ایک حاضر کیا یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ کا حکم کہ قصد قاصدہ حاضرین کے لیے عام ہے اور میں بھی حاضرین میں ہوں اور اس وقت دو کپڑے رکھتا ہوں ایک حاضر کر سکتا ہوں اُن کو اس سے باز رکھا گیا تو فقار ہے ہی لیے قصد کا حکم فرمایا جاتا ہے نہ کہ تم کہ مگر ہندوستان میں تحریک چندہ اگر چہ کیسے ہی ضروری کام کے لیے ہو زبان اردو میں ہوگی اور خطبہ میں غیر عربی کا غلط کردہ و خلاف سنت ہے لہذا اُس وقت نہ چاہیے بلکہ بعد ختم خطبہ عید جس طرح صحیحین میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ عید تمام فرما کر گرہ نہا پر تشریف لے گئے اور اُن کو قصد کا حکم فرمایا وہ اپنے زپور اتار اتار کر حاضر کرتی تھیں اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے واسن میں لیے تھے واللہ تعالیٰ اعلم۔ جو قاضی خلاف احکام شرعیہ حکم کرتا ہو اگرچہ مسلمان ہو اگرچہ سلطنت اسلامیہ کا قاضی ہو ہرگز اُس کی مدح جائز نہیں خصوصاً منبر پر خصوصاً خطبہ جمعہ یا عیدین میں اُس کے سبب خطبہ میں تو کراہت یقینی ہے لاشتمالہا علی السحوم اور اگر خطبہ جمعہ میں ہو تو اُس کی کراہت ناز کی طرف بھی سرایت کرے گی کہ جمعہ میں خطبہ شرط نماز سے ہے اور نماز سے قبل ہوتا ہے ہاں عیدین میں کہ نماز ہو چکی اور خطبہ نہ اُس کی شرط نہ اُس میں فرض نہ واجب بلکہ ایک سنت مستقلہ ہے خطبہ کی کراہت ناز کی طرف سرایت نہ کرے گی یہ تو خطبہ ہے کہ خاص امر دین ہے اور منبر کہ خاص منہ سید المرسلین ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً مروج فاسق کی نسبت حدیث میں ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز له عرش الرحمن جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب لاہل غضب فرماتا ہے اور اُس کے سبب عرش کا عرش ہل جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم شرعی احکام اور عرفی خیالات سے بہت تفاوت ہے شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ ہر حاکم پر فرض ہے کہ مطابق احکام الہیہ کے حکم کرے اگر خلاف حکم الہی حکم کرے تو اُس کی دو صورتیں ہیں ایک عہداً اور ایک خطاً عہداً کے لیے قرآن حکیم میں تین حکم ارشاد ہوئے کہ من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الفاسقون ۵ اولئك هم الظالمون ۵ اولئك هم الکفرون قرآن مجید ایسے حکم کو فسخ و ظلم و کفر فرماتا ہے یعنی اگر عہداً ہو کہ حکم کو حق نہیں مانتا تو کافر ہے و در ظالم و فاسق اور اگر خطاً ہو تو اُس کی پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خطا بوجہ جہل ہو یعنی علم نہ رکھتا تھا کہ صحیح احکام سے واقف ہونا یہ صورت بھی حرام و فسق ہے صحیح حدیث میں قاضی کی تین قسمیں فرمائی قاض فی الجنة و قاضیان فی النار ایک قاضی جنت میں ہے اور دو قاضی دوزخ میں وہ کہ عالم و عادل ہو جنت میں ہے اور وہ کہ قصد خلاف حکم کرے یا بوجہ جہل ۵ دونوں نار میں ہیں بوجہ جہل پر نادبی ہونے کا یہ سبب ہے کہ اُس نے ایسی بات پر اقدام کیا جس کی قدرت نہ رکھتا تھا وہ جانتا تھا کہ میں عالم نہیں اور بے علم مطاعت احکام ممکن نہیں تو مخالفت احکام پر قصد راضی ہوا بلکہ اُس سے اگر کوئی حکم مطابق شرع بھی صادر ہو جب بھی وہ مخالفت شرع کر لے گا ہے کہ اس اتفاقی مطابقت کا اعتبار نہیں و لہذا حدیث میں فرمایا من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطا جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اگر ٹھیک کہا تو غلط کہا دوسری صورت خطا کی ہے کہ عالم ہے احکام شرعیہ سے بگڑا ہے قابلیت قضا رکھتا ہے احکام الہیہ کے مطابق ہی فیصلہ کرنا چاہا اور براہ بشریت غلط فہمی ہوئی اس کی پھر دو صورتیں ہیں اگر وہ مجتہد ہے اور

اُس کے اجتہاد نے خطا کی تو اس خطا پر اُس کے لیے اجر ہے اور وہ فیصلہ جو اُس نے کیا نافذ ہے اور اگر مقلد ہے جیسے عموماً قاضیان زمانہ اور جد و جہد میں اُس نے کمی نہ کی اور فہم حکم میں اُس سے غلطی واقع ہوئی اور ہے پورا عالم اور اس عہدہ جلیلہ کے قابل تو اس کی یہ خطا معاف ہے مگر وہ فیصلہ نافذ نہیں یہ سب احکام قاضیان سلطنت اسلامیہ سابقہ کے لیے ہیں جو اسی کام کے لیے مقرر ہوئے تھے کہ مطابق احکام الہیہ فیصلہ کریں بخلاف حال کی اکثر اسلامی سلطنتوں کے جن میں خود سلاطین نے احکام شرعیہ کے ساتھ اپنے گڑھے ہوئے باطل قانون بھی خط کیے ہیں اور قاضیوں کو اُن پر فیصلہ کرنے کا حکم ہے اُن کی مشاعت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اشد و رسول کے خلاف حکم کرنے ہی پر مقرر ہوئے اُن اسلامی سلطنتوں کے ایسے قاضیوں کو بھی قاضی شرع کہنا حلال نہیں ہو سکتا بلکہ اس کلمہ کی تہ میں جو خباثت ہے قائل اگر اُس پر آگاہ ہو اور اُس کا ارادہ کیسے تو قطعاً خارج از اسلام ہو جائے کہ اُس نے باطل کا نام شرع رکھا لہذا اگر کام نے اپنے زمانہ کے سلاطین اسلام کی نسبت فرمایا ہے کہ من قال لسلطان زماننا عادل فقد کفر بہارے زمانہ کے سلطان کو عادل کہنا کفر ہے کہ وہ خلاف احکام الہیہ حکم کرتے ہیں اور خلاف احکام الہیہ عدل نہیں ہو سکتا عدل حق ہے تو اسے عدل کہنے کے معنی ہوئے کہ خلاف احکام الہیہ حق ہے تو معاذ اللہ احکام الہیہ ناحق ہوئے اور یہ کفر ہے بہر حال جو قاضی خلاف احکام الہیہ حکم کرتا ہو ہرگز قاضی شرع نہیں ہو سکتا جب قاضیان سلطنت اسلامیہ کی نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنت غیر اسلامیہ کے حکام تو مقرر ہی اس لیے کیے جاتے ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں یہی رجسٹری اہمیں اگرچہ کوئی حکم نہیں مگر وہ دستاویزوں پر شہادت ہے اور انھیں رجسٹر چڑھانا اور اُن میں بہت دستاویزیں سود کی بھی ہوتی ہیں اور صحیح حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربوا و مؤکلہ و کانبہ و شاہد یہ و قال ہم سوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اُس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا سب برابر ہیں جمعہ و عیدین کی امامت پنجگانہ کی امامت سے بہت خاص ہے امامت پنجگانہ میں صرف اتنا ضرور ہے کہ امام کی طہارت و نماز صحیح ہو قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو بد مذہب نہ ہو فاسق معلن نہ ہو پھر جو کوئی پڑھاوے گا نماز بلا ضل ہو جائے گی بخلاف نماز جمعہ و عیدین کہ اُن کے لیے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا ماذون اور جہاں یہ نہ ہوں تو بعزورت جسے عام سلاطین نے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو کما فی الدار المختار وغیرہ دوسرا شخص اگرچہ کیسا ہی عالم و صالح ہو ان نمازوں کی امامت نہیں کر سکتا اگر کرے گا نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبدالحکیم ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارہ میں کہ جمعہ مسجد میں نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے مگر سنت یہ ہے کہ نماز عیدین عید گاہ میں چاہیے جبکہ کوئی عذر شرعی مانع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ملک مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو نماز عید کی خبر دی جائے اہل اسلام کو اور وہ دعویٰ کرتا ہے اسلام کا اور اُس کو فرصت بہت ہے اگر وہ قصد آن آوے اُس کو کیا کیا جاوے۔ بینوا توجروا

## الجواب

نماز عید شہروں میں ہر مرد آزاد تندرست عاقل بالغ قادر پر واجب ہے قادر کے یہی معنی کہ نہ اندھا ہو نہ لولہ نہ ٹنجا نہ قیدی نہ کسی ایسے مریض کا بیمار دار ہو کہ یہ اسے چھوڑ کر گھر سے جائے تو مریض ضائع نہ جائے نہ ایسا ہوڑھا کہ چل پھر نہ سکے نہ اسے نماز کو جانے میں حاکم یا چور یا دشمن کی طرف سے جان یا مال یا عزت کا سچا خوف ہو نہ اس وقت میں نہ یارن یا کچڑ یا سردی اس قدر شدت سے ہو کہ نماز کو جاننا سخت مشقت کا موجب ہو فی التذویر ثجب صلا نفعما ای العیدین علی من توجب علیہ الجمعة بشرائطها موسی الخطبة او فی الجمعة الدار المختار شطالافتراضها اقامة بمصر وصحة والحی بالمریض الممرض والشیخ الفانی وحرارة وذكورة وبلوغ وعقل ووجود بصروقدارته علی المشی وعد محبس وخوف ومطر شديد ودحل وثلب ونحوهما او ملخصا فی رد المختار قوله الممرض هذان بقی المریض ضائعا بخروجه فی الاصح حلیہ وجوهة قوله وعد مخون ای من السلطان اولص منه قال فی الاعداء و یحق به المفلس اذا خاف الحبس كما جاز التیممة قوله ونحوهما ای کہ بد شدیدا ملقطا تو شخص شہر میں ان صفات کا جامع اور ان موانع سے خالی ہو اور وہاں اقامت نماز عید بر وجہ شرعی ہو پھر نہ پڑھے تو گنہگار اور شرعاً مستحق سزا و تعزیر ہوگا لار تعکابہ معصیة لاحد فیہا والله تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از راہور متصل مراد آباد محلہ ملا ظریف گھیر فرنگن محل مرسلہ مولوی ریاست حسین صاحب بہار رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ  
چہ می فرماید ملائے دین دریں مسئلہ کہ تکبیرات زوائد عیدین بکدام سال مشروع شدہ اند و غلتش چہ بود۔

## الجواب

تشریح نماز عید در سال اول ان ہجرت ست فی الد شرع فی الاولی من الہجۃ فاد معروت نہ شد در شرع مگر ہمیں پنج دو وضع و حکمت در تکبیرات اظہار سرور دینی و امتثال قول او تعالی ست عز جلالہ ولتکملوا العدة ولتکبروا واللہ علی ما ہد نکم ہذا فی عید الفطر وقوله عز وجل لتکبروا واللہ علی ما ہد نکم وبشر المحسنین ہذا فی عید النضحی واللہ تعالی اعلم  
مسئلہ۔ سائل مذکور بالا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بلا عذر نماز عید روز اول نہ پڑھے ہیں تو روز دوم مع الکراہتہ جائز ہے جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلا صحیح نہیں۔ بلیوا تو جودا

## الجواب

نماز عید الفطر میں جو وجہ عذر ایک دن کی تاخیر دار کھی ہے وہاں شرط عذر صرف نفی کراہت کے لیے نہیں بلکہ اصل صحت کیلئے ہے یعنی اگر بلا عذر روز اول نہ پڑھے تو روز دوم اصلا صحیح نہیں نہ یہ کہ مع الکراہتہ جائز ہو عامہ معتبرات میں اس کی تصریح ہے صنف خطبہ کہ شخص بھول ہے قابل اعتماد نہیں اسے نماز عید اضحیٰ سے اشتباہ گزرا کہ وہاں دوروز کی تاخیر وجہ عذر بلا کراہت اور بلا عذر بر وجہ کراہت روا ہے فی الد المختار و تاخیر بعد مکطرا لی الزوال من الغد فقط و احکامها احکام الاضحیٰ لکن مجوز تاخیر ہالی ا خیر

ثالث ایام النحر بلا عذر مع الکراهۃ وبہ ای بالعذر بدوئھا فالعذر هنا نفی الکراهۃ وفي الفطر للصحة اھ ملخصا وفي نور البیاض  
وشرحہ مرقاۃ الفلاح کلاھما للعلامة الشرنبلالی وتوخر صلاة عید الفطر بعذر الی الغد فقط وقید العذر للجواز لا نفی الکراهۃ  
فاذا لم یکن عذرا لا تصح فی الغداھ ملقطا وفي مجمع الاخر للفاضل شیخی زادہ العذر فی الاضحی نفی الکراهۃ وفي الفطر للجواز  
وفي شرح النقایۃ للشمس القہستانی لو ترک بغير عذر سقطت کما فی الخزانۃ اھ نفی شرح المنیۃ الکبیر للعلامة الحلبي  
صلاة عید الاضحی تجوز فی الیوم الثاني والثالث سواء اخرجت بعذر او بدوئہ اما صلاة الفطر فلا تجوز الا فی الثاني بشرط  
حصول العذر فی الاول اھ وفي الفتاویٰ المحتانیۃ ان قاتت صلاة الفطر فی الیوم الاول بعذر یصل فی الیوم الثاني وان قاتت  
بغير عذر لا یصل فی الیوم الثاني فان قاتت فی الیوم الثاني بعذر او بغير عذر لا یصل بعد ذلک واما عید الاضحی ان قاتت  
فی الیوم الاول بعذر او بغير عذر یصل فی الیوم الثاني فان قاتت فی الیوم الثاني بعذر او بغير عذر یصل فی الیوم الثالث فان  
قاتت فی الیوم الثالث بعذر او بغير عذر لا یصل بعد ذلک وفي الہندیۃ عن تبیین الامام الزیلعی العذر هنا نفی الکراهۃ  
حتى لو اخرجوها الی ثلاثة ایام من غیر عذر جازت الصلاة وقد اساءوا فی الفطر للجواز حتى لو اخرجوها الی الغدا من غیر  
عذر لا یجوز انتمی ومثله فی رمز الحقائق للعلامة العینی بالجملہ اس کا خلاصہ کتب مترادف میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ  
میں بھی نہ گزرا اللهم الا ما رأیت فی جواهر الاخلاطی من قوله اذا قاتت صلاة عید الفطر فی الیوم الاول بعذر او بغيره  
صلی فی الیوم الثاني ولم یصل بعده اھ فیظن ان یکون خلطا من الاخلاطی فانی رأیت له غیر ما مسئلة خالف فیہا  
الکتب المعتمدة والاسفار المعتبرة او یکون من خطأ النسخ والله تعالی اعلم

**مسئلہ**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ میں ایک دن ایک ہی خطبہ سے دو امام نے دو جماعت نماز  
پڑھائی ان میں سے پہلے امام نے مع خطبہ کے نماز پڑھائی اور ثانی امام نے بدون خطبہ کے نماز ادا کی اب ان دونوں جماعتوں کی نماز جائز  
ہوئی یا نہیں اگر جائز ہے تو دونوں کی جائز ہوئی یا ایک کی اور اگر ایک جائز ہوئی تو پہلے کی یا ثانی کی اور اگر ناجائز ہے تو دونوں کی ناجائز  
ہے یا ایک کی اگر ایک ہے تو پہلے کی یا ثانی کی۔ بیضا بحوالہ الکتاب وتوجروا یوم الحساب

### الجواب

اگر دونوں امام ماذون باقامت نماز عید تھے تو دونوں نمازیں جائز ہو گئیں اگرچہ امام دوم نے ترک سنت کیا کہ عید میں خطبہ سنت  
ہے فرض و شرط نہیں تو اس کا ترک موجب ناجائزی نہ ہوگا البتہ موجب اسارت و کراہت ہے فی الدالھنا وتجب صلاتھما علی من تجب  
علیہ الجمعة بشرائطھا المقدمۃ سوی الخطبۃ فانھما سنتہ بعدھا فی رد المحتار قال فی البحر حتی لو لم یخطب اصلاحا واسلو  
لترك السنة فی التذویر تودی بمصر بمواضع اتفاقا والله تعالی اعلم۔

**مسئلہ**۔ از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاک خانہ بدیع بازار موضع قاضیہ گھوٹ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل مندرجہ ذیل میں (۱) جس جگہ میں عید کی نماز کے واسطے احتیلا

نہیں بلکہ تیج یا چھ ماہ تک پانی کے نیچے ڈوبا ہوا رہتا ہے اور باقی چھ ماہ بیل بکریاں اسی جگہ میں چرتی ہیں اور وہ جگہ خراجی ہے وقفی نہیں تو اس جگہ کو شرع میں عید گاہ کہتے ہیں یا نہیں اور اُس میں نماز عید کی درست ہے یا نہیں (۲) عید کے دن بعد نماز عید کے مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں اگر مصافحہ کریں تو حرام ہے یا نہیں اور معافقہ کرنا بھی درست ہے یا نہیں۔

## الجواب

(۱) اگر وہ زمین کسی شخص کی ملک ہے اور اُس نے نماز عید کے لیے وقت نہ کی تو وہ عید گاہ نہ ہوگی فان مصلی العید عرفاً ہو عادی الارض المقر من جهة سلطان الاسلام او جماعة مسلمی البلد لصلاة العید او للمملوک الموقوف لها من جهة المالك ہاں باجارت مالک اُس میں نماز درست ہے فانہ لیس المسجد ولا الوقت من جهة شرائط صحة صلاة ما اصل الصلاة العید كانت او الجمعية او غیر ذلك كما نضما علیہ فی کتب الذہب واللہ تعالیٰ اعلم (۲) بعد نماز عید مصافحہ و معافقہ دونوں درست ہیں جبکہ کسی منکر شرعی پر مثل یا اُس کی طرف ہجر نہ ہوں جیسے خوبصورت امردا جنسی محل فتنہ سے معافقہ بلکہ مصافحہ بھی کہ بحالت خوف فتنہ اُس کی طرف نظر بھی نہ کر وہ ہے نہ کہ مصافحہ نہ کہ معافقہ کما فی الدار المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار وتفصیل المسائل موکول الی رسالتنا وشاح الجید فی تحلیل معافقہ العید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر ہلال شوال دن چڑھے تحقیق ہو اور بارش شدید ہو بعض اہل شہر نماز عید پڑھیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقی ماندہ دوسرے دن ادا کریں یا اب انھیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہو چکی اور قستانی میں ہے اذ اصلی الامام صلاتہ مع بعض القوم لا یقضی من فانت تلك الصلاة عنه لا فی اليوم الاول ولا من الغد انتھی۔ بینوا وجروا۔

## الجواب

اللهم هداية الحق والصواب۔ صورتہ مستفہ میں جماعت باقی ماندہ بیشک دوسرے دن ادا کرے کہ عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے اور بارش عذر شرعاً مسموع فی الدار المختار و توخر بعد مکمل الی الزوال من الغد فقط انتھی اور صلاۃ عید میں جواز تعدد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اُس میں خلاف ہے اور راجح جواز فی الدار المختار تو دئی بمصر واحد بمواضع صغیرۃ اتفاقاً اہ تو ادائے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے کلام قستانی وغیرہ اُس صورت میں ہے جب عامۃ اہل بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہے گا ہدایہ کی تعلیل اُس پر صاف دلیل قال من فانت صلاة العید مع الامام لم یقضها لان الصلاة بهذه الصفة لم تعرف قربة الاستوائ لا تتم بالمنغداہ اور عبارت تنویر الابصار مورث تنویر الابصار امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غفری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتداءً اس مسئلہ کو ایسے پیرایہ میں ادا فرمایا کہ وہم و اہم راہ نپائے حیث یقول ولا یصلیہا وحده ان فانت مع الامام اہل یومہ نام حافظ الدین ابوالبرکات نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اپنے متن و شرح وافی و کافی میں ارشاد ازالہ اوہام و ایقاظ افہام کے لیے کافی و طانی

لم تقض ان فانت مع الامام ای صلی اللہ علیہ وسلم فانت من شخص فانها لا تقضى لانها ما عرفت قربۃ الافعلہ علیہ الصلاۃ والسلام وما فعلها الا بالجماعۃ فلا تؤدی الا بتلك الصفة او ملخصا علامہ بدر الدین محمود عینی رحمہ اللہ تحقیق میں فرماتے ہیں صلاھا الامام مع الجماعة ولم یصلھا ہوا یقضیہا لانی الوقت ولا یعدہ لانھا شرعت بشرائط لا تنع بالمنفرد مستخلص میں زیر قول کنز لم تقض ان فانت مع الامام کہتے ہیں معنہ لولم یصل رجل مع الامام لا یقضیہا منفردا یا یعنی ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان اور ان باقی ماندہ میں کوئی مامور نہیں اقامت کو کرے فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں اس طرف تاخر اذ قال من فانت الصلاۃ فلم یدر کہا مع الامام لا یقضیہا لانی لم تعرف قربۃ الا بشرائط لا تنع بدون الامام ای السلطان او مامورہ اس لیے فاضل سید احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ای وقت صلاھا الامام او مامورہ فان کان مامورا باقامتہا لہ ان یقیمہا ام **اقول** وقد یثیر الیہ تعریف الامام فی عبارة النقایۃ المذكورۃ وغیرھا کما لا یخفی علی العارف بالاسالیب الکلام ہر طور عبارت جامع الرموز سے بدینہ جو کہ نماز ایک بار ہو چکی باقی ماندہ لوگوں کے لیے مانعت تصور کرنا محض خطا **اقول** بلکہ اگر نظر سلیم ہو تو وہی عبارت بعینہا مانع فیہ میں جواز ہر حال کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت مانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کہے کہ تو اس روز بھی نہ پڑھے تو اسے کو منع کرتے ہیں حیث قال لانی الیوم الدل ولا من الغدا اور اول بیان ہو چکا کہ تعدد جماعت عیدین میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد و تاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت طبع نقایہ کے یہ معنی ہوتے کہ جب ایک جماعت پڑھ لے تو دوسروں کو مطلقا اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر روا ہوتا اور نماز عید کا بھی حکم اس امر میں اس کے مذہب پر جو تعدد و جمعہ روا نہیں رکھتا مانند نماز جمعہ جو جائز یعنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہو گئی باقی سب کی ناجائز کما فی الدلائل والاختلاف علی طریق فالحجۃ لمن سبق شریعتہ تو بالیقین معنی کلام وہی ہیں جو ہم نے بیان کیے اور قاطع شکیب یہ ہے کہ در مختار میں در صورت نوات مع الامام تصریح کی لو امکنہ الذہاب الی الامام الاخر فعل لانها تؤیی بمصدر واحد وواضع کثیرۃ اتفاقا حاشیہ طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے لو قد د بعد الغوات مع الامام علی اور اکھا مع غیرہ فعل للاتفاق علی جواز تعددھا اور دیکھو فیض فرماتے ہیں کہ ایک امام کے پیچھے نہ پڑھے تو دوسرے امام کے پیچھے پڑھے اور حال عید میں روز اول و دوم یکساں آج پڑھے گا تو کل کن مانع مگر یہ ضرور ہے کہ جو امام عیدین و جمعہ کے لیے مقرر ہو اسے بھی وقت ہوئی ہو کہ امامت کے لیے امام معین مل سکے اور اگر مقرر کردہ امام سب پڑھ چکے اور بعض لوگ رہ گئے تو یہ بیشک نہیں پڑھ سکتے نہ آج نہ کل واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

**مسئلہ** - از پیل بھیت مدرستہ اہلحدیث جناب مولانا دھرمی احمد صاحب محدث سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ مر ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں (۱) اگر حاکم وقت نے عام طور پر اجازت دے دی کہ تم لوگ فلاں زمین پر اپنی عید گاہ بنا لو یا بلا اجازت عید گاہ بنانے کے فقط دو گنا زوا کہنے کی اجازت دی تو ان دونوں صورتوں میں نازل کا جواب اسی قدر ہے گا جس قدر سلمان کی وقف کردہ عید گاہ میں ملتا ہے یا اس سے کم (۲) اور صورت اولیٰ میں اگر مسلمانوں نے عید گاہ بنالی تو وہ وقف سمجھی جائے گی اور احکام عید گاہ اس کے لیے ثابت ہوں گے یا وہ زمین ملک حاکم پر یا قی ہے اور وقف کے احکام جاری نہیں گے

(۳) اگر بے اجازت گورنمنٹ گورنمنٹی زمین پر نماز عید پڑھی گئی تو نماز بلا کراہت ہو گئی یا نہیں (۴) مصلیٰ اعنی عید گاہ کے مفہوم میں اُس کا محاط ہونا داخل ہے جیسے کہ جامع الرموز کی عبارت سے واضح ہے یا نہیں بلکہ جس جگہ نماز ہو محاط ہو یا نہ ہو وہ عید گاہ ہے۔ بیذا توجروا۔

### الجواب

(۱) ہاں اتنا ہی ثواب ہے زمین وقف کردہ میں پڑھنا نہ عیدین کے سنن سے ہے نہ مستحبات سے سنت اس قدر ہے کہ صحرا میں ہو وقد کان المصلیٰ فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وزمن الخلفاء الراشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم من عادۃ الارض بغیر وقف ولا بناء (۲) صحراؤں جنگلوں کی افتادہ زمینیں بادشاہ کی ملک نہیں ہوتیں وہ اصل ملک خدا و رسول پر ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث میں ہے عادۃ الارض للہ ورسولہ رواہ البیہقی فی الشعب عن طاؤس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقفا حکم وقت نے جب اجازت دیدی اور استرداد کا خوف نہ رہا اور مسلمانوں نے وقف کردی وقف صحیح لازم ہو گئی احکام مصلیٰ اُس پر جاری ہوں گے (۳) نماز بجا کراہت صحیح ہے لما مران الارض للہ ورسولہ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۴) محاط ہونا مفہوم مصلیٰ میں داخل نہیں لما حد منان الصلوۃ فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وزمن الخلفاء کانت فی ارض بیضا و بد و ن بناء وما فی القہستانی فلہ علی العادۃ الحادثۃ بناء قصد بہ التعریف لا اشتراط بناء واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ۔** قاضی عبد الحمید صاحب از قصبہ کیکڑی ضلع اجیر شریف ۲۸ محرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد عید گاہ میں جبکہ مسلمانوں میں منہج ہو اور مذہب غیر ہو تو اس صورت میں نماز عیدین کی دونوں گروہ اپنے اپنے امام کے ساتھ علیحدہ علیحدہ نماز و خطبہ ایک مسجد میں ادا کر سکتے ہیں یا نہیں جواب دو پروردگار اجر دے گا۔

### الجواب

نماز عید مثل نماز جمعہ ہے نماز پنجگانہ کی طرح نہیں جن میں ہر شخص صانع امامت کر سکتا ہے عیدین اور جمعہ کے لیے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون اور نہ ہو تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے امامت جمعہ و عیدین کے لیے مقرر کیا ہو ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لیے دو شخص امام مقرر نہیں ہوتے تو جو ان میں امام مقرر نہیں ہے اُس کی اور اس کے پیچھے والوں کی نماز نہ ہوگی اور یہاں اختلاف مذہب مثل خفیت و شافیت مقرر نہیں ہو سکتا ہاں اگر ایسا اختلاف مذہب ہے کہ ان میں ایک گروہ سنی اور دوسرا وہابی یا غیر مقلد تو اس صورت میں اُس امام اور اُس کے مقتدیوں کی نماز باطل محض ہے اور سنیوں پر لازم ہے کہ اپنا امام اپنے میں سے مقرر کریں انھیں کی نماز نماز ہوگی دیس واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ۔** از شریعہ بازار صندل خاں مسئلہ ہدایت الشرح صاحب ار ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ



زید عید کی نماز سے پہلے درمی کا کام کرتا رہا بکرنے کہا کہ زید نے نماز سے پہلے جتنی مزدوری کی وہ حرام ہے اس لیے کہ اس نے جتنا کام قبل نماز کیا وہ ناجائز تھا آیا یہ صحیح ہے یا نہیں۔

### الجواب

بکر محض غلط کہتا ہے جبکہ زید نے ادا کے نماز میں قصور نہ کیا تو نہ قبل نماز کام کرنا حرام تھا نہ بعد نماز دوسرے اجرت میں کوئی حرج ہے ہاں اگر کام کے سبب نماز نہ پڑھتا تو وہ کام حرام ہوتا اجرت پھر بھی حرام نہ تھی یہ تو حلت و حرمت کا حکم ہے البتہ مستحب ہے کہ ضرورت نہ ہو تو عید کے دن نماز سے پہلے مستلقات عید کے سوا کوئی دنیوی کام نہ کرے کہ خوشی کا دن ہے نہ محنت کا اس دن کا اور دنوں سے امتیاز چاہیے اسی واسطے ہر گز وہ میں اپنی اپنی عیدوں کے دن تعطیل کا معمول ہے پھر بھی یہ کوئی واجب نہیں اور ضرورت ہو جب تو کوئی گنجائش کلام ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ نماز عید میں امام نے تکبیر تحریرہ کے بعد سورہ فاتحہ شروع کی الحمد للہ رب العالمین کہنے کے بعد مقتدی کے یاد دلانے پر تکبیر ثلثہ کہیں اور بعد تکبیرات دوبارہ قرات شروع اس شکل میں نماز ہوئی یا نہیں۔

### الجواب

پہلی صورت میں نماز نہ ہوئی دوسری میں ہو گئی ایسا شخص احق بالامانہ نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از سبیل بحیث محلہ شیر محمد ۳۲ سوال ۱۳۲۸ مسئلہ ۱۳۲۸ صاحب دعوہ زالدین صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید نے ایک مسجد میں جو شہر میں واقع ہے مقتدی بن کر نماز عید الفطر پڑھی بعد اس کے زید عید گاہ گیا اور وہاں بکر نام تھا اس سے نماز پڑھاتے وقت اخیر رکعت میں تکبیریں چھوٹ گئی تھیں جس سے نماز فاسد ہو گئی تب زید نے دوبارہ امام بن کر نماز عید الفطر پڑھائی حالانکہ وہ نماز مقتدی کی حالت میں پڑھ کر گیا تھا ایسی حالت میں زید کو نماز پڑھانا چاہیے تھا یا نہیں کیا زید کی نماز جو اس نے پیشتر مقتدی ہو کر پڑھی تھی صحیح ہے یا امام کی حالت میں ہے اور دیگر مقتدیوں کی نماز جنہوں نے زید کے پیچھے کر جنہوں نے دوبارہ حالت امام میں نماز پڑھائی ان کی نماز درست ہوئی یا نہیں۔

### الجواب

زید کو امامت ہرگز جائز نہ تھی جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز باطل ہوئی ان میں جو نادان تھے ان کی نماز جانے کا وبال بھی زید کے سر بار در مختار میں ہے لایصح اقتداء مفتقر بمقتفل ولا ناذر بمقتفل رد المحتار میں ہے لان النذر واجب فیلزم بناء القوی علی الضعیف ح واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از سبیل ۲۸ سوال ۱۳۲۸ مسئلہ ۱۳۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند محلے کے لوگ مسجد میں جمعہ عید کی نماز پڑھتے ہیں اور ہر شخص از روئے تقاضا وہ مکمل وقت معین میں حاضر نہیں ہوتے لہذا بعض لوگوں کی نماز فوت ہوتی ہے اس لیے جھگڑا فساد لڑائی برپا کرتے ہیں اب

سب محلہ والے مل کر ایک صاحب علم سے مشورہ کیا اُس نے یہ امر کیا کہ تین بنگلہ جلا تا مناسبت ہے یکے بعد دیگرے اگر تیسرے بنگلے کے متصل کوئی حاضر نہ ہو تو جھگڑا لڑائی نہیں ہوگی اس بات پر متفق ہو کر پہلے شروع کیا کہ عید کے دن تین بنگلے جلاتے ہیں اور کہتا ہے کہ یہ واسطے اعلام اور اعلان مصلیوں کے کرتے ہیں اب یہ بات جب دوسرے کوئی صاحب علم نے سنا تو کہا یہ کثاری فعل بدعت سیئہ محرمہ ہنود کا کام ہے وہ لوگ اپنے عیدوں ہتھکڑوں میں کیا کہتے ہیں ہرگز جائز نہیں۔

### الجواب

فی الواقع یہ بدعت سیئہ ہے اور مشابہت کفار ہے اس سے بچنا واجب حدیث اذان میں اس کا فصلہ ہو چکا ناروناؤس وغیرہ سب رد کیے گئے اور اذان مقرر فرمائی گئی جس سے اعلان کلمۃ اللہ ہے اور عیدین کے لیے تو اذان کا بھی حکم نہیں احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدین میں نہ اذان دلائی نہ اقامت کہلوائی صرف الصلاۃ جامعہ دوبار پکارا جاتا ہے اسی پر اختصار کریں اور اس سے زائد ہرگز کچھ نہ ہو تافل والوں کا وبال اُن پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسؤل مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عید گاہ میں مسجد کے بستر وغیرہ لے جانا جائز ہے یا نہیں۔

### الجواب

عید گاہ میں مسجد کا مال لے جانا ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از تاراکاندی مدرسہ اسلامیہ ہسٹ پاکندیہ ضلع مین سنگھ مسؤل محمد عبدالجلیظ صاحب سولہ تاراکاندی مہرم محرم ۱۳۳۷ھ

چھ ہی فرماہند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ ذیل کہ بعد نماز عیدین قبل الخطبہ یا بعد الخطبہ دعاؤ استثنیٰ جائز است یا نہ بر تقدیر اول دلیلش چہ بحوالہ کتب خفیہ باظهار دلائل متعدد بیان فرمایند وہ ہشتی گوہر صفت مولوی اشرف علی مراد است کہ با شہار سنت و عوام ماننے سے دعاؤ مانگنا بہتر ہے۔

### الجواب

ہشتی گوہر ہشتی زیور ہر دو تصنیف ہچو کے ست کہ ہر علمائے کرام حرمین شریفین زاد ہما اللہ مشرقاً و مغرباً بالاتفاق قریر فرمودہ اند کہ اور ندست و آنکہ ہر کہ بر اقوال فتوہ او مطلع شدہ در کفر او شک آورده خود کافرست و ایں کنا بہا ربیاری الاسائل فاسدہ ماغلا ناکادہ مشکت و دین آنا حرام و موجب ضلالت عوام و دعا بعد نماز عید با شہار سنت عامہ و آثار خاصہ جائز و مستحب است و التفصیل فی رسالہ تسمیۃ العید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** - از تین سوکیا ڈاکخانہ خاص ضلع ڈبروگرہ ملک آسام مسؤل عبداللطیف ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان سئلوں میں (۱) اگر تار کی خبر پر افکار کرنا جائز ہو تو عید کی نماز پانی کے سبب دور دراز کے آدمی کی خبر گیری کے لیے اسے موقع پر ایک روز کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں (۲) اور سلم جامعہ کے سردار ہر میز گارے کنا آج تار کی

خبر سے افطار تو کر لیں گے اگر شرعاً جائز ہو لیکن ایسے تنگ وقت پڑھنے سے دور دراز کے آدمی سب نماز سے محروم رہیں گے لہذا بہتر ہے کہ دوسرے روز نماز پڑھی جائے تاکہ سب لوگ شامل ہوں اور کوئی محروم نہ رہے اب بغیر رضا سردار کے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تاجروا

## الجواب

(۱) تارکی تو خبر معتبر ہی نہیں اگر شہادت شرعیہ ایسے وقت گزری کہ وقت تنگ ہے شہر میں اطلاق اور لوگوں کا اجتماع معتذر ہے تو دوسرے دن پڑھیں لانھا تو خبر بعد از الی الغد کما نضوا علیہ اور اگر شہر کے لیے وقت کافی ہے مگر دور دراز کے دیہات کو خبر جانا اور ان لوگوں کا آنا نہیں ہو سکتا تو واجب ہے کہ عید آج کر لیں دیہاتوں کے لحاظ سے کل کے لیے تاخیر جائز نہیں کہ نماز عید الفطر کی تاخیر بلا عذر گناہ و منوع ہے اور دیہاتوں کا نہ آ سکتا کوئی عذر نہیں کہ ان پر نماز عید واجب ہی نہیں درختار میں ہے تو خبر بعد از رکطوالی الزوال من الغد فقط والاضحی یجوز تاخیرھا الی آخر ایام النحر بلا عذر مع الکراہۃ وبالغدر بد وھا فالعذر هنا لفظی الکراہۃ و فی الفطر للصحة رد المحتار میں ہے قولہ بعد رکطو دخل فیہ ما اذا لم یخرج الامام وما اذا غم اللہلال فشہدوا بہ بعد الزوال او قبلہ بحیث لا یمن جمع الناس درختار میں ہے تجب صلاتھما (ای العیدین) علی من تجب علیہ الجمعة رد المحتار میں بران شرح مواہب الرحمن سے ہے وجوبھا محض باہل المصر والله تعالیٰ اعلم (۲) او پر معلوم ہوا کہ تار پر افطار حرام ہے اور اس پر عید کر کے نماز پڑھنا بھی گناہ اور وہ نماز نہ ہوگی کہ سردار درکنار شریعت ہی کی رضا نہیں کہ پیش از وقت ہے ہاں اگر شرعی ثبوت ہو جاتا تو دیہاتوں کے لیے تاخیر ناجائز تھی اور دوسرے دن پڑھنے تو نماز ہی نہ ہوتی ایسی حالت میں سردار کے قول پر عمل ناجائز تھا اسی روز نماز عید پڑھ لینی واجب ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از اجین مکان میر خادم علی اسسٹنٹ مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلاة والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین المابعد فی فریاد علماء و فضلاء دین دریں مسئلہ کہ نماز عیدین در قصبہ خواہ شہر باشد بجز عید گاہ بشرط تکرار یا نہیں در مساجد دیگر بگزار در دست است یا ممنوع و بقرینہ قاضی فاسق نماز ملاک خود قرار دادہ نماز عید دیگر مساجد شہر را بجماعت حکام بتکرار نیندہ دہد بدین سبب کہ مردمان شہر پس من نماز ادا نمایند پس باقتضائے فاسق نماز درست است یا نہ و حکم قضائے قاضی فاسق و پیروان او چیست بیان فرمائید بالشرح بحوالہ کتب رحمہ اللہ اجمعین

## الجواب

رفتن عید گاہ سنت است فی الدار المختار الخروج الیہا ای الجبانیۃ لصلاة العید سنتہ وان وسعہا المسجد الجامع هو الصحیح اما واجب نیست اگر مسجد شہر نماز گزارند قطعاً درست و بے غلط باشد اگرچہ ترک سنت کردہ باشند فی رد المحتار الواجب مطلق التوجہ لا التوجہ الی خصوص الجبانیۃ و تکرار نماز عید در مصر واحد بموضع کثیرہ بالاتفاق جائز است فی الدار المختار توڈی بمصر واحد بموضع کثیرہ اتفاقاً و اقتداً بفسق معلن کردہ تحریری قریب مجرم است و هو الذی یقتضیہ الدلیل ولا یعدل عن درایۃ ما وافتقار درایۃ علامہ ابراہیم حلبی وغنیہ فرمود بکراہۃ تقدیر الفاسق کراہۃ تحویر و کذا المبتدع پس تا وقتیکہ نماز پس صالحی صحیح القراءۃ سلیم العقیدہ یا نہ

زہار اقتدا باؤ نکند اما اگر ظلم نماز دیگر مساجد بند کردہ شود و جز باقتدائے او را ہے نیابند مجبور باشند و معذور و وبال این ظلم و جبر گردن  
آن فاسق مغرور لا یتکلف الله نفسا الا وسعها نماز عید از اعظم شغائر اسلام است باین علت عارضہ ترکش نتوان گفت فی رد المحتار فی  
المعراج قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرہا یجد اماما غیرہ او قال فی الفتح و علیہ  
فیکرہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانه بسبیل الی التحول و اینان کہ بزکاح امامت جبر  
و اعیاد از جانب نصاری و غیر ہم حکام زمانہ مقرر باشند از عہد قضا جزام بے مسمی و لفظ بے معنی بہرہ نداشت پس حکم قضائے ایشان چگونہ باید  
حکم بر وجود باشد و قضائے ایشان خود معدوم است کہ حقیقت در کن صورت قضا ہم ندارد آری اگر مراد آنست کہ فاسق یا بایں کار ہمعین کرد  
شاید یا نہ جواب آن است کہ ہرگز تشاید حال امامت خود حالے شد و غرض از تولیت آنکہ توثیق و اشہاد دست دآن خود از فاسق  
حاصل نباشد ۔ واللہ تعالی اعلم ۔

مسئلہ - از دین خرد ملک پرنگال محلہ کھاراموڑ مسئلہ مولوی محمد ضیاء الدین صاحب الاحرام مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ ایک چھوٹی سی بستی میں مسئلہ سے بنی ہوئی ہے بعض مسلمان اہل شہر کو  
اپنے محلہ سے ربع میل کے قریب مسافت طے کر کے جانا پڑتا ہے اور بعض اہل محلہ ربع میل سے بھی کم چل کر داخل عید گاہ ہو جاتے ہیں سال گذر  
سے جملہ اہل شہر اسی عید گاہ میں برابر نماز عید ادا کرتے رہے حال میں ان اشخاص نے جن سے بہت نزدیک عید گاہ تھی باعث نفسانیت دنیوی  
کے عید گاہ میں نماز عید پڑھنا ترک کر دیا حالانکہ ان کو کسی نے عید گاہ میں نماز پڑھنے سے مانعت بھی نہیں کی آخر صرف اسی نفسانیت کی  
بنیاد پر کسی مفید کے ہکانے سے یہ بات اپنی طبیعت سے گزرتی کہ ہم کو بانیان عید گاہ کی طرف دالے عید گاہ میں داخل ہونے سے  
منع کرتے ہیں بایں وجہ ہم نے عید گاہ میں دو گانہ ادا کرنا ترک کر دیا دو تین سال سے میدان میں جو عید گاہ کے قریب ہے نماز عید پڑھتے تھے  
اس سال ان کا ارادہ اسی میدان میں دوسری عید گاہ کی تعمیر کا ہے تو آیا ان چند اشخاص کو صورت مذکورہ بالا میں اپنی جدید عید گاہ کا لیے  
مختصر شہر میں تعمیر کرنا اذوئے شرعاً شریف درست ہے یا تا درست اگر درست ہے تو اب دو عید گاہوں کے پوجانے سے قلت جماعت عید گاہ  
سابق موجب کی ثواب ہے یا نہیں اور باعث قلت ثواب کے ایسی حالت میں بانیان عید گاہ جدید شہر میں گئے یا نہیں اگر یہ لوگ شہر  
تو عید گاہ سابق کو محض نفسانیت دنیوی کے سبب ترک کر دینے والوں کی نیت اور ثواب کثیر کو قلیل کرنے والوں کی باعث ہماری شریعت  
مطہرہ کیا حکم کرتی ہے ۔ بنیوا توجروا ۔

الجواب

نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ اگرچہ بالاتفاق روا ہے مگر ایک شہر کے لیے دو عید گاہ بیرون شہر مقرر کرنا زمانہ برکت نشان حضور  
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اب تک معصوم نہیں نہ زہار اُس میں شرع مطہر دین نور کی کوئی مصلحت خصوصاً ایسی چھوٹی بستی میں  
تو اگر اُس میں اس کے سوا کوئی حرج نہ ہوتا تو اسی قدر اس فعل کی کراہت کو پس تھا کہ محض بے ضرورت شرعی و مصلحت دینی حالات متعارف  
مسلمین ہے اور ایسا فعل ہمیشہ کردہ ہوتا ہے ذر مختار باب العیدین میں ہے لان المسلمین قارؤۃ فوجب اتباعہم رد المحتار

کتاب الذبائح میں غایۃ البیان سے ہے توارثہ الناس فیکوہ ترکہ بلا عذر اور ہمیں سے ظاہر کہ قنود مساجد بیچنا نہ پر اس کا قیاس نہیں ہو سکتا کہ وہ خود متواتر و مطلوب فی الشرع ہے سنن ابی داود و ترمذی و ابن ماجہ میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے امیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیضاء مساجد فی الدوران تنظف و تطیب جب یہ تعمیر مصلحت دینی سے خالی ہوئی اور اس میں کوئی منفعت دنیوی نہ ہو نا بدیہی تو محض عبث ہوئی اور ایسا ہر عبث ناجائز و ممنوع ہے ہا یہیں ہے العبث خارج الصلاة حرام فما ظنک فی الصلاة حلیمہ میں ہے الفرق بین العبث والسفہ علی ما ذکرہ بدرالدین الکوردی ان السفہ مال الغرض فیہ اصلا والعبث فعل فیہ غرض لکن لیس لبثی وعبارة غیر للعبث مالیس فیہ غرض صحیح لغا علیہ یہ عمارت بے حاجت کی تعمیر ہوئی اور ہر عمارت بے حاجت اپنے بنانے والے پر روز قیامت وبال ہے کما و سادت بہ احادیث عند البیہقی عن انس والطبرانی عن واثلہ وفیہ عن غیر ہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنگل میں بے حاجت شرعی ایک عمارت بنا کر کھڑی کر دینا اسرار ہوا اور اسرار حرام ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تشرا فی ان اللہ لا یحب المسرفین صورت تفسیر میں یہ سب شاعتیں خود اس فعل بے معنی میں موجود تھیں اگرچہ اس کی تعمیر براہ نفسانیت نہ ہو اور جبکہ یہ بنا براہ نفسانیت ہے جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر تو اس کا ذمہ و عذر وہ ہونا خود واضح و روشن ہے کما لا یخفی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ -** از موضع چندی صلح پہلی بحیث مرسلہ حاجی نصیر الدین صاحب ۴۴ ار محرم الحرام ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید قرباں میں سحری سے کہ جب تک مساد نہ پڑھی جاوے کھانا نہ کھاوے یعنی جو کہ نگاہ رکھے اپنے آپ کو کھانے اور پینے سے اور جماع کرنے سے دن قربانی کے یہاں تک کہ پڑھی جاوے نماز عید کی اب مردان اہل اسلام دن قربانی کے دس ذی الحجہ کو اپنے اپنے مکان سے کھانا کھا کر اور حقہ پانی پی کر واسطے نماز عید کے چید گاہ کو جاتے ہیں حکم نہیں مانتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکم عدولی کرتے ہیں تو ان کے واسطے شرع مشرعی سے کیسے ہیں اس امر میں ان سے کیا کہا جائے گا اور نماز ان کی صحیح طور پر ہوگی دیا کوئی نقص ان کی نماز میں عائد ہوگا۔ بینوا تو جروا

**الجواب**

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث قوی جس طرح سائل نے ذکر کی وارد نہیں ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ثابت ہوا ہے کہ عید قرباں میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھاتے بعد نماز گوشت قربانی سے تناول فرماتے الترمذی و ابن ماجہ عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یخرج یوم الفطر حتی یأکل وکان لا یأکل یوم الفطر حتی یصل و رواہ الدارقطنی فی سننہ وفیہ حتی یرجع فیأکل من اخصینہ صحیح ابن قطان و فی اوسط الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال من السنۃ ان لا یخرج یوم الفطر حتی یطعم ولا یأکل یوم الفطر حتی یرجع بہر حال یہ امر استحبائی ہے یعنی کرے ثواب نہ کرے تو حرج نہیں ایسے امر کے ترک کو حکم عدولی نہیں کہہ سکتے اور نماز میں نقص کا تو کوئی احتمال ہی نہیں درمختار میں ہے یندب تاخیر اکلہ عنہا وان لم یضم ولواکل لم یکوہ لہ باختصار و بالاحتیاج

ای یئدب الامساك عما یفطر الصائم من صبحہ الی ان یصلی قال فی البحر وهو مستحب ولا یلزم من ترك المستحب ثبوت الکراهۃ اذ لا بد لها من دلیل خاص ام وفي البدائع ان شاء ذاق وان لم یذاق لم یذق والادب ان لا یندق شیئا الی وقت الفراغ من الصلاة حتی یکون تناولہ من القراہین ام او مختصا والله تعالی اعلم۔

**مسئلہ -** زید بنیر کچھ اپنی رائے ظاہر کرے علماء حاضرہ کی تحقیق و ثبوت شہادت صحیح جانکر سہ شنبہ کو دس ذی الحجہ یعنی جانکر عید اضحیٰ کی امامت کراتا ہے لیکن شب سہ شنبہ کو ایک بڑے متدین مستند عالم تشریع لائے اور انھوں نے ثبوت ہدویت صحیح نہ جانکر سہ شنبہ کو عید نہیں کی لوگوں سے کوشش کرائی گئی کہ کسی صورت سے مجھ کو ثبوت رویت معلوم ہو جائے تو میں بھی عید کروں مگر کسی سے پتہ نہیں چلا جن کے پاس ثبوت گزرا وہ اس قدر فرما کر بس کر گئے کہ مجھے سچا جانتے ہیں تو عید کریں ورنہ جواب کچھ نہیں اس وجہ سے ایک عالم صاحب نے عید نہیں کی ان کے موافق موجود علماء میں سے ایک عالم اور ہو گئے زید امامت و خطبہ سے فارغ ہو کر یوں کہتا ہے کہ دینی بھائیو آج عید ہے اور نماز بھی پڑھے مگر قربانی جو دس گیارہ بارہ کو جائز ہے بجائے سہ شنبہ کے چار شنبہ کو کروا اعتباطاً تو بہتر ہو اس آخری فقرہ پر بول ہوتا ہے لوگوں کی جانب سے کہ کیا مطلب احتیاط کا تو زید جواب دیتا ہے کہ اگر آج قربانی کرو گے تو جن علماء نے عید نہیں کی وہ فرمائیں گے کہ قربانی نہیں ہوئی اور اگر چار شنبہ کو کرو گے تو سب بالاتفاق فرمائیں گے کہ صحیح ہے اور اختلاف سے بچنا اولیٰ زید اس فقرہ کے تعلق سے مجرم شرعی ہے یا نہیں اور جو لوگ مشورہ کر کے اور لوگوں کو فراہم کر کے اپنے زعم میں زید کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں کوشش تبلیغ کرتے ہیں کہ جرم ثابت ہو یا لگ اچھا کام کرتے ہیں یا نا محمود۔

### الجواب

زید اس فقرہ کے سبب مجرم شرعی نہیں کہ احتیاط کرنے اور اختلاف متبر شرعی سے بچنے کا حکم شرع مطہر میں ہے اتنی بات پر جو اُسے ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اچھا کام نہیں کرتے بلکہ گناہ کے ساعی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل المسلم علی المسلم حرام مالہ و دمنہ و دمنہ حسب امرئ من الشرائع ان یحقق اخاہ المسلم سلمان کا سب کچھ دوسرے سلمان پر حرام ہے اُس کا مال اُس کی آبرو اُس کا خون آدمی کے بد جوئے کو یہ بہت ہے کہ اپنے سلمان بھائی کی تحقیر کرے رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ البتہ وہ نماز کہ پڑھی اُس میں بہت شقوق ہیں جن میں سے شخص یہ کہ اگر وہ جن کو علماء حاضرہ کہا رہی علماء ہیں نہ فقیہ ماہر جن کے فتوے پر اعتماد جائز ہو تو ان کی تحقیق پر وثوق جائز نہ تھا اور اگر اُس وقت تک ان کی بات زید کے حق میں لائق وثوق تھی اور جب دوسرے عالم جن کو بڑے متدین مستند عالم کہا ہے انھوں نے وہ ثبوت صحیح نہ جانا تو زید کو اگلوں کے بیان پر وثوق نہ رہا اور سہ شنبہ کو دسویں ہونا بے ثبوت ہو گیا پھر نماز پڑھی تو نماز ہی نہ ہوئی کہ نماز کے لیے جس طرح وقت شرط ہے یہ ہیں اعتقاد مصلیٰ میں وقت آجائنا شرط ہے مثلاً اگر صبح کی نماز پڑھی اور اُسے طلوع صبح میں شہ نہ تھا نماز نہ ہوئی اگرچہ واقع میں صبح ہو گئی ہو ورنہ الحاح میں ہے وکن الا بشرط اعتقاد دخولہ خلوشک لم تصح صلاتہ وان ظہرانہ قد دخل اور اگر وہ قابل وثوق تھے اور اُسے وثوق ہی رہا تو قربانی میں احتیاط کی کیا حاجت تھی اور تھی تو کیا نماز میں احتیاط نہ کار نہ تھی عید اضحیٰ کی نماز بھی بارہویں تک



ہو سکتی ہے اگرچہ بلا عذر تاخیر مکروہ ہے تنویر الابصار میں ہے یجوز تاخیر ہالی آخر ایام النحر بلا عذر مع الکراہۃ وہ بد و فہا۔  
واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از کانپور محلہ نئی سڑک مسئلہ حاجی فییم بخش صاحب عرف چھٹن مورخہ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں عمرو نے نماز عید الاضحیٰ اپنی امامت سے کثیر التعداد مقتدیوں کے ساتھ ادا کی غلطی و خطبہ کے بعد عمرو نے بوجہ اختلاف رویت قربانی کے لیے بحیال مزید احتیاط مانعت کی بکرنے دوسرے روز نماز عید الاضحیٰ مع قلیل التعداد مقتدیوں کے شریک ایک مسجد میں پڑھی عمرو نے جو ہنگام ادا کئے نماز وہاں موجود تھا بیکری اقتدا میں تکرار نماز کی پس اسی صورت میں عمرو کی کوئی نماز واجب اور کون نفل ہوگی۔ بینوا تو جروا رحمکم اللہ تعالیٰ۔

### الجواب

پہلے دن اگر عمرو کو روز عید ہونے میں شک تھا یا بلا ثبوت شرعی عید مان کر نماز عید پڑھ لی تھی تو وہ نماز ہی نہ ہوئی یہ دوسری ہی واجب واقع ہوئی اور اگر بے ثبوت شرعی بلا تردید پہلے دن پڑھی تو وہی واجب تھی دوسری بلا وجہ رہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ**۔ از ملک بنگالہ ضلع کمرہ موضع چاند پور مسئلہ مولوی عبد المجید صاحب غرہ صفر ۱۳۳۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز عید الاضحیٰ کی نیت میں عید الاضحیٰ کے معنی یوں کے نوبت ان اصلی اللہ تعالیٰ رکعتی صلاۃ العید الاضحیٰ الخ تو نماز اس کی صحیح ہوگی یا نہیں بینوا اللہ توجروا عند اللہ۔

### الجواب

اگرچہ یہ لفظ غلط ہے صحیح صلاۃ عید الاضحیٰ ہے مگر نیت زبانی کی نماز میں حاجت نہ وہ نماز کے اندر ہے نہ اس میں فساد مبنی ہے تو اس غلطی کا صحت نماز پر اصلاً اثر نہیں ہو سکتا دل میں عید الاضحیٰ ہی کا قصد ہے اگرچہ نام میں غلطی کی بلکہ دل میں نماز عید الاضحیٰ کا ارادہ کرتا اور زبان سے عید الفطر بلکہ شلا نماز تراویح کا نام نکلتا ہے اس نماز سے کوئی مینا سبت ہی نہیں جب بھی صحت نماز میں شبہ نہ تھا کہ نیت فعل قلب ہے جب قلب کا ارادہ ہے زبان کا کچھ اعتبار نہیں درمختار میں ہے الاعتبار فیہا عمل القلب الا لازم للارادة فلا عبوة للذکر باللسان وان خالف القلب لانه كلام لا نية روالحتار میں ہے فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصم وھو اجزاء کما فی الزاھدی قہستانی واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ**۔ از شہر بریلی محلہ ٹوکپور مسئلہ منشی ہدایت یار خاں صاحب قلیں ۸ محرم الاحرام ۱۳۳۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عید گاہ مثل مساجد قابل حرمت و وقت ہے یا نہیں اس کا حکم حکم مسجد ہے یا نہیں اس احاطہ کے اندر غیر قویں جوتے پہنچے ہوئے جاسکتی ہیں یا نہیں اور اس چار دیواری کے اندر خرید و فروخت ہو سکتی ہے خطبہ کے وقت دکانداروں یا خانچہ والوں کا گشت اس میں جائز ہو سکتا ہے یا نہیں بالتشریح اس کا جواب مرحمت فرمایا جائے۔



## الجواب

عید گاہ ایک زمین ہے کہ مسلمانوں نے نماز عید کے لیے خاص کی امام تاج الشریعہ نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ وہ مسجد ہے اُس پر تمام احکام احکام مسجد ہیں نہایت میں اگرچہ مختار للفتویٰ یہ رکھا کہ وہ عین مسجد نہیں مگر اُس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اُس کی تطہیف و تطہیر ضروری نہیں غیر وقت نماز و خطبہ میں اُس میں خرید و فروخت قول اول پر مطلقاً حرام ہے اور خرید و فروخت کے لیے اُسے متعین کرنا بالاتفاق حرام ہے اذ لا يجوز تغيير الوقت عن هيأته فضلاً عن ضيعته كما في الهندية وغيرها اور یوں کہ اتفاق غیر وقت نماز و خطبہ میں ایک کے پاس کوئی شے ہو وہ دوسرے کے ہاتھ بیچ کرے قول دوم پر اس میں حرج نہیں وقت نماز یا خطبہ میں خواجہ والوں کا گشت بلاشبہ ممنوع و واجب الانسداد ہے کہ محل استماع و ناقض ہے اور ان کے خیر اوقات میں وہی اختلاف و لین و یس کفار کی آمد رفت خصوصاً جو تاپنے کے یہ نجاست سے خالی نہیں ہوتے نہ وہ جنابت سے کماحقہ فی الحلیۃ و بدینہ فی فتاویٰ و مختار میں ہے اما المتخذ لصلاة جنازة او عید فهو مسجد فی حق جواز الاقضاء و ان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نمایہ ردالمحتار میں ہے قال فی البحر ظاہرہ انہ يجوز الوطء والبول والتخلى فيه ولا ينجس ما فيه فان الباني لم يعد له لذلك فينبغي ان لا يجوز ان حکمنا بكونه غير مسجد و اما نظهر فائدہ فی حق بقیۃ الاحکام و حل دخوله للجنب و الحائض انتھے اُسی میں ہے صحیح تاج الشریعۃ ان مصلی العید لہ حکم المساجد والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید کو امام نے اس طور ادا کی کہ پہلی رکعت میں بعد شتا کے اول قرات سے چار تکبیریں کہیں دوسری رکعت میں قبل قرات کے چار تکبیریں کہیں اور قرات کر کے نماز تمام کی یا پہلی رکعت میں بعد شتا کے تین تکبیریں کہیں بعد کو قرات اور دوسری رکعت میں اول میں تین تکبیریں کہیں اور قرات ادا کر کے نماز تمام کی تو اس صورت سے نماز عید جائز ہوگی یا نہیں۔ بیذا وجہوا

## الجواب

پہلی صورت میں دو باتیں خلاف اولیٰ کہیں چار چار تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت قبل قرات تکبیر ہونی اور دوسری صورت میں صرف یہی بات خلاف اولیٰ ہونی مگر دونوں صورتوں میں نہ نماز میں نقصان آیا نہ کسی امر ناجائز و گناہ کا ارتکاب ہوا ہاں بہتر نہ کیا رد مختار میں ہے ہی ثلاث تکبیرات فی کل رکعة و لو زاد تابعہ الی ستمۃ عش لا فہ ما نور ردالمحتار میں ہے ذکر فی الجہان الخلاف فی الاولیۃ و نحوہ فی الحلیۃ رد مختار میں ہے یوالی تدابیر القرائتین ردالمحتار میں ہے اشار الی انہ لو کبر فی اول کل رکعة جاز لان الخلاف فی الاولیۃ۔ والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد امین مدرس مدرسہ اسلامیہ ۵ صفر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عید اضحیٰ میں بعد اختتام نماز منبر پر گیا اور خطبہ شروع کیا اثنائے خطبہ اولیٰ میں

مستمعین سے کہ آپ لوگ ذرا زور سے سبحان اللہ تو پڑھیں سب چپ رہے پھر دوبارہ بارہ کہہ کر لوگوں کو مجبور کیا کہ کیوں نہیں پڑھتے تم لوگوں کا  
 ہونہ کیوں بند ہو گیا تب لوگوں نے باوازی بلند سبحان اللہ پڑھنا شروع کیا پھر لبیک واللہ اکبر کہلوا یا پھر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ  
 پڑھایا پھر فتنہ خطبہ پڑھ کر منبر پر بیٹھا اور اٹھ کر خطبہ ثانیہ شروع کیا ابھی خطبہ ثانیہ تمام ہونے نہ پایا تھا کہ لوگوں کو کھڑے ہو کر یا نبی سلام  
 علیک یا رسول سلام علیک پڑھنے کو کہا چنانچہ لوگوں نے اٹھ کر زور زور سے یا نبی سلام علیک مع اشعار اردو کتب میلاد مروجہ  
 بہ ترنم پڑھا اور زیلے نے پھر کچھ اردو میں دعا مانگا اور خطبہ ثانیہ کو اسی طرح ناتمام چھوڑ دیا آیا یہ فعل موافق سنت توارثہ ہوا یا خلاف سنت سراسر  
 بدعت اور ایسا کرنے والے پر عند اللہ تعالیٰ حکم لگایا جائے گا۔ بینوا تو حردا۔

### الجواب

حالت خطبہ میں کلام اگرچہ ذکر ہو مطلقاً حرام ہے اذ اخراج الامام فلا صلاۃ ولا کلام امام نے یہ جو کچھ کیا سب بدعت خبیثہ سیئہ ہے  
 اُن جاہلوں کا وبال بھی اُس بدعت پر اس کے کہ اُن کے وبال میں کمی ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من دعا الی ہدی  
 کان لہ من الاجر مثل اجر من تبعہ لا ینقص ذلک من اجرہم شیئاً ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من اللہ مثل  
 اثام من تبعہ لا ینقص ذلک من اثامہم شیئاً رواہ الاثنیۃ احمد ومسلم والاربعة عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 واللہ تعالیٰ اعلم

## باب الکسوف والاستسقاء

مسئلہ - از محلہ کوٹ پرگنہ سنبھل ضلع مراد آباد مکان مولوی لائق احمد صاحب مدرسہ مظہر حسین صاحب ۲۳ رذی قعدہ ۱۳۳۱ھ  
 نماز استسقاء ہے یا دعا اور استسقاء کیسے وقت میں ہونا چاہیے۔ بینوا تو حردا

### الجواب

نماز استسقاء صاحبین کے نزدیک سنت ہے اور اسی پر عمل ہے اور اُس وقت ہونا چاہیے جبکہ حاجت شدید ہو اور امید منقطع ہو چکی ہو  
 اور لوگ اُس کے آداب کے طور پر اُسے بجائیں خشیت و خضوع اُس کی اصل ہے اور وہ آج کل اکثر قلوب سے مرفق الا ماشاء اللہ  
 اس ملک میں ہمسایہ کفار ہیں ہماری بے طور یوں کے باعث کہ دعا کے طور پر دعا کرتے ہیں نہ نماز کے طور پر نماز پڑھتے اگر حاجت نہ فرمائی  
 جائے تو کفار کے مضحکہ کا اندیشہ ہے اس لیے یہاں کی حالت کے مناسب تر اُس عمل پر اقتصار رہے جو قرآن عظیم میں نزول بابان رحمت  
 کے لیے ارشاد ہوا یعنی کثرت استغفار و توجہ بہ عزیز غفار فقل تستغفر واربعۃ انہ کان غفار ایرسل السماء علیکم مدراسا  
 واللہ تعالیٰ اعلم

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے  
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اپریل ۱۹۸۰ء میں رضا اکیڈمی نے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل دیوبند کا ترجمہ قرآن کنزالایمان شریف شائع کیا تھا جس کا اجراء خلیفہ اعلیٰ حضرت حضور برہان ملت مولانا برہان الحق صاحب جیلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں ہوا تھا۔

کنز الایمان شریف کا ایک نسخہ جب آقائے نعمت دریا سے رحمت سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھایا گیا تو آپ نے دست مبارک اٹھا کر رضا اکیڈمی اور اس کے اراکین کو دعاؤں سے نوازا۔ پس پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے اس محبوب بندے کے ہاتھوں کی ایسی لاج رکھی کہ جس کا فیضان دنیا دیکھ رہی ہے۔ کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے

ٹھیک ہونا مہنامہ رضا تم پہ کردروں درود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ اور اس کے رسول کے کرم سے رضا اکیڈمی کے ذریعہ جو بھی خدمت ہو رہی ہے وہ فیضان ہے سیدنا حضور غوث اعظم کا سیدنا اعلیٰ حضرت کا حضور مفتی اعظم کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس ادارہ کی جانب سے ۷۵ سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کنز الایمان شریف کا اردو انگریزی ایڈیشن (ہندی ایڈیشن زیر تکمیل ہے) بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف یہ تینوں درسی کتابیں مدارس دینیہ کو احمدیہ مفت تقسیم کی جا رہی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد ۸۵ میں شائع ہو چکی ہے اور اب آپ کے ہاتھوں میں قریب قریب مکمل فتاویٰ رضویہ کی جلدیں موجود ہیں۔ دعا فرمائیں کہ رب و تدبیر رضا اکیڈمی سے مسلک حقہ کی خدمت لبتا ہے اور پیغام رضا کو دنیا بھر میں پہنچانے کی توفیق رفیق عطا فرماتے۔

آمین بجاہ النبی الکریم و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اسید مفتی اعظم: محمد سعید نوری

۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ